

عظائم

اُردو شرح

تفسیر عمال الہین

جلد چہارم

تشریح و خدمتہ

حضرت علامہ مفتی محمد امین لاہوری

ناشر

ادارہ فیض کراچی (ریسٹو)

۱۱۴۲ء، نیو صوبائی کالونی، بلاک نمبر ۴، گلشن اقبال، کراچی

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب	:	عظائم اردو شرح تفسیر جلالین
جلد	:	چہارم
مرتب	:	حضرت علامہ مفتی محمد امتیاز قادری
طبع اول	:	۱ دسمبر ۲۰۱۳ء بمطابق ۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
تعداد	:	۱۰۰۰
باہتمام	:	ادارہ فیضانِ رضا (رجسٹرڈ) ۱/۴۲، ۷، ننوہ موراجی کالونی گلشن اقبال بلاک ۴ کراچی۔ ۰۳۲۱-۳۳۶۱۰۵۱

درج ذیل مقامات سے حاصل کیجئے

﴿کراچی﴾

- (۱) مکتبہ برکات مدینہ، بہار شریعت مسجد ۰۳۲۱-۳۵۳۱۹۲۲
 (۲) فیضانِ مدینہ باب المدینہ
 (۳) مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی
 (۴) جیلانی پبلی کیشنز اردو بازار

﴿لاہور﴾

- (۱) نعیمی کتب خانہ اردو بازار لاہور ۹۲-۴۲-۷۲۳۸۹۲۷
 (۲) مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ
 (۳) کراما والا بک سٹاپ، دربار مارکیٹ
 (۴) مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ
 (۵) مکتبہ اعلیٰ حضرت نزد دربار مارکیٹ
 (۶) نظامیہ کتب گھر اردو بازار
 (۷) مکتبہ اسلامیہ اردو بازار ۰۳۲۱-۸۶۶۱۷۶۳
 (۸) پروگریسو بکس اردو بازار

﴿راولپنڈی﴾

- (۱) احمد بک شاپ
 (۲) اسلامک بک شاپ
 (۳) مکتبہ قادریہ عطاریہ

﴿فیصل آباد﴾

- (۱) مکتبہ اہل سنت، فیضانِ مدینہ چوک، سوسائ روڈ مدینہ ٹاؤن ۰۳۲۱-۶۶۱۳۷۲۶
 (۲) مکتبہ اسلامیہ

﴿ملتان﴾

- (۱) مکتبہ فیضانِ سنت، پینڈر مسجد اندون بوہر گیٹ
 (۲) مکتبہ کریمیہ
 (۳) ادارہ ضیاء السنۃ
 (۴) مکتبہ حاجی مشتاق

﴿حیدرآباد﴾

- (۱) مکتبہ سخی سلطان۔

الاهداء

میرے تو سب کچھ آپ ہی ہیں اے رحمت عالم
میں جی رہا ہوں زمانے میں آپ ہی کے لئے

ساری تعریفیں اس خالق کائنات ﷻ کے لئے جس نے اس عالم رنگ و بو کو طرح طرح سے مزین کیا اور کڑوڑا کڑوڑا درود ہوں اس رحمت والے آقا ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر جو ہم بے کسوں، غم کے ماروں، دکھ یاروں کا واحد سہارا ہیں۔ اللہ ﷻ کی دی ہوئی توفیق اور فخر کائنات، شاہ موجودات ﷺ کی نظر کرم کا صدقہ ہے کہ **ادارہ فیضانِ رضا** نے اس خدمت کو سرانجام دیا۔ ہم اللہ رب العزت ﷻ کی بارگاہ بے کس پناہ میں دعا گو ہیں کہ اللہ ﷻ اس خدمت کو اپنی مقدس بارگاہ میں قبول فرما کر اس براجر عظیم سے مالا مال فرمائے۔ ہم اس پر مرتب ہونیوالے اجر و ثواب کو بھی مدنی آقا ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے وسیلے سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، جمیع بزرگان دین، تمام سلاسل کے صوفیاء و اولیاء، مخصوص شہنشاہ بغداد سیدنا **حضور غوث پاک** قدس سرہ العزیز کی بارگاہ مقدسہ، **اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی** علیہ الرحمۃ، اور دورِ حاضر کے عظیم دینی رہنما، شیخ طریقت امیر اہلسنت **مولانا محمد الیاس قادری** صاحب مدظلہ العالی اور ان تمام مومنین و مومنات جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک اور تا قیام قیامت تک پیدا ہونگے سب کو اس اجر و ثواب سے مالا مال کر دے، بالخصوص اس ادارے سے واسطہ جملہ احباب جو اس خدمت کو قارئین تک پہنچانے میں ادارے کے معاون و مددگار بنے، اللہ ﷻ سب کے نامہ اعمال میں ہدیہ ثواب پہنچائے، اور مزید اخلاص کی دولت سے مالا مال کرتے ہوئے باقی دو مجلدات پر جلد از جلد کام مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور قابل صلاحیت افرادی قوت سے ادارے کو مالا مال فرمائے۔ اللہ ﷻ اہلسنت کی تمام چھوٹی بڑی دینی درس گاہوں اور اداروں کی حفاظت فرمائے۔

ادارہ فیضانِ رضا

نیا ایڈریس: ۲۳۲/بی گلش اقبال بلاک ۶

توجہ کیجئے!

رضائے الہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے، دین کی سر بلندی اور علمائے اہل حق تک قیمتی مواد درباب **عطائین اردو شرح تفسیر جلالین جلد ۱** کو پہنچانے کے لیے نہایت توجہ کے ساتھ شرح لکھنے کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ ﷻ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور قارئین کے لیے نفع بخش بنائے۔ ہماری تمام تر کوششوں کے باوجود ہمیں دعویٰ کمال نہیں، لہذا جو خوبی نظر آئے وہ

ہمارے بزرگوں کا فیضان سمجھ کر قبول فرمائیں اور اس میں جو خامی ہو وہاں ہماری غیر ارادی کوتاہی کو دخل ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اہل علم اسے پڑھ کر تحریری طور پر اپنی رائے ضرور دیں اور اس شرح میں موجود کسی کمی، کوتاہی یا اضافہ کی جانب توجہ دلا نا چاہیں تو ہمارے درج پتہ پر بذریعہ خط روانہ فرمادیں تاکہ ہم اپنی اصلاح کرنے میں کامیاب ہوں اور اس نشاندہی پر آپ کے لیے دعائے خیر کریں۔ رب کریم سب کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔

پتہ: ادارہ فیضانِ رضا، ۲۳۲/ ای، گلشن اقبال بلاک ۶۔

تاثرات برائے علمائے کرام علیہم الرضوان

(۱).....

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر رضوان نقشبندی صاحب زید مجدہ

دینی اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے شرعی علوم کی اہمیت ہر حال میں قائم رہنا ضروری ہے کیونکہ شرعی علوم کے بغیر دنیا کا کوئی نظام ٹھیک طور پر نہیں چل سکتا لہذا یہ ہماری دینی ضرورت بھی ہے اور اخروی ضرورت بھی ان علوم کی حفاظت دینی مدارس اور اسکے مخصوص نصاب تعلیم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ مدارس دینیہ کی سب سے بڑی اور بنیادی ذمہ داری یہی ہے کہ ان میں دینی علوم کی تدریس کا باقاعدہ اہتمام ہوتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں ایک زمانے سے علوم شرعیہ کا جو نصاب مدارس عربیہ میں رائج چلا آ رہا ہے اسے عام طور پر درس نظامی کا نام دیا جاتا ہے یہ نام حضرت ملا نظام الدین سہالوی کی نسبت سے مشہور ہے۔ اس نصاب کی اصلاً بنیاد رکھنے والے تو علامہ سعد الدین قنجا زانی ہیں کیونکہ کئی کتابیں جو اس نصاب میں شامل ہیں وہ انہی کی تصنیف ہیں۔ مگر بعد ازاں چونکہ ملا نظام الدین نامی ایک جید مدرس و عالم دین اور نہایت باعمل بزرگ شخصیت نے اس کی از سر نو ترتیب اور تشکیل فرمائی اور اسے برصغیر کے لوگوں کے استعداد اور ضرورت سے ہم آہنگ کر دیا اس لئے یہ نصاب ان کے نام سے منسوب ہو گیا تاہم آج کی ضرورت کے تحت اس میں مزید اختصار کیا گیا ہے یعنی بیس سال سے بارہ سال اور پھر آٹھ سال تک محدود کر دیا گیا اور اسی طرح ”اچھ ایس سی“ کے مطالبے کے تحت اب ڈل پاس کر کے کوئی شخص آٹھ سال درس نظامی کا کورس مکمل کر لے تو اسے ”ایم اے“ کی ڈگری کے مساوی قرار دیا جاتا ہے اسی ضرورت کے تحت اب جدید مضامین مثلاً انگریزی و حساب وغیرہ کو بھی نصاب میں شامل کر لیا گیا ہے۔

درس نظامی کی بنیادی کتابوں میں قرآن کریم کی تفسیر ”جلالین“ بھی داخل ہے۔ اہل علم حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ کتاب جلال الدین نامی دو مصری بزرگوں کی نسبت سے ”جلالین“ کہلاتی ہے جس میں قرآنی الفاظ کے لغوی معنی، شان نزول، تاسخ و منسوخ کا بیان، تراکیب نحوی نیز پیچیدہ اور مشکل مقامات کی وضاحت کو نہایت جامع اور مختصر اس انداز میں پیش کیا گیا ہے لیکن اس کی اہمیت اور افادیت کا کما حقہ ادراک صرف وہی حضرات کر سکتے ہیں جو باقاعدہ اساتذہ کے روبرو بیٹھ کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھتے ہیں۔ امام عبدالوہاب شمرانی کے حالات میں ہے درج ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو اپنی زندگی میں تیس مرتبہ مکمل پڑھا ہے مگر آج باوجود اس اہمیت کے شاؤ و ناوری کہیں اس کتاب کو مکمل پڑھایا جاتا ہے۔ ایک طرف تو وقت کی بے برکتی اور دوسری طرف آج کے طلباء کی سستی اور کاہلی نے علم کے میدان میں ہمیں بہت پیچھے کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج سے قبل معیار یہ تھا کہ طلباء متون و شروح دونوں کا عربی میں مطالعہ کیا کرتے تھے مگر اب صرف متون عربی میں رہ گیا ہے اور شروحات عام طور پر اردو مطالعہ کی جا رہی ہیں اور آنے والے زمانے کو

اسی پر قیاس کر لیا جائے۔

قیاس کن زنگلستان من بہار ما

بہر حال اہل درود ہمیشہ اس بات کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ طلباء کے ہاتھوں سے علم کہیں بالکل ہی نہ نکل جائے بلکہ کسی نہ کسی طور پر بس و بس باقی رہے اور استفادہ ہوتا رہے اسی جذبہ کے تحت بڑی کتابوں کو مقامی زبانوں میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔

فاضل نوجوان مولانا محمد امتیاز قادری زندہ ہمہ نے بھی اس اہم کام کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ جلالین جیسی عظیم کتاب کا ترجمہ اور تشریح

کر کے ایک طرف تو انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ انہوں نے حصول علم کے سلسلے میں محنت شاقہ اور جانفشانی سے کام لیا ہے اور عربی کتب کو سمجھنے کی بھرپور استعداد حاصل کی ہے اور دوسری طرف پیچھے رہ جانے والے طلباء کے لئے نہایت سلیس اور آسان انداز میں ترجمہ و شرح کر کے ان کے لئے کافی آسانی پیدا کر دی ہے میرے خیال میں ”علامہ موصوف“ نے ”عطاءین“ کا نام صرف وزن کے طور پر نہیں رکھا بلکہ یہ بامعنی بھی ہے یعنی دو عطاء میں ایک عطا ترجمہ و ترکیب عبارت کی صورت میں ہے اور دوسری عطا شرح کی صورت میں ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ ﷻ مصنف کی اس کاوش کو زیادہ سے زیادہ مقید عام بنائے اور اہل علم کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

از قلم: حضرت علامہ ڈاکٹر محمد رضوان احمد خان نقشبندی عفی اللہ عنہ

مہتمم: جامعہ انوار القرآن

گلشن اقبال بلاک ۵، کراچی

۲۵ ستمبر ۲۰۱۳ء، بمطابق ۱۸ ذی القعدة ۱۴۳۴ھ

(۲).....

مفتی آصف عبداللہ قادری دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین اما بعد
الحمد للہ ادارہ فیضان رضا کے زیر اہتمام درسی کتب پر تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت علامہ مولانا محمد امتیاز قادری صاحب
دن رات اس کاوش میں مصروف ہیں کہ درسی کتب پر اعلیٰ معیار کا کام ہو جائے۔ ابھی کام کی ابتداء ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ﷻ اس ادارہ کو
ترقی و برکت عطا فرمائے اور نظر بد سے محفوظ فرمائے۔ جلالین شریف کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں چوتھی جلد منظر عام پر آنے والی ہے
اللہ ﷻ سے مقبول عام فرمائے۔

از قلم: مفتی محمد آصف عبداللہ قادری

۲۳ ستمبر ۲۰۱۳ء، بمطابق ۷ ذی القعدة ۱۴۳۴ھ، بروز منگل

عطائین، جلد: ۴

صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۱۹	نمبر شمار	صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۱۹	نمبر شمار
۵۱	فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احسان گنوانا	۲۶	۶	نزول ملائکہ کے وقت رکاوٹ کا معنی	۱
۵۱	وانا من الضالین	۲۷	۶	شریعت کی رو سے دوستی کس کی اچھی	۲
۵۲	کیا حکم اور نبوت سے مراد الگ الگ باتیں ہیں	۲۸	۷	یک بارگی نزول قرآن نہ کرنے کی حکمتیں	۳
۵۲	رسول کی جانب جنون کی نسبت کرنا	۲۹	۱۳	اصحاب الرمس کے بارے میں اقوال	۴
۵۲	معجزات موسیٰ علیہ السلام کا بیان	۳۰	۱۳	مثالیں ہدایت کا ذریعہ بنتی ہیں	۵
۵۸	سحر کی تعریف	۳۱	۱۵	کافروں نے سید عالم ﷺ کی تبلیغ سے اعراض کیوں کیا؟	۶
۵۹	باادب بانصیب	۳۲	۱۵	کافروں کو چوپایوں سے زیادہ گمراہ کیوں کہا گیا؟	۷
۶۰	اظہار ایمان سے قبل سجدہ کرنا	۳۳	۲۱	ظل کے معنی کے بارے میں اہل لغت کے اقوال	۸
۶۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خازنوں علیہم السلام کی مختصر سوانح	۳۳	۲۱	ماء طہور کے بارے میں تحقیق اہل حق	۹
۶۱	وقت مصیبت دعا کرنا	۳۵	۲۲	بارش سے نظام زندگی کا انحصار و فوائد	۱۰
۶۵	شرف ذمہ کی تحقق	۳۶	۲۲	بیٹھے و سیکین پانی کے درمیان قدرتی آڑ	۱۱
۶۵	خلروں کے معنی	۳۷	۲۳	نسب و صحرا کا بیان	۱۲
۶۵	فرعون کے حملات و باغیات و جاہ حشمت	۳۸	۲۳	استوائے باری تعالیٰ	۱۳
۶۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندر پر اپنا عصا مارنا	۳۹	۲۷	آیات سجدہ کی نشاندہی اور سجدہ تلاوت کے مسائل	۱۴
۶۶	فرعون راقی دنیا تک کے لئے عبرت کا نشان	۴۰	۳۵	برج کی تحقیق	۱۵
۷۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سوانح	۴۱	۳۶	نیکیوں کی خصوصیات	۱۶
۷۳	تذکرہ آیت میں اب کا اطلاق کس پر ہوا ہے	۴۲	۳۸	اسلام میں میانہ روی کی اہمیت	۱۷
۷۳	صنم کو دشمن رکھنے کی وجوہات	۴۳	۳۸	اللہ کا گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرمانا	۱۸
۷۳	عوارض بشری نبوت کے منافی نہیں	۴۳	۳۹	جمہوری گواہی کی مذمت	۱۹
۷۵	حضرت ابراہیم کا اپنی جانب گناہ کی نسبت کرنا	۴۵	۴۱	تعارف سورة الشعراء	۲۰
۷۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مبارک دعائیں	۴۶	۴۳	طسم کے محال و اسرار و رموز کا بیان	۲۱
۷۵	اپنیس کا گروہ کون ہے؟	۴۷	۴۳	کیا جبری ایمان مسلط کرنا جائز ہے؟	۲۲
۷۶	دوزخیوں کی حسرت بالائے حسرت	۴۸	۴۳	قرآن کو کسی مذاق بنا لینا جرم ہے	۲۳
۸۰	حضرت نوح علیہ السلام کا نسب	۴۹	۵۰	حکم تبلیغ کے درمقابل استدعا کرنا	۲۴
۸۱	حضرت نوح علیہ السلام کو بھائی کہنے کی توجیح	۵۰	۵۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی جانب گناہ کی نسبت کرنا	۲۵

عطائین، جلد: ۴

صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۱۹	نمبر شمار	صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۱۹	نمبر شمار
۱۱۵	کیا جرم کے بغیر عذاب دینا ظلم ہے؟	۷۶	۸۲	تسخیرِ اجرت لینے کا جواز	۵۱
۱۱۶	قریبی رشتہ دار اور موٹھن پر خاص رحمت کا ارتقا؟	۷۷	۸۶	غریب و یتیم مانعہ لوگ قابلِ نفرت نہیں ہوتے	۵۲
۱۱۷	خیر و شر کا اختیار دینا	۷۸	۸۷	حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اور نجات کا بیان	۵۳
۱۱۷	کیا ترک اسباب ہی توکل ہے؟	۷۹	۹۰	قوم عاد کا مختصر جائزہ	۵۴
۱۱۸	شعر گوئی کی شرعی حیثیت	۸۰	۹۰	حضرت حمود علیہ السلام کا نسب	۵۵
۱۲۱	تعارف سورۃ النمل	۸۱	۹۱	بلند عمارت بنانے کا شرعی حکم	۵۶
۱۲۶	انعاماتِ جنت کا بیان	۸۲	۹۲	غیر شرعی طریقوں سے سزا دینے کی ممانعت	۵۷
۱۲۹	فرضیت نماز و زکوٰۃ اہل سے مراد کون ہیں؟	۸۳	۹۳	قوم مود کی ہلاکت	۵۸
۱۳۰	درخت میں آگ و درحقیقت کیا تھی؟	۸۴	۹۶	حضرت صالح علیہ السلام کا نسب	۵۹
۱۳۰	ازدھے کا بیان	۸۵	۹۶	قوم کا تشافی طلب کرنا	۶۰
۱۳۰	حضرت موسیٰ کا اپنی جانب گناہ کی نسبت کرنا	۸۶	۹۷	حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ	۶۱
۱۳۱	عوام و خواص کی معصیت میں فرق	۸۷	۹۷	قوم کی ہلاکت کا بیان	۶۲
۱۴۰	حضرت داؤد علیہ السلام کا نسب	۸۸	۱۰۰	حضرت اسحاق علیہ السلام کا نسب	۶۳
۱۴۱	بہت دوسرے مجتہد سے کب اختلاف کر سکتا ہے	۸۹	۱۰۰	شرم کی باتیں مشفق کرنا	۶۴
۱۴۱	حضرت سلیمان علیہ السلام پر انعام و اکرام	۹۰	۱۰۱	قوم لوط کے عمل بد کی شرعی حیثیت	۶۵
۱۴۲	وادیِ نمل کا بیان	۹۱	۱۰۱	قوم لوط پر عذاب کی کیفیت	۶۶
۱۴۳	دور سے چیونٹی کا کلام سننا	۹۲	۱۰۱	صانعِ مگر کرنے میں رحمت ہونا	۶۷
۱۴۳	حضرات انبیائے کرام کا صمک فرمانا	۹۳	۱۰۵	اصحابِ ایکہ کون تھے	۶۸
۱۴۳	سلیمان علیہ السلام کا حد کے متعلق سوال کرنا	۹۴	۱۰۵	قسطنطس بمعنی عدل و انصاف	۶۹
۱۴۳	ملکہ سبا کی حکمرانی اور ان کی والدہ کا جن سے ہونا	۹۵	۱۰۶	جبلت کے کہتے ہیں	۷۰
۱۴۵	ملکہ سبا کا عظیم تخت اور اس کی کیفیت	۹۶	۱۰۶	قوم شعیب پر عذاب کی کیفیت	۷۱
۱۴۶	حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب میں بسم اللہ لکھنا	۹۷	۱۱۲	روح الامین کا بیان	۷۲
۱۵۴	مشورہ طلب کرنا	۹۸	۱۱۳	کیا قرآن کے علاوہ دیگر احکام کی بھی وحی ہوئی؟	۷۳
۱۵۴	حد یہ دینے کے جواز کا بیان	۹۹	۱۱۳	عربی زبان کے علاوہ قرآن کو پڑھنا	۷۴
۱۵۵	حضرت سلیمان علیہ السلام مال کے محتاج نہ تھے	۱۰۰	۱۱۵	عذابِ الٰہی سے بچنے کا جملہ طلب کرنا	۷۵

عطائین، جلد ۴:

صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۱۹	صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۰	صفحہ نمبر
۱۰۱	ملک سہا کے تحت منگوانے کی وجوہات	۱۵۵	۱۲۶	۱۸۹
۱۰۲	تختلانہ نعل لعلاتوز جن کا بیان	۱۵۶	۱۲۷	۱۹۰
۱۰۳	اہل علم کے مصادر یق کون ہیں؟	۱۵۷	۱۲۸	۱۹۰
۱۰۴	ملکہ بلقیس کی سواخ و نکاح کا بیان	۱۵۷	۱۲۹	۱۹۰
۱۰۵	شہوت و بد شکوئی کی تحقیق	۱۶۳	۱۳۰	۱۹۱
۱۰۶	اوشی کوئل کرنے والے نو افراد کے نام	۱۶۳	۱۳۱	۱۹۱
۱۰۷	اللہ کے نام سے ہر کام کا آغاز کرنا	۱۶۵	۱۳۲	۱۹۳
۱۰۸	پارہ نمبر ۲۰		۱۳۳	۲۰۰
۱۰۹	حدیقہ کے بارے میں تحقیق	۱۶۹	۱۳۳	۲۰۰
۱۱۰	زمین کا قرار کس سے ہے	۱۷۰	۱۳۵	۲۰۱
۱۱۱	دو سندروں کا بیان	۱۷۰	۱۳۶	۲۰۱
۱۱۲	زمین کا وارث کون	۱۷۰	۱۳۷	۲۰۱
۱۱۳	اسلام میں تصویر بنانے کا حکم	۱۷۱	۱۳۸	۲۰۲
۱۱۴	علم غیب کا بیان	۱۷۲	۱۳۹	۲۰۲
۱۱۵	مجرمین کی بربادی	۱۷۹	۱۴۰	۲۰۳
۱۱۶	سید عالم ﷺ کی تسکین خاطر	۱۷۹	۱۴۱	۲۰۳
۱۱۷	موت کو یا قیامت صغریٰ ہے	۱۸۰	۱۴۲	۲۰۳
۱۱۸	سینہ بے کینہ محبت کا خزینہ	۱۸۰	۱۴۳	۲۰۳
۱۱۹	یہود کا اختلاف کس نوعیت کا تھا	۱۸۰	۱۴۳	۲۰۳
۱۲۰	سارح موتی کا بیان	۱۸۰	۱۴۵	۲۱۰
۱۲۱	قرب قیامت دابۃ الارض کا خروج	۱۸۱	۱۴۶	۲۱۰
۱۲۲	فوج کے سستی	۱۸۷	۱۴۷	۲۱۰
۱۲۳	جن پر عذاب ثابت ہو چکا	۱۸۷	۱۴۸	۲۱۲
۱۲۴	رات آرام کے لئے اور دن کام کے لئے	۱۸۸	۱۴۹	۲۱۲
۱۲۵	صورتی تحقیق	۱۸۸	۱۵۰	۲۱۳

عطائین، جلد ۴:

صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۰	نمبر شمار	صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۰	نمبر شمار
۲۳۲	تمام کتب سماوی بالخصوص توریت کا نورانی ہونا	۱۷۶	۲۱۳	دکڑ کی تحقیق	۱۵۱
۲۳۲	وما کنت کے خطاب مجال	۱۷۷	۲۱۳	حضرت موسیٰ کے بارے میں دسواں کا جنم لینا	۱۵۲
۲۳۲	سید عالم ﷺ کی رسالت پر دلیل قاطعہ	۱۷۸	۲۱۴	حضرت موسیٰ ﷺ کا رجوع الی اللہ کرنا	۱۵۳
۲۳۳	توریت و قرآن کو جا دو کہنے والے بد بخت	۱۷۹	۲۱۴	خالین کی مدد نہ کرنی چاہیے	۱۵۴
۲۳۳	متذکرہ کتب سماوی کے علاوہ کتاب لانے کا نتیجہ	۱۸۰	۲۱۵	مرنے والا قطعی کون تھا؟	۱۵۵
۲۳۸	کیا لفظ اسلام دو مسلمان دین محمدی کے ساتھ خاص ہے؟	۱۸۱	۲۲۱	حضرت موسیٰ ﷺ کا مدین سے مصر تک سفر	۱۵۶
۲۳۹	دو کتابوں پر ایمان لانے کا دو گنا اجر	۱۸۲	۲۲۲	حضرت شعیب کا نسب	۱۵۷
۲۵۰	برائی کو بھلائی سے ٹالنے کا بیان	۱۸۳	۲۲۲	فرشتے کا حضرت موسیٰ ﷺ کو راہ دکھانا	۱۵۸
۲۵۱	لغویات و جاہلانہ کلام و کام سے بچنا	۱۸۴	۲۲۲	دو معزز خواتین کی مدد	۱۵۹
۲۵۲	سلام ستارہ اور سلام تحیت	۱۸۵	۲۲۳	حضرت شعیب ﷺ کی طاقت کلیں	۱۶۰
۲۵۲	ابوطالب کے ایمان لانے یا نہ لانے کی تحقیق	۱۸۶	۲۲۳	حضرت موسیٰ ﷺ کی طاقت کلیں	۱۶۱
۲۵۳	سید عالم ﷺ کے ہدایت دینے یا نہ دینے کا بیان	۱۸۷	۲۲۳	حضرت شعیب ﷺ کی صاحبزادی کا پرہیز	۱۶۲
۲۵۴	سب کچھ فنا ہو جانے کا بیان	۱۸۸	۲۲۳	اجارہ کا معنی اور مسائل	۱۶۳
۲۶۱	کافر سرداروں کی بیزاری	۱۸۹	۲۲۴	حضرات انبیاء کرام اجرت کے لئے کام نہیں کرتے	۱۶۴
۲۶۱	کافر سرداروں پر خبریں انڈی ہو جانا	۱۹۰	۲۲۴	ملازم اپنی اجرت کا مالک کب ہوتا ہے	۱۶۵
۲۶۱	فرائض کی تعریف و اہمیت	۱۹۱	۲۲۴	لڑکی کی جانب سے نکاح کا بیٹھا دینا انبیاء کی سنت ہے	۱۶۶
۲۶۱	تقضاء و قدر کا بیان	۱۹۲	۲۲۵	مککوہ کی عین کے بغیر نکاح کرنے کا مسئلہ	۱۶۷
۲۶۳	عذاب قبر حق ہے	۱۹۳	۲۲۵	خدمت اور کام کو مہر قرار دینا	۱۶۸
۲۶۴	رات و دن میں اللہ کا فضل حاصل کرنا	۱۹۴	۲۲۶	حضرت موسیٰ ﷺ کا عصا	۱۶۹
۲۶۹	قارون کا نسب اور مال کثیر	۱۹۵	۲۳۳	حضرت موسیٰ ﷺ کا مدت پوری کرنا	۱۷۰
۲۶۹	تکبر، بڑائی اور کثرت مال کی مذمت	۱۹۶	۲۳۳	حضرت کلیم کا کلام پاک سننا	۱۷۱
۲۷۰	راہ خدا اور فقراء پر مال خرچ کرنے کی فضیلت	۱۹۷	۲۳۳	درخت سے رب ہونے کی نڈاسائی دینا	۱۷۲
۲۷۱	علم کی وجہ سے مالدار ہونا	۱۹۸	۲۳۵	متذکرہ روایات میں مذکورہ دو معجزات	۱۷۳
۲۷۱	گناہ گار بغیر حساب کتاب جنہم میں داخل ہوگا	۱۹۹	۲۳۵	قلب کن لوگوں کے لئے ہے؟	۱۷۴
۲۷۲	گھوڑے اور اونٹ کی افادیت کا بیان	۲۰۰	۲۳۶	کیا حقیقت میں فرعون نے نکل بنوایا تھا؟	۱۷۵

عطائین، جلد: ۴

نمبر شمار	پارہ نمبر ۲۰	صفحہ نمبر	نمبر شمار	پارہ نمبر ۲۰	صفحہ نمبر
۳۱۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے فضائل و مناقب	۲۲۶	۲۲۳	قارون کی ہلاکت	۲۰۱
۳۱۱	لوٹنی عمل کرنے والا کافر ہے یا مومن	۲۲۷	۲۲۶	گناہوں کا بازار گرم کرنا	۲۰۲
۳۱۲	لٹاش مرد تھے ہر عورت کو فابریں میں شمار کیوں کیا؟	۲۲۸	۲۲۷	نیکی کا اجر دس گنا یا اس سے بھی زائد؟	۲۰۳
۳۱۲	قوم شعیب علیہ السلام کے عذاب کا اجمالی خاکہ	۲۲۹	۲۲۷	گناہ کا بدلہ اسی کے مثل	۲۰۴
۳۱۳	یمن و حجر میں قیم عاود شہود پر عذاب کی کیفیت	۲۳۰	۲۲۷	"لو ادک الی معاد" کے اسرار و رموز	۲۰۵
۳۱۳	حماں اور فرعون سے پہلے قارون کے ذکر کی توجیہ	۲۳۱	۲۲۸	بارگاہ اقدس ﷺ کی بے ادبی	۲۰۶
۳۱۳	کڑی کے گھر کا بیان	۲۳۲	۲۸۰	تعارف سورۃ العنکبوت	۲۰۷
۳۱۳	قرآنی امثلہ کو سمجھنے والے علماء ہی ہوتے ہیں	۲۳۳	۲۸۵	ایمان لانے کے بعد آزمائشیں	۲۰۸
	پارہ نمبر ۲۱	۲۳۳	۲۸۶	اللہ کے علم کے بارے میں وسوسہ اور علاج	۲۰۹
۳۱۸	نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے	۲۳۵	۲۸۷	گناہ کی تعریف و وضاحت	۲۱۰
۳۱۹	اہل کتاب سے مجادلہ کرنا	۲۳۶	۲۸۸	جہاد اکبر اور جہاد اصغر	۲۱۱
۳۲۰	سید عالم ﷺ کا امی ہونا	۲۳۷	۲۹۰	والدین کے حقوق کا بیان	۲۱۲
۳۲۶	سید عالم ﷺ کی نبوت پر تفسیری دلائل	۲۳۸	۲۹۰	مال غنیمت کا بیان	۲۱۳
۳۲۶	جہنم کہاں ہے	۲۳۹	۲۹۱	دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کا بیان	۲۱۴
۳۲۷	ایمان و اعمال کی حفاظت کے لئے ہجرت کا ثبوت	۲۴۰	۲۹۶	حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک کا بیان	۲۱۵
۳۲۸	جنت بالا خانوں کا بیان	۲۴۱	۲۹۲	طوفان نوح عالمگیر تھا یا نہیں؟	۲۱۶
۳۲۸	ہر ایک اپنا ترقی پاتا ہے	۲۴۲	۲۹۷	عبادت قرب الہی کا ذریعہ ہے	۲۱۷
۳۳۱	لہو لوب کے معنی احادیث کی روشنی میں	۲۴۳	۲۹۸	میدان حشر و میل قطعی سے ثابت ہے	۲۱۸
۳۳۲	سفر کی سنتیں و آداب	۲۴۴	۳۰۲	رحمت بختی جنت	۲۱۸
۳۳۳	تعارف سورۃ الروم	۲۴۵	۳۰۳	ذلائل کے بجائے دھمکیوں سے جواب دینا	۲۲۰
۳۳۸	دور حاضر میں روم سے مراد کون سا علاقہ ہے؟	۲۴۶	۳۰۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ شعلہ کی ہونٹا	۲۲۱
۳۳۸	فارس سے مراد کون سا علاقہ ہے؟	۲۴۷	۳۰۳	حضرت لوط علیہ السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانا	۲۲۲
۳۳۹	روم کا فارس پر غلبہ ہونا، کفار کے مال کا مباح ہونا	۲۴۸	۳۰۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا بیان	۲۲۳
۳۴۰	روز بدر مسلمانوں کو دھری خوشی ملنا	۲۴۹	۳۰۴	صالحین کا ذکر خیر	۲۲۴
۳۴۰	کھیت میں لگے پھلوں کی بیج کے شرعی اصول	۲۵۰	۳۰۴	قوم لوط را گنہگاروں کے لئے آزمائش	۲۲۵

عطائین، جلد: ۴

صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۱	صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۱	صفحہ نمبر
۳۷۸	زکوٰۃ کن لوگوں پر مستحقین کی گئی ہے؟	۳۳۳	۲۷۶	۲۵۱
۳۷۹	آخرت پر یقین رکھنے کا بیان	۳۳۵	۲۷۷	۲۵۲
۳۷۹	اعمال و عقائد کے تابع فلاح والے ہیں	۳۳۸	۲۷۸	۲۵۳
۳۸۰	بے ہودہ کلام (غنا) کرنے کا جرم	۳۳۹	۲۷۹	۲۵۴
۳۸۱	فسق و فجور نہ لانے والا غنا	۳۳۹	۲۸۰	۲۵۵
۳۸۲	قرآن پڑھنے اور سننے کے آداب	۳۳۹	۲۸۱	۲۵۶
۳۸۲	آسمانوں کا بے ستونوں قائم ہونا	۳۳۹	۲۸۲	۲۵۷
۳۸۷	حضرت لقمان کا نسب و سوانح	۳۵۶	۲۸۳	۲۵۸
۳۸۷	حضرت لقمان کو دی گئی حکمت سے مراد	۳۵۶	۲۸۳	۲۵۹
۳۸۷	شکر کی اہمیت، تربیت اولاد کے سیکھنے پھول	۳۵۷	۲۸۵	۲۶۰
۳۸۹	بچے کا شرک سے رجوع کر لینا	۳۵۸	۲۸۶	۲۶۱
۳۹۰	والدین، خصوصاً ماں کے فضائل	۳۵۸	۲۸۷	۲۶۲
۳۹۰	دودھ پلانے و چھڑانے کی مدت کا بیان	۳۵۹	۲۸۸	۲۶۳
۳۹۱	بالآخر اللہ کی جانب پھرنے کا معنی	۳۵۹	۲۸۹	۲۶۴
۳۹۱	اخروی دنیاوی کن امور میں والدین کا کہانا ہے؟	۳۶۶	۲۹۰	۲۶۵
۳۹۲	کسی کی برائی اللہ سے پوشیدہ نہیں	۳۶۶	۲۹۱	۲۶۶
۳۹۳	راہ دین میں مصیبت پر صبر کرنا	۳۶۶	۲۹۲	۲۶۷
۳۹۳	راہ میں چلنے کے آداب	۳۶۷	۲۹۳	۲۶۸
۳۹۳	بات چیت کے آداب	۳۷۰	۲۹۳	۲۶۹
۴۰۰	ظاہری و باطنی نعمتیں	۳۷۱	۲۹۵	۲۷۰
۴۰۰	تقلید کی بحث	۳۷۱	۲۹۶	۲۷۱
۴۰۲	سید عالم ﷺ کے قلب اطہر پر رحم کی کیفیت	۳۷۲	۲۹۷	۲۷۲
۴۰۲	سید عالم ﷺ کو الحمد للہ کہنے کا حکم	۳۷۳	۲۹۸	۲۷۳
۴۰۲	کلمات الٰہی ﷺ کا بیان	۳۷۷	۲۹۹	۲۷۴
۴۰۶	احمد اہل پسند لوگوں کا بیان	۳۷۷	۳۰۰	۲۷۵

عطائین، جلد: ۴

صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۱	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۱	صفحہ نمبر
۳۴۰	بی بی زینب سے نکاح کا بیان	۳۲۶	۳۰۶	کیا ولاد کی وجہ سے والدین کی مغفرت ہوتی ہے؟	۳۰۱
۳۴۰	عم خوارمی امت	۳۲۷	۳۰۷	مخلوق سے علوم خمس کی کئی اثبات کا بیان	۳۰۲
۳۴۱	نبی کی ازواج امت کی مائیں ہیں	۳۲۸	۳۱۱	تعارف سورۃ السجدة	۳۰۳
۳۴۲	ایمان و ہجرت اور وراثت کا حکم	۳۲۹	۳۱۲	کیا سید عالم اہل عرب میں قریش کے رسول ہوئے	۳۰۴
۳۴۲	عہد لینے میں دیگر انبیائے کرام پر سبقت	۳۳۰	۳۱۵	چھڑوں میں سب کچھ بنانے کا حدیث سے ثبوت	۳۰۵
۳۴۹	غزوہ احزاب کا بیان	۳۳۱	۳۱۵	اہل اہم میں تدبیر کرنے والے کون ہیں؟	۳۰۶
۳۵۲	فرشتوں کے ذریعے امداد ہونا	۳۳۲	۳۱۶	قیامت کا دن ہزار سال یا پچاس ہزار سال کا؟	۳۰۷
۳۵۲	شیر ب کہنے کی ممانعت	۳۳۳	۳۱۶	انسان کی تخلیق مٹی، پانی سے یا۔	۳۰۸
۳۵۳	فضائل مدینہ	۳۳۳	۳۱۷	انسانی روح سے کیا مراد ہے؟	۳۰۹
۳۵۳	جنگ سے روہ جانے والے لوگ	۳۳۵	۳۱۷	موت کون دیتا ہے؟	۳۱۰
۳۵۷	سید عالم ﷺ کی بیرونی کرنے کے محال	۳۳۶	۳۲۳	جن ہا ہمزاد کے بارے میں تحقیق	۳۱۱
۳۵۸	فضائل عثمان غنی رضی اللہ عنہ	۳۳۷	۳۲۳	انسان و جن سب کو عذاب دیا جاتا	۳۱۲
۳۵۹	وعدے پر عتابت قدم رہنے والے دیگر صحابہ	۳۳۸	۳۲۳	سجدہ طاعت کے بارے میں اہم نکات	۳۱۳
۳۶۰	غزوہ بنو قریظہ کا حال	۳۳۹	۳۲۵	نہایت کے فضائل ہمسال اور سید عالم سے تعدد تہجد کا ثبوت	۳۱۴
۳۶۱	غزوہ خیبر کے حالات و محرکات	۳۴۰	۳۲۶	ذی کے بدلے مسلمانوں کو مل کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ	۳۱۵
۳۶۳	ازواج مطہرات کا اہل بیت میں داخل ہونا	۳۴۱	۳۲۶	بوسن و قاسق کا دنیاوی یا اخروی معاملہ	۳۱۶
۳۶۳	سید عالم ﷺ کو طلاق دینے کا اختیار ہونا	۳۴۲	۳۲۹	موجودہ دور میں تورت کا حال کیا ہے	۳۱۷
۳۶۵	پاک بی بیوں کی جانب حیا کے خلاف نسبت	۳۴۳	۳۳۰	سید عالم کی حضرت موسیٰ سے ملاقات کا بیان	۳۱۸
۳۶۶	دو ناعذاب ہونے کا معنی	۳۴۴	۳۳۱	لامہقت کیا ہوتا ہے؟	۳۱۹
	پارہ نمبر ۲۲	۳۴۵	۳۳۲	یہ ہجرت کی جاہ ہے تمنا نہیں ہے	۳۲۰
۳۶۸	دیگر عورتوں کے مقابلے میں دو گنا ثواب	۳۴۶	۳۳۳	تعارف سورۃ الاحزاب	۳۲۱
۳۶۹	ضرورتاً نامحرم سے کلام کرنے کے اعزاز	۳۴۷	۳۳۸	سید عالم ﷺ کو قوت اتوی کیوں دی گئی؟	۳۲۲
۳۷۰	ہادر اور چارویاری کا تصور اور موجودہ حالات	۳۴۸	۳۳۸	کن احکامات میں امت تابع ہے مسئلہ تہجد	۳۲۳
۳۷۰	اہل بیت کے فضائل و مناقب	۳۴۹	۳۳۹	لے پانک کے احکامات	۳۲۴
۳۷۰	اور رو پرید	۳۵۰	۳۴۰	زید بن حارثہ کی نمایاں شان کی ایک جھلک	۳۲۵

عطائین، جلد ۴:

صفحہ نمبر	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۲	صفحہ نمبر
۵۳۳	حرم کی تعریف و اقسام کا بیان	۳۷۶	۳۸۲	کن خوش نصیبوں کے لئے بخشش اور ثواب ہے؟	۳۵۱
۵۳۵	آخرت میں اللہ کی حمد کے مقامات	۳۷۷	۳۸۲	حکم الہی اور مسئلہ کفو	۳۵۲
۵۳۵	ہر چیز کا بیان قرآن میں ہونے کا مطلب	۳۷۸	۳۸۳	کس صحابی کا نام قرآن میں ذکر ہوا؟	۳۵۳
۵۳۷	کذب باری کے رد میں چند دلائل	۳۷۹	۳۸۳	سر کا ^{تعمیر} کے دعوت ولیمہ کا بیان	۳۵۴
۵۳۵	حضرت داؤد ^{علیہ السلام} پر انعام و فضل	۳۸۰	۳۸۴	خاتم النبیین کی بحث	۳۵۵
۵۳۵	حضرت داؤد ^{علیہ السلام} کا پیشہ	۳۸۱	۵۰۱	احادیث کی روشنی میں نماز کا اجمالی بیان	۳۵۶
۵۳۶	حضرت سلیمان ^{علیہ السلام} کے ایک دن و رات کا سفر	۳۸۲	۵۰۲	اللہ ^{تعالیٰ} و ملائکہ کے صلوة بھیجنے کا بیان	۳۵۷
۵۳۶	حضرت سلیمان ^{علیہ السلام} و داؤد ^{علیہ السلام} کے فضائل	۳۸۳	۵۰۳	نبی کریم کا امت کے اعمال و احوال پر شاہد ہونا	۳۵۸
۵۳۶	حضرت سلیمان ^{علیہ السلام} کی وفات	۳۸۳	۵۰۳	بغیر طلاق کے طلاق کی صورت میں مہر و عدت کا بیان	۳۵۹
۵۳۷	قوم سبا کا تاریخی و جغرافیائی پس منظر	۳۸۵	۵۰۳	کوئی خواتین سے نکاح جائز ہے؟	۳۶۰
۵۵۳	کافروں کی شفاعت ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ	۳۸۶	۵۰۵	کن خواتین نے اپنا نفس سید عالم کو بغیر مہر پر دیا	۳۶۱
۵۵۳	کن پرہیزگاری ہوئی اور کیوں؟	۳۸۷	۵۰۶	سید عالم ^{علیہ السلام} کی خصوصیات کا مفصل بیان	۳۶۲
۵۵۳	سید عالم ^{علیہ السلام} کی رسالت عام ہونے کا مسئلہ	۳۸۸	۵۰۸	ازواج کی باری سے متعلق اختیارات	۳۶۳
۵۵۸	امور غلامی کا انکار کے بعد عام کفر کا بیان	۳۹۹	۵۰۸	عام لوگوں کے لئے بغیر مہر مقرر کئے نکاح کے مسائل	۳۶۴
۵۵۹	الانحلال کے معنی	۳۹۰	۵۰۸	نکاح سے قبل دیکھنے کی اجازت	۳۶۵
۵۶۳	بارگاہ الہی میں مقرب کون؟	۳۹۱	۵۱۳	بغیر اذن حاضری بارگاہ رسالت کی ممانعت	۳۶۶
۵۶۳	رضائے الہی کے لئے خرچ کرنے کی اہمیت	۳۹۲	۵۱۶	ازواج مطہرات اور دیگر پاک بیبیوں کے پردے کا اہتمام	۳۶۷
۵۶۳	نبوت اور وحی کا انکار کرنا عذاب کو دعوت دینا ہے	۳۹۳	۵۱۶	دروو کی اہمیت، فضیلت، برکات و ثمرات کا بیان	۳۶۸
۵۶۸	تہا غور و فکر کرنے کی توجیہ	۳۹۳	۵۲۳	عند الشرح چہرے کے پردے کے احکام	۳۶۹
۵۶۸	حق بمعنی اسلام یا کچھ اور؟	۳۹۵	۵۲۶	حضرت موسیٰ ^{علیہ السلام} کی پاکدامنی پر الزام لگانا	۳۷۰
۵۶۸	سرکارِ دو عالم کا اپنی جانب دیکھنے کی نسبت کرنا	۳۹۶	۵۲۷	صاحب عدل پر تقسیم غنیمت میں الزام لگانا	۳۷۱
۵۷۰	تعارف سورۃ فاطر	۳۹۷	۵۲۷	آیت متذکرہ میں امانت سے کیا مراد ہے؟	۳۷۲
۵۷۳	فرشتوں کے پروں کا بیان	۳۹۸	۵۲۸	اصول فقہ کی رو سے مکلف ہونے یا نہ ہونے کا بیان	۳۷۳
۵۷۳	ادائیگی شکر کے لئے روزانہ پرہیز جانے والی دعا	۳۹۹	۵۲۸	انسان کے امانت اٹھانے کا بیان	۳۷۴
۵۷۴	انہیس کے دعوہ کو دینے کا بیان	۴۰۰	۵۳۰	تعارف سورۃ السبا	۳۷۵

عطائین، جلد: ۴

صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۲	شمار نمبر	صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۲	نمبر شمار
۶۲۳	شہر اٹاکہ کے خدو خال	۲۲۶	۵۸۲	برائی کو بھلائی سمجھنے یا برعکس جاننے کا بیان	۴۰۱
۶۲۳	حضرت عیسیٰ کے حواری بیچنے یا نہ بیچنے کا بیان	۲۲۷	۵۸۳	ساری عزتیں اللہ ﷻ کے لئے ہیں	۴۰۲
۶۲۶	حبیب نجار کی سوانح و حالات	۲۲۸	۵۸۳	کلمہ طیبہ و اعمال صالحہ کا بلند ہونا	۴۰۳
	پارہ نمبر ۲۲	۲۲۹	۵۸۳	دارالحدودہ کی شاخیں نا کام	۴۰۴
۶۳۰	اپنے لئے نظری اور دوسروں کے لئے ایہ ترجموں کہنا	۲۳۰	۵۸۵	دلائل آفاقی و دلائل نفس کا مختصر بیان	۴۰۵
۶۳۱	حبیب نجار کا نقل اور دخول جنت کا بیان	۲۳۱	۵۸۵	عمر میں کمی بیشی ہونے کے حامل	۴۰۶
۶۳۱	نزول ہلاکت کے لئے فرشتوں کا اترنا	۲۳۲	۵۸۶	پھلی کھانے کے طبی فوائد	۴۰۷
۶۳۲	حسرت کے معنی اور اس کے اسباب	۲۳۳	۵۸۶	سورج چاند سے دنوں کا تئیں	۴۰۸
۶۳۸	گندم کی افادیت	۲۳۳	۵۹۱	خوف خدا رکھنے والوں کا حال	۴۰۹
۶۳۰	زندگی پیداوار سے توحید باری پر دلائل	۲۳۵	۵۹۳	سابع سوئی کا بیان	۴۱۰
۶۳۰	سورج کا اپنی مقررہ منزل میں چلنا	۲۳۶	۵۹۳	مہجرات کا بیان	۴۱۱
۶۳۱	چاند کی منزلیں	۲۳۷	۶۰۲	انسان، چوپائے اور پہاڑوں کے رنگ کا بیان	۴۱۲
۶۳۲	حضرت نوح علیہ السلام کے سفینے کا بیان	۲۳۸	۶۰۲	اہل علم پر خوف خدا کے سبب انعام	۴۱۳
۶۳۲	مشیت و رضا کا فرق	۲۳۹	۶۰۳	قرآن و دست قبروں میں بھی قرآن پڑھتے ہیں	۴۱۴
۶۳۷	صور کے اثر سے محفوظ رہنے والے دس مستثنیات	۲۴۰	۶۰۴	راہ خدا کا تا جز نقصان نہیں اٹھاتا	۴۱۵
۶۳۹	کافروں کا اپنی خواب گاہوں سے اٹھنا	۲۴۱	۶۰۴	امت مسلمہ قرآن کی وارث ہے	۴۱۶
۶۳۹	اللہ کے فضل سے نہ ہونے والی عبادت پر بھی ثواب	۲۴۲	۶۰۵	تین قسم کے لوگوں کا بیان	۴۱۷
۶۵۰	جنتی انعام و خواہ تین، حور اہلیں سے تلذذ	۲۴۳	۶۰۵	زیورات و قیمتی لباس اہل جنت کے لئے	۴۱۸
۶۵۱	اہل جنت پر سلامتی کے ارشادات	۲۴۴	۶۱۱	مخبروت کا کفر و دائمی عذاب، زمین و آسمان کا ساکن ہونا	۴۱۹
۶۵۱	مجرمین کا مسلمین سے الگ ہونا	۲۴۵	۶۱۲	سابقہ اقوام کے جھٹلانے کا بیان	۴۲۰
۶۵۱	شیطان اور انسان میں عداوت کب، کیسے اور کیوں؟	۲۴۶	۶۱۴	تعارف و فضائل سورۃ یس	۴۲۱
۶۵۲	الصوفیات کی رو سے عمل کی تعریف و اقسام	۲۴۷	۶۱۸	یس میں کیا راز پوشیدہ ہیں	۴۲۲
۶۵۳	تمام اعضاء کا گواہی دینا	۲۴۸	۶۱۹	رسالت و ہدایت کی نسبت سید عالم کی جانب کرنا	۴۲۳
۶۶۰	انسانی عمر کا بیان	۲۴۹	۶۱۹	آگے پیچھے مقامات پر دیوار کا ہونا	۴۲۴
۶۶۰	ایک صالحین و حضرات انبیاء کرام کی بڑی عمریں	۲۵۰	۶۱۹	بے دیکھے رکن کا خوف رکھنا	۴۲۵

عطائین، جلد: ۴

صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۳	نمبر شمار	صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۳	نمبر شمار
۶۹۷	حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کا بیان	۳۷۶	۶۶۱	اہل اللہ کی شاعری	۳۵۱
۶۹۸	حضرت ابراہیم کا حضرت نوح کے گروہ سے ہونا	۳۷۷	۶۶۳	اولن کھال اور بال کی طہارت و عدم طہارت	۳۵۲
۶۹۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ستارہ پرست تھی یا	۳۷۸	۶۶۳	انسان جھگڑا لوی کیوں ہے؟	۳۵۳
۶۹۸	حضرت ابراہیم کا اپنی جانب بیماری کی نسبت کرنا	۳۷۹	۶۶۳	انسانی ہڈیوں اور دیگر اعضاء کی خرید و فروخت	۳۵۴
۶۹۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بظاہر تین جھوٹ	۳۸۰	۶۶۴	ملکوت کے معنی	۳۵۵
۶۹۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ گھڑا ہو گئی	۳۸۱	۶۶۶	تعارف سورۃ الصافات	۳۵۶
۷۰۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین کی خاطر سفر کرنا	۳۸۲	۶۷۰	غیر خدا کی قسم مسخر نہیں تو پھر اللہ نے کیوں فرمائی؟	۳۵۷
۷۰۰	کس بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا؟	۳۸۳	۶۷۰	صف بندی کے احکامات	۳۵۸
۷۰۲	جمہری کا مطلق نہ کا ثنائی پاک کی برکت سے تھا	۳۸۴	۶۷۱	جھڑکنے والے فرشتے	۳۵۹
۷۰۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مینڈھے کو ذبح کرنا	۳۸۵	۶۷۱	قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی تلاش کرنے والے	۳۶۰
۷۰۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام پر احسان الہی	۳۸۶	۶۷۲	ستاروں سے آسمان دنیا کو مزین کرنا	۳۶۱
۷۰۸	فرعون کا نبی اسرائیل پر ظلم و ستم کرنا	۳۸۷	۶۷۲	شہاب ناقب کا بیان	۳۶۲
۷۰۸	حضرت الیاس علیہ السلام کی سوانح	۳۸۸	۶۷۳	خلق آدم علیہ السلام کی یا بختی ہوئی مٹی سے	۳۶۳
۷۰۸	بعل کی تحقیق	۳۸۹	۶۷۳	بعث بعد الموت	۳۶۴
۷۱۵	حضرت یونس علیہ السلام کی سوانح	۳۹۰	۶۸۲	نافرمانوں کے جوڑے سے مراد شیطان۔۔۔ یا	۳۶۵
۷۱۶	عذاب دیکھ کر ایمان لانا	۳۹۱	۶۸۳	پل صراط کے بارے میں احادیث	۳۶۶
۷۱۶	حضرت یونس علیہ السلام کی سوانح	۳۹۲	۶۸۳	مکرم والے کام و اپنی جانب سے ہونے چاہئے	۳۶۷
۷۱۷	کدو شریف کے فضائل	۳۹۳	۶۸۳	کافروں کے لئے وعیدیں	۳۶۸
۷۱۸	اللہ علیہ السلام اولاد سے پاک ہے	۳۹۴	۶۸۵	مومنین کے لئے بشارتیں اور جنت کے وجود پر دلیل	۳۶۹
۷۱۸	فرشتوں کے بارے میں تحقیق	۳۹۵	۶۸۵	غول کا بیان	۳۷۰
۷۱۹	قرآن کی رو سے غالب کون؟	۳۹۶	۶۸۶	جنتی کو جسمانی و روحانی لذتیں	۳۷۱
۷۲۲	تعارف سورۃ ص	۳۹۷	۶۸۶	اٹھنے کے پاک و حلال ہونے کا بیان	۳۷۲
۷۲۶	سادک کی تحقیق میں اقوال مفسرین	۳۹۸	۶۸۷	جنتی کا اپنے دوست کو جہنم میں جھانکنا	۳۷۳
۷۲۷	کفار کو تلخ رسالت مآب پر توجہ	۳۹۹	۶۸۸	تھوڑے کا درخت	۳۷۴
۷۲۷	کفار کا پہلا شب	۵۰۰	۶۹۷	حضرت نوح علیہ السلام کا بارگاہ الہی میں عرض کرنا	۳۷۵

عطائین، جلد ۴ :

شمار نمبر	پارہ نمبر ۲۲	شمار نمبر	پارہ نمبر ۲۲	شمار نمبر
۵۰۱	کفار کا دوسرا شبہ	۴۲۸	۵۲۶	حضرت ایوب علیہ السلام کی قسم پوری کرنے کا حیلہ
۵۰۲	رحمت کے نژاد پرچی ہونے سے کیا مراد ہے	۴۲۸	۵۲۷	حضرات انبیائے کرام کا صابروشا کر ہونا
۵۰۳	فرعون کے سر اسی نے کا انداز	۴۲۸	۵۲۸	مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ کا گناہ ہونا یا۔۔
۵۰۴	اصحاب ایکہ	۴۲۹	۵۲۹	ذوالکفل کی نبوت میں اختلاف کا بیان
۵۰۵	ہواقی کے معنی و مطالب کی تحقیق	۴۳۲	۵۳۰	جنت عدن کے بارے میں احادیث
۵۰۶	موت کی تمنا کرنے کے تحت کفار کے تیسرے شبہ کا بیان	۴۳۵	۵۳۱	فساق (پہپ) کے بارے میں تفسیری نکات
۵۰۷	حضرت داؤد علیہ السلام کی دس وجوہ سے فضیلت کا بیان	۴۳۶	۵۳۲	من شکلہ ازواج سے کیا مراد ہے؟
۵۰۸	نماز چاشت و اشراق کے فضائل و برکات	۴۳۷	۵۳۳	دوزخ میں پیر و کار و سردار کا حال
۵۰۹	پہاڑوں اور پرندوں کا تسبیح پڑھنا	۴۳۸	۵۳۴	بار بار گناہ کے باوجود بخشش کی امید ہونا
۵۱۰	سیدنا داؤد علیہ السلام کی ہیبت و حفاظت کا بیان	۴۳۸	۵۳۵	ملاء اعلیٰ سے مراد کون ہیں؟
۵۱۱	حکمت کے معانی و مطالب	۴۳۸	۵۳۶	حضرت آدم کی تخلیق میں اللہ کی روح پھونکنا
۵۱۲	خطاب فصل کی تفسیر میں مفسرین کرام کے اقوال	۴۳۹	۵۳۷	حضرت آدم کو سجدہ کرنے میں فرشتوں کی ترتیب
۵۱۳	حجرہ داؤد علیہ السلام کو چھاند کر آنے والے انسان یا فرشتے	۴۳۹	۵۳۸	ابلیس کے جن ہونے کی تحقیق
۵۱۴	نسبت مجازی کا استعمال کیوں؟	۴۴۰	۵۳۹	حضرت آدم کو اللہ نے اپنے بے مثل ہاتھ سے بنایا
۵۱۵	مقام مذکورہ میں سجدے کے حکم کا بیان	۴۴۰	۵۴۰	کیا دنیا میں سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہو رہا ہے
۵۱۶	داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات	۴۴۱	۵۴۱	قرآن کن کے لئے نصیحت ہے؟
۵۱۷	قرآن میں غور و فکر کرنے کے محال	۴۴۲	۵۴۲	تعارف سورۃ الزمر
۵۱۸	حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کی تعداد وغیرہ	۴۴۲	۵۴۳	اخلاص کا بیان
۵۱۹	سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش ہونا	۴۴۹	۵۴۴	آسمان، زمین، دن اور رات کا ستر ہونا
۵۲۰	سیدنا سلیمان علیہ السلام کی توبہ	۴۵۰	۵۴۵	اللہ تعالیٰ کا بے نیاز ہونا
۵۲۱	حضرت سلیمان کے لئے ہواؤں کو مسخر کر دینا	۴۵۰	۵۴۶	رضا بالقدر کا بیان اور معتزلہ کا رد
۵۲۲	حضرت سلیمان علیہ السلام و جنوں کی جنات پر حکومت	۴۵۱	۵۴۷	شرعی نقطہ نگاہ سے جزا و سزا کا اعتبار
۵۲۳	حضرت ایوب علیہ السلام کا نسب	۴۵۸	۵۴۸	احادیث طیبہ سے نماز تہجد کے فضائل و برکات
۵۲۴	حضرت ایوب علیہ السلام کی ظاہری بیماری و علاج	۴۵۸	۵۴۹	احمال کی جزا کا مطلق نقطہ نگاہ سے ہے یا۔۔
۵۲۵	حضرت ایوب پر عزیر یا عام ہونے کے معانی	۴۵۹	۵۵۰	ہجرت کے تاثر میں زمین کی وسعت کا بیان

عطائین، جلد: ۴

صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۴	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۳	صفحہ نمبر
۸۳۱	اللہ جل جلالہ کے جسمانی اعضاء نہ ہونے پر دلیل	۵۷۶	۷۹۶	صابرین کو بے نفعی ثواب دینے سے کیا مراد؟	۵۵۱
۸۳۲	احادیث کی روشنی میں امور قیامت کا بیان	۵۷۷	۷۹۷	سید عالم ﷺ کا سب سے پہلے ایمان لانا	۵۵۲
۸۳۳	رب کے نور کے متعلق مفسرین کے اقوال	۵۷۸	۷۹۷	عذاب نار سے مومنین کو خوف دلانا	۵۵۳
۸۳۷	زمو کے بارے میں تحقیق	۵۷۹	۷۹۸	رجوع الی اللہ والوں کو خوشخبری کب سنائی جائے گی	۵۵۴
۸۳۸	حالیین کے بارے میں تحقیق	۵۸۰	۷۹۹	اعمال و افعال میں حسن یا احسن پر چلنا	۵۵۵
۸۳۹	تعارف سورۃ غافر (مومن)	۵۸۱	۷۹۹	جنتی نعمتوں کا احادیث کے تناظر میں بیان	۵۵۶
۸۴۲	حم کے بارے میں مفسرین کے اقوال	۵۸۲	۸۰۳	انسانی قلب نورانی سے کیسے منور ہوتا ہے؟	۵۵۷
۸۴۳	اللہ کی چار صفات	۵۸۳	۸۰۵	تلاوت قرآن سے خوف خدا طاری ہو جانا	۵۵۸
۸۴۴	جدال کے معنی و مطالب کی تحقیق	۵۸۴	۸۰۶	قرآن کی تین صفات کا بیان	۵۵۹
۸۴۴	حالیین عرش کی کیفیات و صفات کا بیان	۵۸۵	۸۰۶	سید عالم ﷺ اور کفار کی موت ایک جیسی نہیں	۵۶۰
۸۴۹	کافروں کا اپنی جانوں سے بیزار ہونا	۵۸۶		پارہ نمبر ۲۴	۵۶۱
۸۵۰	دوامات و حیات کے بارے میں مفسرین کی آراء	۵۸۷	۸۱۲	سید عالم ﷺ کیا بچ لائے؟	۵۶۲
۸۵۰	”حکم اللہ کا ہے“ کے مصداق خوارج ہیں	۵۸۸	۸۱۲	کس سچے نے سچ کی تصدیق کی؟	۵۶۳
۸۵۱	رفیع الدرجات کے متعلق قرآن و حدیث کی نشاندہی	۵۸۹	۸۱۳	مصدقین کی جزا کا بیان	۵۶۳
۸۵۲	روح بمعنی وحی	۵۹۰	۸۱۳	کیا اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی ہے؟	۵۶۵
۸۵۲	بروز قیامت مستور چیزوں کا مشکف ہونا	۵۹۱	۸۱۳	سید عالم ﷺ نے کامل پیغام تبلیغ فرمایا	۵۶۶
۸۵۳	آزفہ کی لغوی تحقیق	۵۹۲	۸۱۸	نیز موت کی بہن ہے	۵۶۷
۸۵۳	کاظمین کی لغوی تحقیق	۵۹۳	۸۱۹	نفس و روح ایک ہی ہیں یا جدا	۵۶۸
۸۵۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نشانیاں	۵۹۴	۸۲۰	کفار کے لئے اخروی عذاب کا بیان	۵۶۹
۸۵۷	فرعون کو حضرت موسیٰ کے گل سے روکنے والے	۵۹۵	۸۲۰	مصیبت و راحت میں اللہ کی یاد کرنا	۵۷۰
۸۶۲	قوم فرعون کا مسلمان مرد کون تھا؟	۵۹۶	۸۲۳	اللہ جل جلالہ کی رحمت سے مایوسی نہ ہونا چاہیے	۵۷۱
۸۶۳	دعوی نبوت والے کو گل کرنے یا نہ کرنے کا بیان	۵۹۷	۸۲۶	بغیر توبہ گناہ معاف ہونے کے متعلق امام رازی کا نظریہ	۵۷۲
۸۶۳	بعض عذاب ہونے کا کیا معنی ہے؟	۵۹۸	۸۲۶	ناپسندیدہ چیزوں کی تخلیق کی نسبت اللہ کی جانب کرنا	۵۷۳
۸۶۳	مرد مومن کا حضرت موسیٰ کو پہچاننے کی سعی کرنا	۵۹۹	۸۲۶	مقالید کے بارے میں اقوال مفسرین	۵۷۴
۸۶۳	مرد مومن کا فرعونوں کو بار بار نصیحت کرنا	۶۰۰	۸۳۱	حضرت ﷺ کی جانب شرک کی نسبت اور اعمال کا مردود ہونا	۵۷۵

عطائین، جلد: ۴

صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۴	صفحہ نمبر	پارہ نمبر ۲۴	صفحہ نمبر
۹۰۹	زمین کا وزن اور آیت مذکورہ میں یونین سے مراد	۶۲۶	۸۶۳	حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا بیان
۹۱۰	زمین آسمان سورج چاند ستارے کب تخلیق ہوئے؟	۶۲۷	۸۶۵	فرعون کے بلند عمارت بنانے کی توجیہ
۹۱۰	ستارے کی تخلیق کا سائنس کی رو سے بیان	۶۲۸	۸۷۰	تفویض الی اللہ علیہ کے معنی و مشمولات
۹۱۱	کس قوم پر کرکڑ کا عذاب آیا	۶۲۹	۸۷۱	فرعونوں کے لئے عذاب قبر کا بیان
۹۱۱	ایام نوحات کے کہتے ہیں	۶۳۰	۸۷۲	عذاب قبر برحق ہونے پر قرآن وحدیث واقوال علماء
۹۱۶	اعضائے جسمانی کے کلام سے متعلق اقوال مفسرین	۶۳۱	۸۷۸	رسولوں اور مسلمانوں کی دنیا و آخرت میں مدد ہونا
۹۱۶	خاص اعضاء کے کلام سے متعلق حدیث	۶۳۲	۸۷۹	رسول و مومنین کے دشمنوں کے احوال
۹۱۷	اللہ کے ساتھ گمان کیسا ہونا چاہیے	۶۳۳	۸۷۹	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وراثت
۹۱۸	قبض کے معنی	۶۳۴	۸۷۹	وامستطفر لک للذنبک، میں موقف اعلیٰ حضرت
۹۲۱	قرآن کی بے ادبی	۶۳۵	۸۸۴	نقشہ پروروں سے پناہ مانگنے کا بیان
۹۲۱	پہلے قائل کا گناہ	۶۳۶	۸۸۹	رات میں عبادت اور معصیت والے
۹۲۲	استقامت کے معنی، احادیث، اقوال صحابہ و تابعین	۶۳۷	۸۹۰	چار قسم کی نعمتوں کا ذکر
۹۲۲	فرشتے بوقت موت مومنین کے مددگار ہیں	۶۳۸	۸۹۰	مشغولیت قرآن و ذکر افضل یاد دعا؟
۹۲۳	مومنین کے حق میں اجسام نوری کی بشارتوں کی تحقیق	۶۳۹	۸۹۰	سید عالم علیہ السلام پر بڑھاپے کے آثار
۹۲۹	نیکی کی دعوت والی عظیم ہستیاں	۶۴۰	۸۹۵	بھگولنے والے کون تھے؟
۹۳۱	ادفع بالشیء ہی احسن کے اسرار و رموز	۶۴۱	۸۹۶	حضرات انبیاء، رسل، صحف اور کتب کی تعداد
۹۳۲	کیا حضرات انبیاء کرام پر شیطان کا زور چلتا ہے؟	۶۴۲	۸۹۹	چوپایوں سے حاصل ہونے والے فوائد
۹۳۲	دین میں الحاد کے معنی، اقوال مفسرین و احادیث	۶۴۳	۹۰۰	کیا نجات کا تعلق مال و اسباب سے ہے؟
۹۳۵	قلم کی خدمت میں دو احادیث	۶۴۴	۹۰۰	ایمان کس وقت کا قائل قبول ہے
۹۳۶	ماخذ و مراجع	۶۴۵	۹۰۱	تعارف سورت فصلت
		۶۴۶	۹۰۳	حم کے معنی و مطالب میں مفسرین کی آراء
		۶۴۷	۹۰۳	قرآن مجید کی صفات
		۶۴۸	۹۰۳	کفار کا کہنا کہ تمہارے ہمارے درمیان روک ہے
		۶۴۹	۹۰۳	بشر ہونے کے ساتھ وحی کا احتراز
		۶۵۰	۹۰۳	استقامت کے معنی کی تحقیق

رکوع نمبر: ۱

﴿وقال الذين لا يرجون لقاءنا﴾ لا يخافون البعث ﴿لولا﴾ هلا ﴿الازل علينا الملكة﴾ فكانوا رؤسلا
 اليٰنا ﴿اونرى ربنا﴾ فيخبرنا بان محمدا رسول الله قال تعالى ﴿لقد استكبروا﴾ تكبروا ﴿فى﴾ شان ﴿الفسهم وعتو﴾ طفوا ﴿عتوا كبيرا﴾ (۲۱) ﴿بطلبهم رؤية الله فى الدنيا وعتوا بالواو على اضليه بخلاف
 عتي بالابدال فى مريم﴾ يوم يرون الملكة ﴿فى جملة الخلاقى هو يوم القيمة ونصبه بأذكر مقذرا
 لا بشرى يومئذ للمجرمين﴾ اى الكافرين بخلاف المؤمنين فلهم البشرى بالجنة ﴿ويقولون
 حجرا محجورا﴾ (۲۲) ﴿على عاذتهم فى الدنيا اذا انزلت بهم شدة اى عودا معادا يستعيدون من
 الملائكة قال تعالى ﴿وقدمنا﴾ عمدا ﴿الى ما عملوا من عمل﴾ من الخير كصدقة وصلة رحم وقرى
 ضيف واغاثة ملهوف فى الدنيا ﴿فجعلناه هباء منثورا﴾ (۲۳) ﴿هو ما يرى فى الكوى التى عليها الشمس
 كالغبار المفرق اى مثله فى عدم النفع به اذ لا ثواب فيه لعدم شرطه ويتجاوزون عليه فى الدنيا
 اصحاب الجنة يومئذ﴾ يوم القيمة ﴿خير مستقرا﴾ من الكافرين فى الدنيا ﴿واحسن
 مقبلا﴾ (۲۴) ﴿منهم اى موضع قائمة فيها وهى الاستراحة نصف النهار فى الحر واخذ من ذلك انقضاء
 الحساب فى نصف نهار كما ورد فى حديث﴾ ويوم تشقق السماء ﴿اى كل سماء﴾ بالغمام ﴿اى
 معة وهو غيم ابيض﴾ ونزل الملكة ﴿من كل سماء﴾ تنزيلا ﴿هو يوم القيمة ونصبه بأذكر مقذرا
 وفى قرآنة بتشديد شين تشقق بادغام التاء الثانية فى الاصل فيها وفى اخرى نزل بنونين الثانية ساكنة
 وضمة اللام ونصب الملائكة﴾ الملك يومئذ ﴿الحق للرحمن﴾ لا يشركة فيه احد ﴿وكان
 اليوم﴾ يوما على الكافرين عسيرا ﴿بخلاف المؤمنين﴾ ويوم يعرض الظالم ﴿المشرك عتبة
 بن ابي معيط كان نطق بالشهادتين ثم رجع رضاء لابي بن خلف﴾ على يديه ﴿ندما وتحسرا فى يوم
 القيمة﴾ يقول ﴿يا للتبىه﴾ يلىتنى اتخذت مع الرسول سبيلا ﴿طريقا الى الهدى﴾ يوئلى ﴿الفه
 عورض عن ياء الاضافة اى وئلى ومعناه هلكنى﴾ لىتنى لم اتخذ فلانا ﴿اى ابي﴾ خليلا ﴿لقد اضلنى
 عن الذكر﴾ اى القران ﴿بعد اذ جاءنى﴾ بان رذنى عن الايمان به قال تعالى ﴿وكان الشيطان
 للانسان﴾ الكافر ﴿خدولا﴾ (۲۹) ﴿بان يتركة ويتبرء منه عند البلاء﴾ وقال الرسول ﴿محمد﴾ يرب ان
 قومى ﴿قريشا﴾ اتخذوا هذا القران مهجورا ﴿مترؤكا﴾ قال تعالى ﴿وكذلك﴾ كما جعلنا لك
 عدوا من مشركى قومك ﴿جعلنا لكل نبي﴾ قبلك ﴿عدوا من المجرمين﴾ المشركين قاصبر
 كما صبروا ﴿وكفى بربك هاديا﴾ لك ﴿ونصيرا﴾ (۳۱) ناصرالك على اعدائك ﴿وقال الذين

كفروا لولا ﴿فلا﴾ نزل عليه القرآن جملة واحدة ﴿كالتوراة والإنجيل والزبور﴾ قال تعالى
 نزلناه ﴿كذلك﴾ ﴿أى متفرقا﴾ لئن ثبت به فوادك ﴿نقوى قلبك﴾ ورتلته ترتيلا ﴿٣٢﴾ ﴿أى آتينا به
 شيئا بعد شيء بتمهل وتؤدة ليتيسر فهمه وحفظه﴾ ولا ياتونك بمثل ﴿فى ابطال امرك﴾ الا
 جنك بالحق ﴿الدافع له﴾ واحسن تفسيراً ﴿٣٣﴾ بياناً لهم ﴿الذين يحشرون على وجوههم﴾ ﴿أى
 يساقون﴾ الى جهنم اولئك شر مكانا ﴿هو جهنم﴾ واضل سبيلا ﴿٣٤﴾ اخطاء طريقا من غيرهم وهو
 كفرهم.

﴿ترجمہ﴾

اور بولے وہ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے (یعنی جو دوبارہ جی اٹھنے سے خوف زدہ نہیں) کیوں نہ (لولا بمعنی ہلا ہے) ہم پر
 فرشتے اتارے (جو ہماری جانب پیغام رسانی کرتے) یا ہم اپنے رب کو دیکھتے (تو ہمیں بتایا جاتا کہ حضرت سیدنا محمد ﷺ واقعی اس
 کے رسول ہیں) بیشک اپنے جی میں بہت ہی اونچی کھینچی (یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھا) اور بڑی سرکشی پر آئے (دنیا میں رویت باری تعالیٰ
 کا مطالبہ کر کے، یہاں عتوا اپنی اصل پرواؤ کے ساتھ ہے۔ بخلاف سورہ مریم میں عتسی کے، کہ وہاں ابدال ہے) جس دن فرشتوں کو
 دیکھیں گے (تمام مخلوق میں سے، اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے، یوم کا نصب اذ کسر مقدر کی بناء پر ہے) وہ دن مجرموں کی کوئی
 خوشی کا نہ ہوگا (بخلاف مومنوں کے کہ ان کے لئے توجت کی خوش خبری ہے، اور یہاں مجرموں سے مراد کافر ہیں) اور کہیں گے الہی ہم
 میں ان میں کوئی آڑ کر دے رکی ہوئی (دنیا میں اپنی عادت کے مطابق، کہ وہاں جب بھی ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی تو کہنے
 لگتے: "ہائے بچاؤ! بچاؤ!" تو یہاں بھی وہ فرشتوں سے پناہ مانگیں گے.....! تو اللہ ﷻ ارشاد فرمائے گا) اور ہم نے قصد فرما کر
 (قدمنا بمعنی عمدنا ہے) جو کچھ انہوں نے کام کیے تھے (نیکی کے دنیا میں مثلاً صدقہ، صلہ رحمی، مہمان نوازی اور کسی مظلوم کی فریاد
 رسی) انہیں باریک باریک غبار، کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں (ہباء منشور سے مراد وہ
 باریک ذرات ہیں جو روشن دان کے کسی باریک سوراخ میں دھوپ پڑنے کے وقت نظر آتے ہیں، جیسا کہ غبار کے بکھرے ہوئے
 ذرے ہوں، یعنی ان کے نیک اعمال نفع نہ دینے میں اس منتشر غبار جیسے ہیں، اس لئے کہ ایمان کی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے ان
 کے نیک اعمال میں کوئی ثواب نہیں بلکہ وہ دنیا ہی میں اس نیک کام کا بدلہ پا چکے ہیں) جنت والوں کا اس دن (یعنی قیامت کے دن)
 اچھا ٹھکانا (ہوگا دنیا میں کافروں کے ٹھکانے سے) اور حساب کی دوپہر کے بعد اچھی آرام کی جگہ (ان سے، مقبلاً سے مراد ایسی جگہ
 ہوتی ہے جس میں قیلولہ کیا جاسکے جبکہ قیلولہ سے مراد گرمیوں میں دوپہر کے وقت کا آرام ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عین
 دوپہر کو حساب ختم ہو جائے گا جس طرح کہ حدیث پاک میں بھی آیا ہے) اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان (یعنی ہر آسمان) بادلوں
 سے (بالعمام میں باحرف جر مصاحبت کے لئے ہے، اور اس سے مراد سفید بادل ہیں) اور فرشتے اتارے جائیں گے (ہر آسمان سے)
 پوری طرح (قیامت کے دن، تنزیلاً کا نصب اذ کسر فعل محذوف کی وجہ سے ہے، ایک قرأت میں تشفق کوش کی تشدید کے ساتھ بھی
 پڑھا گیا ہے یعنی دوسری تا حرف اصلی میں مدغم ہے، اور ایک قرأت میں نزل کی بجائے نزل ہے، یعنی ایک نون کی بجائے دونوں ہیں
 جبکہ دوسری نون ساکن اور لام مضموم ہے، اس صورت میں الملائکہ منصوب ہوگا) اس دن سچی بادشاہی رحمن کی ہے (جس میں کوئی
 شریک نہ ہوگا) اور وہ (خاص) دن کافروں پر سخت ہے (بخلاف مومنوں کے) اور جس دن ظالم چپا چپالے گا (یہاں ظالم سے مراد

مشک عقبہ بن ابی معیط ہے کہ جس نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد ابی بن خلف کی رضا کی خاطر مرتد ہونا قبول کر لیا تھا) اپنے ہاتھ (قیامت کے دن حسرت اور شرمساری کی وجہ سے) اور کہے گا کہ (یہا حرف تنبیہ ہے) ہائے کسی طرح سے میں نے رسول (یعنی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کے ساتھ راہ لی ہوتی (سبب سے مراد ہدایت کی جانب جانے والا راستہ ہے) وائے خرابی میری (یسویلتنا کا الف، یاہ اضافت کے عوض ہے یعنی یہ اصل میں ویسلی تھا جس کا معنی ہے ہائے میری ہلاکت) ہائے کسی طرح میں نے نہ بنایا ہوتا فلانے کو (یعنی ابی بن خلف کو) دوست بیٹک اس نے مجھے بہکا دیا نصیحت سے (یعنی قرآن کریم سے) میرے پاس آئی ہوئی (اس طرح کہ سرور کائنات ﷺ پر ایمان لانے سے اس نے اسے پھیر دیا، پس اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا) اور شیطان آدمی (یعنی کافر) کو بے مدد چھوڑ دیتا ہے (اس طرح کہ وہ اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور مصیبت و آزمائش کے وقت اس سے برأت کا اظہار کرتا ہے) اور عرض کی رسول نے (یعنی سرور دو عالم حضرت سیدنا محمد ﷺ نے) کہ اے میرے رب! میری قوم (یعنی قریش) نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرایا (مہجوراً بمعنی متروکاً ہے، تو اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا) اور اسی طرح (جیسا کہ ہم نے آپ ﷺ کی قوم کے مشرکین میں سے دشمن بنائے ہیں) ہم نے ہر نبی کے لیے (آپ ﷺ سے پہلے) دشمن بنا دیے تھے مجرم لوگ (یعنی مشرکین، پس آپ ﷺ بھی اسی طرح صبر کریں جیسا سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام نے صبر کیا تھا) اور تمہارا رب کافی ہے ہدایت کرنے (کو) آپ ﷺ کی خاطر (اور مدد دینے کو) (آپ ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کے دشمنوں کے خلاف) اور کافر بولے کیوں نہ (سولا بمعنی ہلا حرف تنبیہ ہے) قرآن ان پر ایک ساتھ اتار دیا (توریت، انجیل اور زبور کی طرح، تو اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے اسے نازل فرمایا ہے یعنی) ہم نے یونہی بتدریج اسے اتارا ہے (تھوڑا تھوڑا کر کے) کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں (یعنی اسے تقویت دیں ۳.....) اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا (یعنی ہم نے آپ ﷺ کو تھوڑا تھوڑا کر کے ایک کے بعد ایک آیت نازل فرما کر عطا کیا تاکہ اس کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہو) اور وہ کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے (آپ ﷺ کے دین کو باطل کرنے کے متعلق) مگر ہم لے آئیں گے حق (ان کا رد کرنے کے لئے) اور اس سے بہتر بیان (تفسیراً بمعنی بیانا ہے) وہ جو جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اپنے منہ کے بل (یحشرون بمعنی یساقون ہے) ان کا ٹھکانا سب سے برا (یعنی جہنم ہے) اور وہ سب سے گمراہ راہ (یعنی دوسروں کی نسبت وہ زیادہ غلط راستے پر ہیں جو کہ ان کا کافر ہونا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملئکة انوری ربنا﴾

و: عاطفہ، قال فعل، الذین لا یرجون لقاءنا: موصول صلہ ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، لولا: حرف تخصیض، انزل علینا الملئکة: فعل وظرف لغو نائب الفاعل ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، نری ربنا: جملہ فعلیہ معطوف ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿لقد استکبروا فی انفسهم وعتوا کبیرا﴾

لام: تسمیہ، قد: تہقیق، استکبروا فی انفسهم: فعل بافاعل ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عتوا: فعل بافاعل، عتوا کبیرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم محذوف، "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿یوم یرون الملئکة لا بشری یومئذ للمجرمین ویقولون حجرا محجورا﴾

یوم: مضاف، یرون: فعل بافاعل، الملئکة: ذوالحال، لا بشری جنس، بشری: ذوالحال، یومئذ: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر اسم،

للمجرمین: ظرف مستقر خبر مکر قول محذوف "يقولون" کیلئے مقولہ، مکر جملہ فعلیہ قولیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، يقولون: قول، حجورا محجورا: مرکب توصیفی فعل محذوف "بحجورہ" کیلئے مفعول مطلق، مکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ مکر جملہ قولیہ ہو کر معطوف مکر حال، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ، مکر ظرف فعل محذوف "اذکر" کیلئے، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقدمنا الى ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورا﴾

و: متاثرہ، قد منا: فعل بافاعل، الی: جار، ما عملوا: موصول صلہ بالمرکز والحال، من عمل: ظرف مستقر حال، مکر مجرور، مکر ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ متاثرہ، ف: عاطفہ فجعلناه: فعل بافاعل ومفعول، هباء منثورا: مرکب توصیفی مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿اصحاب الجنة يومئذ خير مستقرا واحسن مقيلا﴾

اصحاب الجنة: مبتدأ، يومئذ: ظرف مقدم، خير: اسم تفضیل "بما هو" ضمیر مینز، مستقرا: تمييز مکر فاعل، مکر شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، احسن: اسم تفضیل "هو" ضمیر مینز، مقيلا: تمييز مکر فاعل، مکر معطوف، مکر خبر مکر جملہ اسمیہ۔

﴿ويوم تشق السماء بالغمام ونزل الملكة تنزيلا﴾

و: عاطفہ، يوم: مضاف، تشق السماء بالغمام: فعل وفاعل وظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مکر "اذکر" فعل محذوف کیلئے ظرف، مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نزل الملكة: فعل مجہول ونائب الفاعل، تنزيلا: مفعول مطلق، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿الملك يومئذ الحق للرحمن ط و كان يوما على الكافرين عسيرا﴾

الملك يومئذ: شبہ جملہ موصوف، الحق: جمعت، مکر مبتدأ، للرحمن: ظرف مستقر خبر مکر جملہ اسمیہ، و: متاثرہ، كان: فعل ناقص با اسم، يوما: موصوف، على الكافرين عسيرا: شبہ جملہ صفت، مکر خبر مکر جملہ فعلیہ۔

﴿ويوم بعض الظالم على يديه يقول يليتني اتخذت مع الرسول سبيلا﴾

و: عاطفہ، يوم: مضاف، بعض: فعل، الظالم: ذو الحال، يقول: قول، يليتني: يا ليتني، حرف مشبہ واسم، اتخذت: فعل بافاعل، مع الرسول: ظرف، سبيلا: مفعول مکر جملہ فعلیہ خبر مکر جملہ اسمیہ مقولہ، مکر جملہ قولیہ ہو کر حال، مکر فاعل، على يديه: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مکر "اذکر" فعل محذوف کیلئے مفعول، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿ويوليتني ليتني لم اتخذ فلانا خليلا﴾

يوليتني: ندائیہ، ليتني: حرف مشبہ واسم، لم اتخذ: فعل نفی بافاعل، فلانا: مفعول اول، خليلا: مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ خبر مکر جملہ اسمیہ۔

﴿لقد اضلني عن الذكر بعد اذ جاءني ط و كان الشيطان للانسان خذولا﴾

لام: تسمیہ، قد: تہنیتیہ، اضلني: فعل "هو" ضمیر ذو الحال، بعد: مضاف، اذ جاءني: مضاف الیہ، مکر ظرف متعلق محذوف حال اول، و: حالیہ، كان الشيطان: فعل ناقص واسم، للانسان خذولا: شبہ جملہ خبر مکر جملہ فعلیہ حال ثانی، مکر فاعل، بن: وقایہ، ی: ضمیر مفعول، عن الذكر: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، مکر جملہ تسمیہ۔

﴿وقال الرسول يرب ان قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا﴾

و: عاطفہ، قال الرسول: قول، يرب: نداء، ان قومي: حرف مشبہ واسم، اتخذوا: فعل بافاعل، هذا القرآن: مفعول

اول، مہجورا، مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ما قبل "قال اللہین لا یرجون لقاءنا" پر معطوف ہے۔

﴿و کذلک جعلنا لیکل نبی عدوا من المجرمین﴾

و: عاطفہ، کذلک، ظرف مستقر "الجعل" مصدر محذوف کیلئے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، جعلنا، فعل بافاعل، لکل نبی، ظرف لغو، عدوا، موصوف، من المجرمین، ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و کفی بربک ہادیا ونصیرا﴾

و: عاطفہ، کفی، فعل، ب: زائد، ربک، ذوالحال، ہادیا، معطوف علیہ، و: عاطفہ، نصیرا، معطوف، ملکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و قال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملة واحدة﴾

و: عاطفہ، قال الذین کفروا، قول، لولا، حرف کفیف، نزل، فعل مجہول و ظرف لغو، القرآن، ذوالحال، جملة واحدة: حال ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿و کذلک لنثبت بہ فوادک﴾

کذلک: ظرف مستقر "تنزیلا" مصدر محذوف کیلئے صفت ملکر مفعول مطلق مقدم "نزلنہ" فعل محذوف کیلئے، لام: جار، نثبت بہ فوادک: فعل بافاعل و ظرف لغو و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، بقدر ان مجرور ملکر ظرف لغو "نزلنا" فعل محذوف اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و رتلنہ ترتیلا ۝ ولا یھونک بمثل الا جننک بالحق واحسن تفسیرا ۝﴾

و: عاطفہ، رتلنہ، فعل بافاعل و مفعول، ترتیلا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا یاتون: فعل بافاعل، ک: مفعول، بمثل: ظرف لغو، الا: اداة حصر، جننک: فعل بافاعل و مفعول، ب: جار، الحق: معطوف علیہ، و: عاطفہ، احسن: بمتیز، تفسیرا: تمیز ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر ما قبل اعم احوال سے حال ہے "ای لا یاتونک بمثل فی حال من الاحوال الافی حال یتقینا اننا لیک بالحق"، یہ سب ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین یحشرون علی فی جوہہم الی جہنم اولشک شر مکانا و اضل سبیلا ۝﴾

الذین: موصول، یحشرون: فعل مجہول و داؤ ضمیر ذوالحال، علی: وجوہہم: ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، الی جہنم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر "ہم" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، اولشک: مبتدا، شر: بمتیز، مکانا: تمیز، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اضل: بمتیز، سبیلا: تمیز ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... ویوم بعض الظالم علی یدیہ..... ☆ عقبہ بن ابی معیط ابی بن خلف کا گہرا دوست تھا، سید عالم ﷺ کے فرمانے سے اس نے کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت دی، اور اس کے بعد ابی بن خلف کے زور ڈالنے پر پھر مرتد ہو گیا اور سید عالم ﷺ نے اس کو مقتول ہونے کی خبر دی، چنانچہ بدر میں مارا گیا، یہ اس کے حق میں نازل ہوئی کہ روز قیامت اس کو انتہاء درجہ کی حسرت و ندامت ہوگی اور اس حسرت میں وہ اپنے ہاتھ چاب چاب لے گا۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

نزول ملائکہ کے وقت رکاوٹ کا معنی:

۱..... فرشتوں کے دیکھنے سے مراد یہ ہے موت کے وقت فرشتے مومنوں کو جنت کی بشارت اور کافروں کو لوہے کے گرز مار کر ان کی رو میں نکالیں گے۔ اہل تاویل کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس جملے کے قائل کون ہونگے بعض کہتے ہیں کہ فرشتے کہیں گے۔ ایک قول ضحاک، ابواسامہ، ابن عباس وغیرہ کا یہ بھی ہے کہ فرشتے کافروں سے کہیں گے کہ تمہارے لئے خوشخبری حرام ہے۔ قادمہ کا قول ہے کہ اہل عرب ﴿و یقولون حجرا معجورا﴾ اور کہیں گے الہی ہم میں ان میں کوئی آڑ کر دے رکی ہوئی (الفرقان: ۲۲) ﴿یہ جملہ اس وقت کہتے ہیں جب کسی شخص پر شدت کے آثار ہوتے ہیں۔ اسی سے متصل یہ کلام بھی کہ ﴿اصحاب الجنة یومئذ خیر مستقرا واحسن مقبلا جنت والوں کا اس دن اچھا ٹھکانہ اور حساب کے دو پہر کے بعد اچھی آرام کی جگہ﴾ (الفرقان: ۲۴) یعنی آخرت میں مسلمانوں کے تمام احوال کافروں کے مقابلے میں بہتر ہونگے۔

متذکرہ بحث سے ایک شق یہ بھی نکلی ہے کہ جب کافر نزول ملائکہ کو دیکھیں گے، موت کا یقین ہو جائے گا، زندگی کے آثار ختم ہوتے دکھائی دیں گے، آیا ایسے وقت میں ایمان لانا یا نہ لگانا طیبہ پڑھ کر اسلام کے دامن میں سما جانا قابل قبول ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں آخر وقت دو ہیں، ایک وہ کہ ہنوز پردے باقی ہیں، اور یہ وقت قبول ایمان کا ہے لیکن دوسرا وہ حقیقی آخر جب حالت غرغره ہو، پردے اٹھ جائیں، جنت و نار پیش نظر ہو جائیں، یومنون بالغیب کا محل باقی نہ رہے، کافر کا اس وقت اسلام قبول کرنا بالاجماع مردود و نامقبول ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے ﴿فلم یک ینفعهم ایمانهم لما راوا باسنا سنة الله التي قد خلت فی عباده وخسر هنالک الکفرین تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھائے میں ہیں﴾ (مومن: ۸۰) ﴿الفتاویٰ الرضویہ، شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ج ۲۹، ص ۷۳۰﴾

☆..... قال النبی ﷺ: "ان الله یقبل توبۃ العبد ما لم یفرغ سید عالم ﷺ نے فرمایا اللہ ﷻ اسکرات موت سے پہلے پہلے توبہ قبول فرماتا ہے۔" (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبۃ، رقم: ۳۵۴۸، ص ۱۰۱۰)

شریعت کی رو سے دوستی کس کی اچھی.....!

۱..... غسل سے معنی ہیں: آدمی کو جس کی احتیاج ہو، کہا جاتا ہے کہ فلاں محتاج ہے، یعنی اپنے معاملات میں فلاں کا محتاج ہے، اسی سے غلیل بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لوگوں کو علم دین سکھاؤ کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کب لوگ اس کی جانب بغرض علم محتاج ہونگے۔" (لسان العرب، ج ۴، الحرف العاء، ص ۲۰۱)

متذکرہ تعریف کی رو سے ہم نے جان لیا کہ انسانی زندگی میں دوستی کی اہمیت کتنی ہے، چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نیک ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال اس طرح ہے کہ مشک والا ہو اور لوہا کی ٹھسی میں پھونک مارنے والا ہو، مشک والا یا تو تم کو مشک کا عطیہ دے گا یا تم اس سے مشک خریدو گے ورنہ تم کو اس سے پاکیزہ خوشبو آتی رہے گی اور لوہا کی ٹھسی والا تمہارے کپڑے جلانے گا ورنہ تم کو اس سے ناگوار و ضرور آئے گی۔"

(صحیح البعاری، کتاب الذبائح والصدق، باب: الممسک، رقم: ۵۵۳۴، ص ۹۸۴)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر شخص اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے سو تم میں سے ہر شخص

غور کر لے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب: من یومران یحالس، رقم: ۴۸۳۳، ص ۹۰۶)

☆..... حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”مومن کے سوا اور کسی کو اپنا دوست نہ

بناؤ اور متقی کے سوا کوئی تمہارا کھانا نہ کھائے۔“ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب: من یومران یحالس، رقم: ۴۸۳۲، ص ۹۰۶)

☆..... ”من جامع المشرک وسکن معه فانه مثله جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی کی مثل ہے۔“

(سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الاقامة بارض الشرك، رقم: ۲۷۸۷، ص ۵۲۶)

☆..... سید عالمؓ کا فرمان مقدس نشان ہے: ”اذا بصری من کل مسلم مع مشرک لا تری نار اھما، اور وہ فی النھایۃ

میں بیزار ہوں اُس مسلمان سے جو مشرکوں کے ساتھ ہو، مسلمان اور کافر کی آگ آگ آئے سامنے نہ ہونی چاہیے یعنی دوری لازم ہے۔“

(سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب: النهی عن قتل من اعتصم بالسجود، رقم: ۲۶۴۵، ص ۴۹۳)

☆..... ”ایک وقرین السوء فانک بہ تعرف یعنی بُرے مصاحب سے بچ کیونکہ تو اسی کی وجہ سے پچھانا جائے گا۔“

(التہذیب تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۲۹۲)

☆..... ”اعتبروا بالصاحب بالصاحب یعنی آدمی کو اس کے ہم نشین پر قیاس کرو۔“

(کنز العمال، رقم: ۳۰۷۳۱، بحوالہ عد، عن ابن مسعود، الجزء ۱۱، ج ۶، ص ۴۱)

☆..... ”المرء مع من احب آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب علامة الحب فی اللہ، رقم: ۶۱۶۸، ص ۱۰۷۵)

☆..... ”من احب قوما حشرہ اللہ فی زموتھم جو جس قوم سے محبت کرے گا اس کا انہی کے ساتھ حشر ہوگا۔“

(الکبیر للطبرانی، باب الحیم، حنڈرہ بن خیشنہ ابو قریظہ، رقم: ۲۵۱۹، ج ۳، ص ۱۹)

☆..... ”ادفنوا موتا کم وسط قوم الصلحین یعنی اپنے مردوں کو نیکوں کے درمیان دفن کرو۔“

(الفردوس بمانور الخطاب، رقم: ۳۳۷، ج ۱، ص ۱۰۲)

تذکرہ بالا حدیث کے تحت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: ”ہم القوم لا تشقی بہم جلسہم یعنی یہ وہ قوم ہے کہ ان

کی محبت میں بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا۔“ (الفتاویٰ الرضویہ منجرجہ، کتاب الخنازیر، ج ۹، ص ۳۸۵)

یک بارگی نزول قرآن نہ کرنے کی حکمتیں:

۳..... یک بارگی نزول قرآن نہ ہونے پر اعتراض کرنے والوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ کون تھے؟ ایک قول یہ ملتا

ہے کہ قائل کفار قریش تھے اور یہ قول امین عباس کا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ قائل یہود تھے۔ جب یہود نے قرآن کو متفرق طور پر نازل

ہوتے دیکھا تو کہنے لگے کہ حضرت موسیٰؑ پر توریت، حضرت عیسیٰؑ پر انجیل اور حضرت داؤدؑ پر زبور یکبارگی نازل ہوئی۔

اللہ ﷻ نے فرمایا کہ لک کہ یعنی ہم نے نزول قرآن کا سلسلہ متفرق طور پر اس لئے رکھا ہے کہ ﴿لننبئ بہ فوادک تاکہ ہم

اس سے تمہارے دل کو جمادیں﴾ (الفرقان: ۳۲) تاکہ اے محبوب ﷺ! تیرے قلب اطہر کو ثابت رکھ سکیں اور اس پاک کلام کا بوجھ اٹھانے

میں تجھے کوئی تنگی نہ محسوس ہو، اس لئے کہ سابقہ حضرات انبیاء کرام لکھتے پڑھتے تھے اور یہ نبی امی ہیں اور اس پاک کلام میں ناسخ

و منسوخ کا سلسلہ بھی ہے، اور ایسا بھی ہے کہ کسی معاملے میں پوچھے جانے کے حوالے سے ہم نے نبی پاک ﷺ کے منصب اور مسائل

کے لئے آسانی کے حوالے سے رعایت کا اہتمام بھی کیا ہے اور اسی مقصد کے لئے جدید وحی کا سلسلہ رہا تاکہ قلب اقدس میں مزید قوت

پیدا ہو۔

اگر کہیں یہ سوال ہو کہ اللہ ﷻ کے لئے ایک بارگی قرآن پاک نازل کر کے اپنے نبی کو یاد کر دینا آسان تھا تو پھر ایسا کیوں نہ کیا؟ اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اگرچہ آسان تھا کہ ایک لمحے میں نزول قرآن، تعلیم قرآن اور حفظ قرآن فرما دیتا لیکن ایسا نہ فرمانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے اور ہم نے اس کی حکمت (ما قبل) بیان کی ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ یہ کلام ﴿کذلک﴾ مشرکین کا کلام ہے، یعنی اللہ ﷻ نے جس طرح توریت، زبور اور انجیل یکبارگی نازل فرمائی ایسے ہی قرآن کا نزول ایک بارگی کیوں نہ فرمایا اسی لئے ﴿لنثبت بہ فو ادک تاکہ ہم اس سے تمہارے دل کو جمادیں﴾ (الفرقان: ۳۲) ﴿فرمایا، اور یہ بھی جائز ہے کہ ﴿جملہ واحدة﴾ پر وقف کیا جائے۔ ابن عباس سے ایک سند سے روایت ہے کہ اللہ ﷻ کا فرمان ﴿انما انزلناہ فی لیلۃ القدر بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا﴾ (القدر: ۱) ﴿سے مراد یہ ہے کہ مکمل قرآن پاک رب عزوجل کی بارگاہ سے لوح محفوظ سے آسمان میں کراما کاتین پر اور آسمان سے جبرئیل علیہ السلام تک کراما کاتین نے بیس راتوں میں، پھر جبرائیل امین علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر بیس راتوں میں پہنچایا۔

(القرطبی، الجزء ۱۹، ص ۳۰)

اغراض: لا یخافون البعث: اس لئے کہ وہ لوگ مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے منکر تھے، اور ان کا گمان یہ تھا کہ وہ بعث بعد الموت سے امن میں رہیں گے۔ قال تعالیٰ: اللہ ﷻ نے ان کے قول کا رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿لقد استکبروا فی انفسہم الخ﴾ (الفرقان: ۲۱) ﴿تکبروا: یعنی انہوں نے رسول کے بشر ہونے سے تکبر کیا، ان کی خواہش یہ تھی کہ رسول ملائکہ سے ہوں۔ بطلبہم رؤیة اللہ: ”عوا“ کے متعلق ہے، اور باء سیبہ ہے، اور متعلق کا ذکر نہیں کیا گیا۔ فلہم البشری بالجنة: اور اس بشارت کی دلیل اللہ ﷻ کا فرمان ﴿بشراکم الیوم جنات تجری من تحتہا الانہار﴾ (المعد: ۱۲) ﴿ہے۔

یستعملون من الملائكة: یعنی کافر متذکرہ عبارت ﴿حجر امحجور﴾ کہتے ہوئے فرشتوں کے ذریعے پہنچنے والی تکلیف سے اللہ ﷻ کی پناہ چاہیں گے۔ لعدم شرطہ: سے مراد ایمان نہ پایا جانا ہے کہ ایمان نہ ہو تو عمل کا ثواب کیسے ملے۔

ویجازون علیہ فی الدنیا: یعنی مال، اولاد، عاقبت وغیرہ دنیاوی تلذذات کی چیزیں ہیں، پس کافروں کے اچھے اعمال جس پر نیت کا دارومدار نہیں ہوتا اس لئے انہیں اس پر دنیا ہی میں اجردے دیا جاتا ہے، اور یہ بھی کہ جس عمل پر نیت کا مدار نہ ہو، تو اس پر اصلاً کوئی جزاء ہی نہیں کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور نیت ہی نہ ہو تو پھر قبولیت اور ثواب کی امید نہ ہونی چاہیے۔

من الکافرین: جنت میں مومنین پر جو نعمتیں ہونی ہیں وہ دنیا میں کافروں پر ہونے والی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہیں، جس کا اشارہ ”خیر“ اسم تفضیل سے کیا گیا، اور مفسر نے اس کا جواب فی الدنیا کے ذریعے دیا یعنی جہنمیوں کا جہنم میں استقرار (مٹراؤ) جہنم میں بہتر نہیں، اور یہ بھی درست ہے کہ یہاں آخری اعتبار سے ہر قسم کے استقرار کو مراد لیا جائے اور اس صورت میں اسم تفضیل کو لانے کا منشاء کافروں کے لئے زجر و توبیح کرنا ہے۔

كما ورد فی الحدیث: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن، دن کا نصف ہونا نہ پایا جائے گا، یہاں تک کہ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں قبولہ کر لیں، اور قبولہ نصف دن میں ہونے والی استراحت کا نام ہے، اور یہ وہ استراحت (آرام) ہے جس میں نیند نہیں پائی جاتی اس لئے کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے ﴿واحسن مقیلاً﴾ (الفرقان: ۲۴) ﴿جنت میں نیند نہیں پائی جاتی، روایت میں یہ بھی ہے کہ قیامت کا دن مومنین کے لئے مختصر ہوگا یہاں تک کہ عصر سے مغرب تک کا درمیانی وقت ہوتا ہے۔

وهو غیم ایضاً: مراد وہ بادل ہیں جو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہونگے، اور ان کی موٹائی اور وزن ساتوں آسمانوں کی موٹائی اور وزن

کے برابر ہونگے، پس جب وہ ساتویں آسمان پر نزول کرے گا تو اسے اپنے وزن کی وجہ سے توڑ ڈالے گا اور اسی طرح زمین پر اس کا نزول ہوگا اور ہر آسمان کے فرشتے ہادلوں کے ساتھ شامل ہونگے، جب پہلے آسمان دنیا پر نزول ہوگا تو فرشتوں کی تعداد زمین پر رہنے والوں کے مقابلے میں دس گنا ہوگی، پھر دوسرے آسمان پر فرشتوں کی تعداد بیس گنا ہوگی، اور اسی مناسبت سے قیاس کر لیں، اور اسی طرح جب دنیا کے فرشتوں پر نزول ہوگا تو اہل محشر کو صف باندھے گھیر لیں گے، اور اسی کی مثل دوسرے آسمان کا حال ہوگا کہ ان کی صف پہلے آسمان والوں کی صف کے پیچھے دلی حد القیاس، اور یہ فرشتے اہل محشر کو فرار ہونے سے روکیں گے اور (حساب کتاب کے بغیر) دخول جہنم سے دور کریں گے اور اس کی مثل کلام سورۃ ابراہیم میں ﴿یوم تبدل الارض غیر الارض (ابراہیم: ۱۸)﴾ کے تحت گزر چکا ہے۔ بخلاف المؤمنین: قیامت کا دن کافروں پر دشوار ہوگا جب کہ مؤمنین پر اس کے برعکس معاملہ ہوگا، جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ: "مؤمنین کے لئے قیامت کا دن فرض نماز سے بھی کم وقت کا معلوم ہوگا"۔

کان نطق بالشہادتین: عقبہ بن ابی معیط نے کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا اور سید عالم ﷺ کو بھی دعوت دی، سید عالم ﷺ تشریف لے گئے لیکن فرمایا کہ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ عقبہ کلہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دے دے، جب اس نے ایسا ہی کیا تو سید عالم ﷺ نے کھانا تناول فرمایا، عقبہ ابی بن خلف کا گہرا دوست تھا، جب ابی بن خلف کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے کہا اے عقبہ! کیا تو نے مذہب بدل لیا؟ عقبہ نے کہا: نہیں! لیکن میرے پاس ایک آدی آیا اور اس نے کہا کہ میں اس وقت تک تیرے یہاں کھانا نہ کھاؤں گا جب تک کہ تو کلہ طیبہ کا تلفظ نہ کرے، پس مجھے حیا آئی کہ ایسے ہی کسی شخص کو اپنے گھر سے بغیر کھانا کھلائے باہر کر دوں، پس میں نے اس کے کلام کی گواہی دی تو اس نے کھانا کھایا، ابی بن خلف نے کہا کہ میں تجھ سے راضی نہ ہوں گا جب تک کہ تو محمد عربی کے چہرے (انور) پر نہ تھوک دے، پس عقبہ نے یونہی کیا، لیکن اس کا تھوک اسی کے چہرے پر گرا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ جل گیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا میں تجھے مکہ مکرمہ سے اس وقت تک نہیں نکال سکتا جب تک تیرا سر تلوار سے نہ اڑا دیا جائے، پس بدر کے دن یہ قیدی ہوا اور سید عالم ﷺ نے حضرت علی ؓ کو حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ ای القرآن: سے مراد کلہ شہادت ہے۔

قال تعالیٰ: توریت، انجیل و زبور کے یک بارگی نازل ہونے پر ہونے والے تین قسم کے شہادت کو سید عالم ﷺ کی ذات پاک سے دور کرنے کے لئے قرآن کو تدریجاً نازل کیا گیا، اول یہ کہ سید عالم ﷺ کے قلب مبارک میں اس پاک کلام کو خوب جماؤ دیا جائے، ثانی یہ کہ ٹھہر ٹھہر کر نزول کی برکت سے حفظ کرنا آسان ہو جائے اور ثالث یہ کہ اس فرمان ﴿ولا یأتونک بمثل الا جتناک بالحق واحسن تفسیرا﴾ (الفرقان: ۳۳) کی تائید ہو جائے۔ لتیسیر فہمہ وحفظہ: یعنی قرآن کو بتدریج اس لئے اتارا کہ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو یاد کرنا آسان ہو جائے، اور یہ خاص امت محمدیہ کا خاصہ ہے کسی اور کو نہیں دیا گیا، حدیث قدسی میں ہے: "اے محبوب! میں نے تیری امت کو قوموں میں تقسیم کر دیا اور ان کے دلوں کو کشادہ کر دیا"۔ بچوں کو قرآن کی تعلیم دینا تدریجی مراحل میں ہوتا ان کے دلوں میں محفوظ بھی رہتا ہے، یاد کرنے میں بھی آسانی رہتی ہے کیونکہ بچہ جب چھوٹی سورۃ دیکھتا ہے تو پوری طاقت سے اسے حفظ کر لیتا ہے چست و توانا رہتا ہے۔ ای یساقون: یعنی اللہ ﷻ کی قدرت سے جہنمی زمین پر اپنے سروں اور چہروں کے بل گھسٹتے بھرتے ہوئے ہونگے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۰۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿ولقد اتینا موسیٰ الکتب﴾ التوراة ﴿وجعلنا معہ اخاہ ہرون وزیرا﴾ (۳۵) ﴿معینا﴾ ﴿فلقنا اذہبا الی القوم الذین کذبوا بایتنا﴾ ﴿ای القبط﴾ فرعون و قومه ﴿قدہبا الیہم بالرسالة﴾ ﴿فکذبوہما﴾ ﴿فدمرناہم﴾

تدمیر (۳۱) ﴿أَهْلَكْنَاهُمْ إِهْلَاقًا﴾ اور ﴿أَذْكَرُ﴾ قوم نوح لما كذبوا الرسل ﴿بِتَكْذِيبِهِمْ نُوحًا لِيُطَوَّلَ لَبِيبُهُ فِيهِمْ فَكَانَ رُسُلٌ أَوْلَانٌ تَكْذِيبَةً تَكْذِيبٌ لِيَأْتِيَ الرُّسُلَ لِأَشْتِرَا كَيْفَهُمْ فِي الْمَجِيئِ بِالتَّوَجِيدِ﴾
 ﴿أَغْرَقْنَاهُمْ﴾ جَرَابُ لَبِيبًا ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ بَعْدَهُمْ﴾ آيَةً ﴿عِبْرَةً﴾ وَاعْتَدْنَا ﴿فِي الْآخِرَةِ﴾ لِلظَّالِمِينَ ﴿الْكَافِرِينَ﴾ عَذَابًا أَلِيمًا (۳۲) ﴿مَوْلَمَا سَوَىٰ مَا يَجْعَلُ بِهِمْ فِي الدُّنْيَا﴾
 ﴿وَأَذْكَرُ﴾ عَادًا ﴿قَوْمٌ هُودٍ﴾ وَثَمُودًا ﴿قَوْمٌ صَالِحٌ﴾ وَاصْحَابُ الرِّسِّ ﴿إِسْمٌ بِشَرِّ وَنَبِيَّهُمْ قَبِيلَ شُعَيْبٍ وَقَبِيلَ غَيْرَةٍ كَانُوا قَوْمًا حَوْلَهَا فَأَنْهَارَتْ بِهِمْ وَبِمَنَازِلِهِمْ﴾ وَقُرُونًا ﴿أَقْوَامًا﴾ بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا (۳۸) ﴿أَيَّ بَيْنَ عَادٍ وَاصْحَابِ الرِّسِّ﴾ وَكَلا ضَرَبْنَا لَهُ الْآمِثَالَ ﴿فِي إِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ فَلَمَّ نَهَلِكُهُمْ إِلَّا بَعْدَ الْإِنذَارِ﴾ وَكَلا تَبَرْنَا تَبِيرًا (۳۹) ﴿أَهْلَكْنَا إِهْلَاقًا بِتَكْذِيبِهِمْ أَنْبِيَاءَهُمْ﴾ وَلَقَدْ اتَّوَاكَ مَرُّوا أَيَّ كُفَّارٍ مَكَّةَ ﴿عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أَمْطَرَتْ مَطْرَ السُّوءِ﴾ مَصْدَرُ سَاءَ أَيَّ بِالْحِجَارَةِ وَهِيَ عَظْمَى قُرَى قَوْمِ لُوطٍ فَاهْلَكَ اللَّهُ أَهْلَهَا لِفِعْلِهِمُ الْفَاحِشَةَ ﴿أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرُونَهَا بَلِّ﴾ فَبِئْسَ سَفَرُهُمْ إِلَى الشَّامِ لِفِعْتَبَرُونَ وَالْإِسْتِفْهَامُ لِلتَّفْرِيزِ ﴿كَانُوا لَا يَرْجُونَ﴾ يَخَافُونَ ﴿نَشُورًا﴾ ﴿بَعَثْنَا قَلِيلًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ وَإِذَا رَأَوْكَ أَنْ مَاءً ﴿يَتَّخِذُ وَنَكَ الْإِهْزَا﴾ مَهْزُورًا بِهِ يَقُولُونَ ﴿أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا﴾ (۴۱) ﴿فِي دَعْوَاهُ مُخْتَقِرِينَ لَهُ عَنِ الرَّسَالَةِ﴾ أَنْ ﴿مُخَفَّفَةً مِنَ الثَّقِيلَةِ وَاسْمُهَا مَحْذُوقٌ أَيُّ أَنَّهُ﴾ كَادَ لِيُضِلَّنَا ﴿يُضِرُّنَا﴾ عَنِ الْهَمْتِ لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ﴿لَضَرَفْنَا عَنْهَا﴾ قَالَ تَعَالَى ﴿وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرُونَ الْعَذَابَ﴾ عَيَانًا فِي الْآخِرَةِ ﴿مَنْ اضِلَّ سَبِيلًا﴾ (۴۲) ﴿أَخْطَاءُ طَرِيقًا أَهْمٌ أَمْ الْمُؤْمِنُونَ﴾ (۴۳) ﴿أَخْبِرْنِي﴾ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هُوَ ﴿أَيُّ مَهْوِيَّةٍ قَدَّمَ الْمَفْعُولَ الثَّانِيَّ لِأَنَّهُ أَهْمٌ وَجُمْلَةٌ مِّنَ اتَّخَذَ مَفْعُولٌ أَوَّلُ لَرَأَيْتَ وَالثَّانِيَّ﴾ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكَيْلًا (۴۴) ﴿خَالِفًا تَحْفَظُهُ عَنِ اتِّبَاعِ هَوَاهُ لَا﴾ أَمْ تَحْسَبُ أَنْ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ ﴿سَمَاعٌ تَفْهَمُ﴾ أَوْ يَعْقِلُونَ ﴿مَا تَقُولُ لَهُمْ﴾ أَنْ ﴿مَا﴾ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلِّ هُمْ اضِلُّ سَبِيلًا (۴۵) ﴿أَخْطَاءُ طَرِيقًا مِنْهَا لِأَنَّهَا تَنْقَادُ لِمَنْ يَتَّعَدُّهَا وَهُمْ لَا يُطِيعُونَ مَوْلَاهُمْ الْمُتَمَعُّ عَلَيْهِمْ﴾

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی (توریت) اور اس کے بھائی ہارون کو وزیر کیا (یعنی معاون و مددگار بنایا) تو ہم نے فرمایا تم دونوں جاؤ اس قوم کی طرف جس نے ہماری آیتیں جھٹلائی (یعنی قبیلوں کی طرف جو کہ فرعون اور اس کی قوم تھی، پس وہ دونوں اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر ان کے پاس گئے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا) پھر ہم نے انہیں تباہ کر کے ہلاک کر دیا۔ اور (یاد کرو) نوح کی قوم کو جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا (حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کو جھٹلا کر، آپ ﷺ کے ان میں عرصہ دراز تک قیام کرنے کے باعث، گو یا کہ حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کئی رسولوں کے قائم مقام ہیں، یا پھر حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کو جھٹلانا باقی سب رسولوں کو جھٹلانا ہے، اس لئے کہ وہ سب توحید کا پیغام لانے میں مشترک ہیں) ہم نے ان کو ڈیر دیا (اغرقنہم، لہذا کا جواب ہے) اور انہیں لوگوں کے لیے کر دیا (ان کے بعد) نشانی (حجرت کی) اور ہم نے تیار کر رکھا ہے (آخرت میں) ظالموں (یعنی کافروں) کے لیے دردناک

عذاب (انتہائی تکلیف دہ، اور یہ عذاب اس عذاب کے علاوہ ہوگا جو دنیا میں انہیں ہوگا) اور (یاد کرو) عاد (یعنی حضرت سیدنا حمود علیہ السلام کی قوم) اور ثمود (یعنی حضرت سیدنا صالح علیہ السلام کی قوم) اور کنوئیں والوں کو (السؤس ا..... ایک کنوئیں کا نام ہے، ان کے نبی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام تھے جبکہ ایک قول کے مطابق ان کے علاوہ کوئی اور نبی تھا، وہ لوگ اس کنوئیں کے گرد رہائش پذیر تھے، پس انہیں اور ان کے گھروں کو اسی کنوئیں میں دھنسا دیا گیا) اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں (یعنی قوم عاد اور کنوئیں والوں کے درمیان بہت سی اقوام ہیں) اور ہم نے سب سے مثالیں بیان فرمائیں ا..... (ان پر حجت قائم کرنے کے لئے، پس ہم نے انہیں ڈرانے کے بعد ہی ہلاک کیا) اور سب کو تباہ کر کے مٹا دیا (یعنی انہیں مکمل طور پر ہلاک کر دیا ان کے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے کے سبب) اور ضروریہ ہو آئے ہیں (یعنی ان کفار مکہ کا گزر ہوا ہے) اس بستی پر جس پر برابر ساؤ برسا تھا (پتھروں کا، السؤس مصدر ہے مساؤ کا، یہاں بستی سے مراد قوم لوط کی سب سے بڑی بستی ہے کہ جس میں بسنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے برے کاموں کی وجہ سے ہلاک کر دیا) تو کیا یہ اسے دیکھتے نہ تھے (شام کی طرف سفر کرتے ہوئے تاکہ اس سے عبرت حاصل کرتے، افسلم یسکونوا میں استفہام تقریری ہے) بلکہ انہیں امید تھی ہی نہیں (یعنی انہیں ڈرا اور کوئی خوف نہیں تھا) جی اٹھنے کا (یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا کہ وہ ایمان لے آتے) اور جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا (یہاں ان، بمعنی مانتا فیہ ہے، اور ہزوا مصدر بمعنی مہزوا بہ مفعول بہ ہے یعنی جس کے ساتھ مذاق کیا جائے، اور کہتے ہیں) کیا یہ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا (ہے اپنے دعویٰ کے مطابق، یعنی وہ یہ بات ان کی رسالت کو حقیر جانتے ہوئے کہتے ہیں) قریب تھا کہ یہ ہمیں بہکا دیں (یہاں ان کا د میں ان مخففہ من الثقیلہ ہے جبکہ اس کا اسم محذوف ہے، تقدیر کلام یوں ہے کہ انہ کاہ اور یصلنا بمعنی یصرفنا ہے یعنی ہمیں پھیر دیں) ہمارے خداؤں سے، اگر ہم ان پر صبر نہ کرتے (تو یقیناً ہمیں ان سے پھیر دیتے ا..... لہذا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) اور اب جانا چاہتے ہیں جس دن عذاب دیکھیں گے (آخرت میں اپنی آنکھوں سے) کہ کون گمراہ تھا (یعنی غلط راستے پر تھا کیا وہ کفار یا یہ مؤمنین؟) کیا تم نے اسے دیکھا (ذرا مجھے بتائیں تو سہی کہ) جس نے اپنا خدا بنا لیا اپنی جی کی خواہش کو (یعنی اپنی خواہشات نفسانیہ کو، مفعول ثانی کو اس کی اہمیت کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے اور آیت کا مفعول اول من اتخذ پورا جملہ ہے جبکہ اس کا مفعول ثانی ما بعد الفانٹ تکون ہے) تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے (و کیلا بمعنی حافظا ہے، یعنی آپ انہیں ان کی خواہشات کی پیروی سے باز رکھ سکیں گے، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا) یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے (ہیں سمجھنے کی خاطر) یا سمجھتے ہیں (جو کچھ آپ ﷺ ان سے فرماتے ہیں) وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ (یعنی ان چوپاؤں سے بھی بڑھ کر غلط راستے پر ہیں ا..... اس لئے کہ وہ جانور تو صرف اس شخص کی پیروی کرتے ہیں جو ان کی پرورش و خبر گیری کرتا ہے لیکن یہ کفار اپنے اس آقا و مولا کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتے جو ان پر انعامات فرمانے والا ہے، یہاں بھی ان بمعنی مانتا فیہ ہے)۔

﴿قر گیب﴾

﴿ولقد اتینا موسیٰ الکتب وجعلنا معہ اخاہ ہرون وزیرا﴾

و: مستانفہ، لام قسمیہ، لہذا تہجیہ، اتینا: فعل بافاعل، موسیٰ: مفعول اول، الکتب: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعلنا: فعل، نا، ضمیر فاعل، معہ: ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم، اخاہ: مبدل منہ، ہرون: بدل ملکر ذوالحال، ملکر مفعول اول، وزیرا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم محذوف، "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فلقنا اذہبا الی القوم الذین کذبوا بایتنا فدمرناہم تدمیرا﴾

ف: عاطفہ، قلنا، قول، اذہبا: فعل امر بافاعل، الی: جار، القوم: موصوف، الدین: موصول، کذبوا یاتنا: جملہ فعلیہ صلہ لکر صفت، لکر مجرور، لکر ظرف لغو، لکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، لکر جملہ قویہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فذہبا الیہم"، دمر نہم: فعل بافاعل و مفعول، تدمیرا: مفعول مطلق، لکر جملہ فعلیہ۔

﴿و قوم نوح لما کذبوا الرسل اغرقنہم﴾

و: عاطفہ، قوم نوح: مفعول فعل محذوف "اغرقنا قوم" کیلئے، لکر جملہ فعلیہ، لما بطرفیہ متضمن معنی شرط، کذبوا الرسل: جملہ فعلیہ شرط، اغرقنہم: جملہ فعلیہ جواب شرط، لکر جملہ شرطیہ۔

﴿وجعلنہم للناس ایة و اعتدنا للظلمین عذابا الیما﴾

و: عاطفہ، جعلنہم للناس: فعل بافاعل مفعول اول و ظرف لغو، ایة: مفعول ثانی، لکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اعتدنا: فعل بافاعل، للظلمین: ظرف لغو، عذابا الیما: مفعول، لکر جملہ فعلیہ۔

﴿و عادا و ثمودا و اصحاب الرس و قرونا بین ذلك کثیرا﴾

و: عاطفہ، عادا: مفعول علیہ، و: عاطفہ، ثمودا و اصحاب الرس: معطوفان، و: عاطفہ، قرونا: موصوف، بین ذلك کثیرا: شبہ جملہ صفت، لکر معطوف ثالث لکر "اهلکنا"، فعل محذوف کیلئے مفعول، لکر جملہ فعلیہ۔

﴿و کلا ضربنا له الامثال و کلا تبرنا تتبیرا﴾

و: عاطفہ، کلا: مفعول "ضربنا" فعل محذوف کیلئے، لکر جملہ فعلیہ، ضربنا له الامثال: فعل بافاعل و ظرف لغو، و مفعول لکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کلا: مفعول مطلق، تبرنا تتبیرا: فعل بافاعل و مفعول مطلق، لکر جملہ فعلیہ۔

﴿و لقد اتوا علی القریة التي امطرت مطرا السوء﴾

و: متاقبہ، ل: تسمیہ، قد بحقیقہ، اتوا: فعل بافاعل، علی: جار، القریة: موصوف، التي: موصول، امطرت مطرا السوء: فعل بانائب الفاعل و مفعول مطلق، لکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، لکر صفت، لکر مجرور، لکر ظرف لغو، لکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، لکر جملہ تسمیہ متاقبہ۔

﴿اقلم یكونوا یرونہا بل كانوا لا یرجون نشورا﴾

همزة: حرف استفہام، ف: عاطفہ، لم: جاز متاقبہ، یكونوا: فعل ناقص با اسم، یرونہا: جملہ فعلیہ خبر، لکر جملہ فعلیہ، بل: عاطفہ، كانوا: فعل ناقص با اسم، لا یرجون نشورا: جملہ فعلیہ خبر، لکر جملہ فعلیہ۔

﴿و اذا راوک ان یتخذ و نک الا هزوا اهذی الذی بعث اللہ رسولا﴾

و: متاقبہ، اذا شرطیہ ظرفیہ مفعول فیہ مقدم، راوک: فعل بافاعل و مفعول، لکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ان: تاقبہ، یتخذون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، همزة: حرف استفہام، هذا: مبتدا، الذی بعث اللہ رسولا: موصول صلہ، لکر خبر لکر جملہ اسمیہ ہو کر قول محذوف "قالین" کیلئے مقولہ، لکر حال، لکر فاعل، ک: ضمیر مفعول اول، الا: اداة حصر، هزوا: مفعول ثانی، لکر جملہ فعلیہ جواب شرط، لکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان کاد لیضلنا عن الهتانا لولا ان صبرنا علیہا﴾

ان: مخففہ "هو ضمیر شان اسم، کاد: فعل مقارب با اسم، ل: ابتدائیہ، یضلنا عن الهتانا: فعل بافاعل و ظرف لغو، لکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، لکر

جملہ اسمیہ، لولا حرف شرط، ان: مصدریہ، صبرنا علیہا: جملہ فعلیہ تاویل مصدر مبتدا، "موجود" خبر محذوف، مگر جملہ اسمیہ ہو کر جزا محذوف "لصبر فاعلہا" کیلئے شرط، مگر جملہ شرطیہ۔

﴿وسوف يعلمون حين يرون العذاب من اضل سبيلا﴾

و: متانفہ، سوف: حرف استقبال، يعلمون: فعل بافاعل، حين: مضاف، يرون العذاب: جملہ فعلیہ مضاف الیہ مگر ظرف، من: استنہاسیہ مبتدا، اضل: مجبوز، سبيلا: تمييز، مگر خبر، مگر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول، مگر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿وارءيت من اتخذ الهه هوہ الفانت تكون عليه وكيلا﴾

همزه: حرف استفہام، راءيت: فعل بافاعل، من: موصولہ، اتخذ: فعل بافاعل، الهه: مفعول ثانی، هوہ: مفعول اول مگر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ مگر مفعول اول، همزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "انت تحصرص علبی ایمانہ" انت: مبتدا، تكون: فعل ناقص بااسم، عليه وكيلا: شبہ جملہ خبر، مگر جملہ فعلیہ خبر، مگر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿ہم تحسب ان اكثرهم يسمعون او يعقلون ان هم الا كالانعام بل هم اضل سبيلا﴾

ام: منقطعہ، تحسب: فعل بافاعل، ان اكثرهم: حرف مشبہ واسم، يسمعون: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، يعقلون: جملہ فعلیہ معطوف، مگر خبر، مگر جملہ اسمیہ، ہو کر مفعول، مگر جملہ فعلیہ، ان: نافیہ، ہم: مبتدا، الا: اداة حصر، الاكالانعام: بخرف مستقر خبر، مگر جملہ اسمیہ، بل: عاطفہ، ہم: مبتدا، اضل: مجبوز، سبيلا: تمييز، مگر خبر مگر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

اصحاب الرس کے بارے میں اقوال:

۱..... اہل تاویل کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اصحاب الرس کون تھے؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں جن میں سے چند ہم ذکر کرتے ہیں:

- (۱)..... اصحاب الرس سے مراد قوم ثمود ہے۔ (۲)..... یمامہ کی ایک بستی کا نام اصحاب الرس ہے، اسے فلج بھی کہتے ہیں۔ (۳)..... اہل عرب الرس اس کنویں کو کہتے ہیں جس کے گرد منڈیر نہ ہو یعنی معادن کے کنویں کو الرس کہتے ہیں۔ (۴)..... ایسا کنواں جس کے گرد لوگ جمع ہوتے ہوں الرس کہلاتا ہے۔ (۵)..... ہر قسم کا گڑھا چہ جائے کہ وہ کنواں ہو یا قبر الرس کہلاتا ہے۔ (۶)..... وہ قوم جو معادن کے لئے کنویں کھودا کرتی تھی جسے اللہ نے اپنے پاک کلام میں اصحاب الاخذود بھی کہا ہے۔ (الطبری، الجزء ۱۹، ص ۱۹ وغیرہ)

مثالیں ہدایت کا ذریعہ بنتی ہیں:

۲..... قرآن وحدیث میں ایسے بے شمار مقامات ہیں جہاں امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے، کافروں کو راہ راست پر لانے کے لئے، دین اسلام کی پرچار کے لئے اور کئی حوالوں سے مثالیں دے کر سمجھانے کا اہتمام کیا گیا ہے جن میں سے چند مقامات کا ہم ذکر کرتے ہیں تاکہ ہمارا موضوع تفہمی سے بچ جائے اور قارئین بھی استفادہ کریں۔ مثالیں دے کر نصیحت کرنا کارگر ہوتا ہے اللہ جل جلالہ نے خود فرمایا ﴿وذكر لان الذكري تنفع المؤمنين اور نصیحت کرو کہ نصیحت کرنا مومنوں کو فائدہ دیتا ہے﴾ (النہات: ۵۰)۔
قرآن سے مثالیں:

- (۱)..... ﴿مصلهم كمصل الذي استوقد ناراً فلما اضالت ما حوله ذهب الله بنورهم وتركهم في ظلمت لا يبصرون ان کی کہادت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اٹھا اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں

اندر میروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوچتا (البقرہ: ۱۷)۔

(۲)..... ﴿ان الله لا يستحي ان يضرب مثلا ما بعوضة فما فوقها يشك الله اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کو کسی ہی چیز کا ذکر فرمائے پھر ہو یا اس سے بڑھ کر (البقرہ: ۲۶)﴾۔

(۳)..... ﴿ان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے (البقرہ: ۱۲۷)﴾۔

(۴)..... ﴿ومثل الذين كفروا كمثل الذي ينعق بما لا يسمع الا دعاء ونداء اور کافروں کی کہات اس کی ہی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ و پکار کے سوا کچھ نہ سنے (البقرہ: ۱۷۱)﴾۔

(۵)..... ﴿مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة اذبت سبع سنابل في كل منبلة مائة حبة ان کی کہات جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے (البقرہ: ۲۶۱)﴾۔

(۶)..... ﴿كالذي ينفق ماله رياء الناس ولا يؤمن بالله واليوم الآخر فمثل كمثل صفوان عليه تراب فاصابه وابل فتركه صلدا لا يقدر ان على شيء اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے تو اس کی کہات ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اُسے ترا پتھر کر چھوڑا اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے (البقرہ: ۲۶۴)﴾۔

(۷)..... ﴿ومثل الذين ينفقون اموالهم ابتغاء مرضات الله وتثبيتا من انفسهم كمثل جنة بربوة اصابها وابل فانت اكلها ضعفين اور ان کی کہات جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمائے کو اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو اُو نے میوے لایا (البقرہ: ۲۶۵)﴾۔

احادیث سے مثالیں:

(۱)..... "ابن عمر سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک درختوں میں ایک ایسا درخت ہے، جس کے پتے نہیں گرتے اور بیشک وہ مسلمان کی مثل ہے، پس مجھے بتاؤ وہ کونسا درخت ہے؟"۔

(بخاری، کتاب العلم، باب قول المحدث حدثنا اخبرنا رقم ۶۲، ص ۴۱)

(۲)..... "قال انس بن مالك من توضا نحو وضوئي هذا ثم صلى ركعتين لا يحدث فيهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز ادا کی، جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہیں کی اللہ اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف کر دے گا" (صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: المضمضة في الوضوء، رقم ۱۶۴، ص ۳۳)

(۳)..... ہمیں قتادہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مومن بندہ نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے اللہ سے مناجات کر رہا ہوتا ہے، پس بندے کو چاہئے کہ وہ اپنے سامنے کی جانب اور دائیں جانب نہ تھو کے اور بائیں جانب اور اپنے قدموں کے نیچے تھو کے"۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: ليزق عن يساره، رقم: ۴۱۳، ص ۷۲)

(۴)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں سے ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے، تم کیا کہتے ہو، یہ غسل اس کے جسم میں میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے کہا: یہ اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے، اللہ ان کے سبب سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح البعاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: الصلوات الخمس کفارة، رقم: ۵۲۸، ص ۹۰)

(۵)..... سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ جاڑوں میں باہر تشریف لے گئے، پت جھڑ کا زمانہ تھا وہ ٹہنیاں پکڑیں، پتے کرنے لگے، فرمایا: ”اے ابو ذر!“ میں نے عرض کی، لیک یا رسول اللہ ﷺ فرمایا: ”مسلمان بندہ اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے گناہ ایسے گرتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے۔“

(مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابو ذر غفاری، رقم: ۲۱۶۱۲، ج ۸، ص ۱۳۳)

کافروں نے سید عالم ﷺ کی تبلیغ سے اعراض کیوں کیا؟

۳..... جہاں پیغمبر اسلام نے اور بہت سی تکالیف برداشت کیں ہیں وہیں دشمنان اسلام کا یہ کلام بھی ملاحظہ ہو کہ ”قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں سے بہکا دیں اگر ہم صبر نہ کرتے“ یعنی ان کی کوششیں، دعائیں، توحید کی جانب پھیرنے کے لئے جستجو اتنی اور مزید دلائل و معجزات ہمیں بہکا دینے کے لئے کافی تھے، انہوں نے ہمیں اپنے معجزات دکھا کر اپنے دین کی جانب پھیرنا چاہا لیکن ہم اپنے دین پر ڈٹے رہے اور ثابت قدم ہی رہے۔ (حاشیۃ الشہاب المسمی عنایۃ القاضی و کفایۃ الراضی، الجزء ۱۹، ص ۱۳۶)

متذکرہ بالا تفسیری نکات سے یہی خلاصہ حاصل ہوتا ہے کہ کافر جانتے تھے کہ سید عالم ﷺ کی تبلیغ اتنی پر اثر اور جامع ہے کہ اگر ضد و مدھری چھوڑ دیتے تو اسلام کی طرف مائل ہو جاتے لیکن انہیں اپنی ضد و ہٹ دھری چھوڑنا گوارا نہ تھی، انہیں اپنے مال کمانے کے دیگر ذرائع کے بند ہو جانے کے خدشات لاحق ہوئے اور انہوں نے دین اسلام سے اعراض کرنے ہی میں اپنے لئے بہتری جانی۔

کافروں کو چوپایوں سے زیادہ گمراہ کیوں کھا گیا؟

۴..... اللہ ﷻ نے سورۃ الاعراف میں کافروں کی مذمت فرمائی اور فرمایا ﴿لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ اُذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اَوْلٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ وَهٗ ذٰلِكَ جَنٌّ مِّنْ سِجِّينَ﴾ اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں (الاعراف: ۱۷۹) ﴿۔ جب کہ متذکرہ مقام پر فرمایا ﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنْ اَكْثَرُهُمْ يَسْمَعُونَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں سے بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ (الفرقان: ۱۷) ﴿۔ عنایۃ القاضی میں ہے کہ اس جملے میں کافروں کی شدید مذمت ہے کہ ان سے ان کا احساس و شعور ہی سلب ہو چکا ہے اور وہ حیوان کی طرح ہو گئے ہیں کہ وہ قبیح سے قبیح ترین کی جانب چل پڑے ہیں۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ ﴿بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ سے مراد یہ ہے کہ جانوروں میں یہ صفت پائی جاتی ہے کہ جب کوئی ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرے تو وہ فرمانبردار ہو جاتے ہیں اور اس بات کی تمیز کرتے ہیں کہ کون ان کا خیر خواہ ہے اور کس جانب سے انہیں تکلیف پہنچ رہی ہے اور حاصل ہونے والے نفع کی طلب میں لگے رہتے ہیں اور پہنچنے والے نقصان سے بچنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور یہ کافر جنہیں اپنے رب کے حضور عاجزی کی پراہہ ہی نہیں، جو احسان مندی کو پہچانتے ہی نہیں، شیطان کی طرف سے ملنے والی بُرائی کو بھی نہیں جانتے اور اس ثواب کے پیچھے نہیں پڑتے جس کے باعث انہیں بہت منافع ملنے والا ہے اور اس عذاب سے بھی نہیں لجاتے جس کی وجہ سے انہیں اخروی لحاظ سے شدید نقصان پہنچتا ہے۔

(حاشیۃ الشہاب علی بیضاوی، الجزء ۱۹، ص ۱۳۸)

اغراض: لبطول لبثہ: ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، اعتراض یہ ہے کہ جھٹلایا تو فقط ایک رسول حضرت نوح علیہ السلام کو تھا لیکن ”الرسول“ جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کے دو جواب دوں گا، ایک یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم

میں طویل مدت رہے، جیسا کہ متعدد رسل اتنی مدت میں رہے ہوں، دوسرے یہ کہ قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کو ایسے ہی جھٹلایا جیسا کہ دیگر اقوام نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ مروا: اس جملے سے ”اتوا“ کے معنی کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، مراد شام کی جانب سفر اختیار کرنا ہے۔ وہی عظیمی قری قوم لوط: بستی کا نام سدون تھا، کہا جاتا ہے کہ (عذاب سے ہلاک ہونے والی) پانچ بستیاں ہوئی ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ”القریۃ“ میں الف لام جنس کا ہے پس اس صورت میں تمام بستیاں شامل ہوگی، کیونکہ سب کی ہلاکت میں دفس جانا یا پتھروں کی بارش ہونا پایا گیا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ان بستیوں میں سے ایک بستی نجات پائی جس کے اعمال بڑے نیک تھے۔ مصدر ماء: اصل کے اعتبار سے، آیت کا معنی یہ ہے کہ ان پر بڑی طرح سے پتھروں کی برسات کی گئی۔

فی دعواہ: قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کا مذاق اس لئے اڑایا کہ انہیں ان کی رسالت پر اعتراف حاصل نہ تھا، اسی بنا پر انہوں نے مذاق اڑاتے ہوئے نازیبا کلمات کا تلفظ کیا۔
(الصاوی، ج ۴، ص ۲۱۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿الم تر﴾ ﴿تنظر﴾ ﴿الی﴾ ﴿فعل﴾ ﴿ربک﴾ ﴿کیف﴾ ﴿مد﴾ ﴿الظل﴾ ﴿من﴾ ﴿وقت﴾ ﴿الاسفار﴾ ﴿الی﴾ ﴿وقت﴾ ﴿طلوع﴾ ﴿الشمس﴾ ﴿ولو﴾ ﴿شاء﴾ ﴿لجعلہ﴾ ﴿ساکناً﴾ ﴿مقیماً﴾ ﴿لا﴾ ﴿یزول﴾ ﴿بطلوع﴾ ﴿الشمس﴾ ﴿ثم﴾ ﴿جعلنا﴾ ﴿الشمس﴾ ﴿علیہ﴾ ﴿ای﴾ ﴿الظل﴾ ﴿دلیلاً﴾ ﴿۳۵﴾ ﴿فلولا﴾ ﴿الشمس﴾ ﴿ما﴾ ﴿عرف﴾ ﴿الظل﴾ ﴿ثم﴾ ﴿قبضہ﴾ ﴿ای﴾ ﴿الظل﴾ ﴿الممدود﴾ ﴿الینا﴾ ﴿قبضا﴾ ﴿یسیراً﴾ ﴿۳۶﴾ ﴿خفیفاً﴾ ﴿بطلوع﴾ ﴿الشمس﴾ ﴿وهو﴾ ﴿الذی﴾ ﴿جعل﴾ ﴿لکم﴾ ﴿الیل﴾ ﴿لباساً﴾ ﴿سایراً﴾ ﴿کاللباس﴾ ﴿والنوم﴾ ﴿سباتاً﴾ ﴿راحة﴾ ﴿للأبدان﴾ ﴿یقطع﴾ ﴿الأعمال﴾ ﴿وجعل﴾ ﴿النهار﴾ ﴿نشوراً﴾ ﴿۳۷﴾ ﴿منشوراً﴾ ﴿فیہ﴾ ﴿لا﴾ ﴿یتغاء﴾ ﴿الرزق﴾ ﴿وغیرہ﴾ ﴿وهو﴾ ﴿الذی﴾ ﴿ارسل﴾ ﴿الریح﴾ ﴿وفی﴾ ﴿قراءة﴾ ﴿الریح﴾ ﴿بشرا﴾ ﴿بین﴾ ﴿یدی﴾ ﴿رحمته﴾ ﴿ای﴾ ﴿مُتَفَرِّقَةً﴾ ﴿قُدَّامَ﴾ ﴿الْمَطَرِ﴾ ﴿وفی﴾ ﴿قراءة﴾ ﴿بِسُكُونِ﴾ ﴿الشَّيْنِ﴾ ﴿تَخْفِيفاً﴾ ﴿وفی﴾ ﴿قراءة﴾ ﴿بِسُكُونِهَا﴾ ﴿وَفَتِحَ﴾ ﴿النُّونِ﴾ ﴿مصدر﴾ ﴿وفی﴾ ﴿اخری﴾ ﴿بِسُكُونِهَا﴾ ﴿وَضَمَّ﴾ ﴿المُوَحَّدَةِ﴾ ﴿بَدَلَ﴾ ﴿النُّونِ﴾ ﴿أی﴾ ﴿مُبَشِّرَاتٍ﴾ ﴿وَمُفْرِدًا﴾ ﴿لِأُولَى﴾ ﴿نَشُورٍ﴾ ﴿كَرَسُولٍ﴾ ﴿وَالْآخِرَةَ﴾ ﴿بَشِيرٍ﴾ ﴿وانزلنا﴾ ﴿من﴾ ﴿السماء﴾ ﴿ماء﴾ ﴿طهوراً﴾ ﴿۳۸﴾ ﴿مُطَهَّرًا﴾ ﴿لنحی﴾ ﴿به﴾ ﴿بلدة﴾ ﴿میتا﴾ ﴿بِالتَّخْفِيفِ﴾ ﴿یَسْتَوِی﴾ ﴿فِیهِ﴾ ﴿الْمَذْکَرُ﴾ ﴿وَالْمَوْثُوثُ﴾ ﴿ذِکْرَةَ﴾ ﴿بِاعْتِبَارِ﴾ ﴿الْمَكَانِ﴾ ﴿وَنَسْقِیهِ﴾ ﴿أی﴾ ﴿الماء﴾ ﴿مما﴾ ﴿خلقنا﴾ ﴿انعاماً﴾ ﴿إِبِلًا﴾ ﴿وَبَقَرًا﴾ ﴿وَأَنْعَمًا﴾ ﴿واناسی﴾ ﴿کثیراً﴾ ﴿۳۹﴾ ﴿جمع﴾ ﴿إِنْسَانٍ﴾ ﴿وَأَصْلُهُ﴾ ﴿أَنَاسِینَ﴾ ﴿فَأَبْدَلْتِ﴾ ﴿النُّونَ﴾ ﴿يَاءً﴾ ﴿وَأَدْعِمْتَ﴾ ﴿فِیْهَا﴾ ﴿الْيَاءَ﴾ ﴿أَوْ﴾ ﴿جَمَعَ﴾ ﴿إِنْسِی﴾ ﴿وَلَقَدْ﴾ ﴿صَرَفْنَاهُ﴾ ﴿أی﴾ ﴿الماء﴾ ﴿بِیْنِهِمْ﴾ ﴿لِیَذْکُرُوا﴾ ﴿أَصْلُهُ﴾ ﴿یَتَذَكَّرُوا﴾ ﴿أَدْعِمْتَ﴾ ﴿النَّاءُ﴾ ﴿فِی﴾ ﴿الدَّالِ﴾ ﴿وَفِی﴾ ﴿قِرَاءَةِ﴾ ﴿لِیَذْکُرُوا﴾ ﴿بِسُكُونِ﴾ ﴿الدَّالِ﴾ ﴿وَضَمَّ﴾ ﴿الكافِ﴾ ﴿أی﴾ ﴿نِعْمَةَ﴾ ﴿اللَّهِ﴾ ﴿بِهِ﴾ ﴿فابی﴾ ﴿اکثر﴾ ﴿الناس﴾ ﴿الا﴾ ﴿کفوراً﴾ ﴿۵۰﴾ ﴿جُحُودًا﴾ ﴿لِلنِّعْمَةِ﴾ ﴿حِثَّ﴾ ﴿قَالُوا﴾ ﴿مُطِرْنَا﴾ ﴿بِنُورٍ﴾ ﴿كَذَا﴾ ﴿ولو﴾ ﴿شئنا﴾ ﴿لبعثنا﴾ ﴿فی﴾ ﴿کل﴾ ﴿قرية﴾ ﴿نذیراً﴾ ﴿۵۱﴾ ﴿یُخَوِّفُ﴾ ﴿أَهْلَهَا﴾ ﴿وَلَكِنْ﴾ ﴿بَعَثْنَا﴾ ﴿إِلَى﴾ ﴿أَهْلِ﴾ ﴿الْقُرَى﴾ ﴿كُلَّهَا﴾ ﴿نَذِيرًا﴾ ﴿لِیَعِظَمَ﴾ ﴿أَجْرُکَ﴾ ﴿فلا﴾ ﴿تطع﴾ ﴿الکفرین﴾ ﴿فی﴾ ﴿هوائهم﴾ ﴿وجاهدهم﴾ ﴿به﴾ ﴿أی﴾ ﴿القرآن﴾ ﴿جهاداً﴾ ﴿کبیراً﴾ ﴿۵۲﴾ ﴿وهو﴾ ﴿الذی﴾ ﴿مرج﴾ ﴿البحرین﴾ ﴿آرسلهما﴾ ﴿مُتَجَاوِزَیْنِ﴾ ﴿هذا﴾ ﴿عذب﴾ ﴿فورات﴾ ﴿شَدِيدُ﴾ ﴿العذوبة﴾ ﴿وهذا﴾ ﴿ملح﴾ ﴿اجاج﴾ ﴿شَدِيدُ﴾ ﴿الملوحة﴾ ﴿وجعل﴾ ﴿بِیْنَهُمَا﴾ ﴿برزخاً﴾ ﴿حاجزًا﴾ ﴿لا﴾ ﴿یختلطُ﴾ ﴿أَخَذَهُمَا﴾ ﴿بِالْأَخْرِ﴾ ﴿وحجراً﴾ ﴿محجوراً﴾ ﴿۵۳﴾ ﴿ای﴾ ﴿بشراً﴾ ﴿ممنوعاً﴾ ﴿به﴾ ﴿إِخْتِلَاطُهُمَا﴾ ﴿وهو﴾ ﴿الذی﴾ ﴿خلق﴾ ﴿من﴾ ﴿الماء﴾ ﴿بشراً﴾ ﴿مِنَ﴾ ﴿السَّمْنِیِّ﴾

إِنْسَانًا ﴿فَجَعَلَهُ نَسَبًا﴾ ﴿وَصَهْرًا﴾ ﴿ذَا صَهْرٍ بَانَ يَنْزَوْجٌ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى طَلَبًا لِلتَّنَاسُلِ﴾ ﴿وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾ ﴿۵۴﴾ ﴿قَادِرًا عَلَىٰ مَا يَشَاءُ﴾ ﴿وَيَعْبُدُونَ﴾ ﴿أَيَّ الْكُفَّارِ﴾ ﴿مَنْ دُونَ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ﴾ ﴿بِعِبَادَتِهِ﴾ ﴿وَلَا يَضُرُّهُمْ﴾ ﴿بِتَرْكِهَا وَهُوَ الْأَصْنَامُ﴾ ﴿وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا﴾ ﴿۵۵﴾ ﴿مُعِينًا لِلشَّيْطَانِ بِطَاعَتِهِ﴾ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا﴾ ﴿بِالْحَيَاةِ﴾ ﴿وَنَذِيرًا﴾ ﴿۵۶﴾ ﴿مُخَوِّفًا مِّنَ النَّارِ﴾ ﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ﴾ ﴿أَيَّ عَلَىٰ تَبْلِيغِ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ﴾ ﴿مَنْ أَجْرًا﴾ ﴿لَكِنَّ﴾ ﴿مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا﴾ ﴿۵۷﴾ ﴿طَرِيقًا بِإِنْفَاقِ مَالٍ فِي مَرْضَاتِهِ تَعَالَىٰ فَلَا أَمْنَعُهُ مِّنْ ذَلِكَ﴾ ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾ ﴿وَسَبِّحْ﴾ ﴿مُتَلَبِّسًا﴾ ﴿بِحَمْدِهِ﴾ ﴿أَيُّ قُلِّ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ ﴿وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا﴾ ﴿۵۸﴾ ﴿عَالِمًا تَعَلَّقَ بِهِ بِذُنُوبٍ هُوَ﴾ ﴿الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ﴾ ﴿مِنَ أَيَّامِ الدُّنْيَا﴾ ﴿أَيُّ فِي قَدَرِهَا لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ تَمَّ شَمْسٌ وَلَوْ شَاءَ لَخَلَقَهُنَّ فِي لَمَحَّةٍ وَالْعُدُولُ عَنْهُ لَتَعْلِيمِ خَلْقِهِ التَّثْبُتِ﴾ ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ﴾ ﴿هُوَ فِي اللَّعْنَةِ سَرِيرَ الْمَلِكِ﴾ ﴿الرَّحْمَنِ﴾ ﴿بَدَلًا مِّنْ ضَمِيرِ اسْتَوَىٰ﴾ ﴿أَيُّ اسْتَوَاءً يَلِيقُ بِهِ﴾ ﴿فَسُئِلَ﴾ ﴿أَيُّهَا الْإِنْسَانُ﴾ ﴿بِهِ﴾ ﴿بِالرَّحْمَنِ﴾ ﴿خَبِيرًا﴾ ﴿۵۹﴾ ﴿يُخْبِرُكَ بِصِفَاتِهِ﴾ ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ﴾ ﴿لِكْفَارِ مَكَّةَ﴾ ﴿اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنْسَجِدَ لِمَا تَامَرْنَا﴾ ﴿بِالْفُرْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّةِ وَالْأَمْرِ مُحَمَّدًا وَلَا نَعْرِفُهُ لَا﴾ ﴿وَزَادَهُمْ﴾ ﴿هَذَا الْقَوْلَ لَهُمْ﴾ ﴿نَفُورًا﴾ ﴿۶۰﴾ ﴿عَنِ الْإِيمَانِ﴾

﴿ترجمہ﴾

اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا (تو ہی بمعنی تنظر ہے) اپنے رب (کے کام) کو کہ کیسا پھیلا یا سایہ.....!..... (غروب آفتاب سے لے کر طلوع شمس کے وقت تک) اور اگر چاہتا تو اسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا (کہ جو آفتاب سے بھی زائل نہ ہوتا، ساکن بمعنی مقیم ہے) پھر ہم نے سورج کو اس (سائے) پر دلیل کیا (پس اگر سورج نہ ہوتا تو سایہ بھی نہ بچانا جاسکتا) پھر ہم نے اسے سمیٹا (یعنی اس پھیلے ہوئے سائے کو) اپنی طرف آہستہ آہستہ (یعنی سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ تھوڑا تھوڑا کر کے) اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ (یعنی لباس کی طرح ڈھانپنے اور چھپانے والا) کیا اور نیند کو آرام (یعنی کاموں کو چھوڑ کر جسوں کے لئے راحت کا باعث) اور دن بتایا اٹھنے کے لیے (رزق وغیرہ کی تلاش کی خاطر، نشور، یعنی منشور، فیہ یعنی وہ وقت جس میں کسی کام کی خاطر کمر کس لی جائے) اور وہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں (ایک قرأت میں الريح جمع کی بجائے واحد الريح ہے) اپنی رحمت کے آگے مڑدہ سائی ہوئی (بارش کے آنے سے پہلے کھری ہوئی، ایک قرأت میں نُشْرًا تخفیفاً شین کے سکون کے ساتھ ہے، اور ایک قرأت میں بطور مصدر شین کے سکون اور نون کے فتح کے ساتھ ہے یعنی نُشْرًا ہے، ایک قرأت میں شین کے سکون اور نون کی بجائے ب کے ضمہ کے ساتھ ہے یعنی بُشْرًا بمعنی مبشرات خوش خبری دینے والیاں ہے، پہلی قرأت نُشْرًا کا مفرد و نُشُور ہے جیسا کہ رسول مفرد ہے نُسُل کا اور آخری قرأت کے مطابق اس کا مفرد ہشیر ہے) اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پاک کرنے والا (طہور بمعنی مطہر ہے.....!.....) تاکہ ہم اس پانی سے زندہ کریں کسی مردہ شہر کو..... ۳..... (میتا تخفیف کے ساتھ ہے جبکہ بلدہ میں تذکیر و تانیث برابر و مساوی ہوتی ہے، البتہ میتا کو مذکر ذکر کرنا مکان کے اعتبار سے ہے) اور اسے پلائیں (پانی) اپنے بنائے ہوئے بہت سے چوپائے

(مثلاً اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریوں کو) اور آدمیوں کو (السانی اصل میں اللسان کی جمع ہے جبکہ اصل میں یہ انسانی تھا، نون کو یا سے بدل کر یا میں اوقام کر دیا گیا ہے یا پھر یہ السسی کی جمع ہے) اور پینک ہم نے ان میں پھیرے رکھے (پانی کے) کہ وہ دھیان کریں (بد شکر و اصل میں یغذو کھو و اٹھا، تا دم ہم ہے ذال میں، ایک قرأت میں ذال کے سکون اور کاف کے ضمہ کے ساتھ یغذو کھو و اٹھا ہے یعنی اس لئے کہ وہ بارش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کریں) تو بہت لوگوں نے نہ مانا مگر ناشکری کرنا (یعنی نعمت خداوندی سے انکار کرنا، اس اعتبار سے کہ وہ کہا کرتے تھے: ”ہم پر فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے“) اور ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈر سنانے والا بھیجتے (جو ان بستی والوں کو ڈراتا، لیکن ہم نے آپ ﷺ کو تمام بستیوں کے باشندوں کی جانب نذیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ آپ ﷺ کو اجر عظیم عطا فرمایا جائے) تو کافروں کا کہنا نہ مان (ان کی خواہشات میں) اور اس (قرآن) سے ان پر جہاد کر بڑا جہاد، اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے رواں کیے دو سمندر (یعنی انہیں ایک دوسرے کا پڑوسی بنا کر جاری کیا) یہ بیٹھا ہے نہایت شیریں (عذب فرات بمعنی شدید العذوبۃ ہے یعنی حد درجہ بیٹھا) اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ (ملح اجاج بمعنی شدید الملوحة یعنی حد درجہ نمکین ہے) اور ان کے بیچ میں پردہ رکھا (ہرزخا بمعنی حاجزاً ہے یعنی ایک ایسی آڑ رکھی جو ان میں سے ایک کو دوسرے سے خلط ملط نہیں ہونے دیتی) اور روکی ہوئی آڑ (یعنی ایسا پردہ کہ جس کے ذریعے ان کا آپس میں ملنا ممنوع ہے..... یعنی.....) اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی (یعنی نطفہ سے انسان) پھر اس کے رشتے (یعنی رشتے دار) اور سسرال مقرر کی (یعنی سسرال والے، اس طرح کہ چاہے مرد ہو یا عورت آگے نسل بڑھانے کے لئے شادی کریں..... یعنی.....) اور تمہارا رب قدرت والا ہے (یعنی ہر اس کام کے کرنے پر قادر ہے جسے چاہتا ہے) اور پوجتے ہیں (کفار) اللہ کے سوا ایسوں کو جو ان کا کچھ نہ کریں بھلا (ان کی عبادت کر کے اور) برا (عبادت چھوڑنے کی وجہ سے، من دون اللہ سے مراد بت ہیں) اور کافر اپنے رب کے مقابل شیطان کو مدد دیتا ہے (یعنی شیطان کی پیروی کرنے کی بناء پر اس کا مددگار ہے) اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی (جنت کی) اور ڈر سنانا (یعنی آگ سے ڈرانے والا) تم فرماؤ میں تم سے اس پر (یعنی اس تبلیغ پر کہ جس کی خاطر مجھے بھیجا گیا ہے) کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر (الا بمعنی لکن ہے) جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف راہ لے (یعنی اللہ ﷻ کی رضا کے لئے مال خرچ کرنے کا راستہ اختیار کرے تو میں اس کو نہیں روکتا) اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا اور اسے سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو (یعنی اس کی تسبیح و تحمید ملا کر کیا کرو) اور وہی کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں پر خبردار (خبیرا بمعنی عالمانہ ہے، اور ہلنوب جار مجرور خبیروا کے متعلق ہے) جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے (جو مقدار میں دنیاوی دنوں کے برابر تھے اس لئے کہ اس وقت سورج نہ تھا، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک لمحہ میں بھی ان سب اشیاء کو پیدا فرما سکتا تھا لیکن ایسا نہ کرنا محض مخلوق کو ثابت قدمی و جلد بازی نہ کرنے کی تعلیم دینا ہے) پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (عرش لغت میں شاہی تخت کو کہتے ہیں) وہ بڑی مہر والا (الرحمن، استوی کی ضمیر ہو ذوالحال کا بدل ہے یعنی اس نے استواء فرمایا جیسا اس کے شایان شان ہے..... یعنی.....) تو پوچھ (اے انسان!) اس (رحمن) کی تعریف کسی جاننے والے سے (جو تمہیں اس کی صفات کی خبر دے) اور جب ان (کفار مکہ) سے کہا جائے رحمن کو سجدہ کرو..... کیے..... کہتے ہیں رحمن کیا ہے، کیا ہم سجدہ کر لیں جسے تم کہو (حالانکہ ہم اس رحمن کو جاننے تک نہیں لہذا ہم ایسا نہیں کریں گے، ناصر فاکوتا اور یا کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے، جبکہ یہاں حکم دینے والی ہستی سرور و دو عالم نور مجسم ﷺ کی ہے) اور اس حکم نے انہیں (یعنی اس قول نے انہیں) اور زیادہ کر دیا بدکنے والا (یعنی نفرت کرنے والا ایمان سے)۔

﴿تو کیسے﴾

﴿والم تر الى ربك كيف مد الظل ولو شاء لجعله ساكنا﴾

ہمزہ: حرف استفہام، لم تر: فعل نفی بافاعل، الی: جار، ربک: مضاف محذوف "ضیع" کیلئے مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، کیف: اسم استفہام بمعنی "عسلی ایہ حسال" حال مقدم، مد: فعل "هو" نہمیر ذوالحال، اپنے حال مقدم سے ملکر، فاعل، الظل: ذوالحال، و: حالیہ، لو بشرطیہ، شاء: جملہ فعلیہ شرط، ل: تاکیدیہ، جعلہ ساکنا: فعل بافاعل ومفعول اول و ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ متعلقہ۔

﴿ثم جعلنا الشمس عليه دليلا﴾

ثم: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، الشمس: ذوالحال، علیہ: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول اول، دلیلا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، قبضنہ: فعل بافاعل ومفعول، الینا: ظرف لغو، قبضا یسیرا: مرکب تو صغری مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وهو الذي جعل لكم الليل لباسا والنوم سباتا وجعل النهار نشورا﴾

و: عاطفہ، هو مبتدأ، الذي: موصول، جعل: فعل بافاعل، لكم: ظرف مستقر حال، لباسا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، سباتا: معطوف ملکر ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، الیل: معطوف علیہ، و: عاطفہ، النوم: معطوف، ملکر مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل النهار نشورا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وهو الذي ارسل الريح بشرا بين يدي رحمة﴾

و: عاطفہ، هو مبتدأ، الذي: موصول، ارسل: فعل بافاعل، الريح: ذوالحال، بشرا: موصوف، بین یدی رحمة: ظرف متعلق محذوف صفت، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانزلنا من السماء ماء طهورا﴾

و: عاطفہ، انزلنا من السماء: فعل بافاعل وظرف لغو، ماء طهورا: مفعول، ل: جار، نحی بہ بلدۃ میتا: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نسقیہ: فعل بافاعل ومفعول، مما خلقنا: ظرف مستقر حال مقدم، انعاما: ذوالحال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اناسی کثیرا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد صرفناه بينهم ليدكروا فابي اكثر الناس الا كفورا﴾

و: عاطفہ، ل: تسمیہ، قد بحقیقیہ، صرفنہ بینہم: فعل بافاعل ومفعول وظرف، لیدکروا: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ، ف: عاطفہ، ابی: فعل، اکثر الناس: فاعل، الا: اداة حصر، كفورا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولوشنا لبعثنا في كل قرية نذيرا﴾

و: عاطفہ، لو بشرطیہ، شنتنا: جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ل: تاکیدیہ، بعثنا: فعل بافاعل، فی کل قریۃ: ظرف لغو، نذیرا: مفعول ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلا تطع الكافرين وجاهدهم به جهادا كبيرا﴾

ف: فصیحیہ، لا تطع الكافرين: فعل نہی بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جاهدہم: فعل امر بافاعل، بہ: ظرف لغو، جهادا کبیرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا كان الامر كذلك" کی جزا، ملکر جملہ فعلیہ شرطیہ۔

﴿وہو الذى مرج البحرين هذا عذب فرات وهذا ملح اجاج﴾

و: عاطفہ، ہو مبتداء، الذى: موصول، مرج: فعل بافاعل، البحرين: ذوالحال، هذا: مبتداء، عذب فرات: خبر، ملکہ جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، هذا ملح اجاج: جملہ اسمیہ معطوف، ملکہ قول محذوف "قولا فیہما" کیلئے مقولہ، ملکہ جملہ قولیہ، ہو کہ حال، ملکہ مقول، ملکہ جملہ فعلیہ ہو کہ صلہ، ملکہ خبر، ملکہ جملہ اسمیہ۔

﴿وجعل بينهما برزخا وحجرا محجورا﴾

و: عاطفہ، جعل: فعل بافاعل، بينهما: ظرف متعلق بمحذوف مفعول ثانی، برزخا: محطوف علیہ، و: عاطفہ، حجرا محجورا: معطوف، ملکہ مفعول اول، ملکہ جملہ فعلیہ۔

﴿وہو الذى خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا وکان ربک قدیرا﴾

و: عاطفہ، ہو مبتداء، الذى: موصول، خلق من الماء بشرا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، جعلہ: فعل بافاعل ومفعول، نسبا و صهرا: معطوف علیہ و معطوف، ملکہ مفعول ثانی، ملکہ جملہ فعلیہ معطوف، ملکہ صلہ، ملکہ خبر، ملکہ جملہ اسمیہ، و: مبتداء، کان ربک: فعل ناقص و اسم، قدیرا: خبر، ملکہ جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿ويعبدون من دون الله مالا ينفعهم ولا يضرهم﴾

و: متانفہ، يعبدون: فعل بافاعل، من دون الله: ظرف مستقر حال مقدم، ما: موصول، لا ينفعهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا يضرهم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکہ ذوالحال، ملکہ مفعول، ملکہ جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿وكان الكافر على ربه ظهيرا و ما ارسلناک الا مبشرا و نذیرا﴾

و: عاطفہ، کان الکافر: فعل ناقص و اسم، على ربه ظهيرا: شبہ جملہ خبر، ملکہ جملہ فعلیہ، و: متانفہ، ما ارسلنا: فعل نفی بافاعل، ک: ذوالحال، الا: اداة حصر، مبشرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نذیرا: معطوف، ملکہ حال، ملکہ مفعول، ملکہ جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿قل ما استلکم علیہ من اجر الا من شاء ان يتخذ الى ربه سبیلا﴾

قل: قول، ما استلکم: فعل نفی بافاعل ومفعول، علیہ: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائدہ، اجر: مستغنی منه، الا: حرف استثناء، من: موصول، شاء: فعل بافاعل، ان يتخذ الى ربه سبیلا: جملہ بتاویل مصدر مفعول، ملکہ جملہ فعلیہ ہو کہ صلہ، ملکہ مستغنی، ملکہ ذوالحال، ملکہ مفعول، ملکہ جملہ فعلیہ ہو کہ مقولہ، ملکہ جملہ قولیہ۔

﴿وتوکل على الحى الذى لا يموت و سبح بحمده﴾

و: عاطفہ، توکل: فعل امر بافاعل، على: جار، الحى: موصوف، الذى لا يموت: موصول صلہ، ملکہ صفت، ملکہ مجرور، ملکہ ظرف لغو، ملکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، سبح: فعل امر انت ضمیر ذوالحال، بحمده: ظرف مستقر "ملتبسا" شبہ فعل محذوف کیلئے، ملکہ حال، ملکہ قائل، ملکہ جملہ فعلیہ۔

﴿و کفى به بذنوب عباده خبیرا﴾ الذى خلق السموات والارض وما بينهما فى ستة ايام ثم اسعوى على العرش

و: عاطفہ، کفى: فعل، ب: زائدہ، ضمیر موصوف، الذى: موصول، خلق السموات والارض وما بينهما فى ستة ايام: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، اسعوى على العرش: جملہ فعلیہ معطوف، ملکہ صلہ، ملکہ صفت، ملکہ ضمیر، بذنوب عباده: ظرف لغو

مقدم، خمیرا بجمعت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر تیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الرحمن فسئل به خمیرا﴾

الرحمن: مبتدا محذوف ”هو“ کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، اسئل: فعل امر بافاعل، بہ خمیرا: شبہ جملہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف ”اذا کان الامر کذلک“ کی جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وإذا قیل لهم اسجدوا للرحمن قالوا وما الرحمن انسجد لما تأمرنا﴾

و: متعلقہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قیل لهم: فعل مجهول بانائب الفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، اسجدوا للرحمن: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر شرط، قالوا: قول، و: زائدہ، ما: استفہامیہ مبتدا، الرحمن: خبر ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، همزہ: حرف استفہام، نسجد: فعل بافاعل، لما تأمرنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ تالیہ جواب شرط، ملکر شرطیہ متعلقہ۔

﴿وزاد هم نفورا﴾

و: عاطفہ، زاد هم: فعل بافاعل ومفعول، نفورا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اعراض﴾

ظل کے معانی کے بارے میں اہل لغت کے اقوال:

۱..... ابن جنی کہتے ہیں کہ وہ سایہ جو دھوپ پر غالب آجائے ظل کہلاتا ہے، دھوپ کی ضد کو بھی ظل کہتے ہیں، بعض نے ظل اور فُی میں فرق کیا ہے کہ ظل اسے کہتے ہیں جہاں سورج کی روشنی نہ پہنچے اور فُی کے معنی ہیں وہ جگہ جہاں دھوپ پہنچ کر ختم ہو جائے۔ اسی مناسبت سے ظل الجنة کہا جاتا ہے یعنی جنت کا گھنا سایہ، فُی الجنة نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ جنت میں سورج کی روشنی ہی نہیں (بلکہ جنت تو اللہ جل جلالہ کے فضل سے روشن ہی روشن ہے)، اس کی جمع اظلال، ظلول اور ظلال ہے۔ ظل اللیل کے معنی ہیں رات کا سایہ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ”اتانا فی ظل اللیل یعنی وہ ہمارے پاس رات کے وقت میں آئے“۔ ابن الہیثم کہتے ہیں: ہر وہ چیز جہاں سورج کی شعاعیں نہ پہنچتی ہوں ظل کہلاتا ہے اور فُی کے معنی ہیں جہاں روشنی چھٹ جائے، یعنی جانب مغرب سایہ ہو تو جانب مشرق دھوپ ہو۔

(لسان العرب، حرف ظاء، الجزء ۸، ص ۲۶۰)

ماء طہور کے بارے میں تحقیق انیق:

۲..... حیض و نجاست کی ضد کو طہر کہتے ہیں، اور اس کی جمع اطہار ہے۔ لسان العرب، حرف طاء، الجزء ۸، ص ۲۱۰۔ ابتداء بانی کی تین قسمیں کی جاتی ہیں۔ طاہر، طاہر غیر مطہر اور منجس، اور یہ وہ اقسام ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہیں۔ ضمناً موضوع کو تطہل سے بچانے کے لئے چند باتیں درج ذیل بیان کی جاتی ہیں۔

النوع الاول: الماء الطہور او المطلق: وہ پانی جو فی نفسہ طاہر و مطہر ہو یعنی خود بھی پاک ہو اور دوسرے کو پاک کرنے والا بھی ہو جیسا کہ آسمان کا پانی ہوتا ہے یا چشمے کا پانی، یہ پانی اپنی خلقت کے اعتبار طاہر و مطہر ہوتا ہے، جب کہ اس کے تین اوصاف (رنگ، بو، ذائقہ) میں سے کوئی وصف زائل نہ ہو جائے یا کسی چیز کے گر جانے کی وجہ سے اس کی طہارت سلب نہ ہو جائے جیسا کہ پاک مٹی کا گرنایا نمک یا پودوں کا پانی، اور وہ پانی مستعمل بھی نہ ہو، جیسا کہ بارش کا پانی یا پہاڑوں کا پانی، چشموں کا پانی، بستوں، نہروں اور سندروں کا پانی، برف اور اولوں کا پانی، اسی قسم کا ہر پلٹھا یا نمکین پانی یا وہ پانی جو جم کر نمک بن جاتا ہے یا پسینہ، یا بخارات بن کر اڑ جانے والا پانی حقیقی پانی کے حکم میں ہیں۔ احتاف کہتے ہیں کہ جم کر نمک بن جانے والا پانی جننے سے پہلے پاک ہے لیکن جننے کے بعد طاہر غیر

مطہر ہے جس سے نہ تو وضو ہو سکتا ہے اور نہ ہی گندگی ختم ہو سکتی ہے۔ ماہ مطلق بالا جماع طاہر و مطہر ہے جس سے نجاست زائل ہو سکتی ہے اور وضو غسل ہو سکتا ہے اللہ عزوجل کا فرمان ﴿وَ أَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا﴾ اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پاک کرنے والا (الفرقان: ۴۸) ﴿وَوَيْسَلُكَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءٌ لِيُطَهِّرَ كَمَا بَدَأَ آسْمَانَ سَمَاءٍ مِّنْ قَبْلُ﴾ اور ہم نے آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کر دے (الانفال: ۱۱) ﴿سَيَذَرُ اللَّهُ الْكُفْرَ وَالشِّرْكَاءَ﴾ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی مگر جب کہ اس کے رنگ، بو اور ذائقے پر کوئی چیز غالب آجائے۔“

النوع الثانی: الماء الطاهر غیر الطهور: اس کا حکم یہ ہے کہ ناپاکی کو زائل کر دیتا ہے یعنی کپڑے یا جسم پر لگی ہوئی ناپاکی زائل کر دیتا ہے لیکن وضو کرنے کے قابل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے غسل ہو سکتا ہے، اس کی تین قسمیں ہیں جن میں سے اول یہ ہے کہ غلبہ کی وجہ سے پانی اپنی رقت و سیلان کو ختم کر دے جیسا کہ پانی کا اتنا پک جانا جس سے اس کی رقت و سیلان ختم ہو جائے، دوم یہ کہ پانی مستعمل ہو جائے امام اعظم کے نزدیک وہ درود سے کم پانی غیر جاری کہلاتا ہے۔ اور شوافع کے نزدیک دو گھڑوں کی مقدار یا اس سے زیادہ پانی ہونا اس میں نجاست کرنے کے باوجود پانی وضو کے قابل رہتا ہے۔ تیسرے یہ کہ پھلوں و پھولوں کا پانی جو کہ پاک ضرور ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں۔

النوع الثالث: الماء النجس: وہ پانی جس میں ایسی نجاست گر جائے جو ناقابل معافی ہو یعنی اس کی موجودگی میں پانی ناپاک کہلائے جیسا کہ تھوڑے مقدار میں جانور کی میٹھنیاں، جب کہ پانی غیر جاری قلیل (وہ درود) سے کم ہو۔

(فقہ الاسلامی والادلة، المبحث الرابع: انواع المياه، ج ۱، ص ۲۶۴)

بارش سے نظام زندگی کا انحصار و فوائد:

۳۱..... جس طرح مردہ انسان بے حس و حرکت ہوتا ہے، مردہ جانور کو لوگ کچڑا کوٹھی میں پھینک دیتے ہیں، مردہ مرجھایا ہوا درخت کاٹ دیا جاتا ہے، اسی طرح مردہ زمین جو اناج نہ اگا سکے، پھل پیدا نہ کر سکے، پتھر بے کار چٹیل میدان ہو چکی ہو، ایسی صورت میں اگر کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو فقط ایک ہی وجہ سے کہ اسے سیراب کر دیا جائے اور سیراب کرنے والی ذات رب وحدہ لا شریک کی ہے جس کے لئے بارش کے ذریعے مردہ زمین کو سیراب کرنا آسان ہے۔ یہ بھی نعمت کہ جب یہ بارش آسمان سے زمین پر نازل ہوتی ہے تو پاک و صاف طاہر مطہر ہوتی ہے۔ سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے ”ان السماء لا یجذب یعنی پانی ناپاک نہیں ہے“ (ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب: ان الماء لا یحب، رقم: ۶۸، ص ۲۸) لیکن بعض دیگر عوارض کی وجہ سے کبھی بارش کا پانی کسی اور ناپاک چیز کے ساتھ مل جانے کی صورت میں ناپاک ہو جاتا ہے۔ یہی پانی نسل حیوان و نباتات و چرند و پرند و تمام جانداروں کی حیات کا ذریعہ ہے۔ یہی پانی عبادات مقصودہ کے جائز ہونے کا ذریعہ، نسل انسانی کا ارتقاء بھی پانی ہی سے ہے اگرچہ اسے ناپاک پانی کہتے ہیں، الغرض پانی کا نہ پایا جانا تصور کر لیں تو پتہ چلتا ہے کہ زندگی کتنی مشکل ہو سکتی ہے۔

میٹھے و نمکین پانی کے درمیان قدرتی آڑ:

۳۲..... علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حسن کے قول کے مطابق مراد بحر و فارس ہیں، ابن عباس اور ابن جبر کہتے ہیں کہ مراد آسمانی سمندر و زمینی سمندر ہیں، ابن عباس ہی کا قول ہے کہ دونوں سمندر آپس میں ملتے ہیں لیکن دونوں کے مابین برزخ (آڑ) ہے۔

(القرطبی، الجزء ۱۹، ص ۵۷)

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں میٹھے پانی کے سمندر سے مراد بڑا سمندر ہے جیسا کہ نیل، اور کھارے پانی کے سمندر سے مراد بھی

بڑا سمندر ہے لیکن دونوں کے مابین برزخ (آڑ) کا پایا جانا اللہ جل جلالہ کی قدرت کا عظیم شاہکار ہے کہ دونوں متضاد صفات ایک دوسرے سے ملنے نہیں پاتی۔

نسب و صہر کا بیان:

۵..... نسب کے معنی قرابت کے ہیں، اس کی جمع الانساب ہے، ایک قول کے مطابق نسب سے مراد خاص قرابت (والدین، بھائی، بہن و دیگر) ہیں۔

(لسان العرب، الجزء ۱۴، الحرف النون، ص ۱۱۸)

شریعت کی رو سے نسب باپ سے ہے، بعض مشہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھے ہیں اور وہ باوجود تنہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکم حدیث صحیح مستحق لعنت الہی ہوتے ہیں۔

(الفتاویٰ الرضویہ منخرجہ، کتاب الزکوٰۃ، ج ۱۰، ص ۱۰۹)

مولانا امجد علی اعظمی نے حرمت نسب کے حوالے سے عنوان قائم کر کے کچھ رشتے شمار کروائے ہیں جو کہ درج ذیل پیش خدمت ہیں:

(۱)..... دادی، نانی، پردادی، پر نانی، اگرچہ کتنی ہی اوپر کی ہوں سب حرام ہیں اور یہ سب ماں میں داخل ہیں کہ یہ باپ یا ماں یا دادا یا دادی، نانا، نانی کی مائیں ہیں کہ ماں سے مراد وہ عورت ہے جس کی اولاد میں یہ ہے بلا واسطہ یا بالواسطہ۔

(۲)..... بیٹی سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اس کی اولاد ہیں، لہذا پوتی، پر پوتی، نواسی، پر نواسی اگرچہ درمیان میں کتنی ہی پشتوں کا فاصلہ ہو سب حرام ہیں۔

(۳)..... بہن خواہ حقیقی ہو یعنی ایک ماں باپ سے یا سوتیلی کہ باپ دونوں کا ایک ہے اور مائیں دو یا ماں ایک ہے اور باپ دو سب حرام ہیں۔

(۴)..... باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہ اصول کی پھوپھیاں یا خالائیں اپنی پھوپھی اور خالہ کے حکم میں ہیں، خواہ یہ حقیقی ہوں یا سوتیلی، پونہی حقیقی یا اعلاتی پھوپھی کی پھوپھی یا حقیقی یا اخیانی خالہ کی خالہ۔

(۵)..... بیٹی، بھانجی سے بھائی، بہن کی اولادیں مراد ہیں، ان کی پوتیاں، نواسیاں بھی اسی میں شمار ہیں۔

(۶)..... زنا سے بیٹی، پوتی، بہن، بیٹی، بھانجی بھی محرمات میں ہیں۔

(۷)..... جس عورت سے اس کے شوہر نے لعان کیا اگرچہ اس کی لڑکی اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگی مگر پھر بھی اس شخص پر وہ لڑکی حرام ہے۔

(بہار شریعت منخرجہ، کتاب النکاح، باب: حرمت نسب، ج ۲، حصہ ۷، ص ۲۲)

ہمارے معاشرے میں بے راہ روی کی وجہ سے کئی خواتین بغیر نکاح کے ہی ماں بن جاتی ہیں، عند الشرع پیدا ہونے والی اولاد کا نسب کیا ہوگا؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: بازاری عورت جو اپنے پیشہ پر رہے اور ایک شخص کے ساتھ بطور زنا منکوحہ

پابند نہ ہو کہ خانہ نشینی اختیار نہ کرے اسے صرف تعلق فاجرانہ کے سبب منکوحہ نہیں ٹھہرا سکتے تا وقتیکہ حجت شرعیہ سے ثبوت نکاح نہ ہو اور جو اولاد بے نکاح پیدا ہو اس کا نسب صرف ماں سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ باپ سے، اگرچہ اس کے نطفے سے ہونا متعین ہوا ہو اور وہ اس

خیال سے اس کی طرف نسبت بھی کئے جائیں، سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "الولد للفراش وللعاهر الحجر" یعنی بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔"

(الفتاویٰ الرضویہ منخرجہ، کتاب الفرائض، ج ۲۶، ص ۱۳۵)

(۸)..... جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس سے نکاح ہو سکتا ہے، پھر اگر اسی کا وہ حمل ہے تو وطی بھی کر سکتا ہے اور اگر دوسرے کا حمل ہے تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو لے وطی جائز نہیں۔ (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب: فی المحرمات، مطلب: مهم فی وطء السراوی اللابی،

ج ۴، ص ۱۴۱) (بہار شریعت منخرجہ، ج ۲، حصہ ۷، ص ۳۴)

(۹)..... کسی عورت سے نکاح کیا اور چھ مہینے یا زائد میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور کم میں ہوا تو نہیں اگرچہ شوہر کہے کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب العاشر عشر فی ثبوت النسب، ج ۱، ص ۵۶۱)

صہر سے مراد بھی قرابت دار ہے، لیکن اس میں بیوی کے قرابت دار مثلاً والدین، بھائی، بہن و دیگر شامل ہیں۔ اسکی جمع

(لسان العرب، الجزء ۷، الحرف الصاد، ص ۴۲۸)

الاصهار و صہراء ہے۔

☆..... حضرت ربیعہ بن الحارث نے حضرت علیؓ سے کہا: "لقد نلت صہر رسول اللہ ﷺ فما نفسناہ علیک یعنی آپ کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ سید عالم ﷺ آپ کے سسر ہیں، سو ہم خود کو آپ پر ترجیح نہیں دیتے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ترک استعمال ال نسی علی الصدقہ، رقم: ۰۷۲/۲۳۷۰، ص ۴۸۹)

سسرالی رشتے داروں کی چار قسمیں ہیں:

(۱)..... بیویوں کی سگی مائیں یا دادیاں، (۲)..... بیوی کے سابق شوہر سے بیٹیاں اور ان بیٹیوں کی اولاد خواہ وہ بیٹی موجودہ شوہر کے زیر پرورش ہو یا نہ ہو، (۳)..... بیٹے یا پوتے کی بیوی اور نواسے کی بیوی، خواہ بیٹے نے بیوی کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو، البتہ منہ بولے بیٹے کی بیوی حرام نہیں ہے۔ (۴)..... سگے باپ دادا کی بیویاں، یہ وہ محرمات صہریہ ہیں جو کسی شخص پر دایم حرام نہیں ہوتی ہیں۔

(بہار شریعت مخرجہ، ج ۲، حصہ ۷، ص ۲۲)

علامہ مرغینانی فرماتے ہیں: جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا اس پر اس کی ماں اور اس کی بیٹی حرام ہو جائے گی اور امام شافعی نے کہا زنا حرمت مصاہرت کو واجب نہیں کرتا کیونکہ حرمت مصاہرت ایک نعمت ہے اور وہ ممنوع کام کے ارتکاب سے حاصل نہیں ہوتی، ہماری دلیل یہ ہے کہ وطی اولاد کے واسطے سے جزئیت کا سبب ہے حتیٰ کہ اولاد کی نسبت ماں باپ میں سے ہر ایک کی طرف ہوتی ہے، پس عورت کے اصول و فروع مرد کے اصول و فروع کی طرح ہوتے ہیں اور مرد کے اصول و فروع عورت کے اصول و فروع کی طرح ہوتے ہیں اور بغیر ضرورت کے جزء سے نفع حاصل کرنا حرام ہوتا ہے، لہذا جب مرد اور عورت ایک دوسرے کا جزء ہو گئے تو مرد کا عورت سے وطی کرنا حرام ہو گیا مگر اولاد کی ضرورت کی وجہ سے اس کو جائز کر دیا گیا ہے اور زنا سے اولاد کے حصول کی غرض نہیں ہوتی۔

(الہدایۃ، کتاب النکاح، باب النسب/حرمت مصاہرت، ج ۳، ص ۱۲)

استوائے باری تعالیٰ کا بیان:

۱..... علامہ غلام رسول سعیدی تبیان القرآن جلد ۳، ص ۱۵۸ وغیرہ پر استوائے باری ﷻ کے بارے میں فرماتے ہیں، اس مسئلے میں کہ اللہ ﷻ عرش پر مستوی ہے اس بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے باطل عقیدے کا رد اور ساتھ ہی ساتھ صحیح اسلامی عقیدے کا پرچار کرتے ہوئے ہم درج ذیل ایک اہم اور تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہیں چنانچہ شیخ ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ "اللہ ﷻ پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے اپنی کتاب میں جو اپنی صفات بیان کی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے جو اللہ ﷻ کی صفات بیان کی ہیں ان پر بغیر کسی تحریف و تکلیف اور تمثیل کے ایمان لایا جائے، مطلب یہ کہ ان صفات کی نہ تو کوئی تاویل کی جائے اور نہ ہی ان کی مخلوق کے ساتھ کوئی مثال دی جائے، بلکہ یہ ایمان رکھا جائے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ اور وہ سمیع و بصیر ہے۔ اور اللہ ﷻ نے جس چیز کے ساتھ خود کو موصوف کیا ہے اس کی نہ کی جائے، اور اللہ ﷻ کے کلمات کو نہ بدلا جائے، اور اس کے اسماء اور آیات کو نہ بدلا جائے، اور نہ ہی ان کا کوئی معنی متعین کیا جائے، اور نہ مخلوق کی صفات سے ان کی مثال دی جائے کیونکہ اللہ ﷻ کا کوئی ہم نام ہے نہ کوئی کفو ہے، نہ کوئی اس کا مثل و نظیر ہے، نہ اس کا مخلوق پر قیاس کیا جائے، کیونکہ اللہ ﷻ خود اپنے کو اور دوسروں کو زیادہ جاننے والا ہے۔ اور اس کا قول

سب سے زیادہ سچا ہے پھر اس کے تمام رسول سچے ہیں نہ خلاف ان لوگوں کے جو بغیر علم کے اللہ ﷻ کے متعلق باتیں کرتے ہیں اسی لئے اللہ ﷻ نے فرمایا ہے کہ ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾ (الصافات: ۱۸۰-۱۸۲)

رسولوں کے مخالفین اللہ ﷻ کی جو صفات بیان کرتے ہیں اللہ ﷻ نے ان سے اپنی برائت فرمائی ہے۔ اور رسولوں نے جو اللہ ﷻ کی نقیص و عیب سے جو برائت بیان کی تھی ان پر سلام بھیجا ہے اللہ ﷻ کے لئے سچ اور بھرتا بت ہے کیونکہ اس نے فرمایا کہ انہ ہو السميع البصير ۝ اللہ ﷻ کے لئے چہرہ ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا کہ ویسقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ۝ اور کل شیء ہالک الا وجہہ ۝ اور اللہ ﷻ کے دو ہاتھ ثابت ہیں کیونکہ اس نے فرمایا ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی ۝ اور اللہ ﷻ کے لئے دو آنکھیں ثابت ہیں کیونکہ اس نے فرمایا واصبر لحکم ربک فانک باعیننا ۝ اور اللہ ﷻ کے لئے عرش پر استواء ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا الرحمن علی العرش استوی ۝ اور اس طرح کی سات آیتیں ہیں۔

(العقیدۃ الواسطیہ مع شرحہ، ص ۶۳-۱۵ ملخصاً مطبوعہ دار السلام ریاض)

اس کے بعد احادیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ ﷻ آسمان دنیا کی طرف اپنی شان کے لائق نازل ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر رات کے آخری تہائی حصے میں ہمارا رب ﷻ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے (صحیح بخاری و مسلم) اور اللہ ﷻ خوش ہوتا ہے اور ہنستا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ کو اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو گم شدہ اونٹنی کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے (صحیح بخاری و مسلم) اللہ ﷻ ان دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنستا ہے جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے (صحیح بخاری و مسلم) اللہ ﷻ کی ٹانگ اور قدم ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم میں لوگوں کو ڈالا جاتا رہے گا حتیٰ کہ وہ کہے گی کہ کیا اور زیادہ بھی ہیں حتیٰ کہ اللہ ﷻ اس میں اپنی ٹانگ رکھ دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا۔ (صحیح بخاری و مسلم)۔

(العقیدۃ الواسطیہ مع شرحہ، ص ۸۳-۸۰ ملخصاً مطبوعہ دار السلام ریاض)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شیخ ابن تیمیہ کے نظریے ”استواء“ اور صفات میں اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”شیخ ابن تیمیہ نے حمویہ اور واسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ ﷻ کے لئے ہاتھ و سر و چہرہ اور پنڈلی کا جو ذکر آیا ہے وہ اس کی صفات حقیقیہ ہیں۔ اور اللہ ﷻ عرش پر بذاتہ مستوی ہے اس سے کہا گیا کہ اس سے تمیز اور انقسام لازم آئے گا تو اس نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ تمیز اور انقسام اجسام کے خواص میں سے ہیں، اسی وجہ سے ابن تیمیہ کے متعلق کہا گیا کہ وہ اللہ ﷻ کے لئے تمیز اور انقسام کا قائل ہے۔“

(الدرر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۴ مطبوعہ دار الحلیل بیروت)

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ: ابن تیمیہ کا یہ قول کہ اللہ ﷻ جسمیت، جہت اور انتقال سے موصوف ہے اور وہ عرش کے برابر ہے، نہ چھوٹا، نہ بڑا، اللہ ﷻ اس قبیح افتراء سے پاک ہے جو کہ صریح کفر ہے۔

(الفتاویٰ الحدیثیہ، ص ۱۰۰، مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ بہ مصر)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام فرماتے ہیں: اللہ ﷻ عرش پر مستوی ہے اور یہ ایسا استواء نہیں ہے جیسا ایک جسم کا دوسرے پر استواء ہوتا ہے کہ وہ اس سے مماس ہوتا ہے یا اس کی محاذات (سمت) میں ہوتا ہے۔ بلکہ جو استواء اس کی شان کے لائق ہو جس کو اللہ ﷻ ہی زیادہ جاننے والا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ ﷻ عرش پر مستوی ہے اور مخلوق کے ساتھ اس کی مشابہت کی نفی کی جائے، رہا یہ کہ استواء علی العرش سے مراد عرش پر غلبہ ہو تو یہ ارادہ بھی جائز ہے۔ البتہ اس ارادہ کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور واجب وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے البتہ اگر یہ خدشہ ہو کہ عام لوگ استواء

سے وہی معنی سمجھیں گے کہ جو جسم کے لوازم سے ہے کہ اللہ ﷻ عرش سے متصل ہے یا عرش کی محاذات میں ہے تو اسواء کو غلبہ سے تعبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح کتاب اور سنت میں جو ایسے الفاظ ہیں جس سے جسمیت ظاہر ہوتی ہے مثلاً انگلی، قدم اور ہاتھ اس پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ انگلی اور ہاتھ وغیرہ اللہ ﷻ کی صفت ہیں ان سے مراد خصوصاً اعضاء نہیں ہیں بلکہ وہ معنی مراد ہے جو اللہ ﷻ کی شان کے لائق ہے اور اللہ ﷻ ہی اس معنی کو زیادہ جاننے والا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہاتھ اور انگلی کی تاویل قدرت اور قہر سے کی جاتی ہے اور نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جبر اسود اللہ ﷻ کا دایاں ہاتھ ہے اس کی تاویل کی جاتی ہے تاکہ عام لوگوں کی عقلیں اللہ ﷻ کی جسمیت کی طرف نہ منتقل ہوں اس تاویل سے یہ ارادہ بھی ممکن ہے لیکن اس پر جزم اور یقین نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے اصحاب (ماتریدیہ) کے قول کے مطابق یہ الفاظ تشابہات میں سے ہیں اور تشابہ کا حکم یہ ہے کہ اس دنیا میں اس کی مراد متوضیح نہیں۔

(مسائرہ مع شرح المسامرہ، ج ۱، ص ۲۶-۳۱ ملخصاً مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ مسکو)

☆..... امام مالک نے عمر بن العکم سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میری ایک باندی بکریوں کو چراتی تھی۔ ایک دن ایک بکری گم ہو گئی میں نے اس سے اس کے متعلق پوچھا، تو اس نے کہا اس کو بھڑیا کھا گیا ہے مجھے اس پر افسوس ہوا میں بھی آخر انسان ہوں میں نے اسے ایک تھپڑ مار دیا، اور مجھ پر پہلے سے ایک غلام آزاد کرنا تھا کیا میں اس غلام کی جگہ اس باندی کو آزاد کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اللہ ﷻ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آسمان میں، آپ ﷺ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں، تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے آزاد کر دو۔

(الموطاء، کتاب العتق والولاء، باب: ما یحوز من العتق فی الرقاب، رقم: ۱۵۱۱)

امام ابن عبد البر فرماتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے اس باندی سے جو سوال کیا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ آسمان میں، تمام اہل سنت (یعنی محدثین) اس پر متفق ہیں اور وہ یہی کہتے ہیں جو اللہ ﷻ نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ اللہ عرش پر مستوی ہے اور اللہ ﷻ آسمان میں ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے اور یہ قرآن مجید کی ان آیات سے بالکل ظاہر ہے ﴿فَأَمِنتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورٌ﴾ (مک: ۱۶) ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ (نمل: ۱۰) ﴿تَنْعَرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ﴾ (مدج: ۴)۔ قرآن مجید میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں اور ہم نے اپنی کتاب التمهید میں اس سے زیادہ بیان کی ہیں۔

(الاستذکار، ج ۲۳، ص ۱۶۸-۱۶۷ ملخصاً مطبوعہ بیروت)

امام ابو بکر بن فورک نے بعض سے روایت کیا ہے کہ استواء کے معنی بلند ہے، یعنی اللہ ﷻ عرش پر بلند ہے اور اس بلندی سے مسافت اور مکان کی بلندی مراد نہیں ہے کہ کوئی شخص ایسی جگہ ہو جو جگہ دوسری جگہ سے بلند ہو، بلکہ اس سے مراد وہ بلندی ہے جو اللہ ﷻ کی شان کے لائق ہے اور ہم کا تعلق مستوی علیہ کے ساتھ ہے نہ کہ الاستواء کے ساتھ۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہمارے سلف صالحین میں یہ مشہور ہے کہ اس کی مراد اللہ ﷻ پر چھوڑ دی جائے، صالحین فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ عرش پر اس طرح مستوی ہے جیسا اس نے ارادہ کیا ہے اگر چہ وہ ٹھرنے اور جگہ پکڑنے سے پاک ہے۔ اور استواء کی تفسیر استیلاء سے کرنا بڑی بات ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ استواء کا معنی استیلاء ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا غالب ہونا اللہ ﷻ کے غالب ہونے کی طرح ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ یہ کہے کہ اللہ ﷻ ایسا غالب ہے جیسا کہ اس کی شان ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ وہ یہ کہے کہ اللہ ﷻ عرش پر ایسا مستوی ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

(روح المعانی، الجزء الثامن، ص ۵۲۱)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ اس آیت کی تفسیر کے تحت صدر

الاقاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں کہ ”یہ استواء و تشابہات میں سے ہے، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ ﷻ کی اس سے جو مراد ہے حق ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول اور اس پر ایمان لانا واجب، حضرت مترجم قدس سرہ العزیز نے فرمایا اس کے معنی یہ ہیں کہ آفرینش کا خاتمہ عرش پر جا ٹھرا واللہ اعلم باسرار کتابہ۔

(عطائین جلد ۲، ص ۲۷۵)

آیات سجدہ کی نشان دہی اور سجدہ تلاوت کے مسائل:

عے..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب ابن آدم آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے، شیطان ہٹ جاتا ہے اور رو کر کہتا ہے کہ، ہائے میری بربادی! ابن آدم کو سجدے کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کیا، اس کے لئے جنت ہے اور مجھے حکم ہوا میں نے انکار کیا، میرے لئے دوزخ ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوۃ، رقم: (۱۴۷)/ (۸۱)، ص ۶۳)

احناف کے نزدیک کل چودہ آیات سجدہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)..... ﴿ان الذین عند ربک لا یتسکبرون عن عبادتہ ویسبحونہ ولہ یسجدون بیشک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں﴾ (الاعراف: ۲۰۶)۔

(۲)..... ﴿وللہ یسجد من فی السموت والارض طوعا وکرها وظللہم بالغدو والاصال اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمان و زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں ہر صبح و شام﴾ (الرعد: ۱۵)۔

(۳)..... ﴿وللہ یسجد ما فی السموت وما فی الارض من دابة والملئکة وهم لا یتسکبرون اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے اور وہ غور نہیں کرتے﴾ (النحل: ۴۹)۔

(۴)..... ﴿ویسخرون للاذقان یشکون ویزیدہم خشوعا اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکتا بڑھاتا ہے﴾ (نبی اسرائیل: ۱۰۹)۔

(۵)..... ﴿اذا تعلق علیہم آیت الرحمن سجدوا ویکبوا جب ان پر رحمن کی آیتیں پڑھی جاتیں گر پڑتے سجدہ کرتے اور روتے﴾ (مریم: ۵۸)۔

(۶)..... ﴿الم قران اللہ یسجد لہ من فی السموت ومن فی اللہ والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والنبات وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب ومن ینہن اللہ فما لہ من مکرم ان اللہ یفعل ما یشاء کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت آدمی اور بہت وہ ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا اور جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہے کرے﴾ (الحج: ۱۸)۔

(۷)..... ﴿واذا قیل لہم اسجدوا للرحمن قالوا وما الرحمن انسجد لما نامرنا وازادہم نفورا جب ان سے کہا جائے رحمن کو سجدہ کرو کہتے ہیں رحمن کیا ہے کیا ہم سجدہ کر لیں جسے تم کہو اور اس حکم نے انہیں اور بد کتاب بڑھایا﴾ (الفرقان: ۶۰)۔

(۸)..... ﴿الا یسجدوا للذی ینخرج الخبء فی السموت والارض ویعلم ما تخفون وما تعلنون اللہ لا الہ الا ہورب العرش العظیم کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو جو نکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھٹی چیزیں اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے

ہو اور ظاہر کرتے ہو اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ بڑے عرش کا مالک ہے (النمل: ۲۵، ۲۶) ﴿

(۹)..... ﴿انما یومن بایتنا الذین اذا ذکروا بہا خروا سجدا وسبحوا بحمد ربہم وهم لا یتکبرون ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب وہ انہیں یاد دلائی جاتی ہیں سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے (السجدہ: ۱۵) ﴿

(۱۰)..... ﴿فاستغفروا ربہ وخرراکعاً واناب فغفرنا لہ ذلک وان لہ عندنا لزلفی وحسن ماب تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا تو ہم نے اسے یہ معاف فرمایا اور بیشک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے (ص: ۲۴، ۲۵) ﴿

(۱۱)..... ﴿وامسجدوا للذی خلقہن ان کنتم ایاء تعبدون اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کے بندے ہو (حم سجدہ: ۲۷، ۲۸) ﴿

(۱۲)..... ﴿فاسجدوا للہ واعبدوا اللہ کے لئے سجدہ کرو اور اس کی بندگی کرو (النجم: ۶۲) ﴿

(۱۳)..... ﴿فما لہم لا یؤمنون واذا قرئ علیہم القرآن لا یسجدون تو کیا ہوا کہ وہ ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے (الانشاق: ۲۰، ۲۱) ﴿

(۱۴)..... ﴿وامسجدواقترب اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ (العلق: ۱۹) ﴿

مسئلہ نمبر ۱: آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سن سکے، سننے والے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ بالقصد سنی ہو یا بلا قصد سننے سے بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

(الہدایۃ، کتاب الصلوۃ، باب: سجود التلاوة، ج ۱، ص ۲۵۲)

مسئلہ نمبر ۲: سجدہ واجب ہونے کے لئے پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ قتل یا بعد کوئی لفظ ملا کر پڑھنا کافی ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب: سجود التلاوة، ج ۲، ص ۵۷۵)

مسئلہ نمبر ۳: اگر اتنی آواز سے آیت پڑھی کہ سن سکتا تھا مگر شور و غل یا بہرے ہونے کی وجہ سے نہ سنی تو سجدہ واجب ہو گیا اور اگر محض ہونٹ ملے، آواز پیدا نہ ہوئی تو واجب نہ ہوا۔ (الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثالث عشر: فی سجود التلاوة، ج ۱، ص ۱۴۶)

مسئلہ نمبر ۴: قاری نے آیت سجدہ پڑھی مگر دوسرے نے نہ سنی تو اگرچہ اسی مجلس میں ہو اس پر سجدہ واجب نہ ہوا، البتہ نماز میں امام نے آیت پڑھی تو مقتدیوں پر واجب ہو گیا، اگرچہ نہ سنی ہو بلکہ اگرچہ آیت پڑھتے وقت موجود نہ بھی تھا، بعد پڑھنے کے سجدہ سے پیشتر شامل ہوا اور اگر امام سے آیت سنی مگر امام کے سجدہ کرنے کے بعد اسی رکعت میں شامل ہوا تو امام کا سجدہ اس کے لئے بھی کافی ہے اور دوسری رکعت میں شامل ہوا تو نماز کے بعد سجدہ کرے، یوہیں اگر شامل ہی نہ ہو واجب بھی سجدہ کرے۔

(الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة، ج ۱، ص ۱۴۸)

مسئلہ نمبر ۵: سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے، پھر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، پہلے پیچھے دونوں بار اللہ اکبر کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدے کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔ (الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة، ج ۱، ص ۱۴۹)

اغراض:

نظرو: سے اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ اس مقام پر رویت بصریہ مراد ہے۔ لعل: مراد اس مقام پر اللہ ﷻ کی تخلیق میں غور و فکر کرنا ہے نہ کہ ذات میں، مقصود یہ ہے کہ مؤثر حقیقی سے استدلال کیا جائے، ہر چیز کا کوئی نہ کوئی صالح ہوا کرتا ہے اور اللہ ﷻ کی تخلیق میں غور و فکر کرنے سے لازم آتا ہے کہ دلوں کی آنکھ زندہ ہو، کیونکہ کائنات میں کچھ بھی اللہ سے لمحہ بھر کے لئے غفلت نہیں ہے۔ اس مقام پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عارف (اللہ کی پہچان رکھنے والا) ہر چیز میں اللہ ﷻ کی جلوہ گری دیکھتا ہے، اور جو ایسا کرتا ہے وہ اس بارے میں مؤثر رائے بھی رکھتا ہے اور اس سے وہی شخص روگردانی کرتا ہے جو (دل) کا شقی ہو۔

من وقت الاسفار: مناسب یہ تھا کہ یوں فرمایا جاتا کہ ”اللہ نے کیسے سائے طلوع فجر سے طلوع شمس تک پھیلائے“، اور مفسرین کرام کے تین اقوال میں سے ایک قول یہی ہے، ایک قول یہ ہے کہ ”اللہ نے کیسے سائے غروب شمس سے طلوع شمس تک پھیلائے“، تیسرا قول یہ ہے کہ ”اللہ نے کیسے سائے طلوع شمس سے زوال یعنی غروب شمس تک پھیلائے“، اور مفسر علیہ السلام کا قول متذکرہ اقوال میں سے کسی کے موافق نہیں ہے، اور طلوع فجر سے طلوع شمس تک کا وقت افضل ترین وقت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جنت کو اس وقت کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔ اللہ ﷻ کا فرمان ﴿و ظل ممدود﴾ کیونکہ اس وقت میں مریض، مسافر اور ہر تکلیف والا شخص راحت پاتا ہے، اور اسی وقت میں مردوں کی رو میں جسموں کی جانب لوٹائی جاتی ہیں، اور پاکیزہ نفس چلا پاتے ہیں، ابو عالیہ کہتے ہیں: ”جنت کی صبح کا وقت یہی ہے، اور یہ وہ وقت ہے جب نمازی فجر کی نماز ادا کرتے ہیں“۔ لا یزول بطلوع الشمس: یعنی اللہ کی قدرت کا شاہکار ہے کہ ورنہ اللہ سورج کو طلوع کبھی نہ کرتا بلکہ ہر وقت سایہ ہی رہتا، اور ہر وقت رات ہی رہتی اور روشنی کبھی ہوتی ہی نہیں۔ کاللباس: اس جملے سے اس جانب اشارہ ہے کہ حذف اداة کے ذریعے تشبیہ بلیغ کا استعمال ہوا ہے، مشبہ و مشبہ بہ کے مابین ”الستور“ مذکور ہے۔ بقطع الاعمال: میں باء سببیہ ہے، اور جار مجرور ”راحة“ کے متعلق ہیں۔

یستوی فیہ المذکر: اس اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے کہ ”میتا“ کیوں کہا، جب کہ ”بلدۃ“ کی صفت ہے جو کہ مونث ہے۔

ای نعمۃ اللہ بہ: یعنی تم شکر پر قائم رہو، اور بھلائی کے کاموں میں مزید اضافہ کرو۔

جحدوا للنعمۃ: یعنی اکثر (کفار) اللہ ﷻ کی نعمتوں کی اضافت کسی اور کی جانب کرتے ہیں۔

مطرنا بنوء کذا: یعنی ستاروں کا اپنی منازل سے جانب مغرب سقوط (غائب ہونا، گرنا) اور شرق کی جانب اپنے وقت میں طلوع ہوتے (جو ان کے اعتبار سے معلوم مدت ہوتی تھی)، اور اہل عرب بارش، ہوا، سردی اور گرمی کو ستاروں کی تاثیر جانتے تھے، اور ایسا عقیدہ رکھنا اسلامی نقطہ نگاہ سے کفر ہے کیونکہ اس کا کوئی اثر نہیں بلکہ مؤثر حقیقی ذات اللہ کی ہے جو کہ وحدہ لا شریک لہ ہے، اور یہ ساری چیزیں اسباب عادیہ میں شمار ہوتی ہیں جیسا کہ آگ کا جلانا، کھانے سے اکتا جانا یا سیر ہونا وغیرہ۔

شدید الملوحة: سے مراد سخت حرارت ہے، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ سخت کڑوا، اور یہ اقوال ”عذب فرات و ملح اجاج“ کے مقابلے میں لائے گئے ہیں۔ حاجز لا یختلط احدہما بالآخر: پس بیٹھا پانی نمکین پانی میں داخل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ چلتا ہے لیکن ٹھٹھے پانی کے ذائقے میں کمی نہیں ہوتی اور نہ ہی دونوں پانی آپس میں ملنے پاتے ہیں، بلکہ دونوں ہی اپنی اپنی اصل پر باقی رہتے ہیں، اس لئے کہ اللہ ﷻ نے انہیں آپس میں مخلط ہونے سے روک دیا ہے اور یہاں معنوی آژمراد ہے جو کہ اللہ کی قدرت سے ہوتی ہے، اور یہ سب سے بڑی وجہ ہے کہ اللہ اپنے معبود ہونے میں ایک ہے۔ ذاصہر: آدی کے قریمی رشتے دار عورت کے سسرالی اور عورت کے قریمی رشتے دار مرد کے سسرالی کہلاتے ہیں۔

فی مرضاتہ تعالیٰ: اللہ ﷻ کی رضا حاصل کرنے کے لئے صدقہ یا دیگر ذرائع میں مال خرچ کرنا مراد ہے۔

ای قل سبحان اللہ والحمد للہ: اللہ جل جلالہ کی تسبیح "سبحان اللہ" کا معنی ہے کہ اللہ کو ہر نقص سے پاک مانا جائے، اور "الحمد للہ" کے معنی تمام کمالات کا مرکز اللہ جل جلالہ کو مانا جائے، پس یہ دونوں جملے جو امع الظم کہلاتے ہیں جو کہ سید عالم علیہ السلام کو دیئے گئے ہیں۔ اور یہ جملے باقیات الصالحات اور جنت کے (خوشبودار) پودے ہیں جو جنت میں بھی "لا الہ الا اللہ واللہ" کے ساتھ باقی رہیں گے۔ اور یہ جملے جنت میں باقی رہنے والے اس لئے ہیں کہ انہیں یقین اور معرفت کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، پس تینوں کلمات کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کو تمام نقائص سے پاک مانا جائے، تمام کمالات کا متصف مانا جائے، اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ کبریائی اور عظمت میں مفرد ہے اور مذکورہ مقام پر "سبحان اللہ اور الحمد للہ" پر اختصار اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ بعد کے کلمے "لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر" کو لازم کرتے ہیں۔ بیدنوب: لفظ بیدنوب کو فاصلے کی رعایت کے لئے لایا گیا ہے، معنی یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ ہر وقت بندوں کو جزا دینے پر قادر ہے لیکن اللہ جل جلالہ بندوں کے گناہوں کی جانب نظر نہیں فرماتا اور ان کی طاعتوں کی جانب دیکھتا ہے۔ بلکہ اس کی حکمت کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں اعمال خیر و شر پیش کئے جاتے ہیں۔

الثبت: بغیر عجلت کے امور مجھ تک پیش کئے جاتے ہیں، وارد ہوتا ہے: "جلد بازی شیطان کی جانب سے ہوا کرتی ہے"۔ اس حدیث سے علماء نے چند مسائل اخذ کئے ہیں جس میں جلد بازی کا اہتمام کیا جانا چاہیے مثلاً مہمان نوازی کرنا، باکرہ کا نکاح کرنا، میت کی تدفین کرنا، نماز اول وقت میں ادا کرنا، دین کی ادائیگی کرنا، مسافر کے لئے قضائے حاجت کے بعد جلدی سفر اختیار کرنا، گناہوں سے توبہ کرنا۔ ای استواء بلیق بہ: اس جملے میں سلف کے فرامین کی جانب اشارہ ہے، اور یہ دور پانچ سو سال پہلے تھا، اور خلف کا مذہب تقاسیر میں یوں ہے کہ استواء بمعنی الاستیلاء و تصرف ہے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۱۴ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

قال تعالیٰ ﴿تَبْرُكٌ ﴿تَعْظُمُ ﴿الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا ﴿اِثْنَيْ عَشَرَ ﴿الْحَمَلُ، وَالْقُورِ، وَالْجُوزَاءُ، الشَّرْطَانَ، وَالْأَسَدَ، وَالسُّنْبُلَةَ، وَالْمِيزَانَ، وَالْعَقْرَبَ، وَالْقُوسَ، وَالْجَدْيَ، وَالذَّلْوُ، وَالْحُوتَ، وَهِيَ مَنَازِلُ الْكَوَاكِبِ السَّبْعَةِ السِّيَّارَةِ السَّمَرِيخَ وَلَهُ الْحَمَلُ وَالْعَقْرَبُ وَالزُّهْرَةُ وَلَهَا الْقُورُ وَالْمِيزَانُ وَعَطَارِدُ وَلَهُ الْجُوزَاءُ السُّنْبُلَةَ وَالْقَمَرُ وَلَهُ الشَّرْطَانُ الشَّمْسُ وَلَهُ الْأَسَدُ وَالْمُشْتَرَى وَلَهُ الْقُوسُ وَالْحُوتُ وَزُحَلٌ وَلَهُ الْجَدْيُ وَالذَّلْوُ ﴿وَجَعَلَ فِيهَا ﴿أَيْضًا ﴿سُرْجًا ﴿هُوَ الشَّمْسُ ﴿وَقَمْرًا ﴿مِنْبِرًا ﴿۲۱﴾ ﴿وَفِي قِيْرَانَةٍ سُرْجًا بِالْجَمْعِ أَي نِيْرَاتٍ وَخَصَّ الْقَمَرَ مِنْهَا بِالذِّكْرِ لِتَوْعِ فِضِيلَةٍ ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿أَي يَخْلِفُ كُلُّ مِنْهُمَا الْأَخْرَ ﴿خَلْفَةً لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذْكَرَ ﴿بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ كَمَا تَقَدَّمُ مَا فَاتَهُ فِي أَحَدِهِمَا مِنْ خَيْرٍ فَيَفْعَلُهُ فِي الْأَخْرَ ﴿أَوْ أَرَادَ شُكْرًا ﴿۲۲﴾ ﴿أَي شُكْرًا لِالنِّعْمَةِ رَبِّهِ عَلَيْهِ فِيهِمَا ﴿وَعِبَادَ الرَّحْمَنِ ﴿مُبْتَدَأً وَمَا بَعْدَهُ صِفَاتٌ لَهُ إِلَى أَوْلَئِكَ يُجْزَوْنَ غَيْرَ الْمُعْتَرِضِ فِيهِ ﴿وَالَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُونَ ﴿أَي بِسَكِينَةٍ وَتَوَاضِعٍ ﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ ﴿بِمَا يُكْرَهُونَهُ ﴿قَالُوا سَلْمًا ﴿۲۳﴾ ﴿أَي قَوْلًا يَسْلِمُونَ فِيهِ مِنَ الْإِثْمِ ﴿وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ لِرَبِّهِمْ سَجْدًا ﴿جَمْعُ سَاجِدٍ ﴿وَقِيَامًا ﴿۲۴﴾ ﴿بِمَعْنَى قَائِمِينَ أَيْ يُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ ﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۲۵﴾ ﴿أَي لَا زِمَا ﴿أَنَّهَا مَاءٌ تَبْتَئَسَتْ ﴿مُسْتَقْرًا وَمَقَامًا ﴿۲۶﴾ ﴿هِيَ أَي مَوْضِعُ اسْتِقْرَارٍ وَإِقَامَةٍ ﴿وَالَّذِينَ إِذَا انْفَقَوْا ﴿عَلَىٰ عِبَادِهِمْ ﴿لَمْ

یسرفوا ولم یقتروا ﴿بفتح أولہ وضمہ ای یضیقوا﴾ (وكان) انفاقہم ﴿بین ذلك﴾ الإسراف
والاقتار ﴿قواما﴾ (۲۷) ﴿وسطاً﴾ والذین لا یدعون مع اللہ الہا اخر ولا یقتلون النفس الی حرم
اللہ ﴿قتلہا﴾ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلك ﴿ای واحد﴾ من الثلاثة ﴿یلق﴾ انا ما (۲۸) ﴿ای
عقوبۃ﴾ یضعف ﴿ولی قرانۃ﴾ یضعف بالتشدید ﴿لہ العذاب﴾ یوم القیمۃ وینخلد فیہ ﴿بجزم الفعلین﴾ بدلا
ویرفعہما استینافاً ﴿مہانا﴾ (۲۹) ﴿حال﴾ الا من تاب وامن وعمل عملاً صالحاً ﴿منہم﴾ ﴿فالولئک﴾ یدل
اللہ سیاتہم ﴿المدکورۃ﴾ ﴿حسنت﴾ ﴿فی الآخرۃ﴾ (وكان اللہ غفوراً رحیمًا) (۳۰) ﴿ای لم ینزل﴾ مُصِیفاً
بذلك ﴿ومن تاب﴾ ﴿من ذنوبہ غیر من ذکر﴾ ﴿وعمل صالحاً﴾ فانه یتوب الی اللہ متاباً (۳۱) ﴿ای یرجع الیہ
رجوعاً﴾ فیجازیہ خیراً ﴿والذین لا یشہدون الزور﴾ ﴿ای الکذب والباطل﴾ ﴿واذا مروا باللغو﴾ ﴿من الکلام
القیح وغیرہ﴾ ﴿مروا کراماً﴾ (۳۲) ﴿معرضین عنہ﴾ ﴿والذین اذا ذکروا﴾ ﴿وعظوا﴾ ﴿بایت ربہم﴾ ﴿ای
القران﴾ ﴿لم یخروا﴾ ﴿یسقطوا﴾ علیہا صما وعمیانا (۳۳) ﴿بل خروا سامعین ناظرین مننعین﴾ ﴿والذین
یقولون ربنا ہب لنا من ازواجنا وذریتنا﴾ ﴿بالجمع والافراد﴾ ﴿قرۃ اعین﴾ ﴿لنا بان نراہم مطیعین﴾
لک ﴿واجعلنا للمتقین اماماً﴾ (۳۴) ﴿فی الخیر﴾ ﴿اولئک﴾ یجزون العرفۃ ﴿الدرجۃ فی الجنۃ﴾ ﴿بما
صبروا﴾ علی طاعۃ اللہ ﴿ویلقون﴾ بالتشدید والتخفیف مع فتح الباء ﴿فیہا﴾ فی العرفۃ ﴿تحیۃ﴾ وسلما
(۳۵) ﴿من الملائکہ﴾ ﴿خلدین﴾ فیہا حسنت مستقرا ومقاما (۳۶) ﴿موضع اقامۃ لہم﴾ ﴿اولئک﴾ وما بعدہ
خبر عباد الرحمن المبتدئ ﴿قل﴾ ﴿یا محمد لاہل مکۃ﴾ ﴿ما﴾ ﴿نافیۃ﴾ ﴿یعبروا﴾ ﴿یکثر﴾ ﴿بکم ربی لولا
دعاؤکم﴾ ﴿ایاۃ﴾ فی الشدائد ﴿فیکشفہا﴾ ﴿فقد﴾ ﴿ای﴾ ﴿کیف﴾ ﴿یعبرو بکم﴾ ﴿وقد﴾ ﴿کذبتہم﴾ ﴿الرسول﴾
والقران ﴿فسوف﴾ یشکون ﴿العذاب﴾ ﴿لزاماً﴾ (۳۷) ﴿ملازماً﴾ لکم فی الآخرۃ بعد ما یحل بکم فی الدنیا فقتل
منہم یوم بدر سبعون وجواب لولا دل علیہ ما قبلہا.

﴿ترجمہ﴾

بڑی برکت والا (عظمت والا) ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے.....!..... (جو کہ بارہ ہیں یعنی (۱)..... حمل (۲)..... ثور
(۳)..... جوزا (۴)..... سرطان (۵)..... اسد (۶)..... سنبلہ (۷)..... میزان (۸)..... عقرب (۹)..... قوس (۱۰)..... جدی
(۱۱)..... دلو اور (۱۲)..... حوت۔ یہ سات گردش کرنے والے ستاروں کی منزلیں ہیں: (۱)..... مریخ کی منزل حمل اور عقرب ہے۔
(۲)..... زہرہ کی منزل ثور اور میزان ہے۔ (۳)..... عطارد کی منزل جوزاء اور سنبلہ ہے۔ (۴)..... قمر کی منزل سرطان ہے۔ (۵).....
شمس کی اور (۶)..... مشتری کی قوس اور حوت ہے۔ اور (۷)..... زحل کی منزل جدی اور دلو ہے) اور ان میں (یعنی آسمان میں) چراغ
(یعنی سورج) رکھا اور چمکتا چاند (ایک قرأت میں سوراخا کو سُر جُما جمع بھی پڑھا گیا ہے یعنی چمکتے ستارے جبکہ ان تمام ستاروں میں
سے خاص طور پر چاند کا تذکرہ بقیہ ستاروں پر فضیلت کی وجہ سے ہے) اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی (یعنی دن رات
میں سے ہر ایک دوسرے کے بعد آتا ہے) اس کے لیے جو دھیان کرنا چاہے (سدا کسر کے ذال کو تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ
پڑھا گیا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، یعنی دن اور رات دونوں میں سے کسی ایک میں کوئی بھلائی کا کام نہ کیا جاسکے تو دوسرے وقت میں

اسے بجالایا جائے) یا شکر کا ارادہ کرے (اپنے رب کی نعمت کا جو اس پر ان دونوں اوقات میں ہوتی ہے) اور رحمن کے وہ بندے (عباد الرحمن مبتدأ ہے جبکہ اس کے مابعد آیات اول لنگک یہ جزون تک جملہ معترضہ کے علاوہ سب جملے اس کی صفات ہیں) کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں (اطمینان اور عجز و انکساری کے ساتھ) اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں (جس کو وہ ناپسند کرتے ہوں) تو کہتے ہیں بس سلام (یعنی ایسی بات کہتے ہیں جس میں وہ گناہ سے بچ جاتے ہیں) اور وہ جو رات کا نئے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے (مُسْجِدًا جمع ہے مساجد کی) اور قیام میں (قیاما بمعنی قائمین ہے یعنی رات کو نماز پڑھتے ہیں..... ۲.....) اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے پھیر دے جہنم کا عذاب، بیشک اس کا عذاب گلے کا نخل ہے (یعنی ایسا پسندہ ہے جو اترنے والا نہیں بلکہ اسی کا ہی ایک لازمی حصہ بن جانے والا ہے) بیشک وہ بہت ہی بری (ساءت بمعنی بدست ہے) ٹھہرنے کی (یعنی اقامت و رہائش اختیار کرنے کی) جگہ ہے، اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں (اپنے اہل و عیال پر) نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں (لَمْ يَقْتَرُوا میں یا پر خرچ اور ضرر دونوں صحیح ہیں، اور یہ یضیقوا کے معنی میں ہے) اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر ہیں..... ۳..... (قواما بمعنی وسطا ہے) اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو ناحق نہیں مارتے جس کی اللہ نے حرمت رکھی (یعنی کسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے) اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے (یعنی مذکورہ تینوں کاموں میں سے کوئی ایک بھی) وہ سزا پائے گا (اِثْمًا بمعنی عقوبت ہے) بڑھایا جائے گا (یضعف ایک قرأت میں تشدید کے ساتھ یضعف ہے) اس پر عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ اس میں رہے گا (یضعف اور یخلد دونوں بدل ہوں تو مجرم ہوں گے اور جملہ متانفہ ہوں تو مرفوع ہوں گے) ذلت سے (مہانا بھی حال ہے) مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے (ان میں سے) تو اللہ ایسوں کی برائیوں کو (جو مذکور ہوئیں) بھلائیوں سے بدل دے گا (آخرت میں..... ۴.....) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ان صفات سے متصف ہے) اور جو توبہ کرے (اپنے گناہوں سے، اس سے مراد وہ شخص نہیں کہ جس کا ابھی تذکرہ ہوا ہے) اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہیے تھی (یعنی جو بارگاہ ربوبیت ﷻ کی جانب رجوع کرتا ہے تو وہ اسے اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے) اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے..... ۵..... (الزور بمعنی الکذب و الباطل ہے) اور جب گزرتے ہیں بیہودہ (کسی کام پر یعنی برے کلام اور مجلس وغیرہ) پر، گزر جاتے ہیں اپنی عزت سنبھالے (یعنی ان سے اعراض کرتے ہوئے) اور وہ کہ جب کہ انہیں یاد دلائی جائیں (ذکروا بمعنی وعظوا ہے، یعنی انہیں نصیحت کی جائیں) ان کے رب کی آیتیں (قرآن کریم کی) تو نہیں گرتے (یسخروا بمعنی یسقطوا ہے) ان پر بہرے اندھے ہو کر (بلکہ کانوں سے سنتے ہوئے، آنکھوں سے دیکھتے ہوئے) اور ان سے نفع اٹھاتے ہوئے ان پر عمل کرتے ہیں) اور وہ جو عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں دے ہماری بیبیوں اور اولاد سے (ذریعہ جمع بھی پڑھا گیا ہے اور مفرد بھی) آنکھوں کی ٹھنڈک (ہمارے لئے، اس طرح کہ ہم انہیں تیرا مطہج و فرمانبردار دیکھیں) اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا (بھلائی کے کاموں میں) ان کو جنت کا سب سے اونچا بالا خانہ انعام ملے گا (الغرفة سے مراد جنت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے) بدلہ ان کے صبر کا (اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر) اور ان کی پیشوائی ہوگی (معلقون یا کے فتح کے ساتھ ساتھ تشدید اور تخفیف دونوں طرح پڑھا گیا ہے) وہاں (جنت میں) حجرے اور سلام کے ساتھ (فرشتوں کی جانب سے) ہمیشہ اس میں رہیں گے، کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور بسنے کی جگہ (ہے) یعنی ان کے رہائش اختیار کرنے کی جگہ ہے، جبکہ اول لنگک اور اس کا مابعد عباد الرحمن مبتدأ کی خبر ہے) تم فرماؤ (اے سرور دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ! مکہ والوں کو) نہیں (مسانفہ ہے) تمہاری کچھ قدر (یعنی سکون ہے) میرے رب کے یہاں اگر تم اسے نہ پوجو (مصائب میں کہ وہ انہیں دور فرما دے) تو (یعنی وہ کیسے تمہاری پرواہ کرے حالانکہ) تم نے تو جھٹلایا (ہے رسول خدا ﷺ) اور قرآن

کریم کو) تو اب ہوگا وہ (عذاب) کہ لپٹ رہے گا (یعنی لازم رہے گا آخرت میں بھی بعد اس کے کہ دنیا میں بھی تم پر نازل رہا، پس ان میں سے بدر کے دن ستر (۷۰) کا فرما رہے گئے، لولا کے جواب پر اس کا مائل دلالت کر رہا ہے)۔

﴿تبرک الہی﴾

﴿تبرک الہی جعل فی السماء بروجا وجعل فیہا سرجا وقمر امنیرا﴾

تبرک: فعل، الہی: موصول، جعل فی السماء بروجا: فعل بافاعل و ظرف لغو و مفعول، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل فیہا: فعل بافاعل ظرف لغو، سرجا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قمر امنیرا: معطوف، مگر مفعول، مگر جملہ فعلیہ معطوف، مگر صلہ، مگر فاعل، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿وہو الہدی جعل الیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یدکر او اراد شکورا﴾

و: عاطفہ، ہو: مبتداء، الہدی: موصول، جعل: فعل بافاعل، الیل والنہار: مفعول اول، خلفۃ: موصوف، ال: جار، من: موصولہ، اراد ان یدکر: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، اراد شکورا: جملہ فعلیہ معطوف، مگر صلہ، مگر مجرور، مگر ظرف مستقر صفت، مگر مفعول ثانی، مگر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، مگر خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا واذا خاطبہم الجہلون قالوا سلما﴾

و: متعلقہ، عباد الرحمن: مبتداء، الذین: موصول، یمشون: فعل واو ضمیر ذوالحال، ہونا: حال، مگر فاعل، علی الارض: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ معطوف، و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، خاطبہم الجہلون: فعل و مفعول قائل مگر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قالوا سلما: جملہ فعلیہ جواب شرط، مگر شرطیہ معطوف، مگر صلہ، مگر خبر، مگر جملہ اسمیہ متعلقہ۔

﴿والذین یمیون لربہم سجدا وقیاما﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، یمیون: فعل ناقص با اسم، لربہم سجدا: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قیاما: معطوف، مگر خبر، مگر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، مگر ماقبل "الذین یمشون" پر معطوف ہے۔

﴿والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جہنم ان عذابہا کان غراما﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، یقولون: قول، ربنا: نداء، اصرف عنا عذاب جہنم: فعل امر بافاعل و ظرف لغو، و مفعول، مگر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، مگر ماقبل "الذین یمشون" پر معطوف ہے، ان عذابہا: حرف مشبہ واسم، کان غراما: جملہ فعلیہ خبر، مگر جملہ اسمیہ تعلیلیہ متعلقہ۔

﴿انہا ساءت مستقرا ومقاما﴾

انہا: حرف مشبہ واسم، ساءت: فعل حمی ضمیر، مستقرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مقاما: معطوف، مگر تمیز، مگر فاعل مگر جملہ فعلیہ ہو کر مبتداء محذوف "ہی" کیلئے خبر، مگر جملہ اسمیہ خبر مگر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، انفقوا: فعل بافاعل، مگر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لم یسرفوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لم یقتروا: جملہ فعلیہ معطوف، مگر جواب شرط، مگر شرطیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کان: فعل ناقص "ہو، ضمیر متضارع بسوء" الانفاق" اسم، بین ذلک: ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم، قواما: ذوالحال، مگر خبر، مگر جملہ فعلیہ

معطوف، مکرصلہ، مکرماقبل "الذین یمشون" پر معطوف ہے۔

﴿والذین لا یدعون مع اللہ الہا الا الحق ولا یقولون﴾

و: عاطفہ، الذین بموصول، لا یدعون: فعل نفی بافاعل، مع اللہ: ظرف، الہا اخر: مفعول، مکر جملہ فاعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یقولون: فعل نفی بافاعل، النفس: بموصوف، التي حرم اللہ: موصول صلہ: مکر صفت، مکر مفعول، الا: اداة حصر، بالحق: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لا یقولون: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، مکرصلہ مکرماقبل "الذین یمشون" پر معطوف ہے۔

﴿ومن یفعل ذلك ینزلنا ما یریدنا ویمصلنا لہ العذاب یوم القیمۃ ویخلد فیہ مہانا ۝ الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاؤلئک یمسک اللہ سیئاتہم حسنۃ﴾

و: عاطفہ، من بشرطیہ مبتدأ، یفعل ذلك: جملہ فعلیہ شرط، ینزلنا ما یریدنا: فعل بافاعل ومفعول، مکر جملہ فعلیہ مبدل منہ، یمصلنا لہ: فعل مجہول وظرف لغو، العذاب: نائب الفاعل، یوم القیمۃ: ظرف، مکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یمصلنا: فعل "هو، ضمیر ذوالحال، مہانا: حال، مکر مستثنی منہ، الا: حرف استثناء، من: موصولہ، تاب وامن وعمل عملا صالحا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ومعطوفین، مکرصلہ، مکر مبتدأ، ف: جزائیہ، اولئک: مبتدأ، یمسک اللہ: فعل وفاعل، سیئاتہم: مفعول اول، حسنۃ: مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر مستثنی، مکر فاعل مکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، مکر بدل، مکر جواب شرط، مکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿وكان اللہ غفورا رحیما ۝ ومن تاب وعمل صالحا فانه یتوب الی اللہ متابا ۝﴾

و: متانفہ، كان اللہ: فعل ناقص واسم، غفورا رحیما: خبران، مکر جملہ اسمیہ، و: متانفہ، من بشرطیہ مبتدأ، تاب: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عمل صالحا: جملہ فعلیہ معطوف، مکر شرط، ف: جزائیہ، انه حرف مشبہ واسم، یتوب الی اللہ متابا: جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ جواب شرط، مکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ متانفہ۔

﴿والذین لا یشہدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما ۝﴾

و: عاطفہ، الذین بموصول، لا یشہدون الزور: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اذا بطرفیہ مفعول فیہ مقدم، مروا باللغو: فعل بافاعل وظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، مروا: فعل ضمیر ذوالحال، کراما: حال مکر فاعل، مکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، مکر جملہ شرطیہ معطوف، مکرصلہ، مکرماقبل "الذین یمشون" پر معطوف ہے۔

﴿والذین اذا ذکروا بایت ربہم لم یخروا علیہا صما وعمیانا ۝﴾

و: عاطفہ، الذین بموصول، اذا بطرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ذکروا: فعل با نائب الفاعل، بایت ربہم: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لم یخروا: فعل نفی واو ضمیر ذوالحال، صما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عمیانا: معطوف، مکر حال، مکر فاعل، علیہا: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ جزا، مکر جملہ شرطیہ ہو کرصلہ، مکر "الذین یمشون" پر معطوف ہے۔

﴿والذین یقولون ربنا ہب لنا من ازواجنا وذریتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما ۝﴾

و: عاطفہ، الذین بموصول، یقولون: قول، ربنا: نداء، ہب لنا: فعل امر بافاعل وظرف لغو، من: جار، ازواجنا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذریتنا: معطوف، مکر مجرور، مکر ظرف مستقر حال مقدم، قرة اعین: ذوالحال، مکر مفعول، جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اجعلنا: فعل امر بافاعل ومفعول، للمتقین: ظرف مستقر حال مقدم، اماما: ذوالحال، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ

معطوف، بلکہ مقصود بالذراء، بلکہ مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ ہو کر صلہ، بلکہ مائل "الذین یمشون" پر معطوف ہے۔

﴿اولئك يجزون العرفة بما صبروا ويلقون فيها تحية وسلاما﴾ خلدین فیہا

اولئك: مبتدأ، يجزون: فعل مجہول بانائب الفاعل، العرفة: مفعول ثانی، بما صبروا: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یلقون: فعل مجہول واو ضمیر ذوالحال، خلدین فیہا: شبہ جملہ حال، بلکہ نائب الفاعل، فیہا: ظرف مستقر حال مقدم، تحية: معطوف علیہ، و: عاطفہ، سلما: معطوف، بلکہ ذوالحال، بلکہ مفعول ثانی، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ ہو کر مائل "للمتقين" سے حال ہے۔

﴿حسنت مستقرا ومقاما﴾

حسنت: فعل "ہی" ضمیر تکریم، مستقرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مقاما: معطوف، بلکہ تکریم، بلکہ فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر مبتدأ محذوف "ہی" کیلئے خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿قل ما يعوذا بكم ربى لولا دعاؤكم﴾

قل: قول، ما: استفہامیہ مفعول مطلق مقدم، يعوذا بكم ربى: فعل وظرف وفاعل، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ، لولا: شرطیہ، دعاؤكم: مبتدأ محذوف الخبر "موجود"، بلکہ جملہ اسمیہ ہو کر جزا محذوف "لما يعوذا بكم ربى" کیلئے شرط، بلکہ جملہ شرطیہ۔

﴿فقد كذبتم فسوف يكون لزاما﴾

ف: نصیجہ، قد: تجزیہ، كذبتم: جملہ فعلیہ شرط محذوف "انسی اذا علمتكم انسی لا اعتد بكم" کیلئے جزا، بلکہ جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، سوف: حرف استقبال، يكون لزاما: فعل ناقص باسْمِ وخبْر، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

برج کی تحقیق:

۱..... محل کو بھی برج کہتے ہیں، آسانی منزلیں طے کرنے والے ستاروں کو بھی برج کہتے ہیں، ﴿والسماوات ذات

البروج﴾ (برج: ۱) ﴿والذی جعل فی السماء بروجاً﴾ (الفرقان: ۶۱) ﴿ولو كنتم فی بروج مشیدة﴾ (النساء: ۷۸) یہ بھی درست ہے کہ بروج سے زمینی یا آسمان کے ستاروں کو مراد لیا جائے۔

(المفردات، ص ۵۲)

☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بستانہ نامی ایک یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمد! (ﷺ)، مجھے ان

ستاروں کے نام بتائیں جن کو حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے کوئی جواب نہیں دیا، اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ستاروں کے نام بتائے، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس یہودی کو بلوایا اور فرمایا: اگر میں تم کو ان ستاروں کے نام بتا دوں تو تم مان لو گے؟ اس نے کہا ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام بتائے

جربان، الطارق، الذیال، ذوالکفتین، قابس، وثاب، عمودان، الفلیق، المصبح، الضروح، ذوالفرغ، الضیاء

اور النور، اس یہودی نے کہا کہ اللہ کی قسم! ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۵۸۲)

اسلام میں ستاروں کی تاثیر ماننا کفر اور باطل ہے، حضرت زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیث میں صبح کی نماز پڑھائی، آسمان پر رات کی بارش کے اثرات تھے، آپ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، پھر فرمایا: "تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا؟" صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ نے ارشاد

فرمایا ہے میرے بعض بندوں نے صبح کی توجہ کی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے بھی تھے اور میرا کفر کرنے والے بھی تھے، سو جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور سیارہ (ستارہ) کا کفر کرنے والا ہے اور جس نے کہا فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے، وہ میرا کفر کرنے والا ہے اور ستارہ پر ایمان لانے والا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: بسقبل الامام الناس، رقم: ۸۴۶، ص ۱۲۷)

نیکوں کی خصوصیات:

۲..... الفرقان آیت نمبر ۶۲ تا ۶۳ اللہ نے نیک بندوں کی چند خصوصیات کا بیان کیا ہے، جو کہ ذیل میں ترتیب وار درج کی جاتی ہے:

دن و رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہنا:

جہاں مسلمان پر دن و رات میں کچھ فرائض متعین ہیں وہیں ایسے مسلمان بھی ہیں جو دن و رات میں نوافل کی کثرت کرتے ہیں، ان نوافل پڑھنے والوں کی اللہ اور اس کے رسول نے بڑی مدح سرائی فرمائی ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، اسے میں نے لڑائی کا اعلان دے دیا اور میرا بندہ کسی چیز سے اس قدر تقرب حاصل نہیں کرتا جتنا فرائض سے ہوتا ہے اور نوافل کے ذریعے ہمیشہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے محبوب بنا لیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے دوں گا اور پناہ مانگے تو پناہ دوں گا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: التواضع، رقم: ۶۵۰۲، ص ۱۱۲۷)

☆..... ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ روایت کرتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”فجر کی دو سنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔“

(صحیح مسلم، کتاب صلوة المسافرين، باب: استحباب رکعتی سنة الفجر، رقم: (۱۵۷۲)/۷۲۵، ص ۳۳۳)

☆..... ام المومنین ام حبیبہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعتوں پر محافظت کرے، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام فرمادے گا۔“

(سنن النسائی، کتاب قیام اللیل، باب: اختلاف علی اسماعیل بن ابی خالد، رقم: ۱۸۱۳، ص ۴۴۹)

☆..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ اس شخص پر رحم کرے، جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب: الصلوة قبل العصر، رقم: ۱۲۷۱، ص ۲۴۱)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص مغرب کے بعد چار رکعتیں پڑھے اور ان کے درمیان کوئی بُری بات نہ کہے، تو بارہ برس کی عبادت کے برابر کی جائیں گی۔“

(جامع الترمذی، کتاب الصلوة، باب: ما جاء فی فضل التطوع بوقت، رقم: ۴۳۵، ص ۱۴۹)

☆..... حضرت ابوقحافہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص مسجد میں داخل ہو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الصلوة، باب: اذا دخل المسجد فليركع ركعتين، رقم: ۴۴۴، ص ۷۷)

☆..... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص وضو کرے اور اچھا وضو کرے اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب المذکر المستحب عقب الوضوء، رقم: (۴۴۱)/۲۳۴، ص ۱۳۸)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر ذکر خدا میں معروف رہا، یہاں

تک کہ آفتاب بلند ہو گیا پھر دو رکعت پڑھیں تو اسے پورے حج و عمرہ کا ثواب ملے گا۔“

(جامع الترمذی، کتاب السفر، باب: ما ذکر مما يستحب من الحلوس فی المسجد، رقم: ۵۸۶، ص: ۱۹۴)
☆..... سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ ﷻ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔“

(جامع الترمذی، کتاب الوتر، باب: ما جاء فی صلوة الضحیٰ، رقم: ۴۷۲، ص: ۱۶۰)
☆..... سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ”فرضوں کے بعد افضل نمازرات کی ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب: فضل صوم المحرم، رقم: (۲۶۴۴)/۱۱۶۳، ص: ۵۳۵)
☆..... سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”جو شخص رات میں بیدار ہو اور اپنے اہل کو جگائے پھر دونوں دو رکعت پڑھیں تو کثرت سے یاد کرنے والوں میں لکھے جائیں گے۔“

(المستدرک للحاکم، کتاب صلوة التطوع، باب: تودیع المنزل برکعتین، رقم: ۱۱۸۹، ج: ۲، ص: ۴۵۸)

عاجزانہ متواضعانہ چال چلنا:

زمین پر آرام سے چلنا، مراد یہ ہے کہ تواضع کے ساتھ عاجزانہ طور پر چلتے ہیں نہ کہ اڑتے، تکبر کرتے ہوئے۔ نیک بندے جس طرح ظاہری عبادات سے مزین ہوتے ہیں اسی طرح باطنی خباثوں سے بھی خود کو بچاتے ہیں اور اس میں تواضع و انکساری کی بڑی اہمیت ہے۔

☆..... سید عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: ”پیشک اللہ ﷻ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم لوگ اتنی عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر فخر کرنے نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الحنۃ و نعیما، باب: صفات التی یصرف بہا، رقم: (۷۱۰۴)/۲۸۶۵، ص: ۱۴۰۴)

☆..... سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”جب بندہ تواضع کرتا ہے اللہ ﷻ اس کا درجہ ساتویں آسمان تک بلند فرماتا ہے۔“

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، بقسم الاقوال، باب: التواضع، رقم: ۵۷۱۷، ص: ۴۹)

☆..... سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”کھڑا اور تنگ لباس پہنا کر دتا کہ عزت افزائی اور فخر کو تم میں جگہ نہ ملے۔“

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، بقسم الاقوال، رقم: ۵۷۲۸، ص: ۴۹)

☆..... ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں نے کوہ صفا کے قریب ایک شخص کو خچر پر سوار دیکھا، کچھ غلام اس کے سامنے سے لوگوں کو دور کر رہے تھے، پھر میں نے اسے بغداد میں اس حالت میں پایا کہ وہ ننگے پاؤں اور حسرت زدہ تھا نیز اس کے بال بھی بہت بڑھے ہوئے تھے، میں نے اس سے پوچھا: ”اللہ ﷻ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ بولے: ”میں نے ایسی جگہ رفعت چاہی جہاں لوگ عاجزی کرتے ہیں تو اللہ ﷻ نے مجھے ایسی جگہ رسوا کر دیا جہاں لوگ رفعت پاتے ہیں۔“

جہالت سے بچنا:

علماء فقہ نے جہالت کو اسباب تخفیف و تیسیر میں شامل کیا ہے اور یہ اسباب عوارض مکتوبہ کی وجہ سے ہیں، جو کہ سات ہیں۔ جہل، سکر، ہزل، سفہ (مقتضائے شرع یا مقتضائے عقل)، سفر، خطا، اکراہ۔

جہل کی قسم کا ہوتا ہے جن میں بعض جہل تیسیر و تخفیف کے لئے عذر نہیں ہوتا اور بعض جہل عذر مسموع ہیں، کافر کا جہل اس کے عدم ایمان کے لئے عذر مسموع نہیں، ایسے ہی اصحاب الجہوی کا جہل صفات الہیہ اور احکام آخرت نہ ماننے میں عذر نہیں اور امام برحق

کے خلاف بغاوت کرنے میں باغی کا جہل عذر مسوع نہیں جب کہ وہ دلیل فاسد کا سہارا لے کر بغاوت کر رہا ہو، وہ امور جن میں شرع نے جہل کو عذر مسوع تسلیم کیا ہے اور اس ہنہواؤ پر تخفیف دی ہے، یہ ہیں: (۱)..... جیسے وہ مسلمان جو دارالہرب میں ہے اور وہاں سے ہجرت کرنے سے معذور رہا، وہ اپنے جہل کی وجہ سے اسلام کے احکام و عبادات پر عمل نہ کر سکے وہ نہ تو گنہگار ہے اور نہ ہی اس پر قضاء واجب۔ (۲)..... ایسے ہی وہ شخص جو دارالہرب میں مسلمان ہوا اور احکام اسلام پر اپنے جہل کی وجہ سے عمل نہ کر سکے تو اس پر گناہ نہیں۔ (۳)..... حق شفعہ رکھنے والا متعلقہ جائیداد کی بیخ سے جاہل رہا تو اس کا یہ جہل عذر ہے اسے شفعہ حاصل رہے گا۔ (۴)..... باندی اپنے آزاد ہونے یا صاحب اختیار ہونے سے جاہل رہی تو اس کا جہل عذر مسوع ہے اس کو اختیار حاصل رہے گا۔ (۵)..... وہ صغیر و صغیرہ جن کا نکاح ان کے باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا ہو، بالغ ہوتے ہی انہیں اسے جائز یا باطل کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر وہ بلوغ کے وقت اس نکاح سے جاہل رہے تو یہ جہل عذر مسوع ہے ان کو اختیار حاصل رہے گا۔

(بہار شریعت معراجہ، ج ۳، حصہ ۱۹، ص ۱۰۷۷)

اسلام میں میانہ روی کی اہمیت:

۳..... اسراف کہتے ہیں: ”ہر وہ کام جس میں انسان حد سے تجاوز کر جائے، اگرچہ اس کا مشہور اطلاق حد سے زیادہ خرچ کرنے پر ہوتا ہے۔“ اقرار کہتے ہیں: ”خرچ میں کمی کرنا اور یہ اسراف کا مقابل ہے اور دونوں ہی مذموم ہیں۔“ (المفردات، ص ۲۳۶) شریعت مطہرہ نے میانہ روی کا حکم ارشاد فرمایا، انسان میانہ روی سے کام لے اور افراط و تفریط سے گریز کرے، جائز امور میں بڑھ چڑھ کر خرچ کرے کہ لا اسراف فی الخیر اور ناجائز و غلط برکار کاموں میں خرچ نہ کرے کہ لا خیر فی الاسراف۔

☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اپنی ہر پسندیدہ چیز کھاؤ یہ بھی اسراف ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب من الاسراف ان تاکل، رقم: ۳۳۵۲، ص ۵۶۳)

☆..... سید عالم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”نیک سیرت، اطمنان، اور اعتدال (میانہ روی) نبوت کے چوبیس اجزا میں سے ایک جزء ہے۔“

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب: ما جاء فی الثانی، رقم: ۲۰۱۱، ص ۵۹۱)

☆..... سید عالم رضی اللہ عنہ نے ان تین باتوں سے منع فرمایا: ”بے جا کلام کرنے، بہت زیادہ سوال کرنے، مال ضائع کرنے (یعنی فضول خرچ کرنے سے)۔“

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: ما نکرہ من قیل وقال، رقم: ۶۴۷۳، ص ۱۲۳)

اللہ تعالیٰ کا گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرمانا:

۳..... اس آیت سے ثابت ہوتا کہ اگر اللہ تعالیٰ کرم فرمائے تو نہ صرف یہ کہ وہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے بلکہ گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرمادیتا ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور وہ جس کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا، اس کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے بڑے گناہوں کو مٹھی رکھا جائے گا، اس سے کہا جائے گا تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کام کئے تھے، وہ ان گناہوں کا اقرار کرے گا اور انکار نہیں کرے گا اور وہ دل میں اپنے بڑے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا، پھر کہا جائے گا کہ اس کو اس کے ہر گناہ کے بدلہ میں نیکی دے دو، تب وہ کہے گا اے میرے رب! میرے تو بڑے بڑے گناہ ہیں جن کو میں یہاں پر نہیں دیکھ رہا،“ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انس رہے تھے، یہاں تک کہ آپ کی داڑھی نظر آ رہی تھیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: ادنی اهل الجنة منزلة فیہا، رقم: ۳۵۵/۱۹۰، ص ۱۱۸)

☆..... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو! اگر کوئی

گناہ ہو جائے تو اس کے بعد کوئی نیکی کر لو وہ نیکی گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آئے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب: ما جاء فی معاشرۃ الناس، رقم: ۱۹۹۴، ص ۵۸۶)

جھوٹی گواہی کی مذمت:

۵..... جھوٹی گواہی کی مذمت میں درج ذیل چار فرامین مصطفیٰ ﷺ پیش خدمت ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

☆..... حضرت سیدنا ابوبکرہ نضج بن حارث فرماتے ہیں کہ ہم سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں؟“ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ضرور ارشاد فرمائیں، ارشاد فرمایا: ”وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔“ آپ ﷺ ٹیک لگائے تشریف فرماتے پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ”یاد رکھو! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا بھی (کبیرہ) گناہ ہے۔“ (راوی کہتے ہیں) آپ ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم کہنے لگے کہ کاش! آپ ﷺ خاموشی اختیار فرمائیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب: ما قبل فی شہادۃ الزور، رقم: ۴۳۰۲۶۵۴)

☆..... سید عالم ﷺ نے کبیرہ گناہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”اللہ ﷻ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، کسی جان کو قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا کبیرہ گناہ ہیں“، پھر فرمایا: ”کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ اور وہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب: عقود الوالدین من الکبائر، رقم: ۵۹۷۷، ص ۱۰۴۷)

☆..... سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ”جس نے کسی مسلمان کے خلاف ایسی گواہی دی جس کا وہ اہل نہیں تھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔“

(المسند للإمام احمد، مسند ابی ہریرہ، رقم: ۱۰۶۲۲، ج ۳، ص ۵۸۵)

☆..... سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”(بروز قیامت) جھوٹی گواہی دینے والے کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے حتیٰ کہ اس کے لئے جہنم واجب ہو جائے گی۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الشادات، باب: شہادۃ الزور، رقم: ۲۳۷۳، ص ۴۰۵)

اغراض:

معظم: کا مفرد عظمت ہے، جس ذات میں متذکرہ صفات ہوں وہ کبریائی اور عظمت میں یکتا ہوتا ہے، ما قبل گزر چکا کہ لفظ ”تبارک“ اپنے اندر صفات جامعہ لئے ہوئے ہے اور اس کی تفسیر ہر مقام پر حسب مناسب ہوتی رہتی ہے۔

ای لیرات: محذوف موصوف کی صفت ہے، اصل عبارت کو اکبیرات ہے، اور اس میں قمر (چاند) بھی داخل ہے۔

ای یخلف کل منہما الاخر: یعنی ہر آخر اول کا خلیفہ ہوتا ہے، پس ہر رات و دن دوسرے کے خلیفہ ہوتے ہیں۔

ما فاتہ فی احدہما من خیر: پس جب کوئی خیر کا کام رات سے فوت ہو جائے تو دن اسے پالیتا ہے اور جب دن سے فوت ہو جائے تو رات اسے پالیتی ہے، مثلاً فرض و سنن وغیرہ۔

ای یصلون باللیل: یہ فضیلت عشاء و فجر باجماعت ادا کرنے سے حاصل ہوگی اور جو رات کو نماز کی کثرت کرے تو اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

ای لازما: جہنم میں کافروں کو جانا کلیتا ہے، یعنی انہیں ہمیشہ عذاب میں رہنا ہے جب کہ موئین گناہگاروں کے حق میں جہنم سے خروج یعنی ہے۔ ای یضیقوا: یعنی اپنے عیالداروں اور دیگر دہمتندوں (محتاجوں) پر بھی تنگی کا معاملہ نہیں کرتے۔

بل خروا سامعین: اس جہلمے میں اس جانب اشارہ پایا جا رہا ہے کہ مذکورہ فنی قید کے ساتھ لاحق ہوگی اور وہ قید مخصوصا

وعمیانا ہے، معنی یہ ہے کہ جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو اپنی آخرت کو یاد کرتے ہیں اور عاقل نہیں ہوتے، کہ انہیں گوئے بہرے ہونے کی مفت سے خائف کیا جائے۔

الملاحکة: مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے جنت میں فرشتوں کی طرف سے تحیت (سلامتی) ہوگی، اور انہیں طویل حیات اور آفات سے سلامتی کی جانب بلایا جائے گا، اس بارے میں اختلاف ہے کہ ”تحیت و سلاما“ کے معنی متحد ہیں یا متخلف ہیں، پس تحیت کے معنی اکرام، حدایا، تحائف، سلام و دعاء، ہے پس یہ اکرام فرشتوں کی جانب سے ہوں یا اللہ کی جانب سے، یا ان میں سے بعض کی جانب سے بعض اور بعض دیگر دوسرے کی جانب سے، جیسا کہ ظاہر ہے کہ (فرشتے اللہ ہی کے حکم کے پیروکار ہیں)۔

فقتل منهم یوم بدر سبعون: شیخین نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ پانچ علامات بیان ہوئی ہیں والدخان، اللزام، الروم، البطشة، القمر، پس ان پانچ علامات کو قیامت کے وقوع کے لئے علامت قرار دیا گیا ہے۔ پس اللہ نے فرمایا: ﴿یوم تاتى السماء بدخان مبین﴾ مراد اس سے وہ چیز ہے جو ”الدخان“ (یعنی دھوئیں) کے مشابہ ہوگی، اور روایت ہے کہ قریش کو بھوک کی شدت پہنچی، اور ان لوگوں نے اپنے اور آسمان کے مابین دھواں دیکھا، ﴿واقرب الساعة وانشق القمر﴾، ﴿غلبت الروم فی ادنى الارض﴾، ﴿یوم یطش البطشة الکبری﴾ مراد یوم بدر میں قتل ہونا ہے اور اللزام سے یوم بدر میں قید کئے جانے کا معاملہ مراد لیا گیا ہے۔ (الصاوی، ج ۴، ص ۲۱۹ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

فرد کے لیے ریشمی لباس کا حکم:

ریشم کے کپڑے مرد کے لئے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حاکم ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نہ ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تاناسوت ہو اور باناریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تاناریشم ہو اور باناسوت ہو تو ہر شخص کے لئے ہر موقع پر جائز ہے۔ چھلدا اور غیر چھلدا دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا باناریشم ہو اس وقت جائز ہے جب کہ کپڑا سونا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو قاعدہ تمام اس صورت میں ہونے ہوگا۔

(الہدایة مع بدایة البندی، کتاب الکراہیة فصل فی اللبس، ج ۷، ص ۱۹۲)

تاناریشم ہو اور باناسوت مگر کپڑا اس طرح بنایا گیا ہو کہ ریشم ہی ریشم دکھائی دے اور اس کا پہننا مکروہ ہے، بعض قسم کی نخل ایسی ہوتی ہے کہ اس کے دوئیں ریشم کے ہوتے ہیں، اس کے پہننے کا بھی یہی حکم ہے، اس کی ٹوپی اور صدر کی وغیرہ نہ پہنی جائے۔ ریشم کے بچھوٹے پریشمنا، لیننا اور اس کا ٹیکہ لگانا بھی منوع ہے، مگر چھپنے میں یہ نسبت اس کے زیادہ ممانی ہے مگر درختار میں اسے مشہور کے خلاف لکھا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔ گورت کو ریشم پہننا جائز ہے اگرچہ خالص ریشم ہو اور اس میں سوت کی آمیزش یا نخل نہ

(بہار شریعت معراجہ طہلس کا بیان، ج ۱۶، ج ۲، ص ۱۰۱ وغیرہ)

سورة الشعراء مكية الا (والشعراء الخ)، فمدنی وهی مائتان و سبع و عشرون آية

سورة الشعراء کی ہے، سوائے ﴿والشعراء الخ﴾ جو کہ مدنی ہے، اس میں دو سو ستائیس آیات ہیں

تعارف سورة الشعراء

اس سورت میں گیارہ رکوع، ۲۲۷ آیات، ۱۲۷۹ کلمات، ۵۵۴۰ حروف ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ سورة طہ کے بعد سورة الواقعة اور اس کے بعد سورة الشعراء نازل ہوئی۔ بعض علماء کے نزدیک اس سورت کی چار آیتیں جو کہ ﴿والشعراء يصعبهم الخ﴾ سے شروع ہوتی ہیں مدنی ہیں۔ سید عالم رحمۃ اللہ علیہ دن بھر اپنی قوم کو دین اسلام کی دعوت دیتے، ان کے شکوک و شبہات کا جواب دیتے، قرآن پڑھ کر سناتے اور جب رات کی تاریکی ہر سو پھیل جاتی تو یاد الہی میں منہمک ہو جاتے، ساری ساری رات قیام در کوع و سجود میں گزار دیتے۔ بس زندگی یونہی گزر رہی تھی لیکن دوسری جانب کفارناجاری سخت دلی اور ہمدھری نے دل بے کینہہ کو پر مال کر دیا تھا، خاطر مبارک پر غم و دکھ رہتا تھا، اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر داری اور تسکین کا سامان کرنے میں کسر نہ چھوڑی، چنانچہ سات جلیل القدر انبیائے سابقین کی قوموں کے حالات کو بڑے شرح و مدط کے ساتھ بیان فرمایا تاکہ خاطر مبارک کو تسلی ہو کہ تاملنے والوں کا انجام کچھ اچھا نہیں ہوا کرتا، ساتھ ہی کفار مشرکین کو بھی نافرمان قوموں کے انجام کا علم ہو اور جن کے مقدر میں ہدایت لکھی ہے وہ ان واقعات سے درس عبرت حاصل کرے۔ اس سورت میں کافروں کو یہ بھی بیان کر دیا گیا کہ جس قرآن کو یہ لوگ اللہ جل جلالہ کا پاک کلام ماننے سے انکاری ہیں انہیں جان لینا چاہیے کہ یہ کلام وہ نہیں جو کسی کو مال دے کر کسی کی شان میں لکھوایا جائے بلکہ اسے لے کر جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوتے ہیں جو اللہ جل جلالہ کے مقرب معصوم فرشتے ہیں، اور یہ اسی قدر لے کر نازل ہوتے ہیں جتنا اللہ جل جلالہ کی رضا ہوتی ہے۔ کسی شاعر کے کلام میں کمی ہو سکتی ہے لیکن کلام الہی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی سقم نہیں ہے بلکہ جا بجا انہیں مقابلے کا چیلنج کر دیا گیا ہے کہ انہیں تردود ہو تو اس کی مثل کلام لا سکتے ہیں لیکن قیام قیامت تک کوئی کافر مشرک اس کی مثل تو کیا لاسکے گا، مقابلہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

رکوع نمبر: ۵

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿طسم (۱)﴾ اللہ أعلم بمراده بذالك ﴿تلك﴾ ای هذه الآيات ﴿آیت الکتب﴾ القرآن الإضافة بمعنى من ﴿المبین (۲)﴾ المظهر الحق من الباطل ﴿لعلک﴾ یا مُحَمَّدُ ﴿باخع نفسک﴾ قَاتِلَهَا غما من اجل ﴿الا یكونوا﴾ ای اهل مكة ﴿مومنین (۳)﴾ ولعل لنا للإشفاقِ ای أشفق علیها بتخفيف هذا الغم ﴿ان نشا نزل علیهم من السماء آية فظلت﴾ بِمَعْنَى الْمُضَارِعِ أَيْ تَدْوِمُ ﴿اعناقهم لها خاضعين (۴)﴾ فَيَوْمِنُونِ وَلَمَّا وُصِفَتِ الْأَعْنَاقُ بِالْخُضُوعِ الَّذِي هُوَ لِأَرْبَابِهَا جُمِعَتِ الصِّفَةُ مِنْهُ جَمَعَ الْعُقَلَاءُ ﴿وما یاتیهم من ذکر﴾ قرآن ﴿من الرحمن محدث﴾ صِفَةٌ كَأَشْفَاءُ ﴿الا كانوا عنه معرضین (۵)﴾ فقد كذبوا ﴿به﴾ فسیاتیهم انبوا ﴿عواقب﴾ ما كانوا به يستهزءون ﴿اولم یروا﴾ یَنْظُرُوا ﴿الی﴾

الارض کم انتنا فیہا ﴿۷﴾ ای کثیرا ﴿۸﴾ من کل زوج کریم ﴿۹﴾ ﴿نوع حسن﴾ ان فی ذلك لایة ﴿۱۰﴾ دلالة
 علی کمال قدرتہ تعالیٰ ﴿۱۱﴾ وما کان اکثرہم مومنین ﴿۱۲﴾ ﴿فی علم اللہ وکان قال سبویہ زائدہ﴾ وان
 ربک لہو العزیز ﴿۱۳﴾ ذوالعزۃ ینتقم من الکافرین ﴿۱۴﴾ ﴿الرحیم﴾ ﴿۱۵﴾ یرحم المؤمنین.

﴿ترجمہ﴾

طسم (اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے.....) یہ (تک بمعنی ہدہ ہے) آیتیں ہیں کتاب کی (یعنی قرآن کریم کی، جبکہ
 آیات کی کتاب کی جانب اضافت بمعنی من ہے) روشن (یعنی حق کو باطل سے الگ کرنے والی) کہیں تم (اے سرور کائنات و جان
 کائنات ﷺ!) اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں (یعنی اپنے آپ کو اس غم میں ہلکان کرنے والے ہیں.....) کہ وہ (یعنی
 کفار مکہ) ایمان نہیں لائے (لعلٰ یہاں اشفاق کے لئے ہے یعنی اس غم کی تخفیف کر کے اپنی نفس پر شفقت فرمائیں) اگر ہم چاہیں تو
 آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں کہ رہ جائیں (ظلت فعل ماضی بمعنی تدوم فعل مضارع ہے) ان کے اونچے اونچے اس کے حضور
 جھکے (پس وہ ایمان لے آتے، اعناق کو مضارع کے ساتھ متصف کرنے کا سبب اس کا انسانوں کی صفت ہونا ہے، اس جمع میں ذوی
 العقول کے معنی کی رعایت بھی کی گئی ہے) اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نئی نصیحت (یعنی قرآن کریم میں سے) رحمن کی طرف
 سے (یعنی کوئی واضح حکم) مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تو بیشک انہوں نے جھٹلایا (قرآن کریم کو) تو اب ان پر آیا چاہتی ہیں خبریں
 (سزائیں) ان کے ٹھٹھے کی..... سچ..... کیا انہوں نے زمین کو نہ دیکھا ہم نے اس میں کتنے (زیادہ) عزت والے جوڑے اگائے (یعنی
 عمدہ انواع) بیشک اس میں ضرور نشانی ہے (جو اس کے کمال قدرت پر کرتی ہے) اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں (اللہ تعالیٰ
 کے علم میں، ماسکان اکثرہم میں کان سبویہ کے نزدیک زائدہ ہے) اور بیشک تمہارا رب ضرور وہی عزت والا (یعنی غلبے والا ہے،
 کافروں سے انتقام لیتا ہے) مہربان ہے (جو مومنوں پر رحم فرماتا ہے)

﴿ترکیب﴾

﴿طسم ۵ تک ایت الکتب المبین﴾

طسم: ہذہ مبتدأ محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تلک: مبتدأ، ایت: مضاف، الکتب المبین: مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ
 اسمیہ۔

﴿لعلک باخع نفسک الا یكونوا مومنین﴾

لعلک: حرف مشبہ و اسم، باخع: اسم فاعل بافاعل، نفسک: مفعول، ان: مصدریہ، لا: نافیہ، یكونوا مومنین: جملہ فعلیہ بتاویل
 مصدر "خیفہ" مصدر محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر مرکب امتناعی مفعول لہ، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان نشا لنزل علیہم من السماء ایتة فظلت اعناقہم لہا خاضعین﴾

ان: شرطیہ، نشا: فعل بافاعل "ایمانہم" مفعول محذوف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ننزل علیہم: فعل بافاعل ظرف لغو، من
 السماء: ظرف مستقر حال مقدم، ایتہ ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ظلت: فعل ناقص، اعناقہم: اسم،
 لہا خاضعین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما یاتیہم من ذکر من الرحمن محدث الا کانوا عنہ معرضین﴾

و: عاطفہ، ما تانیہ، یاتسی، بعل، ہم، ضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، کانسوا عنہا معروضین: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، من: زائد، ذکر موصول، من الرحمن: ظرف مستقر مفت اول، محدث: مفت ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿لقد کذبوا فسیاتہم البوا ما کانوا بہ يستهزءون﴾

ف: فصيہ، قد: تہقیر، کذبوا: جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا شئت ان تعرف ماذا کان موقفہم من الذکر حین اعرضوا عنہ، وصدفوا عن التامل فیہ" کیلئے جزا ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، سیاتہم: فعل و مفعول، انبوا: مضاف، ما کانوا بہ يستهزءون: موصول صلہ ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولم یروا الی الارض کم ابتنا فیہا من کل زوج کریم﴾
ہمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم یروا: فعل نفی بافاعل، الی الارض: ظرف لغو، کم: خبریہ تمیز، من کل زوج کریم: ظرف مستقر تمیز، ملکر مفعول، ابتنا فیہا: فعل بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایۃ وما کان اکثرہم مومنین﴾
ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: ابتدائیہ، ایۃ: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما تانیہ، کان: فعل ناقص، اکثرہم: اسم، مومنین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان ربک لہو العزیز الرحیم﴾

و: متناقضہ، ان ربک: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکید، ہو العزیز الرحیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

طسم کے محامل و اسرار و رموز کا بیان:

۱..... ابن عباس کہتے ہیں کہ طسم اللہ ﷻ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور بطور قسم یہاں ذکر کیا گیا ہے اور اس کا قسم علیہ ﴿ان نشأ نزل علیہم من السماء ایۃ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں﴾ (الشعراء: ۱۰۱) ہے۔ قنادہ کے قول کے مطابق یہ قرآن کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جس کے ذریعے اللہ ﷻ نے قسم کھائی ہے۔ مجاہد کے قول کے مطابق یہ سورۃ پاک کا نام ہے اور اس سے سورۃ پاک کا آغاز کرنا بطور استحسان ہے۔ ریح کہتے ہیں اس کے ذریعے کسی قوم کے حساب کی مدت بیان کرنا مقصود ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ کسی قوم پر عذاب کے بیان کے لئے ذکر کیا ہے۔ مفسرین کے ایک قول کے مطابق طسم اور طس کا مقصود ایک ہی ہے۔ عبد اللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ طاء سے مراد طور سیناء، سین سے مراد اسکندر یہ اور میم سے مراد مکہ المکرمہ ہے۔ جعفر بن محمد بن علی کہتے ہیں کہ طاء سے مراد طوبی کا درخت ہے، سین سے مراد سدرۃ المنتہیٰ اور میم سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ طاء سے مراد طاہر، سین سے مراد قدوس ہے یا سبح یا سلام اور میم سے مراد الجبید یا رحیم یا ملک ہے (القرطبی، الجزء ۱۹، ص ۸۶)

کیا جبری ایمان مسلط کرنا جائز ہے؟

۲..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿لعلک باخع نفسک کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے﴾ (الشعراء: ۳) ہے۔ امام فراء کہتے ہیں کہ باخع کے معنی ہیں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا یا خود کو مصیبت میں مبتلا کرنا، ہلاک کرنا۔ (لسان العرب، الحرف: باء، الجزء ۱، ص ۳۳۱)۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سید عالم ﷺ کی یہ کیفیت کیوں تھی؟ کیا کسی کو مجبور کر کے اسلام کی جانب مائل

کرنا چاہیے؟ آیا جس کا دل اسلام پر مطمئن نہ ہو وہ بھی مسلمان ہو سکتا ہے؟ یہ سارے سوالات ایسے ہیں کہ اگر ان کا فردا فردا جواب دیا جائے تو کئی صفحات بن جائیں، تاہم اختصاراً اکلام کرتے ہوئے اس موضوع کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سید عالم نور محمد رحمۃ اللہ علیہ منصب نبوت پر فائز تھے اور نبوت کوئی ذاتی کسب سے حاصل ہونے والے انعام کا نام نہیں ہے جس طرح ”الیواقیت الجواہر“ میں ہے: ”لیست النبوة مكتسبة حتى يتوصل اليها بالنسك والرياضات كما ظنه جماعة من الحمقى فان الله حكى عن الرسل بقوله ﴿قالت لهم رسولهم ان نحن الا بشر مثلكم ولكن الله يمن على من يشاء من عباده ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے﴾ (ابراہیم: ۱۱)۔

(الیواقیت الجواہر، ص ۲۲۴)

جب ہم نے منصب نبوت کی اس شق کو سمجھا کہ نبوت وہی ہے کسی نہیں، تو اب یہ بھی جان لینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جس ذات کو اللہ ﷻ نبوت کا تاج پہناتا ہے اس کے اندر کیا کیا صفات ودیعت کردی جاتی ہیں۔ اللہ ﷻ کا فرمان ہے ﴿وَمَا ارسلناک الا رحمة للعالمین اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)۔ کے تحت علامہ آلوسی لکھتے ہیں سید عالم ﷺ کو اللہ ﷻ نے عالمین کے ہر فرد کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے چہ جائے کہ ملائکہ ہوں یا انسان، جنات ہوں یا مومن یا کافر، جن و انس کا فرق کئے بغیر سب کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اللہ ﷻ کا فرمان ہے ﴿من يطع الرسول فقد اطاع الله جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا﴾ (النساء: ۸۰)۔ کے تحت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ”المعتقد والمستند، الفصل الاول فی وجوب..... الخ“ میں فرمایا کہ اللہ ﷻ نے اپنے رسول کی طاعت کو اپنی طاعت فرمایا اور اللہ ﷻ کی طاعت کے ساتھ اس کے حبیب کی طاعت ملی ہوئی ہے اور اسی پر عمل کرنے کی بنا پر ثواب کا وعدہ اور محروم رہنے کی بنا پر عذاب کی وعید ہے اور اسی میں مشرکین عرب کا ذلیل و خوار ہونا بھی ہے کہ جب نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ ﷻ سے محبت کی اور جس نے میری طاعت کی تحقیق اس نے اللہ ﷻ کی طاعت کی۔“

نبوت کے اوصاف جان لینے کے بعد کوئی بھی سمجھدار شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ سید عالم ﷺ نہ ماننے والوں کو مجبور کیوں کر رہے تھے؟ بات یہی ہے کہ آپ ﷺ کی صفات میں یہ بات شامل تھی کہ اگر یہ لوگ میری نہ مانیں گے تو یقیناً عذاب کا شکار ہونگے، نہ ختم ہونے والے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اور مادہ رحمت گویا سید عالم ﷺ کی ذات پاک کے ساتھ ایسا مقترن تھا کہ لاکھ بے رخی، عدم توجہی، شرارت، ایذا رسانی، لاپرواہی اور ہمدھرمی کے اس بات پر مصر رہے کہ کاش یہ لوگ مان لیں، ایمان لے آئیں تو ان کے لئے دو جہاں کی بہتریاں ہو جائیں اور اس کوشش میں حد سے یوں گزرے کہ اللہ ﷻ کو اپنے حبیب کی کیفیت گراں گزرنے لگی اور فرمایا: ﴿فلعلک باخع نفسك کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے﴾ (الشعراء: ۳)۔

قرآن کو ہنسی مذاق بنالینا جرم ہے!

۳..... کافروں کی صفت ہے کہ دین کی بات انہیں مزہ نہیں دیتی، سید عالم ﷺ کی تبلیغ کرنے پر انہیں ہنسی آتی، مذاق اڑاتے، مونہ پھیرتے، بے جا تنقید کرتے، خواہ مخواہ اپنی ہانکتے۔ یہ دشمنان اسلام کا طریقہ تھا جو اللہ نے بیان کیا اور آج مسلمان کا طریقہ اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ اچھے خاصے دیندار شخص کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ علماء پر تنقید کی جاتی ہے۔ شعائر اسلام کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور ایسا کرنے والے کوئی غیر نہیں مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ مسجد میں آنا انہیں نصیب نہیں، آجائیں تو بھی دوسروں کے لیے سخت آزمائش سے کم نہیں ہوتے۔ انتظامیہ الگ پریشان ہوتی ہے۔ وعظ و نصیحت کے وقت اپنی باتوں میں مصروف، جمعہ و عیدین کے

خطبے کے وقت دوسروں کی گردنیں پھلانگ کر آگے آنے کا شوق ایسا کہ دین کے بہت بڑے خیر خواہ ہیں، اگر یہ حضرت آگے نہ آئیں تو نماز ہی قائم نہ ہو سکے اور دوسروں کے لئے سخت دشواری کا سامنا۔ الامان والحفیظ۔

افراض:

المظہر الحق من الباطل: اس جملے سے اس جانب اشارہ ہے کہ العین بمعنی اظہر ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ بمعنی ظہور لیا جائے، یعنی اللہ ﷻ کا اعجاز ظاہر و باہر ہے۔ ولعل هنا للاشفاق: "لعل"، ترجمی کا صیغہ امر کے معنی میں ہے، یعنی اپنی ذات پر رحم کیجئے اور مومنین پر مہربانی فرمائیں۔ ذو العزۃ: مراد ہیبت و جلال ہے۔ یوحم المومنین بمومنین پر رحم فرماتا ہے۔

ولما وصفت الاعناق بالخضوع: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ "الاعناق" کو عقلاء کے ساتھ جمع کر کے بیان کیا گیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یزوں گا کہ "الخضوع" کو "الاعناق" کی طرف اس لئے منسوب کیا جاتا ہے کہ عقلاء ہی کی یہ صفت ہوا کرتی ہے، جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان ﴿وَرَأَيْتَهُمْ لِي سَاجِدِينَ﴾، ﴿قَالْنَا اتِنَا طَائِعِينَ﴾، پس ظاہر کا تقاضا یہی ہے کہ "خاضعة" کہا جائے، مراد گردن کا جھکانا ہے، اور کبھی گردن بغیر سوچے سمجھے بھی جھکائی جاتی ہے اور اسی کے مد مقابل دیگر اقوال بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ عواقب: کو الالبناء سے تعبیر کیا، اس لئے کہ قرآن میں عقوتوں کا ذکر ہے، یعنی ہم جس طرح انہیں عذاب دینے پر قادر ہیں بالکل اسی طرح ان سے ما قبل بھی عذاب دینے پر قادر ہوئے ہیں۔

ينتقم من الكافرين: یعنی اللہ ﷻ کی عزت و شان یہ ہے کہ وہ بندوں پر اپنا قہر و غلبہ مسلط کرتا ہے۔ (الصاوی، ج ۴، ص ۲۲۴ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۶

﴿وَاذْكُرْ يَا مُحَمَّدُ لِقَوْمِكَ﴾ اذ نادى ربك موسى ﴿لَيْلَةَ رَأَى النَّارَ وَالشَّجَرَةَ﴾ ﴿ان﴾ اى بَانَ ﴿اِنَّتِ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ ﴿١٠﴾ ﴿رَسُولًا﴾ ﴿قَوْمِ فِرْعَوْنَ﴾ ﴿مَعَهُ ظَلَمُوا انْفُسَهُمْ بِالْكَفْرِ بِاللَّهِ وَبَنِي اسْرَائِيلَ بِاسْتِعْبَادِهِمْ﴾ ﴿الَا﴾ ﴿الْهَمْزَةُ لِلِاسْتِفْهَامِ الْانْكَارِيَّةِ﴾ ﴿يَتَقُونَ﴾ ﴿١١﴾ ﴿اللَّهُ بِطَاعَتِهِ فَيُوحِدُونَهُ﴾ ﴿قَالَ﴾ ﴿مُوسَى﴾ ﴿رَبِّ انى اخاف ان يكذبون﴾ ﴿١٢﴾ ﴿ويضيق صدرى﴾ ﴿مِنْ تَكْذِيبِهِمْ﴾ ﴿وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي﴾ ﴿بِادَاءِ الرِّسَالَةِ لِلْعُقْدَةِ الَّتِي لِي﴾ ﴿فَارْسَلِ اِلَى﴾ ﴿اَخِي﴾ ﴿هُرُونَ﴾ ﴿١٣﴾ ﴿مَعِيَ﴾ ﴿وَلَهُمْ عَلٰى ذَنْبٍ﴾ ﴿بِقَتْلِ الْقِبْطِيِّ مِنْهُمْ﴾ ﴿فَاخَافُ اَنْ يَقْتُلُونِ﴾ ﴿١٤﴾ ﴿بِهِ﴾ ﴿قَالَ﴾ ﴿تَعَالَى﴾ ﴿كَلَّا﴾ ﴿اَى لَا يَقْتُلُونَكَ﴾ ﴿فَاذْهَبَا﴾ ﴿اَى اَنْتَ وَاخُوكَ﴾ ﴿فِيهِ تَغْلِيْبُ الْحَاضِرِ عَلَى الْغَائِبِ﴾ ﴿بَايْتِنَا اِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمْعُونَ﴾ ﴿١٥﴾ ﴿مَا تَقُولُونَ وَمَا يُقَالُ لَكُمْ اَجْرًا مَجْرِي الْجَمَاعَةِ﴾ ﴿فَاتِيَا فِرْعَوْنَ لِقَوْلَا اَنَا﴾ ﴿اَى كَلَامًا﴾ ﴿رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ﴿١٦﴾ ﴿اَلَيْكَ﴾ ﴿اَنْ اَى بَانَ﴾ ﴿اَرْسَلْ مَعَنَا﴾ ﴿اِلَى الشَّامِ﴾ ﴿بَنِي اسْرَاءِيلَ﴾ ﴿١٧﴾ ﴿فَاتِيَاهُ فَقَالَ لَهُ مَا ذُكِرَ﴾ ﴿قَالَ﴾ ﴿فِرْعَوْنُ لِمُوسَى﴾ ﴿اَلَمْ نَرْبِكْ لِيْنَا﴾ ﴿فِي مَنَازِلِنَا﴾ ﴿وَلِيْدَا﴾ ﴿صَغِيْرًا قَرِيْبًا مِنَ الْوَلَادَةِ بَعْدَ فِطَامَةٍ﴾ ﴿وَلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عَمْرٍكَ سَنِيْنَ﴾ ﴿١٨﴾ ﴿ثَلَاثِيْنَ سَنَةً يَلْبَسُ مِنْ مَلَابِسِ فِرْعَوْنَ وَيَرْكَبُ مِنْ مَرَآكِبِهِ وَكَانَ يُسَمَّى ابْنَهُ﴾ ﴿وَفَعَلْتَ فَعَلْتِكَ الَّتِي فَعَلْتَ﴾ ﴿مِنْ قَتْلِ الْقِبْطِيِّ﴾ ﴿وَانتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ﴿١٩﴾ ﴿الْبَجَّاحِدِيْنَ لِيَعْمَتِي عَلِيْكَ بِالْتَّرِيْبَةِ وَغَدَمِ الْاِسْتِعْبَادِ﴾ ﴿قَالَ﴾ ﴿مُوسَى﴾ ﴿فَعَلْتَهَا اِذَا﴾ ﴿اَى حِيْنِيْدٍ﴾ ﴿وَاَنَا مِنَ الضَّالِّينَ﴾ ﴿٢٠﴾ ﴿عَمَّا آتَانِي اللّٰهُ بَعْدَهَا﴾

مِنَ الْعِلْمِ وَالرِّسَالَةِ ﴿ ففُضِرَتْ مِنْكُمْ لَمَّا خَفَعْتُمْ لِي رَبِّي حُكْمًا ﴿ وَعَلَّمَانَا ﴿ وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿ ۲۱ ﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ ﴿ أَصَلُّهُ تَمُنُّ بِهَا ﴿ اِنْ عِبَدْتَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿ ۲۲ ﴾ بَيِّنَاتًا لِّتَلْكَ النِّعْمَةَ اِي اتَّخَذْتَهُمْ عِبِيدًا وَلَمْ تَسْتَعْبِدْنِي لِأَنْعَمَ لَكَ بِذَلِكَ لِظُلْمِكَ بِأَسْعَادِهِمْ وَقَدَّرَ بَعْضُهُمْ أَوَّلَ الْكَلَامِ هَمْزَةً اسْتِفْهَامٍ لِلانْكَارِ ﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ ﴿ لِمَوْسَى ﴿ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿ ۲۳ ﴾ الَّذِي قُلْتَ اِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ اِي شَيْءٌ هُوَ وَلَمَّا لَمْ يَكُنْ مَسْبِيلٌ لِلْخَلْقِ اِلَى مَعْرِفَتِهِ حَقِيقَتِهِ تَعَالَى وَ اِنَّمَا يَعْرِفُونَهُ بِصِفَاتِهِ اَجَابَ مُوسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِبَعْضِهَا ﴿ قَالَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ﴿ اَي خَالِقُ ذَلِكَ ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ﴿ ۲۴ ﴾ بِاَنَّهُ تَعَالَى خَالِقُهُ فَاَمِنُوا بِهِ وَخَذَهُ ﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ ﴿ لِمَنْ حَوْلَهُ ﴿ مِنْ اَشْرَافِ قَوْمِهِ ﴿ اِلَّا تَسْتَمْعُونَ ﴿ ۲۵ ﴾ جَوَابَهُ الَّذِي لَمْ يُطَابِقِ السُّوَالَ ﴿ قَالَ مُوسَى ﴿ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اَبَائِكُمُ الْاَوَّلِينَ ﴿ ۲۶ ﴾ وَهَذَا وَاِنْ كَانَ دَاخِلًا فِيمَا قَبْلَهُ يَغِيظُ فِرْعَوْنَ وَلِذَلِكَ ﴿ قَالَ اِنْ رَسُولُكُمْ الَّذِي ارْسَلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴿ ۲۷ ﴾ قَالَ مُوسَى ﴿ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿ ۲۸ ﴾ اِنَّهُ كَذَلِكَ فَاَمِنُوا بِهِ وَخَذَهُ ﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ لِمَوْسَى ﴿ لَسْنَا اتَّخَذْتَ اِلَٰهًا غَيْرِي لِاجْعَلَنكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ﴿ ۲۹ ﴾ كَانَ سَجْنُهُ شَدِيدًا يُخْبَسُ الشَّخْصُ فِي مَكَانٍ تَحْتَ الْاَرْضِ وَخُدَّةٌ لَا يَبْصُرُ وَلَا يَسْمَعُ فِيهِ اَحَدًا ﴿ قَالَ لَهُ مُوسَى ﴿ اَوَلَوْ اَيَّ اَفْعَلُ ذَلِكَ وَلَوْ ﴿ جَنَّتْكَ بِشَيْءٍ مَّبِينٍ ﴿ ۳۰ ﴾ اَي بُرْهَانٍ بَيْنَ عَلَيَّ رِسَالَتِي ﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ لَهُ ﴿ فَاتَّ بِه اِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿ ۳۱ ﴾ فِيهِ ﴿ فَالْقَى عَصَاهُ فَاذَا هِيَ ثَعْبَانٌ مَّبِينٌ ﴿ ۳۲ ﴾ حَيَّةٌ عَظِيمَةٌ ﴿ وَنَزَعَ يَدَهُ ﴿ اَخْرَجَهَا مِنْ جَيْبِهِ ﴿ فَاذَا هِيَ بَيْضَاءُ ﴿ ذَاتُ شُعَاعٍ ﴿ لِلنَّظَرِينَ ﴿ ۳۳ ﴾ خِلَافَ مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْاُدْمَةِ.

﴿ترجمہ﴾

اور یاد کرو (اے میرے محبوب ﷺ! اپنی قوم کے سامنے) جب تمہارے رب نے موسیٰ کو ندا فرمائی (اس رات جب انہوں نے آگ اور درخت کو دیکھا) کہ ظالم لوگوں کے پاس جا (رسول بن کر) جو فرعون کی قوم ہے (مع فرعون کے، کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کر کے اپنی جانوں پر اور بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر ان پر ظلم کیا ہے) کیا وہ نہ (الآ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے) ڈریں گے (اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجلا کر کہ اسے وحدہ لا شریک مانیں) عرض کی (حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے) کہ اے میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ مجھے جھٹلائیں گے۔ اور میرا سینہ ٹگی کرتا ہے (ان کے مجھے جھٹلانے کی وجہ سے) اور میری زبان نہیں چلتی (پیغام رسالت کی ادائیگی میں کلفت کے سبب) تو تو (میرے بھائی) ہارون کو بھی رسول کر (میرے ساتھ.....) اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے (ان میں سے ایک قبیلے کو قتل کرنے کا.....) تو میں ڈرتا ہوں کہیں مجھے قتل کر دیں (اس قتل کے سبب) فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) یوں نہیں (یعنی وہ تمہیں قتل نہیں کریں گے) تم دونوں جاؤ (یعنی تم اور تمہارا بھائی، فاذا ہما میں حاضر کو قاتل پر غلبہ دیا گیا ہے) میری آیتیں لے کر، ہم تمہارے ساتھ سنتے ہیں (جو تم کہتے ہو اور جو تمہیں کہا جائے گا، دو کے لئے معکم جمع کی ضمیر لانے سے مراد ان کا ایک جماعت کے قائم مقام ہونا ہے) تو فرعون کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو ہم دونوں (میں سے ہر ایک) اس کے رسول ہیں (تیری طرف) جو رب

ہے سارے جہاں کا۔ کہ تو ہمارے ساتھ چھوڑ دے (شام جانے کے لئے) بنی اسرائیل کو (پس وہ دونوں فرعون کے پاس آئے اور اس سے وہی کچھ کہا جس کا تذکرہ ہوا ہے) بولا (فرعون حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے) کیا ہم نے تمہیں نہ پالا اپنے یہاں (یعنی اپنے گھروں میں) بچپن میں (ولیداً سے مراد دودھ پلانے کی مدت کے بعد کا دور ہے) اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے (یعنی تیس سال تک آپ علیہ السلام فرعون کے مہیا کئے ہوئے لباس زیب تن کرتے رہے اور اسی کے جانوروں کی سواری کیا کرتے اور فرعون خود آپ علیہ السلام کو اپنا بیٹا کہا کرتا تھا) اور تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا (یعنی قبلی کا قتل) اور تم نا شکر تھے (یعنی میری ان نعمتوں کا انکار کرنے والے تھے جو میں نے تم پر کیں مثلاً تربیت کی اور غلام نہ بنایا..... ج.....) فرمایا (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) میں نے وہ کام کیا جب کہ (یعنی جس وقت) مجھے راہ کی خبر نہ تھی..... ج..... (یعنی ان اشیاء سے پہلے جو بعد میں اللہ جل جلالہ نے مجھے عطا فرمائیں یعنی علم اور رسالت) تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جب کہ تم سے ڈرا تو میرے رب نے مجھے حکم (یعنی علم) عطا فرمایا اور مجھے پیغمبروں سے کیا..... ۵..... اور یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتاتا ہے (تسمنہا کی اصل تسمن بہا ہے) کہ تو نے غلام بنا کر رکھے بنی اسرائیل (یہ جملہ ماقبل تلک النعمۃ کا بیان ہے، کہ تو نے ان کو غلام بنایا اور مجھے نہ بنایا تو یہ تیری نعمت تو نہ ہوئی بلکہ ان کو غلام بنانا تیرا علم ہے، اور بعض نے ابتدائے کلام میں ہمزہ استفہام انکاری کو مقدر مانا ہے) فرعون بولا (حضرت موسیٰ سیدنا علیہ السلام سے) اور سارے جہاں کا رب کیا ہے؟ (یعنی تم نے یہ جو کہا ہے کہ تو اس کا رسول ہے تو وہ ہستی کیسی ہے؟ حالانکہ اب تک لوگوں کو اس کی حقیقت کا عرفان حاصل نہیں، بلکہ وہ تو اسے صرف اس کی صفات سے پہچانتے ہیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں چند ایک صفات باری تعالیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا) موسیٰ نے فرمایا رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے (یعنی ان سب کا خالق ہے) اگر تمہیں یقین ہو (کہ وہی ان سب اشیاء کا خالق ہے تو اس کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ) بولا (فرعون) اپنے آس پاس والوں سے (یعنی: پٹی قوم کے سرداروں سے) کیا تم غور سے سنتے نہیں (اس کے جواب کو کہ جو سوال کے مطابق نہیں) موسیٰ نے فرمایا رب تمہارا اور تمہارے اگلے باپ داداؤں کا (اس جواب میں ان اوصاف کے ساتھ ساتھ اگرچہ ماقبل اوصاف بھی شامل تھے لیکن اس بات نے فرعون کو غضب ناک کر دیا اور اسی لئے) بولا تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے..... ۱..... موسیٰ نے فرمایا رب پورب اور پچم کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں عقل ہو (کہ وہ اسی طرح ہے تو اس کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ) بولا (فرعون حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے) اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا ٹھہرایا تو میں ضرور تمہیں قید کر دوں گا (اس کی قید بہت سخت تھی کہ جب وہ کسی شخص کو قید کرتا تو زمین کے اندر کسی جگہ اسے تہا بند کر دیتا کہ وہ نہ تو کسی کو دیکھ سکتا اور نہ ہی کسی کی کوئی بات سن سکتا) فرمایا (حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے) کیا اگرچہ (یعنی کیا تو پھر بھی ایسا ہی کرے گا اگرچہ) میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لاؤں (کہ جو میری رسالت پر واضح دلیل ہو) کہا (فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے) تو لاؤ اگرچہ ہو (اپنے اس دعویٰ میں) تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا جس میں وہ صرغ اتر دیا ہو گیا (یعنی ایک بہت بڑا سانپ بن گیا) اور اپنا ہاتھ نکالا (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گریبان سے اپنا ہاتھ باہر نکالا) تو جس میں وہ جگمگانے لگا (کہ جس سے شعاعیں نکل رہی تھیں..... ۷.....) دیکھنے والوں کی نگاہ میں (یعنی اپنی اصلیت کے برعکس جس کی رنگت گندمی نہ تھی)۔

﴿تورگیب﴾

﴿وَاذْ نَادَى رَبَّكَ مُوسَىٰ اِنَّ اِلٰهَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

و: مستفہم، اذ: جفاف، نادى: ربك موسیٰ، فعل باقاعل و مفعول، ان: مصدر یہ، االت: فعل امر باقاعل، الظالمون

الظلمین: مفعول، مگر جملہ فعلیہ، بتاویل مصدر مفعول ثانی، مگر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مگر ظرف، فعل محذوف "اذا کر" کیلئے، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿قوم فرعون الایقون﴾

قوم فرعون: مائل "القوم الظلمین" سے بدل واقع ہے، ہمزه حرف استفہام، لایقون: فعل نفی بافاعل، مگر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿قال رب انی اخاف ان یکذبون﴾ ویضیق صدری ولا ینطلق لسانی﴾

قال: قول، رب: نداء، انی: حرف مشبہ و اسم، اخاف: فعل بافاعل، ان یکذبون: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یضیق صدری: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لا ینطلق لسانی: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، مگر خبر، مگر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، مگر مقولہ، مگر جملہ قولیہ۔

﴿فارسل الی ہرون﴾ ولہم علی ذنب فاخاف ان یقتلون﴾

ف: فصیحیہ، ارسل: فعل امر بافاعل، الی ہرون: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ شرط "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، مگر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، علی: ظرف مستقر حال مقدم، ذنب: ذوالحال، مگر مبتدا مؤخر، مگر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، اخاف: فعل بافاعل، ان یقتلون: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول مگر جملہ فعلیہ۔

﴿قال کلا فاذہبا ہایتنا انامعکم مستمعون﴾

قال: قول، کلا: قائم مقام فعل "ارتدع یا موسیٰ" معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اذہبا ہایتنا: فعل امر بافاعل و ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ معطوف، مگر مقولہ، مگر جملہ قولیہ، انا: حرف مشبہ و اسم، معکم: ظرف متعلق بمحذوف خبر ثانی، مستمعون: خبر اول مگر جملہ اسمیہ مستانفہ تعلیلیہ۔

﴿فاتیا فرعون فقولا انا رسول رب العلمین﴾ ان ارسل معنا بنی اسراء یل﴾

ف: عاطفہ، اتیا: فعل امر بافاعل، فرعون: مفعول مگر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، فقولا: قول، انا: حرف مشبہ و اسم، رسول: مصدر بمعنی "رسالة" مضاف، رب العلمین: مضاف الیہ فاعل، ان: مصدریہ، ارسل معنا بنی اسراء یل: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر، ب: جار، مجرور، مگر ظرف لغو، مگر شبہ، جملہ ہو کر خبر، مگر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، مگر جملہ قولیہ۔

﴿قال الم نربک فینا ولیدنا ولہبت فینا من عمرک سنین﴾

قال: قول، ہمزه: حرف استفہام، لم نرب: فعل نفی بافاعل، ک: ضمیر ذوالحال، ولیدنا: حال، مگر مفعول، فینا: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لہبت فینا: فعل بافاعل و ظرف لغو، من عمرک: ظرف مستقر حال مقدم، سنین: ذوالحال، مگر ظرف، مگر جملہ فعلیہ معطوف، مگر مقولہ، مگر جملہ قولیہ۔

﴿وفعلت فعلتک الی فعلت وانت من الکفرین﴾

و: عاطفہ، فعلت، فعلت: فعل "ت" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، انت من الکفرین: جملہ اسمیہ حال، مگر فاعل، فعلتک: موصوف، الی: فعلت: موصول صلہ، مگر صفت، مگر مفعول، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿قال فعلتھا اذا وانا من الضالین﴾

قال: قول، فعلت: فعل، ت، ضمیر ذو الحال، و: حالیه، و: انامن الضالین: جملہ اسمیہ حال، مکر فاعل، ہا: ضمیر مفعول، مکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿ففررت منکم لما حفتکم فوہب لی زہی حکما وجعلنی من المرسلین﴾
 ف: عاطفہ، فررت منکم: فعل بافاعل وظرف لغو، لما ظرفیہ مضاف، حفتکم: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مکر ظرف، مکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، وہب لی زہی حکما: فعل وظرف لغو وفاعل ومفعول مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنی: فعل بافاعل مفعول، من المرسلین: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتلک نعمۃ تمنہا علی ان عبدت بنی اسرائیل﴾
 و: متعلقہ، تلک: مبتدأ، نعمۃ: موصوف، تمنہا علی: جملہ فعلیہ صفت، مکر مبدل منہ، ان عبدت بنی اسرائیل: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بدل، مکر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال فرعون وما رب العلمین﴾ قال رب السموت والارض وما بینہما
 قال فرعون: قول، و: عاطفہ معطوف علی "انا رسول رب العلمین"، ما: استفہامیہ مبتدأ، رب العلمین: خبر، مکر جملہ اسمیہ مقولہ، مکر جملہ قولیہ، قال قول، رب: مضاف، السموت والارض وما بینہما: مضاف الیہ، مکر مبتدأ محذوف "هو" کیلئے خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿ان کنتم موقنین﴾ قال لمن حوله الا تستمعون
 ان: شرطیہ، کنتم موقنین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فنفعمکم هذا الجواب" کیلئے شرط، مکر جملہ شرطیہ، قال: فعل بافاعل، لمن حوله: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، ہمزه: حرف استفہام، الا تستمعون: جملہ فعلیہ مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿قال ربکم ورب ابائکم الاولین﴾
 قال: قول، ربکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رب: مضاف، ابائکم: موصوف، الاولین: صفت، مکر مضاف الیہ، مکر معطوف، مکر "هو" مبتدأ محذوف کیلئے خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿قال ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون﴾
 قال: قول، ان: حرف مشبہ، رسولکم: موصوف، الذی ارسل الیکم: موصول صلہ مکر صفت، مکر اسم، لام: ابتدائیہ، مجنون غیر مکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿قال رب المشرق والمغرب وما بینہما ان کنتم تعقلون﴾
 قال: قول، رب: مضاف، المشرق والمغرب وما بینہما: مضاف الیہ، مکر "هو" مبتدأ محذوف کیلئے خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، مکر جملہ قولیہ، ان: شرطیہ، کنتم تعقلون: جملہ فعلیہ جزا محذوف "علمتم ان لاجواب لکم غیر المکابرة والسفہ والشطط فی القول" کیلئے شرط، مکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال لئن اتخذت الها غیری لاجعلنک من المسجونین﴾
 قال: قول، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، اتخذت: فعل بافاعل، الها: موصوف، غیری: صفت، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ ہو کر شرطیہ، لام: تاکیدیہ، اجعلنک من المسجونین: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط، مکر

قسم محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ہو کر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال اولو جنتک بشیء مبین﴾

قال: قول، حمزہ: حرف استفہام، و: حالیہ، لو: شرطیہ، جنتک بشیء مبین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "تفعل ذلک" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر فعل محذوف "تفعل ذلک" کے فاعل سے حال ہے، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال فات به ان کنت من الصدقین﴾

قال: قول، ف: فیجیہ، ات به: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان کنت صادقاً فی دعواک" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ان: شرطیہ، کنت من الصدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فات به" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فالقی عصاه فاذا ہی ثعبان مبین﴾

ف: عاطفہ، القی عصاه: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ہی: مبتدا، ثعبان مبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، نزاع یدہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ہی: مبتدا، بیضاء للنظرین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

حکم تبلیغ کے مدمقابل استدعاء کرنا:

۱..... اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم فرعون کی جانب تبلیغ دین کے لئے بھیجا چاہا جس کے نتیجے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب ﷻ کی بارگاہ میں استدعاء فرمائی، چنانچہ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۱۲ تا ۱۳ میں اس استدعاء کا مضمون موجود ہے جو کہ تین امور پر مشتمل ہے۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین باتوں کے بارے میں استدعاء فرمائی اول یہ کہ ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کے ساتھ شامل کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم فرعون سے تکذیب (جھٹلانے) کا خوف تھا اور دل مبارک کمزور تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ ہو جانے سے مضبوط ہو جاتا اور تیسرے یہ کہ جب باطن تنگ دل ہونے لگے تو زبان بھی ساتھ نہیں دیتی یہی وجہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جانے کے حوالے سے رب کریم ﷻ کی بارگاہِ صمدیت میں استدعاء فرمائی۔

غایت درجے کی قید تو یہی ہے کہ لکنت کی وجہ سے زبان کارواں نہ ہونا یا زبان کا کسی وجہ سے کھل جانا، اور زبان کا کلام کرنے سے رُک جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ روح انسانی تنگ دل ہونہ کہ زبان کو کسی وجہ سے کلام کرنے سے روک لیا جائے کیونکہ دونوں صورتوں میں زبان موجود ہوتی ہے لیکن خوف و غم کی وجہ سے کلام کرنے پر قدرت نہیں رہتی اور یہ بات لکنت کے نہ ہونے پر واضح دلیل ہے اور مراد یہ ہے کہ روح انسانی ایک شعاع کی مانند ہے جس کا خروج انسانی دل سے ہوتا ہے اور یہ خوف و غم کی وجہ سے کلام کرنے پر شہید روک کا سامان کرتی ہے۔

(حاشیۃ الشہادت المعروف عنایۃ القاضی، الجزء ۱۹، ص ۶۸ وغیرہ)

مفسرین کی اصحاح پڑھنے سے ایک نکتہ یہ بھی ملتا ہے کہ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۱۳ کا معنی ہے کہ اے اللہ ﷻ! تو جبرائیل امین علیہ السلام کو میرے بھائی ہارون کی جانب بھیج تاکہ وہ میری مدد و معاونت کریں، اس آیت میں یہ صراحت نہیں فرمایا تاکہ وہ میری مدد کریں، جیسا کہ سورۃ طہ: ۳۰ اور القصص: ۳۴ میں فرمایا ہے کیونکہ ان سورتوں میں صراحت رسالت کا ذکر کرنے سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ درخواست کی تھی کہ ان کی مدد کے لئے حضرت ہارون کو رسول بنا دیا جائے اس لئے سورۃ الشعراء: ۱۳ کا معنی یہ نہیں ہے کہ تو میرے بجائے میرے بھائی ہارون کو رسول بنا دے، اور جب ایک جگہ کسی سبب و علت کا ذکر کر دیا جائے تو دوسری

جگہ اس کو حذف کرنا جائز ہے اور اس حذف پر قرینہ دوسری جگہ اس سبب کا ذکر ہوتا ہے کلام عرب میں اس کی بہت نظائر ہیں۔

(القرطبی، الجزء ۱۹، ص ۸۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی جانب گناہ کی نسب کرنا:

۲..... حضرات انبیاء و اولیاء و فضلاء جو کہ اللہ رب العالمین کی غایت درجے کی معرفت رکھتے ہیں انہیں اس قسم کے خوف ضرور ہوا کرتے ہیں جس سے ان کی شان میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ عموماً ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کو ادب سکھانے کے لئے ایک آدمہ نکا مارا جائے اور مد مقابل انتقال کر جائے۔ کسی کے ذہن میں یہ اعتراض جنم لے سکتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام سے گناہ کا صدور ہوتا ہے اگر ایسا نہیں تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ﴿لہم علی ذنب﴾ کیوں فرمایا؟ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نبی میں یہ سمجھا کہ میرا یہ گناہ ہے جب کہ فی الواقع ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو ادب سکھانے کے لئے نکا مارا تھا وہ شخص اللہ تعالیٰ کی قضاء کے مسلط ہونے کی وجہ سے ایک ہی منکے میں انتقال کر گیا۔ ”الانبیاء کلہم منزہون ای معصومون یعنی حضرات انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں۔“

(منح الروض الاذہر لملا علی قاری، ص ۵۶)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احسان گنوانا:

۳..... اے موسیٰ (علیہ السلام)! بچپن میں تجھ پر احسان مندی کی اور تجھے قتل کئے جانے سے روکے رکھا، اور قبلی کے قتل کئے جانے کے وقت تک میرے پاس رہا۔ اور تو نے احسان مندی کے شکرانے کے طور پر قبلی کو ناحق قتل کر دیا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ تو نے میری نعمتوں کے احسان اور تربیت کے نتیجے کے طور پر قبلی کو قتل کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبلی کو نکا مارا تھا اس وقت سے لے کر واپس تبلیغ کے لئے لوٹنے کی مدت گیارہ سال تھی۔

(القرطبی، الجزء ۱۹، ص ۹۱)

علامہ رازی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک سال تک دروازے پر کھڑے رہے اور ان کو دربار میں جانے کی اجازت نہیں ملی، حتیٰ کہ دربان نے کہا کہ دربار کے باہر ایک شخص کھڑا ہوا ہے جس کا گمان یہ ہے کہ وہ اللہ رب العالمین کا رسول ہے۔ فرعون نے کہا کہ اس کو بلاؤ، ہو سکتا ہے کہ ہم اس سے دل لگی کریں، اب دونوں نے پیغام حق سنایا تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان لیا، اس نے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی نعمتیں گنوائیں پھر اپنے گمان کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ناشکری اور احسان فراموشی کا ذکر کیا۔ اپنی نعمتیں گنواتے ہوئے یہ کہا کہ کیا ہم نے بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی تھی اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے پاس بسر نہیں کئے تھے، اور اس نے اپنے خیال میں حضرت ہارون علیہ السلام کی جو ناشکری بیان کی وہ یہ تھی کہ تم نے وہ کام کئے جو تم نے کئے اور تم ناشکروں میں سے تھے۔ فرعون نے کہا کہ تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے پاس بسر نہیں کئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس تیس سال رہے، ایک قول کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہ سال کی عمر میں قبلی کو گھونسا مارا تھا، اس کے بعد وہاں سے ہجرت کر گئے اور حج مدت کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو ہی ہے۔

(الرازی، ج ۸، ص ۹۶ و غیرہ بتضیر قلیل)

وانامن الضالین:

۴..... اس بارے میں کئی اقوال ہیں: الضالین بمعنی الجاہلین ہے۔ اہل عرب الضلال کو الجہل کے معنی میں لیتے ہیں اور دونوں لفظوں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں ذکر کرتے ہیں۔ ابن وہب اور ابن زید کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے میرے رب تعالیٰ کا کوئی حکم نہیں آیا تھا کہ میں نے ادب سکھانے کے لئے قبلی کو نکا مارا اور وہ مر گیا۔ اور الضلال سے مراد الخطاء ہے اور یہ ضلالت اللہ رب العالمین و حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین کچھ نہ تھی۔

(الطبری، الجزء ۱۹، ص ۸۰)

کیا حکم اور نبوت سے مراد الگ الگ باتیں ہیں؟

۵..... علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں: حکم سے مراد علم و حکمت ہے، فتح الرحمن میں ہے کہ حکم سے نبوت ہے اور ﴿وجعلنی من المرسلین﴾ سے مراد نبوت کا دوسرا درجہ ہے یعنی نبی کیا گیا اور رسول نہیں بنائے گئے۔ بعض ائمہ کہا کرتے ہیں کہ جب اللہ ﷻ کسی کو مرتبہ عالیہ دینا چاہتا ہے تو اسے رعب عطا فرماتا ہے حتیٰ کہ لوگ اس کے رعب و دبدبے سے دور ہوتے ہیں اور اس کے لئے اللہ ﷻ کے اسرار و رموز کھل جاتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا اور اللہ والوں کی جانب معصیت کی نسبت کا معنی وہ نہیں ہوتا جو دیگر لوگوں کی جانب معصیت کی نسبت کرنے سے ہوتا ہے کیونکہ ان پر طبی خواہش کی وجہ سے کوئی حکم نہیں لگتا بلکہ (اجتہادی / عدم توجہی) کی وجہ سے خطا کی نسبت کی جاتی ہے۔
(روح البیان، ج ۶، ص ۳۴۴)

رسول کی جانب جنون کی نسبت کرنا:

۶..... رسول کی جانب جنون کی نسبت کرنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، ہم سید عالم ﷺ کی جانب اس نسبت کی وجوہات ذکر کرتے ہیں جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب نسبت جنون کا اندازہ لگانا آسان ہوگا۔ کافروں کا سید عالم ﷺ کی ذات اقدس کی جانب جنون کی نسبت کرنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱)..... نزول وحی کے وقت سید عالم ﷺ کا حال انہیں غشی والا محسوس ہوتا تھا اس لیے انہوں نے جنون کی نسبت کی، اس کی دلیل ﴿وقولون انہ لمجنون وما هو الا ذکر للعالمین اور کہتے ہیں یہ ضرور عقل سے دور ہیں اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہاں کے لئے﴾ (القلم: ۵۱-۵۲) ﴿اولم يتفكروا ما بصاحبهم من جنة کیا سوچتے نہیں کہ ان کے صاحب کو جنون سے کچھ علاقہ نہیں﴾ (الاعراف: ۱۸۴) ﴿..... ہو سکتا ہے کہ بطور استہزاء ایسا کہتے ہوں جیسا کہ فرعون نے کہا﴾ ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون یہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے﴾ (النساء: ۲۷) ﴿جیسا کہ قوم شعیب نے کہا﴾ انک لانت الحلیم الرشید ہاں جی تم ہی بڑے عقلمند نیک چلن ہو﴾ (ہود: ۸۷) ﴿اور جیسا کہ کہا﴾ لبشر ہم بعد اب علم انہیں خوشخبری دودرودناک عذاب کی (آل عمران: ۲۱) ﴿اس لیے کہ عذاب کی خبر بظاہر ناممکن نظر آ رہی تھی، (۳)..... اللہ کا فرمان ﴿یا ایہا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون اے وہ جن پر قرآن اترا پیشک ضرور مجنون ہو﴾ (الحجر: ۶) ﴿سید عالم ﷺ اور ان کے اصحاب و متبوعین کے گمان اور اعتقاد کے مطابق، پھر جب یہ کلمات قوم کو سنائے گئے تو انہوں نے شبہ ظاہر کیا اور کہا ﴿لو ما قالینا بالملائکة ان کنت من الصادقین ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے اگر تم سچے ہو﴾ (الحجر: ۷) ﴿مطلب یہ ہے کہ اگر آپ رسول برحق ہوتے تو آپ ﷺ کی صداقت میں فرشتے نازل ہوتے جو آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرتے۔
(الرازی، ج ۷، ص ۱۲۱)

معجزات موسیٰ علیہ السلام کا بیان:

۷..... اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات عطا فرمائے چنانچہ وہ نو معجزات یہ ہیں عصا، ید بیضاء، قحط سالی، طوفان، بٹڈی، جوں، مینڈک، خون، مال کی برہادی۔ ان تمام معجزات کا ذکر اسی سورۃ مبارکہ میں ہے سوائے ایک معجزہ کے اور وہ فرعونوں کے مال کی برہادی ہے کہ اللہ ﷻ نے اس کا ذکر سورۃ یونس کی آیت نمبر ۸۸ میں فرمایا۔
(الصابی، ج ۲، ص ۲۷۷)

☆..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک ہادام کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ عہد بن حمید اور ابوہشام نے قنادہ سے روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصا مبارک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت دیا گیا جب وہ مدین کی جانب تشریف لے جانے لگے، وہ عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے رات کے وقت میں روشن ہو جاتا تھا اور دن کے وقت میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے

زمین پر مارتے تو زمین سے رزق نمودار ہوتا، اور اس عصا کی مدد سے آپ ﷺ جانوروں کے لئے بچے جھاڑنے کا کام بھی کرتے۔ اس بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ یہ بنتی عصا تھا جو کہ حضرت آدم ﷺ کے لئے تھا پھر حضرت شعیب ﷺ کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت موسیٰ ﷺ تک پہنچا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ اس عصا کا نام ماہشا تھا۔

☆..... روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ ﷺ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو وہ زرد رنگ کا ایک بال والا اژدھا بن گیا اس کے دونوں جبروں کے مابین اسی ذراع (یعنی ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا اور وہ اپنی دم پر کھڑا ہو کر زمین سے ایک میل بلند تھا اژدھا اتنا بڑا تھا کہ اس کا ایک جبر زمین پر تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا وہ فرعون کے پکڑنے کیلئے دوڑا فرعون اپنی جان بچانے کو تخت چھوڑ کر بھاگا اس حالت میں اس کے دست لگ گئے، ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ اس ایک دن میں اس کے چار سو دست جاری ہوئے، اور بعض روایتوں میں یہاں تک ہے کہ اس کے پیٹ میں ایک ایسی بیماری جاری ہو گئی جو تادم مرگ دور نہ ہو سکی، ایک روایت کے مطابق اژدھے نے فرعون کا جبہ اپنی داڑھ میں پکڑ لیا اور لوگوں پر حملہ کیا جس سے بھگدڑ مچی اور اس بھگدڑ میں پچیس ہزار کی تعداد ماری گئی، بالآخر فرعون نے حج کر کہا کہ اے موسیٰ ﷺ میں تمہیں اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہیں بھیجا ہے تم اس اژدھے کو پکڑ لو میں تم پر ایمان لے آؤں گا اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دوں گا، حضرت موسیٰ ﷺ نے اژدھے کو پکڑا تو محل سابق لاٹھی بن گیا، جب حضرت موسیٰ ﷺ نے لاٹھی کو پکڑ لیا فرعون نے پھر سے نافرمانی کی اور پرانی روش پر ہی قائم رہا۔

☆..... حضرت موسیٰ ﷺ کو سد بیضاء کا مجرہ بھی دیا گیا تھا ایسا سفید نورانی ہاتھ جو کہ خرق عادت فعل تھا جسے دیکھنے والوں کا مجمع جمع ہو جاتا، ایک روایت یہ ہے اس نور کی روشنی نے حضرت موسیٰ ﷺ کے لئے زمین و آسمان کو روشن کر دیا۔

(روح المعانی، الجزء التاسع، ص ۳۰ وغیرہ، عطائین، ج ۲، ص ۲۱۹)

افراض:

اذکر: سے مراد خدا کے وقت کا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ جس وقت واقعہ رونما ہوا اس کا ذکر یاد کرنا مقصود ہے۔ لیلۃ رأی النار والشجرۃ: یعنی سبز درخت میں آگ جلتی دیکھی، اور سبز درخت میں آگ کا جلنا نذر کرنے کا مقصود نہیں تھا بلکہ مقصود اس کلام ہوا اذ رأی نار الفیقال لاهلہ امکتوا انی آنست لمارا (طہ: ۱۰) سے سورۃ طہ کا فصل تھا۔ وینی اسرائیل: کا عطف انفسہم پر ہے، تقدیر عبارت یوں ہے "وظلموا بنی اسرائیل"۔

باسبعادہم: بمعنی معاملتہم ہے، یعنی خادم والا معاملہ ہونا جیسے سخت مشقت والے کام، گھنڈہ کام وغیرہ انجام دے لینا، اور قوم فرعون کے ساتھ ایسا چار سو سال ہوا، اور اس وقت ان کی تعداد ایک ہزار چھ سو تیس تھی۔

للاستفہام الانکاری: مناسب یہ ہے کہ اس مقام پر تعجب کا معنی لیا جائے، اس لئے کہ انکار کا معنی کرنا قاسد ہے اور مراد نبی ہے اور نبی اسی اثبات ہوا کرتا ہے، پس اس صورت میں معنی یہ ہوگا انہیں اللہ ﷻ سے ڈرنا چاہیے لیکن ایسا نہیں ہے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ استفہام عرض کے لئے ہو۔ للہقۃ التی فیہ: کم سن میں مونہہ میں انگاڑہ رکھنے کی وجہ سے لکنت ہو گئی تھی، جس وقت آپ ﷺ نے فرعون کی داڑھی پکڑ لی تھی اور اس بات پر فرعون آپ ﷺ کے قتل کرنے کے درپے ہوا، اور اس نے اپنی زوجہ کو اس جانب توجہ دلائی کہ ان کے امتحان کی صورت کی جائے اور ایک جانب کھجور اور دوسری جانب انگاڑہ رکھا جائے، پس جبرائیل امین ﷺ نے ان کے ہاتھ میں انگاڑہ تھما دیا جسے مونہہ میں ڈال لیا، جس کی وجہ سے زبان میں لکنت پیدا ہو گئی۔

فیہ تغلب الحاضر علی الغائب: یعنی حضرت موسیٰ ﷺ کی جانب نسبت کرتے ہوئے کیونکہ دونوں ہی اللہ ﷻ کا کلام سماعت

کرتے تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام بلا واسطہ کلام الہی سماع فرماتے اور حضرت ہارون علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے سماع فرماتے۔

ای کلامنا: ان کے اسم اور اس کی خبر کے مابین مطابقت کے اعتبار سے کلام کیا، یعنی حسب حیثیت رسول ہونا مراد ہے۔
 لہذا یہ الخ: اس جملے سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ ﷻ کے فرمان ﴿قَالَ الْمَلَأْتُ لَهَا مِنْهَا قُرْآنًا﴾ (الشعراء: ۱۸) پر مرتب ہوتا ہے، روایت کی جاتی ہے کہ جب دونوں حضرات (حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام) فرعون کی طرف پہنچے تو درباریوں نے انہیں اندر آنے کی اجازت نہ دی، پھر فرعون کے دروازے پر دستک دے کر بتایا گیا کہ ہمارے پاس ایک شخص آیا ہے جو کہتا ہے کہ وہ تمام جہان کے پالنے والے کا رسول ہے، فرعون نے اپنے درباری خادم سے کہا: اسے ہمارے پاس آنے دو تاکہ ہم اس سے ہنسی کریں، پس دونوں حضرات داخل ہوئے تو فرعون کو شیر، چیتے، تیندوے کے ساتھ دیکھا، درباریوں کو خوف ہوا کہ کہیں یہ درندے ان دونوں حضرات مہمانان گرامی کو نقصان نہ پہنچائیں لیکن معاملہ یہ ہوا کہ یہ درندے ان کے قدم چاٹنے لگے، ان کی رانوں سے چپکنے لگے، جس سے فرعون کو تعجب ہوا، اور اس نے پوچھا تم کون ہو؟ بولے: ”ہم اللہ کے رسول ہیں۔“

قربیا من الولاية: اس جملے کے ذریعے آیت سے ہونے والے وہم کو دور کرنا مقصود ہے کیونکہ ولید کا اطلاق مولود پر ولادت کی حالت کے ضمن میں کیا جاتا ہے، لیکن یہاں ایسا مقصود نہیں ہے، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رضاعت کے زمانے میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تھے، رضاعت کے بعد فرعون انہیں لے گیا تھا، پس مناسب یہ ہے کہ آیت کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کیا جائے کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے پاس تھے اس وقت بھی فرعون کی نظر میں تھے یعنی اس کی تربیت میں تھے۔
 عما آتانی اللہ بعدها: یعنی مجھ پر اس (قبطی والے معاملے کے) حوالے سے کوئی ملامت نہیں، پس مکلف نہ ہونے کی صورت میں ضالین بمعنی مخطئین ہو سکتا ہے متعمدین نہیں ہو سکتا۔

اصلہ تمن بہا علی: ”تمنہا“ کی اصل ”تمن بہا“ ہے، پس جار کو حذف کر کے ضمیر متصل کر دی گئی ہے۔
 ولم تستعبدنی: (گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) تیرا مجھ پر کوئی احسان نہیں، پس میں نے تیری عبادت نہ کی حالانکہ تیرے سوا کسی اور کی عبادت کرنا ظلم ہے اور اللہ ﷻ نے مجھے تیری عبادت کرنے سے نجات عطا فرمائی۔
 ای ای شئیء ہو: فرعون کا اللہ ﷻ کے بارے میں سوال کرنے کا مقصد اللہ رب العالمین کی حقیقت معلوم کرنا تھا، یعنی وہ موجودات کی کوئی جنس سے تعلق رکھتا ہے، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

من اشراف قومہ: فرعون کے ارد گرد پانچ سو معززین موجود تھے، جنہوں نے سونے کے زیور (کنگن) پہنے ہوئے تھے، اور ایسے زیورات فقط سلاطین ہی پہنا کرتے ہیں۔

الذی لم یطابق السؤال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب فرعون کے سوال کے مطابق نہیں ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ ﷻ کی صفات کا بیان فرمایا کیوں کہ اللہ رب العالمین کی حقیقت کا بیان کرنا عبث ہے اور جہالت کا پالندہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسا صادر ہونا محال ہے۔

(الصاوی، ج ۴، ۲۲۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۷

﴿قَالَ فِرْعَوْنُ لِلْمَلَأِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ عَلِيمٌ (۳۳)﴾ فَأَلْقَى فِي عِلْمِ السِّحْرِ ﴿يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ مَلِكًا فَمَاذَا تَأْمُرُونَ (۳۵)﴾ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ ﴿أَخْرَجْنَا أَمْرَهُمَا﴾ وَأَبْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿(۳۶)﴾ جَامِعِينَ ﴿يَأْتُوكَ بِكُلِّ سِحْرٍ عَلِيمٍ (۳۷)﴾ يُفْضَلُ مُوسَى فِي عِلْمِ السِّحْرِ ﴿فَجَمَعَ السَّحْرَةَ لَمِيقَاتِ يَوْمٍ مَعْلُومٍ (۳۸)﴾ وَهُوَ وَقْتُ الضُّحَى مِنْ يَوْمِ الزَّيْنَةِ ﴿وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مَجْتَمِعُونَ (۳۹)﴾ لَعَلْنَا نَبْعِثَ السَّحْرَةَ أَنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿(۴۰)﴾ الْإِسْتِفْهَامُ لِلحِّبِّ عَلَى الْإِجْتِمَاعِ وَالتَّرَجُّحِي عَلَى تَقْدِيرِ غَلَبَتِهِمْ لِيَسْتَمِرُّ عَلَى دِينِهِمْ فَلَا يَتَّبِعُوا مُوسَى ﴿فَلَمَّا جَاءَ السَّحْرَةَ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ إِنَّهُ بِبَحْثِ حَقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَأَدْخَالِ الْفَاءِ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهِينِ﴾ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿(۴۱)﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا كُنْتُمْ فِي حَيْثُ ﴿لَمَنْ الْمُقْرِبِينَ (۴۲)﴾ قَالَ لَهُمْ مُوسَى ﴿بَعْدَ مَا قَالُوا لَهُ إِمَّا أَنْ تُلْقَى وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ﴾ ﴿قَالُوا مَا أَنْتُمْ مَلْعُونٌ (۴۳)﴾ فَلَا أَمْرَ مِنْهُ لِأَذْنِ بَتَقْدِيمِ الْقَائِمِ تَوْسُلًا بِهِ إِلَى إِظْهَارِ الْحَقِّ ﴿فَالْقَوْمُ جِبَالَهُمْ وَعَصِيهِمْ وَقَالُوا بَعْزَةُ فِرْعَوْنَ أَنَا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ (۴۴)﴾ فَالْقَى مُوسَى عَصَاهُ فَذَا هِيَ تَلْقَفُ ﴿بِحَذْفِ إِحْدَى الثَّانِيَيْنِ مِنَ الْأَصْلِ تَبَلُّغُ﴾ مَا يَأْكُونُ ﴿(۴۵)﴾ يُقْلِبُونَهُ بِمَوْبُوهِهِمْ فَيَتَخَيَّلُونَ جِبَالَهُمْ وَعَصِيَهُمْ أَنَّهَا حَيَاتٌ تَسْعَى ﴿فَالْقَى السَّحْرَةَ سَجْدِينَ (۴۶)﴾ قَالُوا إِنَّا بَرَبُ الْعَالَمِينَ ﴿(۴۷)﴾ رَبُّ مُوسَى وَهَارُونَ ﴿(۴۸)﴾ لَعَلَّهُمْ بِأَنْ مَا شَاهَدُوهُ مِنَ الْعَصَا لَا يَتَأْتَى بِالسِّحْرِ ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ ﴿أَنْتُمْ﴾ بِبَحْثِ حَقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَالِ الثَّانِيَةِ الْفَاءِ لَهُ ﴿لِمُوسَى﴾ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ لَكُمْ أَنَّهُ لِكَبِيرِكُمْ الَّذِي عَلَّمَكُمْ السَّحْرَةَ ﴿فَعَلَّمَكُمْ شَيْئًا مِنْهُ وَعَلَبَكُمْ بِأَخْرَجِ﴾ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ط ﴿مَا يَنَالِكُمْ مِنِّي﴾ لَا قَطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ مِنْ خِلَافِ ﴿أَيَّ يَدٍ كَلَّ وَاحِدًا لِيُمْنِي وَرِجْلَهُ الْيُسْرَى﴾ وَلَا صِلْبَكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿(۴۹)﴾ قَالُوا لَا ضَيْرَ ﴿لَا ضَرَرَ عَلَيْنَا فِي ذَلِكَ﴾ إِنْ رُبْنَا ﴿بَعْدَ مَوْتِنَا بِأَيِّ وَجْهِ كَانَ﴾ ﴿مَنْقَلِبُونَ (۵۰)﴾ رَاجِعُونَ فِي الْآخِرَةِ ﴿إِنَّا نَطْمَعُ﴾ نَرْجُوا ﴿إِنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطِيئَاتِنَا﴾ أَيَّ بَأْنَ ﴿كُنَّا أَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ (۵۱)﴾ فِي زَمَانِنَا.

﴿تَرْجُمَةُ﴾

بولوا (فرعون) اپنے گرد کے سرداروں سے کہ بیشک یہ دانا جادوگر..... ہیں..... یعنی جادو کے علم میں فوقیت رکھنے والے ہیں) چاہتے ہیں، کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اپنے جادو کے زور سے، تب تمہارا کیا مشورہ ہے۔ وہ بولے انہیں اور ان کے بھائی کو ٹھہرائے رہو (یعنی ان کا معاملہ مؤخر کر دو) اور شہروں میں جمع کرنے والے بیجو (حاشرین بمعنی جامعین ہے) کہ وہ تیرے پاس لے آئیں ہر بڑے جادوگر دانا کو (جو جادو کے علم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت رکھتا ہو) تو جمع کیے گئے جادوگر ایک مقرر دن کے وعدہ پر (یعنی عید کے دن چاشت کے وقت) اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع ہو گئے۔ شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ غالب آئیں (ہل انعم میں استفہام دراصل لوگوں کو جمع ہونے کے لئے اکسانے اور آمادہ کرنے کی خاطر ہے اور لعل امید دلانے کی خاطر ہے کہ ان کے غالب آنے کی صورت میں وہ اپنے دین پر قائم رہیں گے تاکہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع نہ کریں) پھر جب جادوگر

آئے فرعون سے بولے کیا (انس میں دونوں ہمزے تحقیق اور دوسرا تسہیل کے ساتھ ہے اور ان دونوں صورتوں میں ان کے درمیان الف کو داخل کرنا بھی جائز ہے) ہمیں کچھ مزدوری ملے گی اگر ہم غالب آئے۔ بولا ہاں اور اس وقت تم میرے مقرب ہو جاؤ گے۔ موسیٰ نے ان سے فرمایا (جب انہوں نے حضرت موسیٰ ﷺ سے یہ کہا کہ پہلے آپ ڈالیں گے..... بی..... یا ہم ڈالیں تو اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا) ڈالو جو تمہیں ڈالتا ہے (القوا امر کا میخانہ جادو گروں کو اپنا جادو پہلے دکھانے کی اجازت دینے کے لئے ہے تا کہ اس کے ذریعے حق کا اظہار ہو سکے) تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاطھیاں ڈالیں اور بولے فرعون کی عزت کی قسم! بیشک ہماری ہی جیت ہے، تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا جیسی وہ نکلنے لگا (تسلف یعنی تبالع میں ایک تا حذف ہے) ان کی بناوٹوں کو (یعنی انہوں نے فریب کاری اور ملح سازی کر کے اپنی لاطھیوں اور رسیوں کو چلتے پھرتے سانپوں میں تبدیل کر دیا تھا) اب سجدہ میں گرے۔ جادو گر بولے ہم ایمان لائے..... بی..... اس پر جو سارے جہان کا رب ہے جو موسیٰ اور ہارون..... بی..... کا رب ہے (اپنے اس علم کی وجہ سے کہ جو انہوں نے عصائے موسیٰ سے مشاہدہ کیا ہے وہ جادو کا کرشمہ نہیں ہو سکتا) فرعون بولا کیا تم ایمان لائے (ء انتم میں ایک قرأت دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ ہے اور ایک قرأت دوسرے ہمزہ کو الف سے بدلنے کے ساتھ ہے) اس پر (یعنی حضرت موسیٰ ﷺ پر) قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بیشک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا (یعنی اس نے تمہیں تھوڑا سا جادو سکھایا اور پھر بقیہ جادو کے ساتھ تم پر غالب آ گیا) تو اب جاننا چاہتے ہو (اس تکلیف کو جو میری طرف سے تمہیں پہنچے گی) مجھے قسم ہے! بیشک میں تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا (یعنی ہر ایک کا دایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں) اور تم سب کو سولی دوں گا۔ وہ بولے کچھ نقصان نہیں (یعنی اس معاملے میں ہمیں کوئی نقصان نہیں) ہم اپنے رب کی طرف (اپنی موت کے بعد چاہے وہ جس صورت میں بھی ہو) پلٹنے والے ہیں (یعنی آخرت میں اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں) ہمیں طمع ہے (امید ہے) کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے..... بی..... اس پر کہ سب سے پہلے ایمان لائے (اپنے زمانہ میں)۔

﴿قر کیب﴾

﴿قال للملا حوله ان هذا لسحر علیم﴾

قال: قول، لام، جار، الملا: ذوالحال، حوله: ظرف متعلق بحذف حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، ان: هذا: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، سحر علیم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿یرید ان یخرجکم من ارضکم بسحرہ فماذا تامرون﴾

یرید: فعل باقائل، ان: مصدریہ، یخرجکم من ارضکم: فعل باقائل و مفعول و ظرف لغو، بسحرہ: ظرف لغو تانی، ملکر جملہ فعلیہ متاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "سحر" کیلئے صفت واقع ہے، ف: عاطفہ، ماذا: استفہامیہ مفعول بہ مقدم، تامرون: فعل باقائل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا ارجہ واخاہ وابعث فی المدائن حشرین﴾

قالوا: قول، ارجہ: فعل امر باقائل، "ہ" تمہیں معطوف علیہ، و: عاطفہ، اخاہ: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابعث: فعل امر باقائل، فی المدائن: ظرف لغو، حشرین: "شرط" محذوف کیلئے صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿یاتوک بکل سحار علیم﴾

باتوک: فعل بافاعل ومفعول، بکمل سحرار علیہم: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿فجمع السحرة لمیقات یوم معلوم ۵ وقیل للناس هل انعم مجتمعون ۵﴾

ف: عاطفہ، جمع السحرة: فعل مجہول بانائب الفاعل، لمیقات یوم معلوم: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قیل للناس: قول، هل: حرف استفہام، انعم: مبتدا، مجتمعون: خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ مکر جملہ قولیہ۔

﴿لعلنا نتبع السحرة ان كانوا هم الغلبین ۵﴾

لعلنا: حرف مشبہ و اسم، نتبع السحرة: جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ ماقبل "مجمعون" کی واؤ ضمیر سے واقع ہے، ان شرطیہ، كانوا: فعل ناقص و اسم، ہم: ضمیر فصل، الغلبین: خبر، جملہ فعلیہ جزا محذوف "فنتبع السحرة" کیلئے شرط، مکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما جاء السحرة قالوا لفرعون ان لنا لاجرا ان كنا نحن الغلبین ۵﴾

ف: عاطفہ، لما ظرفیہ شرطیہ، جاء السحرة: جملہ فعلیہ شرط، قالوا لفرعون: قول، همزة: حرف استفہام، ان لنا: حرف مشبہ وظرف مستقر خبر، لاجرا: خبر مکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ اول، ان: شرطیہ، كنا: فعل ناقص با اسم، نحن: ضمیر فصل، الغلبین: خبر، مکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا محذوف "ان لنا لاجرا" کی شرط، مکر جملہ شرطیہ، ہو کر مقولہ ثانی، مکر جملہ قولیہ جواب شرط، مکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال نعم وانکم اذا لمن المقربین ۵﴾

قال: قول، نعم: حرف جواب بمعنی "لکم الاجر" معطوف علیہ، و: عاطفہ، انکم: حرف مشبہ و اسم، اذا: حرف جزاء، لمن المقربین: ظرف مستقر خبر، مکر جملہ اسمیہ معطوف، مکر مقولہ مکر جملہ قولیہ۔

﴿قال لهم موسى القوا ما انتم ملقون ۵﴾

قال لهم موسى: جملہ فعلیہ قول، القوا: فعل امر بافاعل، ما: موصولہ، انتم ملقون: جملہ اسمیہ صلہ، مکر مفعول جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿فالقوا جبالہم وعصیہم وقالوا بعزة فرعون انا نحن الغلبون ۵﴾

ف: عاطفہ، القوا: فعل بافاعل، جبالہم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عصیہم: معطوف، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قالوا: قول، بعزة فرعون: ظرف مستقر، فعل محذوف "نقسم" کیلئے، مکر جملہ فعلیہ تسمیہ، انا: حرف مشبہ و اسم، نحن الغلبون: جملہ اسمیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ جواب قسم، مکر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿فالتقى موسى عصاه فاذا هي تلقف ما بالكون ۵﴾

ف: عاطفہ، التقى موسى: فعل و فاعل، عصاه: مفعول، مکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: بنیائیہ، هي: مبتدا، تلقف: فعل بافاعل، ما بالكون: موصول صلہ، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿فالتقى السحرة سجدين قالوا امننا برب العلمین ۵ رب موسى وهرون ۵﴾

ف: عاطفہ، التقى: فعل مجہول، السحرة: ذوالحال، سجدين: حال، مکر نائب الفاعل، مکر جملہ فعلیہ، قالوا: قول، امننا: فعل بافاعل، ب: جار، رب العلمین: مبدل مع، رب موسى وهرون: بدل، مکر مجرور، مکر ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، مکر جملہ قولیہ ہو کر ماقبل "التقى" جملہ بدل اشتمال واقع ہے۔

﴿قال انتم له قبل ان اذن لکم الله لکبیر کم الذى علمکم السحر﴾

قال: قول، اسمع لہ: فعل بافاعل و طرف لغو، قبل بضاف، ان اذن لکم: جملہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ اول، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، کہہ کر کم: موصوف، الذی: موصول، علمکم السحر: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قویہ۔

﴿فلسوف تعلمون﴾

ف: فصیحیہ، لام: تاکیدیہ، سوف حرف استقبال، تعلمون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہو کر شرط محذوف "ان استمررتم فی فعلکم" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لا قطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولا وصلنکم اجمعین﴾

لام: قسمیہ، اقطعن: فعل بافاعل، ایدیکم وارجلکم: ذوالحال، من خلاف: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام: قسمیہ، اصل بن: فعل بافاعل، کم: ضمیر ذوالحال، اجمعین: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ معطوف، ملکر باقبل جملہ "لسوف تعلمون" کیلئے تفسیر واقع ہے۔

﴿قالوا الاضیر انا الی ربنا منقلبون﴾

قالوا: قول، لا: نفی جنس، ضمیر: اسم، "لنا" ظرف مستقر خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ اول، انا: حرف مشبہ واسم، الی ربنا منقلبون: شبہ جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قویہ

﴿انا نطمع ان یغفر لنا ربنا خطینا ان كنا اول المؤمنین﴾

انا: حرف مشبہ واسم، نطمع: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یغفر لنا ربنا خطینا: فعل و طرف لغو و فاعل و مفعول ملکر جملہ بتاویل مصدر مفعول، ان: مصدریہ، كنا اول المؤمنین: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر "ب" جار مجرور ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

سحر کی تعریف:

۱..... شیخ جرجانی فرماتے ہیں کہ سحر سے مراد تخمیل (کوئی چیز مشتبه کرنا)، ملح سازی اور اس چیز کا ارادہ کرنا ہے جس کی کوئی اصل نہ ہو جیسا کہ کئی حکمکین کے نزدیک سحر کی یہی تعریف ہے۔

(التعریفات، ص ۱۲۱)

جن سے فرعون نے قرب کا وعدہ کیا تھا کہ اگر تم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے تو میرے مقرب ہو جاؤ گے ان جادوگروں کی تعداد کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے، مقاتل کے نزدیک ان کی تعداد پندرہ تھی جن میں دو قبیلے اور ستر بنی اسرائیلی تھے، کلبی کے قول کے مطابق ان کی تعداد اہل نبیوی کے ستر عام آدمی تھے، کعب کے قول کے مطابق بارہ ہزار اور سدی کے مطابق تین ہزار اور کچھ زائد، مکرّم کے مطابق ستر ہزار اور محمد بن مکرّم کے مطابق اسی ہزار جادوگر تھے، مقاتل کہتے ہیں کہ جادوگروں کا سردار شمعون تھا اور ابن جریج کے مطابق یوحنا نامی شخص جادوگروں کا سردار تھا۔

(البغوی، ص ۳۱۷)

علامہ تفتازانی "شرح المقاصد" میں فرماتے ہیں:

سحر ایک خلاف عادت کام ہے جو کسی شریر اور فاسق شخص سے اعمال مخصوصہ کے ذریعہ صادر ہوتا ہے، اور یہ اہل حق کے نزدیک عقلاً جائز ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے ﴿ولکن الشیطن کفر و ا یعلمون الناس

السحر وما انزل على الملكين ببابل هاروت وماروت وما يعلمن من احد حتى يقولوا انما نحن لنتنة فلا تكفر
 فبتعلمون منهما ما يفرقون به بين المرء وزوجه وما هم بضارين به من احد الا باذن الله هاں شیطان کافر ہوئے
 لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ جادو جو بائبل میں دو فرشتوں ہاروت وماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ
 لیتے کہ ہم تو زری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں اور اس سے ضرر نہیں
 پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے (البقرہ: ۱۰۲)۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جادو کی حقیقت ہے اور محض سحر سازی نہیں ہے اور
 موثر و خالق حقیقت میں اللہ ﷻ ہے، چنانچہ فرمان باری ﷻ ہے ﴿وَمِن شَرِّ النَّفَّثَاتِ الّٰسِيَّاتِ الّٰتِيَّاتِ فِي عِصْمِ النَّخْلِ وَطِائِفَاتِ الّٰسِيَّاتِ الّٰتِيَّاتِ فِي عِصْمِ النَّخْلِ﴾
 گروہوں میں پھونکتی ہیں (العلق: ۴)۔ اس آیت میں جادو گروں کی شرارت سے پناہ مانگی گئی ہے، جادو گر منتر پڑھ پڑھ کر پھونک مارتے
 ہیں اور گرہ باندھتے ہیں، عموماً جس پر جادو کیا جاتا ہے اس کے بال یا کوئی اور چیز حاصل کر کے اس پر عمل کیا جاتا ہے، اگر جادو ایک ثابت
 شدہ حقیقت نہ ہوتی تو اللہ ﷻ اس سے پناہ مانگنے کا حکم کیوں ارشاد فرماتا؟ جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۃ العلق اس وقت
 نازل ہوئی جب لیبید بن اعصم یہودی نے سید عالم ﷺ پر جادو کیا حتیٰ کہ آپ تین دن تک بخار میں رہے۔
 مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا جادو ایک قسم کی نظر بندی تھی اور تخیل تھی جس سے دیکھنے والوں کو یہ محسوس ہونے لگا
 کہ یہ لاشعیاں اور رسیاں سانپ بن کر دوڑ رہے ہیں حالانکہ وہ واقع میں اسی طرح لاشعیاں اور رسیاں ہی تھیں، سانپ نہیں بنے تھے
 ، ایک قسم کا سمریزم تھا جس کا اثر انسانی خیال اور نظر کو مغلوب کر دیتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سحر صرف اسی قسم میں منحصر ہے
 ، سحر کے ذریعہ انقلاب ماہیت نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی شرعی و عقلی دلیل اس کی نفی پر قائم نہیں ہے بلکہ سحر کی مختلف اقسام، واقعات سے
 ثابت ہیں کہیں تو صرف ہاتھ کی چالاکی ہوتی ہے جس سے دیکھنے والوں کو مغالطہ لگ جاتا ہے، کہیں تخیل اور نظر بندی ہوتی ہے جیسے
 سمریزم ہے اور کہیں قلب ماہیت بھی ہو جاتا ہو کہ انسان پتھر کا بن جائے تو یہ بھی کسی شرعی یا عقلی دلیل کے خلاف نہیں ہے۔

(معارف القرآن، ج ۴، ص ۳۱)

باب ادب بانصیب!

۲..... جادو گر بولے اے موسیٰ ﷺ یا تو آپ ﷺ اپنا عصا ڈالیں یا ہم ابتدا کریں، یعنی اپنی لاشعیاں اور رسیاں ڈالیں۔ اس
 آیت مبارکہ میں ایک لطیف نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جادو گروں نے ادب کرتے ہوئے حضرت موسیٰ ﷺ کی رعایت فرمائی کہ حضرت
 موسیٰ ﷺ کو اپنے اوپر مقدم کیا اور کوئی شک نہیں کہ اللہ ﷻ نے اپنے نبی کے ادب کے صدقے میں ان پر ایمان اور حدایت کے ذریعے
 احسان فرمایا ہو کہ انھوں نے اولاً ادب کی رعایت فرمائی اور اپنی رغبت اس بارے میں ظاہر فرمائی۔ حضرت موسیٰ ﷺ نے جادو گروں
 سے کہا کہ تم اپنی ذات کو لاشعیاں اور رسیاں ڈالنے میں مقدم کرو، ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ حضرت موسیٰ ﷺ نے
 جادو گروں کو ابتدا کرنے کی اجازت کیسے دے دی؟ جب کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ یہ جادو ہے اور جادو کرنا جائز نہیں ہے؟ میں یہ کہوں گا
 کہ اس بارے میں علماء نے کئی جوابات دیئے ہیں، ان میں سے ایک جواب یہ ہے کہ اگر تم اپنے فضل کو سچ جانتے ہو تو ڈالو اور اگر ایسا نہیں
 ہے تو نہ سہی، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ ﷺ نے ان کو رسیاں اور لاشعیاں ڈالنے کا حکم دیا تاکہ اپنا معجزہ مخصاہ ظاہر کر سکیں کیونکہ اگر
 وہ ابتداء نہ کرتے تو آپ ﷺ کو معجزہ ظاہر کرنے کا موقع نہ ملتا، تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ ﷺ جانتے تھے کہ ان لوگوں کا رسیاں
 اور لاشعیاں ڈالنا ضروری ہے اور تسخیر (یعنی دو چیزوں میں سے ایک کو منتخب کرنے) کا وقوع تقدیم و تاخیر سے ہوتا ہے لہذا آپ ﷺ

نے انہیں تقدیم کا حکم دیا تاکہ ان پر معجزہ کا ظہور بھی اسی طرح غلبے سے ہوا سوائے کہ اگر (حضرت موسیٰ علیہ السلام) ابتدا کرتے تو انہیں غلبہ و ظہور حاصل نہ ہوتا اس لئے آپ ﷺ نے انہیں (یعنی جادو گروں کو) ابتدا کرنے کا حکم دیا۔ جب جادو گروں نے ابتدا کی تو لوگوں کی آنکھوں کو حقیقت کے ادراک کرنے سے اپنی ملح سازی اور تشبیل کے ذریعے پھیر دیا اور یہی جادو ہے۔ اور یہی واضح فرق جادو اور معجزہ کے مابین ہے کہ جادو بشر کا فعل ہے اور معجزہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کی جناب سے، اور ایک فرق جادو اور معجزہ میں یہ بھی ہے کہ جادو میں آنکھوں کی نظر بندی ہوتی ہے کہ کسی چیز کی حقیقت کو جان لینے سے نظر کو پھیر دیا جائے جبکہ معجزہ میں کسی چیز کی حقیقت نفس ہی کو پھیر دیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا دوڑنے والا اثر دہا بن گیا۔

(العازن، ج ۲، ص ۲۳۵)۔

اظہار ایمان سے قبل سجدہ کرنا:

۳..... یہاں کسی کے ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ جادو گروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لانا واجب تھا نہ کہ سجدہ، انہوں نے سجدہ کو ایمان لانے پر کیوں مقدم کیا؟ میں (علامہ خازن) اس کا جواب یہ دوں گا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایمان اور معرفت کو ڈال دیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت اور ایمان باللہ اور تصدیق رسول پر شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں گر پڑے پھر اس کے بعد انہوں نے اپنا ایمان ظاہر کیا، ایک قول یہ بھی ہے کہ جب جادو گروں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور امر عشاء پر اس کا غلبہ اقدار دیکھا کہ اس عظیم کارنامے پر کسی بشر کو قدرت نہیں ہو سکتی اور جادو گروں کے تمام شبہات زائل ہو گئے جو کہ ان کے دلوں میں تھے اور اس عظیم قدرت کو دیکھ کر اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں اس کی شان کی تعظیم کی خاطر سجدے میں گر گئے، اس کے بعد انہوں نے اپنا ایمان ظاہر کیا، ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب جادو گروں نے معجزہ دیکھا تو پہچان گئے کہ یہ امر ساوی ہے جادو نہیں ہے لہذا وہ سجدے میں گر گئے اور بولے ہم عالمین کے رب ﷻ اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب ﷻ پر ایمان لائے۔

(العازن، ج ۲، ص ۲۳۷)

یہاں ہم ضمناً سجدے کا طریقہ بھی ذکر کر دیتے ہیں چنانچہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی شخص سجدہ کرے تو وہ سات ہڈیوں پر سجدہ کرے منہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پٹے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب اعضاء السجود و النهی، رقم: (۹۸۷)/۴۹۱، ص ۲۳۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی مختصر سوانح:

۴..... آپ ﷺ کا نام موسیٰ بن عمران بن قاہٹ بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم تھا۔ آپ ﷺ کا ذکر مبارک قرآن مجید میں کئی مقامات پر طوالت اور اختصار کے ساتھ آیا ہے۔ اکثر اقوال کے مطابق آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر مبارک میں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ (البداية والنهاية، قصة موسى كليم الجزء ۱، ج ۱ ص ۲۶۲ وغیرہ ملخصاً و ملقطاً)

☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”شب معراج میں کعبہ احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔“

(سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النهار، باب ذکر صلاة نبی اللہ موسیٰ برقم: ۱۶۲۷، ص ۴۱۶)

اس حدیث سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات بعد از ممات ثابت ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس سال کی زندگی گزاری، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مابین ایک سو

چالیس سالوں کا زمانہ ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین سات سو سال کا زمانہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن الریان تھا اور فرعون اس کا لقب تھا اور اصل میں فرعون کسی شخص کا نام ہے پھر اس علم (نام) کو بطور لقب زمانہ جاہلیت میں مصر کے ہر بادشاہ کے لئے بولا جانے لگا، فرعون نے چھ سو بیس سال کی زندگی بسر کی اور اس نے چار سو سال حکومت کی، اور اس دوران اسے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچی اس کی کنیت ابو مرہ قحی، ایک قول کے مطابق اس کی کنیت ابو عباس تھی اور اس سے مراد دوسرا فرعون ہے اور فرعون اول اس کا بھائی ہے اور اس کا نام قابوس بن مصعب عمالقد کا بادشاہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کے فرعون کا لقب نرود ہے اور اس امت کا فرعون ابو جہل ہے۔

(الصاوی، ج ۲، ص ۲۷۷ ملقطاً، ملخصاً)

حضرت ہارون علیہ السلام کا نسب تو وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے، جس کا بیان ہم نے ماقبل کیا ہے، یہاں فقط ایک روایت حضرت ہارون علیہ السلام کی شان کے بارے میں ذکر کرتے ہیں: حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ دوران سرج میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے ساتھیوں سے پوچھ رہا تھا کہ کونسا بھائی ہے جو اپنے بھائی کی وجہ سے احسان کیا گیا؟ قوم خاموش رہی، بی بی عائشہ اپنے عروج میں موجود رہی تھیں، اندر ہی سے فرمایا: ”مراد موسیٰ بن عمران ہیں جو کہ اپنے بھائی ہارون کے شفیع بنے“، پس اللہ نے ان کی جانب وحی فرمائی: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا إِخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا﴾ اور اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون عطا کیا غیب کی خبریں بتانے والا (سورہ: ۵۳)۔

(البدایة والنہایة، قصۃ موسیٰ کلیم اللہ، ج ۱، الجزء الاول، ص ۲۷۷)

وقت مصیبت دعا کرنا:

۵..... یہاں جادو گروں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ ﷻ تو ہم پر مبرا نازل دے اور ہمیں مسلمان اٹھا! جادو گروں نے صبر اس لئے مانگا تھا کہ فرعون نے کہا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت کاٹوں گا اور تمہیں سولی دوں گا۔ فرعون کی جانب سے آنے والی اس آزمائش پر انہوں نے صبر کی دعا مانگی اور یہ بھی دعا مانگی کہ اللہ ﷻ تمہیں دین حق پر ثابت قدم رکھے آمین۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرعون نے دن کے اول وقت میں جادو کرتے اور آخر وقت میں صغیر۔

(العازن، ج ۲، ص ۲۳۷)

اغراض:

بفضل موسیٰ: مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فائق کیا اور انہیں زیادتی (علم) سے نوازا۔

من یوم الزینۃ: جو کہ بنی اسرائیل کے لئے عید کا دن ہوا کرتا تھا، ایک قول یہ کیا گیا کہ مراد اس سے جنگ یا (میلے) کا دن ہے۔

والترجی علی تقدیر غلبتہم: یعنی فرض کی ادائیگی اور اس کے بجائے آوری کے لئے غلبہ کا اعتبار کرنے کا تقاضا کیا جاتا ہے۔

فلا مر لہ: ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، اعتراض یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے جادو کی اجازت دے دی، کیوں کہ

جادو کی اجازت دینا جائز نہیں، اور اس پر راضی ہونا، اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ

شریعت میں وہ چیز قابل مدح بنتی ہے کہ جس کے ذریعے کسی باطل چیز کا ابطال ہو، پس جادو کا حکم دینے میں مقصود استحسان و رضا نہیں تھی

بلکہ باطل قوت (جادو) کا (معجزہ دکھا کر) تترہ کرنا تھا۔ بقلہ سونہ: معجزہ کے ذریعے کسی چیز کو اول حالت سے بدل دینا، یعنی لاٹھی کو

بھاگنے والا اڑھانا بنا دیا۔ فعلمکم شینا منہ و غلبکم ہاخو: جو میں نے چھپا رکھی ہے، فرعون نے یہ جملہ عیب چھپانے (اپنی

جھینپ مٹانے) کے لئے کہا تھا، تاکہ قوم (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کے جادو (معجزہ) کو دیکھ کر ایمان نہ لائیں اور اسے حق جاننے

لگیں العیاذ باللہ۔ فی زماننا: یعنی فرعون کی اجاع کرنا، پس یہ جملہ اس بات کے منافی نہیں کہ بنی اسرائیل (کے وہ لوگ جو فرعون کی

اجاع کرتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر) ایمان لانے پر سبقت کی۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۲۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۸

﴿وَاوحینا الی موسیٰ بَعْدَ سَبْعِینَ اَیَّامًا بِیَنْهَمْ یَدْعُوهُمْ بِآیَاتِ اللّٰهِ الِی الْحَقِّ فَلَمَّ یُرِیدُوا اِلَّا عُرُوْا﴾ ان
اسر بعبادی ﴿بنی اسرائیل و فی قرآنہ بکسر التّون و وصلی همزة اسر من سرى لغة فی اسرى اى
سیربهم لیلا الی البحر﴾ انکم متبعون ﴿۵۲﴾ ﴿یَتَّبِعُکُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ فِیْلِجُونَ وَرَاکُمْ الْبَحْرُ فَاَنْجِیْکُمْ
وَاعْرِضْ لَهُمْ﴾ فارسل فرعون ﴿حِیْنَ اُخْبِرَ بِسَیْرِہُمْ﴾ فی المدائن ﴿قِیْلَ کَانَ لَہٗ اَلْفٌ مَدِیْنَةٌ وَاِثْنَا عَشْرَةَ
اَلْفٌ قَرْیَةً﴾ حشرین ﴿۵۳﴾ ﴿جَامِعِیْنَ الْجِیْشِ قَائِلًا﴾ ان ہولاء لشرذمة ﴿طَائِفَةٌ قَلِیْلُوْنَ﴾ ﴿۵۴﴾ ﴿قِیْلَ کَانُوْا
مِثْمَاةَ اَلْفٍ وَسَبْعِیْنَ اَلْفًا وَمُقَدَّمَةٌ جِیْشِہٖ سَبْعِمَاةَ اَلْفٍ فَقَالَتْہُمْ بِالنَّظْرِ اِلٰی کَثْرَةِ جِیْشِہٖ﴾ و انہم لنا
لغائظون ﴿۵۵﴾ ﴿فَاعْلُوْنَ مَا یُفِیْظُنَّا﴾ وانا لجمیع حذرون ﴿۵۶﴾ ﴿مَتَّبِعِطُوْنَ وَفِی قِرَائِہٖ حَافِرُوْنَ مُسْتَعِدُّوْنَ
قَالَ تَعَالٰی﴾ فاخر جنہم ﴿اٰی فِرْعَوْنَ وَجُنُودَہٗ مِنْ مِصْرَ لَیَلِیْحِقُوْا مُوسٰی وَقَوْمَہٗ مِنْ جَنَّتِ﴾ بساتین
کانت جانیب النیل ﴿و عیون﴾ ﴿۵۷﴾ ﴿اِنَّہَا جَارِیَةٌ فِی الدُّوْرِ مِنَ النَّیْلِ﴾ و کنوز ﴿اَمْوَالِ ظَہْرَةٍ مِنَ الذَّہَبِ
وَالفِضَّةِ وَسُمِیَتْ کُنُوزًا لِاَنَّہٗ لَمْ یُعْطَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْہَا﴾ و مقام کریم ﴿۵۸﴾ ﴿مَجْلِیْسِ حَسَنِ لِلْاَمْرِءِ
وَالْوَزْرِءِ یَحِفُّہٗ اَتْبَاعُہُمْ﴾ کذلک ﴿اٰی اٰخِرَاجِنَا کَمَا وَصَفْنَا﴾ واورثها بنی اسرائیل ﴿۵۹﴾ بَعْدَ
اِغْرَاقِ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَہٗ ﴿فَاتَّبَعُوْہُمْ﴾ لِحَقُوْہُمْ ﴿مَشْرِقِیْنَ﴾ ﴿۶۰﴾ ﴿وَقَسَتْ شُرُوْقُ الشَّمْسِ﴾ فلما تراء
الجمعن ﴿اٰی رَاٰی کُلُّ مِنْہُمَا الْاٰخِرَ﴾ قال اصحاب موسیٰ انا لملر کون ﴿۶۱﴾ ﴿یُدْرِ کَمَا جَمَعَ فِرْعَوْنَ وَلَا
طَاقَةَ لَنَا بِہٖ﴾ قال ﴿موسیٰ﴾ ﴿کلا﴾ ﴿اٰی لَنْ یُدْرِ کُنُوْنَا﴾ ان معی ربی ﴿بِنَصْرِہٖ﴾ ﴿سِیْہِدِیْنَ﴾ ﴿۶۲﴾ ﴿طَرِیْقَ
النَّجَاةِ﴾ قال تَعَالٰی ﴿فَاوْحِیْنَا اِلٰی مُوسٰی اِنْ اَضْرَبَ بِعَصَاکَ الْبَحْرَ طَفَضْرِبَہٗ﴾ فانفلق ﴿اِنشَقَّ اِلَیَّ عَشْرَ
فِرْقًا﴾ فكان کل فرق کالطود العظیم ﴿۶۳﴾ ﴿الْجَبَلِ الضَّخْمِ بَیْنَهُمَا مَسَالِکَ سَلَکُوْہَا لَمْ یَبْتَلْ مِنْہَا سُرْجَ
الرَّاکِبِ وَلَا لِبُدْءِہٖ﴾ وازلفنا ﴿قَرِیْبًا﴾ ثم ﴿هَنَّا لَکَ﴾ الاخرین ﴿۶۴﴾ ﴿فِرْعَوْنَ وَقَوْمَہٗ حَتّٰی سَلَکُوْا
مَسَالِکَہُمْ﴾ وانجینا موسیٰ ومن معہ اجمعین ﴿۶۵﴾ ﴿بِاٰخِرَاجِہُمْ مِنَ الْبَحْرِ عَلٰی هَبِّیْہِ الْمَذْکُورَةِ﴾ ثم
اغرقنا الاخرین ﴿۶۶﴾ ﴿فِرْعَوْنَ وَقَوْمَہٗ بِاطْبَاقِ الْبَحْرِ عَلَیْہُمْ لَمَّا تَمَّ دُخُوْلُہُمْ الْبَحْرَ وَخُرُوْجِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ
مِیْنِہٖ﴾ ان فی ذلک ﴿اٰی اِغْرَاقِ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِہٖ﴾ ﴿لَا یَہٗ﴾ عِبْرَةٌ لِّمَنْ بَعْدَہُمْ ﴿وَمَا کَانَ اَکْثَرُہُمْ مُّؤْمِنِیْنَ
﴾ ﴿۶۷﴾ ﴿بِاللّٰهِ لَمْ یُوْمِنْ مِنْہُمْ غَیْرَ اَمِیَّةِ اِمْرَاةٍ فِرْعَوْنَ وَحَزَقِیْلَ مُؤْمِنٌ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَرْیَمُ بِنْتُ نَا مُوسٰی الِی
ذَلَّتْ عَلٰی عِظَامِ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ﴾ وان ربک لہو العزیز ﴿فَانتَقَمَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ بِاِغْرَاقِہُمْ﴾ ﴿الرَّحْمٰ
﴾ ﴿۶۸﴾ ﴿بِالْمُؤْمِنِیْنَ فَاَنْجَاہُمْ مِنَ الْفِرْقِ﴾

﴿ترجمہ﴾

اور ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی (کئی سال ان میں تمیم رہنے کے بعد کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعے حق کی جانب دعوت دیتے
رہے لیکن اس سے ان کی سرکشی ہی میں مزید اضافہ ہوا) کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے نکل (یعنی بنی اسرائیل کو، ایک قرأت میں

اَن اَسْبْرُون کے کسرہ اور اَسْبْر کے ہمزہ وصل کے ساتھ اَن اَسْبْر ہے، اسہر اصل میں سوری بسوری سے مشتق ہے جس کا معنی ہے کہ راتوں رات ان کو سمندر کی جانب لے جاؤ) بیشک تمہارا پچھا ہونا ہے (یعنی فرعون اور اس کا لشکر تمہارا پچھا کرے گا، پس وہ تمہارے پیچھے سمندر پر آلیں گے تو میں تمہیں نجات دے کر ان کو غرق کر دوں گا) اب فرعون نے بیچے (جب اس کو ان کے چلے جانے کی خبر ہوئی) شہروں میں (ایک قول کے مطابق اس کے شہروں کی تعداد ایک ہزار اور دیہاتوں کی تعداد بارہ ہزار تھی) جمع کرنے والے (حشورین بمعنی جسامعین ہے یعنی یہ کہتے ہوئے لشکر کٹھا کرنے والے) کہ یہ لوگ ایک تھوڑی جماعت ہیں (شردمہ.....) بمعنی طائفہ ہے، منقول ہے کہ فرعون کے لشکر کی تعداد چھ لاکھ اور ستر ہزار تھی جبکہ مقدمہ آگیش صرف سات لاکھ افراد پر مشتمل تھا، اپنے لشکر کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے بنی اسرائیل کی تعداد کو تھوڑا گمان کیا) اور بیشک ہم سب کا دل جلاتے ہیں (یعنی ایسے کام کرتے ہیں جو ہمیں غضب ناک کر دیتے ہیں) اور بیشک ہم سب چوکنے ہیں (یعنی غافل نہیں بلکہ بیدار مغز ہیں، ایک قرأت میں حلسرون..... کی بجائے حلسرون ہے یعنی تیار اور چاک و چوبند ہے، پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) تو ہم نے انہیں باہر نکالا (یعنی فرعون اور اس کے لشکر کو شہر سے، تاکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو جا پکڑیں) باغوں (سے) جو کہ دریائے نیل کے دونوں جانب تھے) اور چشموں (سے) یعنی ان نہروں سے جو دریائے نیل سے ان کے گھروں میں جاری تھیں) اور خزانوں (سے) یعنی ان کے ظاہری اموال اور سونا چاندی سے، اسے کسوز کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان خزانوں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا گیا تھا) اور عمدہ مکانوں سے (یعنی اچھی محفل سے کہ جہاں امراء و وزراء کی محفلیں ہجرت تھیں.....) ہم نے ایسا ہی کیا (یعنی ہم نے ان کو اسی طرح نکالا جیسا کہ بیان کیا ہے) اور ان کا وارث کر دیا بنی اسرائیل کو (یعنی فرعون اور اس کی قوم کے غرق ہونے کے بعد) تو فرعونوں نے ان کا تعاقب کیا (یعنی انہیں جا ملے) دن نکلے (طلوع شمس کے وقت) پھر جب آمناسا منا ہوا دونوں گروہوں کا (یعنی جب ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو دیکھ لیا تو) موسیٰ والوں نے کہا ہم کو انہوں نے آیا (یعنی ہمیں فرعون کے لشکر نے پکڑ لیا ہے اب ہمارے پاس اس سے بچنے کی کوئی طاقت نہیں) موسیٰ نے فرمایا یوں نہیں (یعنی وہ ہمیں ہرگز نہ پکڑ سکیں گے) بیشک میرا رب (یعنی اس کی مدد) میرے ساتھ ہے، وہ مجھے اب راہ دیتا ہے (یعنی نجات کا راستہ) تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار (پس اس نے مارا) تو جیسی دریا پھٹ گیا (بارہ حصوں میں.....) تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ (الطود العظیم بمعنی الجبل الضخم ہے، یعنی ایک ایسا بڑا پہاڑ کہ جس کے درمیان راستے تھے اور وہ اس میں اس حال میں چلتے رہے کہ نہ تو کسی سوار کی زین تر ہوئی اور نہ ہی عمدہ گیلا ہوا) اور وہاں (نہ) بمعنی ہسناک ہے) قریب لائے (ازلنا بمعنی قسربنا ہے) ہم دوسروں کو (فرعون اور اس کی قوم کو، یہاں تک کہ وہ بھی ان راستوں پر چلیں) اور ہم نے بچا لیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو (اس دریا سے بحفاظت نکال کر) پھر دوسروں کو ڈبو دیا (یعنی فرعون اور اس کی قوم کو، ان پر دریا کے ملانے کی وجہ سے کہ جب وہ سب دریا میں داخل ہو گئے اور بنی اسرائیل نکل گئے) بیشک اس میں (یعنی فرعون اور اس کی قوم کے غرق ہونے میں) ضرور نشانی ہے..... (بعد والوں کے لئے عبرت ہے) اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے (یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے نہ تھے، سوائے فرعون کی بیوی حضرت بی بی آسیہ، حضرت حزقیل کہ جنہیں آل فرعون کا مؤمن بھی کہا جاتا ہے اور مریم بنت ناقوس کے کہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تحدی اقدس کا نشان بتایا تھا) اور بیشک تمہارا رب وہی عزت والا (ہے) کہ جس نے کافروں کو غرق کر کے ان سے انتقام لیا اور (مہربان ہے (مؤمنین پر کہ انہیں غرق ہونے سے نجات دی)۔

﴿قر گیب﴾

﴿واوحینا الی موسیٰ ان اسر بعبادی انکم متبعون﴾

و: مستانفہ، اوحینا الی موسیٰ: فعل بافاعل و ظرف لغو، ان: مصدریہ، اسر بعبادی: فعل امر بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، انکم: حرف مشبہ واسم، متبعون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ لام اسراء۔

﴿فارسل فرعون فی المدائن حشورین﴾ ان هولاء لشر ذمۃ قلبلون﴾

ف: عاطفہ، ارسل: فعل، فرعون: ذوالحال، ان هولاء: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، شر ذمۃ موصوف، قلبلون: مفت ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ قول محذوف "قالا" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر حال، ملکر فاعل، فی المدائن: ظرف مستقر حال مقدم، حشورین: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والہم لنا لغائظون﴾ وانا لجمع حذرون﴾

و: عاطفہ، الہم: حرف مشبہ واسم، لنا: ظرف لغو مقدم، لام: تاکیدیہ، غائظون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، جمع خبر اول، حذرون: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاخو جنہم من جنت و عیون﴾ و کنوز و مقام کریم﴾ کذلک واورئنا بنی اسراء یل﴾

ف: مستانفہ، اخو جنہم: فعل بافاعل و مفعول، من: جار، جنت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عیون: معطوف اول، و: عاطفہ، کنوز: معطوف ثانی، و: عاطفہ، مقام کریم: معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، کذلک: ظرف مستقر، مبتدا محذوف "الامر" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اورئنا: فعل بافاعل و مفعول، بنی اسراء: یل: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاتبعوہم مشرقین﴾ فلما تراء الجمعن قال اصحب موسیٰ انا لمدکر کون﴾

ف: عاطفہ، اتبعوا: فعل ماضی و فاعل، ہم: ضمیر ذوالحال، مشرقین: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لسا: ظرفیہ شرطیہ، تراء الجمعن: فعل و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قال اصحب موسیٰ: قول، انا: حرف مشبہ واسم، لمدکر کون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ ہو کر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال کلا ان معی رہی سیہدین﴾

قال: قول، کلا: حرف زرع و زجر، ان: حرف مشبہ، معی: ظرف متعلق محذوف خبر مقدم، رہی: اسم، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، سیہدین: فعل بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فاوحننا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق﴾

ف: عاطفہ، اوحننا الی موسیٰ: فعل بافاعل و ظرف لغو، ان: مصدریہ، اضرب بعصاک البحر: فعل امر بافاعل و ظرف لغو و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فیصیہ، انفلق: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذ اضرب البحر" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فکان فکان کل فرق کالطود العظیم﴾ وازلنا تم الاخرین﴾

ف: عاطفہ، کان: فعل ناقص بمعنی ہناک، کل فرق: اسم، کالطود العظیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ازلنا: فعل بافاعل، تم: ظرف الاخرین، مفعول ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانجینا موسیٰ ومن معہ اجمعین﴾ ثم اضرقنا الاخرین ﴿﴾

و: عاطفہ، انجینا: فعل بافاعل، موسیٰ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، من معہ: موصول صلہ ملکر مؤکد، اجمعین: تاکیدی ملکر معطوف، ملکر مفعول ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، اضرقنا الاخرین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایۃ وما کان اکثرہم مومنین﴾ ﴿﴾

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: ابتدائیہ، ایۃ: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو: عاطفہ، ما تانیہ، کان اکثرہم: فعل ناقص واسم، مومنین: خبر ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان ربک لہو العزیز الرحیم﴾ ﴿﴾

و: عاطفہ، ان ربک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، ہو العزیز الرحیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو صبیح و اعراض﴾

شرذمہ کی تحقیق:

۱..... صبح کو جب فرعون اٹھا اور اس کو معلوم ہوا کہ نبی اسرائیل راتوں رات مصر سے نکل رہے ہیں تو اس نے ان کے تعاقب کا ارادہ کیا اور اس نے مختلف شہروں میں اپنے ہر کارے بھیجے کہ بنی اسرائیل ہاتھ سے جا رہے ہیں لہذا ان کو پکڑنے کی فورا کوشش کی جائے، مفسرین نے لکھا کہ بنی اسرائیل کی کل تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی اور فرعون کا لشکر دگنا تکنا یا اس سے بھی زائد تھا، کیونکہ فرعون نے بنی اسرائیل کے متعلق کہا یہ شرذمہ قلیلہ ہے، یعنی بہت کم تعداد کی جماعت ہے اس نے کہا کہ بھاگنا ہمارے لئے سخت غیظ و غضب کا باعث ہے اس لئے ان کی سازش کو ناکام بنانے کے لئے ہمیں بہت محتاط اور مستعد ہونے کی ضرورت ہے۔ (تبیان القرآن، ج ۸، ص ۳۲۱)

حذرون کے معانی:

۲..... حذرون بمعنی مستعدون یعنی چاک و چوبندر ہونا، ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ حذرون کے معنی ”دشمن کے شرفساد سے خوف محسوس کرنا“۔ (لسان العرب، بالحرف الحاء، ج ۳، ص ۹۲)۔ بہر حال فرعونوں نے خود کو چاک و چوبند جان کر چچھا کیا اور مونہ کی کھائی۔

فرعون کے محلات و باغات و جاہ حشمت:

۳..... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فرعون کے محلات دریائے نیل کے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے اور دریائے نیل سے سات قسم کی ندیاں نکلتی تھیں جن کے نام یہ ہیں: خلیج اسکندریہ، خلیج سخا، خلیج دمیاط، خلیج سردوس، خلیج منصف، خلیج الفیوم، خلیج اشمی۔ اور تمام ندیوں کے اطراف میں کھیتیاں بھی تھیں اور مصر کی سرزمین کے سولہ گز اطراف میں بلند عمارتیں، پل اور عمدہ ندیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا، اسی مناسبت سے دریائے نیل کو نیل سلطان کہا جاتا ہے کہ سولہ گز کے اطراف میں پھیلے ہوئے احاطے پر محیط ہے اور ابن ابی رواد کے قول کے مطابق آج بھی ایسا ہی ہے۔ نیل سلطان کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ دریا لوگوں کی جانب نکلتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ ﷻ نے دریائے نیل کو تمام دریاؤں کا سردار بنایا ہے اور اس کے لئے مشرق و مغرب کے دریا مسخر کر دیئے ہیں، اور تمام دریا کو اس کا تابع کر دیا ہے اور جب اللہ ﷻ دریائے نیل کو جاری کرنا چاہتا ہے تو باقی تمام دریاؤں کو رک جانے کا حکم دے دیتا ہے، پس باقی دریا اپنے پانی کو روک لیتے ہیں اور اللہ ﷻ دریائے نیل کے لئے

جسے جاری کر دیتا ہے اور جب اللہ ﷻ اپنے حکم کی انتہاء کا ارادہ فرماتا ہے تو پانی کو ٹھم دیتا ہے کہ وہ اپنے عناصر کی جانب لوٹ جائیں۔
(القرطبی، الجزء ۱۹، ص ۹۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندر پر اپنا عصا مارنا:

۳..... عمرو بن میمون الاودی سے مروی ہے کہ ”جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر روانہ ہوئے تو فرعون کو یہ اطلاع دی گئی، اس نے کہا: ”جب تک صبح کا مرغ اذان نہ دے لے اس وقت تک انکا تعاقب نہ کرو۔“ راوی فرماتے ہیں کہ ”خدا کی قدرت ایسی کہ اس رات مرغ نے اذان ہی نہ دی یہاں تک کہ صبح ہوگئی، صبح فرعون نے ایک بکری منگوا کر ذبح کی اور کہا کہ میرے بچے کھانے سے فارغ ہونے سے پہلے چھ لاکھ قبیلوں کا لشکر تیار ہو جانا چاہئے، چنانچہ اسکے فارغ ہونے سے پہلے لشکر تیار ہو گیا، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام حکم الہی جب ساحل سمندر پر پہنچے تو آپ کے ایک ساتھی جس کا نام یوشع بن نون تھا نے پوچھا: ”اب آپ کے رب کا امر کدھر کو ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”تمہارے سامنے ہے۔“ اور سمندر کی طرف اشارہ فرمادیا، یہ سن کر یوشع نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا اور گہرے پانی تک جا پہنچا اور جب غوطہ کھانے لگے تو واپس لوٹ آئے اور پھر پوچھا: ”آپ کے رب کا حکم کس طرف ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ نے جموٹ بولا اور نہ آپ سے جموٹ بولا گیا۔“ اسی جملے کی تین مرتبہ تکرار کی، پھر اللہ ﷻ نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اپنا عصا سمندر پر ماریں، انہوں نے اپنا عصا سمندر پر مارا تو سمندر پھٹ گیا اور پانی کا ہر حصہ بڑے پہاڑ کی مانند ہو گیا اور درمیان میں راستہ نمودار ہو گیا، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکار بحیرت دوسرے کنارے پہنچ گئے، فرعون نے بھی ان کا پیچھا کیا، جب وہ سب اس سمندری راستے میں اتر چکے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو پہلی حالت پر کر دیا اور سارا لشکر چشم زدن میں ڈوب گیا۔
(ابن کثیر، ج ۱، ص ۱۱۷)

یہ واقعہ بحر قلزم کا ہے جس کے دونوں کناروں کے مابین چار فرسخ کا فاصلہ تھا، جو کہ ایک قول کے مطابق بحر قارس کے کنارے پر یا بحر ماورائے مصر پر واقع ہے، اسکو اساف بھی کہتے ہیں۔
(العزاز، ج ۱، ص ۴۵)

فرعون رہتی دنیا تک کے لئے عبرت کا نشان بن گیا:

اللہ ﷻ کے فرمان ﴿الشَّنُّ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلَ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾ (یونس: ۹۱) کا ایک مرتبہ حضرت جبرائیل امین فرعون کے پاس ایک استثناء لائے جس کا مضمون یہ تھا کہ اس بادشاہ کا کیا حکم ہے ایسے غلام کے بارے میں جس نے اپنے آقا کی دولت و نعمت میں پرورش پائی پھر اس کی ناشکری کی اور اس کے حق کے نہ صرف منکر ہوا بلکہ خود آقا ہونے مدعی بن گیا اس پر فرعون نے یہ جواب دیا کہ جو نمک حرام غلام اپنے آقا کی نعمتوں کا انکار کرے اور اس کے مقابلے پر آئے، اس کی سزا یہ ہے کہ اُسے دریا میں ڈبو دیا جائے۔ چنانچہ فرعون جب خود دریا کے نیل میں ڈوبنے لگا تو حضرت جبرائیل امین نے اُس کا وہی فتویٰ اس کے سامنے کر دیا اور اس نے اس کو پہچان لیا۔
(عزائم العرفان، حاشیہ نمبر ۱۹۴)

۱۸۹۸ء میں فرعون کا مومی (مرغ فتح) شدہ جسم دریا کے نیل کے قریب تسمیہ کے مقام پر شاہوں کی واوی سے اوریت نے دریافت کیا تھا، جہاں سے اس کو قاہرہ منتقل کر دیا گیا، ایلینٹ اسمیٹھ نے ۸ جولائی ۱۹۰۷ء کو اس کے جسم سے غلافوں کو اتارا، تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی نظر آئی جو کہ کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی ایک کھلی ہوئی دلیل تھی۔ (ہماری یہ معلومات انٹرنیٹ سے حاصل کی گئی ہے)۔

اغراض:

بآیات اللہ: یعنی نونشانیاں، چنانچہ ابتداء عصا اور ید بیضاء سے ہوئی، قوم ایمان نہ لائی تو دو سال ان پر سختی کے آئے، پھر طوفان، بڑی،

جوں، مینڈک، خون، مالوں کا ہلاک کرنا، اور قوم فرعون نے اس سے بھی عبرت نہ حاصل کی۔ اسی سر بہم لیلیا: یہ جملہ دونوں قرائتوں کی بنا ہے۔ السی البحر: یعنی دریائے قلم، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کے آخری حصے میں بنی اسرائیل کے ساتھ نکلے، اور آپ علیہ السلام نے بائیں جانب شام کی طرف کا راستہ ترک فرمایا اور دریائے قلم کی جانب کی راہ لی، بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے اس بارے میں دریافت کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا: ”مجھے میرے رب نے یہ حکم دیا ہے“، پس صبح کو فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل کے ساتھ سفر کا علم ہوا تو وہ ان کے پیچھے ہوا اور انہیں پانے کے لئے مدائن مصر تک پہنچ گیا۔

فَاعْلَوْنَ مَا يَفْعَلُونَ: یعنی انہوں نے ہمارے دین کی مخالفت کی، ہمارے مال ہلاک کئے، ہمارے اونٹ ہلاک (ذبح) کئے، اللہ جل جلالہ نے فرشتوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ قوم قبط کے اونٹ ہلاک کر دو، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی کہ بنی اسرائیل کو جمع کریں، ہر ہر گھر میں چار افراد ہوں، پھر بھیڑوں کے بچوں کو ذبح کر دو، پھر ان کے خون سے اپنے گھروں کے دروازوں کو آلودہ کر دو تاکہ بنی اسرائیل اور قوم قبط کے گھروں میں تمیز ہو جائے، پس فرشتوں نے قبطیوں کے گھروں میں داخل ہو کر انکے اونٹوں کو قتل کیا اور صبح تک یہ سلسلہ جاری رہا چنانچہ فرعون اور اسکی قوم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سے تاخیر کا یہی سبب تھا۔

کانت علی جانسی النیل: یعنی اطراف نیل کے باقی ماندہ علاقے کو سیراب کرنا، حضرت کعب الاحبار سے مروی ہے: جنت میں چار نہریں ہیں، اور اللہ جل جلالہ نے دنیا میں بھی نہروں سے زمینوں اور وادیوں کو سیراب فرمایا۔ زمین اور وادی کو سیراب کرنے والی نہریں نیل اور فرات ہیں۔ پس جنت میں پانی کی نہر کو سحان کہتے ہیں اور دودھ کی نہر کو جحان کہتے ہیں۔ اور جنت میں شہد کی نہر گویا کہ نیل ہے اور شراب کی نہر گویا کہ فرات ہے۔

اموال ظاہرة: یہ دو اقوال میں سے ایک ہے، کتز سے مراد وہ خزانہ ہے جو زمین میں ہوتا ہے اور اسے خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا، اس لئے کہ جو زمین کے اوپر موجود ہو وہ ہلاک ہو جایا کرتا ہے اسی لئے اس مقام پر زمین کے اوپر موجود خزانے کو ”کنزاً ظاہراً“ کہا گیا۔ مجلس حسن للامراء والوزراء: کہا جاتا ہے کہ فرعون جب اپنے تخت پر بیٹھتا تھا تو اس کے ارد گرد تین سو سونے کی کرسیاں رکھی ہوئی ہوتی تھیں جس پر اس کے شرفاء و امراء بیٹھتے تھے، اور وہ شرفاء و امراء سونے کے کام سے مزین ٹپے پہنے ہوتے تھے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ”مقام کویم“ سے مراد نہر ہیں، کہا جاتا ہے کہ ہزار جاہلوں کے لئے ہزار نہر ہوا کرتے تھے، جس پر فرعون اور اس کے سردار بیٹھا کرتے تھے۔

وقت شروق الشمس: مراد ملاقات کا دن ہے، مراد وہ دن نہیں کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو پچھا کرتے ہوئے پایا، کیونکہ وہ بنی اسرائیل کے نکل جانے کے بعد نکلے تھے، انہوں نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور مردوں کو دفن کیا۔

ای لن یندر کوننا: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ”کلا“ نئی کے لئے ہے، معنی یہ ہے کہ انہیں ہم پر کوئی رسم درہ نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ جل جلالہ نے ہم سے ان کے حوالے سے خلاصی کا وعدہ فرمایا ہے۔ النسی عشر فرقا: بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے مراد ہیں۔ بینہا مسالک: اور ان بارہ قبیلوں میں بارہ مسالک (مسلك کی جمع مسالک ہے) تھے۔ و مریم بنت ناموسی: ایک یوحیا جس کی عمر سات سو سال تھی۔

النسی دلت علی عظام یوسف علیہ السلام: یعنی وہ بوڑھی عورت سبب بنی، اللہ جل جلالہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ارشاد فرمایا کہ جب وہ مصر سے روانہ ہوں تو حضرت یوسف علیہ السلام کے لاشے مبارک کو شام کی طرف لے جائیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان (حضرت یوسف علیہ السلام) کی قبر کے متعلق سوال کیا کیونکہ وہ اس وقت تک ان کی قبر کے بارے میں نہیں جانتے تھے، پس اس بوڑھی عورت نے جنت

کی منات لینے کے بعد انہیں اس بارے میں آگاہ کیا، حضرت یوسف علیہ السلام اور یائے نیل کے ارد گرد کہیں وہیں فرماتے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبر مبارک کو دیکر حضرت یوسف علیہ السلام کے لاشے مبارک کو لیا اور شام کی جانب روانہ ہوئے۔ (الصاوی، ج ۴، ص ۲۳۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿وَاتِلْ عَلَيْهِمْ﴾ آی کُفَارُ مَكَّةَ ﴿نَبَا﴾ خَيْرَ ﴿ابْرَاهِيمَ﴾ ﴿وَيُذَلِّ مِنْهُ﴾ اذ قال لابیہ وقومہ ما
تعبدون ﴿۷۰﴾ قالوا نعبدا اصناما ﴿صَرَّحُوا بِالْفِعْلِ لِيُعْطِفُوا عَلَيْهِ﴾ فنظّل لها عکفین ﴿۷۱﴾ ﴿آی نُقِيمُ نَهَارًا﴾
علی عبادتہا زَادُوهُ فِي الْجَوَابِ اِفْتِخَارًا بِهِ ﴿قال هل يسمعونكم اذ﴾ حين ﴿تدعون﴾ ﴿۷۲﴾ او ينفونكم
﴿اِنْ عَبَدْتُمُوهُمْ﴾ او يضرون ﴿۷۳﴾ ﴿گم ان لم تعبّدوهم﴾ قالوا بل وجدنا اباہنا كذلك يفعلون
﴿۷۴﴾ ﴿آی مِثْلَ فِعْلِنَا﴾ قال افرء یتم ما کنتم تعبدون ﴿۷۵﴾ انتم و اباؤکم الا قدمون ﴿۷۶﴾ صلے ز فانہم عدو لی
﴿لا اعبّدہم﴾ الا ﴿لکن﴾ رب العلمین ﴿۷۷﴾ ﴿فَاتَى اَعْبُدُهُ﴾ الذی خلقنی فهو یہدین ﴿۷۸﴾ ﴿الی الذین﴾
والذی هو یطمئنی ویسقین ﴿۷۹﴾ و اذا مرضت فهو یشفی ﴿۸۰﴾ والذی یمیتنی ثم یحیی ﴿۸۱﴾ والذی اطعم
﴿ارجوہ﴾ ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین ﴿۸۲﴾ ﴿آی الْجَزَاء﴾ ﴿رب ھب لی حکما﴾ ﴿عِلْمًا﴾ والحقنی
بالصلحین ﴿۸۳﴾ ﴿آی النَّبِیِّیْنَ﴾ ﴿واجعل لی لسان صدق﴾ ﴿ثَنَاءً حَسَنًا﴾ فی الاخرین ﴿۸۴﴾ ﴿الذین یتأون﴾
بعدی الی یوم القیمۃ ﴿واجعلنی من ورثة جنة النعیم﴾ ﴿۸۵﴾ ﴿آی مِثْنُ يُعْطَاہَا﴾ و اغفر لابی انه کان من
الضالین ﴿۸۶﴾ ﴿بَانَ تَوْبَ عَلَيْهِ فَغَفَرْلَهُ وَهَذَا قَبْلَ اَنْ یَتَبَيَّنَ لَهُ اَنَّهُ عَدُوُّ اللّٰهِ کَمَا ذِکَرَ فِی سُورَةِ بَرَاءَةِ﴾ ﴿ولا
تخزنی﴾ ﴿تَفْضِحْنِی﴾ ﴿یوم یموتون﴾ ﴿۸۷﴾ ﴿آی النَّاسُ قَالَ تَعَالَى فِیہ﴾ ﴿یوم لا ینفع مال ولا بنون﴾ ﴿۸۸﴾ ﴿اَحْذَا﴾
الا ﴿لکن﴾ ﴿من اتی اللہ بقلب سلیم﴾ ﴿۸۹﴾ ﴿مِنَ الشِّرْکِ وَالنِّفَاقِ وَهُوَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهُ یَنْفَعُهُ ذَلِکَ﴾
﴿وازلفت الجنة﴾ ﴿قَرَبَتْ﴾ ﴿للمتقین﴾ ﴿۹۰﴾ ﴿فَیَرَوْنَهَا﴾ ﴿وبرزت الجحیم﴾ ﴿اُظْهَرَتْ﴾ ﴿للعوین﴾
﴿۹۱﴾ ﴿الکافرین﴾ ﴿وقیل لهم ایما کنتم تعبدون﴾ ﴿۹۲﴾ ﴿من دون اللہ﴾ ﴿آی غَیْرِہ مِنَ الْاَصْنَامِ﴾ ﴿هل
ینصرونکم﴾ ﴿بِذَفِعِ الْعَذَابِ عَنْکُمْ﴾ ﴿او ینتصرون﴾ ﴿۹۳﴾ ﴿بِذَفَعَهُ عَنْ اَنْفُسِهِمْ لَا﴾ ﴿فکبکبوا﴾ ﴿الْقَوَا﴾ ﴿فیہا
هم الغاؤون﴾ ﴿۹۴﴾ و جنود ابلیس ﴿اَتْبَاعُهُ وَمَنْ اَطَاعَهُ مِنَ الْجِنِّ وَالانْسِ﴾ ﴿اجمعون﴾ ﴿۹۵﴾ قالوا ﴿ای الْغَاوُونَ﴾
وہم فیہا ینتصمون ﴿۹۶﴾ ﴿مَعَ مَعْبُودِیْہُمْ﴾ ﴿تَاللّٰهِ اِنْ﴾ ﴿مُخْفَقَةٌ مِنَ الْقَبِیْلَةِ وَاَسْمُهَا مَعْدُوقٌ اَی اِنَّہ﴾ ﴿کنا
لفی ضلل مبین﴾ ﴿۹۷﴾ ﴿بتین﴾ ﴿اذ﴾ ﴿حیث﴾ ﴿نسویکم برب العلمین﴾ ﴿۹۸﴾ ﴿فی الْعِبَادَةِ﴾ ﴿وما اضلنا﴾ ﴿عَنِ
الْهُدٰی﴾ ﴿الا المجرمون﴾ ﴿۹۹﴾ ﴿آی الشَّیَاطِیْنِ اَوْ اَوْلِیَؤُنَ الذِّیْنِ اَلْتَدْبِیْنَابِہُمْ﴾ ﴿فما لنا من شافعیین﴾
﴿۱۰۰﴾ ﴿کما للمؤمنین مِنَ الْمَلَائِکَةِ وَالنَّبِیِّیْنَ وَالْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ﴿ولا صدیق حمیم﴾ ﴿۱۰۱﴾ ﴿آی یَهْمُهُ اَمْرُنَا﴾ ﴿فلو
ان لنا کرة﴾ ﴿رَجَعْنَا اِلَى الدُّنْیَا﴾ ﴿فنكون من المؤمنین﴾ ﴿۱۰۲﴾ ﴿لَوْ هِنَا لِلتَّمْنِیِّ وَنُکُونُ جَوَابَهُ﴾ ﴿ان فی ذلک
﴿الْمَذْکُورِ مِنْ قِصَّةِ اِبْرَاهِیْمَ وَقَوْمِہٖ﴾ ﴿لَا یَہُطُ﴾ ﴿وما کان اکثرهم مؤمنین﴾ ﴿۱۰۳﴾ ﴿وان ربک لہو العزیز
الرحیم﴾ ﴿۱۰۴﴾

﴿ترجمہ﴾

اور ان پر پڑھو (یعنی کفار مکہ پر) خبر ابراہیم.....!..... کی (اذ قال لاہبہ بدل ہے ابراہیم سے) جب اس نے اپنے باپ
 اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو؟ بولے ہم بتوں کو پوجتے ہیں (یعنی انہوں نے اپنے اس فعل کو صراحتاً اس لئے بیان کیا تا
 کہ وہ مابعد قول یعنی لفظ لہا عاکفین کا اس پر عطف کر سکیں) پھر ان کے سامنے آسن مارے رہتے ہیں (یعنی سارا دن ان کی
 عبادت پر قائم رہتے ہیں، انہوں نے یہ قول جواب میں زیادتی کرتے ہوئے بطور فخر کہا تھا) فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارو
 (اذ ظریفہ بمعنی حین ہے) یا تمہارا کرتے ہیں کچھ بھلا (اگر تم ان کی عبادت کرو اور) برا (اگر تم ان کی عبادت نہ کرو) بولے بلکہ ہم نے
 اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا (جس طرح ہم کرتے ہیں) فرمایا تو کیا تم دیکھتے ہو یہ جنہیں پوج رہے ہو، تم اور تمہارے اگلے باپ
 دادا، بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں (میں ان کی عبادت نہیں کروں گا.....) مگر پروردگار عالم (کی، یعنی میں تو صرف اسی کی
 عبادت کروں گا کہ) وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے راہ دے گا (دین حق کی جانب جانے والی) درود جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، اور
 جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے، اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا..... اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے
 (اطمع بمعنی ارجو ہے) کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا..... (یعنی حساب و جزاء کے دن) اے میرے رب! مجھے
 حکم (یعنی علم) عطا کر اور مجھے ان سے ملادے جو تیرے قرب خاص کے سزاوار ہیں (یعنی انبیاء کرام علیہم السلام) اور میری سچی نافرمانی
 رکھ (یعنی اچھی تعریف) پچھلوں میں (جو کہ میرے بعد قیامت تک آئیں گے) اور مجھے ان میں کر جو چین کے باغوں کے وارث ہیں
 (یعنی ان لوگوں میں سے جو ان باغات کے مستحق ہیں) اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہ (ہے) اس طرح کہ تو اسے توبہ کی توفیق
 عطا فرما دے، یہ دعا اس وقت سچی جب اس کی اللہ تعالیٰ سے دشمنی ظاہر نہ ہوئی تھی جیسا کہ سورہ توبہ میں ذکر ہو چکا ہے) اور مجھے رسوا
 (یعنی شرمسار) نہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے (یعنی تمام لوگ، جس دن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ) جس دن
 نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے (کسی ایک کے بھی) مگر (الا بمعنی لکن ہے) وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر.....
 (شکر و نفاق سے پاک اور اس سے مراد مومن کا دل ہے کہ اس دن وہ صرف اسے ہی نفع دے گا) اور قریب لائی جائے گی (اُزلفت
 بمعنی فسوت ہے) جنت پر بیزگاروں کے لیے (پس وہ اس کو دیکھیں گے) اور ظاہر کی جائے گی (ہسرت بمعنی اظہوت ہے)
 دوزخ گمراہوں (یعنی کفار) کے لئے، اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جن کو تم پوجتے تھے؟ اللہ کے سوا (یعنی بت) کیا وہ تمہاری
 مدد کریں گے؟ (کہ تم سے عذاب دور کر دیں) یا بدلہ لیں گے؟ (کہ اپنا پچاؤ ہی کر لیں، وہ ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے) تو اوندھادیے گئے
 (تُحِبُّونَا بمعنی اَلْقُوا ہے یعنی ڈال دیئے گئے) جہنم میں وہ اور سب گمراہ، اور ابلیس کے لشکر (یعنی اس کے پیروکار اور جن دانس میں
 سے ہر وہ کہ جس نے اس کی پیروی و اتباع کی ہوگی.....) سارے۔ کہیں گے (گمراہ و سرکش لوگ) اور وہ اس میں باہم جھگڑتے
 ہوں گے (اپنے معبودوں کے ساتھ) خدا کی قسم! بیشک (انّ مخففہ من الثقیلہ ہے اور اس کا اسم مخذوف ہے یعنی اِنَّہ تھا) ہم کلی
 گمراہی میں تھے (مُہِنٌ بمعنی تین ہے) جبکہ (یعنی اس طرح کہ) انہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے (عبادت میں) اور ہمیں
 نہ بہکایا (ہدایت سے) مگر مجرموں نے (یعنی شیاطین نے یا پھر ہمارے پہلے پیشواؤں نے کہ جن کی ہم نے اقتداء کی) توبہ ہمارا کوئی
 سفارشی نہیں (جس طرح کہ ایمان والوں کے سفارشی ہیں یعنی فرشتے، نبی اور مومنین) اور نہ کوئی غم خوار دوست (کہ جس کو ہماری
 حالت غمزہ ہی کر دے) تو کسی طرح ہمیں پھر جانا ہوتا (یعنی دنیا کی طرف لوٹا ہوتا) کہ ہم مسلمان ہو جاتے..... (لو یہاں تمہنی
 کے لئے ہے اور نہ کون اس کا جواب ہے) بیشک اس میں (حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصہ میں) ضرور نشانی ہے، اور ان

میں بہت ایمان والے نہ تھے، اور بیشک تمہارا رب وہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿وَاتل علیہم نبأ ہریم اذ قال لابیہ وقومہ ما تعبدون﴾

و: عاطفہ، اتل علیہم: فعل امر بافاعل وظرف لغو، نبأ ہریم: مبدل منہ، اذ: مضاف، قال لابیہ وقومہ: قول، ما: استفہامیہ مفعول مقدم، تعبدون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا تعبد اصناما فنظّل لها عکفین﴾

قالوا: قول، تعبد: فعل بافاعل، اصناما: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، نظّل: فعل ناقص بااسم، لها: عکفین: ظرف مستقر خیر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال هل یسمعونکم اذ تدعون﴾

قال: قول، هل: حرف استفہام، یسمعونکم: فعل بافاعل ومفعول، اذ: مضاف، تدعون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، ینفونکم: جملہ فعلیہ معطوف، او: عاطفہ، یضرون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا بل وجدنا اباءنا کذلک یفعلون﴾

قالوا: قول، بل: عاطفہ، وجدنا: فعل بافاعل، اباءنا: مفعول اول، کذلک: ظرف مستقر "فعلنا" مصدر محذوف کیلئے مفعول مطلق مقدم، یفعلون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال الفراء یتم ما کنتم تعبدون﴾

قال: قول، همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، را یتم: بمعنی اخیر ونسی، فعل بافاعل ومفعول، ما: موصولہ، کنتم: فعل ناقص بااسم، تعبدون: فعل وواو ضمیر مؤکد، انتم: تاکید ملکر معطوف علیہ، و اباءکم الاقدمون: مرکب توصیفی معطوف، ملکر قائل ملکر جملہ فعلیہ خیر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فانہم عدولی الارب العلمین﴾

ف: عاطفہ تعلیلیہ، انہم: حرف مشبہ "ہم" مستثنی منہ، الارب: استثناء، رب العلمین: مستثنی، ملکر اسم، عدولی: شبہ جملہ خیر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الذی خلقنی فهو یتدین﴾

الذی: موصول، خلقنی: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا محذوف "ہذا" کیلئے، خیر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: متعلقہ، هو: مبتدا، یتدین: جملہ فعلیہ خیر، ملکر جملہ فعلیہ متعلقہ۔

﴿والذی هو یطعمنی ویسقین﴾

و: عاطفہ، الذی: موصول، هو: مبتدا، یطعمنی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یسقین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خیر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ، ملکر مائل "الذی خلقنی" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، اذا نظر فی شرطیہ مفعول فیہ مقدم، عرضت: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، هو: مبتدا، یسقین: جملہ فعلیہ خیر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿والذی یمیتنی ثم یمین﴾

و: عاطفہ، الذی: موصول، یمیتنی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، یمین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مائل "الذی

خلقنی "پر معطوف ہے۔

﴿والذی اطعم ان یفقر لی خطیبتی یوم الدین﴾

و: عاطفہ، الذی بموصول، اطعم: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یفسر لی خطیبتی: فعل بافاعل و ظرف لغو و مفعول، یوم الدین: ظرف، مگر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ مگر ماقبل "الذی خلقنی" پر معطوف ہے۔

﴿رب ہب لی حکما والحقنی بالصلحین﴾

رب: نداء، ہب: فعل امر بافاعل، لی: ظرف لغو، حکما: مفعول مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الحقنی بالصلحین: فعل بافاعل و مفعول و ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ معطوف، مگر مقصود بالنداء، مگر جملہ ندائیہ۔

﴿واجعل لی لسان صدق فی الاخیرین﴾ واجعلنی من وراثۃ جنۃ النعیم﴾

و: عاطفہ، اجعل: فعل امر بافاعل، لی: ظرف مستقر مفعول ثانی، لسان صدق: ذوالحال، فی الاخیرین: ظرف مستقر حال، مگر مفعول اول مگر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اجعلنی: فعل امر بافاعل و مفعول، من وراثۃ جنۃ النعیم: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿واغفر لابی انه کان من الضالین﴾

و: عاطفہ، اغفر لابی: فعل امر بافاعل و ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ، انه حرف مشبہ و اسم، کان من الضالین: جملہ فعلیہ خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تخزنی یوم یبعثون﴾ و یوم لا ینفع مال ولا بنون﴾ الا من اتى اللہ بقلب سلیم﴾

و: عاطفہ، لا تخزنی: فعل نئی بافاعل و مفعول، یوم یبعثون: مبدل منہ، و یوم: مضاف، لا ینفع: فعل نئی، مال: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، یبعثون: معطوف مگر مستثنیٰ منہ، الا حرف استثناء، من: بموصول، اتى اللہ بقلب سلیم: جملہ فعلیہ صلہ مگر مستثنیٰ، مگر قائل، مگر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مگر بدل، مگر ظرف، یہ سب مگر جملہ فعلیہ۔

﴿وازلفت الجنۃ للمتقین﴾ وبرزت الجحیم للغوین﴾

و: عاطفہ، ازلفت الجنۃ للمتقین: فعل مجہول و نائب الفاعل و ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، برزت الجحیم: فعل مجہول و نائب الفاعل، للغوین: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ معطوف، مگر ماقبل "یوم لا ینفع" میں پر معطوف ہے۔

﴿وقیل لہم ایما کتتم تعبدون﴾ من دون اللہ هل ینصرونکم او ینتصرون﴾

و: عاطفہ، قیل لہم: قول، ایما: اسم استفہامیہ ظرفیہ متعلق بمحذوف خبر مقدم، ما: بموصول، کتتم تعبدون: جملہ فعلیہ صلہ، مگر ذوالحال، من دون اللہ: ظرف مستقر حال اول، هل: حرف استفہام، ینصرونکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، ینتصرون: جملہ فعلیہ معطوف، مگر حال ثانی، مگر مبتدا مؤخر مگر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، مگر جملہ قولیہ۔

﴿فکبکبوا فیہا ہم والفاون﴾ و جنود ابلیس اجمعون﴾

ف: عاطفہ، کبکبوا: فعل مجہول و واؤ ضمیر معطوف علیہ، ہم: ضمیر فصل، و: عاطفہ، الفاون: معطوف اول، و: عاطفہ، جنود ابلیس: معطوف ثانی، مگر مؤکد، اجمعون: تاکید، مگر نائب الفاعل، فیہا: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا وہم فیہا ینتصمون﴾ تاللہ ان کنا لفی ضلل مبین﴾ اذ نسویکم ہرب العلمین﴾

قالوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ہم: مبتدا، فیہا: ینتصمون: شبہ جملہ خبر، مگر جملہ اسمیہ ہو کر حال، مگر قائل، مگر جملہ فعلیہ ہو کر قول، تاللہ: جار مجرور، ظرف مستقر، فعل محذوف "نقسم" کیلئے مگر جملہ فعلیہ ہو کر قسم، ان: محققہ، "ہم" ضمیر شان محذوف

اسم، کما: فعل ناقص با اسم، لام: تاکیدیہ، فی: جار، ضلل: موصوف، معین: صفت مشبہ بافاعل، اذ: مضاف، لسوہکم: فعل بافاعل و مفعول، یرب العلمین: ظرف لغو، ملکہ جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکہ ظرف، ملکہ شبہ جملہ ہو کر صفت، ملکہ مجرد ملکہ ظرف مستقر ہو کر خبر، ملکہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکہ جملہ اسمیہ ہو کر، جواب قسم، ملکہ جملہ قسمیہ ہو کر مقولہ، ملکہ جملہ قویہ۔

﴿وما اضلنا الا المجرمون﴾ لعلنا من شافعیں ۵ ولا صدیق حمیم ۵

و: عاطفہ، ما اضلنا: فعل فی و مفعول، الا: اداۃ حصر، المجرمون: فاعل، ملکہ جملہ فعلیہ، ف: فصیحہ، ما: تانیہ، لعلنا: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، شافعیں: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، صدیق حمیم: مرکب توصلی معطوف، ملکہ مبتدا مؤخر، ملکہ جملہ اسمیہ ہو کر شرط محذوف "اذا کان الامر كذلك" کی جزا ملکہ جملہ شرطیہ۔

﴿فلوان لنا کفرۃ لنتکون من المؤمنین﴾ ۵

ف: مستانفہ، لو: التمنی، ان: حرف مشبہ، لعلنا: ظرف مستقر مقدم، کفرۃ: اسم مؤخر، ملکہ جملہ اسمیہ، ہو کر فعل محذوف "نعسی" کیلئے مفعول، ملکہ جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، نکتون: فعل ناقص با اسم، من المؤمنین: ظرف مستقر خبر، ملکہ جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایۃ وما کان اکثرہم مؤمنین﴾ ۵ ربک لہو العزیز الرحیم ۵

ان آیت مبارکہ کی ترکیب باقبل آیت نمبر ۶۷، ۶۸، رکوع نمبر: ۸ کے آخر میں گزر چکی ہیں۔

﴿تشریح تو ضیح واغراض﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سوانح:

۱..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب یہ ہے: ابراہیم بن تارخ بن ماحور بن ساروخ بن راعوا بن قالح ابن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح ہے اور یہ نسب اہل کتاب کی کتب میں منصوص ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی تارخ کی عمر ۷۵ سال ہوئی تو ابراہیم علیہ السلام اور نا حور اور ہاران کی ولادت ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بھائیوں میں ٹھلے تھے، "حاران" والد تارخ کی زندگی میں ہی سر زمین بابل میں انتقال کر گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بی بی سارہ سے اور نا حور نے اپنے بھائی ہاران کی بیٹی منلکہ سے نکاح کیا۔ کہا جاتا ہے کہ بی بی سارہ میں اولاد پیدا کرنے کی صفت نہ تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈال دیا گیا تو آپ نے ﴿حسبنا اللہ ونعم الوکیل اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کار ساز﴾ (سورہ انعام: ۱۷۳) تلاوت فرمائی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا تو فرمایا: "اے اللہ جس طرح تو اپنی شان کے لائق آسمانوں میں ایک ہی رب ہے اسی طرح میں زمین پر تیرا ایک ہی عبادت کرنے والا ہوں"۔ بعض سلف نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین تشریف لائے اور مدد پہنچانے کے لئے عرض گزار ہوئے تو منع فرمایا کہ مجھے تیری کوئی حاجت نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ہارث کے فرشتے کو حکم ہوا کہ ﴿قلنا یا لارا کونی ہودا و سلاما علی ابراہیم ہم نے فرمایا اے آگ ہو جائے تھی اور سلامتی ابراہیم پر﴾ (الانبیاء: ۶۹) کہ کعب الاحبار سے روایت ہے کہ اس دن آگ نے کسی کو کھنکھ نہ دیا اور نہ ہی کچھ جلایا صرف رسیاں چلیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ چھپکلی کو مارو کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو بڑھانے کے لیے چھونک مارتی تھی۔ ایک حدیث میں یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو تمام جانور اسے بچانے کی کوشش کرتے رہے سوائے چھپکلی کے کہ وہ اسے بھڑکانے کی سعی کرتی تھی۔

(قصص الانبیاء، قصصہ ابراہیم تحلیل، ص ۹۷ وغیرہ)
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کس عمر میں ہوئی اس بارے میں کئی اقوال ہیں، ۱۷۵ سال، ۱۶۵ سال، ۲۰۰ سال کی عمر میں

وفات پائی سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ہی ہیں، سب سے پہلے موہیں ترشوانے والے، سب سے پہلے مٹھون ہوئے، ایک قول کے مطابق ۲۰ سال کی عمر میں مٹھون ہوئے اور اس کے بعد ۸۰ سال زندہ رہے، سب سے پہلے انہی کے بال سفید ہوئے، عرض گزار ہوئے یا اللہ یہ کیا ہے؟ فرمایا: تیرا وقار، عرض گزار ہوئے اس میں اضافہ فرما، سب سے پہلے موئے زیر ناف لینے والے، سب سے پہلے شلوار پہننے والے، انکی قبر اور حضرت ائیں رضی اللہ عنہ کی قبر، حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ کی قبر، سلیمان بن داؤد رضی اللہ عنہ نے حردن کے علاقے میں جو کہ موجودہ دور میں شہر ظلیل کے نام سے مشہور ہے بنائی گئی۔

(البدایة والنہایة: قصۃ ابراہیم رضی اللہ عنہ ج ۱، ص ۱۹۴)

متذکرہ آیت میں اب کا اطلاق کس پر ہوا ہے؟

۲..... اہل عرب اب کا اطلاق چچا پر بھی کرتے ہیں، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے والدین کریمین موحّد تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ان کے لئے دعائے استغفار فرماتے رہے چنانچہ اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہے ﴿وَدَبْنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا (ابراہیم: ۴۱)﴾۔

قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے چچا کا نام تھا۔ امام جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفیاء میں لکھا ہے چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں، قرآن مجید میں ہے کہ ﴿وَنَعْبُدُ الْهَيْكَلِ وَالْهَيْكَلِ ابراہیم واسمعیل واسحق الہما واحد﴾ اس آیت میں حضرت اسمعیل رضی اللہ عنہ کو حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے باوجود یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ عم (چچا) ہیں۔ حدیث شریف میں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو عم (چچا) فرمایا چنانچہ فرمایا ﴿وَاَعْلَىٰ اَبِيْ اَوْرِيْہَا اَبِيْ سَعْدٍ﴾ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

(خزان العرفان، حاشیہ نمبر ۱۶۰)

امین ابی حاتم اور حاتم ابو شیخ نے امین عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے والد کا نام آزر تھا بلکہ تاریخ تھا اور آزر بت پرست تھا۔

(الدر المشور، ج ۲، ص ۴۴)

مفسرین کا اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے والد کا نام آزر تھا یا تاریخ، متاخرین مفسرین کی تحقیق یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا چچا تھا اور آپ کے والد ماجد کا نام تاریخ تھا اسی بات کو امام المسند فاضل بریلوی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا۔

صنم کو دشمن کہنے کی وجوہات:

۳..... صنم کا اطلاق مفرد پر ہوتا ہے اور اس کی جمع اصنام ہوتی ہے، اس سے مراد وہ معبود ہوتے ہیں جو رب العالمین کے سوا عبادت کئے جاتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد جسم و صورت کے ڈھانچے ہیں اور اگر جسم و صورت کے ڈھانچے نہ مانے جائیں تو ”وثن“ کہلائیں گے۔ ابن عرفہ کہتے ہیں جو بت جسم و صورت رکھتا ہو اسے صنم کہتے ہیں اور جس کی صورت و جسم نہ ہو وہ وثن کہلاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ وثن اور صنم میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ وثن اسے کہتے ہیں جو جسم رکھتا ہو اور اس کا جسم لکڑی، پتھر یا چاندی کا بنا ہوتا ہے اور جس کی قسم کھائی جاتی ہے اور عبادت بھی کی جاتی ہے اور صنم ایسے معبود کو کہتے ہیں جو بغیر کسی شکل و صورت و جسم کے ہوتا ہے۔

(لسان العرب، ج ۷، الحرف الصاد، ص ۴۲۴)

سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ نے بتوں کو شیطان فرمایا حالانکہ دشمن ہونا تو کسی جاندار اور صاحب عقل کی صفت ہے جو کسی کا کچھ بگاڑ سکے، کسی کو ضرر و نقصان پہنچا سکے۔ بے جان پتھر کسی کا کیا بگاڑ سکتے ہیں اور کسی کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: کلا سیکفرون بعبادتهم ویکونون علیہم ضدًا۔ ہرگز نہیں کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان کی بندگی سے منکر ہو سکے اور ان کے مخالف ہو سکے (سورہ: ۸۲)۔ اس آیت کی تفسیر میں ”حاشیۃ الشہاب“ میں فرمایا کہ اللہ جل جلالہ کل بروز قیامت بتوں کو قوت کو بانی عطا کرے گا اور اسی مناسبت سے انہیں عقلاء کی منزلت میں داخل کر کے بیان کیا گیا اگرچہ یہ غیر عقلاء کی صف میں داخل ہیں۔ اور یہی بت کل بروز قیامت اپنی عبادت کئے جانے پر عدم رضامندی ظاہر کریں گے، اللہ جل جلالہ ان بتوں سے پوچھے گا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو میرے سوا معبود بنانے کا حکم دیا تھا؟ اور اپنی عبادت کا حکم کیا؟ تو یہ بت بیزاری ظاہر کریں گے اور کافر جب یہ دیکھیں گے کہ بت ان سے بے زاری کا اظہار کر رہے ہیں تو اللہ جل جلالہ کے حضور عرض گزار ہو گئے کہ اے ہمارے رب ﷻ! یہی وہ معبود ہیں جنہیں ہم نے تیرے سوا معبود بنایا۔ اسی مناسبت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو دشمن ہونا بیان کیا کہ ان کی دشمنی دنیا میں یوں کہ لوگ اللہ واحد حقیقی کو چھوڑ کر ان کے آگے سجدے کرنے لگے اور انہیں خدا ماننے لگے اور آخرت میں ایسی کہ یہ لاعلمی اور بے زاری کا اظہار کریں گے لہذا کجمدار کے لئے کجمداری کے بغیر چارہ کار نہیں۔ (حاشیۃ الشہاب المعروف کفایۃ القاضی، ج ۶، ص ۳۱۲، ملخصاً من تعظیلاً)

عوارض بشری نبوت کے منافی نہیں:

۱۲..... نبی اگرچہ عوارض بشری رکھتا ہے لیکن اس کے عوارض کا دوسرے انسانوں سے جسمانی و روحانی قوتوں میں مختلف ہونا ضروری ہے۔ عام انسان بھی آنکھ سے دیکھتا ہے لیکن اس کا دیکھنا اور نبی کا دیکھنا ایک نہیں ہے، سید عالم ﷺ کا واضح فرمان ہے: ”اپنی صفیں قائم کرو اور دل کرکڑے رہو کیونکہ میں پس پشت بھی دیکھتا ہوں“۔ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ برفق: ۷۱۸، ص ۱۱۷) عام انسان بھی سنتا ہے لیکن نبی کے سننے کی شان کچھ اور ہی ہوتی ہے کیونکہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”آسمان چڑچڑایا اور اس کا چڑچڑانا بجا ہے، آسمان میں ایک قدم کی جگہ بھی ایسی نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ سجدہ ریز نہ ہو“۔ (ابن مساحہ، کتاب الزہد، باب: الحزن والبكاء برفق: ۴۱۹۰، ص ۶۹۶)۔ محسوس کر لینے کی قوت دیکھیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کئی دن کی مسافت کی دوری سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو کو سونگ لیا، چنانچہ اللہ جل جلالہ کا فرمان اس پر شہادہ ہے: انسی لاجسد وریح یوسف پیشک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں (یوسف: ۱۹)۔ سید عالم ﷺ نے گوشت کا ایک کٹھا چکھ کر بتا دیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ (سنن الدارمی، باب: ۱۱) ما اکل النبی ﷺ من کلام الموتی، رقم: ۶۸، ج ۱، ص ۴۶)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آگ ان پر ٹھنڈی ہو گئی، اللہ جل جلالہ کا فرمان: قلنا یانار کونی بردا و سلاماً علی ابراہیم ہم نے فرمایا اے آگ ہو جاشنڈی اور سلامتی ابراہیم پر (الانبیاء: ۶۹)۔

امام رازی کہتے ہیں کہ انبیائے کرام کی روحانی اور عقلی قوتیں بھی انتہائی کامل ہوتی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ نفس قدسیہ نبویہ اپنی ماہیت میں باقی نفوس سے مختلف ہوتا ہے اور نفس نبویہ کے لوازم سے یہ ہے کہ اس کی ذکاوت، ذہانت، اور حریت کامل ہو اور وہ جسمانیات اور شہوات سے منزہ ہو اور جب نبی کی روح غایت صفا اور شرف میں ہوگی تو اس کا بدن بھی انتہائی صاف و پاکیزہ ہوگا اور اس کی قوت مدرکہ اور محرکہ بھی کامل ہوگی، کیونکہ یہ قوتیں ان الوار کے قائم مقام ہیں جو انوار جو ہر روح سے صادر ہوتے ہیں اور نبی کے بدن سے واصل ہوتے ہیں اور جب فاعل یعنی روح اور قابل یعنی بدن انتہائی کامل ہو گئے تو ان کے آثار بھی کامل، مشرف اور صاف ہوتے۔

(الرازی، ج ۳، ص ۱۹۹ وغیرہ)

اللہ جل جلالہ نے بشر میں سے نبی بنا کر بھیجے تا کہ لوگ ان سے اکتساب فیض کر سکیں اور ان کے معاملات کو دیکھ کر بحسن و خوبی عمل میں لاسکیں، کیونکہ اگر فرشتے کو نبی بنا کر بھیجا جاتا اور وہ خلاف عادت کاموں کو اپنی نبوت پر دلیل بنا تا تو اس کی نبوت میں طعن کا موقع

زیادہ ہو جاتا، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ فرشتہ جو عبادت سرانجام دیتا اور دوسرے اعمال خیر کرتا تو وہ انسانوں کے لئے حجت نہ بنتے کیونکہ ایسا ہونا ممکن ہے فرشتے کی حقیقت میں ایسا عنصر ہو کہ وہ مشکل اور کٹھن کام کو انجام دے لے اور انسان کی حقیقت میں وہ عنصر نہ پایا جائے لہذا دلیل کیسے بنتا؟ فرشتہ بھوک، پیاس، شہوت اور دیگر عوارض انسانیہ سے پاک ہوتا ہے جب کہ انسان میں یہ عوارض پائے جاتے ہیں لہذا ضروری امر یہی ہے کہ انسان میں سے نبی بنایا جائے اور یہی حکمت نبوت کے متعلق اہل علم بیان کرتے ہیں لہذا عوارض بشری پر طعن کرنا خام خیالی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی جانب گناہ کی نسبت کرنا:

۵..... عصمت نبی پر ہم نے کئی مقامات پر کلام کیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی جانب گناہ کی نسبت کی ہے، علامہ قرطبی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اظہار عبودیت کے لئے ایسا کہا تھا اگرچہ جانتے تھے کہ مغفور ہیں۔ علامہ گھٹازانی فرماتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے، اسی کے قریب یہ تعریف ہے: عصمت اللہ کا لطف ہے جو بندہ کو اچھے کاموں پر بھارتا ہے اور بُرے کاموں سے روکتا ہے باوجود یہ کہ بندہ کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے، اس لیے شیخ ابو منصور ماتریدی نے فرمایا: عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی، ان تعریفوں سے ان لوگوں (بعض شیعہ اور معتزلہ) کے قول کا فساد ظاہر ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت نفس انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہوتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کا مکلف کرنا صحیح ہوگا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہوگا۔

(شرح عقائد نسفیہ، ص ۱۶۵ وغیرہ)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مبارک دعائیں:

۱..... حدیث ذکرہ رکوع آیت نمبر ۸۲ تا ۸۹ میں درج ذیل دعائیں موجود ہیں:

- (۱) ﴿رب ہب لی حکما والحقنی بالصلحین﴾
- (۲) ﴿واجعل لی لسان صدق فی الاخرین﴾
- (۳) ﴿وجعلنی من ورثة جنة النعیم﴾
- (۴) ﴿واغفر لابی انه کان من الضالین﴾
- (۵) ﴿ولا تخزنی یوم فی یبعثون﴾
- (۶) ﴿یوم لا ینفع مال ولا بنون﴾
- (۷) ﴿الا من اتی بقلب سلیم﴾

ابلیس کا گروہ کون ہے؟

یے..... ابلیس کے گروہ سے مراد اس کا لشکر ہے، ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ شخص جسے بتوں کی عبادت کی دعوت دی گئی اور اس نے لبیک کہا، ثناء، بکلی اور مقال کے قول کے مطابق اس سے مراد شیطان ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ انہیں سخت آگ میں ڈالا جائے گا۔

(القرطبی، المعز: ۱۹، ص ۱۰۸)

ہم نے سورۃ فاطر رکوع نمبر ۱، حاشیہ نمبر ۳ کے تحت شیطان کے دعوے اور گروہ سے متعلق تفصیل سے کلام کیا ہے، وہیں دیکھ لیں۔

دوزخیوں کی حسرت بالائے حسرت!

۵..... وہ مکان جہاں چینے کے بعد موت کی امید ختم ہو جائے، جہاں تکلیف کے بعد آسانی کی آس ہی نہ ہو، جہاں کا ہلکا عذاب بھی نہ سہا جاسکے، جہاں کوئی کسی کو نہ بچا سکے بلکہ سب اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہی میں ہوں گویا کہ عذاب دیئے جانے کا مکان ہے۔ جہاں بدن سے بہنے والی پیپ پلائی جائے، خاردار تھوہڑ کھلایا جائے جو حلق سے نہ اترے، اسے اتارنے کے لئے کھولتا پانی دیا جائے جس سے چہرے کی ساری کھال گل کر گر پڑے، پیٹ میں آنتیں کٹ کٹ کر شور بے کی مانند بہہ کر قدموں کی طرف نکلیں، نہ جانے دوزخ کی گہرائی کتنی ہے، سید عالم علیہ السلام کا فرمان مقدس نشان ہے: ”اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اُس میں پھینکی جائے تو ستر برس میں بھی تہہ تک نہ پہنچے گی“۔ (سنن الترمذی، کتاب صفة جہنم، باب: ما جاء فی صفة قعر جہنم، رقم: ۲۵۸۴، ص ۷۴۱)۔ اگر انسان کے سر برابر سیسہ کا گولا آسمان سے زمین کو پھینکا جائے تو رات آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا حالانکہ یہ پانسو برس کی راہ ہے۔ پھر اس میں مختلف طبقات، وادیاں اور کنویں ہیں، بعض سے جہنمی دن میں ستر مرتبہ پناہ مانگتا ہے۔ (بہار شریعت معراج، ج ۱، حصہ ۱، دوزخ کا بیان، ص ۱۶۶ وغیرہ)

خور کریں آج گناہ کرنے آسان ہیں لیکن کل جواب دینا آسان نہ ہوگا، آج خوشی خوشی گناہ کر رہے ہیں کل کہیں رورور کر جہنم میں ڈال دیئے گئے تو کون بچانے آئے؟، حسرت بھی خود پر حسرت کر رہی ہوگی، کاش! اللہ عزوجلہ کا فضل بچائے اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اللہ والوں کا ساتھ یا کچھ خصوصی انعام ہی ہو جائے۔

اغراض:

ای کفار مکہ: کفار مکہ کا خاص طور پر ذکر اس لئے کیا کہ یہ حضرات نزول آیت کے وقت موجود تھے اور عمومی اعتبار سے یہ حکم قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہے۔ ای نقیم نهارا علی عبادنا: یہ ”نظل“ کے معنی ہیں، اور وہ اس میں فخر محسوس کرتے تھے اور بتوں کی دن رات عبادت کرنے میں زیرک ہوتے تھے۔

الی الدین: یعنی دینی و دنیاوی مصلحتوں کے باعث، خاص طور پر دین کا ذکر کیا گیا اس لئے کہ یہ اہم و خاص مقام ہے۔

السلین یاتون بعدی: اللہ عزوجلہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، لیکن تمام امتوں میں سے جو بھی ہو گزریں انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف و توصیف فرمائی، اسی میں امت محمدیہ ہیں جو کہ خاص طور پر روزانہ تہجد میں ان کا ذکر خیر کرتے ہیں اور ان سے خاص نفع حاصل کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں، اور ان کی ثناء سے خاص برکت حاصل کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں اس بات کو ایمان کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: ”جس نے کسی قوم سے محبت کی، وہ انہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا اگرچہ اس کا عمل اس قوم کے موافق نہ ہو“۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے: ”اگرچہ وہ ان کے ساتھ ایمان میں شریک ہو جائے اگرچہ وہ ان کے مقام و مرتبے کو نہ پہنچے“۔

بان تعوب علیہ: ظاہر یہ ہے کہ یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس وقت صادر ہوئی تھی جب ان کے والد (چچا آزر) حیات تھے۔ وھذا قبل ان یتیم لہ: انتقال کرنے کے بعد دعا کا مکمل باقی نہیں رہتا، اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے گناہوں کی معافی کی خاطر دعا فرمائی تھی تو میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اس میں کوئی ممانعت والی بات نہیں ہے کیوں کہ اللہ عزوجلہ جانتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد (آزر) کی موت کفر پر ہوگی اگرچہ بوقت دعا وہ زندہ ہی کیوں نہ ہو۔ کما ذکر فی سورۃ براءۃ: جس کا ذکر سورۃ التوبہ میں ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهٖمَ لَآبٖہٖ﴾ کے تحت ہو چکا ہے۔ وھو

قلب المؤمن: کیونکہ مومن مال کو خبر کے امور میں خرچ کر کے نفع اٹھاتا ہے اور نیک بیٹا اپنے باپ کی دعا سے فائدہ اٹھاتا ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے: ”جب ابن آدم مرجاتا ہے تو سوائے تین اعمال کے اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (۱)..... صدقہ جاریہ، (۲)..... نفع بخش علم، (۳)..... نیک اولاد۔“

ای القوا: یعنی دوسری مرتبہ، اس لئے ”الکعبۃ“ ”الکعب“ کی تکرار کے لئے لائے ہیں، مراد چہرے کے بل ڈال دینا ہے، جیسا کہ آگ میں ڈال دینا، اور دوبارہ آگ میں ڈال دینے سے مراد یہ ہے کہ آگ کی تہ میں کسی کو گاڑ دینا کہ وہیں استقرار پکڑ جائے۔ او اولونا: سے مراد یہ ہے کہ وہ ہم پر سبقت کرنے والے ہیں۔

من الملاحکة والنہین: کثیر مومنین کی شفاعت ہوگی، جیسا کہ حدیث میں ہے: ”قیامت کے دن ہر مومن کی شفاعت ہوگی۔“
بکذیبہم لہ: اس ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ قوم نے فقط حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا لہذا واحد کا صیغہ استعمال ہونا چاہیے لیکن جمع کا صیغہ استعمال ہوا، اس کی کیا وجہ ہے؟ میں (علامہ صادی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ جس طرح انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی، (ان کی ذریت) باقی حضرات انبیائے کرام کی تکذیب کرے گی، پس حقیقت پر محمول کرتے ہوئے جمع کا صیغہ لائے ہیں۔ وثابث الفعل: سے مراد مستدالیہ ہونا ہے۔ (الصاوی، ج ۴، ص ۲۳۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿ کذبت قوم نوح المرسلین (۱۰۵) ﴿بِکَذِبِیْہِم لَہٗ لِاشْتِرَآئِکَہُمْ فِی الْمَجِیءِ بِالتَّوْحِیْدِ اَوْ لِاَنَّهُ لَطُوْلٌ لِّیْسَہٗ فِیْہِم کَاثَرٌ رُّسُلٌ وَتَابِثٌ قَوْمٌ بِاِغْتِبَارِ مَعْنَاہُ وَتَذْکِیْرٌ بِاِغْتِبَارِ لَفْظِہٖ ﴿ اذْ قَالَ لَہُمْ اٰخُوہُمْ ﴿نَسَبًا ﴿ نُوْحٌ الْاِیْمٰنُ ﴿ (۱۰۶) ﴿اللّٰہُ ﴿ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اٰمِیْنٌ ﴿ (۱۰۷) ﴿ عَلٰی تَبْلِیْغِ مَا اُرْسِلْتُ بِہٖ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاطِیْعُوْنَ ﴿ (۱۰۸) ﴿ فِیْمَا اَمْرُکُمْ بِہٖ مِنْ تَوْحِیْدِ اللّٰہِ وَطَاعَتِہٖ ﴿ وَ مَا اسْتَلْکُمْ عَلَیْہِ ﴿ عَلٰی تَبْلِیْغِہٖ ﴿ مِنْ اَجْرِ طٰن ﴿ مَا ﴿ اَجْرِی ﴿ اٰی قَوٰیہِی ﴿ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿ (۱۰۹) فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاطِیْعُوْنَ ﴿ (۱۱۰) ﴿ کَرَّوْرَةٌ تَاکِیْدًا ﴿ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ نٰصِلٰتُکَ ﴿ لَکَ ﴿ لِیَقُوْلَکَ ﴿ وَاتَّبِعْ ﴿ وَفِی قِیْرَانِہٖ وَاتِّبَاعِکَ جَمْعٌ تَابِعٌ مُّبْتَدَاً ﴿ الْاِرْذَلُوْنَ ﴿ (۱۱۱) ﴿ السُّفْلَةُ کَالْحَاکِمِہٖ وَالْاَسَاکِیْفِہٖ ﴿ قَالَ وَمَا عَلِمٰی ﴿ اٰی عَلِمَ لٰی ﴿ ہِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿ اِنْ ﴿ مَا ﴿ حَسَابِہُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ ﴿ فِیْجَازِیْہُمْ ﴿ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿ (۱۱۳) ﴿ تَعْلَمُوْنَ ذٰلِکَ مَا عَبَدْتُمْوْہُمْ ﴿ وَاَنَا اِنَّا بَطَّارِدُ الْمُوْمِنِیْنَ ﴿ (۱۱۴) ﴿ اِنْ ﴿ مَا ﴿ اِنَّا اِلَّا نَذِیْرٌ مِّمَّنْ ط ﴿ (۱۱۵) ﴿ بَیْنَ الْاَنْذَارِ ﴿ قَالُوْا لَنْ لَّمْ نَنْتَہِ یٰنُوْحُ ﴿ عَمَّا تَقُوْلُ لَنَا ﴿ لَنْکُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ ط ﴿ بِالْحِجَارَةِ اَوْ بِالشَّمِہٖ ﴿ قَالَ ﴿ نُوْحُ ﴿ رَبِّ اِنْ قَوْمِیْ کٰذِبُوْنَ الْعٰدِہٖ ﴿ (۱۱۷) فَالتَّحِیُّنِہِمْ فِیْمَا ﴿ اٰی اَحْکَمُ ﴿ وَنَجِیُّیْ وَمَنْ مَعِیْ مِنَ الْمُوْمِنِیْنَ ﴿ (۱۱۸) ﴿ قَالَ تَعَالٰی ﴿ فَاَنْجِیْنٰہُ وَمَنْ مَعِہٖ فِی الْفَلَکِ الْمَشْحُوْنِ ﴿ (۱۱۹) ﴿ الْمَسْمُوْرُ مِنَ النَّاسِ وَالتَّحِیُّوَانِ وَالتَّطِیْرِ ﴿ لَمْ اَغْرَقْنَا بَعْدَ ﴿ اٰی بَعْدَ اَنْجَالِہُمْ ﴿ الْبَقِیْنَ ط ﴿ (۱۲۰) ﴿ مِنْ قَوْمِہٖ ﴿ اِنْ فِیْ ذٰلِکَ لَآیَۃٌ لِّمَنْ کَانَ اَکْثَرُہُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿ (۱۲۱) ﴿ وَاِنْ رَبِّکَ لَہُو الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿ (۱۲۲) ﴿

﴿ترجمہ﴾

نوح..... کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا (اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلانا تمام کو جھٹلانا ہے، کیونکہ توحید کا پیغام لانے میں سب شریک ہیں یا اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام ان میں کافی عرصہ ٹھہرے رہے گویا کہ انہوں نے بہت سے رسول دیکھے، قوم کا مونث ذکر کرنا معنی کے اعتبار سے ہے اور اس کا ذکر کرنا لفظ کے اعتبار سے ہے) جبکہ ان سے ان کے ہم قوم (یہاں اخوہم..... سے..... سے مراد ان کا نسبی بھائی یعنی ہم قوم ہے) نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ (اللہ تعالیٰ سے) بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا بھیجا ہوا امین ہوں (اس پیغام کے پہنچانے پر کہ جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے) تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو (ان کاموں میں کہ جن کا میں تمہیں حکم دوں یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی اطاعت کرنے کا) اور میں اس پر (یعنی اپنی تبلیغ پر) تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا..... میرا اجر (یعنی ثواب) تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ بولے کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں (یعنی ہم تیری بات کی تصدیق کریں) اور تمہارے ساتھ (اتبعک) ایک قرأت میں اتبائعک ہے، جو اتباع کی جمع ہے اور مبتدا واقع ہو رہا ہے) کہنے ہوئے ہیں..... (الارذلون سے مراد السفلة یعنی گھٹیا و کم حیثیت لوگ ہیں جیسا کہ جولا ہے اور موچی) فرمایا مجھے کیا خبر (یعنی مجھے کیا علم کہ) ان کے کام کیا ہیں۔ ان کا حساب تو میرے رب ہی پر ہے (کہ وہی ان کو بدلہ دے گا) اگر تمہیں حس ہو (یعنی اس بات کو جانتے ہوتے تو تم ان پر عیب نہ لگاتے) اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں، میں تو نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا (یعنی واضح خطرات سے آگاہ کرنے والا) بولے اے نوح! اگر تم باز نہ آئے (اپنی ان باتوں سے جو تم ہمیں کہتے ہو) تو ضرور سنگسار کیے جاؤ گے (پتھروں کے ساتھ یا سب و شتم کے ساتھ) عرض کی (حضرت نوح علیہ السلام نے) اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلایا، تو مجھ میں اور ان میں پورا فیصلہ کر دے (الفتح بمعنی احکم ہے) اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔ (پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) تو ہم نے بچا لیا اسے اور اس کے ساتھ والوں کو بھری ہوئی کشتی میں..... (یعنی جو لوگوں، حیوانوں اور پرندوں سے بھری ہوئی تھی) پھر اس کے بعد ہم نے ڈبو دیا (یعنی انہیں نجات دینے کے بعد) باقیوں کو (یعنی ان کی قوم کے باقی ماندہ لوگوں کو) بیشک اس میں ضرور نشانی ہے، اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿کذبت قوم نوح المرسلین اذ قال لهم اخوہم نوح الاتقون﴾

کذبت: فعل، قوم نوح: فاعل، المرسلین: مفعول، اذ: مضاف، قال لهم: فعل وظرف لغو، اخوہم: مبدل، منہ، نوح: بدل، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، ہمزه: حرف استفہام، الاتقون: فعل نئی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقول، ملکر جملہ قولیہ ہو کر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الی لکم رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون﴾

الی: حرف مشبہ واسم، لکم: بظرف لغو مقدم، رسول: مصدر با حوضیر نائب الفاعل ملکر شبہ جملہ ہو کر موصوف، امین: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فیصحیہ، اتقوا اللہ: فعل امر با فاعل، مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اطيعون: فعل امر با فاعل، مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما استلکم علیہ من اجران اجری الا علی رب العلمین﴾

و: عاطفہ، ما استلکم: فعل نئی با فاعل، مفعول، علیہ: بظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، اجر: ذو الحال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان: تانیہ، اجری: مبتدا، الا: اداة حصر، علی رب العلمین: بظرف مستقر خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاتقوا الله واطيعون﴾ قالوا انؤمن لك واتبعك الارذلون ﴿۵﴾

اس آیت کی ترکیب ما قبل آیت ۱۰۸ میں گزری، قالوا: قول، ہمزه: حرف استفہام، نومین: فعل بافاعل، لام: جار، ک: ضمیر ذوالحال، و: حالیه، اتبعک الارذلون: فعل ومفعول وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال وما علمی بما كانوا يعملون﴾ ﴿۶﴾

قال: قول، و: متانفہ، ما: استفہامیہ مبتدأ، علمی: مصدر مضاف و"ی" ضمیر مضاف الیہ فاعل، بما كانوا يعملون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ متانفہ۔

﴿ان حسابهم الا علی ربی لو تشعرون﴾ ﴿۷﴾

ان: تانیہ، حسابہم مبتدأ، الا: اداة حصر، علی ربی: ظرف مستقر خبر ملکر جملہ اسمیہ، لو شرطیہ، تشعرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء محذوف "ما عبتموہم" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما انا بطارد المومنین﴾ ان انا الانذیر مبین ﴿۸﴾

و: عاطفہ، ما بمشایہ بلیس، انا: اسم، ب: زائد، طارد المومنین: مرکب اضافی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: تانیہ، انا: مبتدأ، الا: اداة حصر، نذیر مبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا لئن لم تنتہ ینوح لتکونن من المرجومین﴾ ﴿۹﴾

قالوا: قول، لام: قسمیہ، ان شرطیہ، لم تنتہ: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لام: قسمیہ، تکونن من المرجومین: جملہ فعلیہ قسم، محذوف "نقسم" کیلئے جواب، ملکر جملہ قسمیہ ہو کر جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہو کر مقصود بالنداء، ینوح: نداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال رب ان قومی کذبون﴾ ﴿۱۰﴾

قال: قول، رب: نداء، ان قومی: حرف مشبہ واسم، کذبون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ہو کر مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاتفتح بنی وبینہم فتحا ونجنی ومن معی من المومنین﴾ ﴿۱۱﴾

ف: فصحیہ، الفتح: فعل امر بافاعل، بنی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بینہم: معطوف، ملکر ظرف، فتحا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، نج: فعل امر بافاعل، بن: وقایہ، ی: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من معی: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من المومنین: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر كذلك" کی جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فالنجینہ ومن معہ فی الفلک المشحون﴾ ثم اغرقنا بعد البقین ﴿۱۲﴾

ف: متانفہ، النجینا: فعل بافاعل، ہ: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من معہ: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، فی: جار، الفلک المشحون: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ متانفہ، ثم: عاطفہ، اغرقنا: فعل بافاعل، الاخرین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایۃ وما کان اکثرہم مومنین وان ربک لہو العزیز الرحیم﴾ ﴿۱۳﴾

اس آیت مبارکہ کی ترکیب ما قبل آیت ۶۷، ۶۸، رکوع نمبر ۸ کے آخر میں گزری۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت نوح علیہ السلام کا نسب :

۱۔ سلیمان منذر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ چونکہ آپ ﷺ اپنے آپ پر کثرت سے نوحہ (یعنی گریہ وزاری) کرتے تھے اس لئے آپ کا نام نوح پڑ گیا۔

(الدر المنثور، ج ۲، ص ۱۷۴)

۲۔ حضرت سعد بن مسعود ثقفی فرماتے ہیں کہ جب نوح ﷺ کپڑے پہنتے تو اللہ جل جلالہ کی حمد فرماتے اور جب کھاتے پیتے تو شکر ادا فرماتے اسی وجہ سے ان کا نام عبدا شکور پڑ گیا۔

(اسد الغابہ، سعد بن مسعود الثقفی، ج ۲، ص ۲۳۸)

آپ ﷺ کا نام نوح بن لامک ہے اور ایک قول کے مطابق لامک بن متشولخ اور آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام عونہ ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ قیسوس بنت ہر الیک بن قشولخ ہے جبکہ بعض نے کہا کہ متوشخ بن خنوخ، اور ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ الخوخ سے مراد حضرت اور لیس ﷺ ہیں اور یہی پہلے نبی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے لکھا اور یہ مہلیل کے صاحبزادے تھے۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام مہلا حیل تھا اور یہ قنین کے بیٹے تھے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام قینان تھا اور ایک قول کے مطابق قنن بن افوش اور دوسرے قول کے مطابق ان کا نام صافیش بن شیث تھا جو کہ آدم کے صاحبزادے تھے۔

مستلوک میں سلیمان عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم ﷺ اور نوح ﷺ کے مابین دس صدیوں کا زمانہ ہے جیسا کہ طبرانی نے ابو ذر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور اسی سلسلہ نسب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نوح ﷺ حضرت اور لیس ﷺ کے بعد تشریف لائے ہیں جیسا کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ حضرت نوح ﷺ کا نام سککن تھا کیونکہ لوگ حضرت آدم ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے پاس آ کر سکون پاتے تھے۔ ایک قول کے مطابق آپ ﷺ کا نام شاکر تھا اور بعض کے مطابق یشکر بھی کہا جاتا ہے۔ امام سیوطی نے الاثقان میں مستلوک للحاکم سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا نام عبدا لغفار تھا، اور اکثر صحابہ کرام علیہم السلام

بزرگوں کا خیال ہے کہ انہیں احدویس کہا جاتا ہے، اور آپ ﷺ کو نوح کہنے کی وجہ آپ ﷺ کا اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے کثرت سے گریہ وزاری کرنا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کا رونا قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے ہے، بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک کتے کو دیکھا جو کہ بد صورت تھا تو فرمایا کہ بد صورت کتا! تو اللہ جل جلالہ نے اس کتے کو قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے کہا کہ یہ عیب میری طرف سے ہے یا میرے خالق کی جانب سے؟ کتے کے کلام کو سن کر آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی اور جب افاقہ ہوا تو خوب گریہ وزاری فرمائی۔ بخاری کا قول ہے کہ آپ ﷺ ایک جزای کتے کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ دور ہو، اے بد صورت کتا!

اللہ جل جلالہ نے وحی نازل فرمائی کہ اے نوح! تو نے مجھ پر عیب لگایا ہے یا کتے پر؟ بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ اس لئے روتے تھے کہ آپ ﷺ نے اپنی قوم کی ہلاکت کی بددعا کی تھی، ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ اس لئے زیادہ روتے تھے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب سے اپنے بیٹے کی سفارش کی تھی، واللہ تعالیٰ اعلم، ایک قول کے مطابق جس وقت اللہ جل جلالہ نے آپ ﷺ کو مبعوث کیا اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مستلوک میں ان سے مرفوع حدیث ہے کہ جس وقت آپ ﷺ مبعوث ہوئے اس وقت آپ ﷺ کی عمر چالیس سال تھی، آپ ﷺ اپنی قوم میں (۹۵۰) سال رہے، اور طوقان کے بعد آپ ﷺ ساٹھ سال زندہ رہے یہاں تک کہ لوگ کثیر ہو گئے اور کئی علاقوں میں پھیل گئے۔ (المظہری، ج ۲، ص ۴۴ وغیرہ)

حضرت نوح ﷺ پوری زندگی روزے رکھتے سوائے عید الفطر اور عید الاضحیٰ، اور حضرت داؤد علیہ السلام نصف دہر روزے رکھتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر ماہ تین دن روزے رکھتے یا ایک دہر روزہ رکھتے اور ایک دہر اظفار کرتے۔ جہاں تک حضرت نوح ﷺ کی قبر کا تعلق ہے تو ابن جریر اور ازرقی نے عبدالرحمن بن سابط اور دیگر تابعین سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت نوح ﷺ کی قبر مسجد حرام

میں ہے۔ اور یہ قول زیادہ صحیح اور قوی ترین ہے کیونکہ اسے کثیر متاخرین نے نقل کیا ہے۔ (البدایة والنہایة، جزء ۱، ج ۱، ص ۱۳۳ وغیرہ)
نوٹ: دہر کے معنی ہیں زمانہ دراز، دنیاوی زندگی کا پورا زمانہ، ایک ہزار سال، ایک لاکھ سال۔

حضرت نوح علیہ السلام کو بھائی کھنے کی توجیہ :

۲..... قرآن مجید میں اس طرح کے کلمات: ﴿لہم اخوہم﴾ سے مراد علامہ قرطبی نے یہ لیا ہے کہ نہ تو نبی بھائی ہیں نہ ہی
دینی، ہم جنس بھائی تھے۔ یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ جس طرح دیگر حضرات انبیاء نے تبلیغ دین کی اسی طرح نوح بھی ان کے نقش قدم پر
چلیں گے گویا کہ اپنے بھائیوں کی راہ پر ہیں۔ لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ حضرات انبیاء کے کرام کو بھائی کہنا جائز قرار دیتے
ہیں اور دلیل کے طور پر اسی طرح کی آیات اور بعض روایات پیش کرتے ہیں، ان کی علمی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں کچھ تحقیق پیش
خدمت ہے چنانچہ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۲۳۲ھ نے لکھا:

مشکوٰۃ المصابیح، باب: عشرة النساء میں ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا
مہاجرین و انصار میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر اس نے سجدہ کیا پیغمبر خدا کو سوان کے اصحاب کہنے لگے: اے پیغمبر خدا تم کو سجدہ کرتے
ہیں جانور اور درخت سو ہم کو ضرور چاہیے کہ تم کو سجدہ کریں، سو فرمایا: ”بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی
کی“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب: عشرة النساء وما لکل واحد، الفصل الثالث، رقم: ۳۳۷، ص ۲۸۲)۔ اسماعیل دہلوی
اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ”ف“ کا عنوان قائم کر کے کہتے ہیں: یعنی انسان آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو
اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کی چاہیے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء، امام و امام
زادہ، پیر و شہید، یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی
وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں سوان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے نہ کہ خدا کی
سی۔

(تقویۃ الایمان کلان، ص ۴۱ وغیرہ)

ہم کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ اور حضرات انبیاء کے کرام میں معبود و عبد کا رشتہ ہے اور معبود اپنے بندے کو جو چاہیے فرمائے اس میں
ہمیں کلام کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿و عصى آدم ربه فغوى﴾ تو آدم
سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہتا تھا اس کی راہ نہ پائی (طہ: ۱۲۱)۔ اب اسماعیل دہلوی اور اس کے
پیروکاروں کے نظریے کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو معاذ اللہ ”نافرمان/گناہگار“ کہنا جائز ہوگا کیونکہ اللہ ﷻ نے جو فرما دیا ہے۔
علامہ ابن الجان مالکی نے لکھا ہے: ”جس نے اثناء تلاوت یا قرائت حدیث کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق کہا کہ انہوں نے
معصیت کی ہے وہ کافر ہو گیا۔“

(المدخل، ج ۲، ص ۱۴)

بعض اوقات حضرات انبیاء کے کرام تو اضع کے کلمات استعمال کرتے ہیں جن کا بیان قرآن میں کئی مقامات پر ہوا ہے، ان
کلمات کو حقیقت پر محمول کرنا دین دشمنی ہے، نمونے کے طور پر چند کلمات درج ذیل ہیں:

(۱)..... حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخسوس﴾ دونوں نے
عرض کی اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ بڑا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں
ہوئے (الاعراف: ۲۳)۔

(۲)..... حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لا اله الا انت سبحانک انى كنت من الظلمين﴾ کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے

تجھ کو بیشک مجھ سے بے جا ہوا (الانباء: ۸۷) ﴿

(۳)..... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿قال رب انسى ظلمت نفسي فاظفر لي لظفر له عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اُسے بخش دیا (القصر: ۱۶) ﴿

☆..... قیامت کے دن جب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس شفاعت کی درخواست لے کر جائیں گے تو وہ فرمائیں گے کہ آج اللہ جل جلالہ اس قدر غضب میں ہے کہ پہلے کبھی اتنے غضب میں نہ تھا اور نہ آئندہ کبھی اتنے غضب میں ہوگا، اس نے مجھ کو ایک درخت سے کھانے سے منع کیا تھا لیکن میں نے اس کی نافرمانی کی۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: ذرۃ من حملنا برقم: ۴۷۱۲، ص ۸۱۵)

تبلیغ پر اجرت لینے کا جواز:

۳..... حضرات انبیائے کرام کا معاملہ تو بالکل واضح ہے کہ انہیں دنیاوی مال و اسباب سے کچھ غرض ہی نہیں ہوتا کیونکہ وصف نبوت نے انہیں ہر قسم کی بظاہر ناپسندیدہ بات سے بھی محفوظ رکھا ہے۔ ہم بات کریں گے امت محمدیہ کے علماء و مشائخ اور دینی خدمات انجام دینے والوں کی، آیا ان کے لئے بھی تبلیغ دین پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں:

جو شخص اللہ جل جلالہ کے لئے عمل کرتا ہے وہ اس کا اجر غیر اللہ جل جلالہ سے طلب نہ کرے، اس میں اشارہ ہے کہ علماء جو انبیائے کرام کے وارث ہیں وہ انبیائے کرام کے آداب کے ساتھ متصف ہوں اور علوم دینیہ کی اشاعت و ترویج اور تبلیغ میں لوگوں سے کچھ طلب نہ کریں اور اپنی تعلیم، تدریس، وعظ و خطبات میں لوگوں سے کچھ نفع نہ حاصل کریں کیونکہ جو علماء اپنے مواعظ و خطبات کا سننے والوں سے اجر بطور نذرانہ لیتے ہیں تو ان کے مواعظ سننے والوں کو کوئی برکت حاصل نہیں ہوتی اور نہ علماء کو وعظ سنا کر نذرانہ لینے اور معمولی دنیاوی معاوضہ کے بدلہ میں دین فروخت کرنے سے کوئی برکت حاصل ہوتی ہے۔

(روح البیان، ج ۶، ص ۳۷۴ وغیرہ)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت مولانا اسماعیل حقی نے بڑی خوب بات فرمائی اور واقعی جو کام بغیر دنیاوی لالچ کے ہو اس کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے لیکن یہ وہی سمجھے جسے اللہ جل جلالہ نے قناعت کی دولت سے مالا مال کیا ہو، جس کی نظر ہر وقت دنیاوی اسباب و سہولیات پر لگی ہوئی ہوں انہیں اسی سوچ نہیں ملتی۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ ضرورتاً تبلیغ دین و امور دینیوں کا دنیاوی فائدہ مال کی صورت میں اٹھانا جائز ہے۔ علامہ شامی نے ”مختصر مفتی“ میں اس مسئلہ پر مفصل کلام کیا ہے جسے ادارہ فیضانِ رضوانے بنام ”درس مختصر مفتی“ کے نام سے شائع کیا ہے، ہم اس موضوع کو ضرورتاً کچھ عبارات کو حذف کرنے کے ساتھ درج ذیل پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

طاعات پر اجرت لینے کا مسئلہ:

ان میں سے ایک مسئلہ تلاوت قرآن مجید پر اجرت کا ہے السراج الوہاج، شرح قدوری الجوہرۃ النیرۃ کے مولفین سے یہ قلمی صادر ہوئی ان حضرات نے لکھا کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ تلاوت قرآن مجید پر بھی اجارہ درست ہے حالانکہ معاملہ ان پر ملتبس ہو گیا کہ مفتی بہ قول تو یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجارہ درست ہے نہ کہ تلاوت پر، پھر ان کے بعد آنے والے کثیر مصنفین نے اس قول کو نقل کرنے میں ان کی پیروی کی اور اسے نقل کر دیا حالانکہ یہ زبردست خطا ہے بلکہ ان میں بعض حضرات نے تو اس پر بھی فتویٰ دے دیا کہ تمام ہی عبادات پر اجارہ درست ہے اور وہ اس عبارت کو مطلق ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہی متاخرین کا مذہب ہے۔ اور بعض حضرات نے اس پر یہ مسئلہ متفرع کیا کہ حج بدل کروانے والے کیلئے بھی اجارہ کرنا درست ہے اور یہ تمام ہی مسائل خطا پر مبنی ہیں

اور ان کا مبنی برخطا ہونا پہلے مسئلہ سے بھی زیادہ واضح ہے۔ ہمارے ائمہ ثلاثہ امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہ اللہ، جن سے یہی منقول ہے کہ عبادات پر اجارہ باطل ہے لیکن ان کے بعد آنے والے مجتہدین جو کہ اہل تخریج اور اہل ترجیح تھے انہوں نے ضرورت کی بناء پر تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز کہا، اس لئے کہ ابتداً معلمین قرآن کو تعلیم قرآن پر بیت المال سے ہدایہ دیئے جاتے تھے جو کہ اب منقطع ہو چکے ہیں، اگر تعلیم قرآن پر اجارہ کو درست قرار نہ دیا جائے اور اس پر اجرت لینے کو جائز قرار نہ دیا جائے تو تعلیم قرآن کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر اس میں دین کے ضائع ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے کیونکہ معلمین کو بھی اکتساب کی حاجت ہوتی ہے، پھر ان کے بعد آنے والے علماء نے جو کہ خود بھی اہل تخریح و تخریح ہیں انہوں نے اذان و امامت پر اجارہ درست ہونے کا فتویٰ دیا کیونکہ یہ دونوں امور بھی شعائر دین سے ہیں تو ضرورتاً ان دونوں کاموں پر اجارہ کرنا بھی ان حضرات نے درست قرار دیا۔ یہ ہے وہ امر جس کے بارے میں متاخرین علماء نے امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ اکرم اور آپ کے اصحاب کے حوالے سے فتویٰ دیا کیونکہ یہ حضرات جانتے تھے کہ خود امام اعظم اور ان کے تلامذہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس زمانے میں ہوتے تو یہی فتویٰ دیتے اور اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیتے۔ تمام متون، شروحات اور فتاویٰ طاعت پر اجرت کے باطل ہونے پر منقول ہیں سوائے چند ایک مسائل کے جن کا ذکر ماقبل ہوا اور انہوں نے یہی علت یعنی ضرورت (۱) بیان کی ہے اور ضرورت سے مراد یہاں دین کے ضائع ہو جانے کا خوف ہے۔ علماء نے اس علت کو صراحتاً بیان کیا ہے تو یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ یوں کہا جائے کہ متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ تلاوت قرآن عظیم پر بھی اجارہ کرنا درست ہے؟ حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایک زمانہ گزر جائے اور کوئی شخص دوسرے سے اس کام پر اجارہ نہ کرے جب بھی اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا بلکہ نقصان تو قرآن مجید کی تلاوت پر اجارہ کرنے میں ہے کیونکہ اس صورت میں گویا کہ قرآن عظیم مال کمانے کا ذریعہ ہو جائے گا اور ایک پیشہ ہو جائے جس کے ذریعے لوگ مال کمائیں گے اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا خلاصاً اللہ عز وجل کی خوشنودی کیلئے نہیں بلکہ اجرت حاصل کرنے کیلئے تلاوت کرے گا اور اسی کا نام تو خالص ریا ہے کہ غیر اللہ کیلئے کوئی نیک عمل کرنے کا ارادہ کیا جائے، تو اس صورت میں خود اس قاری کو ثواب کہاں سے حاصل ہوگا؟ جس کا مستاجر طالب ہے کہ وہ اس حاصل ہونے والے ثواب کو اپنے مرحوم کو ایصال کر سکے۔ امام قاضی خان علیہ رحمۃ اللہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ”ذکر واذکار کے بدلے میں اجرت حاصل کر لینا یہ استحقاقی ثواب کا مانع ہے، اسی کی مثل فتح القدیر میں مؤذن کی اجرت لینے کے بارے میں منقول ہے اور اگر مستاجر کو اس بات کا علم ہو جائے کہ میں جس شخص سے تلاوت قرآن کرنے کا اجارہ کر رہا ہوں خود اس کو کوئی ثواب نہیں حاصل ہوتا تو وہ ایک دمڑی بھی اسے دینا گوارہ نہ کرے، تو وہ حضرات جو قرآن عظیم کی تلاوت کرنے پر اجارہ کرتے ہیں یہ لوگ حرام ایندھن جمع کرنے کا وسیلہ ذکر اللہ اور قرآن عظیم کو بتا رہے ہیں۔ لوگ اسے عظیم نیکی خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ بدترین گناہ ہے جو کہ تلاوت قرآن پر اجارہ کرنے کے قول پر مرتب ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایصال ثواب کیلئے پیسے دیکر تلاوت قرآن کروانے میں جو دیگر برائیاں مرتب ہوتی ہیں وہ یہ ہیں تیبوں کے اموال کھانا، ان کے گھروں کا فرش استعمال کرنا، رونے دھونے کا ڈھونگ کرنا، سوتے لوگوں کی نیند برباد کرنا، ڈھول پھینا، عورتوں اور مردوں کا اکٹھا ہونا، اور ایسی دیگر بڑی برائیاں جیسا کہ میں نے ان برائیوں کی وضاحت اہل مذہب کے تفصیلی حوالوں کے ساتھ اپنے رسالے شفاء العلیل وبل الغلیل فی بطلان الوصیۃ بالختومات والتھلیل میں کی ہے۔ اس رسالہ پر علماء

عصر کے تقاریظ موجود ہیں اور ان میں سب سے زبردست عالم خاتمہ الفقہاء والعباد الناسکین مفتی مصر قاہرہ سیدی سید احمد طحاوی جنہوں نے درمختار پر زبردست حاشیہ تحریر فرمایا ہے ان کی بھی تقریظ موجود ہے۔

(۱)..... ہمارے فقہ کا قانون ہے: ”الضرورات تبیح المحظورات ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں“۔ اس کی چند مثالیں اختصاراً پیش خدمت ہیں، حالت اضطرار میں پہنچا ہوا شخص جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت مردار کھا سکتا ہے، شہید کا خون اس کے اپنے حق میں ظاہر ہے جب کہ غیر کے حق میں ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے نجس ہے، طبیب کے لئے بقدر حاجت شرم کے مقام کو دیکھنا جائز ہے۔

(الاشیاء والنظائر، ص ۸۷ ملقطاً)

حدیث میں ہے کہ ”ولا الاستنجار علی الاذان والحج وکذا الامامة و تعلیم القرآن والفقہ“ خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا امور پر اجارہ جائز نہیں ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ نے فرمایا: یہ تمام امور عبادات ہیں اور عبادات پر اجرت لینا ہمارے یعنی احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ ہاں امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ کافی فرماتے ہیں کہ ہر عبادت پر اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ اجرت کو متعین نہ کیا گیا ہو، کیوں کہ عمل معلوم پر غیر معین اجرت لینا جائز ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ”اقرأ القرآن ولا تاکلوا بہ“ یعنی قرآن پڑھو اور اس کے ذریعے نہ کھاؤ۔“

سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی مبارک کے آخر میں حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”وان اتخذت مؤذنا فلا تاخذ علی الاذان اجرا یعنی اور اگر تجھے مؤذن بنایا جائے تو تو اذان دینے پر اجرت نہ لینا“ اور اس لیے کہ قربت جب حاصل ہوگی عامل کی طرف سے واقع ہوگی اور اس وجہ سے عامل ہی کی اہلیت کا اعتبار کیا گیا ہے، پس اس کے لیے غیر سے اجرت لینا جائز نہیں ہوگا۔ اسی کے تحت فتح القدیر میں ہے: مصنف کی ذکر کردہ یہ بات آپ کے کتاب الحج میں بیان کردہ عبارت سے ٹوٹ جاتی ہے۔ آپ نے کتاب الحج میں فرمایا: ظاہر مذہب یہ ہے کہ حج بدل میں حج مجموع عند کی جانب سے واقع ہوتا ہے اور اس کی شاعد اس باب میں وارد احادیث ہیں جیسا کہ حدیث شعیبہ کہ حضور نے ان سے فرمایا: ”حجسی عن ایبک واعتموری“ بہحدیث اس بات پر صریح دلیل ہے کہ غیر عامل کی جانب سے قربت واقع ہوتی ہے۔ صاحب کافی نے اس دلیل کی تقریر میں فرمایا: قربت جب واقع ہوگی اس کا ثواب قائل کو ملے گا اس کے غیر کو نہیں۔ میں (ابن ہمام) کہتا ہوں کہ یہ تقریر خود اس بات کے بھی مخالف ہے جس کی تصریح صاحب ہدایہ اور صاحب کافی نے کتاب الحج باب الحج عن الغیر میں کی ہے وہ تصریح یہ ہے: ”اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان مختار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کے واسطے کر دے خواہ نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ یا اس کے علاوہ، یہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک ہے کیونکہ سید عالم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کئے ان کی سیاہی میں کچھ سفیدی ملی تھی۔ جن میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی طرف سے اور دوسرا آپ کی امت کے ایسے افراد کی طرف سے جنہوں نے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحدانیت کا اقرار کیا۔

(فتح القدیر، کتاب الاحارات، باب الاحارة الفاسدة، ج ۹، ص ۹۹)

صدر الشریعہ ہدایہ لطریقہ مولانا احمد علی اعظمی علیہ رحمۃ القوی اسی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”طاعت وعبادت کے کاموں پر اجرت کرنا جائز نہیں مثلاً اذان کہنے کے لئے، امامت کرنے کے لئے، قرآن و فقہ کی تعلیم کے لئے، حج کے لئے یعنی اس

لئے اجیر کیا کہ کسی کی طرف سے حج کرے متفقہ میں فقہاء کا یہی مذہب تھا مگر متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہو گئی ہے اگر اس اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے کاموں میں خلل پیدا ہوگا۔ انہوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثناء فرمایا اور یہ فتویٰ دیا کہ تعلیم قرآن و فقہ اور اذان و امامت پر اجارہ جائز ہے کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو قرآن و فقہ کے پڑھانے والے طلب معیشت میں مشغول ہو کر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دین کی باتوں سے ناواقف ہو جائیں گے۔ اسی طرح موذن و امام کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان و جماعت کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور اس شعار اسلامی میں زبردستی کی واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح بعض علماء نے وعظ پر اجارہ کو بھی جائز کہا ہے۔ اس زمانے میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہل علم نہیں ہیں، ادھر ادھر سے کبھی کبھار کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ و تقریر کے ذریعہ انہیں دین کی تعلیم دیتا ہے اگر اس اجارہ کو ناجائز کر دیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعہ سے کچھ علم کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اس کا انداد ہو جائے گا یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب اصل مذہب یہی ہے کہ یہ اجارہ ناجائز ہے ایک دینی ضرورت کی بناء پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے جس بندہ خدا سے ہو سکے کہ ان امور کو محض خالصاً لوجه اللہ انجام دے اور اجر اخروی کا مستحق بنے تو اس کی کیا بات ہے؟ پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصور کر کے کہ دین کی خدمت یہ کرتے ہیں ہم ان کی خدمت کر کے ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہوگا اس کو لینا جائز ہوگا کہ یہ اجرت نہیں بلکہ اعانت و امداد ہے۔

(بہار شریعت، ج ۲، حصہ ۱۴، ص ۸۲)

قدوری کی شرح الجوہر النیرۃ میں وہ بات نہیں جو کہ علامہ شامی نے بیان فرمائی ہے، بلکہ الجوہرۃ، کتاب الاجارۃ میں صراحت ہے کہ مفتی بقول یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجارہ جائز ہے، محض تلاوت پر اجارہ کے جواز کا فتویٰ ہمیں الجوہرۃ النیرۃ میں نظر نہیں آیا۔ صاحب الجوہرۃ النیرۃ علامہ شیخ الاسلام ابی بکر علی بن محمد حدادی علیہ رحمۃ اللہ العالی نے اس بارے میں اپنی جانب سے کچھ کہنے کی بجائے صاحب ہدایۃ کی عبارت نقل کر دی ہے جسے ہم ماقبل بیان کر آئے ہیں اور بحث کے اختتام پر یہ لکھا ہے کہ واختلفوا فی الاستئجار علی قرأۃ القرآن علی القبر مدۃ معلومۃ، قال بعضهم لایجوز وهو المختار، فاعتبروا یا معشر العلماء۔ (الجوہرۃ النیرۃ، ج ۱، ص ۳۲۷)، (درس عقود رسم المفتی، بحث: طاعات پر اجرت کا مسئلہ، ص ۳۵ وغیرہ)

تاہم ایسا بھی نہیں کہ اجرت لینے کے بعد بھی مکمل اجر کا ملنا اور تمام تر برکتوں کا حاصل ہونا اور دلی اخلاص کا کماحقہ حصول ممکن ہو جائے۔ جیسا کہ بعض علماء نے دلیل کے طور پر حدیث پاک نقل کی ہے۔

☆..... حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ یعنی جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو اس میں اجرت کا سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے۔"

(صحیح البعاری، کتاب الطب، باب: الشرط فی الرقیۃ، رقم: ۵۷۳۷، ص ۱۰۱۳)

☆..... حضرت عبدالرحمن بن شبل کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "تعلّموا القرآن ولا تغلّوا فیہ ولا تجفّوا عنہ ولا تاکلوا بہ ولا تستکثروا بہ یعنی قرآن کی تعلیم دو اور اس معاملے میں غلو نہ کرو اور نہ ہی تلاوت قرآن سے دور ہو جاؤ اور اس کی تعلیم کو دنیاوی کمائی کا ذریعہ نہ بناؤ اور نہ ہی اس کے ذریعے مال میں زیادتی کی خواہش کرو۔"

(عمدۃ القاری، کتاب الطب، باب الشرط فی الرقیۃ، رقم: ۵۷۳۷، ج ۱، ص ۷۱۷)

مسئلہ اظہر من الشمس ہے کہ محض مال کمانے، دنیاوی اسباب میں اضافہ کرنے، اور اسی طرح سے دیگر فاسد مقاصد کے لئے قرآن کی تعلیم دینا یا تبلیغ دین کرنا کہاں اُخروی نفع دے گا؟۔

غریاء و پس ماندہ لوگ قابل نفرت نہیں ہوتے:

۳..... جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے منکبر لوگوں نے نقرء کو حدف تنقید بنایا یا بالکل اسی طرح سید عالم ﷺ کے دور میں بھی نقرء کو دور کرنے کے لئے مشرکین مکہ نے اعتراض کیا تھا۔ ہم چونکہ سید عالم ﷺ کی امت میں ہیں اور انہی کی شریعت قائم و باقی رہنے والی ہے لہذا متذکرہ آیت کے ضمن میں ہم سید عالم ﷺ کے دور کے حالات ذکر کرتے ہیں تاکہ ہمارے لئے سمجھنا و سمجھانا دونوں ہی آسان رہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدُوِّ وَالْغَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَ مَا عَلَيْكَ مِنَ حَسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكُمْ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے (الانعام: ۵۲)۔

☆..... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ متذکرہ آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہم چھ نفوس کے متعلق نازل ہوئی، میرے متعلق، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق۔ قریش نے سید عالم ﷺ سے کہا کہ ہم ان کے پیروکار بننے سے راضی نہیں ہیں لہذا آپ ان کو اپنے پاس سے اٹھادیں۔ پھر سید عالم ﷺ کے دل میں وہ بات آئی جو اللہ ﷻ نے چاہا، آپ ﷺ نے منصوبہ بنایا تو اللہ ﷻ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل صحابہ، باب: برقم: ۲۴۱۳/۶۱۲۴)، ص ۱۲۰۳

☆..... حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہارے پاس اتنا مال ہونا چاہیے جتنا کسی سوار کا سفر خرچ ہو، اور تم اپنے آپ کو امیروں کی مجلس سے دور رکھنا اور پیوند لگانے سے پہلے کسی کپڑے کو ہرانا نہ کہنا۔“

(سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب: ما جاء فی ترقیع الثوب، رقم: ۱۷۸۷، ص ۵۳۶)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کو اس کی صورت میں اور رزق میں فضیلت دی گئی ہو، اسے ایسے شخص کی طرف دیکھنا چاہیے کہ جو اس کی نسبت کم تر ہو، یہ اس کے زیادہ لائق ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو کم تر نہیں جانے گا، چونکہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں امیروں کی مجلس میں رہا تو مجھے یہی غم رہتا تھا کہ فلاں کی سواری میری سواری سے اچھی ہے اور فلاں کے کپڑے میرے کپڑے سے اچھے ہیں اور جب میں نقرء کی مجلس میں رہا تو میں پرسکون ہو گیا۔ (المرجع السابق، رقم: ۱۷۸۰، ص ۵۳۶)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھنا اور بطور مسکین میری روح قبض کرنا اور مجھے قیامت کے دن مسکینوں میں اٹھانا، حضرت بی بی عائشہ نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: ”مسکین قیامت کے دن اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہونگے“، آپ نے فرمایا: ”اے عائشہ! مسکین کو زندہ کرنا خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا دو، اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کرو اور ان کو اپنے قریب رکھو تو بیشک اللہ قیامت کے دن تمہیں اپنے قریب رکھے گا۔“

(سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب: ما جاء ان الفقراء والمساكين برقم: ۲۳۵۹، ص ۶۸۲)

☆..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اے غریب لوگوں کے نماز کو! خوشخبری سناؤ کہ غریب نصف دن یعنی پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔“ (ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، رقم: ۳۶۶۶، ص ۶۸۸)

☆..... مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت سعد یہ گمان کرتے تھے کہ انہیں دوسروں پر کچھ فضیلت حاصل ہے تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”صرف کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تم کو رزق دیا جاتا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب: رکوب البحر، رقم: ۲۸۹۶، ص ۴۷۸)

☆..... حضرت ابو وراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے کمزور اور ضعیف لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ صرف ضعیف اور کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔“

(سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الروایات والالویۃ، رقم: ۲۰۹۴، ص ۴۸۴)

حضرت نوح ﷺ کی کشتی اور نجات کا بیان:

..... روایت میں آتا ہے کہ حضرت نوح ﷺ نے سینہٴ دو سال میں بنایا، اس کا طول (یعنی لمبائی) تین سو ذراع، عرض (یعنی چوڑائی) پچاس اور چھت کی موٹائی تیس ذراع تھی۔ اس کشتی کے تین درجے تھے، سب سے نچلے درجے میں چوپائے اور وحشی جانور سوار تھے اور درمیانے میں انسان اور سب سے اوپر کے درجے میں پرندے تھے۔ آپ ﷺ اس سفینے میں دس رجب کو سوار ہوئے اور دس محرم کو اس سے اترے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نوح ﷺ نہیں جانتے تھے کہ کشتی کیسے بنائی جائے؟ اللہ ﷻ نے انہیں وحی فرمائی کہ پرندے کے سینے کی مانند کشتی بناؤ۔

(الدر المنثور، ج ۲، ص ۵۹۲)

اللہ ﷻ نے حضرت نوح ﷺ کو کشتی اپنی نگرانی میں بنانے کی تاکید اس لیے کی کہ درگھی کی جانب ہدایت کی جاتی رہے۔ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اس کشتی میں کتنے افراد سوار تھے؟ چنانچہ مختلف اقوال یوں ملتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطابق اسی مرد و عورتیں کشتی میں سوار تھے، حضرت کعب الاحبار کے مطابق ۷۲ مرد و عورتیں، ایک قول کے مطابق دس تھے۔ حضرت نوح ﷺ سال بھر سوائے دو عیدین کے روزے رکھا کرتے تھے۔ ایک قول کے مطابق جس وقت حضرت نوح ﷺ کشتی میں سوار ہوئے ان کی عمر مبارک ۶۰۰ سال تھی، اور طوفان کے بعد ۳۵۰ سال زندہ رہے لیکن یہ قول محل نظر ہے اس لیے کہ قرآنی آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت نوح ﷺ طوفان سے پہلے اپنی قوم میں ۹۵۰ سال رہے پھر ان کی قوم کو طوفان نے آلیا، بعد طوفان کے کتنا عرصہ حیات رہے اس بارے میں اللہ ﷻ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہاں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق ۳۸۰ سال طوفان سے پہلے اور بعد طوفان کے ۳۵۰ سال حیات رہے۔ ایک مرسل روایت کے مطابق ان کی قبر انور مسجد حرام میں ہے اور یہ قول کئی متاخرین سے ثابت ترین قول ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ، باب قصۃ النوح، ج ۱، ص ۱۲۵)

افراض:

کر رہے تاکیدا: اس جملے ”فاتقوا اللہ واطیعوا“ پر ابتداء حضرت نوح کی رسالت و امانت پر مرتب کیا گیا ہے، جبکہ دوسری مرتبہ اسے اپنی تبلیغ پر اجر کا سوال نہ کرنے پر مرتب کیا گیا ہے۔

السفلة: مراد اس سے فقراء و ضعیف ہیں، کیونکہ دنیاوی اسباب و ریاست انہیں ایمان لانے سے روک دیتی ہیں، اور یہی چیز اجاب رسول سے بھی باز رکھ دیتی ہے۔

من قومہ: چھوٹے بڑے سب ہی مراد ہیں، پس دنیاوی ہلاکت یہ ہے کہ ان کے چھوٹے، بڑے، جانور سب ہی ہلاک ہو گئے، اور آخری ہلاکت یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے آگ میں داخلہ ہوگا، اور یہ اس کے ساتھ ہوگا جو بالغ ہونے کے بعد کفر پر انتقال کر جائے، اور جو

بچوں میں مر جائے یا مشرکین کے بچے انتقال کر جائیں، تو وہ سید عالم ﷺ کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔

(الصاری، ج ۴، ص ۲۳۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿ كَذِبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ﴾ ص ۱۲۳، اذ قال لهم اخوهم هود الا تقون (۱۲۳) انى لكم رسول امين (۱۲۵)
 فاتقوا الله واطيعون (۱۲۶) وما استلکم علیہ من اجر ع ان اجرى الا على رب العلمين ط (۱۲۷) اتبنون بكل
 ريع ﴿مكان مرتفع﴾ (آیہ) ﴿بناء علما للمارة﴾ ﴿تعبون﴾ (۱۲۸) ﴿بمن یمربکم﴾ و﴿تسخرون منهم﴾ والجملة
 حال من ضمير تبسنون ﴿وتسخذون مصانع﴾ ﴿للماء تحت الارض﴾ ﴿لعلکم﴾ ﴿کانکم﴾ ﴿تخلدون﴾
 (۱۲۹) ﴿فیہا لا تموتون﴾ ﴿واذا بطشتم﴾ بضرپ او قتل ﴿بطشتم جبارین﴾ (۱۳۰) ﴿من غیر رافة﴾ ﴿فاتقوا﴾
 الله ﴿فی ذلك﴾ واطيعون (۱۳۱) ﴿فیما امرتکم بہ﴾ و﴿اتقوا الذى امدکم﴾ انعم علیکم ﴿بما تعلمون﴾
 (۱۳۲) امدکم بانعام وبنین (۱۳۳) و﴿جنات﴾ بساتین ﴿وعيون﴾ (۱۳۴) ﴿انہار﴾ انى اخاف علیکم عذاب يوم
 عظیم (۱۳۵) ﴿فی الدنيا والآخرة ان عصیتونی﴾ ﴿قالوا سواء علینا﴾ ﴿مستور عندنا﴾ او عظت ام لم تكن
 من الواعظین (۱۳۶) ﴿اصلا اى لا نرعى لوعظک﴾ ﴿ان﴾ ﴿ما﴾ ﴿هذا﴾ الذى خوفنا بہ ﴿الا خلق الاولین﴾
 (۱۳۷) ﴿اختلافهم﴾ و﴿کذبهم﴾ و﴿فی قرآنة بضم الخاء واللام اى ما هذا الذى نحن علیہ من ان لا بعث الا﴾
 ﴿خلق الاولین اى طیبعتهم وعادتهم﴾ ﴿وما نحن بمعذبین﴾ (۱۳۸) ﴿فكذبوه﴾ ﴿بالعذاب﴾ ﴿فاهلكنهم﴾ ﴿فی﴾
 الدنيا بالريح ﴿ان فی ذلك لایة﴾ و﴿ما كان اکثرهم مومنین﴾ (۱۳۹) وان ربك لهو العزيز الرحيم
 ﴿﴾ (۱۴۰)

﴿ترجمہ﴾

عاد..... ای..... نے رسولوں کو جھٹلایا، جبکہ ان سے ان کے ہم قوم ہوں..... ای..... نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں، بیشک میں تمہارے لیے
 امانت دار رسول ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو، اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا
 رب، کیا مانتے ہو ہر بلندی پر (ریع بمعنی مکان مرتفع سے یعنی بلند جگہ) ایک نشان (یعنی گزرنے والوں کے لئے بطور علامت
 ایک عمارت) راہ گیروں سے ہٹنے کو (یعنی جو بھی تمہارے پاس سے گزرے اس کا مذاق اڑاتے ہو، تعبون جملہ فعلیہ تبسنون کی ضمیر
 سے حال واقع ہو رہا ہے) اور چنتے ہو مضبوط محل..... ای..... (زیر زمین پانی کے) اس امید پر (گویا کہ) کہ تم ہمیشہ رہو گے (ان میں
 کہ تمہیں موت ہی نہیں آئے گی) اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو (مارنے یا قتل کرنے کے ساتھ) تو بڑی بیدردی سے گرفت کرتے ہو
 ای..... (زہری کے بغیر) تو اللہ سے ڈرو (اس معاملے میں) اور میرا حکم مانو (جو میں تمہیں دوں) اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد
 کی (یعنی تم پر انعام فرمایا) ان چیزوں سے کہ تمہیں معلوم ہیں، تمہاری مدد کی جو پاپوں اور بیٹوں، اور باغوں اور چشموں (یعنی شہروں)
 سے، بیشک مجھے تم پر ڈر ہے ایک بڑے دن کے عذاب کا (دنیا اور آخرت میں اگر تم نے میری بات نہ مانی) بولے ہمیں برابر ہے (سواء
 علینا بمعنی مستور عندنا ہے یعنی ہمارے نزدیک برابر ہے) چاہے تم نصیحت کرو یا ناصحوں میں نہ ہو (قطعاً طور پر ہمیں آپ کی نصیحت

کی کوئی پروا نہ تھی) یہ تو نہیں (جس کے ذریعے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں) مگر وہی انگلوں کی ریت (یعنی ان کی من گھڑت کہانیاں اور ان کی جھوٹی باتیں، ایک قرأت میں حلق خا اور لام کے ضمہ کے ساتھ ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم جس عقیدے پر ہیں وہ یہ ہے کہ ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا سوائے ان باتوں کے جو پہلے لوگوں کی طبیعت اور ان کی عادت ہے) اور ہمیں عذاب ہونا نہیں۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا (یعنی عذاب کو) تو ہم نے انہیں ہلاک کیا (دنیا میں آمدگی کے ساتھ.....) (پیشک اس میں ضرور نشانی ہے، اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے، اور پیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿قرگیب﴾

﴿كذبت عاد المرسلين ۝ اذ قال لهم اخوهم هوذ الا تصقون ۝﴾

کذبت عاد المرسلین: فعل و قائل مفعول، اذ: مضاف، قال لهم: فعل و ظرف لغو، اخوهم: مبدل منہ، هوذ: بدل، ملکر قائل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، الا تصقون: جملہ فعلیہ مقولہ ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اننى لكم رسول امين ۝ فاتقوا الله واطيعون ۝﴾

اننى: حرف مشبہ و اسم، لكم: ظرف مستقر حال مقدم، رسول امين: مرکب تو صغی ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، فاتقوا الله واطيعون: اس آیت کی ترکیب آیت نمبر ۱۰۸ میں گزری۔

﴿وما استلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین ۝﴾

اکی ترکیب ما قبل آیت نمبر ۱۰۹، میں گزری۔

﴿اتبون بكل ریح اية تعبون ۝ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ۝﴾

همزة: حرف استفہام، تبون: فعل و اذ ضمیر ذوالحال، تعبون: جملہ فعلیہ حال، ملکر قائل، بكل ریح: ظرف لغو، اية: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تتخذون: فعل و اذ ضمیر ذوالحال، لعلکم تخلدون: جملہ اسمیہ حال، ملکر قائل، مصانع: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف۔

﴿و اذا بطشتم بطشتم جبارین ۝ فاتقوا الله واطيعون ۝﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، بطشتم: فعل با قائل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، بطشتم: فعل، تم: ضمیر ذوالحال، جبارین: حال، ملکر قائل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، فاتقوا الله واطيعون: اکی ترکیب ما قبل آیت نمبر ۱۰۸، میں گزری۔

﴿واتقوا الذی امدکم بما تعلمون ۝ امدکم بانعام وبنین ۝ و جنت و عیون ۝﴾

و: عاطفہ، اتقوا: فعل امر با قائل، الذی: موصول، امدکم: فعل با قائل و مفعول، بما تعلمون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مبدل منہ، امدکم: فعل با قائل و مفعول، ب: جار النعام، معطوف علیہ، و: عاطفہ، بنین: معطوف اول، و: عاطفہ، جنت: معطوف ثانی، و عیون: معطوف ثالث، ملکر مجرور ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بدل ملکر صلہ، ملکر مفعول ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اننى اخاف علیکم عذاب یوم عظیم ۝﴾

اننى: حرف مشبہ و اسم، اخاف علیکم: فعل با قائل و ظرف لغو، عذاب یوم عظیم: مفعول ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا اسواء علینا او عظمت ام لم تکن من الواعظین ۝﴾

قالوا: قول، سواء علينا: شبہ جملہ خبر مقدم، همزة تنوين، وعظمت: فعل با فاعل، ملکر معطوف علیہ، ام: عاطفہ، لم تکن: فعل ناقص نشی بالاسم، من الواعظین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر تاویل مصدر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ تالیہ۔
 فان هذا الاصلح الاولين و ما نحن بمعذبين و فكذبوه فاهلكنهم ﴿﴾

ان: تانیہ، هذا مبتدا، ال: اداة حصر، غلبت: فعل با فاعل، خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: مبتدا، لیس، نحن: اسم، ب: زائد، معذبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، کذبوه: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اهلكنهم: جملہ فعلیہ، معطوف ملکر شرط محذوف "اذا كان الامر كذلك" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان فی ذلک لایة و ما کان اکثرهم مومنین و ان ربک لہو العزیز الرحیم﴾
 اس آیت مبارکہ کی ترکیب ما قبل آیت ۶۷، ۶۸، رکوع نمبر: ۸، میں گزری۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

قوم عاد کا مختصر جائزہ:

۱..... علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں: عاد، قوم عاد کے جدا مجد کا نام ہے، مقاتل نے کہا کہ عاد اور ثمود ایک دوسرے کے چچا زاد بھائی تھے، عاد حضرت ہود کی قوم تھی اور ثمود حضرت صالح کی قوم تھی، عاد و ثمود دونوں کی ہلاکتوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، بعض مؤرخین کہتے ہیں عاد و ثمود دونوں بھائی تھے اور ام بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے، عاد اور اس کے فرزندوں کا مسکن یمن میں تھا جبکہ ثمود اور اس کے فرزندوں کا مسکن حجاز و شام میں تھا۔ ان سب کی زبان اور لغت عربی تھی، یہ سب ختم ہو گئے اب ان کی نسل باقی نہیں ہے۔
 (روح البیان، ج ۶، ص ۳۷۸ وغیرہ)

حضرت ہود علیہ السلام کا نسب:

۲..... حضرت ہود علیہ السلام کا نام ہود بن صالح بن ارفکشد بن سام بن نوح ہے اور حضرت ہود علیہ السلام کو عابر بن صالح بن ارفکشد بن سام بن نوح بھی کہا جاتا ہے۔ اور حضرت ہود علیہ السلام کو ہود بن عبد اللہ بن رباح بن جارود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کے بیٹے ہیں بھی کہا جاتا ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ حضرت ہود علیہ السلام کو عاد بن عوص بن سام بن نوح اس قبیلے کی وجہ سے کہتے تھے جس میں آپ علیہ السلام رہائش پزیر تھے۔ وہ قوم عرب باہلاتے تھے جو کہ احقاف یعنی ریت کے پہاڑوں میں رہتے تھے جو کہ عمان کے دائیں جانب کا علاقہ تھا۔ (البدایة والنهاية، قصة هود، جزء ۱، ج ۱، ص ۱۳۶ وغیرہ)
 حضرت ہود علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں نبی پاک ﷺ کا نور چمکتا تھا۔ جب لوگوں نے اس نور کو دیکھا تو کہا کہ یہ شخص ایک خدا کی عبادت کرے گا اور بتوں کو توڑے گا۔ لوگوں نے آپ علیہ السلام کی بڑی تعظیم کی اور آپ علیہ السلام کے بعد سو سال تک حضرت صالح علیہ السلام کے زمانے تک کوئی نبی نہ آیا۔ اور وہ زمانہ ملوکیت کا تھا اور بادشاہ اور ان کی رعایا بتوں کو پوجتے تھے اور ایسے بھی تھے جو سورج اور آگ کو پوجتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود میں پیدا ہوئے۔ حضرت ہود علیہ السلام، نوح علیہ السلام کی شریعت کے پیروکار تھے۔ آپ علیہ السلام کی عمر چار سو سال تھی اور دوسرے قول کے مطابق چار سو ساٹھ سال تھی۔ تاریخ شامی میں ابن حبیب کا قول ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو چونتیس سال تھی، اور ابن کلبی کا قول ہے کہ چار سو تیس سال زندہ رہے اور ان کی ماں کا نام مرجانہ تھا جو کہ پاک با عورت تھیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک حضور موت میں ہے، ایک قول کے مطابق آپ علیہ السلام کی قبر مبارک مکہ میں ہے۔ بخوبی کہتے ہیں کہ حضرت علی سے روایت ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک حضور موت کی علاقے کثیب احمر میں ہے اور عبد الرحمن بن سابط

فرماتے ہیں کہ رکن مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیانی حصے میں ننانوے (۹۹) انبیائے کرام علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ اور حضرت ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام کی قبریں بھی اسی خطے میں ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ جب کسی نبی کی قوم ہلاک ہوتی تو وہ نبی اور ان کے نیک ساتھی مکہ مکرمہ میں آ کر اللہ جل جلالہ کی عبادت کرتے یہاں تک کہ ان کی وفات کا وقت آ جاتا۔ ابن اسحاق نے اخ سے نسبی بھائی مراد لیا ہے۔ اور شیخ ابوبکر نے جنس کا اعتبار کیا ہے۔ آپ علیہ السلام کو ان میں اس لئے شامل کیا کیونکہ وہ لوگ آپ علیہ السلام کی بات سمجھتے تھے اور آپ علیہ السلام کی حالت سے واقف تھے اور آپ علیہ السلام کی پیروی کرنے میں رغبت رکھتے تھے۔ (المظہری، ج ۳، ص ۴۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک بلاد یمن میں ہے اور متاخرین علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر دمشق میں ہے۔ (البداية والنهاية قصة هود، جزء ۱، ج ۱، ص ۱۴۶)

بلند عمارتیں بنانے کا شرعی حکم:

۳..... حضرت ابن عباس نے سید عالم ﷺ سے روایت کیا ہے ”ابنوا مساجدکم جما و ابنوا مدائنکم مشرفۃ کہ اپنی مسجدیں اونچی بناؤ اور اپنے شہر نگرہ دار“۔

(کنز العمال، کتاب الصلوٰۃ، الفصل الثالث فی فضائل المسجد وآدابہ، باب: الاداب، ج ۴، الجزء ۷، ص ۸۰۷، ص ۲۶۸)

☆..... عن النبي ﷺ ابنوا المساجد واتخذوها جما یعنی مساجد بناؤ اور انہیں بے نگرہ رکھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب: فی زینۃ المسجد وما جاء فیہا، ج ۱، ص ۳۰۹)

☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سید عالم ﷺ باہر نکلے تو آپ ﷺ نے ایک گنبد بنا ہوا دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ کس کا ہے؟ آپ ﷺ کے اصحاب نے جواب دیا کہ یہ انصار کے فلاں شخص کا ہے، آپ ﷺ سن کر خاموش رہے اور اس بات کو اپنے دل میں رکھا، حتیٰ کہ وہ گنبد بنانے والا سید عالم ﷺ کے پاس مسجد میں آیا، آپ ﷺ نے اس سے اعراض کیا، اس نے کئی مرتبہ سلام کیا اور آپ ﷺ کے اعراض فرمانے کو دیکھا، اس نے آپ ﷺ کے اصحاب سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہیں گنبد سے متعلق خبر دی گئی، وہ شخص اسی وقت لوٹا اور اس نے وہ گنبد منہدم کر دیا، حتیٰ کہ اس عمارت کو زمین سے برابر کر دیا، پھر ایک دن سید عالم ﷺ باہر تشریف لے گئے اور گنبد ملاحظہ نہ فرمایا تو استفسار کیا، صحابہ نے ساری بات بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”سنو ہر عمارت اس کے بنانے والے پر وبال ہے، سو اس عمارت کے جس کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہ ہو“۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب: ما جاء فی البناء، رقم: ۵۲۳۷، ص ۹۷۴)

☆..... عن ابن عباس قال: لتزخرنہا کما زخرفت الیہود والنصارى ابن عباس کہتے ہیں تم مساجد کو اسی طرح مزین کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے مزین کیا۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: بنیان المساجد، رقم: ۴۴۵، ص ۷۷)

☆..... حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسجد نبوی مکی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی، اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی ہوئی تھی، اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں توسیع کی اور اضافہ کیا، رسول اللہ ﷺ کے عہد کی بنیادوں پر اینٹوں اور شاخوں سے مسجد کو وسیع بنایا اور اس کے ستون دوبارہ لکڑیوں کے بنائے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی تعمیر میں تبدیلی اور توسیع کی، اس کی دیواریں نقشیں پتھروں اور چوڑے سے بنائیں اور اس کے ستون بھی نقشیں پتھروں سے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے بنائی۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: بنیان المساجد، رقم: ۴۴۶، ص ۷۷)

زمانے کے تغیر پذیر ہونے کی وجہ سے عوام الناس کے دلوں میں تقسیم داخل کرنے کے لئے کراب مسلمان کے دل ظاہری زیب و زینت کے محتاج ہیں، بظاہر باروتی، کشادہ، نقش و نگار سے حریں مساجد میں دل لگتے ہیں، لہذا اسی وجہ سے علماء نے جائز قرار دیا کہ مساجد کو باروتی رکھا جائے۔

غیر شرعی طریقوں سے سزا دینے کی ممانعت:

ح۔ اصلاح معاشرہ کے لئے شریعت مطہرہ نے جتنی بھی سزائیں رکھی ہیں شارع نے اس کے لئے کوئی مقدار معین نہیں کی ہے بلکہ اس کو قاضی کی رائے پر چھوڑا ہے جیسا موقع ہو اس کے مطابق عمل کرے۔ ہاں کسی بھی گناہ پر بغرض تادیب جو سزا دی جاتی ہے اس کو تعزیر کہتے ہیں بلکہ تعزیر کا اختیار صرف بادشاہ اسلام ہی کو نہیں بلکہ شوہر بی بی کو، آقا غلام کو، ماں باپ اپنی اولاد کو، استاد اپنے شاگرد کو تعزیر کر سکتا ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر بمطلب: فی التعزیر باخذ بالمال، ج ۶، ص ۱۰۵ وغیرہ) اور احناف کے نزدیک مالی جرمانے کا تصور ہی نہیں۔

☆۔ سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”کسی کو دس کوڑے سے زیادہ نہ مارا جائے ماسوا اللہ کی حدود کے“۔

(صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب: کم التعزیر والادب مرقم: ۶۸۴۸، ص ۱۱۸۰)

☆۔ ربیع بن بکر اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: ”سات سال کی عمر میں بچے کو نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں اسے مار کر نماز پڑھاؤ“۔

(سنن الترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب: ما جاء منی یوم مرقم: ۴۰۷، ص ۱۴۱)

☆۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو زندہ جلادیا، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ہوتا تو اس قوم کو قتل کر دیتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو، اور جو شخص اپنا دین بدلے اسے قتل کر دو“۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب: لا یعذب بعذاب اللہ مرقم: ۳۰۱۷، ص ۴۹۸)

☆۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غلام کو مار رہا تھا، تو میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی، ”اے ابو مسعود! یہ جان لو! جتنا تم اس پر قادر ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تم پر قادر ہے“، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ اللہ کی رضا کے لئے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم ایسا نہ کرتے تو تم کو دوزخ کی آگ جلاتی“۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب: فی حق المملوک مرقم: ۵۱۵۹، ص ۹۶۲)

☆۔ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصدی، باب: الوسم والعلم فی الصورة، رقم: ۵۵۴۱، ص ۹۸۵)

چند مسائل:

(۱)۔ تعزیر کی بعض صورتیں یہ ہیں، قید کرنا، کوڑے مارنا، گوشمالی کرنا، ڈانٹنا، ترش روئی سے اس کی جانب دیکھنا، غصہ کی نظر کرنا۔

(تبیین الحقائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، حصہ ۳: ج ۲، ص ۲۰۸ ملخصاً)

(۲)۔ اگر تعزیر ضرب سے ہو تو کم از کم تین کوڑے اور زیادہ سے زیادہ انتالیس ۳۹ لگائے جائیں، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں یعنی قاضی کی رائے میں اگر دس کوڑوں کی ضرورت معلوم ہو تو دس، بیس کی ضرورت ہو تو بیس، تیس کی ہو تو تیس اور چالیس کی ہو تو چالیس کوڑے مارے جائیں، یعنی جتنی ضرورت ہو اتنا مارا جائے، اس سے کم نہ کرے۔ ہاں اگر چالیس کی ضرورت ہو تو انتالیس سے زیادہ نہ مارے باقی کے بدلے دوسری سزادے مثلاً قید کر دے۔ کم از کم تین کوڑے یہ بعض متون کا قول ہے اور امام ابن ہمام وغیرہ فرماتے

ہیں کہ اگر ایک کوڑا مارنے سے کام چلے تو تین کی حاجت نہیں اور یہی ترین قیاس بھی ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج ۶، ص ۱۰۴)

(۳)..... اگر چند کوڑے مارے جائیں تو بدن پر ایک ہی جگہ ماریں جائیں اور بہت سے مارنے ہیں تو متفرق جگہ مارے جائیں کہ عضو بے کار نہ ہو۔
(المرجع السابق)

(۴)..... تعزیر یا مال یعنی مالی جرمانہ لینا جائز نہیں، ہاں اگر دیکھے کہ بغیر لے باز نہ آئے گا تو وصول کر لے پھر جب اس کام سے توبہ کر لے واپس کر دے، پینچائیت میں بھی بعض قومیں بعض جگہ جرمانہ لیتی ہیں انہیں اس سے باز آنا چاہیے۔

(البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج ۵، ص ۶۶)

اس زمانے میں ہندوستان (پاکستان) میں اسلامی حکومت نہیں اور لوگ بے دھڑک بلا خوف و خطر معاصی کرتے اور ان پر اصرار کرتے ہیں اور کوئی منع کرے تو باز نہیں آتے۔ اگر مسلمان متفق ہو کر ایسی سزائیں تجویز کریں جن سے عبرت ہو اور یہ بیباکی اور جرات کا سلسلہ بند ہو جائے تو نہایت مناسب و آئیب ہوگا۔ بعض قوموں میں بعض معاصی پر ایسی سزائیں دی جاتی ہیں مثلاً حقہ پانی بند کر دیتے ہیں اور نہ اس کے یہاں کھاتے اور نہ اپنے ہاں اس کو کھلاتے ہیں جب تک توبہ نہ کر لے اور اس کی وجہ سے ان لوگوں میں ایسی باتیں کم پائی جاتی ہیں جن پر ان کے یہاں سزا ہوا کرتی ہے مگر کاش وہ تمام معاصی کے انسا د میں ایسی ہی کوشش کرتے اور اپنے پینچائی قانون کو چھوڑ کر شرع مطہر کے موافق فیصلہ دیتے اور احکام سناتے تو بہت بہتر ہوتا۔ نیز دوسری قومیں بھی اگر ان لوگوں سے سبق حاصل کریں اور یہ بھی اپنے اپنے مواقع اقتدار میں ایسا ہی کریں تو بہت ممکن ہے کہ مسلمانوں کی حالت درست ہو جائے بلکہ ایک جہی کیا اگر اپنے دیگر معاملات و منازعات میں بھی شرع مطہر کا دامن پکڑیں اور روزمرہ کے تباہ کن مقدمہ بازیوں سے دست برداری کریں تو دینی فائدہ کے علاوہ ان کی دنیوی حالت بھی سنبھل جائے اور بڑے بڑے فوائد حاصل کریں۔ مقدمہ بازی کے مصارف سے زیر بار بھی نہ ہوں اور اس سلسلہ کے دراز ہونے سے بغض و عداوت جو دلوں میں گھر کر جاتی ہے اس سے بھی محفوظ رہیں۔

(بہار شریعت مندرجہ، تعزیر کا بیان، حصہ نہم، ج ۲، ص ۴۰۳ وغیرہ)

قوم ہود کی ہلاکت :

۵..... قوم ہود پر عذاب کی کیفیت یہ ہے کہ سات دن اور آٹھ راتوں تک مسلسل زبردست آندھی بھیجی، یہ سخت اور تیز ہوا ان کے تختوں میں گھستی اور پچھلے سوراخ سے نکل کر انہیں منہ کے بل زمین پر گرا دیتی تھی کہ وہ اس طرح ہو گئے جس طرح بھجور کے تھے زمین پر گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ انہیں اس طرح ہلاک کیوں کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ ہوا سخت بخ بستہ اور ٹھنڈی ہو یا وہ ہوا بہت تیز اور بہت سخت ہو اور اس نے ان کو زمین پر پچھاڑ دیا ہو، ان میں سے ہر چیز ممکن ہے۔ اللہ ﷻ کا فرمان کہ: ”ہم نے ہود اور ایمان والوں کو نجات دی“، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آندھی سب پر آئی یعنی ایمان والوں پر بھی اور کافروں پر بھی۔

(الرازی، ج ۶، ص ۳۶۶)

اغراض:

علما للمارۃ: یعنی عمارت کا بلند کرنا اپنے علم کی برتری جتانے کو کرتے ہو۔ کانکم: ”لعل“ کی تفسیر قرأت شاذہ کو دلیل بتاتے ہوئے کان سے کی، زیادہ بہتر یہ ہے کہ ”لعل“ کو ترجمی کے باب میں باقی رکھا جاتا، اور اس صورت میں معنی یہ ہوتا کہ: ”تم اپنے اعمال کے سبب ہمیشہ دنیا میں رہنے کی امید رکھتے ہو“۔ اس لئے کہ لعل بمعنی کان لم یرد ہے۔

فی ذلک: یعنی باقی مذکور تینوں امور (بلند عمارتیں، تہہ خانے بنانا اور لوگوں کو ظلم و زیادتی سے مارنا) کا بیان ہے۔
ای لا نعویٰ لوعظک: یعنی ہم آپ ﷺ کے وعظ و نصیحت کی وجہ سے باز نہ رہیں گے اور نہ ہی عار محسوس کریں گے۔
ای طبیعتہم وعادتہم: یعنی ہم سے پہلے لوگوں کی عادت ہو گزری، کہ وہ اپنی زندگی عیش و عشرت کے ساتھ بسر کرتے پھر مر جاتے،
اور وہ بعث بعد الموت وحساب کو نہ مانتے تھے۔ و فی الاخرۃ: ہمیشہ آگ میں رہنا ہے۔

بالریح: یعنی سرسراہٹ والی ہوائیں، ایسی ہوائیں جس میں سخت سردی کی لہریاں جانی اور آواز بھی ہو لیکن بارش نہ ہو، یہ ہوائیں
سات راتیں اور آٹھ دن ہوتی رہیں، ان ہواؤں کی ابتداء آٹھ شوال المکرم، بروز بدھ صبح کے وقت میں ہوئی اور شام تک جاری رہیں
عقرب اس کی کیفیات سورۃ الحاقۃ میں بیان کی جائیں گی۔
(الصاوی، ج ۴، ص ۲۳۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿ کذبت ثمود المرسلین صلے ج (۱۳۱) اذ قال لهم اخوهم صلح الاتقون (۱۳۲) انی لکم رسول امین
(۱۳۳) فاتقوا اللہ واطیعون (۱۳۴) وما اسئلكم علیہ من اجر ع ان ﴿ ما ﴾ اجری الا علی رب
العلمین (۱۳۵) اترکون فی ما ہینا ﴿ من الخیر ﴾ امنین (۱۳۶) فی جنت وعیون (۱۳۷) وزروع ونخل طلعا
ھضیم (۱۳۸) ﴿ لطیف لین ﴾ وتنتحون من الجبال بیوتا فرھین ج (۱۳۹) ﴿ بطرین و فی قرائۃ فارھین
حاذقین ﴾ فاتقوا اللہ واطیعون (۱۴۰) ﴿ فیما امرکم بہ ﴾ ولا تطیعوا امر المسرفین (۱۴۱) الذین یفسدون
فی الارض ﴿ بالمعاصی ﴾ ولا یصلحون (۱۴۲) ﴿ بطاغۃ اللہ تعالیٰ ﴾ قالوا انما انت من المسحرین
(۱۴۳) ﴿ الذین سحرنا حتی غلب علی عقولہم ﴾ ما انت ﴿ ایضا ﴾ الا بشر مثلنا صلے ج فات بایۃ ان
كنت من الصدقین (۱۴۴) ﴿ فی رسالتک ﴾ قال هذه ناقة لها شرب ﴿ نصیب من الماء ﴾ ولکم شرب
یوم معلوم (۱۴۵) ولا تمسوها بسوء فیاخذکم عذاب یوم عظیم (۱۴۶) ﴿ بعظم العذاب ﴾ ففقروها ﴿ ای
عقرھا بفضھم برضاہم ﴾ فاصبحوا ندمین (۱۴۷) ﴿ علی عقرھا ﴾ فاخذہم العذاب ﴿ الموعود بہ فہلکوا
﴿ ان فی ذلک لایۃ ط وما کان اکثرہم مؤمنین (۱۴۸) وان ربک لہو العزیز الرحیم (۱۴۹) ﴾

﴿ترجمہ﴾

ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا، جب کہ ان سے ان کے ہم قوم صالح نے فرمایا کیا ڈرتے نہیں ہیںک میں تمہارے لیے اللہ کا
امانتدار رسول ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو، اور میں تم سے کچھ اس پر اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی (ان بمعنی ما ہے) پر ہے جو
سارے جہان کا رب ہے، کیا تم یہاں کی نعمتوں میں (یعنی بھلائوں میں) چین سے چھوڑ دیے جاؤ گے، بانحوں اور چشموں، اور کھیتوں
اور کھجوروں میں جن کا شکوہ نرم نازک (ھضیم بمعنی لطیف لین ہے) اور پہاڑوں میں سے گھر تراشتے ہو استادی سے (خبر یہ انداز
میں اترتے ہوئے، ایک قرأت میں فرھین کی بجائے فارھین ہے یعنی ماہر انداز میں) تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو (جو میں
تمہیں دوں) اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو، وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں (گناہوں کا ارتکاب کر کے) اور بناؤ نہیں
کرتے (اللہ ﷻ کی اطاعت بجالا کر) بولے تم پر تو جادو ہوا ہے (یعنی تم تو ان لوگوں میں سے ہو کہ جن پر بہت زیادہ جادو کیا گیا ہو

یہاں تک کہ ان کی عقل مغلوب ہوگئی ہو) تم (بھی) تو ہمیں جیسے آدمی ہو، تو کوئی نشانی لاؤ..... اگر سچے ہو (اپنی رسالت میں) فرمایا یہ ناقہ..... ہے ایک دن اس کے پینے کی باری (یعنی پانی کا ایک حصہ) اور ایک معین دن تمہاری باری، اور اسے برائی کے ساتھ نہ چھوؤ کہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آ لے گا..... اس پر انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ دیں (یعنی ان میں سے چند ایک افراد نے دوسروں کی رضامندی سے اس ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں) پھر صبح کو چھتاتے رہ گئے (اس کی کوچیں کاٹنے پر) تو انہیں عذاب نے آ لیا (کہ جس کا وعدہ کیا گیا تھا پس اس نے انہیں ہلاک کر دیا) بیشک اس میں ضرور نشانی ہے، اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے، اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿کذبت ثمود المرسلین ۵ اذ قال لهم اخوهم صلح الا تتقون ۵﴾
 کذبت ثمود المرسلین: فعل وفاعل ومفعول، اذ: مضاف، قال لهم اخوهم صلح: جملہ فعلیہ ہو کر قول، ہمزہ: حرف استفہام، لا تتقون: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انی لکم رسول امین ۵ فاتقوا اللہ واطیعون ۵ وما اسئلكم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین ۵﴾
 انی لکم رسول امین: اسکی ترکیب نمبر ۱۲۵ میں گزری، فاتقوا اللہ واطیعون: اسکی ترکیب ما قبل آیت ۱۰۸ میں گزری، وما اسئلكم..... الخ: اسکی ترکیب ما قبل آیت نمبر ۱۰۹ میں گزری۔

﴿اتترکون فی ما ہننا امینین ۵ فی جنت وعیون ۵ ووزروع ونخل طلعتها ہضیم ۵﴾
 ہمزہ: حرف استفہام، تترکون: فعل مجہول وضمیر ذوالحال، امینین: حال، ملکر نائب الفاعل، فی: جار، ما بموصولہ، ہا بالمتنبیہ، ہنا: اسم اشارہ ظرف متعلق بحذف صلہ، ملکر مجرور، ملکر مبدل منہ، فی: جار، جنت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عیون: معطوف اول، و: عاطفہ، وزروع: معطوف ثانی، و: عاطفہ، نخل: موصوف، طلعتها: مبتدا، ہضیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر بدل، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتنحتون من الجبال بیوتا فرہین ۵ فاتقوا اللہ واطیعون ۵﴾
 و: عاطفہ، تنحتون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، فرہین: حال، ملکر فاعل، من الجبال: ظرف لغو، بیوتا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ما قبل ”تترکون“ پر معطوف ہے، فاتقوا اللہ واطیعون: اسکی ترکیب آیت ۱۰۸ میں گزر چکی ہے۔

﴿ولاتطیعوا امر المسرفین ۵ الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون ۵﴾
 و: عاطفہ، لاتطیعوا: فعل نہی بافاعل، امر: مضاف، المسرفین: موصوف، الذین: موصول، یفسدون فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یصلحون: جملہ فعلیہ معطوف ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا انما انت من المسحورین ۵ ما انت الا بشر مثلنا﴾
 قالوا: قول، انما: حرف مشبہ واکافہ، انت: مبتدا، من المسحورین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ما: نافیہ، انت: مبتدا، الا: اداة حصر، بشر: مغلنا، مرکب تو صغی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فات بایة ان کنت من الصادقین ۵﴾
 ف: نصیجیہ، ات: ہایة: فعل امر بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف، ”ان کنت صادق“ کیلئے جزا، ملکر جملہ

شرطیہ، ان شرطیہ، کنت من الصدقین جملہ فعلیہ بزائید حذف "فات بایہ" کیلئے شرط، مگر جملہ شرطیہ
﴿قال هذه ناقة لها شرب ولكم شرب يوم معلوم﴾.

قال: قول، هذه: مبتدأ، ناقة: موصوف، لها: ظرف مستقر خبر مقدم، شرب: مبتدأ مؤخر، مگر جملہ اسمیہ ہو کر مفت، مگر خبر، مگر جملہ اسمیہ ہو کر
معطوف علیہ ہو، عاطفہ، لکم: ظرف مستقر مقدم، شرب: مبتدأ مؤخر، مگر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف، مگر مقول، مگر جملہ قولیہ
﴿ولا تمسوها بسوء فإخذكم عذاب يوم عظيم﴾.

و: عاطفہ، لا تمسوها: فعل نہی بافاعل ومفعول، بسوء: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، یأخذکم: فعل ومفعول، عذاب: یوم
عظیم: فاعل مگر جملہ فعلیہ۔

﴿ففقروها فاصبوا ندمین﴾ فآخذهم العذاب﴾.

ف: عاطفہ، عقروها: فعل بافاعل ومفعول، مگر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اصبوا: فعل ناقص بااسم ندمین: خبر، مگر جملہ
فعلیہ، ف: عاطفہ، آخذهم العذاب: فعل ومفعول وفاعل، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿ان في ذلك لآية وما كان اكثرهم مؤمنين﴾ وان ربك لهو العزيز الرحيم﴾.

اس آیت مبارکہ کی ترکیب ما قبل آیت ۶۷، ۶۸، رکوع نمبر: ۸، میں گزری۔

﴿تشریح قوسنیح واغراض﴾

حضرت صالح ؑ کا نسب:

۱..... حضرت صالح ؑ کا سلسلہ نسب یہ ہے صالح بن عبد بن ملح بن عبید بن حاجر بن ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن
نوح، قوم نے جب ان کی بات نہ مانی اور ایک اللہ ؑ کی عبادت پر مستقیم نہ ہوئے اور بتوں کی عبادت پر گامزن رہے تو اللہ ؑ نے ان
کی قوم کو کڑک کے ذریعے ہلاک کر دیا۔
(البدایة والنهاية قصة الصالح نبي ثمود، ج ۱ ص ۱۴۶)

قوم کا نشانی طلب کرنا:

۲..... اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ ایک دن قوم ثمود جمع ہوئی۔ ان کے پاس اللہ ؑ کے رسول حضرت صالح ؑ تشریف
لائے اور انہیں نصیحت کی، اللہ ؑ کے عذاب سے ڈرایا، وعظ کیا اور اللہ ؑ کی وحدانیت کو ماننے کا حکم دیا۔ قوم نے کہا کہ اگر آپ ؑ
ہمارے لئے اس پہاڑ (سائے موجود پہاڑ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا) سے ایک زندہ اونٹنی نکال دیں جس میں فلاں فلاں
خصوصیات ہونی چاہئیں، اور ساتھ ہی انہوں نے اس اونٹنی کے اوصاف ذکر کرنا شروع کر دیئے۔ حضرت صالح ؑ نے فرمایا کہ "اگر
میں تمہاری فرمائش کے مطابق کروں تو کیا تم میری دعوت کو قبول کر لو گے؟ اور میری نبوت کی تصدیق کرو گے؟" انہوں نے اقرار کیا
، حضرت صالح ؑ نے اس پر عہد و پیمان لے لے (کیونکہ آپ ؑ جانتے تھے کہ ان میں کئی ایسے بھی ہونگے جو مجرہ دیکھنے کے بعد بھی
ایمان نہ لائیں گے اور میری نبوت کی تصدیق نہ کریں گے) پھر آپ ؑ نے نماز کی جانب توجہ فرمائی اور اللہ ؑ کے حضور نماز میں
مشغول ہو گئے، پھر اللہ ؑ سے قوم کی طلب کے مطابق دعا گو ہوئے، اللہ ؑ نے پہاڑ کو حکم عطا فرمایا کہ وہ بچے اور اس میں سے
مطلوبہ خصوصیات کی حامل اونٹنی برآمد ہو، پھر جب انہوں نے امر عظیم، ڈرانے والا منظر، قدرت باہرہ، دلیل قاطعہ، برہان سامعہ دیکھ لی
تو ان میں اکثر ایمان لے آئے لیکن اکثر کفر، گمراہی اور عناد پر ہی ڈٹے رہے، اسی مناسبت سے اللہ ؑ نے فرمایا ﴿فَطَأُوا
بِهَا﴾ یعنی وہ حد سے بڑھے اور حق کی پیروی نہ کی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ :

۳..... حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا ﴿هٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ﴾ ناقہ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی جانب کی، یہ اضافت تشریفی اور تعظیسی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ كٰفِرِيْنَ﴾ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہیں یعنی یہ نشانی اس صدق پر دلیل ہے جو میں تمہارے پاس لایا ہوں، لہذا اسے چھوڑ دو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی زمین سے کھائے ﴿وَلَا تَمْسُوْهُمَا بِسُوْءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ﴾ اس بات پر اتفاق ہوا کہ یہ ناقہ اپنے ظاہری حال پر برقرار رہے اور زمین میں جہاں چاہے چڑتی پھرے، اور ایک دن چھوڑ کر ایک دن اسے پانی پر چھوڑ دیا جائے، جس دن اسے پانی پر چھوڑا جاتا تھا اس دن کنوئیں کا سارا پانی پی جاتی تھی۔ دوسرے دن صبح لوگوں کی حاجت پوری کرنا دشوار ہوتا تھا، قوم سے کہا گیا کہ اس کا دودھ ان کے لئے کفایت کرے گا جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبٌ﴾ قوم سے مبرنہ ہو سکا اور انہوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کی کوچیں کاٹ دی جائیں، شیطان نے قوم کو ان کا عمل مزین کر کے دکھایا کہ یہی ان کے لئے بہتر ہے۔

(البداية والنهاية، قصة صالح بنى نمود الجزء ۱، ج ۱، ص ۱۵۰ وغیرہ)

قوم کی ہلاکت کا بیان :

۴..... قوم صالح پر عذاب کی صورت اس طرح بنی کہ جمعرات کی صبح جس کو ایام النظرة کہا گیا ان کے چہرے زرد پڑ گئے جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں عذاب سے ڈرایا تھا، دوسرے دن صبح ان کے چہرے سرخ ہو گئے اور یہ دن جمعہ کا تھا جسے ایام التاجیل کہا گیا ہے، پھر تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ پڑ گئے اور یہ ہفتے کا دن تھا جسے ایام المتاع کہا گیا، چوتھے دن کی صبح اتوار کے دن قوم خوش ہو لگا کر عذاب کے انتظار میں بیٹھ گئی، انہیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ عذاب کیسے اور کس جانب سے آئے گا؟ جب سورج طلوع ہوا، آسمان سے ایک زوردار آواز آئی اور ان کے نیچے یعنی زمین سے شدید زلزلہ آیا جس سے روہیں پرواز کر گئیں، نفوس چلے گئے، بلنا جلنا بند ہو گیا، آوازیں ختم کیں اور حقیقت ظاہر ہوئی اور گویا صبح ان کی اس حال میں ہوئی کہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے کہ نہ تو ان میں روح باقی اور ہی کوئی حس و حرکت۔

(البداية والنهاية، قصة صالح بنى نمود، الجزء ۱، ج ۱، ص ۱۵۳)

اغراض :

من الخیرات : یہاں اسم اشارہ ہے جو مکان قریب کے لئے ہے، مراد یہاں دنیاوی زندگی ہے، معنی یہ ہے کہ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم ہمیشہ دنیا میں رہ جاؤ گے۔ مختلف قسم کی نعمتیں اور خواہشات کی تکمیل کرتے رہے، ہر پریشانی و مصیبت سے بچے رہے، اوامر و نواہی کے ذریعے امتحان نہ لئے گئے، دنیا کی زندگی میں تمہارا کچھ محاسبہ نہ ہوا؟ پس تم (خواہ خواہ کے) گمان میں نہ پڑو اور تم پر واجب ہے کہ فانی زندگی کو ترک کر کے باقی رہنے والی زندگی کمانے میں مشغول ہو جاؤ۔ بطورین : اپنے رب کی نعمتوں پر اتراتے ہو۔

نصیب من الماء : یعنی ایک دن اونٹنی پانی پئے گی اور ایک دن تم پانی پیتے ہو، پس ایک دوسرے پر کوئی مزاحمت والی بات نہیں، اور جس دن اونٹنی پانی پیتی ہے تم اس کا دودھ پیتے ہو۔ حاذقین : اعمال میں (اپنے امور میں) ماہر ہو۔

ای عقرھا بعضهم : ”قدار“ نامی شخص نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں، مزید اس کے ساتھ ارزق نامی شخص تھا جو کہ ولد الزنا تھا اس نے اونٹنی کے تلوار سے وار کیا۔ سدی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ عنقریب آپ علیہ السلام کی قوم ناقہ کی کوچیں کاٹ ڈالے گی، حضرت صالح علیہ السلام نے اس بارے میں قوم سے کلام کیا تو بولے : ہم ایسا نہ کریں گے، حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا : کہ عنقریب ایسا غلام تمہارے شہر میں ایسا کرے گا اور تمہاری ہلاکت اسی کے ہاتھ پر ہوگی، قوم نے کہا : ہم اسے ایسا نہ کرنے دیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ پس انہی کی قوم میں سے ایک شخص نے ان کے نو بیٹوں کو ذبح کیا اور جب دسویں کی باری آئی تو انکار

کر دیا کہ اس کا بیٹا بھی پیدا ہی نہیں ہوا اور دسواں قتل ہونے والا ارزق امر تھا، پس ارزق امر جلد جوان ہوا، جب نو آدمی جن کے بیٹے ذبح ہوئے تھے اس کو دیکھتے تو کہتے کہ اگر ہمارے بیٹے بھی زندہ ہوتے تو اسی کی طرح جوان ہوتے۔ اور نو افراد (جن کے بیٹے ذبح ہوئے تھے) حضرت صالحؑ پر غضبناک ہونے لگے، کہ (العیاذ باللہ) حضرت صالحؑ ان کے قتل کے سبب بنے ہیں، پس وہ ان سے تصب برتنے لگے، انہوں نے بدلہ لینے کے لئے طے کیا کہ ہم سفر پر نکلیں گے اور ہمارے ساتھ دیگر لوگ بھی ہونگے، جب اسی سفر کے دوران حضرت صالحؑ نماز پڑھنے کے لئے مسجد کو جائیں گے تو ہم موقع دیکھ کر انہیں قتل کر دیں گے اور پھر صاف مگر جائیں گے۔ پس حضرت صالحؑ بستی کے بجائے مسجد میں آرام فرما ہوئے، پس جب صبح ہوئی ان کے پاس آ کر وعظ فرمایا، پس جب لوگ عار میں داخل ہوئے تو عار (کی دیواریں ان پر) گر پڑیں اور وہ (خود ہی) قتل ہو گئے، پس بعض وہ لوگ جنہیں ان افراد کے ناپاک عزائم کی خبر دی دیکھا تو بستی میں جمع ہوئے اور حضرت صالحؑ نے انہیں ان کے بیٹوں کے قتل کے بارے میں حقیقت حال بیان فرمادی، پس (اب) لوگ ناقہ کو قصاص پہنچانے کے درپے ہوئے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۳۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۳

﴿كَذَبَتْ قَوْمٌ لوط بن المرسلين صلے ع (۱۶۰) اذ قال لهم اخوهم لوط الا تتقون (۱۶۱) انى لكم رسول امين (۱۶۲) فاتقوا الله واطيعون ع (۱۶۳) وما استلکم عليه من اجر ع ان ﴿مَا﴾ اجری الا على رب العلمين (۱۶۴) اتاتون الذکر ان من العلمين (۱۶۵) ﴿آی الناس﴾ ووتذرون ما خلقکم ربکم من ازواجکم ط ﴿آی اقبالین﴾ بل انتم قوم عدون (۱۶۶) ﴿مُتَجَاوِزُونَ الْحَلَالَ إِلَى الْحَرَامِ﴾ قالوا لئن لم تنته یلوط ﴿عَن انْكَسَارِکَ عَلَیْنَا﴾ لتکونن من المخرجین (۱۶۷) ﴿مِنْ بَلَدِنَا﴾ قال انى لعملمکم من القالین (۱۶۸) ﴿الْمُعْضِیْنَ﴾ رب نجنى واهلى مما یعملون (۱۶۹) ﴿آی من عذابہ﴾ فنجنینہ واهله اجمعین (۱۷۰) الا عجوزا ﴿امراتہ﴾ فی الغبرین (۱۷۱) ﴿الْبَاقِیْنَ اَهْلَکْنَا﴾ ثم دمرنا الاخرین (۱۷۲) ﴿اَهْلَکْنَا﴾ واطرنا علیہم مطرا ع ﴿جِبَارَةٌ مِنْ جُمَلَةِ الْاَهْلَکِ﴾ فساء مطر المنذرین (۱۷۳) ﴿مَطْرُهُمْ﴾ ان فی ذلک لایة ط وما کان اکثرهم مومنین (۱۷۴) وان ربک لہو العزیز الرحیم (۱۷۵) ﴿

﴿ترجمہ﴾

لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا، جب کہ ان سے ان کے ہم قوم لوط نے فرمایا کیا تم نہیں ڈرتے، بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا امانتدار رسول ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو، اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے، کیا مخلوق (یعنی انسانوں) میں مردوں سے بد فعلی کرتے ہو، اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لیے تمہارے رب نے بتائیں جو روئیں (یعنی عورتوں کی اگلی شرم گاہیں) بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو (یعنی حلال و حرام کو ملانے والے ہو) بولے اے لوط! اگر تم باز نہ آئے (ہمارے اعمال پر ناپسندیدگی کا اظہار کرنے سے) تو ضرور نکال دیے جاؤ گے (ہمارے شہر سے) فرمایا (حضرت لوطؑ نے) میں تمہارے کام سے بیزار ہوں (یعنی سخت نفرت کرتا ہوں) اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کام (کے عذاب) سے بچا، تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی، مگر ایک بڑھیا کہ (جوان کی زوجہ تھی) پیچھے رہ گئی (الساہرین بمعنی

الباقیں ہے، پس ہم نے اسے ہلاک کر دیا) پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا (ذمیرنا بمعنی اہل کنا ہے) اور ہم نے ان پر ایک برس اور برسایا (یعنی پتھروں کی بارش کی کہ وہ سب ہلاک ہو گئے) تو کیا ہی برابر سادہ تھا ڈرائے ہوؤں کا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے، اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے، اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿تو گیب﴾

﴿کذبت قوم لوط المرسلین ۵ اذ قال لهم اخوهم لوط الا تتقون ۵﴾

کذبت قوم لوط المرسلین: فعل و فاعل و مفعول، اذ: مضاف، قال لهم اخوهم لوط: جملہ فعلیہ ہو کر قول، ہمزه: حرف استفہام، لا تتقون: جملہ فعلیہ مقولہ، مکر مضاف الیہ، مکر ظرف، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿انی لکم رسول امین ۵ فاتقوا اللہ و اطیعون ۵ و ما اسئلكم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین ۵﴾
انی لکم..... الخ پہلی آیت کی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۲۵، دوسری آیت کی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۰۸، تیسری آیت کی ترکیب آیت نمبر ۱۰۹ میں گزری۔

﴿اتاتون الذکران من العلمین ۵ و تذرون ما خلق لکم ربکم من ازواجکم﴾

همزه: حرف استفہام، اتاتون: فعل با فاعل، الذکران: ذوالحال، من العلمین: ظرف مستقر حال، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تذرون: فعل با فاعل، ما: موصولہ، خلق لکم ربکم من ازواجکم: جملہ فعلیہ صلہ مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ معطوف، مکر ماقبل "اسئلكم" میں "کم" ضمیر سے حال ہے۔

﴿بل انتم قوم عدون ۵ قالوا لئن لم تنتہ یلوط لتکونن من المخرجین ۵﴾

بل: عاطفہ، انتم مبتداء، قوم عدون: مرکب توصیفی خبر، مکر جملہ اسمیہ، قالوا قول: لام: قسمیہ، ان بشرطیہ، لم تنتہ: فعل نفی با فاعل، مکر شرط، لام: قسمیہ، تکونن من المخرجین: جملہ فعلیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط، مکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، مکر جملہ قسمیہ ہو کر مقصود بالنداء، یلوط: نداء، مکر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿قال انی لعملمکم من القالین ۵﴾

قال: قول، انی: حرف مشبہ واسم، لعملمکم: ظرف لغو مقدم، القالین: اسم فاعل با فاعل، مکر شبہ جملہ ہو کر محذوف، من: جار، محذوف سے مکر ظرف مستقر ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿رب نجنی و اہلی مما یعملون ۵ فنجینہ و اہلہ اجمعین ۵ الا عجوزا فی الغبرین ۵﴾

رب: نداء، نج: امر با فاعل، من: وقای، ی: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اہلی: معطوف، مکر مفعول، مما یعملون: ظرف لغو، مکر جملہ مقصود بالنداء، مکر جملہ ندائیہ، ہو کر ماقبل "قال" کیلئے مقولہ ثانی، مکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، نجینا: فعل با فاعل، و: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اہلہ: مؤکد، اجمعین: تاکید، مکر مستثنیٰ منہ، ان حرف استثناء، عجوزا: موصوف، فی الغبرین: ظرف مستقر صفت، مکر مستثنیٰ، مکر معطوف، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم دمرنا الاخرین ۵ و امطرنا علیہم مطرا فساء مطر المنذرین ۵﴾

ثم: عاطفہ، دمرنا: فعل با فاعل، الاخرین: مفعول مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، امطرنا علیہم مطرا: فعل با فاعل و ظرف لغو و مفعول بہ، مکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ساء: فعل ذم، مطر المنذرین: فاعل، مکر جملہ فعلیہ مبتداء محذوف "مطرهم" کیلئے خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

پچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھی تو پھیرنا واجب۔

(الفتاویٰ الرضویہ معراجہ، ج ۶، ص ۵۸۳)

قوم لوط کے عمل بد کی شرعی حیثیت:

۳..... اگر کوئی شخص غیر محل یعنی دبر میں وطی کرے تو امام اعظم کے نزدیک مطلقاً حد نہیں بلکہ ایسی صورت میں تعزیر ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اجنبی پر ایسا فعل کرنے کی صورت میں حد لازم ہوگی جبکہ اگر کوئی شخص ایسا فعل کسی باندی، غلام یا زوجہ سے کرے تو بالاجماع حد نہ ہوگی بلکہ تعزیر ہوگی، حدود میں ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں جلا دیا جائے یا اس پر دیوار گرا دی جائے اور پھر اوپر سے پھر مارا کر سنگسار کر دیا جائے، الحاروی میں ہے کہ ایسا فعل کرنے والے کو کوڑے لگانا زیادہ صحیح ہے، فتح القدیر میں ہے کہ ایسے شخص کو قید کیا جائے حتیٰ کہ مر جائے یا توبہ کر لے، اور اگر پھر یہی جرم کرے تو امام وقت اسے قتل کر دے۔ (الدر المختار، کتاب الحدود، باب الوطی یوجب الحد، ج ۶، ص ۲۸)

قوم لوط پر عذاب کی کیفیت:

۴..... حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے بازو کے کناروں سے قوم لوط کے گھروں کو اکٹھا کر رکھ دیا، قوم لوط سات شہروں میں قیام پزیر تھی، بعض محققین کا کہنا ہے کہ قوم لوط میں چار سو انسان تھے، ایک قول یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ان کی تعداد چار ہزار تھی، اور ان کے ساتھ حیوانات بھی تھے، اور ان کے شہروں میں زمینیں، گھر اور دیگر کام کاج کے ٹھکانے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کی جانب بلند کر کے ٹالپٹ کر رکھ دیا یہاں تک کہ آسمان کے فرشتوں نے کٹوں کے بھونکنے اور مرغ کی آوازیں سنیں۔ اور ان پر آسمان سے پتھر برسائے اور ہر پتھر پر اس کا نام کندہ تھا جس سے اس شخص کی ہلاکت ہوتی تھی جیسا کہ اللہ کا فرمان بھی ہے کہ ﴿مَسْوَمَةٌ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ﴾۔ (البداية والنهاية، ذکر اولاد ابراهيم، الجزء ۱، ج ۱، ص ۲۰۱)

حد نافذ کرنے میں رحمت ہونا:

۵..... سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کی حدود میں سے کسی حد کا قائم کرنا چالیس رات کی بارش سے بہتر ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب: اقامة الحدود، رقم: ۲۵۳۷، ص ۴۳۲)

☆..... حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی حدود کو قریب و بعید سب میں قائم کرو اور اللہ کے حکم بجالانے میں ملامت کرنے والے کی ملامت تمہیں نہ روکے۔“ (سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب: اقامة الحدود، رقم: ۲۵۴۰، ص ۴۳۲)

☆..... ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ ایک مخزومیہ عورت نے چوری کی، جس کی وجہ سے قریش کو فکر لاحق ہوئی کہ اس کو کس طرح بچایا جائے، آپس میں لوگوں نے کہا کہ اس بارے میں کون شخص سید عالم ﷺ سے سفارش کرے گا؟ پھر لوگوں نے کہا، سو اسامہ بن زید کے جو سید عالم ﷺ کے محبوب ہیں، کوئی شخص سفارش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، غرض اسامہ نے سفارش کی، اس پر سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کہ تو حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے،“ پھر حضور ﷺ نے خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”اگلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کر دیا کہ اگر ان میں کوئی شریف (بظاہر معزز) چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور چوری کرتا ہے تو اس پر حد نافذ کر دیتے، قسم ہے خدا کی! اگر فاطمہ بنت محمد بھی ایسا کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا۔“

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ۵۶، رقم: ۳۴۷۵، ص ۵۸۶)

☆..... حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جس کی سفارش حد قائم کرنے میں حائل ہو جائے، اس نے اللہ کی مخالفت کی اور جو جان کر باطل کے بارے میں جھگڑے، وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضی میں ہے جب تک اس سے جدا نہ ہو جائے اور جو شخص مومن کے متعلق ایسی چیز کہے جو اس میں نہ ہو، اللہ اسے ردغۃ الخبال میں اس وقت تک رکھے گا جب تک

اس کے گناہ کی سزا پوری نہ ہو لے، رودہ النہال جہنم کی ایک وادی ہے جہاں جہنمیوں کا خون اور پھینک جمع ہوگا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللطیہ، باب: الممن بعین علی، حصومۃ، رقم: ۳۵۹۷، ص ۶۷۶)

حدود کا نفاذ نہ کرنے کی فحشیتیں بھی احادیث میں بیان کی گئی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے مہاجرین کی جماعت! جب تم پانچ چیزوں میں مبتلا ہو تو ان کو پانے سے اللہ ﷻ کی مدد طلب کرو، جب کسی قوم میں بے حیائی ظاہر ہو اور وہ اس کو کھلم کھلا کرنے لگیں تو ان میں طاعون پھیل جاتا ہے اور وہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہوئے نیک لوگوں میں نہیں تھے، اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے وہ قحط سالی، شدید محنت مشقت اور بادشاہ کے ظلم میں مبتلا ہو جاتی ہے، اور جو لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیتے، ان سے آسمان کی بارش روک لی جاتی ہے اور اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ ہوتی، اور جو قوم اللہ اور اس کے رسول سے کئے ہوئے عہد کو توڑتی ہے تو اللہ ﷻ ان پر اغیار کو مسلط کر دیتا ہے سو ان کی ساری پونجی کو وہ اغیار لوٹ کر لے جاتے ہیں، اور جب تک مسلمانوں کے ائمہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کریں گے اور اللہ کے نازل کئے احکام کو اختیار نہیں کریں گے، اللہ ان کو آپس کی جنگوں میں مبتلا کر دے گا۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب: العقوبات، رقم: ۴۰۱۹، ص ۶۶۴)

☆..... ابو مالک اشعری ؓ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”میری امت ضرور خمر (انگور کی شراب) کا نام بدل کے پیتی رہے گی اور اس کے سروں پر آلات موسیقی بجاتے رہیں گے اور گانے والیاں گاتی رہیں گی حتیٰ کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور انہیں بندر و خنزیر بنا دے گا۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب: العقوبات، رقم: ۴۰۲۰، ص ۶۶۴)

☆..... حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جب میری امت پندرہ قسم کے کام کرے گی تو اس پر بلائیں اور مصائب نازل ہونگے، صحابہ نے پوچھا وہ پندرہ قسم کے کام کون سے ہیں؟“ فرمایا: ”جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنایا جائے گا، امانت کے مال کو غنیمت سمجھ لیا جائے گا، زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے گا، مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا، اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا، اپنے دوست کے ساتھ نیکی کرے گا، اور اپنے باپ کے ساتھ بدی کرے گا، مساجد میں شور کیا جائے گا، رذیل (گھٹیا) آدمی کو قوم کا سردار بنایا جائے گا، کسی شخص کے شر سے بچنے کے لئے اس کی عزت کی جائے گی، انگور کی شراب پی جائے گی، ریشم پہنا جائے گا، اور اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو بُرا کہیں گے تو ان کاموں کے وقت سرخ آندھیوں اور زمین پر دھنسائے جانے اور سرخ کئے جانے کا انتظار کرو۔“

(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی علامۃ حلول، رقم: ۲۲۱۷، ص ۶۴۵)

اغراض:

ای الناس: جس طرح انسانوں سے بد فعلی کرتے اسی طرح جانوروں سے بھی کرتے، پس یہ خصلت بُری ہے جو کہ اس وقت قوم لوط کے سوا کسی اور قوم میں نہیں پائی گئی، پھر قوم لوط عذاب کا شکار ہوئی، یہاں تک کہ یہ بُری خصلت امت محمدی میں نظر آتی ہے، پس ہم اللہ کے بندے ہیں اور ہمیں اسی کی جانب لوٹنا ہے۔ ای القباہین: کیونکہ عورت کا مقام قبل بیچ بونے کا مقام ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿سَأَلَكُمْ حَرْثَ لَكُمْ فَانْتَوُوا حَرْثَكُمْ أَلَيْسَ شَتْمًا﴾۔ الباقین: یعنی عذاب سے، کہا جاتا ہے کہ قوم لوط فرما تیر داری کرنے کے بعد پھر بُرائی کے درپے ہوئی تو ان پر پھر کی برسات ہوئی، ایک قول یہ بھی کیا گیا قوم نے حضرت لوط ؑ کی بیروی نہ کی تو انہیں بھی دیگر قوم کے ساتھ سزا دیا گیا۔ اهلکنا ہم: یعنی ہستی کو اٹلنے کے ذریعے، یعنی اس کا اوپری حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا گیا۔ مطرہم: یہ مخصوص بالذم کے لئے ہے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۴۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۳

﴿ کذب اصحاب لئیكة ﴾ و فی قرآئہ بحذف الهمزة والقاء حرکتها علی اللام وفتح الهاء هی غیضة
شجر قرب مدین ﴿ المرسلین ﴾ ص ۱۷۶ (۱۷۶) اذ قال لهم شعيب ﴿ لم یقل آخوهم لانه لم یکن منهم ﴾ الا
تتقون ﴿ ۱۷۷ ﴾ انی لکم رسول امین (۱۷۸) فاتقوا الله واطیعون (۱۷۹) وما استلکم علیه من اجر ؤ ان ﴿ ما ﴿
اجری الا علی رب العلمین (۱۸۰) اوفوا الکیل ﴿ اتموه ﴿ ولا تكونوا من المخسرین
(۱۸۱) ﴿ الناقصین ﴿ وزنوا بالقسطاس المستقیم (۱۸۲) ﴿ المیزان الاسوی ﴿ ولا تبخسوا الناس اشیاء هم
﴿ لا تنقصوهم من حقهم شیئا ﴿ ولا تعثوا فی الارض مفسدین (۱۸۳) ﴿ بالقتل وغیره من عثی بکسر
المثناة افسد و مفسدین حال مؤکدة لمعنی عابلیها تعثوا ﴿ واتقوا الذی خلقکم والجبلة ﴿ الخلیفة ﴿
الاولین (۱۸۴) قالوا انما انت من المسحرین (۱۸۵) وما انت الا بشر مثلنا وان ﴿ مخففة من الثقیلة
واسمها محذوف ای انه ﴿ نظنک لمن الکذبین (۱۸۶) فاسقط علینا کسفا ﴿ بسکون السین وفتحها
قطعة ﴿ من السماء ان كنت من الصدقین (۱۸۷) ﴿ فی رسالتک ﴿ قال ربی اعلم بما تعملون
(۱۸۸) ﴿ فیجازیکم به ﴿ فکذبه فاخذهم عذاب یوم الظلة ط ﴿ هی سحابة اظلتهم بعد حر شدید اصابتهم
فامطرت علیهم نارا فاحترقوا ﴿ انه کان عذاب یوم عظیم (۱۸۹) ان فی ذلک لایة وما کان اکثرهم
مومنین (۱۹۰) وان ربک لهو العزیز الرحیم (۱۹۱) ﴿

﴿ ترجمہ ﴾

بن والوں نے جھٹلایا (ایک قرأت میں ایکے! میں ہمزہ کو حذف کر کے اس کی حرکت لام کلمہ کی طرف منتقل کی گئی ہے اور ہاء
کے فتح کے ساتھ ہے اور اس سے مراد مذین کے قریب گھنے درختوں والی ایک جگہ ہے) رسولوں کو، جب ان سے شعیب نے فرمایا
(یہاں آخوہم نہیں کہا گیا اس لئے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اس قوم میں سے نہ تھے) کیا ڈرتے نہیں، بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا
امانتدار رسول ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو، اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا
رب ہے، ناپ پورا کرو (یعنی اسے مکمل کیا کرو) اور گھٹانے والوں (یعنی کم کرنے والوں) میں نہ ہو، اور سیدھی ترازو سے تولو
(القسطاس المستقیم بمعنی المیزان السوی ہے یعنی صحیح تول) اور لوگوں کی چیزیں کم کر کے نہ دو (یعنی جو ان کا حق ہے اس میں
کچھ کمی نہ کرو) اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو (قتل وغیرہ کے ذریعے، عثی بمعنی افسد عین کلمہ کے کسرہ کے ساتھ ہے، مفسدین
حال مؤکدہ ہے اور تعثوا اس کا معنوی فاعل ہے) اور اس سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور اگلی مخلوق (الجبلة بمعنی
الخلیقة ہے) کو۔ بولے تم پر جادو ہوا ہے، تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی (ان محففة من الثقیلة ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی یہ
انہ تھا) اور بیشک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں، تو ہم پر کوئی ٹکڑا گرا دو (کسفا بمعنی قطعة سین کے سکون اور فتح دونوں طرح ہے) آسمان
کا، اگر تم سچے ہو (اپنی رسالت میں) فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے کرتوت ہیں (لہذا وہی تمہیں ان کا بدلہ دے گا) تو انہوں
نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے آیا (یعنی بادل کے ایک ٹکڑے نے ان پر شدید گرمی کے بعد سایہ لگن ہو کر

آگ کی بارش کی تو سب کے سب جل کر خاکستر ہو گئے..... پیٹک وہ بڑے دن کا عذاب تھا، پیٹک اس میں ضرور نشانی ہے، اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے، اور پیٹک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿کذب اصحاب لئیکة المرسلین ۵ اذ قال لهم شعیب الا تتقون ۵﴾

کذب اصحاب لئیکة المرسلین: فعل بافاعل ومفعول، اذ: مضاف، قال لهم شعیب: جملہ فعلیہ ہو کر قول، همزة: حرف استفہام، لا تتقون: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انی لکم رسول امین ۵ فاتقوا اللہ واطیعون ۵ وما استلکم علیہ من اجر ان اجری الاعلی رب العلمین ۵﴾
اس آیت مبارکہ کی ترکیب ماقبل آیت ۶۷، ۶۸، رکوع نمبر: ۸، میں گزری۔

﴿او فوالکلیل ولا تکنوا من المخصرین ۵ وزنوا بالقسطاس المستقیم ۵﴾

او فوالکلیل: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تکنوا: فعل ناقص نہیں ہا اسم، من المخصرین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، زنوا: فعل امر بافاعل، بالقسطاس المستقیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا تبخسوا الناس اشیائهم ولا تعثوا فی الارض مفسدین ۵﴾

ولا تبخسوا: فعل نہی بافاعل، الناس: مفعول اول، اشیائهم: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تعثوا: فعل نہی واو ضمیر ذوالحال، مفسدین: حال ملکر فاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتقوا اللہی خلقکم والجبلة الاولین ۵﴾

و: عاطفہ، اتقوا: فعل امر بافاعل، اللہی: موصول، خلقکم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الجبلة الاولین: مرکب توصیفی معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا انما انت من المسحورین ۵ وما انت الا بشر مثلنا﴾

قالوا: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، انت مبتداء، من المسحورین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، ما: تانیہ، انت مبتداء، الا: اداة حصر، بشر مثلنا: مرکب توصیفی خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان نظنک لمن الکذبین ۵﴾

و: عاطفہ، ان: مخففہ باضمیر شان "ک" محذوف اسم، نظنک: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، لام: فارقہ، من الکذبین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاسقط علینا کسفا من السماء ان کنت من الصدقین ۵﴾

ف: نصیبیہ، اسقط علینا: فعل امر بافاعل وظرف لغو، کسفا: موصوف، من السماء: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان کنت صادقاً" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ان شرطیہ، کنت من الصدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فاسقط علینا" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال ربی اعلم بما تعملون ۵ فکذبوه فاعلہم عذاب یوم الظلۃ﴾

قال: قول، ربی: مبتداء، اعلم بما تعملون: شبہ جملہ خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، کذبوه: جملہ

فعلیہ، ف: عاطفہ، اعلیٰ: فعل و مفعول، عذاب: فاعل مکر جملہ فعلیہ۔

﴿انہ کان عذاب یوم عظیم﴾ ان فی ذلک لایۃ و ماکان اکثرہم مومنین ﴿وان ربک لہو العزیز الرحیم﴾
 الہ: حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص واسم، عذاب: یوم عظیم: خبر مکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ، ان فی
 ذلک: الخ..... ان آیت کی ترکیب ما قبل آیت نمبر ۶۷، ۶۸، میں گزری۔

﴿تشریح تو ضیح و اعتراض﴾

اصحاب ائیکہ کون تھے؟

۱..... ائیکہ کا معنی ہے گھنا جنگل، درختوں کا ٹھنڈا، تبوک یا مدین کے قریب ایک بستی ہے، اس کو بھی ائیکہ کہتے ہیں، اصحاب
 الائیکہ سے حضرت شعیب ؑ کی قوم مراد ہیں، اس قوم کا نام بنو مدیان تھا، مدین کے مرکزی شہر کو بھی کہتے ہیں اور ان کے پورے علاقے
 کو بھی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ائیکہ تبوک کا قدیم نام تھا، اس کا لغوی معنی گھنا جنگل ہے۔ آج کل ایک پہاڑی کا نام ہے جو جبل اللوز سے
 وادی افل میں آکر گرتا ہے اور یہ علاقہ حجاز سے فلسطین و شام جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے۔ (تبیان القرآن، ج ۶، ص ۳۰۷ وغیرہ)

قسطاس بمعنی عدل وانصاف:

۲..... علامہ ابن منظور کہتے ہیں وزن کا ٹھیک قائم کرنا قسطاس کہلاتا ہے، اللہ ﷻ کا فرمان ہے ﴿وزنوباً لقسطاس
 المستقیم اور سیدھی ترازو سے تولو (الشعراء: ۱۲۸)﴾۔ ایک قول کے مطابق قسطاس بمعنی میزان العدل ہے، چہ جائے کہ موازن
 درابم ہوں یا کچھ اور، ”المقسط“ اللہ ﷻ کا صفاتی نام ہے اور اس سے مراد عادل (عدل کرنے والا) ہے۔ سید عالم ؑ نے
 فرمایا: ”اللہ نیند سے پاک ہے اور اس کی جانب نیند منسوب کرنا جائز نہیں، وہ بندوں کے اعمال کو نیچا اور اونچا کرتا رہتا ہے۔“ یعنی جس
 بندے کے اعمال کو بلند کرنا چاہے (اسے نیکی کی توفیق دے کر) اس کے اعمال کو بلند کرتا ہے اور جس کے اعمال کو نیچا کرنا چاہے اسے نیچا
 کرتا ہے۔ سید عالم ؑ نے فرمایا: ”اے لوگو! جب تم حاکم بنائے جاؤ تو عدل کرو اور جب فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔“

(لسان العرب، الحرف: قاف، ج ۱۱، ص ۱۵۹، ملخصاً وملتقطاً)

☆..... حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے سید عالم ؑ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تم میں
 ابن مریم نازل ہونگے، وہ عدل وانصاف سے فیصلے کریں گے، صلیب توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کریں گے، مال
 و دولت کو اتنا تقسیم کریں گے کہ پھر ان کو کوئی لینے والا نہیں ہوگا“ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب: قتل الخنزیر، رقم: ۲۲۲۲، ص ۳۵۴)

☆..... حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر دنیا کی بقا میں صرف ایک دن رہ جائے گا تو اللہ
ﷻ اس دن کو ضرور طویل کر دے گا، حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو اس دن بھیجے گا، جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا
 اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام کے موافق ہوگا، وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح زمین پہلے ظلم و ناانصافی
 سے بھری ہوئی تھی۔“

(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی المہدی، رقم: ۲۲۳۷، ص ۶۵۰)

☆..... حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ آپ ﷺ گواہ
 ہو جائیں کہ میں نے نعمان کو اپنے مال سے اتنی اتنی چیزیں ہبہ کر دی ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”تم نے جتنی چیزیں نعمان کو دی ہیں کیا
 اپنے باقی بیٹوں کو بھی اتنی چیزیں دی ہیں؟“ انہوں نے کہا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تم اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بناؤ،“ پھر
 آپ نے فرمایا: ”کیا تم کو اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ تمہارے تمام بیٹے تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں برابر ہوں؟“ انہوں نے کہا کیوں

نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تم بھی ان کے ساتھ برابر سلوک کرو“۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھ کو گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا“۔ (صحیح البعاری، کتاب الشهادات، باب: باب لا يشهد على شهادة، رقم: ۲۶۵۰، ص ۴۲۹)

☆..... حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جب خاتم النبیین ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہ لوگ ماب تول کے اعتبار سے سب لوگوں سے بڑے تھے، اللہ نے یہ سورت ﴿وویل للمطففين﴾ نازل فرمائی، پس اس کے بعد انہوں نے پیانے اچھے کر لئے۔“ (سنن ابن ماجہ، ابواب التجارات، باب: التوقی فی الکیل والوزن، رقم: ۲۲۲۳، ص ۳۸۲)

☆..... نبی کریم ﷺ نے پیائش اور وزن کرنے والوں سے ارشاد فرمایا: ”پیشک تمہیں ایسا کام سونپا گیا ہے جس میں تم سے پہلی امتیں ہلاک ہو گئیں۔“ (سنن الترمذی، ابواب البیوع، باب: ماجاء فی المکیال والمیزان، رقم: ۲۲۲۱، ص ۳۷۴)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس قوم میں بھی لوٹ مار یعنی چوری کی کثرت ہوئی، اللہ نے ان کے دلوں پر دشمن کا رعب ڈال دیا، جس قوم میں بھی زنا عام ہوا ان میں اموات کی کثرت ہو گئی، جس قوم میں بھی ماب تول میں کمی کی اللہ نے انکے رزق میں کمی کر دی، جس قوم نے بھی ناحق فیصلہ کیا ان میں لڑائی جھگڑا عام ہو گیا اور جس قوم نے بھی عہد کو توڑا اللہ نے ان پر دشمن کو مسلط کر دیا۔“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب: تغیر الناس، الفصل الثالث، رقم: ۴۵۹۰۳۷۰)

جبلت کسے کہتے ہیں؟

۳..... الجبلۃ بمعنی الخلقۃ ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿والجبلۃ الاولین﴾ اور حسن نے جیم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کی جمع الجبلات ہے۔ امام کسائی کہتے ہیں کہ ”الجبلۃ“ کسرہ وضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ ﷻ کا فرمان ﴿ولقد اضل منکم جبلا کثیرا﴾۔ (لسان العرب، الحرب جیم، ج ۲، ص ۱۷۰)

انسان کے پیدائشی و فطری وصف کو ”جبلت“ کا نام دیا گیا ہے، اب دیکھا جاتا ہے کہ کسی کی جبلت (خلقت) میں نرمی، شائستگی، متانت، چنگلی ہوتی ہے اور کسی کی طبیعت میں سختی، چڑچڑاپن اور غیر سنجیدگی ہوتی ہے۔ متذکرہ آیت میں کافروں کے اوصاف کا بیان ملتا ہے کہ ان کی طبیعت ہی میں تکبر، عناد، ضد، ہمدھرمی ہے اور ہر انسان اپنی سرشت کے مطابق ہی زندگی گزارتا ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے ﴿کل یعمل علی شاکلۃ سب اپنے انداز پر کام کرتے ہیں﴾ (الاسراء: ۸۴)۔

قوم شعیب پر عذاب کی کیفیت:

۴..... شیخ الامام داعیہ الاسلام محمد متولی الشعرای فرماتے ہیں کہ اپنے پیٹوں کے بل ایسے پڑے رہ گئے کہ ان میں حرکت تک باقی نہ رہی، قرآن مجید میں اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿وتوری کل امۃ جائفیۃ﴾ (الحائتہ: ۲۸) یعنی اپنے گھٹنوں کے بل گر گئے، اور ان کا اپنے گھٹنوں کے بل گرنان کی ذلت اور ان کے عاجز ہونے کی دلیل ہے۔ شیخ الاسلام نے لسان العرب سے علامہ جمال الدین افریقی کا قول بھی ذکر کیا ہے کہ ”ان کے جسم زمین پر پڑے رہ گئے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ انہیں جب آزمائش پہنچی تو وہ زمین سے چمٹ کر رہ گئے، اور الجالم کے معنی ہیں کہ کسی کا اپنے پاؤں کے بل زمین سے چمٹ جانا جیسا کہ پرندہ بیٹھتا ہے، یعنی جب انہیں عذاب آیا تو وہ مر گئے زمین سے لگتے ہوئے۔“

ابن کثیر نے حضرت شعیبؓ کی قوم پر عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ انہیں شدید زلزلے نے آیا کہ ان کی رو میں ان کے جسموں سے نکل گئیں، اور حیوانات زمین پر جمادات کی طرح ہو گئے، اور صبح ان کے جسم زمین پر ایسے پڑے تھے کہ نہ تو ان میں روح تھی، نہ حرکت اور نہ ہی حواس باقی رہے۔ (قصص الانبیاء، ص ۱۵۴)

اغراض:

علی اللام: سے مراد لام تعریف ہے، پہلی ہمزہ کو ضرورت کی بنا پر حذف کر دیا لام کے متحرک ہونے کی وجہ سے، ہمزہ وصلی جس کو گرا دیا گیا ساکن کو جملے سے (نطق کے لحاظ سے) جوڑنے کے لئے آتی ہے، مفسر کا یہ کلام محل نظر ہے۔

ہی غیضة شجر: غین کی فتح اور ضاد کے مجرہ ہونے کی صورت میں، مراد وہ جگہ جہاں درخت ایک دوسرے کے ساتھ ملے جملے ہوتے ہیں۔ قرب مدین: مراد حضرت شعیب رضی اللہ عنہ کی بستی ہے، اسے مدین اصل بانی (آباد کرنے والے کا نام) مدین بن ابراہیم پر رکھا گیا ہے، مدین اور مصر کے مابین آٹھ دنوں کا فاصلہ ہے۔

لانہ لم یکن منہم: بلکہ حضرت شعیب رضی اللہ عنہ مدین کے رہنے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿والی مدین اخلاہم شعیباً﴾ وغیرہ: سے راستہ کاٹنے کی جانب اشارہ ہے۔

مخففة من الثقیلة: مناسب یہ ہے کہ ان ہملہ کہا جائے تاکہ عمل کا سوال ہی نہ رہے، اس لئے کہ مخففة ہونے کی صورت میں عمل قلیل ہو جاتا ہے، بڑکی یہ ہے کہ قرآن کو کثیر کی طرف محمول کیا جائے۔

اصابہم: یعنی سات دن مراد ہیں، پھر سات دنوں کے بعد انہوں نے ایک بادل کے نیچے پناہ لی۔ (الصاوی، ج ۴، ص ۲۴۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۵

﴿وانہ﴾ آی القرآن ﴿لتنزیل رب العلمین﴾ (۱۹۲) نزل بہ الروح الامین (۱۹۳) ﴿جبرئیل﴾ علی قلبک

لتکون من المنذرین (۱۹۳) بلسان عربی مبین (۱۹۵) ﴿بین﴾ وفی قیراۃ بتشدید نزل ونصب الروح والفاعل

اللہ ﴿وانہ﴾ آی ذکر القرآن المنزل علی محمد ﴿لفی زبر﴾ کتب ﴿الاولین﴾ (۱۹۶) ﴿کا لتورۃ

والانجیل﴾ اولم یکن لہم ﴿لکفار مکہ﴾ ایت ﴿علی﴾ ذالک ﴿ان یعلمہ علموا بنی اسرائیل﴾ (۱۹۷) ﴿کعبد

اللہ بن سلام واصحابہ ممن آمنوا فانہم یخبرون بذالک ویکن بالتختانیۃ ونصب آیتہ وبالفقانیۃ

ورفع ایتہ ﴿ولو نزلہ علی بعض الاعجمین﴾ (۱۹۸) ﴿جمع اعجم﴾ فقراہ علیہم ﴿آی کفار مکہ﴾ ما

کانوا بہ مؤمنین (۱۹۹) ﴿انفہ من اتباعہ﴾ کذلک ﴿آی مثل ادخالنا التکذیب بہ بقراۃ الاعجم﴾

سلکنہ ﴿ادخلنا التکذیب بہ﴾ فی قلوب المجرمین (۲۰۰) ﴿آی کفار مکہ بقراۃ النبی﴾ لایومنون بہ

حتى یروا العذاب الالیم (۲۰۱) فیاتہم بفتۃ وهم لایشعرون (۲۰۲) فیقولوا هل نحن

منظرون (۲۰۳) ﴿لنومین﴾ فیقال لہم لا قالوا متی هذا العذاب قال تعالیٰ ﴿افبعذابنا یستعجلون﴾ (۲۰۳) افراء

یت ﴿اخیرنی﴾ ان متعنہم سنین (۲۰۵) ثم جاءہم ما كانوا یوعدون (۲۰۶) ﴿من العذاب﴾ ما ﴿استفہامیۃ

بمعنی آی شیء﴾ اغنی عنہم ما كانوا یمتعون (۲۰۷) ﴿فی﴾ دفع العذاب او تخفیفہ آی لم یغن ﴿وما

اهلکنا من قریۃ الا لہا منذرون﴾ (۲۰۸) ﴿رسل تنذر اهلہا﴾ ذکری ﴿عظۃ لہم﴾ وما کنا ظلمین

(۲۰۹) ﴿فی اہلاکہم بعد انذارہم ونزل ردا لِقول المشرکین﴾ وما تنزلت بہ ﴿بالقرآن﴾ الشیطین

(۲۱۰) وما ینبئ ﴿یصلح﴾ لہم ﴿ان ینزلوا بہ﴾ ﴿وما یستطیعون﴾ (۲۱۱) ﴿ذلک﴾ انہم عن السمع

﴿لکلام الملائکہ﴾ لمعزولون (۲۱۲) ﴿مخجوبون بالشہب﴾ فلا تدع مع اللہ اہا اخر فتکون من

المعدبین ﴿۲۱۳﴾ ان فعلت ذالک الہدی ذعوک الیہ ﴿والذرعشیرتک الاقربین﴾ ﴿۲۱۴﴾ وہم بنوہاشم وبنوالمطلب وقد ائذرہم جہارا زواہ البخاری ومسلم ﴿واخفض جناحک﴾ ﴿الین جانیک﴾ لمن اتبعک من المؤمنین ﴿۲۱۵﴾ الموحیدین ﴿فان عصوک﴾ ﴿ای عشیرتک﴾ ﴿قل﴾ ﴿لہم﴾ ﴿انی یریء مما تعملون﴾ ﴿۲۱۶﴾ من عبادۃ غیر اللہ ﴿وتوکل﴾ ﴿بالواو والفاء﴾ ﴿علی العزیز الرحیم﴾ ﴿۲۱۷﴾ اللہ ای فوض الیہ جمیع امورک ﴿الذی یرک﴾ ﴿حین تقوم﴾ ﴿۲۱۸﴾ الی الصلوۃ ﴿وتقلبک﴾ ﴿فی ارکان الصلوۃ قائما وقاعدا وراکعا وساجدا﴾ ﴿فی السجدین﴾ ﴿۲۱۹﴾ ای المصلین ﴿انہ ہو السمع العلیم﴾ ﴿۲۲۰﴾ هل انبکم ﴿ای کفار مکتہ﴾ ﴿علی من تنزل الشیطن﴾ ﴿۲۲۱﴾ بحذف إحدى التائین من الاصل ﴿تنزل علی کل اماک﴾ ﴿کذاب﴾ ﴿الیم﴾ ﴿۲۲۲﴾ فاجر مثل مسیلمہ وغیرہ من الکھنہ ﴿یلقون﴾ ﴿ای الشیاطین﴾ ﴿السمع﴾ ﴿ای ما سمعوا من الملائکہ الی الکھنہ﴾ ﴿واکثرہم کذبون﴾ ﴿۲۲۳﴾ یضمون الی المسموع کذبا کثیرا وکان هذا قبل ان حجب الشیاطین عن السماء ﴿والشعراء یتبعہم الغاون﴾ ﴿۲۲۴﴾ فی شعرہم فیقولون بہ یروون عنہم فہم مذمومون ﴿الم تر﴾ ﴿تعلّم﴾ ﴿انہم فی کل واد﴾ ﴿من اودیۃ الکلام وقتونہ﴾ ﴿یہیون﴾ ﴿۲۲۵﴾ یمضون فیجاوزون الحد مدحا وہجاء ﴿وانہم یقولون﴾ ﴿فعلنا﴾ ﴿ما لا یفعلون﴾ ﴿۲۲۶﴾ ای یكذبون ﴿الا الذین امنوا وعملوا الصلحت﴾ ﴿من الشعراء﴾ ﴿وذکروا اللہ کثیرا﴾ ﴿ای لم یسغلہم الشعر عن الذکر﴾ ﴿وانتصروا﴾ ﴿بہجوہم من الکفار﴾ ﴿من بعد ما ظلموا﴾ ﴿بہجو الکفار لہم فی جملۃ المؤمنین فلیسوا مذمومین قال تعالی لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم﴾ ﴿وسیعلم الذین ظلموا﴾ ﴿من الشعراء وغیرہم﴾ ﴿ای منقلب﴾ ﴿مرجع﴾ ﴿ینقلبون﴾ ﴿۲۲۷﴾ یرجعون بعد الموت.

ترجمہ

اور بیشک یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے، اسے روح الامین..... لے کر اترا، تمہارے دل پر..... تم کو ڈرناؤ، دوٹن عربی زبان میں..... (یعنی واضح زبان میں، ایک قرأت میں نازل تشدید کے ساتھ اور روح منسوب ہے جبکہ اس فعل کا فاعل ذات باری تعالیٰ ہے) اور بیشک اس کا چرچا (یعنی جو قرآن کریم سرور دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا ہے اس کا تذکرہ) اگلی کتابوں میں ہے (مثلاً توریت اور انجیل میں، زبور بمعنی کتب ہے) اور کیا یہ ان کے لیے (یعنی کفار مکہ کے لئے) نشانی نہ تھی (اس بات پر) کہ اس نبی کو جانتے ہیں بنی اسرائیل کے عالم (جیسے حضرت عبداللہ بن سلام ؓ اور ان کے ساتھی جو بنی اسرائیل میں سے ایمان لے آئے اس لئے کہ وہ اس نبی کے متعلق خبریں دیا کرتے تھے، ایک قرأت میں یکن یا کے ساتھ اور ایہ منسوب ہے جبکہ ایک دوسری قرأت میں یکن کی بجائے تکن ہے اور ایہ مرفوع ہے) اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی شخص پر اتارتے (الاعجمین جمع ہے اعجم کی) کہ وہ انہیں (یعنی کفار مکہ کو) پڑھ کر سنا تا جب بھی اس پر ایمان نہ لاتے (یعنی تکبر کرتے ہوئے اس کی پیروی نہ کرتے) یونہی (بشرطیکہ یہاں مجھی شخص کی قرأت مراد ہو تو ہم نے جس طرح اس کی وجہ سے تکذیب کو داخل کر دیا اسی طرح) ہم نے جھٹلانا پیرا دیا ہے (یعنی ہم نے اس نبی کی وجہ سے بھی تکذیب داخل کر دی ہے) مجرموں کے دلوں میں (یعنی کفار مکہ

کے، بشرطیکہ آیتیں نبی پڑھ کر سنائے) وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ دیکھیں دردناک عذاب، تو وہ اچانک ان پر آجائے گا اور انہیں خبر نہ ہوگی۔ تو کہیں گے کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی (تاکہ ہم ایمان لے آئیں تو ان سے کہا جائے گا ہرگز نہیں کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ کب آئے گا یہ عذاب؟ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں..... ہج.....؟ بھلا دیکھو تو (الہرابت بمعنی انحصاری ہے یعنی بتاؤ تو سہی) اگر کچھ برس ہم انہیں برتنے دیں، پھر آئے ان پر جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں (یعنی عذاب) تو کیا کام آئے گا (ما اغنی میں ما استفہامیہ بمعنی ای شئیء ہے) ان کے وہ جو برتنے تھے (عذاب دور کرنے یا اس میں تخفیف کرنے کی خاطر، یعنی انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا) اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈرسانے والے نہ ہوں (ایسے رسول جو ان بستی والوں کو خطرات سے آگاہ کرتے ہوں) نصیحت کے لیے (ذکری بمعنی عظما ہے) اور ہم ظلم نہیں کرتے..... ہج..... (ان کو ڈرانے کے بعد ان کو ہلاک کر کے، یہ آیت مبارکہ مشرکین کے قول کے رد میں نازل ہوئی) اور اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے، اور وہ اس قابل نہیں (یعنی لائق نہیں کہ قرآن کریم لے کر نازل ہوتے) اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں، وہ تو سننے کی جگہ سے (یعنی فرشتوں کی باتیں سننے سے بھی) دور کر دیئے گئے ہیں (یعنی شہاب ثاقب کے ذریعے روک دیئے گئے ہیں) تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہوگا (اگر بفرض محال آپ نے ایسا کیا کہ جس کی طرف وہ آپ کو دعوت دیتے ہیں) اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ (یعنی بنو ہاشم اور بنو مطلب کو اور واقعی آپ ﷺ نے انہیں اعلانیہ ڈرایا، اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے) اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ (یعنی لطف و کرم فرمائیں) اپنے پیرو مسلمانوں کے لیے..... ہج..... (یعنی توحید کے علمبرداروں کے لئے) تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں (یعنی آپ ﷺ کا خاندان) تو فرما دو (ان سے) میں تمہارے کاموں سے (یعنی غیر اللہ کی عبادت سے) بے علاقہ ہوں اور اس پر بھروسہ کرو..... ہج..... (و تو کل کو تو ٹوٹا اور فتو ٹوٹا دونوں طرح پڑھا گیا ہے) جو عزت والا مہر والا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ پر، اور اپنے تمام کام اسی کے سپرد کر دو کہ) جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو (نماز پڑھنے کی خاطر) اور تمہارے دورے کو (یعنی نماز کے ارکان میں قیام کرتے ہوئے، قعدہ کرتے ہوئے، رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے) نمازیوں میں (مساجدین بمعنی مصلین ہے) بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔ کیا میں تمہیں بتا دوں (اے کفار مکہ) کہ کس پر اترتے ہیں شیطان (تنزل ایک تاکہ حذف کے ساتھ ہے) اترتے ہیں بڑے بہتان والے (یعنی جھوٹے) گناہگار پر (یعنی ہر فاجر شخص پر، جیسا کہ مسیلہ کذاب اور اس جیسے دوسرے کاہنوں پر) شیطان ان پر ڈالتے ہیں اپنی سنی ہوئی (بات کہ جسے وہ فرشتے سے سنتے ہیں اور کاہنوں کو بتا ڈالتے ہیں) اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں (یعنی سنی ہوئی بات میں حد درجہ جھوٹ ملا دیتے ہیں، ایسا کام شیاطین آسمان سے روکے جانے سے پہلے کیا کرتے تھے) اور شاعروں کی بیرونی گمراہ کرتے ہیں..... ہج..... (ان کے اشعار میں، پس وہ اشعار پڑھتے ہیں اور ان سے روایت کرتے ہیں، لہذا وہ قابل مذمت ہیں) کیا تم نے نہ دیکھا (یعنی کیا آپ کو معلوم نہیں) کہ وہ ہرنالے میں (یعنی فنون لطیفہ اور کلام کی ہر وادی میں) سرگرداں پھرتے ہیں (یعنی ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں اور مدح سرائی و مذمت کی تمام حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں) اور وہ کہتے ہیں جو (ہم نے فلاں کام کیا حالانکہ) کرتے نہیں (بلکہ جھوٹ بولتے ہیں) مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے (ان شعراء میں سے) اور بکثرت اللہ کی یاد کی (یعنی اشعار نے انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کیا) اور بدلہ لیا (کفار سے ان کی جھوٹ کے) بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا (کفار کے تمام مومنین کی جھوٹ کرنے کی وجہ سے، لہذا یہ برے نہیں، چنانچہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے: ﴿لَا يَجِبُ الْاٰثْمُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ﴾ وقال تعالى ﴿فَمَنْ اَعْتَدِيْ عَلَيْنَا مَا اَعْتَدُوْا عَلَيْنَا فَمَنْ يَمْتَلِ مَا اَعْتَدِيْ عَلَيْنَا﴾ اور اب جانتا چاہتے ہیں ظالم (یعنی شعراء وغیرہ) کہ کس کروٹ

(منقلب بمعنی مروجع ہے) پر پلٹا کھائیں گے (یعنی وہ مرنے کے بعد کس طرف لوٹیں گے)۔

﴿قر گیب﴾

﴿وآتہ لتنزیل رب العلمین﴾ نزل بہ الروح الامین ﴿علی قلبک لتکون من المنذرین﴾ بلسان عربی مبین ﴿و﴾
 و: متانفہ، انہ حرف مشبہ و اسم، لام: تاکید، تنزیل رب العلمین: مرکب اضافی موصوف، نزل: فعل، بہ: ظرف متقرر حال
 مقدم، الروح الامین: ذوالحال، ملکر فاعل، علی قلبک: ظرف لغو، لام: جار، تکون: فعل ناقص باس، من: جار، المنذرین: اسم
 فاعل بافاعل، بلسان عربی مبین: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر مجرور، ملکر ظرف متقرر خبر، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو
 ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ متانفہ۔

﴿وآتہ لفی زبر الاولین﴾ اولم یکن لہم ایۃ ان یعلمہ علموا بنی اسرائیل ﴿و﴾

و: عاطفہ، انہ حرف مشبہ و اسم، لام: تاکید، فی زبر الاولین: ظرف متقرر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ہمزہ: حرف
 استفہام، و: عاطفہ، لم: نافیہ جازمہ، یکن: فعل ناقص، لہم: ظرف متقرر حال مقدم، ایۃ: ذوالحال، ملکر خبر مقدم، ان: مصدر
 یہ یعلمہ: فعل ومفعول، علموا بنی اسرائیل: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولونزلنہ علی بعض الاعجمین﴾ فقراہ علیہم ما کانوا بہ مومنین ﴿و﴾

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، نزلنہ علی بعض الاعجمین: فعل بافاعل ومفعول و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، قراہ
 علیہم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ما: نافیہ، کانوا: فعل ناقص باس، بہ مومنین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ جزا ملکر جملیہ شرطیہ۔

﴿کذلک سلکنہ فی قلوب المجرمین﴾ لایومنون بہ حتی یروا العذاب الالیم ﴿و﴾

کذلک: ظرف متقرر "سلک" مصدر محذوف کیلئے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، سلکنہ: فعل بافاعل ومفعول، فی قلوب
 المجرمین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، لایومنون بہ: فعل نفی بافاعل و ظرف لغو، حتی: جار، یروا العذاب الالیم: فعل بافاعل
 ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿فیاتیہم بغتہ وہم لایشعرون﴾ فیقولوا ہل نحن منظرون ﴿و﴾

ف: عاطفہ، یاتی: فعل "ہو" ضمیر ذوالحال، بغتہ: حال، ملکر فاعل، ہم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ہم لایشعرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر
 مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "یروا" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، یقولوا قول، ہل: حرف استفہام، نحن: مبتدا، منظرون: خبر، ملکر
 جملہ اسمیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ قولیہ ماقبل "یروا" پر معطوف ہے۔

﴿افبعذابنا یستعجلون﴾ الفراء یت ان متعنہم سنین ﴿ثم جاء ہم ما کانوا یوعدون﴾ ﴿و﴾

همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، بعذابنا ظرف لغو مقدم، یستعجلون: فعل و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ فعل محذوف "ایستعجلون عن
 ذلک مع تحققتہ و تقررہ" پر معطوف ہے، همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، یت: فعل بافاعل بمعنی خبرنی، ان: شرطیہ، متعنہم
 سنین: فعل بافاعل ومفعول و ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، جاء ہم: فعل ومفعول، ما کانوا یوعدون: فاعل، ملکر جملہ
 فعلیہ معطوف، ملکر جزا محذوف "افبعذابنا یستعجلون" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ما اغنی عنہم ما کانوا یمتعون﴾ وما اهلکنا من قریۃ الا لہا منذرون ﴿و﴾

ما: استفہامیہ مفعول مقدم، اغنی عنہم: فعل و ظرف لغو، ما کانوا یمتعون: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ،

و: مستانہ، ما اهلکنا **فعل نفي بافعل**، من: زائد، قریۃ موصوف، الا: اداة حصر، لها ملدرون: جملہ اسمیہ صفت ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿ذکری وما کنا ظلمین﴾ و ما تنزلت به الشیطان ﴿﴾

ذکری: مبتدأ محذوف "هذه" کیلئے خبر ملکر جملہ اسمیہ مقررہ، و: مستانہ، ما: نافیہ، کنا: **فعل ناقص با اسم**، ظلمین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ
مستانہ، و: عاطفہ، ما تنزلت **فعل نفي**، به: ظرف لغو، الشیطان: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و ما ینبغی لهم و ما ینستطیعون﴾ انهم عن السمع لمعزولون ﴿﴾

و: عاطفہ، ما ینبغی: **فعل نفي بافعل**، لهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما ینستطیعون: **فعل نفي بافعل**، ملکر جملہ فعلیہ، انهم: حرف
مشبہ واسم، عن السمع: ظرف لغو، مقدم، لام: تاکیدیہ، معزولون: اسم مفعول بانائب الفاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلا تدع مع اللہ الہا اخر فتکون من المعذبین﴾ ﴿﴾

ف: نصیجیہ، لا تدع: **فعل نفي بافعل**، مع اللہ: ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم، الہا: اخر: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ
فعلیہ، ف: سببیہ، تکون: **فعل ناقص با اسم**، من المعذبین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و اندر عشیرتک الاقربین﴾ و اخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین ﴿﴾

و: عاطفہ، اندر: **فعل امر بافعل**، عشیرتک الاقربین: مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اخفض جناحک: **فعل امر**
بافعل و مفعول، لام، جار، من اتبعک: موصول صلہ ملکر ذوالحال، من المؤمنین: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فان عصوک فقل انی بریء مما تعملون﴾ و توکل علی العزیز الرحیم ﴿الذی یرکحین تقوم﴾ و تقلبک
فی السجدین ﴿﴾

ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، عصوک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قل: قول، انی: حرف مشبہ واسم، بریء مما تعملون: شبہ جملہ
خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، توکل: **فعل امر بافعل**، علی: جار، العزیز الرحیم:
موصول، الذی: موصول، یری: **فعل بافعل**، ک: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، تقلبک: ذوالحال، فی السجدین: ظرف مستقر
حال، ملکر معطوف ملکر مفعول، حین تقوم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ملکر صفت، ملکر مجرور ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر
معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انہ هو السميع العليم﴾ هل انبئکم علی من تنزل الشیطان ﴿﴾

انہ: حرف مشبہ واسم، هو السميع العليم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، هل: حرف استفہام، انبئکم: **فعل بافعل**
و مفعول، علی: جار، من تنزل الشیطان: موصول صلہ ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تنزل علی کل افاک انیم﴾ ینلقون السمع و اکثرہم کذبون ﴿﴾

تنزل: **فعل بافعل**، علی: جار، کل: مضاف، افاک انیم: موصوف، ینلقون: **فعل واو ضمیر ذوالحال**، و: حالیہ، اکثرہم
کذبون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، السمع: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و الشعراء یتبعہم الغاوان﴾ الم تر انہم فی کل واد یریمون ﴿و انہم یقولون ما لا یفعلون﴾ ﴿﴾

و: مستانہ، الشعراء: مبتدأ، یتبعہم الغاوان: **فعل و مفعول و فاعل**، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانہ، ہمرہ: حرف
استفہام، لم تر: **فعل نفي بافعل**، انہم: حرف مشبہ واسم، فی کل واد یریمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف

علیہ، و: عاطفہ، انہم: حرف مشبہ واسم، یقولون مالا یفعلون: جملہ تالیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿الذین امنوا و عملوا الصلحت و ذکروا اللہ کثیرا و انتصروا من بعد ما ظلموا﴾.

الا: حرف استثناء، الذین: موصوف، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملوا الصلحت: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، ذکروا اللہ کثیرا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، انتصروا من بعد ما ظلموا: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر صفت، ملکر مستثنیٰ منہ "الشعراء" ما قبل کیلئے مستثنیٰ واقع ہے۔

﴿و سيعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون﴾.

و: مستأنفہ، سيعلم: فعل، الذین ظلموا: موصول صلہ، ملکر قائل، ای منقلب: موصوف، ینقلبون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... والشعراء يتبعهم الغاؤون..... ☆ یہ آیت شعراء کفار کے بارے میں نازل ہوئی جو سید عالم ﷺ کی بچوں میں شعر کہتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسا محمد ﷺ کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان سے ان اشعار کو نقل کرتے ہیں ان لوگوں کی اس آیت میں مذمت کی گئی ہے۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

روح الامین کا بیان:

۱..... اہل صراط روح امین کو خبر کریں جاتی ہے امت نبوی فرش پر کریں

آیت مقدسہ میں روح مقدسہ (جبرائیل امین علیہ السلام) کی خاص شان کا بیان ہے، جب یہ روح قوی ہوگی تو اس سے متعلق حواس بھی ادراک کی کیفیات میں سبقت کر جائیں گے یہاں تک کہ ادراک کی خاص کیفیت ہوگی جو عام طور پر نہیں ہوا کرتی۔ انہیں روح الامین علیہ السلام اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ وہ اللہ ﷻ کی جانب سے وحی لانے کے معاملے میں امانت دار تھے۔

(حاشیۃ الشہاب المعروف عنایۃ القاضی، ج ۷، ص ۲۰۸)

اگر یہ کہا جائے کہ کونسا فرشتہ سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر خدمت ہوتا تھا؟ لوگ کہیں گے کہ جبرائیل امین علیہ السلام، میں کہوں گا دلیل کیا ہے؟ تو لوگ حیرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، پھر ایک کہتا ہے کہ سید عالم ﷺ کے پاس جبرائیل امین علیہ السلام کے سوا کوئی فرشتہ وحی لے کر نہیں آتا تھا۔ میں یہ کہوں گا کہ سید عالم ﷺ کے پاس حضرت اسرافیل علیہ السلام کا تین سال تک آنا ثابت ہے، جیسا کہ مسند احمد میں ہے۔ اس مقام پر کہ اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿نزل بہ الروح الامین سے روح الامین لے کر اترنا﴾ الشعراء: ۱۹۳ ﴿ سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام کا قرآن لے کر نازل ہونا ہے۔ میں (علامہ عینی) کہوں گا کہ روح حضرت جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ بھی فرشتے کو کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿یوم یقوم الروح والملئکة صفا جس دن جبرائیل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے (النبا: ۳۸)﴾۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مراد وہ فرشتہ ہے جو تمام فرشتوں میں عمدہ شان کا مالک ہو، میں (علامہ عینی) یہ کہوں گا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو امانت دار ہونے کی صفت سے متصف کیا گیا ہے، اور یہ صفت انہیں اللہ ﷻ کی جانب سے عطا ہوئی ہے، انہیں روح بھی کہا گیا ہے۔ اور صحاح نے روح سے مراد جبرائیل علیہ السلام لیا ہے، اگر کسی کی ذہن میں یہ سوال آئے کہ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ روح سے مراد جبرائیل امین علیہ السلام ہی ہیں؟ میں (علامہ عینی) یہ کہوں گا کہ صحابہ، تابعین، اسباب علم اور خبر متواتر سے ہی

سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں جسے رد کرنے کی کسی میں مجال نہیں ہے حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ نے بھی روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہی لیا ہے۔ (عمدۃ القاری، کتاب بدء الوحي، باب: کیف کان بدء الوحي، رقم: ۲، ج ۱، ص ۸۱)

قرآن کی متذکرہ آیت میں سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام کو روح الامین کا لقب دیا گیا ہے، اور حدیث میں بھی اس قسم کا مضمون ملتا ہے چنانچہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللهم ایدنا بروح القدس“۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: الشعر فی المسجد، رقم: ۴۵۳، ص ۷۸)

کیا قرآن کے علاوہ دیگر احکام کی بھی وحی ہوتی؟

۲..... اس بارے میں کہ کیا قرآن کے علاوہ دیگر احکامات کی بھی وحی ہوتی تھی؟، یعنی وحی متلو کے علاوہ غیر متلو کی بھی وحی ہوتی تھی۔ اس بارے میں علامہ آلوسی کہتے ہیں سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر الفاظ قرآن لے کر نازل ہوتے تھے، جو کہ لوح محفوظ میں بیت العزت میں ہوتا تھا جب جبرائیل امین علیہ السلام کو قرآن مجید کے نازل کرنے کا حکم ہوتا تو وہ اس کو لوح سے محفوظ کر لیتے یا ان کی طرف قرآن کی وحی کی جاتی اور اس کو لے کر نازل ہوتے، جیسا کہ بعض متقدمین کا کہنا ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بغیر کسی تغیر و تبدل کے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب قرآن القاء فرماتے۔ بعض کا کہنا ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام پر قرآن کے معانی نازل کئے جاتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان معانی کو اپنے الفاظ سے تعبیر کرتے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ﴿بللسان عربی مبین روشن عربی زبان میں﴾ (الشعراء: ۱۹۰) اور اگر ایسا مان لیا جائے تو پھر وحی متلو اور غیر متلو میں کوئی فرق ہی نہ رہے۔

☆..... حضرت حارث بن ہشام کہتے ہیں کہ انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کس طرح آتی ہے؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کبھی کبھی مجھ پر وحی ٹھنسی کی آواز کی طرح آتی ہے، اور وہ مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے، پس وحی مجھ سے منقطع ہوتی ہے اور میں اس کو یاد کر چکا ہوتا ہوں، اور کبھی میرے پاس فرشتہ آدمی کی شکل میں آتا ہے، پس وہ مجھ سے کلام کرتا رہتا ہے اور میں اس کے کلام کو یاد کرتا رہتا ہوں“، حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں میں نے انتہائی سردوں میں دیکھا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار منقطع ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا ہوتا۔ (صحیح البخاری، کتاب بدء الوحي، باب: کیف کان بدء الوحي، رقم: ۲، ص ۱)

اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی کہتے ہیں: سیکھنے سکھانے کے لئے اللہ جل جلالہ نے قائل و سامع دونوں کے مابین مناسبت رکھی، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ صحابہ کرام نے سرکار سے وحی کے حوالے سے کیوں سوال فرمائے؟ تو اس کا جواب میں (علامہ عینی) یہ دو نکات کہ دونوں کی طمانیت مقصود تھی، انہیں کوئی خدشہ نہیں تھا بلکہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان امور کے بارے میں سوال کرتے جن کا ادراک انسان حس سے نہیں کر سکتا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس کی خبر بھی دیتے، صحابہ کرام کو اس بارے میں کوئی ناپسندیدہ بات دامن گیر نہ تھی۔ (عمدۃ القاری، کتاب بدء الوحي، کیف کان بدء الوحي، رقم: ۲، ج ۱، ص ۸۱ وغیرہ)

بعض علماء کہتے ہیں کہ مان لیا کہ قرآن مجید کو جبرائیل امین علیہ السلام ہی نازل کرتے تھے (جس کی تحقیق تو اتر سے ثابت ہے)، لیکن وہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر قرآن لے کر نازل نہ ہوتے بلکہ ایسا اغلب و اکثر اوقات ہوتا تھا کیونکہ شیخ محی الدین ابن عربی نے ”الفصوحات مکیہ، باب: ۱۳“ میں لکھا ہے کہ جو فرشتہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر نازل ہوتا تھا اس کی دو قسمیں ہیں، کبھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر وحی نازل کرتا تھا اور کبھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جسمانی صورت میں آتا تھا، جو وحی لے کر آتا وہ اس وحی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں القاء کر دیتا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے تھے اور کبھی وہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصر پر القاء کر دیتا تھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے اور سننے سے حاصل ہونے والی وحی مساوی ہوا کرتی تھی، لیکن یہ قول درست نہیں ہے بلکہ قرآن مجید ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب

اطہر ہی پر نازل ہوا ہے۔ بعض دیگر امور میں دیگر طریقے اختیار کئے گئے ہیں جیسا کہ احادیث میں بھی ہے کہ بعض اوقات فرشتہ آپ ﷺ کے پاس جسمانی صورت میں (حضرت وحیہ کلبی کی شکل میں) بھی آتا تھا۔
(روح المعانی، الجزء: ۱۹، ص ۱۶۷)

عربی زبان کے علاوہ قرآن کو پڑھنا:

سچ..... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا جو کہ اسی قسم کا تھا، ہم مسئلہ اور جواب بحینہ لکھ رہے ہیں۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی معنی نماز کے نہیں جانتے اور نہ کلمہ شریف کے معنی جانتے ہیں، پس جانتا معنی کلمہ شریف اور نماز کے اوپر عمل کرنا بہت ہی ضرور ہے، پس اگر اہل عرب جاننے والے عربی میں پڑھیں اور باقی اہل زبان اپنی اپنی زبان میں عربی کا ترجمہ کر کے پڑھیں تو نماز درست و صحیح ہے یا نہیں، یعنی انگریزی خواں انگریزی میں ناگری خواں ناگری میں اور اردو والے اردو میں بخجگانہ نماز پڑھیں، بینوا تو جروا۔

الجواب

مگر ایسی کہہ کر نہیں آتی، مگر ایسی کا پہلا پھاٹک یہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباع سبیل مومنین کی قدر نکل جائے، تمام امت مرحومہ کو بیوقوف جانے اور اپنی رائے الگ جانے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں یہی عجیبی لوگ مشرف باسلام ہوئے، حضرت بلال حبشی، حضرت صہیب رومی، حضرت سلمان فارسی و ابو ہریرہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں جو ہزاروں بلاد عجم فتح ہوئے، لاکھوں عجیبی مشرف باسلام ہوئے، کبھی بھی حکم فرمایا؟ کہ تم لوگ اپنی زبان میں نماز پڑھا کرو، اب تیرہ سو برس کے بعد یہ مصلحت بعض ہندی بے علموں کو سوجھی، اس قدر کا ملاحظہ اتنا سمجھنے کو کافی ہے کہ یہ الہام رحمن نہیں بلکہ وسوسہ شیطان، قرأت قرآن فرض ہے اور وہ خاص عربی ہے غیر عربی میں ادا نہ ہوگی اور نماز نادرست ہوگی اور اس کے ماوراء میں گنہگاری ہے، ہاں جو عاجز محض ہو تو مجبوری کی بات جدا ہے۔
واللہ اعلم

(الفتاویٰ الرضویہ معترضہ، باب القرائۃ، ج ۶، ص ۳۲۳)

متذکرہ بالا مسئلے میں علامہ علاء الدین حصکفی کہتے ہیں: نماز کو بغیر عربی زبان کے شروع کرنا جائز ہے چاہے کوئی بھی زبان ہو، علامہ البرودی نے فارسی زبان کی تخصیص کی ہے کیونکہ اس کی فضیلت حدیث میں وارد ہوئی: "لسان اهل الجنة العربية والفسارسية الدریة یعنی اہل جنت کی زبان عربی اور فارسی ہوگی"۔ امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ شرط لگائی کہ وہ عربی میں پڑھنے سے عاجز ہو اور خطبہ و نماز کے تمام اذکار میں بھی یہی اختلاف ہے کہ ان کو غیر عربی میں پڑھنا کراہت تزیہ کے ساتھ صحیح ہے۔ اور اگر وہ عربی میں قرآن پڑھنے سے عاجز ہے تو اس کا نماز میں غیر عربی میں قرائت کرنا بالاجماع جائز ہے۔ قرائت میں عجز کی قید لگائی ہے، کیونکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اپنے قول سے صاحبین کے قول کی جانب رجوع فرمایا تھا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ یحییٰ نے نماز کے شروع کرنے کا حکم بھی نماز میں قرائت کرنے کی مثل لکھا ہے لیکن سلف نے اس طرح نہیں کہا اور نہ اس قول کی تقویت میں کوئی سند ہے، بلکہ تاتارخانیہ نماز کے شروع کرنے کو تلبیہ کی مثل کہا ہے پس ظاہر یہ ہے کہ صاحبین نے امام ابو یوسف کے قول کی طرف رجوع کیا ہے، نہ کہ امام اعظم کے قول کی جانب رجوع کیا ہے، اس کو یاد رکھنا کیونکہ اکثر فقہاء پر یہ چیز مخفی ہے حتیٰ کہ علامہ شرملائی پر بھی۔

علامہ شامی کہتے ہیں: امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ نماز میں عربی میں قرائت کرنا شرط ہے، ہاں اگر کوئی عاجز ہو تو وہ فارسی میں قرائت کر سکتا ہے، پہلے امام ابو حنیفہ بغیر عجز کے بھی فارسی میں قرائت کو جائز کہتے تھے، پھر انہوں نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا، کیونکہ نماز میں قرآن کو پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن کی تعریف یہ ہے "وہ الفاظ عربیہ جو معظم ہیں اور نازل شدہ

ہیں اور مصاحف میں مکتوب ہیں اور جو نقل متواتر سے منقول ہوں۔ جو عجیبی زبان میں پڑھا گیا ہو یا لکھا گیا ہو اس کو مجازاً قرآن کہا جاتا ہے، اسی لئے اس سے قرآن کی نفی نہیں کی جاتی۔ اس دلیل کی قوت کی وجہ سے امام اعظم نے ان کے قول کی طرف رجوع کر لیا اور فارسی میں نماز شروع کرنے کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی دلیل قوی ہے کیونکہ نماز کو شروع کرنے سے مطلوب ذکر اور تعظیم ہے اور یہ کسی بھی لفظ سے اور کسی بھی زبان سے حاصل ہو جاتا ہے خواہ وہ عربی اچھی طرح پڑھ سکتا ہو یا نہیں۔

علامہ حاکمی کہتے ہیں: اگر اس نے نماز میں فارسی میں قرآن پڑھایا تو رات یا انجیل پڑھی، اگر اس نے قصہ پڑھا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اللہ ﷻ کا ذکر پڑھا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

علامہ شامی کہتے ہیں: اگر اس نے عربی میں قرأت پر قدرت کے باوجود فارسی میں قرآن پڑھایا تو رات پڑھی تو اگر اس نے قصہ پڑھا ہے تو محض اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور فصیح القدیو میں ہے کہ اگر اس نے فارسی میں قرآن کے کسی قصہ یا امر یا نہی کو پڑھا تو محض اس کے پڑھنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس وقت وہ اس قرآن کے ساتھ کلام کر رہا ہے جو غیر قرآن ہے۔ اس کے برخلاف اگر اس نے فارسی میں قرآن مجید کا وہ حصہ پڑھا ہے جس میں اللہ ﷻ کا ذکر ہے یا اس کی شرک اور ولد وغیرہ سے تزیہ ہے تو اس صورت میں اس کی نماز اس وقت فاسد ہو جائے گی جب وہ اسی پڑھنے پر اختصار کرے اور عربی میں قرأت نہ کرے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب: صفة الصلوٰۃ، مطلب فی حکم القرائۃ بالفارسیۃ او التورۃ، ج ۲، ص ۱۳۳)

عذاب الہی ﷻ جلد طلب کرنا:

۳..... مشرکین کا عذاب کی جلدی کرنا، ان کی ہٹ دھرمی پر بین دلیل ہے۔ اور ایسا کرنے والے وہی ہو سکتے ہیں جو اللہ ﷻ کا خوف نہ رکھتے ہوں، اور خوف کیونکر ہو، جسے یہ احساس ہی نہیں کہ اللہ ﷻ کے حضور پیش ہونا، جو اللہ ﷻ کو واحد مانتا ہی نہیں، جو قیامت، قبر و آخرت ہی کا انکار کرتا ہے۔ اب آسمان ٹوٹ کر گرنے کی خواہش کریں یا زمین پھٹنے کی آرزو ہو، خواہ بجلیاں گرنے کی جستجو کرے یا کسی اور عذاب کی خواہش ہو، الغرض عذاب کی خواہش کرنا ایسے ہی شخص کا کام ہو سکتا ہے جو اللہ ﷻ کی معرفت نہ رکھتا ہو اور اس کی قدرت میں شک و شبہ کا شکار ہو۔

کیا جرم کے بغیر عذاب دینا اللہ کی جانب سے ظلم کرنا ہے؟

۵..... اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔ اللہ ﷻ کی مشیت و نشاء یہی ہے کہ اللہ ﷻ ہدایت کے لئے حضرات انبیاء کرام کو بھیجتا ہے اور لوگ نہ مانیں تو پھر عذاب کا نزول ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس آیت کا مفہوم مخالف لیا جائے تو یہ بات جانی جاسکتی ہے کہ اگر اللہ ﷻ بغیر ڈرانے والے بھیجے عذاب کرے تو یہ اس کا ظلم ہوگا (معاذ اللہ ﷻ)، ہر چند کہ اللہ ﷻ ایسا نہیں کرتا کہ بغیر ڈرانے والے کے بھیجنے کے عذاب کرے لیکن اگر ایسا کرے تو اس کی طرف سے بندوں پر ظلم کرنا نہ کہلانے گا کیونکہ اللہ ﷻ خالق ہے اور خالق و مالک اپنی مخلوق کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اب عمل کلام شارع کے علاوہ میں مفہوم مخالف کے معتبر ہونے پر ہے، کیونکہ کلام شارع میں صراحت کسی چیز کے مذکور ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا فائدہ اس کے ماسوا کی نفی کرنا ہے کیونکہ کلام شارع بلاغت کا سرچشمہ ہے، کبھی اس سے مراد کچھ اور ہوتا ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کے اس فرمان میں ہے ﴿وَرَبَّالْحَمْدِ لِلَّهِ فِي حُجُورِكُمْ أَلَسْتُمْ فِيهَا﴾ اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں (النساء)

۲۳: ﴿اس آیت مبارکہ میں فسی ح وجور کم کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ عموماً یہ لڑکیاں دوسرے شوہر کی پرورش میں رہتی ہیں اس لیے اسے ذکر کر دیا، اور بہر حال لوگوں کا کلام اس طرح کے فوائد سے خالی ہوتا ہے اسی بناء پر ان (یعنی لوگوں) کے کلام سے مفہوم مخالف لینے پر استدلال کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ چیز خود ان کے مابین متعارف ہے۔ السیور الکبیر میں شارح نے تصریح کی ہے کہ ”جو شے عرف سے ثابت ہو نص سے ثابت شدہ کی طرح ہوتی ہے“ یہ قول فقہاء کے اس قول کے قریب ہے ”المعروف کا المشروط“ تو اس صورت میں جو چیز عرف سے ثابت ہوگی تو وہ اسی طرح ہوگی جیسا کہ خود قائل نے اس بات کی تصریح کی ہو، پس اس کے موافق عمل کیا جائے گا اور یہی بات روایات کے مفہوم مخالف کے بارے میں بھی کہی جائے گی کیونکہ علماء کی عادت جاریہ ہے کہ وہ اپنی کتب میں قیودات اور شرائط وغیرہ اس بات پر تعبیر کرنے کے لئے ذکر کرتے ہیں کہ جس شے میں یہ قید وغیرہ موجود نہ ہو وہ حکم سے خارج ہے اور اس کا حکم منطوق (مذکور) کے حکم کے برخلاف ہے اور یہ چیز علماء کے مابین بلا تکلیف عام و معروف ہے اسی سبب سے اس بات کا کوئی مخالف نظر نہیں آیا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ کوئی کلی بات نہیں بلکہ اظہری ہے جیسا کہ تہستانی نے شرح نقایہ میں اس بات کو نہایت کی کتاب الحدود کی طرف منسوب کیا ہے اور غیر غالب کے بارے میں صاحب ہدایہ کا یہ قول ہے ”سنن الطہارۃ غسل الیدین قبل ادخالہما الاناء اذا استیقظ المعوضی من نومہ“ یہاں سوکر بیدار ہونے کی قید اتقائی ہے جو کہ الفاظ حدیث سے برکت لینے کے لئے ذکر کی گئی ہے ورنہ یہ سنت اکثر علماء کے نزدیک دونوں طرح کے افراد کو شامل ہے، خواہ وہ نیند سے بیدار ہو کر و نحو کر رہا ہو یا بغیر سوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ قید احترازی ہے اور اس کا مقصد اس شخص کو اس حکم خارج کرنا ہے جو پہلے سے بیدار ہو اور شمس الاممہ کروری علیہ رحمۃ اللہ اثنی کا اسی قول کی طرف میلان ہے۔

(درس عقود رسم المغنی، بحث: کلام شارع میں مفہوم کا اعتبار، ص ۱۹۱ وغیرہ)

☆..... ابن الدیلی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابی بن کعب کے پاس گیا اور کہا میرے دل میں تقدیر کے متعلق ایک شبہ پیدا ہو گیا ہے، آپ مجھے کوئی حدیث سنا دیں تاکہ اللہ ﷻ میرے دل سے اس شبہ کو نکال دے، انہوں نے کہا اگر اللہ ﷻ رحم فرمائے تو اس کی ان پر رحمت ان کے اعمال سے زیادہ بہتر ہے، اور اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کر دو، تو اللہ ﷻ اس کو اس وقت تک قبول نہ فرمائے گا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان لے آؤ۔ اور تم یہ یقین رکھو کہ جو مصیبت تم کو پہنچی ہے وہ تم سے ٹلنے والی نہیں تھی، اور جو چیز تم سے ٹل گئی وہ تم کو پہنچنے والی نہ تھی، اور اگر تم اس کے خلاف عقیدے پر مرے تو تم دوزخ میں داخل ہو جاؤ گے، ابن الدیلی نے کہا پھر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے اسی طرح کہا، پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا، پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح حدیث روایت کی۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الایمان، باب: القدر، رقم: ۷۷، ص ۲۹)

قریبی رشتے دار اور مومنین پر خاص رحمت کا برتاؤ:

۱..... بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ جب آیت مقدسہ ﴿وانذر عشیرتک الاقربین اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتے داروں کو ڈراؤ﴾ نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اے صفیہ بنت عبدالمطلب، اے فاطمہ بنت محمد، اے بنی عبدالمطلب تمہارے لئے اللہ ﷻ کے مال کا مالک نہیں ہوں مجھ سے میرے مال سے جو چاہو مانگ لو“۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اے قریشیوں! اپنی جان کا سودا اللہ ﷻ سے کر لو میں تمہیں

کچھ (عذاب الہی ﷻ) سے نہیں بچا سکتا، اے بنی عبدالمطلب میں تمہیں کچھ اللہ ﷻ کے (عذاب) سے بے پرواہ نہیں کر سکتا، اے عباس بن عبدالمطلب! میں تمہیں اللہ ﷻ کے (عذاب) سے بے پرواہ نہیں کر سکتا، اے صفیہ (سید عالم ﷺ کی چھوٹی) میں تمہیں کچھ (عذاب) سے بے پرواہ نہیں کر سکتا، اے فاطمہ بنت محمد میں تمہیں کچھ اللہ ﷻ کے (عذاب) سے بے پرواہ نہیں کر سکتا۔“

☆..... ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آیت مقدسہ ﴿وانذر عشیرتک الاقربین اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتے داروں کو ڈراؤ: الشعراء: ۲۱۴﴾ نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ کو وہ صفا پر چڑھے اور لوگوں کو متوجہ کر کے فرمانے لگے: ”اے لوگوں! اے فلاں بن فلاں، اے فلاں بن فلاں، اے بنی عبدالمطلب، اے بنی عبدمناف، لوگ ان کی جانب متوجہ ہوئے تو مزید فرمایا: ”اگر میں تمہیں خبر دوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے گھوڑوں پر سوار لشکر آ رہا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟“ لوگوں نے کہا کیوں نہیں ہم نے آپ ﷺ کو کبھی جھوٹ بولتا نہیں پایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔“

☆..... ابن جریج کہتے ہیں کہ جب آیت مقدسہ ﴿وانذر عشیرتک الاقربین اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتے داروں کو ڈراؤ: الشعراء: ۲۱۴﴾ نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ اپنے اہل بیت اور دیگر عزیز واقارب سے ابتداء فرمائی، جس سے مسلمانوں کو صدمہ ہوا، اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں پر﴾ الشعراء: ۲۱۵﴾۔
(الطبری، الجزء: ۱۹، ص ۱۳۶ وغیرہ)

خیر و شر کا اختیار دینا:

یے..... متذکرہ آیت میں اگرچہ خطاب نا فرمانوں کو ہے کہ ﴿ان عصوک فقل انی بریء مما تعملون تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرما دو میں تمہارے کاموں سے بے علاقہ ہوں﴾ الشعراء: ۲۱۶﴾ لیکن سبق سب کے لئے ہے۔ اللہ ﷻ نے دنیا بتائی اور اس میں طرح طرح کی رنگینیاں سجادیں۔ نیکی و بدی کے راستے علیحدہ علیحدہ بیان کر دیئے۔ جنت و دوزخ کی نعمتیں پیدا کر دیں۔ اب انسان کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ چاہے تو نیکی کے راستے پر چل کر اللہ ﷻ کو راضی کرتے ہوئے دخول جنت کی کوشش کرے اور چاہے تو بُرائی کا راستہ اختیار کرے اور اللہ ﷻ کی ناراضگی والے کام کر کے دخول نار کا مستحق ٹھرے۔ اللہ ﷻ نے اپنے پاک کلام میں صاف فرمادیا: ﴿ولنبلوکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والشمرات وبشر الصبورین اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو﴾ البقرہ: ۱۵۵﴾۔ نظام دنیا میں خوف و بھوک، مال و اسباب کی کمی بیشی، جان و مال کا ہلاک و برباد ہونا، بچلوں کی کمی و زیادتی، القرض کیا کچھ اس کائنات بے ثبات میں انسان کے ساتھ نہیں ہوتا لیکن فلاح و کامرانی صرف صبر والوں کے لئے ہے۔ یعنی چاہے تو ان آزمائشوں پر بے صبر ہو کر رب العالمین ﷻ کی ناراضگی والے کام کرے اور چاہے تو اللہ ﷻ کی رضا والے کاموں میں مصروف ہو جائے، چاہے تو آخرت کی بہتری والے اعمال کرے اور چاہے تو اپنی عاقبت تباہ و برباد کر لے۔

کیا ترک اسباب ہی توکل ہے؟

☆..... حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”میری امت میں سے ستر ہزار افراد بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوئے، یہ وہ لوگ ہیں جو نہ داغ لگواتے ہوئے اور نہ دم کرتے ہوئے اور نہ بدفالی نکالتے ہوئے اور صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے۔“
(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: ومن یتوکل علی اللہ، رقم: ۶۴۷۲، ص ۱۱۲۲)

علامہ عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ٹوٹکا وغیرہ جو تعویذ کی صورت میں ہوتا ہے اور آفت یا فتنہ مثلاً بخار والے یا مرگی

والے کو دیا جاتا ہے اور بعض احادیث میں اس کا جواز پایا جاتا ہے اور بعض میں نیت کا اعتبار ہے کہ تعویذ دینے کی نیت کیا ہے؟۔ جیسا کہ فرمان مقدس نشان ہے: ”تعویذ طلب کرو کیوں کہ اس سے نظر اترتی ہے“۔ اور جہاں تک ممانعت کا تعلق ہے تو وہ ان ٹوکے کی ممانعت ہے جو عربی زبان اور اللہ ﷻ کے نام کے سوا ہوں (یعنی شیطانی عملیات ہوں)، جب کہ تعویذات کا ثبوت ملتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اچھے بڑے شگون لئے جاتے تھے جب کہ شریعت میں بڑا شگون ہونا کچھ نہیں۔ اور توکل یہ ہے کہ اپنے امور کو اللہ ﷻ کی جانب سونپ دیا جائے اور اسباب سے آنکھ نہ چرائی جائے کیونکہ توکل ترک اسباب کا نام ہی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب: ومن یتوکل علی اللہ، رقم: ۶۴۷۲، ج ۱۰، ص ۵۴۹، ملخصاً)

شعر گوئی کی شرعی حیثیت:

۹..... شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حنبلہ کی الشافعی اپنی معروف کتاب: ”الزواج عن اقتواف الکبائر“ میں لکھتے ہیں، حضرت سیدنا قاضی شریح علیہ الرحمۃ نے ”روضۃ الاحکام“ میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی عورت کے متعلق عشقیہ اشعار کہے اور فحش انداز میں اس کا ذکر کرے تو وہ فاسق ہے خواہ اس کا ذکر تفصیل سے کرے یا مختصر اور اگر اسے معین کرے اور وہ اس کی کنیر یا بیوی ہو تو وہ فاسق نہ ہوگا کیونکہ یہ کم حماقت ہے اور ایک قول کے مطابق اس کی گواہی مردود ہو جائے گی اور اگر وہ عورت اجنبی اور معین ہو تو وہ فاسق ہو جائیگا اور اگر غیر معین ہو تو فاسق نہ ہوگا۔ ایک قول کے مطابق غیر معین ہونے کی صورت میں بھی وہ فاسق ہو جائیگا کیونکہ یہ بھی گناہ ہے۔

حضرات سیخین (امام رافعی اور امام نووی علیہما الرحمۃ) کی عبارت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ وہ اس عمل سے فاسق نہ ہوگا اور اگر کہا جائے کہ اسکی گواہی مردود ہو جائے گی تو اس کی وجہ عدم مروت ہے نہ کہ فسق۔ ”الروضۃ“ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ قول زیادہ بہتر ہے کہ غیر معین عورتوں اور لڑکوں کے متعلق عشقیہ اشعار کہنے سے عدالت میں خلل نہیں آتا اگرچہ ایسے اشعار کی کثرت ہو کیونکہ عشقیہ اشعار کہنا ایک فن ہے اور شاعر کا مقصد محض کلام میں عمدگی لانا ہوتا ہے نہ کہ ذکر کی ہوئی بات کو ثابت کرنا۔ حضرات سیخین فرماتے ہیں: ”اگر وہ کسی ایسی عورت کا نام لے جسے جانتا نہ ہو کہ وہ کون ہے تب بھی یہی حکم ہونا چاہیے اور اگر شاعر معین عورت کے متعلق عشقیہ اشعار کہے یا اس کا فحش ذکر کرے یا اس کے پوشیدہ اعضا کی صفت بیان کرے تو اس کی گواہی مردود ہے۔“

زمانہ جاہلیت میں لوگ عشقیہ فسقیہ شاعری کہا کرتے، اللہ ﷻ کی بارگاہ میں اعتراض کرتے، بلکہ اُس دور کی جہالت کا کیا کہنا ہم تو اپنے دور کے جاہل شاعروں کا حال بھی دیکھتے ہیں۔ شاعر مشرق کے کلام میں کئی اشعار کفریہ شاعری پر مبنی ہیں مثلاً ”کلیات اقبال“ میں درج کفریہ اشعار درج ہیں:

(۱)..... اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی..... خطا کس کی ہے یارب! لامکاں تیرا ہے یا میرا

(یہاں اللہ کو خطا کا رکھ دیا جو کہ صریح کفر ہے)

(۲)..... اسی کو کب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن..... زوال آدم خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا

(اللہ کے لئے زیاں کاری کا لفظ اگرچہ استفہامیہ ہو کفر ہے)

(۳)..... تیرے شمشے میں نے باقی نہیں ہے..... بتا کیا تو مراساتی نہیں ہے

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم..... بخیلی ہے یہ رزاتی نہیں ہے (اللہ کو بخیل کہنا صریح کفر ہے)

(۴)..... چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال..... کرتا کوئی اس بندہ گستاخ کا موٹھ بند

(اللہ کی گستاخی کر کے اکڑنا صریح کفر و گمراہی ہے)

(۵)..... مجھے فریفتہ ساتھی جمیل نہ کر..... بیان حور نہ کر ذکر سلسبیل نہ کر
مقام امن ہے جنت، مجھے کلام نہیں..... شباب کے لئے موزوں تر ایام نہیں
شباب، آپ کہاں تک امیدوار رہے..... وہ عیش، عیش نہیں، جس کا انتظار رہے (جنت کی تحقیر کرنا کفر ہے)

(۶)..... تیری خدائی سے ہے میرے جنوں کو گلہ..... اپنے لئے لامکاں، میرے لئے چار سو
(اللہ کی شان میں اعتراض کرنا کفر ہے)

غالب کا حال بھی دیکھ لیں کہ اس نے کیا گل کھلائے ہیں:
(۷)..... ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن..... دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے
(یہاں جنت کی تحقیر کی جا رہی ہے جو کہ کفر ہے)

غزوہ خندق میں خندق کھودتے وقت سید عالم ﷺ نے کس طرح کلام شعری فرمایا:
(۸)..... وَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا..... وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اللہ کی قسم! اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے..... اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

(۹)..... فَأَنْزَلْنَا سَكِينَةً عَلَيْنَا..... وَثَبَّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَا قَبِيْنَا

سو تو ہم پر طمانیت نازل فرما..... اور اگر کافروں سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھنا۔

(۱۰)..... إِنْ الْأَوْلَىٰ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا..... إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَيْنَا

ان لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے..... جب یہ ہمارے خلاف فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم اس کا انکار کریں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: غزوة الخندق وهي الاحزاب، رقم: ۴۱۰۴، ص ۶۹۶)

اغراض:

ای ذکر القرآن: اس جملے سے یہ وہم دور ہوتا ہے کہ جو کہا جاتا ہے: ”پیشک ظاہرات یہ ہے کہ قرآن بنفس نفس ساری کتب ساوی میں ثابت ہے“۔ جب کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ذکر قرآن سے مراد اس کے اوصاف و اخبار کا بیان کرنا مقصود ہے، جو کہ سید عالم ﷺ پر نازل ہوا اور صحیح و حق پر مبنی کلام ہے۔ و اصحابہ: عبداللہ بن سلام کے چار ساتھی تھے، اسد، اسید، ثعلبہ، ابن یاسین، پانچواں علماء یہود میں سے تھا، جو اسلام کو اچھا جانتے تھے۔

جمع اعجم: اس کی اصل انجی یا انجی کے ساتھ ہے جسے خفت پیدا کرنے کی غرض سے حذف کر دیا گیا ہے، اور بھی ہو سکتا ہے کہ ”افضل فلاء“ سے جمع مذکر سالم (کو فیوں کے نزدیک ہونے کی بنا پر) پائے جانے والے وہم کو دور کرنے کے لئے لائی گئی ہو۔
ای لم یغن: یہ قول نئی کے معنی میں ہونے والے قول کے مساوی ہے۔

ردا لقول المشركين: قول کا قائل محذوف ہے، تقدیر کلام یہ ہے کہ شیطان ان (کافروں) کی زبان پر بولتا ہے، مراد اس سے کہانت والا کلام کرنا ہے۔

لكلام الملايكة: کلام سے مراد وحی ہو جو کہ حضرات انبیائے کرام کو اللہ ﷻ کی بارگاہ سے ہوا کرتی ہے تو شیطان اس سے یقیناً منزول ہیں اور ان تک ایسی بات نہیں اگر مراد عالم کے مغیبات ہیں تو پہلے پہل آسانی باتیں چھپ چھپا کر جان لیتے تھے لیکن جب سید

عالم ﷺ اس جہاں عالم میں جلوہ فرماں ہوئے تو انہیں آسمانوں سے روک دیا گیا، جب کبھی یہ آسمان کی جانب بلند ہوتے فرشتے انہیں انکاڑے مارتے، اور اب جب کہ شیاطین کے لئے آسمان کے دروازے بند ہو چکے ہیں اور ان کی کہانت والی باتیں ختم ہو چکی ہیں تو مشرکین کا قول بھی باطل معلوم ہوا کہ قرآن پاک شیطان لے کر حضور کی بارگاہ میں آتے ہیں۔

رواہ البخاری و مسلم: سید عالم ﷺ سے روایت ہے کہ فرمایا: ”اے قریش کے لوگوں! تم اپنی جانوں کی حفاظت کرو، تمہیں اللہ ﷻ کے (عذاب) سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی، اے عبدالمطلب کی قوم کے لوگوں! تمہیں اللہ ﷻ کے (عذاب) سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی، اے عباس بن عبدالمطلب کی قوم! تمہیں اللہ ﷻ کے (عذاب) سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی، اے صفیہ (سید عالم ﷺ کی پھوپھی) تمہیں اللہ ﷻ کے (عذاب) سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی، اے فاطمہ بنت محمد ﷺ میرے مال سے بے پرواہ ہو جاؤ تمہیں اللہ ﷻ کے (عذاب) سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی“، ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ جب سید عالم ﷺ صفا کی پہاڑی پر چڑھے تو ندا فرمائی: ”اے بنو نضر!، اے بنو عدی!، قریش کی وادیوں لوگ جمع ہونے لگے، یہاں تک کہ ابولہب و دیگر قریش قبیلے کے لوگ بھی آگئے، فرمایا: ”اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کی اس جانب سے ایک لشکر جزار مقابلے کے لئے آ رہا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں: ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں پایا، فرمایا: ”میں تمہیں سخت عذاب سے ڈرانے کے لئے آیا ہوں“ ابولہب بولا: تجھ پر توف ہے (معاذ اللہ)، کیا یہ کہنے کے لیے ہمیں جمع کیا تھا۔

السی الصلوة: سے خاص نماز مراد نہیں ہے کہ جہاد کے لئے کھڑا ہونا، خطبہ دینا اور لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی دعوت دینا ہے، اور اس کے علاوہ دیگر منقولات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، اور ارکان مخصوصہ کے لئے اس لئے خاص کر لیا گیا ہے کہ یہ شہادت کے بعد اسلام کا عظیم رکن ہے جیسا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے“۔
من الکھنۃ: جمع ہے کاہن کی، جو کہ مستقبل کی خبر دیتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ماضی کی خبر دیتے ہیں۔

وکان هذا قبل ان حجبست الشیاطین عن السماء: اس جملے اور ما قبل کی بحث میں باہم تناقض پایا جاتا ہے، لیکن یہ تناقض اللہ ﷻ کے فرمان ﴿انہم عن السمع لمعزولون﴾ (الشعراء: ۲۱۲) سے ختم ہو جاتا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ شیطانوں کو آسمان کی جانب بلند ہو کر خبریں لانے سے روک دیا گیا، المختصر۔

من اودیۃ الکلام و فنونہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ شعراء عرب کے ہر کلام میں لغویات و بے کار باتوں کا ذکر ہوتا تھا، اور ان وادیوں کا ذکر ہوتا جس کی جانب کسی کی توجہ ہی نہیں ہوتی تھی کہ وہ کہاں ہیں؟.....

من الشعراء: شعراء عرب میں حسان بن ثابت، عبد اللہ بن رواحہ، کعب بن مالک وغیرہ بھی ہوئے ہیں، جان لیں کہ مدح وہ محمود ہے جو شاعر محمود ہوا اور وہ مذموم ہے جو شاعر مذموم ہو۔
(الصاوی، ج ۴، ص ۲۴۳ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

سورة النمل مکية وهى ثلاث او اربع او خمس وتسعون آية

سورة النمل مکی ہے اور اس میں ترانوے، چورانوے یا پچانوے آیات ہیں

تعارف سورة النمل

اس سورت میں ۱۳۱ کلمات اور ۹۹ حروف ہیں، اس سورت کا تعلق مکی زندگی سے ہے جب کفار کی عداوت اپنے عروج پر تھی، غلط الزامات، طعن و تشنیع، بہتان طرازی وغیرہ کے معاملات کا سامنا مسلمانوں کو آئے دن کرنا پڑتا تھا۔ اس سورت کے آغاز میں قرآن مجید کی تعریف کی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ یہ کسی انسان کی کتاب نہیں جو تمام تر اغلاط سے پاک ہونے کا دعویٰ کرتی ہے بلکہ خالق کائنات کی کتاب ہے جو کہ شک و شبہات سے پاک ہے۔ اس سورت میں اس حقیقت کو بھی واضح کیا گیا ہے کہ اسلام نے روز قیامت پر ایمان لانے کو کیوں ضروری قرار دیا ہے؟ یہ عقیدہ اسلامی زندگی کو سنوارنے میں ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ متعدد مثالیں دے کر اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا چنانچہ فرعون کے ذکر سے وضاحت کی گئی، جس فرعون نے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے سرتوڑ کوشش کی وہ دنیا سے کس حال میں گیا اور اس کے ساتھ کیا عبرت ناک انجام ہوا اس کی مثال قرآن میں جگہ جگہ ملتی ہیں۔ تاہم ساتھ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر بھی کیا گیا جن کی سلطنت ملک گیر اور باعث درس و سبق آموز تھی کہ جہاں حاکم ایسے ہوں تو رعایا کا حال بھی ستمرا ہوتا ہے۔ ملکہ سبا کے تخت کا ذکر بھی کر دیا اور بیان کر دیا کہ ایک آن میں ولایت کی طاقت سے کرامات کے ظہور کے ذریعے معاملات کیسے حل کئے جاسکتے ہیں؟ سابقہ اقوام میں سے قوم ثمود اور قوم لوط کے حالات کو بیان کر دیا گیا، جس قوم میں آخرت پر ایمان نہیں ہوگا وہاں انفرادی اور اجتماعی کردار غلطیوں سے آلودہ ہی رہیں گے جس کی نظیر اسلامی مملکت پاکستان میں دیکھنے میں آرہی ہے کہ اگرچہ مسلمان نام کے ہیں لیکن اقتدار کے نشے میں کیا کچھ نہیں ہو رہا سب پر عیاں ہے۔ خیر ملک کے باشندے چونکہ تاجر تھے، سود کی لعنت میں گرفتار معاشرے کو تباہی کا سامنا تھا ساتھ ہی ہاتھوں کے بنے مجسموں کی پوجا عام تھی، تاہم سید عالم ﷺ کی طبیعت کی درستگی کے لئے تسلی خاطر کا اہتمام بھی خوب فرمایا ہے کہ اگر اندھا سورج کی روشنی کو نہیں دیکھ سکتا تو یہ اس کی بد قسمتی ہے ورنہ سورج تو روشنی دے رہا ہے۔ سرداران مکہ کی تمام تر غلط فہمیوں کا بھی ازالہ کر دیا گیا اور عام ہدایت کا پیغام ان جملوں میں دیا گیا: ﴿فمن اهتدى فانما يهتدى لنفسه﴾ (النمل: ۱۶)۔

رکوع نمبر: ۱۶

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿طس﴾ اللہ أعلم بمراده بذالك ﴿تلك﴾ هذه الآيات ﴿آيات القرآن﴾ آى آيات منه ﴿وكتاب مبين﴾ ﴿مُظْهِرُ الْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ عَطْفٌ بِزِيَادَةِ صِفَةٍ هُوَ ﴿هدى﴾ آى هَادٍ مِنَ الضَّلَالَةِ ﴿وبشرى للمؤمنين﴾ ﴿الْمُصَلِّينَ بِهِ بِالْجَنَّةِ﴾ الذين يقيمون الصلوة ﴿يأتون بها على وجْهها﴾ ويؤتون ﴿يُعْطُونَ﴾ الزكوة وهم بالآخرة هم يوقنون ﴿يَعْلَمُونَهَا بِالْإِسْتِدْلَالِ وَأَعْيَدُهُمْ لِمَا فُصِّلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ﴾

الخبر ﴿ان الذين لا يؤمنون بالآخرة زيناهم أعمالهم﴾ القبيحة بتزكيب الشهوة حتى زاواها حسنة ﴿فهم يعمهون﴾ (۳) ﴿يَخْتَرُونَ فِيهَا لِقُبْحَهَا عِنْدَنَا﴾ او لثك الدين لهم سوء العذاب ﴿أشدُّهُ فِي الدُّنْيَا الْقَتْلُ وَالْأَسْرُ﴾ وهم في الآخرة هم الاخسرون ﴿۵﴾ ﴿لِمَصِيرِهِمْ إِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِمْ﴾ وانك ﴿خِطَابَ لِلنَّبِيِّ ﷺ﴾ لتلقى القرآن ﴿أَي يُلْقَى عَلَيْكَ بِشِدَّةٍ﴾ من لدن ﴿مِنْ عِنْدِ﴾ حكيم عليم اللطيف ﴿۶﴾ ﴿فِي ذَلِكَ أَذْكَرٌ﴾ اذ قال موسى لاهله ﴿وَرَوْجِيهِ عِنْدَ مَسِيرِهِ مِنْ مَدْيَنَ إِلَى مِصْرَ﴾ انى انست ﴿أَبْصَرْتُ مِنْ بَعِيدٍ﴾ ناراً ساتيكم منها بخبر ﴿عَنْ حَالِ الطَّرِيقِ وَكَانَ قَدْ ضَلَّهَا﴾ او اتاكم بشهاب قيس ﴿بِالْإِضَافَةِ لِلْبَيَانِ وَتَرْكِهَا أَيْ شُعْلَةٌ نَارٍ فِي رَأْسِ قَبِيلَةٍ أَوْ عَوْدٍ﴾ لعلكم تصطلون ﴿۷﴾ ﴿وَالطَّاءُ بَدَلٌ مِنْ تَاءِ الْأَفْعَالِ مِنْ صَلَّى بِالنَّارِ بِكَسْرِ اللَّامِ وَفَتْحِهَا تَسْتَدْفِنُونَ مِنَ الْبَرْدِ﴾ فلما جاءها نودي ان ﴿بَانَ﴾ بورك ﴿أَي بَارَكَ اللَّهُ﴾ من في النار ﴿أَي مُوسَى﴾ ومن حولها ﴿أَي الْمَلَائِكَةُ وَالْعَكْسُ وَبَارَكَ يَتَعَدَّى بِنَفْسِهِ وَبِالْحَرْفِ وَيُقَدَّرُ بَعْدُ فِي مَكَانٍ﴾ وسبحن الله رب العلمين ﴿۸﴾ ﴿مِنْ جُمْلَةِ مَا نُودِيَ وَمَعْنَاهُ تَنْزِيهُ اللَّهِ مِنَ السُّوءِ﴾ يموسى انه ﴿أَي الشَّانُ﴾ انا الله العزيز الحكيم ﴿۹﴾ والى عصاك ﴿فَالْقَاهَا﴾ فلما راها تهتز ﴿تَتَحَرَّكُ﴾ كانها جان ﴿حَيَّةٌ خَفِيْفَةٌ﴾ ولى مدبرا ولم يعقب ﴿يَرْجِعُ قَالَ تَعَالَى﴾ يموسى لا تخف ﴿مِنْهَا﴾ انى لا يخاف لى ﴿عِنْدِي﴾ المرسلون صلوة ﴿۱۰﴾ ﴿مِنْ حَيَّةٍ وَغَيْرِهَا﴾ الا ﴿لَكِنْ﴾ من ظلم ﴿نَفْسَهُ﴾ ثم بدل حسنا ﴿آتَاهُ﴾ بعد سوء ﴿أَي تَابَ﴾ فانى غفور رحيم ﴿۱۱﴾ ﴿أَقْبَلَ التَّوْبَةَ وَاعْفِرْ لَهُ﴾ وادخل يدك فى جييك ﴿طَوِقِ الْقَمِيصِ﴾ تخرج ﴿خِلَافَ لَوْنِهَا مِنَ الْأَدْمَةِ﴾ بيبضاء من غير سوء ﴿بَرِّصَ﴾ لها شعاع يغشى البصر اية ﴿فِي تَسْعِ آيَاتٍ مُرْسِلًا بِهَا﴾ الى فرعون وقومه ﴿انهم كانوا قوما فسقين﴾ (۱۲) فلما جاءتهم ايتنا مبصرة ﴿أَي مُضِيئَةٌ وَاضِحَةٌ﴾ قالوا هذا سحر مبين ﴿۱۳﴾ ﴿بَيِّنٌ ظَاهِرٌ﴾ ووجدوا بها ﴿أَي لَمْ يَقْرَأُوا﴾ ﴿وَلَمْ يَسْتَقْبَلُوا﴾ استيقنتها انفسهم ﴿أَي تَبَيَّنُوا أَنَّهُا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ ظلما وعلوا ﴿تَكْبُرًا عَنِ الْإِيمَانِ بِمَا جَاءَ بِهِ مُوسَى رَاجِعًا إِلَى الْجُحْدِ﴾ فانظر ﴿يَا مُحَمَّدُ﴾ كيف كان عاقبة المفسدين ﴿۱۴﴾ ﴿الَّتِي عَلَّمْتَهَا مِنْ أَهْلَاكِهِمْ﴾

﴿ترجمہ﴾

طس (اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے) یہ (تلك بمعنى هذه الايات ہے) آیتیں ہیں قرآن اور روشن کتاب کی (یعنی حق کو باطل سے جدا کرنے والی، القرآن کا عطف کتاب مبین پر صفت کی زیادتی کی وجہ سے ہے) ہدایت (یعنی گمراہی و ضلالت سے ہدایت دینے والی ہیں) اور خوشخبری ایمان والوں کو (یعنی اس کی تصدیق کرنے والوں کے لئے جنت کی.....) وہ جو نماز پر پارکتے ہیں (یعنی تمام لوازمات کی رعایت کرتے ہوئے نماز ادا کرتے ہیں) اور دیتے ہیں (یعنی معطون ہے) زکوٰۃ..... اور

وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (یعنی دلائل کے ساتھ اس کا علم رکھتے ہیں، یہاں ہم یوفنون سے پہلے ہم کا دوبارہ تذکرہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اور اس کی خبر کے درمیان فاصلہ آ گیا تھا) وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے کروت ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے ہیں (یعنی وہ اپنے برے اعمال کو شہوت کی آمیزش کی وجہ سے اچھا گمان کرتے ہیں) تو وہ بھگ رہے ہیں (یعنی ہمارے نزدیک ان گناہوں کے نتیجے ہونے کی وجہ سے وہ ان میں حیران و ششدر ہو کر سرگرداں ہیں) یہ وہ ہیں جن کے لیے عذاب ہے برا (یعنی دنیا میں قتل اور قید و بند کی صعوبتوں سے بھی سخت) اور یہی آخرت میں سب سے بڑھ کر نقصان میں (اس لئے کہ ان کا ٹھکانا جہنم میں ابدی ہوگا) اور بیشک تم (یہاں خطاب سرور و دعا ﷺ سے ہے) قرآن سکھائے جاتے ہو (یعنی آپ ﷺ پر قرآن کریم بڑی سختی کے ساتھ القاء کیا جاتا ہے) اور حکمت والے علم والے کی طرف سے (من لدن بمعنی من عندہ ہے، اور اسی قرآن کریم میں ہے لہذا یاد کریں) جب کہ موسیٰ نے اپنی گھر والی..... بی..... سے (یعنی مدین سے مصر کی جانب جاتے ہوئے اپنی زوجہ محترمہ سے) کہا مجھے نظر پڑی ہے (دور سے دکھائی دے رہی ہے) ایک آگ، عنقریب میں تمہارے پاس اس کی کوئی خبر لاتا ہوں (راستے کے متعلق، اس لئے کہ وہ راستہ بھول چکے تھے) یا اس میں سے کوئی چمکتی چنگاری لاؤں گا (یعنی آگ کا ایک ایسا شعلہ جو کڑی وغیرہ کے سرے پر ہوتا ہے، بشہاب قبس میں اضافت بیان یہ ہے ساتھ بھی ہے اور اس کے ترک کے ساتھ بھی ہے) کہ تم تا پو (نصطلون میں طابندی ہوئی ہے تا امتعال سے، یہ اصل میں صلی بالنار سے کسر اور فتح دونوں کے ساتھ مشتق ہے، یعنی اس لئے کہ تم سردی سے بچنے کی خاطر آگ تا پ سو) پھر جب آگ کے پاس آیا..... بی..... ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ (یعنی اللہ تعالیٰ نے برکت دی اسے) جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے (یعنی موسیٰ) اور جو اس کے آس پاس میں (یعنی فرشتے ہیں، یا پھر اس کے برعکس مراد ہے، بارک متعدی بنفسہ اور متعدی بالحرف بھی ہوتا ہے، اور فی کے بعد مکان محذوف ہے، یعنی تقدیر کلام یوں ہوگی کہ من فی مکان النار) اور پاکی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا، (یہ جملہ من جملہ اس کلام میں سے ہے کہ جس سے ندا دی گئی، اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے) اے موسیٰ بات یہ ہے کہ (انہ میں ہضمیر شان ہے) میں ہی ہوں اللہ عزت والا حکمت والا، اور اپنا عصا ڈال دے (پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈال دیا) پھر موسیٰ نے اسے دیکھا لہر اتا ہوا (حرکت کرتا ہوا) گویا سانپ..... بی..... ہے (جان بمعنی حیۃ خفیفة ہے) پیٹھ پھیر کر چلا اور مڑ کر نہ دیکھا (یعنی لوٹ کر، تو اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا) اے موسیٰ اڈ نہیں (اس سے) بیشک میرے حضور (لذی بمعنی عندی ہے) رسولوں کو خوف نہیں ہوتا (سانپ وغیرہ سے) ہاں (الا بمعنی لکن ہے) جو کوئی زیادتی کرے (اپنے آپ پر..... بی.....) پھر بدلے بھلائی سے (یعنی نیکی کرے) برائی کے بعد (یعنی توبہ کر لے) تو بیشک میں بخشے والا مہربان ہوں (میں توبہ قبول کرتا ہوں اور اس کی بخشش فرماتا ہوں) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال (یعنی گریبان میں) نکلے گا (اپنی اصل رنگت یعنی گندی کے خلاف) سفید چمکتا بے عیب (ایسا سفید کہ جس کی چمک آنکھوں کو چندھیادے گی) نونشانوں میں (سے ایک کہ جن کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے) فرعون اور اس کی قوم کی طرف، بیشک وہ بے حکم لوگ ہیں..... بی.....، پھر جب ہماری نشانیاں آنکھیں کھولتی ان کے پاس آئیں (یعنی انتہائی واضح تو) بولے یہ تو صریح جادو ہے (مبین بمعنی بین ظاہر ہے) اور ان کے

منکر ہوئے (اور انہوں نے اقرار نہ کیا) اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا (یعنی انہیں اس بات کا یقین تھا کہ یہ نشانیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں) ظلم اور تکبر سے (یعنی انہوں نے تکبر کیا اس پر ایمان لانے سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کر تشریف لائے، نیز ما جاء بہ موسیٰ کا تعلق ان کے زبانی انکار سے ہے) تو دیکھو (اے سروردو عالم نور محمد ﷺ!) کیسا انجام ہوا فساد یوں کا (جیسا کہ آپ ﷺ ان کے ہلاک کرنے کے واقعہ سے آگاہ ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿طس تلك ایت القرآن و کتاب مبین﴾

طس. مبتدا محذوف ”هذه“ کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تلك مبتدا، ایت: مضاف، القرآن: معطوف علیہ، و: عاطفہ، کتاب مبین: معطوف ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هدی و بشری للمومنین﴾ الذين یقیمون الصلوة و یوتون الزکوة و هم بالآخرة یوقنون﴾

هدی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بشری: مصدر بافاعل، لام: جار، المومنین: موصوف، الذين: موصول، یقیمون الصلوة: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یوتون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، هم: مبتدا، هم: ثانیہ تاکید الاول، بالآخرة یوقنون: فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر حال، ملکر فاعل، الزکوة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ معطوف، ملکر ”ہی“ مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذين لا یؤمنون بالآخرة زینا لهم اعمالهم فهم یعمهون﴾

ان: حرف مشبہ، الذين: موصول، لا یؤمنون بالآخرة: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر اسم، زینا لهم اعمالهم: فعل بافاعل و ظرف لغو و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، هم: مبتدا، یعمهون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئك الذين لهم سوء العذاب و هم فی الآخرة هم الاخسرون﴾

اولئك: مبتدا، الذين: موصول، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، سوء العذاب: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، هم: مبتدا، فی الآخرة: ظرف مقدم، هم: ثانی تاکیدی الاول، الاخسرون: اسم تفضیل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانک لتلقى القرآن من لدن حکیم علیم﴾

و: مستاتفہ، انک: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، لتلقى: تعلقی الی القیاس، ان: فعل مجہول با نائب الفاعل، من: جار، لدن: مضاف، حکیم: موصوف، علیم: صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذ قال موسیٰ لاهله انی انست نارا﴾

اذ: مضاف، قال: فعل مجہول با نائب الفاعل، موسیٰ لاهله: جملہ فعلیہ قول، انی: حرف مشبہ و اسم، انست نارا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، فعل محذوف ”اذکر“ کیلئے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ساتیکم منها بخبر او اتیکم بشہاب قبس لعلکم تصطلون﴾

ساتیکم: فعل بافاعل و مفعول، منها: ظرف مستقر حال مقدم، خبر: ذوالحال، ملکر مجرور، ب: جار، ملکر ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ

او: عاطفہ، اتیکم: فعل بافاعل وکم ضمیر ذوالحال، لعلکم تصطلون: جملہ اسمیہ حال ملکر مفعول، ب: جار، شہاب قبس: مرکب توصلی مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ متناہفہ۔

﴿ فلما جاءها نودی ان بورک من فی النار ومن حولها ﴾

ف: عاطفہ، لسا: ظرفیہ شرطیہ، جاءها: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، نودی: فعل بانائب الفاعل، ان: مصدر یہ، بورک: فعل، من فی النار: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من حولها: موصول صلہ ملکر معطوف، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ وسبحن الله رب العلمین ﴾

و: متناہفہ، سبحن: مصدر مقفوف، اللہ: اسم جالات موصوف، رب العلمین: صفت، ملکر مضاف الیہ، فاعل ملکر شبیہ جملہ ہو کر "سبح" فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ یموسیٰ انه انا الله العزیز الحکیم ﴾ والی عصاک

یموسیٰ: نداء، انه: حرف شبہ و اسم، انا: مبتدا، اللہ: العزیز الحکیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بانداء، ملکر جملہ نداء، و: عاطفہ، والی عصاک: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ فلما رآها تهتز كأنها جان ولی مدبرا ولم یعقب ﴾

ف: عاطفہ، لسا: شرطیہ، رآ: فعل بافاعل، ها: ضمیر ذوالحال، تهتز: جملہ فعلیہ حال اول، كأنها جان: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ولی: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، مدبرا: حال ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لم یعقب: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ یموسیٰ لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون ﴾

یموسیٰ: نداء، لا تخف: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بانداء، ملکر قول محذوف "قال تعالیٰ" کیلئے مقول، ملکر جملہ قولیہ، انی: حرف شبہ و اسم، لا یخاف: فعل نفی، لدی: ظرف، المرسلون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ الا من ظلم ثم بدل حسنا بعد سوء فانی غفور رحیم ﴾

الا: حرف استثناء، من: موصولہ، ظلم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، بدل: فعل بافاعل، حسنا: موصوف، بعد سوء: ظرف متعلق بمحذوف صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، انی غفور رحیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "المرسلون" مستثنیٰ منہ سے مستثنیٰ واقع ہے۔

﴿ وادخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء ﴾

و: عاطفہ، ادخل یدک: فعل امر بافاعل ومفعول، فی جیبک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اللی عصاک" پر معطوف ہے، تخرج: فعل "ھی" ضمیر ذوالحال، بیضاء من غیر سوء: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿ فی تسع ایت الی فرعون وقومه انہم کانوا قوما فسقین ﴾

فی تسع ایت: ظرف مستقر اول، الی فرعون وقومه: ظرف مستقر ثانی، فعل محذوف "اذہب" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ متناہفہ، انہم: حرف شبہ و اسم، کانوا قوما فسقین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فلما جاءتهم ایتنا مبصرة قالوا هذا سحر مبین﴾ ۵

ف: عاطفہ، لہذا شرطیہ، جاء تہم: فعل ومفعول، ایتنا: ذوالحال، مبصرة: حال، ملکر فاعل ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قالوا: قول، هذا سحر مبین: جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وجحدوا بہا واستیقنتھا انفسہم ظلما وعلوا﴾

و: عاطفہ، جحدوا: فعل واو ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، استیقنتھا: فعل ومفعول، انفسہم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ حال اول، ظلما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، علوا: معطوف، ملکر حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "قالوا" پر معطوف ہے۔

﴿فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین﴾ ۵

ف: فصیحیہ، انظر: فعل امر بافاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبۃ المفسدین: اسم ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

انعامات جنت کا بیان:

۱..... ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس آیت ﴿ولمن خاف مقام ربہ جنتان اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں﴾ (الرحمن: ۴۶) سے مراد یہ لیا ہے کہ ساتتین (صحابہ کرام) کے لیے سونے اور تالیحین کے لیے چاندی کی جنت ہوگی۔

☆..... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت کے سو درجات ہیں اور ہر دو جنتوں کے مابین آسمان وزمین کا فاصلہ ہے اور جنت الفردوس سب سے بڑا درجہ ہے، اور جنت الفردوس میں چار نہریں بہتی ہیں، اس جنت کے اوپر عرش ہے، جب تم اللہ سے جنت کا سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔"

☆..... ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قرآن کی ہر آیت کا جنت میں ایک درجہ ہے، اور تمہارے گھروں کا چراغ ہے۔

☆..... بی بی عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت کے درجات کی تعداد قرآن کی آیات کی تعداد کے برابر ہے، پس جو قرآن پڑھنے والا جنت میں داخل ہو جائے گا تو اس کے اوپر جنت کا کوئی درجہ نہ ہوگا۔"

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت میں درجات ہیں جس میں صرف تین ہی قسم کے لوگ داخل ہو سکیں گے، امام عادل، صلہ رحمی کرنے والا، اپنے عیال کے معاملے میں صبر کرنے والا کہ جو کمائے حسب حیثیت اُن پر خرچ کرتا ہے۔" (البدور السافرة، باب عدد الجنان واسماہا، رقم ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۱۷، ۱۷۱۹، ۱۷۲۴، ص ۴۹۴ وغیرہ)

☆..... اہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جس میں سے ایک دروازے کا نام "الریان" ہے جس میں صرف روزہ دار ہی داخل ہو سکیں گے۔"

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو اپنے گھروالوں پر خرچ کرتا ہے اُسے جنت کے

دروازے سے ندا کی جائے گی اور کہا جائے گا اے بندے یہ تیرے لیے بھلائی ہے، نمازیوں کو نماز والے دروازے سے، روزے داروں کو باب الریان سے، صدقہ ادا کرنے والوں کو باب الصدقہ سے، جہاد کرنے والوں کو باب الجہاد سے، ابو بکر صدیق نے عرض خدمت کی یارسول اللہ ﷺ! کیا کوئی ایسا ہے جسے ہر دروازے سے نکالایا جائے تو سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں، تم انہی میں سے ہو۔

☆..... ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جنت میں ایک دروازہ ہے جسے باب الفرح کہتے ہیں اور اس دروازے سے وہی داخل ہو سکے گا جو بچوں کو خوش رکھے گا۔“

☆..... ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص پانچ نمازیں ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، زکوٰۃ ادا کرے، سات کبیرہ گناہوں سے بچے، اس کے لیے قیامت کے دن جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔“

☆..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو مومن کو کھانا کھلائے یہاں تک کہ وہ پیٹ بھر کے کھالے، اللہ اسے جنت کے دروازے میں داخل کرے گا جس میں اسی کے مثل لوگ داخل ہونگے۔“

☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اپنے ایمان کے ساتھ تین چیزیں لائے، جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے، جس حور سے چاہے نکاح کر لے، وہ تین چیزیں یہ ہیں، (۱)..... قرض کی ادائیگی احسن طریقے سے کرے، (۲)..... نقصان پہنچانے والے کو معاف کر دے، (۳)..... ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھے۔“

☆..... بی بی عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس کی دو بیٹیاں، دو بہنیں، دو پھوپھیاں یا دو خالائیں ہوں اور وہ ان کی کفالت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔“

(البلدورالسافرة، باب عدد ابواب الجنة، رقم: ۱۷۳۹، ۱۷۴۱، ۱۷۴۶، ۱۷۵۰، ۱۷۵۴، ۱۷۵۷، ۱۷۶۱، ص ۵۰۲)

☆..... ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جنتیوں کے کمرے ایسے نظر آئیں گے جیسے اُفق مشرق و مغرب سے ستارے دکھائی دیتے ہیں، صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ یہ مقام تو فقط حضرات انبیائے کرام کے ہونگے کوئی اور اس کو نہ پاسکے گا؟ جواب ارشاد فرمایا: ”کیوں نہیں، جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے اللہ پر ایمان والے اور رسولوں کی تصدیق کرنے والے بھی اس مقام کو پائیں گے۔“

☆..... ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بیٹنگ جنت میں ایک کمرہ ہے جس کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے نظر آتا ہے، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کس کے لیے ہے؟ ارشاد فرمایا: ”جو صاف ستمرا کلام کرے (یعنی فحش گوئی نہ کرے)، لوگوں کو کھانا کھلائے، اور رات قیام کی حالت میں گزارے جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔“

☆..... عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ادنی درجے کے جنتی کا جنت میں موتیوں سے بنا ہوا گھر ہوگا جس میں کمرے اور دروازے بھی ہونگے۔“

☆.....عمران بن حصین اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ سے اس آیت (وَمَسَاكِنُ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ (النور: ۷۲)) کے بارے میں سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: ”جنت کے محل موتی کے ہونگے اور اس محل میں ستر کمر ہونگے جو کہ سُرخ یا قوت کے بنے ہونگے اور ہر کمر میں ستر کمرے ہونگے جو سبز زمرّہ کے ہونگے، اور ہر کمرے میں ستر تخت ہونگے جس کے اوپر ستر بچھونے ہر رنگ کے ہونگے اور ان بچھونوں پر جوڑیں اُس کی زوجیت میں ہونگی، ہر کمرے میں ستر دسترخوان ہونگے جس میں ستر رنگ کے (لذیذ) کھانے ہونگے۔

(البدور السافرة، باب غرف الجنة وقصورها وبيوتها ومسكنها برقم: ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۸۰۰، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴ ص ۵۱۲ وغیرہ)

☆.....ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ”دنیا میں جنت کی مثل سوائے نام کے کوئی چیز نہیں“۔ انہی سے روایت ہے کہ ”جنت کے پھلوں کی لمبائی دس ہاتھ ہے جس میں گھٹلی نہیں ہے“۔

☆.....ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں نے جنت کے انار کو دیکھا تو وہ اونٹ کی پالان نما بڑا تھا“۔

(البدور السافرة، باب ثمرات الجنة، رقم: ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸ ص ۵۳۲ وغیرہ)

☆.....نسائی نے زید بن ارقم سے روایت کی کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی، اے ابوالقاسم! کیا آپ کا گمان ہے کہ جنتی جنت میں کھائیں گے اور پیئیں گے؟ سید عالم ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا: ”قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، وہ شخص جسے سو آدمی کی جماعت دی گئی وہ بھی کھائیں، پیئیں، جماع اور شہوت پوری کریں گے“، اُس شخص نے عرض کی: کیا کھانے پینے (کے بعد) کوئی حاجت بھی ہوگی؟ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ان کی حاجت جسم کی کھالوں سے خوشبودار پسینے کی صورت میں نکلے گی، اور جب ایسا ہو جائے تو (جان لینا) کہ کھانا ہضم ہو چکا“۔

☆.....ابو نعیم نے ابراہیم التیمی سے روایت کیا ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ جنتی شخص کو سو آدمیوں کی مقدار میں شہوت اور خوراک دی جائے گی اور جب وہ کھالے گا تو پاکیزہ شراب سے سیراب ہوگا جو کہ اس کی کھال سے مشک کے دانوں کی طرح پسینے کی صورت میں نکلے گی پھر اس کی شہوت دوبارہ لوٹا دی جائے گی۔

☆.....حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ”جنتی جنت میں کھائیں اور پیئیں گے لیکن بول و براز (پیشاب پاخانہ) نہ کریں گے نہ ہی تھوکیں گے اور نہ ہی ناک کی گندگی ہوگی، ہاضمہ خوشبودار ڈکار اور پسینے کی صورت میں ہوگا، پھر شہوت لوٹا دی جائے گی“۔

(البدور السافرة، باب طعام اهل الجنة، رقم: ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶ ص ۵۳۵ وغیرہ)

☆.....ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جنت کی نہروں کے نام سحجان، جیحان، نیل اور فرات ہیں۔“

☆.....بیہقی نے حضرت کعب سے روایت کی ہے کہ نہر نیل سے مراد شہد کی نہر ہے، نہر الدجلتہ سے مراد دودھ کی نہر ہے، نہر الفرات سے مراد شراب کی نہر ہے اور نہر السحجان سے مراد (پیشے) پانی کی نہر ہے۔

☆.....ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہ کی تو آخرت میں اُسے شراب پینے کو نہ ملے گی“۔

(البدور السافرة، باب انهار الجنة وعمونها برقم: ۱۹۲۲، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷ ص ۵۳۹)

☆.....ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہ پہنے گا“۔

☆..... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”(مردوں) کرشم نہ پہنو، سونے چاندی کے برتن میں نہ کھاؤ پیو، اور بڑے چوڑے پیالے میں کھانا نہ کھاؤ، کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور تمہارے لیے آخرت میں (حلال) ہے۔“
☆..... ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی جنتی ایسا نہیں ہوگا کہ اُس کے لیے طوبی (جنت) کا ایک باغ (آراستہ نہ کیا جائے، وہ اُس باغ میں جائے گا اور جو چاہے سفید، سرخ، سبز، زرد، سیاہ چیز اپنی پسند کی حاصل کر لے۔“

(البدور السافرة، باب لباس اهل الجنة، رقم: ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۲، ص ۵۴۶)

فرضیت نماز و زکوٰۃ کا بیان:

ع..... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے رسالے ”جماع التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بیان میں“ فرماتے ہیں: ”در مختار، کتاب الصلوٰۃ“ کے آغاز میں ہے کہ نماز باقاعدہ طور پر معراج میں فرض ہوئی تھی، اس سے پہلے صرف دو نمازیں تھیں، ایک طلوع سے پہلے اور ایک غروب سے پہلے۔ اور ”المواہب، فصل اول“ میں جہاں اولین ایمان لانے والوں کا ذکر ہے، اس سے تمہوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل نے کہا کہ ابتداء میں نماز صرف دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں کیونکہ اللہ ﷻ فرماتا ہے: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْابْكَارِ﴾۔ ”فتح الباری“ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ معراج سے پہلے تو نماز یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں! تو کہا گیا کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک نماز غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ ﷻ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾۔

(الفتاویٰ الرضویہ معرجه، کتاب الصلوٰۃ تحت رسالہ مذکورہ بالا، ج ۵، ص ۷۵)

نماز و زکوٰۃ کا ساتھ ساتھ ذکر قرآن مجید میں بیسی مقامات پر ہوا ہے جبکہ ”البدنر المختار“ کے قول اصح کے مطابق تیس مقامات پر یکجا ذکر ہوا ہے۔ ”واما الزکوٰۃ فلا یصح ادائها الا بالنیۃ“ ”الاشباہ“ میں ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی بغیر نیت کے درست نہیں۔ اور نیت میں اخلاص شرط ہے، بغیر اس کے نیت کھلم، فی مجمع الانہر: ”الزکوٰۃ عبادۃ فلا بد فیہا من الاخلاص یعنی زکوٰۃ بغیر اخلاص کے ادائیگی نہیں ہوتی۔“ ”تسویر الابصار“ میں ہے زکوٰۃ شارع کے مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الہی ﷻ کے لئے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح مالک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اس چیز سے نفع حاصل نہ کرنا ہو بشرط یہ کہ وہ مسلمان وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا مولیٰ ہو۔

(الفتاویٰ الرضویہ معرجه، کتاب الزکوٰۃ، ج ۱۰، ص ۶۳ وغیرہ)

اہل سے مراد کون ہیں؟

ع..... مراد وہ شخص ہے جس کے گھر والے اور دیگر رشتے دار ہوں، اس کی جمع اہلون، آہال، آہال، اہال، اہلات، اہلات ہے۔ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”اہل القرآن سے مراد اہل اللہ ہیں،“ اور اس کا خصوصیت کے ساتھ ذکر اس لئے ہے کہ یہ قرآن کو حفظ کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملتے تھے کہتے کہ ”خیبر اہلک“ اور اس سے مہاجرین مراد لیتے تھے۔ اور اسی طرح دیگر کے لئے اہل مکہ، یا اہل اللہ کا لفظ بطور تعظیم استعمال کیا جاتا تھا۔

(لسان العرب، الحرف الالف، ج ۱، ص ۲۵۳)

درخت میں آگ درحقیقت کیا تھی؟

۴..... علامہ قرطبی کہتے ہیں: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے قریب تشریف لائے تو اسے آگ ہی گمان کیا جب کہ وہ نور تھا، حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ دیکھی تو اس کے قریب کھڑے ہو گئے، آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ شدید خاردار جھاڑی نما سبز درخت کی جڑوں سے آگ نما روشنی نکل رہی ہے جو کہ سبز درخت کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے تعجب ہوا اور چاہا کہ ایک شعلہ حاصل کر لیں تاکہ زوجہ محترمہ اس سے تاپ سکیں، پس اس کی جانب بڑھے۔ پس خوف محسوس کیا اور پیچھے تشریف لے آئے۔

(القرطبی، الجزء: ۱۹، ص ۱۴۳ وغیرہ)

اژدھے کا بیان:

۵..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک بادام کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ عہد بن حمید اور ابو شیخ نے قنادہ سے روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصا مبارک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت دیا گیا جب وہ مدین کی جانب تشریف لے جانے لگے، وہ عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے رات کے وقت میں روشن ہو جاتا تھا اور دن کے وقت میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے زمین پر مارتے تو زمین سے رزق نمودار ہوتا، اور اس عصا کی مدد سے آپ علیہ السلام جانوروں کے لئے پتے جھاڑنے کا کام بھی کرتے۔ اس بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ یہ جنتی عصا تھا جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تھا پھر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ اس عصا کا نام ماشا تھا۔

☆..... روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاشی بھنگی تو وہ زرد رنگ کا ایک بال والا اژدھا بن گیا اس کے دونوں جڑوں کے مابین اسی ذراع (یعنی ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا اور وہ اپنی دم پر کھڑا ہو کر زمین سے ایک میل بلند تھا اژدھا اتنا بڑا تھا کہ اس کا ایک جیزاز میں پر تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا وہ فرعون کے پکڑنے کیلئے دوڑا تو فرعون اپنی جان بچانے کو تخت چھوڑ کر بھاگا اس حالت میں اس کے دست لگ گئے، ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ اس ایک دن میں اس کے چار سو دست جاری ہوئے، اور بعض روایتوں میں یہاں تک ہے کہ اس کے پیٹ میں ایک ایسی بیماری جاری ہو گئی جو تادم مرگ دور نہ ہو سکی، ایک روایت کے مطابق اژدھے نے فرعون کا جب اپنی داڑھ میں پکڑ لیا اور لوگوں پر حملہ کیا جس سے بھگدڑ مچی اور اس بھگدڑ میں پچیس ہزار کی تعداد ماری گئی، بالآخر فرعون نے تپ کر کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں تمہیں اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہیں بھیجا ہے تم اس اژدھے کو پکڑ لو میں تم پر ایمان لے آؤں گا اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دوں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اژدھے کو پکڑا تو مثل سابق لاشی بن گیا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاشی کو پکڑ لیا فرعون نے پھر سے نافرمانی کی اور پرانی روش پر ہی قائم رہا۔ (روح المعانی، الجزء التاسع، ص ۳۰ وغیرہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی جانب گناہ کی نسبت کرنے کے محامل:

۱..... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبلی کے سلسلے میں توبہ فرمائی تھی لہذا توبہ و مغفرت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوف لاحق

ہونے کا کیا معنی ہے؟ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ علم والوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ خائف رہتے ہیں، اور انہیں توبہ کرنے کے بعد بھی امن نہیں رہتا اور وہ خوف میں رہتے ہیں۔ حسن و ابن جریج کہتے ہیں: اللہ ﷻ نے فرمایا: اے موسیٰ! میں نے تجھ سے قبلی کے قتل کو معاف کر دیا، حسن کہتے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام (بظاہر اپنی نگاہ میں ہونے والے) گناہ سے بھی مواخذہ سے لرزتے ہیں۔ ثعلبی، قشیری، ماوردی وغیرہ کہتے ہیں کہ یہاں ”الا“ کے ذریعے استثناء صحیح ہے، یعنی حضرات انبیائے کرام و مرسلین عظام میں سے جو بھی اپنی ذات پر نبوت سے پہلے حالت صغریٰ میں (بظاہر) ظلم کرے۔ حضرت موسیٰ ﷺ کو قبلی کے مرجانے اور اس حوالے سے توبہ کے بارے میں خوف رہتا تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ حضرات انبیائے کرام نبوت کے بعد صغائر و کبائر سے معصوم ہوتے ہیں اور اس کا بیان سورۃ البقرۃ میں گزر چکا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام قیامت کے دن جرائم وغیرہ کے مواخذہ سے بے خوف ہونگے جیسا کہ شفاعت سے متعلق حدیث میں ہے، جب مقرب بندے سے کوئی ناپسندیدہ کام سرزد ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اس سے توبہ کر لے لیکن اس کا اثر باقی (مقرب بندے کی نگاہ میں) رہتا ہے، اور تہمت کا اثر قائم و دائم رہتا ہے، اور مراد نافرمانی کا خوف نہیں بلکہ عظمت چلی جانے کا خوف ہوتا ہے۔ اور تہمت یافتہ شخص بادشاہ کے سامنے اپنی تہمت کی جانچ پڑتال سے خائف رہتا ہے کہ کہیں اس کے دامن کو داغ دار نہ کر دے اور حضرت موسیٰ ﷺ کا معاملہ بھی یونہی تھا کہ انہیں خوف لاحق تھا جس کی وجہ سے وہ گناہ کو اپنی جانب منسوب کر رہے تھے، اسی لئے مغفرت چاہی اور مغفرت پا جانے کے بعد فرمایا: ﴿رب بما انعمت علی فلن اکون ظہیرا للمجرمین اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا﴾ (النصر: ۱۷)۔

(القرطبی، الحزب: ۱۹، ص ۱۴۷)

عوام و خواص کی معصیت میں فرق:

- یے..... جن کے سروں پر نبوت کے تاج جگمگاتے ہیں یقیناً وہ ہماری طرح نہیں ہیں، قرآن مجید میں جن مقامات پر حضرات انبیائے کرام کی جانب ذنب کی نسبت ہے ان میں سے چند یہ ہیں:
- (۱)..... اللہ ﷻ کا فرمان ہے ﴿یوسف اعرض عن هذا واستغفری للذنبک اے یوسف تم اس کا خیال نہ کرو اور اے گورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ﴾ (یوسف: ۲۹)۔
- (۲)..... ﴿ما صبر ان وعد اللہ حق واستغفر للذنبک و سبح بحمد ربک تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنےوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے رہو﴾ (غافر: ۵۰)۔
- (۳)..... ﴿لا علم انہ لا الہ الا اللہ واستغفر للذنبک والمومنین والمومنات تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے (بظاہر) ذنب کی معافی چاہو اور مومنین مردوں اور عورتوں کی﴾ (مسد: ۱۹)۔
- (۴)..... ﴿یفسر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر تا کہ اللہ تمہیں معاف کر دے تمہارے (بظاہر) اگلے پچھلے

ذنب (الفتح: ۲) ﴿

(۵)..... ﴿ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا لنكونن من الخسرين اے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے﴾ (الاعراف: ۲۳) ﴿

حضرات انبیائے کرام سے حقیقتاً گناہ کا تصور ہی نہیں ہے، یہ حضرات مخلوق کو راہ راست پر لانے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں، اگر ان سے بھی گناہ کا صدور ہونے لگے تو پھر عام لوگوں کی ہدایت کیونکر ممکن ہو سکے گی؟ جہاں تک عام لوگوں کا تعلق ہے تو ان کا حال ہمارے سامنے ہے۔ نماز جیسی عظیم نعمت کو ضائع کر دیتے ہیں، بلکہ دیگر فرائض، واجبات، سنن و مستحبات غرض کسی چیز کی پرواہ ہوتی ہی نہیں، بہت کم دیکھے گئے ہیں کہ جنہیں گناہ پر ندامت بھی ہوتی ہو۔ لہذا حضرات انبیائے کرام کا اپنی جانب گناہ کی نسبت کرنا ان کی عظمت شان کی دلیل ہے اور اللہ ﷻ کا اپنے پیارے انبیائے کرام کی جانب گناہ کی نسبت کرنا رب اور بندے کے تعلق کا انوکھا معاملہ ہے۔ ہمیں مجال نہیں ہونی چاہیے کہ ہم انہیں اپنے جیسا گمان کریں، ان کو اپنے ساتھ قیاس کریں، ان کا معاملہ اور ہے اور ہمارا حال اور ہے۔

اغراض:

ثلاث او اربع: آیات کی زیادتی کے اعتبار سے تین اقوال ہیں، تین، چار یا پانچ۔ مظهر الحق من الباطل: حق یہ ہے کہ قرآن ظاہر و باطن ہو جائے اور اسی طرح باطن بھی ظاہر و واضح ہو جائے۔

عطف بزیادة صفة: "الكتاب" کا عطف "القرآن" پر کیوں کیا حالانکہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے؟ میں علامہ (صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ کتاب قرآن کی صفت ہے اور قرآن میں یہ کہیں نہیں کہ کتاب قرآن کی صفت ہے۔

هو: جملہ متاثرہ سوال مقدر کے جواب میں آیا ہے تقدیر عبارت یوں ہے: "ما الفائدة الا تیان به؟ وما الثمرة المتربة عليه؟ میں (علامہ صاوی) جواب یہ دوں گا کہ ﴿هدی وبشری للمومنین﴾۔

ای هاد من الضالة: یہ "الهدی" کی تفسیر میں سے ایک احتمال ہے، اور اس سے مراد "ذو ہدی یعنی ہدایت والا ہونا"، ہے یا اس تک ہدایت پہنچ جائے حتیٰ کہ وہ اپنے نفس کے اعتبار سے ہدایت والا ہو جائے۔

ياتون بها علی وجهها: کمال درجے میں نماز اس کی شرائط و اراکین کی مدد سے ادا کی جائے۔

یعلمونها بالاستدلال: آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے ذریعے استدلال کیا جائے اور جو ان میں شک کرے گو یا کفر کیا۔
یتحیرون فیہا: شیطان کی مزین کردہ اور حرمین کی خبروں کے مابین حیران و ششدر ہے، اور انہیں یہ اچھائی اور بُرائی میں تمیز نہیں ہے اور کافر قوم اپنے کفر میں اپنی گمراہی کی وجہ سے حیران ہیں اور یہ معلوم (و مطلوب) بات ہے کہ ہر تاریکی میں رہنے والے تمام نورانی (صفات والے امور) سے حیران ہی ہیں، پس اہل ایمان اپنے اعتقادات پر ثابت قدم ہوتے ہیں اور اہل کفر اپنے کفر پر شک و شبہ میں ہوتے ہیں۔

زوجہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اہل سے مراد ان کی زوجہ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی ہیں، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیٹا یا ان کی خادمہ ہیں۔ عند مسیرہ من مدین: تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ اور بھائی سے ملاقات فرمائیں، اور وہ تاریک رات تھی، جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر راستہ مشتبہ ہو گیا اور ان کی زوجہ کو دروزہ ہوا۔

ای شعلہ: آگ کا جلا شعلہ، اور اضافت بیان جنس کی طرف ہے، کیوں کہ شہاب کا لفظ آگ اور اس کے علاوہ مثلاً کو اکب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

ای بان: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ آن یعنی آن مصدر یہ ہے، مصدر میں تاویل ہوئی ہے اور اس سے قبل حرف جر "باء" محذوف ہے، یعنی ﴿من فسی النار﴾ برکت کے لئے ندا کی گئی، تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقدیریں اور ان کے قلب پاک کی طہارت ہو جائے اور قلب موسیٰ علیہ السلام کی اور جانب مائل نہ ہو جائے اور ان کے قلب پاک کو نبوت و رسالت کے ساتھ خاص کر لیا گیا ہے، یعنی اللہ جل جلالہ نے انہیں ہدایت عطا فرمائی، یعنی اے موسیٰ علیہ السلام ہم تمہیں راہ خیر کے لئے، پاک کرنے کے لئے اور رسالت کے لئے منتخب کرتے ہیں، جیسا کہ مائل سورۃ طہ ﴿وانا اخترناک﴾ میں گزر چکا ہے۔

و یقدر بعد فی مکان: تفسیر اول کے پیش نظر کہا جاتا ہے کہ اے موسیٰ علیہ السلام اللہ جل جلالہ تجھے برکت دے جو کچھ آگ کی جگہ میں ہے، اور اس تقدیر کی بناء پر اس بات کی احتیاج رہتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حقیقت میں آگ کی جگہ میں نہ تھے بلکہ وہ اس کے قریب ہی جگہ میں موجود تھے۔

من جملة ما نودی: یعنی اس مقام پر آئے، اور یہاں اس مقام کی پاکی بیان کرنا ہے، تاکہ اس وہم کو دور کیا جاسکے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مقام پر حرف و صوت کے اعتبار سے کلام سامت فرمایا یا اللہ جل جلالہ اس مقام پر موجود تھا یا کسی جھت پر موجود تھا۔
حیة خفیفة: یعنی تیز حرکت مراد ہے، اور یہ ہلکی حرکت اس کے بڑے خوفناک ہونے والی صفت کے منافی نہیں۔

طوق القميص: اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آستین میں ہاتھ ڈالنے کا حکم نہ تھا، کیونکہ جس ساخت کا لباس زیب تن تھا اس میں آستین چھوٹی تھیں (یا نہیں ہی نہیں)، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ آستینیں تھیں ہی نہیں۔ ای مضیئہ: سے مراد معنوی ضیاء ہے، یعنی ہاتھ سے روشنی پھوٹی دکھائی دیتی تھی۔ من اھلاکھم: یعنی غرق ہونا جہاں والوں کے لئے عبرت ہے۔ (الصاوی، ج ۴، ص ۲۴۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱

﴿ولقد اتینا داؤد وسلیمن ابنة﴾ ﴿علما﴾ ﴿بالقضاء بین الناس ومنطق الطیر وغیر ذالک﴾ ﴿وقالا﴾ ﴿شکراً لله﴾ ﴿الحمد لله الذی فضلنا﴾ ﴿بالنبوة وتسخیر الجن والانس﴾ ﴿والشیاطین﴾ ﴿علی کثیر من عباده المومنین﴾ ﴿۱۵﴾ ﴿ورث سلیمان داؤد﴾ ﴿النبوة والعلم﴾ ﴿وقال یایہا الناس علمنا منطق الطیر﴾ ﴿ای فہم اصوابہ﴾ ﴿واوتینا من کل شیء﴾ ﴿یوتاہ الانبیاء والملوک﴾ ﴿ان ہذا﴾ ﴿الموتی﴾ ﴿لہو الفضل المبین﴾ ﴿۱۶﴾ ﴿البین الظاہر﴾ ﴿وحشر﴾ ﴿جمع﴾ ﴿لسلیمن جنودہ من الجن والانس والطیر﴾ ﴿فی مسیر لہ﴾ ﴿فہم یوزعون﴾ ﴿۱۷﴾ ﴿یجمعون ثم یساقون﴾ ﴿حتی اذا اتوا علی واد النمل﴾ ﴿ہو بالطائف او بالشام نملة صغار او کبار﴾ ﴿قالت نملة﴾ ﴿ملکة النمل وقد راث جند سلیمان﴾ ﴿یایہا النمل ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم﴾ ﴿یکسرنکم﴾ ﴿سلیمن وجنودہ وہم لا یشعرون﴾ ﴿۱۸﴾ ﴿بہلاکم نزل النمل منزلة العقلاء﴾ ﴿فی الخطاب بخطابہم﴾ ﴿فتبسم﴾ ﴿سلیمان ابتداء﴾ ﴿ضاحکا﴾ ﴿انہاء﴾ ﴿من قولہا﴾ ﴿وقد سمعہ من ثلثة﴾

آميَال حَمَلَتْهُ الرِّيحُ إِلَيْهِ فَخَسَّ جُنْدَهُ حِينَ أَشْرَفَ وَعَلَى أَدْيِهِمْ حَتَّى دَخَلُوا بُيُوتَهُمْ وَكَانَ جُنْدُهُ رُكْبَانًا
 وَمَشَلَّةً فِي الْمَسِيرِ ﴿٢٠﴾ وَقَالَ رَبُّ أَوْزَعْنِي ﴿٢١﴾ أَلْهَمْنِي ﴿٢٢﴾ أَنْ أَشْكُرَ لِعَمَّتِكَ الَّتِي أَعَمَّتْ بِهَا عَلِيَّ وَعَلَى
 وَالِدِي وَإِنْ أَعْمَلُ صَالِحًا تَرْضَهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ﴿٢٣﴾ ﴿٢٤﴾ الْأَنْبِيَاءُ وَالْأَوْلِيَاءُ ﴿٢٥﴾
 وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ ﴿٢٦﴾ لَيْسَى الْهُدْهُدَ الَّذِي يَرَى الْمَاءَ تَحْتَ الْأَرْضِ وَيَذُلُّ عَلَيْهِ بِنَقْرِهِ فِيهَا فَتَسْتَخْرِجُهُ
 الشَّيَاطِينُ لِأَخْتِجَاجِ سُلَيْمَانَ إِلَيْهِ لِلصَّلَاةِ فَلَمْ يَرَهُ ﴿٢٧﴾ فَقَالَ مَا لِي لَا أَرَى الْهُدْهُدَ مَعِي ﴿٢٨﴾ أَيَّ أَعْرَضَ لِي مَا
 مَنَعَنِي مِنْ رُؤْيَيْهِ ﴿٢٩﴾ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿٣٠﴾ ﴿٣١﴾ فَلَمَّ أَرَاهُ لِغَيْبَتِهِ فَلَمَّا تَحَقَّقَهَا قَالَ ﴿٣٢﴾ لَا عَذْبَةَ عَدَابَا ﴿٣٣﴾ أَيَّ
 تَعْدِيًّا ﴿٣٤﴾ شَدِيدًا ﴿٣٥﴾ بِنْتَفِ رِيشِهِ وَذَنْبِهِ وَرَمِيهِ فِي الشَّمْسِ فَلَا يَمْتَنِعُ مِنَ الْهَوَامِ ﴿٣٦﴾ أَوْ لَا ذَبْحَنَهُ ﴿٣٧﴾ بِقَطْعِ
 خُلُقُومِهِ ﴿٣٨﴾ أَوْلِيَاتِنِي ﴿٣٩﴾ بَنُونَ مُشْدَدَةٌ مَكْسُورَةٌ أَوْ مَفْتُوحَةٌ يَلِيهَا نُونٌ مَكْسُورَةٌ ﴿٤٠﴾ بِسُلْطَنِ مَبِينِ
 ﴿٤١﴾ ﴿٤٢﴾ بُرْهَانَ بَيْنِ ظَاهِرٍ عَلَى عُدْرِهِ ﴿٤٣﴾ فَمَكَثَ ﴿٤٤﴾ بِضَمِّ الْكَافِ وَقَتِحَهَا ﴿٤٥﴾ غَيْرَ بَعِيدٍ ﴿٤٦﴾ أَيَّ يَسِيرًا مِنَ الزَّمَانِ
 وَخَضَرَ لِسُلَيْمَانَ مُتَوَاضِعًا بِرَفْعِ رَأْسِهِ وَأَرْخَاءِ ذَنْبِهِ وَجَنَاحِيهِ لَعَفَا عَنْهُ وَسَأَلَهُ عَمَّا لَقِيَ فِي غَيْبَتِهِ ﴿٤٧﴾ فَقَالَ
 أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تَحِطْ بِهِ ﴿٤٨﴾ أَيَّ أَطْلَعْتُ بِمَا لَمْ تَطَّلِعْ عَلَيْهِ ﴿٤٩﴾ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَا بِالصَّرْفِ وَتَرَكْتُ قَبِيلَةَ
 بَالِيَمِينَ سَمِيَتْ بِاسْمِ جَدِّ لَهُمْ بِإِعْتِبَارِهِ صُرِفَ ﴿٥٠﴾ بِنَبَا يَقِينِ ﴿٥١﴾ أَنِي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُكُمْ ﴿٥٢﴾ أَيَّ هِيَ مَلِكَةٌ
 لَهُمْ إِسْمُهَا بَلْقِيسُ ﴿٥٣﴾ وَأَوْتَيْتُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴿٥٤﴾ تَحْتَاجُ إِلَيْهِ الْمُلُوكُ مِنَ الْأَلَّةِ وَالْعُدَّةِ ﴿٥٥﴾ وَلَهَا عَرْشٌ
 ﴿٥٦﴾ سَرِيرٌ ﴿٥٧﴾ عَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ طَوَّلَهُ ثَمَانُونَ ذِرَاعًا وَعَرْضُهُ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا وَارْتِفَاعُهُ ثَلَاثُونَ ذِرَاعًا مَضْرُوبٌ مِنَ
 الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ مُكَلَّلٌ بِالذَّرِّ وَالْيَاقُوتِ الْأَحْمَرِ وَالزَّبْرُجَدِ الْأَخْضَرِ وَالزَّمْرُدِ وَقَوَائِمُهُ مِنَ الْيَاقُوتِ
 الْأَحْمَرِ وَالزَّبْرُجَدِ الْأَخْضَرِ وَالزَّمْرُدِ عَلَيْهِ سَبْعَةُ بُيُوتٍ عَلَى كُلِّ بَيْتٍ بَابٌ مُغْلَقٌ ﴿٥٩﴾ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا
 يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزِينَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾ طَرِيقِ الْحَقِّ ﴿٦١﴾ فَهُوَ
 لَا يَهْتَدُونَ ﴿٦٢﴾ إِلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ ﴿٦٣﴾ أَيَّ أَنْ يَسْجُدُوا لَهُ فَرِيذَتْ لَا وَادَعَمَ فِيهَا نُونٌ أَنْ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى
 لَيْلًا يَعْلَمُ أَهْلُ الْكِتَابِ وَالْجُمَلَةُ فِي مَوْضِعٍ مَفْعُولٌ يَهْتَدُونَ بِإِسْقَاطِ الْيَاءِ ﴿٦٤﴾ الَّذِي يَخْرُجُ الْخَبَاءُ ﴿٦٥﴾ مَصْدَرٌ
 بِمَعْنَى الْمَخْبُوءِ مِنَ الْمَطَرِ وَالنَّبَاتِ ﴿٦٦﴾ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تَخْفُونَ ﴿٦٧﴾ فِي قُلُوبِهِمْ ﴿٦٨﴾ وَمَا تَعْلَمُونَ
 ﴿٦٩﴾ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ﴿٧٠﴾ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ السَّجْدَةُ ﴿٧١﴾ ﴿٧٢﴾ اسْتِنَافٌ جُمْلَةٌ ثَنَاءٌ مُشْتَمِلٌ عَلَى
 عَرْشِ الرَّحْمَنِ فِي مُقَابَلَةِ عَرْشِ بَلْقِيسَ وَبَيْنَهُمَا نُونٌ عَظِيمٌ ﴿٧٣﴾ قَالَ ﴿٧٤﴾ سُلَيْمَانُ لِلْهُدْهُدِ ﴿٧٥﴾ سَتَنْظُرُ
 أَصْدَقْتُ ﴿٧٦﴾ فِيمَا أَخْبَرْتَنَا فِيهِ ﴿٧٧﴾ أَمْ كُنْتُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٧٨﴾ أَيَّ مِنْ هَذَا النَّوْعِ فَهُوَ أَبْلَغُ مِنْ أَمْ كَذَبْتُ فِيهِ ثُمَّ
 دَلَّهُمْ عَلَى الْمَاءِ فَاسْتَخْرِجُوا وَارْتَوَوْا وَتَوَضَّأُوا وَصَلُّوا ثُمَّ كَتَبَ سُلَيْمَانُ كِتَابًا صُورَتُهُ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ سُلَيْمَانُ
 بِنِ دَاوُدَ إِلَى بَلْقِيسَ مَلِكَةَ سَبَا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ السَّلَامُ عَلَيَّ مِنْ اتَّبَعِ الْهُدَى أَمَا بَعْدُ فَلَا تُعْلَمُوا
 عَلَيَّ وَالْتَوَيْتُ مُسْلِمِينَ ثُمَّ طَبَعَهُ بِالْمَسْكِ وَخَتَمَهُ بِعَاقِبَتِهِ ثُمَّ قَالَ لِلْهُدْهُدِ ﴿٧٩﴾ اذْهَبْ بِكِتَابِي هَذَا فَالِقَهُ
 إِلَيْهِمْ ﴿٨٠﴾ أَيَّ بَلْقِيسَ وَقَوْمَهَا ﴿٨١﴾ ثُمَّ تَوَلَّى ﴿٨٢﴾ أَنْصَرَفَ ﴿٨٣﴾ عَنْهُمْ ﴿٨٤﴾ وَقَفَّ قَرِيبًا مِنْهُمْ ﴿٨٥﴾ فَانظُرْ مَاذَا

یرجعون (۲۸) ﴿يُرْجُونَ مِنَ الْجَوَابِ فَآخِذَةٌ وَأَنَاهَا وَسَوَّلَهَا يُجِدُهَا فَاَلْقَاهُ لِنِ جَنْبِهَا فَلَمَّا رَأَتْهُ أَرْجَعَتْ
وَأَخْضَعَتْ غَوْفَاتُهَا ﴿قَالَتْ ﴿لَا شَرَابَ لِقَوْمِهَا ﴿بِأَيْهَا الْمَلَوَ ﴿بِعَنْقَبِي الْهَمَزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الْثَانِيَةِ بِقَلْبِهَا
وَإِوَاءِ مَكْتُورَةٍ ﴿وَإِنِّي أَلْقَى إِلَى كَتَبِ كَرِيمٍ (۲۹) ﴿مَخْتُومٌ ﴿إِنَّهُ مِنْ سَلِيمٍ وَإِنَّهُ ﴿أَيُّ مَضْمُونَةٍ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (۳۰) ﴿إِلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَآتُونِي مُسْلِمِينَ (۳۱) ﴿

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے داؤد اور (ان کے بیٹے) سلیمان..... ا..... کو عطا فرمایا بڑا علم (یعنی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے اور پرندوں کی بولی
سمجھنے کا علم وغیرہ وغیرہ) اور دونوں نے کہا (اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے) سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں فضیلت بخشی (نبوت عطا
فرما کر اور جن و انس اور شیاطین کو سخر فرما کر) اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر، اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا (یعنی نبوت اور علم
میں..... ا.....) اور کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی (یعنی ان کی آوازوں کو سمجھنا سکھایا گیا) اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا
(کہ جو بادشاہوں اور نبیوں کو عطا کیا جاتا ہے) بیشک یہی (عطا شدہ چیزیں) ظاہر فضل ہے (العین بمعنی البین الظاہر ہے) اور
جمع کیے گئے (خوشبو بمعنی جمع ہے) سلیمان کے لیے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے (ایک سفر میں) تو وہ روکے
جاتے تھے (یعنی انہیں جمع کیا جاتا تھا اس کے بعد پھر انہیں کوچ کا حکم دیا جاتا تھا) یہاں تک کہ جب چوٹیوں کے نالے..... ا.....
(چوٹیوں کی یہ وادی طائف میں تھی یا پھر ملک شام میں اور وہ چوٹیاں یا تو چھوٹی نسل کی تھیں یا پھر بڑی نسل کی) پر آئے، ایک چوٹی
بولی (جو کہ چوٹیوں کی ملکہ تھی اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر دیکھ لیا تھا) اے چوٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ
ڈالیں ﴿سَحَطْنَاكُمْ﴾ بمعنی یکسر نکم ہے، یعنی ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہ کرو (سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں (یعنی انہیں
تمہاری ہلاکت کی خبر تک نہ ہو..... ا.....) یہاں خطاب میں چوٹیوں کو عقلاء کے قائم مقام رکھنا ان کے خطاب کی وجہ سے ہے) تو
مسکرا کر (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام پہلے مسکرائے) ہنسا (اور پھر بعد میں ہنس پڑے..... ا.....) اس کی بات سے (اس حال میں کہ
آپ نے اس کی بات تین میل کی مسافت سے سن لی تھی کہ جس کو ہوا آپ تک لائی، جب آپ اس وادی کے پاس پہنچے تو اپنے لشکر کو
آپ نے روک لیا یہاں کہ وہ سب چوٹیاں اپنے بلوں میں داخل ہو گئیں اور آپ کا لشکر اس سفر میں پیدل اور دونوں صورتوں میں تھا)
اور عرض کی اے میرے رب! مجھے توفیق دے (یعنی سکھا) کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے
اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے قرب خاص کے سزاوار
ہیں (یعنی انبیاء کرام، پیغمبر اسلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ) اور پرندوں کا جائزہ لیا (تا کہ ہر ہر کو دیکھ سکیں جس کی ذمہ داری تھی کہ زمین تلے
پانی پا کر اس جگہ کی اپنی چونچ سے نشاندہی کرے تاکہ شیاطین وہاں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز وغیرہ کی ضرورت کے لئے پانی
نکال سکیں، لیکن آپ علیہ السلام نے اسے نہ پایا) تو بولا مجھے کیا ہوا کہ میں ہر ہر کو نہیں دیکھتا (وہ کون سی رکاوٹ ہے کہ جو مجھے اسے دیکھنے سے

مانع ہے؟.....) یا وہ واقعی حاضر نہیں (کہ اس کی عدم موجودگی کی وجہ سے میں اسے نہیں پارہا، جب اس کی عدم موجودگی ثابت ہو گئی تو ارشاد فرمایا) ضرور میں اسے سخت عذاب کروں گا (اس کے پر اور دم اکھیڑ کر اسے دھوپ میں پھینک دوں گا تاکہ چو پاؤں سے نہ بچ پائے) یا ذبح کر دوں گا (اس کا حلقوم یعنی گردن کاٹ کر) یا میرے پاس لائے (لیساہینی لون مشددہ کسورہ یا مفتوحہ کے ساتھ ہے کہ اس کے ساتھ ایک اور لون کسورہ ملا ہوا ہے) کوئی روشن سند (یعنی ایسی واضح دلیل کہ جو اس کے عذر پر غالب آجائے) تو ہد ہد ظہرا (مکت کاف کے ضمہ اور فتح دونوں طرح ہے) کچھ زیادہ دیر نہیں (یعنی تھوڑی ہی دیر میں وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا کہ عجز و انکساری سے اس کا سراٹھا ہوا اور دم اور پر بچکے ہوئے تھے، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے معاف فرما دیا اور اس سے غیر حاضری کی پیش آمدہ وجہ دریافت فرمائی) اور آ کر عرض کی کہ میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی (یعنی میں جس بات سے آگاہ ہوں اس سے آپ ﷺ آگاہ نہیں) اور میں لایا ہوں شہر سہا..... سے حضور کے پاس (سب کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھا گیا ہے، یہ یمن کا ایک قبیلہ تھا جس کا نام اس کے قبیلے کے جد کے نام پر رکھا گیا ہے، اگر اسے اس اعتبار سے دیکھیں تو یہ منصرف ہوگا) ایک یمنی خبر (سب بمعنی خبر ہے) میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے (یعنی وہ ان کی ملکہ ہے اور اس کا نام بلقیس ہے) اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے (کہ جس ساز و سامان کی بادشاہوں کو ضرورت ہوتی ہے) اور اس کا بڑا تخت ہے (عروش بمعنی مسویو ہے، یعنی ایسا تخت ہے کہ جس کی لمبائی اسی گز، چوڑائی چالیس گز اور اونچائی تیس گز ہے، سونے اور چاندی سے بنا ہوا ہے، قیمتی موتیوں اور سرخ یا قوت، سبز زبرجد اور زمرد سے جڑا ہوا ہے اور اس کے پائے سرخ یا قوت، سبز زبرجد اور زمرد سے بنے ہوئے ہیں، اس پر سات کمرے ہیں کہ ہر کمرے کا دروازہ بند ہے.....) میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں سنوار کر ان کو سیدھی راہ (یعنی راہ حق) سے روک دیا تو وہ راہ نہیں پاتے، کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو (سجد سے پہلے اور ان کے بعد لا زائدہ ہے اور ان کا نون اس میں مدغم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک دوسری جگہ فرمان عالی شان ہے ﴿لَيْتَلَّمَّ أَهْلُ الْكِتَابِ﴾ جبکہ یہ جملہ حرف جرالی کے حذف کے ساتھ بیعتوں کے مفعول کی جگہ ہے) جو نکالتا ہے چھپی چیزیں (السبأ مصدر بمعنی مفعول المنخوء ہے یعنی بارش اور نباتات میں سے چھپی ہوئی چیزیں) آسمانوں اور زمین کی اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو (اپنے دلوں میں) اور ظاہر کرتے ہو (اپنی زبانوں کے ذریعے) اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ بڑے عرش کا مالک ہے (یہ جملہ مستافہ ہے اور جو بلقیس کے تخت کے مقابلے میں رحمن کے عرش کی تعریف پر مبنی ہے، حالانکہ ان دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے) سلیمان نے فرمایا (ہد ہد سے) اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا (اپنی اس بات میں جس کی تو نے خبر دی ہے) یا تو جھوٹوں میں ہے (ام کنت من الکاذبین زیادہ بلیغ ہے ام کذبت فیہ سے)، پھر اس نے پانی کی نشاندہی کی تو پانی نکلا گیا اور لوگ سیراب ہوئے، انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی، اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک خط اس طرح لکھا ﴿من عبد اللہ سلیمان بن داؤد الی بلقیس ملکہ سبا نسّم اللہ الرحمن الرحیم السلام علی من اتبع الهدی اما بعد فلا تغلو علی و التعلوئی مسلمین﴾ یعنی یہ خط اللہ تعالیٰ کے بندے سلیمان بن داؤد کی جانب سے ملکہ سبا بلقیس کے نام ہے، اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا سلامتی ہو اس پر جس نے راہ ہدایت کی بیروی کی، اما بعد اے قوم سبا!

میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو بلکہ مطیع و فرمانبردار ہو کر میری خدمت میں حاضر ہو جاؤ، پھر اس کے بعد کستوری سے اس خط کو سر بند کر کے اس پر اپنی مہر لگا دی اور ہد ہد سے ارشاد فرمایا (میرا یہ فرمان لے جا کر ان پر (یعنی بلقیس اور اس کی قوم پر) ڈال پھر الگ ہٹ کر (یعنی ایک طرف ہو کر) ان سے (ٹھہر جانا کہیں قریب ہی اور) دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟) (یعنی اس خط کا جواب کیا دیتے ہیں؟ پس ہد ہد نے وہ خط لے لیا اور ملکہ سبا بلقیس کے پاس آیا جبکہ اس کے آس پاس اس کے لشکری بھی موجود تھے، اس نے وہ خط اس کے کمرے میں پھینک دیا، جب اس نے دیکھا تو ڈر گئی اور خوف زدہ ہو گئی، پھر) وہ عورت بولی (اپنی قوم کے سرداروں سے) اے سردارو! (دونوں ہمزے تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کی تسہیل یعنی واؤ مکسورہ کے ساتھ بدلنے سے ہے) بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا (جو سر بند ہے) بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ (یعنی اس کا مضمون اس طرح ہے) اللہ کے نام سے ہے نہایت مہربان رحم والا..... ۹..... یہ کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور گردن رکھتے میرے حضور حاضر ہو۔

﴿ترکیب﴾

﴿وولقد اتینا داود و سلیمان علما﴾

و: متاثرہ، لام تسمیہ، قد تحقیق، اتینا: فعل بافاعل، داود و سلیمان علما: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ متاثرہ۔

﴿وقال الحمد لله الذی فضلنا علی کثیر من عباده المؤمنین﴾

و: عاطفہ، قال قول، الحمد: مبتدا، لام: جار، اللہ: موصوف، الذی: موصولہ، فضلنا: فعل بافاعل، علی: جار، کثیر: موصوف، من: عباده المؤمنین: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ہو کر مقولہ جملہ قولیہ جملہ محذوف "فعملا بما اعطینا بالقلب بالعزم" پر معطوف ہے۔

﴿وورث سلیمان داود وقال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر و اتینا من کل شیء﴾

و: متاثرہ، ورث سلیمان: فعل و فاعل، داود: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ متاثرہ، و: عاطفہ، قال قول، یا ایہا الناس: نداء، علمنا: فعل بانائب الفاعل، منطق الطیر: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتینا: فعل بانائب الفاعل، من کل شیء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان هذا لہو الفضل المبین﴾ و حشر لسلیمان جنودہ من الجن و الانس و الطیر فہم یوزعون﴾

ان هذا: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، هو الفضل المبین: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: متاثرہ، حشر: فعل مجہول، لسلیمان: ظرف لغو، جنودہ: ذو الحال، من الجن و الانس و الطیر: ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ متاثرہ، ف: فصیحیہ، ہم: مبتدا، یوزعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿حتی اذا اتوا علی واد النمل قالت نملة یا ایہا النمل ادخلوا مسکنکم لایحطمنکم سلیمان و جنودہ و ہم لایشعرون﴾

حتی: جار، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، اتوا علی واد النمل: جملہ فعلیہ شرط، قالت نملة: قول، یا ایہا النمل: نداء، ادخلوا مسکنکم: جملہ فعلیہ مبدل منہ، لایحطمنکم: فعل نہی مفعول، سلیمان: معطوف علیہ، و: عاطفہ، جنودہ: ذو الحال، و: حالیہ، ہم لایشعرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بدل، ملکر مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ

شرطیہ ہو کر مجرور، مکر طرف مستقر، فعل محذوف "ساروا" کیلئے، مکر جملہ فعلیہ۔
﴿تبسم ضاحکا من قولها﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فسمع قولها المذكور"، تبسم: فعل "هو" ذوالحال، ضاحکا من قولها: شبہ جملہ حال، مکر
فاعل، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک الی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضه وادخلنی
برحمتک فی عبادک الصالحین﴾

و: عاطفہ، قال قول، رب: نداء، اوزعنی: فعل امر بافاعل ومفعول، ان: مصدر، اشکر: فعل بافاعل، نعمتک: موصوف، الی: الی
انعمت علی وعلی والدی: موصول صلہ، مکر صفت، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان: مصدر
یہ، اعمل: فعل بافاعل، صالحا: موصوف، ترضه: جملہ فعلیہ صفت، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف، مکر مفعول، مکر
جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ادخلنی: فعل بافاعل "ی" ضمیر ذوالحال، برحمتک: ظرف مستقر حال، مکر مفعول، فی عبادک
الصالحین: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ معطوف، مکر مقصود بالنداء، مکر مقولہ، ملک جملہ قولیہ۔

﴿وتفقد الطیر فقال مالی لاری الہد ہد ام کان من الغائبین﴾

و: عاطفہ، تفقد: لظیر: فعل بافاعل ومفعول، مکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قال قول، ما: استفہامیہ مبتدأ، لام: جار، ی: ضمیر
ذوالحال، لاری الہد ہد: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ، کان من الغائبین: جملہ فعلیہ معطوف، مکر حال، مکر مجرور، مکر ظرف
مستقر خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿لاعدینہ عذابا شدیدا اولاً اذبحنہ اولیا تینی بسنلطن مبین﴾

لام: قسمیہ، اعدینہ: فعل بافاعل ومفعول، عذابا شدیدا: مفعول مطلق، مکر جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے جواب قسم، مکر جملہ
قسمیہ، او: عاطفہ، لا: قسمیہ، اذبحنہ: جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے جواب قسم، مکر جملہ قسمیہ، او: عاطفہ، لام: قسمیہ، یا تینی بسنلطن
مبین: جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے، جواب قسم، مکر جملہ قسمیہ۔

﴿لمکت غیر بعید فقال احطت بما لم تحط بہ وجنتک من سبا بنبا یقین﴾

ف: متانفہ، مکت: فعل بافاعل، غیر: جار، عد: "وقت" محذوف کیلئے صفت، مکر ظرف، مکر جملہ
فعلیہ، ف: عاطفہ، قال قول، احطت: فعل بافاعل، بما لم تحط بہ: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جنتک: فعل
بافاعل ومفعول، من سبا: ظرف مستقر حال مقدم، بنبا یقین: مرکب توصیفی ذوالحال، مکر مجرور، ب: جار، مکر ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ
معطوف، مکر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿انی وجدت امرأۃ تملککم واولیت من کل شیء ولہا عرش عظیم﴾

انی: حرف مشبہہ واسم، وجدت: فعل بافاعل، امرأۃ: موصوف، تملککم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اولیت من کل شیء: جملہ
فعلیہ معطوف، و: عاطفہ، لہا عرش عظیم: جملہ اسمیہ معطوف ثانی، مکر صفت، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿وجدتها وقومها یسجدون للشمس من دون اللہ﴾

وجدت: فعل بافاعل، ہا: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، قومها: موصوف، مکر ذوالحال، یسجدون: فعل

باقاٹل، لام: جار، شمس: ذو الحال، من دون اللہ: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مائل جملے "ووجدت امرأۃ" سے بدل ہے۔

﴿وزین لهم الشیطن اعمالهم فصدھم عن السبیل لهم لا یھتدون﴾

و: عاطفہ، زین: عین، لهم: مفعول، الشیطن: مفعول، اعمالهم: فعل باقاٹل وفعال وفعال، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، صدھم: مفعول، عن السبیل: فعل باقاٹل وفعال، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ہم: مبتدا، لا یھتدون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الا یسجدوا للہ الذی ینخرج الخبء فی السموت والارض ویعلم ما تخفون وما تعلنون﴾

ان: مصدریہ، لا یسجدوا: فعل نہی باقاٹل، لام: جار، اللہ: موصوف، الذی: موصول، ینخرج الخبء: فعل باقاٹل وفعال، فی السموت والارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یعلم: فعل باقاٹل، ما تخفون وما تعلنون: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مائل "اعمالهم" سے بدل ہے۔

﴿اللہ لا الہ الا هو رب العرش العظیم﴾

اللہ: مبتدا، لا: نقی جنس، الہ: موصوف، الا: بحقی غیر مضاف، ہو: ضمیر مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم "موجود" خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ، ہو کر خبر اول، رب العرش العظیم: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال منتظر اصدقت ام كنت من الکذبین﴾

قال: قول، من: حرف استقبال، منتظر: فعل باقاٹل، ہمزه: حرف استفہام، اصدقت: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ، كنت من الکذبین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اذھب بکتبی هذا فالقہ الیھم ثم تول عنھم فانظر ماذا یرجعون﴾

اذھب: فعل امر باقاٹل، ب: جار، کتبی، هذا: موصوف صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، القہ الیھم: فعل امر باقاٹل وفعال، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، ثم: عاطفہ، تول عنھم: فعل امر باقاٹل وفعال، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ف: عاطفہ، انظر: فعل امر باقاٹل، ماذا: موصول، یرجعون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر قول محذوف "قال" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالت یا ایھا الملوا انی القی الی کتب کریم﴾

قالت: قول، یا ایھا الملا: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، القی: فعل مجہول، الی: ظرف لغو، کتب کریم: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انہ من سلیمن وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

انہ: حرف مشبہ واسم، من سلیمن: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انہ: حرف مشبہ واسم، ب: جار، اسم مضاف، اللہ: اسم جلال موصوف، الرحمن الرحیم: صفتان، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الا تعلقوا علی واتونی مسلمین﴾

ان: مصدریہ، الا تعلقوا علی: فعل نہی باقاٹل وفعال، ملکر مفعول معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتوا: فعل امر وضمیر ذو الحال، مسلمین: حال، ملکر قائل، من: وقاتیہ، ی: ضمیر مفعول، ملکر معطوف، ملکر بتاویل مصدر "مضمونہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اخراض﴾

حضرت داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام کا نسب:

۱..... داؤد بن ایثار بن موید بن عامر بن سلمون بن نھشون بن عوینا ذب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یہوذا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ۔ محمد بن اسحاق بعض اہل علم و ہب بن منبہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام چھوٹے قد والے، تیز نگاہ اور کم بالوں والے، پاک دل رکھنے والے، پرہیزگار بندے تھے۔ سرکش بادشاہ جالوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا، بنی اسرائیل کی بادشاہی سے نوازا گیا، ان کی ذات میں مملکت و نبوت دونوں جمع ہوئیں۔ بعض آثار میں ہے کہ سلطان زمین پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بہت زیادہ غیرت والے تھے جب گھر سے باہر نکلتے تو دروازہ بند کر دیتے، گھروں والوں میں سے کوئی بھی ان کے کمرے میں داخل نہ ہو پاتا جب تک کہ خود واپس نہ پلٹ آئیں، ایک دن باہر نکلے، ان کی زوجہ نے گھر میں ایک شخص کو کھڑے دیکھا تو کہنے لگیں کہ گھر میں کون ہے؟ اندر کون داخل ہوا جب کہ دروازہ بند تھا؟ جب حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے تو انہیں بتایا، حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا اے شخص تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں وہ ہوں جسے آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی اور میرے لئے کوئی پردہ نہیں ہے، یقیناً تو ملک الموت ہے، خوش آمدید، اللہ تعالیٰ کے حکم سے، پھر تھوڑی دیر بعد اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کی روح قبض کر لی۔ پھر انہیں غسل و کفن دیا گیا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ کا انتقال پر طال ہفتہ کے دن اور حسن و قنادہ کے مطابق سو سال کی عمر میں بدھ کے دن آپ علیہ السلام کا انتقال ہوا۔

(البدایة والنہایة، ج ۱، الجزء الثانی، قصہ داؤد فضائلہ، ص ۳۸۹ وغیرہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں، انہیں بھی نبوت و مملکت عطا ہوئی، مال وراثت نہ ملا کیونکہ حضرات انبیائے کرام کی وراثت مال نہیں ہوتی، سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”ہم مال وراثت میں نہیں چھوڑتے ہم جو بھی چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔“ ایک حدیث میں یوں بھی ہے کہ: ”ہم حضرات انبیائے کرام مالی وراثت نہیں چھوڑتے،“ صادق و امین آقا ﷺ فرماتے ہیں: ”جس طرح لوگ مال و دولت چھوڑ جاتے ہیں ہم حضرات انبیائے کرام ایسا نہیں کرتے، ہمارا مال فقراء اور محتاجوں کا ہوتا ہے خاص اقرباء کے لئے نہیں ہوتا، کیونکہ حضرات انبیائے کرام کے لئے دنیا ٹک اور حقیر ہوتی ہے جیسا کہ انہیں وصف نبوت و فعلیات کے ساتھ خاص کر کے بھیجا جاتا ہے۔“ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں جان لیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بہت نوازشات کیں، انہیں نبوت، بادشاہت، آلات حرب، کثرت احباء، لشکر، قافلے، جنات و انسان کی جماعتیں، پرندے، وحشی جانور، علم و فہم، بولنے اور نہ بولنے والے جانوروں کی بولیاں سکھادیں۔ زہری کے مطابق آپ علیہ السلام نے ہاؤن سال زندگی گزار لی اور چالیس سال حکومت کی، جب کہ ابن ہب اس نے آپ علیہ السلام کی حکومت کی مدت بیس سال بیان کی ہے۔

(البدایة والنہایة، قصہ سلیمان بن داؤد، الجزء الثانی، ج ۱، ص ۳۸۹ وغیرہ)

ایک مجتہد دوسرے سے کب اختلاف کر سکتا ہے؟

۲..... ایک ہی مقدمہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنا حکم سنا دیا حالانکہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے فیصلے کو تبدیل نہیں کرتا اگرچہ رائے میں اختلاف ہو، اس کے چند جوابات ہو سکتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱) ہو سکتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنے فیصلے پر یقین نہ ہو، (۲) یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ نہ تھا بلکہ فتویٰ تھا۔ (۳) ہو سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں یہ جائز ہو کہ جب دوسرے حاکم کے پاس مقدمہ پہنچے تو وہ پہلے کے خلاف فیصلہ سنائے۔ (۴) حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب حیلے سے یہ معلوم کر لیا کہ بچہ چھوٹی عورت کا ہے تو انہوں نے بڑی عورت سے اقرار کر لیا اور اقرار حجت ملزمہ ہے، کیونکہ جب اس نے حضرت داؤد کے فیصلہ کے خلاف خود ہی اقرار کر لیا کہ حق چھوٹی عورت کا ہے تو اب حضرت سلیمان علیہ السلام پر فیصلہ سے اعراض کرنے کا الزام نہیں ہے۔

(بیان القرآن، ج ۸، ص ۶۰۲)

حضرت سلیمان علیہ السلام پر انعام واکرام:

۳..... حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنا تخت رکھتے تھے اور اس کی دائیں اور بائیں جانب کرسیاں ہوتی تھیں، پہلے انسانوں کو بیٹھنے کی اجازت ہوتی، پھر جنات کو اجازت دیتے جو انسانوں کے پیچھے بیٹھتے تھے، پھر شیطانوں کو بیٹھنے کی اجازت دیتے تھے جو جنات کے پیچھے بیٹھتے تھے، پھر ہوا کو حکم دیتے اور وہ ان سب کو اٹھا کر لے جاتی اور پرندے ان کے اوپر سایہ کرتے اور ہوا ان کے تخت اور ان کی کرسیوں کو اڑا کر لے جاتی، وہ صبح کے وقت بھی ایک ماہ کی مسافت تک سیر کرتے اور شام کے وقت میں ایک ماہ کی مسافت طے کرتے، حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک کا وارث کیا اور ان کو نبوت عطا ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی کہ اللہ ﷻ ان کو ایسا ملک عطا کرے جو ان کے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو تو اللہ ﷻ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ سوان کے لئے انسانوں، جنوں، پرندوں اور ہواؤں کو مسخر کر دیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھنے بال تھے، روشن چہرہ اور سفید کپڑے زیب تن تھے، جب وہ اپنے گھر سے مجلس کی طرف جاتے تو پرندے ان کے سر پر اڑتے تھے، اور جب تک اپنے تخت پر تشریف فرمانہ ہوتے انسان و جن آپ علیہ السلام کی تعظیم میں کھڑے ہوتے تھے۔ بہت جنگجو شخص تھے اور روئے زمین پر انہیں جہاں کہیں سلطنت کا پتہ چلتا اس پر حملہ کر کے فتح کر لیتے۔ (تفسیر امی ابن حاتم، ج ۹، ص ۲۸۵۵ وغیرہ، رقم: ۱۶۱۹۱، ۱۶۱۹۲)

انعام واکرام ہونا یقیناً شان انبیائے کرام ہے، لیکن ایک دوسرے ذہن میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہم مورث نہیں بنائے جاتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: حدیث بنی النضیر، رقم: ۴۰۳۲، ص ۶۸۰)

☆..... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بیشک علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں اور انبیاء نہ دینار کا وارث کرتے ہیں اور نہ ہی درہم کا، وہ صرف علم کا وارث کرتے ہیں تو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑے حصہ کو حاصل کیا۔“

(سنن الترمذی، کتاب العلم، باب: ما جاء فی فضل الفقه، رقم: ۲۶۹۱، ص ۷۷۰)

امام رازی اس وسوسہ کو دور کرتے ہوئے کہتے ہیں اگر یہاں مال کی وارثت مراد ہوتی (جیسا کہ شیعہ حضرات کا کہنا ہے) تو پھر اس کے بعد ﴿یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی﴾ (النمل: ۱۶) ﴿کا کوئی فائدہ ہی نہ تھا، اور جب اس سے مراد نبوت اور ملک کی وارثت ہو تو یہ کلام عمدہ ہے کیونکہ پرندوں کی بولی کا سکھانا بھی علوم نبوت کے ساتھ مربوط اور متصل ہے کیونکہ مال کی وارثت کا نبوت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اسی طرح ﴿واویننا من کل شیء اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا﴾ (النمل: ۱۶) ﴿بھی ملک کی وارثت سے مربوط ہوگا مال کی وارثت کے ساتھ اس کا بھی کوئی ربط نہیں ہے، اسی طرح اس کے بعد ﴿ان ہذا لہو الفضل المبین بیشک یہی ظاہر فضل ہے﴾ (النمل: ۱۶) ﴿کا تعلق بھی علم و نبوت کے ساتھ ہے مال کے ساتھ نہیں، مال کا وارثت تو کامل شخص بھی ہو سکتا ہے اور ناقص شخص بھی، نیک بھی ہو سکتا ہے اور بد بھی، نیز اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے جس لشکر کی جانب کلام ہوا ہے اس کا ربط بھی علم و نبوت کے ساتھ ہے نہ کہ مال کے ساتھ۔

(الرازی، ج ۸، ص ۵۴۷)

وادی نمل کا بیان:

۳..... قنادہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اس سے مراد سرزمین شام ہے اور حضرت کعب کے قول کے مطابق طائف کی سرزمین ہے۔ قسمی کہتے ہیں کہ چیونٹی دو پروں والی تھی۔ اور اسے بولنے کی طاقت دی گئی تھی جو کہ دیگر پرندوں کو نہیں دی جاتی۔ اسے ”نملہ“ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ طہرتی کم اور حرکت بہت زیادہ کرتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام طائف کے علاقے وادی سدیر سے گزر رہے تھے کہ چیونٹیوں کے قبیلے سے گزر ہوا، ایک چیونٹی جو کہ لنگڑی تھی اور بھڑے کی مانند چال چلتی دکھائی دیتی تھی اس نے دیگر چیونٹیوں سے کہا ”یا ایہا النمل“۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا کلام تین میل کے فاصلے سے سن لیا، کہا جاتا ہے اس چیونٹی کا نام ”طابخیہ“ یا ”حرمیا“ تھا۔ اس چیونٹی کے نام کو توریت، انجیل اور دیگر صحائف میں بھی ذکر کیا گیا ہے اور اس کا نام اللہ ﷻ نے رکھا ہے۔ اور حضرات انبیائے کرام حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے بھی اسے پہچانتے تھے۔ اور اس کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نام اللہ ﷻ نے رکھا اور یہ نبی پر ایمان لانے والی چیونٹی تھی۔ اور اس کے ایمان کی دلیل حضرت سلیمان علیہ السلام کو پہچان کر یہ کہنا ہے ﴿لا یحطمنکم سلیمان و جنودہ وہم لا یשמعون تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں﴾ (النمل: ۱۸) ﴿۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس جملے کو سماعت کر کے مسرور ہو کر مسکرانے لگے۔ حضرت وہب کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے ہوا کے ذمہ ایک دوسرے کا پیغام پہنچانا لگایا تھا کہ چیونٹی کی آواز حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی آواز چیونٹی کو سنائی دی جائے اور ایسا اس لئے ہوا تاکہ شیطان بیچ میں کوئی رخ نہ ڈال سکے۔

(القرطبی، المعزہ: ۱۹، ص ۱۵۳ وغیرہ)

☆..... حضرت ابن عباس کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہد ہد، لٹورا (موتے) مسر سفید و ہنزہ پتہ کا ایک پرندہ جو چھوٹے پرندوں کا شکار کرتا ہے) حدیث میں انہیں صرود کہا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ جانور نقصان

پہنچائیں تو ان کے ضرر سے بچنے کے لئے انہیں مارا جاسکتا ہے اور شخص ان کو ایذا پہنچانے کے لئے ان کو مار نہیں جائے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب: فی قتل الذر، رقم: ۵۲۶۷، ص ۹۷۹)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”ایک چیونٹی نے انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کے کاٹا، تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کی بستی کو جلا دیا گیا، اللہ ﷻ نے اس نبی کی طرف وحی فرمائی کہ ایک چیونٹی نے آپ ﷺ کو کاٹا تھا تو آپ ﷺ نے چیونٹیوں کی پوری نسل کو ہلاک کر دیا جو اللہ ﷻ کی تسبیح کرتی ہیں۔“ (صحیح البعاری، کتاب الجهاد والسير، باب ۱۵۳، رقم: ۳۰۱۹، ص ۴۹۸)

☆..... سید عالم ﷺ نے آگ کا عذاب دینے سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا: ”لا یُعذب بالنار الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کسی کو آگ کا عذاب دینے کی اجازت نہیں ہے۔“

(المرجع السابق، رقم ۳۰۱۶)

دور سے چیونٹی کا کلام سننا:

۵..... قاضی بیضاوی کہتے ہیں کہ ﴿وہم لا یשמعون اور انہیں شعور نہ ہو﴾ (النمل: ۱۸) سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر شعور رکھیں تو ایسا نہ کریں کہ تمہیں روند ڈالیں، کیونکہ حضرات انبیاء کرام ظلم کرنے اور کسی کو ایذا دینے سے محفوظ ہوتے ہیں اور شعور رکھتے ہوئے ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔

(حاشیہ الشہاب المعروف عنایة القاضی، الجزء: ۱۹، ص ۲۳۳)

حضرات انبیاء کرام کا ضحک فرمانا:

۱..... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”پیشک میں اس شخص کو ضرور جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور میں اس شخص کو ضرور جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائیگا، ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس سے اس کے بڑے بڑے گناہ چھپائے جائیں گے، اس سے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں دن یہ کام کیا تھا؟ وہ اقرار کرے گا اور کسی گناہ کا انکار نہیں کرے گا، اور وہ اپنے بڑے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا، پھر کہا جائے گا کہ اس کے ہر گناہ کے بدلہ میں اس کو نیکی دے دو، وہ کہے گا میرے تو اور بھی گناہ ہیں جن کو میں اس وقت یہاں نہیں دیکھ رہا، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس قدر ہنستے دیکھا کہ آپ ﷺ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔“

(سنن الترمذی، کتاب صفة جہنم، باب: منہ، رقم: ۲۶۰۵، ص ۷۴۷)

☆..... حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کے مونہہ کا اندرونی حصہ حلق

یک نظر آئے، آپ ﷺ ہمیشہ صرف مسکراتے تھے۔“ (صحیح البعاری، کتاب الادب، باب: التیسیم والضحک،

رقم: ۶۰۹۲، ص ۱۰۶۳)

☆..... حضرت جریر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں، سید عالم ﷺ مجھ سے اوچھل نہیں ہوئے اور آپ ﷺ جب

مجھے دیکھتے ہنستے تھے۔ (صحیح البعاری، کتاب الجهاد والسير، باب: الرجز فی الحرب ورفع، رقم: ۳۰۳۶، ۳۰۳۵، ۳۰۳۴، ص ۵۰۱)

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کا ہدھد کے متعلق سوال کرنا:

عے..... محمد بن اسحاق نے بعض اہل علم سے اور حضرت وہب بن منہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد جب اپنے دولت خانے سے مجلس کی جانب آتے تو پرندے ان کے سر پر منڈلاتے، چون ولس کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے جب تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر جلوہ فرمانہ ہو جائیں، کئی زمانے کے بعد ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کوئی پرندہ ان کے سر پر سایہ قلم نہیں کئے ہوا جب کہ وہ مجلس میں آنے لگے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ پرندے مختلف مقامات سے ان کے لئے کوئی خبریں لانے میں مصروف ہوں، پھر جب دیکھا تو سارے پرندے موجود ہیں سوائے حد حد کے، کہا کیا بات ہے آج میں حد حد کو نہیں دیکھتا؟

☆..... ابن زید کہتے ہیں سب سے پہلی بار جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے حد حد کو نہ دیکھا، انسانوں سے کسی علاقے میں پانی کے پائے جانے کے بارے میں دریافت کیا تو انسانوں نے کہا کہ ہم اس بارے میں علم نہیں رکھتے، پھر جنات سے اسی بارے میں سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے، پھر پرندوں سے سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ وہ نہیں جانتے شاید حد حد جانتا ہو، اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ”کیا بات ہے میں آج حد حد کو نہیں دیکھتا“۔ (جامع البیان، الجزء: ۱۹، ص ۱۶۵)

علامہ قرطبی کہتے ہیں: اس آیت میں دلیل ہے کہ امام وقت رعایا کی خبر گیری اور حفاظت کے لئے سوال کرے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں جب آپ رضی اللہ عنہ شام کے سفر کو روانہ ہوئے، اور وادی کسزغ (شام جانے کے لئے تبوک کے آس پاس ایک وادی کا نام ہے) کے پاس پہنچے تو انہیں بعض اصحاب ابو عبیدہ اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم نے کہا کہ وادی شام میں وبائی امراض جنم لئے ہوئے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ خلیفہ بن خیاط کے قول کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شام کے سفر کے لئے بیت المقدس کی فتح کے سترہ سال بعد ہوا، پس ظاہر ہوا کہ رعایا کی خبر گیری کے لئے احوال معلوم کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم سلطنت سے نوازا گیا تھا اور مخلوق کو ان کا تابع کر دیا گیا تھا، پس ان کے لئے شکر ادا کرنا، عدل قائم کرنا لازم امر تھا پس جب حد حد کو نہ دیکھا تو شکر کی ادائیگی میں کمی جانتے ہوئے فرمایا لا عذبنا عذابا شدیداً او لا ذبحنا ضرور میں اسے سخت عذاب کروں گا یا ذبح کر دوں گا (النمل: ۲۱)۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ حد جرم کے مد مقابل دی جاتی ہے نہ کہ جسمانی کیفیت کے مطابق۔ اور کئی اقوال کے مطابق سزا پروں کو اکھیر تا قحی۔ (القرطبی، الجزء: ۱۹، ص ۱۶۱)

نوٹ: حد حد ایک مشہور خوبصورت پرندہ ہے جس کے سر پر تاج ہوتا ہے، کٹھ بڑھی۔ (فیروز اللغات اردو، ص ۱۴۳۵)

ملکہ سبا کی حکمرانی اور ان کی والدہ کا جن میں سے ہونا:

۸..... ملک سبا کو نہ دیکھنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان میں کسی کی کو ظاہر نہیں کرتا، کیونکہ جو علم نبوت میں نافع اور مفید نہ ہو وہ انبیائے کرام کی شان کے لائق نہیں ہے، ہمارے نبی ﷺ نے یہ دعا فرمائی: ”اعوذ بک من علم لا ینفع اے اللہ میں تجھ سے اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع دینے والا نہ ہو“۔ (سنن النسائی، کتاب الاستعاذہ، باب: الاستعاذہ من الشقاق والنفاق، رقم: ۵۴۸، ص ۱۲۳۱)

بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام وادی صنعاء میں پہنچ چکے تھے اور وہاں سے ملک سبا صرف تین دن کی مسافت یا تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا، اس کے باوجود کسی مصلحت اور حکمت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ملک سبا آپ ﷺ سے مخفی رکھا جیسے

حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ سے حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کی جگہ مخفی رکھی۔

(روح البیان، ج ۶، ص ۴۳۴)

ملکہ بلقیس کے شہر کا نام سبأ تھا جس میں وہ رہائش پذیر تھی، ایک قول یہ ملتا ہے کہ یہ یمن کے ایک علاقے کا نام ہے، بعض مورخین نے قبیلے کے بڑے شخص کا نام سبأ بیان کیا ہے، ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ اس شخص کا نام بحدہ میں مآرب رکھا گیا، اور یہ وادی صنعاء سے تین دن کی مسافت پر تھا۔

(لسان العرب، الحرف المسین، ج ۶، ص ۱۳۶)

کہا جاتا ہے کہ ملکہ بلقیس کا پورا نام بلقیس بنت السیرح یا بلقیس بنت شراحیل بن ذی جدن بن السیرح تھا، اس کا باپ بہت بڑا بادشاہ تھا اور اس نے اہل یمن میں سے کسی بادشاہ کی لڑکی سے شادی سے انکار کیا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک چڑیہ سے نکاح کیا تھا جس کا نام ریحانہ بنت اسکن تھا، اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام تلقرمہ یا بلقیس تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کان احد ابوی بلقیس جنیا یعنی بلقیس کے ماں باپ میں سے ایک جن تھا“ لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(البدایة والنهاية، الجزء الثاني: قصة سليمان بن داود، ج ۱، ص ۵۰۱)

جنات کے ساتھ نکاح کے شرعی جواز کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام مالک جواز کے قائل ہیں لیکن انہوں نے اس وجہ سے اس کو مکروہ کہا ہے کہ جو عورت زنا سے حاملہ ہوگی وہ دعویٰ کرے گی کہ اس کا نکاح جن سے ہوا ہے اور یہ حمل اسی کا ہے، اسی طرح الحکم بن عیینہ، قتادہ، حسن بصری، عقبہ الاصح، الحجاج بن ارطاة نے بھی اس نکاح کو مکروہ کہا ہے۔ امام ابن جریر نے امام احمد اور امام بخاری سے روایت کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے ساتھ نکاح کرنے کو منع فرمایا، فقہائے احناف کے نزدیک بھی یہی ہے، فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ انسان اور جن کا آپس میں نکاح اختلاف جنس کے باعث ناممکن ہے۔ علمائے شافعیہ کا قول ہے کہ ہمارے شیخ الاسلام البارزی نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان فرادیا ہے کہ اس نے ہمارے نفسوں سے ہماری بیویاں بٹائی ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفَسْكَمِ اَزْوَاجًا﴾ (النحل: ۷۲) اور ابن العمار نے شرح الوجیز میں اس نکاح کو جائز کہا ہے اور عیش نے کہا ہے کہ ایک چینی نے ہم سے شادی کی، میں نے اس سے پوچھا کہ تم کو کونسا کھانا پسند ہے تو اس نے کہا چاول، ہم اس شادی میں گئے، میں نے دیکھا کہ چاول دسترخوان سے اٹھ رہے تھے، اور کھانے والے نظر نہیں آرہے تھے، میں نے اس سے پوچھا کیا تمہارے اندر بھی گمراہ فرتے ہوتے ہیں؟ اس نے کہا، ہاں! میں نے پوچھا پھر رافضیوں کا تمہارے ہاں کیا حکم ہے؟ اس نے کہا وہ سب سے بدتر فرقہ ہے۔

(الفتاویٰ الحدیثیہ، مطلب: هل تحوز مناکحة الجن بم لا ص ۹۷)

ملکہ سبا کا مظہم تخت اور اس کی کیفیت:

۹..... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لن یفلح قوم ولو امرهم امرات یعنی جس قوم کی حاکم کوئی عورت ہو وہ کبھی نجات نہیں

ہو سکتی“۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کسری برقم ۶۴۴۲۰، ص ۷۵۲) حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کی عورت المقدس میں تھی اور ملکہ بلقیس کا تخت شہر سبا میں تھا۔ اور دونوں کے مابین دو ماہ کی مسافت کا قافلہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس قضا میں سے لیکر شام تک چلتی تھی۔ (الصواعق، ج ۱، ص ۲۶۲ و ۲۶۳)۔ بلقیس نے اپنا تخت سات گھوڑوں میں رکھ کر مقل کر رکھا تھا اور اس پر بیٹھ کر دور

مقرر کر رکھے تھے، اس تخت کا طول اسی ہاتھ، عرض چالیس اور اونچائی تیس ہاتھ تھی اور اس میں ہیرے، جواہرات، موتی، سرخ یا قوت اور بزمرد بڑے ہوئے تھے۔
(العازن، ج ۳، ص ۲۴۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب میں بسم اللہ لکھنا:

ہاں..... حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے تھے کہ ملکہ خود نائب ہو کر ان کے پاس تشریف لے آئے اور ایسا معاملہ ان کے تخت کے آنے کے بعد ہو، یعنی تخت پہلے لایا جائے، اس کام کے لئے حد حد کا انتخاب کیا گیا لہذا ابن کثیر کہتے ہیں کہ حد حد نے خط ان کے محل میں ان کی جانب ڈال دیا جہاں وہ خاتون خلوت فرماتی تھیں، پس اس نے اس خط کے جواب دینے کے لئے اپنے امراء، وزراء، اکابر وغیرہ سے مشورہ طلب کیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا: **انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم** بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا (نمل: ۳۰)۔
(البدایۃ والنہایۃ، الجزء الثانی، قصہ سلیمان بن داؤد، ج ۱، ص ۴۰۲)

ایک شبہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے آغاز میں پہلے اپنا نام ذکر کیا اس کے بعد "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ علامہ قرطبی نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں لیکن ایک جواب یہ حدیث بنتی ہے کہ ربیع نے اس سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: "نبی کریم ﷺ سے زیادہ حرمت کسی کی نہیں ہے لیکن جب اصحاب نبی خط لکھتے تھے تو ابتداء اپنے نام سے کرتے تھے۔" ابن سیرین کہتے ہیں: "اہل فارس جب کسی کو خط لکھتے تو ابتداء اپنے نام سے کرتے اس کے بعد اپنے مقاصد لکھتے۔" لہذا حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانب اٹھنے والے دوسو سے کی کاٹ ہو جاتی ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کا جواز یہ بھی ہے کہ ہر کلام جو اللہ جل جلالہ کی حمد سے سوا ہو وہ خیر سے منقطع ہوا کرتا ہے لہذا حضرات انبیائے کرام اس بات کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے کہ ان کا کوئی کلام بے کار نہ ہو۔
(القرطبی، الجزء: ۱۹، ص ۱۷۲ وغیرہ)

اغراض:

بالقضاء بین الناس و منطق الطیر و غیر ذلک: مراد علم شریعت ہے، یعنی ان کی بات سمجھنے کی طاقت، اور پہاڑوں کا تسبیح کرنا۔
وتسخیر الجن والانس: ظاہر یہی ہے کہ یہ سب کچھ حضرت داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام کو دیا گیا اور یہی اس سے مراد ہیں، مگر حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد کرامی سے فائق ہیں اور انہیں ظاہری سلطنت سے نوازا گیا ہے۔

بجمعون ثم یسألون: یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے انسان، جن اور پرندے پابند کر دیئے گئے لیکن وہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر حالت سفر میں سبقت نہ کرتے تھے بلکہ اکٹھے رہتے اور حکم کے پابند ہوتے۔ وقد رات جند سلیمان: یعنی تیل میل دور سے چوٹی ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر دیکھ لیا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس ملکہ کا کلام تین میل دور سے سماعت فرمایا۔

ابتداء..... الخ: مومنہ سے آواز نکلے بغیر مسکرانے کو قسم کہتے ہیں، اور ٹھک ہلکی آواز سے ہنسنے کو کہتے ہیں جس میں مومنہ کھل جاتا ہے، اور تہقہ بڑی آواز سے مومنہ کھول کر ہنسنے کو کہتے ہیں اور ایسا ہونا حضرات انبیائے کرام سے متصور نہیں۔

فی هذا السیر: یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصی سیر جو کہ وادی مغل کی جانب ہو رہی تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر متذکرہ مکان پر (اپنے تخت نما) بچھونے پر سوار ہو کر گزرے جسے ہوائیں چلا رہی تھیں۔

فستخرو جہ الشیاطین: یعنی سچ زمین پر ہوتے ہوئے پانی سے (اد پر ہو کر اپنی چونچ سے پانی کی سطح سے کچھ نکال لیتا) جیسا کہ بکری کی کمال (اس کے گوشت سے اوپر ہوتی ہے اور اتاری جاتی ہے)۔

بسنف ریشہ: یہ حد حد کو مزادینے کے حوالے سے ایک قول ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس کے غیر جنس کے ساتھ رکھیں گے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس پر قطر ان (تیز تار کول / درخت سے نکلنے والا مادہ) نکل کر اسے سورج کی تابش میں رکھا جائے گا۔ بضم الکاف وفتحها: ”مکث“ میں دو قرأتیں ہیں، اول باب قرب سے، اور ثانی باب نصر سے۔

ای یسیرا من الزمان: مراد زوال سے لے کر عصر تک کا وقت ہے۔

بالصوف وقرکھ: یہاں بھی دو قرأتیں ہیں، اسباب منع صرف میں سے ایک قول کسی آدمی کے نام ہونے کا ہے، جب کہ دوسرا قول قبیلے کے نام ہونے کا ہے، اس صورت میں علم و تانیف دونوں پائے جائیں گے۔

اسمہا بلقیس: باء کی کسرہ کے ساتھ ہے، بلقیس بنت شراحیل بن قحطان نسب ہے۔ ان کے والد بہت بڑے بادشاہ وقت تھے، بادشاہ وقت کے چالیس بیٹے پوری یمن کی سر زمین میں حکومت کرتے رہے، لیکن ان کے والد کے تحت کو کوئی سمجھانے والا لائق نہیں تھا، ان کے والد نے چیدہ سے شادی کی جس کا نام ریحانہ بنت سکن تھا۔ کہا جاتا ہے کہ چیدہ سے شادی کرنے کا یہی سبب تھا کہ (حصول اولاد ہو جو حکومت سنبھال سکے)، بادشاہ وقت بہت شکار کرتے تھے ایک مرتبہ کسی جن کو ہرن کی شکل میں دیکھ کر شکار کرنے لگے تو خلاف توقع معاملہ ہوا اور جنات کا گروہ سامنے آیا، پس انہیں دوست بنا لیا اور ریحانہ بنت سکن کو نکاح کا پیغام دے دیا اور پھر ان سے نکاح کر لیا۔ مزید ماقبل تحقیق حاشیہ نمبر ۸ کے تحت مل جائے گی۔ طولہ نعمانوں ذرا عا: کہا جاتا ہے کہ جس طرح تخت کا طول (لبائی) اسی ۸۰ گز تھی بالکل اسی طرح عرض (چوڑائی) بھی اتنی ہی تھی، اور ارتفاع (اونچائی) بھی اتنی ہی تھی۔

من المطر والنبات: یعنی ایک دوسرے پر مرتب ہونا، پس بارش آسمانوں میں چھٹی ہوئی ہوتی ہے اور نباتات زمین میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ من عبد اللہ: یہ خاص وصف ہے کہ خط کی ابتداء اللہ ﷻ کے کلام سے فرمائی، اگرچہ اس وقت ملکہ بلقیس کافرہ تھیں، جب ملکہ بلقیس کے بارے میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تخفیف کرنے کا خوف لاحق ہوا تو ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کو اپنے نام کے ساتھ ملائے ہوئے ہوئے کہ یہ خط سلیمان علیہ السلام کی طرف سے اللہ ﷻ کے نام سے شروع کرتے ہوئے بھیجا گیا ہے۔

ثم طبعه بالمسک: شمع کی مانند مشک سے معطر فرما دیا اور اپنی مہر بھی لگا دی۔ واتاہا وحو لها جندھا: حد حد دیکھا ہے کہ سارے درباری آرام کر رہے ہیں، دروازے بند ہیں اور چامیاں ملکہ کے سر کے نیچے رکھی ہوئی ہیں، پس خط اس کی جانب ڈال دیا گیا۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ملکہ کے کمرے میں روشندان تھا جس سے طلوع شمس کے وقت روشنی اندر آتی تھی، جب حد حد اس روشندان سے اندر داخل ہوا تو گویا روشندان سے سورج کی شعائیں داخل نہ ہو سکیں اور ملکہ کو ارتفاع شمس کا علم بھی نہ ہوا اور کافی دیر سے خوب بلند ہو جانے پر دیکھا، حد حد نے خط ان کی جانب ڈال دیا۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۵۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۸

﴿قالت یاہیا الملوا الفونی﴾ بتتحقیق الهمزین وتسہیل الثانیة بقلیہا واوا ای اشیروا علی ﴿فی امری ما کنت قاطعة امر﴾ قاضیة ﴿حتى تشهدون﴾ (۳۲) ﴿تخضرون﴾ قالوا نحن اولوا قوۃ واولوا باس شدید

﴿أى أصحاب شلسة فى الحرب﴾ والامر اليك فانظري ماذا تأمرين ﴿٣٣﴾ ﴿نطعك﴾ قالت ان
الملوك اذا دخلوا قرية المسدوها ﴿بالتخريب﴾ وجعلوا اعزة اهلها اذلة ع وكذلك يفعلون
﴿٣٤﴾ ﴿أى مرسلا الكتاب﴾ وانى مرسله اليهم بهديه فنظرة ٢ هم يرجع المرسلون ﴿٣٥﴾ ﴿من قبول الهدية
اوردها ان كان ملكا قبلها او نبيا لم يقبلها فارسلت خدما ذكورا او اناثا ألفا بالسوية وخمسمائة لينة
من الذهب وتاجا مكللا بالجواهر ومسكا وغنبرا وغير ذلك مع رسول بكتاب فأسرع الهدى الى
سليمان يخبره الخبر فأمر ان تضرب لبنات الذهب والفضة وان تبسط من موضعه الى تسعة فرائخ
ميدانا وان يتنوا حوله حائطا مشرفا من الذهب والفضة وان يوتى بأحسن ذواب البر والبحر مع اولاد
الجن عن يمين الميدان وشماله﴾ فلما جاء ﴿الرسول بالهدية ومعه اتباعه﴾ سليمان قال
﴿سليمان﴾ اتمدونن بمال فما اتنى الله ﴿من النبوة والملك﴾ خير مما اتكم ع ﴿من الدنيا﴾ بل
انتم بهديتكم تفرحون ﴿٣٦﴾ ﴿ليفخركم بزخارف الدنيا﴾ ارجع اليهم ﴿بما اتيت به من الهدية﴾
فلناتينهم بجنود لا قبل ﴿لا طاقة﴾ لهم بها ولنخرجهم منها ﴿من بلدهم سبا سبيت باسم ابي
قيلتهم﴾ اذلة وهم صفرون ﴿٣٧﴾ ﴿أى ان لم ياتونى مسلمين فلما رجع اليها الرسول بالهدية جعلت
سريرها داخل سبعة ابواب داخل قصرها وقصرها داخل سبعة قصور واغلق ابواب وجعلت عليها
سريرها حرسا وتجهزت للمسير الى سليمان لتنظر ما يأمرها به فارتحلت فى اثنى عشر الف قيل مع
كلى قيل الوف كثيرة الى ان قربت منه على فرسخ شعربها﴾ قال يا ايها الملوا ايكم ﴿فى الهمزتين ما
تقدم﴾ ياتينى بعرشها قبل ان ياتونى مسلمين ﴿٣٨﴾ ﴿أى منقادين طائعين فلى اخذة قبل ذلك لا بعده﴾
قال عفريت من الجن ﴿هو القوى الشديد﴾ انا اتيك به قبل ان تقوم من مقامك ع ﴿الذى تجلس فيه
للقضاء وهو من الغداة الى نصف النهار﴾ وانى عليه لقوى ﴿أى على حمليه﴾ امين ﴿٣٩﴾ ﴿أى على ما فيه
من الجواهر وغيرها قال سليمان أريد أسرع من ذلك﴾ قال الذى عنده علم من الكتاب ﴿المنزل
وهو اصيف بن برخيا كان صديقا يعلم اسم الله الأعظم الذى اذا دعى به اجاب﴾ انا اتيك به قبل ان
يرتد اليك طرفك ﴿اذا نظرت به الى شىء ما قال له الى السماء فنظر اليها ثم رد بظرفه فوجدته
موضوعا بين يديه ففى نظره الى السماء دعا اصيف بالاسم الأعظم ان ياتى الله به فحصل بأن جرى
تحت الارض حتى ارتفع عند كرسي سليمان﴾ فلما راه مستقرا ﴿أى ساكنا﴾ عنده قال هذا ﴿أى
الإيمان لى به﴾ من فضل ربي صلى الله ليلونى ع ﴿ليخبرنى﴾ اشكر ﴿بتحقيق الهمزتين وابدال الثانية
ألفا وتسهيلها وادخال ألف بين المسهلة والأخرى وتركة ام اكفر ط﴾ النعمة ﴿ومن شكر فانما
يشكر لنفسه﴾ أى لا جليلها لأن ثواب شكره له ﴿ومن كفر﴾ النعمة ﴿فان ربي غنى﴾ عن شكره ﴿كريم

(۳۰) ﴿بِالْأَفْضَالِ عَلَيَّ مَنْ يَكْفُرُهَا﴾ قال نكروا لها عرشها ﴿أَي غَيْرُوهُ إِلَى خَالِ تَنْكِرُوهُ إِذَا رَأَتْهُ﴾ ننظر
 اتهدى ﴿إِلَى مَعْرِفَتِهِ﴾ ام تكون من الذين لا يهدون (۳۱) ﴿إِلَى مَعْرِفَةٍ مَا تَغَيَّرَ عَلَيْهِمْ قَضَدَ بِدَالِكِ
 اِخْتِيَارَ عَقْلِيهَا لَمَّا قِيلَ لَهُ أَنَّ فِيهِ شَيْئًا فَغَيَّرُوهُ بِزِيَادَةٍ أَوْ نَقْصٍ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ﴾ فلما جاءت قيل ﴿لَهَا﴾
 اهكذا عرشك ﴿أَي أَمْثَلُ هَذَا عَرْشِكَ﴾ قالت كأنه هو ﴿أَي فَعَرَفْتَهُ وَشَبَّهْتِ عَلَيْهِمْ كَمَا شَبَّهُوا
 عَلَيْهَا إِذْ لَمْ يَقُلْ هَذَا عَرْشِكَ وَلَوْ قِيلَ هَذَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ سُلَيْمَانُ لَمَّا رَأَى لَهَا مَعْرِفَةً وَعِلْمًا﴾ واوتينا
 العلم من قبلها وكنا مسلمين (۳۲) ﴿وَصَدَّهَا﴾ عَنْ عِبَادَةِ اللَّهِ ﴿مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ أَي غَيْرَهُ ﴿
 أَنهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمِ كَفَرِينَ﴾ (۳۳) ﴿قِيلَ لَهَا﴾ أَيضًا ﴿ادْخُلِي الصَّرْحَ﴾ ﴿هُوَ سَطْحٌ مِنْ رُجَاجٍ أَبْيَضٍ شَفَافٍ
 تَحْتَهُ مَاءٌ جَارٍ فِيهِ سَمَكٌ اصْطَنَعَهُ سُلَيْمَانُ لَمَّا قِيلَ لَهُ إِنَّ سَاقِيَهَا وَرَجْلِيهَا كَقَدَمِي حَمَارٍ﴾ فلما رآته
 حسبته لجة ﴿مِنَ الْمَاءِ﴾ وكشفت عن ساقِيهَا ﴿لِتَخوضَهُ وَكَانَ سُلَيْمَانُ عَلَى سَرِيرِهِ فِي صَدْرِ الصَّرْحِ
 فَرَأَى سَاقِيَهَا وَقَدَمِيهَا جَسَانًا﴾ قال ﴿لَهَا﴾ انه صرح ممرد ﴿مُمَلَّسٌ﴾ من قوارير ﴿أَي رُجَاجٍ وَدَعَاهَا
 إِلَى الْإِسْلَامِ﴾ قالت رب انى ظلمت نفسي ﴿بِعِبَادَةِ غَيْرِكَ﴾ واسلمت ﴿كَأَنَّهَا﴾ مع سليمان لله رب
 العالمين (۳۴) ﴿وَأَرَادَ تَزْوُجَهَا فَكَبَّرَهَا شَعْرَهَا سَاقِيَهَا فَعَمِلَتْ لَهُ الشَّيَاطِينُ النَّوْرَةَ فَآزَلَتْهُ بِهَا فَتَزَوَّجَهَا
 وَأَحَبَّهَا وَأَقْرَبَهَا عَلَى مَلِكِيهَا وَكَانَ يَزُورُهَا كُلَّ شَهْرٍ مَرَّةً وَيَقِيمُ عِنْدَهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَأَنْقَضِي مَلِكِيهَا بِانْقِضَاءِ
 مُلْكِ سُلَيْمَانَ رُوِيَ أَنَّهُ مَلَكَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثِ عَشْرَةَ سَنَةً وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثِ وَخَمْسِينَ سَنَةً فَسُبْحَانَ
 مَنْ لَا انْقِضَاءَ لِدَوَامِ مُلْكِهِ.

﴿ترجمہ﴾

بولی اے سردارو! مجھے رائے دو..... (یعنی مجھے مشورہ دو، دونوں ہنرہ تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کی تسہیل یعنی واڈ کے ساتھ
 بدلنے سے ہے) میرے اس معاملے میں، میں کسی معاملے میں کوئی قلعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو (تشہدوں
 بمعنی حضرون ہے) وہ بولے ہم زور والے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں (یعنی جنگ میں بڑی شدت والے ہیں) اور اختیار تیرا
 ہے تو نظر کر کہ کیا حکم دیتی ہے (ہم تیری اطاعت کریں گے) بولی بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں
 (اجاڑ کر) اور اس کے عزت والوں کو ذلیل اور ایسا ہی کرتے ہیں (یہ خط بھیجنے والے بھی) اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی
 ہوں..... پھر دیکھوں گی کہ اپنی کیا جواب لے کر پلٹے (یعنی ہدیہ قبول ہوتا ہے یا اس کو رد کر دیا جاتا ہے، اگر وہ بادشاہ ہوں گے تو
 اس کو قبول کر لیں گے اور اگر نبی ہوں گے تو اس کو قبول نہ کریں گے، پس اس نے ایک ہزار لڑکے اور لڑکیاں بطور خادم روانہ کئے جو کم عمر
 تھے اور پانچ سو سونے کی اینٹیں اور ایک ایسا تاج جو جواہر سے مرصع تھا اور محک و عنبر وغیرہ مع خط کے قاصد روانہ کیا، پس ہدیہ نے
 حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پہنچنے میں جلدی کی اور آپ ﷺ کو سب کچھ بتا دیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ سونے اور

جامعی کی اینٹیں تیار کی جائیں اور انہیں میدان میں ٹومیل تک بچھا دیا جائے اور اس کے گرد سونے اور چاندی سے احاطہ کی بلند دیوار بنا دی جائے اور میدان کے دائیں بائیں بحر و بر کے سب سے خوبصورت جانور جنات کے بچوں کے ساتھ ساتھ کھڑے کر دیئے جائیں) پھر جب وہ آیا (قاصد صبح تحائف اور وفد کے) سلیمان کے پاس فرمایا (تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا) کیا مال سے میری مدد کرتے ہو تو جو مجھے اللہ نے دیا (یعنی نبوت اور بادشاہی) وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا..... ۳..... (یعنی دنیاوی مال) بلکہ تم ہی اپنے تھمہ پر خوش ہوتے ہو (اس لئے کہ تم لوگ ہی دنیاوی آرائش و زیبائش پر فخر کیا کرتے ہو) پلٹ جاؤ ان کی طرف (ان تحائف کے ساتھ جو تجھے دیئے گئے ہیں) تو ضرور ہم ان پر وہ لشکر لائیں گے جن کی انہیں طاقت نہ ہوگی (لا قبیل بمعنی لا طاقت ہے) اور ضرور ہم ان کو اس شہر سے نکال دیں گے (یعنی ان کے شہر سب سے کہ جس کا نام ان کے قبیلے کے باپ کے نام پر رکھا گیا ہے) ذلیل کر کے یوں کہ وہ پست ہوں گے (جب قاصد ملکہ بلقیس کے پاس واپس تحائف وغیرہ لے کر پہنچا اور سارا قصہ سنایا تو اس نے اپنے تخت کو اپنے سات محلوں میں سے سب سے پچھلے محل میں محفوظ کر کے تمام دروازے بند کر دیئے اور پھر اس پر پہرے دار مقرر کر دیئے، اس کے بعد حضرت سلیمان ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیاری شروع کر دی تاکہ دیکھے کہ وہ کیا حکم دیتے ہیں، اس نے بارہ ہزار نوابوں کے جلو میں کوچ کیا اور ہر نواب کے ساتھ ہزاروں لشکری تھے، جب وہ آپ ﷺ کے اتنے قریب پہنچ گئی کہ فاصلہ صرف ایک فرسنگ رہ گیا) سلیمان نے فرمایا اے درباریو! تم میں کون ہے (المسلا ایکم کے دونوں ہمزوں کی وہی قرأت ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے) کہ وہ اس کا تخت..... ۳..... میرے پاس لے آئے قتل اس کے کہ وہ میرے حضور مطہج ہو کر حاضر ہوں (یعنی اطاعت و فرمانبرداری بن کر، کہ اس کا مال لینا اسلام سے پہلے میرے لئے جائز ہے نہ کہ اسلام لانے کے بعد) ایک بڑا خبیث جن..... ۵..... بولا (جو کہ بہت طاقتور تھا) کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کروں گا بل اس کے کہ حضور اجلاس برخواست کریں (یعنی وہ اجلاس کہ جس میں آپ فیصلہ کرنے کی خاطر تشریف فرما ہوتے ہیں جو کہ صبح سے دوپہر تک جاری رہتا ہے) اور میں بیشک اس پر قوت والا (ہوں اس کے اٹھانے پر) امانتدار ہوں (ان جواہرات وغیرہ پر جو اس میں بڑے ہوئے ہیں، حضرت سلیمان ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں تو) اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا (یعنی اس کتاب کا جو ان پر نازل کی گئی تھی، اور وہ آصف بن برخیا تھے جو اسم اعظم جانتے تھے کہ جس کے ذریعے دعائیں قبول ہوتی ہیں) کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے (کہ جب آپ کسی شے کی طرف دیکھیں، حضرت آصف بن برخیا نے حضرت سلیمان ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ آسمان کی جانب دیکھیں، پس آپ ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھا تو جب واپس دیکھا تو اپنے سامنے اس تخت کو رکھا ہوا پایا، حضرت سلیمان ﷺ کے آسمان کی طرف دیکھنے کے دوران حضرت آصف نے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کے وسیلہ سے اس تخت کو حاضر کر دے تو وہ دعا پوری ہوئی اور وہ تخت زیر زمین چلتا ہوا حضرت سلیمان ﷺ کی کرسی کے پاس سے نمودار ہو گیا) پھر جب سلیمان نے تخت کو رکھا دیکھا (مستقرا بمعنی ساکن ہے) اپنے پاس کہا یہ (یعنی اس تخت کا میری خاطر لانا) میرے رب کے فضل سے ہے، تاکہ مجھے آزمانے (میرا امتحان لے) کہ میں شکر کرتا ہوں (۱۰ اشکو میں دونوں ہمزے تحقیق کے ساتھ، دوسرے کو الف سے بدلنے اور اس کی تسہیل کے ساتھ اور مسہلہ اور دوسرے کے درمیان الف کو داخل کرنے یا نہ کرنے کے ساتھ ہے) یا ناشکری (کہتا ہوں اس کی نعمت کی) اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے (یعنی اپنی خاطر ایسا کرتا ہے اس لئے کہ اس کے شکر کا ثواب اسی کو ملے گا) اور جو ناشکری کرے (نعمت کی) تو میرا رب بے پرواہ ہے (اس کے شکر بھالانے سے) سب خوبیوں والا (فضل فرمانے کے سبب کہ جو وہ نعمتوں کی ناشکری کرنے والے پر فرماتا ہے..... ۶.....) سلیمان نے حکم دیا عورت کا تخت اس کے سامنے وضع بدل کر بیگانہ کر دو (یعنی اس حالت تک

تبدیل کرو کہ جب اس کو دیکھے تو اسے پہچان نہ سکے) کہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے (اس کو پہچاننے کی) یا ان میں ہوتی ہے جو ناواقف رہے (اس کو پہچاننے سے کہ جو اس میں تبدیلی کی گئی ہے، اور اس کا مقصد صرف اس کے عقل مند ہونے کی آزمائش کرنا تھا کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس کی عقل کے متعلق کچھ کہا گیا تھا، پس اس تخت کو کچھ کی بیشی وغیرہ سے تبدیل کر دیا گیا) پھر جب وہ آئی اس سے کہا گیا تیرا تخت ایسا ہی ہے (یعنی اس کے مثل ہے) بولی گویا یہ وہی ہے (پس اس نے اسے پہچان لیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو شبہ میں مبتلا کر دیا جس طرح انہوں نے اسے شبہ میں مبتلا کیا، اس لئے کہ آپ علیہ السلام نے اس سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ کیا یہ وہی تخت ہے اور اگر اس سے یہ پوچھا جاتا تو وہ یقیناً ہاں میں جواب دیتی، جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی معرفت اور علم کو دیکھا تو ارشاد فرمایا) اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی اور ہم فرما رہے تھے اور اسے روکا (اللہ تعالیٰ کی عبادت سے) اس چیز نے جسے وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی (من دون اللہ سے مراد غیر اللہ ہے) بیشک وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔ اس سے کہا گیا (یہ بھی کہ) محن میں آ (کہ جس کا فرش صاف شفاف، اس کے نیچے پانی جاری تھا جس میں مچھلیاں تھیں، اسے بنانے کا حکم حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیا تھا، اس لئے کہ آپ علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ اس کی پنڈلیاں اور ٹانگیں گدھے کے پیروں جیسی ہیں) پھر جب اس نے اسے دیکھا گہرا پانی کھینچا اور اپنی ساقیں کھولیں (اس کی اندر جانے کے لئے، حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ محن کے وسط میں ایک تخت پر براجمان تھے لہذا آپ علیہ السلام نے اس کی پنڈلیوں اور قدموں کو خوبصورت ملاحظہ فرمایا) سلیمان نے فرمایا (اس سے) یہ تو ایک چکنا محن ہے (ممرود بمعنی مملس ہے) شیشوں جڑا (قواریر سے مراد شیشے ہیں، اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے اسلام کی دعوت دی تو) عورت نے عرض کی اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا (تیرے غیر کی عبادت کر کے) اور اب سلیمان کے ساتھ اللہ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو رب سارے جہان کا (اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی..... کے..... کا ارادہ کیا تو اس کی پنڈلیوں کے بالوں کو ناپسند کیا تو جنوں نے ان کی بال دور کرنے والا پاؤڈر نوره بنایا کہ اس کے ذریعے آپ نے بال دور کر لئے اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے شادی کر لی، اس سے آپ علیہ السلام بڑی محبت فرماتے تھے اور اسے اس کی بادشاہی پر برقرار رہنے دیا، آپ علیہ السلام ہر مہینے میں ایک مرتبہ اس کے پاس تشریف لے جاتے اور تین دن تک اس کے ہاں قیام فرماتے، ملکہ بلقیس کی بادشاہی اس وقت تک قائم و دائم رہی جب تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی قائم رہی، مردی ہے کہ آپ علیہ السلام تیرہ سال کی عمر میں بادشاہ بنے اور 53 سال کی عمر میں وصال فرمایا، پس تسبیح و تقدیس کے لائق وہی ذات ہے کہ جس کی بادشاہی کبھی ختم نہ ہوگی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قالت يا ايها الملوك اتوني في امرى ما كنت قاطعة امر حتى تشهدون﴾

قالت: قول يا ايها الملوك: اتوني: اتوني: فعل امر بافاعل ومفعول، في امرى: ظرف لغو، ملكر جمل فعلية مقصود بالنداء، ملكر مقول، ملكر جمله قوليه، ما تانيه، كنت فعل ناقص، با اسم، قاطعة: اسم فاعل بافاعل، امرى: مفعول، حتى تشهدون: ظرف لغو، ملكر شبه جمل خبر، ملكر جمله فعلية۔

﴿قالوا نحن اولوا قوة واولوا باس شديد والامر اليك فانظري ماذا تامرين﴾

قالوا: قول، نحن: مبتدأ، اولوا القوة: معطوف عليه، و: عاطفة، اولوا باس شديد: معطوف، ملكر خبر، ملكر جمله اسمية معطوف عليه، و: عاطفة، الامر: مبتدأ، اليك: ظرف مستقر، ملكر جمله اسمية معطوف، ملكر مقول، ملكر جمله قوليه، ف: فصحية، فانظري: فعل امر بافاعل، ماذا: اسم استفهام مفعول مقدم، تامرين: فعل بافاعل، ملكر جمله فعلية مفعول، ملكر جمله فعلية شرط محذوف "انهم واغبون فان اردت ذلك" کی جزاء، ملكر جمله شرطية۔

﴿قالت ان الملوک اذا دخلوا قرية الفسدها وجعلوا اعزاة لعلها اذلة﴾.

نالت: قول، ان الملوک: حرف مشبہ واسم، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، دخلوا قرية: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، الفسدها: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعلوا: فعل بافاعل، اعزاة اهلها: مفعول اول، اذلة: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿و كذلك يفعلون﴾ وانى مرسله اليهم بهديه فنظرة بهم يرجع المرسلون﴾.

و: عاطفہ، كذلك: ظرف مستقر "فعل" مصدر محذوف کیلئے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، يفعلون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انى: حرف مشبہ واسم، مرسله: اسم قائل بافاعل، اليهم: ظرف لغو اول، بهديه: ظرف لغو ثانی، ملکر شبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، نظرة: اسم قائل بافاعل، ب: جار، جار، استفہامیہ مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، يرجع المرسلون: فعل وقائل، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر شبہ جملہ ہو کر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلما جاء سليمان قال اتمدوني بمال﴾.

ف: عاطفہ، معطوف علی محذوف "فاعدت الهدية مع رسول بكتاب" لما شرطیہ، جاء سليمان: فعل وقائل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قال: قول، همزه: حرف استفہام، تمدوني: فعل بافاعل و"ی" ضمیر محذوف مفعول، بمال: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما اتن الله خير مما اتكم بل انتم بهديتكم تفرحون﴾.

ف: عاطفہ تحلیلہ، ما: موصولہ، اتن الله: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، خیر: اسم تفضیل بافاعل، مما اتكم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بل: عاطفہ، انتم: مبتدا، بهديتكم: ظرف لغو مقدم، تفرحون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ارجع اليهم فلنا تبهم بجنود لا قبل لهم بها﴾.

ارجع: فعل امر بافاعل، اليهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: مبتدأ، لام تسمیہ، فلنا تبهم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، جنود: موصوف، لا: نفی جنس، قبل: مفعول بافاعل، بها: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر اسم، لهم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿ولنخرجهم منها اذلة وهم صاغرون﴾.

و: عاطفہ، لام تسمیہ، لنخرجهم: فعل بافاعل، هم: ضمیر ذو الحال، اذلة: حال اول، و: حالیہ، هم صاغرون: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر مفعول، منها: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ، قبل "لنا تبهم" پر معطوف ہے۔

﴿قال يا ايها الملوا ايكم ياتيني بعرشها قبل ان ياتوني مسلمين﴾.

قال: قول، يا ايها الملوا: نداء، ايكم: مبتدا، ياتيني بعرشها: فعل بافاعل ومفعول و ظرف لغو، قبل: مضاف، ان ياتوني مسلمين: جملہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال عفریت من الجن الا اتیک به قبل ان تقوم من مقامک﴾.

قال: فعل، عفریت: موصوف، من الجن: ظرف مستقر صفت، ملکر قائل، ملکر قول، انا: مبتدا، اتیک به: فعل بافاعل ومفعول و ظرف لغو، قبل ان تقوم من مقامک: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿والی علیہ لقوی امین﴾

و: عاطفہ، النبی جرف مشبہ واسم، علسہ: ظرف لغو مقدم، لام: تاکیدیہ، فسوی: صفت مشبہ بافاعل، ملکر مشبہ جملہ ہو کر موصوف، امین: صفت، ملکر خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال الذی عنده علم من الکتب انا اتیک به قبل ان یوتد الیک طرفک﴾

قال: فعل، الذی: موصول، عنده: ظرف متعلق بخبر مقدم، علم: موصوف، من الکتب: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، انا: مبتدا، اتیک به: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، قبل: مضاف، ان یوتد الیک طرفک: جملہ فعلیہ بتایل مصدر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلما راه مستقرا عنده قال هذا من فضل ربی لیبلونی و اشکر ام اکفر﴾

ف: عاطفہ، لما بشرطیہ، را: فعل بافاعل، ہ: ضمیر ذوالحال، مستقرا عنده: شبہ جملہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قال: قول، هذا: مبتدا، من: جار، فضل: مصدر مضاف، ربی: مضاف الیہ فاعل، لام: جار، یبلو: فعل بافاعل، ن: و قایہ، ی: ضمیر مبدل منہ، همزہ جرف استفہام، اشکر: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ، اکفر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ہو کر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ومن شکر فانما یشکر لنفسه ومن کفر فان ربی غنی کریم﴾

و: متناقضہ، من بشرطیہ مبتدا، یشکر: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، انما جرف مشبہ وما کافہ، یشکر لنفسه: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ متناقضہ، و: عاطفہ، من بشرطیہ مبتدا، کفر: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان ربی غنی کریم: جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال نکروا لها عرشها ننظر ایتهدی ام تكون من الذین لایہتدون﴾

قال: قول، نکروا لها: فعل امر بافاعل وظرف لغو، عرشها: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ننظر: فعل بافاعل، همزہ جرف استفہام، ایتهدی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ، تكون: فعل ناقص بااسم، من الذین لایہتدون: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جواب امر واقع ہے۔

﴿فلما جاء ت لیل اھکذا عرشک﴾

ف: عاطفہ، لما بشرطیہ، جاء ت: جملہ فعلیہ شرط، لیل: قول، همزہ جرف استفہام، ہا: بلتیمیہ، کذا: ظرف مستقر خبر مقدم، عرشک: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، جواب شرط ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قالت کانه هو واوتینا العلم من قبلها وکنا مسلمین﴾

قالت: قول، کانه: حرف مشبہ واسم، هو: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "لما سمعوا قولها کانه هو قالوا اصابت فی الجواب فقال سلیمان"، و: عاطفہ، اوتینا: فعل بافاعل نائب الفاعل، العلم: مفعول ثانی، من قبلها: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کنا: فعل ناقص بااسم، مسلمین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وصدها ما کانت تعبد من دون اللہ انہا کانت من قوم کفرین﴾

و: عاطفہ، صدها: فعل ومفعول، ما: موصولہ، کانت تعبد: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من دون اللہ: ظرف مستقر حال، ملکر

فاعل، مکر جملہ فعلیہ، انہا حرف مشبہ و اسم، کالت من قوم کفرین: جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿قبل لها ادخلی الصرح للما راتہ حسبہ لجة و کشفت عن ساقیہا﴾۔

قبل لها: قول، ادخلی الصرح: فعل امر بافاعل و مفعول، مکر جملہ فعلیہ، ہو کر مقولہ، مکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف

”قد علنتہ“، لہما: شرطیہ ظرفیہ، راتہ: فعل بافاعل و مفعول، مکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، حسبہ: فعل بافاعل و مفعول، لجة: مفعول ثانی، مکر

جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، کشفت عن ساقیہا: جملہ فعلیہ معطوف، مکر جزا، مکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال انه صرح مجرد من قواریر﴾۔

قال: قول، انه: حرف مشبہ و اسم، صرح: موصوف، مجرد: صفت اول، من قواریر: ظرف مستقر صفت ثانی، مکر خبر، مکر جملہ اسمیہ

ہو کر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿قالت رب انی ظلمت نفسی و اسلمت مع سلیمان لله رب العلمین﴾۔

قالت: قول، رب: نداء، انی: حرف مشبہ و اسم، ظلمت نفسی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اسلمت: فعل با”ت“ ضمیر

ذوالحال، مع سلیمان: ظرف متعلق محذوف حال، مکر فاعل، لله رب العلمین: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ معطوف، مکر خبر، مکر جملہ

اسمیہ ہو کر مقصود بالنداء، مکر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

مشورہ طلب کرنا:

۱..... حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ﴿باتونی مسلمین وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں﴾ (النمل: ۳۸) اس سے پتہ

چلا کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ وہ ضرور حاضر ہوگی، ورنہ نبی غیر ضروری کلام نہیں کرتا۔ ملکہ سبائے اپنے درباریوں میں مشورہ کیا، جس

سے مشورہ کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ بھی جان لیا کہ عالم کفر میں اس وقت بھی امراء اپنے رعایا اور خاص لوگوں سے مشورہ

کرتے تھے۔ ملکہ سبائے یہ کہنا کہ اکثر بادشاہ جب ان کی بات نہ مانی جائے تو خرابی کرتے ہیں لہذا اگر یہ فقط بادشاہ ہی ہیں تو پھر حدایا

قبول کر لیں گے، ورنہ نہیں۔ (البدایة والنهاية، الجزء الثاني، قصه سليمان بن داؤد، ج ۱، ص ۴۰۲)

بعض علماء کہتے ہیں: ”الفتویٰ“ بنا ہے ”الفتی“ سے، جس کے معنی ہیں طاقتور نوجوان، اور فتویٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مفتی

سائل کو حاکم وقت کی طرح درست جواب دے کر حادثے سے بچاتے ہوئے طاقتور کر دیتا ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضروری

امور میں مشاورت ضرور ہونی چاہیے اور بادشاہ بھی اپنی رعایا اور امراء میں سے قابل رائے و بصیرت سے مشاورت کرتے تھے۔

(روح البیان، ج ۶، ص ۴۴۰)

ہدیہ دینے کے جواز کا بیان:

۲..... علامہ جریر طبری کہتے ہیں: ملکہ بلقیس نے کہا کہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانب حدایا بھیجتی ہوں، تاکہ ان کا حال

معلوم ہو جائے، اگر نبی ہو گئے تو قبول نہ کریں، کیونکہ نبی حدایا سے راضی نہیں ہوا کرتے بلکہ وہ تو دین میں فرمانبردار ہی چاہتے ہیں، اور

اگر بادشاہ ہو گئے تو حدایا قبول کر لیں گے۔

(۱)..... حضرت ابن عباس کہتے ہیں: ملکہ سہانے غلام باندیاں ظاہری زیب و زینت اور مزین لباس میں بھیجے جن کے لباس سے مذکر و مؤنث کا فرق بھی نہ ہوتا تھا، مقصد یہی تھا کہ نبی ہوئے تو حد ایسا رو کر دیں گے اور ہمارے لئے یہی مناسب ہوگا کہ ہم اپنے ملک کو چھوڑ کر ان کے دین کی پیروی کریں اور ان کے ساتھ مل جائیں۔

(۲)..... حضرت مجاہد کا قول یہ ہے کہ ملکہ سہانے خادمین کو خادماؤں اور خادماؤں کو خادمین کے لباس میں بھیجا۔

(۳)..... ابن زید اور ابن وہب کا قول ہے: ملکہ سہانے غلام باندیوں کو ایک دوسرے کے کپڑے پہنا دیئے تاکہ نبی ہونے کی صورت میں تمیز کر لینے کا ثبوت ہو جائے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں وضو کرنے کا حکم دیا چنانچہ غلاموں نے کہنیوں سے تھیلیوں تک دھویا اور باندیوں نے تھیلیوں سے کہنیوں تک دھویا، پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہچان لیا۔ (الطبری، الجزء: ۱۹، ص ۷۷ وغیرہ)

سید عالم ﷺ کے ہدایا سے متعلق فرامین:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ایک دوسرے کو ہدیہ دو کیونکہ ہدیہ ایک دوسرے کے سینہ سے کیڑہ کو نکال باہر کرتا ہے اور کوئی عورت اپنی پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کے گھر کا گھڑا ہو۔“

(صحیح البخاری، کتاب الہبۃ، باب: فضل الہبۃ، رقم: ۲۵۶۶، ص ۴۱۵)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اگر مجھے بکری کے ایک ہاتھ یا اس کے ایک گھر کی دعوت دی جائے تو میں اس کو قبول کر لوں گا اور اگر اس کا ایک ہاتھ یا گھر مجھے ہدیہ میں دیا جائے تو میں اس کو قبول کر لوں گا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الہبۃ، باب: فضل الہبۃ، رقم: ۲۵۶۸، ص ۴۱۵)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کو ایک مولے رشیم کا جبہ ہدیہ کیا گیا، لوگوں کو اس پر تعجب ہوا، آپ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ خوبصورت ہیں۔“

(صحیح البخاری، کتاب الہبۃ، باب: قبول الہبۃ من المشرکین، رقم: ۲۶۱۵، ص ۴۲۳)

حضرت سلیمان علیہ السلام مال کے محتاج نہ تھے:

۳..... اللہ والے صرف اللہ ﷻ کے محتاج ہوتے ہیں، انہیں دنیاوی مال و دولت کا کوئی شوق نہیں ہوتا، جس دور میں حضرت سلیمان علیہ السلام حکومت فرما رہے تھے اس میں غلام باندی قیمتی مال ہوا کرتا تھا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کی جانب التفات ہی نہ کیا بلکہ جس مقصد کے پیش نظر سارا اہتمام کیا تھا اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں مصروف رہے۔ لہذا یہ کہنا کہ حضرات انبیاء کرام کو مال کی ضرورت ہوتی ہے، یا وہ مال کے محتاج ہوتے ہیں قرآن کے خلاف عقیدہ ہے اور جو عقیدہ قرآن کے خلاف ہو وہ اہل علم کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتا۔

ملکہ سبا کے تخت منگوانے کی وجوہات:

۴..... حضرت عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ ملکہ سبا حضرت سلیمان علیہ السلام سے فقط ایک فرسخ (تین میل شرعی اور انگریزی کے اعتبار سے ساڑھے چار میل) کے فاصلے پر تھیں، اور اس نے تخت کو چہرہ داروں میں رکھا تھا۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کو لانے کا حکم خط بھیجنے سے پہلے ہی دے دیا تھا، بلکہ اس کی جانب خط لکھنے سے پہلے ہی تخت منگوا لیا تھا۔ ابن عطیہ کا قول یہ ہے کہ یہ مقالہ ملکہ سبا کے حدایا بھیجنے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے رد کرنے کے بعد ہوا یعنی بعد میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت منگوا لیا اور خط بھیجوانے کے لئے حد حد کا انتخاب کیا اور اسی قول پر جمہور متادین ہیں۔ اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ تخت

کیوں منگوایا گیا؟ قنادہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جو دو سہاکی عمدہ مثال ہے کہ انہوں نے چاہا کہ ملکہ سہا اور اس کی قوم کو اسلام کے ذریعے بچایا جائے بل اس کے کہ ان کے باقی اموال جلا دیئے جائیں، اور اسلام ہی حقیقی دین ہے اور یہی قول ابن جریر کا ہے۔ ابن زیاد کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ اللہ جل جلالہ کی دی ہوئی قدرت کو ملکہ سہا پر ظاہر کیا جائے اور اسے ان کی نبوت پر دلیل قرار دیا جائے اور بغیر کسی لشکر اور جنگ و جدل کے ان سے ان کا قیمتی مال لے لیا جائے۔ اور یہی تاویل مسلمین بمعنی مستسلمین ہے، ابن عباس کا بھی یہی قول ہے۔

(القرطبی، الجزء: ۱۹، ص ۱۸۲)

تخت لانے والے طاقت ور جن کا بیان:

۵..... عماد الدین ابن کثیر اپنی تفسیر ”ابن کثیر“ میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں: قرآن میں طاقتور جن کے بارے میں یوں ارشاد ہے ﴿عَفْرِيتَ مِنَ الْجِنِّ اِيك بَرَا خِيثَ جَنِّ﴾ (النمل: ۲۹) کہ، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس طاقتور جن نے کہا میں آپ ﷺ کی مجلس برخواست ہونے سے پہلے اس تخت کو لے آؤں گا، مجاہد، سدی اور دیگر مفسرین کرام نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کے درمیان مقدمات کا فیصلہ کرنے اور دیگر کارروائی کے لئے صبح کے اول وقت سے لے کر زوال تک بیٹھے تھے۔ اس جن نے کہا کہ میں اس تخت کے لانے پر قوی ہوں اور میں اس میں جو قیمتی ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے ہیں ان پر امین بھی ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں اسے بھی زیادہ جلدی چاہتا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس تخت کو اس لئے منگوانا چاہتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ جل جلالہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم سلطنت عطا فرمائی ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ان لشکر کو مسخر کر دیا ہے جن کو ان سے پہلے کسی کے لئے مسخر نہیں کیا تھا اور نہ ان کے بعد کسی کے لئے اتنی سلطنت فرماں روئی ہوگی اور تاکہ آپ ﷺ کی سلطنت بقیس کے سامنے آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل اور معجزہ ہو جائے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام شام میں تھے اور بقیس یمن کے علاقے صنعاء میں مقیم تھے۔ اور دونوں کے مابین کافی فاصلہ تھا اور وہ تخت نوتالوں اور نو نو کروں کے پہرے میں تھا، جب کہ دیگر جو کیدار بھی موجود تھے۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”ان عفریتا من الجن تفلت علی یعنی طاقتور جن غفلت اور دعو کے میں جتلا کرتا ہے، مجھ پر نماز میں نفل ہو اور اللہ جل جلالہ نے مجھے اس پر قوت دی تو میں نے اسے دور کر دیا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: باب الاسیر او الغریم، رقم: ۴۶۱، ص ۸۰)

☆..... راوی کہتے ہیں کہ میں سید عالم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا، ایک طاقتور جن آگ کا شعلہ پھینک رہا تھا، جب سید عالم ﷺ نے اس کی جانب التفات کیا تو جرئیل امین علیہ السلام نے وحی فرمائی، اے اللہ جل جلالہ کے رسول ﷺ! کیا ہم نے آپ ﷺ کو وہ کلمات نہیں سکھائے جس سے انہیں دور کر دیا جائے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں!، فرمایا: اَعُوذُ بِاللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يَسْجَاوُزُهِنَّ بِرٍ وَلَا فَاجِرٍ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَشَرِّ مَا يَخْرُجُ فِيهَا وَشَرِّ مَا فِى الْاَرْضِ وَشَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ لَعْنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمَنُ یعنی اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اور ان کلمات سے جو حق سے تجاوز کر جائیں اور آسمان سے اترنے والے شر سے اور اس شر سے جو آسمان کی جانب بلند ہوتا ہے اور اس شر سے جو زمین میں پیدا ہوتا ہے اور اس شر سے جو زمین سے نکلتا ہے، اور رات و دن کے فتنوں سے اور دن و رات کے ستاروں سے سوائے اس ستارے کے جو رحمن کی جانب سے خیر پر متعین ہو۔ (المعجم الكبير، باب المعاء، ابو العالیہ عیالہ بن ولید، رقم: ۳۷۳۸، ج ۴، ص ۱۱۴)

اہل علم کے مصداق کون ہیں؟

۱..... کہا جاتا ہے کہ آصف بن برخیا نے اسمِ اعظم ”یا حسی یا قیوم“ کا ورد کیا تھا، زہری کہتے ہیں کہ حضرت آصف بن برخیا کے پاس اسمِ اعظم تھا چنانچہ انہوں نے ورد کیا: ”یا الہنا والہ کل شیء الہا واحدا لا الہ الا انت انہی بعرضہا“ وہ تخت ان کے سامنے موجود ہوا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ انہوں نے یوں کہا: ”یا الہنا والہ کل شیء یا ذالجلال والاکرام“۔ سبکی کہتے ہیں حضرت آصف بن برخیا کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خالہ زاد نئے اور انہوں نے اسمِ اعظم کے ذریعے تخت حاضر خدمت کیا۔

(القرطبی، الجزء: ۱۹، ص ۱۸۴)

اللہ والوں کی شان کا بیان ہے، اللہ جل جلالہ نے ان کے قبضہ میں کائنات کی حکمرانی دی ہوتی ہے۔ ان تمام اسمِ اعظم کے وسیلے واسطے ہم بھی جانتے ہیں لیکن ہم انہیں پڑھ کر تخت تو کیا لائیں گے معمولی سی بات بھی نہیں کر پاتے۔ پتہ چلا کہ ہم میں اور ان بزرگوں میں تقویٰ و پرہیزگاری کا فرق حائل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آصف بن برخیا کے پاس کتاب یعنی توریت کا علم تھا جس کی وجہ سے وہ اتنی طاقت رکھتے تھے جن کے پاس قرآن کا علم ہو اور وہ پرہیزگار بھی ہو تو کتنی طاقت رکھے گا، اندازہ اور مشاہدہ حضرات اولیائے کرام کے واقعات سے لگا سکتے ہیں۔

ملکہ بلقیس کی سوانح و نکاح کا بیان:

یے..... ملکہ بلقیس کی سوانح کا بیان ہم نے ماقبل رکوع نمبر ۱۷، حاشیہ نمبر ۸ کے تحت کر دیا ہے، جہاں تک نکاح کا تعلق ہے تو جان لیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں ایک ہزار عورتیں تھیں جن میں سے سات سو مہر والی اور تین سو باندیاں تھیں اور ایک قول اس کے برعکس یعنی سات سو باندیاں اور تین سو مہر والی خواتین کا بھی ہے۔ قاضی بیضاوی کہتے ہیں:

اس بارے میں اختلاف ہے کہ ملکہ سبا کا حضرت سلیمان علیہ السلام سے نکاح ہوا یا ذوق سے۔ (البیضاوی، ج ۲، ص ۵۶۹)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

جب ملکہ بلقیس ایمان لے آئیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنی قوم میں سے کسی مرد کو پسند کر کے شادی کر لو، میں تمہارا نکاح اس کے ساتھ کروں گا۔ اس نے کہا میری قوم کے سب لوگ میرے ماتحت و غلام ہیں لہذا میں ان کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اسلام میں نکاح کرنا ضروری ہے اور تم اسلام کے حلال کو حرام نہیں کر سکتی، اس نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو میرا نکاح ہمدان کے بادشاہ ذوق سے کر دیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا نکاح کر کے اسے یمن واپس بھیج دیا تو ذوق یمن پر مسلط ہو گیا، جب تک سلیمان علیہ السلام حیات رہے ذوق کے ملک کی جنات حفاظت کرتے رہے، ان کے بعد بلقیس اور ذوق کی حکومت بھی جاتی رہی۔

(روح المعانی، الجزء: ۱۹، ص ۲۷۴)

اغراض:

مختوم: خط مہر لگا ہوا تھا، تاکہ اس بات کی جانب شعور لائے کہ یہ اللہ جل جلالہ کے رسول کی جانب سے دعوت ایمان ہے۔ وارو ہوا ہے کہ جس نے اپنے کسی بھائی کی جانب خطر روانہ کیا اور اس پر مہر نہ لگائی تحقیق اس نے (اپنے پیغام کو) ہلکا گمان کر لیا۔

او نیسا لم یقبلہا: یعنی خط پہنچنے والے کی بیروی کرے، اور ملکہ سبا عقل و شعور رکھنے والی، سیاسی امور جاننے والی باصلاحیت خاتون تھیں۔ الفا بالسویۃ: پانچ سو مہر والی پانچ سو خواتین مراد ہیں۔

عن یمن السیدان وشمالہ: کہا جاتا ہے کہ ملکہ بلقیس نے پانچ سو قلام اور پانچ سو بانڈیاں مخالف لباس پہنا کر بھیجیں، قلام کو بانڈیوں کی طرح سونے کے گنگن پہنائے گئے..... اس تفصیل مائل حاشیہ نمبر ۲ میں دیکھ لیں۔
ای ان لم یاتونی مسلمین: یمنین کو عدم قبول اسلام کی جانب مطلق کر دیا گیا ہے۔

شعر بہا: ”شعر“ بمعنی ”علم“ ہے، کہا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر جلوہ فرماتے تو کچھ آوازیں جو قریب ہی سے آ رہی تھی، پوچھا: یہ کیا آواز ہے؟ بتایا گیا: بلقیس ہیں، یہ ہم سے قریب ہی ہیں، اور مسافت ایک فرسخ کی بتائی گئی ہے۔
فلی اعذہ قبل ذلک: یعنی حربی ہونے کی حالت میں مسلمان ہونے سے پہلے آ جائیں۔

وہو القوی: پہاڑ کی مانند، جس کے ایک قدم حد انتہاء تک جا پڑتا تھا، اس کا نام ذکوان یا مخر تھا۔
اسرع من ذلک: مقصود یہ تھا کہ ملکہ کے آکر اسلام قبول کرنے سے پہلے پہل اس کا تخت موجود ہو جائے، کہا جاتا ہے کہ ملکہ ایک یا نصف ساعت کی مسافت پر دور تھیں، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس صبح سے نصف نہایت تک منعقد ہوا کرتی تھی۔

وہو آصف بن برخیا: مد اور قصر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر یا کاتب تھے، کہا جاتا ہے کہ یہ ولی اللہ تھے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس کتاب کا علم تھا مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ ایک قول حضرت خضر ہونے کا تھا، یا کوئی اور فرشتے، کہا جاتا ہے کہ مراد حضرت سلیمان علیہ السلام ہی ہیں۔ اور صغیریت کا قول مشہور ہے جس کی جانب مفسر نے التزام فرمایا۔
کان صدیقا: بطور مبالغہ، اللہ اور اس کے بندوں کے ساتھ سچائی ہونے کے اعتبار سے ہے۔

دعا بالاسم الاعظم: سے مراد آصف بن برخیا کا قول ”یا ذا الجلال والاكرام“، ”یا حمی یا قیوم“، ”یا الہنا والہ كل شیء“، ”الہا واحد“، ”لا الہ الا انت العنی بعرشہا“ ہے۔ بل جوری تحت الارض: یعنی فرشتوں نے تخت کو اللہ جل جلالہ کے حکم سے پکڑ کر سامنے کر دیا۔ لان ثواب شکوہ لہ: شکر کرنا نعمت کی زیادتی کی بنا پر ہوا کرتا ہے۔

ای ساکنا: یعنی بغیر حرکت کئے ہوئے، یعنی ایک لمحہ میں ان کے سامنے رکھ دیا، مراد مطلق استقرار و حصول نہیں ہے، جس کی صورت میں حذف ہونا واجب ہو اور طرف مستقر لانے کی ضرورت ہو، مفسر نے طرف لغو مانا ہے پس تدبر کرنا چاہیے۔
بالافضال علی من یکفرہا: پس شکر نہ کرنے اور کفران نعمت کرنے سے نعمت زائل نہیں ہوا کرتی۔

قصہ ہذک: تخت میں کچھ تبدیلی کرنے سے تیسیر کی حکمت کی جانب اشارہ ملتا ہے۔
لما قبل ان فیہ شیا: یعنی اس میں کچھ کمی ہوئی ہے، اور اس قول کے قائل جن تھے، حاضرین نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ ملکہ کے پاؤں گویا حمار کی مانند ہیں، بعض نے کہا کہ ان کی پنڈلی میں بال ہیں، اور انہوں نے گمان کیا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ان سے نکاح کریں گے، اور انہوں نے اسے ناپسند جانا کہ ملکہ میں جنات کی صفات موجود ہوں گی، اور ایسا نہ ہو کہ ان کی اولاد جنات سے خدمت لینے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خلیفہ ہو اور اس بناء پر جنات پر ذلت دائمی رہے۔

ای مثل ہذا: اللہ جل جلالہ کے فرمان چاہکدا کے میں اس جانب اشارہ ہے کہ کاف بمعنی مثل ہے، پس اس صورت میں حائے تنبیہ اور ام اشارہ میں کاف مشبہ چارہ سے فصل کیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کیا تمہارا تخت اسی شکل و صورت کا ہے، اور اگر اسم کے معنی میں مراد لیا جائے تو بمعنی مثل ہوگا۔

اصطنعہ سلیمان: حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیاطین کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ ٹھہرائی کر کے چرنا سے لیپ ڈالیں اور اس میں پانی بھر دیا جائے اور مچھلیاں، مینڈک و دیگر دریائی جانور اس میں آباد کر دیے جائیں اور اس کی سمیت کو صاف شفاف شیشے کی مانند کر دیا جائے

اور پانی ایسا معلوم ہو جیسا کہ شیشہ ہے اور جس کو معلوم نہ ہو وہ اسے صاف پانی ہی گمان کرے۔

فتزوجھا: یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے نکاح فرمایا اور ان کے ہاں صاحبزادے کی ولادت ہوئی جس کا نام داؤد رکھا گیا، اور ان کا انتقال والد گرامی کی حیات ہی میں ہو گیا، ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ زندہ رہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب ملکہ بلقیس نے اسلام قبول کر لیا تو ان سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ قوم میں سے ایک شخص کو منتخب کر کے اسلام قبول کر لیجئے۔ (مزید تحقیق کے لئے ما قبل حاشیہ نمبر ۷ کا مطالعہ کیجئے)۔

(الصاری، ج ۴، ص ۲۶۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۹

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى ثَمُودَ إِخَاهُمْ ﴿۳۵﴾ مِنَ الْقَبِيلَةِ ﴿۳۶﴾ صَلْحَانَ ﴿۳۷﴾ أَي بَانَ ﴿۳۸﴾ اَعْبُدُوا اللَّهَ ﴿۳۹﴾ وَخَذُوهُ ﴿۴۰﴾ فَاذَاهُمْ
فَرِيقَيْنِ يَخْتَصِمُونَ ﴿۴۱﴾ عَلَى الدِّينِ فَرِيقٌ مُؤْمِنُونَ مِنْ حِينِ إِرْسَالِهِ إِلَيْهِمْ وَفَرِيقٌ كَافِرُونَ ﴿۴۲﴾ قَالَ ﴿۴۳﴾ لِلْمُكَذِّبِينَ
﴿۴۴﴾ يَقُومُ لَمْ تَسْتَعِجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ﴿۴۵﴾ أَي بِالْعَذَابِ قَبْلَ الرَّحْمَةِ حَيْثُ قُلْتُمْ إِنْ كَانَ مَا آتَيْنَا بِهِ
حَقًّا فَاتَيْنَا بِالْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ لَوْلَا ﴿۴۷﴾ هَلَا ﴿۴۸﴾ تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ ﴿۴۹﴾ مِنَ الشِّرْكِ ﴿۵۰﴾ لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ ﴿۵۱﴾ فَلَا تُعَذِّبُونَّ ﴿۵۲﴾
قَالُوا اطَّيَّرْنَا ﴿۵۳﴾ أَضَلُّهُ تَطْيِيرُنَا أَدْعَمَتِ النَّاءُ فِي الطَّاءِ وَأَجْتَلَبَتْ هَمْزَةٌ وَضَلَّ أَي تَشَاءُ مَنَا ﴿۵۴﴾ بَكَ وَبِمَنْ
مَعَكَ ﴿۵۵﴾ أَي الْمُؤْمِنِينَ حَيْثُ فُحِطُوا الْمَطَرُ وَجَاغُوا ﴿۵۶﴾ قَالَ طَرِكُمْ ﴿۵۷﴾ شُؤْمُكُمْ ﴿۵۸﴾ عِنْدَ اللَّهِ ﴿۵۹﴾ أَتَاكُمْ بِهِ ﴿۶۰﴾
بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَفْتَنُونَ ﴿۶۱﴾ تَخْتَبِرُونَ بِالْخَيْرِ وَالشَّرِّ ﴿۶۲﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ ﴿۶۳﴾ مَدِينَةَ ثَمُودَ ﴿۶۴﴾ تِسْعَةَ رَهْطٍ
﴿۶۵﴾ رَجَالٍ ﴿۶۶﴾ يَفْسُدُونَ فِي الْأَرْضِ ﴿۶۷﴾ بِالْمَعَاصِي مِنْهَا قَرَضَهُمُ الدَّنَائِيرَ وَالدَّرَاهِمَ ﴿۶۸﴾ وَلَا يَصْلَحُونَ
﴿۶۹﴾ بِالطَّاعَةِ ﴿۷۰﴾ قَالُوا ﴿۷۱﴾ أَي قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ﴿۷۲﴾ تَقَاسَمُوا ﴿۷۳﴾ أَي أَخْلَفُوا ﴿۷۴﴾ بِاللَّهِ لِنَبِيِّتِهِ ﴿۷۵﴾ بِالنُّونِ وَالنَّاءِ
وَضَمَّ اللَّامِ الثَّانِيَةَ ﴿۷۶﴾ وَاهْلِهِ ﴿۷۷﴾ أَي مَنْ آمَنَ بِهِ أَي نَقَلْتُمْ لِيلاً ﴿۷۸﴾ ثُمَّ لِنَقُولَنَّ ﴿۷۹﴾ بِالنُّونِ وَالنَّاءِ وَضَمَّ اللَّامِ
الثَّانِيَةَ ﴿۸۰﴾ لَوْلِيهِ ﴿۸۱﴾ أَي وَلِيِّ دَمِهِ ﴿۸۲﴾ مَا شَهِدْنَا ﴿۸۳﴾ حَضَرْنَا ﴿۸۴﴾ مَهْلِكِ أَهْلِهِ ﴿۸۵﴾ بِضَمِّ النِّمِيمِ وَقَفَّحَهَا أَي أَهْلًا كُنْهُمْ
أَوْ هَلَاكُهُمْ فَلَا نَدْرِي مَنْ قَتَلَهُ ﴿۸۶﴾ وَأَنَا لَصَادِقُونَ ﴿۸۷﴾ وَمَكْرُوا ﴿۸۸﴾ فِي ذَالِكَ ﴿۸۹﴾ مَكْرًا وَمَكْرًا مَكْرًا ﴿۹۰﴾ أَي
جَازَيْنَاهُمْ بِتَعْجِيلِ عُقُوبَتِهِمْ ﴿۹۱﴾ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۹۲﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَا دَمَرْنَاهُمْ
﴿۹۳﴾ أَهْلَكْنَاهُمْ ﴿۹۴﴾ وَقَوْمُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۹۵﴾ بِضَيْحَةِ جِبْرَائِيلَ أَوْ بِرُمِي الْمَلَائِكَةِ بِحِجَارَةٍ يَرَوْنَهَا وَلَا يَرَوْنَهُمْ ﴿۹۶﴾
لَعَلَّكَ بَيِّنَةٌ خَاوِيَةً ﴿۹۷﴾ خَالِيَةً وَنَصَبُهُ عَلَى الْحَالِ وَالْعَامِلُ فِيهَا مَعْنَى الْإِشَارَةِ ﴿۹۸﴾ بِمَا ظَلَمُوا ﴿۹۹﴾ بِظُلْمِهِمْ
أَي كَفَرِهِمْ ﴿۱۰۰﴾ إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ ﴿۱۰۱﴾ لَعِبْرَةٌ ﴿۱۰۲﴾ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۳﴾ قَدَّرْنَا فَيَتَعَفَّوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَانْحَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا
﴿۱۰۵﴾ بِصَالِحٍ وَهُمْ أَرْبَعَةُ آلَافٍ ﴿۱۰۶﴾ وَكَانُوا يَقُولُونَ ﴿۱۰۷﴾ الشِّرْكَاءُ ﴿۱۰۸﴾ وَلَوْ طَا ﴿۱۰۹﴾ مَنْصُوبٌ بِأَذْكَرٍ مُقَدَّرًا قَبْلَهُ وَيُبْدَلُ
مِنْهُ ﴿۱۱۰﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اتَّاتُونَ الْفَاحِشَةَ ﴿۱۱۱﴾ أَي اللَّوْاطَةَ ﴿۱۱۲﴾ وَأَنْتُمْ تَبْصُرُونَ ﴿۱۱۳﴾ يَنْصُرُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا إِنَّهُمَا كَا
فِي الْمَغْصِيَةِ ﴿۱۱۴﴾ أَنْتُمْ ﴿۱۱۵﴾ بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَإِدْخَالِ الْفَاءِ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهِينِ ﴿۱۱۶﴾ لَتَاتُونَ
الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿۱۱۷﴾ عَاقِبَةُ فِعْلِكُمْ ﴿۱۱۸﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ
قَالُوا اخْرُجُوا آلَ لُوطَ ﴿۱۱۹﴾ أَي أَهْلَهُ ﴿۱۲۰﴾ مِنْ قَرِيْبِكُمْ ﴿۱۲۱﴾ إِنَّهُمْ أَنْاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿۱۲۲﴾ مِنْ أَذْبَانِ الرِّجَالِ ﴿۱۲۳﴾ فَانْحَيْنَاهُ

واہلہ الا امراتہ قدرنہا ﴿جَعَلْنَاهَا بَقْدِيرًا﴾ ﴿من العبرین ۵۷﴾ ﴿الْبَاقِينَ فِي الْعَذَابِ﴾ ﴿وَامْطُرْنَا عَلَيْهِمْ مَطْرًا﴾ ﴿هُوَ حَبَابَةٌ السَّجِيلِ أَهْلَكْتَهُمْ﴾ ﴿فَسَاءَ﴾ ﴿بِئْسَ﴾ ﴿مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ﴾ ﴿۵۸﴾ ﴿بِالْعَذَابِ مَطْرِهِمْ﴾

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے نمود کی طرف ان کے بھائی (یعنی ہم قوم) صالح کو بھیجا کہ اللہ کو پوجو (اس کو وحدہ لا شریک جانو) تو جیسی وہ دو گروہ ہو گئے جھگڑا کرتے (ہوئے دین میں، ایک گروہ تو ان پر اسی وقت ایمان لے آیا کہ جب انہیں ان کی جانب بھیجا گیا تھا لیکن دوسرا گروہ انکار کرنے والا ہو گیا) صالح نے فرمایا (ان جھلانے والوں سے) اے میری قوم! کیوں برائی کی جلدی کرتے ہو بھلائی سے پہلے (رحمت سے پہلے عذاب کیوں چاہتے ہو؟ یہ کہہ کر کہ اگر تم ہمارے پاس حق لے کر آئے ہو تو عذاب بھی لے آؤ) اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے (شرک کرنے سے) شاید تم پر رحم ہو (اور تمہیں عذاب نہ دیا جائے) بولے ہم نے برا شگون لیا (اطیسرنا کی اصل تطیسرنا ہے، اس میں تا کا طاء میں اوجام کیا گیا ہے اور وصل کے لئے ہمزہ کو لایا گیا ہے تاکہ تلفظ میں آسانی ہو یعنی جو نحوست ہمیں پہنچی ہے) تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے (یعنی مؤمنین سے، کہ جس وقت وہ بارش کے روک لئے جانے کی وجہ سے قحط سالی اور بھوک میں مبتلا ہوئے) فرمایا تمہاری بد شگونی..... اللہ کے پاس ہے (کہ اسی نے تمہیں اس میں مبتلا کیا ہے) بلکہ تم لوگ فتنے میں پڑے ہو (یعنی خیر و شر سے تمہاری آزمائش کی گئی ہے) اور شہر میں (قوم نمود کے شہر میں) تو شخص..... تھے کہ زمین میں فساد کرتے (گناہ کر کے، ان کے فساد کی ایک مثال ان کا دراہم و دنانیر کو کاٹنا ہے) اور سنوارنا چاہتے (اطاعت و فرمانبرداری کر کے) بولے آپس میں (یعنی وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے) اللہ کی قسمیں کھا کر (تقاسموا بمعنی احنفوا ہے) ہم ضرور رات کو چھا پاماریں گے صالح پر (لَنْبَيْتُنَّ نُونًا كَمِثْلِهِ وَنَسْتَمْتِمْ) اور اس کے گھر والوں پر (یعنی جو اس پر ایمان لائے ہیں ہم ان کو رات کے وقت قتل کر دیں گے) پھر کہیں گے (لَنْسُقُوَنَّ نُونًا كَمِثْلِهِ وَنَسْتَمْتِمْ) اور تار کے ساتھ اور دوسرے لام کے ضم کے ساتھ ہے) اس کے وارث سے (یعنی جسے ان کا خون بہا لینے کا حق حاصل ہوگا) ہم حاضر نہ تھے (شہدنا بمعنی حضرنا ہے) اس گھر والوں کے قتل کے وقت (مہلک میم کے ضمہ اور فتح دونوں کے ساتھ ہے یعنی ان کے قتل کرنے اور ان کی موت کے وقت، لہذا ہم نہیں جانتے کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے) اور بیشک ہم سچے ہیں اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا (اس معاملے میں) اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی (کہ انہیں ان کی مکر کی جزا یہ دی کہ ان کے عذاب میں جلدی فرمائی) اور وہ غافل رہے۔ تو دیکھو کیسا انجام ہوا ان کے مکر کا ہم نے ہلاک کر دیا انہیں (یعنی ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا) اور ان کی ساری قوم کو (حضرت جبریل علیہ السلام کی چنگھاڑ کے ساتھ یا فرشتوں کے پتھر مارنے کے ساتھ، اس طرح کہ فرشتے تو ان کو دیکھ رہے تھے لیکن وہ فرشتوں کو نہ دیکھ سکتے تھے) تو یہ ہیں ان کے گھر ڈھے پڑے (یعنی ویران پڑے ہوئے ہیں، خسار و بحال ہونے کی وجہ سے منسوب ہے اس میں عامل اسم اشارہ کا معنی ہے) بدلہ ان کے ظلم کا (یعنی ان کے کفر کا) بیشک اس میں نشانی ہے (یعنی عبرت ہے) جاننے والوں کے لیے (ہماری قدرت کو، پس وہ اس سے نصیحت حاصل کریں) اور ہم نے ان کو بچالیا جو ایمان لائے (حضرت صالح علیہ السلام پر جن کی تعداد چار ہزار تھی) اور ڈرتے تھے (شرک سے) اور لوٹو (لوٹنا ماقبل محذوف اذ کسر کی وجہ سے منسوب ہے، اور ما بعد اذ قال لقومہ اس سے بدل ہے) جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا بے حیائی پر آتے ہو (یعنی لو طاعت کرتے ہو) اور تم سو جھڑے ہو (یعنی ایک دوسرے کو اس فعل بد میں مبتلا ہونے کی حالت میں دیکھتے رہتے ہو) کیا تم (و انکم) میں دونوں ہمزے تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کی تسہیل کے ساتھ اور دونوں صورتوں میں دونوں کے درمیان الف

داخل کرنے کے ساتھ بھی ہے) مردوں کے پاس مستی سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ جاہل ہو (اپنے فعل ہد کے انجام سے) تو اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہ کہ بولے لوط کے گھرانے کو نکال دو (یہاں آل بمعنی اہل ہے) اپنی بہتی سے، یہ لوگ تو ستر اپن چاہتے ہیں (یعنی مردوں سے بدکاری سے پاکیزگی چاہتے ہیں) تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت کو ہم نے ٹھہرا دیا تھا (لقد رنا بمعنی جعلناھا بتقدیرنا ہے یعنی ہم نے اسے اپنی تقدیر سے بنا دیا) کہ وہ رہ جانے والوں میں ہے (یعنی عذاب میں مبتلا باقی افراد میں) اور ہم نے ان پر ایک برس اور سب سب (یعنی پتھروں کی بارش برساتی جس نے ان سب کو ہلاک کر دیا) تو کیا ہی برا (ساء بمعنی ہنس ہے) برس اور تھا ڈرائے ہوؤں کا (یعنی عذاب پتھروں کا)

﴿ترکیب﴾

﴿وَلَقَدْ ارسلنا الیٰ نوحا و اٰخاهم صلحا ان اعبدوا اللہ فاذا هم فریقن ینخصمون ۝﴾

و: متانفہ، لام تسمیہ، قد تحقیقہ، ارسلنا: فعل بافاعل، الیٰ نوحا: طرف لغو، اٰخاهم: مبدل منہ، صلحا: بدل، ملکر مفعول، ان اعبدوا اللہ: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ہم: مبتدا، فریقان: موصوف، ینخصمون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال یقوم لم تستعجلون بالسینۃ قبل الحسنۃ ۝﴾

قال: قول، یقوم: نداء، لم: ظرف لغو مقدم، تستعجلون: فعل بافاعل، ب: جار، السینۃ: ذو الحال، قبل الحسنۃ: ظرف متعلق محذوف حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ تالیہ۔

﴿لولا تستغفرون اللہ لعلکم ترحمون ۝ قالوا اطیرنا بک وبمن معک ۝﴾

لولا: حرف تفضیض، تستغفرون: فعل واؤ ضمیر ذو الحال، لعلکم ترحمون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، اللہ: مفعول ملکر جملہ فعلیہ، قالوا: قول، اطیرنا: فعل بافاعل، بک: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، بمن معک: جار مجرور معطوف ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ تالیہ۔

﴿قال طئركم عند اللہ بل انتم قوم تفتنون ۝﴾

قال: قول، طئركم: مبتدا، عند اللہ: طرف متعلق محذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، بل: عاطفہ، انتم: مبتدا، قوم تفتنون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ تالیہ۔

﴿وكان فی المدینۃ تسعة رهط یفسدون فی الارض ولا یصلحون ۝﴾

و: متانفہ، كان: فعل ناقص، فی المدینۃ: طرف مستقر خبر مقدم، تسعة رهط: موصوف، یفسدون فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یصلحون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿قالوا تقاسموا باللہ لنبیتنہ واهلہ ثم لنقولن لولیه ما شهدنا مهلک اهلہ وانا لصدقون ۝﴾

قالوا: قول، تقاسموا باللہ: جملہ فعلیہ قسم، لام تسمیہ، نبیتنہ: فعل بافاعل ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اهلہ: مفعول، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، لام تسمیہ، لنقولن لولیه: قول، ما شهدنا: فعل نئی بافاعل، مهلک اهلہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انا لصدقون: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ تالیہ معطوف، ملکر جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ تالیہ۔

﴿ومكروا مکرا ومكروا مکرا وهم لا یشعرون ۝﴾

و: عاطفہ، مکروا مکروا، فعل بافاعل ومفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، مکرونا، فعل "نی" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ہم لایشعرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فانظر كيف كان عاقبة مكرهم انادمرنهم وقومهم اجمعين﴾
 ف: متائفہ، انظر: فعل امر بافاعل، كيف: اسم استفہام خبر مقدم، كان: فعل ناقص، عاقبة مكرهم: مبدل منہ، انا حرف مشبہ
 واسم، دمرنا: فعل بافاعل، ہم: ضمیر مطعوف علیہ، و: عاطفہ، قومهم، موكد، اجمعين: تاكيد، ملكر معطوف، ملكر مفعول، ملكر جملہ فعلیہ
 ہو كر خبر، ملكر جملہ اسمیہ بدل، ملكر اسم مؤخر، ملكر جملہ فعلیہ ہو كر مفعول، ملكر جملہ فعلیہ۔

﴿فلنك بيوتهم خاوية بما ظلموا ان في ذلك لاية لقوم يعلمون﴾
 ف: عاطفہ، تلك، مبتداء، بيوتهم: ذوالحال، خاوية بما ظلموا: شبہ جملہ حال، ملكر خبر، ملكر جملہ اسمیہ، ان حرف مشبہ، في
 ذلك: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاكيد، اية، موصوف، لقوم يعلمون: ظرف مستقر صفت ملكر اسم مؤخر، ملكر جملہ اسمیہ۔
 ﴿وانجيننا الذين امنوا و كانوا يتقون﴾

و: عاطفہ، انجيننا، فعل بافاعل، الذين، موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، كانوا يتقون: جملہ فعلیہ معطوف ملكر
 صلہ، ملكر مفعول، ملكر جملہ فعلیہ۔

﴿ولوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة وانتم تبصرون﴾
 و: متائفہ، لوطا، مبدل منہ، اذ مضاف، قال لقومه: قول، همزة: حرف استفہام، اتاتون: فعل واو ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، انتم
 تبصرون: جملہ اسمیہ حال، ملكر فاعل، الفاحشة: مفعول، ملكر جملہ فعلیہ ہو كر مقولہ، ملكر جملہ قولیہ ہو كر مضاف الیہ، ملكر بدل، ملكر فعل
 محذوف "اذكر" کیلئے مفعول، ملكر جملہ فعلیہ۔

﴿اننکم لتاتون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم تجهلون﴾
 همزة: حرف استفہام، انکم: حرف مشبہ واسم، لام: تاكيد، اتاتون: فعل واو ضمیر ذوالحال، من دون النساء: ظرف مستقر حال، ملكر
 فاعل، الرجال: مفعول، شهوة: مفعول لہ، ملكر جملہ فعلیہ خبر، ملكر جملہ اسمیہ، بل: عاطفہ، انتم: مبتداء، قوم تجهلون: خبر، ملكر جملہ اسمیہ۔
 ﴿لما كان جواب قومه الا ان قالوا اخر جوا ال لوط من قريتکم﴾

ف: عاطفہ، ما: تانيہ، كان: فعل ناقص، جواب قومه: خبر مقدم، الا: اداة حصر، ان: مصدریہ، قالوا يقول، اخر جوا ال لوط: فعل
 بافاعل ومفعول، من قريتکم: ظرف لغو، ملكر جملہ فعلیہ مقولہ، ملكر جملہ قولیہ بتاويل مصدر اسم مؤخر، ملكر جملہ فعلیہ۔
 ﴿انهم اناس يتطهرون﴾
 انهم: حرف مشبہ واسم، اناس: موصوف، يتطهرون: جملہ فعلیہ صفت، ملكر خبر، ملكر جملہ اسمیہ۔

﴿فانجينه واهله الا امراته قدرنها من الغيرين﴾
 ف: عاطفہ معطوف علی مزوف "فخرج لوط بالها من ارضهم بعد ان احس بمكرهم" انجيننا: فعل بافاعل، ہ: ضمیر مطعوف
 علیہ، و: عاطفہ، اہلہ: مستثنى منہ، الا حرف استثناء، امراته: ذوالحال، قدرنها من الغيرين: جملہ فعلیہ حال، ملكر مستثنى، ملكر
 معطوف، ملكر جملہ فعلیہ۔

﴿وامطرنا عليهم مطرا فساء مطر المنذرين﴾

و: عاطفہ، امطرنا علیہم مطرا: فعل بافاعل وظرف لغو، وفعول، بلکہ جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، مساء: فعل
 زم، مطر المنذرین: فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ مبتدأ محذوف ”ہی“ کیلئے خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

نحوست و بدشگونی کی تحقیق:

۱..... اللہ ﷻ نے قوم صالح کی چرب زبانی کا ذکر فرمایا ﴿قالوا طیرنا بک وبمن معک قال طئرکم عند اللہ
 بولے ہم نے بُرا شگون لیا تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے﴾ (النمل: ۴۷) یعنی ہم آپ کو اور آپ
 کے ساتھیوں کو بُرا (بدشگون) خیال کرتے ہیں، اللہ نے فرمایا تمہیں تمہارے (کفر) کی وجہ سے بُرائی پہنچتی ہے۔ طائر، طیر، طیورہ
 کے الفاظ شوم یعنی بدشگونی کے لئے اہل عرب میں مستعمل ہیں۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”لا عدوی ولا ہامة ولا نوء ولا صفر
 یعنی چھوٹ کی بیماری کچھ نہیں، شگون، ستارے کے طلوع یا غروب ہونے کا وقت اور صفر کوئی چیز نہیں“۔ ابن مسعود کہتے ہیں طیورہ کو
 شرک سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کسی کو نفع اور نقصان کا ذریعہ جانتے تھے اور اس کے مطابق عمل کرتے تھے، گویا کہ
 وہ اللہ ﷻ کے ساتھ نفع و نقصان کے معاملے میں کسی کو شریک جانتے تھے، لہذا جب بندے کو کوئی خطرہ پہنچے تو اسے اللہ ﷻ پر بھروسہ کرنا
 چاہیے۔

(لسان العرب، الحرف الطاء، ج ۸، ص ۲۴۰، ملخصاً و ملقطاً)

☆..... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بدشگونی لینا شرک ہے اور ہم میں سے اکثر لوگ اس میں مبتلا ہیں
 سو ان کے جن کو اللہ ﷻ محفوظ رکھے لیکن بدشگونی لینا تو کل کو ختم کر دیتا ہے“۔

(سنن الترمذی، کتاب السیر، باب: ماجاء فی الطیورہ، رقم: ۱۶۱۴، ص ۴۹۶)

☆..... حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے، جب آپ کسی شخص کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس
 کا نام پوچھتے اگر اس کا نام آپ کو اچھا لگتا تو آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہو جاتے اور اگر آپ کو اس کا نام بُرا محسوس ہوتا تو
 ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب: فی الطیورہ، رقم: ۳۹۲۰، ص ۷۳۱)

اونٹنی کو قتل کرنے والے نوافراد کے نام:

۲..... اس بارے میں دو اقوال ہیں، حضرت وہب کہتے ہیں کہ ان نوافراد کے نام یہ ہیں: (۱)..... حذیل بن عبدالمرب،
 (۲)..... غنم بن غنم، (۳)..... یاب بن مہرج، (۴)..... مصدرع بن مہرج، (۵)..... عمیر بن کردیہ، (۶)..... عاصم بن
 مخزومہ، (۷)..... سہیل بن صدیقہ، (۸)..... سمعان بن صغی، (۹)..... قدار بن سالف۔
 کشف الاسرار میں جن نو ناموں کا ذکر ہے وہ یہ ہیں: (۱)..... قدار بن سالف، (۲)..... مصدرع بن دھر، (۳)..... اسلم
 (۴)..... رمی، (۵)..... رمیم، (۶)..... دغی، (۷)..... دغیم، (۸)..... قبائل، (۹)..... صداف۔ (روح البیان، ج ۶، ص ۴۵۷)

اغراض:

وحدوہ: یعنی اللہ ﷻ کے بارے میں مومنین کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات، صفات، افعال میں یکتا ہے، کسی چیز میں اس کا کوئی
 شریک نہیں ہے۔ من الشریک: یہ کہ تم (سب) شرک کرنا چھوڑ دو اور ایمان لے آؤ۔
 ای تشالمننا: یعنی ہمیں بُرا گمان پہنچا، مراد اس سے تنگی و شدت ہے۔
 مدینة لثمود: مراد وادی حجر ہے، جو کہ مدینہ و شام کے مابین واقع ہے۔

ای و جمال: اس وہم کا ازالہ کرنا مقصود ہے، کہ نو تک کے اعداد کی تمیز جمع مجرد ہوتی ہے جب کہ کلام میں مجرد مفرد ہے، کیوں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ لفظوں میں مفرد ہے جب کہ معنی میں جمع ہی ہے۔ کیونکہ یہی نو افراد ہیں جنہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی خبر ملنے پر اپنی اولاد کو قتل کیا،..... مزید حاشیہ نمبر ۲ میں پڑھ لیں۔
ای اہلاکم: فرمان مقدس ﴿مہلک اہلہ﴾ میم کے ضمہ کے ساتھ ہو تو رباغی ہوگا۔
وہلاکم: اگر ﴿مہلک اہلہ﴾ میم کے فتح کے ساتھ ہو تو ثلاثی ہوگا۔

او برمی الملائکۃ: یعنی نوع بیان کرنا مقصود ہے، ان پر دو قسم کے عذاب آئے، ایک یہ کہ چھ (دن) تک ان پر پتھروں کی بارش ہوئی کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کے قتل کرنے پر جمع ہوئے تھے، اور چنگھاڑنے انہیں ناقہ کی کوچیں کاٹنے کے سبب آیا، اور مفسر نے جو کہا کہ ”ہم نے انہیں ملائکہ کے ذریعے پتھروں کی بارش کرنے اور جبرائیل امین علیہ السلام کی چنگھاڑ سے سب کو ہلاک کر دیا۔
ویدل منہ: بدل اشتعال مراد ہے اور یہ بھی کہ مقصود یہاں قول ذکر کرنا ہے نہ کہ وقت۔

یصبر بعضکم بعضا: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے، ایک قول کے مطابق دل کی آنکھ مراد ہے۔
عاقبہ فعلکم: مراد وہ عذاب ہے جو ان پر نازل ہوگا۔ الباقین فی العذاب: جو قوم لوط کے لئے حلال ہو چکا تھا، وہ یہ تھا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے ان کی بستی کو الٹ دیا۔
(الصاوی، ج ۴، ص ۲۶۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۰

﴿قل﴾ يَا مُحَمَّدُ ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ عَلِيَّ هَلَاكِ كُفَّارِ الْأُمَمِ الْخَالِيَةِ ﴿وَسَلَّمَ عَلَيَّ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اصْطَفَى﴾
﴿هُم﴾ اللَّهُ ﴿بِتَحْقِيقِ الْهَمَزَيْنِ وَابْتِدَالِ الثَّانِيَةِ أَلْفًا وَتَسْهِيلِهَا وَادْخَالَ أَلْفٍ بَيْنَ الْمُسْهَلَةِ وَالْأُخْرَى﴾
﴿وَتَرَكَهُ﴾ خَيْرٌ ﴿لِمَنْ يَعْبُدُهُ﴾ ﴿أَمَا يَشْرُكُونَ﴾ ﴿۵۹﴾ ﴿بِالْبَيْئَةِ وَالنَّاءِ أَى أَهْلِ مَكَّةَ بِهِيَ الْأَلِهَةِ خَيْرٌ لِّعَابِدِيهَا﴾

﴿ترجمہ﴾

تم کہو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)! سب خوبیاں اللہ..... کو (گزری ہوئی کافر قوموں کی ہلاکت پر) اور سلام اس کے چنے ہوئے بندے پر، کیا اللہ (وہ اللہ دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کو الف سے بدلنے اور اس کی تسہیل اور مسہلہ اور دوسرے کے درمیان الف داخل کرنے اور نہ کرنے کے ساتھ ہے) بہتر (ہے اس کے لئے جو اس کی عبادت کرتا ہے) یا ان کے ساتھ شریک (اے اہل مکہ کہ جو تمہارے معبود ہیں کیا وہ اپنی عبادت کرنے والوں کے لئے بہتر ہیں، پشور کون یا اور تادونوں طرح پڑھا گیا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل الحمد لله وسلم على عباده الذين اصطفى﴾

قل: قول، الحمد: مبتدا، لله: ظرف مستقر، خبر، ملکہ جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، وسلم: مبتدا، علی: جار، عباده: موصوف، الذین: الصطفی: موصول صلہ، ملکہ صفت، ملکہ مجرور، ملکہ ظرف مستقر، خبر، ملکہ جملہ اسمیہ معطوف، ملکہ مقولہ، ملکہ جملہ قولیہ۔

﴿اللہ خیر اما یشرکون﴾

ہمزہ: حرف استفہام، اللہ: اسم مبتدا، خیر: خبر ملکہ معطوف علیہ، اما: عاطفہ، ما: موصولہ، یشرکون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکہ

خبر مخدوف "عبیر" کیلئے مبتداء، بلکہ معطوف، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

اللہ ﷻ کے نام سے ہر کام کا آغاز کرنا:

سج..... سید عالم کا فرمان مقدس نشان ہے: "ہر وہ نیا کام جس کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہیں کیا جاتا وہ منقطع ہو جاتا ہے، ناقص و برکت میں کم رہتا ہے۔"

(کنز العمال، کتاب الاذکار، الفصل الثانی، فی فضائل السور والآیات، ج ۱، رقم: ۲۴۸۸، ص ۲۷۷)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر وہ عظیم کام جو الحمد سے شروع نہ کیا جائے وہ ناقص اور برکت میں کم ہوتا ہے۔" (سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب: خطبة النکاح، رقم: ۱۸۹۴، ص ۳۳۰، صحیح ابن حبان، المقدمة، باب: ما جاء فی الابتداء بحمد اللہ، رقم: ۱، ص ۱۷۲)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کام کی ابتدا اللہ کی حمد اور مجھ پر صلوة سے نہ کی جائے وہ ادھوڑا، نامکمل اور برکت سے محروم کام ہوتا ہے۔"

(کنز العمال، المرجع السابق، رقم: ۲۵۰۷، ص ۲۷۹)

اغراض:

ای اهل مكة: مراد مشرکین مکہ ہیں۔

ای الآلهة: "لما" کی تفسیر ہے، والمعنی ام الآلهة التي یشرکونها به خیر لعابديها۔ (الصاوی، ۴، ص ۲۶۹)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

درگزر کے فضائل

(۱)..... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بیشک اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ساری فرمائے والا ہے کہ ہر کام میں نری کو پسند کرتا ہے۔"

(صحیح البخاری، کتاب السنابہ المرتدین، باب اذا عرض الذمی بولم: ۶۹۲۷، ص ۱۱۹۳)

(۲)..... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس نشان ہے: "آسانی پیدا کرو اور مشکل میں نڈاؤ اور خوشخبری سناؤ اور بھگڑ نہ کرو۔"

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب فی الامر بالتمسیر بولم: ۴۵۲۵، ص ۴)

(۳)..... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی دو چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار کرنے کا حکم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے آسان ترین چیز کو اختیار فرماتے بشرط یہ کہ وہ گناہ نہ ہو، اگر وہ آسان چیز گناہ ہوتی تو تمام لوگوں سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے دوری اختیار کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو توڑا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس سے انتقام لیتے۔"

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسر واولا..... الخ، رقم: ۶۱۲۶، ص ۱۰۶۷)

رکوع نمبر: ۱

﴿امن خلق السموت والارض وانزل لكم من السماء ماء﴾ فانبتنا ﴿فيه الثفات من الغيبة الى التكلم﴾
 به حدائق ﴿جمع حديقة وهو البستان المحوط﴾ ذات بهجة ﴿حسین﴾ ما كان لكم ان تنبتوا
 شجرها ﴿لعدم قدرتكم عليه﴾ ء الله ﴿بتحقيق الهمزتين وتسهيل الثانية واذخا الف بينهما على
 الوجهين في مواضع السبعة﴾ مع الله ﴿اعانة على ذلك اى ليس معه الله﴾ بل هم قوم يعدلون
 ﴿۱۰﴾ يشركون بالله غيره ﴿امن جعل الارض قرارا﴾ لا تميد بأهلها ﴿وجعل خللها﴾ فيما بينها ﴿
 انهرها وجعل لها رواسي﴾ جبالا اثبت بها الارض ﴿وجعل بين البحرين حاجزا﴾ بين العذب والملح
 لا يختلط أحدهما بالآخر ﴿ء الله مع الله﴾ بل اكثرهم لا يعلمون ﴿۱۱﴾ توحيده ﴿امن يجيب المضطر
 المكروب الذى مسه الضر﴾ اذا دعاه ويكشف السوء ﴿عنه وعن غيره﴾ ويجعلكم خلفاء الارض
 ﴿الإضافة بمعنى فى اى يخلف كل قرن القرن الذى قبله﴾ ء الله مع الله ﴿قليلًا ما تذكرون﴾ تتعظون
 بالفوقانية والتحتانية وفيه ادغام التاء فى الدال وما زائدة لتقليل القليل ﴿امن يهديكم﴾ يرشدكم الى
 مقاصدكم ﴿فى ظلمت البر والبحر﴾ بالنجوم ليلا وبعلامات الارض نهارا ﴿ومن يرسل الريح بشرا
 بين يدي رحمة﴾ اى قدام المطر ﴿ء الله مع الله﴾ تعالى الله عما يشركون ﴿۱۲﴾ به غيره ﴿امن يدؤا
 الخلق﴾ فى الارحام من نطفة ﴿ثم يعيده﴾ بعد الموت وان لم يعترفوا بالإعادة لقيام البراهين عليها ﴿
 ومن يرزقكم من السماء بالمطر﴾ والارض ﴿بالنبات﴾ ء الله مع الله ﴿اى لا يفعل شيئا مما ذكر الا
 الله ولا اله معه﴾ قل ﴿يامحمد﴾ هاتوا برهانكم ﴿حجتكم﴾ ان كنتم صدقين ﴿۱۳﴾ ان معى الها فعل
 شيئا مما ذكر وسألوه عن وقت قيام الساعة فنزل ﴿قل لا يعلم من فى السموت والارض﴾ من
 الملائكة والناس ﴿الغيب﴾ اى ما غاب عنهم ﴿الا﴾ لكن ﴿الله﴾ يعلمه ﴿وما يشعرون﴾ اى الكفار
 كغيرهم ﴿ايان﴾ وقت ﴿يعثون﴾ ﴿۱۵﴾ بل ﴿بمعنى هل﴾ ادارك ﴿بوزن اكرم فى قرآنة وفى اخرى
 اذارك بتشديد الدال واصله تدارك ابدلت التاء ذالا واذغمت فى الدال واجتلبت همزة الوصل
 اى بلغ ولحق او تتابع وتلاحق﴾ علمهم فى الآخرة ﴿اى بها حتى سألوا عن وقت مجيها ليس الامر
 كذلك﴾ بل هم فى شك منها فاذبل هم منها عمون ﴿۱۶﴾ من عمى القلب وهو ابلغ مما قبله
 والاضل عميون استقلت الضمة على الياء فنقلت الى الميم بعد حذف كسرها.

﴿ترجمہ﴾

یادہ جس نے آسمان وزمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارتا تو ہم نے اس سے بار اگائے رزق والے (یعنی خوبصورت

اس طرز کلام میں غائب سے صیغہ متکلم کی طرف التفات کیا گیا ہے اور حدائق جمع ہے حدیقہ کی، اور حدیقہ اس باغ کو کہتے ہیں جس کے گردا گرد دیواریں قائم کر دی گئی ہوں.....) تمہاری طاقت نہ تھی کہ ان کے پیڑاگاتے (کہ تم اس فعل پر قدرت ہی نہیں رکھتے) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے (جس نے اس کام پر اس کی مدد کی ہے یعنی اللہ ﷻ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے، واللہ دو ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ ہے، اور ان دونوں کے مابین الف داخل کرنے کے ساتھ پڑھا گیا ہے دونوں صورتوں کے مطابق ساتوں مقامات میں اسی طرح پڑھا گیا ہے) بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں (یعنی اللہ ﷻ کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کرتے ہیں) یا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی (اس طرح سے کہ زمین ان کو لے کر کاہنتی نہیں ہے) اور ان کے بیچ میں (یعنی ان کے درمیان میں) نہریں نکالیں اور اس کے لیے لنگر بنائے (یعنی پہاڑ بنائے اور ان کے ذریعے زمین کو مثبت فرمایا.....) اور دونوں سمندروں (یعنی میٹھے اور نمکین پانی کے سمندروں) کے درمیان آڑ رکھی (کہ ان میں سے ایک دوسرے سے خلط نہیں ہوتا.....) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ ان میں اکثر (اللہ ﷻ کی وحدانیت کا) علم نہیں رکھتے یا وہ جو مضطر کی سنتا ہے (یعنی کرب میں مبتلا شخص کی جسے تکلیف پہنچی ہوتی ہے) جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے (اس سے اور دوسروں سے) برائی اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے (خلفاء الارض میں اضافت فیوی ہے یعنی ہر امت کو اپنی ما قبل والی امت کا وارث بناتا ہے.....) کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے بہت ہی کم دھیان کرتے ہو (تذکرون بمعنی تتعظون ہے، اس لفظ کو علامت مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس صیغہ میں تاء کا ذال میں ادغام کیا گیا ہے اور ماضی زائدہ ہے جو قلیل کی مزید قلت کو بیان کر رہا ہے) یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے (تمہارے مقاصد کی طرف تمہاری رہنمائی فرماتا ہے) اندھیروں میں خشکی اور تری (رات میں ستاروں کے ذریعے اور دن میں زمین کی نشانیوں کے ذریعے) اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے (یعنی بارش سے پہلے) خوشخبری سناتی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے برتر ہے اللہ ان کے شرک سے (غیر کو اس کا شریک بنانے سے) یا وہ جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے (نطفہ کے ذریعے رحموں میں.....) پھر اسے دوبارہ بنائے گا (اس کی موت کے بعد اگرچہ تم دوبارہ بنائے جانے کا اعتراف نہیں کرتے لیکن اس اعادہ پر کئی دلائل قائم ہیں) اور وہ تمہیں آسمان سے (بارش کے ذریعے) اور زمین سے (نباتات کے ذریعے) روزی دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے (یعنی مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام ایسا نہیں جو اللہ ﷻ کے سوا کوئی دوسرا کر سکے، اور اللہ ﷻ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا موجود نہیں ہے) تم فرماؤ (اے حبیب ﷺ) تم اپنی دلیل لاؤ (سہان بمعنی دلیل ہے) اگر تم سچے ہو (اس بات میں کہ مجھ اللہ ﷻ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہے جس نے مذکورہ افعال میں سے کسی کام کو انجام دیا ہے، اگلی آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین نے نبی پاک ﷺ سے قیامت قائم ہونے کے وقت کا سوال کیا؟ تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ تم فرماؤ غیب.....) نہیں جانتے جو (فرشتے اور لوگ) آسمان اور زمین میں ہیں لیکن اللہ (غیب جانتا ہے غیب سے مراد وہ امور ہیں جو انسانوں سے غائب ہوں اور لامعنی لکن ہے) اور انہیں (یعنی کفار مکہ کو دوسروں کی طرح) خبر نہیں کہ کس وقت اٹھائے جائیں گے (ایمان کے معنی وقت ہے) بلکہ پہنچ گیا (ادراک صیغہ دال مشدود کے ساتھ اور اصل میں یہ تدارک تھا، تاء کو وال سے بدل کر دال میں ادغام کر دیا گیا ہے اور ہمزہ وصل کو گرا دیا گیا، بمعنی بلیغ اور لاحق ہے، یا بمعنی تسابع اور تلاحق کے ہے اور ایک قرأت میں اس صیغہ کو بروزن اکسرم بمعنی ادراک پڑھا گیا ہے) ان کے علم کا سلسلہ آخرت کے جاننے تک (حتی کہ انہوں نے قیامت آنے سے متعلق سوال کر لیا، نہیں معاملہ اس طرح نہیں ہے) بلکہ وہ اس طرف سے شک میں ہے بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں (یعنی دل کے اندھے ہیں اور یہ طرز کلام میں ما قبل سے زیادہ بلیغ ہے اور عمون اصل میں عمیون تھا، چونکہ یاء پر ضمہ نقل تھا تو میم

کا کہ حذف کر کے ضمہ کو متعلق کر دیا تو عمون ہو گیا کہ اجتماع ساکنین کی وجہ سے حرف عطف یاد کر گیا۔

﴿تو کیب﴾

﴿امن خلق السموت والارض وانزل لكم من السماء ماء﴾.

ام: مقطوعہ بحقی ثل عاقلہ بمن: موصولہ، مخلق السموت والارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہو: عاقلہ، انزل: فعل باقائل، لکم: ظرف مستقر حال مقدم، ماء: ذوالحال، لکم مفعول، بمن السماء: ظرف تو، لکم جملہ فعلیہ معطوف، لکم خبر محذوف "خبر" کیلئے، مبتدا خبر، لکم جملہ اسمیہ۔

﴿فانبتنا به حدائق ذات بھجۃ ما کان لکم ان تبتوا شجرھا﴾.

ف: عاقلہ، انبتنا به: فعل باقائل و ظرف تو، حدائق: موصوف، ذات بھجۃ: مفت اول، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدر اسم مؤخر، لکم خبر، لکم جملہ فعلیہ مفت ثانی، لکم مفعول، لکم جملہ فعلیہ باقائل "مخلق" پر معطوف ہے۔

﴿وہ اللہ مع اللہ بل ہم قوم یعدلون﴾.

همزة: استفہامیہ، اللہ: مبتدا، مع اللہ: ظرف متعلق محذوف خبر، لکم جملہ اسمیہ، بل حرف اشراب، ہم: مبتدا، قوم: موصوف، یعدلون: جملہ فعلیہ مفت، لکم خبر، لکم جملہ اسمیہ۔

﴿امن جعل الارض قرارا وجعل خللھا انھارا وجعل لھا رواسی وجعل بین البحرین حاجزا﴾.

ام: مقطوعہ بحقی ثل عاقلہ بمن: موصولہ، جعل الارض قرارا: فعل باقائل و مفعول اول و ثانی، لکم جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہو: عاقلہ، جعل خللھا انھارا: جملہ فعلیہ معطوف اول ہو: عاقلہ، جعل لھا رواسی: جملہ فعلیہ معطوف ثانی ہو: عاقلہ، جعل بین البحرین حاجزا: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، لکم صلہ، لکم خبر محذوف "خبر" کیلئے، مبتدا، لکم جملہ اسمیہ۔

﴿والہ مع اللہ بل اکثرہم لا یعلمون﴾.

همزة: حرف استفہام، بالہ مع اللہ: جملہ اسمیہ، بل: عاقلہ، اکثرہم: مبتدا، لا یعلمون: جملہ فعلیہ خبر، لکم جملہ اسمیہ۔

﴿امن یجیب المضطر اذا دعاه ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض﴾.

ام: مقطوعہ بحقی ثل عاقلہ بمن: موصولہ، ینجیب المضطر: فعل باقائل و مفعول، اذا: مضاف، دعاه: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، لکم ظرف، لکم جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہو: عاقلہ، ینجیب السوء: جملہ فعلیہ معطوف اول ہو: عاقلہ، ینجیبکم خلفاء الارض: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، لکم صلہ، لکم خبر محذوف "خبر" کیلئے، مبتدا، لکم جملہ اسمیہ۔

﴿والہ مع اللہ لایلا ما تذکرون﴾.

همزة: حرف استفہام، اللہ مع اللہ: جملہ اسمیہ، لایلا: "وقت محذوف کیلئے مفت، لکم مرکب تو صغریٰ مفعول فیہ مقدم، ما: زائدہ، تذکرون: فعل باقائل، لکم جملہ فعلیہ۔

﴿امن ینھدیکم فی ظلمت البر والبحر ومن یوسل الریح بشرا بین یدی رحمتہ﴾.

ام: مقطوعہ بحقی ثل عاقلہ بمن: موصولہ، ینھدیکم: فعل باقائل و مفعول، فی ظلمت البر والبحر: ظرف تو، لکم جملہ فعلیہ ہو کہ صلہ، لکم معطوف علیہ ہو: عاقلہ، بمن: موصولہ، یوسل: فعل باقائل، الریح: موصوف، بشرا بین یدی رحمتہ: خبر جملہ مفت، لکم

مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر خبر محذوف "خبر" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿ء الله مع الله تعالى الله عما يشركون﴾

ہمزہ: حرف استفہام، اللہ مع اللہ: جملہ اسمیہ، تعالیٰ اللہ: فعل وفاعل، عما یشر کون: بحرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿امن يدعوا الخلق ثم يعيده ومن يرزقكم من السماء والارض﴾

ام: منقطعہ بمعنی بل عاطفہ، من: موصولہ، یدعو الخلق: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، یعیده: جملہ فعلیہ معطوف ملکر صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من: موصولہ، یرزقکم: فعل بافاعل ومفعول، من السماء والارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر خبر محذوف "خبر" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ء الله مع الله قل هاتوا برهانكم ان كنتم صدقین﴾

ہمزہ: حرف استفہام، اللہ مع اللہ: جملہ اسمیہ، قل: قول، ہاتوا: فعل امر بافاعل، برهانکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقول، ملکر جملہ قولیہ، ان شرطیہ، كنتم صدقین: جملہ فعلیہ زامحذوف "فہاتوا برهانکم" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قل لا يعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ﴾

قل: قول، لا یعلم: فعل نفی، من فی السموت والارض: موصول صلہ، ملکر مستثنیٰ منہ، الا: اداة استثناء بمعنی لکن، اللہ: خبر محذوف "یعلم" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مستثنیٰ، ملکر فاعل، الغیب: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقول، ملکر جملہ قولیہ مستأنفہ۔

﴿وما یشعرون ایاں یعثون﴾

و: عاطفہ، ما: تانیہ، یشعرون: فعل نفی بافاعل، ایاں: اسم استفہام بمعنی متی ظرف مقدم، یعثون: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل ادرك علمهم فی الاخرة بل هم فی شك منها بل هم عنها عمون﴾

بل: عاطفہ، ادرك: فعل، علمهم: فاعل، فی الاخرة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، بل حرف اضراب عاطفہ، ہم: مبتدا، فی: جار، شك: موصوف، منها: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بل: حرف اضراب عاطفہ، ہم: مبتدا، منها عمون: شبہ جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... قل لا يعلم من فی السموت والارض..... ☆ یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم ﷺ سے قیامت آنے کا وقت دریافت کیا تھا۔

﴿تشریح تو ضیح و اضرای﴾

حدیقہ کے بارے میں تحقیق:

۱..... فرما کہتے ہیں کہ حدیقہ سے مراد وہ باغ ہے جس کے ارد گرد دیوار بنائی جائے، لہذا اگر اس کے ارد گرد دیوار نہ ہو تو وہ حدیقہ نہیں ہوگا۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں یہ "احداق" سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی احاطہ کرنا ہے اور "ذات بھجہ" یعنی ایسا حسین منظر جس سے خوشی اور مسرت نصیب ہوتی ہے اور ترکیب کلام میں یہ "حدائق" کی صفت ہے۔ "بھجہ" مفرد اس لئے ہے کہ "حدائق" مجموعہ "حدائق" کی تاویل میں ہے (یعنی باغات میں سے ہر باغ پر رونق اور باعث فرحت و مسرت ہے)۔ اس کلام میں

غیب سے منکلم کی طرف التفات پایا گیا ہے، ایک تو اس تاکید کے لئے یہ فعل اللہ ﷻ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا اس پر متنبہ کرنے کے لئے ہے کہ ایک ہی قسم کے مواد سے مختلف انواع و قبعا الطہائع پر رونق اور دلاویز باغات پیدا کرنے پر اللہ ﷻ کے سوا کوئی اور قدرت نہیں رکھتا۔

(المظہری، ج ۵، ص ۲۴۶)

باغات میں سے ہر بار رونق باغ جسے دیکھ کر فرحت و مسرت ہو، یہ تو دنیا میں ہوتا ہے، ”جنات“ بمعنی ہستانین“ کی بات کی جائے تو انسان کے مونہ میں پانی آجاتا ہے کہ باغ جنت میں نہ جانے کتنے پھل، پھول، میوے، سبزیاں ہوگی جنہیں عقل انسانی سوچ سکے نہ دنیا میں دیکھنے کی تاب لاسکے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے انار میں سے کوئی انار ایسا نہیں جو جنت کے انار کے شکونے سے نہ ہو (یعنی جنت کے پھل کی نسل ہی دنیا میں بھی ہے)۔“

(البدور السافرة، باب: ثمرات الجنة، رقم: ۱۸۹۹، ص ۵۳۴)

زمین کا قرار کس سے ہے؟

۲..... کشف الاسرار میں ہے کہ الرواسی جمع الجمع ہے، کہا جاتا ہے کہ جبل راس و جبال راسیۃ پھر اسی کے مجموعے کو الراسیۃ اور الرواسی کا نام دے دیا گیا اور مراد اس سے وہ پہاڑ ہیں جو زمین میں ثابت ہیں اور اہل زمین کو طے سے روکے ہوئے ہیں اور اسی زمین میں معادن بھی ہیں جو باہر نکلنے سے زمین کو روکتے ہیں اور بھی کئی مصلحتیں شامل ہیں۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ عابدین کی نفوس کو طاعت کے ذریعے قرار دیا جاتا ہے اور ان کے دلوں کو معرفت الہی سے قرار دیتے ہیں اور واجدین کی روحوں کو عابدین کی محبت سے اور موحدین کو مشاہدات سے قرار دیتے ہیں اور ان محبوبان خدا کو وصال کی نہروں اور قربت کے چشموں سے وہ اسرار و رموز حاصل ہوتے ہیں جو آتش شوق کو جاری کرتا اور محبت کی جلن کو بھڑکاتا ہے۔ اور ان کے لئے خوف، امید، رغبت اور ڈر کو لنگر (رواسی) بنایا، اور زمینوں کے لئے ابدال، اوتاد اور اولیاء کو لنگر بنایا کہ ان کی برکت سے زمین زکی رہتی ہے اور خلق سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور یہ برکتیں فقط اسلامی ممالک تک محدود نہیں ہوتیں کیونکہ حضرات اولیائے کرام روئے زمین میں ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔

(روح البیان، ج ۶، ص ۴۶۳)

دو سمندروں کا بیان:

۳..... یعنی بیٹھے اور نمکین پانی کے مابین روک بنادی، تاکہ ایک کا پانی دوسرے میں مل نہ پائے، اس میں اللہ کی حکمت یہ تھی کہ ہر قسم کا پانی اپنی اصل پر باقی رہے۔ سمندر کے بیٹھے پانی سے لوگوں کے لئے نہریں جاری ہوتی ہیں اور اسی سے حیوانات، نباتات اور پھولوں کی نشرو نما بھی ہوتی ہے اور رہا کھاری سمندر کا معاملہ تو کھاری سمندر سے بھی ہر جانب نہریں نکلتی ہیں، اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ہوا کے نظام میں فساد پیدا نہ ہونے پائے۔

(ابن کثیر، ج ۲، ص ۴۵۳)

زمین کا وارث کون؟

۴..... خلافت سے مراد وہ نیابت ہے جو کہ غیر کے مد مقابل حاصل ہو، اور یہ نیابت کبھی کسی کی موت، عاجز ہونے یا شرف و منزلت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور آخری صورت کے بارے میں اللہ ﷻ کا فرمان ہے ﴿هو الذي جعلكم خلائف في الارض﴾۔

(المفردات، ص ۱۶۲)

۵..... طبرانی نے سعد بن جنادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے لوگوں میں جدائی کروائی وہ مونہ کے محل جہنم میں گرے گا، اللہ ﷻ کا فرمان ہے ﴿امن بسبب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء ويجعلكم خلفاء﴾

الارض (النمل: ۶۲) کچھ پس خلافت اللہ ﷺ کی طرف سے ہے اگر اس میں بھلائی ہوتی تو اسے لے جاتا اور نہ ائی ہوتی تو پکڑ لیتا، تم پر اللہ کی فرمانبرداری لازم ہے جس کا اس نے تمہیں حکم کیا ہے۔
(الدر المنثور، ج ۵، ص ۲۱۳)

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سرزمین (عرب) میں دوسرے لوگوں کو بسادیں گے، ایمان والوں کو سرزمین عرب میں تصرف دے دیا جس طرح کہ بادشاہوں کے کارندے اپنے علاقوں میں تصرف کرتے ہیں یا خلیفہ میں سے وہ حضرات جو خوف رکھتے تھے انہیں مدد دے کر زمین کا وارث کر دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سید عالم ﷺ کو سرزمین عرب کے مشرق و مغرب کا وارث کر دیا، صحیح حدیث میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے زمین پر قبضہ دے دیا گیا پس میں نے اس کے مشرق و مغرب جان لیے، پس میرے امتی کی بادشاہت اس تک عنقریب پہنچے گی۔“
(روح المعانی، الجزء الثامن عشر، ص ۵۳۵)

☆ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت میں خلافت تیس سال رہے گی، پھر اس کے بعد ملوکیت یعنی بادشاہت آجائے گی، سعید بن جبہ ان نے کہا کہ مجھ سے حضرت سفینہ نے کہا حضرت ابوبکر کی خلافت، عمر فاروق، عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو گنو تو تیس سال پورے ہو جاتے ہیں۔ (سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی اطلاقہ، رقم: ۲۲۳۳، ص ۶۴۹)
☆ حضرت ابوبکر کی خلافت دو سال، عمر فاروق اعظم کی خلافت دس سال، حضرت عثمان غنی کی خلافت بارہ سال اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور چھ سال تھا یوں تیس سال پورے ہوئے۔

یہ آیت خلفاء راشدین کی خلافت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ سید عالم ﷺ کے زمانے میں جو مومنین موجود تھے ان سے اللہ ﷺ نے زمین میں خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یہ وعدہ سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد پورا ہونا تھا اسلئے بھی کہ سید عالم ﷺ کا خلیفہ بعد وفات ظاہری کے متعین کیا جاتا تھا، یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہونا کیونکہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ خلیفہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ انہی کے ایام میں فتوح عظیمہ ہوئیں اور اسلام دور دور تک پھیلا دین کو غلبہ ہوا اور اس پر پابا ہوا۔ یہ چیزیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نہیں ہوئیں کیونکہ آپ ﷺ اپنے پورے دور میں مسلمانوں میں سے مخالفین سے جنگ میں گزار دیئے اور کفار سے جنگ کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ پس اس آیت میں خلفاء راشدین کی خلافت کے برحق ہونے پر دلیل ہے۔
(الرازی، ج ۸، ص ۴۱۳)

اسلام میں تصویر بنانے کا حکم:

۵..... حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو لوگ ان تصویروں کو بناتے ہیں قیامت کے دن ان کو کہا جائے کہ جن کو تم نے بنایا تھا اس میں جان ڈالو۔“

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب: عذاب المصورین یوم القيامة، رقم: ۵۹۵۱، ص ۱۰۴۲)

☆ ابو زرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے ایک گھر میں گیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس گھر کے بلند حصے میں کچھ تصویریں بنی ہوئی دیکھیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی مثل بناتا ہے، ان کو چاہیے کہ وہ ایک دانہ کو پیدا کریں یا جوڑا کو پیدا کریں۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب: نقض الصور، رقم: ۵۹۵۳، ص ۱۰۴۳)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے دنیا میں تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن اس کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں روح نہ پھونک سکے گا۔“

(صحیح البعاری، کتاب اللباس، باب: من صور صورة كلف، رقم: ۵۹۶۳، ص ۱۰۴۴)

☆..... نبی ﷺ نے فرمایا: "ان اشد الناس عذابا عند الله المصورون قیامت کے دن لوگوں میں سب سے سخت تر عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔" (صحیح البعاری، کتاب اللباس، باب: عذاب المصورون يوم القيامة، رقم: ۵۹۵۰، ص ۱۰۴۲)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: "ہم ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں لکنا یا تصویر ہو۔"

(صحیح البعاری، کتاب اللباس، باب: التصاویر، رقم: ۵۹۴۹، ص ۱۰۴۲)

روضہ مبارکہ، اس کے جواز میں اصلاً مجال سخن و جائے دم زدن نہیں، جس طرح ان تصویروں کی حرمت یقینی ہے یوں ہی اس کا جواز اجماعی ہے۔ جن اکابر دین اور اعظم معتمدین نے مزار مقدس اور اس کے مثل نعل اقدس کے نقشے بنائے اور انکی تعظیم اور ان سے تبرک کرتے آئے اور اسباب میں کیا کیا کلمات روح افزائے مومنین و جانگزائے منافقین فرمائے ان کے نام درج ذیل ہیں:

- (۱)..... امام عظیم بن نسطاس تابعی مدنی۔ (۲)..... امام محدث جلیل القدر ابو نعیم صاحب حلیۃ الاولیاء۔ (۳)..... امام محدث علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن الجوزی حنبلی۔ (۴)..... امام ابوالیسین ابن عساکر۔ (۵)..... امام تاج الدین فاکہانی صاحب فتح منیر۔ (۶)..... علامہ سید نور الدین علی بن احمد سمودی مدنی شافعی صاحب کتاب الوفاء اور وفاء الوفاء۔ (۷)..... سیدی عارف باللہ محمد بن سلیمان جزولی صاحب الدلائل الخیرات۔ (۸)..... امام محدث فقیہ احمد بن حجر کی شافعی صاحب جوہر منظم۔ (۹)..... علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری صاحب انجمن فی احوال النفس نفیس ﷺ۔ (۱۰)..... علامہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی شارح مواہب اللدنیہ و مخ محمدیہ۔ (۱۱)..... شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی صاحب جذب القلوب۔ (۱۲)..... محمد العاشق بن عمر الحافظ الرومی حنفی صاحب خلاصۃ الاخبار ترجمہ خلاصۃ الوفاء وغیر ہم ائمہ و علماء نے مزار اقدس اکرم سید عالم ﷺ و قبور مقدسہ حضرات صدیق اکبر و فاروق اعظم کے نقشے بنائے۔

ابوالیسین ابن عساکر نے نقشہ نعل پاک کے باب میں ایک مستقل جزء تالیف کیا جسے میں نے استاد پر پڑھ کر اور استاد سے سن کر روایت کیا اور اسی طرح ابن الحاج اندلسی وغیرہما علماء نے اس بارے میں مستقل تصانیف کی ہیں۔ ہم موضوع کو طوالت کی وجہ سے اختصار کی جانب مائل کرتے ہوئے خلاصہ کرتے ہیں کہ جہاں تک جانداروں کی تصاویر ہیں، یا کتے یا بٹ وغیرہ ہیں یقیناً رحمت کے فرشتوں کی آمد کا دروازہ ہم خود بند کر رہے ہیں لہذا ان چیزوں سے اپنے گھروں، دکانوں اور دیگر جگہوں کو پاک کرنا ضروری ہے جس کی مذمت میں ما قبل ہم نے کئی روایات بیان کیں، جہاں تک مقدس مقامات و قبہ شریفہ اور نقشِ نطین پاک کا تعلق ہے تو یقیناً جائز و مستحسن امر ہے جس کی دلیل میں ما قبل مذکور نام ہی ہمارے لئے سند کا درجہ رکھتے ہیں کہ ہم انہی کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ مزید تحقیق کی ضرورت ہو تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا رسالہ: "شفاء الوالہ فی صور الحبيب و مزارہ و نعالہ محبوب خد ﷺ"، آپ کے مزار اور نطین اقدس کے نقشوں میں غزدہ کی شفاء" کا مطالعہ کیجئے۔ (الفتاویٰ الرضویہ معرکہ، ج: ۲۱، ص ۴۲۲ وغیرہ)

علم غیب کا بیان:

۱..... ہر وہ چیز جو انسانی حس اور انسانی علم سے پوشیدہ ہو، غائب کے معنی میں مستعمل ہوتی ہے، اللہ ﷻ کا فرمان چومسا من غائبة فی السماء والارض الا فی کتاب مبین (النمل: ۷۰) اور کسی چیز کے بارے میں غیب یا غائب کا قول لوگوں کے اعتبار سے کیا جاتا ہے نہ کہ اللہ ﷻ کی بارگاہ کے اعتبار سے، کیونکہ اس پاک ذات سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ ہو ہی نہیں سکتی۔ (المفردات، ص ۳۷۰)۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیارے مصطفیٰ ﷺ کو علم غیب ہے یا نہیں، دیگر تمام دلائل ایک طرف خود قرآن

کی دلیل واضح ہے ﴿عَلِمَ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا مِنْ أَرْضِي مَنْ رَسُولٍ غَيْبٍ كَا جَانِّ وَالْأَتَايَةِ غَيْبٍ بِرُكْسَى كَوْمَسَلَا نَمِيں كَرْتَا سَوَائِے اِپْنِے رَسُوْلُوں كِے﴾ (الحن: ۲۷۷۲۶) ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطَلِّعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رِسَالِهِ مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ كِي شَانِ يَهْ نَمِيں كَرَاے عَام لُوگوں تَمِهِيں غَيْبِ كَا عِلْم دے دے ہاں اللہ جِن لِيْتَا ہے اِپْنِے رَسُوْلُوں مِں سے جَسے چَا ہے﴾ (ال عمران: ۱۷۹) ﴿قرآن كِي سَب سے بہتر تَفْسِيْر حَدِيْث ہوا كرتِي ہے جو كہ ہمارے نَزْدِيك حِجْت بھی ہے اور كِي كُوْتَا هِي كے شَك سے بِالآزْبِجِي، اور جو حَدِيْث مِں كِي بِيَان كَرے اور پِيَارے مَصْطَفِيْ كے فَرْمَان مِں تَرَد د كَرے تو اِيْمَان سے ہَاتھ دھو بیٹھے۔

☆..... حضرت طارِق بن شهاب كہتے ہيں كہ مِں نے حضرت عمر ؓ كو كہتے ہوئے سنا كہ ہم سِيْد عالم ﷺ كے سَاتھ اِيك مَقَام پَر مَوْجُوْد تھے تو سِيْد عالم ﷺ نے مَخْلُوْق كِي اِبْتِدَاء سے اِنْتِهَاء تِك سَب كچھ بِيَان فرمادِيَا يِهَاں تِك كہ جِنْتِي اِپْنِي مَنَازِل مِں اور جِنْمِي اِپْنِي مَنَازِل مِں پہنچ گئے پَس جس نے يَاد رَكْھَا سو يَاد رَكْھَا اور جو بَجُوْل گِيَا سو بَجُوْل گِيَا۔

(صحيح البعاري، كتاب بدء الخلق، باب: ما جاء في قول الله، رقم: ۳۱۹۲، ص ۵۳۲)

☆..... حضرت ابو سعيد خدری ؓ بِيَان كرتے ہيں كہ اِيك رُوْز سِيْد عالم ﷺ نے ہمِيں نَمَاز عَصْر پڑھَا ئِي، پھر خُطَاب فرمَا يَا پَس اِپْ ﷺ نے ہمِيں قِيَامَت تِك ہونے والِي ہر چيز كے بارے مِں خَبْر دے دِي، جس نے اس كُو يَاد رَكْھَا اس نے يَاد رَكْھَا اور جس نے بھَلَا دِيَا سو اس نے بھَلَا دِيَا۔

(سنن الترمذی، كتاب الفتن، باب: ما اخبر النبي ﷺ، رقم: ۲۱۹۸، ص ۶۴۰)

امت کے علماء و مفسرين كِي رَاے دَر بَابِ عِلْمِ غَيْبِ مَصْطَفِيْ ﷺ:

(۱)..... حَق يِه ہے كہ اللہ ﷻ كِي ذَات كے سوا كِسِي كے لِيے بھی بِلَا واسطہ، ذَاتِي طُور پَر عِلْمِ غَيْبِ كَا مَنَازِمِں وَا سَمَان مِں كِسِي كے لِيے بھی مُمْكِن نَمِيں ہے اور جِن خَوَاص كے لِيے عِلْمِ غَيْبِ مَانَا جَاتَا ہے وہ اللہ كِي دِي ہو ئِي عَطَا ہے اِسي لِيے يُوں نَمِيں كہنا چَا يِهے كہ انہوں نے غَيْبِ جَان لِيَا كہ اِيسا كہنا قَطْعِي كُفْر ہے اور يُوں كہا جَانے كہ اُن پَر غَيْبِ ظَاہِر ہوا اور انہوں نے غَيْبِ پَر اِطْلَاعِ پَا ئِي۔ (روح المعاني، الجزء: ۲۰، ص ۲۹۷)

(۲)..... جِن لُوگوں كَا يِه خِيَال ہے كہ حضرت انبياء كرام غَيْبِ نَمِيں جَانتے وہ صَرِيح خُطَاء مِں ہيں كِيونكہ اسْتِثْنَاء كے بارے مِں وَا رُوْد ہو چكا ہے ﴿عَلِمَ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا مِنْ أَرْضِي مَنْ رَسُولٍ غَيْبٍ كَا جَانِّ وَالْأَتَايَةِ غَيْبٍ بِرُكْسَى كَوْمَسَلَا نَمِيں كَرْتَا سَوَائِے اِپْنِے رَسُوْلُوں كِے﴾ (الحن: ۲۷۷۲۶) ﴿اور اِسي آيَت سے رَسُوْلُوں كِي فَرَشْتُوں پَر فَضِيْلَتِ ثَابِت ہوتِي ہے كہ اللہ نے اُن پَر غَيْبِ كے ظَاہِر ہونے كَا بِيَان فرمَا يَا نہ كہ فَرَشْتُوں كے لِيے اِسي فَضِيْلَتِ بِيَان ہو ئِي۔

(روح البيان، ج ۶، ص ۴۶۷)

علمائے دیوبند کا سرکار دوعالم ﷺ کے علم کے بارے میں بیان:

سِيْد عالم ﷺ كِي ذَات سَتُوْدہ صَفَات سے مَطْلَقًا عِلْمِ غَيْبِ كِي نَفِي كَرْنَا جِهَالَتِ كَا پَالِنْدہ ہے۔ اور اِيسا كُو ئِي اِئْمِل اِيْمَان نَمِيں كَر سَكْتَا، يِه دِي لُوگ ہيں جِنْمِيں اِسْلَام سے كچھ عِلَاقہ نَمِيں۔ كِسِي مَفْسِر نے سِيْد عالم ﷺ سے كہيں بھی مَطْلَقًا عِلْمِ غَيْبِ كِي نَفِي نَمِيں كِي ہے۔ آئِيں اَب عِبَارَتُوں كَا تَرْتِيْب وَا رُذ كَر كئے دِيتے ہيں كہ جِن مِں عِلْمَاے دِيُوْبِنْد نے حَضُور پَر نُوْءِ ﷺ كے عِلْمِ غَيْبِ كِي نَفِي كِي اور اِپْ ﷺ كِي شَانِ اَقْدَس مِں نَا مَنَاسِبِ الْفَاظِ اسْتِعْمَال فرمَائے۔

(۱)..... قَطْل اِسي كے اِخْتِيَار مِں ہوتا ہے جَب چَا ہے تو كھولے جَب چَا ہے تو نہ كھولے، اِسي طَرَح ظَاہِر كِي چيزُوں كُو دَر يَافَت كَرْنَا لُوگوں كے اِخْتِيَار مِں ہے، اللہ تَعَالِي نے ان لُوگوں كُو اِخْتِيَار دے دِيَا ہے جَب چَا ہيں كَرِيں جَب چَا ہيں نہ كَرِيں، سو اِس طَرَحِ غَيْبِ كَا دَر يَافَت كَرْنَا اِپْنِے اِخْتِيَار مِں ہو كہ جَب چَا ہيں كَر لِيں يِه كِسِي وِلِي وِنْمِي كُو، جِن و فَرَشْتے كُو، پِيْر و مَر شَد كُو، اِمَام و اِمَام زَادے كُو، بھُوت و پَرِي كُو اللہ صَا حِب نے يِه مَاقَد ت نَمِيں بَخْشِي كہ جَب چَا ہيں غَيْبِ كِي بَات مَعْلُوم كَر لِيں بَلَكہ اللہ صَا حِب نے اِپْنِے اِرَادے سے كِسِي كُو جِنْمِي بَات چَا ہْتَا

(بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان، ص ۱)

ہے خرد سے دیتا ہے۔

(۲)..... جب انبیاء علیہم السلام کو غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا، اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر مشابہ کفر ہے۔

(المرجع السابق)

(۳)..... لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات ان کو ہوتا ہے۔

(شعالم امدادہ، ص ۶۱)

(۴)..... تقابلی کی یہ عبارت متذکرہ بالا عبارت سے بالکل مختلف ہے وہ عبارت یہ ہے کہ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید بخ ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی چیز کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

(۵)..... شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس غیب سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔

(البراہین قاطعہ، ص ۵۱)

جس غیب سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔

جس غیب سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔

اغراض:

فیہ الصفات: اللہ ﷻ کی ذات کا خاص طور پر ذکر اس لئے کیا گیا کہ وہی درختوں اور کھیتوں کو اگانے والا، اس کے سوا کوئی ایسا نہیں کر سکتا، اور اس کی تخلیق مختلف رنگوں اور ذائقوں میں ہوتی ہیں، جب کہ سب کو پانی کی سیرابی ہوتی ہے جو کہ ایک ہی ہوتا ہے۔

ای لیس معہ اللہ: سے اس جانب اشارہ ہے کہ "الہ" میں ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ و فیہ زائدۃ لتقلیل القلیل: سے مراد تاکید قلت بیان کرنا ہے۔ وان لم یعتسرفوا بالاعادة: ایک اعتراض کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے، یہ امن یدؤ الخلق نم

یعبدہ (النمل: ۶۲) کیسے کہا جاسکتا ہے؟ جب کہ منکرین تو دوبارہ اٹھائے جانے کے انکاری تھے؟ اس جواب کا اشارہ اس قول کی جانب ہے کہ جب ان پر دلائل واضح ہو گئے، گویا کہ ابتداء وہ اعتراف کر چکے، اور ابتداء اعادہ ہونے پر دلائل ظاہر قوی ہے، پس ان کے لئے اب کوئی عذر ہی باقی نہیں رہتا کہ وہ انکار کریں، بلکہ اب انکار کرنا محض ہٹ دھرمی ہے۔

ان معی الہا: مشرکین کے قول کہ اللہ ﷻ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے جیسا کہ نبی کہتے ہیں، جب کہ سید عالم ﷺ کا ایسا کوئی فرمان مقول نہیں بلکہ یہ فرمایا ان کنتم صدقین یعنی اگر اللہ ﷻ کے ساتھ کوئی اور بھی خدا ہے تو اس پر دلیل لے آؤ اگر سچے ہو۔

یعلمہ: تقدیر کلام یہ ہے کہ آسمان میں موجود فرشتے، اور زمین میں انسان غیب نہیں جانتے، بلکہ اللہ ﷻ ہی غیب پر خبر دار ہے۔

او تعاصب: یعنی کیا انہیں (منکرین) کو آخرت کا علم آچکا، یا وہ آخرت کا علم ہونا ان کے لئے ثابت ہو چکا، حتیٰ کہ انہوں نے قیامت کے بارے میں سوال کر دیا کہ کب قائم ہوگی؟ ان کے پاس اس کا علم نہیں ہے، اور ایسا ہونا ثابت بھی نہیں، معلوم ہوا کہ محض عناد کی وجہ سے ایسا کہا گیا ہے۔

ایسا کہا گیا ہے۔

ایسا کہا گیا ہے۔

ایسا کہا گیا ہے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۶۹ وغیرہ)

دکوع نمبر: ۲

وقال الدین کفروا، ایتضا فی انکار البعث ﴿۱﴾ اذا کنا ترابا و اباؤنا و اباؤنا لنا لمخرجون ﴿۱۷﴾ ﴿آی من القیود﴾ لقد وعدنا هذا نحن و اباؤنا من قبل ان ﴿۱﴾ ما ﴿۱﴾ هذا الا اساطیر الاولین ﴿۱۸﴾ ﴿جمع استظورۃ

ایسا کہا گیا ہے۔

بِالضَّمِّ أَى مَا سَطَرَ مِنَ الْكِبَادِ ﴿۱۹﴾ لَلَّ سِيرُوا فِى الْاَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۲۰﴾
 ﴿۱۹﴾ بِاِنْكَارِهِمْ وَهَى هَلَاكِهِمْ بِالْعَذَابِ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِى ضَلَالٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۲۱﴾ تَسْلِيَةٌ
 لِلسَّبِيحِ ﷺ أَى لَا تَهْتَمُّ بِمَكْرِهِمْ عَلَيْكَ فَإِنَّا نَاصِرُكَ عَلَيْهِمْ ﴿۲۲﴾ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ بِالْعَذَابِ ﴿۲۳﴾
 اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۴﴾ عَلَيْهِ ﴿۲۵﴾ قُلْ عَسَى اَنْ يَكُونَ رَدْفٌ ﴿۲۶﴾ قُرْبٌ ﴿۲۷﴾ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِى تَسْتَعْجِلُونَ
 ﴿۲۸﴾ فَاصْصَلْ لَهُمْ الْقَعْلَ بِيَدِي وَبِالْيَقِي الْعَذَابِ يَا أَيُّهُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ ﴿۲۹﴾ وَاَنْ رَبِّكَ لَلَّذِى فَضَّلَ عَلَى النَّاسِ
 ﴿۳۰﴾ وَمِنْهُ تَأخِيرُ الْعَذَابِ عَنِ الْكُفَّارِ ﴿۳۱﴾ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۳۲﴾ فَالْكَافِرُ لَا يَشْكُرُونَ تَأخِيرُ الْعَذَابِ
 لِاِنْكَارِهِمْ وَوَعْدُهُ ﴿۳۳﴾ وَاَنْ رَبِّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ ﴿۳۴﴾ تَخْفِيهِ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾ بِالْأَسْتِثْمِ ﴿۳۷﴾ وَمَا
 مِنْ غَائِبَةٍ فِى السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ﴿۳۸﴾ أَلْعَاءُ لِلْمُبَالِغَةِ أَى شَيْءٍ فِى غَايَةِ الْخَفَاءِ عَلَى النَّاسِ ﴿۳۹﴾ اَلَا فِى كِتَابٍ مُبِينٍ
 ﴿۴۰﴾ بَيِّنٌ هُوَ السُّلُوحُ الْمَحْفُوظُ وَمَكْتُوبٌ عِلْمُهُ تَعَالَى وَمِنْهُ تَعْدِيْبُ الْكُفَّارِ ﴿۴۱﴾ اِنْ هَذَا الْقُرْآنُ يَقْصُ عَلَى
 بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۴۲﴾ الْمَوْجُودِينَ فِى زَمَنِ نَبِيِّنَا ﷺ ﴿۴۳﴾ أَكْثَرَ الَّذِى هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۴۴﴾ أَى بَيِّنٌ مَا ذُكِرَ
 عَلَى وَجْهِ الرَّافِعِ لِلاِخْتِلَافِ بَيْنَهُمْ لَوْ أَخَذُوا بِهِ وَأَسْلَمُوا ﴿۴۵﴾ وَاَللهُ لَهْدِي ﴿۴۶﴾ مِنَ الضَّلَالَةِ ﴿۴۷﴾ وَرَحْمَةً
 لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۸﴾ مِنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ اِنْ رَبِّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ ﴿۵۰﴾ كَفِيرِهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ﴿۵۱﴾ بِحُكْمِهِ ﴿۵۲﴾ أَى عَدْلِهِ ﴿۵۳﴾ وَهُوَ
 الْعَزِيزُ ﴿۵۴﴾ الْغَالِبُ ﴿۵۵﴾ الْعَلِيمُ ﴿۵۶﴾ بِمَا يَحْكُمُ بِهِ فَلَا يُمَكِّنُ أَحَدًا مُخَالِفَتَهُ كَمَا خَالَفَ الْكُفَّارُ فِى الدُّنْيَا أَنْبِيَاءَ
 ﴿۵۷﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط ﴿۵۸﴾ يَتَّقِ بِهِ ﴿۵۹﴾ اِنْكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿۶۰﴾ أَى الدِّينِ الْبَيِّنِ فَالْعَاقِبَةُ لَكَ بِالْأَنْصُرِ عَلَى
 الْكُفَّارِ ثُمَّ ضَرَبَ لَهُمْ أَمْثَالَ بِالْمَوْتِ وَالصَّمِّ وَالْعَمَى فَقَالَ ﴿۶۱﴾ اِنْكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتِ وَلَا تَسْمَعُ الصَّمِّ
 الدَّعَاءُ اِذَا بِتَحْقِيقِ الْهَمَزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّالِثَةِ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْبَاءِ ﴿۶۲﴾ وَلَوْ مَدْبَرِينَ ﴿۶۳﴾ وَمَا اَنْتَ بِهْدَى الْعَمَى
 عَنِ ضَلَالَتِهِمْ ط اِنْ ﴿۶۴﴾ تَسْمَعُ ﴿۶۵﴾ سَمَاعُ الْفَهَامِ وَقَبُولٌ ﴿۶۶﴾ اَلَا مِنْ يَوْمٍ بَايَعْنَا ﴿۶۷﴾ الْقُرْآنِ ﴿۶۸﴾ فَهَمَّ مُسْلِمُونَ
 ﴿۶۹﴾ مُخْلِصُونَ بِتَوْجِيدِ اللَّهِ ﴿۷۰﴾ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ ﴿۷۱﴾ حَقُّ الْعَذَابِ اَنْ يُنْزَلَ بِهِمْ فِى جُمْلَةِ الْكُفَّارِ ﴿۷۲﴾
 اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْاَرْضِ تَكَلِّمُهُمْ ﴿۷۳﴾ أَى تَكَلَّمَ الْمَوْجُودِينَ حِينَ خُرُوجِهَا بِالْعَرَبِيَّةِ تَقُولُ لَهُمْ مِنْ
 جُمْلَةِ كَلَامِهَا نَائِبَةٌ عَنْهَا ﴿۷۴﴾ اِنْ النَّاسُ ﴿۷۵﴾ أَى كُفَّارٌ مَكَّةَ وَفِي قِرَالَةِ فَتَحَ هَمَزَةٌ اِنْ بِتَقْدِيرِ الْبَاءِ بَعْدَ تَكَلِّمِهِمْ ﴿۷۶﴾
 كَانُوا بَايَعْنَا يَوْمَ نُونٍ ﴿۷۷﴾ أَى لَا يُؤْمِنُونَ بِالْقُرْآنِ الْمُسْتَعْمِلِ عَلَى الْبَعْثِ وَالْحِسَابِ وَالْعِقَابِ وَبِخُرُوجِهَا
 يَنْقَطِعُ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ النَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَا يُؤْمِنُ كَافِرٌ كَمَا أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى اِلَى نُوحٍ اِنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ
 قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ.

﴿ترجمہ﴾

اور کافروں نے (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہوئے) کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا ہم
 پھر (قبروں سے) نکالے جائیں گے بیشک اس کا وعدہ دیا گیا ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ داداؤں کو یہ تو نہیں مگر انگوٹوں کی
 کہانیاں (آیت مذکورہ میں ان بعض مآثرفیہ ہے، اساطیر جمع ہے اسطورہ کی یہ لفظ ہمزہ مضمومہ کے ساتھ ہے بمعنی جموئی گھڑی

ہوئی کہانی) تم فرماؤ زمین میں چل کر دیکھو کیسا ہوا انجام ہوا مجرموں کا..... ای..... (ان کے انکار کرنے کے سبب اس کا انجام یہ ہوا کہ انہیں عذاب دیکر ہلاک کر دیا گیا) اور تم ان پر غم نہ کھاؤ اور ان مکر سے دل تنگ نہ ہو (اس آیت مبارکہ میں نبی پاک ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ کے خلاف یہ جو مکر کر رہے ہیں آپ ﷺ اس سے بے ملال نہ ہوں، ہم ان کے خلاف آپ ﷺ کے مددگار ہیں..... ای.....) اور کہتے ہیں کب آئے گا (عذاب کا) یہ وعدہ اگر تم (اس میں) سچے ہو تم فرماؤ قریب ہے کہ تمہارے پیچھے آگلی ہو لیکن وہ چیز جس کی تم جلدی مچا رہے ہو (پس جنگ بدر میں انہیں قتل کئے جانے کا عذاب ملا اور باقی عذاب ان پر ان کی موت کے بعد آئے گا..... ای.....) اور بیشک تیرا رب فضل والا ہے آدمیوں پر (من جملہ اس کے فضل سے کفار پر عذاب بھیجنے میں تاخیر بھی ہے) لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے (یعنی کفار عذاب کے موخر ہونے پر شکر ادا نہیں کرتے کیونکہ وہ تو عذاب کے واقع ہونے ہی کے منکر ہے) اور بیشک تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں نے چھپائی ہے..... ای..... (تسکن بمعنی تسخفی ہے) اور جو وہ (اپنی زبانوں سے) ظاہر کرتے ہیں اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے (یعنی زمین و آسمان میں جو بھی انسان پر انتہائی مخفی ہے) سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں (مراد اس کتاب سے لوح محفوظ ہے یا اس سے مراد اللہ ﷻ کا علم جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اور من جملہ ان میں سے کفار کو عذاب دینا بھی ہے، لفظ غائبہ میں تاہم بالغہ کے لیے ہے اور لفظ مبین بمعنی بین ہے) اور بیشک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے (ان) نبی اسرائیل سے (جو ہمارے نبی ﷺ کے زمانے میں موجود ہیں) اکثر وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں (قرآن پاک ان مختلف باتوں کو اس طرح بیان فرماتا ہے جو باہمی اختلاف کو دور کرنے والا انداز ہے اگر وہ اس کو لے لیتے تو ضرور اسلام قبول کر لیتے..... ای.....) اور بیشک وہ ہدایت ہے (مگر اسی سے) اور رحمت ہے مسلمانوں کے لیے (عذاب سے) بیشک تمہارا رب ان کے آپس میں فیصلہ فرمایا (جیسا کہ وہ دوسروں کے درمیان فیصلہ فرمایا قیامت کے دن) اپنے حکم (یعنی اپنے اذن) سے اور وہی عزیز (یعنی غالب) ہے اور جاننے والا ہے (اپنے حکم کو تو کسی کے لیے مخالفت کرنا ممکن نہیں ہے جیسا کہ دنیا میں کفار نے انبیاء کرام کی مخالفت کی تھی) تو تم اللہ پر بھروسہ کرو (یعنی اسی پر اعتماد کرو) بیشک تم روشن حق پر ہو (یعنی روشن دین پر ہو، عاقبت میں کفار کے خلاف تمہاری ہی مدد ہوگی پھر اللہ ﷻ نے کفار کے مردہ، بہرے اور گونگے ہونے کی امثال بیان فرمائی ہیں، اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سیں جب پھر میں پیٹھ دے کر..... ای..... (اذا دعوہم نزول کے ساتھ ہے اور ہمزہ اور یاء کے درمیان دوسری ہمزہ کونزلی کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت کرنے والے نہیں تمہارے سنائے نہیں سنتے (سمجھنے اور قبول کرنے کا سننا) مگر وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (یعنی قرآن پاک پر ایمان لاتے ہیں) اور وہ مسلمان ہیں (اللہ کو ایک ماننے میں مخلص ہیں) اور جب بات ان پر آ پڑے گی (یعنی تمام کفار پر عذاب کا نازل ہونا حق ہوگا تو) ہم زمین سے ان کے لیے ایک چوپائے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا (یعنی اس چوپائے کے نکلنے کے وقت جو لوگ موجود ہوں گے وہ ان سے عربی زبان میں کلام کرے گا وہ جو باتیں کرے گا من جملہ میں وہ ہمارے اس کلام کو بھی نقل کرے گا..... ای.....) کہ لوگ (یعنی اہل مکہ) ہماری آیتوں پر ایمان لاتے تھے (یعنی وہ قرآن پاک پر ایمان لاتے تھے جو مرنے کے بعد اٹھائے جانے، حساب کتاب ہونے اور سزا کا معاملہ ہونے کے بیان پر مشتمل ہے، دابة الارض کے نکلنے کے ساتھ ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا معاملہ منقطع ہو جائے گا پھر کوئی کافر ایمان لے کر نہ آئے گا جیسا کہ اللہ ﷻ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی تھی انہی لن یومن من قومک الا من قد امن اور نوح کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہ ہوں گے مگر جتنے ایمان لائے (ہود: ۳۶)۔

﴿تَرْكِيْب﴾

﴿وقال الذين كفروا ا اذا كنا تربا و اباونا اننا لمخرجون﴾

و: عاطفہ، قال الذین کفروا: قول، ہمزه: حرف استفہام، اذا: ظرفیہ شرطیہ، کنا: فعل ناقص "نا"، ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اباونا: معطوف، ملکر اسم، تربا: خبر ملکر جملہ فعلیہ شرط، ہمزه: حرف استفہام، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، مخرجون: خبر ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ تولیہ۔

﴿لقد وعدنا هذا نحن و اباونا من قبل﴾

لام: تسمیہ: قد: تحقیقیہ، وعدنا: فعل مجہول نا ضمیر مؤکد، نحن: تاکیدیہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اباونا: معطوف ملکر نائب الفاعل، هذا: مفعول ثانی، من قبل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم"، کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ ماقبل جملہ "انا لمخرجون" کی تاکیدیہ۔

﴿ان هذا الاساطير الاولين﴾ قل سيروا في الارض فانظروا كيف كان عاقبة المجرمين﴾

ان: نافیہ، هذا: مبتدأ، الا: اداة حصر، اساطير الاولين: خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر ماقبل قال الذین کفروا کیلئے مقولہ ثانی، قل: قول، سيروا في الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، انظروا: فعل امر بافاعل، كيف: اسم استفہام خبر مقدم، كان: فعل ناقص، عاقبة المجرمين: اسم ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ تولیہ۔

﴿ولا تحزن عليهم ولا تكن في ضيق مما يمكرون﴾

و: عاطفہ، لا تحزن عليهم: فعل نہی بافاعل و ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تكن: فعل ناقص نہی با اسم، فی: جار، ضيق: موصوف، مما يمكرون: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر معطوف ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "قل" پر معطوف ہے۔

﴿ويقولون متى هذا الوعد ان كنتم صادقين﴾

و: متناقدہ، يقولون: قول، متى: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، هذا الوعد: مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ اول، ان: شرطیہ، كنتم صادقين: جملہ فعلیہ جزاء محذوف "فمتى هذا الوعد" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ تولیہ۔

﴿قل عسى ان يكون ردف لكم بعض الذي تستعجلون﴾

قل: قول، عسى: فعل مقارب باضمیر اسم، ان: مصدریہ، يكون: فعل ناقص با اسم، ردف لكم: فعل و ظرف لغو، بعض: مضاف، الذي تستعجلون: موصول صلہ ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ تولیہ۔

﴿وان ربك لردو فضل على الناس ولكن اكثرهم لا يشكرون﴾

و: متناقدہ، ان ربك: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، ذو: مضاف، فضل على الناس: شبہ جملہ مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ متناقدہ، و: عاطفہ، لكن حرف مشبہ بافاعل، اكثرهم: اسم، لا يشكرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان ربك ليعلم ما تكن صدورهم وما يعلنون﴾

و: عاطفہ، ان ربك: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، يعلم: فعل بافاعل، ما تكن صدورهم: موصول صلہ ملکر معطوف

علیہ ہو بحافظہ، بما یعلنون، موصول صلہ، بلکہ محطوف، بلکہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مبینٍ﴾۔

و: عاطفہ، بما: تانیہ، بمن: بزانہ، غائِبَةٌ: موصوف، فی: السماء والارض: ظرف مستقر مفت لکرمبتدا، الا: اداة حصر، فی: کتب مبین: ظرف مستقر خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾۔

ان: حرف مشبہ، بهذا القرآن: اسم، یقص: علی بنی اسرائیل: فعل بافاعل، وظرف تلو، اکثر: مضاف، بالذی: موصول، بهم: فیہ یختلفون: جملہ اسمیہ صلہ، بلکہ مضاف الیہ، بلکہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿وَأَنَّهُ لَهْدَىٰ وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ﴾۔

و: عاطفہ، انه: حرف مشبہ، وام: لام، تاکیدیہ، ھدی: معطوف علیہ، ہو: بحافظہ، رحمة للمؤمنین: شبہ جملہ محطوف، بلکہ خبر لکرم جملہ اسمیہ، ان ربک: جرف مشبہ، وام، یقضی: بینہم: فعل بافاعل، وظرف، بحکمه: ظرف تلو، بلکہ جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ، ہو: بحافظہ، ہو: مبتدا، العزیز العلیم: خبر ان، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِینِ﴾۔

ف: فصحیہ، توکل علی اللہ: فعل امر بافاعل، وظرف تلو، بلکہ جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان عرفت هذه الصفات لله تعالى" کیلئے جزا، بلکہ جملہ شرطیہ، انک جرف مشبہ، وام، علی الحق المبین: ظرف مستقر خبر، بلکہ جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمَعُ الدَّعَاءَ إِذَا وَلُوا وَاذْهَبُوا ۝﴾۔

انک جرف مشبہ، وام، لا تسمع الموتی: فعل نفی بافاعل، ومفعول، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ہو: بحافظہ، لا تسمع: فعل نفی بافاعل، الصم: مفعول اول، الدعاء: مفعول ثانی، اذا: مضاف، ولوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، مذہبوا: حال، بلکہ قائل، بلکہ جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ، بلکہ ظرف، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿وَمَا أَنْتَ بِهَدَى الْعَمَىٰ عَنِ ضَلَّتْهُمْ إِنْ تَسْمَعُ إِلَّا مِنْ يَوْمٍ بَايَعْتَا﴾۔

و: عاطفہ، بما: مشابہ، بلیس، انت: اسم، ب: جازا زانہ، ھدی: اسم قائل بافاعل، العمی: مضاف الیہ مفعول، عن ضلتهم: ظرف تلو، بلکہ شبہ جملہ ہوکر خبر، بلکہ جملہ اسمیہ، ان: تانیہ، تسمع: فعل بافاعل، الا: اداة حصر، من: موصولہ، یوم من بايعتنا: جملہ فعلیہ صلہ، بلکہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿فَهُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ﴾۔

ف: فصحیہ، ہم: مبتدا، مسلمون: خبر، بلکہ جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "اذا كان الامر كذلك" کی جزا، بلکہ جملہ شرطیہ، ہو: متعلقہ، اذا: ظرف شرطیہ مفعول فیہ مقدم، وقع القول علیہم: فعل وفاعل، وظرف تلو، بلکہ جملہ فعلیہ ہوکر شرط، اخرونا: فعل بافاعل، لهم: ظرف تلو، دابة موصوف، من الارض: ظرف مستقر مفت، بلکہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ ہوکر جزا، بلکہ جملہ شرطیہ متعلقہ۔

﴿تَكَلِّمُهُمُ الْإِنْسَانُ بِأَنَّهُمْ لَا يُوقِنُونَ﴾۔

تکلمہم: فعل بافاعل، ومفعول، ان الناس: حرف مشبہ، وام، كانوا: فعل ناقص، باسم، بايعتنا لا یوقنون: جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ بتدرب جار، مجرور، بلکہ ظرف تلو، بلکہ جملہ فعلیہ مائل "دابة" کیلئے مفت ثانی واقع ہے۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

مجرمین کی بربادی:

۱..... دنیا بھر میں نافرمانوں کی کیسی کیسی مٹی پلید ہو رہی ہے انسان اس پر غور کرے تو حدایت کا ملنا یقینی ہو سکتا ہے۔ کونسا گھر ہے جس سے جنازہ نہیں اٹھا؟، کونسی دکان ہے جس پر کاروباری بندش کا سامنا نہیں؟، کونسا بازار ہے جو لٹنے پٹنے سے محفوظ ہے؟، کونسا محلہ ہے جو قتل و غارت گاری سے محفوظ ہے؟، کونسا شہر ہے جو بد امنی کا شکار نہیں؟، کونسا ملک ہے جو معاشی بحران کا شکار نہیں؟، اس دور میں مجرموں کے مٹنے، سلگتے مسائل ہوں یا کسی اور دور کے، قوم ضمود کے مقبروں کی بات کریں یا عادی کے دیوانوں کی، فرعونوں کے مظالم کا عبرت ناک انجام نہیں یا قوم شعیب کے وحشت ناک انجام کی خبریں، قارون کی موت کو یاد کریں یا نمرود و شداد کی ہلاکت، فرعون کا پانی میں فرق ہونا اور پھر پانی کا لعش کو باہر اگل دینا دیکھیں یا ابو جہل کی کٹی لاش، ابولہب کی مذمت کا بیان سنیں یا تاریخ کے ان مٹ نفوش کی جانب دیکھیں جو کربلاء میں شہید ہو کر بھی زندہ رہے اور جو زندہ رہ کر بھی ہمیشہ کے لئے لعن طعن کا طوق پہن گئے۔ آہ! دنیا میں کتنی عبرتیں ہیں لیکن غافل انسان کہاں تک اپنے نصیب کو روئے کہ اُسے بیداری نہیں ملتی۔

سید عالم ﷺ کی تسکین خاطر:

۲..... حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو کفار مشرکین اور دیگر دشمنان اسلام تک اسلام کی دعوت پہنچانے اور انکی دعوت تبلیغ کو روک دینے کی وجہ سے طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ذیل میں ہم نے ان آیات مبارکہ کو جمع کیا ہے جن میں سید عالم ﷺ کی تسکین خاطر کی گئی ہے اور نبی پاک ﷺ سے فرما دیا گیا کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ حضرات آپ ﷺ کی نہیں بلکہ اللہ ﷻ کی نافرمانی کر رہے ہیں۔

(۱) ﴿لَا تَذُوبُ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَاتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۚ﴾ ان پر حسرتوں کی وجہ سے آپ کی جان نہ چلی جائے بے شک اللہ ان کی بناؤں کو جانتا ہے (فاطر: ۸) ﴿

(۲) ﴿لَقَدْ لَعَنَّكَ بِأَخِيحِ نَفْسِكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ ۚ إِنَّ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ۚ﴾ اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائے تو کہیں آپ فرط غم سے انکے پیچھے جان نہ دے دیں (الکہف: ۶) ﴿

(۳) ﴿وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۚ وَذُرِّي وَالْمُكَلَّبِينَ ۚ أُولَىٰ النُّعْمَةِ وَمَهَلُكُمْ فَلْيَلَا كَافِرُونَ ۚ﴾ باتوں پر صبر کیجئے اور انکو خوش اسلوبی سے چھوڑ دیجئے اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو مجھ پر چھوڑ دیجئے اور انکو تھوڑی سی مہلت دیجئے (الزمر: ۱۷) ﴿

(۴) ﴿فَاصْبِرْ ۚ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَرْشِ مِنَ الرُّسُلِ ۚ﴾ اور آپ صبر کیجئے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا (الاحقاف: ۳۵) ﴿

(۵) ﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ﴾ کیونکہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے اور پیٹھ مشکل کے ساتھ آسانی ہے (الشراہ: ۶۵) ﴿

(۶) ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۚ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمُتَّصِرُونَ ۚ وَإِنَّ جُنَدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۚ﴾ ہم نے ان مقرب بندوں سے جو رسول ہیں یہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ یقیناً وہی مدد کئے ہوئے ہیں اور یقیناً ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے (الغنت: ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳) ﴿

موت گویا قیامت صغریٰ ہے:

۳..... پس بعض ہدر کے دن مارے جانے کی وجہ سے عذاب کا شکار ہوئے اور بعض مرنے کے بعد عذاب قبر کا شکار ہوئے۔ علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں موت قیامت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے، سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”جو مر گیا اس کی قیامت کا آغاز ہو چکا“۔ کیونکہ موت دنیا کی زندگی کا آخری اور آخری زندگی کا پہلا زمانہ ہے تو جو شخص قیامت قائم ہونے سے پہلے اس دنیا سے فانی سے رخصت ہو گیا گویا کہ وہ موت کے ذریعے قیامت سے مل گیا جس طرح دنیاوی زمانے ایک دوسرے سے متصل ہوتے ہیں۔

(روح البیان، ج ۶، ص ۴۷۰)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اسی وقت سے اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے سو تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو اور ہر وقت اس سے استغفار کرو“۔

(کنز العمال، کتاب الموت، الفصل الثانی فی لواحق، رقم: ۴۲۷۴۱، ج ۸، ص ۲۸۹)

سینہ بے کینہ محبت کا خزینہ:

۴..... جس دل میں بغض و عداوت بھری پڑی ہو وہ چاہے کتنا ہی نیکی کر لے، کامیابی اسے نصیب نہیں ہوتی۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”ہر ہفتہ کے دوران پیر اور جمعرات کے دن لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، پھر بغض و کینہ رکھنے والے دو بھائیوں کے علاوہ ہر مومن کو بخش دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو لمبے عرصے تک چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اُس بغض سے واپس پلٹ آئیں“۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: النهی عن الفحشاء، رقم: (۶۵۴۱)/۲۵۶۵، ص ۱۲۷۱)

☆..... سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ”پیر و جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو ان دونوں میں ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو مشرک نہ ہو مگر ایک دوسرے سے بغض رکھنے والے دو بھائیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو آپس میں صلح کر لینے تک رہنے دو“۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: النهی عن الفحشاء، رقم: (۶۵۳۹)/۲۵۶۵، ص ۱۲۷۰)

☆..... سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ”اللہ شعبان کی پندرہویں شب اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتا ہے تو کینہ پرور اور قاتل کے علاوہ اپنے تمام بندوں کو بخش دیتا ہے“۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، رقم: ۶۶۵۳، ج ۲، ص ۵۸۹)

یہود کا اختلاف کس نوعیت کا تھا؟

۵..... قتادہ کے قول کے مطابق بنی اسرائیل میں یہود و نصاریٰ کا اختلاف کچھ اس نوعیت کا تھا کہ حضرت مسیح خدا ہیں یا خدا کے بیٹے یا تین میں سے تیسرے، بعض بی بی مریم کی جانب غلط نسبت کرتے تھے اور معاذ اللہ بی بی مریم کو خدا عزوجل کی زوجہ مانتے تھے۔ توریت میں نبی آخر الزمان کی خبر کے بارے میں اختلاف کرتے تھے بعض کے نزدیک جس نبی کی خبر توریت میں دی گئی ہے وہ حضرت یوشع ﷺ تھے، بعض کے نزدیک حضرت عیسیٰ ﷺ اور بعض کہتے کہ وہ نبی آخری زمانے میں تشریف لائیں گے، خنزیر کے بارے میں بھی اختلاف تھا چنانچہ یہود اس کی حرمت اور نصاریٰ حلت کے قائل تھے۔ (روح المعانی، الجزء العشرون، ص ۳۰۶، ملخصاً)

سماع موتی کا بیان:

۶..... بیگ تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہریں پکار نہیں۔ کفار کو مردہ کہا گیا کیونکہ جس طرح مردوں سے کسی کام کی امید ہی نہیں ہوتی اسی طرح کافر بھی مردہ ہیں کہ سننے کے باوجود حق نہیں سنتے، دیکھنے کے باوجود اندھے ہیں، ان پر تبلیغ کارگر ثابت نہیں ہو رہی، گویا مہر لگ چکی ہے جیسا کہ فرمان باری ﷻ ختم اللہ علی قلوبہم و علی سماعہم و علی

ابصارہم غشاوة ولہم عذاب الہم اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے (النسۃ: ۷)۔ یہ زندہ ہونے کے باوجود مُردہ، سننے کے باوجود بہرے، دیکھنے کے باوجود اندھے، لیکن بعض مُردے مرکز بھی زندہ، بظاہر نہ سنائی دینے کے بھی سننے والے، نہ دکھائی دینے کے بھی دیکھنے والے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس آیت میں مُردے کے سننے کی نفی نہیں بلکہ مُردوں کو سنانے کی نفی کی گئی ہے اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جنہیں ہم مُردہ گمان کرتے ہیں انہیں سنانے کی نفی نہیں بلکہ وہ مُردہ مراد ہیں جن کے دل مُردہ ہیں، اور حقیقی مُردہ بھی مراد نہیں بلکہ کافر مراد ہیں۔

مُردوں کے سننے سے متعلق احادیث میں واضح ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”کسی بندہ کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پیٹھ پھیر کر واپس چلے جاتے ہیں تو مُردہ ان کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو ٹھاکر کہتے ہیں کہ تم اس شخص (سیدنا محمد ﷺ) کے متعلق کیا کہتے تھے، جو شخص یہ کہے گا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، تو اس سے کہا جائے گا کہ دیکھو تمہارا ٹھکانہ دوزخ میں تھا، اللہ نے تمہارے اس ٹھکانے کو جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الحنازیر، باب: المیت یسمع خفق النعال، رقم: ۱۳۳۸، ص ۲۱۲)

زیارت قبر کو جائے تو یوں کہے: ”السلام علیکم اهل دار قوم مومنین انتم لنا سلف وانا انشاء اللہ بکم لاحقون نسال اللہ لنا ولكم العفو والعافیة یرحم اللہ المستقدمین منا والمستأخرین اللہم رب الارواح الفانیة والاجساد البالیة والعظام النخرة ادخل هذه القبور منک روحا وریحانا ومانا تحیة وسلاما سلام ہو تم پر اے قوم مومنین کے گھر والو! تم ہمارے اگلے ہو اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، اللہ سے ہم اپنے اور تمہارے لئے عفو و عافیة کا سوال کرتے ہیں، اللہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم کرے، اے اللہ! فانی رحوں کے رب، جسم کے گل جانے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کے رب، تو اپنی طرف سے ان قبروں میں تازگی اور خوشبو داخل کر اور ہماری طرف سے تحیت و سلام پہنچا دے۔“

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب: صلاة الحنازیر، مطلب: فی زیارة القبور، ج ۳، ص ۱۵۱)

قرب قیامت دابة الارض کا خروج:

بے..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو کسی ایسے شخص کے لئے ایمان لانا مفید نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہ لایا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال اور دابة الارض کا نکلنا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: بیان الزمن لا یقبل فیہ الایمان، رقم: ۲۸۸/۱۵۸، ص ۹۵)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”دابة الارض زمین سے نکلے گا جس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ بن عمران کا عصا ہوگا، مومن کے چہرے پر عصا مار کر انہیں روشن کرے گا اور کافر کی ناک کی چونچ پر انگوٹھی سے نشان لگائے گا حتیٰ کہ گھروں سے نکل کر لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے وہ کہے گا یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیا، باب: دابة الارض، رقم: ۴۰۶۶، ص ۶۷۲)

☆..... حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کو مکہ مکرمہ کے قریب ایک جنگل میں لے گئے، وہاں ایک خشک زمین تھی جس کے گرد ریت تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس جگہ سے دابة الارض نکلے گا۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیا، باب: دابة الارض، رقم: ۴۰۶۷، ص ۶۷۳)

اغراض:

بالعذاب: سے مراد دیواری عذاب ہے جس کا مشاہدہ کیا جا رہا تھا۔ بالکارہم: یعنی مجرمین کے انکار کرنے کے سبب عذاب آیا۔

القلل بہدر: وغیرہ، مراد جلد آنے والا عذاب ہے۔ وبالقی العذاب: سے مراد تاخیر سے آنے والا عذاب ہے۔

الہاء للمبالغة: جیسا کہ روایت و علامت سے ظاہر ہے، ایک قول کے مطابق مبالغہ کو "ہاء" وقف کے اظہار سے کہا گیا، اور اگر مبالغہ کو "تاء" کہتے تو آسانی ہوتی، ایک قول یہ کیا جاتا ہے کہ "تاء" مصادر پر داخل ہوتی ہے جیسا کہ العاقبۃ اور العافیۃ میں ہے، اور "الذابحة" "الطبخۃ" اسمائے غیر صفائی ہیں۔

ومسکون علمہ: واو بمعنی او ہے، اور یہ تفسیر ثانی ہے، اور لوح محفوظ کو کتاب استعارہ تصریح کے طور پر کہا گیا ہے، جیسا کہ کج فرشتہ اللہ ﷻ کی عطا سے حوادث وغیرہ کو ضبط کرتا ہے کہ کوئی چیز بھی اس سے بچ نہیں سکتی۔

ای عدلہ: اس جملے سے ایک شبہ کا ازالہ کرنا مقصود ہے کہ "تقاء حکم کے درپے ہوتا ہے"، پس اس جملے "عدلہ" سے شبہ زائل ہو گیا، معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ اپنا فیصلہ فرماتا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ وجہ یہ ہے کہ یہاں حکم بمعنی عدل ہے۔

فلا یمكن احدًا معالفتہ: "العزيز" پر مرتب ہے، اور متصل ہونے کی بناء پر اسے مقدم کرنا مناسب تھا۔

حق العذاب: مفسر نے "وقع" کی تفسیر "حق" سے کی ہے، معنی یہ ہے کہ جب ان کے پاس عذاب آئے گا۔

ای کلار مکة: مناسب یہ ہے کہ موجودہ کفار مراد لئے جائیں جن کے لئے "ذابۃ الارض" کا معاملہ ہوا۔

ینقطع الامر بالمعروف الخ: یعنی (قرآن، وصاحب قرآن سے) فائدہ نہ اٹھایا، اور یہی وہ وقت تھا کہ مومن و کافر کو "ذابۃ الارض" کے نام سے واضح کر دیا۔ پس جو (عند اللہ) کافر ہیں ان میں تبدیلی ممکن نہیں ہے اور انہیں کوئی نصیحت کارگر نہ ہوگی، اور بعض نسخوں میں کچھ یوں ہے کہ ان میں رجوع لانا، توبہ کرنا اور ایمان لانا نہ پایا جائے گا، یعنی ایسا وقت نہ آئے گا کہ بارگاہ الہی میں رجوع لائیں، معصیت کی بناء پر توبہ قبول ہو جائے اور ایمان لے آئیں۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۷۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿وَأَذْكُرُ﴾ يوم نحشر من كل امة فوجا ﴿جَمَاعَةً﴾ ﴿ممن يكذب بايتنا﴾ ﴿وَهُمْ رُؤَسَاؤُهُمُ﴾

﴿الْمَتَّبِعُونَ﴾ ﴿لَهُمْ يَوْمَئِذٍ عَذَابٌ﴾ ﴿أَيُّ يَجْمَعُونَ بِرَدِّ آخِرِهِمْ إِلَىٰ أَوَّلِهِمْ ثُمَّ يُسَاقُونَ﴾ ﴿حتى اذا جاء و﴾

﴿مَكَانَ الْحِسَابِ﴾ ﴿قال﴾ ﴿تعالى﴾ ﴿لَهُمْ﴾ ﴿اكدبتم﴾ ﴿أنبيائي﴾ ﴿بايتي﴾ ﴿ولم تحيطوا﴾ ﴿من جهة تكذيبهم﴾ ﴿بها﴾

﴿علما﴾ ﴿اما﴾ ﴿لبي﴾ ﴿ادغام﴾ ﴿أم﴾ ﴿في﴾ ﴿ما﴾ ﴿الاستفهامية﴾ ﴿ذا﴾ ﴿مَوْضُولِ﴾ ﴿أَي﴾ ﴿مَا﴾ ﴿الَّذِي﴾ ﴿كنتم تعملون﴾ ﴿(۸۳)﴾ ﴿مِمَّا﴾

﴿أمرتُم﴾ ﴿ووقع القول﴾ ﴿حق القذاب﴾ ﴿عليهم﴾ ﴿بما ظلموا﴾ ﴿أَي﴾ ﴿أَشْرَكُوا﴾ ﴿لَهُمْ﴾ ﴿لا﴾ ﴿ينطقون﴾ ﴿(۸۵)﴾ ﴿اذا﴾ ﴿لا﴾

﴿حُجَّةَ لَهُمْ﴾ ﴿الم﴾ ﴿يروا﴾ ﴿انا﴾ ﴿جعلنا﴾ ﴿خلقنا﴾ ﴿الليل﴾ ﴿ليسكنوا﴾ ﴿فيه﴾ ﴿كفبرهم﴾ ﴿والنهار﴾ ﴿مبصر﴾ ﴿بمعنى﴾ ﴿يتضر﴾

﴿فيه﴾ ﴿لَيَتَضَرَّوْا﴾ ﴿فيه﴾ ﴿ان﴾ ﴿في﴾ ﴿ذلك﴾ ﴿لايت﴾ ﴿ذلا﴾ ﴿لَات﴾ ﴿على﴾ ﴿قُدْرَتِهِ﴾ ﴿تعالى﴾ ﴿لِقَوْمٍ﴾ ﴿يؤمنون﴾ ﴿(۸۶)﴾ ﴿خُصُّوا﴾ ﴿بِالذِّكْرِ﴾

﴿لِأَنفُسِهِمْ﴾ ﴿بها﴾ ﴿في﴾ ﴿الايمنان﴾ ﴿بِخِلَافِ﴾ ﴿الكافرين﴾ ﴿وَيوم﴾ ﴿ينفخ﴾ ﴿في﴾ ﴿الصور﴾ ﴿القرن﴾ ﴿النَّفْخَةِ﴾ ﴿الْأُولَىٰ﴾ ﴿مِنْ﴾

﴿إِسْرَائِيلَ﴾ ﴿ففرغ﴾ ﴿من﴾ ﴿في﴾ ﴿السموت﴾ ﴿ومن﴾ ﴿في﴾ ﴿الارض﴾ ﴿أَي﴾ ﴿خالفوا﴾ ﴿الْخَوَافِ﴾ ﴿الْمُقْضَىٰ﴾ ﴿إِلَىٰ﴾ ﴿الْمَوْتِ﴾ ﴿كَمَا﴾ ﴿فِي﴾

﴿آيَةِ﴾ ﴿أَعْرَبِيٍّ﴾ ﴿لِضَبْحٍ﴾ ﴿والتفسير﴾ ﴿فيه﴾ ﴿بالماضى﴾ ﴿لِتَحْقِيقِ﴾ ﴿وَأَوْعِدُهُ﴾ ﴿الام﴾ ﴿من﴾ ﴿شاء﴾ ﴿الله﴾ ﴿أَي﴾ ﴿جِبْرَائِيلَ﴾ ﴿وَمِيكَائِيلَ﴾

﴿وَأِسْرَائِيلَ﴾ ﴿وَعِزْرَائِيلَ﴾ ﴿وَعَن﴾ ﴿ابن﴾ ﴿عباس﴾ ﴿رضي﴾ ﴿الله﴾ ﴿عنهما﴾ ﴿هُمُ﴾ ﴿الشَّهَدَاءُ﴾ ﴿إِذْهُمْ﴾ ﴿أَحْيَاءٌ﴾ ﴿عِنْدَ﴾ ﴿رَبِّهِمْ﴾ ﴿يُرْوَوْنَ﴾ ﴿﴾

وكل ﴿تَنْوِينُهُ عَوْضٌ عَنِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ أَيْ كُلُّهُمْ بَعْدَ إِخْمَالِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ﴿أَتَوْهُ﴾ بِصِيغَةِ الْفِعْلِ وَاسْمِ
 الْفَاعِلِ ﴿دَاخِرِينَ﴾ (۸۷) ﴿صَاغِرِينَ وَالتَّعْبِيرُ فِي الْإِتْيَانِ بِالسَّمَاوِيِّ لِتَحَقُّقِ وَقُوعِهِ﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ
 ﴿تَبْصُرُهَا وَقَدْ ضَرَبَتْهُ النَّفْخَةُ﴾ ﴿تَحْسِبُهَا﴾ تَنْظُنُّهَا ﴿جَامِدَةً﴾ وَالْقَلْبَةُ مَكَائِبُهَا لِعَظِيمِهَا ﴿وَهِيَ تَمُرُّ مِنَ السَّحَابِ
 ﴿الْمَطَرِ إِذَا ضَرَبَتْهُ الرِّيحُ أَيْ تَسِيرُ سِيرَةً حَتَّى تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ فَتَسْتَوِي بِهَا مَبْتُوثَةً ثُمَّ تَصِيرُ كَالْعِهْنِ ثُمَّ
 تَصِيرُ مَبَاءً مَنُورًا﴾ صَنَعَ اللَّهُ ﴿مَصْدَرٌ مُؤَكَّدٌ لِمَضْمُونِ الْجُمْلَةِ قَبْلَهُ أَضِيفَ إِلَى فَاعِلِهِ بَعْدَ خَدْفِ عَامِلِهِ
 أَيْ صَنَعَ اللَّهُ ذَلِكَ صَنَعًا﴾ الَّذِي اتَّقَنَ ﴿أَحْكَمَ﴾ كُلَّ شَيْءٍ ﴿صَنَعَهُ﴾ أَنَّهُ خَيْرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ
 (۸۸) ﴿بِالْبَيَاءِ وَالتَّاءِ أَيْ أَعْدَاؤُهُ مِنَ الْمُعْصِيَةِ وَأَوْلِيَائِهِ مِنَ الطَّاعَةِ﴾ مِنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ ﴿أَيْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ فَلَهُ خَيْرٌ ﴿ثَوَابٌ﴾ مِنْهَا ﴿أَيْ بِسَبَبِهَا وَليْسَ لِلتَّفْضِيلِ إِذْ لَا فِعْلَ خَيْرٍ مِنْهَا وَفِي آيَةِ أُخْرَى
 عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾ وَهُمْ ﴿أَيِ الْجَاوُونَ بِهَا﴾ مِنْ فَرْعِ يَوْمِنَا بِالْإِضَافَةِ وَكَسْرِ المِيمِ وَبِفَتْحِهَا وَفَرْعٌ مَنُونًا
 وَفَحَّحِ المِيمِ ﴿امْتُونُ﴾ (۸۹) وَمِنْ جَاءَ بِالسَّيْنَةِ ﴿أَيْ الشَّرِكِ﴾ فَكَبِتْ وَجُوهَهُمْ فِي النَّارِ ﴿بِأَنَّ وَرَيْتَهَا
 وَذِكْرَتِ الوُجُوهَ لِأَنَّهَا مَوْضِعُ الشَّرَفِ مِنَ الخَوَاسِ فَعَبْرًا مِنْ بَابِ أَوْلَى وَيُقَالُ لَهُمْ تَبَكَّيْنَا هَلْ ﴿أَيْ
 مَا﴾ تَجْزُونَ إِلَّا ﴿جَزَاءً﴾ مَا كَتَمْتُمْ تَعْمَلُونَ (۹۰) ﴿مِنَ الشَّرِكِ وَالمَعَاصِي﴾ إِنَّمَا أَمْرٌ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ
 هَذِهِ الْبِلْدَةَ ﴿أَيْ مَكَّةَ﴾ الَّذِي حَرَمَهَا ﴿أَيْ جَعَلَهَا حَرَمًا أَمِنًا لَا يُسْفِكُ فِيهَا دَمَ إِنْسَانٍ وَلَا يُظَلَمُ فِيهَا
 أَحَدٌ وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَذَلِكَ مِنَ النِّعَمِ عَلَى قُرَيْشٍ أَهْلُهَا فِي رَفَعِ اللَّهِ عَنْ بِلَدِهِمْ
 الْعَذَابَ وَالفِتْنَةَ الشَّائِعَةَ فِي جَمِيعِ بِلَادِ الْعَرَبِ﴾ وَهُوَ ﴿تَعَالَى﴾ كُلَّ شَيْءٍ ﴿فَهُوَ رَبُّهُ وَخَالِقُهُ وَمَالِكُهُ﴾
 وَأَمْرٌ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (۹۱) ﴿لِلَّهِ يَتَّوْحِدُونَ﴾ وَإِنْ أَتَلَوْا الْقُرْآنَ ﴿عَلَيْكُمْ تِلَاوَةُ الدَّعْوَةِ إِلَى
 الْإِيمَانِ﴾ فَمَنْ اهْتَدَى ﴿لَهُ﴾ فَاِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ﴿أَيْ لَا جَلَّهَا لِأَنَّ ثَوَابَ إِهْتِدَائِهِ لَهُ﴾ وَمَنْ ضَلَّ ﴿عَنِ
 الْإِيمَانِ وَأَخْطَأَ طَرِيقَ الْهُدَى﴾ فَقُلْ ﴿لَهُ﴾ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ (۹۲) ﴿الْمُخَوِّفِينَ فَلَيْسَ عَلَيَّ إِلَّا
 التَّبْلِيغُ هَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سِيرِيكُمْ أَيُّهُ فَتَعْرِفُونَهَا ﴿فَأَرَاهُمْ اللَّهُ يَوْمَ بَدْرٍ أَلْقَتَلُ
 وَالسَّبْبَى وَضَرَبَ الْمَلَائِكَةُ وَجُوهَهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ وَعَجَّلَهُمُ اللَّهَ إِلَى النَّارِ﴾ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا
 تَعْمَلُونَ (۹۳) ﴿بِالْبَيَاءِ وَالتَّاءِ وَإِنَّمَا يُمَهِّلُهُمْ لِيُؤْتِيَهُمْ

﴿ترجمہ﴾

اور (یاد کرو) جس دن اٹھائیں گے ہم ہر گروہ میں سے ایک فوج..... یعنی جماعت) جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتی ہے (اور یہ کفار کے وہ سردار ہوں گے جنکی دیگر لوگ پیروی کرتے ہوں گے) یہاں تک کہ جب سب حاضر ہو لیں گے (مکان حساب میں اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائے گا) کیا تم نے میری آیتیں جھٹلائیں (اور میرے انبیاء کو جھٹلایا) حالانکہ (تمہارے جھٹلانے کی جہت سے) تمہارا علم ان تک نہ پہنچتا تھا یا کیا کام کرتے تھے (اس کے مطابق جس کا تمہیں حکم دیا جاتا تھا، اما اصل میں ام ما ہے، ما استفہام کا ادغام، ام،

میں کر دیا گیا ہے، اور ظالم موصول بمعنی السدی ہے معنی کیا کام کرتے تھے اس کے مطابق..... الخ) اور بات پڑ چکی ان پر (یعنی عذاب حق ہو چکا ان پر..... الخ.....) ان کے حکم (یعنی شرک کرنے) کے سبب تو وہ اب کچھ نہیں بولتے (کیونکہ ان کے پاس کوئی حجت نہیں رہی) کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے رات بتائی (جعلنا بمعنی خلقنا ہے) کہ اس میں (دوسروں کی طرح) وہ آرام کریں اور دن کو بنایا سوچمانے والا (مبصرا، کا معنی یہ ہے اس میں دیکھا جاسکے تاکہ لوگ اس میں اپنے کام کاج کر سکیں..... الخ.....) بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں (یعنی دلائل ہیں ہماری قدرت کے) ان لوگوں کے لیے کہ ایمان رکھتے ہیں (بالخصوص مومنین کا ذکر اس لیے فرمایا کہ ایمان ہونے کے باعث مسلمان ہی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں برخلاف کفار کے) اور جس دن پھونکا جائے گا صور..... الخ..... (یعنی سینگ مراد کچھ اولیٰ ہے، یہ صور پھونکنے کا عمل حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ہوگا) تو گھبرا جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں (یعنی وہ ایسے خوف میں مبتلا ہونگے جو انہیں موت تک لے جائے گا جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے ﴿وَنفِخُ فِي الصُّورِ لَفُصْحٍ مِّنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمِنَ الْاَرْضِ اَلَا مَن شَاءَ اللّٰهُ اُوْر صُوْرٍ پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے﴾ (الزمر: ۶۸) یہاں فعل کو ماضی سے تعبیر اس کے وقوع کے تحقق ہونے کے سبب سے کیا ہے) مگر جسے خدا چاہے (مستثنیٰ افراد یہ ہیں حضرت جبریل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت ملک الموت علیہ السلام اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہاں مستثنیٰ افراد سے مراد شہداء ہیں، کیونکہ اللہ جل جلالہ نے ان کی شان میں فرمایا: ﴿اٰحْيَاۤءٌ عَنۡدِ رَبِّہِمۡ یُوْرۡ قُوْنِ وَاٰۤیٰتِ رَبِّہِۭۤنَّ وَاٰۤیٰتِ رَبِّہِۭۤنَّ وَاٰۤیٰتِ رَبِّہِۭۤنَّ وَاٰۤیٰتِ رَبِّہِۭۤنَّ﴾ اور سب کے سب اس کے حضور حاضر ہوئے عاجزی کرتے (کل میں توین محض ہے جو کہ مضاف الیہ کی جگہ آئی ہے، معنی یہ ہے کلہم یعنی وہ سب کے سب قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد حاضر ہونگے، ”اتسوه“ بسینہ فعل ماضی معروف اور بصیغہ اسم فاعل کے دونوں طرح پڑھا گیا ہے، داخلین بمعنی صاغرین ہے، فعل ”اتسوه“ کو ماضی سے اس لیے ذکر کیا کہ اس فعل کا وقوع پذیر ہونا یقینی ہے) اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو (نمچ پھونکنے جانے کے وقت، تسری بمعنی تبصر ہے) خیال کرے گا کہ وہ بچے ہوئے ہیں (اپنے بلند و بالا ہونے کے سبب اپنی جگہ کھڑے ہیں، بحسبہا بمعنی نظنہا ہے) اور وہ چلتے ہوئے بادل کی چال (بارش کی چال یعنی پہاڑ اس طرح چل رہے ہوں گے جیسے بارش ہو کی لپٹیں لگنے سے چلتی ہے وہ اسی کی طرح چلے گی حتیٰ کہ وہ زمین پر آگریں گے، پھر زمین کے برابر ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر وہ ریزہ پہاڑ دھکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے، جیسا کہ اس کا بیان ان آیات میں ہے ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ اُوْر پھاڑا ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اون﴾ (المعارج: ۹) ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوْثِ اُوْر پھاڑا ہوئے جیسے دھکی ہوئی اون﴾ (القدر: ۵) ﴿پھر وہ باریک باریک غبار کے ٹکڑے ہوئے ذروں کی طرح ہو جائیں گے جیسا کہ اس کا بیان ان آیات میں ہے ﴿ہباء منثورا﴾ (نہرہ: ۲۳) ﴿..... الخ.....﴾ یہ کام ہے اللہ کا (صنع اللہ مصدر ہے، ماضی جملہ کے مضمون کی تاکید بیان کر رہا ہے، اور اس مصدر کی اضافت اس کے عامل کو حذف کرنے کے بعد اس کے فاعل کی طرف کی گئی ہے یعنی دراصل یوں ہے صنع اللہ ذلک صنعا) جس نے حکمت سے بتائی ہر چیز (اتقن بمعنی احکم ہے) بیشک اسے خبر ہے تمہارے کاموں کی (تفعلون کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، معنی آیت یہ ہے کہ اسے خبر ہے کہ اس کے دشمن جو برا بنائیں کر رہے ہیں اور اس کے اولیاء جو اس کی فرمانبرداری کر رہے ہیں) جو نیکی لے کر آئے (بروز قیامت، لا الہ الا اللہ کی گواہی لے کر آئے..... الخ.....) تو اس کے لیے اس کے سبب بہتر صلہ ہے (منہا میں من بمعنی ہاء مسببہ کے ہے، اور لفظ صبور بطور اسم تفضیل نہیں ہے کیونکہ اس فعل سے بڑھ کر تو کوئی دوسرا فعل ہے ہی نہیں اور دوسری آیت مبارکہ میں ہے ﴿عشور

امثالہا (الانعام: ۱۶۰) ﴿ اور انہیں (جو یہ نیکی لے کر آئیں گے) اس دن کی گھبراہٹ سے امان ہوگی..... ۸..... (من فزع اضافت کے ساتھ ہے میم کو مکسورہ اور مفتوحہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور ایک قرأت میں لفظ فزع کو مسنون اور من کو میم مفتوحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور جو بدی لائے (یعنی شرک لائے) تو ان کے منہ اور نہانے گئے آگ میں (یوں کہ انہیں الٹ پلٹ کیا جائیں گا، یہاں وجوہ یعنی چہروں کو اس لیے ذکر کیا کہ یہ دیگر اعضاء سے زیادہ شرف رکھتا ہے تو جب اس عضو کا یہ حال ہوگا تو دیگر پر عذاب ہونا تو زیادہ اولیٰ ہے پھر ان کو آگ میں الٹ پلٹ کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا) تمہیں بدلہ نہیں ملے گا اسی (کا بدلہ) جو (کفر و شرک، دودگر گناہ) تم کرتے تھے (اے حبیب ﷺ تم ان سے فرما دو!) مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ پوجوں اس شہر کے رب کو (یعنی مکہ مکرمہ کے رب کو) جس نے اسے حرمت والا کیا..... ۹..... (یعنی جسے اس نے امن والا حرم بنایا کہ اس میں نہ تو کسی آدمی کا خون بہایا جاسکتا ہے اور نہ اس میں کسی پر ظلم کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی شکار کیا جاسکتا ہے اور نہ وہاں کی گھاس کاٹی جاسکتی ہے، مکہ مکرمہ کے قریشیوں پر اللہ ﷻ کے من جملہ انعامات سے ہے کہ اللہ ﷻ نے ان کے شہر سے عذاب اور دیگر فتنے جو عرب کے تمام شہروں میں عام تھے دور فرمادینے) اور اس کا ہے (یعنی اللہ ﷻ ہی کا ہے) سب کچھ (وہ تمام ہی اشیاء کا رب خالق اور مالک ہے) اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں فرما کر داروں سے ہوں (بدستور اللہ ﷻ کی توحید کا مقروضین رہوں) اور یہ کہ (تم لوگوں پر) قرآن کی تلاوت کروں (ایسی تلاوت جو تمہیں ایمان لانے کی طرف بلائے) تو جس نے راہ پائی (ایمان کی) اس نے اپنے بھلے کو راہ پائی (کہ اس کے راہ ہدایت پر آنے کا ثواب اسی کے لیے ہے، لہذا میں لام حرف جر تعلیل کے لیے ہے) اور جو بیکے (ایمان سے اور ہدایت کی راہ سے بھٹکے) تو تم (اس سے) فرما دو کہ میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں (میرے ذمے تو احکامات الہیہ تم تک پہنچا دینا ہے، المنذرین بمعنی المنخوفین ہے، یہ حکم جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے) اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو انہیں پہچان لو گے (پس اللہ ﷻ نے انہیں بعض نشانیاں جنگ بدر کے دن انہیں قتل کرنے اور قیدی بنانے اور فرشتوں کے ذریعے انہیں قتل کروا کر دکھادیں جیسا کہ اس کا بیان اس آیات مبارکہ میں ہے ﴿ولو توری اذیتو فی الذین کفروا الملئکة یضربون وجوہہم و اذبارہم الخ، اور کبھی تو دیکھے جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں مار رہے ہیں ان کے منہ اور پیٹھ پر اور چکھو آگ کا عذاب۔ (الانفال: ۵۰) اور تمہارا رب غافل نہیں اے لوگوں تمہارے اعمال سے (وہ تو تمہیں تمہارا وقت پورا ہونے تک مہلت دے رہا ہے..... ۱۰.....)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یوم نحشر من کل امة فوجا ممن یكذب بایتنا فہم یوزعون﴾ ۵

و: متناہ، یوم: مضاف، نحشر من کل امة: فعل بافاعل و ظرف لغو، فوجا: موصوف، ممن یكذب بایتنا: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر "اذک"۔ فعل فعل محذوف کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ہم: مبتدا، یوزعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿حتی اذا جاء وقال اکذبتہم بایتی ولم تحیطوا بہا علما﴾

حتی: حرف غایہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء وا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قال: قول، ہمزہ: حرف استفہام، کذبتہم: فعل "تم" نہمیر ذوالحال، و: حالیہ، لم تحیطوا: فعل نشی واؤ ضمیر متبذ، علما: تہنیز، ملکر فاعل، بہا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، حال، ملکر فاعل، بایتی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اما ذا کنتم تعملون﴾ ۵ وقع القول علیہم بما ظلموا فہم لا ینطقون﴾ ۵

ام: مقطوعہ عاطفہ، ما اذا اسم استفہام مفعول مقدم، تعملون: فعل بافاعل، مکر جملہ فعلیہ خبر، کنتم: فعل ناقص با اسم مکر جملہ فعلیہ ہو، عاطفہ، وقع القبول علیہم: فعل وفاعل و ظرف لغو، بما ظلموا: ظرف لغو ثانی، مکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ہم مبتداء، لا یبتغون: جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔
﴿الم یروا انا جعلنا الیل لیسکنوا فیہ والنهار مبصر﴾

همزة: حرف استفہام، لم یروا: فعل نفی بافاعل، انا: حرف مشبہ واسم، انا: حرف مشبہ واسم، جعلنا الیل: فعل بافاعل، الیل: معطوف علیہ ہو، عاطفہ، النهار: معطوف، مکر مفعول، لیسکنوا فیہ: ظرف لغو، مبصر: مفعول ثانی، مکر جملہ خبر، مکر جملہ اسمیہ مفعول، مکر جملہ فعلیہ۔
﴿ان فی ذلک لایت لقوم یؤمنون﴾

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف متفرع مقدم، لام: تاکید، یت: موصوف، لقوم یؤمنون: ظرف متفرع صفت، مکر اسم ظرف اسم مؤخر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿و یوم ینفخ فی الصور ففرع من فی السموت ومن فی الارض الا من شاء اللہ﴾
و: عاطفہ، یوم: مضاف، ینفخ فی الصور: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، فرع: فعل، من فی السموت: موصول صلہ، مکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من فی الارض: موصول صلہ، مکر معطوف، مکر مستثنیٰ منہ، الا: اداة استثناء، من شاء اللہ: موصول صلہ، مکر مستثنیٰ، مکر قائل، مکر جملہ فعلیہ معطوف، مکر مضاف الیہ، مکر ما قبل "یوم نحشر" پر معطوف ہے۔

﴿و کل اتوہ داخرین﴾ و تری الجبال تحسبها جامدة وهی تمرمر السحاب﴾
و: عاطفہ، کل: مبتداء، اتوا: فعل واو ضمیر ذوالحال، داخرین: حال، مکر قائل، ہ: ضمیر مفعول، مکر جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو، عاطفہ، تری: فعل بافاعل، السحاب: ذوالحال، تحسبها: فعل بافاعل و مفعول اول، جامدة: ذوالحال، و: حالیہ، ہی: مبتداء، تمرمر السحاب: جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ حال، مکر مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ ہو، مکر حال، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿صنع اللہ الذی اتقن کل شیء انہ خبیر بما تفعلون﴾
صنع: مصدر مضاف، اللہ: موصوف، الذی: موصول، اتقن کل شیء: جملہ فعلیہ صلہ، مکر صفت، مکر مضاف الیہ قائل، مکر مشبہ جملہ ہو، مکر ما قبل جملہ کے مضمون کی تاکید ہے، انہ: حرف مشبہ واسم، خبیر بما تفعلون: مشبہ جملہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿من جاء بالحسنة فله خیر منها وهم من فزع يومئذ امنون﴾
من: شرطیہ مبتداء، جاء بالحسنة: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، له: ظرف متفرع مقدم، خیر منها: مشبہ جملہ مبتداء مؤخر، مکر جملہ اسمیہ جزا، مکر جملہ شرطیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو، عاطفہ، ہم: مبتداء، من: جار، فزع: موصوف، یومئذ: ظرف متعلق بحذف صفت، مکر مجرور، مکر ظرف لغو مقدم، امنون: اسم قائل بافاعل، مکر مشبہ جملہ ہو، مکر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن جاء بالسيئة فكبت وجوههم فی النار هل تجزون الا ما كنتم تعملون﴾
و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتداء، جاء بالسيئة: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، کبت: فعل مجہول، وجوههم: ذوالحال، هل: استفہامیہ، تجزون: فعل مجہول باو و ضمیر نائب الفاعل، الا: اداة حصر، ما کنتم تعملون: موصول صلہ، مکر مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ ہو، مکر قول مجرور "مقولا لهم" کیلئے مقولہ، مکر حال، مکر نائب الفاعل، فی

النار: ظرف نحو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انما امرت ان اعبد رب هذه البلدة الذى حرمها وله كل شىء﴾۔

اسما: حرف مشبہ وما کافہ، امرت: فعل مجہول بانائب الفاعل، ان: مصدریہ، اعبد: فعل بافاعل، رب: مضاف، هذه: مبدل منہ، البلدة: موصوف، الذى حرمها: موصولہ صلہ، ملکر صفت، ملکر بدل، ملکر مضاف الیہ، ملکر ذوالحال، ہو: حالیہ، له: ظرف مستقر خبر مقدم، كل شىء: مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وامرت ان اکون من المسلمین﴾ وان اتلوا القرآن﴾۔

و: عاطفہ، امرت: فعل بانائب الفاعل، ان: مصدریہ، اکون: فعل ناقص بااسم، من المسلمین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف علیہ ہو: عاطفہ، ان: مصدریہ، اتلوا القرآن: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فمن اهتدى فانما يهتدى لنفسه﴾۔

ف: عاطفہ تقریبیہ، من: شرطیہ مبتدأ، اهتدى: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ وما کافہ، يهتدى لنفسه: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن ضل لقل انما انا من المنذرين﴾۔

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدأ، ضل: جملہ فعلیہ شرطیہ، ف: جزائیہ، قل: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، انا: مبتدأ، من المنذرين: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقل الحمد لله سیریکم ایته فتعرفونها﴾۔

و: عاطفہ، قل: قول، الحمد: مبتدأ، لله: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، سین: حرف استقبال، سیریکم ایته: فعل بافاعل و مفعول اول و ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، تعرفونها: فعل بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وما ربک بغافل عما تعملون﴾۔

و: عاطفہ، بما: مشابہ یسیریکم، ربک: اسم، ب: زائد، غافل: اسم فاعل بافاعل، عما تعملون: ظرف نحو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

فوج کے معنی:

۱..... فوج کے معنی ہیں لوگوں کا گروہ، اور صحاح میں ہے کہ لوگوں کی جماعت کو فوج کہتے ہیں، اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿هذا فوج مفتحم معکم یہ ایک فوج تمہارے ساتھ حتمی پڑتی ہے (ص ۱۰۹)﴾۔ کہا جاتا ہے کہ اس رؤسا اور جماعت کی بیروی کرنے والوں کو فوج کہا جاتا ہے اور کی جمع "الواج" ہے۔ ابوالحسن کہتے ہیں کہ مراد کثیر جماعت ہے جو ایک ایک یا دو دو افراد کے تحت کسی مقام میں داخل ہوں اور قبیلے کی صورت اختیار کر لیں۔
(لسان العرب، الحرف الفاء، ج ۱۰، ص ۳۴۴)

جن پر عذاب ثابت ہو چکا:

۲..... جس دن لوگ اپنے اعتقاد اور اعمال کا جواب دینے کے لئے کھڑے کئے جائیں گے، مراد اس سے اہل سعادت نہیں بلکہ اہل شقاوت ہیں اور یہ وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ ﷻ کا فرمان ﴿فلا صدق ولا صلی ولكن کذب وتولی﴾ (تو اس نے

نہ توج مانا اور نہ نماز پڑھی ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا (القیامۃ: ۳۱، ۳۲) ﴿وہ وارد ہوا ہے۔ پھر جب حجت تمام ہو جائے گی تو جائے عذر بھی باقی نہ رہے گا جیسا کہ ایک اور فرمان مقدس نشان ہے ﴿ہذا یوم لا ینطقون ولا یوذن لهم فیعتدرون ویل یومئذ للمکذبین یہ دن ہے کہ وہ بول نہ سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی (السرسل: ۳۷، ۳۸) ﴿اسی مناسبت سے فرمایا ﴿ووقع القول علیہم بما ظلموا فہم لا ینطقون اور بات پڑ چکی ان پر ان کے ظلم کے سبب تو وہ اب کچھ نہیں بولتے (السنبل: ۸۰) ﴿یعنی ان کے پاس کوئی جواب نہ بنا پڑا اور انہوں نے دنیاوی زندگی میں خود کو اندھیرے میں رکھا، اور عالم الغیب والشہادۃ کے پاس اس طرح حاضر ہوئے کہ اُس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ پھر اللہ ﷻ نے اپنی قدرت تامہ، عظیم سلطنت اور شان رفیعہ جس سے اس کی بندگی اور بندوں پر احکامات، بجالاتا واجب ہو جاتا ہے اور حضرات انبیائے کرام جن احکامات کو اس پاک بارگاہ سے لیکر آئے جس سے الگ نہیں ہو جاتا کا بیان فرمایا۔

(ابن کثیر، ج ۲، ص ۴۶۱)

رات آرام کے لئے اور دن کام کے لئے:

۳..... اللہ ﷻ اپنے بندوں پر کرم فرماتا ہے جہاں اس نے دن کو کام کاج اور کسب معاش کے لئے بنایا وہاں اس نے رات کو سکون و اطمینان کے لئے بنایا، اور یہ اس طرح کہ انسان رات کو آرام کر کے دن بھر کی تھکن اتارے اور اگر قرآن پر عمل کرنے کی نیت سے سوئے تو ثواب بھی پائے۔ لیکن اللہ ﷻ کے نیک بندے جن کی زندگی کا مقصد صرف رضائے الہی ﷻ ہوتا ہے وہ نہ دن میں یاد الہی ﷻ سے اپنے اوقات کو خالی جانے دیتے ہیں اور نہ ہی رات میں، چنانچہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام جو کہ بندوں میں سب سے اعلیٰ درجے کے مالک ہوتے ہیں وہ راتوں میں جاگ جاگ کر اپنے رب کی رضا کو حاصل کرتے رہتے ہیں، اس کی واضح دلیل خود باری ﷻ کا فرمان ﴿یا ایہا المزمل قم الیل الا قلیلاً نصفہ او انقص منه قلیلاً اے حجر مٹ مارنے والے رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے آدمی رات یا اس سے کچھ کم کرو (المزمل: ۳۷) ﴿۔

صور کی تحقیق:

۴..... سینگ کی مانند کوئی چیز ہے جس میں پھونک ماری جائے گی، اللہ اس پھونک کو صورتوں اور روحوں کو ان کے اجسام میں منتقل ہونے کا سبب بنا دے گا، ایک روایت میں ہے کہ صور میں تمام انسانوں کی صورتیں ہوتی ہیں۔ (المفردات، ص ۲۹۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا الصُّورُ؟ قَالَ: "قُرُونٌ يُنْفَخُ فِيهَا"، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک اعرابی سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سینگ ہے کہ جس میں پھونکا جائے گا"۔

(سنن الترمذی، کتاب صفة القیامۃ، باب ما جاء فی شأن الصور، رقم: ۲۴۳۸، ص ۷۰۳)

☆..... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے فتنوں سے متعلق ایک طویل حدیث ذکر فرمائی جس میں صور سے متعلق یہ مضمون ہے: "پھر صور پھونک دیا جائے گا جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ ایک طرف گردن جھکالے گا اور دوسری طرف سے اٹھالے گا۔ جو شخص سب سے پہلے اسکی آواز سنے گا وہ اپنے اونٹ کا حوض درست کر رہا ہوگا وہ اس آواز کو سنتے ہی بیہوش ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی بیہوش ہو جائیں گے۔ پھر اللہ ﷻ شبنم کی طرح ایک بارش بھیجے گا جس سے لوگوں کے جسم اگ پڑیں گے۔ پھر جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا پھر لوگ کھڑے ہو کر دیکھیں گے ندا ہوگی کہ لوگوں اپنے رب کے قریب آؤ فرشتوں کو حکم ہوگا اس کو کھڑا کرو، ان سے سوال کیا جائے گا پھر کہا جائے گا کہ دوزخ کے لئے ایک گروہ نکالو، کہا جائے گا کتنے لوگوں کا؟ جواب

کے طور پر کہا جائے گا کہ ہر ہزار میں سے نو سو نانوے کا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ وہ دن ہے کہ بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور ساق کھول دی جائے گی۔“ (صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال، رقم ۷۲۷۵/۲۹۴۰: ص ۱۴۴۲)

☆..... عن ابی سعید عن النبی قال: ”کیف النعم؟ وقد التقم صاحب القرن القرن وحنی جبهته واصغى سمعه ینظر متی یومر“ قالوا یا رسول اللہ فما نقول له قال: ”قولوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل علی اللہ تو کلنا حشرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں کس طرح نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤں؟ حالانکہ صور پھونکنے والے نے اپنے منہ میں صور لیا ہوا ہے اور وہ کان لگائے ہوئے ہے کہ کب اسے اس میں پھونکنے کا حکم دیا جائے، اور وہ اس میں پھونکنے سے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم کیا پڑھیں؟ فرمایا: ”یوں کہو کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے اور ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا ہے۔“ (الدر المستور، ج ۳، ص ۴۲)

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ صورتی بار پھونکا جائے گا؟ چار، تین، دو یا ایک مرتبہ، زیادہ تر متحققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دو مرتبہ پھونکا جائے گا۔ جب پہلی بار پھونکا جائے گا تو سب مرجائیں گے اور جب دوسری بار پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو جائیں گے۔ اس موضوع پر درج ذیل حدیث دلیل ہے:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو بار صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا“، لوگوں نے کہا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چالیس دن کا؟ انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے کہا چالیس ماہ کا، انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے کہا چالیس سال، انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، پھر اللہ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز آگ جائے گی اور وہ دم کی ہڈی کا سراپا ہے، اور قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔“ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب یونفخ فی الصور، رقم: ۴۸۱۴، ۴۹۳۵، ص ۸۴۸)

صور کے اثر سے مستثنیٰ افراد کا بیان:

۵..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ اللہ ﷻ کے فرمان والا ما شاء اللہ سے کیا مراد ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”وہ شہداء جو عرش کے نیچے کھواریں لٹکائے ہوئے کھڑے ہیں۔“ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ مراد شہداء ہیں کہ اللہ کے حضور زندہ ہوتے ہیں اور انہیں کوئی غم نہیں ہوتا، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد حضرت جبرائیل رضی اللہ عنہ، میکائیل رضی اللہ عنہ، اسرافیل رضی اللہ عنہ اور عزرائیل رضی اللہ عنہ ہیں کہ پہلی صور پھونکنے کے بعد یہی چار باقی رہیں گے۔ روایت میں ہے اللہ ﷻ حضرت ملک الموت سے فرمائے گا کہ اسرافیل رضی اللہ عنہ کی روح قبض کرو تو وہ ایسا ہی کریں گے، پھر اللہ ﷻ سب کچھ جاننے کے باوجود فرمائے گا کہ اب کون کون باقی رہ گئے ہیں؟ تو حضرت عزرائیل رضی اللہ عنہ کہیں گے، اے پروردگار تیری ذات پاک ہے تیرے سوا حضرت جبرائیل رضی اللہ عنہ، میکائیل رضی اللہ عنہ اور میں (عزرائیل رضی اللہ عنہ) باقی ہیں۔ پھر میکائیل رضی اللہ عنہ کی روح قبض کرنے کا حکم ہوگا چنانچہ ایسا ہی کیا جائے گا، اللہ ﷻ پھر استفسار کریگا کہ اب کون کون باقی ہیں تو حضرت عزرائیل رضی اللہ عنہ جواب دیں گے کہ اب تیری ذات کے سوا حضرت جبرائیل رضی اللہ عنہ اور میں (عزرائیل رضی اللہ عنہ) زندہ ہیں، اللہ ﷻ فرمائے گا موت اختیار کر تو حضرت عزرائیل رضی اللہ عنہ پر موت طاری ہو جائے گی، اللہ ﷻ ارشاد فرمائے گا اے جبرائیل رضی اللہ عنہ اب کون کون باقی ہے؟ حضرت جبرائیل رضی اللہ عنہ جواب دیں گے کہ اے پاک ذات تجھے بلندی و بڑائی ہے اور تجھے فنا نہیں، اللہ ﷻ فرمائے گا اے جبرائیل رضی اللہ عنہ تجھے موت ضروری ہے پس جبرائیل رضی اللہ عنہ جہدے میں تشریف لے جائیں گے تو ان کے پروں سے روح نکال لی جائے گی۔ (العازن، ج ۳، ص ۳۵۴)

پھاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا:

۱..... اس بارے اختلاف ہے کہ ایسا وقت کب آئے گا کہ پہاڑ بادلوں کی طرح چلیں گے اور اڑیں گے۔ لیکن یہ طے ہے کہ اللہ ﷻ کی عظیم قدرت کا ایک اور شاہکار رونما ہوگا کہ پہاڑ جیسی عظیم تخلیق بھی اس دن اللہ ﷻ کے حکم سے روٹی کے گالوں کی مانند اڑتی پھرے گی۔ اس دن پہاڑوں کی کئی کیفیات ہونگی جس کا بیان مفسر جلال نے اپنے حاشیے میں کر دیا ہے۔ ہم صرف اس بات کی جانب توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ انسان اپنی حالت کا سوچے کہ پہاڑ جیسی عظیم تخلیق کا حال ایسا ہے تو انسان تو بس..... غور کرے اور اللہ ﷻ کی خفیہ تدبیر سے لرزاں براندام رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان کو بچھتا پڑے۔

نیکی بمعنی کلمۃ توحید:

۲..... مفسرین نے نیکی سے مراد کلمہ طیبہ لیا ہے، چنانچہ فرمایا لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی ہے، اور چابی بغیر دندانے کے نہیں ہوا کرتی اور جنت کی چابی کے دندانے جھوٹ اور غیرت سے پاک صاف زبان، حسد و خیانت سے پاک خوف خدار کئے والا دل، حرام و شہات سے بچنے والا دل ہے اور اعضاء ایسے جو نافرمانی کے کاموں سے بچے ہوئے ہوں۔ حضرت عبداللہ جدلی کہتے ہیں کہ میرے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا اے ابو عبداللہ! کیا میں تجھے ایسی نیکی نہ بیان کر دوں جو تجھے جنت میں لے جائے اور ایسا گناہ نہ بتا دوں جس کی وجہ سے تو جہنم سے خود کو بچالے؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا: نیکی تو ہماری (اہل بیت) کی محبت ہے اور گناہ ہمارا (اہل بیت) کا بغض ہے۔

☆..... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ ﷻ سے ڈرتے رہو اور بُرے کام کے بعد نیک کام کرو وہ اس بُرے کام کو مٹا دیگا، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا سلوک کرو۔“

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب: ما جاء فی معاشرۃ الناس بوقم: ۱۹۹۴، ص ۵۸۶)

☆..... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ ﷻ میری امت کے ایک شخص کو منتخب کر کے کھڑا کر دیگا، پھر اس کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے، ہر رجسٹر حدنگاہ تک بڑا ہوگا، پھر اللہ اس سے پوچھے گا کیا تجھ کو ان میں سے کسی چیز کا انکار ہے؟ کیا میرے لکھنے والے محافظ فرشتوں نے تیرے ساتھ کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا نہیں یا رب! اللہ ﷻ فرمائے گا تیرا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا نہیں یا رب! اللہ ﷻ فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تجھ پر بالکل ظلم نہیں ہوگا، پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر لکھا ہوگا: ”اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبده ورسوله“، اللہ ﷻ فرمائے گا اب تم میزان پر حاضر ہو، وہ کہے گا اے میرے رب! ان رجسٹروں کے سامنے کاغذ کے اس ٹکڑے کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ ﷻ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پھر میزان کے ایک پلڑے میں اس کے گناہوں کے ننانوے دفاتر رکھے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا رکھا جائے گا پھر گناہوں کے رجسٹروں والا پلڑا ہلکا ہو جائے گا اور کاغذ کے پلڑے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا، سو اللہ ﷻ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزنی نہیں ہو سکتی۔“

(سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب: ما جاء فیمن يموت وهو يشهد بوقم: ۲۶۴۸، ص ۷۵۹)

عام مومنین کا بروز قیامت بے خوف ہونا جب کہ حضرات.....:

۳..... انسانی ذہن میں ایک اشکال رونما ہوتا ہے کہ بروز قیامت حضرات انبیائے کرام خوف زدہ ہونگے، اذہبوا الی غیرہ کے الفاظ ان کی زبانوں سے تلفظ ہونگے، عام لوگ کیسے خوف قیامت سے آزاد ہو سکتے ہیں؟ جواب اس اشکال کا یوں ہے کہ

حضرات انبیائے کرام کو معاذ اللہ عذاب کا خوف نہیں ہوگا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت و جلال کی وجہ سے خائف ہونگے، جس کا ہمتا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ خوف خدا والا ہوتا ہے، چنانچہ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”میں (تم میں سب سے زیادہ) اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔“

(صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب: الصدقة باليمين، رقم: ۱۴۲۳، ص ۲۳۰)

اہل ایمان دائمی عذاب سے مامون ہونگے، یہ بات ضرور ہے کہ قیامت کے دن کی شدت و هولناکی ضرور مومنین کے دل پر ہوگی، اللہ کی بازیدس اور گرفت کے خوف سے کوئی نفس بے فکر نہیں ہے۔ اللہ کا فرمان ہے ﴿فَاٰمَنُوا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَمُنُّ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْمَخْسُرُونَ﴾ کیا اللہ کی حسی تدبیر سے بے خبر ہیں تو اللہ کی حسی تدبیر سے بے خبر نہیں ہوتے مگر تباہی والے (الاعراف: ۹۹) ﴿

(الرازی، ج ۸، ص ۵۷۵)

حرمت حرم کا بیان:

۹..... ابن خزیمہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو مکہ سے پیدل حج کو جائے یہاں تک کہ مکہ واپس آئے اس کے لیے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم شریف کی نیکیوں کے مثل لکھی جائیں گی“، کہا گیا حرم کی نیکیوں کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا: ”ہر نیکی لاکھ نیکی ہے“ (المستدرک للحاکم، کتاب المناسک، باب: فضیلة الحج ماشيا، رقم: ۱۶۹۲، ج ۲، ص ۶۴۸)

۱۰..... اللہ ﷻ کے محبوب و اٹائے غیوب ارشاد فرماتے ہیں: ”اللہ حرم پاک کی مسجد پر روزانہ دن اور رات میں ۱۲۰ رحمتیں نازل فرماتا ہے، ان میں سے ۶۰ طواف کرنے والوں کے لیے، ۴۰ نمازیوں کے لیے اور ۲۰ مسجد حرام کی زیارت کرنے والوں کے لیے ہوتی ہیں۔“

(المعجم الکبیر، عطاء عن عباس، رقم: ۱۱۴۷۵، ج ۱۱، ص ۱۵۶)

۱۱..... بہت سی احادیث مبارکہ میں وارد ہے، نیز الايضاح کے حاشیے میں بھی تصریح موجود ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک کھرب نمازیں پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے کی فضیلت مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔

(فتح الباری، کتاب الحج، باب فضل الصلوة فی مسجد مکہ، رقم: ۱۱۹۰، ج ۳، ص ۸۱)

حرم پاک کے آداب یہ ہیں کہ سر جھکائے، آنکھیں شرم گناہ سے نیچی کئے، خشوع و خضوع سے داخل ہو اور ہو سکے تو پیادہ ننگے پاؤں اور لبیک و دعا کی کثرت رکھے اور بہتر یہ کہ دن میں نہا کر داخل ہو، حیض و نفاس والی عورت کو بھی نہانا مستحب ہے۔ مکہ معظمہ کے گرد اگر دکنی کوس تک حرم کا جنگل ہے، ہر طرف اس کی حدیں بنی ہوئی ہیں، ان حدود کے اندر ترگھاس اُکھیرنا، خورد و پیڑ کاٹنا، وہاں کے وحشی جانور کو تکلیف دینا حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر سخت دھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے جس کے سائے میں ایک ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کے لیے اسے اٹھائے اور اگر وحشی جانور بیرون حرم کا ہے اس کے ہاتھ میں تھاؤسے لئے ہوئے حرم میں داخل ہو اب وہ جانور حرم کا ہو گیا، فرض ہے کہ فوراً فوراً چھوڑ دے۔ مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر بکثرت ہوتے ہیں، ہر مکان میں رہتے ہیں، خبردار ہرگز ہرگز نہ اڑائے، نہ ڈرائے، نہ کوئی ایذا پہنچائے، بعض ادھر ادھر کے لوگ جو مکہ معظمہ میں بے کبوتروں کا ادب نہیں کرتے، ان کی ریس نہ کرے مگر بُرا نہیں بھی نہ کہے کہ جب وہاں کے جانور کا ادب ہے تو مسلمان انسان کا کیا کہنا، یہ باتیں جو حرم کے متعلق بیان ہوئیں احرام کے ساتھ خاص نہیں احرام ہو یا نہ ہو، ہر حال یہ باتیں حرام ہیں۔ (بہار شریعت معراج، حصہ: ۶، داخلی حرم کے احکام، ج ۱، ص ۱۰۸۵ وغیرہ)

مہلت ایک نعمت:

۱۲..... کسی مجرم کو قاضی اسلام کسی وجہ سے سزا دینے سے رُک جائے، یہ مہلت اس کے لئے ایک بیش بہا نعمت سے کم نہ

ہوگی۔ دنیاوی سزاؤں کا معاملہ ایک جانب لیکن دوسری جانب رب کریم احکم الحاکمین کی خفیہ تدبیر دیکھیں کہ لاکھ گناہوں کے باوجود مہلت ملی ہوئی۔ اس معاشرے میں کیا کچھ نہیں ہو رہا، چھوٹے بچے بچیوں سے لے کر جوان مرد و عورت تک کسی کی عزت محفوظ نہیں ہے۔ گھر سے نکلیں تو نہ جانے کیسا خدشہ ساتھ ہوتا ہے کہ نامعلوم کہیں کسی مسلمان کی فائرنگ سے ڈھیر نہ ہو جائیں، دن دھاڑے بینک لوٹنے والے اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب اور حکومتیں خاموش، درندگی اور سفاکی کا ایسا عالم کہ بے زبان جانور تک پر رحم نہیں آتا، مال نہ ملا تو قربانی کے جانور کو بھی اور صاحب مال کو بھی گولی ماری۔ ظلم ایسا کہ علماء اہل حق کو گالیاں دی جانے لگیں، مسجدوں میں نمازی محفوظ نہ رہے، روزانہ کئی گھر ماتم کدہ میں بدل جاتے ہیں، روزانہ کئی حواکی بیٹیاں درندگی کا شکار ہوتی ہیں، کئی ناجائز بچے کوڑا کرکٹ پر زندہ یا مردہ ملتے ہیں، غربت کے مارے گھر دو وقت کی روٹی کو ترسیں، سرکاری وغیر سرکاری ہسپتالوں میں بیماروں کا اثر دھام، کون ہے ان حالات کا ذمہ دار؟ آخر اتنا کچھ ہونے کے باوجود ہمیں خوف خدا کیوں نہیں آتا؟ کیا یہی مہلت ہے؟ اگر یہ مہلت ہے تو نعمت سے کم ہے؟ کیا اس نعمت کا فائدہ اٹھا کر اپنے جرموں کی توبہ نہ کرنی چاہیے؟ ذرا سوچئے.....!

اغراض:

رؤسالمہم: سے مراد ابو جہل، ابولخف، فرعون، قارون، نمرود، وغیرہ گمراہ ہیں، اور ہر ایک کو اس کے زمانے میں حد درجہ سزا دی گئی۔
 یورد آخر ہم المی اولہم: مناسب ہے کہ یوں کہا جائے: ”یورد اولہم علی آخر ہم“، یعنی ان کے اول کو قید کیا جائے یہاں تک کہ آخر خود ہی آجائیں اور پھر سب جمع ہو جائیں۔ بمعنی یبصر فیہ: زمانے کی طرف نسبت کرنے سے مراد اسناد مجازی ہے۔
 حق العذاب: یعنی ان پر عذاب نازل ہو، یعنی وہ آگ میں ہونگے۔ لیکن صفا فیہ: یعنی وہ اپنی مصالح میں کوشش کریں۔
 دلالات علی قدر تہ تعالیٰ: دن، رات اور اندھیرے ہونے میں اللہ ﷻ کی قدرت پر دلائل ہیں۔

النفخۃ الاولیٰ: سے مراد فقہ صحن (موت، بیہوشی، مرجانے والا معاملہ، اچانک بیہوشی) ہے، اور نفخۃ الفزع کو ”الفزع“ سے تعبیر کیا گیا، اور سورۃ الزمر میں ”صعق“ سے تعبیر کیا گیا ہے، اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿وَنفِخُ فِي الصُّورِ فَفُصِّعُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ﴾، پس اس وقت سوائے مستثنیات کے جو زندہ ہیں سب موت کا شکار ہو جائیں گے، اور فقہ ثانیہ ہونے پر سب کچھ فنا ہو جائے گا، اور دونوں نجات کے مابین چالیس سال کا فاصلہ ہوگا، ایک قول یہ بھی ہے کہ تین نجات ہونگے: (۱)..... نفخۃ النزولۃ: یہ اس وقت ہوگا جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور زمین اپنے بسنے والوں کو لے کر ہلنے لگے گی، (۲)..... نفخۃ الموت، (۳)..... نفخۃ الاحیاء، لیکن اول قول مشہور صحیح ہے، اللہ ﷻ ایک نور تخلیق فرما کر اسے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دے گا، پس وہ اس کی مدد سے عرش تک کود کھیلے گا اور منتظر رہے گا کہ انہیں کیا حکم کیا جاتا ہے، ان کے پیش نظر آسمان وزمین ایک دائرے کی طرح ہوگی اور اہل یمن کی لغت میں اسے ”ہوق“ کہا جاتا ہے۔ اسی کلمہم: سے مراد ہر مخلوق ہے، جس پر ”صعق“ کے اثرات مرتب ہوئے یا نہ ہوئے۔
 والتعبیر بالماضی: ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے جو کہ یہ ہے، فزع (خوف و گھبراہٹ) تو مستقبل میں ہونی ہے، ماضی کے ساتھ کیوں تعبیر کیا گیا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اسے واقع ہونے کی منزلت میں تحقق کرنے کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، اس لئے کہ اللہ ﷻ کے پیش نظر ماضی، حال و مستقبل سب کا علم ہوتا یقینی ہے۔

ای جبر الیل: یہ وہ چار ہیں جنہیں پہلے نغمہ سے موت نہیں آئے گی، جب کہ باقی ملائکہ موت کا شکار ہونگے، اور یہ چاروں دونوں کے مابین موت کے شکار ہونگے، اور دوسرے نغمہ سے پہلے زندہ رہیں گے۔

وعن ابن عباس ہم الشهداء: کہا جاتا ہے کہ (نغمہ کے باعث خوف کے اثر سے محفوظ رہنے والے) اہل جنت حورالعین، ولدان

اور جنت و دوزخ کے خازن ہونگے، ایک قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے بھی کیا جاتا ہے اور ایک قول کے مطابق سارے ہی حضرات انبیائے کرام مراد ہیں۔ اذ ہم احیاء: مراد حیات برزخی ہے نہ کہ دنیاوی حیات۔

صاغریں: یعنی اللہ ﷻ کی ہیبت سے ذلیل و خوار ہونا، پس اس میں فرمانبرداروں اور نافرمانوں ہی داخل ہیں، اور محض نافرمان کا ذلیل ہونا مراد نہیں ہے، معنی یہ ہے کہ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام ثانیہ فرمائیں گے تو اس وقت جس میں بھی حیات تھی ہوگی، سب ہی انسان اللہ ﷻ کے خوف سے ہیبت میں ہونگے۔ وقت النفخۃ: یعنی دوسرے نغمے کے وقت، نہ تو پہاڑ چلیں گے اور نہ ہی زمین برابر ہو جائے گی، ایسا صرف نغمے ثانیہ کے بعد ہوگا، جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان اس بات پر گواہ ہے: ﴿و یسألونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نفسافاً: ۱۰۵﴾، ﴿یوم تبدل الارض غیر الارض﴾ (ابراہیم: ۴۸)۔

المطر: ٹھیک بات یہ ہے کہ لفظ کو اس کے ظاہر پر رکھا جائے، اور سبحاب کی تفسیر مطر سے کرنے کی مفسر نے تقلیل نہیں کی ہے، اور ہو سکتا ہے ”المطر“ کے بجائے ”بالمطر“ ہو، مصنف کی قلم سے ”باء“ سبقت کر گیا ہو۔

مؤکد لمضمون الجملة قبلہ: یعنی صورت کا پھونکا جانا، پہاڑوں کا چلنا وغیرہ جو کچھ بھی ماقبل گزر چکا، یہ سب کچھ اللہ ﷻ ہی کی تخلیق کا شاہکار ہے۔

ای لا الہ الا اللہ: نیکی کو کلمہ طیبہ کی تفسیر کے ذریعے محمول کیا گیا ہے، کیونکہ مطلق گناہ آگ میں نہ ڈال دے گا جب کہ یہاں مراد کفر ہے جو ایمان کا مد مقابل ہوتا ہے، اور اس وقت نیکی کو اچھا عہد مراد لیا گیا ہے اور اچھے عہد سے مراد کلمہ طیبہ (یعنی اقرار وحدانیت باری ﷻ ہے)، اور نیکی ہر اچھے عمل کو کہتے ہیں مثلاً نماز، زکوٰۃ، صدقات وغیرہ ہر قسم کی بھلائی کے کام نیکی ہیں۔

ولیس للتفضیل: یعنی ”خیراً“، فعل تفضیل نہیں ہے کیونکہ کلمہ طیبہ ”لا الہ الا اللہ“ سے افضل کوئی کلمہ نہیں ہے اور اس کی تائید مفسر کے قول سے بھی ہوتی ہے، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ قیامت کے دن اچھی نیکی کیا ہوگی؟ اعمال پر ثواب یا عذاب سے پناہ مل جانا، ایمان کے سوا کوئی بھلائی نہیں ہو سکتی اور یہ اس لئے کہ سب سے بڑی بھلائی کلمہ طیبہ ”لا الہ الا اللہ“ ہے۔

ویقال لهم: جس وقت ان کے چہروں کو آگ میں ڈالا جائے گا، اور اس قول کے قائل داروغہ، جنم ہونگے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۷۴ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

صبر کی تعریف

کسی چیز کو سختی میں روک لینے کو صبر کہتے ہیں، اور یہ بھی کہ انسانی عقل اور شریعت جس بات کا تقاضا کرے اس پر عقل کو روک لینا صبر کہلاتا ہے۔

(المفردات، ص ۲۷۷) (عطائین، ج ۱، ص ۷۶)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: مصیبت کے وقت صبر کرنا اولیٰ ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: صبر کی مثال ایسی ہے جیسے جسم میں سر کی مثال۔ رویم کہتے ہیں کہ صبر یہ ہے کہ

(الرسالة القشیریة، باب الصبر، ص ۲۵۵ وغیرہ)

شکوہ ترک کر دیا جائے، ذوالنون کہتے ہیں کہ صبر یہ ہے کہ اللہ سے مدد طلب کی جائے۔

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: صبر کے ذریعے مصیبت کے دور ہونے کا انتظار کرنا عبادت ہے۔ (الاربعین فی شیوخ الصوفیة، تذکر ابی الحسن الدہنوری، ص ۱۸۹)

سورة القصص مكية الا ان الذي فرض الخ، آية، نزلت بالجفنة والا الذين اتيناهم الكتب الى لا نبتغي الجاهلين وهي سبع او ثمان وثمانون آية

سورة القصص مکی ہے سوائے ان الذي فرض الخ، یہ سورت مبارکہ وادی جفہ میں نازل ہوئی سوائے چار آیات اللہین اتیناھم الكتب لا نبتغی الجاہلین (۵۵ تا ۵۲) تک، اس سورۃ میں ۸۷ یا ۸۸ آیات ہیں۔

تعارف سورة القصص

اس سورت میں نور کوغ اور ۳۴۱ کلمات اور ۵۸۰۰ حروف ہیں، اس سورت میں ویسے تو سابقہ سورتوں کی مثل مضامین پائے جاتے ہیں تاہم جابر و ظالم حکمرانوں کے طرز عمل کا بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ما قبل سورة النمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت اور رعایا کی خبر گیری و دیگر لطائف کا مفصل بیان کیا گیا تھا۔ فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے واقعات بھی مفصل بیان ہوئے تاہم فرعون کے حماقتی ہمان کا ذکر بھی ہوا اور اس کی خباثوں کو بھی نمایاں انداز میں بیان کیا گیا۔ مال و دولت اور اقتدار کا نشہ جس کو لگ جائے وہ کم ہی راہ راست پر دیکھا گیا ہے، صدیوں کی تاریخ دیکھ لیں یا سابقہ امتوں کے احوال کو پڑھ لیں یہ بات اظہر من الشمس کی طرح روشن ہے کہ مال کی محبت تمام فساد کی جڑ ہوا کرتی ہے۔ قارون کے مال کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا، فقط سلمیٰ یا سرسری حیثیت سے نہیں بلکہ مکمل رکوع میں اس کا بیان جاری رہنا، اقتدار کا نشہ اور طاقت و قوت کے مظاہرے، طرح طرح کی زیب و زینت کی بھرمار الغرض کیا کچھ نہیں کیا گیا، لیکن یہ مال، اقتدار، طاقت و قوت کس کے ہاتھ میں ہمیشہ رہی ہے، یہ تو آنے کے ساتھ ہی جانے کا پیغام سناتی ہے۔ لیکن نہ قارون سمجھ سکا نہ ہی اس قسم کے دیگر لوگ جو مال کی محبت میں سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اس سورت میں اسلامی نظام معاشیات اور نظام قانون کی بھی جھلکیاں خوب نظر آتی ہیں۔ معاشرے کو بنانے کے لئے کوششیں کرنا اور تعمیر و توسیع کا اہتمام کرنا دشوار کن مرحلہ لیکن اُسے برباد کرنا، تباہ کرنا، انار کی کی جانب لے جانے کے لئے اتنی محنت نہیں ہوا کرتی۔ الغرض کئی جامع مضامین کو لئے ہوئے اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعمیر اخلاق کا درس دیا ہے۔

رکوع نمبر: ۳

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿ طسّم (۱) ﴿ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَرَادِهِ بِذٰلِكَ ﴿ تِلْكَ ﴿ اٰیٰ هٰذِهِ الْاٰیٰتِ ﴿ اٰیٰتِ الْكُتٰبِ ﴿ الْاِضَافَةُ بِمَعْنٰی
مِنْ ﴿ الْمَبِیْنِ ﴿ الْمَطْهَرُ الْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ ﴿ نَتَلَوُا ﴿ نَقْصُ ﴿ عَلَیْكَ مِنْ نَبَا ﴿ خَبَرِ ﴿ مُوسٰی وَفِرْعَوْنَ
بِالْحَقِّ ﴿ بِالْصِّدْقِ ﴿ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿ لَا جَلِیْمَ لَآئِهِمْ الْمُنْتَفِعُونَ بِهِ ﴿ اِنْ فِرْعَوْنَ عَلَا ﴿ تَعَظَّمَ ﴿ فِی
الْاَرْضِ ﴿ اَرْضِ مِصْرَ ﴿ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیْعًا ﴿ فِرْقًا فِیْ خِدْمَتِهِ ﴿ یَسْتَضَعِفُ طَآئِفَةٌ مِنْهُمْ ﴿ وَهُمْ بَنِیْ
اِسْرَآئِیْلَ ﴿ یَدْبَحُ اِبْنَاءَهُمْ ﴿ الْمَوْلُوْدِیْنَ ﴿ وَیَسْتَحِیْ نِسَاءَهُمْ ﴿ یَسْتَبْقِیْنَهُنَّ اَحْیَاءَ لِقَوْلٍ بِمَعْزُ الْكُهْنِیَّةِ لَهٗ
اِنْ مَوْلُوْدًا یُوْلِدُ فِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ یَكُوْنُ سَبَبَ ذِہَابِ مُلْكِكَ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمَفْسِدِیْنَ ﴿ بِالْقَتْلِ
وَغَیْرِہٗ ﴿ وَنَرِیْدُ اَنْ نَمُنَّ عَلٰی الَّذِیْنَ اسْتَضَعَفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمُ اُمَّةً ﴿ بِتَحْقِیْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَابْتِدَالِ
الْقَآئِمِیَّةِ بِآءٍ یَقْتَدِیْ بِہُمْ فِی الْخَبْرِ ﴿ وَنَجْعَلَهُمُ الْوَرَثِیْنَ ﴿ مُلْكُ فِرْعَوْنَ ﴿ وَنَمَكِّنْ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ

﴿أَرْضِ مِصْرَ وَالشَّامِ﴾ ونرى فرعون وهامان وجنودهما ﴿وَفِي قِرَاءَةِ وَبَرَىٰ يَفْتَحُ التَّخَانِيَةَ وَالرَّاءِ وَرَفَعَ الْأَسْمَاءِ الْفَلَاثِيَةَ﴾ منهم ما كانوا يحذرون ﴿٦﴾ ﴿يَخَافُونَ مِنَ الْمَوْلُودِ الَّذِي يَنْهَبُ مُلْكَهُمْ عَلَىٰ يَدَيْهِ﴾ واوحينا ﴿وَحَمَىٰ الْإِهَامِ أَوْ مَنَامِ﴾ الى ام موسى ﴿وَهُوَ الْمَوْلُودُ الْمَذْكُورُ وَلَمْ يَشْعُرْ بِوِلَايَتِهِ غَيْرَ أُخْبِهِ﴾ ان ارضيه ء فاذا خفت عليه فالقيه في اليم ﴿الْبَحْرِ أَى النَّيْلِ﴾ ولا تخافى ﴿عَرَقَهُ﴾ ولا تحزنى ء ﴿لِغِرَاقِهِ﴾ انا رادوه اليك وجاعلوه من المرسلين ﴿٤﴾ ﴿فَارْضَعْتَهُ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ لَا يَتَكَبَّرُ عَلَيْكَ وَخَافَتْ عَلَيْهِ فَوَضَعَتْهُ فِي التَّابُوتِ مَطْلَىٰ بِالْقَارِمِ مِنْ دَاخِلٍ مُّمَهِّدٌ لَهُ فِيهِ وَأَغْلَقْتَهُ وَالْقَتَّةُ فِي بَحْرِ النَّيْلِ لَيْلًا﴾ فالقطه ﴿بِالتَّابُوتِ صَبِيحَةَ النَّيْلِ﴾ ﴿آل﴾ ﴿أَعْوَانُ﴾ ﴿فِرْعَوْنَ﴾ ﴿فَوَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَفَتَحَ وَأَخْرَجَ مُوسَىٰ مِنْهُ وَهُوَ يَمُصُّ مِنْ إِبْهَامِهِ لَبَنًا﴾ ليكون لهم ﴿أَى فِي عَاقِبَةِ الْأَمْرِ﴾ ﴿عَدُوًّا﴾ ﴿يَقْتُلُ رِجَالَهُمْ﴾ ﴿وَحَزَنًا﴾ ﴿يَسْتَعِيدُ نِسَاتِهِمْ وَفِي قِرَاءَةِ بِضَمِّ الْحَاءِ وَسُكُونِ الزَّاءِ لَفْتَانِ فِي الْمَصْدَرِ وَهُوَ هِنَا بِمَعْنَى إِسْمِ الْفَاعِلِ مِنْ حَزَنَةٍ كَأَحْزَنَهُ﴾ ان فرعون وهامان ﴿وَزَيْرَهُ﴾ وجنودهما كانوا خطئين ﴿٨﴾ ﴿مِنَ الْخَطِيئَةِ أَى عَاصِينَ قَعُوبُوا عَلَىٰ يَدَيْهِ﴾ وقالت امرات فرعون ﴿وَوَقَدْ هَمَّ مَعَ أَعْوَانِهِ بِقَتْلِهِ هُوَ﴾ قرت عين لى ولك ء لا تقتلوه صلى ء عسى ان ينفعنا او نتخذه ولدا ﴿فَأَطَاعُوهَا﴾ وهم لا يشعرون ﴿٩﴾ ﴿بِعَاقِبَةِ أَمْرِهِمْ مَعَهُ﴾ وواضح فزاد ام موسى ﴿لَمَّا عَلِمَتْ بِالِيقَاطِهِ﴾ فرغا ﴿مِمَّا سِوَاهُ﴾ ان ﴿مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ وَاسْمُهَا مَحْدُوقٌ أَى أَنَهَا﴾ كادت لتبدي به ﴿أَى بَأَنَّهُ ابْنُهَا﴾ لولا ان ربطنا على قلبها ﴿بِالصَّبْرِ أَى سَكْنَاهُ﴾ لتكون من المؤمنين ﴿١٠﴾ ﴿الْمُصَدِّقِينَ بِوَعْدِ اللَّهِ وَجَوَابِ لَوْلَا ذَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبَّلُهَا﴾ وقالت لاخته ﴿مَرِيَمُ﴾ ﴿قَصِيهِ﴾ ﴿لِيَأْتِيَنَّ أَثَرَهُ حَتَّىٰ تَعْلَمِي خَبْرَهُ﴾ فبصرت به ﴿أَى أَبْصَرْتَهُ﴾ عن جنب ﴿مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ إِخْتِلَامًا﴾ وهم لا يشعرون ﴿١١﴾ ﴿أَنَّهَا أُخْتُهُ وَأَنَّهَا تَرْقُبُهُ﴾ وحرمتنا عليه المراضع من قبل ﴿أَى قَبْلَ رَدِّهِ إِلَىٰ أُمِّهِ أَى مَتَعْنَاهُ مِنْ قُبُولِ نَدَىٰ مُرْضِعَةٍ غَيْرِ أُمِّهِ فَلَمْ يَقْبَلْ نَدَىٰ وَاحِدَةً مِنَ الْمَرَضِعِ الْمُحْضَرَةِ﴾ فقالت ﴿أُخْتُهُ﴾ هل ادلكم على اهل بيت ﴿لَمَّا رَأَتْ حَنُومَهُمْ عَلَيْهِ﴾ يكفلونه لكم ﴿بِالْإِرْضَاعِ وَغَيْرِهِ﴾ وهم له ناصحون ﴿١٢﴾ ﴿وَفُتِّرَتْ ضَمِيرُ لَهُ بِالْمَلِكِ جَوَابًا لَهُمْ فَأَجِيبَتْ فَجَاءَتْ بِأُمِّهِ فَقَبِلَ نَدِيهَا وَأَجَابَتْهُمْ عَنْ قُبُولِهِ بِأَنَّهَا طَيِّبَةُ الرِّيحِ طَيِّبَةُ اللَّبَنِ فَاذْنُ لَهَا بِإِرْضَاعِهِ فِي بَيْتِهَا فَرَجَعَتْ بِهِ كَمَا قَالَ تَعَالَى﴾ فرددته الى امه كى تقر عينها ﴿بِإِلْقَائِهِ﴾ ولا تحزن ﴿جِنِينِدُ﴾ ولتعلم ان وعد الله ﴿بِرَدِّهِ إِلَيْهَا﴾ حق ولكن اكثرهم ﴿أَى النَّاسِ﴾ لا يعلمون ﴿١٣﴾ ﴿بِهَذَا الْوَعْدِ وَلَا بِأَنَّ هَذِهِ أُخْتُهُ وَهَذِهِ أُمُّهُ فَمَكَتْ عِنْدَهَا إِلَىٰ أَنْ قَطَمَتْهُ وَأَجْرَىٰ عَلَيْهَا أَجْرَتَهَا لِكُلِّ يَوْمٍ دِينَارًا وَأَخَذَتْهَا لِأَنَّهَا مَالَ حَرْبِي فَآتَتْ بِهِ فِرْعَوْنَ فَتَرَبَّيْتُ عِنْدَهُ كَمَا قَالَ تَعَالَى حِكَايَةً عَنْهُ فِي سُورَةِ الشُّعْرَاءِ أَلَمْ نُزَيِّكْ فِينَا وَلِيدًا وَابْنَتًا فِينَا مِنْ عُمَرَكَ سِينِينَ.

﴿ترجمہ﴾

طسم (اس سے جو مراد ہے وہ اللہ باخوبی جانتا ہے) یہ (آیتیں) کتاب مبین کی ہیں (الکتاب میں اضافت منی ہے اور مبین کا معنی ہے حق کو باطل سے ظاہر کرنے والا) ہم تم پر پڑھیں (یعنی بیان کریں) موسیٰ اور فرعون کی خبر (نبا بمعنی خبر ہے) حق کے ساتھ (یعنی سچائی کے ساتھ) ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں (مومنین کو بالخصوص ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان سے مسلمان ہی نفع اٹھاتے ہیں.....) بیشک فرعون نے زمین میں تکبر کیا (علا بمعنی تعظم ہے اور الارض سے مراد سرزمین مصر ہے) اس نے لوگوں کو ٹکڑوں میں کر دیا (یعنی اپنی خدمت کے لیے مختلف فرقوں میں کر دیا.....) ان میں ایک گروہ (مراد اس سے نبی اسرائیل ہیں) کو کمزور دیکھا تو ان کے (نومولود) بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا (ستحی نساء ہم، کا معنی یہ ہے کہ وہ ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا، نومولود لڑکوں کو قتل کرنے کا سبب بعض کاہنوں کا اس سے یہ کہنا تھا کہ نبی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کے زوال کا سبب بنے گا.....) بیشک وہ (قتل وغیرہ کرنے کے سبب) فسادی تھا اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں (کہ بھلائی کے کاموں میں ان کی اقتدا کی جائے.....) ائمة، کورہنروں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کو یاء سے تبدیل کرنے کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) اور (فرعون کے ملک کا) انہیں وارث بنائیں اور انہیں زمین میں (یعنی سرزمین مصر اور شام میں) قبضہ دیں اور فرعون اور حمان اور ان کے لشکروں کو دکھادیں جس کا انہیں ان کی طرف سے خطرہ ہے (یعنی جس نومولود کے وجود سے انہیں ڈر ہے کہ وہ ان سے ان کا ملک و سلطنت کے لیے لگاؤہ انہیں دکھادیں.....) اور ایک قرأت میں رسی یاء اور راء کے فتح کے ساتھ ہے اور تینوں اسم بر بنائے فاعلیت مرفوع ہیں) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی..... (یعنی الہام کیا، یا مراد یہ ہے کہ عالم خواب میں اسے بتا دیا کہ وہ نومولود بچہ جس کا ذکر عام ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں، پس آپ ﷺ کی ولادت کی خبر آپ ﷺ کی ہمشیرہ..... کے علاوہ کسی کو نہ ہو سکی) کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں (یعنی دریائے نیل میں) ڈال دے (الیم کے معنی دریا ہے) اور (اس کے غرق ہونے سے) نڈر اور (اس کی جدائی کا) غم نہ کر بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے (پس آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ ﷺ کو تین ماہ تک دودھ پلایا، اس عرصہ میں آپ بالکل نہ روئے پھر آپ کی والدہ کو فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا تو انہوں نے آپ ﷺ کو ایک صندوق میں رکھا جس کے اندر وہ حصہ کو تامل سے طلاء کیا گیا تھا اس میں آپ ﷺ کا بستر لگا دیا گیا پھر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے رات کے وقت صندوق کو بلند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا) تو اسے اٹھا لیا (تابوت کے ساتھ اسی رات کی صبح ہونے پر) آل فرعون (یعنی فرعون کے خدمتگاروں) نے (پھر انہوں نے اس تابوت کو فرعون کے سامنے رکھ دیا، فرعون نے صندوق کھولا اور اس میں سے حضرت موسیٰ ﷺ کو باہر نکال لیا، آپ ﷺ اس وقت اپنے مبارک انگوٹھے سے دودھ چوس رہے تھے.....) کہ (بالآخر) وہ ان کا دشمن ہو (ان کے مردوں کو قتل کر کے) اور غم ہو (عورتوں کو لوٹدیاں بنا کر، حزن فاکو ایک قرأت میں حاء مضمومہ اور زاء مضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ دونوں لغتوں کے مطابق مصدر ہے اور یہاں یہ مصدر بمعنی اسم فاعل ہے، یا تو یہ حزن سے یا پھر احزن سے ہے) بیشک فرعون..... اور (اس کا وزیر) ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے (یعنی گناہگار تھے، انہیں حضرت موسیٰ ﷺ کے ہاتھوں مراد دی گئی، خطین بمعنی خطینہ ہے، آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کر لیا تھا یہ بچہ) میری اور تیری آنکھوں کی شدتک ہے اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں (پس ان لوگوں نے ان کی بات مان لی) اور وہ بے خبر تھے (ان کے ہاتھوں اپنے ہونے والے انجام سے) اور (جب حضرت موسیٰ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو فرعون کے موسیٰ ﷺ اٹھالینے کا علم ہوا) تو صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے مبر ہو گیا (یعنی دل انہی کی فکر میں گم ہو گیا) اور قریب تھا وہ اس کا حال کھول دیتی (ظاہر کر دیتی کہ یہاں

اس کا بیٹا ہے، ان کا دت میں "ان" منخلصہ من العقیلہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی یہ الہا ہے) اگر ہم (میردے کر) ڈھارس نہ بندھاتے اس کے دل پر (یعنی اگر ہم نے اس کے دل کو پرسکون نہ کیا ہوتا تو وہ یہ بات ظاہر کر دیتی) کہ وہ مومنین میں سے رہے (یعنی وہ ہمارے وعدے کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہے اور لولا کا جواب شرط محذوف ہے جس پر اس کا ماقبل کلام دلالت کر رہا ہے) اور اس نے ان کی بہن (حضرت مریم رضی اللہ عنہا) سے کہا اس کے پیچھے چلی جا (یعنی اس کا پیچھا کر، تا کہ تجھے اس کی خبر معلوم ہو سکے) تو وہ اسے دور جگہ سے (چھپ کر) دیکھتی رہی (بصرتہ جہ بمعنی ابصرتہ ہے اور جنب بمعنی مکان بعید ہے) اور ان کو خبر نہ تھی (کہ یہ اس کی بہن ہے اور ان کی نگہبانی کر رہی ہے) اور ہم نے پہلے ہی (یعنی اسے اس کی ماں کے پاس لوٹانے سے پہلے) سب دائیاں اس پر حرام کر دیں (یعنی ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوائے آپ کی والدہ کے ہر دائی کی چھائی قبول کرنے سے روک دیا.....) تو (موجود دائیوں میں سے آپ علیہ السلام نے کسی کی بھی چھائی قبول نہ کی) تو (اس کی بہن) بولی کیا میں تمہیں بتا دوں ایسے گھروالے کہ تمہارے اس بچہ کو (دودھ پلا کر دیگر خدمت کر کے) پال دیں (یہ بات انہوں نے اس وقت کہی جب انہوں نے آپ علیہ السلام پر ان کا مہربان ہونا دیکھا) اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں (یعنی اس ملک کے خیر خواہ ہیں، حضرت مریم سے سوال ہوا کہ وہ اس بچے کے خیر خواہ کیوں ہیں؟ تو آپ نے کہا میری مراد یہ تھی کہ وہ اس ملک کے خیر خواہ ہیں اس وقت آپ نے لہ، کی ضمیر کی تفسیر ملک سے کر دی، آپ کی بات مان لی گئی پھر آپ اپنی والدہ کو لے آئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی چھائی قبول کر لی، انہوں نے اسے قبول کر لینے سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے انہیں جواب دیا کہ میرا جسم خوشبودار ہے اور میرا دودھ خوش گوار ہے.....) پھر فرعون نے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رضاعت کرنے کے لئے اپنے گھر لیجانے کی اجازت دے دی تو آپ علیہ السلام کو لے کر واپس پلٹ آئیں جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا) تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف پھیرا کہ ماں کی آنکھ (اپنے بیٹے سے ملکر) ٹھنڈی ہو اور (اس وقت) غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ (اس کا بیٹا اسے پھیر دینے کا) سچا ہے لیکن ان میں سے (یعنی لوگوں میں سے) اکثر نہیں جانتے (اس وعدہ کو اور اس بات کو کہ مریم ان کی بہن اور یہ دائی ان کی ماں ہے، پس آپ علیہ السلام دودھ چھڑائے جانے کی مدت تک اپنی ماں کے پاس رہے اور فرعون نے آپ علیہ السلام کی رضاعت کی اجرت یومیہ ایک دینار رکھی تھی، آپ علیہ السلام کی والدہ اسے لے لیتی کیونکہ یہ حربی کا فر کا مال تھا.....) اس مدت کے مکمل ہو جانے کے بعد وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس لے آئیں پھر آپ علیہ السلام نے فرعون کے پاس رہ کر پرورش پائی، جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے سورہ شعراء میں اس بات کو نقل فرمایا ہے ﴿الم نربک فینا ولیدا ولبت فینا من عمرک سنین﴾ (الشعراء: ۱۸)۔

﴿ترکیب﴾

﴿طسم ۵ تلک ایت الکتب المبین ۵﴾

طسم: "ہذہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تلک مبتدا، ایت الکتب المبین: خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تلتوا علیک من نبا موسیٰ وفرعون بالحق لقوم یومنون ۵﴾

تلتوا: فعل "نحن" ضمیر مستتر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، علیک: ظرف لغو، من: جار، نبا موسیٰ

وفرعون: مرکب اضافی مجرور، ملکر ظرف مستقر "شینا" محذوف کیلئے صفت، ملکر مفعول، لام: جار، قوم بموصوف، یومنون: جملہ

فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فرعون علا فی الارض وجعل اہلہا شیعا یتضعف طائفۃ منہم یدبح ابناء ہم ویستحی نساء ہم﴾

ان: حرف مشبہ، فرعون: اسم، علا فی الارض: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل: فعل "هو" ضمیر مستتر ذوالحال، يستضعف: فعل بافاعل، طائفہ: موصوف، منهم: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مبدل منہ، یدبح: ابشاء ہم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، يستحی نساء ہم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بدل، ملکر حال، ملکر فاعل، اهلها: مفعول اول، شیعہ: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انہ کان من المفسدین﴾

انہ: حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص بااسم، من المفسدین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و نريد ان نمن على الذين استضعفوا في الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الورثين﴾

و: عاطفہ، نريد: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، نمن: فعل بافاعل، على: جار، الذين: موصول، استضعفوا فی الارض: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نجعلهم ائمة: فعل بافاعل ومفعول اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، نجعلهم الورثین: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و نمکن لهم فی الارض ونرى فرعون وهامان وجنودهما منهم ما كانوا يحذرون﴾

و: عاطفہ، نمکن: فعل بافاعل، لام: جار، ہم: ذوالحال، فی الارض: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "نمن" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، نرى: فعل بافاعل، فرعون، هامان و جنود هما: معطوفان، ملکر مفعول اول، منهم: ظرف لغو، ما كانوا يحذرون: مفعول ثانی ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "نمن" پر معطوف ہے۔

﴿واوحينا الى ام موسى ان ارضيه﴾

و: عاطفہ، اوحينا: فعل بافاعل، الى: جار، ام موسى: مجرور، ملکر ظرف لغو، ان: مصدریہ، ارضيه: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ان فرعون علا" پر معطوف ہے۔

﴿فاذا خفت عليه فالقيه في اليم ولا تخافي ولا تحزني﴾

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول مقدم، خفت علیہ: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، القیه: فعل امر بافاعل ومفعول، فی الیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تخافی، لا تحزنی: فعل نہیں بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لا تحزنی: فعل نہیں بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انارادوه اليك وجاعلوه من المرسلين﴾

انا حرف مشبہ واسم، برادو: اسم فاعل بافاعل مضاف، ه: ضمیر مضاف الیہ مفعول، اليك: ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، جاعلوه: اسم فاعل بافاعل مضاف، ه: ضمیر مضاف الیہ مفعول، من المرسلین: ظرف لغو، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فالتقطه ال فرعون ليكون لهم عدوا وحزنا﴾

ف: عاطفہ، التقطه: فعل ومفعول، ال فرعون: فاعل، لام: جار، يكون: فعل ناقص بااسم، لهم: ظرف مستقر حال، مقدم، عدوا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، حزنا: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ بتدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فرعون وهامان وجنودهما كانوا خطئين﴾

ان: حرف مشبہ، فرعون، هامان و جنود هما: معطوفان، ملکر اسم، كانوا: فعل ناقص بااسم، خطئين: خبر، ملکر

جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ۔

﴿و قالت امرات فرعون لرت عین لی ولک لا تقفلوه عسی ان ینفعنا او نعخذہ ولدا﴾

و: عاطفہ، قالت امرات فرعون: قول، لرسۃ عین: موصوف، لی: ظرف مستقر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لک: ظرف مستقر معطوف، ملکر صفت، ملکر "ہو" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، لا تقفلوه: کتل نمی بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثانی، عسی: فعل جار با اسم، ان: مصدریہ، ینفعنا: جملہ فیجہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، نعخذہ ولدا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثالث، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وہم لا یشعرون﴾ واصبح فواد ام موسیٰ فرغاً ﴿

و: حالیہ، ہم: مبتدا، لا یشعرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ "ال فرعون" سے حال واقع ہے، و: متعلقہ، اصبح: فعل ناقص، فواد ام موسیٰ: اسم، فرغاً: خبر، ملکر جملہ فعلیہ متعلقہ۔

﴿ان کادت لتبدی بہ لولا ان ربطنا علی قلبہا لتکون من المومنین﴾ ﴿

ان: مخففہ بانمیرشان محذوف "ہو" اسم، کادت: فعل مقارب با اسم، لام: فارقہ تاکیدیہ، تبدی بہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لولا: حرف شرط، ان: مصدریہ، ربطنا: فعل بافاعل، علی قلبہا: ظرف لغو، لام: جار، تکون من المومنین: جملہ فعلیہ مبتدیان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر محذوف "حاصل" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر جواب لولا محذوف "لابدت بہ" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿و قالت لاختہ قصیہ فبصرت بہ عن جنب وہم لا یشعرون﴾ ﴿

و: عاطفہ، قالت لاختہ: فعل بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قول، قصیہ: فعل امر بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "لذہبت تلتادہ و نقص آثارہ"، بصرت: فعل "ہی" ہمیر مستتر ذوالحال، عن جنب: ظرف مستقر حال اول، و: حالیہ، ہم لا یشعرون: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر قائل، بہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و حرمنا علیہ المراضع من قبل﴾ ﴿

و: متعلقہ، حرمنا: فعل "نا" ہمیر ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر قائل، علیہ: ظرف لغو، المراضع: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقالت هل ادکم علی اہل بیت یکفلونہ لکم وہم لہ ناصحون﴾ ﴿

ف: نصیحیہ، قالت قول، هل: حرف استفہام، ادکم: فعل بافاعل و مفعول، علی: جار، اہل بیت: موصوف، یکفلونہ: فعل "واو" ہمیر ذوالحال، و: حالیہ، ہم: مبتدا، لہ ناصحون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر قائل، ہ: ہمیر مفعول، لکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ شرط محذوف "لعمارات اختہ ذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فر ددہ الی امہ کی تفر عینہا ولا تحزن﴾ ﴿

ف: عاطفہ، رددہ: فعل بافاعل و مفعول، الی امہ: ظرف لغو، کسی: حرف تعلیل و نائب، تفر عینہا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تحزن: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولتعلم ان وعد اللہ حق ولکن اکثرہم لا یعلمون﴾ ﴿

و: عاطفہ، لام: چار، تعلیم: فعل بافاعل، ان و عد اللہ حق: جملہ اسمیہ مفعول، ملکہ جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکہ فعل محذوف "ردنہ" کیلئے ظرف مستقر، ملکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لکن اکثر ہم حرف مشبہ واسم، لا یعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکہ جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

قرآن سے نفع اٹھانے والے لوگ:

۱..... فائدہ اٹھانے کا تعلق احساس سے ہوتا ہے، جس کے دل میں ایمان کا نور ہو، وہ قرآن کی جانب مائل بھی ہوتا ہے اور فائدہ بھی اٹھاتا ہے۔ اللہ ﷻ نے بالکل ابتداء میں فرمایا ﴿ہدی للمتقین حدایت پرہیزگاروں کے لئے﴾ (البقرہ: ۲)۔ پرہیزگاری کا تعلق ایمان سے ہے جس کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا وہ اتنا ہی خوف خدا والا ہوگا اور جو خوف خدا والا ہوگا آخری درجات بھی اسی کے بلند ہونگے۔ سیدنا مالک بن دینار فرماتے ہیں: میں نے حسن بصری کو خواب میں دیکھا کہ ان کا رنگ چمک رہا تھا، چہرہ مبارک نور بار تھا اور چہرے کی کھل چمک کی وجہ سے آنسوؤں کی لڑی بھی چمک رہی تھی، میں نے پوچھا: "اے ابوسعید! کیا آپ کا انتقال نہیں ہوا؟" بولے ہاں ہو گیا ہے، میں نے پوچھا: آپ کو کیا مقام و مرتبہ ملا؟ خدا کی قسم آپ نے تو ساری زندگی فکر آخرت اور خوف خدا میں روتے ہوئے گزار دی۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "فکر آخرت اور خوف خدا کے سبب گریہ وزاری ہی نے تو اللہ نے ہمارے لئے نیک لوگوں کے درجات پانے کا ذریعہ بنا دیا ہے اور ہمیں متقین کے درجات پر فائز کیا ہے، اللہ کی قسم ایہ ہم پر ہمارے رب کا بہت فضل ہے۔" میں نے کہا: "اے ابوسعید! مجھے کوئی نصیحت کیجئے،" فرمایا: "دنیا کے اندر جو سب سے زیادہ عملگن رہتے ہیں آخرت میں سب سے زیادہ خوش ہوتے ہیں۔"

(موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، رقم: ۳۹، ج ۳، ص ۴۵)

حضرت ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید المعروف ابن ابی الدنیا بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا موسیٰ بن حماد نے فرمایا: میں نے حضرت سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں ایک درخت سے دوسرے درخت تک اڑتے پھر رہے ہیں تو عرض کی، اے ابو عبد اللہ! آپ کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا: "تقویٰ پرہیزگاری کی وجہ سے،" پھر پوچھا: "حضرت علی بن عامر کا کیا حال ہے؟" ارشاد فرمایا: "وہ ہم سے اتنے بلند ہیں کہ ہم انہیں ایسے ہی دیکھتے ہیں جیسے زمین سے ستارے کو دیکھا جاتا ہے۔"

(موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، باب: ماروی من الشعر فی المنام، رقم: ۲۷۵، ج ۳، ص ۱۳۵)

سرزمین مصر کے لوگ گروہوں میں بٹ گئے:

۲..... حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ گروہوں میں بٹ جانے سے مراد یہ ہے کہ بعض مصری فرعون کی عبادت کرتے، بعض کو قتل کر دیا گیا اور بعض کو زندہ رکھا گیا۔

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۲۲۶)

فرعون نے سرزمین مصر کے باسیوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا، جب وہ خدمت لینے کا ارادہ کرتا تو لوگ گروہ درگروہ اس کے پاس حاضر ہوتے، یا اس نے بعض گروہوں کو بعض کا تابع بنا دیا تھا یا اس نے ان کے گروہ بنا دیئے اور ان میں قبلی کو معزز کر دیا اور دوسرے یعنی بنی اسرائیل کو توہین و تحقیر کے سبب ادنیٰ اور گھٹیا بنا دیا یا خدمت اور کام کے لئے اس نے مختلف گروہ بنا دیئے اور ہر گروہ سے علیحدہ علیحدہ کام لیتا یا مستحق یہ ہے کہ اہل مصر کے مختلف فرقے بنا دیئے اور انہیں آپس میں ایک دوسرے کی دشمنی اور عداوت پر برا بھینٹے کیا تاکہ وہ اس کے خلاف متفق نہ ہو سکیں اور قاسوس میں ہے کہ حیدرہ الرجل سے مراد آدمی کے شعبین و مددگار ہیں اور علیحدہ فرتے ہیں۔

(المظہری، ج ۵، ص ۳۶۱ وغیرہ)

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "بنی اسرائیل فرعون کی خدمت بجالانے کے اعتبار سے کئی اقسام میں منقسم

تھے، ان میں سے طاقتور تو انا افراد کا ایک گروہ پہاڑوں سے پتھر کاٹنا تو دوسرا گروہ فرعون کے محلات کی تعمیر کرنے کے لئے ان پتھروں اور مٹی وغیرہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا، تیسرا گروہ مٹی سے اینٹیں بنا کر انہیں پختہ بناتا، ایک گروہ بڑھتی کا کام کرتا تو ایک لوہے کا کام سرانجام دیتا۔ پس ان میں سے جو کمزور ہوتے ان پر فرعون نے جزیہ مقرر کر رکھا تھا، نیز بنی اسرائیل کی عورتیں فرعون کے لئے ریشم کات کر اس سے کپڑا بنتی تھیں۔

(الحمل، ج ۱، ص ۷۵)

ولادت موسیٰ علیہ السلام سے قبل فرعون کے خدشات:

۳..... ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: ”کاہنوں نے فرعون کو بتایا تھا کہ ”بنی اسرائیل میں اس سال ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کا تختہ الٹ دے گا۔“ پس فرعون نے ہر ہزار عورتوں پر ایک سو آدمی متعین کر دیئے، یعنی ہر سو پردس اور ہر دس پر ایک مقرر کر کے حکم دیا: ”شہر میں ہر حاملہ عورت کی نگرانی کرتے رہو، جب وہ بچہ جنے تو اگر وہ بچہ مذکر ہو تو اسے قتل کر دو اور اگر مؤنث ہو تو چھوڑ دو۔“

(الدر المنثور، ج ۱، ص ۱۳۳)

پیشوا ہمیشہ نیک ہی ہوتے ہیں:

۴..... اللہ ﷻ نے کمزوروں پر احسان فرمایا، ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ ﷻ نے کمزوروں کو کیسے حج فرمایا اور اللہ ﷻ کا ان کمزوروں پر احسان فرمانے کا ارادہ بھی تھا اور جب اللہ ﷻ کسی چیز کا ارادہ کرے تو دوسرے وقت کا توقف نہیں فرماتا؟ ہم کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کا کمزوروں پر پہلا احسان یہ تھا کہ انہیں فرعون سے نجات دی پھر اسی احسان کو دوسرے احسان کے مقارن کر دیا گیا جس کا بیان پیشوا بنانے اور سرزمین مصر کا وارث کرنے کے بیان میں ہے۔ اللہ ﷻ کے فرمان کا مقصود یہ ہے کہ ہم نے انہیں دین و دنیا میں مقدم کر دیا اور مجاہد کا قول یہ ہے کہ انہیں خیر کی دعوت دی اور فسادہ کہتے ہیں کہ انہیں فرعون کے شہر، سرزمین اور ساز و سامان کا مالک کر دیا۔

(الرازی، ج ۸، ص ۵۷۸)

ہم کہتے ہیں کسی بھی قول کو درست ماننے کی صورت میں ہمارا دعویٰ ثابت ہوا کہ پیشوا ہمیشہ نیک ہی ہوتے ہیں۔ جب کمزوروں کو سرزمین مصر کا وارث کرنا مقصود تھا تو انہیں خیر پر جمع کر دیا، تمام تر ممکنہ اختیارات سے نوازا دیا، سرزمین مصر کا وارث کرنے کے ساتھ ساتھ فرعون کے مال و متاع کا حاکم کر دیا۔ نیکوں پر یہ احسان کیوں ہوتا ہے؟ اس کے کئی جوابات ہو سکتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: (۱)..... تاکہ نیکی کا کام بڑھے، (۲)..... خدا ترس لوگ نظام حکومت کو شرعی تقاضوں سے چلائیں، (۳)..... ناپسندیدہ امور کا سدباب ہو جائے، (۴)..... دشمنان اسلام کی ناپاک سوچ سے معاشرہ اثر انداز نہ ہو، (۵)..... غیر اسلامی مفاد پرست طاقتوں کا سدباب ہو سکے۔ (۶)..... جعلی، دین دشمن، مفاد پرستوں سے چھٹکارا ملے۔

قبل از ولادت وبعد کے ارہاصات:

۵..... جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے وضع حمل کا زمانہ قریب آ گیا، فرعون نے دایوں کو بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کی نگرانی کے لئے مقرر کیا ہوا تھا، ان میں سے ایک دائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی سہیلی اور مخلص دوست تھی جب ان کو روزہ کی سخت تکلیف ہوئی تو انہوں نے اپنی اس سہیلی کو بلوایا اور کہا تم دیکھ رہی ہو کہ مجھے کتنی تکلیف ہے، تمہاری محبت آج میرے کام آئی چاہیے، اس نے اپنی کاروائی کی حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں جو نور تھا اس سے وہ دائی دہشت زدہ ہو گئی اور اس کا جوڑ جوڑ کاٹنے لگا، اس کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت سا گئی، پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے کہا کہ جب تم نے مجھے بلایا تھا تو میرا ارادہ تھا کہ میں اس بچے کو مار ڈالوں گی، لیکن تمہارے اس بیٹے سے مجھے اتنی محبت ہو گئی ہے

جی کسی سے نہیں ہوئی، تم اس کی حماقت کرنا کیونکہ اس کے دشمن بہت ہیں، جب دائی ان کے گھر سے نکلے تو فرعون کے بعض جاسوسوں نے اسے دیکھ لیا، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے ملنے کے بہانے ان کے گھر آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ اے ماں! دروازے پر سپاہی کھڑے ہیں اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کپڑے میں لپیٹ کر جلتے ہوئے تنور میں رکھ دیا، اس وقت شدید خوف سے انہیں یہی درست لگا، جب سپاہی گھر میں داخل ہوئے تو تنور جل رہا تھا، انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں اطیریاں سے بیٹھی ہوئی تھیں، انہوں نے پوچھا کہ یہ دائی تمہارے ہاں کیوں آئی تھی؟ انہوں نے کہا وہ میری دوست ہے ملنے آئی تھی، سپاہی چلے گئے، پھر ماں نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ بچہ کہاں ہے؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں، اتنے میں تنور سے بچے کے رونے کی آواز آئی، وہ دوڑ کر تنور کی طرف گئی، اللہ تعالیٰ نے تنور کو موسیٰ علیہ السلام پر ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا، انہوں نے بچے کو اٹھالیا، پھر جب ماں نے دیکھا کہ فرعون بچے کی تلاشی میں سختی کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈالا کہ وہ انہیں تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دیں چنانچہ ایسا ہی کیا اور بڑھئی کے پاس تابوت بنوانے لگیں، بڑھئی نے کہا کہ تم اتنا چھوٹا تابوت بنوا کر کیا کرو گی، انہوں نے جھوٹ بولنا ناپسند کیا اور کہا کہ اپنے بچے کو چھپاؤں گی، بڑھئی نے تابوت تو بنا دیا ساتھ ہی ان لوگوں کے پاس بھی اطلاع دینے چلا گیا، لیکن قدرت کا کرنا ایسا کہ اس نے زبان کھولنا چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی قوت گویائی سلب کر لی، ہاتھوں کے اشارے سے بتانے لگا لیکن لوگ سمجھ نہ پائے اور اسے پاگل جان کر خوب مارا، تین بار ایسا ہوا اور ساتھ ہی اس کی بیٹائی بھی جاتی رہی۔ اس نے بچے دل سے تو بسکی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی قوت گویائی اور بیٹائی دونوں ہی لوٹا دیں۔

(روح المعانی، الجزء ۲۰، ص ۳۴۲)

حضرت موسیٰ کی والدہ کانام گرامی اور ان کی جانب وحی کا معنی:

۱۔ امام قرطبی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام ایارخا تھا، اور ایک قول ایارخت کا بھی ہے اور ظہبی کہتے ہیں کہ ان کا نام لوحابت حاندین لاوی بن یعقوب تھا۔

(القرطبی، الجزء ۲۰، ص۔)

امام بخاری کہتے ہیں کہ ان کا نام یوحاند بنت لاوی بن یعقوب تھا۔

(البخاری، ص ۷۰۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نبی نہ تھیں اس لیے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہو سکتی، اللہ کا فرمان واضح ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَجُلًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ﴾ آپ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے وہ سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے ہیں (الانبیاء: ۷)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام کیے جانے سے مراد ان کا دیکھا ہوا خواب ہے جو انہوں نے بوقت ولادت دیکھا تھا، خواب یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے ایک تابوت میں رکھا پھر اس کو دریا میں ڈال دیا، اور اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پھر حیلہ کے ذریعے ان تک لوٹا دیا۔ الہام سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دل میں بات آ کر جم گئی اور ہر شخص کو ایسا سابقہ پیش آتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الہام سے مراد دل میں کسی بات کا جم جانا ہے۔

(تبیان القرآن، ج ۷، ص ۳۷۰)

حضرت موسیٰ کی ہمیشیرہ ”مریم“ و بی بی آسیہ کے فضائل:

۱۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے زمین پر چار خلوط کھینچے، پھر آپ نے فرمایا: ”تم جانتے ہو یہ کیسے خلوط ہیں؟“ مسلمانوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں، اور فاطمہ بنت محمد ﷺ ہیں، اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون کی بیوی ہیں۔“

(المعجم الکبیر، عن عبد اللہ، رقم: ۱۱۹۲۸، ج ۱۱، ص ۲۶۶)

۲۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت کی عورتوں کی سردار مریم بنت عمران ہیں، پھر فاطمہ بنت

محمد ہیں، پھر خدیجہ ہیں پھر آسیہ زوجہ فرعون ہیں۔ (المعجم الکبیر، کرب عن ابن عباس برقم: ۱۲۱۷۹ ج ۱۱ ص ۲۲۸) ☆..... حضرت سعد بن جناح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بیٹک اللہ نے مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے (جنت میں) میرا نکاح کر دیا۔“ (المعجم الکبیر، عن سعد بن جناح برقم: ۵۴۸۵ ج ۶ ص ۵۲)

انگوٹھے مبارک سے دودھ چوسنا:

۸..... کہا جاتا ہے کہ فرعون کی ایک ہی بیٹی تھی اور اس کے علاوہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی، فرعون کے نزدیک اس کی بیٹی سب سے زیادہ مکرم و محترم تھی اور ہر روز فرعون کے پاس اس کی تین آرزوئیں تھیں، اس لڑکی کو برص کی بیماری تھی جس کے علاج کے لئے اس نے تمام اطباء کو جمع کیا انہوں نے غور و فکر کر کے کہا کہ تمہاری یہ بیٹی صرف دریا کی طرف سے تندرست ہو سکتی ہے اس دریا سے انسان کے مشابہ کوئی شخص ملے گا، اس کے لعاب دھن کو اس کے مرض پر لگانے سے اسے شفاء ملے گی۔ اور یہ کام فلاں دن، فلاں وقت میں طلوع آفتاب کے بعد ہوگا، جب وہ پیر کا دن آیا تو فرعون ایک مجلس کے ساتھ دریائے نیل کے کنارے بیٹھ گیا، اس کے ساتھ اس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم بھی تھی اور فرعون کی بیٹی بھی اپنی سہیلیوں کے ہمراہ موجود تھی وہ ایک دوسرے کے ساتھ کھیل رہی تھیں اور ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے مار رہی تھیں کہ دریا کہ موجیں ایک تابوت ساتھ لے آئیں، فرعون بولا یہ دریا میں کوئی چیز ہے جو درخت کے ساتھ انک گئی ہے اسے میرے پاس لاؤ، لوگ ہر طرف سے کشتیاں لے کر آئے حتیٰ کہ اس تابوت کو فرعون کے سامنے لا رکھا، بڑی مشکل سے تابوت کھولا گیا تو اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، ان کی آنکھوں کے مابین نور تھا اور وہ اپنے انگوٹھے سے دودھ چوس رہے تھے، اللہ جل جلالہ نے آسیہ اور فرعون کے دل میں اس بچے کی محبت ڈال دی، جب اس بچے کو تابوت سے نکالا تو جہاں ان کا لعاب دھن گرا تھا فرعون کی بیٹی نے اسے لیکر اپنے مرض والے حصے پر لگایا فوراً تندرست ہو گئی، اس نے بچے کو چوما اور سینے سے لگا لیا، فرعون کی قوم کے گمراہ لوگوں نے کہا کہ اے بادشاہ! ہمیں گمان ہے کہ یہ وہی بچہ کا جس سے ہم کو خطرہ ہے، انہوں نے اس کو آپ کے ڈربے دریا میں ڈال دیا ہے، آپ اس کو قتل کر دیں، فرعون نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو بی بی آسیہ نے کہا کہ یہ بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کریں، ہو سکتا ہے یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں، اس نے فرعون سے موسیٰ علیہ السلام کو مانگ لیا اور فرعون نے دے کر کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (روح البیان، ج ۶ ص ۴۹۱)

فرعون کا نسب:

۹..... فرعون عمالقہ (یعنی قبلی قوم) کے بادشاہ کو کہتے ہیں جو کہ عملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح کی نسل سے ہوتے تھے، جیسا کہ ایرانیوں کے بادشاہ کا نام کسری اور رومیوں کے بادشاہ کا نام قیصر ہوتا تھا، (حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے) فرعون کے نام کے بارے میں اکثر مفسرین کرام کی رائے ہے کہ اس کا نام ولید بن معصب بن ریان تھا جسکی عمر چار سو برس سے زیادہ تھی اور یہی مشہور قول ہے۔ (الحمل، ج ۱ ص ۷۴)

دیگر خواتین کا دودھ نہ لینے کی وجوہات:

۱۰..... حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شرعی تقاضوں کی بناء پر دیگر عورتوں کا دودھ لینا حرام نہ ہوا تھا بلکہ طبعی تقاضوں کے پیش نظر انہیں دیگر خواتین کے دودھ لینے سے روکا گیا چنانچہ بھوک لگنے کے باوجود دودھ نہ لیتے، ماں کے دودھ کی لذت، خوشبو انہیں دیگر خواتین کے دودھ سے روک رکھا تھا، تین ماہ تک ماں کے جسم سے انسیت نے بھی انہیں روک دیا، اللہ جل جلالہ نے دیگر عورتوں کے دودھ میں ان کے لئے ایسی کڑواہٹ پیدا کر دی کہ بھوک کے باوجود دودھ سے رُکے رہے۔ (الرازی، ج ۸ ص ۵۸۲)

طبی لحاظ سے ماں کے دودھ کی خصوصیات:

ال..... علامہ اسماعیل حقی حدیث نقل کرتے ہیں: "لپس للصبی خیر من لبن امہ یعنی بچے کے لئے ماں کے دودھ کے سوا کچھ بہتر نہیں ہے۔"

(روح البیان، ج ۶، ص ۱۹۰)

شیر خوار بچے کو دن میں ۸ سے ۱۰ مرتبہ ماں کا دودھ پلائیں اور درمیان میں دو سے کھنٹے کا وقفہ رکھیں، ماں کا دودھ پینے والے بچے نہ صرف جسمانی اعتبار سے بلکہ عقلی شعور یعنی (physically and mentally) اچھی نشرو نما پاتے ہیں۔ اور ان بچوں میں قوت مدافعت دیگر بچوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے جو ماں کے دودھ کے علاوہ دودھ پیتے ہیں۔ قبائلی پنجاب میں صرف بارہ فیصد ایسے بچے ہیں جو کہ ماں کا دودھ پیتے ہیں اور ایک سال کی عمر میں پہنچنے سے پہلے انتقال کر جاتے ہیں۔

American cancer society and National cancer institute of united states کی ریسرچ کے مطابق جو خواتین اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں ان میں کینسر کا مرض کم ہوتا ہے۔ ماں کا دودھ بچے کو ۳۸٪ پروٹین، ۱۳٪ انرجی، ۳۵٪ وٹامن اے، ۹۵٪ وٹامن سی کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اور یہ ۵۰۰ ml دودھ پلانے سے بچے کو حاصل ہوتا ہے جو کہ تقریباً دو سال میں پورا ہو جاتا ہے۔ ۴۰٪ بچے جو کہ ماں کا دودھ نہیں پیتے ان میں ماں کا دودھ پینے والوں کی نسبت زیادہ دانتوں کے امراض ہوتے ہیں۔

حربی کافر کا مال کھانے کا حکم:

۱۲..... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس مقام پر تین باتیں بیان کی ہیں جو ہم ترتیب وار درج ذیل ذکر کرتے ہیں:

(۱)..... اشیائے خوردنی جو شریعت نے حلال کی ہیں حلال ہیں، ہنود کی کوئی تخصیص نہیں کہ وہ چیزیں خاص ہندوؤں کی کھانے کی ہیں، ہاں ہندو کے یہاں کا کھانا اگر گوشت ہے حرام ہے، اور اس کے سوا اور چیزیں مباح ہیں، جب تک اُن کی حرمت یا نجاست تحقیق نہ ہو اور پچنا اولیٰ ہے۔

(۲)..... ہندو کے ساتھ کھانا کھانے کا سوال بے معنی ہے، ہندو کب اُس کے ساتھ کھائے گا، اور اگر ایسا ہو تو اُسے نہ چاہیے، سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: "لا تأکلوا کلہم ولا تشاربوہم یعنی ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔"

(۳)..... غیر مسلم چار قسم ہیں: کتابی، مجوسی، مشرک، مرتد۔ کتابی اگر کتابی ہو ملحد نہ ہو تو اُس کا ذبیحہ اور اُس کے یہاں کا گوشت بھی حلال ہے، اور باقیوں کے یہاں کا گوشت حرام، اور مرتد اُن میں سب سے خبیث تر ہے، اُس کے پاس نشست و برخاست مطلقاً ناجائز، اور ساتھ کھانا ہر کافر کے ساتھ بُرا ہے، پھر اگر اُس میں بد مذہبی کی تہمت ہو جیسے نصرانی کے ساتھ کھانا مسلمانوں کے لئے زیادہ باعث نفرت ہو تو اس کا حکم اور سخت تر ہوگا ورنہ اُس اصل حکم میں کہ اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ پانی نہ پیو سب برابر ہیں۔

(الفتاویٰ الرضویہ مخرجہ، باب: شرب و طعام، ج ۲۱، ص ۶۶۸)

افراض:

نزلت بالحنفہ: سید عالم علیہ السلام جس وقت غار سے ہجرت کرتے ہوئے نکلے اور مقام حنفہ میں نزول فرمایا، جب مکہ المکرمہ کے راستے کو پہچانا تو دل مکہ المکرمہ جانے کا مشتاق ہوا اور یہ آیت سرفہی میں سید عالم علیہ السلام کی نسلی خاطر و مکہ المکرمہ کے سفر کی خوشخبری دینے کے لئے نازل ہوئی، کہ سید عالم علیہ السلام مکہ المکرمہ کی جانب ضرور تشریف لے جائیں گے۔ اور عارفین کے نزدیک یہاں نزول آیت مسافر کو آرام و سکون کے ساتھ سفر مکمل کرنے کے لئے بشارت بھی ہے، اور موت یا آخرت تک کی معاد مراد لینا بھی جائز ہے اور

یہ آیت نہ تو مکہ المکرمہ میں نازل ہوئی اور نہ ہی مدینہ المکرمہ میں، نہ تو ہجرت سے قبل نازل ہوئی اور نہ ہی بعد ہجرت کے مقیم ہو جانے پر بلکہ یہ آیت تو سفر میں (مقام حنفہ میں) نازل ہوئی۔

ای ہذہ الآیات: یعنی اس سورہ کی آیات، اور اس کی جانب مفسر نے اللہ ﷻ کے علم کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

لاجلہم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ”لقوم“ میں لام تعلیل کا ہے، اور اس سے مقصود مومنین ہیں کیونکہ یہی آیات قرآنیہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ الی قولہ: ﴿لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ﴾ مراد چار آیات ہیں۔

تعظم: بمعنی تکبر و التخر ہے۔ بالقتل وغیرہ: یعنی الوصیت کا دعویٰ کرنا۔

یقتدی بہم: یعنی لوگوں کے ذلیل و رسوا ہونے کے بعد، ان کی ائمہ کی اقتداء کرنا مراد ہے۔

یخافون من الموت: اور یہ خوف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر اور غرق ہونے کے مناظر کا ادراک کر کے ہوا۔

وحی الہام او منام: یہ مفسرین کے دو اقوال ہیں، یا اسی قسم کی کوئی اور چیز سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو خبردار کیا، ایک قول یہ بھی

ہے کہ وحی غیر نبی کے لئے نہیں ہو سکتی، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ احکام شرع کے ساتھ فرشتوں کا کسی کے پاس نزول

کرنا ممنوع ہے، اور اس کے علاوہ معاملات جائز ہیں، جب کہ اس کے علاوہ معاملے میں فرشتے کا نزول ہونا جائز ہے جس کی نظیر سورۃ

البقرۃ میں گزر چکی ہے۔ غرۃ: اس جملے سے خوف کے ثابت یا منفی ہونے کے تناقض کو دفع کیا گیا ہے، پس مثبت ہونا یہ ہے کہ ذبح کا

خوف ہو اور منفی ہونا یہ ہے کہ غرق ہو جانے کا خوف لاحق ہو۔

فوضعتہ فی تابوت: والدہ محترمہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم کے مطابق تابوت میں رکھ دیا، جس کا طول پانچ باشت اور اتنا ہی عرض

تھا، اور تابوت کو تالا لگا دیا۔ مہند: یعنی تابوت کے اندر کافرش، جو کہ روئی وغیرہ کے ذریعے اندر سے مفرش تھی۔

صبیحة اللیل: سے مراد پیر کا دن ہے۔ فی عاقبۃ الامر: ”لیکون“ میں لام عاقبت اور صیر رورت کا ہے نہ کہ علت کا۔

فغو قبا علی یدیہ: یعنی فرعونوں نے اپنے ہاتھوں عذاب کا منہ دیکھا، پس یہ ان کے لئے بڑی ذلت ہے۔

فاطاعوها: جیسا کہ مصر کے امراء کی عادت ہوا کرتی ہے، کہ اپنی عورتوں کی بات مانتے ہیں۔

مما سواہ: یعنی صبح کو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو فکر لاحق ہوئی، شیطان نے انہیں وسوسہ دیا کہ ہوسکتا ہے کہ فرعون نے تیرے بیٹے کو قتل کر دیا

ہو، اسے قتل کر کے دریا میں ڈال دے وغیرہ اور اس وجہ سے وہ بھول گئیں کہ اللہ علیہ السلام نے ان کی جانب کچھ الہام وغیرہ فرمایا تھا، المختصر۔

مریم: ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام مریم، جب کہ کثرت اور کلثوم ہونے کا بھی قول ملتا ہے۔

ای منعناہ: سے مراد کراہیت تحریمی کی جانب اشارہ ہے، جب کہ نابالغ مکلف نہیں ہوا کرتا۔

لقبل ندیہا: سے مراد یہ ہے کہ فرعون کے پاس آٹھ روز رہنے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہیں لیا، ایک قول یہ کیا گیا

ہے کہ جب ہامان نے فرمان ﴿وہم لہ ناصحون﴾ سنا تو کہا کہ میں ایسے لوگوں کی جانب رہنمائی کراؤں گا، پس اس نے بی بی مریم

پکڑ لیا اور معلومات حاصل کیں، جس پر بی بی مریم نے کہا کہ میں ایسے لوگوں کی جانب رہنمائی کروں گی جس سے بچہ دودھ لے گا، پس

فرعون نے حکم دیا اور بی بی مریم اپنی والدہ کو لے آئیں۔

لمکت عندها الی ان لطمته: سے مراد دو سال ہیں۔ وغیرہ: سے مراد تربیت اور اصلاح حال ہے۔

واخذتها لانہا مال حربی کا مال لینا کیسے جائز ہے، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دودھ پلانے کی اجرت لینا کیسا ہے؟

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۷۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۵

﴿ولما بلغ أشده﴾ وهو ثلاثون سنة أو وثلاث ﴿واستوى﴾ أى بلغ أربعين سنة ﴿اليسه﴾
 حکما ﴿حکمة﴾ وعلما ﴿فقها﴾ فى الدين قبل أن يمك نبيًا ﴿وكذلك﴾ كما جزيناہ ﴿جزى﴾
 المحسنين ﴿١٣﴾ ﴿لأنفسهم﴾ ودخل ﴿موسى﴾ المدينة ﴿مدينة فرعون﴾ وهى منف بعد أن غاب عنه
 مائة ﴿على﴾ حين غفلة من اهلها ﴿وقت القيلولة﴾ فوجد فيها رجلين يقتتلان لهما هذا من شيعته ﴿أى﴾
 إسرائيلى ﴿وهذا من عدوه﴾ أى قبطى يسخر الإسرائيلي ليحمل خطابًا إلى مطبخ فرعون ﴿فاستغاله﴾
 الذى من شيعته على الذى من عدوه لا ﴿فقال﴾ له موسى خلى سبيله فليل أنه قال لموسى لقد هممت أن
 أحمله عليك ﴿فوكزه موسى﴾ أى ضربه بجمع كفه وكان شديد القوة والبطش ﴿لقضى عليه﴾ أى
 قتله ولم يكن قصد قتله ودفنه فى الرمل ﴿قال﴾ هذا ﴿أى قتله﴾ من عمل الشيطان ﴿المهيج غضبى﴾
 انه عدو لابن آدم ﴿مضل﴾ له ﴿مبين﴾ (١٥) ﴿بين الأضلال﴾ قال ﴿نادى﴾ رب انى ظلمت نفسى
 بقتله ﴿فاغفرلى ففرله﴾ انه هو الغفور الرحيم ﴿١٦﴾ أى المتصف بهما أولاً وأبداً ﴿قال﴾ رب بما
 انعمت ﴿بحق انعامك﴾ على ﴿بالمغفرة أعصمنى﴾ فلن اكون ظهيرا ﴿أعوانا﴾ للمجرمين
 ﴿١٧﴾ ﴿الكافرين بعد هذه ان عصمتى﴾ فاصبح فى المدينة خائفا يترقب ﴿ينتظر ما يناله من جهة﴾
 القتل ﴿فاذا الذى استنصره بالامس يستصرخه﴾ يستغيث به على قبطى آخر ﴿قال﴾ له موسى انك
 لغوى مبين ﴿١٨﴾ ﴿بين الغواية لما فعلته أمس واليوم﴾ فلما ان زائدة ﴿اراد ان يبطش بالذى هو عدو﴾
 لهما لا ﴿لموسى﴾ والمستغيث به ﴿قال﴾ المستغيث ظانا انه يبطش به لما قال له ﴿يموسى اتريد ان﴾
 تقتلنى كما قتلت نفسا بالامس صلى ان ﴿ما﴾ تريد الا ان تكون جبارا فى الارض وما تريد ان تكون
 من المصلحين ﴿١٩﴾ ﴿فسمع القبطى ذلك فعلم ان القاتل موسى فانطلق الى فرعون فأخبره بذلك﴾
 فأمر فرعون الدباجين بقتل موسى فأخذوا الطريق إليه قال تعالى ﴿وجاء رجل﴾ هو مؤمن ال فرعون ﴿من﴾
 القبا المدينة ﴿أخبرها﴾ يسعى ﴿يسرع﴾ فى مشيه من طريق أقرب من طريقهم ﴿قال﴾ يموسى ان
 الملا ﴿من قوم فرعون﴾ ياتمرون بك ﴿يتشاورون﴾ لىك ﴿ليقتلوك﴾ فاخرج ﴿من المدينة﴾ انى
 لك من النصحين ﴿٢٠﴾ ﴿فى الأمر بالخروج﴾ فخرج منها خائفا يترقب ﴿لحوق طالب أو غوث الله﴾
 إياه ﴿قال﴾ رب نجنى من القوم الظلمين ﴿٢١﴾ ﴿قوم فرعون﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور جب اپنی جوانی کو پہنچا (تیس یا تینتیس سال کے ہوئے.....) اور پورے زور پر آیا (یعنی چالیس سال کے ہو گئے) ہم نے

عطا فرمایا

اسے حکم (یعنی حکمت) اور علم (یعنی دینی فقاہت) عطا فرمایا (نہی مبعوث کرنے سے بھی پہلے..... ۳.....) اور اسی طرح (جیسا کہ ہم نے اسے صلہ دیا) ہم صلہ دیتے ہیں (اپنی جانوں پر) احسان کرنے والوں کو اور (موسیٰ علیہ السلام) شہر میں داخل ہوا (یعنی فرعون کے شہر میں جس کا نام مصنف..... تھا، کافی مدت وہاں سے غائب رہنے کے بعد) شہر والوں کی عظمت کے وقت (یعنی دو پہر میں ان کے گھونٹے گھونٹے گئے وقت.....) کو اس میں دو موزوں لائے گئے ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا (یعنی اسرائیلی..... تھا) اور دوسرا اس کے دشمنوں سے (یعنی قبطی تھا) جو اسرائیلی کو قابو میں کر رہا تھا تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس سے اٹھو کر فرعون کے باورچی خانہ تک جائے) تو وہ جو اس کے گروہ سے تھا اس نے موسیٰ سے مدد مانگی اس پر جو اس کے دشمنوں میں تھا (اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبلی سے کہا اہل کو چاہئے دو ہے ہیں اس قبلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا اب یہ ایسا نہ ہو کہ میں تم سے اٹھو اور نکال دوں گا) تو موسیٰ نے اس کے گھونٹے مارا (وکنز کا معنی گھونٹنا کر مارنا، آپ علیہ السلام انتہائی قوی اور طاقتور تھے.....) تو اس کا کام تمام کر دیا (یعنی اسے قتل کر دیا) گھونٹا مارنے سے آپ علیہ السلام کا مقصد اسے قتل کرنا نہیں تھا پھر آپ علیہ السلام نے اسے ریت میں دفن کر دیا..... ۸.....) کہا یہ (یعنی قبلی کا قتل) شیطان کی طرف سے ہوا (کہ جس کے میرے جلال کو ابھارا) بیشک وہ (یعنی شیطان) دشمن ہے (انسانوں کا) کھلا گمراہ کرنے والا ہے (متصل مبین یعنی بین الاضلال ہے) فرض کی (اظہار ندامت کرتے) اے میرے رب میں نے (میں اسے قتل کر کے) اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اسے بخش دیا بیشک وہی بخشنے والا مہربان..... ۹..... (یعنی ہمیشہ سے ان دونوں اوصاف سے متصف ہے اور ہمیشہ رہے گا) عرض کی اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر انعام کیا (میرے اس انعام کے حق کے سبب جو تو نے مجھ پر فرمایا تو مجھے محفوظ و محفوظ رکھ) کہ میں ہرگز ہجرتموں کا مددگار نہ ہوں گا..... ۱۰..... (یعنی اگر تو نے مجھے عصمت دے دی تو اس کے بعد ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہوں گا، ظہیرا کے معنی مددگار ہے) تو صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے انتظار کرتے (اس حاملہ کا انتظار کرتے جو مقتول کے درتاء کی طرف آپ علیہ السلام کو بھیجے گا تھا) بھیجی دیکھا کہ وہ جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی فریاد کر رہا ہے (دوسرے قبیلے کے خلاف آپ علیہ السلام سے مدد مانگ رہا ہے) موسیٰ نے اس سے فرمایا بیشک تو کھلا گمراہ ہے (جو پھنکراہل کیا تھا آج بھی وہی کر رہا ہے) تو جب موسیٰ نے چاہا کہ اس پر گرفت کرے جو ان دونوں کا دشمن ہے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور اس کو مدد طلب کرنے والے کا، آیت مذکورہ میں ان زائدہ ہے، وہ مدد طلب کرنے والا) بولا (یہ گمان کر کے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی گرفت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ بات آپ علیہ السلام کے کلام کی وجہ سے سمجھا تھا) بولا: اے موسیٰ! کیا تم مجھے ویسا ہی گل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا تم تو وہی چاہتے ہو کہ زمین میں سخت گیر بنو اور اصلاح کرنا نہیں چاہتے (آیت مذکورہ میں ان معنی مانا تفسیر کے ہے، جب قبلی نے یہ بات سنی تو اس نے جان لیا کہ مقتول قبلی..... ۱۱..... کے قاتل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں وہ فوراً فرعون کے پاس آیا اور اسے اس بات کی خبر دی، یہ سن کر فرعون نے جلاوطن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم دے دیا، اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موبائل لے لے لے اور شہر کے آخری کنارے سے ایک شخص کو دوڑاتا ہوا آیا (جس کو موسیٰ آل فرعون کہتے ہیں تیز چلتے ہوئے ایسے رستے سے آیا جو دیگر فرعونوں کے اختیار کردہ راستوں سے جلد آپ علیہ السلام تک پہنچانے والا تھا) کہا اے موسیٰ بیشک وہ باروا لے (یعنی قوم فرعون) آپ کے بارے میں شہورہ کر رہے ہیں (بالمسرون ہک یعنی بیتشاورون ہک ہے) کہ وہ آپ کو قتل کر دیں تو آپ (شہر سے) نکل جائیں بے شک میں (شہر سے نکل جانے کا حکم دیتے ہیں) آپ کا حیر خواہ ہوں تو اس شہر سے نکلنا ڈرتا ہوا انتظار کرنا (ڈرنا) کرنے والوں کا تھا یا اللہ کی مدد آنے کا) عرض کی کہ اے میرے رب مجھے تم گاروں سے (یعنی قوم فرعون سے) بچالے

قصہ مبارک

﴿تَرْكِيْب﴾

﴿ولو لما بلغ اشدّه واستوى اتينه حكما وعلما﴾.
 و: متناظر، لما بظرفية شرطية، بلغ اشدّه: فعل بافاعل ومفعول، بلكر جملة فعلية معطوف عليه، و: عاطفة: استوى: فعل بافاعل، بلكر جملة فعلية معطوف، بلكر شرط، اتينه: فعل بافاعل ومفعول، حكما وعلما: مفعول، بلكر جملة فعلية جزاء، بلكر جملة شرطية متناظره۔
 ﴿ووكذلك نجزي المحسنين﴾ ۰

و: عاطفة، كذلك بظرف مستقر "جزاء"، مصدر محذوف كيلى صفت، بلكر مفعول مطلق مقدم، نجزي المحسنين: فعل بافاعل ومفعول، بلكر جملة فعلية۔

﴿وودخل المدينة على حين غفلة من اهلها﴾.

و: عاطفة، دخل: فعل، هو: ضمير ذوالحال، على: جار، حين: مضاف، غفلة: موصوف، من اهلها: ظرف مستقر صفت، بلكر مضاف اليه، بلكر مجرور، بلكر ظرف مستقر حال، بلكر فاعل، المدينة: مفعول، بلكر جملة فعلية جملة محذوف "و غاب عن فرعون مدة طويلة لانه اقام في مقر ثلاثين سنة، ثم ذهب الى مدين و اقام فيها عشرين سنين" پر معطوف ہے۔

﴿فوجد فيها رجلين يقتتلان هذا من شيعته وهذا من عدوه﴾.

ف: عاطفة، ووجد: فعل بافاعل، فيها: ظرف لغو، رجلين: موصوف، يقتتلان: جملة فعلية صفت اول، هذا: مبتداء، من شيعته: ظرف مستقر خبر، بلكر جملة اسمية معطوف عليه، و: عاطفة، هذا من عدوه: جملة اسمية معطوف، بلكر صفت ثانی، بلكر مفعول، بلكر جملة فعلية۔

﴿فاستغاثه الذى من شيعته على الذى من عدوه فوكزه موسى فقضى عليه﴾.

ف: عاطفة، استغاثه: فعل ومفعول، الذى: موصول، من شيعته: ظرف مستقر صلة، بلكر فاعل، على: جار، الذى من عدوه: موصول صلة، بلكر مجرور، بلكر ظرف لغو، بلكر جملة فعلية، ف: عاطفة، ف: عاطفة، فقضى عليه: فعل بافاعل وظرف لغو، بلكر جملة فعلية۔

﴿قال هذا من عمل الشيطان انه عدو مضل مبين﴾ ۰

قال: قول، هذا: مبتداء، من عمل الشيطان: ظرف مستقر خبر، بلكر جملة اسمية مقوله، بلكر جملة قولية، انه: حرف شبهه باام، عدو: موصوف، مضل مبين: صفتان، بلكر خبر، بلكر جملة اسمية۔

﴿قال رب انى ظلمت نفسى فاغفر لى فغفر له انه هو الغفور الرحيم﴾ ۰

قال: قول يرب: نداء، انى: حرف شبهه وام، ظلمت نفسى: فعل بافاعل ومفعول، بلكر جملة فعلية معطوف عليه، ف: عاطفة، اغفر لى: فعل امر بافاعل وظرف لغو، بلكر جملة فعلية معطوف، بلكر خبر، بلكر جملة اسمية مقصود بالنداء، بلكر مقوله، بلكر جملة قولية، ف: عاطفة، غفر له: فعل بافاعل وظرف لغو، بلكر جملة فعلية، انه: حرف شبهه وام، هو الغفور الرحيم: جملة اسمية خبر، بلكر جملة اسمية۔

﴿قال رب بما انعمت على فلن اكون ظهيرا للمجرمين﴾ ۰

قال: قول يرب: نداء، بما: جار تسمية، بما مصدرية، انعمت على: فعل بافاعل وظرف لغو، بلكر جملة فعلية بتاويل مصدر مجرور، بلكر ظرف مستقر، فعل محذوف "الاسم" كيلى، بلكر جملة فعلية تسمية، ف: عاطفة، لن: حرف نهي ناصبه، اكون: فعل ناقص باام، ظهيرا للمجرمين: شبهة جملة خبر بلكر جملة فعلية، جملة محذوف "لا توبين" پر معطوف ہے، بلكر جواب قسم، انى قسم سے، بلكر مقصود بالنداء، بلكر مقوله، بلكر جملة قولية۔

﴿فأصبح في المدينة خائفا يترقب فاذا الذي امتنصروه بالامس يستنصروه﴾.

ف: عاطفہ، أصبح: فعل ناقص با اسم، فی المدینۃ: ظرف مستقر حال مقدم، خائفا: ذوالحال، لکر خبر اول، یترقب: جملہ فعلیہ خبر ثانی، لکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا فجائیہ، الذی موصول، امتنصروه بالامس: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، لکر جملہ فعلیہ صلہ لکر مبتدا، يستنصروه: فعل بافاعل ومفعول، لکر جملہ فعلیہ خبر، لکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال له موسى انك لغوى مبين﴾.

قال له موسى: فعل وظرف لغو وفاعل، لکر جملہ فعلیہ قول، انک: حرف مشبہ واسم، لام: ابتدائیہ، لغوی مبین: مرکب تو صغی خبر، لکر جملہ اسمیہ مقولہ، لکر جملہ قولیہ۔

﴿فلما ان اراد ان يعطش بالذي هو عدو لهما قال يموسى اتريد ان تقتلنى كما قتلت نفسا بالامس﴾.

ف: عاطفہ، لما شرطیہ ظرفیہ، ان بزائدہ، اراد: فعل بافاعل مان، مصدر یعطش: فعل بافاعل، ب: جار، الذی موصول، ہو: مبتدا، عدو: موصوف، لهما: ظرف مستقر صفت، لکر خبر، لکر جملہ اسمیہ، وکر صلہ، لکر مجرور، لکر ظرف لغو، لکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، لکر جملہ فعلیہ شرط، فقال: قول، یموسى: نداء، همزه: حرف استفهام، یترید: فعل بافاعل مان، مصدریہ بتقتلنى: فعل بافاعل ومفعول، کاف: جار، ما مصدریہ بتقتلت نفسا بالامس: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، لکر ظرف مستقر، قتلا مصدر محذوف کی صفت، لکر مرکب تو صغی مفعول مطلق، لکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، لکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، لکر مقولہ، لکر جملہ قولیہ، جواب شرط، لکر جملہ شرطیہ ﴿ان ترید الا ان تكون جبارا فی الارض وما ترید ان تكون من المصلحين﴾.

ان: تانیہ، ترید: فعل بافاعل، الا: اداة جصر، ان: مصدریہ، تكون: فعل ناقص با اسم، جبارا: موصوف، فی الارض: ظرف مستقر صفت، لکر خبر، لکر جملہ فعلیہ مفعول، لکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما ترید: فعل نقی بافاعل، ان: مصدریہ، تكون من المصلحين: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، لکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجاء رجل من اقصى المدينة يسعى﴾.

و: عاطفہ محذوف علی محذوف "فذهب القبطی الذی سمع ما قاله الا سرائیلی وقد علم ان موسى قاتل القبطی الاول الی فرعون، و اخبره بجلیة الامر، ففضب فرعون، و امر بقتل موسى" جاء: فعل، رجل: موصوف، يسعى: جملہ فعلیہ صفت، لکر فاعل، من اقصى المدینۃ: ظرف لغو، لکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال يموسى ان الملايا تمرون بك ليقتلوك﴾.

قال: قول، یموسى: نداء، ان الملا: حرف مشبہ واسم، یا تمرون بک: فعل بافاعل وظرف لغو، لیقتلوك: ظرف لغو ثانی، لکر جملہ فعلیہ خبر، لکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، لکر مقولہ، لکر جملہ قولیہ۔

﴿فأخرج انى لك من النصحين﴾.

ف: فصحیہ، اخرج: فعل امر بافاعل، لکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان سمعت نصیحتی" کیلئے جزا، لکر جملہ شرطیہ، انی: حرف مشبہ و "سی" ضمیر ذوالحال، لك: ظرف مستقر حال، لکر اسم، من النصحین: ظرف مستقر خبر، لکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فأخرج منها خائفا يترقب قال رب نجني من القوم الظلمين﴾.

ف: عاطفہ محذوف علی محذوف "فعمل موسى بنصیحتہ" اخرج: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، خائفا: حال اول، یترقب: جملہ فعلیہ

حال ثانی، بلکہ قائل، منہا: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ، قال: قول، ووب: وءاء، جنسی: فعل امر بافاعل وفعال، یعنی المقوم
الظلمین: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، بلکہ مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ

تشریح و توضیح و اغراض

اشدہ واستوی کی تحقیق:

۱..... علامہ رازی فرماتے ہیں: (۱)..... اشد کا معنی جسمانی و بدنی قوتوں کا کمال تک پہنچنا ہے، اور استواء کا معنی قوت عقلیہ کا کمال ہے مراد یہ ہے کہ جب جسمانی و عقلی قوت کمال تک پہنچی۔ (۲)..... اشد کا معنی قوت کا کمال درجے کو پہنچنا اور استواء کا معنی خلقت کا کمال درجے کو پہنچنا، مراد یہ ہے کہ جب ان کی خلقت اپنے کمال کو پہنچی۔ (۳)..... اشد کہتے ہیں بلوغت کو پہنچنے کو اور استواء کا معنی تخلیق کا کمال ہونا، یعنی اللہ نے ان کے جسم کو جہاں تک بنایا تھا وہاں تک کمال بنا دیا۔ (۴)..... حضرت ابن عباس کہتے ہیں عام طور پر انسان اٹھارہ سے تیس سال کی عمر تک اشد ہوتا ہے اور اس کی قوت و جسامت میں اضافہ ہوتا ہے، تیس سے چالیس سال تک اسی کیفیت میں رہتا ہے کہ نہ تو قوت و جسامت میں اضافہ ہوتا ہے نہ ہی کمی ہوتی ہے، ہاں چالیس سال سے جسامت و قوت میں کمی ہونا شروع ہوتی ہے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ ابن عباس کا ارشاد برحق ہے کہ انسانی عمر کی ابتداء سے اس میں نشرو نما شروع ہوتی ہے، پھر وہ اسی حالت پر قائم رہتا ہے، پھر اس کے بعد اس کا جسم کم ہونا شروع ہوتا ہے، انسانی جسم کی نشرو نما کا سلسلہ تیس سال تک ہوتا ہے اور تیس سے لیکر تیس سال کی عمر تک نشرو نما بہت کم ہوتی ہے اور اس کی قوت میں بتدریج اضافہ ہوتا ہے اور تیس سے چالیس سال کی عمر میں بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے اور تیس سے چالیس سال تک اسی حالت پر قائم رہتا ہے اور چالیس سے ساٹھ سال کی عمر تک اس کی جسامت میں کمی ہوتی ہے لیکن یہ کمی غیر واضح اور مخفی ہوتی ہے اور ساٹھ سال سے آخر عمر تک اس کے جسم میں واضح کمی ہوتی ہے۔

(الرازی، ج ۸، ص ۵۸۳)

علم و حکمت عطا فرمانے کا بیان:

۲..... تو ہم نے انہیں حکم یعنی نبوت اور علم دیا، علم سے مراد اللہ ﷻ کی معرفت اور اس کے احکام کی پہچان ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد نبوت دینا نہیں ہے، کیونکہ وہ تو آپ کو ہجرت کے بعد مدین سے واپسی پر عطا ہوئی تھی، بلکہ اس سے مراد احکام شریعہ کی فقہانہت و علم کا عطا کرنا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہاں حرف عطف واو مطلق جمع کے لئے ہے اور اس میں ترتیب پر کوئی دلیل موجود نہیں، نبوت اگرچہ ہجرت کے بعد آپ کو عطا ہوئی لیکن یہاں اس کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ اس وعدے کے بیان کی تکمیل ہو جائے جو اللہ نے آپ کی والدہ سے کیا تھا اور فرمایا: "انارادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین"۔ (المظہری، ج ۵، ص ۳۶۷)

نبوت چالیس سال میں دینے جانے کا مسئلہ:

۳..... علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں: جمہور کے نزدیک ہمارے نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا گیا اور اسی طرح سے ہر نبی کے ساتھ ہوتا ہے سوائے بعض کے، اور بعض احباب چالیس سال کے ہونے کی شرط نہیں لگاتے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور انہیں آسمانوں پر اٹھایا گیا ہے اور جس وقت انہیں آسمان پر اٹھایا گیا ان کی دنیاوی کنفی کے اعتبار سے عمر مبارک تینتیس (۳۳) سال تھی، حضرت یوسف علیہ السلام اٹھارہ سال کی عمر میں، حضرت یحییٰ علیہ السلام نابالغی کی عمر میں یعنی دو یا تین سال کی عمر میں اور انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک یا نصف سال پہلے شہید کر دیا۔

(روح البیان، ج ۶، ص ۴۹۸)

علامہ محمود بن عمر انصاری الخوارزمی کہتے ہیں:

بہر نئی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا۔ (الکشاف، ج ۲، ص ۲۰۶) علامہ احمد رضا حنفی مکتبہ دہلی نے اس بارے میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا اور چالیس سال کی عمر میں آسمانوں پر اٹھایا گیا، اس لئے چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کرنے یا مبعوث کئے جانے کا حکم تخلیقی ہے یعنی یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ کثیر ہے۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی حنفی کہتے ہیں کہ

جن لوگوں کو یہ شہید ہوا کہ نبوت کسی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ انبیاء کرام انظہار رسالت سے پہلے یا تو مخلوق سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں یا پھر عبادت کرتے ہیں اور ان میں وحی کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے تاکہ وہ اس حالت کی طرف لوٹ سکیں جو اللہ نے ان کے لئے مقدر کی ہے، سو جو لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ پہلے مخلوق سے کنارہ کش تھے اور عبادت کرتے تھے پھر ان کو نبوت عطا ہوئی اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو نبوت ان کے کسب سے حاصل ہوئی لیکن یہ ان کا وہم ہے اور ان کی نظر کی کوتاہی ہے، اور شیخ محی الدین ابن عربی نے الفتوحات مکہ کے باب نمبر ۲۹۸ میں لکھا ہے کہ جس نے یہ کہا کہ نبوت کسب سے حاصل ہوئی ہے اس نے خطا کی، نبوت صرف اللہ کی عطیہ سے مختص ہے۔ (التواقیات العوارضہ، ص ۳۰۲ وغیرہ) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کہتے ہیں کہ

نبوت کسی نہیں کذا آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعہ حاصل کر سکتا ہے، بلکہ محض عطائے الہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے، ہاں دیتا ہی کو ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارج نبوت طے کر چکا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزه ہوتا ہے جو باعث نفرت ہو اسے عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اس کے لاہوں جسے کو نہیں پہنچ سکتی۔ ﴿اللہ اعلم حث یجعل رسالتہ اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے﴾ (الانعام: ۱۲۴) ﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَن یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾ یہ اللہ کا فضل ہے جسے دے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (الحجۃ: ۴)۔

(بہار شریعت مجرحہ، نبوت کا بیان، حصہ ۱، ج ۱، ص ۳۶) ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے جواب ارشاد فرمایا: ”جب حضرت آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔“ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ماجاء فی فضل النبی ﷺ، رقم: ۳۶۲۹، ص ۱۰۳۵)

علامہ شعرانی کہتے ہیں: اگر تم پوچھو کہ کیا سیدنا محمد ﷺ کے ہوا کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی و مٹی کے درمیان تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ کسی اور کو بھی یہ مقام دیا گیا ہو، باقی حضرات انبیائے کرام صرف اپنی رسالت کے ایام محسوسہ میں ہی نبی تھے، اگر تم پوچھو کہ آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ میں اس وقت بھی انسان تھا، یا اس وقت بھی موجود تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ نبوت کا ذکر یہ بتانے کے لئے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کو تمام انبیائے کرام سے پہلے نبوت دی گئی، کیونکہ نبوت اسی وقت مٹی ہے جو وقت اس کے لئے اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں متعین ہوتا ہے۔ علامہ شعرانی مزید لکھتے ہیں کہ

تمام انبیائے کرام و مرسلین عظام کے مدد طلب کرنے کی جگہ سیدنا محمد ﷺ کی روح ہے کیونکہ آپ ﷺ ہی قطب الاقطاب ہیں، اور آپ ﷺ ہی تمام اولین و آخرین لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں، اور آپ ہی ہر نبی و نبی کی مدد کرنے والے ہیں خواہ ان کا ظہور آپ ﷺ سے پہلے ہو جب آپ ﷺ غیب میں تھے، یا جب آپ ﷺ عالم شہادت میں ظاہر ہو گئے اور یا جب آپ ﷺ برزخ میں منتقل ہو چکے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی رسالت کے انوار متقدمین و متاخرین کے عالم سے کبھی منقطع نہیں ہوئے۔ اگر تم کہو کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ ﷻ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا، اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ ﷻ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو ان میں تطبیق کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں کا معنی واحد ہے کیونکہ اللہ ﷻ نے سب سے پہلے سیدنا محمد ﷺ کی حقیقت کو پیدا کیا، اور اس حقیقت کو کبھی عقل سے تعبیر کیا اور کبھی نور سے۔

(البروقیت، الحواہر، ص ۳۳۹)

منف کسے کہتے ہیں؟

۴..... اسباب منع صرف میں سے علمیت اور تانیث یا علمیت و عجمہ ہے، مصر کے مضافاتی علاقے کا نام ہے ایک قول کے مطابق مصر کی کسی بستی کا نام ہے جسے ”ام خنان“ بھی کہتے ہیں جو کہ مصر سے دوفرخ کے فاصلے پر ہے، ایک قول کے مطابق مصر ہی کو کہتے ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ سورج ڈوبنے کا علاقہ منف کہلاتا ہے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۸۳)

وہ شہر یا تو منف تھا جو حد و مصر میں ہے، اصل اس کی مانہ ہے زبان قبلی میں اس لفظ کے معنی ہیں تیس ۳۰ یہ پہلا شہر ہے جو طوفان حضرت نوح ﷺ کے بعد آباد ہوا اس شہر میں مصر بن حام نے اقامت کی، یہ اقامت کرنے والے کل تیس تھے اس لئے اس کا نام مانہ ہوا پھر اس کی عربی منف ہوئی یا وہ شہر حابین تھا جو مصر سے دوفرخ کے فاصلے پر تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ شہر عین شمس تھا۔

(بخاری، العرفان، القصص، ۱۰، حاشیہ: ۳۳)

قیلولہ کے وقت کو غفلت کا وقت قرار دینا:

۵..... مفسرین کرام کے اس بارے میں کئی اقوال ہیں غفلت کا وقت کونسا تھا؟ مفسر جلال نے قیلولہ کے وقت کو غفلت کا وقت قرار دیا ہے، ایک قول نصف نہار کے وقت کے بارے میں بھی ملتا ہے جس میں لوگ غفلت کا شکار ہوتے ہیں، مغرب و عشاء کے درمیانی وقت کو بھی غفلت کا وقت کہا جاتا ہے، حضرت موسیٰ ﷺ کا اس وقت میں شہر میں داخل ہونے کا سبب یہ بنا کہ حضرت موسیٰ ﷺ ”ابن فرعون“ کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے اور فرعون کی سوار یوں پر سوار ہوتے اور اس کے دیئے کپڑے پہنتے، ایک دن فرعون سواری پر سوار ہوا تو حضرت موسیٰ ﷺ غائب تھے، بعد میں بتایا گیا تو حضرت موسیٰ ﷺ اس کے پیچھے روانہ ہوئے اور منف نامی علاقے میں داخل ہوئے جس کے اطراف میں کوئی اور راستہ نہ جاتا تھا۔

(الحازن، ج ۳، ص ۲۰۹)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

ہمارے اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالیٰ باسرار ہم نے قیلولہ کے لئے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز و تلاوت نہیں یعنی ضحوة کبریٰ سے نصف نہار تک، وہ فرماتے ہیں کہ چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہیے کہ پیش از زوال وضو سے فارغ ہو کر وقت زوال کہ ابتدائے ظہر ہے ذکر و تلاوت میں مشغول ہو، امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سمرودی ”عوارف“ میں فرماتے ہیں:

نماز چاشت سے فراغت کے بعد اور اس کے بعد کی مقررہ تعداد کی رکعتیں ادا کر کے سونا اچھا اور مناسب ہے، سفیان ثوری نے فرمایا کہ صوفیائے کرام جب نماز و اوراد سے فارغ ہو جاتے تو سلامتی اور عافیت کے لئے سونے کو پسند کرتے تھے اور (دوپہر سے

نسل) سونے میں مندر و فوانیک ہیں ان میں سے ایک راست کے قیام میں مدد ملتی ہے، آگے چل کر صاحب نے مزید فرمایا: طالب حقیقت کو چاہیے کہ زوال سے کچھ وقت پہلے ٹینک سے بیدار ہو جائے تاکہ استواء سے پہلے وضو اور طہارت سے فارغ ہو کر استواء کے وقت (جو کہ ابتدائے ظہر ہے) قبلہ رخ ہو کر ذکر یا تسبیح یا تلاوت میں مصروف ہو جائے۔

(الفتاویٰ الرضویہ مع ترجمہ رسالہ القلاۃ المرصعة فی نحر الاحویۃ الاربعۃ الشرعیۃ لہانوی کہ جہار فتووں کا رد، ج ۷، ص ۸۷)

اسرائیلی قوم کون تھی؟

یہ..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو فرزند ابرہہ و مندر حضرت اسماعیل علیہ السلام و حضرت اسحاق علیہ السلام تھے، حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل میں کنی انجائے کرام مبعوث ہوئے جن میں سرفہرست حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔

وکز کی تحقیق:

یہ..... وکز کے معنی طعن کرنا، کسی چیز کو دور کرنا، یا ہاتھ سے کسی کو مارتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے ﴿فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ أَنِ اسْمُكَ مَا رَأَىٰ الْقَوْمُ﴾ (المفردات، ص ۵۴۶) حافظ ابن عساکر کہتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ اسرائیلی کو چھوڑ دو، اس فرعون نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام! اس نے ہمارے مالک فرعون کو بڑا کہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا غیبت اتم جھوٹ بولتے ہو مالک تو ”اللہ وحدہ لا شریک“ ہے اور فرعون کے کاموں پر لعنت ہو، جب فرعون نے یہ بات سنی تو وہ اسرائیلی کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لڑنے لگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو گھونسا مارا اور وہ قضاہ مر گیا۔

(تاریخ دمشق، ج ۶، ص ۲۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وساوس کا جنم لینا!

۱..... امام رازی کہتے ہیں کہ اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کچھ اعتراضات اور وساوس جنم لیتے ہیں کہ جو کہ ترتیب وار یوں ہیں: (۱)..... اگر قبلی مستحق قتل تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ﴿هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ يَهْدِيكُمْ إِلَىٰ سَبِيلٍ مُّبِينٍ﴾ سے ہے ﴿النقص: ۱۰﴾ اور ﴿وَرَبُّكَ انْسَىٰ ظَلَمْتَ نَفْسِي فَاعْفُرْ لِي فَاعْفُرْ لَهُ﴾ میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اُسے بخش دیا ﴿النقص: ۱۶﴾ اور ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُذَا إِذَا وَاَنَا مِنَ الضَّالِّينَ﴾ میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی ﴿النقص: ۲۰﴾ کیوں فرمایا؟ اور اگر مستحق قتل نہ ہو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب معصیت و گناہ کا منسوب ہونا لازم آتا ہے؟ (۲)..... اللہ جل جلالہ کا فرمان ﴿وَهَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ يَهْدِيكُمْ إِلَىٰ سَبِيلٍ مُّبِينٍ﴾ اس کا خون میاح تھا، پھر استنقار کیوں فرمایا؟ اور میاح کام کے کرنے پر استنقار کرنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں میاح کے حرام ہونے کا شبہ ہوتا ہے، لہذا ایسا کیوں کیا؟ (۳)..... مکار نے سے آپ کا مقصد بظاہر قتل کرنا نہیں تھا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قتل خطا ہوا ہے، پھر استنقار کیوں فرمایا؟ (اول)..... جواب یہ ہے کہ کافر میاح الدم ہے کہتا کیوں جائز نہیں ہے، اللہ جل جلالہ کا فرمان ﴿هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ يَهْدِيكُمْ إِلَىٰ سَبِيلٍ مُّبِينٍ﴾ کی طرف سے ہے ﴿النقص: ۱۰﴾ کے کئی جواب ہو سکتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کافر کے قتل کو ابتدائی دور ہی میں میاح کر دیا ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبلی کے قتل کرنے میں تاخیر فرمائی اس لئے مستحب کام میں تاخیر ہو جانے کی وجہ سے ﴿هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ يَهْدِيكُمْ إِلَىٰ سَبِيلٍ مُّبِينٍ﴾ کی طرف سے ہے ﴿النقص: ۱۰﴾ فرمایا ہو۔ (دوم)..... ہو سکتا ہے کہ ”ہذا“ اسم اشارہ کا

ان عصمتی: فرعون کی صحبت، انتظامی امور، لشکر و جاہ و منصب کو مجرمین ہونے کے ساتھ ظاہر کر کے عصمت ظاہر کیا۔
علی لہطی آخر: قطبی ان سے مدد طلب کر رہا تھا۔

قال له موسى: ابن عباس کا قول ہے کہ فرعون کی قوم نے فرعون کو اطلاع دی کہ بنی اسرائیل نے ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے، اس پر فرعون نے کہا کہ قاتل اور گواہوں کو تلاش کرو، فرعونی گشت کرتے ہوئے پھر رہے تھے کہ انہیں کوئی ثبوت نہیں ملا، دوسرے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پھر ایسا ہی اتفاق ہوا کہ وہی بنی اسرائیل جس نے ایک روز مدد چاہی تھی آج پھر کسی فرعونی سے لڑ رہا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر فریاد کرنے لگا۔

لما فعلته امس الیوم: یعنی تم نے کل ایک آدمی کے ساتھ معاملہ کیا اور تیری وجہ سے میں نے اسے قتل کر دیا، اور آج تو مزید کسی اور سے لڑتا ہے اور مجھ سے مدد چاہتا ہے۔

هو مومن آل فرعون: مراد فرعون کے چچا زاد بھائی ہیں جس کا نام حزقیل تھا، ایک قول یہ ہے کہ شمعون نام تھا، ایک قول سمعان کہا گیا اور اس کا ذکر فرمان پاک ﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ﴾ میں ملتا ہے۔ (الصاوی، ج ۴، ص ۲۸۳ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

مرد کے لیے سونے وموتی کے کنگن کا حکم:

حضرت زید سے روایت ہے کہ ایک شخص حبل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا، حضور ﷺ نے فرمایا: ”کیا بات ہے کہ تم سے بت کی نہ آتی ہے؟ انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی، پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے، فرمایا: ”کیا بات ہے کہ تم جنسیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو؟“ اسے بھی پھینکا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کس چیز کی انگوٹھی پہنیں؟ فرمایا: ”چاندی کی بناؤ اور ایک شقال پورا نہ کرو، یعنی ساڑھے چار ماشے کم ہو۔“

(سنن ابو داؤد، کتاب الخاتم، باب: ما جاء فی خاتم الحديد، رقم: ۴۲۲۳، ص ۷۸۴)

☆ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ لوہے کے بعد سونے کی انگوٹھی پہن کر آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”کیا بات ہے کہ تم کو جنتیوں کا زیور پہنے دیکھتا ہوں، یعنی سونا تو جنتیوں کا زیور

ہے۔“ (سنن ترمذی، کتاب الفلاس، باب ما جاء فی خاتم الحديد، رقم: ۱۷۹۲، ص ۵۳۸)

نرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے، صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے، جو وزن میں ایک شقال یعنی ساڑھے چار ماشے سے کم ہو اور سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے، نکواری

کا طبع چاندی کا جائز ہے یعنی اس کے نیام اور بعض یاہرے میں چاندی لگائی جاسکتی ہے، بشرطیکہ وہ چاندی موضع استعمال میں نہ ہو۔ (الدر المستعار مع رد المحتار، کتاب

الحضرة الامانة فصل فی اللباس، ج ۹، ص ۵۰۷)

بعض علماء نے کہا نقب (یعنی ایک قیمتی پتھر کا نام جو مال بہ بڑی ہوتا ہے)، اور عقیق (ایک سرخ رنگ کا قیمتی پتھر) کی انگوٹھی سے بچا جائے اور بعض نے ہر قسم کے پتھری

انگوٹھی کی اجازت دی ہے اور بعض نے سب کی ممانعت کی ہے۔ لہذا احتیاطاً کا تقاضا یہ ہے کہ چاندی کے سوا ہر قسم کی انگوٹھی سے بچا جائے، خصوصاً جب کہ صاحب حدیث جیسے طویل

(بہار شریعت معرکہ، انگوٹھی اور زیور کا بیان، حصہ ۱۶، ج ۲، ص ۴۶۶)

التقدیر کا میلان اس سب کے عدم حجاز کی طرف ہے۔

رکوع نمبر: ۶

﴿ ولما توجه ﴿ قَصَدَ بِوَجْهِهِ ﴾ تَلْقَاءَ مَدِينٍ ﴿ جَهَّتْهَا وَهِيَ قَرْيَةٌ شُعَيْبٌ مَسِيرَةٌ ثَمَالِيَّةٌ أَيَّامٌ مِنْ مِصْرَ
سَمِيَتْ بِمَدِينِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ وَلَمْ يَكُنْ يَعْرِفُ طَرِيقَهَا ﴾ قَالَ عَسَى رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿ (۲۲) ﴾ أَى
قَصَدَ الطَّرِيقَ أَى الطَّرِيقَ الْوَسْطَ إِلَيْهَا فَأَرْسَلَ اللَّهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِيَدِهِ عَنزَةٌ فَأَنْطَلَقَ بِهِ إِلَيْهَا ﴿ ولما ورد ماء
مدین ﴿ بَشَّرَ لِيَهَا أَى وَصَلَ إِلَيْهَا ﴾ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةٌ ﴿ جَمَاعَةٌ كَثِيرَةٌ ﴾ مِنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ﴿ ﴿ مَوَاشِيَهُمْ ﴾
وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ ﴿ أَى سِوَاهُمْ ﴾ أُمَّرَاتَيْنِ تَدُودِنِ ﴿ تَمْنَعَانِ إِغْنَامَهُمَا عَنِ الْمَاءِ ﴾ قَالَ ﴿ مُوسَى لَهُمَا ﴿ مَا
خَطْبُكُمَا ﴿ أَى شَأْنُكُمَا لَا تَسْقِيَانِ ﴾ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يَصْدُرَ الرَّعَاءُ سَكَنًا ﴿ جَمْعُ رَاعٍ أَى يَرْجِعُوا مِنْ
سَقْيِهِمْ خَوْفَ الزَّحَامِ فَنَسَقِي وَفِي قِرَائَةِ يُصْدِرُ مِنَ الرَّبَاعِيِّ أَى يُصِرُّوْا مَوَاشِيَهُمْ عَنِ الْمَاءِ ﴿ وَاوْنَا شَيْخَ
كَبِيرٍ ﴿ (۲۳) ﴾ لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يَسْقِيَهُ ﴿ فَسَقَى لَهُمَا ﴿ مِنْ بَنِي أُخْرَى بِقَرْبِهَا رَفَعَ حَجْرًا عَنْهَا لَا يَرْفَعُهُ إِلَّا
عَشْرَةَ أَنْفُسٍ ﴿ ثُمَّ تَوَلَّى ﴿ انْصَرَفَ ﴿ إِلَى الظِّلِّ ﴿ لِسَمَرَةٍ مِنْ شِدَّةِ حَرِّ الشَّمْسِ وَهُوَ جَائِعٌ ﴿ فَقَالَ رَبِّ
أَنْتَ لَمَّا أَنْزَلْتَ إِلَى مِنْ خَيْرٍ ﴿ طَعَامٌ ﴿ فَقِيرٌ ﴿ (۲۴) ﴿ مُنْحَاجٌ فَرَجَعْنَا إِلَى أَبِيهِمَا فِي زَمَنِ أَقَلِّ مِمَّا كَانَا
تَرْجِعَانِ فِيهِ فَسَأَلَهُمَا عَنْ ذَلِكَ فَأَخْبَرْتَاهُ بِمَنْ سَقَى لَهُمَا فَقَالَ لِأَخِذْهُمَا أَدْعِيهِ لِي قَالَ تَعَالَى ﴿ فَجَاءَتْهُ
أَحَدُهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ ﴿ أَى وَاضِعَةً كَيْفَ دَرَعَهَا عَلَى وَجْهِهَا حَيَاءً مِنْهُ ﴿ قَالَتْ أَنْ أَبِي يَدْعُوكَ
لِيَجْزِيكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ﴿ فَأَجَابَهَا مُنْكَرًا فِي نَفْسِهِ أَخَذَ الْأُجْرَةَ وَكَانَهَا قَصْدَتِ الْمُكَافَأَةِ إِنْ كَانَ
بِمَنْ يُرِيدُهَا فَمَشَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَجَعَلَتِ الرِّيحُ تَضْرِبُ ثَوْبَهَا فَتَكْشِفُ سَاقَهَا فَقَالَ لَهَا إِمْسِي خَلْفِي وَ
دَلِّيْنِي عَلَى الطَّرِيقِ فَفَعَلَتْ إِلَى أَنْ جَاءَ أَبَاهَا وَهُوَ شُعَيْبٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعِنْدَهُ عِشَاءٌ قَالَ لَهُ اجْلِسْ فَتَمَشَّ
قَالَ أَخَافُ أَنْ يَكُونَ عِوَضًا مِمَّا سَقَيْتَ لَهُمَا وَأَنَا أَهْلُ بَيْتٍ لَا نَطْلُبُ عَلَى عَمَلٍ خَيْرٍ عِوَضًا قَالَ لَا عَادَتِي
وَعَادَةُ آبَائِي نَقْرِي الضُّيْفَ وَنُطْعِمُ الطَّعَامَ فَآكُلُ وَأَخْبَرَهُ بِحَالِهِ قَالَ تَعَالَى ﴿ فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ
الْقِصَصَ ﴿ مَضْطَرًّا بِمَعْنَى الْمَقْضُوصِ مِنْ قَتْلِهِ الْقَبِيْطِيِّ وَقَصْدِهِمْ قَتْلَهُ وَخَوْفِهِ مِنْ فِرْعَوْنَ ﴿ قَالَ لَا تَخَفْ
لَنْ نَجُوتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿ (۲۵) ﴿ إِذْ لَا سُلْطَانَ لِفِرْعَوْنَ عَلَى مَدْيَنَ ﴿ قَالَتْ أَحَدُهُمَا ﴿ وَهِيَ الْمُرْسَلَةُ
الْكُبْرَى أَوْ الصُّفْرَى ﴿ يَابَتْ اسْتَاغْرَهُ ﴿ اتَّخَذَهُ أَجِيرًا يَرْعَى غَنَمَنَا أَى بَدَلْنَا ﴿ أَنْ خَيْرٍ مِنْ اسْتَاغْرَتْ
الْقَوَى الْأَمِينَ ﴿ (۲۶) ﴿ أَى اسْتَاغْرَهُ لِقُوْتِهِ وَأَمَانَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُمَا فَأَخْبَرْتَهُ بِمَا تَقَدَّمَ مِنْ رَفْعِهِ حَجَرَ الْبَيْرِ وَمِنْ
قَوْلِهِ لَهَا إِمْسِي خَلْفِي وَزِيَادَةَ أَنَّهَا لَمَّا جَاءَتْهُ وَعَلِمَ بِهَا صَوْبَ رَأْسَةٍ فَلَمْ يَرْفَعَهُ فَرَعْبٌ فِي انْكَاحِهِ ﴿ قَالَ
أَنْتِ أَرِيدُ أَنْ تَكْحِكِي أَحَدِي ابْنَتِي هَتَيْنِ ﴿ وَهِيَ الْكُبْرَى وَالصُّفْرَى ﴿ عَلَى أَنْ تَأْجُرْنِي ﴿ تَكُونُ أَجِيرًا
لِي لِي رَعَى غَنَمِي ﴿ لَمَنْ حَجَّجَ ﴿ أَى سَنَّ ﴿ فَإِنَّ أُمَّتَ عَشْرًا ﴿ أَى رَعَى عَشْرَ سِنِينَ ﴿ لَمَنْ

﴿ولو لما توجه تلقاء مدين قال عسي ربي ان يهديني سواء السبيل﴾
 و: مستأنف، لما بشرطية بتوجه: فعل بافاعل، تلقاء مدين: ظرف مكان، بلكر جمله فعلية شرط، فقال، قول، عسي: فعل
 رجاء يعزى: اسم بان مصدرية، يهديني سواء السبيل: جمله فعلية بتاويل مصدر خبر، بلكر مقوله، بلكر جمله قولية جزاء، بلكر جمله شرطية مستأنف۔
 ﴿ولو لما ورد ماء مدين وجد عليه امة من الناس يسقون ووجد من دونهم امراتين تذودان﴾
 و: عاطفة، لما بشرطية، ورد ماء مدين: فعل بافاعل ومفعول، بلكر جمله فعلية شرط، بوجد عليه: فعل بافاعل وظرف لغو، امة بموصوف، من
 الناس: ظرف مستقر صفت اول، يسقون: جمله فعلية صفت ثانی، بلكر مفعول، بلكر جمله فعلية معطوف عليه، بو: عاطفة، بوجد من
 دونهم: فعل بافاعل وظرف لغو، امراتان بموصوف، تذودان: جمله فعلية صفت، بلكر مفعول، بلكر معطوف، بلكر جزاء، بلكر جمله شرطية۔
 ﴿قال ما خطبكم﴾

قال: قول، بما: استفهامية مبتداء، خطبكم: خبر بلكر جمله اسمية مقوله، بلكر جمله قولية۔

﴿قالنا لانسقى حتى يصدرو الرعاء واهونا شيخ كبير﴾
 قالنا: فعل بافاعل، بلكر جمله فعلية ہو کر قول، لانسقى: فعل نفي "ونحن، نهمير مستتر زوال حال، و: حالیه، اہونا مبتداء، شيخ كبير: مرکب
 توصیفی خبر، بلكر جمله اسمية حال، بلكر فاعل، حتى: جار، يصدرو الرعاء: جمله فعلية بتمدد یران مجرور، بلكر ظرف لغو، بلكر جمله فعلية ہو کر
 مقوله، بلكر جمله قولية۔

﴿فسقى لهما ثم تولى الى الظل﴾

ف: عاطفة، سقى: فعل بافاعل، لهما: ظرف لغو مفعول محذوف "غنمهما"، بلكر جمله فعلية، ثم: عاطفة، تولى: فعل بافاعل، الى
 الظل: ظرف لغو، بلكر جمله فعلية۔

﴿فقال رب لما انزلت الى من خير فقير﴾

ف: عاطفة، قال، قول، رب: نداء، لام: جار، ما بموصولة، انزلت الى: جمله فعلية صلہ، بلكر ذوالحال، من خير: ظرف مستقر حال، بلكر
 مجرور، بلكر ظرف لغو مقدم، فقير: صفت مشبہ بافاعل، بلكر شبه خبر، بلكر جمله اسمية مقصود بالنداء، بلكر مقوله، بلكر جمله قولية۔

﴿فجاءته احد هما تمشي على استحياء﴾

ف: عاطفة، جاءته: فعل ومفعول، احد هما: ذوالحال، تمشي: فعل "هي، نهمير مستتر زوال حال، على استحياء: ظرف مستقر
 حال، بلكر فاعل، بلكر جمله فعلية حال، بلكر فاعل، بلكر جمله فعلية، جمله محذوف "فخرجنا الى ابههما في زمن اقل مما كانتا تستتزن
 فانه في السقى فسألهما عن سبب ذلك، فاخبرناه بقصة من سقى لهما فقال لاحدهما ادعيه لي"۔

﴿قالت ان ابى يدعوك ليجزيك اجر ما سقيت لنا﴾

قالت: قول، ان ابى: حرف مشبه واسم، يدعوك: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، ييجزيك: فعل بافاعل
 ومفعول، اجر: مضاف، ما سقيت لنا: جمله فعلية بتاويل مصدر مضاف اليه، بلكر مفعول ثانی، بلكر جمله فعلية بتمدد یران مجرور، بلكر ظرف
 لغو، بلكر جمله فعلية خبر، بلكر جمله اسمية مقوله، بلكر جمله قولية۔

﴿فلما جاءه وقص عليه القصص قال لا تحف نجوت من القوم الظالمين﴾

ف: عاطفة، معطوف على محذوف "فاجابها لآلها محمد الاجر ولكن لاجل التبرك بابيها لما سمع منهما: انه شيخ

کبیر، فمشت امامہ، فجعلت الريح تضرب ثوبها، فكشف ساقها، او الزفت الريح ثوبها بجسدها، فوصفة فقال لها: امشي خلفي ودليني على الطريق، فجعلت الي ان دخل عليه "لما: شرطية ظرفية، جاءه: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قص عليه القصص: جملہ فعلیہ معطوف، ملكر شرط، قال قول، لا تعف: جملہ فعلیہ مقولہ اول، نسجوت: فعل باقاعل، من القوم الظلمين: ظرف لغو، ملكر جملہ فعلیہ مقولہ ثانی، ملكر جملہ قولیہ جزاء، ملكر جملہ شرطیہ۔

﴿قالت احدهما يا ابت استاجره ان خير من استاجرت القوى الامين﴾

قالت احد هما: قول، يا ابت: نداء، استاجره: فعل امر باقاعل ملكر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملكر مقولہ ملكر جملہ قولیہ، ان حرف مشبہ، وخير مضاف، من استاجرت: موصولة صلة، ملكر مضاف اليه، ملكر اسم، القوى الامين: خبر ان، ملكر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿قال اني اريد ان انكحك احدى ابنتي هتين على ان تاجرنى ثمنى حجج﴾

قال: قول، اني: حرف مشبہ واسم، اريد: فعل باقاعل، ان: مصدریہ، انكح: فعل باقاعل، ك: ضمير ذوالحال، على: جار، ان: مصدر یہ، تاجرنی: فعل باقاعل ومفعول "نفسك" مفعول ثانی محذوف، ثمنانی حجج: ظرف، ملكر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملكر ظرف مستقر حال، ملكر مفعول اول، احدی: مضاف، ابنتی: موصوف، هتین: مفعول، ملكر مضاف اليه، ملكر مفعول ثانی، ملكر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملكر جملہ فعلیہ خبر، ملكر جملہ اسمیہ ہوكر مقولہ، ملكر جملہ قولیہ۔

﴿فان اتهمت عشرا فمن عندك﴾

ف: عاطفہ، ان شرطیہ، اتهمت عشرا: فعل باقاعل ومفعول، ملكر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، من عندك: ظرف مستقر مبتدا محذوف "التعام" کیلئے خبر، ملكر جملہ اسمیہ ہوكر جواب شرط، ملكر جملہ شرطیہ۔

﴿وما اريد ان اشق عليك مستجدني ان شاء الله من الصالحين﴾

و: عاطفہ، ما اريد: فعل نفي باقاعل، ان: مصدریہ، اشق عليك: فعل باقاعل و ظرف لغو، ملكر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملكر جملہ فعلیہ، مسين حرف استقبال، تجدني: فعل باقاعل ومفعول، من الصالحين: ظرف لغو، ملكر جملہ فعلیہ، ان: شرطیہ، شاء الله: جملہ فعلیہ جزاء محذوف "فجدني من الصالحين" کیلئے شرط، ملكر جملہ شرطیہ معترضہ۔

﴿قال ذالك بيني وبينك﴾

قال: قول، ذالك: اسم اشارہ، بيني وبينك: معطوف علیہ معطوف ملكر مشار اليه، ملكر مقولہ ملكر جملہ قولیہ

﴿ايما الاجلين قضيت فلا عدوان علي﴾

اي: اسم شرط مضاف، ما: بكرة بمعنى شيء ومبدل منه، الاجلين: بدل، ملكر مضاف اليه، ملكر مفعول به مقدم، قضيت: فعل باقاعل، ملكر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا: نفي جنس، عدوان: اسم، على: ظرف مستقر خبر، ملكر جملہ اسمیہ جزاء، ملكر جملہ شرطیہ۔

﴿والله على ما نقول وكيل﴾

و: عاطفہ، الله مبتدا، على ما نقول: جار مجرور، ملكر ظرف لغو مقدم، و: وكيل مفعول به باقاعل، ملكر شبه جملہ خبر، ملكر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح و توضیح و اخراص﴾

حضرت موسیٰ عليه السلام کا مدین سے مصر تک سفر:

..... وہب بن منہ یحانی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ عليه السلام نے حضرت شعیب عليه السلام کی خدمت کرنے کی مدت

حضرت شعیب ؑ کی طاقت کا بیان:

۵..... اللہ ﷻ کا فرمان ﴿وايسوا شيخ كبير﴾ سے اس بات پر دلیل ہے کہ والد گرامی (حضرت شعیب ؑ) طاقتور ہوتے تو جانوروں کو پانی پلانے خود ہی حاضر ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑھاپے میں انسان ضعف و کمزوری محسوس کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ ؑ کی طاقت کا بیان:

۶..... اس بارے میں متعدد اقوال ہیں کہ جس چٹان کو حضرت موسیٰ ؑ نے اکیلے ہٹالیا تھا اس کا وزن کتنا تھا؟ ایک قول کے مطابق دس آدمی اسے ہٹا سکتے تھے، ایک قول کے مطابق چالیس آدمی اسے مل کر ہٹاتے، ایک قول کے مطابق سو آدمی کی طاقت سے چٹان اٹنی جگہ سے ہٹی لیکن حضرت موسیٰ ؑ کی طاقت کہ تھا ہی اسے ہٹالیا اور لوگوں کی مزاحمت پر دوبارہ اسے اس کی جگہ پر رکھ بھی دیا۔

(الرازی، ج ۸، ص ۵۸۹)

حضرت شعیب ؑ کی صاحبزادی کا پردہ:

۷..... اس بارے میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے کونسی صاحبزادی حضرت شعیب ؑ کے پاس تشریف لائی تھیں، ایک قول یہ ہے کہ بڑی صاحبزادی تشریف لائی تھیں اور ایک قول کے مطابق چھوٹی صاحبزادی تشریف لائی تھیں۔ لیکن نبی زادوں کا پردہ بھی قابل ذکر ہے کہ چلنے اور حضرت موسیٰ ؑ کے پاس بلانے کی غرض سے تشریف لانے میں حیا کا عنصر نمایاں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سخت حیا کرتی اپنے وجود کو چھپاتی ہوئی تشریف لائیں۔ حضرت موسیٰ ؑ کے پاس تشریف لا کر بولی ﴿ان ابی یدعوك لیجزیک اجر ماسقیت لنا﴾ (الفصص، ۲۵) ﴿، حالانکہ پانی مباح ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی لیکن یہ اس پاکیزہ گھرانے کی کمال عقل و دانشمندی، حیا، پاکیزگی پر بین دلیل ہے کہ ان نفوس قدسیہ نے اپنی مجبوری کا فائدہ اٹھانا نہ چاہا۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ نے بی بی صاحبہ کو پیچھے چلنے کا حکم دیا تا کہ پیچھے سے راستے کی رہنمائی بھی کرتی رہیں اور ساتھ ہی ان کے پردے کا اہتمام بھی ہوتا رہے کہ مبادا ہوا وغیرہ سے چادر سرکنے سے بے پردگی کا سامنا ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ہوا سے کپڑا اٹھا اور بی بی صاحبہ کی پنڈلی چمک رہی تھی اس لئے حضرت موسیٰ ؑ نے انہیں پیچھے چل کر راستہ دکھانے کا حکم دیا۔ (روح المعانی، الجزء ۲۰، ص ۳۶۶)

اجارہ کا معنی اور مسائل:

۸..... کسی چیز کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ کہلاتا ہے، مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں، مالک کو آجر، موجر اور مواجر اور کرایہ دار کو مستاجر اور اجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔ مسئلہ نمبر ۱: جس نفع پر عقد اجارہ ہو وہ ایسا ہونا چاہیے کہ اس چیز سے وہ نفع مقصود ہو اور اگر چیز سے یہ منفعت مقصود نہ ہو جس کے لئے اجارہ ہو تو یہ اجارہ فاسد ہے مثلاً کسی سے کپڑے اور ظروف کرایہ پر لئے گئے مگر اس لئے نہیں کہ کپڑے پہنے جائیں گے، ظروف استعمال کئے جائیں گے بلکہ اپنا مکان سجانا مقصود ہے یا گھوڑا کرایہ پر لیا مگر اس لئے نہیں کہ اس پر سوار ہوگا بلکہ کوئل چلنے کے لئے یا مکان کرایہ پر لیا اس لئے نہیں کہ اس میں رہے گا بلکہ لوگوں کے کہنے کو ہوگا کہ یہ مکان فلاں کا ہے، ان سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہے اور مالک کو اجرت بھی نہیں ملے گی اگرچہ مستاجر نے چیز سے وہ کام لئے جس کے لئے اجارہ کیا تھا۔ مسئلہ نمبر ۲: جو چیز بیع کا ثمن ہو سکتی ہے وہ اجرت بھی ہو سکتی ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ جو اجرت ہو سکے وہ ثمن بھی ہو جائے مثلاً ایک

منفعت دوسری منفعت کی اجرت ہو سکتی ہے جب کہ دونوں دو جنس کی ہوں اور منفعت شمن نہیں ہو سکتی۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الاجارۃ، ج ۹، ص ۶، بتفر قلیل)۔

مسئلہ نمبر ۳: اجارہ کا حکم یہ ہے کہ طرفین بدلیں کے مالک ہو جاتے ہیں مگر یہ ملک ایک دم نہیں ہوتی بلکہ وقتاً فوقتاً ہوتی ہے، (المرجع السابق) مگر تقبیل یعنی پیشگی لینا شرط ہو تو عقد کرتے ہی اجرت کا مالک ہو جائے گا۔ (الہندیۃ، کتاب الاجارۃ، الباب الاول فی تفسیر الاجارۃ، ج ۴، ص ۴۶۲)۔

حضرات انبیائے کرام اجرت کے لئے کام نہیں کرتے:

۹..... قرآن مجید فرقان حمید میں جا بجا ﴿ان اجری الاعلی اللہ میرا اجرت تو نہیں مگر اللہ پر (یونس: ۷۲)﴾ کے خطاب موجود ہیں، حضرات انبیائے کرام چونکہ رب کی رحمت سے خاص تربیت یافتہ ہوتے ہیں، انہیں دنیاوی مال و اسباب کی حرص نہیں ہوا کرتی بلکہ ان کا مقصود فقط اللہ کی رضا ہوا کرتی ہے۔ یہ نفوس قدسیہ اسی خاص توجہ اور عنایت کے پیش نظر امور سرانجام دیتے ہیں۔ کائنات میں اللہ کے نائب بن کر خلق خدا کو جو کچھ ان کے ذریعے سے ملتا ہے اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی اور ان کا مقام و مرتبہ بھی سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔

ملازم اپنی اجرت کا مالک کب ہوتا ہے؟

۱۰..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں قیامت کے دن تین آدمیوں سے محاصمت کروں گا، ایک وہ آدمی جس نے میری قسم کھا کر کوئی عہد کیا پھر اس عہد کو توڑ دیا، دوسرا وہ آدمی جو کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھا گیا، تیسرا وہ آدمی جس نے کسی مزدور کو اجرت پر طلب کیا اس سے کام پورا لیا اور اس کی اجرت نہیں دی۔“

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب: اثم من باع خرا، رقم: ۲۲۲۷، ۲۲۲۸، ص ۲۵۵)

مسئلہ نمبر ۱: درزی، دھوبی، سنار وغیرہم ان کارمگروں نے کام کر لیا اور مالک کو چیز سپرد کر دی، اجرت لینے کے مستحق ہو گئے یہی حکم ہر اس کام کرنے والے کا ہے جس کے کام کا اس شے میں کوئی اثر ہو جیسے رنگریز کہ اس نے کپڑا رنگ کر مالک کو دیدیا اجرت کا مستحق ہو گیا اور اگر ان لوگوں نے کام تو کیا مگر ابھی تک چیز مالک کے سپرد نہیں کی، اجرت کے مستحق نہیں ہونگے لہذا اگر ان کے یہاں چیز ضائع ہو گئی اجرت نہیں پائیں گے اگرچہ چیز کا ان کو تاوان بھی دینا نہیں پڑے گا اور اگر کام کا کوئی اثر اس چیز میں نہیں ہوتا جیسے حمال (بوجھ اٹھانے والا مزدور) کہ چیز کو یہاں سے اٹھا کر وہاں لے گیا یہ اجرت کے اس وقت مستحق ہونگے جب انہوں نے کام کر لیا اس کی ضرورت نہیں کہ مالک کے سپرد کریں جب استحقاق ہو لہذا وہاں پہنچا دینے کے بعد اگر چیز ضائع ہو گئی اجرت واجب ہے بلکہ اگر حمال نے پہنچایا نہ ہو راستہ ہی میں اجرت مانگتا ہے تو یہاں تک کی جتنی اجرت حساب سے ہو لے سکتا ہے مگر جہاں تک ٹھرا ہے اس پر وہاں تک پہنچانا لازم ہے اور پہنچانے پر باقی اجرت کا مستحق ہوگا۔ (الہندیۃ، کتاب الاجارۃ، الباب الثانی فی بیان انہ منی تحب الاجارۃ، ج ۴، ص ۴۶۴ ملنقطاً)

مسئلہ نمبر ۲: مزدور دیوار بنا رہا ہے کچھ بنانے کے بعد دیوار گر گئی تو جتنی بنا چکا ہے اس کی اجرت واجب ہو گئی، درزی نے کپڑا سیاہ کیا مگر کسی نے یہ سلوائی توڑ دی سلوائی نہیں ملے گی ہاں جس نے توڑی ہے اس سے تاوان لے سکتا ہے اور اب دوبارہ سینا بھی درزی پر واجب نہیں کہ کام کر چکا اور اگر خود درزی نے سلوائی توڑی تھی تو دوبارہ سینا واجب ہے گویا اس نے کام کیا ہی نہیں۔ (البحر الرائق، کتاب الاجارۃ، ج ۸، ص ۱۰)۔

لڑکی کی جانب سے نکاح کا پیغام دینا انبیائے کرام کی سنت ہے:

۱۱..... قرآن مجید کی آیت مذکورہ سے مسئلہ ثابت ہے کہ لڑکی کی جانب سے نکاح کا پیغام دینے میں کوئی شرعی قباحت نہیں

ہے، احادیث مبارکہ میں بھی اس کا ثبوت ہے چنانچہ حضرت عمار کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ ہمارا گزر نبی خدیجہ کی بہن کے پاس سے ہوا، وہ اپنے رشتے داروں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، اس نے مجھے بلایا، میں اس کی جانب گیا، سید عالم ﷺ ایک جانب تشریف فرما ہو گئے، مجھ سے بولی کیا تمہارے صاحب (یعنی سید عالم ﷺ) میری بہن خدیجہ سے نکاح کرنا پسند فرمائیں گے؟ سید عالم ﷺ نے اقرار کا اظہار فرمایا تو وہ اٹھ کر اپنی بہن کے پاس گئی اور اسے نکاح کی خبر سنا دی۔

(سبل الہدی والرشاد، فصل: فی بعض فضائل ام المؤمنین خدیجہ، ج ۱۱، ص ۱۵۶)

☆..... حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کا نکاح خنیس بن حذافہ السہمی سے ہوا، جب وہ مدینہ میں فوت ہو گئے اور حفصہ بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو حضرت بی بی حفصہ کا رشتہ پیش کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس معاملے پر غور کروں گا، چند دنوں بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ابھی نکاح نہ کروں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر آپ چاہیں تو بی بی حفصہ سے نکاح کریں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت زیادہ رنج پہنچا، پھر چند دنوں بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کے لئے پیغام بھیجا تو میں نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا، بعد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے بی بی حفصہ کا رشتہ پیش کیا تھا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ کو اس کا رنج پہنچا ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے جواب دینے سے اس کے سوا کیا چیز مانع ہو سکتی تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کا ذکر کیا تھا، اور میں رسول اللہ ﷺ کا راز نہیں کھولنا چاہتا تھا، اور اگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کو ترک کیا ہوتا تو میں ضرور ان کو قبول کر لیتا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: رقم: ۵۱۲۲، ۴۰۰۵، ص ۶۷۷)

منکوحہ کی تعیین کے بغیر نکاح کرنے کا مسئلہ:

۱۲..... اگر کسی کے ذہن میں یہ اعتراض جنم لے کہ حضرت شعیب رضی اللہ عنہ نے کس بیٹی کا نکاح حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کر رہے؟ معین نہیں کیا، اور نہ ہی یہ معین ہے کہ انہیں کتنی مدت تک ان کے ہاں کام کرنا ہے، اور جب تک منکوحہ کا تعیین نہ ہو نکاح صحیح نہیں ہوتا اور جب تک مدت کا تعیین نہ ہو اجارہ صحیح نہیں ہوتا؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت شعیب رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں اجمالی طور پر پیش کش کی تھی اور بعد میں اس کو معین کر دیا، انہوں نے اپنی چھوٹی بیٹی صفوراء کا نکاح حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اور مدت انہوں نے آٹھ سال متعین کی اور بعد میں دو سال اضافہ کو حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ پر چھوڑ دیا۔ (المظہری، ج ۵، ص ۳۷۴)

☆..... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے دو مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جو مدت زیادہ تھی“، پوچھا گیا کہ دو مدتوں میں سے کس سے نکاح کیا؟ جواب ارشاد فرمایا: ”جو ان میں چھوٹی تھی“۔

(اللمعجم الصغیر، باب المیم، من اسمہ محمد، رقم: ۸۱۵)

نوٹ: یہ نکاح اس شرط پر طے ہوا کہ تو اپنا نفس مجھے اجرت پر دے اور تو میرا اجیر اور ملازم بن جائے۔

خدمت اور کام کو مہر قرار دینا:

۱۳..... اس آیت اور ما قبل حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فقہاء اسلام نے یہ استدلال کیا ہے کہ جس آدمی نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ بطور مہر خاندان اپنی بیوی کی بکریاں چرائے گا تو یہ جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کا قصہ سنایا اور

فرمایا اور اپنی شریعت میں اس کی نفی بیان نہیں کی۔ ابن سباح نے امام اعظم سے بھی ایک روایت نقل کی ہے لیکن مبسوط اور جامع کی روایت کے مطابق امام اعظم کے نزدیک یہ جائز نہیں۔ امام اعظم کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت کریمہ اور مذکورہ حدیث طیبہ سے استدلال صرف اسی وقت جائز ہے جب کہ ریوڑ لڑکی کی ملکیت میں ہو کیونکہ ہماری شریعت میں مہربالا جماع عورت کا حق ہوتا ہے نہ کہ اس کے ولی کا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں بکریاں حضرت شعیب علیہ السلام کی ملکیت میں تھیں اور اجماع اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حکم ان کی شریعت میں تھا نہ کہ ہماری شریعت میں۔

(المظہری، ج ۵، ص ۳۷۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا:

۱۲..... جو عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت شعیب علیہ السلام کی جناب سے ملی تھی اس کے بارے میں مفسرین کرام کے مختلف اقوال ہیں: عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ لاشی حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے پھر آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اسے اٹھالیا تھا، اور یہ انہی کے پاس رہی یہاں تک کہ ایک رات وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملے اور انہیں دے دی، بعض مفسرین نے یہ کہا کہ یہ عصا جنت کے درخت کا بنا ہوا ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے اور حضرات انبیائے کرام کو وراثت ملتا رہا، نبی کے علاوہ کوئی اور اسے نہیں لے سکتا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ سدی کا قول ہے کہ یہ عصا ایک فرشتے نے انسانی صورت میں ان کے پاس امانت رکھا ہوا تھا، پس جب آپ علیہ السلام نے اپنی بیٹی کو عصا لانے کا حکم دیا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہی عصا دیا۔ جو نبی حضرت شعیب علیہ السلام نے دیکھا تو بیٹی کو فرمایا یہ عصا واپس لے جا اور انہیں دوسرا عصا دے دے۔ بیٹی نے وہ عصا رکھ دیا اور دوسرا اٹھانے کی کوشش کی مگر ہر بار وہی عصا اس کے ہاتھ میں آتا تھا اور ایسا تین مرتبہ ہوا۔ بالآخر حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں وہی عصا دے دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے لے کر باہر تشریف لے آئے۔ بعد ازاں حضرت شعیب علیہ السلام اس پر خوب نادوم ہوئے کہ وہ عصا ان کے پاس امانت رکھا ہوا تھا۔ اور واپس مانگنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں انکار کر دیا کہ یہ انہی کا عصا ہے۔ دونوں حضرات اس بات پر متفق ہوئے کہ جو آدمی انہیں پہلے ملے گا اسی کا فیصلہ قابل قبول ہوگا چنانچہ ایک فرشتہ انسانی صورت میں انہیں ملا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ عصا کو زمین پر پھینک دیں جس نے پہلے اٹھالیا اسی کا ہوگا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اٹھانے میں کامیاب رہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی مدت پوری کر چکے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی ان کے حوالے کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اپنے والد سے کہیں کہ کچھ بکریاں ہمیں بھی دیں جس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ جتنے دور نکلے بچے ہونگے وہ سب تمہارے ہونگے۔

(المظہری، ج ۵، ص ۳۷۵)

اغراض:

ابن ابراہیم: مراد ابراہیم بن خلیل ہیں، مداین نام کے سب سے آخری بیٹے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار بیٹے اسماعیل، اسحاق، مدین اور مداین، جب کہ قرآن میں مدین اور مداین کی تصریح نہیں ملتی، اور آخری دو مدین و مداین نبوت کے منصب پر فائز نہ ہوئے۔ ولسم یکن یعرف طرفہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام بغیر زاہراہ اور رفیق سفر کے روانہ ہو گئے، سوائے درختوں کے چٹوں اور نباتات وغیرہ کے ان کے پاس کھانے پینے کے لئے کوئی چیز تھی۔ ان کے باطن (پیٹ وغیرہ) سے درختوں کے چٹوں کی سبزی مائل رنگت نظر آتی تھی، پس جب مدین پہنچے تو اپنے قدم روکتے ہوئے، یعنی یہ اللہ جل جلالہ کی جانب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سب سے پہلی آزمائش تھی۔ ملکا: ایک قول یہ ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام (رہنمائی پہچانے کے لئے) گھوڑے پر سوار چل رہے تھے۔

ای الطریق الوسط: مراد یہ ہے کہ تین راستے تھے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درمیانی راستے پر چلنا اختیار فرمایا، اور شاگرد (غالبا یوشع بن نون) آپ علیہ السلام کے پیچھے چل رہے تھے، اور آخر میں ایسا ہوا کہ جگہ کی شناخت نہ رہی۔ کم درعھا: یعنی قمیصھا ہے۔ بیدہ عنزة: عصا سے کچھ بڑا اور نیزے سے قدرے چھوٹا، اور اس کے کنارے پر نیزے کی مانند نوکیلا پھن ہوتا ہے۔ بنر فیہا: سے مراد یہ ہے کہ مطلقا حال کا بیان کرنا مقصود ہے اور محل کا ارادہ کیا گیا ہے جیسا کہ پانی کا بیان کرنا مقصود ہو اور بنر (کنویں) کا ارادہ کیا جائے۔ وہی المرسلۃ: مراد یہ ہے کہ جس عورت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نکاح فرمایا۔

ای وصل الیہا: سے اس جانب اشارہ مقصود ہے کہ ورود بمعنی وصول ہے، اور الورد کا اطلاق مطلق دخول فی الشیء پر ہوتا ہے اور کسی چیز کی جانب مطلع ہونا یا اس کی جانب التفات کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وان منکم الا واردھا﴾ کے حوالے سے مشہور تفسیر کے اقوال۔ جمع راع: غیر قیاسی طور پر، جب کہ قیاسی اعتبار سے راء کی ضمہ کے ساتھ ہونا چاہیے جیسا کہ قاض وقضاۃ۔ الا عشرة النفس: ایک قول، تیس، چالیس اور سو افراد تک کا ہے۔

لسمرۃ: میم کے ضمہ کے ساتھ، مراد درختوں میں کا بڑا درخت، مراد وہ درخت ہے جس کے پاس سید عالم علیہ السلام نے شب معراج نزول فرما کر نماز ادا فرمائی۔ ادعیہ لی: کے معنی یہ ہیں کہ میرے لئے جو کچھ بھی تیری پاک بارگاہ میں موجود ہے اسے حاضر فرمادے۔ منکرا فی نفسہ اخذ الاجرة: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آنے والی خاتون کو اجرت کے حصول کی غرض سے جواب نہ دیا تھا بلکہ خاتون کے والد گرامی کی تبریک کے لئے کلام فرمایا۔

وهو شعيب: یہی صحیح قول ہے، جب کہ ایک قول حضرت شعیب علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے یثرون کے بارے میں ہے، اور حضرت شعیب علیہ السلام اس وقت انتقال فرما گئے تھے، ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والا کوئی شخص مراد ہے، اور حضرت شعیب علیہ السلام کا نسب شعیب بن متعون بن عنفاش بن مدین بن ابراہیم ہے۔

وزیاسة: سے مراد متذکرہ بالا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت و امانت کا ذکر مقصود ہے، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ مراد اس سے جملہ امانتوں میں زیادتی کا قول کرنا ہے۔

فرغب فی نکاحہ: مراد یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کا ان سے نکاح کرنا پسند فرمایا۔

للتبرک: مراد یہ ہے کہ استثناء تبرک کے لئے ہے اور اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذاتی توفیق پر منحصر قرار دیا گیا ہے کہ آٹھ سال پر جتنی زیادتی وہ کرنا چاہیں۔ فتم العقد: سے عقد نکاح اور مدت اجارہ کے مکمل ہونے کا بیان کرنا مقصود ہے۔

من آس الجنة: حضرات انبیائے کرام میں حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دیکرے وراثت بنا، پس یہ عصا پہلے حضرت نوح علیہ السلام، پھر ابراہیم علیہ السلام، پھر شعیب علیہ السلام، اور حال یہ تھا کہ یہ عصا کوئی غیر نبی اٹھاتا تو اسے عصا نکل جاتا۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۸۵ وغیرہ)

رکوع نمبر ۷

﴿لَمَّا قَضَىٰ مُوسَىٰ الْأَجَلَ ﴿۱﴾ أَي رَغِيهِ وَهُوَ ثَمَانٌ أَوْ عَشْرُ سِنِينَ وَهُوَ الْمَظْنُونُ بِهِ ﴿۲﴾ وَسَارَ بِأَهْلِهِ ﴿۳﴾ زَوْجَتِهِ بِأَذْنِ أَبِيهَا نَحْوَ مِصْرَ ﴿۴﴾ اَنْس ﴿۵﴾ أَبْصَرَ مِنْ بَعِيدٍ ﴿۶﴾ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ ﴿۷﴾ اِسْمُ جَبَلٍ ﴿۸﴾ نَارًا ﴿۹﴾ قَالَ لَاهِلِهِ اِمْكُثُوا هُنَا ﴿۱۰﴾ اِنِّي اَنْسُ نَارًا لَعَلِّي اَتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبْرٍ ﴿۱۱﴾ عَنِ الطَّرِيقِ وَكَانَ قَدْ اَخْطَاَهَا ﴿۱۲﴾ اَوْ جَذْوَةً ﴿۱۳﴾ بِتَشْلِيْثِ الْجِيْمِ قِطْعَةً اَوْ شُعْلَةً ﴿۱۴﴾ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿۱۵﴾ تَسْتَدْفِنُونَ وَالطَّاءُ بَدَلٌ مِنَ التَّاءِ

الْإِفْتِعَالِ مِنْ صَلْتِي بِالنَّارِ بِكَسْرِ اللَّامِ وَفَتْحِهَا ﴿فَلَمَّا اتَّهَمَهَا لُودِي مِنْ شَاطِئِي﴾ ﴿يَبِي﴾ الْوَادِ الْإِيْمَنِ
 ﴿لِمُوسَى﴾ فِي الْبَقْعَةِ الْمَبْرُكَةِ ﴿لِمُوسَى لِسَمَاعِهِ كَلَامَ اللَّهِ فِيهَا﴾ مِنَ الشَّجَرَةِ ﴿بَدَلٌ مِنْ شَاطِئِي﴾
 بِإِعَاثَةِ الْجَارِ لِنَبَاتِهَا فِيهِ وَهِيَ شَجَرَةُ عُنَابٍ أَوْ عَلِيْقِي أَوْ عَوْسَجٍ ﴿أَنْ﴾ مُفَسِّرَةٌ لَا مُخَفَّفَةٌ ﴿يَمُوسَى﴾ أَنِي
 أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (۳۰) وَأَنَّ الْقَاصَاكَ ﴿فَالْقَاهَا﴾ فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ ﴿تَتَحَرَّكُ﴾ كَانَهَا جَانٌ وَهِيَ
 الْحَيَّةُ الصَّغِيرَةُ مِنْ سُرْعَةِ حَرَكَتِهَا ﴿وَلِي مَدْبِرًا﴾ هَارِبًا مِنْهَا ﴿وَلَمْ يَعْقِبْ﴾ أَي يُرْجِعُ فَنُودِي ﴿يَمُوسَى﴾
 أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ﴿فَ﴾ أَنْكَ مِنَ الْإِيْمَنِ (۳۱) اسْلُكْ ﴿أَدْخِلْ﴾ يَدَكَ ﴿الْيَمْنِي﴾ بِمَعْنَى الْكَيْفِ ﴿فِي جَيْبِكَ﴾
 ﴿هُوَ طَوْقُ الْقَمِيصِ وَأَخْرَجَهَا﴾ تَخْرُجُ ﴿خِلَافَ مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْأُدْمَةِ﴾ بِيَضَاءٍ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ﴿أَي﴾
 بَرَصٍ فَادْخَلَهَا وَأَخْرَجَهَا تَضِيءُ كَشَعَاعِ الشَّمْسِ تَغْشَى الْبَصَرَ ﴿وَاضْمَمَ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ﴾
 ﴿بِفَتْحِ الْحَرْفَيْنِ وَسُكُونِ الثَّانِي مَعَ فَتْحِ الْأَوَّلِ وَضَمِّهِ أَي الْخَوْفِ الْحَاصِلِ مِنْ إِضَائَةِ الْيَدِ بِأَنْ تَدْخُلَهَا﴾
 فِي جَيْبِكَ فَتَعُوذُ إِلَى حَالَتِهَا الْأَوَّلَى وَعَبَّرَ عَنْهَا بِالْجِنَاحِ لِأَنَّهَا لِلْإِنْسَانِ كَالْجِنَاحِ لِلطَّائِرِ ﴿فَذَنْكَ﴾
 ﴿بِالْتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ أَي الْعَصَا وَالْيَدُ وَهُمَا مُؤَنَّثَانِ وَأَمَّا ذَكَرَ الْمَشَارَ بِهِ إِلَيْهِمَا الْمُتَبَدُّاءُ لِتَذْكَيرِ﴾
 خَبْرِهِ ﴿بِرَهَانِنِ﴾ مُرْسَلَانِ ﴿مَنْ رَبِّكَ﴾ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ طَنِيمٌ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ (۳۲) قَالَ رَبُّ أَنِي
 قَتَلْتَ مِنْهُمْ نَفْسًا ﴿هُوَ الْقِبْطِيُّ السَّابِقُ﴾ فَخَافَ أَنْ يَقْتُلُونَ (۳۳) ﴿بِهِ﴾ وَأَخِي هِرُونَ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا
 ﴿أَبِينُ﴾ فَارْسَلَهُ مَعِي رِدَا ﴿مُعِينًا﴾ وَفِي قِرَائَةِ بَفَتْحِ الدَّالِ بِلا هَمْزَةٍ ﴿يَصْدُقْنِي﴾ بِالْجَزْمِ جَوَابُ الدُّعَاءِ
 وَفِي قِرَائَةِ بِالرَّفْعِ وَجُمْلَتُهُ صِفَةٌ رِدَاءٌ ﴿أَنِي أَخَافُ أَنْ يَكْذِبُونَ﴾ (۳۴) قَالَ سَنَشُدُّ عَضْدَكَ ﴿تَقْوِيكَ﴾
 بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكَ سُلْطَانًا ﴿غَلْبَةً﴾ فَلَا يَصْلُونَ إِلَيْكَ ﴿بِسُوءِ إِذْهَابِ﴾ بَايْتَنَا وَمَنْ اتَّبَعْنَا
 الْغَلْبُونَ (۳۵) ﴿لَهُمْ﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَى بِبَايْتِنَا بَيَّنْتَ ﴿وَإِضْحَاحٌ حَالٌ﴾ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مَفْتَرَى
 ﴿مُخْتَلَقٌ﴾ وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا ﴿كَأَنَّ﴾ فِي أَيَّامِ ﴿أَبَانَا الْأَوَّلِينَ﴾ (۳۶) وَقَالَ ﴿يَوَاوِي وَيَدُونَهَا﴾ مُوسَى رَبِّي
 أَعْلَمُ ﴿أَي عَالِمٌ﴾ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَى مِنْ عِنْدِهِ ﴿الضَّمِيرُ لِلرَّبِّ﴾ ﴿وَمَنْ﴾ عَطَفَ عَلَيَّ مِنْ ﴿تَكُونُ﴾
 ﴿بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّخْتَانِيَّةِ﴾ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ﴿أَي الْعَاقِبَةُ الْمَحْمُودَةُ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ أَي وَهُوَ أَنَا فِي﴾
 الشَّقِيَّينَ فَأَنَا مُحَقِّقٌ فِيمَا جِئْتُ بِهِ ﴿أَنَّهُ لَا يَفْلَحُ الظُّلْمُونَ﴾ (۳۷) ﴿الْكَافِرُونَ﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا بَيْتَ الْمَلَأَمَا
 عَلِمْتُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ غَيْرِي ﴿فَأَوْقَدْ لِي يَهَامِنَ عَلَى الطِّينِ﴾ فَاطْبِخْ لِي الْأَجْرُ ﴿فَاجْعَلْ لِي صِرْحًا﴾ قَصْرًا
 غَالِيًا ﴿لَعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَى اللَّهِ مُوسَى﴾ أَنْظِرْ إِلَيْهِ وَأَقِفْ عَلَيْهِ ﴿وَإِنِّي لَا ظَنَّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ﴾ فِي إِذْعَانِهِ إِلَيْهَا آخِرُ
 وَإِنَّ رَسُوْلَهُ ﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُوا أَنَّهُمْ لَنَالُوا الْيَوْمَ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ﴾
 وَلِلْمَفْعُولِ ﴿فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ﴾ طَرَحْنَاهُمْ ﴿فِي الْيَمِّ﴾ ﴿الْبَحْرِ الْمَالِحِ فَفَرَّقُوا﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ

عاقبة الظلمين (۳۰) ﴿حَسْبُ صَارُوا إِلَى الْهَلَاكِ﴾ ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ﴾ ﴿فِي الدُّنْيَا﴾ ﴿اُمَّةً﴾ ﴿بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَيْنِ﴾
 وابدال الثَّابِتِ بِأَنَّ رُؤْسَاءَ فِي الشَّرِكِ ﴿يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ﴾ ﴿بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَنْصُرُونَ﴾ ﴿بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ ﴿وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً﴾ ﴿حَزْبًا﴾ ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ﴾ (۳۲)

﴿ترجمہ﴾

پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کر دی (یعنی جانور چرانے کی اور وہ آٹھ یا دس سال کی مدت تھی اور گمان یہی ہے کہ آپ ﷺ نے طویل والی میعاد کو پورا فرمایا تھا.....!) اور اپنی بیوی کو (ان کے والد صاحب کی اجازت سے مصر کی طرف) لے کر چلا (اہلہ بمعنی زوجہ ہے) طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی (یعنی دور سے آگ دیکھی، طور ایک پہاڑ کا نام ہے) اپنی گھر والی سے کہا (یہاں) ٹھرو مجھے طور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں وہاں سے (رستے سے متعلق) کچھ خبر لاؤں (کہ آپ ﷺ سے رستہ گم ہو گیا تھا) یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تا پو (جدوہ) میں حرف جیم پر تینوں اعراب پڑھے گئے ہیں، یہ بمعنی قطعہ یا شعلہ کے ہے، تصطلون اصل میں تستدلفون تاء افتعال کو طاء سے بدل دے گیا بمعنی آگ تاپنا، صلی یعنی باب رمسی سے ہے یا صلی یعنی باب رمسی سے ہے) پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا ندا کی گئی میدان کے داہنی کنارے سے (شطنی کے معنی جانب ہے) برکت والے مقام میں (حضرت موسیٰ ﷺ کے لیے یہ مقام برکت والا اس لیے تھا کہ آپ ﷺ نے اس میں اللہ ﷻ کا کلام سنا..... ۲.....) درخت سے (وہ درخت عناب کا تھا یا عوج کا یا علیق کا، من الشجرۃ یہ شاطی سے بدل ہے، اور بدل کو حرف جر کے اعادہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، بدل بنانے میں مناسبت یہ ہے کہ درخت میدان کے اس کنارے میں اگا ہوا تھا) کہ اے موسیٰ بیشک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا..... ۳..... (ان بموسیٰ میں ان مفسرہ ہے مخففہ نہیں ہے) اور یہ کہ ڈال دے اپنا عصا (پھر آپ ﷺ نے حسب حکم اپنا عصا ڈال دیا) پھر جب موسیٰ نے اسے دیکھا لہراتا (یعنی حرکت کرتا) گویا سانپ ہیں (چھوٹے سانپ کو جان کہتے ہیں، اس لیے کہ یہ انتہائی تیزی سے حرکت کرتا ہے) پیٹھ پھیر کر چلا (یعنی اسی سے بچنے کے لیے دوڑے) اور مڑ کر نہ دیکھا (یعنی واپس نہ لوٹے) پھر انہیں پکارا گیا) اے موسیٰ! سامنے آ اور ڈر نہیں بیشک تجھے امان ہے اپنا (سیدھا) ہاتھ گریبان میں ڈال (پھر اسے واپس نکال اسلک بمعنی ادخل ہے اور جیب کے معنی گریبان ہے) نکلے گا (موجودہ گندی رنگت کے برخلاف) سعید چمکتا بے عیب (یعنی بغیر مرض برص کے، پس حسب حکم حضرت موسیٰ ﷺ نے اپنا دست انور گریبان میں داخل فرما کر واپس نکالا تو وہ سورج کی شعاعوں کی طرح چمک رہا تھا، آنکھوں کو خیرہ کرتا تھا..... ۴.....) اور اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لے خوف دور کرنے کو (یعنی ہاتھ کے اس طرح چمکنے سے جو خوف طاری ہوا اس کو دور کرنے کے لیے یعنی آپ ﷺ اپنے ہاتھ کو دوبارہ گریبان میں ڈال لیجیے وہ دوبارہ اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے گا اور ہاتھ کو جناح سے تعبیر اس لیے کیا کہ یہ انسان کے لیے ایسے ہی ہے جیسا کہ پرندے کے لیے پر، مہرب کوراء مفتوحہ اور حاء مفتوحہ کے ساتھ نیز اسے راء مفتوحہ اور ساکنہ اور راء مضمومہ اور حاء ساکنہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) تو یہ دو (ذالک کو مشددا اور مخفف دونوں طرح پڑھا گیا ہے، مشارالیه عصا اور پد بیضا ہیں، اور ان کے اسم اشارہ کو مذکر اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ مبتدأ بن رہا ہے اور اس کی خبر آرہی ہے) تجتیں ہیں (جو بھیجی گئی ہیں) تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بیشک وہ بے حکم لوگ ہیں عرض کی: اے میرے رب میں نے

ان میں ایک جان مار ڈالی ہے (مراد اس سے وہی قبلی ہے جس کا ذکر گزر چکا) تو ڈرتا ہوں کہ (اس کے سبب) وہ مجھے قتل کر دیں اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے (وہ مجھ سے زیادہ واضح کلام کر سکتے ہیں) تو اسے میری مدد کے لیے رسول بنا (ردا کے معنی مددگار ہے، اور ایک قرأت میں اس لفظ کو بغیر ہمزہ کے دال مفتوحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کہ میری تصدیق کرے (بصدقی فعل جواب دعا ہونے کے سبب مجزوم ہے، اور ایک قرأت میں اس فعل کو مرفوع پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ جملہ ہو کر ردا کی صفت ہوگا) مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے فرمایا قریب ہے کہ تیرے بازو کو مضبوط کریں گے (یعنی تجھے قوت دیں گے) تیرے بھائی سے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے (سلطانا کے معنی غلبہ ہے) تو وہ تم تک نہ پہنچے گے (کسی برائی کو لیکر تم دونوں جاؤ) ہماری نشانیاں کے ساتھ تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں گے غالب آؤ گے..... ۵..... (ان لوگوں پر) پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری واضح نشانیاں لایا (بینات حال بن رہا ہے بمعنی واضححات ہے) بولے یہ تو نہیں مگر بناوٹ کا جادو (یعنی جادو گھڑ لیا گیا ہے) اور ہم نے اگلے باپ داداؤں (کے دنوں) میں ایسا نہ سنا اور موسیٰ نے فرمایا (وقال کو قال بھی پڑھا گیا ہے یعنی اسے واؤ اور بغیر واؤ دونوں طرح پڑھا گیا ہے) میرا رب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا (عندہ میں ضمیر الرب کی طرف لوٹ رہی ہے اور اعلم بمعنی عالم ہے) اور جس کے لیے آخرت کا گھر ہوگا (یعنی دار آخرت میں جس کا اچھا انجام ہوگا یعنی وہ ذات میں ہی ہوں دونوں صورتوں میں، کہ میں جو پیغام لیکر آیا ہوں میں اس حق پر ہوں) بیشک ظالم (یعنی کافر) مراد کو نہیں پہنچتے اور فرعون بولا: اے درباریوں میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا اے ہامان میرے لیے گاراپکا کر (یعنی تو میرے لیے ایشیئیں بنا کر) ایک محل بنا (صربا بلند وبال محل کو کہتے ہیں) کہ شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤ..... ۶..... (اسے دیکھ لوں اس پر واقف ہو جاؤں) اور بیشک میرے گمان میں وہ (اپنے اس دعوے کے کوئی دوسرا خدا ہے اور میں اس کا رسول ہوں) جھوٹا ہے اور اس نے اور اس کے لشکر نے زمین میں (یعنی سرزمین مصر میں) بے حال بڑائی چاہی اور سمجھے کہ انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں (لایسرجعون کو معروف اور مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے) تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (اور وہ غرق ہو گئے، اَلَيْسَ عَمَلِكُمْ پانی والے دریا ہیں اور نبذ نہم بمعنی طرح حنا ہم ہے) تو دیکھو کیسا انجام ہوا ستمگاروں کا (اس وقت جب وہ اپنی ہلاکت کو پہنچے) اور انہیں ہم نے (دنیا میں) دوزخیوں کا پیشوا بنایا (شرک کے معاملے میں، ائمة کو دو ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدلنے کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، وہ شرک کی طرف بلا کر) آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن (ان سے عذاب دور کر کے) ان کی مدد دہوگی اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگائی (یعنی رسوائی لگائی) اور قیامت کے دن وہ دھتکارے ہوؤں میں ہونگے (یعنی اللہ جل جلالہ کی رحمت سے دور ہوں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿فلما قضی موسیٰ الاجل و سار باہلہ انس من جانب الطور ناراً﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فتتم العقد بینہما علی الاجارۃ والنکاح ومارس المهمۃ التی انیظت بہ علی احسن وجہ" لما: شرطیہ، قضی موسیٰ الاجل: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، سار باہلہ: جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ شرط، انس: فعل بافائل، من جانب الطور: ظرف لغو، ناراً: مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ جزا، بلکہ جملہ شرطیہ۔

﴿قال لاهلہ امکتوا انی انست نار العلی التیکم منها بخبر او جدوة من النار لعلکم تصطلون﴾

قال لاهلہ: قول، امکتوا: فعل امر بافائل، بلکہ جملہ فعلیہ مقولہ، بلکہ جملہ تالیہ، انی: حرف مشبہ و اسم، انست: فعل "ت" ضمیر

ذوالحال: لعلی: حرف مشبہ واسم، اتی: فعل بافاعل، کم: ضمیر ذوالحال، لعلکم تصطلون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، منها: ظرف مستقر حال مقدم، محسوس: ذوالحال، ملکر معطوف علیہ، او: عاطفہ، جسدوہ: موصوف، من النار: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ب: جار اپنے مجرور سے، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر حال، اپنے ذوالحال سے، ملکر فاعل، ان: سارا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فلما اتها نودی من شاطیء الواد الایمن فی البقعة المبرکة من الشجرة ان یموسی انی انا اللہ رب العلمین﴾
وان الق عصاک ﴿﴾

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، اتها: جملہ فعلیہ شرط، نودی: فعل مجہول، من: جار، شاطیء الواد: مرکب اضافی موصوف، الایمن: صفت، ملکر ذوالحال، فی: جار، البقعة المبرکة: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مجرور مبدل منہ، من الشجرة: جاء مجرور بدل اشتغال، ملکر ظرف لغو، ان: مفسرہ، یموسی: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، انا: مبتداء، اللہ: موصوف، رب العلمین: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر ان مفسرہ سے، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان: مفسرہ، الق عصاک: جملہ فعلیہ ان مفسرہ سے ملکر معطوف، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما راها تہتز کانها جان ولی مدبرا ولم یعقب﴾

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، را: فعل بافاعل، ہا: ضمیر ذوالحال، تہتز: فعل "ہی، ہنمیر مستتر ذوالحال، کانها: حرف مشبہ واسم، جان: خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ولی: فعل "ہو، ہنمیر مستتر ذوالحال، مدبرا: حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لم یعقب: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یموسی اقبل ولا تخف انک من الامنین﴾

یموسی: نداء، اقبل: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تخف: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، انک: حرف مشبہ واسم، من الامنین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿اسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء﴾

اسلک: فعل امر بافاعل، یدک: مفعول، فی جیبک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، تخرج: فعل "ہی، ہنمیر مستتر ذوالحال، بیضاء من غیر سوء: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿واضمم الیک جناحک من الرہب فذکک برہانن من ربک الی فرعون وملائک﴾

و: عاطفہ، اضمم: فعل امر بافاعل، الیک: ظرف لغو، جناحک: مفعول، من الرہب: ظرف لغو، فذکک: مبتداء، برہانن: موصوف، من ربک: ظرف مستقر "مرسلان" شبہ فعل محذوف کیلئے، الی فرعون وملائک: ظرف لغو، "مرسلان" شبہ فعل محذوف اپنے نائب الفاعل و ظرف مستقر و ظرف لغو سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط اسمیہ، شرط محذوف "اذا ناملت بذلك" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انہم کانوا قوما فسقین﴾ قال رب انی قتلت منهم نفسا فاخاف ان یقتلون﴾

انہم: حرف مشبہ واسم، کانوا: فعل ناقص بااسم، قوما فسقین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قال: قول، وب: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، قتلت: فعل بافاعل، منهم: ظرف مستقر حال مقدم، نفسا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف

علیہ، ف: عاطفہ، اخصاف: فعل بافاعل، ان یقتلون: جملہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وواخى هرون هو الفصح منى لسانا﴾.

و: عاطفہ، اخصی: مبدل منہ، ہسرون: بدل، ملکر مبتداء، ہو: مبتداء ثانی، الفصح: اسم تفصیل "ہو" ضمیر ممیز، لسانا: تمیز، ملکر قائل، منی: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر پھر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فارسله معى ردا يصدقنى انى اخاف ان يكذبون﴾.

ف: فصیحیہ، ارسل: فعل امر بافاعل، ہ: ضمیر ذوالحال، ردا: حال اول، یصدقنى: جملہ فعلیہ حال ثانی، ملکر مفعول، معی: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف "اذا كان الامر كذلك" کی جزاء، ملکر جملہ شرطیہ، انی: جزف مشبہ واسم، اخصاف: فعل بافاعل، ان: یکذبون: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿قال سنشد عضدك باخيك ونجعل لكما سلطانا فلا يصلون اليكما بايتنا﴾.

قال: قول، سنشد عضدك: فعل بافاعل ومفعول، باخیک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نجعل لكما: فعل بافاعل وظرف لغو، سلطانا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، لا يصلون اليكما: فعل بافاعل وظرف لغو، بايتنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انتما ومن اتبعكما الغلبون﴾.

انتما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، من: موصولہ، اتبعكما: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر مبتداء، الغلبون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلما جائهم موسى بايتنا بينت قالوا ما هذا الا سحر مفترى وما سمعنا بهذا فى ابائنا الاولين﴾.

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ ظرفیہ، جاء هم موسى: فعل ومفعول وقائل، ب: جار، ايتنا: ذوالحال، بينت: حال ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قالوا: قول، ما: نافیہ، هذا: مبتداء، الا: اداة حصر، سحر مفترى: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما سمعنا: فعل نفی بافاعل، ب: جار، هذا: ذوالحال، فی: جار، ابائنا: موصولہ، الاولين: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقال موسى ربي اعلم بمن جاء بالهدى من عنده ومن تكون له عاقبة الدار﴾.

و: عاطفہ، قال موسى: قول، ربي: نداء، اعلم: فعل بافاعل، ب: جار، من: موصولہ، جاء: فعل بافاعل، ب: جار، الهدى: ذوالحال، من عنده: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من: موصولہ، تكون: فعل ناقص بااسم، له عاقبة الدار: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وانه لا يفلح الظالمون﴾ وقال فرعون يا ايها الملا ما علمت لكم من اله غيرى﴾.

انه: حرف مشبہ واسم، لا يفلح الظالمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، قال فرعون: قول، يا ايها الملا: نداء، ما علمت لكم: فعل نفی بافاعل، لكم: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائدہ، اله غيرى: مرکب توصیفی ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فأوقد لي بها من علي الطين فأجعل لي صرحا لعلی اطلع الی الہ موسی﴾

ف: فصیحیہ، اوقد لی: فعل امر بافاعل وظرف لغو اول، علی الطین: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اجعل فعل: فعل امر بافاعل، لام: جار، ی: ضمیر زوالحال، لعلی: حرف مشبہ واسم، اطلع الی الہ موسی: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرد ملکر ظرف مستقر مفعول ثانی، صرحا: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، یہا من: نداء، ملکر جملہ ندائیہ ہو کر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وإني لأظنه من الكذابين ۝ واستكبر هو و جنوده فی الارض بغير الحق﴾

و: عاطفہ، انی: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، اظنه: فعل بافاعل ومفعول، من الكذابين: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، استکبر: فعل، هو: معطوف علیہ، و: عاطفہ، جنوده: معطوف ملکر زوالحال، بغير الحق: ظرف مستقر حال، ملکر قائل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وظنوا أنهم الينا لا يرجعون فأخذنه و جنوده فبئذ نهم فی الیم﴾

و: عاطفہ، ظنوا: فعل بافاعل، انهم: حرف مشبہ واسم، الینا لا یرجعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اخذنه: فعل بافاعل ومفعول، و جنوده: مفعول معہ، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، نبذنهم: فعل بافاعل ومفعول، فی الیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فانظر كيف كان عاقبة الظلمين ۝﴾

ف: فصیحیہ، انظر: فعل امر بافاعل، كيف: اسم استفہام خبر مقدم، كان: فعل ناقص، عاقبة الظلمين: اسم، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وجعلنهم ائمة يدعون الی النار و یوم القیمة لا ینصرون ۝﴾

و: عاطفہ، جعلنهم: فعل بافاعل ومفعول، ائمة: موصوف، یدعون الی النار: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یوم القیمة لا ینصرون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتبعنهم فی هذه الدنیا لعنة و یوم القیمة هم من المقبوحین ۝﴾

و: عاطفہ، اتبعنهم: فعل بافاعل ومفعول، فی هذه الدنیا: ظرف مستقر معطوف علیہ، و: عاطفہ، یوم القیمة: ظرف متعلق محذوف معطوف، ملکر حال، لعنة: زوالحال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، هم: مبتداء، من المقبوحین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدت پوری کرنا:

۱..... ابن مردویہ نے حضرت حسن بن علی سے روایت کیا ہے کہ مدت سے مراد آخری والی مدت یعنی دس سال ہے، امام بخاری اور ایک جماعت نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دونوں مدتوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا کہ اکثر مدت یعنی دس سال پورے کئے دونوں نے اسی مدت کو بیان کرنا پسند فرمایا جو سید عالم ﷺ نے فرمائی تھیں۔ ابن مردویہ نے مختلف طرق سے ہوتے ہوئے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں مدتوں میں سے کونسی مدت پوری کی؟ تو کہا میں نہیں جانتا یہاں تک کہ سید عالم ﷺ سے دریافت کر لوں، سید عالم ﷺ سے دریافت کیا

تو انہوں نے فرمایا: ”میں نہیں جانتا یہاں تک کہ جبرائیل امین علیہ السلام سے دریافت کروں، پس انہوں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا یہاں تک کہ حضرت میکائیل علیہ السلام سے دریافت کر لیں، پس حضرت میکائیل علیہ السلام سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا یہاں تک کہ عزرائیل علیہ السلام سے پوچھ لیں، پس اُن سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی حتیٰ کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام سے پوچھ لیں، پس حضرت اسرافیل علیہ السلام سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں رب سے استفسار کروں گا، پس انہوں نے بزور ندا گائی اور جواب ملا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال کی مدت پوری فرمائی۔“

(روح المعانی، الجزء ۲۰، ص ۳۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مدتوں میں سے کونسی مدت پوری کی تو جواب میں ارشاد فرمایا: ”جو زیادہ اور پاکیزگی (کی جانب مائل کرنے) والی تھی۔“ (صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب: من امر بالانحاز الوعد، رقم: ۲۶۸۴، ص ۴۳۷)

حضرت کلیم علیہ السلام کا کلام پاک سننا:

۱..... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام پاک سننے کے بارے میں دو مذاہب ہیں: (۱)..... امام ابوالحسن اشعری کا مذہب یوں ہے کہ رب کا کلام قدیم حرف و آواز نہیں اور اس کا سنائی دینا ممکن ہے جس طرح اللہ جسم اور عرض نہیں ہے اور اس کا دکھائی دینا ممکن ہے پس جب وہ بغیر کسی رنگ کے دکھائی دے سکتا ہے تو بغیر آواز کے اس کا کلام سنا بھی جاسکتا ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ جل جلالہ کا کلام، اللہ ہی سے سنا تھا، درخت سے نہیں سنا تھا، اہل سنت کی دلیل یہ ہے کہ ﴿انسی انا اللہ رب العالمین﴾ کا محل اگر درخت ہو تو لازم آئے گا کہ درخت نے یہ کہا ہو کہ وہ اللہ ہے۔ (۲)..... امام ابو منصور ماتریدی اور دیگر ائمہ مثلاً وسط ایشیاء کی مختلف ریاستوں مثلاً ازبکستان، ترکمانستان، تاشقند، قازقستان، آذربائیجان وغیرہ کے علماء نے کہا کہ اللہ جل جلالہ کا کلام قدیم اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے وہ سنائی نہیں دیا، اور جو سنائی دیا وہ آواز و حروف تھے جن کو اللہ جل جلالہ نے درخت میں پیدا کر دیا تھا اور اسی آواز اور حروف کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا تھا۔

(الرازی، ج ۸، ص ۵۹۳)

بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب جل جلالہ کے کلام فرمایا تو کوئی شخص ان کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، کیونکہ ان کے چہرے کو نور نے ڈھانپ لیا تھا، اس لئے انہوں نے زندگی بھر اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رکھا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ ان کی زوجہ نے کہا کہ جب سے آپ نے اپنے رب سے کلام فرمایا ہے میں نے آپ کا چہرہ نہیں دیکھا، جب حضرت کلیم علیہ السلام نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹائی تو ان کے چہرے سے سورج کی مانند شعاعیں نکل رہی تھیں، زوجہ محترمہ نے نور اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لئے اور اللہ جل جلالہ کے حضور سجدہ ریز ہوئیں اور یوں گویا ہوئیں کہ آپ علیہ السلام اللہ جل جلالہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے جنت میں بھی آپ علیہ السلام کی زوجہ بنائے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تم کو حاصل ہو جائے گا بشرط یہ کہ تم میرے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرو، کیونکہ جنت میں عورتیں اپنے شوہر کے پاس ہی رہتی ہیں۔

(الحازن، ج ۳، ص ۲۰۱، ۲۳۸ بتغییر)

اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال جنم لے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام باری سننے کی کیفیت کیا تھی؟ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ اللہ جل جلالہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو علم ضروری عطا فرمایا اس سے انہوں نے جان لیا کہ وہ اللہ جل جلالہ کے قدیم ازلی کلام پاک کو بغیر حرف، آواز اور جہت کے سن رہے ہیں اور یہ کلام پاک چھ جہتوں سے سنایا جا رہا تھا اور تمام جوارح (اعضاء) جیسا کہ سماعت سن رہے تھے گویا کہ تمام اعضاء جسمانی قوت سماعت کی مانند ہو گئے۔

(روح البیان، ج ۶، ص ۴۱۴)

درخت سے رب ہونے کی ندا سنائی دینا:

۳..... قرآن مجید میں ندا ہونے کے بارے میں تین مقامات پر ذکر ملتا ہے:

﴿إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ بیشک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہاں کا (القصص: ۳۰) ﴿إِنَّمَا أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ میں ہی ہوں اللہ عزت والا حکمت والا (النمل: ۹) ﴿إِنَّمَا أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي﴾ بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر (ملہ: ۱۴)۔

علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام لفظی سنا تھا، ایک قول یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے اس کلام کو درخت کے اندر بلا اتحاد اور حلول کے پیدا کر دیا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ ﷻ نے اس کلام کو اسی طرح ہوا میں پیدا فرما دیا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کلام کو اپنی دائیں جانب سے سنا تھا یا تمام جہات سے سنا تھا جب کہ امام ابو موسیٰ اشعری علیہ السلام اور امام غزالی کہتے ہیں کہ حضرت کلیم علیہ السلام نے کلام نفسی بغیر آواز و حرف کے سنا تھا کیونکہ اللہ ﷻ کی ذات پاک قیامت میں بغیر کم و کیف کے دکھائی دی جائیگی۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۰، ص ۳۷۸)

ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے پہچانا کہ ندا اللہ ﷻ نے فرمائی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس آواز کو تمام اجزاء جہت سے سماعت فرمایا پس آپ اللہ ﷻ کی سننے کی حس کو یا تمام اجزاء کو شامل ہو گئی اور جان لیا کہ ایسی طاقت اللہ ﷻ کے سوا کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔

(الحاژن، ج ۳، ص ۳۶۴، الرازی، ج ۸، ص ۵۹۳)

متذکرہ رکوع میں مذکور دو معجزات:

۴..... اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات سے نوازا جس کا ذکر ہم نے متعدد مقامات پر کیا ہے، یہاں فقط دو معجزات کا اختصار اکر لکھ کر دیں گے اگرچہ ان دو معجزات کا ذکر بھی کئی مواقع پر ہو چکا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مبارک جو مختلف حضرات انبیائے کرام سے ہوتا ہوا حضرت شعیب علیہ السلام کے توسط سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا زمین پر ڈالنے کا حکم ہوا اور جیسے ہی آپ اللہ ﷻ نے اسے زمین پر ڈالا تو وہ لہرانے لگا، اب جو بھی اسے دیکھتا تو وہ لہراتا دکھائی دیتا گویا وہ حرکت کی تیزی اور اضطراب کی شدت سے چھوٹے سانپ کی مثل تھا، آپ اس سے پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے اور پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا، آواز آئی اے موسیٰ علیہ السلام! سامنے آؤ اور ڈرو نہیں، یقیناً تم ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ ہو کیونکہ میرے رسول کسی چیز سے ڈرتے نہیں۔

مجاہد کہتے ہیں کہ جو بھی گھبرانے والا اپنے دونوں ہاتھ سینے کے ساتھ ملا لیتا ہے تو اس کی گھبراہٹ ختم ہو جاتی ہے، جناح سے مراد مکمل ہاتھ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بازو ہیں۔ عصا کے سانپ میں تبدیل ہونے کے وقت جو سینے پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے تو یہ لفظ اپنے حقیقی معنی میں مستعمل نہیں ہے بلکہ اس سے مراد سکون، جرأت اور استقامت و ثبات قدمی ہے۔ گویا اس میں پرندے کی حالت کی تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ وہ بھی خوف کی حالت میں اپنے پروں کو پھیلا لیتا ہے اور جب امن و اطمینان کی حالت ہوتی ہے تو سمیٹ لیتا ہے۔

(المظہری، ج ۵، ص ۳۷۷)

غلبہ کن لوگوں کے لئے ہے؟

۵..... فرمان باری ﷻ ہے: فرمایا قریب ہے کہ تیرے بازو کو مضبوط کریں گے تیرے بھائی سے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ تم تک نہ پہنچے گے ہماری نشانوں کے ساتھ تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں گے غالب آؤ گے۔

امام جعفر کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ دشمنوں کے دلوں میں ہیبت ڈال کر اور دوستوں کے دلوں میں محبت ڈال کر مدد فرمائے گا۔ اللہ ﷻ اپنے پیاروں کی مدد کیسے کرتا ہے اسی آیت کو غور سے پڑھیں تو واضح ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی

رسالت کے لئے خواہش کا اظہار کیا تا کہ دونوں اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کی حیثیت سے فرعون اور اس کی قوم کو نیکی کی دعوت دے سکیں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ جو احسان اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ ﷺ پر حضرت ہارون ﷺ کو رسالت کے منصب پر فائز کر کے کیا کسی پر ایسا احسان نہ فرمایا۔ حضرت موسیٰ ﷺ کی سفارش پر اللہ ﷻ نے انہیں (حضرت ہارون ﷺ کو) نبوت و رسالت کا منصب عطا فرمایا۔ اسی لئے حضرت موسیٰ ﷺ کے بارے میں فرمان مقدس نشان ہے ﴿وکان عند اللہ وجیہا اور موسیٰ اللہ کے ہاں آبرو والا ہے﴾ (الاحزاب: ۶۹) ﴿﴾۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۴۷۶) واضح بیان ہے کہ جن نفوس قدسیہ پر اللہ ﷻ کے اس قدر احسانات ہوں ان کی پیروی کرنے میں کامیابی نہ ملے تو کیا ملے گا؟

کیا حقیقت میں فرعون نے محل بنوایا تھا؟

۱..... علامہ بغوی کہتے ہیں کہ فرعون کے حکم پر ہامان نے پچاس ہزار افراد کام کرنے والے جمع کئے، قبعین، مزدور اینٹیں، چونا پکانے والے، لکڑی کا کام کرنے والے، کیل بنانے والے وغیرہ۔ انہوں نے نہایت بلند و بالا مضبوط عمارت کھڑی کر دی، وہ عمارت اتنی بلند و پختہ تھی کہ اس سے قبل کسی کی عمارت بھی ایسی بلند نہ تھی۔ اللہ ﷻ نے اس میں انہیں آزمانے اور قندہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ پس جب وہ تعمیر سے فارغ ہو گئے تو فرعون اور اس کی قوم کے افراد اس پر چڑھ گئے اور تیر پھینکنے کا حکم دیا گیا۔ پس جو بھی تیر آسمان کی جانب پھینکا جاتا وہ خون آلود ہو کر زمین پر گرتا۔ یہ دیکھ کر فرعون نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں نے (معاذ اللہ) موسیٰ ﷺ کے خدا کو قتل کر دیا۔ فرعون عربی گھوڑے کے ذریعے اس پر چڑھا تھا تو اللہ ﷻ نے غروب آفتاب کے وقت حضرت جبرائیل ﷺ کو بھیجا تو انہوں نے اپنا ایک پر مار کر اسے تین ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک ٹکڑا فرعون کے لشکر پر گرا جس سے ہزاروں لوگ ہلاک ہوئے، دوسرا سمندر میں گرا اور تیسرا مغرب کی سمت جا گرا۔ جس نے بھی اس کام میں حصہ لیا باقی نہ بچا بلکہ ہلاک ہوا۔

(المظہری، ج ۵، ص ۳۸۰، الحازن، ج ۳، ص ۳۶۵)

امام رازی کہتے ہیں کہ فرعون نے قوم کو وہم میں مبتلا کیا تھا کہ وہ قلعہ بنائے گا لیکن اس نے بنایا نہیں تھا کیونکہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ وہ بلند سے بلند پہاڑ پر چڑھے تو بھی اسے آسمان اتنا ہی بلند نظر آئے گا جتنا زمین سے بلند دکھائی دیتا ہے لہذا ایسی حرکت خطی و مجنون ہی کر سکتا ہے۔

(الرازی، ج ۸، ص ۵۹۹ وغیرہ)

اغراض:

وهو المظنون به: اگرچہ قرآن نے حضرت موسیٰ ﷺ کے دس سال مکمل کرنے کی مدت کو ان کے کمال مروت کی وجہ سے صراحت کے ساتھ بیان نہیں کیا، اور قول یہی بہتر ہے کہ دس سال مکمل کرنے کا وعدہ پورا کر دیا۔

نحو مصر: یعنی اپنے عزیز واقارب والدہ اور بھائی کے ساتھ صلہ رحمی میں زیادتی فرمائی، روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ ﷺ نے سفر کا ارادہ فرمایا تو اپنی زوجہ سے ارشاد فرمایا: ”اپنے والد سے کہو کہ وہ ہمیں کچھ بکریاں دیں“، پس انہوں نے طلب فرمائیں تو انہوں نے فرمایا: ”بغیر کسی شبہ کے تمہارے لئے اس سال پیدا ہونے والی تمام بکریاں ہیں، ہر سیاہ و سفید داغوں والی، پس اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ ﷺ کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا پانی پر ماریں زمین سے بکریوں کا چارا نمودار ہوگا، حضرت موسیٰ ﷺ نے ایسا ہی کیا، پس ایک بھی بکری ایسی نہ ہوئی جس نے سیاہ و سفید داغوں والی جنم نہ دی ہوں، پس حضرت شعیب ﷺ نے جان لیا کہ یہ رزق ہے جو اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ ﷺ اور ان کی زوجہ کے لئے عطا فرمائی ہے پس انہوں نے اپنی شرط پوری فرمائی اور انہیں بکریاں عطا فرمادیں۔ بشلیث الجیم: ﴿جلدوہ﴾ ساتوں قرانتوں میں جیم کی تثلیث کے ساتھ، اور جمہور کے نزدیک جیم کی کسرہ کے ساتھ

ہے، حمزہ کی قرائت میں جیم کی ضمہ کے ساتھ اور عاصم کے نزدیک جیم کی فتح کے ساتھ ہے۔

والطاء بدل من تاء الافعال: ﴿تصطلون﴾ اپنی اصل کے اعتبار سے ”تصطلون“ تھا، تائے افتعال کو طاء سے تبدیل کر دیا کیونکہ تاء حروف الطباق کے بعد تھی اس لئے اسے تبدیل کر دیا گیا۔ قطعاً و شعلۃ: مراد آگ کا وہ شعلہ ہے جو آگ کے سر پر ہوتا ہے لسموسی: کیونکہ یہ وہ مقام تھا جہاں سے حضرت موسیٰ ﷺ کو برکات حاصل ہوئیں، پس یہ رات حضرت موسیٰ ﷺ کے لئے اسی طرح سعادت کا باعث بنی جیسا کہ لیلۃ الاسراء سید عالم ﷺ کے لئے سعادت کا باعث بنی۔
منخفضة: میں مفسرہ والی افادیت نہیں پائی جاتی، اور متذکرہ مقام پر مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔

من سرعة حوکتها: یعنی اژدھے کو ”جان“ کے ساتھ اسے تشبیہ دینا مراد ہے، جیسا کہ اللہ ﷻ نے ایک مقام پر فرمایا ﴿فاذا ہی عبسان مبین﴾ یعنی بڑی جسامت والا اژدھا، پس جسامت کے اعتبار سے اسے عظیم کہا گیا اور تیزی سے حرکت کرنے کے اعتبار سے صغیر کہا گیا۔ کالجنح للطائر: جب پرندے کو خوف لاحق ہوتا ہے تو اپنے پر پھیلا دیتا ہے اور جب اسن ہو تو ہر سمیٹ لیتا ہے۔
بفتح الدال: یعنی ﴿ورد﴾ ساتوں قرائتوں میں دال کی فتح اور حمزہ کی تنوین کے ساتھ ہے۔

نقویک: کیونکہ بازو کا مضبوط کرنا بطور کنایہ سبب و مسبب کے اطلاق و ارادہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، کیونکہ جب بازو مضبوط ہوتا ہے تو ہاتھ بھی مضبوط کہلاتا ہے اور ہاتھ کا مضبوط ہونا قوت ہونے کو مستلزم ہے۔

اذہبا: کی دلیل ایک اور مقام پر ہے ﴿اذہبا الی فرعون﴾ پس دونوں آیات متذکرہ و آیت ﴿فلا یصلون الیکما﴾ کے تحت ہونے والے تفسیری نکتہ، میں ضمیر ایک ہی ہے، اور ہارون ﷺ حضرت موسیٰ ﷺ کے ساتھ مناجات کے وقت حاضر نہ تھے، بلکہ اس وقت وہ مصر میں تھے، پس اللہ ﷻ نے فرشتے کو بھیج کر حضرت ہارون ﷺ کو رسالت کے منصب کے ساتھ سرفراز فرمانے کے لئے بھیجا جب کہ وہ مصر میں تھے، پس حضرت موسیٰ ﷺ نے اللہ کا کلام بلا واسطہ سماعت فرمایا اور حضرت ہارون ﷺ نے جبرائیل ﷺ کے واسطے کے ساتھ سماعت فرمایا۔ مختلق: بمعنی مختوع ہے۔

ای عالم: حضرت موسیٰ ﷺ کا فرمان ﴿ربی اعلم﴾، میں اعلم بمعنی عالم میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ ﷻ کے اوصاف میں کسی کو فضیلت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ کسی کے لئے فضیلت کا ہونا حادث ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور اللہ ﷻ کی ذات کے لئے حدوث کا پایا جانا محال ہے، پس اللہ ﷻ کی ذاتی صفات کے ساتھ کسی اور کو (ایسی ہی ذاتی) صفات کے ساتھ موازنہ نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی اللہ ﷻ کی خلقی صفات کے ساتھ کسی اور کا موازنہ کیا جاسکتا ہے۔

ای العاقبة المحمودۃ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ عاقبۃ المحمودۃ سے مراد عاقبۃ الدار، یعنی آخرت کا اچھا ٹھکانہ ہے، اور یہاں اضافت فیوی ہے، پس عاقبت کی دو اقسام ہو سکتی ہیں محمودہ و مذمومہ، پس جنت اچھی عاقبت اور جہنم بُری عاقبت ہے۔
وهو انا فی الشقین: مراد یہ ہے کہ اگر تم میرے صدق کی گواہی نہیں دیتے جب کہ عاقبت محمودہ میرے لئے ہے، اور اللہ ﷻ جانتا ہے کہ میں تمہارے پاس ہدایت کے ساتھ معوث ہوا ہوں، اور عاقبت محمودہ میرے لئے ہے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۸۸ وغیرہ)

بدعائهم الی الشریک: یعنی آگ کی جانب دعوت دینا مراد ہے۔

رکوع نمبر: ۸

﴿ولقد اتینا موسیٰ الکتب﴾ التورۃ ﴿من بعد ما اهلکنا القرون الاولی﴾ قوم نوح و عاد و ثمود و غیرہم ﴿بصائر للناس﴾ حال من الکتب جمع بصیرۃ وہی نور القلب ای انواراً للقلوب ﴿وہدی

﴿مِنَ الضَّلَالَةِ لِمَنْ عَمِلَ بِهِ﴾ ورحمة ﴿لِمَنْ آمَنَ بِهِ﴾ لعلہم يتذكرون ﴿۳۳﴾ ﴿يَتَعَطَّوْنَ بِمَا فِيهِ مِنَ
 السَّمَوَاتِ﴾ وما كنت ﴿يَا مُحَمَّدٌ﴾ بجانب ﴿الجبلِ أَوْ الْوَادِي أَوْ الْمَكَانِ﴾ الغربي ﴿مِنَ مُوسَى جِئَ
 الْمَنَاجَاةَ﴾ اذ قضينا ﴿أَوْحِينَا﴾ الى موسى الامر ﴿بِالرِّسَالَةِ﴾ الى فرعون وقومه ﴿وما كنت من الشَّاهِدِينَ
 ﴿۳۴﴾﴾ لِذَلِكَ فَتَعْرِفُهُ فَتُخْبِرُ بِهِ ﴿وَلَكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا﴾ أَمَّا بَعْدَ مُوسَى ﴿فَتَطَاوَلُ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ﴾ أَي
 طَالَتْ أَعْمَارُهُمْ فَنَسُوا الْعَهْدَ وَأَنْدَرَسَتِ الْعُلُومُ وَانْقَطَعَ الرَّحْمِيُّ فَجِئْنَا بِكَ رَسُولًا ﴿وَأَوْحِينَا إِلَيْكَ خَبْرَ
 مُوسَى وَغَيْرِهِ﴾ وما كنت ثاويًا ﴿مُقِيمًا﴾ فِي أَهْلِ مَدِينٍ تَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ﴿خَبْرُ ثَانٍ فَتَعْرِفُ قِصَّتَهُمْ
 فَتُخْبِرُ بِهَا﴾ وَلَكِنَّا كُنَّا مَرْسَلِينَ ﴿۳۵﴾ لَكَ وَالْيَكِّ بِأَخْبَارِ الْمُتَقَدِّمِينَ ﴿وما كنت بجانب الطُّورِ
 الْجَبَلِ﴾ اذ نادينا ﴿مُوسَى﴾ أَنْ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ﴿وَلَكِن﴾ أَرْسَلْنَاكَ ﴿رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا
 مَا أَتَهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ﴾ وَهُمْ أَهْلُ مَكَّةَ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ﴿۳۶﴾ ﴿يَتَعَطَّوْنَ﴾ وَلَوْلَا أَنْ تَصِيَّبَهُمْ مِصْيَبَةٌ
 عَقُوبَةً ﴿بِمَا قَدَّمْتْ أَيْدِيَهُمْ﴾ مِنَ الْكُفْرِ وَغَيْرِهِ ﴿فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَتُنذِرَ
 الْإِنْسَانَ بِالْمُرْسَلِ بِهَا﴾ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۷﴾ ﴿وَجَوَابٌ لَوْلَا مَحْذُوقٌ وَمَا بَعْدَهَا مُبْتَدَأٌ وَالْمَعْنَى لَوْلَا
 الْإِصَابَةُ الْمُسَبَّبُ عَنْهَا قَوْلُهُمْ أَوْ لَوْلَا قَوْلُهُمُ الْمُسَبَّبُ عَنْهَا لَعَاجَلْنَاهُمْ بِالْعُقُوبَةِ وَلَمَّا أَرْسَلْنَاكَ إِلَيْهِمْ
 رَسُولًا ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ﴾ مُحَمَّدٌ ﴿مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا﴾ هَلَا ﴿أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَى﴾ مِنْ
 الْآيَاتِ كَالْيَدِ الْبَيْضَاءِ وَالْعَصَا وَغَيْرِهِمَا أَوْ الْكِتَابِ جُمْلَةً وَاحِدَةً قَالَ تَعَالَى ﴿أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ
 مُوسَى مِنْ قَبْلِ﴾ حَيْثُ ﴿قَالُوا﴾ فِيهِ وَفِي مُحَمَّدٍ ﷺ ﴿سِحْرُونَ﴾ وَفِي قِرَائَةِ سِحْرَانِ آيِ التَّوْرَةِ
 وَالْقُرْآنِ ﴿تَظَاهَرَا﴾ تَعَاوَنَا ﴿وَقَالُوا أَنَا بِكُلِّ﴾ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْكِتَابِينَ ﴿كَفَرُونَ﴾ ﴿۳۸﴾ قُلْ ﴿لَهُمْ﴾ فَاتُوا
 بِكُتُبٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَى مِنْهُمَا ﴿مِنَ الْكِتَابِينَ﴾ اتَّبِعَهُ أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۹﴾ ﴿فِي قَوْلِكُمْ﴾ فَإِنْ لَمْ
 يَسْتَجِيبُوا لَكَ ﴿ذُعَانِكَ بِالْإِتْيَانِ بِكِتَابٍ﴾ فَاَعْلَمِ أَنَّهَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ﴿فِي كُفْرِهِمْ﴾ وَمَنْ أَضَلُّ
 مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ بغير هدى من الله ﴿أَيُّ لَا أَضَلُّ مِنْهُ﴾ أَنْ اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۰﴾ الْكَافِرِينَ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) عطا فرمائی بعد اس کے کہ اگلی قومیں ہلاک فرمادیں (جیسے قوم نوح و عاد و ثمود وغیرہ) جس میں لوگوں کے دل کی آنکھیں کھولنے والی باتیں (بصائر) انسانوں کے دل کی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں (.....) اور ہدایت (ہے) مگر اسی سے اس کے لیے جو اس پر عمل کرے (اور رحمت) ہے اس کے لیے جو اس پر ایمان لے آئے (تاکہ وہ نصیحت مانیں) اس میں موجود نصیحتوں سے، يتذكرون (یعنی يتعظون ہے) اور (اے حبیب ﷺ) تم..... (پہاڑیا وادی یا مکان کی) جانب مغرب میں نہ تھے (جو مناجات کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مغربی جانب تھا) جب کہ ہم نے موسیٰ کو امر (یعنی رسالت کا فرعون اور اس کی قوم کی جانب، اس مقام میں کہ تمہیں از خود اس کا علم ہوتا اور تم دیگر کو اس کی خبر دیتے) مگر ہوا یہ کہ ہم نے ان میں پیدا کیسے (موسیٰ علیہ السلام) کے بعد

قروناً بمعنی امعا ہے) کہ ان پر زمانہ دراز گزرا (یعنی ان کی عمریں طویل ہوئیں تو وہ ان عہدوں کو بھول گئے، علوم شرعیہ کے آثار مٹ گئے اور وحی منقطع ہوگی پھر ہم نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام کے واقعات کی تمہیں خبر عطا فرمائی.....) اور نہ تم اہل مدین میں مقیم تھے ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے (ٹاویا بمعنی مقیما ہے، کہ تمہیں ان کے واقعے کی معرفت ہوتی اور اس کی دوسروں کو خبر دیتے، یہ جملہ خبر ثانی بن رہا ہے) ہاں ہم (تمہیں) رسول بنانے والے ہیں (اور گزشتہ انبیاء کے کرام کی خبریں تمہیں وحی کی صورت میں بھیجنے والے ہیں) اور نہ تم طور (پہاڑ) کے کنارے تھے جب ہم نے (موسیٰ علیہ السلام) کو ندا فرمائی (کہ کتاب کو مضبوطی سے لو، اذ بمعنی حین ہے) ہاں ہم نے تمہیں رسول بنایا (تمہارے رب کی رحمت ہے کہ تم ایسی قوم کو ڈرناؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرناؤ والا نہ آیا) (مراد اس سے اہل مکہ ہیں) یہ امید کرتے ہوئے کہ ان کو مصیبت (یعنی سزا) اس کے سبب جو (کفر و معصیت) ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے اے ہمارے رب تو نے نہ بھیجا (لولا بمعنی ہلا ہے) ہماری طرف کوئی رسول کریم تیری (ان بھیجی ہوئی) آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے (لولا کا جواب شرط محذوف ہے اور اس کا ما بعد مبتدأ بن رہا ہے، پہلا لولا امتناعیہ ہے اور جملہ والمعنی لولا الاصابة ترکیب کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے ہے تاکہ لولا کے جواب کے انکار کا سبب ہو جائے، دوسرا لولا تخصیص کے لئے ہے یعنی ہم نے ان پر عذاب انہی کے گناہوں کی وجہ سے بھیجا باوجود اس کے کہ ہم نے ان کی طرف ہدایت کرنے والے رسول بھیجے) پھر جب ان پاس حق (یعنی سیدنا محمد ﷺ) آیا ہماری طرف سے، بولے ہرگز (لولا بمعنی ہلا ہے) انہیں نہیں دیا گیا جو (معجزات جیسے ید بیضاء، عصا وغیرہ مایا پھر یکبارگی مکمل کتاب ساوی) موسیٰ کو دینے گئے (اللہ ﷻ فرماتا ہے) کیا اس کے منکر نہ ہوئے تھے جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا (جس وقت) بولے (توریت شریف اور قرآن پاک کے بارے میں) دو جادو ہیں..... ہج..... (ایک قرأت میں لفظ ساحران ہے یعنی معاذ اللہ قرآن مجید و توریت دو جادو ہیں) ایک دوسرے کی امداد پر (یعنی دونوں باہم ایک دوسرے کے معاون ہیں) بولے ہم سب کے (یعنی ان دونوں کتابوں اور دونوں رسولوں کے) منکر ہیں تم (ان لوگوں سے) فرماؤ تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں) سے زیادہ ہدایت کی ہو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو..... ہ..... (اپنے قول میں) پھر اگر وہ تمہارا یہ فرمان (انہیں ایسی کوئی کتاب لانے کا چیلنج کرنا) قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ (اپنے کفر میں) اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جدا (یعنی اس سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں ہے) بیشک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم (یعنی کافر) لوگوں کو۔

﴿قر گیب﴾

﴿ولقد اتینا موسیٰ الکتب من بعد ما اهلکنا القرون الاولى بصائر للناس وهدی ورحمة﴾.

و: متناظر، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، اتینا موسیٰ: فعل بافاعل ومفعول، الکتب: مفعول ثانی، من: جار، بعد: مضاف، ما اهلکنا القرون الاولى: جملہ فعلیہ "ما" مصدریہ سے ملکر بتایل مصدر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، بصائر للناس: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ہدی: معطوف اول، و: عاطفہ، رحمة: معطوف ثانی، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿لعلہم یتدکرون﴾ وما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسیٰ الامر﴾.

لعلہم: حرف مشبہ واسم، یتدکرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، کنت: فعل ناقص، باسم، بجانب

الغربی: ظرف مستقر "الاستقرار" مصدر محذوف کیلئے، اذ: مضاف، قضیہنا الی موسی الامر: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف "الاستقرار" مصدر اپنے فاعل و ظرف مستقر و ظرف سے، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما كنت من الشهداء﴾ و لکننا انشانا قرونا فتطاول علیہم العمر ﴿﴾
و: عاطفہ، ما: تانیہ، كنت: فعل ناقص با اسم، من الشهداء: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لکننا حرف مشبہ واسم، انشانا قرونا: فعل با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: تطاول علیہم العمر: فعل و ظرف لغو و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما كنت ثاویبا فی اهل مدین تتلوا علیہم اتینا و لکننا کنا مرسلین﴾
و: عاطفہ، ما: تانیہ، كنت: فعل ناقص با اسم، ثاویبا فی اهل مدین: شبہ جملہ خبر اول، تتلوا علیہم اتینا: جملہ فعلیہ خبر ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لکننا حرف مشبہ با اسم، کنا مرسلین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما كنت بجانب الطور اذ نادینا﴾
و: عاطفہ، ما: تانیہ، كنت: فعل ناقص با اسم، بجانب الطور: ظرف مستقر "الاستقرار" مصدر محذوف کیلئے، اذ: مضاف، نادینا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف "الاستقرار" مصدر محذوف اپنے فاعل، ظرف مستقر و ظرف سے، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولکن رحمة من ربک لتندر قوما ما اتهم من نذیر من قبلک لعلہم یتذکرون﴾
و: عاطفہ، لکن مخففہ، رحمة: موصوف، من ربک: ظرف مستقر صفت، ملکر فعل محذوف "ارسلنک" کیلئے مفعول لہ، لام: جار، تندر: فعل با فاعل، قوما: موصوف، ما اتهم: فعل نفی و "ہم" تہمیر و الحال، لعلہم یتذکرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، من: زائدہ، نذیر: موصوف، من قبلک: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو "ارسلنک" فعل محذوف اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولولا ان تصیبہم مصیبة بما قدمت ایدیہم﴾
و: عاطفہ، لولا حرف شرط، ان: مصدریہ، تصیبہم مصیبة: فعل و مفعول و فاعل، بما قدمت ایدیہم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر محذوف "موجود" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر جواب محذوف "لما ارسلنا رسولاً" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولاً﴾
ف: عاطفہ، یقولوا قبول، ربنا: نداء، لولا: حرف تخیض، ارسلت الینا رسولاً: فعل با فاعل و ظرف لغو و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقول، ملکر جملہ قولیہ ہو کر ماقبل "تصیبہم مصیبة" پر معطوف ہے۔

﴿فلنتبع ایتک و نکون من المؤمنین﴾
ف: سببیہ، نتبع ایتک: فعل با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نکون: فعل ناقص با اسم، من المؤمنین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلما جاء ہم الحق من عندنا قالوا لولا اوتی مثل ما اوتی موسی﴾
ف: عاطفہ، لما شرطیہ ظرفیہ، جاء ہم: فعل و مفعول، الحق: فاعل، من عندنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر

شرط، قالوا بقول، لولا: حرف تخصیص، اوتی: فعل مجہول بانائب الفاعل، مثل ما اوتی موسیٰ: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اولم یکفروا بما اوتی موسیٰ من قبل قالوا سحرنا تظاہرا﴾

ہمزہ: استفہام ہو: عاطفہ، لم یکفروا: فعل نفی بافاعل، بما اوتی موسیٰ: ظرف لغو اول، من قبل: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، قالوا بقول، سحرنا: موصوف، تظاہرا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدا محذوف ”ہما“ کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ تالیہ۔
﴿وقالوا انا بكل کفرون﴾

و: عاطفہ، قالوا بقول، انا: حرف مشبہ و اسم، بكل: ظرف لغو مقدم، کفرون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ تالیہ۔

﴿قل فاتوا بکتب من عند اللہ هو اھدیٰ منھما﴾

قل: قول، ف: فصیحیہ، اتوا: فعل امر بافاعل، ب: جار، کتب موصوف، من عند اللہ: ظرف مستقر صفت اول، ہو: مبتدا، اھدیٰ منھما: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ تالیہ۔
﴿اتبعہ ان کنتم صدقین﴾

اتبعہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے، ان شرطیہ، کنتم صدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف ”فاتتوا“ کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فان لم يستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھوائھم﴾

ف: عاطفہ، ان شرطیہ، لم يستجیبوا لک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اعلم: فعل امر بافاعل، انما: حرف مشبہ وما کافہ، یتبعون اھوائھم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ومن اضل ممن اتبع ہوہ بغير ہدیٰ من اللہ﴾

و: عاطفہ، من: استفہامیہ مبتدا، اضل: اسم تفصیل بافاعل، من: جار، من موصولہ، اتبع: فعل ”ہو“ ضمیر ذوالحال، ب: جار، غیر مضاف، ہدیٰ: موصوف، من اللہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر فاعل، ہوہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان اللہ لا یھدی القوم الظمین﴾

ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، لا یھدی القوم الظمین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... فلما جاء ہم الحق من عندنا..... ☆ مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کے سرداروں کے پاس قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ سید عالم ﷺ کی نسبت کتب سابقہ میں کوئی خبر ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہاں حضور کی نعت و صفت ان کی کتاب توریت میں موجود ہے جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو حضرت موسیٰ و سید عالم ﷺ کی نسبت کہنے لگے کہ وہ دونوں جادوگر ہیں ان میں ایک دوسرے کا معین و مددگار ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

تمام کتب سماوی بالخصوص توریت کا نورانی ہونا:

۱..... کتاب سے مراد توریت ہے، اور اللہ نے اس کا وصف یہ بیان کیا ہے کہ یہ لوگوں کی آنکھیں کھولنے والی کتاب ہے، اور ایسا اس وقت ہوگا جب کوئی اس کی مدد سے دین میں غور و فکر کرے گا۔ اور اسے ہدایت ملے گی جو اس کی مدد سے ہدایت چاہے گا اور اس پر استقامت کے ساتھ عمل کرنے والے کو کامیابی و ثواب بھی ملے گا، اور یہ کتاب رحمت بھی ہے اس لئے کہ جو اسے دل سے پڑھے اس کے لئے اللہ ﷻ کے انعام و اکرام ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ”اللہ نے زمین و آسمان میں کسی بستی کو عذاب نہیں کیا جب تک کہ توریت کا نزول نہ ہو چکا، علاوہ بستی کے جو کوئی قوم ہلاک ہوئی ان کے چہرے بندروں کی صورت میں مسخ کر دیئے گئے“۔ آیت متذکرہ کے اختتام پر اللہ ﷻ کا فرمان ﴿لَعَلَّہُمْ یَتَذَکَّرُونَ﴾ کے تحت مفسرین کا قول ہے کہ اس جملے میں دلیل ہے کہ نصیحت کا ارادہ ہر ایک مکلف کے ساتھ کیا گیا ہے چہ جائے کہ وہ نصیحت اختیار کرے یا نہ کرے، اس جملے میں مجاہرہ / مجرہ فرقے کے قول کی نفی ہو گئی کہ نصیحت کا ارادہ اسی کے ساتھ ہو سکتا ہے جو نصیحت قبول کرنے والا ہو، اور جو نصیحت کو قبول کرنے والا نہیں اس کے ساتھ ایسا ارادہ ہی نہیں کیا جاتا لیکن آیت مذکورہ میں اس باطل قول کی تردید کی گئی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کیا تم اس فرمان ﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ اَوْہٖمَ نَیۡمًا مَّا کَانَ جَہَنَّمَ کَیۡلًا لِّلَّذٰلِیۡنَ﴾ کے لئے (الاعراف: ۱۷۹) کو عاقبت (انجام) پر محمول نہیں کرتے، اگر ایسا ہی ہے تو پھر اس فرمان ﴿لَعَلَّہُمْ یَتَذَکَّرُونَ﴾ کو عاقبت پر کیوں محمول نہیں کیا جاتا کیونکہ عاقبت کا حصول تو نصیحت ہی کے ذریعے آخرت پر منحصر ہے۔

(الرازی، ج ۸، ص ۶۰۱)

وماکنت کے خطاب کے محامل:

۲..... اللہ ﷻ کے فرمان ﴿وماکنت﴾ میں کیا راز ہیں اور خطابات کن سے ہیں؟ اس بارے میں کئی اقوال ہیں:

(۱)..... فرمان مقدس ﴿وماکنت بجانب الغربی﴾ اے محمد ﷺ! آپ پہاڑ کے مغربی جانب درخت کے جانب شرق موجود تھے جہاں سے حضرت موسیٰ ؑ کو کلام سے مشرف فرمایا گیا بلکہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے تمام امور سے باخبر کیا تاکہ لوگوں کے لئے حجت قائم ہو جائے کہ آپ ﷺ متقدمین انبیائے کرام کے احوال سے باخبر ہیں۔ (۲)..... فرمان مبارک ﴿وماکنت فاویا..... الخ﴾ اہل مدین پر جب ہماری آیتیں پڑھی جارہی تھیں تم اس وقت مدین میں مقیم نہ تھے لیکن ہم نے تجھے اس کی خبر دی اور تجھے لوگوں کے لئے رسول بنایا۔ (۳)..... فرمان مقدس ﴿وماکنت بجانب الطور﴾ اے امت محمدیہ ہم نے تجھے تیرے مانگنے سے پہلے دیا اور تیرے سوال کرنے سے پہلے تجھے جواب دیا۔ ایک قول اس بارے میں یہ بھی ہے کہ اے محبوب! تیری امت اپنے باپوں کی صلہوں میں تیری بعثت پر ایمان لانے کی مُقَرَّمی۔

(ابن کثیر، ج ۳، ص ۴۷۹)

سید عالم کی رسالت پر دلیل قاطعہ:

۳..... شاہدین سے مراد وہ ستر افراد ہیں جو حضرت موسیٰ ؑ کے ساتھ طور پر تشریف لے گئے تھے، یعنی آپ ﷺ کا موسیٰ ؑ کے واقعہ کی خبر دینا غیب کی خبر دینا قرار پایا جس پر بغیر وحی کے اطلاع پالینا ممکن نہیں، پس یہی آپ ﷺ کا معجزہ ہوا اور آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کے لئے دلیل بنا۔

(المظہری، ج ۵، ص ۲۸۲، روح البیان، ج ۶، ص ۵۲۲)

سید عالم ﷺ کی ذات پاک کی دنیا میں تشریف آوری سے سابقہ ادیان کی نفی ہو گئی جیسا کہ فرمان مقدس نشان ہے: ”مجھے ایسا نہ گمان کر لو جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ ؑ کو گمان کر لیا تھا“۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن اس کا برعکس نہیں ہوتا۔ اور سید عالم ﷺ کی ذات پاک میں دونوں اوصاف بدرجہ اتم موجود ہیں جس پر آیت پاک ﴿وَمَا ارسلنا من قبلک

من رسول ولا نبی اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر یہی واقعہ گزرا (الحج: ۵۲) اور بعض احادیث میں حضرات انبیائے کرام و رسل عظام کی تعداد کا بیان ہے لیکن جہاں سید عالم ﷺ کی پاک ذات کا بیان ہوا تو کہیں ”یا ایہا النبی“ اور ”یا ایہا الرسول“ فرمایا گیا اور قرآن میں بھی ﴿وَلَسَنُرْسِلُكَ رَسُولًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُخْتَلِمًا بِاللِّبْيَانِ﴾ اور سب نبیوں میں ﴿يُحْيِي الْأَمْواتِ﴾ میں یہی موضوع ہے۔ لہذا متذکرہ عنوان کے تحت آیت مبارکہ میں خاص طور پر اور عمومی اعتبار سے کئی آیات سید عالم ﷺ کی رسالت و نبوت پر ثبوت دہل ہیں۔

(فقہ الاکبر، بحث فی اثبات نبوت محمد ﷺ، ص ۱۰۶)

توریت و قرآن کو جادو کھنے والے بدبخت:

۴..... ایک قول سیدنا محمد ﷺ اور سیدنا موسیٰ ﷺ کو بھی جادو گر کہنے کا ہے، ایک قول یہ ہے کہ مشرکین مکہ یہود کے سرداروں کے پاس مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور انہوں نے یہود کے سرداروں سے سید عالم ﷺ کی بابت دریافت کیا کہ انہیں توریت میں موجود سید عالم ﷺ کی شان بیان کی جائے، پس جب یہ حضرات واپس مکہ مکرمہ گئے اور یہود کے قول کے مطابق دیگر مشرکین مکہ کو خبر دی تو انہوں نے کہا کہ دونوں کھلے جادو گر ہیں۔

(الحازن، ج ۳، ص ۳۶۷)

متذکرہ کتب سماوی کے علاوہ کتاب لانے کا چیلنج:

۵..... اے مشرکین مکہ! اگر تم قرآن و توریت کا انکار کرتے ہو اور انہیں جادو کہتے ہو اور انہیں ہدایت دینے والی کتاب نہیں مانتے تو پھر ایسی کوئی کتاب لے آؤ جو حضرت موسیٰ ﷺ و سید عالم ﷺ کی کتب سے زیادہ ہدایت والی ہوں اور اے محبوب اگر وہ اس چیلنج کو قبول نہ کریں تو جان لیجئے کہ یہ اپنے دل کے خیالات اور آراء کی پیروی کرتے ہیں اور بغیر کسی دلیل کے شیطان کی تقلید میں پڑے ہیں۔

اغراض:

ای انوار للقلوب: جس طرح انسانی آنکھ سے آنکھیں دیکھی جاتی ہیں اسی طرح منور دلوں سے دلوں کی نورانیت دیکھی جاتی ہے۔ بعد موسیٰ: بنی اسرائیل کے حضرات انبیائے کرام توریت مقدسہ کو عبادت کے اعتبار سے اہمیت دیتے تھے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت زاکر علیہ السلام، جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے۔ و اندرست العلوم: یعنی آپ ﷺ کو وحی کے بغیر بھی کیسے خبر ہو جاتی ہے۔

واو حینا الیک خبر موسیٰ وغیرہ: یعنی یہ آپ ﷺ کے لئے معجزہ اور آپ ﷺ کی قوم کے لئے نصیحت ہے۔

مقیما: یعنی طویل اقامت جس سے آپ ﷺ مدین کے حالات اور واقعات کی معرفت حاصل کر لیتے۔

وجواب لولا: اول ”لولا“ کا جواب ہے، جب کہ دوسرا ”لولا“ تفضیہ ہے۔

لما ارسلناک الیہم رسولا: کفار کے قول ﴿ارسلنا لولا﴾ اور تفسیری نکات سے پیدا ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے جس کی تلخیص یہ ہے کہ متذکرہ آیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان پر مصیبت ان کے قول کی وجہ سے آئی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس وقت آیت مذکورہ کا نزول ہوا انہیں مصیبت نہ پہنچی تھی اگر ایسا ہوتا تو وہ نہ کہتے، میں (علامہ صادی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ آیت مذکورہ بالفرض اور تقدیر کے ضمن میں ہے، یعنی اگر بالفرض ان پر مصیبت آجانی یا بالقدیر ان پر مصیبت پہنچی، جب کہ ہم نے ان پر رسول بھیج دیئے تھے، پس اس صورت میں معنی یہ ہوئے جو اللہ ﷻ کے اس فرمان: ﴿وَلَوْ اَنَّا اَهْلَكْنَاهُمْ بَعْدَ مَا نَقَلْنَا لَهُمُ الْكِتَابَ وَلَوْ اَنَّا نَسَوْنَاهُ لَفِئَتِ السَّمَاوَاتُ مِنَ الْغَيْظِ﴾ میں ہیں۔

تعاوناً: یعنی ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرے، اور بیشک کفار مکہ کا ایک گروہ یہود کے، ہمسایگی کی جانب گیا، اور ان سے سید عالم ﷺ کی بابت استفسار کیا، تو یہود نے کہا کہ ہم تو ریت میں ان کی نعت و صفت پاتے ہیں، پس جب یہ گروہ دوبارہ واپس ہوا تو یہود کا قول اپنی قوم سے کہہ دیا۔
(النصاری، ج ۴، ص ۲۹۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿وَلَقَدْ وَصَلْنَا ﴿بَيْنَا﴾ لَهُمُ الْقَوْلُ ﴿الْقُرْآنُ﴾ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۱﴾﴾ يَتَعَبَّرُونَ ﴿فِيَوْمِنَا﴾ الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ
الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ ﴿أَيِ الْقُرْآنِ﴾ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ النَّصَفِ ﴿۵۲﴾﴾ أَيضاً نَزَّلَ فِي جَمَاعَةٍ أَسْلَمُوا مِنَ الْيَهُودِ كَعَبْدِ
اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَغَيْرِهِ وَمِنَ النَّصَارَى قَدِمُوا مِنَ الْحَبَشَةِ وَمِنَ الشَّامِ ﴿وَإِذَا يَتْلَى عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ﴾ قَالُوا
إِنَّمَا بِهِ إِحْسَانٌ مِنَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿۵۳﴾﴾ مُؤَخِّدِينَ ﴿أُولَئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ﴾
﴿بِإِيمَانِهِمْ بِالْكِتَابَيْنِ﴾ بِمَا صَبَرُوا ﴿بَصِيرِهِمْ عَلَى الْعَمَلِ﴾ بِهِمَا ﴿وَيَدْرَأُونَ﴾ يَذْفَعُونَ ﴿بِالْحَسَنَةِ﴾
السَّيِّئَةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۵۴﴾﴾ يَتَصَدَّقُونَ ﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ﴾ الشَّتْمِ وَالْأَذَى مِنَ الْكُفَّارِ ﴿
اعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلِّمُوا عَلَيْكُمْ ﴿سَلَامٌ مُتَارِكَةٌ أَي سَلَّمْتُمْ مِنَّا مِنَ الشَّتْمِ
وَغَيْرِهِ﴾ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿۵۵﴾﴾ لَا نَصْحَبُهُمْ وَنَزَلَ فِي حَرِّهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَى الْإِيمَانِ عَمَّهِ أَبِي طَالِبٍ ﴿
إِنَّا لَا تَهْدِي مِنْ أَحِبِّتِ﴾ هِدَايَتَهُ ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ وَهُوَ أَعْلَمُ ﴿أَي عَالِمٌ﴾ بِالْمُهْتَدِينَ
﴿۵۶﴾﴾ وَقَالُوا ﴿أَيِ قَوْمَةٍ﴾ إِنْ تَتَّبِعِ الْهَدْيَ مَعَكَ تَخْطِفُ مِنْ أَرْضِنَا ﴿أَي نُنْتزِعُ مِنْهَا بِسُرْعَةٍ﴾ قَالَ تَعَالَى
﴿أُولَئِكَ نَمُكِّنْ لَهُمْ حُرْمًا﴾ إِنَّمَا ﴿يُؤْمِنُونَ فِيهِ مِنَ الْإِغَارَةِ وَالْقَتْلِ وَالْوَاقِعِينَ مِنَ بَعْضِ الْعَرَبِ﴾ عَلَى بَعْضٍ ﴿
يَجْبِي﴾ بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالْتَحْتَانِيَّةِ ﴿إِلَيْهِ ثَمَرَتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ مِنْ كُلِّ أَوْبٍ ﴿رِزْقًا﴾ لَهُمْ ﴿مَنْ لَدُنَّا﴾ أَي
عِنْدَنَا ﴿وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ﴿۵۷﴾﴾ أَنْ مَا نَقُولُهُ حَقٌّ ﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ﴾ بَطَرَتْ مَعِيشَتَهَا ﴿أَي
عَيْشَتَهَا وَأُرِيدُ بِالْقَرْيَةِ أَهْلِهَا﴾ فَتِلْكَ مَسْكِنُهُمْ لَمْ تَسْكُنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ﴿لِلْمَارَّةِ﴾ يَوْمًا أَوْ
بَعْضُهُ ﴿وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ﴾ ﴿۵۸﴾﴾ مِنْهُمْ ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مَهْلِكُ الْقُرَى﴾ بِظُلْمٍ أَهْلِهَا ﴿حَتَّى يَبْعَثَ فِي
أَمِّهَا﴾ أَي أَعْظَمَهَا ﴿رَسُولًا﴾ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ﴿وَمَا كُنَّا مَهْلِكِي الْقُرَى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ﴾ ﴿۵۹﴾﴾ بِتَكْذِيبِ
الرُّسُلِ ﴿وَمَا أَوْتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا﴾ أَي تَتَمَتَّعُونَ وَتَتَزَيَّنُونَ بِهِ أَيَّامَ حَيَاتِكُمْ ثُمَّ
يُفْنَى ﴿وَمَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ وَهُوَ ثَوَابُهُ ﴿خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۶۰﴾﴾ بِالْبَيَاءِ وَالنَّاءِ أَنْ الْبَاقِي خَيْرٌ مِنَ الْفَاقِي.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے بیان کیا ان کے لیے قول (یعنی قرآن پاک، وصلنا بمعنی بیٹنا ہے) کہ وہ دھیان کریں (صحیح حاصل کر کے ایمان لے آئیں) جن کو ہم نے اس سے پہلے (یعنی قرآن پاک سے پہلے) کتاب دی وہ اس پر (بھی) ایمان لاتے ہیں (یہ آیت مبارکہ یہودیوں کی اس جماعت کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا جیسے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ دیگر نصاریٰ

یہ حضرات جہنہ اور شام سے تشریف لائے تھے) اور جب ان پر (قرآن پاک) پڑھا جاتا ہے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہی حق ہے ہمارے رب کے پاس سے ہم اس سے پہلے ہی مسلمین تھے..... ا..... (یعنی اللہ ﷻ کی وحدانیت کے مقرر تھے) ان کو ان کا اجر (دو کتابوں پر ایمان رکھنے کے سبب..... ۲.....) دو بالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر (یعنی دونوں پر مستقل عمل کرنے کے سبب) اور وہ (خود سے) برائی کو بھلائی سے ٹالتے ہیں..... ۳..... (یدروُن بمعنی یدفعون ہے) اور ہمارے دیئے سے کچھ خرچ کرتے ہیں (یعنی صدقہ کرتے ہیں) اور جب لغو (یعنی کفار کی گالی گلوچ اور ایذا پہنچانے والی باتیں) سنتے ہیں اس سے تغافل کرتے ہیں..... ۴..... اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے عمل اور تمہارے لیے تمہارے عمل بس تم پر سلام ہو (یہاں سلام سے مراد سلام متار کہ ہے..... ۵..... یعنی تم ہماری طرف سے گالی گلوچ وغیرہ ہونے سے سلامت رہے ہو) اور ہم جاہلوں کو چاہنے والے نہیں (یعنی ہم ان کی صحبت اختیار نہیں کرتے، نبی پاک ﷺ کو اپنے چچا ابوطالب کے ایمان لے آنے کی شدید خواہش تھی..... ۶..... اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی) تم از خود ہدایت نہیں دیتے جس کو (ہدایت دینا) پسند کرتے ہو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے..... ۷..... اور وہ جانتا ہے ہدایت والوں کو (اعلم بمعنی عالم ہے) اور کہتے ہیں (یعنی حضور کی امت دعوت) اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہمیں ہمارے ملک سے اچک لیا جائے گا (ہمیں تیزی سے ہمارے ملک سے باہر نکال دیا جائے گا، اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی امان والے حرم میں (کہ اس میں لوٹ ماری، قتل وغارتگری سے محفوظ رہیں، جو عرب باہم ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں) جس کی طرف ہر چیز کے (ہر سمت کے) پھل لائے جاتے ہیں (یعنی جنسی تاء اور یاء دونوں کے ساتھ ہے) ہمارے پاس کی روزی (ان کے لیے، من لدنا بمعنی عندنا ہے) لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں (کہ ہم نے جو ان سے فرمایا ہے وہ حق ہے) اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کر دیئے جو اپنے عیش پر اتر گئے تھے (معبشتھا بمعنی عیشھا ہے، اور شہر سے مراد شہر والے ہیں) تو یہ ہیں ان کے مکان کے بعد سکونت نہ ہوئی مگر کم (کہ گزرنے والے افراد ایک دن یا کچھ وقت وہاں گزارتے ہیں) اور (ان کے) ہم ہی وارث ہیں اور تمہارا رب شہروں کو (ان پر ظلم کرتے ہوئے) ہلاک نہیں کرتا اس کی اصل (یعنی سب سے بڑی ہستی) میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب کہ ان کے ساکن (رسولوں کو جھٹلانے کے سبب) ستم گاروں اور جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے وہ دنیاوی زندگی کا برتاؤ اور اس کا سنگھاڑ ہے (جس کو تم اپنی زندگی کے ایام ختم ہونے تک برتو گے اور اس سے زینت حاصل کرو گے پھر یہ فنا ہو جائیں گی..... ۸.....) اور جو اللہ کے پاس ہے (یعنی اس کا ثواب) وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا تو کیا تمہیں عقل نہیں (تعقلون کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے کہ باقی رہنے والی شے فنا ہونے والی شے سے بہتر ہوتی ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وَلَقَدْ وَصَلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾

و: متانفہ، لام قسمیہ، قد تہجیۃ، وصلنا: فعل بافاعل، لام: جار، ہم: ضمیر زوالحال، لعلہم یذکرؤن: جملہ اسمیہ حال، بلکہ مجرور، بلکہ ظرف لغو، القول: مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، بلکہ جملہ قسمیہ۔

﴿الذین اتینہم الکتب من قبلہ ہم بہ یومنون﴾

الذین: موصول، اتینہم: فعل بافاعل ومفعول اول، الکتب: موصوف، من قبلہ: ظرف مشرق صفت، بلکہ مفعول ثانی، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر صلب، بلکہ مبتدأ، ہم: مبتدأ، بہ یومنون: جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿وإذا يتلى عليهم قالوا امانا به﴾.

و: عاطفہ، اذا بظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، يتلى علیہم: فعل مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قالوا بقول، امانا به: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انه الحق من ربنا انا كنا من قبله مسلمين﴾.

انه: حرف مشبہ واسم، الحق: ذوالحال، من ربنا: ظرف مستقر حال ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، انا حرف مشبہ واسم، كنا: فعل ناقص باسم، من قبله: ظرف مستقر حال مقدم، مسلمین: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿واولئك يوتون اجرهم مرتين بما صبروا ويدرءون بالحسنة السيئة ومما رزقنهم ينفقون﴾.

اولئك: مبتدأ، يوتون: فعل بانائب الفاعل، اجرهم: مفعول ثانی، مرتین: ظرف، بما صبروا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یدرءون بالحسنة: فعل بانفاعل وظرف لغو، السيئة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، مما رزقنهم ينفقون: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وإذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه وقالوا لنا اعمالنا ولكم اعمالكم سلام عليكم لا نبتغي الجاهلين﴾.

و: عاطفہ، اذا بظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، سمعوا اللغو: فعل بانفاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، اعرضوا: فعل بانفاعل، عنه: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، قالوا بقول، لام: جار، لنا: ضمیر ذوالحال، لا نبتغی الجاهلین: جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، اعمالنا مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لكم اعمالكم: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ اول، سلام: مبتدأ، علیکم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انك لا تهدي من احببت ولكن الله يهدي من يشاء وهو اعلم بالمهتدين﴾.

انك: حرف مشبہ واسم، لا تهدي: فعل نفی بانفاعل، من احببت: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، لكن الله: حرف مشبہ واسم، يهدي من يشاء: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ، و: عاطفہ، هو مبتدأ، اعلم بالمهتدين: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقالوا ان نتبع الهدى معك نتخطف من ارضنا﴾.

و: عاطفہ، قالوا بقول، ان: شرطیہ، نتبع: فعل بانفاعل، الهدی: ذوالحال، معك: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، نتخطف من ارضنا: فعل بانفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اولم نمكن لهم حرما امنا يجيبى اليه ثمرات كل شيء رزقا من لدنا﴾.

همزة: حرف استفهام، و: عاطفہ، لم نمكن: فعل نفی بانفاعل، لهم: ظرف لغو، حرما بوصوف، امانا: صفت اول، يجيبى اليه: فعل مجہول وظرف لغو، ثمرات كل شيء: نائب الفاعل، رزقا: موصوف، من لدنا: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولكن اكثرهم لا يعلمون﴾.

و: عاطفہ، لكن حرف مشبہ، اكثرهم: اسم، لا يعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وكم اهلكنا من قرية بطرت معيشتها﴾.

و: مستانفہ، کم، بمتیز، من: جار، قریۃ: موصوف، بطرت معیشتها: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر تمیز، ملکر مفعول مقدم، اهلکنا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فنتلک مسکنہم لم تسکن من بعد ہم الا قليلا وکنا نحن الوردین﴾

ف: عاطفہ، نتلک مبتدا، مسکنہم: خبر اول، لم تسکن: فعل نفی مجہول نائب الفاعل، من بعد ہم: ظرف لغو، الا: اداة حصر، قليلا: ”وقفا“ محذوف کی صفت، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، کنا: فعل ناقص بااسم، نحن الوردین: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما کان ربک مهلک القرى حتى یبعث فی امہا رسولا یتلوا علیہم ایتنا﴾

و: مستانفہ، ما: تانیہ، کنا: اسم فاعل بافاعل مضاف، القرى: مفعول مضاف الیہ، حتی: جار، یبعث: فعل بافاعل، فی امہا: ظرف لغو، رسولا: موصوف، یتلوا علیہم ایتنا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما کنا مهلکی القرى الا واهلها ظلمون﴾

و: عاطفہ، ما: تانیہ، کنا: فعل ناقص بااسم، مهلکی: اسم فعل بافاعل مضاف، القرى: مضاف الیہ مفعول، الا: اداة حصر، و: حالیہ، اهلها مبتدا، ظلمون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر ”اعم احوال“ سے واقع ہے ”ای وما کنا نهلکم فی حال من الا احوال الا فی حال کونہم ظالمین“، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما اوتیتم من شیء فمتاع الحیوة الدنیا وزینتها﴾

و: مستانفہ، ما: بشرطیہ مبتدا، اوتیتم: فعل نائب الفاعل، من شیء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، متاع الحیوة الدنیا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، وزینتها: معطوف، ملکر ”هو“ مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وما عند اللہ خیر وابقی افلا تعقلون﴾

و: عاطفہ، ما: موصولہ، عند اللہ ظرف متعلق بمحذوف صلہ، ملکر مبتدا، خیر: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابقی: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، همزہ حرف استفہام، ف: عاطفہ، لا تعقلون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆.....الذین اتیناہم الکعب من قبلہ.....☆ یہ آیت مومنین اہل کتاب حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان اہل انجیل کے حق میں نازل ہوئی جو حبشہ سے آکر سید عالم ﷺ پر ایمان لائے، یہ چالیس حضرات تھے جو حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ آئے جب انہوں نے مسلمانوں کی حاجت اور تنگی معاش دیکھی تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ ہمارے پاس مال ہیں حضور اجازت دیں تو ہم واپس جا کر اپنے مال لے آئیں اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کریں، سید عالم ﷺ نے اجازت دی اور وہ جا کر اپنے مال لے آئے اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کی ان کے حق میں یہ آیات ﴿مما رزقناہم ینفقون﴾ تک نازل ہوئیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ آیتیں اسی اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئیں جن میں چالیس نجران کے اور تیس حبشہ کے اور آٹھ شام کے تھے۔

☆.....انک لا تہدی من احببت.....☆ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں

نازل ہوئی، نبی کریم ﷺ نے ان سے ان کی موت کے وقت فرمایا اے چچا کہو "لا الہ الا اللہ" میں تمہارے لئے روزِ قیامت شاہد ہوں گا، انہوں نے کہا کہ اگر مجھے قریش کے عار دلانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور ایمان لا کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کرتا، اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھا "ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریة دینا لولا الملامة او حذار مسبة لو جدتہی سمحا بذاک مہینا یعنی میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمد ﷺ کا دین تمام جہانوں کے دین سے بہتر ہے اگر ملامت و بدگوئی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں نہایت صفائی کے ساتھ اس دین کو قبول کرتا" اس بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

☆..... وقالوا ان تبع الہدی.....☆ یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف کے حق میں نازل ہوئی، اس نے نبی کریم ﷺ سے کہا تھا کہ یہ تو ہم یقین سے جانتے ہیں کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ حق ہے لیکن اگر ہم آپ کے دین کا اتباع کریں تو ہمیں ڈر ہے کہ عرب کے لوگ ہمیں شہر بدر کر دیں گے اور ہمارے وطن میں نہ رہنے دیں گے، اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا۔

﴿تشریح تو ضیح و اعتراض﴾

کیا لفظ اسلام و مسلمین دین محمدی کے ساتھ خاص ہے؟

۱..... اسلام کا اطلاق ہر دین حق پر ہوتا ہے یا صرف دین محمدی پر، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اسی طرح مسلمین کا اطلاق فقط سید عالم ﷺ کے متبعین پر ہوتا ہے یا کسی اور نبی کے متبعین پر بھی ہوتا ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ اسلام کا لفظ ہمارے نبی ﷺ کے دین کے ساتھ مخصوص ہے اور مسلمین کا لفظ بھی ہمارے نبی ﷺ کے دین کے ساتھ مخصوص ہے البتہ انبیائے سابقین پر بھی مسلمین کا اطلاق کیا جاتا ہے اور دوسرا قول جو تعظیم کا ہے وہ قول مرجوح ہے، اس سلسلے میں راجح قول پر مزید دلائل پیش کریں گے، اس کے بعد مرجوح قول کے جوابات دینے کی سعی کی جائے گی۔ (الحاوی للفتاویٰ، للامام جلال الدین سیوطی، ج ۲، ص ۱۱۵ وغیرہ)

وہ دلائل جو آیات و احادیث سے سید عالم ﷺ کی شریعت کے اسلام اور آپ کے پیروکار کے مسلمین ہونے کے ساتھ خاص ہیں

(۱)..... اللہ ﷻ کا فرمان ﴿الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا﴾ (البقرة: ۱۲۸)۔ اس آیت میں "لکم" کو "الاسلام" پر مقدم کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ تمہارے لئے فقط اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔

(۲)..... فرمان مقدس نشان ﴿وایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة اے ایمان والوں اسلام میں پورے داخل ہو﴾ (البقرة: ۲۰۸)۔ اہل کتاب میں سے جو احباب اسلام لائے ان سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی لیکن بعض احکام پر ان کا عمل نہ تھا مثلاً ہفتہ کے دن کی تعظیم کرنا، اونٹ کا گوشت نہ کھانا وغیرہ۔ اللہ ﷻ نے دین اسلام کو مقدم کرتے ہوئے اس میں پورے طور پر داخل ہونے کا حکم ارشاد فرما دیا، اس میں تصریح پائی جا رہی ہے کہ تورات کو اسلام نہیں کہا گیا۔

(۳)..... فرمان باری ﷻ ﴿وربنا وجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امة مسلمة لک اے ہمارے رب اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار﴾ (البقرة: ۱۲۸)۔ اس آیت مقدسہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے اسلام کو پسند فرمایا اور مسلمان رہنے کی دعا فرمائی اور آپ ﷺ کی اولاد کی امت سید عالم ﷺ کی امت ہے گویا مزید یوں بھی دعا گو ہوئے ﴿وربنا وبعث فیہم رسولا منہم اے رب ہمارے بھیج ان میں ایک رسول انہی میں

سے (البقرہ: ۱۷۹) ﴿- اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دونوں دعاؤں کو قبول فرمایا اور اہل مکہ میں نبی مبعوث فرمایا اور ان کی امت کو مسلمہ فرمایا جس سے واضح ہوا کہ ہمارے نبی کے پیروکار ہی کو مسلم کہا گیا ہے۔

(۴)..... حضرت وہب بن منہ فرماتے ہیں: اللہ ﷻ نے حضرت شعبا علیہ السلام کو وحی کی کہ نبی اُمّی کو مبعوث کرنے والا ہوں، اس کی ولادت مکہ میں ہوگی اور اس کی ہجرت طیبہ میں ہوگی، وہ میرے مکرم بندے مصطفیٰ ہیں، ان کی ملت اسلام ہے اور ان کا نام احمد ہے۔

(دلائل النبوة، رقم: ۳۳، ج ۱، ص ۷۲)

(۵)..... حضرت عبداللہ بن ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے قریظہ کے ایک بھائی کے پاس گزرا اس نے میرے لئے تورات کے چند باب لکھ دیئے کیا میں ان کو آپ ﷺ کے سامنے پیش نہ کروں؟ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا، پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم اللہ ﷻ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اور سید عالم ﷺ کو رسول مان کر راضی ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ کے چہرے انور سے غصہ کے آثار کچھ کم ہوئے اور فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں صبح کو حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں اور تم ان کی پیروی کرو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے، تم امتوں میں سے میرا حصہ ہو اور میں نبیوں میں سے تمہارا حصہ ہوں۔“ (مصنف عبدالرزاق، کتاب: اہل کتاب، مسئلہ اہل کتاب، ج ۶ ص ۱۱۳) ہمارے دعویٰ پر حدیث بین دلیل ہے کہ توریت کی شریعت کو اسلام نہیں کہا جاتا کیونکہ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھا کہ سید عالم ﷺ ان کے ہاتھ میں توریت کے چند اجزاء دیکھ کر غضب ناک ہوئے ہیں۔

(۶)..... الحارث الاشعریؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کی وہ جہنم کے بیٹھے والوں میں سے ہے، ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! خواہ وہ روزے رکھے اور نماز بھی پڑھے؟ فرمایا: ”ہاں! تم اللہ ﷻ کی اس پکار کی طرح پکارو جس کی وجہ سے اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے اور مومنین عباد اللہ ہیں۔“

(سنن الترمذی، کتاب الامثال عن رسول اللہ ﷺ، باب: ماجاء فی مثل الصلوۃ، رقم: ۲۸۷۲، ص ۸۱۲)

ان علماء کے دلائل اور ہماری جانب سے جوابات جو اسلام اور مسلمین کے اوصاف تمام شرائع اور تمام امم کے لئے مانتے ہیں:

(۱)..... اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿فاخسر جننا من كان فيهما من المومنين فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين توہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لئے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا﴾ (الذريت: ۲۶۳۰) ﴿- اس آیت کے تحت کہا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے متبعین کو بھی مسلمین کہا گیا ہے جس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اس سے اسلام کا معروف اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی ہم پہلے ہی اطاعت گزار اور اطاعت شعار تھے، اسلام کا معروف اصطلاحی معنی صرف دین اسلام ہے اور صرف مسلمانوں پر صادق آتا ہے۔

(۲)..... فرمان باری ﷻ ﴿عبد الہک والہ ابائک ابراہیم واسمعیل واسحق الہا واحدا ونحن لہ مسلمون ہم پوجیں گے اُسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم واسماعیل واسحق کا ایک خدا﴾ (البقرہ: ۱۲۳) ﴿- اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو مسلمین کہا گیا لہذا ثابت ہوتا ہے کہ مسلمین کا اطلاق امت محمدیہ کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ ہم جواب میں وہی کہیں گے جو قابل تفسیر قرطبی کے حوالے سے کہہ چکے ہیں کہ مراد بالجمع مسلمان کہنا ہے۔

دو کتابوں پر ایمان لانے کا دگنا اجر:

۲..... امام قرطبی (القصص: ۵۳) کے تحت فرماتے ہیں: اور جب ان پر اس کتاب کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں

کہ ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں۔ بیشک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے، ہم اس سے پہلے ہی مسلمین اور اطاعت شعار ہو چکے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کے نزول سے پہلے ہی اپنی کتابوں میں اس کی بشارت پڑھ کر اس پر ایمان لا چکے تھے۔ یا ہم سید عالم ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی اپنی کتابوں میں آپ ﷺ کی بعثت کی بشارت پڑھ کر آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ ہم پہلے ہی موحد تھے، یا ہمارا پہلے ہی ایمان تھا کہ عنقریب سیدنا محمد ﷺ مبعوث ہونگے اور آپ پر قرآن نازل ہوگا۔ اس آیت میں یہ جو فرمایا کہ ہم پہلے ہی مسلمین تھے اس سے اسلام کا معروف اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی ہم پہلے ہی اطاعت گزار اور اطاعت شعار تھے، اسلام کا معروف اصطلاحی معنی صرف دین اسلام ہے اور صرف مسلمانوں پر صادق آتا ہے۔

(القرطبی، الجزء: ۲۰، ص ۲۶۳)

جن وجوہات کی بناء پر مومنین اہل کتاب کو دگنا اجر ملے گا اس کا بیان بھی مابعد آیت میں ہے چنانچہ فرمایا: یہ وہ ہیں جنہیں دگنا اجر دیا جائیگا، کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور بُرائی کو نیکی سے ٹالتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تین آدمیوں کو دگنا اجر ملے گا، ایک اہل کتاب سے وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور سید عالم ﷺ پر بھی ایمان لایا اور وہ غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرے اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس ایک باندی ہو اور وہ اس کو ادب سکھائے تو اچھا ادب سکھائے اور اس کو تعلیم دے تو اچھی تعلیم دے، پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کو دو اجر ملیں گے۔“ (سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب: ما جاء فی الفضل فی ذلك برقم: ۱۱۱۶، ص ۳۳۹)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ تین شخصوں کے متعلق حدیث میں دگنا اجر ملنے کا بیان ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو دو مختلف جہتوں سے عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور انہوں نے ان دونوں کی اطاعت کی، اس لئے وہ دگنے اجر کے مستحق ہوئے، سو جو شخص اہل کتاب سے تھا اس کو اپنے نبی کی طرف حکم دیا گیا تو اس نے اس کے حکم کی اطاعت کی، پھر اس کو ہمارے نبی کی طرف سے حکم دیا گیا تو اس نے آپ ﷺ کی بھی اطاعت کی لہذا اس کو دونوں ملتوں کا اجر ملے گا، اور غلام کو اللہ کی طرف سے بھی حکم دیا گیا اور مالک کی طرف سے بھی لہذا اس کے لئے بھی دگنا اجر ہے اور جو باندی کا مالک تھا اس نے باندی کی تربیت کر کے اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا لہذا اس میں بھی دو اجر ملنے کی امید ہے۔ اور جس نیکی کا مسلمان کو دس گنا اجر ملتا ہے اور مسلمانوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کا ستائیس گنا ثواب ملتا ہے اور حرم پاک میں نماز ادا کرنے کا لاکھ گنا اجر ملتا ہے، لہذا ان تین شخصوں کو یہ تمام اقسام کے اجر عام مسلمانوں کی ہنسبت دگنے ملیں گے۔

(القرطبی، الجزء: ۲۰، ص ۲۶۴)

بُرائی کو بھلائی سے نالنے کا بیان:

سج..... حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ فرماتی ہیں کہ سید عالم ﷺ صبا اور تکلفاً بے شرمی کی باتیں کہتی نہ کرتے، بازار میں شور نہیں مچاتے، بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں بلکہ معاف کر دیتے درگزر فرماتے۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب: ما جاء فی علق، رقم: ۲۰۲۳، ص ۵۹۲)

☆..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میری نبی پاک ﷺ سے ملاقات ہوئی، میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑنے میں پہل کی اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے کہ سب سے اچھے اعمال کون سے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ”اے عقبہ! جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو، جو تمہیں محروم کرے تو اسے عطا کر اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو۔“ (مسند امام احمد، مسند الشامیین، عقبہ بن عامر، رقم: ۱۷۴۵۷، ج ۶، ص ۷۴۸)

☆..... ایک روایت میں یوں ہے: رحم، اللہ کے نام رحمٰن سے مشتق ہے، لہذا جو اس سے تعلق جوڑے گا اللہ اس سے تعلق جوڑے گا اور جو اس سے تعلق توڑے گا اللہ بھی اس سے تعلق توڑے گا۔ (سنن الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب: ما جاء فی رحمة الناس، رقم: ۱۹۳۱، ص ۵۷۱)

☆..... تاجدار مدینہ ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ”کسی مسلمان کے لیے اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں، جس نے تین

دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھا اور مر گیا تو جہنم میں داخل ہوگا۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب فیمن ینجر احیاء المسلم، رقم:

۴۹۱۴، ص ۹۱۹)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا اکرام نہیں بجالاتا۔“ (المرجع السابق

رقم: ۱۹۳۲، ص ۵۷۱)

یہ ساری باتیں تو شریعت میں محبوب و مطلوب ہیں، لیکن زمانے کی ستم ظریفی کا کیا کہنا جنہوں نے ہمارے بچے بچے کو انتقام لینا سکھا دیا ہے، کوئی کسی کو معاف کرنے کے لیے تیار ہی نہیں۔ ظالم و عیاش بے کار حکمران ”ظلم کرو گے تو ظلم کریں گے“ کے نعرے میڈیا پر بیٹھے، ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے، طوفان بدتمیزی مچاتے، مزید فتنے ڈرامے مذہبی اقدار کو روندتے چلے آ رہے ہیں۔ پڑھے لکھے نظر آنے والے جس جاہلانہ طریقے سے لڑتے ہوئے دکھائے دیتے ہیں اس کی منظر کشی کرنے کی ضرورت و حاجت نہیں۔ خدا انہیں حدایت دے یا..... کرے، جنہوں نے ملک و ملت کا سکون پارا پارا کر دیا، آمین۔

لغویات و جاہلانہ کلام و کام سے بچنا:

۳..... سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ ﷺ منبرِ اقدس پر جلوہ گر ہوئے اور با آواز بلند فرمایا: ”اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو مگر ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کو تکلیف نہ دیا کرو اور نہ ہی ان کے عیبوں کے پیچھے پڑو کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرتا ہے اللہ اس کے عیبوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور اللہ جس کے عیب ظاہر فرمادے وہ اسے رسوا کر دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر میں ہی ہو۔“ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر نے کعبہ معظمہ کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: ”تیری شان کتنی بلند ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے لیکن بندہ کومسن اللہ ﷺ کی بارگاہ میں تجھ سے زیادہ محترم ہے۔“

(جامع الترمذی، ابواب البر و الصلۃ، باب: ما جاء فی تعظیم المومن، رقم: ۲۰۳۲، ص ۵۹۶)

☆..... حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اللہ ﷻ کی حدود میں سے کسی حد کو روکنے کی سفارش کی وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضی میں رہے گا یہاں تک کہ اُسے چھوڑ دے اور جس نے کسی ایسے جھگڑے میں کسی مسلمان پر شدید غضب کیا جس (حق یا باطل ہونے) کا اسے علم نہیں تو اس نے اللہ ﷻ کے حق میں اس کی مخالفت کی اور اس کی ناراضی چاہی اس پر روز قیامت تک لگا تار اللہ کی لعنت ہوگی اور جس نے دنیا میں عیب دار کرنے کے لئے کسی مسلمان کے خلاف کوئی بات عام کی جبکہ وہ مسلمان اس بات سے بری ہو تو اللہ ﷻ پر حق ہے کہ اسے قیامت کے دن جہنم میں پگھلائے یہاں تک کہ اپنی کبھی ہوئی بات کو ثابت کر لے۔“

(الترغیب و الترہیب، کتاب القضاء، باب: الترہیب من اعانة المبطل، رقم: ۳، ج ۲، ص ۱۳۸)

☆..... سید عالم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے: ”جس نے ناحق جھگڑے میں کسی کی معاونت کی وہ اللہ ﷻ کی ناراضگی میں رہے گا یہاں

تک کہ اُسے چھوڑ دے۔“ (المستدرک، کتاب الاحکام، باب: لا تحوز شهادة بدوی علی صاحب قریۃ، رقم: ۷۰۵۱، ج ۷، ص ۲۵۲)

☆..... سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”جس نے کسی مسلمان سے کہا او کا فر یا اللہ کا دشمن! اور وہ ایسا نہ تھا تو کہنے والے کا قول اسی پر لوٹ

آئے گا۔“ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: بیان حال ایمان من قال لایحیہ المسلم یا کافر، رقم: ۱۲۰)، ص ۶۰/ (۵۸)

☆..... سید عالم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے: ”جس نے کسی مسلمان کو کہا او کا فر! تو یہ اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب: من اکفر احیاء بغير تاویل فهو کما قال، رقم: ۶۱۰۵، ص ۱۰۶۴)

تنبیہ: اس جملے میں شدید وعید ہے کہ اس کا کفر لوٹ آئے یا وہ خود ہی دشمنِ خدا ٹھہرے نیز اس قسم کے گناہ کو قتل کی مثل بھی قرار دیا ہے

لہذا اکلام کرنے میں احتیاط ہی کرنا چاہیے کہ اگر کفر نہ ہو تو گناہ کبیرہ ہی ہو جائے گا، ورنہ صغیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا اور بار بار کا صغیرہ

کبیرہ بلکہ اشد کبیرہ بن جاتا ہے لہذا لغویات اور ناپسندیدہ جاہلانہ کلام سے بچنے ہی میں حافیت ہے۔

سلام متارکہ اور سلام تحیت:

۵..... قطع تعلق یا جان چھڑانے کے لئے جو سلام کیا جاتا ہے اسے سلام متارکہ کہتے ہیں، اور جو تعظیم کے لئے کیا جائے اسے سلام تحیت کہا جاتا ہے۔ متذکرہ آیت ﴿وقالوا لانا اعمالنا ولكم اعمالکم سلم علیکم﴾ میں سلام متارکہ مراد ہے نہ کہ سلام تحیت۔ ہم ذیل میں مختلف تفاسیر کے عربی متن ذکر کرتے ہیں جس سے مزید وضاحت ہو جائے گی مزید "امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص حنفی" کی تفسیر "احکام القرآن" کی عبارت بھی پیش کریں گے تاکہ علامہ آلوسی کو ہونے والی غلطی کا واضح انکشاف سامنے آجائے۔

(۱)..... لیس المراد منه سلام التحية ولكنه سلام المتاركة، معناه سلمتم منا لا نعاوضكم بالثتم والقبح من القول.

(البغوی، ص ۷۱۴)

(۲)..... هذا السلام ليس بتسليم موصل وتحية موافق بل هو براءة وسلام مودع مفارق.

(روح البيان، ج ۶، ص ۵۲۹)

(۳)..... ليس المراد منه سلام التحية ولكنه سلام المتاركة، معناه سلمتم منا لا نعاوضكم بالثتم.

(الخازن، ج ۳، ص ۳۶۸، المظهری، ج ۵، ص ۳۸۶)

(۴)..... متاركة لهم وتوديعا، او دعاء لهم بالسلامة عما هم فيه.

(البيضاوی، ج ۳، ص ۱۹)

(۵)..... ان هذه الكلمة تحية بين المومنين وعلامة الاحتمال من الجاهلين.

(الرازی، ج ۸، ص ۶۰۸)

(۶)..... قالوه توديعا لهم لا تحية او هو للمتاركة ايضا كما في قوله تعالى ﴿واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما اور جب جاہل اُن سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں اُس سلام (القرآن: ۶۳) ﴿وايا ما كان دليل في الاية على جواز ابتداء الكافر بالسلام كما زعم الجصاص اذ ليس الغرض من ذلك الا المتاركة او التوديع.

(روح المعاني، الجزء: ۲۰، ص ۴۰۶)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ سید عالمؑ نے فرمایا: "ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان پر چھ نیکیاں

ہیں۔ (۱)..... جب اس سے ملاقات ہو تو سلام کہے۔ (۲)..... جب وہ دعوت دے تو قبول کرے۔ (۳)..... جب چھینک آئے تو

اس کا جواب دے۔ (۴)..... جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔ (۵)..... جب مر جائے تو اس کے جنازہ میں شامل ہو۔

(۶)..... جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند کرے۔"

(سنن الترمذی، کتاب الادب، باب: ما جاء في تشميت العاطس، رقم: ۲۷۳۶، ص ۷۸۴)

ابوطالب کے ایمان لانے یا نہ لانے کی تحقیق:

۶..... اس میں شک نہیں کہ ابوطالب تمام عمر سید المرسلینؑ کی حفظ و حمایت و کفالت و نصرت میں معروف رہے، اپنی اولاد سے زیادہ سید عالمؑ کو عزیز رکھا، اور اس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالم سید عالمؑ کا دشمن جان ہو گیا تھا، سید عالمؑ سے بے حد محبت و الفت تھی، آپؑ کی شان میں قصیدہ بھی کہا لیکن مجرد محبت کا پایا جانا ایمان کو لازم نہیں کرتا۔ شرح عقائد میں ہے:

لیست حقیقۃ التصدیق ان تقع فی القلب نسبة الصدق الی الخبر والمخبر من غیر اذعان وقبول بل هو اذعان وقبول لذلك بحيث يقع علیہ اسم التسلیم علی ما صرح بہ الامام الغزالی حقیقت تصدیق یہ نہیں کہ دل میں خبر یا خبر کی سچائی کی نسبت واقع ہو جائے بغیر اذعان وقبول کے، بلکہ وہ تو اذعان اور اس طرح قبول کرنا کہ اس پر اسم تسلیم واقع ہو، جیسا کہ امام غزالی نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ درج ذیل ہم سات فصول میں مختصر دلائل بیان کرتے ہیں جس سے ابوطالب کے ایمان نہ لانے پر حجت قائم ہو سکے گی۔

فصل اول:

(۱)..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿انک لا تہدی من احببت ولكن اللہ یہدی من یشاء وهو اعلم بالمہتدین بیشک یہ نہیں کہ جسے تم اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو (مفصص: ۵۶)۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت پاک ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

(۲)..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قریبی من بعد ما تبین لهم انہم اصحاب الجحیم نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی مغفرت چاہیں اگرچہ وہ رشتے دار ہوں جب کہ انہیں کھل چکا کہ وہ جہنمی ہیں (توبہ: ۱۱۳)۔

یہ آیت بھی ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

فصل دوم:

☆..... حضرت عباس عم رسول ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے سید عالم ﷺ کی جناب میں یوں عرض کی: حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا؟ خدا کی قسم! وہ حضور کی حمایت کرتا اور حضور کے لئے لوگوں سے بھگڑتا تھا، فرمایا: ”میں نے اُسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو اُسے کھینچ کر پاؤں تک آگ میں کر دیا، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔“

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: شفاعۃ النبی ﷺ لابی طالب، رقم: (۳۹۸)/۲۰۹، ص ۱۲۹)

☆..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ کے سامنے ابوطالب کا ذکر ہوا تو فرمایا: ”میں لہید کرتا ہوں کہ روز قیامت میری شفاعت ان کو یہ نفع دے گی کہ جہنم میں پاؤں تک کی آگ میں کر دیا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک ہوگی جس سے اس کا دماغ جوش مارے گا۔“ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: قوله انک لا تہدی، سورۃ القصص، رقم: ۴۷۷۲، ص ۸۳۷)

فصل سوم:

امام ابوالبرکات نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

کافر مر جائے تو اس کا مسلمان رشتے دار اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے، اس میں اصل یہ ہے کہ جب ابوطالب مر گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: آپ ﷺ کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اس کو غسل دو، کفن پہناؤ اور دفن کرو اور کوئی نئی چیز نہ کرنا یہاں تک کہ مجھے آملو یعنی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔“

فصل چہارم:

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر پھر علامہ علی بن احمد عزیزی سراج المنیر شروح جامع صغیر میں زبردست ہشتم فرماتے ہیں: ”هذا یؤذن

بموتہ علی کفرہ وهو الحق وهم البعض یعنی حدیث یہ بتاتی ہے کہ ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی اور یہی حق ہے اور اس کا خلاف وہم ہے۔

علامہ یعنی فرماتے ہیں کہ ما قبل احادیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ ابوطالب کی موت اسلام پر نہ ہوئی، اگر تو کہے کہ سہیلی نے ذکر کیا کہ انہوں نے مسعودی کی کسی کتاب میں دیکھا کہ ابوطالب اسلام لے آئے میں یہ کہوں گا کہ ایسی بے سرو پا حکایت احادیث صحیح بخاری کی معارض نہیں ہو سکتیں۔

فصل پنجم:

شرح مقاصد و شرح تحریر پھر رد المحتار حاشیہ در مختار باب المرتدین میں ہے:

”جس سے اقرار اسلام کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اقرار نہ کرنے پر اصرار رکھے بالاتفاق کافر ہے کہ یہ دل میں تصدیق نہ ہونے کی علامت ہے، اسی واسطے تمام علماء نے کفرابی طالب پر اجماع کیا ہے۔“

فصل ششم:

اصابہ میں ہے:

رافضیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ابوطالب مسلمان مرے، امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں شروع تذکرہ ابوطالب میں فرمایا: بعض لوگ ابوطالب کے اسلام کے قائل ہوئے یہ غلط ہے۔

فصل ہفتم:

نسیم الریاض میں ہے:

نبی ﷺ کے ساتھ ابوطالب کی مہر و محبت مشہور ہے اور تعظیم و معرفت نبوت معلوم، مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمان ہونے کی توفیق نہ دی اور کتاب الامتاع میں فرمایا: ابوطالب کے مسلمان نہ ہونے میں اللہ کی باریک حکمت ہے وہ سردار قریش تھے کوئی ان کی پناہ پر تعدی نہ کر سکتا تھا حضور ﷺ ابتدائے اسلام میں ان کی حمایت میں تھے وہ مخالفوں کو حضور سے دفع کرتے تھے۔

(الفتاویٰ الرضویہ منخرجہ، رسالہ: شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ج ۲۹، ص ۶۵۵ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

سید عالم ﷺ کے ہدایت دینے یا نہ دینے کا بیان:

یے..... صاحب کشف کی عبارت سے ہدایت کو سید عالم ﷺ کی ذات کی جانب نفی کی طرف محمول کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا

﴿انک لا تہدی من احببت﴾ یعنی اے محبوب! آپ کو کسی کو اسلام میں داخل کرنے اور اس پر استقامت پذیر ہونے کی قدرت نہیں ہے۔ اور پھر ﴿ولکن اللہ یہدی من یشاء﴾ کا معنی یہ ہے کہ بالفعل کسی کا اسلام میں داخل ہونا اللہ کی قدرت میں داخل ہے اور یہی وہ بات ہے جس پر میں نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت اعتماد کیا ہے۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۰، ص ۴۰۷)

جہاں تک اس آیت ﴿وانک لتہدی الی صراط مستقیم﴾ پیشک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو (شوری: ۵۲) کا تعلق ہے تو درحقیقت کوئی تعارض نہیں کیونکہ سید عالم ﷺ اللہ کی عطا سے راہ دین کی رہنمائی کرتے ہیں جب کہ دل میں اسلام داخل کرنا اللہ کی قدرت ہے۔

سب کچھ فنا ہو جانے کا بیان:

۸..... دل دنیاوی زندگی اور اس کے متعلقات میں مصروف ہو جائے، یقیناً یہ بُری صفت ہے۔ ایسے عالم میں شیطان خوب کھیل تماشوں اور زیب و زینت اور لذیذ کھانوں، کثرت مال میں منہمک کر کے طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈال دیتا ہے۔ افسوس مسلمان لذیذ کھانا شکم سیر ہو کر کھا بھی لے، اگرچہ حلال و طیب ہی ہو، شہوت ضرور زور پکڑتی ہے۔ سیدنا سحیب رضی اللہ عنہ نے شیطان کو اس حالت میں دیکھا کہ اس کے پاس ہر چیز کو پھانسنے کے لئے کچھ پھندے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ان پھندوں کے بارے میں پوچھا تو شیطان نے جواب دیا: ”یہ وہ شہوات ہیں جن کے ذریعے میں آدمی پر قابو پاتا ہوں۔“ حضرت سحیب رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میرے لئے بھی کچھ ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا: ”بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوب سیر ہو کر کھا لیتے ہیں تو میں نماز و ذکر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھاری کر دیتا ہوں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید دریافت کیا کیا کوئی اور چیز بھی ہے؟ شیطان نے جواب نہیں دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھاؤں گا، شیطان نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں کبھی کسی مسلمان کو نصیحت نہیں کروں گا۔“

(حلیۃ الاولیاء، مہذب بن الورد، رقم: ۱۱۷۰۴، ج ۸ ص ۱۵۷)

غور کیجئے! کتنا مشکل وقت ہے، انسان کی زندگی کتنی جلد ختم ہو جاتی ہے۔ اعمال صالحہ نہ ہوں تو بجائے بچھتاوے کے کیا حاصل ہوتا ہے؟ دنیاوی زندگی میں ہی وقت کی قدر کر لیجئے، اچھے اعمال اکٹھے کر لیجئے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خاتون جنت سے ارشاد فرمایا: ”عمل کرو کیونکہ میں اللہ کے مقابلے میں تمہیں کوئی فائدہ نہ دوں گا۔“ (صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب: هل يدخل النساء برقم: ۲۷۵۳، ص ۴۵۵)

تنبیہ: متذکرہ بالا حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو کچھ فائدہ نہ دے سکیں گے، شفاعت مصطفیٰ برحق ہے جو کہ نصوص سے ثابت ہے، یہاں عمل کی کثرت کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔

اغراض:

ایضاً: جیسا کہ وہ اپنی کتاب (توریت) پر ایمان لاتے تھے۔

نزلت فی جماعة اسلموا من الیہود: کہا جاتا ہے کہ اہل کتاب کے انس، نجران کے چالیس، حبشہ کے بیس، شام کے آٹھ، یا ایک قول کے مطابق چالیس آدمی حضرت جعفر بن ابی طالب کی نگرانی میں حبشہ روانہ ہوئے۔ مزید شان نزول میں مذکور ہو چکا ہے۔

بصبر ہم: اس جملے سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ہمیں ماموصولہ ہے۔

علی العمل بہما: مشرکین کی عادت کے مطابق ان کی جانب سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرنا مراد ہے۔

سلام متارکة: سے اعراض کرنے یا فرقت چاہنے کا سلام ہے نہ کہ سلام تحیت۔ لا نصحبہم: بمعنی لا نطلب صحبتہم (یعنی ہم ان کی صحبت کی طلب نہیں کرتے) ہے۔

ونزل فی حرصہ: ابو طالب کی وفات کے وقت کے واقعے کا بیان مقصود ہے جسے ہم نے ماقبل شان نزول میں بیان کر دیا ہے وہیں دیکھ لیجئے۔ یا منون فیہ: سے اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مجاز عقلی کا استعمال ہے۔

ای قومہ: مراد بعض اہل مکہ ہیں، جیسا کہ حرث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف، کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: ”ہم جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں، لیکن ہمیں خوف ہے کہ اگر ہم آپ کی اتباع کریں تو اہل عرب ہماری مخالفت کریں گے، اور ہمیں اپنی زمین سے نکال باہر کریں گے۔ ان ما نقولہ حق: مفعول یعلمون کے محذوف ہونے کی جانب اشارہ ہے۔

للمارة یوما او بعضہ: اس لیے کہ کسی جانب سے گزرنا اور آرام کے لئے سواری سے اترنا عموماً ایک دن یا دن کے کچھ حصے کے لئے ہوتا ہے۔ وہو ثوابہ: سے مراد اعمال کا ثواب ہے جو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے ارادے کے ساتھ قصد کی جاتی ہے۔

ای اعظمها: مراد مدین اور اطراف کا علاقہ ہے، پس اللہ ﷻ کی عادت ہے کہ اس نے ال مدین میں (بھی) رسول بھیجا، کیونکہ وہ ذہین و ظہین لوگ تھے، اور وہ غیروں کی پیروی کرتے تھے، اسی طرح سید عالم ﷺ کو تمام خلق کی جانب مبعوث کیا گیا، اور علی الاطلاق ان کا شہر تمام شہروں میں افضل ترین شہر ہے اور ان کا قبیلہ تمام قبیلوں میں اشرف ترین قبیلہ ہے۔

ثم یفنی: دنیا کی زریب و زینت تمہاری موت پر لے جائے گا، تمام دنیا کا مال و متاع زائل ہو جائے گا، سوائے جزاء کے کچھ باقی نہ رہے گا، پس دنیا کے حلال کا حساب ہے اور حرام کا عقاب (سزا) ہے۔
(الصاوی، ج ۴، ص ۲۹۴ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿اَقْمِن وَعَدْنَه وَعَدَا حَسَنًا فَهُوَ لَا قِيَهَ ﴿مُصِيبَةٌ وَهُوَ الْجَنَّةُ﴾ كَمَنْ مَتَعْنَه مَتَاعَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا ﴿فَيَزِلُّ عَنْ قَرِيبٍ﴾ ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٢١﴾﴾ النَّارِ الْأَوَّلِ الْمُؤْمِنُ وَالثَّانِي الْكَافِرُ أَيْ لَا يَتَسَاوَى بَيْنَهُمَا ﴿وَوَإِذْ كُرِّهُ يَوْمَ يَنَادِيهِمُ اللَّهُ ﴿فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾﴾ هُمْ شُرَكَائِي ﴿قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ﴿بِذُخُولِ النَّارِ وَهُمْ رُؤُوسُ الضَّلَالَةِ﴾ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ اغْوَيْنَا ﴿مُبْتَدَأً وَصِفَةً﴾ اغْوَيْنَهُمْ ﴿خَبْرَهُ فَفَعَلُوا﴾ كَمَا غَوَيْنَا ﴿لَمْ نَكْرِهُهُمْ عَلَى الْغَيِّ﴾ تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ ﴿مِنْهُمْ﴾ مَا كَانُوا إِلَّا نَارًا يَعْبدُونَ ﴿٢٣﴾﴾ مَا نَافِيَةٌ وَقَدَّمَ الْمَفْعُولَ لِلْفَاصِلَةِ ﴿وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ﴿أَيَ الْأَصْنَامِ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ شُرَكَاءُ اللَّهِ﴾ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ ﴿دُعَاءَهُمْ﴾ وَرَأَوْا الْعَذَابَ ﴿أَبْصُرُوهُ﴾ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٢٤﴾﴾ فِي الدُّنْيَا مَارَاؤُهُ فِي الْآخِرَةِ ﴿وَوَإِذْ كُرِّهُ يَوْمَ يَنَادِيهِمُ اللَّهُ ﴿فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٥﴾﴾ إِلَيْكُمْ ﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْآبَاءُ﴾ الْأَخْبَارُ الْمُنْجِيَّةُ فِي الْجَوَابِ ﴿يَوْمَئِذٍ أَيْ لَمْ يَجِدُوا خَيْرًا لَهُمْ فِيهِ نَجَاةٌ﴾ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٦﴾﴾ عَنْهُ فَيَسْأَلُونَ ﴿فَمَا مِنْ تَابٍ مِنَ الشِّرْكِ﴾ وَوَأَمِنَ ﴿صَدَّقَ بِتَوْحِيدِ اللَّهِ﴾ وَعَمِلَ صَالِحًا ﴿أَدَّى الْفَرَائِضَ﴾ فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٢٧﴾﴾ النَّاجِينَ بِوَعْدِ اللَّهِ ﴿وَرَبِّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ﴿مَا كَانَ لَهُمُ الْإِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ الْخَيْرَةُ ﴿الْإِخْتِيَارُ فِي شَيْءٍ﴾ سَبَّحَنَ اللَّهُ وَتَعَلَّىٰ عَمَّا يَشْرِكُونَ ﴿٢٨﴾﴾ عَنْ إِشْرَاكِهِمْ ﴿وَرَبِّكَ يَعْلَمُ مَا تَكُنْ صُدُورُهُمْ ﴿تَسِيرُ قُلُوبُهُمْ مِنَ الْكُفْرِ وَغَيْرِهِ﴾ وَمَا يَعْلَنُونَ ﴿٢٩﴾﴾ بِالْأَسْنَتِهِمْ مِنَ الْكِبَابِ ﴿وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ﴿لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ﴾ الدُّنْيَا ﴿وَالْآخِرَةِ﴾ الْجَنَّةِ ﴿وَلَهُ الْحُكْمُ﴾ الْقَضَاءِ النَّافِذُ فِي كُلِّ شَيْءٍ ﴿وَالِيَهُ تَرْجَعُونَ ﴿٤٠﴾﴾ بِالنُّشُورِ ﴿قُلْ لَا هِيَ إِلَّا مَكَّةُ﴾ أَرَأَيْتُمْ أَيْ أَخْبَرُونِي ﴿أَنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا﴾ دَائِمًا ﴿أَلَيْسَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنَ اللَّهِ غَيْرُ اللَّهِ﴾ بِزَعْمِكُمْ ﴿يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ﴾ نَهَارٍ تَطْلُبُونَ فِيهِ الْمَعِيشَةَ ﴿أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿٤١﴾﴾ ذَلِكَ سَمَاعَ تَفْهَمُ فَرَجِعُونَ عَنِ الْإِشْرَاكِ ﴿قُلْ﴾ لَهُمْ ﴿أَرَأَيْتُمْ أَنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا﴾ أَلَيْسَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنَ اللَّهِ غَيْرُ اللَّهِ ﴿بِزَعْمِكُمْ﴾ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ ﴿تَسْتَرِيحُونَ﴾ فِيهِ ﴿مِنَ النَّعْبِ﴾ أَفَلَا تَبْصُرُونَ ﴿٤٢﴾﴾ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْخَطَايَا فِي الْإِشْرَاكِ فَرَجِعُونَ عَنْهُ ﴿وَمِنْ رَحْمَتِهِ﴾ تَعَالَىٰ ﴿جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا

لِسِهٖ فِی اللَّیْلِ ﴿۷۳﴾ وَلَتَسْمَعُوا مِنْ فَضْلِهِ ﴿۷۴﴾ فِی النَّهَارِ بِالْكَسْبِ ﴿۷۵﴾ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۷۶﴾ النَّعْمَةَ لِيَوْمِئِذٍ ﴿۷۷﴾ اذْکُرْ ﴿۷۸﴾ یَوْمَ یُنَادِیهِمْ لَیْقُولُ اَیْنَ شُرَکَآءِی الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۷۹﴾ ذَکُرْ لَنَا یَا لَیْسَی عَلَیْهِ قَوْلُهُ ﴿۸۰﴾ وَنَزَعْنَا ﴿۸۱﴾ اَیْجُورَ جَنَّا ﴿۸۲﴾ مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا ﴿۸۳﴾ وَهُوَ نَبِیُّهُمْ یَشْهَدُ عَلَیْهِمْ بِمَا قَالُوْهُ ﴿۸۴﴾ فَلَئِنَّا لَکُلِّهِمْ ﴿۸۵﴾ هَاتُوا بِرِہْمَانِکُمْ ﴿۸۶﴾ عَلَی مَا قُلْتُمْ مِنَ الْاَشْرَآکِ ﴿۸۷﴾ فَعَلِمُوْا اِنَّ الْحَقَّ ﴿۸۸﴾ فِی الْاٰلِہِیۃِ ﴿۸۹﴾ لِلّٰہِ ﴿۹۰﴾ لَا یُشَارِکُہُ فِیْہَا اَحَدٌ ﴿۹۱﴾ وَضَلَّ ﴿۹۲﴾ غَآبٌ ﴿۹۳﴾ عَنْہُمْ مَا کَانُوْا یَفْتُرُوْنَ ﴿۹۴﴾ فِی الدُّنْیَا مِنْ اَنْ مَّعَہُ شَیْءٌ نَّکَا تَعَالٰی عَنْ ذٰلِکَ .

﴿ترجمہ﴾

تو کیا وہ جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا تو وہ اس سے ملے گا (جسے وہ پائے گا، مراد اس سے جنت ہے) اس جیسا ہے ہم نے دنیاوی زندگی کا برتاؤ برتتے دیا (جو عنقریب فنا ہو جائے گا) پھر انہیں قیامت کے دن حاضر لایا جائے گا (آگ میں، پہلے گروہ سے مراد مسلمان اور دوسرے سے کفار ہیں یعنی ہم نے دونوں کو برابر میں نہ رکھا) اور (یاد کرو) جس دن وہ (یعنی اللہ ﷻ) انہیں پکارے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم (میرا شریک) گمان کرتے تھے کہیں گے وہ جن پر (جنہم میں داخل ہونے کی) بات ثابت ہو چکی (یعنی گمراہی میں مبتلا سردار) اے ہمارے رب! یہ ہیں جنہیں ہم نے گمراہ کیا (فعل اغوینا کا مفعول ہم ضمیر محذوف ہے، ہولاء اسم ارشادہ موصوف ہے اور اللذین سے اس کی صفت آرہی ہے یہ مبتدأ بن رہا ہے اس کی خبر اغوینا ہم بن رہی ہے) ہم نے انہیں گمراہ کیا (تو وہ گمراہ ہو گئے) جیسے خود گمراہ ہوئے تھے (یعنی ہم نے انہیں سرکشی پر مجبور نہیں کیا تھا) ہم (ان سے) بیزاری ظاہر کر کے تیری طرف رجوع لاتے ہیں اے وہ ہم کو نہ پوجتے تھے (ما کا نوا میں ما نافیہ ہے اور مفعول کو فاصلہ کے لیے مقدم کیا گیا ہے) اور ان سے فرمایا جائے گا اپنے شریکوں کو (یعنی ان بتوں کو جنہیں ہم اللہ ﷻ کا شریک گمان کرتے تھے) پکارو تو وہ پکاریں گے تو وہ (ان کی پکار) نہ سنیں گے اور وہ (یعنی وہی لوگ) عذاب کو دیکھیں گے (راؤ بمعنی ابصر واللعذاب ہے) اگر وہ (دنیا میں) راہ پاتے (تو آخرت میں عذاب نہ دیکھتے) اور (یاد کرو) جس دن انہیں ندا کرے گا تو پکارے گا تم نے ان رسولوں کو کیا جواب دیا (جنہیں تمہاری طرف مبعوث کیا گیا تھا) تو اس دن ان پر خبریں (یعنی ایسی خبریں جو انہیں نجات دلائیں جواب سوال دیکر) اندھی ہو جائیں گی (یعنی وہ اپنے پاس کوئی ایسی خبر نہ پائیں گے جس میں ان کے لیے نجات ہو ۲) تو وہ کچھ نہ کریں گے (اس خبر سے متعلق ؛ وہ چپ سادھ لیں گے) تو وہ جس نے (شرک سے) توبہ کی اور ایمان لایا (اللہ ﷻ کی وحدانیت کی تصدیق کی) اور اچھا کام کیا (یعنی فرائض کو ادا کیا ۳) قریب ہے کہ وہ راہ یاب ہو (وعدہ الہی کے مطابق نجات پانے والوں میں سے ہو) اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے (جو چاہے) ان کا (یعنی مشرکین کا) کچھ اختیار نہیں (انہیں کسی چیز کا اختیار نہیں) پاکی اور برتری ہے اللہ کو ان کے شرک سے (عما یشر کون بمعنی اشرا کہم ہے) اور تمہارا رب جانتا ہے (کفر وغیرہ کو جو) ان کے سینوں میں چھپا ہے (نکن بمعنی تسر ہے) اور جو وہ (اپنی زبانوں سے) ظاہر کرتے ہیں وہی ہے اللہ کہ کوئی خدا نہیں اس کے سوا اسی کی تعریف ہے اؤلی (یعنی دنیا) میں اور آخرت میں (یعنی جنت میں) اور اسی کا حکم ہے (اسی کی قضاء ہر چیز میں نافذ ہے ۴) اور (قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد ۵) اسی کی طرف پھر جاؤ گے تم فرماؤ (اہل مکہ سے) بھلا دیکھو تو (مجھے خبر تو دو کہ) اگر اللہ ہمیشہ تم پر قیامت تک رات رکھے (سرمدا بمعنی دائم ہے) تو اللہ کے سوا (تمہارے گمان میں) کون خدا ہے جو تمہیں روشنی (یعنی دن) لا دے (کہ تم اس میں طلب معاش کر سکو، ضیاء بمعنی نھارا ہے) تو کیا تم سنتے نہیں (ایسا سننا جو سمجھداری کے ساتھ ہو کہ تم سمجھداری سے سننے کے نتیجے میں شرک سے رجوع کر لو) تم فرماؤ (ان لوگوں سے) بھلا دیکھو تو اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ دن رکھے

تو (تمہارے گمان میں) اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں رات لادے جس میں آرام کرو (یعنی تھکن سے راحت حاصل کرو) تو کیا تمہیں سوچتا نہیں (کہ اللہ کا شریک ٹھہرا کر تم کس خطا پر قائم ہو، کہ تم اپنی خطا کو دیکھ کر اس سے رجوع کر لو) اور اس نے (یعنی اللہ ﷻ نے) اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے کہ اس میں (یعنی رات میں) آرام کرو اور اس میں (یعنی دن میں کسب کر کے) اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لیے کہ تم شکر کرو (رات و دن میں اس کی نعمتوں کا.....) اور (یاد کرو) جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم میرا شریک گمان کرتے تھے (اس کلام کو دوبارہ اس لیے ذکر فرمایا تاکہ اس پر اگلے کلام کی بناء کی جائے) اور ہر گروہ میں سے ہم ایک گواہ نکال کر (نزعنا بمعنی اخرجنا ہے اور شہید سے مراد اس امت کے نبی ہیں جو ان کی ان باتوں پر ان کے خلاف گواہی دیں گے جو انہوں نے کہی تھیں) ہم (ان لوگوں سے) فرمائیں گے اپنی دلیل لاؤ (اللہ ﷻ کے شریک ہونے پر جس پر تم قائم ہو) تو جان لیں گے کہ (خدا ہونے میں) حق اللہ کا ہے (اس میں اس کے ساتھ کوئی بھی دوسرا شریک نہیں ہے) اور ان سے کھوجائیں گی (غائب ہو جائیں گی) جو بناؤئیں (دنیا میں) کرتے تھے (کہ اللہ ﷻ کے ساتھ دیگر بھی شریک ہیں اور اللہ ﷻ ان کے من گھڑت کلام سے بلند و بالا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿المن وعدنه وعدا حسنا فهو لاقیه کم من متعنه متاع الحیوة الدنیا ثم هو یوم الیقمة من المحضریں﴾
 حمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، للترتیب، من: موصولہ، وعدنه: فعل بافاعل ومفعول، وعدا حسنا: مفعول مطلق، بلکہ جملہ فعلیہ صلہ، بلکہ مبتدا، ف: جزائیہ، ہو: مبتدا، لاقیه: خبر اول، کاف: بمعنی مثل مضاف، من: موصولہ، متعنه متاع الحیوة الدنیا: جملہ فعلیہ صلہ، بلکہ مضاف الیہ، بلکہ خبر ثانی، بلکہ جملہ اسمیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، ہو: مبتدا، یوم الیقمة: ظرف مقدم، المحضریں: اسم فعل بافاعل، بلکہ شبہ جملہ ہو کر مجرور، من: جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف مستقر خبر، بلکہ جملہ اسمیہ معطوف، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿و یوم ینادیہم فیقول این شرکائی الذین کنتم تزعمون﴾

و: متانفہ، یوم: مضاف، ینادیہم: فعل بافاعل ومفعول، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، یقول: قول، این: اسم استفہام فی محل نصب ظرف متعلق بحزوف خبر مقدم، شرکاء ی: موصوف، الذین: موصول، کنتم تزعمون: جملہ فعلیہ صلہ، بلکہ صفت، بلکہ مبتدا مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ معطوف، بلکہ مضاف الیہ، بلکہ فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، بلکہ جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿قال الذین حق علیہم القول رینا هولاء الذین اغوینا اغوینہم کما غوینا﴾

قال: فعل، الذین: موصولہ، حق علیہم القول: جملہ فعلیہ صلہ، بلکہ فاعل، بلکہ قول، رینا: نداء، هولاء: موصوف، الذین اغوینا: موصول صلہ، بلکہ صفت، بلکہ مبتدا، اغوینہم: فعل بافاعل ومفعول، کاف: جار، ما بصدریہ، غوینا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، بلکہ "غیا" مصدر محذوف کیلئے صفت، بلکہ مفعول مطلق، بلکہ جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، بلکہ مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ۔

﴿تبرانا الیک ما کانوا ایانا یعبدون﴾

تبرانا: فعل بافاعل، الیک: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ مفسرہ، ما: نافیہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، ایانا: مفعول مقدم، یعبدون: فعل بافاعل، بلکہ جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿وقیل ادعوا شرکاء کم فدعوا فلم یتجیبوا الہم﴾

و: عاطفہ، قیل: مجہول "هذا" نائب الفاعل مستقر، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر قول، ادعوا: فعل امر بافاعل، شرکاء کم: مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ۔

مقولہ، مکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، دعوہم: فعل بافاعل ومفعول، مکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لم يستجیبوا: فعل نفی بافاعل، لہم: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وروا العذاب لو انهم كانوا يهتدون﴾

و: عاطفہ، روا العذاب: فعل بافاعل ومفعول، مکر جملہ فعلیہ، لو شرطیہ، انہم: جزم مشبہ واسم، كانوا يهتدون: جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر "ثبت" فعل محذوف کیلئے فاعل، مکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا محذوف "لما روا العذاب" کیلئے شرط، مکر جملہ شرطیہ۔

﴿ویوم ینادیہم فیقول ماذا اجبتم المرسلین﴾

و: عاطفہ، یوم: مضاف، ینادیہم: فعل بافاعل ومفعول، مکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، یقول: قول، ماذا: اسم استفہام بمعنی "ای اجابہ"، مفعول مطلق مقدم، اجبتم: فعل بافاعل، المرسلین: مفعول، مکر جملہ فعلیہ مقولہ، مکر جملہ قولیہ ہو کر معطوف، مکر مضاف الیہ، مکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿فعمیت علیہم الانباء یومئذ فہم لا یتساءلون﴾

ف: عاطفہ، عمیت: فعل، علیہم: ظرف لغو، الانباء: فاعل، یومئذ: ظرف، مکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ہم: مبتداء، لا یتساءلون: لون: جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاما من تاب وعمل صالحا فعسی ان یکون من المفلحین﴾

ف: متانفہ، اما: حرف تفصیل، من: موصولہ، تاب: فعل بافاعل، مکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، امن: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، عمل صالحا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، مکر صلہ، مکر مبتداء، ف: جزائیہ، عسی: فعل مقارب باسم، ان یکون من المفلحین: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، مکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ متانفہ۔

﴿وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لہم الخیرۃ﴾

و: متانفہ، ربک: مبتداء، یخلق: فعل بافاعل، ما یشاء: مفعول، مکر جملہ فعلیہ، معطوف علیہ، و: عاطفہ، یختار: جملہ فعلیہ معطوف، مکر خبر، مکر جملہ اسمیہ متانفہ، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، الخیرۃ: اسم مؤخر، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿سبحن اللہ وتعلی عما یشرکون﴾

سبحن اللہ: "سبح" فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق، مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تعلی: فعل بافاعل، عما یشرکون: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وربک یعلم ما تکن صدورہم وما یعلنون﴾

و: عاطفہ، ربک: مبتداء، یعلم: فعل بافاعل، ما: موصولہ، تکن صدورہم: فعل وفاعل، مکر جملہ فعلیہ صلہ، مکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما یعلنون: موصول صلہ، مکر معطوف، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿وہو اللہ لا الہ الا ہو لہ الحمد فی الاولی والاخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون﴾

و: عاطفہ، ہو: مبتداء، اللہ: اسم جلالہ خبر اول، لا: نفی جنس، الہ: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، ہو: مضاف الیہ، مکر صفت، مکر اسم "موجود" خبر محذوف، مکر جملہ اسمیہ خبر ثانی، لہ: ظرف مستقر مقدم، الحمد: ذوالحال، فی: جار، الاولی والاخرۃ: مجرور، مکر ظرف مستقر حال، مکر مبتداء مؤخر، مکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لہ: الحکم: جملہ اسمیہ معطوف، مکر خبر ثالث، مکر جملہ

اسمیہ، و: عاطفہ، الیہ: ظرف لغو مقدم، توجعون: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل اراء یتم ان جعل اللہ علیکم الیل سرمداً الی یوم القیمۃ من الہ غیر اللہ یتیکم بضیاء﴾

قل: قول، ہمزہ: حرف استفہام، یرئیتم: فعل بافاعل بمعنی اخیرونی، من: استفہامیہ مبتدأ، الہ: موصوف، غیر اللہ: صفت اول، یتیکم بضیاء: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا مقدم، ان: شرطیہ، جعل اللہ: فعل بافاعل، علیکم: ظرف مستقر حال مقدم، الیل: ذو الحال، ملکر مفعول اول، سرمداً: موصوف، الی یوم القیمۃ: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿افلا تسمعون﴾

ہمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، لا تسمعون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل اراء یتم ان جعل اللہ علیکم النہار سرمداً الی یوم القیمۃ من الہ غیر اللہ یتیکم للیل تسکون فیہ افلا تبصرون﴾

قل: قول، ہمزہ: حرف استفہام، یرئیتم: فعل بافاعل بمعنی اخیرونی، من: استفہامیہ مبتدأ، الہ: موصوف، غیر اللہ: صفت اول، یتیکم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، للیل: موصوف، تسکون فیہ: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا مقدم، ان: شرطیہ، جعل اللہ علیکم النہار سرمداً الی یوم القیمۃ: جملہ فعلیہ شرط مؤخر، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ہمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، لا تبصرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و من رحمۃ جعل لکم الیل والنہار لتسکونا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون﴾

و: عاطفہ، من رحمۃ: ظرف مستقر خبر مقدم، جعل: فعل بافاعل، لام: جار، کم: ضمیر ذو الحال، و: حالیہ، لعلکم تشکرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر مفعول ثانی، الیل والنہار: مفعول اول، لام: جار، تسکونا فیہ: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لتبتغوا من فضلہ: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان بتاویل مصدر مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و یوم ینادیہم فیقول این شرکاء ال الذین کنتم تزعمون﴾

اس آیت مبارکہ کی ترکیب ما قبل آیت نمبر ۶۲، میں گزری۔

﴿و نزعنا من کل امۃ شہیداً فقلنا ہاتوا برہانکم﴾

و: عاطفہ، نزعنا: فعل بافاعل، من کل امۃ: ظرف لغو، شہیداً: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قلنا قول، ہاتوا: فعل امر بافاعل، برہانکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فعلمو ان الحق للہ و ضل عنہم ما کانوا یفترون﴾

ف: عاطفہ، علموا: فعل بافاعل، ان الحق: حرف مشبہ واسم، للہ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ضل عنہم: فعل و ظرف لغو، ما کانوا یفترون: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... و ربک یخلق ما یشاء ویختار..... ☆ یہ آیت مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی، جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبوت کے لئے کیوں برگزیدہ کیا، یہ قرآن مکہ و طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ اتارا، اس کلام کا قائل ولید بن

مغیرہ تھا اور بڑے آدمی سے وہ اپنے آپ کو اور مردہ بن مسعود ثقفی کو مراد لیتا تھا، اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ رسولوں کا بھیجنا ان لوگوں کے اختیار سے نہیں ہے، اللہ کی مرضی ہے اپنی حکمت وہی جانتا ہے، انہیں اس کی مرضی میں دخل کی کیا مجال۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

کافر سرداروں کی بیزاری:

۱..... جن سرداروں کے کہنے پر اپنی آخرت برباد کر لی وہ کافر سردار قیامت میں مونہہ موڑ لیں گے، اور کہیں گے کہ انہوں نے ہمیں خود ہی رسول کو چھوڑ کر قبول کیا جب کہ اس بارے میں ان پر کوئی کتاب نہ اتری تھی جس میں نصیحت اور اوامر و نواہی کے اعتبار سے کچھ فائدہ پہنچانے کی باتیں ہوں، پس ہم ان کی جانوں کا اختیار نہ رکھتے تھے بلکہ انہوں نے جس طرح اپنی جانوں کا اختیار رکھا اسی طرح ہمیں بھی منتخب کر لیا اور نتیجے کے طور پر اپنی خواہشات کی وجہ سے ہماری پیروی کی۔

کافر سرداروں پر خبریں اندھی ہو جانا:

۲..... یعنی کافر سرداروں کے لئے ہدایت کی کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو انہیں خوش کر سکے، یا متذکرہ کلام میں کچھ مجازی نسبت ہے یعنی وہ درست خبر سے بے بہرہ رہے اور اپنے معاملات میں گمراہ و متحیر رہے، اور انہیں ہدایت کی کوئی راہ ہی نہ سوجھائی دی۔ نہ تو سید عالم ﷺ کی وعظ و نصیحت انہیں کارگر ہوئی اور نہ ہی قرآن کا نزول ان کے لئے فائدہ مند ثابت ہوا، پس کور باطن اور آنکھوں پر پردے ایسے رہے کہ سابقہ اقوام کی خبروں نے بھی انہیں عبرت کا درس نہ دیا۔

فرائض کی تعریف و اہمیت:

۳..... ”تحریر“ میں ہے: فرض وہ ہے جس کا لزوم قطعی ہو، کافی میں فرض کی تعریف یوں ہے کہ وہ جس کے فوت ہونے سے جواز فوت ہو جائے، یہ تعریف ہر فرض کو شامل ہے، جب کہ پہلی تعریف سے سر کے مسح کی مقدار خارج ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ فرض ہے حالانکہ دلیل ظنی سے ثابت ہے، لیکن کافی میں فرض کی تعریف اس کے حکم سے کی گئی ہے اور اس کی وجہ سے دور لازم آتا ہے (حکم کا جاننا فرض پر اور فرض کا جاننا حکم پر موقوف ہو گیا)۔

فقہ اور اصول فقہ میں ائمہ کے کلام سے ظاہر ہوتا کہ فرض دو قسم پر ہے: (۱)..... قطعی، (۲)..... ظنی۔ عمل میں ظنی بھی قطعی کے حکم میں ہے کہ اس کے فوت ہونے سے جواز فوت ہو جاتا ہے، پس سر کے مسح کی معین مقدار، فرض ظنی ہے، مطلق فرض کا ذکر کیا جائے تو اس سے فرض قطعی مراد ہوتا ہے کہ وہ فرد کامل ہے، دلیل ظنی قوی جو فرضیت کو ثابت کرتی ہے اور دلیل ظنی جو وجوب کو ثابت کرتی ہے ان کے درمیان فرق کرنے والی چیز، مقام کی خصوصیت ہے، اسے یہ لازم نہیں کہ فرض کے منکر کو کافر قرار دیا جائے، یہ اس فرض قطعی کا حکم ہے جو دین میں بدایہ معلوم ہو۔ ”نہایسہ“ میں ہے کہ جائز ہے کہ مسح کی مقدار کا فرض ہونا، واجب کے معنی میں ہو، کیونکہ دونوں لازم ہونے میں شریک ہیں، اور اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ بات ائمہ کے اس متفقہ مسئلہ کے خلاف ہے کہ وضو میں کوئی واجب نہیں ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جس کی نفی پر اتفاق ہے، وہ ایسا واجب ہے جس کے فوت ہونے سے جواز فوت نہیں ہوتا، بلکہ اس کے ترک کرنے سے نقصان پیدا ہوتا ہے، اور اس جگہ اس واجب میں کلام ہے جس کے فوت ہونے سے جواز ہی فوت ہو جاتا ہے لہذا مخالفت نہیں۔ (الفتاویٰ الرضویہ معرجمہ، رسالہ: الحدود الحلو فی ارکان الوضوء، ج ۱، ص ۱۸۵ وغیرہ)

تضاء و قدر کا بیان:

۳..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الحمد لله رب العالمین اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا﴾ (الفاتحہ: ۱) ﴿لله الحکم والیہ تو جموں حکم اسی کا ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے﴾ (القصاص: ۸۸) ﴿- اللہ نے بندے بنائے اور انہیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ آلات و جوارح عطا فرمائے اور انہیں کلام میں لانے کا طریقہ الہام کیا، اور ان کے ارادے کا تابع و فرمانبردار کر دیا کہ اپنے منافع حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں، پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جو ہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ عقل کو ان امور کے ادراک کی طاقت بخشی، خیر و شر، نفع و نقصان یہ جو اس ظاہری نہ پہچان سکتے تھے، پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر ٹیکس دے یا در نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں ہیں جن کو عقل خود ادراک نہ کر سکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا ان میں لغزش کرنے، ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لئے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی لہذا انبیاء بھیج کر، کتابیں اتار کر، ذرا ذرا بات کا حسن و بھوسہ خوب جتا کر اپنی نعمت تمام و کمال فرمادی، کسی عذر کی جگہ نہ چھوڑی ﴿لشلا یکون للناس علی اللہ حجة بعد المرسل کہ رسولوں کے بعد لوگوں کو اللہ کے یہاں کوئی عذر نہ رہے﴾ (النساء: ۱۶۵) ﴿-

☆..... ایک دن امیر المومنین خطبہ فرما رہے تھے، ایک شخص نے واقعہ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر کیجئے، فرمایا: گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ، عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر کیجئے، فرمایا: اللہ کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا، عرض کی یا امیر المومنین! ہمیں خبر کیجئے، فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دوامروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور شخص ہے نہ اختیار اُسے بھر پور ہے، عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے اور وہ حضور میں حاضر ہے، مولیٰ علیؑ نے فرمایا: ”میرے سامنے لاؤ، لوگوں نے اُسے کھڑا کیا، جب امیر المومنین نے اُسے دیکھا تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی اور فرمایا: کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے، خدا سے جُدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائے گا اور میں تیری گردن مار دوں گا، اس نے کہا: یا امیر المومنین! پھر میں کیا کروں؟ فرمایا: یوں کہہ کہ اس خدا کے دیئے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

غرض فعل انسان کے ارادے سے ہوتا ہی نہیں بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے، یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کر دیا اور یہ بُرے کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس کی طرف پھیرے اللہ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود کر دے گا۔

دو پیالوں میں شہد اور زہر ہیں، اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں، شہد میں شفاء اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا کہ دیکھو یہ شہد ہے اس کے یہ منافع ہیں، اور خبردار! یہ زہر ہے اس کے پینے سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہاں میں گونجیں اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں، اس پر کچھ نے شہد پیالی اٹھا کر پی اور کچھ نے زہر کی، ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے تھے، اور ان میں پیالی اٹھانے، منہ تک لیجانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی، منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے اندر لینے کی قوت، اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے، اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اُس کا نفع پیدا کر لیں گے؟ یا شہد بذات خود خالق نفع ہو جائے گا؟ حاشا ہرگز نہیں، بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دست قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادے سے ہوگا، وہ نہ چاہے تو منوں شہد پی جائے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے، یونہی زہر والوں کے پیٹ

میں زہر جا کر، کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کر لیں گے یا زہر خود بخود خالق ضرر ہو جائیگا۔ حاشا ہرگز نہیں، بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا، بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے، بایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین و آفرین ہیں، ہر عاقل یہی کہے گا کہ انہوں نے اچھا کیا، ایسا ہی کرنا چاہیے تھا، اور زہر پینے والے ضرور لائق سزا و نفیس ہیں، ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بد بخت خود کشی کے مجرم ہیں۔

اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض نہیں نہ خود مختار، بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے جس کی گنہ رازِ خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے (الفتاویٰ الرضویہ معرجه، رسالہ: تلج الصدر لایمان القدر، ج ۲۹، ص ۲۸۸ وغیرہ ملقطاً)

عذاب قبر حق ہے!

۵..... آسمانوں کے دروازے کافروں کے لئے نہ کھولے جائیں گے اس سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفصل کلام یہ ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے جسے ہم کچھ اختصار کرتے ہوئے پیش کر رہے ہیں راوی فرماتے ہیں کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے۔ ہم نے اسے قبر میں دفن کر دیا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر کے پاس بیٹھ گئے اور ہم بھی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھ گئے، ہمارے سروں پر بندے جمع ہو گئے تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ میں عود کی لکڑی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کرید رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کو اٹھایا اور دیا تین مرتبہ یہ فرمایا: ”عذاب قبر سے پناہ مانگو“، پھر فرمایا ”مومن بندہ جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو آخرت میں اس کا استقبال کیا جاتا ہے، آسمانی فرشتے ان پر سورج کی طرح چمکدار شکلوں میں نازل ہوتے ہیں، انکے پاس جنتی کفن ہوتے ہیں، اور جنتی خوشبو یہاں تک کہ وہ مومنین کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، پھر اس مومن مردے کے پاس ملک الموت آتا ہے جو اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے پاکیزہ روح اپنے رب کی رضا اور مغفرت کی جانب بڑھ! وہ پانی کے قطرے کے بہاؤ کی سی تیزی سے نکلتی ہے پھر اس کے کفن اور خوشبو کو جنتی کفن اور خوشبو میں بدل دیا جاتا ہے، وہ پاکیزہ روح فرشتوں کے ہمراہ فرشتوں کے سرداروں کے پاس سے گزرتی ہے اور سردار کہتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ تو فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کی، اور ہر آسمان پر اس کی اچھی داد و تحسین ہوتی ہے۔ جب ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں تو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو عظیمین میں لکھ دو، اور اسے زمین کی جانب لوٹا دو کیونکہ میں نے ہی اسے زمین سے پیدا کیا اور میں ہی اسے اس میں پھر لے جاؤں گا، اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا چنانچہ پھر اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔

قبر میں دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں من ربک؟ یعنی تیرا رب کون ہے؟ تو مردہ جواب دیکر کہ ربی اللہ یعنی میرا رب اللہ ہے، پھر فرشتے کہیں گے مادینک؟ یعنی تیرا دین کیا ہے؟ تو نیک مردہ جواب دے گا کہ دینی الاسلام پھر مردے سے تیسرا سوال ہوگا کہ ما هذا الرجل الذی بعث فیکم؟ یعنی تیرے پاس یہ پیاری صورت والا کون بھیجا گیا؟ تو مردہ جواب دے گا کہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرشتے اس مرد مومن سے پوچھ گے ما عملک؟ کہ دنیا میں تیرا عمل کیا تھا؟ مردہ جواب دیکر کہ قرآن پڑھنا، اس پر ایمان لانا، اور اس کی تصدیق کرنا، پھر منادی آسمان سے یہ ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کے لئے جنتی فرش بچھا دو، اس کے کفن کو جنتی کفن سے بدل دو، اور اسکے لئے جنتی کھڑکی کھول دو، پھر اس مردے کی روح اس کے پاس پاکیزہ صورت میں آئے گی اور اس کی قبر حدنگاہ تک وسیع کر دی جائے گی اور اس کے پاس ایک بندہ حسن شکل و صورت میں اور پاکیزہ کپڑوں میں آئے گا اور اس مردے سے کہے گا کہ تجھے مبارک ہو جس دن کے بارے میں تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا وہ یہی ہے۔ مردہ اس سے کہے گا کہ اے حسین چہرے والے! تو کون ہے؟ تو وہ شخص کہے گا کہ میں تیرا نیک عمل ہوں

پھر وہ مردہ کہے گا کہ اے رب ﷻ قیامت قائم فرما! قیامت قائم فرما! قیامت قائم فرما! تاکہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں۔ اور کافر بندہ کہ جب وہ دنیا سے منقطع ہو کر آخرت کی جانب بڑھے گا تو اس کے پاس بُری شکل میں فرشتے آئیں گے، اور فرشتے اس کے سامنے بیٹھ جائیں گے، اور ملک الموت اس کے سر کی جانب بیٹھ جائیں گے، اور کہیں گے کہ اے خبیث روح! اللہ ﷻ کے غضب اور اس کی ناراضگی کے ساتھ جسم سے نکل! اور اس کے ساتھ وہ تمام معاملات جو مومن کے ساتھ اچھے انعام و اکرام کے ساتھ ہوئے تھے وہ اس کے ساتھ بُرے طریقے سے پیش آئیں گے یہاں تک کہ آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور اللہ ﷻ ایسے بندے کے متعلق فرمائے گا کہ اے میرے فرشتوں اس کو زمین کے سب سے نچلے طبقے میں رہنے والے جہنم میں لکھ دو پھر اس کی روح (سختی سے) نکال لی جاتی ہے، پھر نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے یہ آیت ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنْ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحَابٍ﴾ جو اللہ کا شریک کرے گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا سے کسی دور جگہ پھینکتی ہے (الحج: ۳۱) تلاوت فرمائی۔

پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دئی جاتی ہے، اور اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور اس کے پاس بیٹھ کر سولات کریں گے کہ من ربک؟ ما دینک؟ ما هذا الرجل الذی بعث فیکم؟ اور کافر مردہ ہر سوال کے جواب میں یہ کہے گا کہ ہا ہا ہا (یعنی میں نہیں جانتا) پھر اس کے لئے آگ کا بستر بچھا دیا جائے گا اور اس کے واسطے آگ کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، اس کی گرمی اس شخص کی جانب بڑھے گی، اس کی قبر اس کے لئے تنگ کر دی جائے گی، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جائیں گی، اس کے پاس ایک بد صورت آدمی، گندے بدبودار کپڑوں میں آئے گا اور اس مردے سے کہے گا کہ تجھے بشارت ہو آج کے دن کے بُرے عذاب کی جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا مردہ اس بد شکل آدمی سے کہے گا کہ تو بد صورت شخص کون ہے جو بُری خبر لے کر آیا ہے؟ بد صورت شکل والا شخص کہے گا کہ میں تیرا اہل عمل ہوں، مردہ کہے گا کہ اے رب قیامت قائم نہ کرنا۔

☆..... ابن جریر نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "لا تفتح لهم ابواب السماء کا معنی یہ ہے کہ نہ تو کافروں کا کلام آسمان کی جانب بلند ہو سکے اور نہ ہی نکل"۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "لا تفتح لهم ابواب السماء کا معنی یہ ہے کہ نہ تو ان کے عمل آسمان کی جانب بلند ہوں اور نہ ہی ان کی دعا"۔ ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "لا تفتح لهم ابواب السماء کا معنی یہ ہے کہ آسمان کے دروازے نہ تو ان کی روحوں کے لئے کھولے جائیں گے اور نہ ہی ان کے اعمال کے لئے"۔

(الدر المنثور، ج ۳، ص ۱۵۵)

رات و دن میں اللہ ﷻ کا فضل تلاش کرنا:

۱..... اللہ ﷻ اپنے بندوں پر کرم فرماتا ہے جہاں اس نے دن کو کام کاج اور کسب معاش کے لئے بنایا وہاں اس نے رات کو سکون و اطمینان کے لئے بنایا، اور یہ اس طرح کہ انسان رات کو آرام کر کے دن بھر کی محنت اتارے اور اگر قرآن پر عمل کرنے کی نیت سے سوئے تو ثواب بھی پائے۔ لیکن اللہ ﷻ کے نیک بندے جن کی زندگی کا مقصد صرف رضائے الہی ﷻ ہوتا ہے وہ نہ دن میں یا دالہی ﷻ سے اپنے اوقات کو خالی جانے دیتے ہیں اور نہ ہی رات میں، چنانچہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام جو کہ بندوں میں سب سے اعلیٰ درجے کے مالک ہوتے ہیں وہ راتوں میں جاگ جاگ کر اپنے رب کی رضا کو حاصل کرتے رہتے ہیں، اس کی واضح دلیل خود باری ﷻ کا فرمان ﴿يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلِ قُمْ بِاللَّيْلِ الْاَقْلِيلَا نَلْصَفْهُ اَوْ اَنْقَصْ مِنْهُ قَلِيلًا﴾ (الزمر: ۳۷)۔ (عطائین، ج ۲، ص ۱۵۲)

اللہ نے رزق کو "الفضل" سے اور کسب کو "الابتغاء" سے تعبیر فرمایا، اس فرمان میں اس بات پر تعریف ہے کہ اللہ ﷻ

کی صفت ربوبیہ کا اکمال (رزق کے ذریعے بندے تک) یکے بعد دیگرے ہوتا ہے، شیخ الاسلام نے کہا: "بندے کے لیے رزق کا حصول صرف اس کی تاثیر طلب سے نہیں بلکہ اللہ کی عطا سے ہوتا ہے اور یہ اللہ پر واجب بھی نہیں بلکہ اللہ کی صفت ربوبیہ کی وجہ سے اس کا فضل ہے۔" اور تاثیر طلب سے مراد جملہ اسباب عادیہ ہیں۔ (روح المعانی، الجزء الخامس عشر، ص ۴۰)

اغراض:

ای لایتساوی بینہما: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿افمن﴾ میں ہمزہ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے۔

وہم رؤساء الضلال: نیکی و بدی کے بارے میں ہر قسم کا حکم ماننے والے لوگ مراد ہیں۔

من الکفر وغیرہ: جیسا کہ ایمان، پس کافر کو جہنم میں داخل کرنے کی جزا دی جائے گی۔

دائما: یہ کہ سورج زمین کے نیچے ٹھہرتا ہے۔ سماع تفہم: بمعنی تدبیر ہے کیونکہ بغیر تدبیر و تقیم کے فقط دیکھنا فائدہ نہیں دیتا۔

ذکر ثانیاً لینی علیہ: اللہ کے فرمان ﴿ونزعلنا﴾ کے تحت مفسر نے شرک کو امر عظیم قرار دیا ہے، کیونکہ اللہ کو غضب میں لانے والی اس سے زیادہ بڑی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی، جیسا کہ توحید کا معاملہ ہے، کہ اللہ کی رضا جوئی کے لئے توحید کے عقیدے کی بات

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۹۷ وغیرہ)

سب سے اعلیٰ درجے کی ہے۔

رکوع نمبر: ۱۱

﴿ان قارون کان من قوم موسیٰ﴾ ﴿ابن عمہ و ابن خالته وامن بہ﴾ ﴿فبغی علیہم﴾ ﴿بالبکبر و العلو﴾

﴿و کثرة المال﴾ ﴿واتینہ من الكنوز ما ان مفاتحه لتوا﴾ ﴿تثقل﴾ ﴿بالعصبة﴾ ﴿الجماعة﴾ ﴿اولی﴾ ﴿اصحاب﴾

﴿القوة﴾ ﴿ای تثقلہم﴾ ﴿فالباء للتعدیة و عدتہم قیل سبعون و قیل اربعون و قیل عشرة و قیل غیر ذلک﴾

﴿اذکر﴾ ﴿اذ قال له قومہ﴾ ﴿المؤمنون﴾ ﴿من بنی اسرائیل﴾ ﴿لا تفرح﴾ ﴿بکثرة المال﴾ ﴿فرح﴾ ﴿بطر﴾ ﴿ان اللہ﴾

﴿لا یحب﴾ ﴿الفرحین﴾ ﴿﴿۷۶﴾﴾ ﴿بذالک﴾ ﴿واتبع﴾ ﴿اطلب﴾ ﴿فیما اتک اللہ﴾ ﴿من المال﴾ ﴿الدار الاخرة﴾ ﴿بیان﴾

﴿تنفقہ فی طاعة اللہ﴾ ﴿ولا تنس﴾ ﴿تترک﴾ ﴿نصیک﴾ ﴿من الدنیا﴾ ﴿ای ان تعمل فیہا للاخرة﴾ ﴿واحسن﴾

﴿للناس بالصدقة﴾ ﴿کما احسن اللہ الیک﴾ ﴿ولا تبغ﴾ ﴿تطلب﴾ ﴿الفساد فی الارض﴾ ﴿بعمل المعاصی﴾ ﴿

ان اللہ لا یحب المفسدین﴾ ﴿﴿۷۷﴾﴾ ﴿بمعنی﴾ ﴿انہ یعاقبہم﴾ ﴿قال انما اوتیتہ﴾ ﴿ای المال﴾ ﴿علی علم عندی﴾

﴿ای فی مقابلتہ و کان اعلم بنی اسرائیل بالثورة بعد موسیٰ و هارون قال تعالیٰ﴾ ﴿اولم یعلم ان اللہ قد﴾

﴿اهلک﴾ ﴿من قبلہ﴾ ﴿من القرون﴾ ﴿الأمم﴾ ﴿من هو اشد منه قوة و اکثر جمعا﴾ ﴿للمال﴾ ﴿ای و هو عالم بذالک﴾

﴿و یهلکھم اللہ تعالیٰ﴾ ﴿ولا یستل﴾ ﴿عن ذنوبہم المجرمون﴾ ﴿﴿۷۸﴾﴾ ﴿لعلیمہ تعالیٰ﴾ ﴿بہا فیدخلون النار﴾

﴿بلا حساب﴾ ﴿فخرج﴾ ﴿قارون﴾ ﴿علی قومہ فی زینتہ﴾ ﴿باتباعہ الكثيرین﴾ ﴿رکباناً متخلین بملایس الذهب﴾

﴿والخیر علی خیول و بغال متخلیة﴾ ﴿قال الذین یریدون الحیوة الدنیا﴾ ﴿یا للتیبہ﴾ ﴿یلیت لنا مثل ما﴾

﴿اوتی قارون﴾ ﴿مما فی الدنیا﴾ ﴿انہ لذو حظ﴾ ﴿نصیب﴾ ﴿عظیم﴾ ﴿﴿۷۹﴾﴾ ﴿واف فیہا﴾ ﴿وقال﴾ ﴿لہم﴾ ﴿الذین﴾

﴿اوتوا العلم﴾ ﴿بما وعد اللہ فی الاخرة﴾ ﴿و یلکم﴾ ﴿کلمة زجر﴾ ﴿ثواب اللہ﴾ ﴿فی الاخرة بالجنة﴾ ﴿خیر﴾

﴿لمن امن و عمل صالحاً﴾ ﴿مما اوتی قارون فی الدنیا﴾ ﴿ولا یلقھا﴾ ﴿ای الجنة المثاب بہا﴾ ﴿الا الصبرون﴾

(۸۰) ﴿عَلَى الطَّاعَةِ وَعَنِ الْمَعْصِيَةِ﴾ ﴿فَنَحْسَنَّا بِهِ﴾ ﴿بِقَارُونَ﴾ ﴿وَبَدَارَهُ الْاَرْضَ قَدْ لَمَّا كَانَ لَهُ مِنْ فَتَىٰ
يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ﴾ ﴿مِنْ غَيْرِهِ بِأَنْ يَمْنَعُوا عَنْهُ الْهَلَاكَ﴾ ﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُتَصَرِّينَ﴾
(۸۱) ﴿مِنْهُ﴾ ﴿وَاصْبِحَ الدِّينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْاَمْسِ﴾ ﴿أَيِّ مِنْ قَرِيبٍ﴾ ﴿يَقُولُونَ وَيَكُنِ اللّٰهُ يَسْطَ﴾
﴿يُوسِعُ﴾ ﴿الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ﴾ ﴿يُضِيقُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ﴾ ﴿وَوَيْ﴾ ﴿اسْمٌ لِّفَعْلٍ بِمَعْنَىٰ اَعْتَجَبَ اِىٰ
أَنَا وَالْكَافُ بِمَعْنَىٰ اللّٰمِ﴾ ﴿لَوْلَا اِنْ مِنَ اللّٰهِ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا﴾ ﴿بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ﴾ ﴿وَيَكُنْ لَّهِ لَا
يَفْلَحُ الْكُفْرُونَ﴾ ﴿لِنِعْمَةِ اللّٰهِ كَقَارُونَ﴾.

﴿ترجمہ﴾

پیشک قارون.....۱..... موسیٰ کی قوم سے تھا (وہ آپ کا چچا زاد یا خالہ زاد بھائی تھا، آپ ﷺ پر ایمان رکھتا تھا) پھر اس نے ان پر
زیادتی کی (تکبر، بلندی اور کثرت مال کے سبب.....۲.....) اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کتیاں ایک زور آور جماعت
پر بھاری تھیں (لتنوا بمعنی تنقل ہے، فبغی میں فاء متعدی ہے، اس جماعت کی تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، کہا گیا ان کی
تعداد ستر، چالیس یا دس تھی، اس بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں، یاد کرو) جب اس سے اس کی (مسلمان) قوم نے کہا (جو نبی اسرائیل
تھی) اترا نہیں (کثرت مال کے سبب یعنی فخر کرتے ہوئے خوش نہ ہو.....۳.....) پیشک اللہ (اس سبب سے) خوش ہونے والوں کو
دوست نہیں رکھتا اور جو (مال و اسباب) تجھے اللہ نے دیا ہے اس آخرت کا گھر (اس مال کو اس کی فرمانبرداری میں خرچ کر
کے.....۴.....) طلب کر (اتباع بمعنی اطلب ہے) اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول (یعنی ترک نہ کر، یعنی دنیا میں رہ کر آخرت کے لیے
عمل کر) اور احسان کر (لوگوں پر صدقہ کر کے.....۵.....) جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں (گناہ کر کے) فساد طلب نہ
کر (لااتبغ بمعنی لا تطلب ہے) پیشک اللہ فساد یوں کو دوست نہیں رکھتا (اس کا معنی یہ ہے کہ وہ انہیں سزا دیتا ہے) بولایہ (یعنی
مال) تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے (یعنی یہ مال مجھے میرے علم کے مقابلے میں ملا ہے.....۶.....) وہ حضرت موسیٰ
ﷺ اور حضرت ہارون ﷺ کے بعد تورات شریف کا سب سے بڑا عالم تھا، اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ
اللہ نے اس سے پہلے کتنی قومیں ہلاک فرمادیں (القرون بمعنی الامم ہے) جو تو میں اس سے سخت تھیں اور جمع (یعنی مال) اس سے
زیادہ (یعنی قارون اس بات کو جانتا ہے اور اللہ ﷻ ایسی قوموں کو ہلاک فرمادیتا ہے) اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ نہیں
(کہ اللہ ﷻ ان کے گناہوں کا علم ہے تو وہ بلا حساب و کتاب کے جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے.....۷.....) تو وہ (یعنی قارون
) اپنی قوم پر کھلا اپنی آرائش میں (بمیر و کاروں کے جلو میں، سونے کے زیوروں سے آراستہ ریشمی لباس زیب تن کئے آراستہ اور مزین
گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر.....۸.....) بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کاش ہمیں بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو (دنیا
میں) ملا (سلیت میں یا تمثیہ کے لیے ہے) پیشک اس کا بڑا حصہ ہے (دنیا میں، حظ کے معنی حصہ اور عظیم بمعنی واف ہے
) اور (ان لوگوں سے) بولے وہ جنہیں علم دیا گیا (ان نعمتوں کا جو آخرت میں عطا فرمانے کا اللہ ﷻ وعدہ فرمایا ہے) خرابی ہو
تمہاری (وہ سلکم کلمہ زجر ہے، آخرت میں) اللہ کا ثواب بہتر ہے (اس سے جو قارون کو دنیا میں دیا گیا) اس کے لیے جو ایمان لائے
اور اچھے کام کرے (ثواب اللہ سے مراد جنت ہے) اور یہ (یعنی جنت جو بطور ثواب ہے) انہی کو ملتا ہے جو (اللہ ﷻ کی اطاعت بجا
کر اور اس کی نافرمانیوں سے اجتناب کر کے) صبر کرنے والے ہیں تو ہم نے اسے (یعنی قارون کو) اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا

ویا..... تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اس کی مدد کرتی (اس کی ہلاکت کو روک دیتی، دون اللہ بمعنی غیرہ ہے) اور نہ وہ روک سکا (اس عذاب کو) اور کل (یعنی ماضی قریب میں) جس نے اس مرتبہ کی آرزو کی تھی صبح کہنے لگا عجب بات ہے اللہ رزق وسیع کرتا ہے (یسط بمعنی یوسع ہے) اپنے بندوں سے جس کے لیے چاہے اور نکل فرماتا ہے (یعنی رزق کو تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے، "وی" اسم فعل کے معنی اعجب ہے یعنی مجھے تعجب ہے اور ویسکان میں موجود کساف کا معنی لام ہے) اور اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا (لـ خسف فعل کو معروف اور مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے) تو ہمیں بھی دھنسا دیتا ہے عجب (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا) انکار کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا (جیسا کہ قارون کا حال ہوا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان قارون کان من قوم موسیٰ بغی علیہم﴾

ان قارون: قارون حرف مشبہ و اسم، کان: فعل ناقص با اسم، من قوم موسیٰ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف، عاطفہ، بغی علیہم: فعل با قائل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿و اتینہ من الكنوز ما ان مفاتحہ لتنوا بالعصبۃ اولیٰ القوۃ اذ قال لہ قومہ لا تفرح﴾

و: عاطفہ، اتینہ: فعل با قائل و مفعول، من الكنوز: ظرف لغو، ما: موصولہ، ان مفاتحہ: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، تنوا: فعل با قائل، ب: جار، العصبۃ: موصوف، اولیٰ القوۃ: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، اذ: مضاف، قال لہ قومہ: قول، لا تفرح: فعل نہی با قائل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان اللہ لا یحب الفرحین﴾

ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، لا یحب الفرحین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و ابغ فیما اتک اللہ الدار الاخرۃ و لا تنس نصیبک من الدنیاء﴾

و: عاطفہ، ابغ: فعل امر بانت ضمیر ذوالحال، فیما اتک اللہ: جار مجرور "متقلبا" بمعنی فعل محذوف کیلئے ظرف مستقر، ملکر مشبہ جملہ ہو کر حال، ملکر فاعل، الدار الاخرۃ: مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تنس: فعل نہی با قائل، نصیبک: ذوالحال، من الدنیاء: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و احسن کما احسن اللہ الیک و لا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لا یحب المفسدین﴾

و: عاطفہ، احسن: فعل امر با قائل، کاف: جار، ما: موصولہ، احسن اللہ الیک: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "احسانا" مصدر محذوف کیلئے صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تبغ: فعل نہی با قائل، الفساد: مفعول، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، لا یحب المفسدین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال انما اوتیتہ علی علم عندی﴾

قال: قول، انما: حرف مشبہ و ما کاف، اوتیت: فعل مجہول و "ت" ضمیر ذوالحال، علی: جار، علم: موصوف، عندی: ظرف متعلق محذوف صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، ہ: ضمیر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اولم یعلم ان اللہ قد اہلک من قبلہ من القرون من ہوا شد منہ قوۃ و اکثر جمعا﴾

ہمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم یعلم: فعل نفی با قائل، ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، قد: بحقیقہ، اہلک: فعل با قائل، من

قبلہ: ظرف لغو، من القرون، ظرف مستقر حال مقدم، من: موصولہ، اشد: اسم تفصیل، "هو، ہمیر میتر، قوۃ تیز، ملکر فاعل، منہ: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اکثر: اسم تفصیل، "ہاھو، ہمیر میتر، جمعاً: تیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر اسمیہ، مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا يستل عن ذنوبهم المعجرون﴾ ۵ فخرج علی قومہ فی زینتہ ﴿﴾

و: عاطفہ، لا یستل: فعل مجہول، عن ذنوبہم: ظرف لغو، المعجرون: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، خرج: فعل "هو، ہمیر ذوالحال، فی زینتہ: ظرف مستقر "متبختراً" شبہ فعل محذوف کیلئے، ملکر شبہ جملہ ہو کر حال، ملکر فاعل، علی قومہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل، قال انما اوتیتہ علی علم، پر معطوف ہے۔

﴿قال الذين يريدون الحيوة الدنيا يلبت لنا مثل ما اوتى قارون انه لذو حظ عظيم﴾ ۵

قال: فعل، الذين يريدون الحيوة الدنيا: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، یا: للثبیت، لیت: حرف مشبہ، لنا: ظرف مستقر خبر مقدم، مثل ما اوتى قارون: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، ذو حظ عظیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقال الذين اوتوا العلم ويلكم ثواب الله خير لمن امن وعمل صالحا﴾ ۵

و: عاطفہ، قال: فعل، الذين: موصول، اوتوا العلم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، ويلكم: فعل محذوف "الزمكم اللہ" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ اول، ثواب اللہ: مبتداء، خیر: اسم تفصیل بافاعل، لام: جار، من: موصولہ، امن: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عمل صالحاً: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی۔

﴿ولا يلقها الا الصبرون﴾ ۵ فحسبنا به وبداره الارض ﴿﴾

و: عاطفہ، لا یلقها: فعل نفی مجہول ومفعول ثانی، الا: اداة حصر، الصبرون: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، حسبنا: فعل بافاعل، به: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، بدارہ: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، الارض: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان شئت ان تعلم مصیرہ" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فما كان له من فئة ينصرونه من دون الله وما كان من المنتصرين﴾ ۵

ف: عاطفہ، ما: تانیہ، كان: فعل ناقص، له: ظرف مستقر خبر مقدم، من: جارزائدہ، فئة: موصوف، ينصرونه: جملہ فعلیہ صفت، ملکر ذوالحال، من دون اللہ: ظرف مستقر حال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: تانیہ، كان: فعل ناقص بااسم، من المنتصرين: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واصبح الذين تمنوا مكانه بالامس يقولون ويكان الله يبسط الرزق لمن يشاء من عباده ويقدر﴾ ۵

و: عاطفہ، اصبح: فعل ناقص، الذين: موصول، تمنوا مكانه: فعل بافاعل ومفعول، بالامس: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر اسم، يقولون: قول، وى: اسم فعل مضارع، بمعنى "تعجب" ہمزه: استفہامیہ، تعجب: فعل بافاعل، كاف: جار للتحلیل، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، يبسط الرزق: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، من يشاء: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من عباده: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، يقدر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ہو کر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لولا ان من الله علينا لنخسف بنا وبكاه لا يفلح الكفرون﴾

لولا: حرف شرط، ان: مصدریہ، من الله علینا: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر بتاویل مصدر "موجود" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط، لام: تاکیدیہ، نخسف: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، وی: اسم فعل مضارع، بمعنی "العجب"، کاف: جار، انه: حرف مشبہ واسم، لا یفلح الکفرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

قارون کا نسب:

۱..... ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد تھا، سلسلہ نسب یوں ہے: قارون بن یصھر بن قاحت۔ قنادہ کا قول ہے کہ توریت کو اچھا پڑھنے کی وجہ سے اس کا نام نور رکھا گیا، لیکن یہ رضائے الہی کے خلاف مال خرچ کر کے اللہ کا دشمن ہوا جیسا کہ سامری نے کیا۔ اسے اس کے مال پر سرکشی کرنے کی وجہ سے ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑا۔ اپنی قوم میں طویل القامت تھا۔ اللہ نے اس کے خزانے کا بیان فرمایا ﴿واتینہ من الكنوز ما ان مفاتحه لتتوء بالعصبة اولی القوۃ اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں﴾ (القصص: ۷۶)۔ بڑی بھاری جماعت مل کر اس کے خزانے کی چابیاں اٹھاتی تھی۔ اپنی قوم کو وعظ و نصیحت بھی کرتا تھا۔
(البداية والنهاية، قصه قارون مع موسى، ج ۱، الجزء: ۱، ص ۲۴۵)

تکبر بڑائی اور کثرت مال کی مذمت:

۲..... تکبر، بڑائی اللہ جل جلالہ کی ذات کو زیبا ہے، انسان کے لئے عاجزی کو پسند کیا گیا چنانچہ سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: "تم سے پہلے ایک شخص دو سبز چادریں اوڑھے اتراتا ہوا نکلا، تو اللہ نے زمین کو حکم دیا تو زمین نے اسے پکڑ لیا، اب وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا"۔
(المسند الامام احمد، مسند ابو سعید خدری، رقم: ۱۱۳۵۶ ج ۴، ص ۸۰)

☆..... حسن اخلاق کے پیکر ﷺ نے فرمایا: "کبر باری میری رداء ہے، لہذا جو میری رداء کے معاملے میں مجھ سے جھگڑے گا میں اسے پاش پاش کر دوں گا"۔
(المستدرک، کتاب الایمان، باب: اهل الجنة المغلوبون، رقم: ۲۰۳، ج ۱، ص ۸۹)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "تین قسم کے لوگوں کی طرف اللہ بروز قیامت نظر نہ فرمائے گا، (۱)..... زانی شیخ، (۲)..... جھوٹا بادشاہ/حاکم، (۳)..... تکبر کرنے والا فقیر"۔
(تنبيه الغافلین، باب الکبر، ص ۱۰۲)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: "درہم و دینار کا غلام تباہ و برباد ہو، ہلاک ہو اور اوندھے منہ گرے اور اسے کوئی کاٹنا چھے تو کبھی نہ نکلے"۔
(سنن ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب: المکثرین، رقم: ۴۱۳۶، ص ۶۸۸)

☆..... حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اے علی چار خصلتیں بدبختی کی علامت ہیں: خشک آنکھ جو خوف خدا سے کبھی نہ رُوئے، سخت دل، دنیا کی محبت، طویل امیدیں"۔

(تنبيه الغافلین، باب: رفض الدنيا، ص ۱۳۶)

کثرت مال کی دینی و دنیاوی آفتیں بہت سی ہیں۔ دینی آفتیں یہ ہیں کہ مال انسان کو گناہ پر ابھارتا ہے کیونکہ کسی کا گناہ پر قدرت نہ پانا عصمت میں سے ہے، نفس جب کسی گناہ پر قدرت کا شعور پالیتا ہے تو اس کے دوائی بھی اس کی جانب مائل ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد وہ اس وقت تک قرار نہیں پاتا جب تک اس گناہ کا ارتکاب نہ کر لے۔ اسی طرح دنیاوی آفت یہ ہے کہ مسلسل خوف، غم، پریشانی، اندیشہ، نقصان دور کرنے کی مشقت، مصائب کا سامنا، مال کمانا، اس کی حفاظت کرنا، وغیرہ۔ اب قارون ہی کو دیکھ لیں

جس کا ذکر اللہ نے متذکرہ رکوع میں کیا ہے، اتنے کثیر مال نے اسے نفع دیا یا نقصان ہر ایک جان سکتا ہے۔

قارون کا مال کثیر:

۲..... ایک اعتراض ذہن میں آتا ہے جس کا جواب امام رازی نے خوب دیا ہے وہ یہ ہے کہ کنز زمین میں مدفون مال کو کہتے ہیں لہذا اس مال کی چابیاں کیسے پائی جائیں؟ اس کے کئی جوابات ہیں: (۱)..... متذکرہ مال اعراض (ساز و سامان) کی جنس سے تھا نقدی نہ تھا لہذا جائز ہوگا کہ اس کی کثرت متذکرہ حد تک پہنچے، اور اسی مناسبت سے یہ بھی جائز ہوگا کہ اس کی چابیاں ساٹھ آدمی مل کر اٹھائیں، اور چابیوں کی مقدار کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی آیت مذکور نہیں ہے اور تفاسیر میں کثیر چابیوں کا ذکر ہے اور بھاری سامان ہونے کی وجہ سے اس کی چابیاں کئی لوگ مل کر اٹھاتے تاکہ سامان کی معرفت کثرت کی وجہ سے خوب رہے اور اگر خزانہ بمنزلہ عرف (عطیہ، بخشش کا مال) کی جنس سے ہو تب بھی اس کی نگہبانی کے لئے دروازے ڈالنے ضروری ہیں۔ (۲)..... کسی بھی مال کی حفاظت کے لئے تالے چابیاں کرنا واضح بات ہے اور وارد ہونے والا شہ دور کی بات ہے اور یہ قول ابن عباس اور حسن وغیرہ کا ہے، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس خزانے کی چابیاں چالیس آدمی مل کر اٹھاتے تھے۔ (۳)..... ایک قول یہ ہے کہ ”مفاتیح“ سے مراد علم و احاطہ ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿و عندہ مفاتیح الغیب اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی﴾ (الانعام: ۵۹) یعنی ہم نے قارون کو خزانہ دیا جس کی حفاظت کے لئے بھاری بوجھ اٹھانے والی جماعت اور وہ جماعت ہدایت یافتہ ہو، ان باتوں پر قارون کو مطلع کیا، کیونکہ اس کے مال کی جہت کے بارے میں اختلاف ہے لہذا اٹھانے والے عملے کی نگرانی اور ہدایت کا اہتمام ضروری ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۵۰)

راہ خدا میں مال خرچ کرنے کی فضیلت:

۳..... سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہر وہ دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! مال کو روک رکھنے والے کا مال ضائع فرما۔“

(صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب: قول اللہ تعالیٰ فاما من اعطی، رقم: ۱۴۴۲، ص ۲۳۳)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر فرشتہ کہتا ہے کہ جو آج قرض دے گا وہ کل جزاء پائے گا، اور دوسرے دروازے پر فرشتہ کہتا ہے کہ اے اللہ! مال خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور روک رکھنے والے کا مال ضائع فرما۔“

(صحیح ابن حبان، کتاب الزکوٰۃ، باب: صدقة التطوع، رقم: ۳۳۳۳، ج ۸، ص ۱۲۴)

☆..... سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے ابن آدم! تو حاجت سے زائد مال خرچ کرے تو یہ بہتر ہے اور اگر اسے روک رکھے تو ہی بُرا ہے حالانکہ تجھے بقدر کفایت مال پر ملامت نہیں کی جائے گی اور اپنے زیر کفالت لوگوں سے ابتداء کرو اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب: ان الیٰد العلیاء خیر، رقم: (۲۲۷۷)/۱۰۳۶، ص ۴۶۹)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”بخل نہ کیا کرو تا کہ تم پر بھی بخل نہ کیا جائے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب: التحریض علی الصدقة، رقم: ۱۴۳۳، ص ۲۳۱)

☆..... منقول ہے کہ جب سب سے پہلا درہم و دینار بنا تو ابلیس نے انہیں اٹھا کر پیشانی تک بلند کیا اور چوم کر کہا: ”جو تجھ سے محبت کرے گا وہ میرا حقیقی غلام ہوگا۔“

(احیاء العلوم الدین، کتاب ذم البخل، باب: ذم المال، ج ۳، ص ۳۱۲)

فقراء پر مال خرچ کرنے کی فضیلت:

۵..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے حلال کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا اور چونکہ اللہ حلال ہی کو قبول فرماتا ہے لہذا اللہ اسے بھی برکت کے ساتھ قبول فرماتا ہے اور صدقہ کرنے والے کے لئے اس کی اسی طرح نشرو نما فرماتا جس طرح تم میں سے کوئی اپنے پچھیرے یعنی گھوڑی کے بچے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب: الصدقة من کسب طیب، رقم: ۱۴۱۰، ص ۲۲۷)

☆..... رسول بے مثال بی بی آمنہ کے لعل ﷺ نے فرمایا: ”بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال حالانکہ اس کا مال تو صرف تین طرح کا ہے: جو اس نے کھا کر فنا کر دیا، پہن کر بوسیدہ کر دیا، صدقہ کر کے محفوظ کر لیا، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا جائے گا۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزهد والرفاق، باب: الدنيا سجن المؤمن، رقم: (۷۳۱۱)/۲۶۵۶، ص ۱۴۵۱)

☆..... سرکارِ مدینہ ﷺ کا فرمانِ خوشبودار ہے: ”تنگ دست کا حسب استطاعت صدقہ کرنا اور زیر کفالت لوگوں سے ابتداء کرنا سب سے افضل صدقہ ہے۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب: الرخصة في ذلك، رقم: ۱۶۷۷، ص ۳۱۴)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مسلمان کو لباس پہنایا جب تک اس میں سے کوئی دھاگیا لٹری اس کے بدن پر رہے گی لباس پہننے والا اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔“

(المستدرک، کتاب اللباس، باب: من کسا مسلما ثوبا، رقم: ۷۴۲۲، ج ۷، ص ۲۶۴۸)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”مسکین پر صدقہ کرنے میں ایک ہی صدقہ ہے جب کہ رشتے داروں پر صدقہ کرنے میں دو صدقے ہیں، صدقہ اور صلہ رحمی۔“

(جامع الترمذی، کتاب الزکوٰۃ، باب: ما جاء في صدقة علی ذی القرابة، رقم: ۶۵۸، ص ۲۱۳)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرض دے تو وہ دونوں اس کے لئے ایک مرتبہ صدقہ کرنے کی مثل شمار ہوتے ہیں۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الصدقات، باب القرض، رقم: ۲۴۳۰، ص ۴۱۴)

علم کی وجہ سے مالدار ہونا:

۶..... جس علم کی نسبت قرآن میں کی گئی ہے کہ بقول قارون اسے مال میں فراوانی علم کی وجہ سے ہوئی ہے اس علم سے مراد توریث کا علم ہے کہ یہ شخص بنی اسرائیل میں اس کا ماہر جانا جاتا تھا، ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں کہ مراد علم تجارت و کسب ہے، ابن سنیب کہتے ہیں مراد علم کیمیا ہے، حضرت موسیٰ ﷺ نے ایک تہائی علم کیمیا پوچھ بن نون اور ایک تہائی کالب بن یوقا اور اتنا ہی قارون کو سکھایا لیکن قارون نے دھوکے سے ان دونوں سے بھی مزید علم سیکھ لیا یہاں تک کہ اس علم میں قارون ان سب سے بڑھ گیا اور سیسہ اور تانبہ کی مدد سے سونا کی بنیاد رکھ ڈالی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ ﷺ کو علم کیمیا کی تعلیم فرمائی اور حضرت موسیٰ ﷺ نے اپنی ہمشیرہ کو اس علم سے مزین کیا اور پھر حضرت موسیٰ ﷺ کی ہمشیرہ کی مدد سے یہ علم قارون نے سیکھا، ایک قول یہ ہے کہ اس علم کو خاص طور پر سونے کی صنعت کاری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس علم سے مراد خزانے اور دھننے نکالنے کا علم ہے۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۰، ص ۴۲۹)

گناہ گار بغیر حساب کتاب داخل جہنم ہوگا:

۷..... مفسرین کہتے ہیں کہ مجرموں سے ان کے گناہ دریافت نہیں کئے جائیں گے، کیونکہ اللہ ﷻ ان پر مطلع ہے اسے سوال کرنے اور معلومات لینے کی ضرورت نہیں۔ پس وہ انہیں دنیا میں ہلاک کر کے اور آخرت میں جہنم میں داخل کر کے ان کے اعمال کی سزا دے گا۔ جب اللہ ﷻ نے قارون کو ان لوگوں کی ہلاکت و بربادی کا ذکر کر کے خوف زدہ کر دیا جو اس سے قبل اپنی قوت و طاقت اور مال کی کثرت میں اس سے کہیں زیادہ تھے تو پھر اس آیت میں اسی حکم کو مزید متوکد کیا کہ وہ ہلاکت صرف انہی لوگوں کے ساتھ مختص نہیں

تھی بلکہ اللہ تو ان تمام مجرموں کے گناہوں سے آگاہ ہے جو پہلے تھے اور جو بعد میں ہو گئے اور تمام کوبالطہین ان کے گناہوں کی سزا دے گا۔ قتادہ نے کہا کہ انہیں بغیر پوچھ گچھ کے اور حساب کتاب کے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ مجاہد کہتے ہیں مگر ان سے سوالات نہیں کریں گے کیونکہ وہ انہیں ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے اور حسن نے کہا کہ ان سے معلومات حاصل کرنے کے لئے نہیں پوچھا جائے گا بلکہ ان سے سوالات زجر و توبیح کرنے کے لئے ہونگے۔

(المظہری، ج ۳۹۵، ص ۵)

☆..... قتادہ کہتے ہیں کہ مشرکین سے نہ پوچھا جائے گا، ان سے گناہوں کے بارے میں سوال نہ ہوگا اور انہیں بغیر حساب کتاب کے داخل جہنم کیا جائے گا۔

☆..... مجاہد اسی آیت کے تحت کہتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے ﴿يَعْرِفُ الْمَجْرُمُونَ بِسِيمَاهُمْ﴾ مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے (الرہمن: ۴۱) ﴿﴾ سے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ ان کے سیاہ چہرے، تیز آنکھیں جانتا ہوگا اور فرشتے انہیں اللہ کی دی ہوئی قدرت سے پہچان لیں گے اور انہیں بغیر سوال کئے داخل جہنم کر لیں گے۔

(الدرالمشور، ج ۵، ص ۲۶۲)

گھوڑے اور اونٹ کی افادیت کا بیان:

۱..... اللہ ﷻ نے دو آیات میں مختلف جانوروں کا ذکر کیا، انعام یعنی چوپائے جیسے اونٹ، گائے اور بکریوں کا ذکر کیا جس سے انسان سواری کے کام بھی لیتا ہے اور ان کی کھالوں سے اون وغیرہ بھی حاصل کرتا ہے اور انہیں کھانے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے کہ یہ حلال جانور ہیں اور ان کا دودھ بھی پیا جاتا ہے۔ بعد میں نام لے کر تین چوپائے مزید ذکر فرمائے یعنی گھوڑے، خچر اور گدھے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں: امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک گھوڑے حلال ہیں، اور امام شافعی، امام احمد کے نزدیک بھی حلال ہیں اور امام اعظم کے نزدیک حلال نہیں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وفات سے تین دن پہلے امام ابوحنیفہ نے گھوڑے کی حرمت سے رجوع کر لیا تھا، اور اسی پر فتویٰ ہے (عنایہ)، اور گھوڑی کا دودھ پینے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ ابن عابدین الشافعی فرماتے ہیں: الاختیار، قدوری اور ہدایہ میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے، اور مکروہ تحریمی کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو حلال نہ ہو، (شرنبلالیہ)، اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑا نجاست کی وجہ سے حرام نہیں ہے، اس لیے غایۃ البیان میں ظاہر الروایۃ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے اور اس کا کھانا اس کے احترام کی وجہ سے حرام ہے کیونکہ گھوڑوں سے اللہ کے دشمنوں کو ذرا پایا جاتا ہے اور نجاست کی وجہ سے اس کا کھانا حرام نہیں ہے، اسی وجہ سے اس کا جھوٹا بھی نجس نہیں ہے جیسے آدمی کا حال ہے، مصنف نے لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے لہذا اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے جیسا کہ کفایۃ البیہقی میں مذکور ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ فخر الاسلام نے لکھا ہے، قہستانی، الخلاصہ، الہدایہ، الحیض، المغنی، قاضی خان اور العمادی اور دیگر متون میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ گھوڑے کا کھانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ امام اعظم کے نزدیک اس کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے تو پھر امام اعظم و صاحبین کے مابین کوئی اختلاف نہیں رہتا کیونکہ صاحبین اگرچہ گھوڑا کھانے کو حلال کہتے ہیں لیکن وہ اس کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔ شرنبلالیہ میں برہان سے اسی طرح منقول ہے اور یہ اختلاف خشکی کے گھوڑے میں ہے اور دریائی گھوڑا بالاتفاق حرام ہے۔

(رالمختار علی درالمختار، کتاب الذبائح، ج ۹، ص ۴۴۲)

علامہ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں: پالتو گدھوں کا کھانا حلال نہیں ہے اس کے برخلاف جنگلی گدھوں کو کھانا جائز ہے اور ان کے دودھ بھی حلال ہیں، اگر شجر کی ماں گدھی ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کی ماں گائے ہو تو بالاتفاق کھانا جائز

ہے، اور اگر اس کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کی طرح حلال ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ جانوروں کی حلت و حرمت کا مدار ماں پر ہوتا ہے، گھوڑی کا گوشت کھانے میں اختلاف ہے آیا اس کا گوشت کھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا بلا کراہت جائز، اگر خنجر کی ماں گھوڑی ہو تو خنجر کا گوشت کھانے کا بھی وہی حکم ہے جو اس کی ماں کا ہے۔

(المرجع السابق)

قارون کی ہلاکت :

۱..... قارون نے سرکشی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! اگر تجھے نبوت کے ذریعے فضیلت دی گئی ہے تو مجھے مال کے ذریعے فضیلت دی گئی ہے۔، اگر تو چاہتا ہے کہ مجھے زمین سے نکال باہر کرے تو تو مجھے پکارے یا میں تجھے بلاؤنگا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون اور قارون بھی اپنی قوم کے ساتھ نکلا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو بلائے گا یا میں بلاؤں، اُس نے کہا کہ میں بلاؤں گا۔ پس جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلا یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جواب نہ دیا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسے بلا یا تو اس نے جواب دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی: ”اے اللہ زمین برابر کر دے، آج کے دن اس کی سرکشی (بڑھ) گئی ہے، پس اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے اذن سے زمین کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لے، زمین نے قارون کو قدموں سے پکڑنا شروع کر دیا، پھر ٹخنوں اور گھٹنوں کے بل پکڑ لیا یہاں تک کہ اپنے مال و اسباب سمیت زمین دوز ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کی جانب اشارہ کیا تو زمین پھر سے برابر ہو گئی۔ قنادہ کہتے ہیں کہ قیامت تک قارون روزانہ زمین میں دھنستا رہے گا، اور ابن عباس کے قول کے مطابق ساتوں زمین تک دھنستا رہے گا۔

(البدایة والنهاية، الجزء الاول، قصة قارون وموسى، ج ۱، ص ۳۴۵ وغیرہ)

اغراض:

ابن عمہ: چچازاد بھائی کا نام بصرہ تھا، یاء مفتوحہ، صاد ہملہ اور ہاء مضمومہ کے ساتھ ہے، ایک قول ابن قاسم قاف و ہاء مفتوحہ اور ثناء مشدّد کا بھی کیا گیا ہے، قارون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد بھائی تھے۔ ایک نسب یہ بیان کیا جاتا ہے: ”قاسم بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم، ایک قول یہ ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد تھا۔

واہن بہ: سے مراد وہ ستر اصحاب ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مناجات کے لئے تشریف لے گئے، پس اللہ جل جلالہ کا کلام مبارک سماعت فرمایا اور اللہ جل جلالہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رسالت کے لئے چن لیا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا امام کر دیا۔

بالکبر: یعنی قارون نے ایمان لانے کے بعد تکبر کرتے ہوئے اپنے علاوہ سب کو حقیر جانا، اسی تکبر کی وجہ سے اپنے کپڑے گھسیٹتا تھا، اور اس کے تکبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار بھی تھا اور حسن صورت کی وجہ سے اس کا نام منور تھا۔

فرح بطر: یعنی مال کی کثرت کی وجہ سے اکرنا، اور یہ مذموم ہے، اور ان معنوں پر دنیا پر خوش ہونا کہ اس پر آخری امور واسطہ ہیں جیسا کہ دین کی ادائیگی، صدقات، بھوکوں کو کھلانا وغیرہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بان تنفقه طاعة الله: جیسا کہ صلہ رحمی، صدقہ وغیرہ امور مراد ہیں۔

وکان اعلم بنی اسرائیل بالتوراة: ایک قول کے مطابق علم سے مراد علم کیمیا ہے، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، یوشع بن نون اور کالب کو ثلث علم عطا کیا گیا ہے، لیکن قارون نے ان دونوں حضرات (یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا) کو دھوکہ دیا یہاں تک کہ جو ان دونوں حضرات کے پاس تھیں انہیں اپنی جانب منسوب کر دیا، پس قارون نے سیسے کی مدد سے چاندی کی تانبے کی مدد سے سونا بنایا، پس اب وہ بہت مال والا ہو گیا اور تکبر کرنے لگا، اسی کی جانب ﴿علی علم عندی﴾ میں اشارہ ہے اور مراد علم کیمیا ہے، اور اس کا کہنا

تھا کہ مجھے میرے علم سے ملا ہے نہ کہ اللہ کے فضل سے۔

ساتباہ: ایک قول یہ ہے کہ قارون کے ساتھ چار ہزار کا لکڑ تھا، ایک قول کے مطابق ساٹھ ہزار کا لکڑ تھا، چڑیا ان پر منڈ لاری تھیں، ایک پہلا لکڑ چڑیوں کے ساتھ دیکھا گیا، لکڑ کے دائیں جانب تین سو غلام، اور بائیں جانب تین سو باندیاں زیورات سے مزین تھیں۔ اور ان کی سواریاں ٹھہر گدھے بھی سرخ دیباچ سے مزین کئے گئے تھے، اور اکثر جانور سیاہی مائل سفید یا سیاہ تھے۔ ایک قول کے مطابق ان جانوروں کے زین سونے کے تھے، ایک یہ بھی قول ملتا ہے کہ زین ارجوان کے تھے۔

معاوتی قارون فی الدنيا: سے مراد دنیاوی انعام کے مقابلے میں ثواب آخرت کا عظیم نعمت ہونا ہے۔

علی الطاعة وعن المعصية: سے مراد اللہ ﷻ کے احکامات کی فرمانبرداری کرنا ہے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۳۰۰ وغیرہ)

ای من قریب: سے ماضی قریب مراد ہے نہ کہ متذکرہ دن سے پہلے کا دن۔

ر کوع نمبر: ۱۲

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ ﴾ ﴿ أَى الْجَنَّةِ ﴾ ﴿ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ ﴾ ﴿ بِالْبَنِيِّ ﴾ ﴿ وَلَا فُسَادًا ﴾ ﴿ بِعَمَلِ الْمَعَاصِي ﴾ ﴿ وَالْعَاقِبَةُ ﴾ ﴿ الْمَحْمُودَةُ ﴾ ﴿ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ ﴿ (۸۳) ﴾ ﴿ عِقَابُ اللَّهِ بِعَمَلِ الطَّاعَاتِ ﴾ ﴿ مِنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ﴾ ﴿ ثَوَابٌ بِسَبَبِهَا ﴾ ﴿ وَهُوَ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ﴾ ﴿ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ ﴿ (۸۴) ﴾ ﴿ أَى مِثْلُهُ ﴾ ﴿ أَنْ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادِكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ﴾ ﴿ إِلَىٰ مَكَّةَ وَكَانَ قَدْ اِسْتَأْفَاهَا ﴾ ﴿ قُلْ رَبِّ اعْلَمْ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴾ ﴿ (۸۵) ﴾ ﴿ نَزَلَ جَوَابًا بِالْقَوْلِ ﴾ ﴿ كُفَّارٍ مَكَّةَ لَهُ إِنَّكَ فِي ضَلَالٍ أَى فَهُوَ الْجَائِي بِالْهُدَىٰ وَهُمْ فِي الضَّلَالِ وَاعْلَمْ بِمَعْنَى عَالَمٍ ﴾ ﴿ وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ ﴾ ﴿ الْقُرْآنُ ﴾ ﴿ إِلَّا ﴾ ﴿ لَكِنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكَ ﴾ ﴿ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا ﴾ ﴿ لِمَنْ عِنْدَنَا ﴾ ﴿ لِلْكَافِرِينَ ﴾ ﴿ (۸۶) ﴾ ﴿ عَلَىٰ دِينِهِمُ الَّذِي دَعَوْكَ إِلَيْهِ ﴾ ﴿ وَلَا يَصُدُّكَ ﴾ ﴿ أَصْلُهُ يَصُدُّونَكَ حُدُفَتِ نُونِ الرَّفْعِ لِلْجَازِمِ وَالْوَاوُ الْفَاعِلُ لِالْتِقَائِهِمَا مَعَ النَّوْنِ السَّاكِنَةِ ﴾ ﴿ عَنْ آيَةِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أَنْزَلْتَ إِلَيْكَ ﴾ ﴿ أَى لَا تَرْجِعْ إِلَيْهِمْ فِي ذَٰلِكَ ﴾ ﴿ وَادْعِ ﴾ ﴿ النَّاسَ ﴾ ﴿ إِلَىٰ رَبِّكَ ﴾ ﴿ بِتَوْحِيدِهِ وَعِبَادَتِهِ ﴾ ﴿ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴾ ﴿ (۸۷) ﴾ ﴿ بِإِعَانَتِهِمْ وَلَمْ يُؤْثِرِ الْجَازِمُ فِي الْفِعْلِ لِنَبَاتِهِ ﴾ ﴿ وَلَا تَدْعِ ﴾ ﴿ تَعْبُدُ ﴾ ﴿ مَعَ اللَّهِ هَا آخِرُ ۲ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَكُلْ شَيْءًا مَلَكَ إِلَّا وَجْهَهُ ﴾ ﴿ إِلَّا آيَاتُهُ ﴾ ﴿ لَهُ الْحُكْمُ ﴾ ﴿ الْقَضَاءُ النَّافِذُ ﴾ ﴿ وَإِلَيْهِ تَرْجِعُونَ ﴾ ﴿ (۸۸) ﴾ ﴿ بِالنُّشُورِ مِنَ الْقُبُورِ. ﴾

﴿ترجمہ﴾

یہ آخرت کا گھر (یعنی جنت) ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے (سرکشی کر کے) اور نہ فساد چاہتے ہیں (گناہوں کا بازار گرم کر کے.....) اور (اچھی) عاقبت (اللہ ﷻ کے عذاب سے) ڈرنے والوں کی (نیک عمل کرنے والوں کی) ہے جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر ہے (یعنی اس کے لیے اس نیکی کا ثواب ہے جو اس کی مثل دس گنا ہے.....) اور جو بدی لائے بد کام کرنے والوں کو بدلہ نہ ملے گا مگر (بدلہ اسی کا) جو وہ کرتے تھے (یعنی اسی کی مثل بدلہ ملے گا.....) بیشک جس نے تم پر

قرآن فرض کیا (یعنی نازل کیا) وہ تمہیں پھیر لے جائے گا معاد (یعنی مکہ مکرمہ) کی طرف (جہاں جانے کے آپ ﷺ مشتاق ہیں.....) تم فرماؤ میرا رب جانتا ہے جو ہدایت لایا اور جو کھلی گمراہی میں ہے (یہ آیت مبارکہ کفار مکہ کے اس سوال کے جواب میں نازل ہوئی کہ کفار نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا آپ گمراہی میں ہیں العباد باللہ، آیت کا معنی یہ ہے نبی پاک ﷺ تو ہدایت لے آنے والے ہیں اور گمراہی میں تو یہ کافر لوگ ہیں.....، آیت مذکورہ میں اعلم بمعنی عالم ہے) اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب (یعنی قرآن پاک) تم پر بھیجی جائے گی لیکن (اللہ ﷻ نے قرآن پاک تم پر نازل فرما کر) رحمت فرمائی تو تم ہرگز کافروں کی مدد نہ کرنا (ظہیرا بمعنی معینا ہے، ان کے اس دین پر جس کی طرف وہ بد بخت تمہیں بلا رہے ہیں) اور ہرگز وہ تمہیں اللہ کی آیات سے نہ روکیں بعد اس کے کہ وہ تمہاری طرف اتاری گئیں (یعنی آپ ﷺ بالکل بھی ان کی باتوں کی طرف پہلے ہی کی طرح مائل نہ ہوں، یصدنک اصل میں یصدونک تھا، حرف جازم کی وجہ سے نون اعرابی حذف کر دیا گیا اور واؤ ضمیر جو کہ فاعل بن رہی ہے نون ساکن کے ساتھ اس کا اجتماع ہو گیا پس اجتماع ساکنین کی وجہ سے اسے بھی حذف کر دیا گیا تو یصدنک ہو گیا) اور (لوگوں کو) اپنے رب کی طرف (یعنی اس کی توحید اور اس کی عبادت طرف) بلاؤ اور ہرگز (مشرکین کی مدد کر کے) شرک والوں میں نہ ہونا (لائے نبی حرف جازم ہونے کے باوجود اس نے لفظی عمل اس فعل کے منی ہونے کی وجہ سے نہیں کیا) اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج (لاتمدع بمعنی لاتعبد ہے) اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات اسی کا حکم ہے (یعنی اسی کی قضاء نافذ ہے) اور (قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد) اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

﴿ترکیب﴾

﴿تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا في الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين﴾

تلك : مبدل من، الدار الاخرة بحرف ت وصی بدل، ملکر مبتدا، نجعلها: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، الذين: موصول، لا يريدون: فعل نفي بافاعل، علوا: موصوف، في الارض: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف عليه، و: عاطف، لا: نافية، فسادا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ہو کر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطف، العاقبة: مبتدا، للمتقين: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿من جاء بالحسنة فله خير منها﴾

من: شرطیہ مبتدا، جاء بالحسنة: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، له: ظرف مستقر خبر مقدم، خیر منها: شبہ جملہ مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن جاء بالسئنة فلا يجزى الدين عملوا السيئات الا ما كانوا يعملون﴾

و: عاطف، من شرطیہ مبتدا، جاء بالسئنة: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا يجزى: فعل نفي مجہول، الذين عملوا السيئات: موصول صلہ، ملکر نائب الفاعل، الا: اداة جصر، ما كانوا يعملون: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذي فرض عليك القرآن لرادك الى معاد﴾

ان: حرف مشبہ واسم، الذي: موصول، فرض عليك القرآن: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، واد: اسم فاعل بافاعل مضاف، ك: ضمیر مضاف الیہ مفعول، الى معاد: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ربی اعلم من جاء بالهدی ومن هو فی ضلل مبين﴾

قل: قول، رسی: مبتدا، اعلم: بمعنی عالم اسم فاعل یا فاعل، من: موصولہ، جاء بالهدی: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من: موصولہ، هو فی ضلائل مبین: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔ ﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَى إِلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ﴾

و: عاطفہ، ما تانیہ، كنت: فعل ناقص با اسم، ترجوا: فعل با فاعل، ان: مصدریہ، یلقى الیک الکتب: فعل مجہول و ظرف لغو نائب الفاعل، الا: اداتہ حصر، رحمة: موصوف، من ربک: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔ ﴿فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِلْكَافِرِينَ ۝ وَلَا يَصْذَنكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أَنْزَلْتَ إِلَيْكَ﴾

ف: فصیحیہ، لا تكونن: فعل نبی ناقص با اسم، ظہیر اللکفرین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا یصدنک: فعل نبی با واو ضمیر محذوف فاعل و مفعول، عن: جار، آیت اللہ: ذوالحال، بعد: مضاف، اذ: مضاف، انزلت الیک: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق بجزوف حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝﴾

و: عاطفہ، ادع: فعل امر با فاعل، الی ربک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تكونن: فعل نبی ناقص با اسم، من المشرکین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾

و: عاطفہ، لا تدع: فعل نبی با فاعل، مع اللہ: مضاف، اللہ: اسم جلالت ذوالحال، لا: نفی جنس، الہ: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، هو: مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم "موجود" محذوف، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف، الہاخر: مفعول بہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَ لَهُ الْحَكَمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝﴾

کل شیء: مستثنیٰ منہ، الا: اداتہ استثناء، و وجہہ: مستثنیٰ، ملکر مبتدا، ہالک: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، الحکم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الیہ: ظرف لغو مقدم، ترجعون: فعل با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... ان الذی فرض علیک القرآن.....☆ یہ آیت کریمہ جھ میں نازل ہوئی جب رسول کریم ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے وہاں پہنچے اور آپ کو اپنے اور اپنے آباء کے جائے ولادت مکہ مکرمہ کا شوق ہوا تو جبرائیل امین آئے اور انہوں نے عرض کیا حضور کو اپنے شہر مکہ مکرمہ کا شوق ہے؟ فرمایا ہاں!، انہوں نے عرض کیا کہ اللہ فرماتا ہے یہ آیت کریمہ پر مٹی، معاد کی تفسیر موت و قیامت و جنت سے بھی کی گئی ہے۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

گناہوں کا بازار گرم کرنا:

۱..... گناہ چاہے صغیر ہو یا کبیرہ شریعت میں ناپسندیدہ ہے، اور اسی کو فساد فی الارض سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جو گناہ نص سے وارد ہو اسے کبیرہ کہتے ہیں یا یوں سمجھیں کہ ہر وہ فعل جو حد واجب کرے یا اس کے ارتکاب پر وعید وارد ہو کبیرہ کہلاتا ہے، اور اس کے مد مقابل جس کے ارتکاب پر حد واجب نہ ہو یا اس پر وعید نہ ہو اور نہ ہی نص دلالت کرے تو وہ صغیر ہے۔ اب انہی تعریفات کی روشنی

میں کبیرہ و صغیرہ سے بچنے کی کوشش کو آسان کرنے کے لئے امام ذہبی نے الکہار میں تمام کبیرہ گناہوں کی فہرست عطا فرمادی ہے جس کی مدد سے کبیرہ گناہوں سے بچنا ممکن ہو سکتا ہے۔ جب انسان گناہوں کی شناخت کر لے گا، اُسے کبیرہ و صغیرہ میں تمیز ہو جائے گی تو پھر بچنے کا ذہن بھی اللہ جل جلالہ کے فضل سے مل جائے گا۔ جو لوگ معاشرے میں ظلم و زیادتی کا بازار گرم کرتے ہیں وہ یقیناً اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے ہیں، انہیں شریعت کے بنیادی اصولوں ہی کا علم نہیں ہوتا کہ کبیرہ و صغیرہ تو بہت دور کی بات ہے۔ ایسے لوگ زمین میں جو فساد مچاتے، ہنگامہ آرائی کرتے، قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے، عصمتیں پامال کرتے، اور نہ جانے کس کس طریقے سے فساد کرتے ہیں ہم اپنے ہی ملک میں اس کے نظارہ دیکھ رہے ہیں۔

نیکی کا اجر دس گنا یا اس سے بھی زائد؟

۲..... علامہ راجب اصفہانی کہتے ہیں کہ ”الحسنة“ سے مراد وہ انعام ہے جس کے ملنے پر دل و دماغ، احوال اور جسم انسانی میں خوشی پائی جائے اور اس کے برعکس کو ”سیئة“ کہتے ہیں۔ اور یہ نیکی جب بڑھنے لگتی ہے تو کئی گنا بڑھ جاتی ہے جس کا انسان اپنی دانست سے شمار بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے: ﴿مِثْلَ الَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمِثْلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سَنَابِلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ وَاللَّهُ يَضَاعَفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (البقرہ: ۲۶۱)۔ بندے کو چاہیے کہ کوئی بھی نیکی کرے تو اب کے حصول کے لئے کرے اور اپنی نیت خالص رکھے کہ مباد اللہ کا فضل شامل ہو جائے اور دس گناہ بلکہ کئی گناہ بڑھ کر مستحق ثواب ہو۔ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

ایک نیکی کا دس گنا اجر دینے کا معنی یہ ہے کہ ایک اجر بطور ثواب ہے جس کا بندہ نیکی کرنے کے بعد مستحق ہوا ہے اور بقیہ نور جے اجر فضل و احسانندی کی وجہ سے ہے اور یہ نور جے اجر اس ایک اجر سے بہتر ہے۔ (روح البیان، ج ۶، ص ۵۶۰)

گناہ کا بدلہ اسی کی مثل:

۳..... شرک، ریاء کاری، جہالت اور دیگر گناہ کے کام کا بدلہ اسی قسم کے گناہ کے برابر ہے، یعنی گناہ کئی درجہ بڑھا کر نہیں لکھا جاتا، تاہم کوئی مسلمان یہ سمجھ کر گناہ نہ کرے کہ چلو آسان معاملہ ہے ایک گناہ کرنے کا وبال ایک ہی ہے، بلکہ یہ غور کرے کہ ایک گناہ لکھا جاتا بھی ہمارے رب جل جلالہ کو کتنا ناپسند ہے؟ سید عالم ﷺ کی قلب اطہر پر کتنا رنج لائے گا جو امت کی خاطر راتوں کو روتے ہوئے دعائیں مانگتے تھے۔ اے کاش یہ دو باتیں یاد رہیں کہ اللہ جل جلالہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہم دنیا میں کہیں بھی جا کر گناہ کریں اس کی نگاہ سے پوشیدہ ہرگز نہ ہو سکیں گے۔ بعض اہل علم نے یوں بھی بیان کیا ہے کہ گناہ کا وبال اسی کی مثل ہے یعنی ایک ہی لکھا جائے گا۔ مثلاً شرک کرنے والے کے گناہ کا وبال ایک ہی ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں جلنا ہے اور جسے یہ مژدہ سنا دیا گیا تو اب اس کے لئے اور کیا رہ جاتا ہے؟ دیگر نافرمانیوں کا عذاب اسی کی مثل صغیرہ و کبیرہ نافرمانی کے حوالے سے بھگتنا پڑے گا۔ دنیا کی محبت اور خواہشات کا عذاب آخری نعمتوں کے نقصان، طلب جاہ منصب و عہدہ کا نقصان اسی کی مثل یعنی ذلت و خواری، الغرض جتنے بھی گناہ ہیں اس کے عذابات قرآن وحدیث میں متعین ہیں انہی کو غور کر لینے سے آخری نقصان کا پتہ چل جاتا ہے۔

”لرادک الی معاد“ کے اسرار و رموز:

۴..... فتیسی کہتے ہیں کہ کسی آدمی کا ”معاد“ سے مراد اس کا وہ شہر ہوتا ہے جس سے جانے کے بعد پھر وہ اس کی طرف

لوٹ کر آتا ہے۔ علامہ بغوی کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے غار سے نکلے تو آپ ﷺ نے دشمن کے تعاقب کے ڈر سے عام راستے سے ہٹ کر دوسرے راستے کو منتخب کیا۔ جب آپ ﷺ خطرے سے محفوظ ہوئے تو صحیح راستے کی جانب لوٹ آئے اور مکہ مدینہ کے درمیان مجھ کے مقام پر آپ ﷺ نے نزول فرمایا جب اس راستے سے مکہ مکرمہ جانے والے راستے کو پہچانا تو آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ جانے کا اشتیاق ہوا جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کی کیا آپ ﷺ اپنے شہر اور جائے ولادت جانے کے مشتاق ہیں؟ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے آیت مقدسہ ﴿ان الذی فرض علیک القرآن لو ادک الی معاد یشک جس نے تم پر قرآن فرض کیا وہ تمہیں پھیر لے جائے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو﴾ (قصص: ۸۰) کی تلاوت فرمائی۔ سعید بن جبیر کے قول کے مطابق ”معاد“ سے مراد موت ہے، میں کہتا ہوں کہ چونکہ موت کے ذریعے اصلی حالت تک لوٹنا ہوتا ہے اسی لئے اسے ”معاد“ کہا گیا ہے، زہری و کرمہ نے ”معاد“ سے مراد قیامت کا دن لیا ہے۔ بعض کے نزدیک ”معاد“ سے مراد جنت ہے۔

(المظہری، ج ۵، ص ۳۹۹)

یہ بات مشاہدے اور تجربے کی ہے کہ جو اہل محبت اپنے دلوں میں مکہ مدینہ کی محبت رکھتے ہیں وہ متذکرہ بالا آیت کا ورد ان مقدس مقامات پر کرتے ہیں اور متذکرہ بالا آیتیں کے قول کی بنیاد یہ نیت ہوتی ہے ہم دوبارہ اس مقام پر ضرور حاضر ہونگے۔ خود میں نے بھی اسی بات کو آزمایا ہے اور قارئین کرام کو بھی اس آیت کے حفظ کی تلقین کرونگا کہ جب بھی حرمین طہین کا سفر اختیار کریں ضرور ہر ہر مقام پر متذکرہ آیت پڑھیں اور اس یقین سے پڑھیں کہ ہم دوبارہ ضرور بلائے جائیں گے، انشاء اللہ عزوجل۔

بارگاہ اقدس ﷺ کی بے ادبی :

۵..... نبی پاک ﷺ کی جناب میں گستاخی کرنے والے شخص کی توبہ مقبول ہے یا نہیں؟ اس بارے میں صاحب فتاویٰ بزازیہ نے نقل کیا: ہمارے نزدیک گستاخ رسول کو قتل کرنا واجب ہے اور ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہے اگرچہ وہ اسلام لے آئے، آپ علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ کی نسبت قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب الشفاء اور ابن تیمیہ حنبلی کی کتاب الصارم المسلول (الفتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا او خطا، الفصل الثانی فیما یکون کفرا من المسلم وما لا یکون، ج ۶، ص ۳۲۲) کی طرف کی ہے پھر بعد میں آنے والے علماء نے انہی کی پیروی کی اور اس مسئلہ کو اپنی کتاب میں بھیجہ اسی طرح ذکر کر دیا حتیٰ کہ خاتمة المحققین ابن ہمام فتح القدر، شرح ہدایۃ للامام ابن الہمام، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ص ۹۱۔ اور صاحب الدرر اور الدرر در الاحکام، شرح غرر الاحکام، کتاب الجہاد، ماتسقط بہ الجزیہ، باب المرتد، ج ۱، ص ۳۰۰ و ۲۹۹ نے بھی اسے یونہی ذکر کیا حالانکہ شفاء شریف اور الصارم المسلول میں مذکور مسئلہ شوافع اور حنابلہ کا مذہب ہے، امام مالک علیہ الرحمۃ سے ایک روایت مع الجزم یہ ہے کہ ایسے شخص کی توبہ ہمارے نزدیک مقبول ہے۔ ہمارے مذہب کی کتب مقدمہ میں یہی منقول ہے جیسا کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کی کتاب الخراج میں اور امام طحاوی کی شرح مختصر اور النصف النصف فی الفتاویٰ، السابع من سب رسول اللہ ﷺ فانہ مرتد، ص ۴۲۴ و ۴۲۷ ملخصاً۔ وغیرہ کتب مذہب میں ہے اور تمام تفریضیں اور احسان مندیوں اللہ ﷺ کے لئے ہیں جیسا کہ میں (علامہ شامی) نے اس مسئلہ کو اپنی ایک کتاب میں خوب واضح کر دیا ہے۔ اس قدر تفصیل سے یہ مسئلہ مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا۔ اس کتاب کا نام میں نے تنبیہ الولاية والاحکام علی احکام شاتم عبور

(درس عقود رسم المفتی، ص ۴۱ وغیرہ)۔

الانام او احد اصحابہ الکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

دربارہ اسلام و رفع دیگر احکام الکی (یعنی گستاخان رسول کی) توبہ اگر سچے دل سے ہو ضرور مقبول ہے۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ سلطان اسلام انہیں بعد توبہ و اسلام صرف تعزیر دے، یا اب بھی سزائے موت دے وہ جو "بزازیۃ" اور اس کے بعد کی بہت کتب معتدہ میں ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں اس کے یہی معنی ہیں۔

(الفتاویٰ الرضویہ منخرجہ، ج ۱، ص ۳۰۴)

افراض:

ای الجنۃ: یعنی جنت کی دائمی نعمت مراد ہیں، ان نعمتوں میں رویت باری اور قدیم کلام کا سماعت کرنا داخل ہے۔

بالبعی: مراد ظلم اور تکبر ہے جو کہ فرعون، قارون اور ان کے لشکروں سے سرزد ہوا۔

بعمل المعاصی: جیسا کہ قتل، زنا، چوری وغیرہ نافرمانیاں مراد ہیں جن کے بارے میں اللہ نے احکامات دیئے ہیں۔

ای مثله: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے۔

الی مکة وکان قد اشتاقها: ما قبل گزر چکا کہ آیت ﴿ان الذی فوض علیک القرآن﴾ متذکرہ کا سبب یہ تھا کہ جب سید

عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ہجرت کی اجازت دی گئی، اور رات کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غار سے نکلے، راستہ رات کی تاریکی کی وجہ سے کچھ مشتبه تھا

، پس جب مکہ المکرمہ اور مدینہ منورہ کے مابین مقام بھہ پینچے، تو مکہ المکرمہ کا راستہ پہچان گئے اور مکہ المکرمہ جانے کا شوق ہوا اور

اپنا اپنے آباء کے جائے مسکن کو یاد فرمانے لگے، پس جبرائیل امین رضی اللہ عنہ شریف لائے اور فرمایا: "کیا آپ اپنے شہر اور جائے مسکن کی

جانب جانے کے مشتاق ہیں" سید عالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہاں!"۔ جبرائیل امین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "بیشک اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس

مقام پر دوبارہ لے جائے جہاں جانے کے آپ مشتاق ہیں اور متذکرہ آیت تلاوت فرمائی، مکہ المکرمہ کا نام اس آیت میں "البلد

معاودا" رکھا گیا یعنی وہ جگہ جہاں انسان لوٹ کر دوبارہ جائے۔ ای لا توجع الیہم: بمعنی لا توجع الی اقولہم ہے۔

جوابا لقول کفار مکة: یہ قول کفار کے اس قول کہ "انک فی ضلال" کے بارے میں فرمایا جیسا کہ بنی اسرائیل نے حضرت

موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا، پس اللہ نے ان پر اسی کی مثل فرمان لوٹایا جیسا کہ فرمایا: ﴿وقال موسیٰ ربی اعلم من جاء بالہدی من

عندہ ومن تكون له عاقبة الدار﴾۔

لکن القی الیک: اللہ نے "لا بمعنی لکن" فرمایا جس سے اشارہ مقصود ہے کہ یہاں استثناء منقطع ہے۔

ولم یؤثر الجازم فی الفعل: لفظی اعتبار سے حرف جازم فعل میں مؤثر نہیں ہوتا لیکن محلا مؤثر ہو جاتا ہے۔

تعبد: سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ قدح بمعنی تعبد ہے، اور اس مقام پر ایسی کوئی دلیل نہیں جو خوارج گمان کرتے ہیں

، غیر سے طلب کرنا چہ جائے کہ زندہ ہوں یا مردہ شرک ہے، اور یہ ان کا جہل مرکب ہے، اور اس حیثیت سے غیر سے سوال کرنا واجب

ہے کہ فلاں کے ہاتھ پر اللہ نے نفع و نقصان جاری کر دیا ہے، اس لئے کہ یہی اسباب کو اختیار کرنا کہلاتا ہے اور اسباب کا انکار ضد

وہد ہری اور جہالت سے نہیں کیا جاسکتا۔

الا ایہا: سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ "الوجه بمعنی الذات" ہے، اور صحیح یہ ہے کہ سب اعمال کے اعتبار پر منحصر ہے اور

(الصاوی، ج ۴، ص ۳۰۴ وغیرہ)

ثواب باقی رہے گا۔

سورة العنكبوت مکیة وهی تسع وستون آية

سورة العنكبوت مکی ہے اور اس میں ۶۹ آیات ہیں

تعارف سورة العنكبوت

اس سورت میں عنکبوت کا ذکر آیت نمبر ۴۱ میں آیا ہے، اس میں ۱۸۰ کلمات اور ۳۱۶۵ حروف ہیں۔ حسن، عکرمہ، عطاء اور جابر رضی اللہ عنہم کے قول کے مطابق مکمل سورت مکی ہے۔ کفار ناخجار کا وہی روایتی انداز، نہ ماننا اور ضد کرنا، تبلیغ دین میں رکاوٹیں پیدا کرنا، فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہدف تنقید کا نشانہ بنانا، بلکہ موقع ملنے پر نقصان پہنچانا، تاہم یہی امتحان و آزمائش قدرت کو منظور اور اسی کے نتیجے میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے درجوں میں اضافے کرتا ہے۔ کفار کے عقائد باطلہ کا پرچار اور ساتھ ہی کئی خداؤں پر اترانا، مادی وسائل کی بہتات اور ان کو اسلام کے خلاف استعمال میں لانا، لیکن یہ سارے آسروے، سہارے، ہتکنڈے، پروپکینڈے، سازشیں، الغرض ظلم و زیادتی کی ہوائیں کبھی اپنے ہی خیموں کی ٹکیل اُکھیڑ دیتی ہیں، ہاں مضبوط گھر بھی مسمار ہو جایا کرتے ہیں، طوفانی ہوائیں کسی کو خاطر میں نہیں لاتیں، قانون قدرت اور انتقام قدرت کے آگے کچھ نہیں چلتا، اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پکے گھروں، معمم ارادوں، مضبوط ہتھیاروں کا حال مکڑی کے کمزور گھر کی مانند بتاتا ہے اور ﴿وان اوھن البیوت لیبیت العنكبوت یعنی تمام گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے﴾ (العنكبوت: ۱۱) ﴿توحید کے دلائل تو قرآن میں جا بجا ہیں بلکہ یوں کہیں کہ کس آیت سے توحید کی نفی ہوتی ہے تو جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔ تاہم متذکرہ سورت میں بھی خاص اہتمام کیا گیا اور عرق ریزی کے فارمولے کو مد نظر رکھتے ہوئے اہتمام کے ساتھ دلائل بیان کئے گئے جسے وہی جھٹلائے گا جس کی آنکھ پر تعصب کی عینک لگی ہوگی۔ آخر میں ﴿والذین جاھدوا فینا﴾ کے ذریعے مضبوط حوصلہ رکھنے کی سعی مسلسل کا درس اور ہمت بڑھانے کا مزید درس دے دیا تاکہ قیام قیامت تک کے لوگ راہ خدا میں ہمت کو کمزور نہ ہونے دیں۔

رکوع نمبر: ۱۳

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحیم والا

﴿الم ﴿۱﴾ اللہ اَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَالِكِ ﴿۱﴾ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا ﴿۱﴾ اٰی یقولہم ﴿۱﴾ اٰمنا وھم لا

یفتنون ﴿۲﴾ یُخْتَبَرُونَ بِمَا یَتَّبِعُونَ بِهِ حَقِیْقَةُ اٰیْمَانِهِمْ نَزَلَ فِی جَمَاعَةٍ اٰمَنُوْا فَاِذَا هُمُ الْمُشْرِکُوْنَ ﴿۲﴾ ولقد فتنا

الذین من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ﴿۳﴾ فِی اٰیْمَانِهِمْ عَلِمُ مَشَاهِدَةٍ ﴿۳﴾ ولیعلمن الکذبین

﴿۴﴾ فِیْہِ اٰم حسب الذین یعملون السیات ﴿۴﴾ الشِّرْکَ وَالْمَعَاصِیَ ﴿۴﴾ ان یسبقونا ﴿۴﴾ یَفُوْتُوْنَا فَلَا نَنْتَقِمُ

مِنْهُمْ ﴿۵﴾ ساء ﴿۵﴾ بِئْسَ ﴿۵﴾ مَا ﴿۵﴾ الٰدِی ﴿۵﴾ یحکمون ﴿۶﴾ ﴿۶﴾ حُکْمُهُمْ هٰذَا ﴿۶﴾ من کان یرجوا ﴿۶﴾ یخاف ﴿۶﴾ لقاء اللہ

فان اجل اللہ ﴿۷﴾ بہ ﴿۷﴾ لَات ﴿۷﴾ فَلِیَسْتَعِدْ لَہُ ﴿۷﴾ وَهُوَ السَّمِیْعُ ﴿۷﴾ لِاَقْوَالِ الْعِبَادِ ﴿۷﴾ الْعَلِیْمُ ﴿۷﴾ بِاَفْعَالِهِمْ ﴿۷﴾ ومن

جاھد ﴿۸﴾ جِہَادٌ حَرْبٍ اَوْ نَفْسٍ ﴿۸﴾ فَاِنَّمَا یجاہد لِنَفْسِہِ ﴿۸﴾ لِاَنَّ مَنَفِعَةَ جِہَادِہِ لَہُ لَا لِلّٰہِ ﴿۸﴾ ان اللہ لغنی عن

العلمین ﴿۹﴾ ﴿۹﴾ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَعَنْ عِبَادَتِهِمْ ﴿۹﴾ وَالذِّیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمَلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْہُمْ

سِیٰتِہُمْ ﴿۱۰﴾ بِعَمَلِ الصّٰلِحٰتِ ﴿۱۰﴾ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَحْسَنَ ﴿۱۰﴾ بِمَعْنٰی حَسَنٍ وَنُصِّبَہُ بِنَزْعِ الْخَافِضِ الْبِئْسَ ﴿۱۰﴾ الَّذِی

كانوا يعملون (۷) ﴿وهو الصالحات﴾ ووصينا الانسان بوالديه حسنا ﴿أى ايصاء ذا حسن بأن يبرهما﴾
وان جاهدك لتشرك بى ما ليس لك به ﴿باشراكه﴾ علم ﴿مواقفة للواقع فلا مفهوم له﴾ فلا
تطعهما ﴿فى الاشراك﴾ الى مرجعكم فانبتكم بما كنتم تعملون (۸) ﴿فأجازيكم به﴾ والذين امنوا
وعملوا الصلحت لندخلنهم فى الصلحين (۹) ﴿الانبياء والاولياء بأن تحشرهم معهم﴾ ومن الناس من
يقول امنا بالله فاذا اوذى فى الله جعل فتنة الناس ﴿أى اذاهم له﴾ كعذاب الله ﴿فى الخوف منه﴾
﴿فيطيعهم فيناق﴾ ولئن ﴿لام قسم﴾ جاء نصر ﴿للمؤمنين﴾ من ربك ﴿فغنموا﴾ ليقولن ﴿حذف منه﴾
نؤن الرفع لتوالى السنوات والواو ضمير الجمع لالتقاء الساكنين ﴿انا كنا معكم﴾ فى الايمان
فاشركونا فى الغنيمه قال تعالى ﴿اوليس الله باعلم﴾ أى بعالم ﴿بما فى صدور العلمين﴾ (۱۰) ﴿فى﴾
قلوبهم من الايمان والنفاق بلى ﴿وليعلمن الله الذين امنوا﴾ بقلوبهم ﴿وليعلمن المنفقين﴾
(۱۱) ﴿فبجازى الفريقين واللام فى الفعلين لام قسم﴾ وقال الذين كفروا للذين امنوا اتبعوا سبيلنا
﴿طريقنا فى ديننا﴾ ولنحمل خطيكم ﴿فى اتباعنا ان كانت والامر بمعنى الخبر قال تعالى﴾ وما هم
بحاملين من خطيهم من شىء انهم لكذوبون (۱۲) ﴿فى ذلك﴾ وليحملن اثقالهم ﴿اوزارهم﴾ وانقالا
مع اثقالهم ﴿بقولهم للمؤمنين اتبعوا سبيلنا واضلالمهم مقلديهم﴾ وليستلن يوم القيمة عما كانوا
يفترون (۱۳) ﴿يكذبون على الله سؤال توبيخ فاللام فى الفعلين لام قسم وحذف فاعلها والواو ونون﴾
الرفع .

﴿ترجمہ﴾

الم (اس کی جو مراد ہے اللہ با خوبی جانتا ہے) کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر (یعنی اپنے اسی قول کے سبب) چھوڑ دیئے
جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی (ان کو اس طرح آزمایا نہیں جائے گا کہ جس سے دوسروں پر ان کے ایمان کی
حقیقت ظاہر ہو جائے..... یہ آیت مبارکہ ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو ایمان لے آئے پھر کفار انہیں تکالیف اور اذیتیں
پہنچانے لگے) اور بیشک ہم نے ان سے انگوں کو جانچا تو ضرور اللہ ان کو دیکھے گا (یعنی بطور علم مشاہدہ.....) جو سچے ہیں (اپنے
ایمان کی حقیقت میں) اور ضرور ان کو دیکھے گا جو (اس میں) جھوٹے ہیں یا یہ سمجھے ہوئے ہیں وہ جوڑے کام (یعنی شرک اور دیگر
گناہ.....) کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے (ہم سے بچ جائیں گے ہم ان سے انتقام نہ لے سکیں گے) کیا ہی برا حکم
لگاتے ہیں (یعنی ان کا یہ حکم لگانا کتنا برا ہے، آیت مذکورہ میں ما بمعنی اللہ ہی ہے) جسے اللہ سے ملنے کی امید ہو (وہ اللہ سے ڈرتا ہو) تو
بیشک (اس ملاقات کی) اللہ کی میعاد ضرور آنے والی ہے (اس بندے کو چاہے کہ اس کے لیے تیاری کرے) اور وہی سننے والا
ہے (اپنے بندوں کے اقوال) جانتے والا ہے (ان کے اعمال کو) اور جو جہاد کرے (خواہ میدان جنگ میں یا اپنے نفس کے
ساتھ.....) تو اپنے ہی بھلے کو جہاد کرتا ہے (اس کے اس جہاد کا فائدہ اسی کے لیے ہے اللہ کے لیے نہیں) بیشک اللہ بے پرواہ ہے
سارے جہاں سے (انسانوں، جنوں، فرشتوں سے اور ان کی عبادتوں سے) اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ضرور (ان کی

نیکیاں کرنے کے سبب) ان کی برائیاں اتاریں گے اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں (یعنی نیک سے کاموں میں) اچھا ہے (محسن یعنی محسن ہے، اور ہر حرف جریاہ کے حذف کی وجہ سے مضموم ہے) اور ہم نے آدمی کو بھی تا کیوں کی اس کے مال باپ کے بارے میں (کہ آدمی اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرے.....، حسب مضمول مطلق کی صفت ہے اصل میں ایسا وہ محسن ہے) اور اگر وہ تجھ سے دشمنی کریں تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا (یعنی میرے شریک ہونے کا) تجھے علم نہیں (در حقیقت اللہ ایک ہی ہے اور تجھے کسی دوسرے خدا کا علم ہی نہیں، لہذا دوسرے خدا کا علم ہونے کے مفہوم کا اعتبار ہی نہیں کیا جاسکتا) تو تو ان کا کہنا مانے (اللہ کا شریک ٹھہرانے کے بارے میں) میری ہی طرف تمہارا کھڑا ہونا تبادلوں کا تمہیں جو تم کرتے تھے (جس میں تمہیں اس کا بدلہ دینا) اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کے ضرور ہم انہیں کیوں میں داخل کریں گے (یوں کہ ان کیوں کا مشرکین کے ساتھ کرتے ہیں، صالحین سے ترزا دانا ہوا اور دایا ہے ہیں) اور بعض آدمی کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور بحرحب اللہ کی راہ میں انہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے فتنہ کو (یعنی ان کی طرف سے اسے نئے والی تکلیف کی) اللہ کے عذاب کی طرح سمجھتے ہیں (یعنی وہ لوگوں سے اس طرح ڈرتے ہیں پس اسی ڈر کے نتیجے میں وہ ان کی اطاعت کرنے لگتے ہیں پس یوں معاف ہو جاتے ہیں) اور اگر (سُنسن میں الامتیہ ہے) تمہارے رب کے پاس سے (مسلمانوں کے لیے) کہو آئے (یوں کہ انہیں مال خیرت مل جائے) تو ضرور کہیں گے (یعنی ان میں نون امربا کو پے در پے نون آ جانے کے سبب اور اگر وہ جو کہ خیر جمع تھی اسے اتھائے سائنین کی وجہ سے عذف کر دیا گیا ہے) تم تو (ایمان لانے میں) تمہارے ہی ساتھ تھے (تو تم نہیں تھی مال خیرت.....، میں شریک کرو، اللہ کا شریک بناتا ہے) کیا اللہ نہیں جانتا ہے جو کچھ جہاں بھر کے دلوں میں ہے (ایمان یافتہ؟ کیوں وہ سب کچھ جانتا ہے، صدور یعنی فسور ہے) اور ضرور اللہ ظاہر کرے گا ایمان والوں کو (جو ایمان لانے والے ہیں) اور ضرور ظاہر کرے گا منافقوں کو (تو وہ فریقین کو بدلہ عطا فرمائے گا دونوں مذکورہ افعال میں لامتیہ ہے) اور کافر مسلمانوں سے بولے ہماری راہ (یعنی ہمارے دین) پر چلو اور تم تمہارے گناہ ٹھانیں گے (جو تم ہماری بیروی میں کرو گے، یہاں فعل امر "تبعوا" خبر کا مفعول دے دیا ہے، اللہ کا شریک بنانا ہے) حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ نہ ٹھانیں گے (یعنی وہ (اس بات میں) سمجھتے ہیں بیچک ضرور ہے بوجھ (المتقاہم یعنی اوزار ہم ہے) اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ (اپنے اس قول "اتبعوا" سبیلنا ہماری راہ پر چلو" کا جزا ہوں نے مسلمانوں سے کہا تھا، اور میری دعاؤں کے گناہوں کا بوجھ جنہوں نے ان کی بیروی کی تھی..... کے.....) اور ضرور قیامت کے دن پوچھے جائیں گے جو کچھ افتراء کرتے تھے (یعنی جو وہ اللہ کا شریک ٹھہرا کر بھوٹ باندھ رہے تھے، یہ سوال بطور جزو تو بیچ ہوگا، مذکورہ دونوں افعال میں لامتیہ کے لیے ہے ان دونوں افعال کے فاعل واو ضمیر جمع اور نون امربا کو حذف کر دیا گیا ہے۔

﴿تو کیپی پ﴾

﴿والم حسب الناس ان یقولوا انما وہم لا یفتنون﴾
 الم، "فصلہ" بجزا معروف کیلئے خبر جملہ سیم، مضمونہ حرف استفہام، حسب، فعل، السامس، ذوالحال ہو، حالیہ ہم، مبتدأ، لا یفتنون، جملہ فعلیہ خبر جملہ سیم، مکر حال، مکر قال، بان، مصدر، ہتو کو، فعل بانائب الفاعل بان، مصدر، یہ یقولوا، قول، انما، جملہ فعلیہ متعذر، مکر متاثر، مصدر، "لام" جار مجزوف کیلئے خبر مکر ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ متاثر، یہ مصدر مضمول مکر جملہ فعلیہ۔
 ﴿ووالقد فتنا اللذین من قبلہم فلیمسمن اللہ الذین صدقوا ولیمسمن الکاذبین﴾
 و، عاطفہ، لام، تمییز، قد، تمییز، فعل بافاعل، اللذین، مضمول، من، قبلہم، ظرف مستقر، ملکہ، مکر مضمول، مکر جملہ فعلیہ تم

محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ، ف: عاطفہ، لام تسمیہ، یعلمن اللہ: فعل وفاعل، الذین صدقوا: موصول صلہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ، و: عاطفہ، یعلمن الکذبین: جملہ فعلیہ۔

﴿ام حسب الذین يعملون السیات ان یسبقونا منہ ما یحکمون﴾

ام: عاطفہ، حسب: فعل، الذین: موصول، یعملون السیات: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر فاعل، ان: مصدریہ، یسبقونا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر قائم مقام و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، منہ: ماضی، ما یحکمون: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مبتدا محذوف "حکمہم" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لات وهو السمع العلیم﴾

من: شرطیہ مبتدا، کان: فعل ناقص با اسم، یرجو: فعل با فاعل، لقاء اللہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، ان حرف مشبہ، اجل اللہ: اسم، لام: تاکیدیہ، ات خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، هو السمع العلیم: جملہ اسمیہ۔

﴿و من جاهد فانما یجاہد لنفسه ان اللہ لغنی عن العلمین﴾

و: عاطفہ، من شرطیہ مبتدا، جاهد: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما حرف مشبہ وما کافہ، یجاہد لنفسه: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان اللہ حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، غنی عن العلمین: جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین امنوا و عملوا الصلحت لنکفرن عنهم سیاتہم ولنجزینہم احسن الذی کانوا یعملون﴾

و: عاطفہ، الذین امنوا و عملوا الصلحت: موصول صلہ، ملکر مبتدا، لام: تسمیہ، نکفرن: فعل با فاعل، عنهم: ظرف لغو، سیاتہم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام تسمیہ، لنجزینہم: فعل با فاعل و مفعول، احسن: مضاف، الذی کانوا یعملون: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا﴾

و: متاقفہ، ووصینا: فعل با فاعل، الانسان: مفعول، بوالدیہ: ظرف لغو، حسنا: مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر "ایضاً" محذوف کیلئے صفت، ملکر مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق "ای ایضاً ذاحسن" ملکر جملہ فعلیہ متاقفہ۔

﴿وان جاهدک لتشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعہما﴾

و: عاطفہ، ان شرطیہ، جاهدک: فعل با فاعل و مفعول، لام: جار، تشرک بی: فعل با فاعل و ظرف لغو، ما: موصولہ، لیس: فعل ناقص، لک: ظرف مستقر خبر مقدم، بہ: علم: شبہ جملہ اسم، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، لا تطعہما: فعل نہی با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿الی مرجعکم فانیکم بما کنتم تعملون﴾

الی: ظرف مستقر خبر مقدم، مرجعکم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، انیکم: فعل با فاعل و مفعول، بما کنتم تعملون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذین امنوا و عملوا الصلحت لندخلنہم فی الصلحین﴾

و: عاطفہ، الذین امنوا و عملوا الصلحت: موصول صلہ، ملکر مبتدا، لام: تاکید یہ تسمیہ، ند خلدنہم: فعل بافاعل و مفعول، فی الصلحین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و من الناس من یقول انا باللہ فاذا اودى فی اللہ جعل لفتة الناس کعذاب اللہ﴾

و: عاطفہ، من الناس: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، یقول قول، انا باللہ: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، اذا بشرطیہ ظرفیہ مفعول فیہ مقدم، اودى: فعل مجہول بانائب الفاعل، فی: جار، اللہ: "سبیل" مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، جعل: فعل بافاعل، فتنة الناس: مفعول اول، کاف: بمعنی "مثل" مضاف، عذاب اللہ: مضاف الیہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿و لئن جاء نصر من ربک ليقولن انا کنا معکم﴾

و: عاطفہ، لام تسمیہ، ان شرطیہ، جاء: فعل، نصر: فاعل، من ربک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لام: تاکید یہ، یقولن قول، انا: حرف مشبہ واسم، کنا معکم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿او لیس اللہ باعلم بما فی صدور العلمین﴾

همزة: حرف استفہام، و: عاطفہ، لیس: فعل ناقص، اللہ: اسم، ب: زائد، اعلم: اسم تفضیل بافاعل، بما فی صدور العلمین: جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و لیلعن اللہ الذین امنوا و لیلعن المنفقین﴾

و: عاطفہ، لام تسمیہ، یلعمن اللہ: فعل و فاعل، الذین امنوا: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ، و: عاطفہ، لام تسمیہ، یلعمن: فعل بافاعل، المنفقین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿و قال الذین کفروا للذین امنوا اتبعوا سبیلنا و لنحمل خطیکم و ما ہم بحاملین من خطیہم من شیء﴾

و: عاطفہ، قال: فعل، الذین کفروا: فاعل، للذین امنوا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، اتبعوا سبیلنا: فعل امر بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لنحمل: فعل امر با "نحن" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ما: شبہہ بلیس، ہم: اسم، ب: زائد، حاملین: اسم فاعل بافاعل، من خطیہم: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، شیء: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر حال، ملکر فاعل، خطیکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انہم لکذبون﴾ و لیلعن اللہ انقالہم و انقالا مع انقالہم

انہم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکید یہ، کذبون خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام تسمیہ، یحملن: فعل بافاعل، انقالہم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، انقالا موصوف، مع انقالہم: صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و لیسئلن یوم القیمة عما کانوا یفترون﴾

و: عاطفہ، لام تسمیہ، یسئلن: فعل نائب الفاعل، یوم القیمة: ظرف، عما کانوا یفترون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔ قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... احسب الناس ان يعمرکوا ان يقولوا امنا..... ﴿یہ آیت ان حضرات کے حق میں نازل ہوئی جو مکہ مکرمہ میں تھے اور انہوں نے اسلام کا اقرار کیا، تو اصحاب رسول ﷺ نے انہیں لکھا کہ محض اقرار کافی نہیں جب تک کہ ہجرت نہ کرو، ان صاحبوں نے ہجرت کی اور بقصد مدینہ روانہ ہوئے مشرکین ان کے درپے ہوئے اور ان سے قتال کیا، بعض حضرات ان میں سے شہید ہوئے، بعض بچ آئے، ان کے حق میں یہ دو آیات نازل ہوئیں اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مراد ان لوگوں سے سلمہ بن ہشام بن ابی ربیعہ اور ولید بن ولید اور عمار بن یاسر وغیرہ ہیں جو مکہ مکرمہ میں ایمان لائے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عمار کے حق میں نازل ہوئی جو خدا پرستی کی وجہ سے ستائے جاتے تھے اور کفار مکہ انہیں سخت ایذا کیں پہنچاتے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیتیں حضرت عمر کے غلام حضرت یحییٰ بن عبد اللہ کے حق میں نازل ہوئی جو بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے والے تھے، سید عالم ﷺ نے ان کی نسبت فرمایا کہ یحییٰ سید الشہداء ہیں اور اس امت میں باب جنت کی طرف پہلے وہ پکارے جائیں گے، ان کے والدین اور ان کی بی بی کو بہت خدمہ ہوا تو اللہ نے اس آیت میں ان کی تسلی فرمائی۔

☆..... ووصینا الانسان بوالدیه حسنا..... ﴿یہ آیت اور سورۃ لقمان، سورۃ احقاف کی آیتیں سعد بن ابی وقاص کے حق میں بقول ابن اسحاق، سعد بن مالک اور زہری کے قول کے مطابق نازل ہوئیں، ان کی ماں حنہ بنت ابی سفیان بن امیہ بن عبد شمس تھی، حضرت سعد سابقین اولین میں سے تھے اور اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے جب آپ اسلام لائے تو آپ کی والدہ نے کہا کہ تو نے یہ کیا نیا کام کیا ہے خدا کی قسم! اگر تو اس سے باز نہ آیا تو میں نہ کھاؤں نہ پیوں یہاں تک کہ مرجاؤں، اور تیری ہمیشہ کے لئے بدنامی ہو اور تجھے ماں کا قاتل کہا جائے، پھر اس بڑھیا نے فاقہ کیا اور ایک شبانہ روز کھایا نہ پیا اور سائے میں بیٹھی رہی اور پھر ایک رات دن اسی طرح رہی یہاں تک کہ حضرت سعد ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے کہا کہ اے ماں اگر تیری سوچائیں ہوں اور وہ بھی دین اسلام کے لئے ایک ایک کر کے نکل جائیں تو بھی میں اپنا دین چھوڑنے والا نہیں، تو چاہے کھایا نہ کھا، جب وہ حضرت سعد کی جانب سے مایوس ہو گئیں تو کھانے لگیں۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

ایمان لانے کے بعد آزمائشیں:

۱..... کبھی آزمائش سزا اور گناہوں کے وبال کے ازالے کے طور پر ہوتی ہوتی ہے اور کبھی گناہوں کے مٹانے اور درجات کی بلندی اور عالی مراتب کے حصول کی وجہ سے بھی آزمایا جاتا ہے۔ پس جو آزمائش گناہوں کے مقابلے میں بطور سزا آئے گی اس میں صبر نہ پایا جائے گا بلکہ جزع و فزع اور شکوہ شکایات ہوگی۔ جو آزمائش گناہوں کے مٹانے کے لئے ہوگی اس میں صبر ہوگا جس میں شکوہ شکایات کی آمیزش بالکل ہی نہ ہوگی اور ساتھ ہی اوامر و طاعات کی بجا آوری پر مداومت ہوگی۔ اور آزمائش درجات کی بلندی کی وجہ سے ہوگی اس میں نفس کو سکون و طمانیت میسر ہوگی اور دنوں و زمانوں کے گزرنے پر اسے فناء و بقاء کے انکشافات ہونگے۔

(شرح فتوح الغیب، المقالة الخامسة والاربعون: فی النعمة والابتلاء، ص ۱۳۹ وغیرہ، ملخصاً و ملقطاً)

☆..... حضرت عمار بن یاسر اور ان کے والد گرامی کو اسلام لانے کے بعد سزا دی جاتی تھی اور یہ سابقین اولین میں سے تھے، ایک سید عالم ﷺ نے ان کے پاس سے گزرے جب ان کو سزا دی جا رہی تھی آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ ہے۔“

(الاصابة، العین بعدھا المیم، ج ۴، رقم: ۵۷۲۰، ص ۴۷۳)

☆..... ہلال بن رباح، مؤذن رسول ﷺ، جنہیں حضرت ابو بکر صدیق نے خرید کر آزاد کیا، مشرکین انہیں توحید پر قائم ہونے کی وجہ سے عذاب دیتے تھے، ایک قول یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے ابو بکر کو انہیں آزاد کرانے کا حکم دیا تھا، کئی غزوات میں سید عالم ﷺ کے ساتھ رہے، سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد مجاہد کی حیثیت سے شام کی جانب نکل گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ ابو نعیم نے کہا کہ یہ ابو بکر کے ہم عمر اور رسول اللہ ﷺ کے خازن تھے۔

(الاضابة فی تمييز الصحابة، الباء بعد ما اللام، رقم: ۷۳۶، ج ۱، ص ۴۵۵)

☆..... حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا آیا آپ ہمارے لئے مدد طلب نہیں کرتے! آیا آپ ﷺ ہمارے لئے دعا نہیں کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص کو زمین میں دبا دیا جاتا، پھر اس کے جسم پر آری رکھ کر اس کے جسم کو دو حصوں میں کاٹ دیا جاتا، اور یہ ظلم اسے اس کے دین سے منحرف نہیں کرتا تھا، اور اس کے جسم میں لوہے کی کنگھی چلا کر اس کے گوشت، اس کی رگوں اور اس کے پٹھوں کو جھیل دیا جاتا اور یہ ظلم بھی اسے اس کے دین سے منحرف نہیں کرتا تھا، اور اللہ اپنے اس دین کو مکمل فرمانے کا حتیٰ کہ ایک سوار مقام صنعاء سے حضرموت تک کا سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوگا البتہ اس کو اپنی بکریوں کے متعلق بھڑیے کا ڈر ہوگا لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو“۔ (صحیح البعاری، کتاب المناقب، باب: علامة النبوة فی الاسلام، رقم: ۳۶۱۲، ص ۶۰۶)

حضرت ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید المعروف امام ابن ابی الدینا فرماتے ہیں:

ایک کئی شخص نے بیان کیا کہ میں نے سعید بن سالم کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: ”اس قبرستان میں سب سے افضل کون ہے؟“ جواب دیا حضرت عمر بن عبد العزیز، میں نے پوچھا: وہ کس سبب سے فضیلت پائے؟ جواب دیا: ”اس لئے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی تو وہ اس پر صبر کرتے تھے“۔ میں نے پھر پوچھا: سیدنا فضیل بن عیاض کا کیا ہوا؟ فرمایا: ”انہیں ایسا لباس پہنایا گیا ہے جس کے کناروں کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں“۔ (موسوعة الامام ابن ابی الدینا، کتاب المنامات، رقم: ۲۷۰، ج ۳، ص ۱۳۴)

انسان اپنی طویل زندگی میں سہو، تسامح اور لغزشوں سے خالی نہیں ہوتا، اور یہ امور صغائر کے باب سے ہوتے ہیں یا ترک اولی یا خلاف اولی کے قبیل سے، پھر جب نبی پاک ﷺ اور مسلمانوں نے اس سفر میں بہت تکلیفیں، مشقتیں اور سختیاں اٹھائیں تو اللہ ﷻ نے خبر دی کہ ان کی یہ تکلیفیں اور سختیاں ان کی اس طویل زندگی کی تمام لغزشوں اور خلاف اولی کاموں کے لئے کفارہ بن گئیں اور یہ تکلیفیں ان کی اخلاص کے ساتھ توبہ کے قائم مقام ہیں، اس لئے اللہ ﷻ نے فرمایا: اللہ نے نبی کی توبہ قبول کی اور ان مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے جنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سفر میں ان پر بہت سختیاں اور صعوبتیں آئیں تھیں اور مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے آتے رہتے تھے اور جب بھی کسی کے دل میں کوئی وسوسہ آتا وہ اللہ ﷻ سے توبہ کرتا اور اس وسوسہ کے ازالے کے لئے اللہ ﷻ سے گڑگڑا کر دعا کرتا تو ان کی کثرت توبہ کی وجہ سے اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ بعید نہیں ہے کہ اس سفر میں مسلمانوں سے کچھ گناہ ہو گئے ہوں، لیکن اس سفر کی صعوبتوں کی وجہ سے اللہ ﷻ نے ان کے گناہ معاف فرمادئے، اس لئے اللہ ﷻ نے فرمایا: اللہ نے نبی کی توبہ قبول کی اور ان مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے جنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی، ہر چند کہ ان مہاجرین اور انصار کے گناہ معاف کر دینے گئے تھے لیکن ان کے ساتھ نبی پاک ﷺ کا ذکر دین میں عظیم مرتبے پر متنبہ کرنے کے لئے فرمایا کہ وہ اتنے عظیم درجہ پر فائز ہیں کہ قبولیت توبہ میں ان کے ساتھ نبی ﷺ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

(عطائین، ج ۲، ص ۶۴۵، الرازی، ج ۶، ص ۱۶۲)

اللہ ﷻ کے علم کے بارے میں وسوسہ اور علاج :

۲..... متذکرہ آیت میں فرمایا: اللہ ضرور جان لے گا (دیکھے گا) جو ان میں سے ہے اور ضرور جان لے گا جو چھوٹے ہیں۔ یعنی اللہ پہلے سے نہیں دیکھتا جانتا، مستقبل کا علم اللہ پہلے سے نہیں ہوتا، بندے کام کر لیں اس کے بعد اللہ کا علم ہوتا ہے۔ امام بیضاوی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ ظاہر فرمادے گا اور اس کے مطابق جزاء و سزا دے گا جس طرح لوگوں کو ان کے ناموں سے جانا پچانا جاتا ہے اسی طرح بروز قیامت یہ لوگ اللہ کے حضور سفید و سیاہ چہروں میں حاضر ہوں گے۔ (البیضاوی، ج ۳، ص ۲۹) علامہ قرطبی کہتے ہیں:

زجاج نے کہا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کے وقوع اور کاذب کے کذب کے وقوع کو جان لے، حالانکہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور کاذب کے پیدا کرنے سے پہلے ان کے صدق اور کذب کا علم تھا، لیکن اس کو علم تھا کہ صادق کے صدق کا وقوع ہونے والا ہے اور عنقریب اس کا صدق واقع ہوگا لیکن اس نے قصد کیا کہ اس کو ان کے صدق اور کذب کے وقوع کا علم ہوتا کہ ان کے صدق و کذب کی جزاء دی جائے۔ (القرطبی، الجزء: ۲۰، ص ۲۸۸)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہر شے کو محیط یعنی جزئیات، کلیات، موجودات، معدومات، ممکنات، محالات، سب کو ازل میں جانتا تھا اور اب بھی جانتا ہے اور ابد تک جانے گا، اشیاء بدلتی ہیں اور اس کا علم نہیں بدلتا، دلوں کے خطروں اور وسوسوں پر اس کو خبر ہے اور اس کے علم کی کوئی انتہاء نہیں۔ وہ غیب و شہادت سب کو جانتا ہے، علم ذاتی اس کا خاصہ ہے جو شخص علم ذاتی، غیب خواہ شہادت کا غیر خدا کے لئے ثابت کرے کافر ہے، علم ذاتی یہ ہے کہ بے خدا کے دینے خود حاصل ہو۔ (بہار شریعت معرجہ، عقائد متعلقہ ذات و صفات باری، حصہ اول، ج ۱، ص ۱۰)

گناہ کی تعریف و وضاحت:

۳..... جمہور کے نزدیک گناہ کی دو قسمیں ہیں: صغیرہ و کبیرہ، جب کہ معتزلہ کے نزدیک گناہ کی دو قسمیں کرنا صحیح نہیں ہے۔ ہر وہ گناہ جس کا مرتکب قرآن و سنت میں منصوص کسی خاص سخت و عید کا مستحق ہو۔ کبیرہ گناہ اسے کہتے ہیں جو حرام ہو اور اس کی مشروعیت نص قطعی سے ہوئی ہو۔ (التعریفات، باب الکف، ص ۱۸۳)

اور صغیرہ گناہ سے مراد ہر وہ گناہ ہے جس سے استغفار طلب کی جائے، اور صاحب کفایہ کہتے ہیں ہر وہ معصیت جس کی اضافت مافوق کی طرف کی جائے وہ صغیرہ ہے اور ہر وہ معصیت جس کی اضافت مادون کی طرف کی جائے اُسے کبیرہ کہتے ہیں۔

(شرح عقائد، مبحث الصغیرة و الکبیرة، ص ۱۰۸)

علامہ ذہبی نے جن گناہوں کو کبیرہ شمار کیا ہے ان کی تعداد ستر ہے جو کہ یہ ہیں: (۱) جس کام سے اللہ، اسکے رسول اور صحابہ نے منع کیا ہو، (۲) قتل ناحق، (۳) جادو، (۴) ترک نماز، (۵) ترک زکوٰۃ، (۶) بلا عذر رمضان کے روزے ترک کرنا، (۷) باوجود قدرت حج نہ کرنا، (۸) ماں باپ کی نافرمانی کرنا، (۹) رشتہ داروں سے ترک تعلق کرنا، (۱۰) زنا، (۱۱) قوم لوط کا عمل کرنا، (۱۲) سود کھانا، (۱۳) ظلماً یتیم کا مال کھانا، (۱۴) اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھنا، (۱۵) میدان جہاد سے بھاگنا، (۱۶) سربراہ مسلمان کا عوام پر ظلم کرنا یا عوام کا ان پر ظلم کرنا، (۱۷) فخر و تکبر میں مبتلا ہونا، (۱۸) جھوٹی گواہی دینا، (۱۹) شراب پینا، (۲۰) جو اکیلنا، (۲۱) مسلمان پاک باز عورتوں پر تہمت لگانا، (۲۲) مال غنیمت میں خیانت کرنا، (۲۳) چوری کرنا، (۲۴) ڈاکا ڈالنا، (۲۵) جھوٹی قسم کھانا، (۲۶) ظلم کرنا، (۲۷) سلطان کے حکم کے بغیر ٹیکس جمع کرنا، (۲۸) حرام کھانا یا کسی طریقے سے بھی حرام کو استعمال کرنا، (۲۹) خودکشی کرنا، (۳۰) باتوں میں بہ کثرت جھوٹ بولنا، (۳۱) ناجائز فیصلے کرنا، (۳۲) رشوت لینا، (۳۳) عورتوں کا مردوں کی اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت کرنا، (۳۴) بے غیرتی کرنا، (۳۵) طلاق دینے کی شرط سے حلالہ کرنا، (۳۶) پیشاب کے قطروں سے نہ

پہنا، (۳۷) علم کو چھپانا، (۳۸) دنیا کے لئے علم دین حاصل کرنا، (۳۹) خیانت کرنا، (۴۰) احسان جتانا، (۴۱) تقدیر کو جھٹلانا، (۴۲) لوگوں کو جتانے کے لیے نیک عمل کرنا، (۴۳) چٹلی کرنا، (۴۴) ایک دوسرے پر لعنت کرنا، (۴۵) مہد لٹنی کرنا، (۴۶) نجومی کی تصدیق کرنا، (۴۷) بیوی کا خاوند کی نافرمانی کرنا، (۴۸) تصویر بنانا، (۴۹) نوحہ ماتم کرنا، (۵۰) حاکم وقت کے خلاف بغاوت کرنا، (۵۱) کمزوروں پر تشدد کرنا، (۵۲) پڑوسی کو اذیت دینا، (۵۳) مسلمانوں کو ایذا دینا اور انہیں گالی دینا، (۵۴) اللہ کے بندوں کو اذیت دینا اور ان پر سختی کرنا، (۵۵) قدموں کے پیچھے گھسٹتے ہوئے کپڑے تکبر کے لیے پہننا، (۵۶) مردوں کا سونے اور ریشم پہننا، (۵۷) غلام کا بھاگنا، (۵۸) غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا، (۵۹) اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے اپنی نسبت قائم کرنا، (۶۰) شرعی جواز کے بغیر جواز قائم کرنا، (۶۱) فاضل پانی دینے سے منع کرنا، (۶۲) ناپ تول میں کمی کرنا، (۶۳) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا، (۶۴) اولیاء اللہ کو اذیت دینا، (۶۵) اللہ والوں سے عداوت رکھنا، (۶۶) بغیر عذر شرعی کے جماعت ترک کرنا، (۶۷) جمعہ بغیر عذر شرعی کے ترک کرنا، (۶۸) دھوکہ اور فریب دینا، (۶۹) مسلمانوں کے عیوب تلاش کر کے بیان کرنا، (۷۰) صحابہ میں سے کسی کو گالی دینا۔

(الکبائر، للامام ذہبی)

جہاد اکبر اور جہاد اصغر:

۳..... قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ ﷻ نے جہاد کے لئے مومنوں کو ترغیب دلائی کہ مسلمانوں کی تعداد قلیل ہو تو کچھ فرق نہیں پڑتا، حوصلہ بلند ہونا چاہئے کہ تعداد قلیل ہی کیوں نہ ہو بلند حوصلہ انہیں اپنے سے کئی گناہ بڑے لشکر سے جنگ پر آمادہ کر دے گا۔ اسی ترغیب والے مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم احادیث نبوی ﷺ سے جہاد کی اہمیت اور فضائل پر مبنی احادیث ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کی اہمیت مزید آشکار ہو جائے اور مسلمانوں میں مزید اس عظیم نعمت کا شوق بیدار ہو۔

۴..... حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ”مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے“، ایک روایت میں یوں ہے: ”جو اللہ کے لئے یا اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے“۔

(سنن الترمذی، کتاب فضائل جہاد، باب: ما جاء فی فضل من مات، رقم: ۱۶۲۱، ص ۴۹۸)

۵..... ”أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوِ دِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میری تو یہی خواہش ہے کہ اللہ ﷻ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں“۔

(صحيح البخاری، کتاب الجہاد، باب تمنی الشهادة، رقم: ۲۷۹۷، ص ۴۶۳)

۶..... ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا يُكَلِّمُ أَحَدٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكَلِّمُ فِي سَبِيلِهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجُوحُهُ يَنْعَبُ اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرَّيْحُ رِيحُ مَسْكَ حَضْرَتِ ابُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ”مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدٌ كُمْ مِنْ كَأْسٍ لَمْ يَشْرَبْ مِنْهَا“ اللہ ﷻ کی راہ میں زخمی ہوگا، اور اللہ ﷻ کو خوب جانتا کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوا، تو قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہ رہا ہوگا، رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو مسک کی ہوگی“۔

(صحيح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الجہاد، رقم: ۴۷۵۵، ص ۹۵۳)

۷..... ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ”مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدٌ كُمْ مِنْ كَأْسٍ لَمْ يَشْرَبْ مِنْهَا“

مَسْنَى الْقُرْصَةِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”شہید کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جانے سے قضا اتاورد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی ایک کو چوٹی کے کاٹنے کا درد ہوتا ہے۔“

(الجامع الترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل المرابط، رقم: ۱۶۷۴، ص ۵۰۹)

☆..... حضرت مسروق سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس روایت کے متعلق پوچھا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے (الاسرار: ۱۶۹) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”شہداء کی رو میں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں، ان کے لئے عرش میں قدیلیں لگی ہوئی ہیں وہ جہاں چاہتی ہیں چرتی ہیں، اور پھر ان قدیلوں کی طرف لوٹ آتی ہیں۔ پھر ان کا رب تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے تم کسی چیز کو چاہتے ہو؟ وہ کہتے ہیں ہم کس چیز کی خواہش کریں کہ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں چرتے ہیں۔“ یہ مکالمہ تین مرتبہ ہوگا جب وہ دیکھیں گے کہ ان کو بغیر پوچھے نہیں چھوڑا جا رہا تو وہ کہیں گے کہ ہمارے رب ہماری یہ خواہش ہے کہ ہماری روجوں کو ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ ہم تیری راہ میں دوبارہ قتل کیے جائیں، جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھے گا کہ ان کو اور کوئی خواہش نہیں ہے تو ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب فضائل الجہاد، باب فضل الشهادة، رقم: ۲۸۰۱، ص ۴۷۶)

☆..... عن سهل ابن سعد قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ”الغدوة والروحة فی سبیل الله عزوجل افضل من الدنيا وما فیها“ حضرت سهل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبح کرنا یا شام کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“

(سنن نسائی، کتاب الجہاد، باب فضل غدوة فی سبیل الله، رقم: ۳۱۱۵، ص ۷۴۱)

☆..... عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِنْ نَفَاقٍ“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو اس حال میں مرا کہ اس نے جہاد کیا نہ اس کے دل میں جہاد کی خواہش ہوئی وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب کراهية ترک الغزو، رقم: ۲۵۰۲، ص ۴۶۸)

ہم یہاں جہاد کے فرض کفایہ اور فرض عین ہونے اور شرائط کا بیان کرتے ہیں چنانچہ فقہائے کرام فرماتے ہیں:

(۱)..... جہاد ابتداً فرض کفایہ ہے پس اگر کسی ایک جماعت نے کر لیا تو سب کی طرف سے ساقط ہو گیا اور اگر سب مسلمانوں نے چھوڑ دیا تو سارے ہی گناہ گار ہو گئے۔

(کنز الدقائق مع کشاف الحقائق، کتاب السیر والجهاد، ص ۱۷۷)

(۲) اگر کفار کسی شہر پر هجوم کریں تو لاقرب فالاقرب کے قانون کے تحت تمام مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہوگا۔ اور حدرد کی عبارت میں ہے کہ جہاد فرض عین اس وقت ہوگا جب کہ دشمن اسلامی سرحد پر حملہ کر دے تو قرب وجوار کے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہوگا اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جہاد پر قدرت رکھتے ہوں۔ (رد المحتار، کتاب الجہاد، مطلب فی الفرق بین فرض العین، ج ۶، ص ۲۰۱ ملتقطاً)

(۳)..... جہاد کے واجب ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ مجاہد کے پاس جنگ کرنے کے لئے ہتھیار ہوں، زوراہ اور سواری کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔

(رد المحتار، کتاب الجہاد، مطلب: طاعة الوالدین فرض عین، ج ۶، ص ۲۰۵)

(۴)..... بچے، عورت، غلام، اندھے، پانچ اور لنگڑے پر جہاد فرض نہیں ہے اور جہاد کے فرض عین ہونے کی صورت میں جب کہ کفار هجوم کر دیں تو عورت اور غلام بھی بغیر اپنے شوہر اور آقا کی اجازت کے جہاد پر نکلیں گے۔

(کنز الدقائق مع کشاف الحقائق، کتاب السیر والجهاد، ص ۱۷۷)

(۵)..... جہاد کے مباح ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں ایک یہ ہے کہ دشمن کو دی جانے والی دین حق کی دعوت کو قبول کرنے سے باز رہنا

اور ان کے (یعنی مسلم اور غیر مسلم ممالک) کے مابین امن و امان اور کوئی عہد و پیمانہ کی صورت بھی نہ ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ مسلمان جہاد کے ذریعے اسلام کی شان و شوکت اور قوت کے بڑھنے کی امید رکھتے ہوں اور اگر ایسی امید نہ ہو تو پھر قتال جائز نہیں کہ انسان اس میں پڑ کر اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے۔
(الہندیۃ، کتاب السیر، باب الاول فی تفسیرہ شرھا و شرطہ، ج ۲، ص ۲۰۹)

والدین کے حقوق کا بیان:

۵..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو اور یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے والدین دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور انکی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو گیا۔“
(رباض الصالحین، ص ۱۱۰)

☆..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گناہوں میں والدین کی نافرمانی کو بھی ذکر فرمایا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر و اکبرھا، رقم: ۸۷، ص ۵۳)
☆..... سید عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجلہ کی رضا والد کی رضا میں ہے، اور اللہ عزوجلہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے، یہ حدیث صحیح ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب البر و الصلۃ، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین، رقم: ۱۹۰۷، ص ۵۶۶)

☆..... نبی پاک صاحب لولاک سلطان ارض و افلاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”باپ جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے اگر تو چاہے تو اس کی حفاظت کر اور اگر چاہے تو اسے ضائع کر دے، اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (ایضاً، رقم: ۱۹۰۶، ص ۵۶۵)
☆..... نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔“ یعنی والدہ کے لیے تو اضع اختیار کرنا اور انہیں راضی کرنا، یہ دخول جنت کا سبب ہے۔ (الفیض القدیر، ج ۳، ص ۴۷۷)

☆..... شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور جہاد کی اجازت چاہی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا: ”کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ عرض کی: جی ہاں! ارشاد فرمایا: تو ان دونوں کی خدمت میں کوشش کر۔“

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد و السیر، باب الجہاد باذن الایمن، رقم: ۳۰۰۴، ص ۴۹۶)

مال غنیمت کا بیان:

۱..... شیخ ابوالحسن جرجانی فرماتے ہیں کہ نفل (جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ انفال جمع ہے نفل کی) کے لغوی معنی زیادتی ہے اسی زیادتی کی وجہ سے مال غنیمت کو نفل کہتے ہیں اسلئے کہ مال غنیمت کی زیادتی، مقصود شرعی جہاد یعنی اللہ عزوجلہ کا نام بلند کرنے اور اس کے دشمنوں پر غضب کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور شرعی لحاظ سے وہ اسم ہے جو فرائض اور واجبات کی زیادتی سے مشروع ہو اور شرع میں مندوب، مستحب اور قلع کو بھی نفل کہتے ہیں۔
(التصریفات، ص ۲۴۱)

علامہ راجب اصفہانی فرماتے ہیں:
نفل غنیمت کے مال کو کہتے ہیں، لیکن مختلف اعتبار سے اس کے مختلف معنی لئے جاتے ہیں کسی جنگ میں کامیابی کے اعتبار سے حاصل ہونے والے مال کو مال غنیمت کہتے ہیں اور یہ اعتبار کیا جائے کہ بغیر وجوب کے ابتدا یہ مال اللہ عزوجلہ کی طرف سے عطیہ ہے اسی وجہ سے نفل اور غنیمت میں عموم خصوص کا فرق ہے چنانچہ جو مال مشقت یا بغیر مشقت، بطور استحقاق یا بغیر استحقاق کے حاصل ہو، جہاد میں کامیابی ملنے سے پہلے یا بعد میں حاصل ہو تو ایسے مال کو مال غنیمت کہتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق بغیر تقسیم سے پہلے ملنے والے مال کو بھی غنیمت کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ مال ہے جو مسلمانوں کو بغیر کسی قتال کے حاصل ہو اس سے مراد مال

لئے ہے۔ ایک قول کے مطابق مال غنیمت کی تقسیم کے بعد سامان سے جو چیزیں الگ کر لی جاتی ہیں اسے نفل کہتے ہیں جیسا کہ آیت قرآنیہ میں ہے ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ (الأنفال: ۱۰)﴾۔

(المفردات، ص ۵۰۴)

☆..... حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں، ہرنی کو اپنی مخصوص قوم کی جانب مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ و سیاہ کی جانب مبعوث کیا گیا، میرے لئے غنیمت حلال کی گئی اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوئی تھی، میرے لئے تمام روئے زمین طاہر مطہر اور سجدہ گاہ بنا دی گئی ہے پس جو شخص جس جگہ نماز کا وقت پائے نماز ادا فرمائے، اور ایک میل کی مسافت پر رعب طاری کر دیا گیا ہے اور مجھے شفاعت عطا کر دی گئی ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب، رقم: ۲۳۵، ص ۵۸)

یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصا ہے کہ جس کے لئے چاہیں جو چاہیں عطا کر دیں، مال غنیمت کی تقسیم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل اختیار دیا گیا ہے جیسا کہ دیگر معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار ہے۔ روایت میں ہے کہ بدر کے روز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو کسی دشمن کو قتل کرے اس کے لئے اتنا اتنا ہے اور جو قید کرے تو اس کے لئے اتنا اتنا ہے“، جو جان قتل کرنے اور مال غنیمت حاصل کرنے کی جانب جلدی فرماتے تو بوڑھے ان سے کہتے کہ ہم بھی تمہارے معاون و مددگار تھے لہذا ہمیں بھی مال ملنا چاہئے، پس ان کے آپس کے تنازعے کی وجہ سے آیت مبارکہ اتری اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں برابر مال تقسیم فرمادیا۔

(روح المعانی، الجزء التاسع، ص ۲۱۴، ملخصاً)

روایت میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے کچھ مال آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر کے لئے وضو فرمایا لیکن اس وقت تک نماز ادا نہیں فرمائی جب تک کہ اس مال کو تقسیم نہ کر لیا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ اس مال سے کچھ لے لو تو انہوں نے جتنا وہ اٹھا سکتے تھے لے لیا اور فرمایا کہ یہ اس سے بہتر ہے جو مجھ سے (میں اوقیہ سونا) لیا گیا تھا اور میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مغفرت کی امید رکھتا ہوں۔ یہ بھی روایت ہے کہ ان کے پاس بیس غلام تھے اور ان میں سے ادنیٰ غلام بیس ہزار کی تجارت کرتا اور اس کا نفع مجھے ملتا ہے اور میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے وعدے یعنی آخرت کے ثواب کی بھی امید کرتا ہوں۔

(المدارك، ج ۱، ص ۶۵۸)

دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کا بیان:

یے..... بعض لوگ اپنے گناہ کے ساتھ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے لہذا وہ اس بوجھ کو اٹھائیں گے اور ایسا بھی نہیں ہوگا کہ پیردی کرنے والوں کے بوجھ میں کمی ہو جائے۔

(المظہری، ج ۵، ص ۴۰۴)

☆..... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے اسلام میں کوئی نیک طریقہ ایجاد کیا اسکے لئے اس کا اجر ہوگا، اور جو لوگ اس کے بعد عمل کریں گے ان کا بھی اجر ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کمی ہو، اور جو اسلام میں کوئی بُرا طریقہ ایجاد کرے گا، اس کا گناہ اس پر بھی ہوگا اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں ان کا گناہ بھی اس پر ہوگا، بغیر اس کے کہ ان گناہگاروں کے گناہ میں کمی ہو۔“

(سنن النسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب: التحریض علی الصدقة، رقم: ۲۵۰۰، ص ۶۱۸)

لہذا انسان سوچے، دنیا میں بُرائی کا بیج نہ بوائے بلکہ نیکی کا بیج بوائے، اشک باری کے ذریعے اس کی آبیاری کرے، ریا کاری، بچب، اور دیگر اخلاق رذیلہ کے کیڑوں سے فصل کی حفاظت کے لئے خوف خدا اور عشق مصطفیٰ میں ڈوب کر ڈرتے کانپتے فصل کی نشرو نما میں لگ جائے تاکہ آخرت میں رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔“

(مصنف عبدالرزاق، باب الاغتیاب والشتہ، رقم: ۲۰۲۶۱، ج ۱۱، ص ۱۷۹)

اغراض:

مکیہ: یعنی مکمل سورت مکی ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے مکمل سورت مدنی ہے، ایک قول کے مطابق ﴿وَلَقَدْ ارسلنا نوحا﴾ سے لیکر دس آیات مدنی ہیں باقی ساری مکی ہیں۔ اللہ اعلم بمرادہ: اس بارے میں متعدد بار کلام ہو چکا ہے کہ یہ قول مسلم ہے، اسی لئے تشابہ کو اللہ ﷻ کے علم کے ساتھ تفویض کیا گیا ہے۔

بما یتبین بہ حقیقۃ ایمانہم: یعنی ہجرت اور جہاد کا شوق رکھیں، اور مختلف اقسام کے مصائب مثلاً جان و مال میں کمی سے آزمائیں جائیں۔ نزل فی جماعۃ: جیسا کہ عمار بن یاسر، عیاش بن ابی ریحہ، ولید بن الولید، سلمۃ بن ہشام، یہ حضرات مکہ المکرمہ میں تکلیف دیئے جاتے تھے، اور اس آیت ﴿وَلَقَدْ فتننا الذین.....﴾ الخ کا مقصود ان حضرات کی تسلی فرمانا ہے، اور تعلیم کرنا بھی ہے کہ انہیں کئی تکالیف سے گزرنا پڑ سکتا ہے۔

علم مشاہدہ: سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اللہ ﷻ جانتا ہے اسے تجدید کی حاجت نہیں؟ میں (علامہ صاوی) یہ جواب دوں گا کہ یہاں مقصود اللہ کے علم کو لوگوں کے صادق و کاذب ہونے کے بیان کرنے کے ساتھ متعلق کرنا ہے۔ فلیستعد لہ: پس انسان کو چاہیے کہ اللہ ﷻ کی ملاقات کے لئے تیار رہے اور اس سے رحمت اور عذاب سے نجات کا سوال کرے۔ بافعالہم: سے مراد عقائد ہم یعنی ان کے عقائد مراد ہیں۔ جہاد حرب: سے مراد جہاد اصغر ہے۔

اونفس: سے مراد جہاد اکبر ہے، اور ایسا اس لئے کہ شیطان انسان کے خون میں اس طرح دوڑتا ہے جیسا کہ رگوں میں خون دوڑتا ہے، اور نفس انسان کی بہن ہے اور نفس کبھی بھی انسان سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی، مراد یہ ہے کہ نفس میں اپنے صاحب کی محبت چھپی ہوئی ہوتی ہے، بخلاف دشمنان کفار کے، کہ جب اسے کافر قتل کرے تو وہ شہید ہوگا اور انسان کو اپنے نفس کو قتل کرنا چاہیے، اور اس میں شک نہیں ہے کہ نفس کے خلاف جہاد کرنا کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے بڑا جہاد ہے، اور اسی کی مثل حدیث کا فرمان ہے کہ جب کافروں کے ساتھ جہاد سے واپس ہوئے تو فرمایا: ”ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ آئے ہیں“ کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ! جہاد اکبر کیا ہے؟ فرمایا: ”نفس و شیطان کے خلاف جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔“

بمعنی حسن: اس باب سے اسم تفضیل نہیں آتا، اسی لئے وہم ہوا کہ الحسن کے بجائے الاحسن ہے یعنی لوگ زیادہ اچھا اجر دیئے جائیں گے، اور کبھی الاحسن الثواب یعنی زیادہ اچھا ثواب اعمال صالحہ کے مقابلے میں آتا ہے، معنی یہ ہے کہ ہم ان کے لئے ثواب میں ان کے اعمال کو دیکھتے ہوئے دوگنا اضافہ کریں گے۔

بان یسرہما: یعنی والدین کے ساتھ بھلائی کرے، اور بھلائی میں زیادتی کا معنی یہ ہے کہ بھلائی کرنے میں زیادہ کوشش کی جائے یعنی ان کی جانب نرمی، خدمت کا بازو بچھائے اور ان کی خدمت و فرمانبرداری میں مال خرچ کرے اور ان کی اطاعت میں اللہ ﷻ کی نافرمانی نہیں ہونی چاہیے۔ موافقۃ للواقع: محذوف کی علت کے لئے جو کہ یہ ہے: ”ذکر هذا القید موافقۃ للواقع“ ہے، اور معبود ایک ہے اور تجھے اس کے علاوہ کسی کے خدا ہونے کا علم نہیں ہے اور بتوں کو اللہ ﷻ کی عبادت میں شریک ٹھہرانا عقل کے خلل کے باعث ہے، اگر کافر اس بارے میں غور کر لیتے تو ادنیٰ غور و فکر سے جان لیتے، الختصر۔

بان لیسرہم معہم: مراد قیامت کا دن ہے، مراد یہ ہے کہ عالم برزخ میں جمع کئے جائیں گے اور جب مومن صالح کی روح قبض ہوگی تو انہی حضرات انبیائے کرام و اولیائے کرام کے ساتھ جمع کر دی جائے گی اور ایسا قیامت تک ہوگا، اور یہ رفاقت ان کے لئے درجات عالیہ ہونگے، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وان تسحبوا الکیابن ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاتکم وندخلکم مدخلا کریم﴾۔ فی الایمان: یعنی انعام و اکرام ہمارے (ساتھ) بھی ہوا ہے، اور یہ قول علی نبیل الاکراہ ہے۔

بطریقہ ہم: یعنی ظاہری و باطنی اطاعت مراد ہے، اور کراہیت ظاہری اطاعت میں ہے نہ کہ باطنی اطاعت میں ہے، اور مواخذہ قلبی (باطنی) مراجعت میں ہے۔ ای بعالم: سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء میں تقاضل کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ ان کانت: یعنی اتباع کا حاصل، اور مسلمان کے لئے کافروں کی اطاعت کرنا زیب نہیں دیتا۔ والامر بمعنی الخیر: سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ ہماری اطاعت کریں تو ہم ان کے گناہ اپنے سر لے لیں گے۔

رکوع نمبر: ۱۴

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ ﴿۱۳﴾ وَعَمَّرَهُ أَرْبَعُونَ سَنَةً أَوْ أَكْثَرَ ﴿۱۴﴾ فَلَبِثَ فِيهِمْ الْف سنة الا خمسين عاما ﴿۱۵﴾ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ تَوْحِيدِ اللَّهِ فَاكْذَبُوهُ ﴿۱۶﴾ فَاخَذَهُمُ الطُّوفَانُ ﴿۱۷﴾ أَي الْمَاءِ الْكَثِيرُ طَافَ بِهِمْ وَعَلَاهُمْ فَغَرَّقُوا ﴿۱۸﴾ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۹﴾ مُشْرِكُونَ ﴿۲۰﴾ فَانجَيْنَاهُ ﴿۲۱﴾ أَي نُوحًا ﴿۲۲﴾ وَاصْحَابَ السَّفِينَةِ ﴿۲۳﴾ أَي الَّذِينَ كَانُوا مَعَهُ فِيهَا ﴿۲۴﴾ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً ﴿۲۵﴾ عِبْرَةً ﴿۲۶﴾ لِلْعَالَمِينَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ بَعَدَهُمْ مِنَ النَّاسِ إِنْ عَصَوْا رُسُلَهُمْ وَعَاشَ نُوحٌ بَعْدَ الطُّوفَانِ سِتِّينَ سَنَةً أَوْ أَكْثَرَ حَتَّىٰ كَثُرَ النَّاسُ ﴿۲۸﴾ وَادْكُرْ ﴿۲۹﴾ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ﴿۳۰﴾ خَافُوا عِقَابَهُ ﴿۳۱﴾ ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِمَّا أَنْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ ﴿۳۲﴾ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾ الْخَيْرِ مِنْ غَيْرِهِ ﴿۳۴﴾ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴿۳۵﴾ أَي غَيْرِهِ ﴿۳۶﴾ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ أَفْكَارًا ﴿۳۷﴾ تُقُولُونَ كَذِبًا إِنَّ الْأَوْثَانَ شُرَكَاءُ لِلَّهِ ﴿۳۸﴾ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا ﴿۳۹﴾ لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يَرْزُقُواكُمْ ﴿۴۰﴾ فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ ﴿۴۱﴾ وَاطْلُبُوا مِنْهُ ﴿۴۲﴾ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ط إِلَيْهِ تَرْجِعُونَ ﴿۴۳﴾ وَإِنْ تَكْذِبُوا ﴿۴۴﴾ أَي تَكْذِبُونِي يَا أَهْلَ مَكَّةَ ﴿۴۵﴾ فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴿۴۶﴾ مِنْ قَبْلِي ﴿۴۷﴾ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۴۸﴾ الْإِبْلَاحُ الْبَيِّنُ فِي هَاتَيْنِ الْقِصَّتَيْنِ تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ تَعَالَى فِي قَوْمِهِ ﴿۴۹﴾ أَوْلَمْ يَرَوْا ﴿۵۰﴾ بِالْبَيِّنَاتِ وَالنَّارِ يَنْظُرُونَ ﴿۵۱﴾ كَيْفَ يَبْدَأُ اللَّهُ الْخَلْقَ ﴿۵۲﴾ بَعْضَ أَوَّلِهِ وَقَرَىٰ بِفَتْحِهِ مِنْ بَدَا وَابْدَأَ بِمَعْنَى أَنْ يَخْلُقَهُمْ إِبْتِدَاءً ﴿۵۳﴾ ثُمَّ ﴿۵۴﴾ هُوَ ﴿۵۵﴾ يَعِيدُهُ ﴿۵۶﴾ أَي الْخَلْقَ كَمَا بَدَأَهُ ﴿۵۷﴾ إِنْ ذَلِكَ ﴿۵۸﴾ الْمَذْكُورُ مِنَ الْخَلْقِ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي ﴿۵۹﴾ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿۶۰﴾ فَكَيْفَ تَنْكُرُونَ الثَّانِي ﴿۶۱﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ﴿۶۲﴾ لِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَأَمَاتَهُمْ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ اللَّهُ يَنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ﴿۶۴﴾ مَدَّ وَقَصَرَ مَعَ سُكُونِ الثَّانِي ﴿۶۵﴾ إِنْ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۶۶﴾ وَمِنْهُ الْبَدْءُ وَالْإِعَادَةُ ﴿۶۷﴾ يَعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ﴿۶۸﴾ تَعْدِيَةً ﴿۶۹﴾ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ ﴿۷۰﴾ رَحْمَةً ﴿۷۱﴾ وَاللَّهُ يَتَّقِلُونَ ﴿۷۲﴾ تَرُدُّونَ ﴿۷۳﴾ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۷۴﴾ رَبِّكُمْ عَنْ إِدْرَاكِكُمْ ﴿۷۵﴾ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿۷۶﴾ لَوْ كُنْتُمْ فِيهَا أَي لَا تَقْوُونَهَا ﴿۷۷﴾ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴿۷۸﴾ أَي غَيْرِهِ ﴿۷۹﴾ مَنْ وَلِي ﴿۸۰﴾ يَمْنَعُكُمْ مِنْهُ ﴿۸۱﴾ وَلَا نَصِيرَ ﴿۸۲﴾ يَنْصُرُكُمْ مِنْ عَذَابِهِ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم میں بھیجا (اس وقت ان کی عمر مابک چالیس سال یا زائد تھی.....) تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہا (آپ ﷺ انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلا تے رہے اور انہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا) تو انہیں طوفان نے آلیا (یعنی کثیر پانی اس کے گردا گرد سے آیا اور ان پر بلند ہو گیا اور سب مگر غرق ہو گئے.....) اور وہ ظالم (یعنی مشرک) تھے تو ہم

نے اسے (یعنی نوح علیہ السلام) اور کشتی والوں (جو آپ ﷺ کے ساتھ کشتی میں موجود تھے) بچالیا اور اس کشتی کو سارے جہاں کے لیے (یعنی ان کے بعد آنے والے لوگوں کے لیے) نشانی کیا (ایہ بمعنی عیسرہ ہے، اگر وہ بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایں گے تو ان کا بھی یہی حال ہوگا حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساٹھ سال یا اس سے زائد سال دنیا میں رہے حتیٰ کہ لوگوں کی پھر کثرت ہوگئی) اور (یاد کرو) ابراہیم کو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کو پوجو اور اس سے (یعنی اس کے عذاب سے) ڈرو (و اتقوه بمعنی خفاہوہ ہے) اس میں تمہارا بھلا ہے (بمقابلہ اس بتوں کی عبادت کرنے سے جس پر تم قائم ہو اس میں بھلا نہیں سراسر نقصان ہے..... ۳.....) اگر تم جانتے (کہ خیر اس کام کے علاوہ میں ہے یعنی اللہ ﷻ کی عبادت کرنے میں) تم تو اللہ کے غیر (دون اللہ بمعنی غیرہ ہے) بتوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ گڑھتے ہو (تم جھوٹ بکتے ہو کہ یہ بت اللہ ﷻ کے شریک ہیں) بیشک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں (تمہیں رزق دینے پر کچھ قدرت نہیں رکھتے) تو اللہ کے پاس سے رزق ڈھونڈو (اس سے روزی طلب کرو) اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے اور اگر تم (مجھے) جھٹلاؤ (اے اہل مکہ، تکذبوا کا مفعول نسبی ضمیر محذوف ہے) تو تم سے پہلے (مجھ سے پہلے والے رسولوں کو) کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (البلاغ المبین بمعنی الابلاغ البین ہے، ان دونوں قصوں کو بیان کرنے سے مقصود نبی پاک ﷺ کو تسلیم دینا ہے، اللہ نبی پاک ﷺ کی قوم کے حق میں ارشاد فرماتا ہے) کیا انہوں نے نہ دیکھا (اولم یروا بمعنی اولم یمنظروا ہے، "یروا" فعل کو مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اللہ کی تکرار خلق کی ابتداء فرماتا ہے (یصدی کو علامت مضارع مفتوح کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ یصدی یصدی سے ہوگا اور اسے ابدی یعنی باب افعال سے بھی پڑھا گیا ہے بمعنی خلق، مخلوق کو ابتدا پیدا کرنا) پھر اسے (یعنی مخلوق کو) دوبارہ بتائے گا (جیسا کہ پہلی بار انہیں بتایا تھا) بیشک یہ (جو مذکور ہوا یعنی پہلی بار بتانا پھر دوبارہ زندہ کرنا) اللہ کو آسان ہے (تو تم دوبارہ پیدا کئے جانے کا انکار کیوں کرتے ہو؟..... ہی.....) تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا (جو تم سے پہلے ہوئے تھے پھر اس نے انہیں موت دی) پھر اللہ دوسری اٹھان اٹھاتا ہے (النشأة کو مد اور قصر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، دونوں صورتوں میں شین ساکنہ ہے) بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (اور من جملہ اس میں سے مخلوق کو ابتداء پیدا فرمانا اور بعد مرنے کے دوبارہ بتانا بھی ہے) عذاب دیتا ہے جس کو (اپنا عذاب دینا) چاہے اور رحم فرماتا ہے جس کو (اپنی رحمت سے نوا زنا) چاہے اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے (تقلبون بمعنی تو دون ہے) اور تم تھکانے والے نہیں ہو (اپنے رب ﷻ کو اس سے کہ وہ تمہیں پکڑ سکے) زمین میں اور نہ آسمان میں (اگر زمین آسمان میں ہوتی بھی یعنی تم اس کے قابو سے نہیں نکل سکتے) اور تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی ولی نہیں (جو تم کو اس سے بچا سکے) اور نہ نصیر (یعنی مددگار جو اس کے عذاب کے مقابلے میں تمہاری کچھ مدد کر سکے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ فلبث فیہم الف سنۃ الا خمسین عاما﴾

و: عاطفہ، لام تسمیہ، قد بقیہ، ارسلنا: فعل بافاعل، نوحا: مفعول، الی قومہ: ظرف لغو، لکن جملہ فعلیہ ہو کر تم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، لکن جملہ تسمیہ، ف: عاطفہ، لبت فیہم: فعل بافاعل و ظرف لغو، الف سنۃ: مرکب اضافی مستثنیٰ منہ، الا جرف استثناء، خمسین: بجز، عاما: تسمیہ، لکن جملہ مستثنیٰ، لکن ظرف، یہ سب، لکن جملہ فعلیہ۔

﴿فأخذہم الطوفان وهم ظلمون﴾ فانجینہ واصحاب السفینۃ وجعلنا ایۃ للعلمین ﴿﴾

ف: عاطفہ، أخذہم: فعل، ہم: تسمیہ، ظلمون: جملہ اسمیہ حال، لکن مفعول، الطوفان: فاعل، لکن جملہ

فعلیہ، و: عاطفہ، انجینا: فعل بافاعل، ہ: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصحاب السفینۃ: معطوف، بلکر مفعول، بلکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنہا: فعل بافاعل ومفعول، ایۃ: موصوف، للعلمین: ظرف مستقر صفت، بلکر مفعول ثانی، بلکر جملہ فعلیہ۔ ﴿و ابرہیم اذ قال لقومہ اعبدوا اللہ واتقوہ﴾

ر: متانفہ، ابرہیم: مبدل منہ، اذ: مضاف، قال لقومہ: قول، اعبدوا اللہ: فعل بافاعل ومفعول، بلکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتقوہ: فعل بافاعل ومفعول، بلکر جملہ فعلیہ معطوف، بلکر مقولہ، بلکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، بلکر بدل اشتغال، بلکر "اذکر" فعلیہ محذوف کیلئے مفعول، بلکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون﴾

ذلکم: مبتدا، خیر لکم: شبہ جملہ خبریہ، بلکر جملہ اسمیہ، ان: شرطیہ، کنتم تعلمون: جملہ فعلیہ جزاء محذوف "فاعبدوا اللہ واتقوا" کی شرط، بلکر جملہ شرطیہ۔

﴿انما تعبدون من دون اللہ اوثانا وتخلقون الکا﴾

انما: حرف مشبہ وما کافہ، تعبدون: فعل بافاعل، من دون اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، اوثانا: ذوالحال، بلکر مفعول، بلکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تخلقون: فعل بافاعل، الکا: مفعول، بلکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا﴾

ان: حرف مشبہ، الذین تعبدون: موصول صلہ، بلکر ذوالحال، من دون اللہ: ظرف مستقر حال، بلکر اسم، لا یملکون: فعل نفی بافاعل، لکم: ظرف لغو، رزقا: مفعول، بلکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، بلکر جملہ اسمیہ۔

﴿فایتقوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ الیہ ترجعون﴾

ف: فصیحیہ، ایتقوا: فعل امر بافاعل، عند اللہ: ظرف، الرزق: مفعول، بلکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اعبدوہ: فعل امر بافاعل ومفعول، بلکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، اشکروا لہ: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، بلکر شرط محذوف "اذا کان الامر كذلك" کی جزاء، بلکر جملہ شرطیہ، الیہ: ظرف لغو مقدم، ترجعون: فعل بانائب الفاعل، بلکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم وما علی الرسول الا البلیغ المبین﴾

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، تکذبوا: فعل نفی بافاعل، بلکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، قد: تحقیقیہ، کذب: فعل، امم: موصوف، من قبلکم: ظرف مستقر صفت، بلکر فاعل، بلکر جملہ فعلیہ جزاء، بلکر جملہ شرطیہ، و: متانفہ، ما: نافیہ، علی الرسول: ظرف مستقر خبر مقدم، الا: اداة حصر، البلیغ المبین: مبتدا مؤخر، بلکر جملہ اسمیہ متانفہ۔

﴿اولم یروا کیف یبدی اللہ الخلق ثم یعیده﴾

همزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم یروا: فعل نفی بافاعل، کیف: اسم استفہام حال مقدم، یبدی: فعل، اللہ: ذوالحال، بلکر فاعل، الخلق: مفعول، بلکر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول، بلکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، یعیده: فعل بافاعل ومفعول، بلکر جملہ فعلیہ "لم یروا" پر معطوف ہے۔

﴿ان ذلک علی اللہ یسیر﴾

ان ذلک: حرف مشبہ واسم، علی اللہ یسیر: شبہ جملہ خبریہ، بلکر جملہ اسمیہ، قل: قول، سیروا فی الارض: فعل امر بافاعل وظرف

نحو، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، انظر وا: فعل امر بافاعل، کیف: اسم استفہام حال مقدم، ہذا: فعل "هو" ہمیر ذوالحال، مگر فاعل، الخلق: مفعول، مگر جملہ فعلیہ مفعول، مگر جملہ فعلیہ معطوف، مگر مقولہ، مگر جملہ قولیہ۔

﴿ثم الله ينشئ النشأة الاخرة ان الله على كل شيء قدير﴾

ثم: عاطفہ، اللہ مبتدأ، ينشئ: فعل بافاعل، النشأة الاخرة: مفعول، مگر جملہ فعلیہ، ہو کر خبر، مگر جملہ اسمیہ، ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، علی کل شیء قدير: شبہ جملہ خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿يعذب من يشاء ويرحم من يشاء واليه تقلبون﴾

يعذب: فعل بافاعل، من يشاء: موصول صلہ، مگر مفعول، مگر معطوف علیہ، و: عاطفہ، یرحم: فعل و فاعل، من يشاء: موصول صلہ، مگر مفعول، مگر معطوف، مگر جملہ فعلیہ متانفہ، و: عاطفہ، الیہ بظرف لغو مقدم، تقلبون: فعل بانائب الفاعل، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿وما انتم بمعجزين في الارض ولا في السماء وما لكم من دون الله من ولي ولا نصير﴾

و: عاطفہ، ما بمشابهة لیس، انتم: ذوالحال، فی الارض: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تانیہ، فی السماء: جار مجرور معطوف، مگر ظرف مستقر حال، مگر اسم، ب: زائد، معجزین: خبر، مگر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما تانیہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، من دون اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، ولی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تانیہ، نصیر: معطوف، مگر ذوالحال، مگر مبتدأ مؤخر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک کا بیان:

۱..... حضرت نوح علیہ السلام نے چالیس سال کی عمر میں نبوت پائی اور ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرماتے رہے، طوفان کے بعد مزید ساٹھ برس تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کی تعداد کثیر ہو گئی اور قوم ہر طرف پھیل گئی۔ آپ علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چاس برس تھی۔ اس روایت کو ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ علامہ بخاری نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔ حضرت وہب سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام ایک ہزار چار سو برس تک زندہ رہے پھر ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام سے کہا: "اے تمام انبیاء کی بنسبت زیادہ عمر پانے والے! آپ علیہ السلام نے دنیا کو کیسا پایا؟" آپ علیہ السلام نے جواب دیا: "ایسے ہی جیسا کہ ایک حویلی ہو اور اس کے دو دروازے ہوں، پس میں ایک سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا"، آیت مقدسہ میں تسع مائة وخمسين عاما نہیں فرمایا اس لئے کہ لفظ الف میں اختصار ہے، دوسرا یہ کہ یہاں طویل عمر تک صبر کرنے کا بیان مقصود ہے جو آپ علیہ السلام نے اپنی امت کی پر فریب اور اذیت تاک تدبیروں کے مقابلے میں کیا لہذا الف کا استعمال فرمایا کیونکہ اس میں تعظیم و وقار زیادہ ہے۔

(المظہری، ج ۵، ص ۴۰۵)

طوفان نوح عالمگیر تھا یا نہیں!

۲..... اس بارے میں مفسرین کا اختلاف تھا کہ تمام روئے زمین پر طوفان آیا یا بعض علاقوں میں، یا فقط قوم نوح پر چنانچہ علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں: پس طوفان نے روئے زمین پر موجود تمام کافروں کو مذکورہ مدت (چھ ماہ تک) گھیر لیا، پس طوفان کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو گھیرنے، احاطہ کرنے کی قدرت رکھتی ہو اور اس میں شدت و کثرت کا عنصر بھی پایا جائے اور یہ طوفان سیلان (بہاؤ)، ہواؤں، اندھیروں، قتل، موت، طاعون، چیچک، کھسرپن، بھوک کے عذابات کو لئے ہوئے تھا اور اس دن طوفان میں پانی کا غالبہ تھا اور اس پانی نے تمام زمین کو اپنے احاطے میں لے لیا تھا۔ (روح البیان، ج ۶، ص ۵۸۱، روح المعانی، الجزء ۲۰، ص ۴۶۷)

عزیز کریم شاہ صاحب الازہری کہتے ہیں:

یہ چیز نور طلب ہے کہ کیا طوفان تمام روئے زمین پر آیا تھا اور کیا دنیا بھر کے تمام حیوانات کا ایک ایک جوڑا اپنے ساتھ لے لیا تھا؟ بعض محققین کا قول یہ ہے کہ طوفان صرف اس علاقہ میں آیا جہاں حضرت نوح علیہ السلام اور آپ ﷺ کی قوم آباد تھی، اگرچہ ایسی تصریحات بھی کتب میں موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ طوفان عالمگیر تھا لیکن اسرائیلی روایات ہیں یا ان سے اخذ کئے ہوئے علماء کے اقوال، کتاب و سنت سے کوئی ایسی نص نہیں کی جاسکتی جس سے صراحتہً اس طوفان کا عالمگیر ہونا ثابت ہو۔ بعض نے اس آیت سے استدلال کیا ہے ﴿لَا تَسْبُو عَلٰی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دِيَارِ الْاِيْمٰنِ﴾ میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی ایسے والا نہ چھوڑو (سورہ: ۲۶) لیکن ہو سکتا ہے کہ ”الارض“ معرف باللام ہے اور اس سے آپ ﷺ کی قوم کی سرزمین مراد ہو۔ جس طرح فرعون کے متعلق ہے ﴿وَيَوْمَ نَسْفَعُ الْمُرْتَضٰۃِ فِي الْاَرْضِ﴾ بے شک فرعون زمین میں سر اٹھانے والا ہے (یونس: ۸۲) یہاں بھی ”الارض“ سے مراد ساری روئے زمین نہیں ہے بلکہ ملک مصر مراد ہے، نیز ”من الکافرین“ بھی معرف باللام ہے یعنی وہ مخصوص کافر جو آپ ﷺ کی قوم سے تھے، قرآن کریم میں ہمیں یہ بھی تصریح ملتی ہے کہ آپ کی بعثت صرف آپ ﷺ کی قوم کے لئے تھی ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖۤ اذِیۡنَہٗۤ اٰتٰہُم مِّنْ سَمٰوٰتِہٖۤ مَّاءً فَاٰتٰہُم مِّنْہٗۤ اِنۡسٰنًاۙ زَیۡدًاۙ یَّحۡمِلُوْنَہٗۤ اِذِیۡنَہٗۤ اٰتٰہُم مِّنۡ سَمٰوٰتِہٖۤ مَّاءً فَاٰتٰہُم مِّنۡہٗۤ اِنۡسٰنًاۙ زَیۡدًاۙ یَّحۡمِلُوْنَہٗۤ اِذِیۡنَہٗۤ اٰتٰہُم مِّنۡ سَمٰوٰتِہٖۤ مَّاءً فَاٰتٰہُم مِّنۡہٗۤ اِنۡسٰنًاۙ زَیۡدًاۙ یَّحۡمِلُوْنَہٗۤ﴾ اگر اس قول کو راجح قرار دیا جائے تو پھر حضرت نوح علیہ السلام کو دنیا بھر کے جانور کشتی میں لے جانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ جانور اپنے ہمراہ لے ہوئے جن کی فوری ضرورت تھی اور جن کو دروازے کے علاقوں سے جو طوفان کی زد سے محفوظ تھے لے آنا مشقت اور تکالیف کا موجب تھا، بل امر بحمل ما یحتاج الیہ اذا انجا ومن معہ من الغرق لئلا یفتموا لفقده ویتکلموا مشقة جلیبہ من الاصقاع النائیة التی لم یصلہا الغرق۔ امام فخر الدین رازی نے بھی سورۃ المؤمنون کی آیت ﴿فاسلک فیہا من کل زوجین اثنین﴾ کی تفسیر میں کہا ”ای کل زوجین من حیوان الذی یحضرہ فی الوقت اثنین الذکر والانثی لکی لا یقطع نسل ذالک حیوان“۔

(ضیاء القرآن، ج ۲، ص ۳۶۱)

عبادت قرب الہی ﷻ کا ذریعہ ہے!

۳..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے: ”میرا بندہ فرائض کی ادائیگی کے ذریعے جتنا میرا قرب حاصل کرتا ہے اس کی مثل کسی دوسرے عمل سے نہیں ملتی اور میرا بندہ نوافل (کی کثرت) سے میرا قرب پاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ سنتا ہے، اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کام میں تردد نہیں جسے میں کرتا ہوں اور میں کسی کام کے کرنے میں تردد نہیں کرتا جس طرح مومن بندے کی روح قبض کرتے وقت تردد کرتا ہوں کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے مکروہ سمجھنے کو برابر جانتا ہوں۔“ (صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب: التواضع رقم: ۲۰۶۵، ص ۱۱۲۷)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فقط قوم کو ایک اللہ ﷻ کی وحدانیت کی دعوت ہی نہیں دی بلکہ اس کی عبادت سے حاصل ہونے والے ثمرات کا بیان بھی فرمایا، چنانچہ فرمایا: ﴿وإبراهيم إذ قال لقومه اعبدوا الله واتقوه ذلكم خير لكم ان كنتم تعلمون وانما تعبدون من دون الله اوثانا وتخلقون افكا ان الذين تعبدون من دون الله لا يملكون لكم رزقا فابتغوا عند الله الرزق واعبدوه واشكروا له اليه ترجعون وان تكذبوا فقد كذب امم من قبلكم وما على الرسول الا البلاغ المبين اور ابراہیم کو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کو پوجو اور اس سے ڈرو اس میں تمہارا بھلا ہے اگر تم جانتے تو تم اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گڑھتے ہو بیشک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (العنکبوت: ۱۶-۱۸) ﴿یہ الگ بات ہے کہ عقل رکھنے والے ہی کلام الہی ﷻ اور فرامین انبیائے کرام سے نفع اٹھاتے ہیں۔ اور عقل سے مراد یہ نہیں کہ انسان بظاہر پاگل نظر آئے بلکہ مراد یہ ہے کہ دل و دماغ حدایت قبول کرنے والے ہوں، ورنہ یہی بت ہیں اور بس، جن کی عبادت کر کے سابقہ اقوام بھی ہلاک ہوئیں اور موجودہ دور میں بھی کفار کا حال ہمارے سامنے ہے لہذا کامیابی اسی میں ہے کہ اسلام کے دامن میں آکر صحیح دین کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عبادت کر کے اپنے رب ﷻ کو منایا جائے۔

میدان حشر دلیل قطعی سے ثابت ہے:

۳..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر نقل کرتے ہوئے فرمایا: ”لوگ بازاروں میں خرید و فروخت کر رہے ہوں گے، اور کپڑے ناپ رہے ہوں گے اونٹنی کا دودھ دودھ رہے ہوں گے اور اپنی اپنی ضرورتوں میں لگے ہوں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی، تو نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں گے۔“

☆..... سیدنا عبداللہ بن عمر نے فرمایا: ”لوگ رستوں، بازاروں اور اپنی بیٹھکوں میں ہوں گے، حتیٰ کہ دو شخصوں کے درمیان کپڑا پھیلا ہوگا، وہ آپس میں بھاؤ طے کر رہے ہوں گے، ان میں سے کسی ایک نے کپڑے کو اپنے ہاتھ سے ابھی چھوڑا بھی نہ ہوگا کہ صورتیں پھونک دیا جائے گا جس کے سبب لوگ ہلاک ہو جائیں گے، آپ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔ ﴿يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ.....﴾ الایۃ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی کہ انہیں آئے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوں گے تو نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں (یس: ۴۹) ﴿۔

☆..... حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ایک شخص کپڑے کی پیمائش کر رہا ہوگا، اور ایک شخص اونٹنی کا دودھ دودھ رہا ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی، پھر آپ ﷺ نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی: ﴿فلا يستطیعون توصیۃ.....﴾ الخ ”تو نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں“ (یس: ۵۰) ﴿۔

(البدور السافرة فی احوال الآخرة، باب: ما یظفرون..... الخ، رقم: ۴ ص ۷۵)

اغراض:

وعمرہ اربعون سنة او اكثر: اکثر کے قول میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام پچاس سال کے قریب ہوئے تو اعلان نبوت فرمایا، یا دوسو پچاس یا سو سال، اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

طاف بهم و علاہم: یعنی طوفان نے انہیں گیر لیا اور ان کے سروں سے بلند پہاڑوں سے چالیس گز بلند ہو گیا۔

الذین كانوا معہ فیہا: کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں، ایک قول کے مطابق

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ نوافراد تھے، تین ان کے بیٹے اور چھ دوسرے، ایک قول اس کے علاوہ کا بھی ہے۔

سبعین او اکتو: ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد دو سو پچاس سال رہے۔

مما اقم علیہ: یعنی تمہارے گمان کے مطابق کہ بتوں کی عبادت کرنے میں بھلائی ہے، اور احسن یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ

تمہارے گمان کے مطابق تمام ہی باطل معبودان کی عبادت کرنے میں تمہارے لئے بھلائی ہے۔ الخیر: سے مراد اللہ علیہ السلام کی عبادت

ہے۔ طالبوہ: یعنی اللہ علیہ السلام کے سوا کسی سے رزق طلب نہ کرو۔ فی ہاتین القصتین: سے مراد حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم

علیہ السلام کا قصہ ہے۔ لو کنتم فیہا: مراد آسمان وزمین اور اس کے حقائق ہیں، اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ جہت علیا و سفلی مراد لی جائیں۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۳۱۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۵

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَايَعُوا اللَّهَ وَلِقَائِهِ أَيْ الْقُرْآنِ وَالْبَيْعُ ﴿۱۰۱﴾ وَأُولَٰئِكَ يَشْرُونَ مِنْ رَحْمَتِي ﴿۱۰۲﴾﴾

﴿وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۰۳﴾﴾ مُؤَلِّمٌ قَالَ تَعَالَى فِي قِصَّةِ إِبْرَاهِيمَ ﴿۱۰۴﴾ ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا

اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ ﴿۱۰۵﴾﴾ أَلَّتِي قَدْ نُفِثَ فِيهَا بَأْسٌ جَعَلَهَا عَلَيْهِ بَرْدًا وَسَلَامًا ﴿۱۰۶﴾﴾ ان فی ذلک

﴿أَيَّ أَنْجَايِهِ مِنْهَا ﴿۱۰۷﴾﴾ لَيْتَ ﴿۱۰۸﴾ هِيَ عَدَمٌ تَأْتِيهَا فِيهِ مَعَ عَظَمِهَا وَإِخْمَادُهَا وَإِنْشَاءُ رَوْضٍ مَكَانَهَا فِي زَمَنِ

يَسِيرٍ ﴿۱۰۹﴾﴾ لِقَوْمٍ يَوْمَنُونَ ﴿۱۱۰﴾﴾ يُصَدِّقُونَ بِتَوْحِيدِ اللَّهِ وَقُدْرَتِهِ لِأَنَّهُمُ الْمُتَنَفِّعُونَ بِهَا ﴿۱۱۱﴾﴾ قَالَ ﴿۱۱۲﴾ إِبْرَاهِيمُ ﴿۱۱۳﴾ ﴿أِنَّمَا

اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا لِيَتَعَبَّدُوا لَهَا وَمَا مَصْدَرِيهَا ﴿۱۱۴﴾﴾ مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ ﴿۱۱۵﴾﴾ خَبْرٌ إِنَّ وَعَلَى قِرَاءَةِ النَّصَبِ مَفْعُولٌ

لَهُ وَمَا كَافَّةُ الْمَعْنَى تَوَادَّدْتُمْ عَلَى عِبَادَتِهَا ﴿۱۱۶﴾﴾ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ

﴿۱۱۷﴾﴾ يَتَّبِعُ الْقَادَةَ مِنَ الْآتِبَاعِ ﴿۱۱۸﴾﴾ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ﴿۱۱۹﴾﴾ يَلْعَنُ الْآتِبَاعُ الْقَادَةَ ﴿۱۲۰﴾﴾ وَمَا وَكُمُ ﴿۱۲۱﴾﴾ مَصِيرُكُمْ جَمِيعًا ﴿۱۲۲﴾﴾

النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَصْرِينَ ﴿۱۲۳﴾﴾ ﴿۱۲۴﴾﴾ مَا نَعِينُ مِنْهَا ﴿۱۲۵﴾﴾ فَا مَن لَّهُ ﴿۱۲۶﴾﴾ صَدَّقَ بِإِبْرَاهِيمَ ﴿۱۲۷﴾﴾ لُوطٌ ﴿۱۲۸﴾﴾ وَهُوَ ابْنُ أَخِيهِ هَارَانَ ﴿۱۲۹﴾﴾

وَقَالَ ﴿۱۳۰﴾﴾ إِبْرَاهِيمُ ﴿۱۳۱﴾﴾ أَنَا مِهَاجِرٌ ﴿۱۳۲﴾﴾ مِنْ قَوْمِي ﴿۱۳۳﴾﴾ إِلَى رَبِّي ﴿۱۳۴﴾﴾ أَيَّ إِلَى حَيْثُ أَمَرَنِي رَبِّي وَهَجَرَ قَوْمَهُ وَهَاجَرَ مِنْ

سَوَادِ الْعِرَاقِ إِلَى الشَّامِ ﴿۱۳۵﴾﴾ أَنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ ﴿۱۳۶﴾﴾ فِي مَلِكِهِ ﴿۱۳۷﴾﴾ الْحَكِيمُ ﴿۱۳۸﴾﴾ فِي صُنْعِهِ ﴿۱۳۹﴾﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ ﴿۱۴۰﴾﴾ بَعْدَ

إِسْمَاعِيلَ ﴿۱۴۱﴾﴾ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ﴿۱۴۲﴾﴾ بَعْدَ إِسْحَاقَ ﴿۱۴۳﴾﴾ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ ﴿۱۴۴﴾﴾ فَكُلُّ الْأَنْبِيَاءِ بَعْدَ إِبْرَاهِيمَ مِنْ

ذُرِّيَّتِهِ ﴿۱۴۵﴾﴾ وَالْكِتَابِ ﴿۱۴۶﴾﴾ بِمَعْنَى الْكِتَابِ أَيْ التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالزَّبُورِ وَالْقُرْآنِ ﴿۱۴۷﴾﴾ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا

﴿۱۴۸﴾﴾ وَهُوَ النَّسَاءُ الْحَسَنُ فِي كُلِّ أَهْلِ الْأَدْيَانِ ﴿۱۴۹﴾﴾ وَانَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۵۰﴾﴾ ﴿۱۵۱﴾﴾ الَّذِينَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ

الْعُلَى ﴿۱۵۲﴾﴾ ﴿۱۵۳﴾﴾ أذْكَرُ ﴿۱۵۴﴾﴾ لُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ انكُمُ ﴿۱۵۵﴾﴾ بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَإِدْخَالِ الْفَاءِ بَيْنَهُمَا

عَلَى الْوَجْهَيْنِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ ﴿۱۵۶﴾﴾ لِتَاتُونَ الْفَاحِشَةَ ﴿۱۵۷﴾﴾ أَيَّ أَدْبَارَ الرَّجَالِ ﴿۱۵۸﴾﴾ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ

الْعَالَمِينَ ﴿۱۵۹﴾﴾ ﴿۱۶۰﴾﴾ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ ﴿۱۶۱﴾﴾ انكُمُ لَتَاتُونَ الرَّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ ﴿۱۶۲﴾﴾ طَرِيقَ الْمَارَةِ بِفِعْلِكُمُ الْفَاحِشَةَ

بِمَنْ يَسْمُرُ بِكُمْ فَتَرَكَ النَّاسُ الْمُمْرِبُكُمْ ﴿۱۶۳﴾﴾ وَتَاتُونَ فِي نَادِيكُمْ ﴿۱۶۴﴾﴾ مُتَّخِذِينَكُمْ ﴿۱۶۵﴾﴾ الْمُنْكَرَ ﴿۱۶۶﴾﴾ فِعْلُ الْفَاحِشَةِ

بِمَنْ يَسْمُرُ بِكُمْ فَتَرَكَ النَّاسُ الْمُمْرِبُكُمْ ﴿۱۶۷﴾﴾ وَتَاتُونَ فِي نَادِيكُمْ ﴿۱۶۸﴾﴾ مُتَّخِذِينَكُمْ ﴿۱۶۹﴾﴾ الْمُنْكَرَ ﴿۱۷۰﴾﴾ فِعْلُ الْفَاحِشَةِ

بِمَنْ يَسْمُرُ بِكُمْ فَتَرَكَ النَّاسُ الْمُمْرِبُكُمْ ﴿۱۷۱﴾﴾ وَتَاتُونَ فِي نَادِيكُمْ ﴿۱۷۲﴾﴾ مُتَّخِذِينَكُمْ ﴿۱۷۳﴾﴾ الْمُنْكَرَ ﴿۱۷۴﴾﴾ فِعْلُ الْفَاحِشَةِ

بِمَنْ يَسْمُرُ بِكُمْ فَتَرَكَ النَّاسُ الْمُمْرِبُكُمْ ﴿۱۷۵﴾﴾ وَتَاتُونَ فِي نَادِيكُمْ ﴿۱۷۶﴾﴾ مُتَّخِذِينَكُمْ ﴿۱۷۷﴾﴾ الْمُنْكَرَ ﴿۱۷۸﴾﴾ فِعْلُ الْفَاحِشَةِ

بِمَنْ يَسْمُرُ بِكُمْ فَتَرَكَ النَّاسُ الْمُمْرِبُكُمْ ﴿۱۷۹﴾﴾ وَتَاتُونَ فِي نَادِيكُمْ ﴿۱۸۰﴾﴾ مُتَّخِذِينَكُمْ ﴿۱۸۱﴾﴾ الْمُنْكَرَ ﴿۱۸۲﴾﴾ فِعْلُ الْفَاحِشَةِ

بِمَنْ يَسْمُرُ بِكُمْ فَتَرَكَ النَّاسُ الْمُمْرِبُكُمْ ﴿۱۸۳﴾﴾ وَتَاتُونَ فِي نَادِيكُمْ ﴿۱۸۴﴾﴾ مُتَّخِذِينَكُمْ ﴿۱۸۵﴾﴾ الْمُنْكَرَ ﴿۱۸۶﴾﴾ فِعْلُ الْفَاحِشَةِ

بِمَنْ يَسْمُرُ بِكُمْ فَتَرَكَ النَّاسُ الْمُمْرِبُكُمْ ﴿۱۸۷﴾﴾ وَتَاتُونَ فِي نَادِيكُمْ ﴿۱۸۸﴾﴾ مُتَّخِذِينَكُمْ ﴿۱۸۹﴾﴾ الْمُنْكَرَ ﴿۱۹۰﴾﴾ فِعْلُ الْفَاحِشَةِ

بِمَنْ يَسْمُرُ بِكُمْ فَتَرَكَ النَّاسُ الْمُمْرِبُكُمْ ﴿۱۹۱﴾﴾ وَتَاتُونَ فِي نَادِيكُمْ ﴿۱۹۲﴾﴾ مُتَّخِذِينَكُمْ ﴿۱۹۳﴾﴾ الْمُنْكَرَ ﴿۱۹۴﴾﴾ فِعْلُ الْفَاحِشَةِ

بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ ﴿۲۹﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّنَا بَعْدَابُ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۳۰﴾ ﴿۲۹﴾ فِي اسْتِيقَاحِ ذَلِكَ وَإِنَّ الْعَذَابَ نَازِلٌ لِفَاعِلِهِ ﴿۳۰﴾ قَالَ رَبُّ انصُرْنِي ﴿۳۱﴾ بِتَحْقِيقِ قَوْلِي فِي أَنْزَالِ الْعَذَابِ ﴿۳۲﴾ عَلَى الْقَوْمِ الْمَفْسُودِينَ ﴿۳۳﴾ ﴿۳۰﴾ الْعَاصِينَ بِإِتْيَانِ الرِّجَالِ فَاسْتَجَابَ اللَّهُ دَعَاةَهُ.

﴿ترجمہ﴾

اور وہ جنہوں نے میری آیتوں (یعنی قرآن پاک کو) اور میرے ملنے کو (یعنی مرنے کے بعد اٹھائے جانے کو) نہ مانا یہی ہیں جنہیں میری رحمت (یعنی میری جنت.....) کی آس نہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے (الیم بمعنی مولم ہے، اللہ ﷻ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے) تو اس کی قوم کو کچھ جواب بن نہ آیا مگر یہ بولے انہیں قتل کر دیا جلا دو..... تو اللہ نے اسے (اس) آگ سے بچالیا (جس میں ان لوگوں نے آپ ﷻ کو پھینکا تھا یوں کہ اللہ ﷻ نے اس آگ کو آپ ﷻ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی کر دیا.....) بیشک اس میں (یعنی ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات دینے میں) ضرور نشانیاں ہیں (وہ نشانیاں یہ ہیں آگ کا حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اثر انداز نہ ہونا باوجود اس کے عظیم ہونے کے اور اس آگ کا بجھ جانا اور مختصر سے وقت میں اس آگ کی جگہ گل و گلزار کا پیدا ہو جانا) ایمان والوں کے لیے (اللہ ﷻ کی وحدانیت کی تصدیق کرنے والوں کے لیے) کیونکہ یہی لوگ ان آیتوں سے نفع اٹھاتے ہیں (اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) تم نے تو اللہ کے سوا یہ بت بنا لیے ہیں (جن کی تم عبادت کرتے ہو، انما میں "ما" مصدر یہ ہے) جن سے تمہاری دوستی ہے (مودۃ بینکم مرفوع ہونے کی صورت میں ان کی خبر ہے اور منصوب پڑھی جانے والی قرأت کے مطابق مفعول لہ ہے اور انما میں ما کا نہ ہے، اس صورت میں معنی آیت یہ ہوگا تم نے ان کی عبادت کرنے سے محبت کر لی ہے) دنیا کی زندگی میں پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کے ساتھ کفر کرے گا (یعنی قائدین پیروکاروں سے بیزاری ظاہر کریں گے) اور ایک دوسرے پر (یعنی پیروکار اپنے قائدین پر) لعنت ڈالے گا اور تمہارا (یعنی تم سب کا) ٹھکانہ جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں (تمہیں جہنم سے روکنے والا کوئی نہیں ہے، ما وکم بمعنی مصیر کم ہے) تو لوط (جو کہ ابراہیم کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے) اس پر ایمان لے آئے..... (یعنی انہوں نے حضرت ابراہیم کی تصدیق کی) اور (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: میں (اپنی قوم سے) اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں (یعنی اس مقام کی طرف ہجرت کرتا ہوں جس کی طرف ہجرت کرنے کا مجھے میرے رب ﷻ نے حکم دیا پھر آپ ﷻ اپنی قوم کو چھوڑ کر سواد عراق سے شام کی طرف ہجرت فرما گئے.....) بیشک وہ غالب ہے (اپنے ملک میں) اور حکیم ہے (اپنی صنعت میں) اور ہم نے اسے (اسماعیل علیہ السلام کے بعد) اسحق اور یعقوب عطا فرمائے (یعقوب علیہ السلام آپ کو حضرت اسحق علیہ السلام کے بعد عطا فرمائے) اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت رکھی (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام نبی آپ ﷻ ہی کی اولاد میں سے ہوئے) اور کتاب رکھی (الکتاب بمعنی الکتب ہے، یعنی تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک سب ان کی اولاد پر نازل فرمائی) اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا (اور وہ تمام ہی ادیان میں آپ ﷻ کی تعریف و توصیف ہونا ہے) اور بیشک آخر میں وہ (ان) صالحین میں ہیں..... (جن کے لیے بلند درجات ہیں) اور (یاد کرو) لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا بیشک تم (انکم دو ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور دونوں ہمزہ کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ دونوں مقامات میں اسے ان دو صورتوں کے مطابق پڑھا گیا ہے) بے حیائی کا کام کرتے ہو (یعنی مردوں کے ساتھ لواطت کرتے ہو) کہ تم سے پہلے دنیا بھر میں (یعنی انسانوں اور جنوں نے) کسی نے نہ کیا کیا تم مردوں سے بد فعلی کرتے ہو اور راہ مارتے ہو (راہگیری کی اس فعل بد کو راہگیریوں کے ساتھ انجام دیکر حتی کہ لوگوں نے تمہارے پاس

سے گزرنے والے رستے ہی کو ترک کر دیا..... کے.....) اور اپنی مجلس میں برا کام کرتے ہو (آپس میں لواطت کرتے ہو) تو اس کی قوم کو کچھ جواب نہ ہوا مگر یہ کہ بولے ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ اگر تم (اس فعل کو برا سمجھنے اور اس فعل کو انجام دینے والوں پر عذاب آنے کے دعویٰ میں) سچے ہو عرض کی: اے میرے رب (عذاب نازل کئے جانے کی بات میں میری تحقیق فرما کر) میری مدد کر ان فسادی لوگوں پر (یعنی مردوں کے ساتھ بد فعلی کرنے والے ان گناہگاروں پر، اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی)۔

﴿قرگیب﴾

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَايَتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَئِكَ يَنْسَوْنَ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

و: عاطفہ، الذین بموصول، کفروا: فعل بافاعل، ب: جار، ایست اللہ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لِقَائِهِ: لِقَائِهِ: معطوف، مَلْکَرُ مَجْرُورٌ، مَلْکَرُ ظَرْفٌ لِقَائِهِ، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ فَعْلِيَّةٌ، مَلْکَرُ مَبْتَدَأٌ، أُولَئِكَ: مبتدأ، يَنْسَوْنَ: من رَحْمَتِي: جملہ فعلیہ خبر، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ اسْمِيَّةٌ، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ اسْمِيَّةٌ، و: عاطفہ، أُولَئِكَ: مبتدأ، لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: جملہ اسمیہ خبر، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ اسْمِيَّةٌ۔

﴿لَمَّا كَانَ جَوَابُ قَوْمِهِ إِذَا قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ﴾

ف: عاطفہ، مَا: تانیہ، كَانَ: فعل ناقص، جَوَابُ قَوْمِهِ: خبر مقدم، الَا: اداة حصر، ان مصدر، قَالُوا: قول، اقْتُلُوهُ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، حَرِّقُوهُ: جملہ فعلیہ معطوف، مَلْکَرُ مَقُولٌ، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ تَوَالِيَةٌ مَصْدَرٌ اسْمٌ مَوْخَرٌ، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ فَعْلِيَّةٌ۔

﴿فَإِن جَاءَهُ مِنَ النَّارِ فِي ذَلِكَ لَيْتَ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

ف: فصیحیہ، اِنْجَه: فعل ومفعول، اللہ: قائل، مِنَ النَّارِ: ظرف لغو، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ فَعْلِيَّةٌ، ان حرف مشبہ، فِي ذَلِكَ: ظرف مستقر خبر مقدم، لَام: تاکیدیہ، ایت بموصوف، لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ: ظرف مستقر صفت، مَلْکَرُ اسْمٌ مَوْخَرٌ، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ اسْمِيَّةٌ۔

﴿وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾

و: عاطفہ، قَالَ: قول، اِنَّمَا: حرف مشبہ وما کافہ، اتَّخَذْتُمْ: فعل بافاعل، مِّن دُونِ اللَّهِ: ظرف لغو، اَوْثَانًا: مفعول، مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ: مرکب اضافی مفعول لہ، فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا: ظرف لغو، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ فَعْلِيَّةٌ مَقُولٌ، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ تَوَالِيَّةٌ۔

﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَا كُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّصْرِينَ﴾

ثم: عاطفہ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ: ظرف مقدم، يَكْفُرُ بَعْضُكُم: فعل وفاعل، بَعْضُ: ظرف لغو، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ فَعْلِيَّةٌ، و: عاطفہ، يَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا: فعل وفاعل ومفعول، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ فَعْلِيَّةٌ، و: عاطفہ، مَا كُمُ النَّارُ: خبر، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ اسْمِيَّةٌ، و: عاطفہ، مَا تَأْتِيهِ، لَكُم: ظرف مستقر خبر مقدم، مِّن: زائدہ، نَصْرِينَ: مبتدأ مَوْخَرٌ، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ اسْمِيَّةٌ۔

﴿فَأَمَّن لَّهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَى رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

ف: عاطفہ، اَمَّن: فعل، لَّهُ: ظرف لغو، لُوطٌ: فاعل، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ فَعْلِيَّةٌ، و: عاطفہ، قَالَ: قول، اِنِّي: حرف مشبہ واسم، مُهَاجِرٌ إِلَى رَبِّي: شبہ جملہ خبر، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ اسْمِيَّةٌ مَقُولٌ، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ تَوَالِيَّةٌ، اِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ: جملہ اسمیہ خبر، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ اسْمِيَّةٌ۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا﴾

و: عاطفہ، وَهَبْنَا لَهُ: فعل بافاعل وظرف لغو، إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ: مفعول، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ فَعْلِيَّةٌ، و: عاطفہ، جَعَلْنَا: فعل بافاعل، فِي الدُّنْيَا: ظرف مستقر مفعول ثانی النبوۃ والکتاب: مفعول، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ فَعْلِيَّةٌ، و: عاطفہ، آتَيْنَاهُ: فعل بافاعل ومفعول، أَجْرَهُ: مفعول ثانی، فِي الدُّنْيَا: ظرف لغو، مَلْکَرُ جَمَلَةٌ فَعْلِيَّةٌ۔

﴿وانه في الاخرة لمن الصالحين﴾

و: عاطفہ، ان حرف مشبہ "ہ" ضمیر ذوالحال، فی الاخرة: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، لام: تاکیدیہ، من الصالحین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو طأ اذ قال لقومه انکم لتاتون الفاحشة ما سبقکم بها من احد من العلمین﴾

و: عاطفہ، لو طأ: بدل منہ، اذ: مضاف، قال لقومه: قول، انکم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، تاتون: فعل باقاعل، الفاحشة: ذوالحال، ما سبقکم: فعل نفی و مفعول، بها: ظرف لغو، من: زائد، احد: موصوف، من العلمین: ظرف مستقر صفت، ملکر قاعل، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق بخبر و بدل، ملکر "اذکر" فعل محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انکم لتاتون الرجال وتقطعون السبیل وتاتون فی نادیکم المنکر﴾

همزة: حرف استفہام، انکم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، تاتون الرجال: فعل باقاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تاتون: فعل باقاعل، فی نادیکم: ظرف لغو، المنکر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اتنا بعداب اللہ﴾

ف: عاطفہ، ما: تانیہ، کان: فعل ناقص، جواب قومہ: خبر مقدم، الا: اداة حصر، ان: مصدریہ، قالوا: قول، اتنا: فعل امر باقاعل و مفعول، بعداب اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ اول، ان: شرطیہ، کنت من الصدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فانتنا بعداب اللہ" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی، ملکر بتاویل مصدر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال رب انصرنی علی القوم المفسدین﴾

قال: قول، رب: نداء، انصرنی: فعل امر باقاعل و مفعول، علی القوم المفسدین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

رحمت بمعنی جنت!

۱..... اللہ ﷻ کا فرمان مقدس نشان ہے ﴿لا تقنطوا من رحمة اللہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو﴾ (الزمر: ۵۲)۔ اس عنوان کے تحت ہم اسلاف میں سے ان مقدس ہستیوں کا بیان کریں گے جن پر اللہ ﷻ کی رحمت ہوئی اور اس کی بشارتیں دنیا میں لوگوں تک حصول جنت کے حوالے سے ہوئیں۔

(۱)..... امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر ﷺ کو خواب میں کسی نے دیکھا تو عرض کی کہ آپ ﷺ اپنی زبان کے بارے میں ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اس نے مجھے تباہی کی جگہوں پر پہنچا دیا، بتائیں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ ارشاد فرمایا: "میں نے اس زبان سے کلمہ طیبہ پڑھا جس اللہ نے مجھے جنت میں داخل فرمایا"۔ (احیاء العلوم للذہبی، کتاب ذکر الموت و ما بعدہ، بیان منامات تکشف، ج ۴، ص ۶۷۵)

(۲)..... منظر ف کہتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین عثمان غنی ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ (جنت کے) سبز لباس میں ملبوس ہیں، میں نے پوچھا امیر المؤمنین آپ ﷺ کے ساتھ اللہ ﷻ نے کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: "اللہ نے میرے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمایا"، میں نے

پوچھا کونسا دین بہتر ہے؟ جواب دیا: ”دین تم جو غم نہیں بہاتا“۔ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، عثمان بن عفان، ج ۳۹، ص ۵۳۳)
 (۳)..... حافظ ابن کثیر دمشقی کہتے ہیں کہ سیدنا ابوالاسما میل مڑہ روزانہ ایک ہزار نوافل ادا فرماتے تھے اور جب بوڑھے ہو گئے تو روزانہ چار سو نوافل ادا فرماتے ان کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ سجدے کی جگہ چمکدار ستارے کی مانند روشن ہے، پوچھنے پر بتایا: ”میری پیشانی کو مٹی کے نقصان پہچاننے سے محفوظ کر دیا گیا ہے“۔ پوچھا کیا آخرت میں آپ کو کیا مقام دیا گیا ہے؟ جواب دیا: ”بہترین گھر ہے جس کے اہل یہاں سے منتقل نہیں ہوتے ہیں نہ ہی انہیں موت آتی ہے“۔

(موسوعة للامام ابن ابی الدنيا، کتاب المنامات، رقم: ۶۵، ج ۳، ص ۵۸ وغیرہ)

دلائل کے بجائے دھمکیوں سے جواب دینا:

۲..... اللہ کا فرمان: ﴿لَمَّا كَانَ جَوَابُ قَوْمِهِ الْاِن قَالُوا اَقْتُلُوهُ اَوْ حَرِّقُوهُ فَاَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ تَوَّاسٍ كِي قَوْمٍ كُو
 کچھ جواب بن نہ آیا مگر یہ بولے انہیں قتل کر دیا جلا دیا تو اللہ نے اُسے آگ سے بچالیا (العنکبوت: ۲۴)﴾۔ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ جب بھی مد مقابل کے پاس جواب نہ ہو، دلائل عقلیہ نقلیہ سے خالی ہو، حالات اسے کلام کرنے کی اجازت نہ دیتے ہوں، یا کسی بھی قسم کی کوئی بھی وجہ ہو جواب نہ بن سکا تو اب ذاتیات پر کلام کرتے ہیں یا دھمکیوں پر اتر آتے ہیں۔ متذکرہ آیت میں بھی صاف یہی روش اختیار کی گئی ہے۔ ہمارے زمانے کے بعض مذہبی کہلانے والے اکثر ایسا کرتے نظر آتے ہیں اور خواہ مخواہ دھونس، دھمکی، لعن طعن کرتے ہیں، اپنے معاون اساتذہ اور شاگردوں کو بھی یہی سکھاتے ہیں جب کہ علمی جواب دیا جائے، عقلی نقلی جوابات دیئے جائیں تو مد مقابل کو بہت اچھا سبق ملے گا۔ ہو سکتا ہے کہ مد مقابل آئندہ کسی صحیح العقیدہ سنی افراد سے بحث و مکرار ہی نہ کرے۔ بعض لوگ جب چاروں شانے چت ہو جاتے ہیں اور کچھ بن نہیں پڑتا تو مد مقابل کو خواہ مخواہ بدنام کرنے لگتے ہیں لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ سانچ کو آج نہیں ہوتی۔ خود مجھے تصنیف و تالیف کے میدان میں ایسے حالات کا سامنا رہا اور مسائل پیدا کرنے والے کوئی دوسرے نہیں بلکہ اپنے سنی حضرات ہی تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہونا:

۳..... آسمان، زمین، پہاڑ، فرشتے اللہ کے حضور عرض کرتے ہیں اے اللہ ابراہیم علیہ السلام کو جلا یا جا رہا ہے، اللہ نے جواب فرمایا: ”میں جانتا ہوں“، اور تمہاری دعاؤں سے ان کی مدد ہوگی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی جانب اپنا سر پاک بلند کیا اور عرض گزار ہوئے: ”اے اللہ، تو ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں، تیرے سوا زمین میں کسی کی عبادت نہیں ہوتی، تو مجھے کافی ہے اور تو بہتر تمہارا ہے، پس جب انہیں آگ میں ڈال دیا گیا تو ندا ہوئی ”اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ہمارے ابراہیم پر“، جبرائیل امین علیہ السلام کہتے ہیں کہ ندا کرنے والا میں تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ سردا کے ساتھ مسلاما کا لفظ استعمال نہ کیا جاتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سخت سردی کی وجہ سے انتقال فرما جاتے، اس دن ساری آگ بجھ گئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک آدمی جو کہ دراصل سایہ کرنے والا فرشتہ تھا کھڑا تھا جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چہرے انور سے پسینہ پونچنے کے لئے معمور کیا گیا تھا۔ بعض شارحین نے یہ بھی لکھا کہ سوائے رسیوں کے آگ سے کچھ نہ جلا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس دن میں آگ میں تھا اس دن کے سوا کسی دن میں ایسا انعام نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس وقت آگ میں ڈالے گئے ان کی عمر سولہ سال تھی۔

(جامع البیان القرآن، الجزء ۱۷، ص ۵۴ وغیرہ)

حضرت لوط علیہ السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانا:

۴..... سورۃ الانبیاء میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کا بیان ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے۔ جہاں تک حضرت لوط علیہ السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے کا تعلق ہے تو مختلف تفاسیر کے مطالعے سے یہی واضح ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر ان پر ایمان لانے کا اظہار کیا اور ساتھ ہی بی بی سارہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لے آئیں جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ البتہ حضرت لوط علیہ السلام اللہ جل جلالہ کی توحید کے پہلے ہی قائل تھے کیونکہ کسی نبی کے لئے یہ تصور ہی ممکن نہیں کہ وہ کسی وقت کفر میں ہو اور بعد میں ایمان لے آئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا بیان:

۵..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا بیشک میں اپنی قوم سے ہجرت کرنے والا ہوں اس جگہ کی جانب جہاں مجھے میرے رب نے حکم فرمایا، اس جگہ جہاں میرے لئے میرے رب کی عبادت آسان ہوگی یا پھر اس کا معنی یہ ہے کہ بیشک میں اپنی قوم سے اعراض کرتے ہوئے اور اپنے رب جل جلالہ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے ہجرت کرنے والا ہوں، اصلاح صوفیہ میں اسی کو وطن میں سفر کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مفسرین کرام نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی (شہر کوفہ کے نواح میں واقعہ علاقے کا نام ہے) سے حران کی طرف ہجرت کی پھر وہاں سے شام تشریف لے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی زوجہ بی بی سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام بھی شامل تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب ہجرت فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین کو اپنا مسکن بنایا اور حضرت لوط علیہ السلام نے سدوم کو اپنا بنایا۔ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ ہجرت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک پچھتر ۷۵ سال تھی۔

(المظہری، ج ۵، ص ۵۰۸، البیضاوی، ج ۲، ص ۳۴)

صالحین کا ذکر خیر!

۶..... اس مقام پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر کیا، اس سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام کے ایمان لانے کا ذکر (فاسمن لہ لوط) میں کیا، لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر خیر کیوں نہیں کیا جب کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ جل جلالہ کے برگزیدہ بندے اور منصب نبوت پر فائز تھے، اللہ جل جلالہ کے حکم کے مطابق ذبح ہونے کے لئے بھی تیار تھے مفسرین کرام امام رازی، قاضی بیضاوی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی ذریت میں نبوت کا ایک طویل سلسلہ چلا اور چار ہزار سال سے زائد ان کی اولاد رہی اور اس دوران انہی کے دین کی پیروی رہی جب کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت میں فقط سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہوئے ہیں اور ان کی نبوت تا قیام قیامت ہے۔ ہم نے اس نیت سے عنوان قائم کیا تھا کہ صالحین کا ذکر کرنے کی برکتیں حاصل ہو جائیں چنانچہ فقط ایک ہی حدیث ذکر کرتے ہیں: "عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة یعنی نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے"۔ (حلیۃ الاولیاء، سفیان بن عیینہ، رقم: ۱۰۷۵۰، ج ۷، ص ۳۳۵)

قوم لوط راہگیروں کے لئے آزمائش:

۷..... ابن ابی حاتم اور ابن زید کہتے ہیں کہ قوم لوط راستوں میں بیٹھ جاتے، گزرتے مسافروں کو روکتے اور ان سے بڑے اعمال کرتے۔ ام ہانی بنت ابی طالب کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قوم لوط کے بارے میں دریافت کیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ راستوں میں بیٹھ کر گزرنے والے لوگوں کو (کنکر وغیرہ) مارتے اور ان کا مذاق اڑاتے"۔ ابن مردودہ نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ قوم لوط گزرنے والے راہگیروں پر پتھر برساتی تھی و ایک شخص نے پوچھا کس طرح؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی مٹھی میں چند کنکر لئے اور اس کے چہرے کی جانب پھینکے اور فرمایا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ایسوں کے ساتھ معارضہ کیا

جائے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ قوم لوط مجالس میں ایک دوسرے کے ساتھ عمل خبیث کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ”وہ مجالس میں گوز مارتے تھے۔“

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۲۷۶)

ایسی آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی بُرے کام کرتی تھی، وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتی، گالیاں دیتی، مجالس میں گوز کرتے، گزرنے والوں پر ننگ مارتے، چوس اور شطرنج کھیلتے، رنگدار کپڑے پہنتے تھے، مرغ لڑاتے تھے، میڈے لڑاتے تھے، انگلیاں مہندی سے رنگتے تھے، مرد عورتوں کا لباس پہنتے تھے، عورتیں مردوں کا لباس پہنتی تھیں، ہر گزرنے والوں سے لکس لیتے تھے، شرک کرتے تھے، ہم جنس پرستی کی ابتداء سب سے پہلے انہی سے ہوئی۔ (القرطبی، الجزء ۲۰، ص ۳۰۴)

اغراض:

واخمادھا: یعنی شعلہ ابھرتی آگ بھڑکائی گئی، اور الہماد سے مراد یہ ہے کہ آگ کا یک لخت بجھ جانا۔

لانہم المنتفعون: محذوف کی علت بیان کرنا مقصود ہے، اصل عبارت یوں ہے: ”خصوا بالذکر لانہم الخ“

صدق باہر اہیم: مراد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نبوت کی تصدیق کرنا ہے، اگرچہ اس سے پہلے مومن ہوں، اور لوط رضی اللہ عنہ پر وقف کرنا واجب ہے اس لئے کہ ﴿وقال انی مهاجر﴾ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کلام میں داخل ہے اور اگر وصل کر دیا تو شبہ ہوگا کہ کلام متذکرہ حضرت لوط رضی اللہ عنہ کا ہے۔ فی زمن یسیر: سے آنکھ جھپکنے کی مقدار مراد ہے۔

وہاجر من سواد العراق: پس وہ سمندر کے پاس اترے، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی زوجہ بی بی سارہ، اور بیٹے حضرت لوط رضی اللہ عنہ تھے، پھر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ کے ساتھ فلسطین کی جانب اور حضرت لوط رضی اللہ عنہ علاقہ سدوم کی جانب روانہ ہوئے، اس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ظاہری عمر مبارک پچھتر سال تھی۔ بعد اسماعیل: یعنی حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ کی ولادت کے چودہ سال بعد حضرت اسحق رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ اذکر: سے مراد اہل سدوم اور اس کے مضافاتی علاقے مراد ہیں۔

وہو الثناء الحسن فی کل اهل الادیان: مراد تمام اہل ادیان ہیں جو ان ادیان کا خیر کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

الانس والجن: یعنی عہد آدم سے قوم لوط تک کے انس و جن مراد ہیں۔

بفعلکم الفاحشة بمن یمر بکم: کہا جاتا ہے کہ لوطی راستوں میں بیٹھ جاتے تھے، ہر آدمی کے پاس پیالے میں کچھ تیر ہوتے تھے، جب ان کے پاس سے کوئی گزرتا تو اس پر پھینکتے، جس کا (تیر وغیرہ) گزرنے والے پر پہلے لگتا وہی اس کا حقدار ٹھہرتا، پس وہ اسے اپنے ساتھ لے جاتا، اس سے نکاح یا اغلام تین دراہم کے عوض کرتا۔

فعل الفاحشة: یعنی گوز کرنا (پاد مارنا) یا شرم گاہیں کھولنا اور اس جیسے دیگر قبیح افعال کرنا۔

باتیان الرجال: یعنی دیگر فواحش اختیار کرنا۔ باسحاق و یعقوب: یعنی قوم لوط کی ہلاکت مراد ہے۔

الباقین فی العذاب: یعنی وہ عذاب سے خلاصی نہ پائیں گے کیونکہ بُرائی کی ترغیب دینے والا بھی ایسا ہے جیسا کہ اس نے خود بُرائی کی، اور قوم لوط کی ہلاکت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ بُرائی کی پشت پناہی کرتی تھی۔

حزن بسببہم: بہم میں باء سببیہ ہے۔ عذابا: سے مراد سنگ باری، جلنا، دہننا، اور اسی بناء پر حکم ساوی مراد ہے۔

ہی آثار خرابہا: مراد وہ پتھر ہیں جن سے قوم ہلاک کی گئی، اللہ تعالیٰ نے انہیں باقی رکھا تا کہ اس کے آس پاس کے لوگ دیکھ کر عبرت حاصل کریں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد وہ کالا پانی ہے جو زمین سے نمودار ہوتا ہے۔ (الصاوی، ج ۴، ص ۳۱۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿ولما جاءت رسلنا ابراهيم بالبشرى﴾ ﴿باسحق ويعقوب بعده﴾ ﴿قالوا انا مهلكوا اهل هذه القرية﴾ ﴿آى قرية لوط﴾ ﴿ان اهلها كانوا ظلمين﴾ ﴿٣١﴾ ﴿كافرين﴾ ﴿قال﴾ ﴿ابراهيم﴾ ﴿ان ليها لوطا قالوا﴾ ﴿آى الرسل﴾ ﴿نحن اعلم بمن فيها﴾ ﴿لننجينه﴾ ﴿بتخفيف والتشديد﴾ ﴿واهلك الا امراته ذك كانت من الغبرين﴾ ﴿٣٢﴾ ﴿الباقين فى العذاب﴾ ﴿ولما ان جاءت رسلنا لوطا سىء بهم﴾ ﴿حزن بسببهم﴾ ﴿وضاق بهم ذرعا﴾ ﴿صدرا لانهم حسان الوجوه فى صورة اضياف فخاف عليهم قومه فاعلموه بانهم رسل ربهم﴾ ﴿وقالوا لا تخف ولا تحزن﴾ ﴿انا منجوك﴾ ﴿بالتشديد والتخفيف﴾ ﴿واهلك الا امراتك كانت من الغبرين﴾ ﴿٣٣﴾ ﴿ونصب اهلك عطفاً على محل الكاف﴾ ﴿انا منزلون﴾ ﴿بالتشديد والتخفيف﴾ ﴿على اهل هذه القرية جزاء﴾ ﴿عذابنا﴾ ﴿من السماء بما﴾ ﴿بالفعل الذى﴾ ﴿كانوا يفسقون﴾ ﴿٣٤﴾ ﴿به آى بسبب فسقهم﴾ ﴿ولقد تركنا منها آية بينة﴾ ﴿ظاهرة هى آثار خرابها﴾ ﴿لقوم يعقلون﴾ ﴿٣٥﴾ ﴿يتدبرون﴾ ﴿و﴾ ﴿ارسلنا﴾ ﴿الى مدين اخاهم شعيبا﴾ ﴿فقال يقوم اعبدوا الله وارجوا اليوم الاخر﴾ ﴿اخشوه هو يوم القيمة﴾ ﴿ولا تعثوا فى الارض مفسدين﴾ ﴿٣٦﴾ ﴿حال مؤكدة لعمالها من عثى بفسر المثلثة افسد﴾ ﴿فكذبوه فاخذتهم الرجفة﴾ ﴿الزلزلة الشديدة﴾ ﴿فاصبحوا فى دارهم جثمين﴾ ﴿٣٧﴾ ﴿باركين على الركب متين﴾ ﴿و﴾ ﴿اهلكنا﴾ ﴿عادا وثمودا﴾ ﴿بالصرف وتركه بمعنى الحى والقبيلة﴾ ﴿وقد تبين لكم﴾ ﴿اهلاكهم﴾ ﴿من مسكنهم﴾ ﴿ف﴾ ﴿بالحجر واليمن﴾ ﴿وزين لهم الشيطان اعمالهم﴾ ﴿من الكفر والمعاصى﴾ ﴿فصدهم عن السبيل﴾ ﴿سبيل الحق﴾ ﴿وكانوا مستبصرين﴾ ﴿٣٨﴾ ﴿ذوى بصائر﴾ ﴿و﴾ ﴿اهلكنا﴾ ﴿قارون وفرعون وهامان ولقد جاءهم موسى﴾ ﴿من قبل﴾ ﴿بالبينت﴾ ﴿بالحجج الظاهرات﴾ ﴿فاستكبروا فى الارض وما كانوا سابقين﴾ ﴿٣٩﴾ ﴿فاتين عذابنا﴾ ﴿فكلا﴾ ﴿من المذكورين﴾ ﴿اخذنا بلذنه﴾ ﴿لمنهم من ارسلنا عليه حاصبا﴾ ﴿ريحا عاصفا فيها حصباء﴾ ﴿كقوم لوط﴾ ﴿ومنهم من اخذته الصيحة﴾ ﴿كشمود﴾ ﴿ومنهم من خسفنا به الارض﴾ ﴿كقارون﴾ ﴿ومنهم من اغرقنا﴾ ﴿كقوم نوح وفرعون وقومه﴾ ﴿وما كان الله ليظلمهم﴾ ﴿فيعذبهم بغير ذنب﴾ ﴿ولكن كانوا انفسهم يظلمون﴾ ﴿٤٠﴾ ﴿بارتكاب الذنب﴾ ﴿مثل الذين اتخذوا من دون الله اولياء﴾ ﴿آى اصناما يرجون نفعها﴾ ﴿كمثل العنكبوت﴾ ﴿لمن﴾ ﴿اتخذت بيتا﴾ ﴿لنفسها تاوى اليه﴾ ﴿وان اوهم﴾ ﴿أضعف﴾ ﴿البيوت لبيت العنكبوت﴾ ﴿ولف لازم﴾ ﴿لا يدفع عنها حرا ولا بردا كذا لك الاصنام لا تنفع عابديها﴾ ﴿لو كانوا يعلمون﴾ ﴿٤١﴾ ﴿ذلك ما عبدوها﴾ ﴿ان الله يعلم ما﴾ ﴿بمعنى الذى﴾ ﴿يدعون﴾ ﴿يعبدون بالياء والتاء﴾ ﴿من دونه﴾ ﴿غيره﴾ ﴿من شىء﴾ ﴿وهو العزيز﴾ ﴿فى ملكه﴾ ﴿الحكيم﴾ ﴿٤٢﴾ ﴿فى صنعه﴾ ﴿وتلك الامثال﴾ ﴿فى القران﴾ ﴿نضربها﴾ ﴿نجعلها﴾ ﴿للناس﴾ ﴿وما يعقلها﴾

﴿أَي يَفْقَهُمَا﴾ الا العالمون ﴿۳۳﴾ ﴿الْمُنْتَبِرُونَ﴾ ﴿خلق الله السموت والارض بالحق﴾ ﴿أَي مُحِقًا﴾ ان فی ذلك لایة ﴿ذَلَالَةٌ﴾ علی قدرته تعالیٰ ﴿لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿خُضُّوا بِالذِّكْرِ لَا تَهُمُّ الْمُتَنَبِّهُونَ بِهَا فِی الْإِيمَانِ بِخِلَافِ الْكَافِرِينَ﴾

﴿ترجمہ﴾

اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس معرودہ لے کر آئے (اسحق علیہ السلام کی ولادت کا اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی ولادت کا.....) بولے ہم ضرور اس شہر والوں (یعنی لوط علیہ السلام کے شہر والوں) کو ہلاک کریں گے بیشک اس کے بسنے والے ستمگار (یعنی کافر.....) ہیں کہا (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) اس میں تو لوط (رسل) ہیں بولے ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے ضرور ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے (لننجینہ فعل کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) مگر اس کی عورت کو وہ (عذاب میں) رہ جانے والوں میں سے ہے (الغابون بمعنی الباقین ہے) اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے اور ان کا آنا سے ناگوار ہوا (ان کے سبب آپ علیہ السلام تکلیف ہو گئے) اور ان کا دل تنگ ہوا (کیونکہ وہ فرشتے خوبصورت مہمانوں کی شکل آئے تھے، آپ علیہ السلام کو ان پر اپنی قوم کی دست درازی کا خوف ہوا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کو بتایا کہ وہ ان کے رب علیہ السلام کے فرشتے ہیں) اور انہوں نے کہا نہ ڈریئے اور نہ غم کیجیے بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے (منجوك میں منجوك مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) مگر آپ کی عورت وہ رہ جانے والوں میں ہے (اہلک میں ک ضمیر کے محل پر معطوف ہونے کے سبب منصوب ہے.....) بیشک ہم اتارنے والے ہیں (منزلون کو مشدد اور مخفف دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اس شہر والوں پر آسمان سے عذاب (درجزا بمعنی عذابا ہے) سبب اس (فعل کے) جو فسق وہ کیا کرتے تھے (یعنی ان کے فسق کے سبب) اور بیشک ہم نے اس سے ظاہر نشانی باقی رکھی (مراد اس سے ان کے مکانات ہیں، بینت بمعنی ظاہرات ہے) ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں (جو غرور تدبر کرتے ہیں) اور (ہم نے بھیجا) مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو تو اس نے فرمایا اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اور پچھلے دن کی امید کھو (یعنی اس سے ڈرو، مراد اس سے قیامت کا دن ہے) اور زمین میں فساد پھیلانے نہ پھرو (مفسدین اپنے عامل یعنی عشی کی وجہ سے موکد ہے، عشی تاہم سورہ کے ساتھ ہے بمعنی الفساد) تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شدید زلزلہ نے آیا..... (درجفہ کے معنی شدید زلزلہ ہے) تو صبح اپنے گھروں میں گھنٹوں کے بل مردہ پڑے رہ گئے (جشمین بمعنی ہالکین علی الركب میتین ہے) اور (ہم نے ہلاک فرمایا) عاد اور ثمود کو (لفظ ثمود ہو تو منصرف اور بمعنی الحی القبیلہ ہو تو غیر منصرف ہوگا) اور تم پر (ان کا ہلاک کیا جانا) ظاہر ہو چکا ان کی بستوں سے (جو مقام حجر اور یمن میں ہیں.....) اور شیطان نے ان کے اعمال (جسے کفر اور دیگر گناہ) ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے انہیں راہ (یعنی راہ حق) سے روکا اور انہیں سوچتا تھا (یعنی وہ دیکھنے والے تھے) اور (ہم نے ہلاک فرمادیا) قارون اور فرعون اور ہامان کو..... اور بیشک (ان کی ہلاکت سے پہلے) ان کے پاس موسیٰ نشانیاں (یعنی ظاہر دلائل) لے کر آیا تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور ہم سے نکل کر جانے والے نہ تھے (ہمارے عذاب سے بچنے والے نہیں تھے) تو سب کو (جو لوگ مذکور ہوئے ان سب کو) ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا تو ان میں سے کسی پر ہم نے پھراؤ بھیجا (تیز ہوا بھیجی جو پتھر لے کر آئی تھی جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر) اور ان میں سے کسی کو چنگھاڑنے آیا (جیسا کہ ثمود کو) اور ان میں سے کسی کو زمین میں دھنسا دیا (جیسا قارون کو) اور ان میں سے کسی کو ڈبو دیا (جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم اور فرعون کو) اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے (کہ بغیر گناہ ان پر عذاب فرمائے) ہاں وہ خود (گناہوں کا ارتکاب کرنے کے سبب) اپنی جانوں پر ظلم

کرتے تھے ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا اور مالک بنا لیے ہیں (یعنی بت گڑھ لئے، جن سے وہ نفع کی امید رکھتے ہیں) مٹوئی کی طرح ہے اس نے (اپنے لیے) جالے کا گھر بنایا (جس میں وہ ٹھکانہ کرتی ہے) اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مٹوئی کا گھر (جو نہ تو اس سے سردی کو دور کر سکتا ہے اور نہ گرمی کو..... کے..... اسی طرح بت بھی اپنے پوجنے والوں کو کچھ نفع نہیں دے سکتے) اگر وہ جانتے (اس بات کو، تو وہ ان کی پوجانہ کرتے) اللہ جانتا ہے جس کی اس کے سوا پوجا کرتے ہیں (یعلم ما میں ما بمعنی اللہ ہی ہے اور یدعون بمعنی یعبدون ہے، یدعون کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے نیز من دونہ بمعنی غیرہ ہے) اور وہی غالب ہے (اپنے ملک میں) اور حکیم ہے (اپنی صنعت میں) اور (قرآن پاک میں) یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے رکھتے ہیں اور نہیں سمجھتے مگر علم والے..... (جو تدبر کرتے ہیں، تضرعاً بمعنی نزعاً ہے اور یعقلها بمعنی يفهمها ہے) اللہ نے زمین اور آسمان بنائے حق کے ساتھ (یعنی اس حال میں کہ وہ حق ہیں) بے شک اس میں نشانی ہے (جو قدرت الہی پر دلالت کرتی ہے) مسلمانوں کے لیے (بالخصوص مومنین کا ذکر اس لیے فرمایا کیونکہ ایمان لانے والے ہی ان سے نفع اٹھاتے ہیں کفار نہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولما جاءت رسلنا ابرهيم بالبشرى قالوا انا مهلكوا اهل هذه القرية﴾

و: عاطفہ، لما بشریہ، جاءت رسلنا ابرهيم بالبشرى: فعل وقاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قالوا: قول، انا: حرف مشبہ واسم، مهلكوا: اسم فاعل باقاعل مضاف، اهل هذه القرية: مضاف الیہ مفعول، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ تولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان اهلها كانوا ظلمين﴾ قال ان فيها لوطا قالوا نحن اعلم بمن فيها﴾

ان اهلها: حرف مشبہ واسم، كانوا ظلمين: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قال قول، ان: حرف مشبہ، فيها: ظرف مستقر خبر مقدم، لوطا: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ تولیہ، قالوا قول، نحن: مبتدأ، اعلم: اسم تفضیل باقاعل، بمن فيها: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ تولیہ۔

﴿لننجينه واهله الا امراته كانت من الغبرين﴾

لام: قسمیہ، ننجينه: فعل باقاعل، ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اهلہ: مستثنیٰ منہ، الا: اداة استثناء، امراته: ذو الحال، كانت من الغبرين: جملہ فعلیہ حال، ملکر مستثنیٰ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ولما ان جاءت رسلنا لوطا سىء بهم وضاق بهم ذرعا﴾

و: عاطفہ، لما بشریہ، ان: زائدہ، جاءت رسلنا لوطا: جملہ فعلیہ شرط، سىء: فعل مجہول بانائب الفاعل، بهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ضاق: فعل "هو" ضمیر متمیز، ذرعا: تمیز، ملکر فاعل، بهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقالوا لا تخف ولا تحزن﴾

و: متانفہ، قالوا قول، لا تخف: فعل نہی باقاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تحزن: فعل نہی باقاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر تولیہ متانفہ۔

﴿انا منجوك واهلك الا امراتك كانت من الغبرين﴾

ان: حرف مشبہ واسم، منجس و اسم فاعل مضاف، ک: ضمیر مفعول مضاف الیہ، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اهلک: مستثنیٰ منہ، الا: بارادۃ استثناء، امراتک: ذوالحال، کانت من الغیرین: جملہ فعلیہ حال، ملکر مستثنیٰ، ملکر فعل محذوف "ننجی" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا منزلون علی اهل هذه القرية رجزا من السماء بما كانوا يفسقون﴾

انا: حرف مشبہ واسم، منزلون: اسم فاعل بافاعل، علی اهل هذه القرية: ظرف لغو، رجزا: موصوف، من السماء: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، بما كانوا يفسقون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و لقد تركنا منها اية بينة لقوم يعقلون﴾

و: عاطفہ، لام تسمیہ، قد بحقیقیہ، ترکنا: فعل بافاعل، منها: ظرف لغو، اية بينة: مفعول، لقوم يعقلون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿والى مدین اخاهم شعيبا فقال يقوم اعبدوا الله وارجوا اليوم الاخر ولا تعثوا فى الارض مفسدين﴾

و: عاطفہ، الی مدین: ظرف مستقر فعل محذوف "ارسلنا" کیلئے، اخاهم: مبدل منہ، شعيبا: بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قال قول، يقوم: نداء، اعبدوا الله: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ارجوا اليوم الاخر: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لا تعثوا: فعل نہی باو ضمیر ذوالحال، مفسدين: حال، ملکر فاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فكذبوه فاخذتهم الرجفة فاصبحوا فى دارهم جنميين﴾

ف: عاطفہ، کذبوه: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اخذتهم: فعل ومفعول، الرجفة: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اصبحوا: فعل ناقص بااسم، فی دارهم: ظرف لغو مقدم، جنميين: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وعادا وثمودا وقد تبين لكم من مسكنهم﴾

و: عاطفہ، عادا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ثمودا: معطوف، ملکر فعل محذوف "اهلکنا" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قد بحقیقیہ، تبين لكم: فعل بافاعل وظرف لغو، من مسكنهم: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وزين لهم الشيطان اعمالهم فصدهم عن السبيل وكانوا مستبصرين﴾

و: عاطفہ، زين لهم: فعل وظرف لغو، الشيطان: فاعل، اعمالهم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، صد: فعل بافاعل، هم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، كانوا مستبصرين: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، عن السبيل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقارون وفرعون وهامن ولقد جاءهم موسى بالبينت﴾

و: عاطفہ، قارون: معطوف علیہ، و: عاطفہ، فرعون وهامن: معطوفان، ملکر فعل محذوف "اهلکنا" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لام تسمیہ، جاءهم موسى بالبينت: فعل ومفعول وفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿فاستكبروا فى الارض وما كانوا سابقين﴾

ف: عاطفہ، استكبروا: فعل وضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ما: نافیہ، كانوا سابقين: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، فی الارض: ظرف

نحو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحہ، کلا: مفعول مقدم، اخذنا: فعل بافاعل، بدلہ: ظرف نحو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف "ان شئت ان تعرف مصیرہم" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿منہم ارسلنا علیہ حاصبا ومنہم من اخذتہ الصبحۃ﴾

ف: عاطفہ، منہم: ظرف مستقر خبر، مقدم، من: موصول، ارسلنا علیہ: فعل بافاعل و ظرف نحو، حاصبا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، منہم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: اخذتہ الصبحۃ: موصول صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومنہم من خسفنا بہ الارض ومنہم من اغرقنا﴾

و: عاطفہ، منہم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصول، خسفنا بہ الارض: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، منہم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: اغرقنا: موصول صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما کان اللہ لیظلمہم ولکن کانوا انفسہم یظلمون﴾

و: عاطفہ، ما تانیہ، کان اللہ: فعل ناقص و اسم، لام: جار، یظلم: فعل بافاعل، ہم: ذوالحال، و: حالیہ، لکن: مخففہ، کانوا: فعل ناقص با اسم، انفسہم یظلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا﴾

مثل: مضاف، الذین: موصول، اتخذوا: فعل بافاعل، من دون اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، اولیاء: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مبتدا، کاف: جار، مثل: مضاف، العنکبوت: ذوالحال، اتخذت بیتا: جملہ فعلیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان ارہن البیوت لیبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون﴾

و: عاطفہ، ان حرف مشبہ، ارہن البیوت: اسم، لام: تاکیدیہ، بیوت العنکبوت: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لو شرطیہ، کانوا یعلمون: جملہ فعلیہ جزا محذوف "لما عبدوہا" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان اللہ یعلم ما یدعون من دونہ من شیء وهو العزیز الحکیم﴾

ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، یعلم: فعل بافاعل، ما: موصول، یدعون: فعل بافاعل، من دونہ: ظرف مستقر حال، ذوالحال محذوف "ہم" کیلئے، ملکر مفعول، من شیء: ظرف نحو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ہو: مبتدا، العزیز الحکیم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العلمون﴾

و: عاطفہ، تلک: بدل منہ، الامثال: بدل، ملکر مبتدا، نضربہا: فعل بافاعل، ہا: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ما تانیہ، یعقلہا: فعل ومفعول، الا: اداة حصر، العالمون: فاعل ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، للناس: ظرف نحو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿خلق اللہ السموت والارض بالحق ان فی ذلک لایۃ للمؤمنین﴾

خلق اللہ: فعل و اسم جلال ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، السموت والارض: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایۃ: موصوف، للمؤمنین: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اعراض﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے فضائل و مناقب:

۱..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہیں جو کہ ہاجرہ قطیہ مصریہ کے نام سے مشہور ہیں، ان کے بعد اپنی چچا زاد بہن بی بی سارہ سے نکاح فرمایا جن سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے، ان کے بعد قنطورا بنت یقطن کنعانیہ سے پیدا ہوئے، ان کے لطن سے آپ کے چھ بچے ہوئے جن کے نام یہ ہیں، مدین، زمران، سورج، یقشان، یقطن اور ایک بچے کا نام نہیں بتایا گیا، ان کے بعد حنون بنت امین سے نکاح کیا جن سے پانچ بچے پیدا ہوئے، کیسان، سورج، امیم، لوطان، نانس۔ یہ ساری بحث امام ابو قاسم سہیلی نے اپنی کتاب "التعریف والاعلام" میں ذکر کی ہے۔

(البدایہ والنہایہ، باب ذکر اولاد ابراہیم، ج ۱، ص ۱۹۵)

اہل کتاب والسیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المقدس کے شہروں میں رہتے ہوئے بیس سال ہو گئے تو حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: بیشک مجھے میرے رب نے اولاد سے محروم رکھا ہے، آپ علیہ السلام میری باندی سے عمل تولید کر لیجئے، شاید اس کے ذریعے اللہ آپ علیہ السلام کو اولاد عطا فرمادے، جب حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بی بی ہاجرہ بہہ کر دی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ساتھ رات گزاری تو بی بی ہاجرہ حاملہ ہوئیں، جب سے انہیں حمل ہوا تھا وہ بی بی سارہ پر فخر کرنے لگی تھیں، بی بی سارہ کو ان پر رشک آتا تھا، انہوں نے اس کی شکایت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم ان کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ بی بی ہاجرہ ڈر کر فرار ہو گئیں، وہ ایک چشمہ کے پاس پہنچیں تو ایک فرشتہ نے کہا تم ڈرو نہیں، اللہ تم سے جو بچہ پیدا کرنے والا ہے اس میں بہت خیر ہے، اور ان کو واپس جانے کا حکم دیا اور ان کو یہ بشارت بھی دی کہ ان کے ہاں بیٹا ہوگا اور اس کا نام اسماعیل رکھنا، وہ لوگوں سے فتنے کو دور کریں گے، ان کا تمام لوگوں پر ہاتھ ہوگا اور تمام لوگ ان کی مدد کریں گے۔ وہ اپنے تمام بھائیوں کے ملکوں کے مالک ہو گئے۔ بی بی ہاجرہ نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور یہ بشارت سید عالم ﷺ پر مکمل ہوئی۔ کیونکہ آپ ﷺ ہی تمام بلاد عرب کے سردار ہیں۔ مشرق و مغرب تمام میں آپ کا دین پھیل گیا۔ اللہ نے آپ کو اتنے علوم نافذ اور اعمال صالحہ عطا کیے جو مخلوق میں کسی اور کو نہیں دیئے۔ بی بی ہاجرہ واپس ہوئیں، جن وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک چھیالیس ۵۶ سال تھی، حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے تیرہ سال بعد ہوئی، امام ابن سعد کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر پانچ ۹۰ سال تھی اور اس کے تیس سال بعد حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(الطبقات الکبری، ج ۱، ص ۴۱)، (البدایہ والنہایہ، باب ذکر مولد اسماعیل من ہاجرہ، ج ۱، ص ۱۷۱ وغیرہ)

حضرت اسحاق نے اپنے والد گرامی کی زندگی میں نکاح فرمایا، زوجہ محترمہ اولاد پیدا کرنے سے محروم کی گئیں تھیں، پھر جب ان کے لئے دعا فرمائی گئی تو وہ حاملہ ہوئیں، اور دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام العیص اور دوسرے کا نام یعقوب رکھا گیا۔ حضرت اسحاق نے اپنے بڑے صاحبزادے اور ان کی اہلیہ سے چھوٹے صاحبزادے سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ حضرت یعقوب جب اپنے والد گرامی کے بڑھاپے کی حالت میں شکار کو جایا کرتے تھے تو فرشتے آپ کے ساتھ معاون ہوتے اور اللہ آپ علیہ السلام سے کلام فرماتا، اللہ انہیں بشارتوں سے نوازتا کہ میں تمہیں عنقریب برکتوں سے نوازوں گا، تیری اولاد کثیر ہوگی، اور تیری قدرت میں سلطنت دوں گا اور تیرے بعد تیرے ماننے والوں کو بھی نوازوں گا۔ حضرت یعقوب کے پاس بہت سی بکریاں، چوپائے اور غلام باندیاں تھیں۔

(البدایہ والنہایہ، اسحق بن ابراہیم مع ذریعہ، الجزء الاول، ج ۱، ص ۲۱۵ وغیرہ)

لوطی عمل کرنے والا کافر ہے یا مومن:

۲..... معتزلہ کے نزدیک کبیرہ کا مرتکب نہ تو ایمان والا رہتا ہے اور نہ ہی کافر ہو جاتا ہے بلکہ ایمان و کفر کے مابین رہتا ہے

اور ان کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کبیرہ کا مرتکب داخل جہنم ہوگا۔ جب کہ اہل سنت و جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ حقیقی معنوں میں صاحب ایمان رہتا ہے نہ کہ مجازی اعتبار سے، اور ایمان یہ ہے کہ زبان سے اقرار اور دل سے اس کی تصدیق کی جائے اور جہاں تک اعمال کا تعلق ہے تو وہ ایمان کو درجہ کمال تک پہنچانے کے لئے ہوتے ہیں۔ (شرح فقہ الاکبر، مبحث: ان الکبیرۃ لا تخرج المؤمن عن الایمان، ص ۱۱۷)۔

احناف کے نزدیک لوطی عمل کرنے والے کو کوڑے لگائے جائیں یا قید کیا جائے، اور یہ کام مختلف قسم کے لوگوں کے ساتھ ان کے درجوں کے حساب سے کیا جائے۔ ایک درجہ علماء و سادات کا ہے، دوسرا درجہ زمیندار و تجارتی مالداروں کا ہے کہ ان پر دعویٰ کیا جائے اور دربار قاضی میں پیش کیا جائے، قاضی انہیں متنبہ کریگا کہ تم نے ایسا کیا ایسا نہ کرو، تیسرا درجہ متوسط لوگوں کا ہے یعنی بازاری لوگ ایسوں کے لئے قید ہے، چوتھا درجہ ذلیلوں اور کینوں کا ہے کہ انہیں مارا بھی جائے مگر جرم جب اس قابل ہو جب ہی یہ سزا ہے۔ اور کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے لگائے جاسکتے ہیں۔

(بہار شریعت، باب التعزیر، ج ۲، حصہ ۹، ص ۴۰۴)

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ جنت میں یہ فعل ہوگا یا نہیں؟ علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ اگر اس کی حرمت عقلاً و شرعاً ہے تو یہ فعل جنت میں نہیں ہوگا اور اگر اس کی حرمت فقط شرعاً ہو تو یہ فعل جنت میں ہو سکتا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ فعل جنت میں نہیں ہوگا کیونکہ اللہ نے اس کو نوح قرار دیا ہے چنانچہ فرمان باری ہے ﴿انکم لتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بہا من احدمن العلمین تم پیشک بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا﴾ (العنکبوت: ۲۸)۔ اللہ ﷻ نے اس فعل کو خبیث قرار دیا ہے اور فرمایا ﴿السی کانت تعمل النخبث جو قوم گندے کام کرتی تھی﴾ (الانبیاء: ۷۴)۔ جنت خبیث کاموں سے منزہ ہے۔

(فتح القدیر، کتاب الحدود، باب: ما یوجب الحد و مالا، ج ۵، ص ۲۵۰)

کیا حد نافذ ہونا قابل ملامت امر ہے؟

اللہ ﷻ کی ذات بے نیاز ہے، اور اس نے حدود کے نفاذ میں ہمارے لئے کوئی قباحت نہیں رکھی بلکہ اس میں زندگی رکھی ہے، اللہ نے فرمایا: ﴿ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے علممند و البقرۃ: ۱۷۹﴾ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو بحکم الہی رجم کیا گیا، الغرض قرآن و سنت میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جہاں حدود کا نافذ کیا جانا واضح طور پر ملتا ہے، آج بھی ہمارے معاشرے میں اس کا چلن عام ہو جائے تو معاشرے سے جرائم کی روک تھام ہو سکتی ہے۔

نحاشی کرنے والے مرد تھے پھر عورت کو غابریں میں کیوں شمار کیا؟

۳..... بُرائی کی طرف دعوت دینے والے کو بھی ایسا ہی کہا جاتا ہے جیسا کہ اس نے بُرائی کی ہو جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ: "الذال علی الخیر کفاعلہ یعنی خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ خیر کا انجام دینے والا"۔ یہ وہ خاتون تھی جس نے قوم کو حضرت لوط رضی اللہ عنہ کے مہمانوں کی اطلاع بُرائی کی غرض کے لئے دی تھی۔ پس اسی مناسبت سے اسے بھی عذاب والوں میں شمار کیا گیا۔

(الرازی، ج ۹، ص ۵۲)

قوم شعیب کے عذاب کا اجمالی خاکہ:

۴..... قوم شعیب میں یوں تو کئی بُرائیاں تھیں لیکن جس بُرائی کو قرآن نے کئی مقامات پر واضح طور بیان فرمایا وہ ناپ تول کی تھی، اسلامی طرز زندگی میں ناپ تول کی کمی گویا تباہی و بربادی کو دعوت دیتی ہے۔ حقدار کو حق سے محروم کرنا گویا کتاباً جرم ہے جس کی پاداش میں پوری قوم برباد ہوگئی۔ مزید رسوائی یہ کہ بربادی کا یہ جرم چاہے ایک خاص قوم و علاقے تک محدود نہ رہا اور نہ ہی کسی خاص وقت

تک محدود رہا بلکہ اللہ نے اسے قرآن میں جگہ جگہ بیان فرما کر قیامت تک کے آنے والوں کو درس عبرت دیا۔ ان کے عذاب کے لئے اللہ نے کہیں الرجفۃ اور کہیں الصبحۃ کا لفظ استعمال فرمایا کہ جبرائیل امین کی چنگھاڑ نے زلزلہ پیدا کر دیا جس کی وجہ سے وہ اپنے گھروں میں مردہ گھسٹوں کے بل پائے گئے۔

یمن و حجر میں مقیم عاد و ثمود پر عذاب کی کیفیت :

۵..... قوم عاد کی ہستی حضرموت یعنی یمن اور ثمود کی ہستی حجر، جسے آج کل مائن صالح کہتے ہیں، یہ علاقہ حجاز مقدس کے شمال میں ہے۔ اہل عرب اپنے علاقوں سے خوب واقف تھے۔ عاد و ثمود کے ہلاک کرنے کا بیان اگرچہ اہل مکہ کو ڈرانے سکا تاہم انہیں تنبیہ کر دی گئی کہ نامانے والوں کا انجام بہت بُرا ہوا کرتا ہے اور جب عذاب کا مجموعہ آئے گا تو پھر نہ مال کام آئے نہ عمدہ منصب، خوبصورتی اور ظاہری زیب و زینت سب ملیا میٹ ہو جایا کرتی ہے لہذا مختلف اقوام کے عذاب کا ذکر کر کے اہل مکہ کو بالخصوص اور تاقیامت قیامت تک کے لوگوں کو بالعموم دعوت ایمان دی گئی۔

ہامان اور فرعون سے پہلے قارون کا ذکر کرنے کی توجیہات :

۶..... قارون کا ذکر فرعون و ہامان سے پہلے ہوا اس لئے کہ قارون ان دونوں سے پہلے عذاب کا شکار ہوا، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس طرح قوم عاد و ثمود اگرچہ اہل بصیرت تھے شخص شیطان کے وسوسوں میں آکر گرفتار عذاب ہوئے اسی طرح قارون بھی اہل بصیرت تھا اور توریت کا عالم تھا لیکن ہوائے نفس و شیطان نے اسے برباد کر دیا۔ قارون بظاہر توریت پر ایمان لے آیا تھا اور توریت کا عالم بھی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھی تھا لہذا اس کا ذکر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا شرف مرتبہ شرک و کفر کے ساتھ کوئی قائمہ نہیں دے سکتا۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۰، ص ۴۸۷، روح البیان، ج ۵، ص ۵۹۷)

مکزی کے گھر کا بیان :

۷..... اللہ ﷻ کے سوا بتوں کو معبود برحق اور دوست بنانا ایسا ہی ہے جیسا کہ مکزی کا گھر، یعنی بتوں میں کوئی طاقت و قوت نہیں ہے اور ان کی کمزوری مکزی کے جالوں کی طرح ہے۔ ابوداؤد نے اپنی مراسل میں زید بن مرثد سے سید عالم ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا: ”مکزی شیطان ہے اور اللہ نے اسے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے لہذا تم مکزی کو مسخ کر ڈالو“۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے مارنا سنت نہیں ہے، خطیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”میں اور ابو بکر عار میں داخل ہوئے اور باہر مکزیوں نے جمع ہو کر جلالا بن دیا اور دشمنان اسلام نے انہیں نہیں ہٹا“۔ ابن عطیہ وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے: ”اپنے گھروں کو مکزی کے جالوں سے پاک کرو کیونکہ اس کی موجودگی میں فقر آتا ہے“۔ اور یہی قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح ترین قول ہے اور اسی میں گھروں کی صفائی سترائی ہے۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۰، ص ۴۸۹)

☆..... قتادہ کہتے ہیں، اللہ ﷻ نے ﴿ممثل الذين اتخذوا من دون الله اولياء كممثل العنكبوت﴾ (العنكبوت: ۲۵) کی مثال مشرکوں کے لئے دی ہے، معبود برحق کو چھوڑ کر کوئی کمزور چیز فائدہ نہیں دے سکتی جیسا کہ مکزی کا کمزور گھر ہوتا ہے۔

☆..... ابن ابی حاتم نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: مکزی نے دو مرتبہ جالا بنا، ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے اور دوسری مرتبہ میرے لئے۔“

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۲۷۸)

قرآنی امثلہ کو سمجھنے والے علماء ہی ہوتے ہیں :

۸..... عام لوگ جس کے دلوں میں ایمان کا نور نہ ہو وہ مکزی، چمچر، کبھی کی مثالوں کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ ہاں اگر ایمان کا

نور ہو تو علم بھی فائدہ دے گا جیسی تو فرمایا ﴿وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالَمُونَ﴾ اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے (العنکبوت: ۳۳)۔ یہی علماء قرآن کی صحت، حسن اور فوائد کو سمجھتے جانتے ہیں۔ عالم کا شیوہ ماننا اور قرآن وحدیث میں بہتر رائے دینا ہے جب کہ کور باطن کو محض اعتراض ہی سے فرصت نہیں ہوتی۔ مال و دولت کی وجہ سے جس کے علم میں اتار چڑھاؤ آتا رہے، جو بنام علم کسب شہرت کے لئے ایسا کرے عالم نہیں، عالم دین نائب رسول ﷺ ہے، اور مسلمانوں میں بلا وجہ شرعی اختلاف و فتنہ پیدا کرنا نایب شیطان ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "الفتنة نائمة لعن الله من ايقظها یعنی فتنہ سو رہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت"۔ پس قرآن انہی علماء کی مدح فرماتا ہے جو علم اور عمل دونوں سے مزین ہوں، جو علم دین کو مال کی کمائی کا ذریعہ نہ بنائیں، جس کے علم سے لوگوں کو فائدہ ملے، مال کمانے کے لئے بد مذہبوں اور اسلام دشمن گمراہوں، یہود و ہنود و نصاریٰ کے طریقے پر عمل نہ کریں کہ غریب کے لئے الگ فتویٰ اور امیر کیلئے الگ فتویٰ دے کر اپنی دنیا و آخرت برباد کر لیں۔

اغراض:

من عنى بكسر المثلثة: سے مراد باب تعب ہے، ایک قول کے مطابق باب قال سے ہے۔
ذوی بصائر: مراد وہ عقلاء ہیں جو نظر و بصیرت رکھتے ہوں، کیونکہ عقلاء تکبر و نادکی وجہ سے بُرائی نہیں کرتے۔
یسرجون نفعها: یعنی جو اللہ ﷻ کے سوا بتوں کو معبود بنا کر پوجتے ہیں وہ ان پر اعتماد رکھتے ہیں اور ان سے نفع حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جو اپنا گھر بناتی ہے، جو کہ اسے نہ تو گرمی، سردی، بارش اور کسی بھی اذیت سے نہیں بچا سکتا، اور مفسرین نے حضرات اولیائے کرام کو بتوں سے خارج قرار دیا ہے کیونکہ حضرات اولیائے کرام سے لوگ ازرائے تبرک و واسطہ ہوتے ہیں اور ان سے التجائیں کرتے ہیں اور اپنی اذیتوں کے دفع کے خواہاں رہتے ہیں، اور اس سے اسباب عادیہ مراد ہیں جو ان کے صدقے رحمتوں اور برکتوں کے حصول کا ذریعہ ہیں اور ان کے خلاف دلیل ہے جو ان اولیائے کرام کے ساتھ توکل کرنے کو شرک سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کذا لک الا صنم لا تنفع عابديها: جس طرح مکڑی کو اس کا گھر سردی گرمی سے نہیں بچاتا اسی طرح پجاریوں کو بت پوجنا نفع نہ دے گا، پس جو اللہ ﷻ کے سوا کسی سے نفع کی امید رکھے وہ اسے نفع نہ دے گی، اور جو اللہ ﷻ کی ذات سے امید رکھتے ہوئے کسی کمزور سے واسطے کو اپنائے جیسا کہ سید عالم ﷺ کے لئے غار کے دھانے پر مکڑی کا جال اتان دینا اور کیوتری کا انڈے دینا اگرچہ کمزور وسیلہ تھا لیکن کارگر ثابت ہوا۔

ما عبدوها: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ لو کا جواب محذوف ہے۔

ای يفهمها: یعنی ان مثالوں کی صحت و افادیت کو سمجھنا ضروری ہے۔

خصوص بالذکر: میں اس جانب اشارہ ہے کہ آسمان وزمین کی تخلیق ہر عاقل کے لئے دلیل ہے۔ (الصاوی، ج ۴، ص ۳۱۶ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

رکوع نمبر: ۱

﴿ اتل ما اوحى اليك من الكتاب ﴾ القرآن ﴿ واقم الصلوة ﴾ ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر ﴿ شرعا اى من شايها ذلك مادام المرء فيها ﴿ ولذكر الله اكبر ﴿ من غيره من الطاعات ﴿ واللہ يعلم ما تصنعون ﴿ ﴿ ۳۵ ﴾ ﴿ فَيَجَازِيكُمْ بِهِ ﴿ وَلَا تَجَادِلُوا اهل الكتاب الا بالتي ﴿ اى بالمجادلة التي ﴿ هي احسن ﴿ كالدعاء الى الله باياته والتبئيه على حجه ﴿ الا الذين ظلموا منهم ﴿ بان حاربوا وآبوا ان يُقَرَّوا بالجزية فجادلوهم بالسيف حتى يسلّموا أو يُعْطُوا الجزية ﴿ وقلوا ﴿ لَمَنْ قَبْلَ الْاِقْرَارِ بِالْجِزْيَةِ اِذَا اخْبَرْتُمْ بِشَيْءٍ مِمَّا فِي كُتُبِهِمْ ﴿ امانا بالذي انزل الينا وانزل اليكم ﴿ وَلَا تُصَدِّقُوهُمْ وَلَا تَكْذِبُوهُمْ فِي ذَلِكَ ﴿ والهنا والهكم واحد ونحن له مسلمون ﴿ ﴿ ۳۶ ﴾ ﴿ مُطِيعُونَ ﴿ وكذلك انزلنا اليك الكتاب ﴿ القرآن اى كما انزلنا اليهم التوراة وغيرها ﴿ فالذين اتينهم الكتاب ﴿ التوراة كعبد الله بن سلام وغيره ﴿ يومنون به ﴿ بالقرآن ﴿ ومن هؤلاء ﴿ اى اهل مكة ﴿ من يؤمن به وما يجحد بايتنا ﴿ بعد ظهورها ﴿ الا الكفرون ﴿ ﴿ ۳۷ ﴾ ﴿ اى اليهود وظهر لهم ان القرآن حق والجانى به مُحِقٌّ وَجَحَدُوا ذَلِكَ ﴿ وما كنت تتلوا من قبله ﴿ اى القرآن ﴿ من كتب ولا تخطه بيمينك اذا ﴿ اى لو كنت قارئاً كتابا ﴿ لارتاب ﴿ شك ﴿ المبطلون ﴿ ﴿ ۳۸ ﴾ ﴿ اى اليهود فيك وقالوا الذى فى التوراة انه ائسى لا يقرء ولا يكتب ﴿ بل هو ﴿ اى القرآن الذى جنت به ﴿ ايت ابينت فى صدور الذين اتوا العلم ﴿ المؤمنين يحفظونه ﴿ وما يجحد بايتنا الا الظلمون ﴿ ﴿ ۳۹ ﴾ ﴿ اليهود جحدوها بعد ظهورها لهم ﴿ وقالوا ﴿ اى كفار مكة ﴿ لولا ﴿ هلا ﴿ انزل عليه ﴿ على محمد ﴿ ايت من ربه ﴿ وفى قرآنة آيات كناقاة صالح وعصا موسى ومائدة عيسى ﴿ قل انما الايت عند الله ﴿ ينزلها كما يشاء ﴿ وانما انا نذير مبين ﴿ ﴿ ۴۰ ﴾ ﴿ مُظْهِرٌ اِنْدَارِي بالنار اهل المعصية ﴿ اولم يكفهم ﴿ فيما طلبوه ﴿ انا انزلنا عليك الكتاب ﴿ القرآن ﴿ يتلى عليهم ﴿ فهو آية مستمرة لا انقضاء لها بخلاف ما ذكر من الايات ﴿ ان فى ذلك ﴿ الكتاب ﴿ لرحمة وذكرى ﴿ عظة ﴿ لقوم يومنون ﴿ ﴿ ۴۱ ﴾ .

﴿ ترجمہ ﴾

اے محبوب پڑھو جو کتاب (مراد اس سے قرآن پاک ہے) تمہاری طرف وحی کی گئی اور نماز قائم فرماؤ بیشک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے (یعنی نماز کی شان یہ ہے کہ نمازی جب تک نماز میں ہوتا ہے بے حیائی اور بری بات سے بچا رہتا ہے.....) اور بیشک اللہ کا ذکر زیادہ بڑا (دوسری نیکیوں کے مقابلے میں) اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو (تو تمہیں ان کا بدلہ عطا فرمائے گا) اور اے مسلمانوں! کتابیوں سے نہ جھگڑو مگر اس (مجادلہ کے مطابق) جو بہتر ہو (جیسے انہیں اللہ کی آیات کی طرف بلانا اور انہیں انہی کے دلائل پر متنبہ کر دینا) مگر وہ جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا (یوں کہ مسلمانوں سے جنگ کی اور جزیہ دینے کا اقرار نہیں

کیا تو تلوار کے ساتھ ان سے لڑو، حتیٰ کہ وہ اسلام لے آئیں یا جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں..... ۲.....) اور کہو (ان سے جو چیز دینے کا اقرار کر لیں جب وہ اپنی کتابوں میں موجود کسی بات کی تمہیں خبر دیں تو) ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اترا اور تمہاری طرف اترا (خاص اس بات میں نہ اس کی تصدیق کرو اور نہ اس کی تکذیب) اور ہمارا تمہارا ایک معبود ہے اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں (یعنی ہم اس کے فرمانبردار ہیں) اور اے محبوب! یونہی تمہاری طرف کتاب اتاری (یعنی قرآن پاک اتارا جیسا کہ ہم نے ان پر تورات وغیرہ نازل فرمائی تھی) تو وہ جنہیں ہم نے کتاب (یعنی تورات شریف) عطا فرمائی (جیسے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ) وہ اس پر (یعنی قرآن پاک پر) ایمان لاتے ہیں اور کچھ ان میں سے (یعنی اہل مکہ میں سے) ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں کا (ان کے ظاہر ہو جانے کے بعد) انکار نہیں کرتے مگر کافر (یعنی یہودی ان پر ظاہر ہو چکا تھا کہ قرآن پاک اور اس کو لانے والے حق ہیں پھر بھی انہوں نے انکار کر دیا) اور اس سے (یعنی قرآن پاک سے) پہلے تم کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ سیکھتے تھے یوں ہوتا (یعنی اگر آپ کچھ اور پڑھے اور سیکھنے والے ہوتے) تو باطل والے (یعنی یہودی آپ ﷺ کے بارے میں) ضرور شک لاتے (اور کہتے کہ تورات شریف میں مذکور ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ امی ہونگے جو نہ پڑھیں گے اور نہ لکھیں گے..... ۳.....) بلکہ وہ (یعنی قرآن پاک جو میں لے کر آیا ہوں) روشن آیتیں ہیں ان (مسلمانوں) کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا (وہ اسے یاد کرتے ہیں) اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر ظالم (یعنی یہودی اور انہوں نے آیات کے ظاہر ہو جانے کے بعد ان کا انکار کیا) اور (کفار مکہ) بولے کیوں نہ اتریں کچھ نشانیاں ان پر ان کے رب کی طرف سے (حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دسترخوان کی طرح کی آیات، ایک قرائت میں مفرد "آیت" اور ایک قرائت میں بصیغہ جمع "آیات" پڑھا گیا ہے) تم (ان لوگوں سے) فرماؤ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں (جس طرف چاہتا نہیں نازل فرماتا ہے) اور میں تو یہی صاف ڈرسانے والا ہوں (میرا گناہ گاروں کو جہنم سے ڈرانا بالکل صاف اور واضح ہے) اور کیا یہ (کفار کو ان کے مطالبے کے جواب میں) انہیں بس نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اتاری (یعنی قرآن پاک نازل فرمایا) جو ان پر پڑھی جاتی ہے (یہ ایسی نشانی ہے جو باقی رہنے والی ہے اور یہ ختم نہ ہوگی، مذکورہ نشانوں کے برخلاف) بیشک اس میں (یعنی اس کتاب میں) رحمت اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لیے (ذکری کے معنی نصیحت ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اتل ما اوحی الیک من الکتب و اقم الصلوٰۃ﴾

اتل: فعل امر بافعل، ما: موصولہ، اوحی الیک: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من الکتب: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اقم: فعل امر بافعل، الصلوٰۃ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر ولد ذکر اللہ اکبر﴾

ان الصلوٰۃ: حرف مشبہ واسم، تنہی: فعل بافعل، عن: جار، الفحشاء: معطوف علیہ، و: عاطفہ، المنکر: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، ذکر اللہ مبتدأ، اکبر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾

و: عاطفہ، اللہ مبتدا، يعلم: فعل بافاعل، ما تصنعون: موصول صلہ، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَلَا تَجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ﴾

و: متاثرہ، لا تجادلوا: فعل نہی بافاعل، اهل الكتاب: مستثنیٰ منہ، الا بحرف استثناء، الذين: موصول، ظلموا منهم: جملہ فعلیہ صلہ، مکر مستثنیٰ، مکر مفعول، الا: اداة حصر، ب: جار، التي: موصول، ہی احسن: جملہ اسمیہ صلہ، مکر ”المجادلة“ محذوف کی صفت، مکر مجرور، مکر ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَقُولُوا إِنَّمَا الَّذِي نَزَّلَ إِلَيْنَا وَإِنزِلَ إِلَيْكُمْ وَالْهِنَا وَالْهَيْكَمُ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾

و: عاطفہ، قولوا: فعل امر بافاعل، مکر قول، امنا: فعل بافاعل، ب: جار، الذي: موصول، انزل الينا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انزل اليكم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، مکر صلہ، مکر مجرور، مکر ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الهنا والهيكم: معطوف علیہ معطوف، مکر مبتدا، واحد: خبر، مکر جملہ اسمیہ معطوف اول، و: عاطفہ، نحن: موصول، له مسلمون: شبہ جملہ خبر، مکر جملہ اسمیہ معطوف ثانی، مکر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ فَالَّذِينَ اٰتَيْنَهُمُ الْكِتٰبَ يَوْمَنُوْنَ بِهٖ﴾

و: عاطفہ، كذلك ظرف مستقر ”الانزال مصدر محذوف کی صفت، مکر مفعول مطلق مقدم، انزلنا: فعل بافاعل، اليك: ظرف لغو، الكتاب: مفعول، مکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، بالذين: موصول، اتينهم الكتاب: جملہ فعلیہ صلہ، مکر مبتدا، يومنون به: خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَمَنْ هُوَ لَمْ يَدْعُ إِلَى الْكُفْرِ﴾

و: عاطفہ، من هو لاء: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصول، يومنون به: جملہ فعلیہ صلہ، مکر مبتدا مؤخر، مکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما يجحد: فعل نفي، ايتنا: ظرف لغو، الا: اداة حصر، الكفرون: فاعل، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتٰبٍ وَلَا تَخْطَطِ بِيَمِينِكَ﴾

و: متاثرہ، ما: تانيہ، كنت: فعل ناقص باسم، تتلوا: فعل بافاعل، من قبله: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، كتب: ذوالحال، مکر مفعول، مکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تخطط: فعل نفي بافاعل ومفعول، يمينك: ظرف لغو، مکر معطوف، مکر خبر، مکر جملہ فعلیہ متاثرہ۔

﴿اِذَا لَارْتَابَ الْمَبْطُلُونَ﴾

اذا: حرف جواب وجزاء، لام: تاکیدیہ، ارتاب: فعل، المبطلون: فاعل، مکر جملہ فعلیہ شرط محذوف ”لو كان شيء من ذلك التلاوة والخط“ کیلئے جزاء، مکر جملہ شرطیہ۔

﴿بَلْ هُوَ آيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فِى صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اٰتَوْا الْعِلْمَ﴾

بل: عاطفہ، هو: مبتدا، آيات بينت: مرکب توصیفی خبر اول، فی: جار، صدور: مضاف، الذين اتوا العلم: موصول صلہ، مکر مضاف الیه، مکر مجرور، مکر ظرف مستقر خبر ثانی، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَمَا يَجْحَدُ بِآيٰتِنَا اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ﴾

و: متاثرہ، قالوا قول، لولا: بمعنی ”هلا“ حرف تفضیل، انزل علیہ: فعل مجهول و ظرف لغو، آیت نمبر، ۴۷ میں گزری ہو: متاثرہ، قالوا قول، لولا: بمعنی ”هلا“ حرف تفضیل، انزل علیہ: فعل مجهول و ظرف لغو، آیت: موصوف، من ربه: ظرف مستقر صفت، مکر نائب الفاعل، مکر جملہ فعلیہ مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿قل انما الایت عند الله وانما انا نذیر مبین﴾

قل: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، الایت: مبتداء، عند اللہ: ظرف متعلق بمحذوف، خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انما: حرف مشبہ وما کافہ، انا: مبتداء، نذیر مبین: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتب یتلی علیہم﴾

ہمزہ: حرف استفہام ہو، عاطفہ معطوف علی محذوف "اقصر محمد" لم یکفہم: فعل نفی و مفعول، انا: حرف مشبہ واسم، انزلنا علیک: فعل بافاعل و ظرف لفقو، الکتب: ذوالحال، یتلی علیہم: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر خبر، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لرحمة و ذکر لِقَوْمٍ یؤمنون﴾

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، رحمة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذکر: موصوف، لقوم یؤمنون: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے!

۱..... یقیناً نماز دلوں کی پاکیزگی و طہارت کا بہترین ذریعہ ہے، بُرائی سے نجات دلاتی ہے، انسان اس کے ذریعے اللہ ﷻ کا قرب حاصل کرتا ہے بلکہ قُرب کی وہ منازل طے کر لیتا ہے کہ قابلِ رشک بن جاتا ہے۔ حضرت سیدنا مجاہد فرماتے ہیں: "حضرت سیدنا صدیق اکبر ﷺ جب نماز میں قیام فرماتے تو خشوع و خضوع کی وجہ سے ایک سیدھی لکڑی کی مانند ہوتے۔"

(سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلوٰۃ، باب: ابواب الحشوع فی الصلوٰۃ، رقم: ۳۵۲۲، ج ۲، ص ۳۹۸)

☆..... حضرت سیدنا عبداللہ بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ﷺ کے چہرہ اقدس پر بہت زیادہ رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔ حضرت سیدنا انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ جب امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی ﷺ کو شہید کر دیا گیا تو آپ ﷺ کی زوجہ نے قاتلوں سے فرمایا: "تم نے اس کو شہید کر دیا جو ساری رات عبادت کرتا اور ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتا تھا۔ (الزهد للامام احمد بن حنبل، شعبہ بن عاصم بن عبیداللہ وزهد عثمان غنی برقم: ۶۷۳، ۸۷۰، ص ۱۳۶، ۱۵۳)

☆..... اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور تین صفوں کے پیچھے تک رونے کی آواز سنی۔

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الرقة والبكاء، رقم: ۴۱۶، ج ۳، ص ۲۵۳)

☆..... حضرت سیدنا عبدالرحمن جمعی فرماتے ہیں: "مجھے ایک بار مقام ابراہیم پر رات ہو گئی، میں عشاء کی نماز ادا کر کے وہاں پہنچا یہاں تک کہ میں اس میں کھڑا ہوا تو اتنے میں ایک شخص نے میرے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا، میں نے دیکھا تو وہ امیر المومنین عثمان غنی ﷺ تھے۔ کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے سورۃ فاتحہ سے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ پورا قرآن مجید ختم کر لیا پھر رکوع و سجود کر کے نماز ختم کر دی اور تشریف لے گئے، راوی کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ اس سے پہلے انہوں نے کچھ نماز پڑھی تھی یا نہیں۔

(الزهد لابن المبارک، باب: فضل ذکر اللہ، رقم: ۱۲۷۶، ص ۴۵۲)

☆..... حضرت سیدنا جعفر خالدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا حمید بغدادی کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا: "ہا"

لعل اللہ بک یعنی اللہ ﷻ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟“ جواب دیا: ”ارشادات ختم ہو گئے، عبادات مٹ گئیں، علوم فنا ہو گئے، احوال نہ رہے اور ہمیں فائدہ نہ دیا مگر ان رکعتوں نے جو ہم فجر کے وقت میں پڑھتے تھے بس بارگاہ خداوندی میں وہی کام آئیں۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلوٰۃ، رقم: ۳۲۵۶، ج ۲، ص ۱۷۲)

یہ تھیں ہمارے اسلاف کی نمازیں، آج عموماً نمازی حضرات بھی بے پناہ گناہوں میں لتھڑے ہوئے نظر آتے ہیں، اس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں: (۱)..... ہو سکتا ہے کہ نمازی نے طہارت کو صحیح خیال نہ کیا ہو، کیونکہ اکثر نمازی وضو میں بے احتیاطی کرتے نظر آتے ہیں بلکہ انہیں وضو کے فرائض ہی معلوم نہیں ہوتے۔ رکی طور پر وضو کرتے ہیں اور طہارت کے دیگر معاملات کا کیا حال ہوگا؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ کسی نوجوان، ایدیز عمر یا بوڑھے سے غسل جنابت کا طریقہ سن لیں تو معلوم ہو جائے گا۔ (۲)..... نماز کے فرائض، شرائط، واجبات و سنن و مستحبات کا علم عوام کو کیا بعض بظاہر مذہبی نظر آنے والوں کو بھی نہیں ہوتا، نماز کے فرائض ہی پورے نہ ہوتے ہوں، یا شرائط میں کوتاہی ہو یا واجبات چھوٹ جاتے ہوں تو پھر نماز کیسے درست ہوگی اس کا اندازہ بھی خوب لگایا جاسکتا ہے۔ (۳)..... قرآن درست نہ پڑھنا بھی نمازی کے لئے وبال بن سکتا ہے، الحمد کو الحمد پڑھیں، قل کو کُل پڑھیں تو معنی کا فساد لازم آئے اور جب معنی ہی فاسد ہو جاتے ہوں تو پھر نماز کہاں درست ہوئی؟ اور جب نماز درست ہی نہیں تو ایسی نماز بے حیائی سے کیسے بجائے گی۔ (۴)..... خشوع و خضوع سے فارغ ہونا، بعض نمازی اپنی دکانوں کا حساب نماز میں کرتے ہیں بلکہ ہر قسم کے دنیاوی تفکرات انہیں نماز ہی میں آتے ہیں۔ اخلاص کا دور دور تک نام و نشان نہیں، ریا کاری جان نہیں چھوڑتی اور بات کرتے ہیں کہ نماز ہمیں بے حیائی سے نہیں روک پارہی۔ (۵)..... حسن و قدادہ کا قول ہے کہ جو نماز انسان کو بے حیائی سے نہ روکے وہ اس نماز کے لئے وبال ہوگی۔

اہل کتاب سے مجادلہ کرنا:

۲..... سید عالم ﷺ کو خطاب ہے کہ اے محمد ﷺ! تم اور مومنین اہل کتاب سے بحث مباحثہ نہ کرو، مگر ایسے طریقے سے جو بہت عمدہ و شائستہ ہو۔ اللہ اور قرآن کی طرف بلانے کا طریقہ دلائل و براہین و شائستگی پر محمول ہو۔ یا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم ایسے طریقے سے مباحثہ کرو جو بہتر اور اچھا ہو یعنی شدت کے مقابلے میں نرمی، غصے و غضب کے مقابلے میں تحمل و برداشت اور شور و شغب کے مقابلے میں نصیحت اختیار کرو کیونکہ نصیحت مجادلہ و مباحثہ میں داخل نہیں ہے۔ جن یہود و نصاریٰ نے عہد توڑ کر یا جزیہ قبول نہ کر کے ظلم کیا تم ان سے اس وقت تک قتال کرو یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں یا وہ حقیر و ذلیل ہو کر جزیہ ادا کریں۔ سعید بن جبیر نے یونہی کہا ہے کہ اہل حرب کا استثناء کیا گیا ہے اور استثناء کے بعد باقی رہنے والے اہل ذمی ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حسین مباحثہ کا حکم جہاد کے حکم سے پہلے تھا کیونکہ یہ آیت مکی ہے۔

(المظہری، ج ۵، ص ۴۱۶)

ضروری مسئلہ: مسلمان پر ضرور ہے کہ کافروں کو اسلام کی دعوت دیں اگر دین حق کو قبول کر لیں زہے نصیب، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اگر تیری وجہ سے اللہ ایک شخص کو ہدایت فرمادے تو یہ اس سے بہتر ہے جس پر آفتاب نے طلوع کیا۔“ یعنی جہاں سے جہاں تک آفتاب طلوع کرتا ہے یہ سب تمہیں مل جائے، اس سے بہتر یہ ہے کہ تمہاری وجہ سے کسی کو ہدایت مل جائے اور اگر کافروں نے دین

حق کو قبول نہ کیا تو بادشاہ اسلام ان پر جزیہ مقرر کر دے کہ وہ ادا کرتے رہیں اور ایسے کافر کو ذمی کہتے ہیں اور جو اس سے بھی انکار کریں تو جہاد کا حکم ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الجہاد، مطلب: اذا علم انه يقتل بحوز له ان يقاتل بشرط، ج ۶، ص ۲۰۷، ملخصاً)

چتر مفید اصطلاحات:

جزیہ: وہ شرعی محصول جو اسلامی مملکت کافر سے ان کی جان و مال کے تحفظ کے بدلے میں وصول کرے۔ (بہار شریعت معرجه، جزیه کا بیان، حصہ نہم، ج ۲، ص ۴۸)

ذمی: وہ کافر جس کے جان و مال کی حفاظت کا بادشاہ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو۔ (بہار شریعت معرجه، ج ۲، ص ۲۱، درباب اصطلاحات)۔

مستامن: وہ شخص جو دوسرے ملک میں (جس میں غیر قوم کی سلطنت ہو) امان لیکر گیا یعنی حربی دارالاسلام میں یا مسلمان دارالکفر میں امان لیکر گیا تو مستامن ہے۔ (بہار شریعت معرجه، مستامن کا بیان، حصہ نہم، ج ۲، ص ۴۳)

سید عالم ﷺ کا اُمّی ہونا:

۳..... علامہ خازن فرماتے ہیں کہ النسبی معناه المخبر من انبأ نبیء وقیل هو بمعنی الرفیع مأخوذ من النبوة وهو المكان المرتفع یعنی نبی کے معنی ہیں خبر دینے والا یہ انبأ نبی سے مشتق ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ وہ رفیع یعنی بلند مرتبہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور النبوة سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد بلند جگہ ہے۔ (العازن، ج ۱، ص ۴۹)

دیگر مفسرین نے بھی یہی معنی لکھے ہیں ہم نے یہاں کچھ حوالے ذکر کر دیئے ہیں۔ ہم یہاں اُمّی کی مختصر بحث کریں گے اس لئے کہ ہم اول جلد میں نبی کے موضوع پر کلام کر چکے ہیں چنانچہ شیخ جر جانی فرماتے ہیں کہ اُمّی اسے کہتے ہیں جو قرأت (پڑھنا) اور لکھنا نہ جانے۔ (التعریفات، ص ۴۱)

☆..... صحیح حدیث میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”نحن امة امیة لا نکتب ولا نحسب یعنی ہم ایک اُمّی امت ہیں جو نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ حساب کر سکتے ہیں۔“

محققین نے لکھا ہے کہ نبی پاک ﷺ کا امی ہونا انکے بڑے معجزات میں سے ہے اور اس بات کا بھی بیان ہے کہ نبی پاک ﷺ ایک ایسی کتاب لائے ہیں جس کی فصاحت و بلاغت نے مخلوق کو عاجز کر دیا ہے۔ اور آپ ﷺ رات دن اس پاک کتاب کو لوگوں پر بغیر کسی زیادتی، نقصان اور رد و بدل کے پڑھتے تھے اور یہ (پڑھنا) آپ ﷺ کے معجزہ پر دلیل ہے اور اس سے مراد اللہ ﷻ کا یہ فرمان ﴿سنقرک فلا تنسی اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے﴾ (الاعلیٰ: ۶) ہے۔ ایک قول مفسرین نے یہ بھی کیا ہے کہ اگر سید عالم نور محمد ﷺ کتابت وغیرہ جانتے (مطلب یہ کہ حضور پر نور ﷺ تو سب کچھ جانتے ہیں یہاں بات حضور کے امی ہونے کے حوالے سے ہو رہی ہے) تو پھر حضور سید عالم نبی محمد ﷺ ایسا مبارک کلام لاتے جس میں تہمت وغیرہ کا احتمال ہوتا کہ انہوں نے اپنی جانب سے لکھ لیا ہے اور کہیں اور سے منقول کیا ہے اور پھر جب کہ آپ ﷺ امی ہوں اور پھر ایسا عظیم قرآن لائیں جس میں اولین و آخرین کا علم ہو اور وہی خبریں بھی مذکور ہوں تو یہ پڑھنا آپ ﷺ کے معجزہ پر دلیل بنتا ہے۔ اور اسی طرح کتابت کرنا انسان کو علم کے حصول کی جانب مشغول ہونے کو متعین کرتا ہے پھر سید عالم ﷺ کا ایسی مبارک شریعت اور آداب حسنہ کے ساتھ ہی علوم کثیرہ اور تحقیق

دقیقہ بغیر کسی کتاب کے مطالعے اور کسی جانب مشغول ہونے کے لانا آپ ﷺ کے معجزہ پر دلیل ہے۔ (العازن، ج ۲، ص ۲۰۷)

☆..... حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا ”جمعات کا دن کیسا تھا؟ وہ جمعات کا دن! پھر وہ رونے لگے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے سنگریزے بھیگ گئے“ پس میں نے کہا اے ابن عباس! ”جمعات کے دن میں کیا بات ہے؟“ انہوں نے کہا کہ اس دن رسول اللہ ﷺ کا درد زیادہ ہو گیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا، ”میرے پاس (کاغذ اور قلم) لاؤ، میں تمہیں ایک ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے“، پس صحابہ کرام میں اختلاف ہوا اور نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کے پاس اختلاف نہیں ہونا چاہئے تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، آپ ﷺ کا کیا حال ہے؟ کیا آپ ﷺ بیماری میں کچھ کہہ رہے ہیں؟ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ، رقم: ۴۴۳۱، ص ۷۰۴)

اغراض:

ما دام المرء فیہا: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے کہ جب تک بندہ نماز میں ہوتا ہے فحاشی سے بچا رہتا ہے اور ایک صحیح قول یہ ہے کہ تمام ہی اوقات میں بچا رہتا ہے، روایت کی جاتی ہے کہ ایک انصاری نوجوان سید عالم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا لیکن گناہ سے نہیں بچتا تھا، سید عالم ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو فرمایا: ”عنقریب اس کی نماز اسے بچائے گی، پھر وہ توبہ کر کے اعمال حسن بجالائے گا“۔ بعض سلف سے روایت ہے کہ پھر جب وہ نوجوان نماز ادا کرتا تو اس کا چہرہ زرد ہو جاتا، اس بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: ”بیشک میں اللہ کے حضور معاملات پر (اللہ کی عطا سے) واقف ہوں، اور میرا یہ حق دنیا کے سرداروں پر ہے تو بادشاہوں کے بادشاہ کے ساتھ میرا کیا تعلق ہوگا، اور اللہ کی نماز جب خشوع و خضوع سے خالی ہو تو بے حیائی و برائی بات سے منع نہیں کرتی، بلکہ بندہ اسی برائی میں بدستور لگا رہتا ہے، جیسا کہ وارد ہوتا ہے: ”جس نمازی کو نماز بے حیائی و برائی سے نہ روکے وہ نمازی اللہ سے دوری ہی میں آگے بڑھتا ہے“۔ بان حار ہوا: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ظلم سے مراد شریعت کی لازم کردہ چیز سے رکنا ہے، پس تمام کفار کو ظالم نہیں کہا جائے گا۔ او يعطوا الجزیة: یعنی جزیرہ دینا ان (کافروں پر اسلامی ملک میں ان کی جان و مال کی حفاظت کا) لازم قرار پایا۔ ای الیہود: فقط یہودی نہیں بلکہ نصاریٰ اور مشرکین بھی شامل ہیں، پس مناسب ہوتا کہ مفسر ﴿الکفرون﴾ کی تفسیر ”الیہود“ کے بجائے ”کالیہود“ سے کرتے۔

ای المؤمنین یحفظونہ: لفظاً و معنیاً مراد ہے، حدیث قدسی ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”ہم نے تیری امت کو قوموں میں تقسیم کر دیا اور ان کے دلوں کو ”اناجیل“ کی طرح کر دیا“، معنی یہ ہے کہ قرآن ان کے سینوں میں محفوظ رہتا ہے، جیسا کہ نصاریٰ کی کتاب ان کے ”اناجیل“ میں ہوتی ہے۔ نیز لہا کیف بشاء: یعنی نزول قرآن اللہ کے ارادے سے ہوتا ہے، اور اس میں کسی کو دخل اندازی کی اجازت نہیں ہوتی کیونکہ معجزہ عادتاً محال کام کو کہتے ہیں اور یہ اللہ کے فضل پر منحصر ہوتا ہے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۳۱۷ وغیرہ)

بخلاف ما ذکر من الآیات: پس معجزات کا ختم ہونا رسل کی موت کے ساتھ منحصر ہے۔

رکوع نمبر: ۲

﴿ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا ۚ ﴾ ﴿بصِدْقِي﴾ ﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ﴿وَمِنْدُ خَالِي وَ خَالِكُمْ﴾ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ﴾ ﴿وَهُوَ مَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ ﴿وَكَفَرُوا بِاللَّهِ﴾ ﴿مِنْكُمْ﴾ ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ ﴿۵۲﴾ ﴿فِي صَفْقَتِهِمْ حَيْثُ اشْتَرَوْا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ﴾ ﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ ﴿لَهُ﴾ ﴿لَجَاءَ هُمُ الْعَذَابُ﴾ ﴿عَاجِلًا﴾ ﴿وَلِيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ ﴿۵۳﴾ ﴿بِوَقْتِ آيَاتِهِ﴾ ﴿يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ﴾ ﴿فِي الدُّنْيَا﴾ ﴿وَإِنْ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ﴾ ﴿۵۴﴾ ﴿يَوْمَ يَغْشَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ﴾ ﴿وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ﴾ ﴿وَيَقُولُ﴾ ﴿فِيهِ﴾ ﴿بِالنُّونِ﴾ ﴿أَي نَامُرٌ﴾ ﴿بِالْقَوْلِ﴾ ﴿وَبِالْيَأْيِ﴾ ﴿أَي يَقُولُ﴾ ﴿الْمُوكَّلِ﴾ ﴿بِالْعَذَابِ﴾ ﴿ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ﴿۵۵﴾ ﴿أَي جَزَاءُهُ﴾ ﴿فَلَا تَقْوُتُونَا﴾ ﴿بِعِبَادِي﴾ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ﴿إِنْ أَرْضِي﴾ ﴿وَاسِعَةً﴾ ﴿فَايَايَ﴾ ﴿فَاعْبُدُون﴾ ﴿۵۶﴾ ﴿فِي أَيِّ أَرْضٍ تَيَسَّرَتْ﴾ ﴿فِيهَا﴾ ﴿الْعِبَادَةُ﴾ ﴿بِأَنَّ تَهَاجَرُوا﴾ ﴿إِلَيْهَا﴾ ﴿مِنْ أَرْضٍ﴾ ﴿لَمْ يَتَيَسَّرْ﴾ ﴿فِيهَا﴾ ﴿نَزَلَ﴾ ﴿فِي ضَعْفَاءٍ﴾ ﴿مُسْلِمِيٍّ﴾ ﴿مَكَّةَ﴾ ﴿كَأَنَّا فِي ضَيْقٍ﴾ ﴿مِنْ إِظْهَارِ الْإِسْلَامِ﴾ ﴿بِهَا﴾ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ﴿ثُمَّ لِيُنَّا تَرْجِعُونَ﴾ ﴿۵۷﴾ ﴿بِالنَّاءِ﴾ ﴿وَالْيَاءِ﴾ ﴿بَعْدَ الْبَعْثِ﴾ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ﴿لِنُبَوِّئَنَّهُمْ﴾ ﴿نَنزِيلَهُمْ﴾ ﴿وَفِي قِرَاءَةِ﴾ ﴿بِالْمَثَلَةِ﴾ ﴿بَعْدَ النَّونِ﴾ ﴿مِنَ النَّوِيءِ﴾ ﴿الْإِقَامَةَ﴾ ﴿وَتَعْدِيَّتَهُ﴾ ﴿إِلَى عُرْفٍ﴾ ﴿بِحَدْفٍ﴾ ﴿فِي﴾ ﴿مِنَ الْجَنَّةِ﴾ ﴿غُرَفًا﴾ ﴿تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا﴾ ﴿الْأَنْهَارُ﴾ ﴿خَالِدِينَ﴾ ﴿مُقَدَّرِينَ﴾ ﴿الْخُلُودَ﴾ ﴿فِيهَا﴾ ﴿نَعْمَ أَجْرَ الْعَمَلِينَ﴾ ﴿۵۸﴾ ﴿هَذَا﴾ ﴿الْأَجْرُ لَهُمْ﴾ ﴿الَّذِينَ صَبَرُوا﴾ ﴿عَلَىٰ﴾ ﴿أَذَى الْمُشْرِكِينَ﴾ ﴿وَالهِجْرَةَ﴾ ﴿لِإِظْهَارِ الدِّينِ﴾ ﴿وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ﴾ ﴿يَتَوَكَّلُونَ﴾ ﴿۵۹﴾ ﴿فَيَرْزُقُهُمْ﴾ ﴿مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُونَ﴾ ﴿وَكَأَيِّن﴾ ﴿كَمْ﴾ ﴿مِنْ دَابَّةٍ﴾ ﴿لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا﴾ ﴿صَلْفًا﴾ ﴿لِضَعْفِهَا﴾ ﴿اللَّهُ يَرْزُقُهَا﴾ ﴿وَأَيَّاكُمْ﴾ ﴿أَيُّهَا الْمُهَاجِرُونَ﴾ ﴿وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَكُمْ رِزْقٌ﴾ ﴿وَلَا نَفَقَةٌ﴾ ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ﴾ ﴿الْقَوْلُكُمْ﴾ ﴿الْعَلِيمُ﴾ ﴿۶۰﴾ ﴿بِضْمِيرِكُمْ﴾ ﴿وَلَنْ﴾ ﴿لَا مُمْسِكِينَ﴾ ﴿سَأَلْتَهُمْ﴾ ﴿أَيُّ الْكُفَّارِ﴾ ﴿مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ ﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ﴿لِيَقُولَنَّ اللَّهُ فَايَايَ يُؤْفِكُونَ﴾ ﴿۶۱﴾ ﴿يُصْرَفُونَ﴾ ﴿عَنْ تَوْجِيهِهِ﴾ ﴿بَعْدَ إِقْرَارِهِمْ﴾ ﴿بِذَلِكَ﴾ ﴿اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ﴾ ﴿يُوسِعُهُ﴾ ﴿لِمَنْ يَشَاءُ﴾ ﴿مِنْ عِبَادِهِ﴾ ﴿إِمْتِحَانًا﴾ ﴿وَيَقْدِرُ﴾ ﴿يُضِيقُ﴾ ﴿لَهُ﴾ ﴿بَعْدَ الْبَسْطِ﴾ ﴿أَوْ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ ﴿إِبْتِلَاءً﴾ ﴿إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ﴿۶۲﴾ ﴿وَمِنهُ مَحَلُّ الْبَسْطِ﴾ ﴿التَّضْيِيقِ﴾ ﴿وَلَنْ﴾ ﴿لَا مُمْسِكِينَ﴾ ﴿سَأَلْتَهُمْ﴾ ﴿مَنْ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ﴾ ﴿مَاءً فَاحِيَا بِهِ الْأَرْضَ﴾ ﴿مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا﴾ ﴿لِيَقُولَنَّ اللَّهُ﴾ ﴿فَكَيْفَ يُشْرِكُونَ﴾ ﴿بِهِ﴾ ﴿قُلْ﴾ ﴿لَهُمْ﴾ ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ ﴿عَلَى ثُبُوتِ الْحُجَّةِ عَلَيْكُمْ﴾ ﴿بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ ﴿۶۳﴾ ﴿تَنَاقُضُهُمْ﴾ ﴿فِي ذَالِكَ﴾

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ اللہ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان گواہ (میری صداقت.....) جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (من) جملہ ان امور میں میرا اور تمہارا حال بھی ہے) اور وہ جو باطل پر یقین لائے (باطل) سے مراد ہر وہ شے جسے اللہ کے سوا پوجا جائے) اور (تم سے جو) اللہ کے منکر ہوئے وہی (اپنے سوئے میں) گماتے ہیں (کہ انہوں نے ایمان کے بدلے کفر مول

لیا) اور تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور اگر ایک ٹھرائی ہوئی مدت نہ ہوتی (عذاب کے نازل ہونے کی نہ ہوتی) تو ضرور (دنیا میں) ان پر عذاب آجاتا اور ضروران پر اچانک آئے گا اور انہیں (اس عذاب کے وقت آجانے کا) شعور بھی نہ ہوگا تم سے (دنیا میں) عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور بیشک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو..... یعنی جس دن انہیں ڈھاپنے کا عذاب ان کے اوپر اور ان کے پاؤں کے نیچے سے اور فرمائے گا (یعقول علامت مضارع نون اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے پہلی صورت میں معنی ہوگا ہم یہ کہنے کا حکم دیں گے اور دوسری صورت میں معنی ہوگا عذاب پر مقرر کردہ فرشتہ کہے گا) چکھواپنے کئے کا مزا (یعنی اپنے اعمال کا بدلہ تم ہمارے قابو سے نہیں نکل سکتے) اے میرے بندوں! جو ایمان لائے بیشک میری زمین وسیع ہے تو میری ہی بندگی کرو (جس زمین میں بھی تمہارے لئے میری عبادت کرنا آسان ہو، یوں کہ جس جگہ میری عبادت کرنا دشوار ہو تم دوسری جگہ ہجرت کر جاؤ یہ آیت مبارکہ مکہ مکرمہ کے ان کمزور مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اس میں اسلام ظاہر کرنے کے سبب تنگی میں تھے..... یعنی.....) ہر جان کو موت کو مزا چکھنا ہے پھر (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے وقت) ہماری ہی طرف پھرو گے (سر جمعون علامت مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم انہیں جگہ دیں گے (ہم ان لوگوں کو اتاریں گے، ایک قرأت میں لنبلو نھم کی جگہ لنبو نھم پڑھا گیا ہے یہ ثواب مصدر سے ہے بمعنی اقامہ اور حرف جر فی کو حذف کر کے اسے غور فاکہ کی طرف متعدی کیا گیا ہے) جنت کے بالا خانوں میں..... یعنی..... جن کے نیچے نہریں بہتی ہوگی ہمیشہ ان میں رہیں گے (ان کے لیے ہمیشگی مقدر کر دی جائے گی) کیا ہی اچھا اجر ہے (یہ اجر) کام والوں کا (وہ) جنہوں نے صبر کیا (مشرکوں کی ایذا رسانیوں اور اظہار دین کے لیے ہجرت کرنے پر) اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں (پس وہ انہیں ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ ہوگا) اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں جو کہ (اپنی کمزوری کی وجہ سے) اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اللہ روزی دیتا ہے انہیں اور (اے ہجرت کرنے والوں) تمہیں (اگرچہ تمہارے ساتھ زاد راہ اور نان نقعہ نہ ہو) اور وہی سننے والا ہے (تمہارے اقوال) اور جاننے والا (تمہارے دلوں کے بھید) اور اگر (لسن میں لام قسمیہ ہے) تم ان سے (یعنی کفار سے) پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں لگائے سورج اور چاند تو ضرور کہیں گے اللہ نے تو کہاں اوندھے جاتے ہو (تو کیونکر اقرار کے بعد غیر کو اللہ ﷻ کا شریک بناتے ہو) اللہ کشادہ کرتا ہے (بیسط بمعنی یوسع ہے) رزق اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے (بطور آزمائش) اور تنگی فرماتا ہے (کشادگی کے بعد..... یعنی.....) اس کے لیے (جس کے لیے چاہے کشادہ کرنے کے بعد اس کو آزمانے کے لیے) بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے (اور منجملہ ان میں سے تنگی اور کشادہ کرنے کا عمل بھی ہے) اور اگر (لسن میں لام قسمیہ ہے) تم ان سے پوچھو کس نے اتارا آسمان سے پانی تو اس کے سبب زمین زندہ کر دی مرے پیچھے؟ ضرور کہیں گے اللہ نے (تو دوسرے کو اللہ ﷻ کا شریک کیونکر بناتے ہو) تم فرماؤ (ان لوگوں سے) سب خوبیاں اللہ کو (تمہارے خلاف دلیل ثابت ہو جانے پر) بلکہ ان میں اکثر عقل نہیں رکھتے (کہ وہ اپنی ہی باتوں میں تافض اور تضاد کلام میں مبتلا ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل كفى بالله بيني وبينكم شهيدا يعلم ما في السموات والارض﴾.

قل: قول، كفى: فعل، ب: زائد، الله بمبتدأ، بيني وبينكم: معطوف عليه، و: عاطفه، بينكم: معطوف، مكر ظرف مقدم، شهيدا بصفت مشبه بافاعل، مكر شبه جملہ ہو کر تميز، مكر ظرف الحال، يعلم ما في السموات والارض: جملہ فعلیہ حال، مكر فاعل، مكر جملہ فعلیہ ہو کر مقول، مكر جملہ قولیہ۔
﴿والذين امنوا بالباطل و كفروا بالله اولئك هم الخسرون﴾.

و: عاطفه، الذين: موصول، امنوا بالباطل: جملہ فعلیہ معطوف عليه، و: عاطفه، كفروا بالله: جملہ فعلیہ معطوف، مكر صله، مكر مبتدأ، اولئك: مبتدأ، هم الخسرون: جملہ اسمیہ خبر، مكر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مكر جملہ اسمیہ۔
﴿ويستعجلونك بالعذاب ولولا اجل مسمى لجاؤم العذاب﴾.

و: عاطفه، يستعجلونك: فعل بافاعل ومفعول، بالعذاب: ظرف لغو، مكر جملہ فعلیہ، و: عاطفه، لولا بشرط، اجل مسمى: مركب توصی "موجود" محذوف کیلئے مبتدأ، مكر شرط، لام: تاكیدیہ، جاءهم: فعل ومفعول، العذاب: فاعل، مكر جملہ فعلیہ جزاء، مكر جملہ شرطیہ۔
﴿ولياتينهم بغتة وهم لا يشعرون﴾.

و: عاطفه، لام: قسمیہ، ياتينهم: فعل "هو" ضمیر مستقر ذوالحال، بغتة: حال، مكر فاعل، هم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، هم: مبتدأ، لا يشعرون: جملہ فعلیہ خبر، مكر حال، مكر مفعول، مكر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، مكر جملہ قسمیہ۔
﴿يستعجلونك بالعذاب وان جهنم لمحيطة بالكافرين﴾.

يستعجلون: فعل واو ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ان جهنم: حرف مشبه واسم، لام: تاكیدیہ، محيطة بالكافرين: شبه جملہ خبر، مكر جملہ اسمیہ حال، مكر فاعل، ك: مفعول، بالعذاب: ظرف لغو، مكر جملہ فعلیہ۔

﴿يوم يغشهم العذاب من فوقهم ومن تحت ارجلهم ويقول ذوقوا ما كنتم تعملون﴾.

يوم: مضاف، يغشهم: فعل ومفعول، العذاب: ذوالحال، من فوقهم: جار مجرور معطوف عليه، و: عاطفه، من تحت ارجلهم: جار مجرور معطوف، مكر ظرف مستقر حال، مكر فاعل، مكر جملہ فعلیہ معطوف عليه، و: عاطفه، يقول يقول، ذوقوا: فعل امر بافاعل، ما كنتم تعملون: مفعول، مكر جملہ فعلیہ مقول، مكر جملہ قولیہ معطوف، مكر مضاف اليه، مكر ما قبل "محيطة" کیلئے ظرف واقع ہے۔

﴿يعبادى الذين امنوا ان ارضى واسعة﴾.

يا: حرف نداء قائم مقام ادعوا، عبادى: موصوف، الذين امنوا: موصول صله، مكر صفت، مكر منادى، مكر جملہ فعلیہ ہو کر نداء، ان ارضى: حرف شبه واسم، و: اسعة: خبر، مكر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، مكر جملہ نداء۔
﴿فاياى فاعبدون﴾.

ف: فصیحیہ، اياى: فعل محذوف "اعبدوا" کیلئے مفعول، مكر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف عليه، ف: عاطفه، فاعبدون: فعل امر بافاعل ومفعول، مكر جملہ فعلیہ معطوف، مكر شرط محذوف "ان ضاق بحكم موضع" کیلئے جزاء، مكر جملہ شرطیہ۔

﴿كل نفس ذائقة الموت ثم اليها ترجعون﴾.

كل نفس: مبتدأ، ذائقة الموت: خبر، مكر جملہ اسمیہ، ثم: عاطفه، اليها: ظرف لغو مقدم، وترجعون: فعل بافاعل، مكر جملہ فعلیہ۔

﴿والذين امنوا وعملوا الصلحت لنبوئهم من الجنة عرفا تجري من تحتها الانهر خلدین فيها﴾.

و: عاطفه، الذين: موصول، امنوا وعملوا الصلحت: جملہ فعلیہ صله، مكر مبتدأ، لام: قسمیہ، نبوئهم: فعل بافاعل "وهم" ضمیر

زوالحال، خلدین فیہا: شبہ جملہ حال، بلکہ مفعول اول، من الجنة: ظرف مستقر حال مقدم، عرفا: زوالحال، بلکہ موصوف، تجوی من تحتها الانہر: جملہ فعلیہ صفت، بلکہ مفعول ثانی، بلکہ جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، بلکہ جملہ قسمیہ ہو کر خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔ ﴿وَنِعْمَ اجْرُ الْعَمَلِينَ﴾ اللہ صبروا وعلی ربہم یتوکلون ﴿﴾۔

و: عاطفہ، نعم: فعل، اجسر العلمین: فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر مبتدا محذوف "اجسرہم" کیلئے خبر، بلکہ جملہ اسمیہ، اللہ صبروا: موصول صلہ، بلکہ فعل محذوف "امدح" کیلئے مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، علی ربہم: ظرف لغو مقدم، یتوکلون: فعل بافاعل، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿وَكَايِنٍ مِّنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ﴿﴾۔

و: متانفہ، کاین: بجز، من: جار، دابۃ موصوف، لا تحمل رزقہا: جملہ فعلیہ صفت، بلکہ مجرور، بلکہ ظرف مستقر تہیز، بلکہ مبتدا، اللہ: مبتدا، یرزق: فعل بافاعل، ہا: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ایاکم: معطوف، بلکہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر، بلکہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر، بلکہ جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ہو: مبتدا، السميع العليم: خبران، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿وَلئن سألنہم من خلق السموت والارض وسخر الشمس والقمر ليقولن اللہ﴾ ﴿﴾۔

و: متانفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، سألنہم: فعل بافاعل ومفعول، من: استفہامیہ مبتدا، خلق السموت والارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، سخر الشمس والقمر: جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ خبر، بلکہ مفعول ثانی، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لام: تاکیدیہ، یقولن: قول، اللہ: مبتدا محذوف "هو" کیلئے خبر، بلکہ جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، بلکہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، بلکہ جملہ قسمیہ۔

﴿فانی یوفکون﴾ ﴿﴾۔

ف: فصیحیہ، انی: اسم استفہام ظرف متعلق محذوف حال مقدم، یوفکون: فعل واو ضمیر زوالحال، بلکہ نائب الفاعل، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿اللہ یيسط الرزق لمن يشاء من عباده ويقدر له ان اللہ بكل شیء علیم﴾ ﴿﴾۔

اللہ: مبتدا، یيسط الرزق: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، من يشاء: موصول صلہ، بلکہ زوالحال، من عباده: ظرف مستقر حال، بلکہ مجرور، بلکہ ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، يقدر له: جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، بكل شیء علیم: شبہ جملہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿ولئن سألنہم من نزل من السماء ماء فاحیابہ الارض من بعد موتہا ليقولن اللہ﴾ ﴿﴾۔

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، سألنہم: فعل بافاعل ومفعول، من: استفہامیہ مبتدا، نزل من السماء ماء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، احیابہ الارض من بعد موتہا: جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ مفعول ثانی، بلکہ شرط، لام: تاکیدیہ، یقولن اللہ: جملہ قولیہ جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، بلکہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، بلکہ جملہ قسمیہ۔

﴿قل الحمد للہ بل اکثرہم لا یعقلون﴾ ﴿﴾۔

قل: قول، الحمد: مبتدا، اللہ: ظرف مستقر خبر، بلکہ جملہ اسمیہ مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ، بل: عاطفہ، اکثرہم: مبتدا، لا یعقلون: جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... وسیع مجنونک بالعذاب ☆ یہ آیت نصر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی جس نے سید عالم ﷺ سے کہا تھا کہ ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش کرائیے۔

☆..... یہادی الدین امنوا ☆ یہ آیت ضعیف مسلمان مکہ کے حق میں نازل ہوئی جنہیں وہاں رہ کر اسلام کے اظہار میں خطرے اور تکلیفیں تھیں اور نہایت تنگی میں تھے، انہیں حکم دیا گیا کہ میری بندگی تو ضرور ہے یہاں رہ کر نہ کر سکو تو مدینہ کو ہجرت کر جاؤ وہ وسیع ہے وہاں امن ہے۔

☆..... الدین صبروا علی دہم ☆ مکہ مکرمہ میں مومنین کو مشرکین شب و روز طرح طرح کی ایذائیں دیتے رہتے تھے، سید عالم ﷺ نے ان سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کو فرمایا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم مدینہ کو کیسے چلے جائیں نہ وہاں ہمارا گھرنہ مال کون ہمیں کھلائے گا؟ کون پلائے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ بہت جاندار ایسے ہیں جو اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اس کی انہیں قوت نہیں اور نہ وہ اگلے دن کے لئے کوئی چیز ذخیرہ جمع کرتے ہیں جیسے کہ بہائم اور، طیور ہیں۔

﴿تشریح تو ضیح و اعراض﴾

سید عالم ﷺ کی نبوت پر تفسیری دلائل:

۱..... علامہ خازن کہتے ہیں: لکن عباس نے فرمایا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ میں اس کا رسول ہوں اور قرآن مجید اس کی کتاب ہے اور تمہارے مجھے جھٹلانے پر بھی باخبر ہے، اور سید عالم ﷺ کے حوالے سے اللہ کی گواہی اس کے معجزات اور نازل کردہ کتاب قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے۔
علامہ نسفی فرماتے ہیں:

اللہ ﷻ اس بات پر گواہ ہے کہ میں نے اس کی رسالت کا پیغام پہنچا دیا، اور اس نے مجھ پر قرآن نازل فرمایا اور تم نے جھٹلایا۔
(المدارک، ج ۲، ص ۶۸۲)

امام فخر الدین رازی کہتے ہیں:

سید عالم ﷺ کی رسالت ظاہرہ اور معجزات باہرہ کی موجودگی میں عناد رکھنے والے اہل کتاب ایمان نہ لائے۔

(الرازی، ج ۸، ص ۶۶)

قاضی بیضاوی کہتے ہیں:

اللہ میری رسالت کی معجزات کے ذریعے تصدیق فرمانے کو کافی ہے، اور میری تبلیغ کو جانتا ہے جو میں نے تمہیں کی، اور میری نصیحت کے مقابلے میں تمہارے جھٹلانے اور سختی برتنے کو بھی جانتا ہے۔
(البیضاوی، ج ۳، ص ۴۰)

جہنم کہاں ہے؟

۲..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ”جہنم سبز رنگ کا سمندر ہوگا، اسی میں تارے ٹوٹ کر گریں گے، اسی میں سورج اور چاند ہونگے، پھر اسی میں آگ بھرا دی جائے گی تو یہی جہنم ہوگا۔“ حضرت یعلیٰ کہتے ہیں سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”

سمندر ہی جہنم ہوگا، ان سے کسی نے کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے فرمایا ﴿ان اعدلسا للظالمین سارا احاط بہم سوادقھا بیک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی﴾ (الکہف: ۲۹)۔ حضرت یعلیٰ نے اس کے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے میں اس میں کبھی نہیں داخل ہوں گا، حتیٰ کہ میں اللہ کے سامنے پیش کیا جاؤں اور جب تک میں اللہ کے سامنے پیش نہ کیا جاؤں مجھے اس آگ کے سمندر کا ایک قطرہ بھی نہیں پہنچے گا۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے، اور ابو یعلیٰ کی تفسیر بھی غریب ہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۵۱۲، الدر المنثور، ج ۵، ص ۲۸۵)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اس میں پھینکی جائے تو ستر برس میں بھی تہہ تک نہ پہنچے گی۔“

(سنن الترمذی، کتاب صفة جہنم، باب: ما جاء فی صفة قعر جہنم، رقم: ۲۵۸۴، ص ۷۴۱)

☆..... حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اگر انسان کے سر برابر گولا آسمان سے زمین کو پھینکا جائے تو رات آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا حالانکہ یہ پانچ سو برس کی راہ ہے۔“

(سنن الترمذی، کتاب صفة جہنم، باب: منہ، رقم: ۲۵۹۷، ص ۷۴۵)

امام بخاری کہتے ہیں کہ جہنم کس جگہ واقع ہے؟ اس کے متعلق کوئی صحیح روایت نہیں، البتہ جنت کے بارے میں صحیح روایت ہے کہ جنت ساتوں آسمانوں سے عرش کے نیچے ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب: درجات المجاہدین فی رقم: ۲۷۹۰، ص ۴۶۲)

ایمان و اعمال کی حفاظت کے لئے ہجرت کرنے کا ثبوت:

۳..... مسلمانوں پر اپنے دین و مذہب کی حفاظت لازم ہے، دینی حمیت اور غیرت سے کام لینا چاہیے، کافروں کے کفری کاموں سے الگ رہیں۔ ہمارے اسلاف نے دین کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ دیا، سید الانبیاء احمد مجتبیٰ ﷺ نے اللہ جل جلالہ کے حکم سے دین کی سر بلندی کے لئے شہر مکہ کو چھوڑ کر یثرب کو مدینہ بنا دیا، یار غار رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، طائف کا سفر ہو یا دیگر اسفار رسول ﷺ! سب دین ہی کی سر بلندی کے لئے ہوئے۔ سید عالم ﷺ سے براہ راست فیض لینے والے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آج روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری کا مزار ترکی استنبول میں ہے۔

انہوں نے صرف اپنا دین ہی نہیں بچایا بلکہ تاقیام قیامت تک کے لوگوں کا دین محفوظ رکھنے کے لئے ہجرتیں کیں ہیں۔ ہند میں ہر طرف کفر کا راج تھا لیکن شاہِ ہند (حضرت خواجہ معین الدین چشتی) نے اسے اسلام کا مضبوط قلعہ بنا دیا، دلی ہو یا اجیر نگر، بمبئی ہو یا پاکستان کی کیمٹری کی بھیا تک ویران وادیاں، ساحل سمندر پر پہاڑوں میں بنے مزار اپنے ابتدائی دور میں یقیناً ایسا آباد علاقہ نہ تھا۔ الغرض جہاں کہیں حضرات اولیائے کرام نے دین کی حفاظت کے لئے ہجرت کر کے اپنے نئے مسکن بنائے ان مسکن کو اللہ جل جلالہ نے اتنا آباد کر دیا کہ آج کلکشن کا نام سنتے ہیں تو عبداللہ شاہ غازی کا نام، کیمٹری کا نام سنتے ہی غائب شاہ بابا کا نام، پاک پٹن کا نام سن کر بابا فرید گنج شکر، اجیر نگر کا نام سن کر خواجہ غریب نواز، بمبئی کے نام سے حاجی علی کا مزار فائز الانوار ہمارے اذہان میں گھومنے لگتے ہیں۔

کوئی علاقہ کفر سے نکل کر اسلام کا قلعہ کب بنتا ہے؟ فتاویٰ شامی میں ہے کہ جو جگہ دار الحرب ہے اب وہ دار الاسلام اس وقت ہوگی کہ قبضہ میں آجائے اور وہاں احکام اسلام جاری ہو جائیں اور دار الاسلام اس وقت دار الحرب ہوگا جب کہ یہ تین باتیں پائی جائیں۔ (۱)..... کفر کے احکام جاری ہو جائیں اور اسلامی احکام بالکل روک لئے جائیں اور اگر دونوں احکام جاری

ہیں تو پھر دارالحرب نہ ہو۔ (۲)..... دارالحرب سے متصل ہو کہ اس کے اور دارالحرب کے درمیان کوئی اسلامی شہر نہ ہو۔ (۳)..... اس میں کوئی مسلمان یا ذمی امان اول پر باقی نہ ہو۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الجہاد، فصل فی استئمان الکافر، مطلب: ما تصیر بہ دارالاسلام، ج ۶، ص ۲۸۸)

جنت کے بالا خانوں کا بیان:

۴..... حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں فاصلہ ہے اور فردوس جنت کا سب سے بلند درجہ ہے اور اس سے جنت کی چار نہریں نکلتی ہیں اور اس کے اوپر اللہ کا عرش ہے، پس جب تم اللہ سے جنت کا سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔“

(سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب: ما جاء فی صفة درجات، رقم: ۲۵۳۹، ص ۷۲۹)

☆..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنت میں ایک بالا خانہ ہے اسکی ظاہری چیزیں اس کی باطنی چیزوں سے نظر آئیں گی اور اس کی باطنی چیزیں اس کی ظاہری چیزوں سے نظر آئیں گی۔ ایک اعرابی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بالا خانے کس کے لئے ہیں؟ جواب ارشاد فرمایا: ”یہ بالا خانے اس کے لئے ہیں جو ہمیشہ شیریں گفتگو کرے، کھانا کھائے، ہمیشہ روزہ رکھے، جب لوگ سوتے ہوئے ہوں

یہ رات کو اٹھ کر اللہ کے لئے نماز ادا کرے۔“ (سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب: ما جاء فی صفة غرف، رقم: ۲۵۲۷، ص ۷۲۸)

☆..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنتی لوگ اپنے اوپر بالا خانے کو اس طرح دیکھیں جس طرح تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کناروں کو دور سے ستاروں کی مانند چمکتا دیکھتے ہو، کیونکہ بعض کے درجات بعض سے زائد ہیں، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ انبیائے کرام کے درجات ہونگے؟ جن تک کوئی اور نہیں پہنچ سکے گا؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیوں نہیں! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔“

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب: ما جاء فی صفة الجنة، رقم: ۳۲۵۶، ص ۵۴۳)

ہر ایک اپنا رزق پاتا ہے:

۵..... اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾ اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو (سورہ: ۱۰: ۶۰) ﴿لَهُذا نَجْمُ قُرْآنٍ﴾ ہر انسان، چاہے حیوان، چرند و پرند، جن، الغرض تمام ذی روح اپنا رزق پاتے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا ترن نہیں بھرتا، انسان کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی کر دیں اگر ایسا نہ کر سکے تو تہائی کھانے کے لئے، تہائی پانی کے لئے اور تہائی سانس کے لئے ہو۔“ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب: القصد فی الاکل، رقم: ۳۳۴۹، ص ۵۶۳)۔ رزق کی کمی کا رونا رونے والے اپنے اعمال کی اصلاح کریں تو کبھی حرف شکایت نہیں لا سکتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ کھانا شیطان کے لئے حلال ہو جاتا ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب: آداب الطعم)

والشراب، رقم: (۵۱۵۳/۲۰۱۷، ص ۱۰۱۸)۔ ☆..... بی بی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ سید عالم ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے، روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا تو اس کو لے کر پوچھا اور کھا لیا اور فرمایا: ”عائشہ روٹی کا احترام کرو کہ یہ چیز جس قوم سے بھاگی ہے پھر واپس نہیں آتی۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب: النهی عن القاء الطعام، رقم: ۳۳۵۳، ص ۵۶۳)

اغراض:

ومنہ حالی و حالکم: تمام آسمان وزمین کے حالات جانتا ہے، اسی طرح میری اور تمہاری حالت کو بھی جانتا ہے۔
 حیث اشتروا الکفر بالایمان: یعنی کفر کو اختیار کیا اور ایمان کو چھوڑ دیا۔ ای جزائہ: سے مضاف حذف ہونے کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے۔ کانوا فی ضیق: اللہ ﷻ نے ان کے لئے حکم میں وسعت فرمادی، پس یہاں زمین کے وسیع ہونے سے لفظ ”واسعة“ کی عمومیت مراد ہے نہ کہ خصوصی سبب، پس جس کے لئے اپنے شہر میں عبادت بجالانا تنگی کرتا ہو وہ دوسرے شہر میں ہجرت کر جائے جہاں اس کے لئے عبادت بجالانا آسان ہو، پس اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون﴾ (الذاریات: ۵۶) سے مراد اسی جگہ میں عبادت کرنا ہے جہاں آسانی ہو، اور مرد دنیا میں وہ جگہیں ہیں جہاں انسان جائے مسکن اختیار کرتا ہے۔ هذا الاجر: یہاں اشارہ ہے کہ مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ لاظهار الدین: ہجرت کے متعلق ہے۔

فکیف یشرکون بہ: یعنی اقرار کرنے کے بعد شرک کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ (الصاوی، ج ۴، ص ۳۲۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿وما هذه الحیوة الدنیا الا لہو ولعب﴾ واما القرب فمن اواخر الاخرة لظہور ثمرتها فیہا ﴿وان الدار الاخرة لہی الحیوان﴾ وقل لا اثم ﴿بمعنی الحیوة﴾ لو كانوا یعلمون ﴿۶۳﴾ ﴿ذالک ما اثاروا الدنیا علیہا﴾ فاذا ركبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین ﴿ای الدعاء ای لا یدعون معہ غیرہ لانہم فی شدۃ ولا یكشفہا الا هو﴾ فلما نجہم الی البر اذا هم یشرکون ﴿۶۵﴾ ﴿بہ﴾ لیکفروا بما اتینہم ﴿من النعمۃ﴾ ولیتمتعوا ﴿۶۶﴾ ﴿باجتماعہم علی عبادۃ الاصنام﴾ و فی قرائۃ بسکون اللام امر تہدیدہ ﴿فسوف یعلمون﴾ ﴿۶۷﴾ ﴿عالیۃ ذالک﴾ اولم یروا ﴿یعلموا﴾ انا جعلنا ﴿بلذہم مکة﴾ حرما امناء ویتخطف الناس من حولہم ﴿قتلا و سبیا ذونہم﴾ ابا الباطل ﴿الصنم﴾ یومنون وبنعمۃ اللہ ینکفرون ﴿۶۷﴾ ﴿بإشراکہم﴾ ومن اظلم ﴿ای لا احد اظلم﴾ ممن افتری علی اللہ کذبا ﴿بان اشرك بہ﴾ او کذب بالحق ﴿النبی﴾ او الکتاب ﴿لما جاءہ﴾ الیس فی جہنم مثوی ﴿ماوی﴾ للکفرین ﴿۶۸﴾ ﴿ای فیہ ذالک و هو منہم﴾ والذین جاہدوا فینا ﴿فی حقیقتنا﴾ لنہدینہم سبلنا ﴿ای طرق السیر الینا﴾ وان اللہ لعم المحسنین ﴿۶۹﴾ ﴿المومنین بالنصر والقون﴾.

ترجمہ

اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود.....!..... (اور رہی عبادتیں تو چونکہ آخرت میں ان کا ثمرہ ظاہر ہوگا تو یہ عبادتیں امور آخرت میں سے ہیں) اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے (الحویوان بمعنی الحیاء ہے) اگر جانتے (اس بات کو تو دنیا کو آخرت

پر ترجیح نہ دیتے) پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اللہ کو پکارتے ہیں خالص اسی کو پکارتے ہیں (یعنی اس کے غیر کو اس کے ساتھ نہیں پکارتے کیونکہ وہ شدت تکلیف میں ہوتے ہیں اور تکالیف کو دور کرنے والی ذات اللہ ﷻ ہی کی ہے.....) پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے جیسی وہ (اس کے ساتھ) شرک کرنے لگتے ہیں کہ ناشکری کریں ہماری دی ہوئی (نعمت) کی اور برتیں (ملکر بتوں کی عبادت کر کے برت لیں یہ حکم بطور تہدید ہے، ایک قرائت میں "لیتمتعوا" لام ساکنہ کے ساتھ ہے) تو اب جاننا چاہتے ہیں (اس کا انجام) کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا (یعنی نہ جانا) کہ ہم نے (ان کے شہر مکہ مکرمہ کو) حرمت والی زمین پناہ بنائی اور ان کے آس پاس والے لوگ (ان کے لوگوں کے علاوہ) اچک لیے جاتے ہیں (قتل کر دیئے جاتے اور قیدی بنائے جاتے) تو کیا باطل (یعنی بتوں) پر ایمان لاتے ہیں اور (اللہ ﷻ کا شریک ٹھہرا کر) اللہ کی دی ہوئی نعمت سے ناشکری کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ظلم کون (یعنی کوئی نہیں) جو اللہ پر جھوٹ باندھے (اس کا شریک ٹھہرا کر) یا حق کو جھٹلائے (یعنی نبی ﷺ یا کتاب کو) جب وہ اس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں (یعنی جہنم کفار کا ٹھکانہ ہے اور یہ جھٹلانے والا کافر ہے، جہنمی ہے) اور جنہوں نے ہم میں (یعنی ہمارے حق میں) کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے (یعنی وہ راستے جن سے وہ ہمارے قرب کی طرف آئیں گے، یعنی اس کی مد و نصرت) محسنین (یعنی مومنین) کے ساتھ ہے۔

﴿قر گیب﴾

﴿وما هذه الحیوة الدنیا الا لہو ولعب وان الدار الاخرة لہی الحیوان﴾

و: عاطفہ، ما: تانیہ، هذه: مبدل منہ، الحیوة الدنیا: بدل، ملکر مبتداء، الا: اداۃ حصر، لہو: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لعب: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، الدار الاخرة: اسم، لام: تاکیدیہ، ہی: الحیوان: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لو كانوا یعلمون ۵ فاذا ركبوا فی الفلک عدوا للہ مخلصین لہ الدین﴾

لو: شرطیہ، كانوا یعلمون: جملہ فعلیہ جزا محذوف "ما اثر و الحیوة الدنیا" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ، ف: مبتداء، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ركبوا فی الفلک: فعل بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، عدوا: فعل واو ضمیر ذوالحال، مخلصین: اسم فاعل بافاعل، لہ: ظرف لغو، الدین: مفعول، ملکر مشبہ جملہ ہو کر حال، ملکر فاعل، اللہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما نجهم الی البر اذا هم یشرکون ۵﴾

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، نجهم: فعل بافاعل، الی البر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، اذا: فجائیہ، ہم: مبتداء، یشرکون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لیکفروا بما اتینہم ولیتمتعوا فسوف یعلمون ۵﴾

لیکفروا: فعل امر غائب لتہدید بافاعل، بما اتینہم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لیتمتعوا: فعل امر غائب لتعذیب بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، سوف: حرف استقبال، یعلمون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولم یروا انا جعلنا حرم ما امننا ویتخطف الناس من حولہم﴾

ہمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم یروا: فعل نفی بافاعل، انا: حرف مشبہ و اسم، جعلنا: فعل بافاعل، و: حالیہ، یتخطف الناس من حولہم: جملہ فعلیہ "بلدہم مکة" ذوالحال محذوف کیلئے حال، ملکر مفعول اول، حرم ما امننا: مرکب توصیفی مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، فعل محذوف "لقد جعلنا ہم امنین قادیین فی مکة ولم یعلموا ذلک" پر معطوف ہے۔

﴿الباہل یؤمنون وبنعمة اللہ یکفرون﴾

ہمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، ہا باہل: ظرف لہ مقدم، یؤمنون: فعل بافاعل، مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، بنعمة اللہ: ظرف لغو مقدم، یکفرون: فعل بافاعل، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن اظلم ممن الفتری علی اللہ کذبا او کذب بالحق لما جاءہ﴾

و: متعلقہ، من: استفہامیہ مبتدأ، اظلم: اسم تفضیل بافاعل، من: جار، من: موصولہ، الفتری علی اللہ کذبا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، کذب بالحق: فعل بافاعل و ظرف لغو، لما: ظرفیہ بمعنی حین مضاف، جاءہ: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مکر ظرف، مکر جملہ فعلیہ معطوف، مکر صلہ، مکر مجرور، مکر ظرف لغو، مکر شبہ جملہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿الیس لی جہنم مثوی للكفرین﴾

ہمزہ: حرف استفہام، لیس: فعل ناقص، لی جہنم: ظرف مستقر خبر مقدم، مثوی: موصوف، لکفرین: ظرف مستقر صفت، مکر اسم، مؤخر، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وان اللہ لعم المحسنین﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، جاہدوا فینا: جملہ فعلیہ صلہ، مکر مبتدأ، لام: قسمیہ، لنہدینہم سبلنا: فعل بافاعل و مفعول اول و مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، مکر جملہ قسمیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان اللہ: حرف شبہ و اسم، لام: تاکید، مع المحسنین: ظرف متعلق بمحذوف خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

لہو لعب کے معانی احادیث کے تناظر میں:

۱..... جس کام میں انسان اس قدر مشغول ہو جائے کہ اس کام کے علاوہ دوسرے کام سے غافل ہو جائے تو اس کام کو لہو و لعب کہتے ہیں۔

(النهاية، ج ۴، ص ۲۴۲)

بعض کھیل ایسے ہیں جس کی وجہ سے انسان اپنے جسم کو توانا، طاقتور اور چاق چو بند رکھتا ہے، ایسے کھیل یقیناً جائز ہی ہیں اور ان سے مقصود یہی ہو کہ اللہ کی عبادت پر قوت حاصل کرنے کے لئے اپنے جسم کو طاقتور بنانے کی غرض مطلوب ہے تو نہ صرف جائز بلکہ کار خیر اور باعث اجر و ثواب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”بیشک اللہ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے: (۱) تیر کا بنانے والا جو اس کو خیر اور طلب ثواب کے لئے بناتا ہو، (۲) تیر پھینکنے والا، (۳) اس کی امداد کرنے والا، تم تیر اندازی کرو اور سواری کرو، اور تیر اندازی کرنا سواری کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے، ہر وہ چیز جس سے مسلمان لہو کرتا ہے (یعنی کھیلتا ہے) وہ باطل ہے۔ ماسوا اس کا کمان سے تیر پھینکنا، اپنے گھوڑے کو تربیت دینا اور زوجہ سے ملاجعت کرنا۔“ (سنن الترمذی، کتاب فضائل الجہاد عن رسول اللہ ﷺ، باب: ما جاء فی فضل الرمی، رقم: ۱۶۴۳، ص ۵۰۲)

☆..... حضرت ابو موسی ؓ نے کہا کہ جو شخص کسی کھیل کے مہروں (مثلاً لوڈ و کی گوٹوں) کے ساتھ کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔“ (سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب: نہی عن اللعاب، رقم: ۴۹۳۸، ص ۹۲۳)

☆..... سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”جس نے زرد شیر کھیلا گویا سوز کے گوشت و خون میں اپنا ہاتھ ڈال دیا۔“

(صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب: تحریم اللعاب بالنرد شیر، رقم (۵۷۸۹)/۲۲۶۰، ص ۱۳۲)

☆..... ویلی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اصحاب شاہ جہنم میں ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ میں نے تیرے بادشاہ کو مار ڈالا“، مراد اس سے شطرنج کھیلنے والے ہیں جو بادشاہ پر شہ دیا کرتے ہیں اور مات کرتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب اللہو، رقم: ۴۰۶۴۷، ج ۸، ص ۹۵)

☆..... ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے چوپایوں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الجہاد، باب: ما جاء فی کراهیة التحریش بین البہائم، رقم: ۱۷۱۴، ص ۵۱۹)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دوا وازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، نغمہ کے وقت باجے کی آواز اور مصیبت کے وقت رونے کی آواز“۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب: فی النوع، رقم: ۴۰۱۷، ج ۳، ص ۷۵)

☆..... ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے گانے باجے سے، گانا سننے سے، غیبت سے، چغلی سے، چغلی سننے سے منع فرمایا۔

(کنز العمال، کتاب اللہو، رقم: ۴۰۶۵۵، ج ۸، ص ۹۵)

چند مسائل:

مسئلہ نمبر ۱: گچھہ (تاش کی طرح کھیلے جانے والا ایک کھیل)، پوسر (ایک قسم کا جوا، نزد شیر)، کھیلنا ناجائز ہے، شطرنج کا بھی یہی حکم ہے، ایسی طرح لہو و لعب کی جتنی قسمیں ہیں سب باطل ہیں، صرف تین قسم کے لہو کی حدیث میں اجازت ہے، بی بی سے ملا بعت کرنا، گھوڑے کی سواری، تیر اندازی کرنا۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظرو الاباحہ، باب: الاستبراء وغیرہ، فصل فی البیع، ج ۹، ص ۵۶۵)

مسئلہ نمبر ۲: ناچنا، تالی، بجانا، ستارہ، ایک تارہ، دو تارہ، ہارمونیم، چنگ، طنبورہ، بجانا، اسی طرح دوسرے قسم کے باجے سب ناجائز ہیں۔

(المرجع السابق)

سفر کی سنتیں و آداب:

۲..... ﴿سبحان الذی سخر لنا هذا وما كنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون﴾ پاکی ہے اُسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے قابو میں نہ تھی (الزخرف: ۱۴) ﴿

☆..... کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ غزوہ تبوک کو پنجشنبہ یعنی جمعرات کے دن روانہ ہوئے اور جمعرات کو سفر اختیار کرنا سید عالم ﷺ کو پسند تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب: من اراد غزوة، رقم: ۲۹۵۰، ص ۴۸۸)

☆..... ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تنہائی کی خرابیوں کو جو کچھ میں جانتا ہوں اگر دوسرے جانتے تو کوئی سواری میں تنہا نہ جاتا“۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب: السیر وحده، رقم: ۲۹۹۸، ص ۴۹۵)

☆..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب سفر میں تین شخص ہوں تو ایک کو امیر یعنی سردار بنا لیں“۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب: فی القوم یسافرون یومرون، رقم: ۲۶۰۸، ص ۴۸۷)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”سفر عذاب کا ٹکڑا ہے، سونا اور کھانا پینا سب کو روک دیتا ہے، لہذا جب کام پورا کر لے جلدی گھر کو واپس ہو“۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب السفر قطعۃ من العذاب، رقم: ۴۸۵۴/۱۹۲۷، ص ۹۷۱)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”رات میں چلنے کو لازم کر لو کیونکہ رات میں زمین لپیٹ دی جاتی ہے یعنی رات میں راستہ جلد طے ہوتا ہے۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب: فی الدجلۃ، رقم: ۲۵۷۱، ص ۴۸۱)

☆..... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی سفر سے واپس آئے تو گھر والوں کے لئے کچھ

ہدیہ لائے اگرچہ جمہولی میں پھر ہی ڈال لائے۔“

(کنز العمال، کتاب السفر، رقم: ۱۷۵۰۲، ج ۳، ص ۲۰۱)

☆..... کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے دن میں چاشت کے وقت تشریف لاتے، تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر لوگوں کے لئے مسجد میں بیٹھ جاتے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب: استحباب رکعتین فی المسجد، رقم: (۱۰۴۳)/۷۱۶، ص ۳۲۹)

چند مسائل:

مسئلہ نمبر ۱: عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے تین دن یا زائد سفر کرنا جائز نہیں اور تین دن سے کم سفر اگر کسی مرد صالح یا بچہ کے ساتھ کرے تو جائز ہے، باندی کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب: الاستبراء، فصل فی البیع، ج ۲، ص ۵۵۹)

مسئلہ نمبر ۲: جہاد کے سوا کسی کام کے لئے سفر کرنا چاہتا ہے مثلاً تجارت یا حج یا عمرہ کے لئے سفر کرنا چاہتا ہے اس کے لئے والدین کی اجازت حاصل کرے، اگر والدین سفر سے منع کریں اور اس کو اندیشہ ہو کہ میرے جانے کے بعد ان کی کوئی خیر گیری نہ کرے گا اور اس کے پاس اتنا مال بھی نہیں ہے کہ والدین کو بھی دے اور سفر کے مصارف بھی پورے کرے، ایسی صورت میں بغیر اجازت والدین سفر کو نہ جائے اور اگر والدین محتاج نہ ہوں، ان کا نفقہ اولاد کے ذمہ نہ ہو مگر وہ سفر خطرناک ہے، ہلاکت کا اندیشہ ہے جب بھی بغیر اجازت سفر نہ کرے اور ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو تو بغیر اجازت سفر کر سکتا ہے۔ بغیر اجازت والدین علم دین پڑھنے کے لئے سفر کیا اس میں حرج نہیں اور اس کو والدین کی نافرمانی نہیں کہا جائے گا۔ (الہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب السادس والعشرون فی الرجل یخرج الی السفر وینمعه ابواہ، ج ۵، ص ۴۴۵)

اغراض:

واما القرب: جیسا کہ توحید، ذکر اور عبادت۔ بمعنی الحیاء: مراد انکی حیات ہے جس میں زوال نامی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

ما آثروا الدنیا علیہا: ”لو“ کا جواب ہے، یعنی دنیاوی لذتوں کو آخرت پر مقدم رکھتے تھے۔

امر تہدید: دونوں فعل (لیکفرو اور لیتمتعوا) میں تہدید حکم ہے اور وعید کا ترتب بھی انہیں پر ہے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۳۲۲)

ای لا احد: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے استفہام انکاری مراد ہے۔

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

توبہ کا دروازہ

یہ وہ نشانی ہے جو قیامت قائم ہونے سے کچھ پہلے ظاہر ہوگی، سورج کا مغرب سے طلوع ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، اس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔ حضرت سفوان بن عسال روایت کرتے ہیں: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہوگا، اس دروازے کی لمبائی ستر سال کی راہ ہے اور جب تک سورج مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا یہ دروازہ کھلا رہے گا، اور جیسا ہی سورج مغرب سے طلوع ہوا، اب توبہ کرنا فائدہ نہ دے گا۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب: طلوع الشمس من مغربہا، رقم: ۴۰۷۰، ص ۶۷۲)۔

سورة الروم مکیة وهی ستون او تسع وخمسون آية

سورة الروم کی ہے اور اس میں ۵۶ یا ۵۹ آیات ہیں

تعارف سورة الروم

یہ سورت ۸۱۹ کلمات، چھ رکوع اور ۳۵۳ حروف کا مجموعہ ہے، روم کی ہار کے بارے میں ابتدائی طور پر ذکر پایا جاتا ہے جسے ہم نے حاشیہ نمبر ۱ میں ذکر کیا ہے ساتھ ہی شان نزول کے تحت بھی کلام کیا ہے۔ تاہم مزید جو موضوعات ہیں وہ یہ ہیں کہ انسان اپنی ظاہری جاہ و حشمت پر اتنا مغرور ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے اعمال بد کے نتائج کی بھی فکر نہیں کرتا اور یہی سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہی حسن و شباب، مال و دولت اور نعمتوں میں پلتا رہے گا اُسے کبھی زوال کا منہ نہ دیکھنا پڑے گا، انسان کو خوابِ غفلت سے جگانے کے لئے اللہ ﷻ نے جو نظام حیات اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے بھیجا اسی کو نظامِ فطرت کہتے ہیں، جس میں یہ باور کرایا گیا ہے کہ دین اسلام عین فطری تقاضوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، اور یہ کسی انسان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہرگز نہیں بنتا، لیکن اسے وہی تسلیم کرے گا جو دل سے مسلمان ہے ورنہ اسی دین کو انتہاء پسندی اور رجعت پسندی اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھنے والے لوگ ہر دور میں دیکھے جاتے ہیں۔ اس سورت میں مختلف مقامات پر اللہ ﷻ کی قدرت اور حکمت کی روشن دلیلیں ذکر کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ وہی خدا ہے جو ان صفات کمال سے متصف ہے، اس کے علاوہ سب عاجز ہیں۔

رکوع نمبر: ۴

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿الم (۱)﴾ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ ﴿غلبت الروم (۲)﴾ وَهُمْ أَهْلُ كِتَابٍ غَلَبَتْهَا فَارِسٌ وَلَيْسُوا أَهْلُ كِتَابٍ بَلْ يَعْبُدُونَ الْآوْثَانَ فَفَرِحَ كُفَّارُ مَكَّةَ بِذَلِكَ وَقَالُوا لِلْمُسْلِمِينَ نَحْنُ نَغْلِبُكُمْ كَمَا غَلَبَتْ فَارِسُ الرُّومِ ﴿في ادنى الارض﴾ أَي أَقْرَبَ أَرْضِ الرُّومِ إِلَى فَارِسَ بِالْجَزِيرَةِ التَّقَى فِيهَا الْجَيْشَانِ وَالْبَادِي بِالْغَزْوِ الْفَرَسِ ﴿وهم﴾ أَيِ الرُّومِ ﴿من﴾ بعد غلبهم ﴿أُضِيفَ الْمَصْدَرُ إِلَى الْمَفْعُولِ أَيِ غَلَبَةُ فَارِسِ إِيَّاهُمْ﴾ سَيَغْلِبُونَ ﴿(۳)﴾ فَارِسٌ ﴿في بضع سنين﴾ هُوَ مَا بَيْنَ الثَّلَاثِ إِلَى التَّسْعِ أَوْ الْعَشْرِ فَالتَّقَى الْجَيْشَانِ فِي السَّنَةِ السَّابِعَةِ مِنَ الْإِلْتِقَاءِ الْأَوَّلِ وَغَلَبَتْ الرُّومُ فَارِسَ ﴿لله الامر من قبل ومن بعد﴾ ط ﴿أى من قبل غلبت الروم ومن بعده المعنى أن غلبت فارس أولا وغلبت الروم ثانيا بأمر الله أى إرادته﴾ وَيَوْمَئِذٍ ﴿أى يَوْمَ تَغْلِبُ الرُّومُ﴾ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ﴿(۴)﴾ بِنَصْرِ اللَّهِ ﴿إِيَّاهُمْ عَلَى فَارِسَ وَقَدْ فَرِحُوا بِذَلِكَ وَعَلِمُوا بِهِ يَوْمَ وَقُوعِهِ يَوْمَ بَدْرٍ بِنُزُولِ جِبْرَائِيلَ بِذَلِكَ فِيهِ مَعَ فَرِحِهِمْ بِنَصْرِهِمْ عَلَى الْمُشْرِكِينَ فِيهِ﴾ بِنَصْرِ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ ﴿الْغَالِبُ﴾ ﴿الرَّحِيمُ﴾ ﴿(۵)﴾ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿وَعَدَ اللَّهُ﴾ مَصْدَرٌ بَدَلٌ مِنَ اللَّفْظِ بِفَعْلِهِ وَالْأَضْلُ وَعَدَّهُمُ اللَّهُ النَّصْرَ ﴿لا يخلف الله وعده﴾ به ﴿ولكن اكثر الناس﴾ أَي كُفَّارُ مَكَّةَ ﴿لا يعلمون﴾ ﴿(۶)﴾ وَعَدَهُ تَعَالَى بِنَصْرِهِمْ ﴿يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا ملے﴾ ج ﴿أى مَعَاشِيهَا مِنَ التِّجَارَةِ وَالزَّرَاعَةِ﴾

وَالْبِنَاءِ وَالْفَرَسِ وَغَيْرِ ذَلِكَ ﴿وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَفْلُونَ﴾ ﴿۷﴾ إِعَادَتُهُمْ تَأْكِيدٌ ﴿أَوْلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي
 أَنْفُسِهِمْ لَنْ يَكْفُرُوا عَنْ غَفْلَتِهِمْ﴾ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى
 ﴿لِذَلِكَ تَفْنَىٰ عِنْدَ انْتِهَائِهِ وَبَعْدَهُ الْبَعْثُ﴾ ﴿وَأَنْ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ﴾ أَي كُفَّازُ مَكَّةَ ﴿بِلِقَائِ رَبِّهِمْ لَكُفْرُونَ
 ﴿۸﴾ أَي لَا يُؤْمِنُونَ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ﴾ ﴿أَوْلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ﴾ ﴿مِنَ الْأُمَمِ وَهِيَ إِهْلَاكُهُمْ بِتَكْدِيرِهِمْ رُسُلَهُمْ﴾ ﴿كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ﴿كِعَادٍ وَتَمُودَ﴾ ﴿وَأَنْارُوا
 الْأَرْضَ﴾ ﴿حَرَّتُوهَا وَقَلَّبُوهَا لِلزَّرْعِ وَالْفَرَسِ﴾ ﴿وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا﴾ أَي كُفَّازُ مَكَّةَ ﴿وَجَاءَتْهُمْ
 رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ﴾ ﴿بِالْحُجُجِ الظَّاهِرَاتِ﴾ ﴿فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ﴾ ﴿بِإِهْلَاكِهِمْ بِغَيْرِ جُرْمٍ﴾ ﴿وَلَكِنْ كَانُوا
 أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ ﴿۹﴾ ﴿بِتَكْدِيرِهِمْ رُسُلَهُمْ﴾ ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ إِسَاءُوا وَالسَّوَاءِ﴾ ﴿تَأْيِثُ الْأَشْيَاءِ الْآتِيحِ
 خَيْرٌ كَانَ عَلَى رَفْعِ عَاقِبَةٍ وَإِسْمٌ كَانَ عَلَى مَنْصُوبٍ عَاقِبَةٌ وَالْمُرَادُ بِهَا جَهَنَّمَ وَإِسَاءَتُهُمْ﴾ ﴿أَنْ﴾ ﴿بِأَنْ﴾ ﴿كَذَبُوا
 بَابِ اللَّهِ﴾ ﴿الْقُرْآنِ﴾ ﴿وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ﴿۱۰﴾

﴿ترجمہ﴾

الم (اس کی جو مراد ہے اللہ باخوبی جانتا ہے) رومی..... ا..... مغلوب ہوئے (یہ لوگ اہل کتاب تھے ان پر فارس..... ج..... کے لوگ
 جو بت پرست تھے غالب آگئے تھے اسے دیکھ کر کفار مکہ خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے جیسا کہ فارس کے رہنے والے رومیوں
 پر غالب آئے ہیں اس طرح ہم تم لوگوں پر غالب آجائیں گے) پاس کی زمین میں (اس جزیرے میں جو فارس کے مقابلے میں روم
 سے زیادہ قریب تھا ان دونوں فوجوں کو دوبارہ ٹکراؤ پہلی جنگ کے ساتویں سال میں ہوا اور اس جنگ میں رومی فارسیوں پر غالب
 آگئے..... ج.....) اور وہ (یعنی رومی) اپنی مغلوبی کے بعد (غلبہم میں مصدر اپنے مفعول کی طرح مضاف ہے، یعنی رومی فارسیوں
 سے مغلوب ہونے کے بعد) عنقریب (فارسیوں پر) غالب ہوں گے چند برس میں (چنانچہ دونوں لشکروں کے درمیان سات سال
 کے بعد دوسری جنگ ہوئی اور اس میں رومی فارسیوں پر غالب آگئے، لفظ بضع کا اطلاق تین سے لے کر نو یا دس تک پر ہوتا ہے) حکم اللہ
 ہی کا ہے، آگے اور پیچھے (یعنی رومیوں کے غالب آنے سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی، معنی یہ ہے کہ پہلی بار فارسیوں کا اور دوسری
 بار رومیوں کا غالب آنا امر الہی یعنی اسی کے ارادے سے تھا) اور اس دن (جس دن رومی غالب آئیں گے) ایمان والے خوش
 ہوں گے اللہ کی مدد سے (کہ اللہ تعالیٰ نے فارسیوں کے خلاف رومیوں کی مدد فرمائی اور مومنین اس پر خوش ہوئے اس فتح کے وقوع کی
 خبر مسلمانوں کو یوم بدر میں ہوئی کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس خبر کو لے کر میدان بدر میں نازل ہوئے اسی خوشی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں
 کو بدر میں مشرکین کے خلاف فتح و نصرت ملنے کی بھی خوشی تھی..... ج.....) مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے غالب (عزیز
 غالب ہے) اور (مومنوں پر) مہربان اللہ کا وعدہ (وعدہ مصدر ہے جسے فعل کی جگہ ذکر کیا گیا ہے اصل یوں ہے وعدہم اللہ
 النصر) اللہ کا وعدہ خلاف نہیں کرے گا لیکن بہت لوگ (یعنی کفار مکہ) نہیں جانتے (کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے مدد کا وعدہ فرمایا
 ہے) جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی (یعنی اپنے دنیاوی معاش یعنی تجارت، زراعت، تعمیرات، کھیتی باڑی
 وغیرہ) اور آخرت سے پورے بے خبر ہیں (ہم ضمیر کا اعادہ بطور تاکید ہے) کیا انہوں نے اپنے جی میں نہ سوچا (کہ اپنی غفلت سے
 باز آجائیں) کہ اللہ نے میدان کئے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق اور (اس کے لیے) ایک مقررہ

میراد سے (جس کے ختم ہونے پر وہ فناء ہو جائیں گے، اور یہ موت کے بعد ہوگا) اور بیشک بہت سے لوگ (یعنی کفار مکہ) اپنے رب سے ملنے کا انکار رکھتے ہیں (یعنی مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان نہیں رکھتے) اور کیا انہوں نے زمین میں سفر کیا کہ ان سے اگلوں (یعنی پچھلی امتوں) کا انجام کیا ہوا (کہ انہیں ان کے رسولوں کو جھٹلانے کے سبب ہلاک کر دیا گیا) وہ ان سے زیادہ زور آور تھے (جیسے قوم ثمود اور عاد) اور زمین کی جوتی (ان لوگوں نے زمین میں کھیتی باڑی کی، کھیتی باڑی کرنے کے لیے اور درخت وغیرہ کو لگانے کے لیے زمین کی کھدائی کر کے اسے خوب الٹ پلٹ کیا تھا..... ۵.....) اور آباد کی ان کی (یعنی کفار مکہ کی) آبادی سے زیادہ اور ان کے رسول ان کے پاس روشن نشانیاں لائے (بیسنت کے معنی واضح دلائل ہیں) تو اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا (بغیر کسی جرم کے انہیں ہلاک کر دیتا) ہاں وہ خود ہی (اپنے رسولوں کو جھٹلانے کے سبب) اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے پھر جنہوں نے حد بھر کی برائی کی ان کا انجام یہ ہوا (السوا ای یہ اسوا کا مونث ہے بمعنی اقبیح، عقبہ کو مرفوع پڑھنے کی صورت میں "السوا ای" کان کی خبر ہے اور منصوب پڑھنے کی صورت میں یہ "کان" کا اسم ہوگا اس سے مراد جہنم ہے اور ان کافروں کی برائی کا بیان آگے آ رہا ہے) کہ (ان بمعنی بان ہے) اللہ کی آیتیں (یعنی قرآن پاک کو) جھٹلانے لگے اور ان کے ساتھ تمسخر کرتے۔

﴿ترکیب﴾

﴿بسم الله الرحمن الرحيم﴾

ب: جار، اسم: مضاف، اللہ: موصوف، الرحمن الرحيم: صفتان، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر فعل محذوف "اشرح" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الم ۵ غلبت الروم ۵ فی ادنی الارض وهم من بعد غلبهم سيفليون ۵ فی بضع سنين﴾

الم: "هذه" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، غلبت الروم: فعل مجہول و نائب الفاعل، فی ادنی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ہم: مبتدا، من بعد غلبهم: ظرف لغو مقدم، سيفليون: فعل بافاعل، فی بضع سنين: ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لله الامر من قبل ومن بعد﴾

لله: ظرف مستقر خبر مقدم، الامر: زوال حال، من قبل: ظرف مستقر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من بعد: ظرف مستقر معطوف، ملکر حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و یومئذ یفرح المؤمنون ۵ بنصر الله ۵ ینصر من یشاء ۵ وهو العزیز الرحیم ۵﴾

و: عاطفہ، یومئذ: ظرف مقدم، یفرح المؤمنون: فعل و فاعل، ینصر الله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ینصر: فعل بافاعل، من یشاء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، هو: مبتدا، العزیز الرحیم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وعد الله لا یخلف الله وعده ۵ ولكن اکثر الناس لا یعلمون ۵﴾

وعد الله: زوال حال، لا یخلف الله: فعل نفی و فاعل، وعده: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، حال، ملکر باقبل، جملے "سيفليون..... الخ، یفرح المؤمنون" کی تاکید واقع ہے، و: عاطفہ، لكن حرف مشبہ، اکثر الناس: اسم، لا یعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یعلمون ظاهرا من الحیوة الدنیا ۵ وهم عن الاخرة هم غفلون ۵﴾

یعلمون: فعل بافاعل، ظاهرا: موصوف، من الحیوة الدنیا: ظرف مستقر مفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، مستانفہ، و: عاطفہ، ہم: مؤکد، ہم: ثانیہ تاکید، ملکر مبتدا، عن الاخرة: ظرف لغو، غفلون: اسم قائل بافاعل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولم يتكفروا في انفسهم ما خلق الله السموات والارض وما بينهما الا بالحق واجل مسمى﴾
 همزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم يتكفروا: فعل نفي بافاعل، في انفسهم: ظرف لغو، لکن جملہ فعلیہ، ما خلق: فعل
 نفي، الله: فاعل، السموات: معطوف علیہ، و الارض: معطوف اول، وما بينهما: معطوف ثانی، لکن ذوالحال، الا: اداة
 حصر، ب: جار، الحق: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اجل مسمى: معطوف، لکن حال، لکن مفعول، لکن جملہ فعلیہ۔
 ﴿وان كثيرا من الناس بلقائي ربهم لکفرون﴾

و: عاطفہ، ان حرف مشبہ، كثيرا موصوف، من الناس: ظرف مستقر صفت، لکن اسم، ب: جار، لقاء ربهم: مجرور، لکن ظرف لغو
 مقدم، کفرون: اسم فاعل بافاعل، لکن شبہ جملہ خبر، لکن جملہ اسمیہ۔

﴿اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلهم﴾
 همزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "اقعدوا فی اما کنهم" لم یسیروا فی الارض: فعل نفي بافاعل وظرف
 لغو، لکن جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ینظروا: فعل بافاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبة الذین من
 قبلهم: اسم مؤخر، لکن جملہ فعلیہ ہو کر مفعول، لکن جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، لکن جملہ فعلیہ معطوف۔

﴿کانوا اشد منهم قوۃ واثاروا الارض وعمروها﴾
 کانوا: فعل ناقص بااسم، اشد: اسم تفضیل با "هو" ضمیر متبذ، قوۃ: تمييز، لکن فاعل، منهم: ظرف لغو، لکن شبہ جملہ خبر، لکن جملہ فعلیہ
 تفسیریہ، و: عاطفہ، اثاروا: فعل بافاعل، الارض: مفعول، لکن جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، عمروا: فعل بافاعل، ها: ضمیر مفعول، لکن جملہ فعلیہ۔

﴿وجاءتهم رسلهم بالبینت فما کان الله لیظلمهم ولکن کانوا انفسهم یظلمون﴾
 و: عاطفہ، جاءتهم رسلهم: فعل ومفعول وظرف لغو، لکن جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ما بنافیہ، کان الله: فعل ناقص
 واسم، لام: جار، یظلم: فعل بافاعل، هم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لکن حرف استدراک، کانوا: فعل ناقص بااسم، انفسهم
 یظلمون: جملہ فعلیہ خبر، لکن جملہ فعلیہ حال، لکن مفعول، لکن جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، لکن ظرف مستقر خبر، لکن جملہ فعلیہ۔

﴿ثم کان عاقبة الذین اساءوا السواى ان کذبوا بایت الله وکانوا بها یستهزءون﴾
 ثم: عاطفہ، کان: فعل ناقص، عاقبة: مضاف، الذین: موصول، اساءوا السواى: جملہ فعلیہ صلہ، لکن مضاف الیہ، لکن خبر
 مقدم، ان: مصدریہ، کذبوا بایت الله: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر، لکن جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص
 بااسم، بها یستهزءون: جملہ فعلیہ خبر، لکن جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... غلبت الروم..... ☆ فارس وروم کے درمیان جنگ تھی اور چونکہ اہل فارس مجوسی تھے اس لئے مشرکین عرب ان کا غلبہ پسند
 کرتے تھے، رومی اہل فارس مجوسی تھے، رومی اہل کتاب تھے اس لئے مسلمانوں کو ان کا غلبہ اچھا معلوم ہوتا تھا، خسرو پرویز بادشاہ فارس
 نے رومیوں پر لشکر بھیجا اور قیصر روم نے بھی لشکر بھیجا، یہ لشکر شام کے قریب مقابل ہوئے اہل فارس غالب ہوئے، مسلمانوں کو یہ خبر
 گراں گزری، کفار مکہ اس سے خوش ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہل کتاب اور نصاریٰ بھی اہل کتاب اور ہم بھی امی اور اہل
 فارس بھی امی، ہمارے بھائی اہل فارس تمہارے بھائیوں رومیوں پر غالب ہوئے، ہماری تمہاری جنگ ہوئی تو ہم بھی تم پر غالب
 ہونگے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں خبر دی گئی کہ چند سال میں پھر رومی اہل فارس پر غالب آجائیں گے، یہ آیتیں سن کر حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ میں جا کر اعلان کر دیا کہ خدا کی قسم ارومی ضرور اہل فارس پر غلبہ پائیں گے، اے اہل مکہ تم اس وقت کے تیرہ جنگ سے خوش مت ہو، ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ابی بن خلف کا فر آپ کے مقابل کھڑا ہو گیا، اور آپ کے اور اس کے درمیان سوساونٹ کی شرط ہو گئی، اگر نو سال میں اہل فارس غالب آجائیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابی کو سواونٹ دینگے اور اگر رومی غالب آجائیں تو ابی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سواونٹ دے گا، اس وقت تک قنار کی حرمت نہ ہوئی تھی۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

دور حاضر میں روم سے مراد کون سا علاقہ ہے؟

۱..... روم اٹلی کا دار الحکومت ہے، ملک کاسب سے بڑا شہر ہے، مرکزی مشرقی اٹلی کے علاقے (Lazio) کا صدر مقام ہے۔ شہر کی آبادی پچیس لاکھ اور پورے صوبے روم کی آبادی ۳۸ لاکھ ہے۔ روم کی معلومات روایتوں اور داستانوں میں ملتی ہے، تاہم جدید تحقیقات اس نظریے کو تقویت دیتی ہیں کہ شہر کی بنیاد آٹھویں قبل مسیح میں پڑی، شہر روم رومی بادشاہت کا دار الحکومت بنا (جن پر روایات کے مطابق بادشاہوں کی سات پشتوں نے حکومت کی)۔ اور پھر رومی جمہوریہ کا دار الحکومت بن گیا۔ (جس میں ایوان بالا اور سینٹ کو زیادہ اختیارات حاصل ہوئے تھے)۔ اور بالآخر رومی سلطنت کا دار الحکومت بنا جس پر شہنشاہ حکومت کرتے تھے۔ یہ کامیابی اور برتری فوجی اقتدار کے ساتھ ساتھ اقتصادی غلبہ کی وجہ سے بھی تھی۔ جس نے اپنے اندر ہمسایہ تہذیبوں خاص کر ایٹروکسن (قدیم مقامی باشندے) اور یونانی باشندوں کو جذب کر لیا۔ روم کی برتری پورے یورپ اور بحیرہ روم کے ساحلوں پر بڑھتی گئی جب کہ اس کی آبادی دس لاکھ سے بڑھ گئی۔ تقریباً ایک ہزار سال تک روم مغربی دنیا کا سب سے اہم سیاسی مرکز، امیر ترین اور سب سے بڑا شہر رہا، اور یہ برتری سلطنتوں کے اتار چڑھاؤ سے متاثر نہ ہوئی تھی حتیٰ کہ اس کا دار الحکومت ہونے کا اعزاز بھی چھن گیا۔ اور اس کی جگہ مشرقی دار الحکومت قسطنطنیہ نے لے لی۔ روم اٹلی کے (Lazio) کے علاقے دریائے آئینے اور دریائے تیبر کے سنگم پر واقع ہے۔ گرچہ مرکز شہر بحیرہ روم سے ۲۳ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ شہر کا ساحل سمندر تک پھیلا ہوا ہے۔ جہاں جنوب مغربی شہر اوستیہ واقع ہے۔ سطح سمندر سے شہر کی بلندی (piazza del popolo) تیرہ میٹر بڑھتی ہوئی (monte mair) کی چوٹی پر ۱۲۰ میٹر تک پہنچتی ہے۔ شہر کا رقبہ ۱۲۸۵ مربع کلومیٹر تک ہے جو اسے یورپ کے بڑے دار الحکومت سے بھی ملاتے ہیں۔ روم روایتی طور پر یورپی سیاست میں اہم کردار ادا کرتا رہا ہے۔ ۱۹۵۷ء میں شہر روم نے معاہدے کی میزبانی کی جس میں یورپی معاشیاتی کمیٹی کی بنیاد ڈالی۔ جس نے بعد میں باقاعدہ یورپی یونین کی داغ بیل ڈالی۔ اس کے بعد جولائی ۲۰۰۳ء میں یورپی قانون کے باضابطہ دستخط کے اجلاس کی مہمانی کا شرف بھی حاصل رہا ہے اور شہر میں کئی بین الاقوامی تنظیموں کے مرکزی دفاتر بھی قائم ہیں۔ روم عیسائیت کا پہلا مرکز قرار پایا، جہاں روایات کے مطابق پہلی صدی عیسوی میں (saint peted) (saint pou) کا مذہبی بنیاد پر قتل کیا گیا۔ بعد میں روم کے پادری (bishop) نے بابائے روم یا (pop) کا لقب پایا۔

فارس سے مراد کون سا علاقہ ہے؟

۲..... ۱۹۳۵ء تک فارس ایران کا سرکاری نام تھا، صوبہ فارس ایران کا ایک صوبہ ہے اور اس کا مرکز سینٹر شیراز ہے۔ جنوب مغربی ایشیا کا ایک ملک ہے جو مشرق وسطیٰ میں واقع ہے۔ ایران کی سرحدیں آرمینیا، آذربائیجان، ترکمانستان، مشرق میں پاکستان اور افغانستان، مغرب میں ترکی اور عراق سے ملتی ہیں۔ مزید برآں پنج فارس بھی اس سے ملتی ہے۔ شیعہ مذہب سرکاری ہے اور قومی زبان فارسی ہے۔ ایران دنیا میں قدیم ترین تہذیبوں میں سے ہے۔ ملکی تاریخ ہزاروں سالوں پر محیط ہے۔ یورپ اور ایشیا کے وسط میں

ہونے کے باعث اس کی تاریخی اہمیت ہے۔ ایران اقوام متحدہ غیر واسطہ ممالک کی تحریک (نام)، اسلامی کانفرنس تنظیم (او آئی سی) اور تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم (اوپیک) کا بانی رکن ہے۔ تیل کے وسیع ذخائر کی بدولت بین الاقوامی سیاست میں اہم ترین کردار ادا کرتا ہے۔ لفظ ایران کا مطلب آریاؤں کی سرزمین ہے۔ ایران انتہائی متحرک زلزلے کی پٹی پر واقع ہے۔ جس کی وجہ سے یہاں آئے دن زلزلے آتے رہتے ہیں۔ ۱۹۹۱ء سے اب تک ملک میں ایک ہزار زلزلے کے جھٹکے رکارڈ کئے جا چکے ہیں۔ جن سے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۶۰۰ ہزار ۶۰۰ جانیں ضائع ہوئیں۔ ۲۰۰۳ء میں جنوب مشرقی ایران میں زلزلے نے شدید تباہی مچائی۔

روم کا فارس پر غلبہ ہونے کے ضمن میں کفار کے مال کا مباح ہونا:

۳..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَالْمَغْلُوبَاتُ لِلرُّومِ﴾ تو مشرکین نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے نبی نے کیا کہا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے نبی نے سچ کہا ہے، مشرکین نے کہا کیا تم اس پر شرط لگاؤ گے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک مدت مقرر کر دی اور رومیوں کے غلبہ سے پہلے وہ مدت پوری ہوگئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمہیں اس شرط پر کس نے برا بیختہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت نے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس سے پھر بات کرو اور شرط و مدت میں اضافہ کر دو“۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے بات کی اور دوبارہ شرط لگائی، ابھی وہ مدت پوری نہ ہوئی تھی کہ رومی اہل فارس پر غالب آ گئے اور انہوں نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیت کی اوشٹیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس کو صدقہ کر دو یہ مال حرام ہے“۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کر دیا۔

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۲۸۹)

ہوسکتا ہے کہ کسی قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال حرام کو صدقہ کیوں کیا اور مال حرام مشرکین سے کیوں حاصل کیا اور شرط لگانے کا شرعی حکم بیان کیجئے؟ جان لیں کہ دار الحرب میں عقود قاسدہ جائز ہیں اور دار الحرب کے غیر مسلموں سے سود لینا اسی ضمن میں جائز ہے لیکن سود دے نہیں سکتے۔ ہدایہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”لا رہوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب یعنی مسلمان اور حربی کے مابین دار الحرب میں سود متحقق نہیں ہے“۔ (الہدایہ، کتاب البیوع، باب: الربا، ج ۵، ص ۱۹۴)۔ ہر حربی مباح الدم اور مباح المال ہے، لہذا کافر کا مال مسلمان جب لے لے اور عذر دھوکہ نہ ہو تو اس کے لئے یہ مال لینا مباح ہے، اگرچہ کافر اسے سود کہے۔ چنانچہ اس علت سے واضح ہوا کہ کافر حربی سے سود لینا جائز ہے لیکن سود دے نہیں سکتے، کیونکہ مسلمانوں کا مال تو محفوظ و مامون ہے اسی لئے صاحب ہدایہ کہتے ہیں: ”لان مالہم مباح فی دارہم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ عنذرا یعنی کافروں کا مال ان کے ملک میں مباح و حلال ہے جس طریقے سے بھی مسلمان نے اسے حاصل کیا ہو جب کہ اس میں دھوکہ دہی نہ ہو“۔ (الہدایہ، کتاب البیوع، باب: الربا، ج ۵، ص ۱۹۴)۔ صاحب فتح القدیر کا مسلک بھی یہی ہے وہ لکھتے ہیں:

وکذا اذا باع منهم مینة او خنزیرا او قامرہم و اخذ المال یحل کل ذلک عند ابی حنیفہ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ یعنی اور اسی طرح جب کافروں کے ہاتھ مردار یا خنزیر یا چوہا کھلیا اور مال لے لیا تو طرفین کے نزدیک یہ سب حلال ہے۔

(فتح القدیر، کتاب البیوع، باب الربوا، ج ۷، ص ۲۷)

عتابہ کی عبارت یوں ہے:

ولان مال اهل الحرب فی دارهم مباح بالاباحة الاصلية یعنی کافر ملک میں کافروں کا مال مسلمانوں کے لئے مباح و حلال ہے۔
صاحب درمختار کہتے ہیں:

لان ماله ثمة مباح فیحل برضاه مطلقا بلا عذر یعنی کافر کا مال دار الحرب میں مباح ہے تو اس کی رضامندی مطلق ہے جب کہ کوئی دھوکہ نہ ہو۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب البیوع، باب: الربا، ج ۷، ص ۴۲۲)

خلاف شرع شرط باطل ہے، سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی شریعت میں نہیں، جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے، اگرچہ سو شرطیں ہوں اللہ کا حکم حق ہے اور اس کی شرط مؤکد“۔

(صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب: الشروط فی الولا، رقم: ۲۷۲۹، ص ۴۴۶)

تمام فقہی جزئیات سے ثابت ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مشرکین سے مال لینا جائز تھا اور اسے صدقہ کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں تھی اور خلاف شرع شرط بھی نہ تھی کہ الزام آئے لہذا کسی مسلمان کے ذہن میں وسوسہ نہ آنے پائے اسی لئے ہم نے مفصل جواب کا اہتمام کیا۔

روز بدر مسلمانوں کو ڈھری خوشی ملنا:

۴..... جس دن رومیوں کو غلبہ ہوگا اہل ایمان اس پر خوش ہونگے، کہ اللہ ﷻ نے اہل کتاب کو ان پر غالب کر دیا جو اہل کتاب نہیں، مومنین نے مشرکین کو جو خبر دی تھی اللہ ﷻ نے اس کی صداقت کو ظاہر کر دیا اور انہیں اپنی شرط میں غلبہ عطا کیا اور ساتھ ہی اپنے دین کے بارے میں ان کے یقین و ثبات کو مزید پختہ کیا۔ سدی نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ بدر کے دن بہت خوش ہوئے کہ مسلمانوں کو مشرکین پر فتح نصیب ہوئی اور اہل کتاب کو اہل شرک پر غلبہ عطا ہوا۔ علامہ جلال الدین محلی نے کہا ہے کہ مسلمان غلبہ کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور انہیں اس واقعہ کا علم یوم بدر میں ہوا کہ اس روز جبرائیل امین ﷺ یہ خبر لائے اور اس کے ساتھ ہی اس دن مسلمانوں کو مشرکین پر اپنے غلبے کی بھی بے حد خوشی تھی۔

(المظہری، ج ۵، ص ۴۲۷)

کھیت میں لگے پھلوں کی بیع کے شرعی اصول:

۵..... درج ذیل دو اصول فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے درج ذیل پیش کئے جاتے ہیں:

(۱)..... اگر کھیت تیار ہو گیا اور ابھی کاٹ لیا جائے گا تو جائز ہے، اور اگر ابھی نہ پکا اور پکنے تک کھیتی قائم رکھی جائے گی، تو خرید و فروخت ناجائز ہے، بشرط ما فیہ نفع عاقد بلا قضیۃ العقد (اس چیز کی شرط لگانے کی وجہ سے جس میں کسی عاقد کا نفع ہے اور عقد اس کا تقاضا نہیں کرتا)، اور اس کے جواز کا حلیہ ہے کہ مثلاً کھیتی دو مہینہ میں پکتی سمجھے تو کھیتی فی الحال خرید لے اور اس کے باقی رکھنے کی شرط نہ کرے اور اسی وقت معاوہ زمین جس میں کھیتی ہے اپنے کسی کام کے لئے دو مہینہ تک کو ایک معینہ کرایہ پر لے لے، خریداری میں اس اجرت کا حساب دل میں سمجھ لے مثلاً بیس روپے قیمت کا کھیت ہے اور روپیہ مہینہ کا کرایہ ہوگا اور دو مہینے کو کرایہ لینا ہوا تو اٹھارہ روپے کو کھیت خریدے اور دو روپے کو زمین کرایہ پر لے۔

درمختار میں ہے:

والحيلة فی الزرع والحشیش یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدة معلومة یعلم فیہا الادراک بباقی الثمن کھیتی اور گھاس کے باقی رکھنے کا حلیہ یہ ہے کہ جو موجود ہو اس کو بعض ثمن کے مقابلے میں خرید لے اور

باقی ثمن کے عوض زمین کو ایک معینہ مدت کے لئے کرایہ پر لے لے جس میں کھیتی کا پکنا معلوم ہو، واللہ اعلم۔

(۲)..... بیج یا پھول پر فصل کی بیج ناجائز ہے اور جب پھل آجائیں اگرچہ جانور کے کھانے کے قابل ہوئے ہوں تو بیج جائز ہے مگر یوں کہ خریدار اسی وقت توڑ لے، اور اگر یہ ٹھہرا کہ پھل تیار ہونے تک لگے رہیں گے تو یہ ناجائز و حرام ہے، اور اس میں اسے فی روپیہ سو آم یا پانچ سیر خر بوزہ یا کم و بیش بالغ کے لئے قرار دینا دوسرا حرام ہے، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مثلاً آم میں جتنے کو بہار پہنچی منظور ہو، موجودہ پھل جس حالت کے ہیں اتنے کو خرید کئے جائیں پھر مشتری بالغ سے کہے کہ میں نے یہ پیڑ بعتہ معاملہ تجھ سے لئے کہ میں ان کی غور پر داخت کروں گا اور جو پھل پیدا ہو گئے ان میں سے ہر ہزار میں ایک تیر اور نو سو نواوے میرے یا سوتیرے اور نو سو میرے، جو قرار پا جائے، خر بوزے، تر بوزے، گلڑی، بیگن کی جڑیں خریدے تاکہ جو پیدا ہووے مشتری کی ملک ہو، یہ خریداری ایک حصہ ثمن پر ہو جتنے پر بہار پہنچنا اور خریدنا چاہتے ہوں باقی حصہ ثمن پر اس زمین کو ایک مدت معلوم تک اجارہ پر لے جس میں یہ سمجھے کہ فصل فارغ ہو جائے گی یہی طریقہ کھیتی میں بھی ہے مثلاً سو روپے پر معاملہ کرنا چاہتے ہیں تو خر بوزے وغیرہ کی جڑیں پا موجود کھیتی پچاس روپے کی خریدے اور چھ مہینے میں فارغ ہوتی سمجھیں تو باقی پچاس روپے کے بدلے وہ زمین چھ مہینے کے واسطے اجارہ پر لے لے۔

در مختار میں ہے:

من باع ثمرۃ بارزۃ اما قبل الظهور فلا یصح اتفاقا ظہر صلاحها او لا صح فی الاصح، ولو بوز بعضہا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب و صححہ السرخسی، ویقطعہا المشتري فی الحال جبرا علیہ وان شرط ترکھا علی الاشجار فسد البیع، والحیلة ان یأخذ الشجرة معاملة علی ان له جزء من الف جزء وان یشتری اصول الرطبة کالباذنجان و اشجار البطیخ والخیار لیكون الحادث للمشتري و فی الزرع والحشیش یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدة معلومة یعلم فیها الادراک بباقی الثمن مختصرا، جس شخص نے نمودار پھل بیچا چاہے اسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو واضح قول کے مطابق صحیح ہے اور اگر نمودار ہونے سے قبل پھل بیچا تو بالاتفاق صحیح نہیں، اور اگر کچھ پھل نمودار ہو اور کچھ ابھی نمودار نہیں ہو تو ظاہر مذہب میں بیع صحیح نہیں، سرخسی نے اس کو صحیح قرار دیا اور بیع کے بعد مشتری پھلوں کو فی الحال قطع کرے اس سلسلہ میں اس پر جبر کیا جائے گا اور اگر اس نے پھلوں کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگائی تو بیع فاسد ہوگی اور اس میں حیلہ یہ ہے کہ مشتری بالغ سے درخت بطور معاملہ لے کر ہزار میں سے ایک جزء بالغ کی ہوگی اور یہ کہ بیگن، تر بوز، گلڑی کی جڑیں خرید لے تاکہ نئے پیدا ہونے والے پھل مشتری کی ملک ہوں اور کھیتی اور گھاس میں موجود بعض ثمن کے بدلے خرید لے اور باقی ثمن کے بدلے زمین کو مدت معینہ کے لئے کرایہ پر لے لے جس مدت میں کھیتی کا پکنا معلوم ہو۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب البیوع، فصل فی ما یدخل فی البیع تبعاً، مطلب: فی بیع الثمر و الزرع والشجر، ج ۷، ص ۸۴)، (الفتاویٰ الرضویہ مخرجہ، باب: البیع الباطل والفساد، ج ۱۷، ص ۱۷۴ وغیرہ)

افراض:

اللہ اعلم بمرادہ بذلك: ما قبل گز چکا ہے کہ یہ اصح تفسیر ہے۔ وہم من اهل کتاب: مراد نصاریٰ ہیں، پس ان کی مدد نبی اور اصحاب نبی کی مدد ہونے پر دلیل ہے۔ ولیسوا اهل الکتاب: مراد مجوسی ہیں، پس ان کی مدد کافروں کی مدد ہونے پر دلیل ہے، پس ہر گروہ اپنے معاملے پر خوش ہے۔

بالجزیرة: مراد دریائے دجلہ اور فرات کے مابین جزیرہ ہے، مراد جزیرہ عرب نہیں ہے۔

وقالوا للمسلمین: یہاں مقصود واقعہ ذکر کرنے کی حکمت بیان کرنا ہے۔

الرب ارض الروم: زیادہ قریب ترین قول الرب فعل تفضیل ہونے کا ہے، اور الروم میں الف لام مضاف الیہ سے بطور عوض ہے۔
 فالظنی الجیشان فی السنة السابعة من الالغاء الاول: مراد یوم بدر ہے، اور یہ واقعہ یا تو ہجرت سے پانچ سال پہلے بدر اولیٰ کا ہے یا ہجرت سے ایک سال قبل یوم حدیبیہ کا ہے، اور دو لشکروں میں سے ایک لشکر کسری کا اور دوسرا قیصر ملک روم کا ہے، پس روم نے کسری پر پندرہ سو روپیوں کی مدد سے غلبہ پایا اور فارس کا بادشاہ کسری مارا گیا۔
 ای من قبل غلب الروم ومن بعده: پہلے فارس غالب تھے، پھر مغلوب ہو گئے۔

المعنی ان غلبه فارس: اس جملے ﴿غلبهم﴾ کا کیا فائدہ ہو جب کہ ﴿غلبت الروم﴾ فرمایا گیا؟ جواب یہ ہے کہ اللہ کے ”امر“ کا اظہار کرنا مقصود تھا، کوئی کمزور ہو اور مغلوب ہونے کے بعد غالب آجائے تو یہ اللہ کی شان ہوتی ہے۔
 ای یوم تغلب الروم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿یومئذ﴾ میں توین عوضی ہے۔

مصدر: ما قبل جملے کی تاکید کے لئے مصدر مؤکد کو لایا گیا، اور اس کا عامل محذوف ہے، تقدیر عبارت یہ ہے: ”وعدہم اللہ وعدا“۔ تغنی عند انتہائہ: وقت مکمل ہو جانے کی صورت میں زمین و آسمان اور اس کے مابین سب کچھ فنا ہونے کا بیان مقصود ہے۔
 یوم بدر: یہ دو میں سے ایک قول ہے، جو کہ اس بات پر مبنی ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پانچ سال پہلے کا ہے، اور ایک قول کے مطابق یوم حدیبیہ کا واقعہ ہے، جو کہ ہجرت سے ایک سال پہلے رونما ہوا۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۳۲۳)

رکوع نمبر: ۵

﴿اللہ یبدوا الخلق﴾ ای ینشیء خلق الناس ﴿ثم یعیده﴾ ای خلقهم بعد موتہم ﴿ثم الیہ ترجعون﴾
 ﴿۱۱﴾ ﴿بالتاء والباء﴾ ویوم تقوم الساعة یبلس المجرمون ﴿۱۲﴾ ﴿یسکت المشرکون لانقطاع حججہم﴾
 ﴿ولم یکن﴾ لا یكون ﴿لہم من شر کائنہم﴾ مِمَّنْ اَشْرکُوہُمْ بِاللہِ وَہُمْ الْاَصْنَامُ لِیَشْفَعُوا لَہُمْ ﴿شفعوا﴾
 وکانوا ﴿ای یگنوں﴾ بشر کائنہم کفرین ﴿۱۳﴾ ﴿ای متبرئین منہم﴾ ویوم تقوم الساعة یومئذ ﴿تاکید﴾
 یتفرقون ﴿۱۴﴾ ﴿ای المؤمنون والکافرون﴾ فاما الذین امنوا و عملوا الصلحت فہم فی روضة یحبرون
 ﴿۱۵﴾ ﴿یسئلون﴾ واما الذین کفروا و کذبوا بایتنا ﴿القران﴾ ﴿ولقائ الاخرة﴾ البعث وغیرہ ﴿فاولک﴾
 فی العذاب محضرون ﴿۱۶﴾ فسبحن اللہ ﴿ای سبحوا اللہ بمعنی صلوا﴾ حین تمسون ﴿ای تدخلون﴾
 فی المساء و فیہ صلاتان المغرب والعشاء ﴿وحین تصبحون﴾ ﴿تدخلون فی الصبح و فیہ صلاة﴾
 الصبح ﴿وله الحمد فی السموت والارض﴾ اعتراض ﴿ومغناہ یحمدہ اهلہما﴾ وعشیا ﴿عطف علی﴾
 حین و فیہ صلوة الوسطی ﴿وحین تظہرون﴾ ﴿تدخلون فی الظہیرة و فیہ صلوة الظہر﴾ ینخرج
 الحی من المیت ﴿کانسان من النطفة والطائر من البیضة﴾ ینخرج المیت ﴿النطفة والبیضة﴾ من
 الحی و یحی الارض ﴿بالتبایء﴾ بعد موتہا ﴿ای یسبہا﴾ و کذلک ﴿الإخراج﴾ تخرجون ﴿۱۹﴾ من
 القبور بالبناء الفاعل والمفعول.

﴿ترجمہ﴾

اللہ پہلے بتاتا ہے (لوگوں کی خلقت کی ابتداء فرمانے والا ہے) پھر دوبارہ بتائے گا (یعنی بعد موت انہیں دوبارہ بتائے گا) پھر اس کی

طرف پھر دے (ترجموں کو علامت مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم (یعنی مشرک لوگ) ساکت رہ جائیں گے (اپنی دلیل کے منقطع ہو جانے کے سبب) اور نہ ہونگے (لم یکن بمعنی لایکون ہے) ان کے شریک (جنہیں انہوں نے اللہ ﷻ کا شریک ٹھرایا تھا یعنی بت کہ وہ ان کے لیے سفارش کریں) ان کے سفارشی اور ہو جائیں گے وہ (کانوا بمعنی یکونون ہے) اپنے شریکوں سے منکر (یعنی ان سے بیزار) اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن ("یومئذ" یوم تقوم الساعة کی تاکید ہے) الگ ہو جائیں گے (یعنی کفار مسلمان الگ ہو جائیں گے) تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے جنت میں ہونگے (روضہ بمعنی جنت ہے) ان کی خاطر داری ہوگی (یعنی انہیں خوش کیا جائے گا.....) اور جو کافر ہوئے اور ہماری آیتیں (یعنی قرآن پاک کو) اور آخرت کا ملنا (مرنے کے بعد اٹھانے جانے وغیرہ کو) جھٹلایا وہ عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے تو پاکی ہے اللہ کو (یعنی تم اللہ ﷻ کی پاکی بولو یعنی نماز پڑھو) جب شام کرو (یعنی جب شام کے وقت میں داخل ہو اس وقت میں دو نمازیں ہیں نماز مغرب، نماز عشاء) اور جب صبح کرو (یعنی جب صبح کے وقت میں داخل ہو اس میں ایک نماز فجر ہے) اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں (یہ جملہ معترضہ ہے معنی یہ ہے کہ زمین و آسمان والے اسی کی حمد کرتے ہیں) اور کچھ دن رہے (عشیا کا عطف حین پر ہے اور اس وقت میں نماز عصر ہے) اور جب دوپہر کرو (جب تم دوپہر میں داخل ہو اور اس وقت میں نماز ظہر ہوتی ہے.....) وہ زندہ کو نکالتا ہے مردے سے (جیسے انسان کو نطفہ سے اور پرندے کو انڈے سے) اور مردے کو نکالتا ہے (یعنی نطفہ اور انڈے کو) زندہ سے اور زمین کو (یعنی نباتات کو) جلاتا ہے اس کے مرے پیچھے (یعنی اس کے خشک ہو جانے کے بعد) اور یوں ہی (اسی نکالنے کی طرح) تم نکالے جاؤ گے (قبروں سے، تخرجون کو معروف اور مجهول دونوں طرح پڑھا گیا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اللہ یبدؤ الخلق ثم یعیدہ ثم الیہ ترجعون﴾ و یوم تقوم الساعة یبلس المجرمون ﴿﴾

اللہ: مبتدا، یبدؤ الخلق: فعل بافاعل ومفعول، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، یعیدہ: جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ، یوم: مضاف، تقوم الساعة: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، بلکہ ظرف مقدم، یبلس: فعل، المجرمون: قائل، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿ولم یکن لہم من شرکائہم شفعا وکانوا بشرکائہم کفرین﴾ ﴿﴾

و: عاطفہ، لم یکن: فعل نفی ناقص، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، من شرکائہم: ظرف مستقر حال مقدم، شفعا: ذوالحال، بلکہ اسم مؤخر، بلکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص با اسم، بشرکائہم کفرین: شبہ جملہ خبر، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿و یوم تقوم الساعة یومئذ یتفرقون﴾ ﴿﴾

و یوم: مضاف، تقوم الساعة: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، بلکہ مؤکد، یومئذ: تاکید، بلکہ ظرف مقدم، یتفرقون: فعل بافاعل، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿فاما الذین امنوا و عملوا الصلحت فہم فی روضۃ یحبرون﴾ ﴿﴾

ف: عاطفہ، اما جرف شرط، الذین امنوا و عملوا الصلحت: موصول صلہ، بلکہ مبتدا، ف: جزائیہ ہم، مبتدا، فی روضۃ یحبرون: جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر، بلکہ جملہ اسمیہ، شرط محذوف "مہمبا یکن من شیء فی الدنیا" کی جزا، بلکہ جملہ شرطیہ۔

﴿واما الذین کفروا و کذبوا ہایتنا و لقائی الاخرۃ فاولئک فی العذاب محضرون﴾ ﴿﴾

و: عاطفہ، اما جرف شرط، الذین: موصول، کفروا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و کذبوا: فعل بافاعل، ب: جار، ہایتنا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لقاؤ الاخرۃ: معطوف، بلکہ مجرور، بلکہ ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ صلہ، بلکہ

ابتداءً: جزائیہ، اولئک، ابتداءً فی العذاب محضرون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط محذوف "مہما یکن من شیء فی الدنیا" کی جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔
﴿فسبحن اللہ حین تمسون و حین تصبحون﴾

ف: فصیحیہ، سبحن: مصدر مضاف، اللہ: اسم جلال مضاف الیہ فاعل، حین: مضاف، تمسون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، حین: مضاف، تصبحون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر ظرف، ملکر شبہ جملہ ہو کر "سبح" فعل محذوف کا مقول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولہ الحمد فی السموت و الارض و عشیا و حین تظہرون﴾

و: معترضہ، لہ: ظرف مستقر، الحمد: ذوالحال، فی: جار، السموت و الارض: مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ، و: عاطفہ، عشیا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، حین تظہرون: مضاف مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر ماقبل "حین تمسون" پر معطوف ہے۔

﴿یخرج الحی من المیت و ینخرج المیت من الحی و یحیی الارض بعد موتہا و کذلک تخرجون﴾

یخرج الحی: فعل بافاعل و مفعول، من المیت: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ، و: عاطفہ، ینخرج المیت من الحی: جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یحیی الارض: فعل بافاعل و مفعول، بعد موتہا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کذلک ظرف مستقر "الاخراج" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، تخرجون: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

یحیرون سے سماع پر استدلال:

۱..... مراد اہل ایمان کو جنت میں اتہاء درجے کی تازگی و فرحت حاصل ہوگی، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جنتیوں کی مہمانوازی، نعمتیں، خوشیاں اور بے حد تازگی و سرور ہوگا۔ یحیرون سے سماع مراد لیا ہے یعنی جنتی جنت میں گانے سنیں گے، اوزاعی کہتے ہیں: اہل جنت میں حضرت اسرافیل علیہ السلام سے اچھی آواز کسی کی نہ ہوگی اور جب اپنی مند بھری آواز سے گائیں گے تو ساتوں آسمان پر موجود مخلوق سن کر اپنی نماز و تسبیحات کو چھوڑ دیں گے، ایک قول یہ ہے کہ جنت کے درخت کی ہر کلی غنا کرے گی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا جنتی کے لئے سماع ثابت ہے یا نہیں؟ جواب دیا: جی ہاں! وہ ایسے درخت کی مانند ہے جس کا تہ سونے، ٹہنیاں چاندی کی، پھل موتی، زبرجد اور یاقوت کے، اللہ جل جلالہ اس کی خوشبو کو پھیلا دے گا جس کی برکت سے سب کو اچھی آواز سنائی دے گی۔

(الحازن، ج ۳، ص ۳۸۸)

☆..... مجاہد سے پوچھا گیا کیا جنت میں سماع ہوگا؟ انہوں نے کہا: جنت میں ایک درخت ہے جسے "القیض" کہا جاتا ہے اس کی مند بھری آواز سے بڑھ کر کسی کی آواز نہ ہوگی۔

☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ جل جلالہ فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ بندے جنہوں نے دنیا میں اپنے کانوں اور آنکھوں کو لغویات و شیطانی مزامیر سے بچایا؟ پس اللہ جل جلالہ انہیں جنت کے باغوں میں پہنچانے کا اہتمام فرمائے گا جہاں وہ فرشتوں کی مند بھری آوازیں سماعت کریں گے، اللہ جل جلالہ جنتیوں سے فرمائے گا میری حمد و پاکیزگی سنو، اور لوگوں کو بتاؤ کہ ان پر کوئی خوف و غم نہیں ہے۔"

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۲۹۴)

پانچ نمازوں کا بیان:

۲.....ناصح بن ارزق ابن عباس سے روایت کرتے ہیں: کیا قرآن میں پانچ نمازوں کا ذکر ملتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور یہی آیت تلاوت کی۔ اللہ ﷻ نے اس آیت میں پانچ نمازوں اور ان کے وقتوں کا اجمالی بیان کیا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اللہ ﷻ نے ان اوقات کو تسبیحات کے لئے خاص فرمایا اور افضل عمل یہ ہے کہ انسان اس پر مداومت کرے اور انسان تمام اوقات میں تسبیحات میں مشغول رہنے پر قادر نہیں ہے کیونکہ انسان کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا بھی محتاج ہے پس اللہ ﷻ نے بندوں پر آسانی فرماتے ہوئے غالب اوقات میں انہیں بندگی کا حکم ارشاد فرمایا پس دن کے ابتدائی حصے میں (نماز فجر) اور رات کے ابتدائی و آخری حصے میں (مغرب و عشاء) رکھی ہیں پس جب بندہ دو رکعتیں بڑھتا ہے تو گویا اس نے دو ساعتیں اللہ ﷻ کی تسبیح بیان کی، اور ایسے ہی باقی رکعات کا تعلق ہے۔ پس سترہ رکعتیں بشمول فجر کی دو رکعتیں، پس جب انسان پانچ اوقات کی نماز پڑھ لیتا ہے تو گویا اس نے سترہ ساعتیں رات و دن کی تسبیح میں گزاریں، پھر سات ساعتیں دن و رات کی باقی بچتی ہیں جو کہ آرام کی غرض سے ہیں جس میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے، پس ایسا ہے جیسا کہ انسان نے پورا دن و رات اللہ کی تسبیح میں گزار دیا (یہاں ساعت بمعنی ایک گھنٹہ ہے)۔

(الخازن، ج ۳، ص ۳۸۸)

اغراض:

ای ینشیء خلق الناس: مراد عدم سے وجود میں لانا ہے۔
یسکت المشرکون: یعنی جواب دینے سے قاصر ہونگے کہ ان سے عذاب کو دور کیا جائے۔
ای لا یكون: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿لم یکن﴾ ماضی بمعنی مضارع ہے، کیونکہ لم نافیہ ماضی منفی کے معنوں میں ہوتا ہے۔ ای المومنون والکافرون: یہ تعظیم ﴿اللہ یبدأ الخلق ثم یعیدہ﴾ سے ماخوذ ہے۔
بمعنی صلوا: تسبیح کی تفسیر صلوة سے کی، کیونکہ اللہ کی پاکی زبان، اعضاء اور ارکان سے ہوتی ہے اور نماز میں یہ سب چیزیں بخوبی جمع ہوتی ہیں۔ وغیرہ: جیسا کہ جنت اور دوزخ۔

ای تدخلون فی السماء: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿تمسون﴾ اور ﴿تصبحون﴾ دونوں فعل تامہ ہیں۔
وفیہ صلاتان: اشارہ ہے کہ آیت مذکورہ میں پانچوں نمازوں کی فرضیت کا بیان ہے، اور ذکر کو دیگر عبادات پر خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ نماز دین کا ستون ہے، جس نے نماز قائم کی اس نے دین کی بنیاد قائم کر دی۔

اعتراض: معطوف اور معطوف علیہ کے مابین جملہ معترضہ ہے، اور اس کی حکمت یہ ہے کہ عبادت کی توفیق مل جانا بھی نعمت ہے لہذا اللہ کی حمد کرنی چاہیے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۳۲۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۶

﴿ومن ایتہ﴾ تعالیٰ الذلّٰلۃ علی قدرتہ تعالیٰ ﴿ان خلقکم من تراب﴾ اٰی اٰصلکم آدم ﴿ثم اذا انتم بشر﴾ من دم و لحم ﴿تنتشرون﴾ ﴿فی الارض﴾ ﴿ومن ایتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً﴾ ﴿فخلقت حواء من ضلع آدم و سایر النساء﴾ ﴿من نطف الرجال والنساء﴾ ﴿لتسکنوا الیہا﴾ ﴿تالفواھا﴾ ﴿وجعل بینکم﴾ جمیعاً ﴿مودۃ ورحمة ان فی ذلک﴾ المذکور ﴿لایت لقوم یتفکرون﴾ ﴿فی صنع اللہ تعالیٰ﴾ ﴿ومن ایتہ خلق السموت والارض و اختلاف السننکم﴾ اٰی لغاتکم من عربیۃ و عجمیۃ

وغيرهما ﴿۲۱﴾ والوانکم ﴿۲۲﴾ من بياض و سواد و غيرهما وانتم اولاد رجل واحد وامرأة واحدة ﴿۲۳﴾ ان في ذلك لايت ﴿۲۴﴾ ذلالات على قدرته تعالى ﴿۲۵﴾ للعلمين ﴿۲۶﴾ بفتح اللام و كسرهما أي ذوى العقول و اولى العلم ﴿۲۷﴾ ومن ايتہ منامکم بالليل والنهار ﴿۲۸﴾ يارادته تعالى راحة لكم ﴿۲۹﴾ وابتغواكم ﴿۳۰﴾ بالنهار ﴿۳۱﴾ من فضله ﴿۳۲﴾ أي تصرفكم في طلب المعيشة يارادته ﴿۳۳﴾ ان في ذلك لايت لقوم يسمعون ﴿۳۴﴾ بسمع تدبير و اعتبار ﴿۳۵﴾ ومن ايتہ يريكم ﴿۳۶﴾ أي ارايتكم ﴿۳۷﴾ البرق خوفًا للمساير من الصواعق ﴿۳۸﴾ وطمعًا للمقيم في المطر ﴿۳۹﴾ وينزل من السماء ماء فيحي به الارض بعد موتها ﴿۴۰﴾ أي يسها بأن تنبت ﴿۴۱﴾ ان في ذلك المذکور ﴿۴۲﴾ لايت لقوم يعقلون ﴿۴۳﴾ يتدبرون ﴿۴۴﴾ ومن ايتہ ان تقوم السماء والارض بامرہ ﴿۴۵﴾ يارادته من غير عمد ﴿۴۶﴾ ثم اذا دعاكم دعوة ملء ق من الارض ﴿۴۷﴾ بأن ينفخ اسرافيل في الصور للبعث من القبور ﴿۴۸﴾ اذا انتم تخرجون ﴿۴۹﴾ ﴿۵۰﴾ منها احياء فخرجوكم منها بدعوة من آياته تعالى ﴿۵۱﴾ وله من في السموت والارض ملكًا وخلقًا وعبيدًا ﴿۵۲﴾ كل له قانتون ﴿۵۳﴾ مطيعون ﴿۵۴﴾ وهو الذي يبدؤا الخلق للناس ﴿۵۵﴾ ثم يعيده بعد هلاكهم ﴿۵۶﴾ وهو اهن عليه ﴿۵۷﴾ من البداء بالنظر الى ماعند المخاطبين من أن إعادة الشيء أسهل من ابتدائه و الا فهما عنده تعالى سواء في السهولة ﴿۵۸﴾ وله المثل الاعلى في السموت والارض ﴿۵۹﴾ أي الصفة العليا وهي انه لا اله الا هو ﴿۶۰﴾ وهو العزيز ﴿۶۱﴾ في ملكه ﴿۶۲﴾ الحكيم ﴿۶۳﴾ ﴿۶۴﴾ في خلقه ﴿۶۵﴾

﴿ترجمہ﴾

اس کی (یعنی اللہ ﷻ کی ان) نشانیوں سے ہے (جو اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں) کہ تمہیں (یعنی تمہاری اصل حضرت آدم ﷺ کو) پیدا کیا مٹی سے پھر جیسی تم انسان ہو (گوشت پوست سے بنے زمین میں) پھیلے ہوئے اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جان سے جوڑے بنائے (حضرت حواء کو آدم ﷺ کی مبارک پهل سے اور دیگر عورتوں کو مرد و عورت کے مخلوط نطفہ سے.....) کہ ان سے آرام پاؤ (اور ان سے) اور تمہارے (یعنی سب کے) آپس میں محبت اور رحمت رکھی بیشک اس میں (جو مذکور ہوا) نشانیاں ہیں (اللہ ﷻ کی صنعت میں) دھیان کرنے والوں کے لیے اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں کا اختلاف (کسی کی زبان کا عربی، کسی کا رنگ کالا ہونا وغیرہ حالانکہ سب ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت کی اولاد ہیں.....) بیشک اس میں نشانیاں ہیں (اللہ ﷻ کی قدرت پر دلالت کرنے والی) جاننے والوں کے لیے (یعنی عقلمندوں اور علم والوں کے لیے، العالمین کو لام مفتوح اور مسکورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور اس کی نشانیوں میں ہے رات اور دن میں تمہارا سونا (یہ اسی کے ارادے سے ہے یہ نیند تمہارے لیے سلمان رحمت ہے اور دن میں) اس کا فضل تلاش کرنا (یعنی تمہارا طلب معاش کے لیے تنگ و دوہ کرنا اسی کے ارادے سے ہے.....) بیشک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لیے (جو تدبر اور عبرت کا سنتا سنتے ہیں) اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے (یعنی اس کا یہ بجلی دکھانا نشانی ہے) ڈرائی (مسافروں کو اپنی کڑک سے) اور امید دلاتی (مقیم لوگوں کو بارش کی) اور آسمان سے پانی اتارتا ہے تو اس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے (یعنی اس کے خشک ہو جانے کے بعد اس طرح کہ اسے سرسبز و شاداب کر دیتا ہے.....) بیشک اس میں (یعنی مذکورہ امور میں) نشانیاں ہیں عمل والوں کے لیے (تدبر کرنے کے لیے) اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس کے علم سے (یعنی اس کے ارادے سے) آسمان

اور زمین (بے کسی ستون کے) قائم ہیں پھر جب تمہیں زمین سے ایک نداء فرمائے گا (یوں کہ قبروں سے اٹھانے کے لیے حضرت اسرائیل علیہ السلام کی صورت میں پھونکیں گے) جسے تم (قبروں سے) نکل پڑو گے (زندہ ہو کر تو تمہارا اس کے ذریعے زندہ ہو کر قبروں سے نکل آتا بھی من جملہ اس کی نشانیوں میں سے ہے..... ۵.....) اور اسی کے (مملوک، مخلوق اور بندے ہیں) جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے زیرِ حکم (یعنی اس کے مطیع) ہیں اور وہی ہے کہ اول (لوگوں کو) بناتا ہے پھر (ان کی ہلاکت کے بعد) انہیں دوبارہ بنائے گا اور یہ (اے سننے والوں) کسی چیز کو دوبارہ بنانا پہلی بار شے بنانے کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے اور اللہ جل جلالہ کے لیے دونوں ہی کام ابتداء بنانا اور اعادہ کرنا آسان ہے) اور اسی کے لیے سب سے برتر شان آسمانوں اور زمین میں (یعنی بلکہ بالا شان اسی کی ہے اور اس مثل الاعلیٰ مراد لا الہ الا اللہ ہے) اور وہی غالب ہے (اپنے ملک میں) اور حکیم ہے (اپنی خلق میں)۔

﴿قر گیب﴾

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ﴾

و: عاطفہ، من آیتہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدریہ، خلقکم من تراب: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، اذا: نجاتیہ، انتم: ذوالحال، تنتشرون: جملہ فعلیہ حال، ملکر مبتدا، بشر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾

و: عاطفہ، من آیتہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدریہ، خلق لکم: فعل بافاعل و ظرف لغو، من انفسکم: ظرف لغو ثانی، ازواج: مفعول، لتسکنوا الیہا: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل بینکم: فعل بافاعل و ظرف، مودۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رحمة: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿أَنْ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُتَفَكَّرُونَ﴾

ان: حرف مشبہ، فی ذلك: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، آیت: موصوف، لقوم: موصوف، یفکرون: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاجْتِزَاءَ السَّنَةِ وَالْوَأْنِ﴾

و: عاطفہ، من آیتہ: ظرف مستقر خبر مقدم، خلق السموات والارض: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اجتزاء السنۃ: مضاف، السنۃ: مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿أَنْ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ﴾

ان: حرف مشبہ، فی ذلك: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، آیت: موصوف، للعالمین: موصوف، ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاءُكُمْ مِنَ الْغُدُوِّ وَالْآخِرِ﴾

و: عاطفہ، من آیتہ: ظرف مستقر خبر مقدم، منامکم باللیل والنہار: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابتغاءکم من الغدو والآخر: شبہ جملہ معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: فی ذلك: الخ، جملہ اسمیہ۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ يَرْسِلُ السَّمَاءَ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْبُيُوتَ الْمَوْتَىٰ وَجَعَلَ الْخَلَائِقَ كُلًّا مَوْجِدًا﴾

و: عاطفہ، من آیتہ: ظرف مستقر خبر مقدم، یرسکم البرق: مفعول، یخوفوا وطمعوا: مفعول، خوفوا وطمعوا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف

علیہ، و عاطفہ، ینزل من السماء ماء: جملہ فعلیہ معطوف، ف: عاطفہ، یسحی بہ الارض بعد موتہا: فعل بافاعل و ظرف لغو
ومفعول و ظرف، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ بتقدیر ان تاویل مصدر مبتدا مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿ان فی ذلک لآیت لقوم یعقلون﴾ و من ایته ان تقوم السماء والارض بامرہ ﴿﴾۔

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خیر مقدم، لآیت لقوم یعقلون: اسم مؤخر بلکہ جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، من ایته: ظرف مستقر خیر
مقدم، ان: مصدریہ، تقوم السماء والارض بامرہ: جملہ فعلیہ تاویل مصدر مبتدا مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿ثم اذا دعاکم دعوة من الارض اذا انتم تخرجون﴾۔

ثم: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، دعاکم: فعل بافاعل ومفعول، دعوة: مفعول مطلق، من الارض: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ
ہو کہ شرط، اذا: فجائیہ، انتم: مبتدا، تخرجون: جملہ فعلیہ خیر، بلکہ جملہ اسمیہ جزاء، بلکہ جملہ شرطیہ۔

﴿وله من فی السموت والارض کل له قنتون﴾۔

و: عاطفہ، له: ظرف مستقر خیر مقدم، من: موصولہ، فی السموت والارض: ظرف مستقر صلہ، بلکہ مبتدا مؤخر، بلکہ جملہ
اسمیہ، کل: مبتدا، له قنتون: شبہ جملہ خیر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿وهو الذی یدؤ الخلق ثم یعیده وهو اھون علیہ﴾۔

و: عاطفہ، هو: مبتدا، الذی: موصول، یدؤ الخلق: فعل بافاعل ومفعول، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، یعیده: جملہ فعلیہ
معطوف بلکہ صلہ، بلکہ خیر، بلکہ جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، هو: مبتدا، اھون علیہ: شبہ جملہ خیر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿وله المثل الاعلیٰ فی السموت والارض وهو العزیز الحکیم﴾۔

و: عاطفہ، له: ظرف مستقر خیر مقدم، المثل الاعلیٰ: مرکب توصیفی ذوالحال، فی السموت والارض: ظرف مستقر حال، بلکہ مبتدا
مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، هو: مبتدا، العزیز الحکیم: خبر ان، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تخلیق انسانی سے توحید باری پر دلائل:

۱..... حکماء کا قول ہے کہ انسان چار عناصر کا مجموعہ ہے مٹی، پانی، ہوا اور آگ، پس مٹی انسانی وجود میں ٹھراؤ، اور پانی مل
جانے یا چٹ جانے کا کام دیتا ہے، اور مٹی توڑ پھوڑ کا عمل تیزی کے ساتھ کرتی ہے، اور ہوا بلند کرنے یا اٹھانے کا کام دیتی ہے جیسا کہ
لوہے کی بھٹی کہ انسان اس کے پاس کھڑا رہ کر پھونک مارتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا اس میں بلندی اور اٹھان والی کیفیت نہ پائی جائے۔ او
راگ پکانے اور اشیاء کے باہم ملانے کا کام دیتی ہے، تو کیا ایسا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر درست ہو تو مٹی اور پانی کا اعتبار کیسے درست
ہوگا اور اگر ایسا کہنا درست نہیں تو پھر آگ اور ہوا سے تخلیق کرنا کہنا کیسے درست ہو سکتا حالانکہ انسان نہ تو آگ سے بنا ہے اور نہ ہی ہوا
سے، ہم کہتے ہیں کہ حکماء کے قول میں عند الشرع کوئی فساد کا معنی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی جھگڑے والی صورتحال ہے جب کہ یہ کہا جائے
کہ انسان طبعی لحاظ سے متذکرہ عناصر کا مجموعہ ہے، اور اگر حکماء یہ کہتے ہوں کہ اللہ نے اپنی حکمت کے پیش نظر انسان کو متذکرہ عناصر
سے پیدا فرمایا پھر بھی کوئی جھگڑا نہیں ہے، جہاں تک آگ اور ہوا کا تعلق ہے تو ان کی ذکر کردہ کیفیات اسی وقت ہو سکتی ہیں جب کہ مٹی
اور پانی کا امتزاج قائم ہو، پس ظاہر یہ ہے کہ درحقیقت ابتداء میں یہی دو اجزاء ہیں جسے خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا اس لئے کہ
غالب طور پر محسوس کئے جانے والے یہی دو اجزاء ہیں۔

(الرازی، ج ۹، ص ۹۱)

رنگ و نسل کے فرق کا بیان:

۲..... اللہ ﷻ قیامت تک کی تمام لغات کو جانتا ہے، اور اللہ ﷻ نے انسان کو تمام ہی زبانوں کا الہام کر دیا اور انہیں قدرت دے دی کہ سب ہی زبانوں پر قادر کر دیا۔ لہذا بعض عربی، بعض فارسی، بعض رومی وغیرہ زبانیں بولتے ہیں۔ حضرت وہب کہتے ہیں کل بہتر قسم کی زبانیں ہیں، حام کی قوم میں سترہ، سام کی قوم انیس، یالٹ کی قوم میں چھتیس، زبانیں بولی جاتی تھیں (یہ حضرت نوح ﷺ کے صاحبزادوں کے نام ہیں)، اور انسان سفید، کالے اور متوازن رنگت کے ہوتے ہیں، اور انسانی شکل و صورت و ہیئت و اعضاء کے لحاظ سے بھی فرق ہوتا ہے تاکہ ایک بندہ دوسرے سے ممتاز ہو جائے۔
(روح المعانی، الجزء: ۲۱، ص ۴۵)

رات و دن اور اس کے معمولات سے استدلال:

۳..... اللہ ﷻ نے دن و رات میں نیند کو سکون و راحت کے حصول کا سامان کیا، اور تھکن و مشقت سے آرام پانے کا ذریعہ بنایا، اور دن میں تمہارے لئے منتشر ہو کر اسباب اختیار کرتے ہوئے سفر کرنا بھی آسان کر دیا، اور یہ دن میں ہونے والے امور نیند کی مخالف جہت سے ہیں کہ انسان نیند کی حالت میں یہ کچھ نہیں کر سکتا۔
(ابن کثیر، ج ۳، ص ۵۲۶)

بارش اور اس کے اثرات سے استدلال:

۴..... حالت سفر میں بجلی کی کڑک ڈرانے کو اور حالت حضر میں بارش کی امید دلانے کے لئے، یہ دونوں خوف و طمعاً فعل کی علت ہونے کی بناء پر منصوب ہیں جسے فعل مذکور مستلزم ہے۔ کیونکہ اسے دکھانا ان کے بجلی کی طرف خوف اور امید کے لئے دیکھنے کو مستلزم ہے یا یہ فعل مذکور کی علت ہے، اس صورت میں مضاف محدود ہوگا یعنی لارائہ خوف و طمع، یا خوف و طمع اخافہ اور اطماع (ڈرانا یا امید دلانا) کی تاویل میں ہیں، یا یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہیں جیسے یہ قول ”کلمتہ شفاھا“۔ اور اللہ ﷻ آسمان سے بارش اتارتا ہے اور نباتات کے سبب زمین کو زندہ کرتا ہے، اس کی موت (خشک ہونے) کے بعد یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل مند ہیں، یعنی وہ اپنی عقلوں کو استعمال کرتے ہیں اور صالح کمال قدرت و حکمت کا ادراک کر لیتے ہیں۔ (المظہری، ج ۵، ص ۴۳۴)

موت کے بعد حیات سے استدلال:

۵..... مگر یہ کہتے ہیں کہ کفار موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب کرتے تھے تو آیت پاک ﴿وہو الذی یسدوا الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیہ﴾ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ دوبارہ زندہ کرنا اول تخلیق کرنے کے مقابلے میں آسان ہے۔

☆..... مجاہد کا قول ہے کہ اعادہ کرنا ابتداء کے مقابلے میں آسان ہے۔

☆..... ضحاک کہتے ہیں کہ تمہاری عقلوں کی مناسبت سے دیکھو تو کسی چیز کا اعادہ کرنا اولاً تخلیق کرنے کے اعتبار سے آسان ہوتا ہے۔

☆..... ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ نے ابتداء نطفہ پھر خون کا جما ہوا لوتھڑا، پھر گوشت کا ٹکڑا بنایا، جب کہ اعادہ کرنا آسان ہے۔

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۲۹۷ وغیرہ)

اغراض:

ای اصلکم آدم: اس جملے میں مضاف کے حذف کی جانب اشارہ ہے، اور صحیح یہ ہے کہ کلام کو ظاہر پر باقی رکھا جائے کیونکہ نطفہ غذا کا

شاخسانہ ہوتا ہے جو کہ مٹی سے بنتا ہے۔

من ضلع آدم: یعنی آدم ﷺ کی بائیں ہلی سے جب کہ وہ حالت نیند میں تھے، پھر جب نیند سے بیدار ہوئے تو بلی بی حوا کی جانب

مائل ہوئے، پس فرشتے نے اُن سے کہا: چھوڑیں! پہلے ان کا مہر ادا کریں، استفسار فرمایا: کیا مہر؟ کہا گیا یعنی محمد ﷺ پر درود پڑھیں۔ اسی لغاتکم: یعنی تم میں علم ضروری کو جاری کر دیا جسے تم اپنی لغات کے ذریعے سمجھتے ہو اور اختلاف ہونے کی بناء پر دیگر لغات سے جان لیتے ہو۔ راحة لکم تمہارے لئے رات کو سکون حاصل کرنے کے لئے بنایا۔

ای ذوی العقول واولی العلم: مراد اہل معرفت ہیں، جو کہ مصنوعات کو ان کے صنایع سے پہچانتے ہیں جیسا کہ کسی عارف کا قول ہے: ہر چیز کی ایک نشانی ہے جو کہ اس بات پر دلیل ہے کہ اس کا کوئی ایک بنانے والا ہے۔

بارادقہ: یعنی اللہ ﷻ کی قدرت کے سوا کسی کی مجال نہیں کہ دن و رات کو لائے۔

فی الصور: تجھ بے حث مراد ہے جس میں روحیں جسموں سے نکل جائیں گی، کیونکہ اس نغمہ میں اتنی طاقت ہوگی کہ ساری روحیں ایک ساتھ نکل جائیں گی، پس کوئی روح خطانہ کرے گی۔

مطیعون: یعنی افعال کی اطاعت کرنے والے، مراد فرمانبرداری کرنا ہے نہ کہ عبادت کرنا، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ حساب کے لئے قائم و دائم ہونگے، ایک قول یہ ہے کہ زبان یا دیگر اعضاء سے وطادت کے لئے کوشاں ہونگے۔

بالنظر الی ما عند المخاطبین: کلام الہی لوگوں کی عقلوں کے مطابق ہے، پس جب اللہ ﷻ کسی چیز کو لوگوں کے درمیان پھیرنا چاہے تو اس پر ایسا کرنا آسان ہوتا ہے اور دوبارہ تخلیق کرنا بھی آسان ہوتا ہے، اور اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ کے افعال نسبت کے اعتبار سے برابر ہوا کرتے ہیں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اسم تفضیل اھون بمعنی ہین ہے۔

ای الصفة العلیا: اس جملے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ المثل بمعنی الصفة ہے، اور الاعلیٰ بمعنی العلیا ہے، یعنی اللہ کی ذات پاک ہر قسم کے نقص سے پاک و بلند و بالا ہے۔

وہی انا لا الہ الا اللہ: اس وصف کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی وحدانیت کی صفت اور دیگر تمام صفات کو کمال درجے کے لوازمات کے ساتھ بیان کر دیا جائے اور اس کی ذات سے ہر نقص کو دور کیا جائے۔ (الصاوی، ج ۴، ص ۳۲۷ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

ملازمین کو ملامت کرنے کے بارے میں شرعی احکام:

مسلمان نے کافر کی خدمت گاری کی نوکری کی، یہ بیخ ہے بلکہ کسی ایسے کام پر کافر سے اجارہ نہ کرے جس میں مسلم کی ذلت ہو۔

(العالمگیری، کتاب الاحارۃ، باب الحادی عشر فی الاستعمار للخدمة، ج ۴، ص ۴۹۱)

باپ اپنے نابالغ لڑکے کو ایسے کام کے لئے اجرت پردے سکتا ہے جس کے کرنے کی اُسے طاقت ہو اور باپ نہ ہو تو اس کا وصی، یہ بھی نہ ہو تو دادا، اور دادا نہ ہو تو اس کا وصی نابالغ کو اجارہ دے سکتا ہے اور اگر ان میں کوئی نہ ہو تو ذرہ محرم (قریبی رشتے دار) جس کی پرورش میں وہ بچہ ہے دے سکتا ہے۔ (بہار شریعت معراجہ، خدمت کے

لیہ اجارہ، حصہ ۱۰۴، ج ۳، ص ۱۶۴ وغیرہ)

شاگرد اپنے استاد کے ساتھ کام سیکھتا ہے یا بڑے دوکاندار اور کارکن اپنے یہاں کام کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو نوکر رکھ لیتے ہیں اور ان سے کام لیتے ہیں ان شاگردوں اور نوکروں کا کام اسی استاد اور دوکاندار کا کام سمجھا جاتا ہے اگر شاگردوں یا نوکروں سے کسی کی چیز میں نقصان ہو جائے جو اس دکان پر بننے آئی تھی تو اس کا ذمہ دار وہ استاد اور دوکاندار ہے اسی سے تاوان لیا جائے گا وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے نقصان نہیں ہوا مثلاً درزی کے پاس کپڑا اپنے کو دیا یا اسکے نوکر نے کوئی ایسی خرابی کر دی جس سے تاوان لازم آتا ہے تو اسی درزی سے تاوان لیا جائے گا اور وہ اپنے نوکر سے تاوان نہیں لے سکتا کہ نوکر بچہ خاص ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الاحارۃ، باب ضمان الاجیر، صیحت اختلاف الملجور، ج ۹، ص ۱۰۲)

ر کوع نمبر: ۷

﴿ضرب﴾ ﴿جعل﴾ ﴿لکم﴾ ﴿ایہا المشرکون﴾ ﴿مثلاً﴾ ﴿کائنا﴾ ﴿من انفسکم﴾ ﴿وهو﴾ ﴿هل لکم من ما ملکت ایمانکم﴾ ﴿ای من ممالیککم﴾ ﴿من شرکاء﴾ ﴿لکم﴾ ﴿فی ما رزقنکم﴾ ﴿من الاموال و غیرہما﴾ ﴿فانتم﴾ ﴿وہم﴾ ﴿فیہ سواء تخالفونہم کخیفتم انفسکم﴾ ﴿ای امثالکم من الأحرار والاستفہام بمعنی النفی المعنی لیس ممالیککم شرکاء لکم الی آخرہ عیدکم فکیف تجعلون بعض ممالیک اللہ شرکاء لہ﴾ ﴿کذلک فصل الایت﴾ ﴿نبینہا مثل ذالک التفضیل﴾ ﴿لقوم یعقلون﴾ ﴿۲۸﴾ ﴿یتدبرون﴾ ﴿بل اتبع الذین ظلموا﴾ ﴿بالأشراک﴾ ﴿اھواء ہم بغير علم﴾ ﴿فمن یرہدی من اضل اللہ﴾ ﴿ای لا ہادی لہ﴾ ﴿وما لہم من نصیرین﴾ ﴿۲۹﴾ ﴿ما ینعین من عذاب اللہ﴾ ﴿فاقم﴾ ﴿بما محمد﴾ ﴿وجہک للذین حنیفا﴾ ﴿مائلاً الیہ ای اخلص دینک للہ انت و من تبعک﴾ ﴿فطرت اللہ﴾ ﴿خلقہ﴾ ﴿التی فطر﴾ ﴿خلق﴾ ﴿الناس علیہا﴾ ﴿وہی دینہ ای الزموا﴾ ﴿لا تبدیل لخلق اللہ﴾ ﴿لذینہ ای لا تبدلوا﴾ ﴿بان تشرکوا﴾ ﴿ذلک الذین القیم﴾ ﴿المستقیم توحید اللہ﴾ ﴿ولکن اکثر الناس﴾ ﴿ای کفار مکہ﴾ ﴿لا یعلمون﴾ ﴿۳۰﴾ ﴿توحید اللہ﴾ ﴿منیین﴾ ﴿راجعین﴾ ﴿الیہ﴾ ﴿تعالی فیما أمر بہ ونہی عنہ حال من فاعل اقم وما ارید بہ ای اقیموا﴾ ﴿واقیموا الصلوۃ ولا تکنونوا من المشرکین﴾ ﴿۳۱﴾ ﴿من الذین﴾ ﴿ببدل باعادة الجار﴾ ﴿فرقوا دینہم﴾ ﴿باختلافہم فیما یعبدونہ﴾ ﴿وکانوا شیعا﴾ ﴿فرقا فی ذالک﴾ ﴿کل حزب﴾ ﴿۲﴾ ﴿منہم﴾ ﴿بما لدیہم﴾ ﴿عندہم﴾ ﴿فرحون﴾ ﴿۳۲﴾ ﴿مسرورون و فی قرانہ فارقوا ای ترکوا دینہم الذی أمروا بہ﴾ ﴿واذا مس الناس﴾ ﴿ای کفار مکہ﴾ ﴿ضر﴾ ﴿شدۃ﴾ ﴿دعوا ربہم منیین﴾ ﴿راجعین﴾ ﴿الیہ﴾ ﴿ذون غیرہ﴾ ﴿ثم اذا اذاقہم منہ رحمۃ﴾ ﴿بالمطر﴾ ﴿اذا فریق منہم بربہم یشرکون﴾ ﴿۳۳﴾ ﴿لیکفروا بما اتینہم﴾ ﴿ارید بہ التہدید﴾ ﴿فتمتموا﴾ ﴿لقد فسوف تعلمون﴾ ﴿۳۴﴾ ﴿عاقبۃ تمتعکم فیہ ایفات عن الغیبۃ﴾ ﴿ام﴾ ﴿بمعنی ہمزۃ الإنکار﴾ ﴿انزلنا علیہم سلطاناً﴾ ﴿حجۃ﴾ ﴿و کتاباً﴾ ﴿لہو یتکلم﴾ ﴿تکلم دلالة﴾ ﴿بما کانوا بہ یشرکون﴾ ﴿۳۵﴾ ﴿ای یأمرہم بالأشراک﴾ ﴿واذا اذقنا الناس﴾ ﴿ای کفار مکہ و غیرہم﴾ ﴿رحمۃ﴾ ﴿نعمة﴾ ﴿فرحوا بہا﴾ ﴿فرح بطراً﴾ ﴿وان تصبہم سیتۃ﴾ ﴿۳﴾ ﴿شدۃ﴾ ﴿بما قدمت ایدیہم اذا ہم یقنطون﴾ ﴿۳۶﴾ ﴿ینسون من الرحمة و من شان المؤمن ان یشکر عند النعمۃ و یرجو ان یربہ عند الشلۃ﴾ ﴿اولم یروا﴾ ﴿یعلموا﴾ ﴿ان اللہ یسط الرزق﴾ ﴿یوسعہ﴾ ﴿لمن یشاء﴾ ﴿امتحاناً﴾ ﴿ویقدر﴾ ﴿یضیقہ لمن یشاء ابتلاء﴾ ﴿ان فی ذلک لایت لقوم یؤمنون﴾ ﴿۳۷﴾ ﴿بہا﴾ ﴿فات ذا القربی﴾ ﴿القرابۃ﴾ ﴿حقہ﴾ ﴿من البر و الصلۃ﴾ ﴿والمسکین و ابن السبیل﴾ ﴿المسافرین من الصدقۃ و امة النبی﴾ ﴿صلی اللہ علیہ و آلہ﴾ ﴿تبع لہ فی ذالک﴾ ﴿ذلک خیر للذین یریدون وجہ اللہ﴾ ﴿ای ثوابہ﴾ ﴿بما یعملون﴾ ﴿واولئک ہم

المفلحون ﴿۳۸﴾ ﴿الْفَالِزُونَ﴾ ﴿وما ایتیم من ربا﴾ ﴿بأن یعطى شیئا هبة او هدیة لیطأب اکثر منه لسمی باسم المَطْلُوبِ مِنَ الزَّیَادَةِ فی المعامَلَةِ﴾ ﴿لیربوا فی اموال الناس﴾ ﴿المُعْطِینِ اِی یزید﴾ ﴿فلا یربوا﴾ ﴿یزکو﴾ ﴿عند الله﴾ ﴿ای لا ثواب فیہ للمطیعین﴾ ﴿وما ایتیم من زکوة﴾ ﴿صدقة﴾ ﴿تربدون﴾ ﴿بہا﴾ ﴿وجه الله فارلئک ہم المضعفون﴾ ﴿۳۹﴾ ﴿ثوابہم بما اراؤہ فیہ البفات عن الخطاب﴾ ﴿الله الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم هل من شرکاء کم﴾ ﴿ممن اشرکتکم بالله﴾ ﴿من یفعل من ذلکم من شیء﴾ ﴿لا﴾ ﴿سبحنه وتعلی عما یشرکون﴾ ﴿۴۰﴾

﴿قرجمہ﴾

(اے مشرکوں) تمہارے لیے ایک کہادت بیان فرماتے ہیں (ضرب بمعنی جعل ہے، "مثلاً" کی صفت کائناتنا محذوف ہے) خود تمہارے اپنے حال سے (اور وہ حال یہ ہے کہ) کیا تمہارے ہاتھ کے غلاموں میں سے کچھ شریک ہیں (تمہارے ساتھ، من ماملکت ایمانکم بمعنی من ممالیککم ہے) اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی (یعنی اموال وغیرہ) تو تم (اور وہ لوگ) سب اس میں برابر ہو تم ان سے ڈرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو (یعنی وہ آزاد ہونے میں تمہاری مثل نہیں ہے، یہاں استفہام بمعنی نفی ہے معنی آیت یہ ہے کہ تمہارے مملوک غلام تمہارے شریک نہیں ہیں ارج، تو تم اللہ ﷻ کے بعض مملوک کو اس کا شریک کس طرح قرار دے رہے ہو؟.....!.....) ہم ایسی مفصل آیتیں بیان فرماتے ہیں (یعنی ہم اس تفصیل کی مثل آیات بیان فرماتے ہیں) عقل والوں کے لیے (مدبر کرنے والوں کے لیے) بلکہ ظالم (شریک کر کے ظلم کرنے والے) اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے بے جانے تو اسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا (یعنی اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں) اور ان کا کوئی مددگار نہیں (یعنی عذاب الہی ان سے روکنے والا کوئی نہیں) تو (اے حبیب ﷺ) اپنا منہ سیدھا کر دین کے لیے اس کی طرف مائل ہوتے (حنیفا بمعنی مائلا الیہ ہے، یعنی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے تبعین اللہ ﷻ کے لیے اپنے دین کو خالص کیجیے) اللہ کی ڈالی ہوئی بناء (جسے اللہ ﷻ نے بنایا) جس پر لوگوں کو پیدا کیا (فطرۃ اللہ سے مراد اس کا دین ہے..... جس کو تم نے لازم پکڑ رکھا ہے) اللہ کی بنائی چیز (یعنی اس کا دین) نہ بدلنا..... یہ..... (یعنی دین الہی کو بدل کر کہیں مشرک ہو جاؤ) یہی سیدھا دین ہے (یہی دین مستقیم یعنی اللہ ﷻ کو ایک ماننا ہے) مگر بہت لوگ (یعنی کفار کہہ اللہ ﷻ کی توحید کو) نہیں جانتے اس کی (یعنی اللہ ﷻ کی) طرف رجوع لاتے ہوئے (اس کے اوامر و نواہی کا لحاظ رکھتے ہوئے، یہ جملہ اقم فعل کے فاعل سے اور اس کی مراد یعنی اقمیوا سے حال ہے) اور اس سے ڈرو (واتقوہ بمعنی خافوہ ہے) اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو ان میں سے جنہوں نے ("من الذین" حرف جر کے اعادہ کے ساتھ ماقبل کا بدل ہے) اپنے دین کو (اپنے معبود میں اختلاف کر کے) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور ہو گئے گروہ گروہ (اس بات میں ٹکڑیوں میں بٹ گئے ان میں سے) ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اسی پر خوش ہے (مسرور ہے..... یہ.....، ایک قرائت میں فرحو اکی جگہ فرحو آیا ہے یعنی ان لوگوں نے اس دین کو ترک کر ڈالا جسے اختیار کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا، لدیہم بمعنی عند ہم ہے) اور جب لوگوں کو (یعنی کفار کہہ کو) تکلیف پہنچتی ہے (کوئی شدت پہنچتی ہے) تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع لاتے (نہ کہ اس کے غیر کی طرف رجوع لاتے، منہین بمعنی راجعین ہے) پھر جب وہ انہیں اپنے پاس (پارش برسا کر) رحمت کا اثر دیتا ہے (جیسا ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے کہ ہمارے دیئے کی ناشکری کریں (اس جملے سے تہدید کا ارادہ کیا گیا ہے) تو برت

لو اب قریب جاننا چاہتے ہو (اپنے برتنے کے انجام کو اس میں غالب سے صیغہ خطاب کی طرف التفات کیا گیا ہے) کیا (ام) بمعنی ہمزہ انکاری ہے) ہم نے ان پر کوئی سندا تاری (کوئی حجت اور کتاب اتاری) کہ وہ بتا رہی ہو (دلالت تکلم کرتے ہوئے) انہیں ہمارے شریک بنانے کا (یعنی وہ کتاب انہیں ہمارا شریک بنانے کا حکم دے رہی ہو، پس ایسا نہیں ہے) اور جب ہم لوگوں کو (یعنی کفار مکہ کو رحمت یعنی نعمت) کا ہزہ دیتے ہیں اس پر خوش ہو جاتے ہیں (اتراتے اور اڑتے) اور اگر انہیں کوئی مصیبت پہنچے (کوئی تکلیف پہنچے) بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے بھیجا جیسا وہ نا امید ہو جاتے ہیں (اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں جبکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ نعمت کے وقت اللہ ﷻ کا شکر کرتا اور شدت کے وقت اللہ ﷻ سے امید ٹوٹا رکھتا ہے..... ۵.....) اور کیا انہوں نے نہ دیکھا (یعنی نہ جانا) کہ اللہ رزق وسیع فرماتا ہے جس کے لیے چاہے (بطور آزمائش) اور سچی فرماتا ہے (جس کے لیے چاہے بطور امتحان، بیسٹ بمعنی یوسع اور یقدر بمعنی یضیق ہے) بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان کے لیے جو (اس پر) ایمان رکھتے ہیں تو رشتہ دار کو (القربی بمعنی القرابہ ہے) اس کا حق دو (بھلائی اور صلہ رحمی کر کے..... ۱.....) اور مسکین اور مسافر کو (صدقے کے مال میں سے، ابن مسیل کے معنی مسافر ہے غالب امر حضور ﷺ ہیں اور امت اس میں آپ ﷺ کی تابع ہے) یہ بہتر ہے ان کے لیے جو اللہ کا ثواب چاہتے ہیں (اپنے اعمال کے ذریعے، وجہ اللہ بمعنی ثواب اللہ ہے) اور یہی لوگ کامیاب ہیں (المفلحون بمعنی الفائزون ہے) اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو (یوں کہ تم بطور ہبہ یا کوئی چیز اس لیے دو تا کہ تم اس سے زیادہ طلب کر سکو معاملات میں زیادت و اضافے کو مطلوب کہا گیا ہے) کہ (ان) لوگوں کے (جو دینے والے ہیں) مال بڑھیں (ان میں اضافہ ہو) تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی (یعنی فرمانبرداروں کے لیے اس میں کچھ ثواب نہیں ہے..... کے..... یسروا بمعنی یسروا ہے) اور جو تم خیرات دو (ذکوۃ بمعنی صدقہ ہے، اس سے) اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انہی کے (ثواب) دو نے ہوئے (ان کے ثواب کا ارادہ کرنے کے سبب اس میں خطاب سے صیغہ غالب کی طرف التفات ہے) اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلانے گا کیا تمہارے شریکوں میں بھی (جنہیں تم نے اللہ ﷻ کے ساتھ شریک بنائے) کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کرے (نہیں کوئی ایسا نہیں) پاکی اور برتری ہے اسے (ان سے) جنہیں شریک بناتے ہیں (اس کے ساتھ)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ضرب لکم مثلا من انفسکم هل لکم من ما ملکتم ایمانکم من شرکاء فی ما رزقنکم﴾

ضرب لکم: فعل بافاعل و ظرف لغو، مثل من انفسکم: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، هل ظرف استفہام، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: جار، ما ملکتم ایمانکم: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، شرکاء فی ما رزقنکم: شبہ جملہ ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فانتم فیہ سواء تخالفونہم کخیفتم انفسکم﴾

ف: عاطفہ، انتم: مبتدا، فیہ سواء: شبہ جملہ خبر اول، تخالفونہم: فعل بافاعل و مفعول، کاف: جار، خیفتم: مصدر مضاف، کم ضمیر مضاف الیہ فاعل، انفسکم: مفعول، ملکر شبہ جملہ مجرور، ملکر ظرف مستقر، "خیفہ" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذلک لفصل الایات لقوم یعقلون﴾

کذلک: ظرف مستقر "تفصیلاً" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، لفصل الایات: فعل بافاعل و مفعول، لقوم یعقلون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل اتبع الذين ظلموا اهواءهم بغير علم﴾.

بل: حرف اضراب و عطف، اتبع: فعل، الذين ظلموا: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، بغير علم: ظرف مستقر حال، ملکر قائل، اهواءهم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فمن يهدي من اضل الله وما لهم من نصرين﴾.

ف: فصیحیہ، من: استنفاہیہ مبتدأ، يهدى: فعل بافاعل، من: موصول، اضل الله: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہہ یلیس، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائدہ، نصرين: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاقوم وجهك للدين حنيفا فطرت الله التي فطر الناس عليها﴾.

ف: فصیحیہ، اقم: فعل امر انت ضمیر ذوالحال، حنيفا: حال، ملکر قائل، و: وجهك: مفعول، للدين: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، فطرت الله: مرکب اضافی موصوف، التي: موصول، فطر الناس عليها: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر فعل محذوف "الزموا" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون﴾.

لا: نفی جنس، تبديل: اسم، لام: جار، خلق الله: مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ذلك: مبتدأ، الدين القيم: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: متانفہ، لكن: حرف مشبہ، اكثر الناس: اسم، لا يعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿منيبين اليه و اتقوه و اقيموا الصلوة و لا تكونوا من المشركين﴾.

منيبين اليه: شبہ جملہ ماقبل فعل محذوف "الزموا" کے قائل سے حال واقع ہے، و: عاطفہ، اتقوه: فعل بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اقيموا الصلوة: فعل امر بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا: ناصیہ، تكونوا: فعل ناقص با اسم، من المشركين: جار مجرور مبدل منه، من: جار، الذين: موصول، فرقوا دينهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، كانوا اشيعا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر بدل، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿كل حزب بما لديهم فرحون﴾.

كل حزب: مبتدأ، بما لديهم: ظرف لغو مقدم، فرحون: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و اذا مس الناس ضر دعوا ربهم منيبين اليه﴾.

و: متانفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ، مفعول فیہ مقدم، مس الناس: فعل و مفعول، ضر: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، دعوا: فعل، واد ضمیر ذوالحال، منيبين اليه: شبہ جملہ حال، ملکر قائل، ربهم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ثم اذا اذاهم منه رحمة اذا فريق منهم بربهم يشركون﴾.

ثم: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ، مفعول فیہ مقدم، اذاهم: فعل بافاعل و مفعول، منه: ظرف مستقر حال مقدم، و: رحمة: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، اذا: فجائیہ، فريق: موصوف، منهم: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدأ، بربهم يشركون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ليكفروا بما اتينهم فتمتعوا فسوف تعلمون﴾.

ليكفروا: فعل امر غائب لتمدید بافاعل، بما اتينهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، تمتعوا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ

فعلیہ، ف: عاطفہ، واقعہ فی جواب الامر، سوف حرف استقبال، تعلمون: فعل بافاعل، مکرر جملہ فعلیہ۔

﴿ام انزلنا علیہم سلطانا فهو يتكلم بما كانوا به يشركون﴾

ام: عاطفہ، انزلنا: فعل بافاعل، علیہم: ظرف لغو، سلطانا: مفعول، مکرر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، هو: مبتدا، يتكلم: فعل بافاعل، ب: جار، ما: موصولہ، كانوا به يشركون: جملہ فعلیہ صلہ، مکرر مجرور، مکرر ظرف لغو، مکرر جملہ فعلیہ خبر، مکرر جملہ اسمیہ۔

﴿هو اذا اذقنا الناس رحمة فرحوا بها وان تصبهم سيئة بما قدمت ايديهم اذا هم يقنطون﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، اذقنا الناس: فعل بافاعل ومفعول، رحمة: مفعول ثانی، مکرر جملہ فعلیہ شرط، فرحوا بها: جملہ فعلیہ جواب شرط، مکرر جملہ شرطیہ، ب: عاطفہ، ان: شرطیہ، تصبهم سيئة: فعل ومفعول، سيئة: فعل، بما قدمت ايديهم: ظرف لغو، مکرر جملہ فعلیہ شرط، اذا: فجائیہ قائم مقام ”ف“ جزائیہ، ہم: مبتدا، يقنطون: جملہ فعلیہ خبر، مکرر جملہ اسمیہ جزا، مکرر جملہ شرطیہ۔

﴿اولم يروا ان الله يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر﴾

همزة: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم يروا: فعل نفی بافاعل، ان الله: حرف مشبہ واسم، يبسط الرزق: فعل بافاعل، ومفعول، لمن يشاء: ظرف لغو، مکرر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، يقدر: جملہ فعلیہ معطوف، مکرر خبر، مکرر جملہ اسمیہ مفعول، مکرر جملہ فعلیہ۔

﴿ان في ذلك لآيات لقوم يؤمنون﴾

ان: حرف مشبہ، في ذلك: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تائیدیہ، آيات: موصوف، لقوم يؤمنون: جار مجرور، مکرر ظرف مستقر صفت، مکرر اسم مؤخر، مکرر جملہ اسمیہ۔

﴿فات ذا القربى حقه والمسكين وابن السبيل﴾

ف: نصیحة، ات: فعل امر بافاعل، ذا القربى: معطوف علیہ، و: عاطفہ، المسكين: معطوف اول، و: عاطفہ، ابن السبيل: معطوف، مکرر مفعول، حقه: مفعول ثانی، مکرر شرط محذوف ”ان عرفت ان السيئة اصابتهم بما قدمت ايديهم“ کیلئے جزا، مکرر جملہ شرطیہ۔

﴿ذلك خير للذين يريدون وجه الله واولئك هم المفلحون﴾

ذلك: مبتدا، خير: اسم تفصیل بافاعل، لام: جار، الذين: موصول، يريدون وجه الله: جملہ فعلیہ صلہ، مکرر مجرور، مکرر ظرف لغو، مکرر شبہ جملہ خبر، مکرر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اولئك: مبتدا، هم المفلحون: جملہ اسمیہ خبر، مکرر جملہ اسمیہ۔

﴿وما اتيتم من ربا ليربوا في اموال الناس فلا يربوا عند الله﴾

و: عاطفہ، ما: شرطیہ مفعول بہ مقدم، اتيتم من ربا: فعل بافاعل وظرف لغو، لام: جار، يربوا: فعل بافاعل، في اموال الناس: ظرف لغو، مکرر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، مکرر ظرف لغو ثانی، مکرر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا يربوا: فعل نفی بافاعل، عند الله: ظرف، مکرر جملہ فعلیہ جزا، مکرر جملہ شرطیہ۔

﴿وما اتيتم من زكوة تريدون وجه الله فاولئك هم المضعفون﴾

و: عاطفہ، ما: شرطیہ مفعول بہ مقدم، اتيتم: فعل و”تم“ ضمیر زوالحال، تريدون وجه الله: جملہ فعلیہ حال، مکرر فاعل، من زكوة: ظرف لغو، مکرر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اولئك: مبتدا، هم المضعفون: جملہ اسمیہ خبر، مکرر جملہ اسمیہ جزا، مکرر جملہ شرطیہ۔

﴿الله الذي خلقكم ثم رزقكم ثم يميتكم ثم يحييكم﴾

الله: مبتدا، الذي: موصول، خلقكم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، رزقكم: جملہ فعلیہ معطوف

اول، ثم: عاطفہ، بمعنی تمکم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ثم: عاطفہ، بمعنی تمکم: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، بلکہ صلہ، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔
﴿هل من شر کائکم من یفعل من ذلکم من شیء﴾

هل: حرف استفہام، من شر کائکم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، یفعل: فعل بافاعل، من ذلکم: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، شیء: ذوالحال، بلکہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ صلہ، بلکہ مبتدا مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿سبحنہ وتعلی عما یشر کون﴾

سبحنہ: فعل محذوف "سبح" کیلئے مفعول مطلق، بلکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تعلی: فعل بافاعل، عما یشر کون: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اعتراض﴾

اللہ ﷻ کے بعض مملوک کو اس کا شریک کرنا:

۱..... مشرکین کو ان کے احوال سے متعلق خبر دی گئی، کیونکہ وہ تمہارے امور کے ہی قریب تر ہے، اور وہ یہ ہے کہ تم بتاؤ کیا تمہارے غلام تمہارے حصہ دار ہوتے ہیں اس مال وغیرہ میں جو ہم نے تمہیں عطا فرمایا ہے۔ پس تم اور وہ اس میں ملکیت اور تصرف میں برابر ہوتے ہو کہ وہ بھی اس میں ایسے ہی تصرف کر سکتے ہیں جیسے تم؟ حتیٰ کہ تم اس کے بغیر اس میں تصرف کرنے سے ڈرنے لگو جیسے تم آپس میں ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو جو تمہاری مثل آزاد ہیں۔ یہ استفہام انکاری ہے، یعنی معاملہ ایسا نہیں۔ اور بیشک یہ تمہارے لئے باعث عار ہے اس کے باوجود کہ وہ تمہاری مثل بشر ہیں تو پھر تم یہ کیسے جائز قرار دیتے ہو کہ وہ پھر جو تمام مخلوق میں سے عاجز ترین مخلوق ہیں وہ اس اللہ کے ساتھ شریک ہوں جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ اسی تفصیل کی مثل مفصل نشانیاں ہم بیان کرتے ہیں کیونکہ تمہیں معافی کو ظاہر کرتی ہے اور ان کی وضاحت کرتی ہے۔ اس قوم کے لئے جو امثال میں غور و فکر کرنے کے لئے اپنی عقلیں استعمال کرتی ہے۔

(المظہری، ج ۵، ص ۴۳۵)

فطرت سے کیا مراد ہے؟

۲..... شیخ جرجانی کہتے ہیں: دین قبول کرنے کی معرفت کو رکھنا فطرت کہلاتا ہے۔
علامہ راغب اصفہانی کہتے ہیں:

اللہ ﷻ نے بندوں کو اس طور پر پیدا فرمایا کہ وہ اس کی معرفت رکھیں اور ایمان قبول کرنے کی قوت ان میں رکھی۔

(المفردات، ص ۳۸۴)

صاحب لسان العرب کہتے ہیں:

فطرة بمعنی خلقہ ہے، یعنی اللہ ﷻ نے مخلوق کو اس اعتبار سے پیدا کیا کہ مخلوق اس کی معرفت کر سکے، اور یہی فطرت اللہ نے ماں کے پیٹ میں سعادت و شقاوت کے اعتبار سے لکھ دی ہے۔

(لسان العرب، الحرف الفاء، ج ۱۰، ص ۲۸۶)

مولانا عبدالحفیظ بلیاوی کہتے ہیں:

وہ وصف کہ ہر موجود اپنی ابتدائی پیدائش میں اس پر ہو، طبعی حالت، دین، سنت، طریقہ، پیدائش۔ (مصباح اللغات، ص ۶۳۸)
☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں جیسے ایک جانور سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم اس میں ٹوٹ پھوٹ دیکھتے ہو؟" (صحیح البیہاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی رقم: ۱۳۵۸، ص ۲۱۷)

ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے بچے کو قتل کیا جو کہ فطرتاً کافر تھا۔ میں (علامہ آلوسی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں کچھ محذوفات ہیں یعنی یہ بچہ زندہ رہا تو کفر و کفر اسی اختیار کرے گا، اور اس کی مطابقت سید عالم علیہ السلام کے اس فرمان پر ہوتی ہے: "الشقی شقی، الشقی شقی، یعنی ہد بخت ماں کے پیٹ ہی میں ہد بخت ہوتا ہے"۔ اور یہ فطرت کے تقاضے یعنی دین اسلام پر ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اسے بھی حق قبول کرنے کی استعداد دی گئی تھی جو اس نے استعمال نہ کی، اس مسئلے پر متامل کرنا چاہیے۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۱، ص ۵۷، روح البیان، ج ۷، ص ۳۹)

اللہ جل جلالہ کی تخلیق کو بدلنا جرم ہے!

..... قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہتے ہیں: مجاہد اور عمرہ نے کہا کہ اللہ جل جلالہ کی تخلیق کو نہ بدلوسے مراد یہ ہے کہ تم جانوروں کو وحشی نہ کرو۔ علامہ قرطبی فطرت کے معنی پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں: دلائل سے واضح ہے کہ جس خلقت اور ہیئت پر اللہ جل جلالہ نے انسان کو صحیح سالم اور تمام جسمانی تقاضے اور عیوب سے خالی پیدا کیا وہی فطرت ہے، اس کے بعد فرمایا ﴿لا تبدیل لخلق اللہ﴾ یہ صورت خیر اور معنی نہی ہے، یعنی اللہ جل جلالہ کی بنائی ہوئی تخلیق میں تبدیلی نہ کرو، اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر اللہ جل جلالہ کی تخلیق میں تبدیلی نہ کرو۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: "کسی عورت کے بالوں میں دوسری عورت کے بالوں کا پونڈ لگانے اور لگوانے والی، گودنے والی، گودوانے والی عورتوں پر لعنت ہے"۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب یوصل الشعر برقم: ۵۹۳۳، ص ۱۰۴)

☆..... سید عالم علیہ السلام کا فرمان ہے: "عورتوں کے حلق سے منع فرمایا اور یہی ان کے حق میں مشلہ ہے

(کنز العمال، رقم: ۱۷۳۷۴، کتاب الزینۃ من قسم الافعال والترغیب فیہا، ج ۳، ص ۲۸۹)

☆..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم علیہ السلام نے عورت کو سرمونڈنے سے منع فرمایا۔ (سنن النسائی، کتاب الزینۃ من السنن، باب النہی عن حلق المرأة راسها، رقم: ۵۰۵۹، ص ۱۱۵۷)

فقہائے احناف نے داڑھی مونڈنے کو چہرے کا مشلہ کہا ہے۔ (الحوہرۃ النیرۃ، کتاب الحج، الجزء: ۱، ص ۲۰۹)

اللہ جل جلالہ فرماتا ہے ﴿ولقد کرمنا بنی آدم﴾ ہم نے بنی آدم کو کرم کیا (الاسراء: ۷۰)۔ ﴿مومن کو اپنے تھوک غلاقت میں پھینکنے کی اجازت نہیں، مومنے زیر ناف و ناخن وغیرہ یونہی نہ باہر پھینک دیئے جائیں بلکہ انہیں دفن کرنا بہتر ہے، عام مسلمان کا دوسرے مسلمان کو گدھے یا پاگل یا کسی طرح کا نازیبا جملہ کہنے پر حکم تعزیر، مومن کی دلی تکریم کو کعبہ سے بڑھ کر کہنا احادیث سے ثابت، الغرض اسلام کے دائرے میں آ کر کتنی عزتیں ملی ہیں لیکن آج مسلمان اپنی عزتوں کو خود پامال کر رہا ہے۔ (۱)..... موجودہ دور میں تشییر خلق کی کئی صورتیں نظر آرہی ہیں تاہم بعض صورت میں کچھ تحفظات کے ساتھ اجازت بھی دی جاتی ہے لیکن اکثر کے بارے میں قرآن و سنت کو مد نظر رکھتے ہوئے ممانعت پائی جاتی ہے۔ مثلاً کلونگ (cloning) کا طریقہ کار جس میں ایک انسان یا جانور کے جسم کے چند سیلز (cells) لئے جاتے ہیں اور انہیں ایک مرتبان (bottle) وغیرہ میں ایک خاص مدت تک رکھا جاتا ہے جس سے کئی سیلز مزید جنم لیتے ہیں کہ جس کے نتیجے کے طور پر کلونگ کا عمل مکمل ہونے پر دوسرے ایک اور حیوان کا وجود ممکن میں لایا جاتا ہے، لیکن اسے تخلیق خدا میں دخل دینا قرار دیا گیا، اللہ کے خفیہ امور میں دخل اندازی اور تکریم انسانی میں کمی کا پیش خیمہ بنا۔ مزید یہ کہ اللہ جل جلالہ کا فرمان ﴿لا تبدیل لخلق اللہ﴾ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں (النس: ۶۴) میں دخل اندازی کا ایک ذریعہ ہے، (۲)..... اسی طرح موجودہ دور میں ایک مسئلہ ٹیٹ ٹیوب بے بی (test tube baby) کا بھی ہے۔ اس میں یوں ہوتا ہے کہ جن افراد کے ہاں بے اولادی کا مسئلہ پریشانی کا باعث ہوتا ہے، اگرچہ اس کی کوئی بھی وجوہات ہوں تاہم جائز صورت یہی ہے کہ جس مرد و عورت کے مابین میں نکاح شرعیہ

تخلیق اللہ جل جلالہ کا فرمان

اللہ جل جلالہ کا فرمان

قائم ہے، کسی وجہ سے مرد کا مادہ عورت کے رحم میں نہیں پہنچتا تو اب ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے نہ دکا مادہ عورت کے رحم میں منتقل کیا جائے، لیکن ہمارے ہاں غیر شرعی نقطہ نگاہ سے کسی غیر مرد کا مادہ ایسی عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے جو ان کے نکاح میں نہیں ہے جس سے ایک طور پر زنا کا دروازہ کھلتا ہے لہذا ایسا نہ کیا جائے بلکہ جائز صورت کا انتخاب کیا جائے جس کا بیان ہم نے کر دیا کہ جن مرد و عورت کے مابین نکاح شرعی منعقد ہے ان کا مادہ اس طور پر منتقل کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ (۳)..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں (یونس: ۶۱) ﴿غیر فطری تقاضوں سے اپنے نفس کی تسکین کرنا، بلکہ اپنی جنس ہی تبدیل کروادینا اس معاشرے میں عام ہوتا جا رہا ہے۔ بعض نام نہاد مولوی کہلانے والے اس کو جائز بھی کہتے سنائی دیتے ہیں۔ مصلحت کی لگام میرے ہونے پر نہ لگی ہوتی تو میں نام بھی لکھ دیتا۔ ٹی وی اسکرین پر بیٹھ کر ہر بولنے والا عالم نہیں ہے۔ ہر کسی کی علمی استطاعت بھی اتنی نہیں کہ قرآن وحدیث وفقہائے کرام کے جزئیات کی روشنی میں صحیح نشانہ ہی کرے، لیکن افسوس صد افسوس عزت وشہرت کی خواہش نے دین کے معاملے میں دست درازی سے باز نہ رکھا۔

گروہوں میں بٹ جانے پر خوشی کرنا:

۳..... مرد و اعتقادی اختلاف ہے، معبود حقیقی ایک ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں، اہل ایمان کے سوا کفار مشرکین کے جتنے بھی باطل گروہ ہیں، سب کے سب اپنے تئیں خوش ہیں لیکن ان کی یہ خوشی عارضی ہے۔ موت کا وقت اٹل ہے اگر اس سے پہلے نہ مائیں تو پھر بتائی کے سوا کچھ دامن گیر نہ ہوگا۔

جان لینا چاہیے کہ دین اللہ ﷻ کے نزدیک اسلام ہی ہے جو کہ حضرت آدم ﷺ سے لے کر آج ہم تک پہنچا، اور شرعی تقاضوں واحکامات میں تبدیلی ہونا وقت کے ساتھ رونما ہوا ہے لیکن لوگ ایک ہی دین پر تھے، پھر لوگ یہود، نصاری، مجوسی، عابدی فرقوں میں بٹنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم ﷺ کے بعد ان کی امت ستر فرقوں میں منقسم ہوئی اور سوائے ایک کے سارے ہی جہنمی گروہ تھے اور چھٹی گروہ وہی تھا جو حضرت ابراہیم ﷺ کے اصول و فروع پر جما ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ ﷺ کی امت ان کے بعد اکہتر فرقوں میں بٹ گئی اور سوائے ایک کے سارے ہی جہنمی گروہ تھے، ناجی فرقہ وہی تھا جو کہ حضرت موسیٰ ﷺ جیسے اعتقاد و عمل پر تھا۔ حضرت عیسیٰ ﷺ کی امت ان کے بعد بہتر فرقوں میں منقسم ہوئی اور سوائے ایک کے سارے ہی جہنمی گروہ تھے، ناجی فرقہ اعتقاد و عمل میں حضرت عیسیٰ ﷺ کا پیروکار تھا۔ امت محمدیہ سید عالم ﷺ کے بعد بہتر فرقوں میں منقسم ہوئی اور سوائے اہل سنت و جماعت کے سارے ہی (بہتر) گروہ جہنمی قرار پائے۔

(روح البیان، ج ۷، ص ۴۲، المظہری، ج ۵، ص ۴۳۸)

مصائب وآلام پر مومن و کافر کا جدا طرز عمل:

۴..... اور جب کفار مکہ کو کوئی مصیبت اور قحط پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے پکارنے لگتے ہیں اور ایسے وقت میں اس کے سوا کو بھی نہیں پکارتے۔ پھر جب رب کریم ﷻ ان کی فریاد قبول کرتے ہوئے انہیں اپنی رحمت عطا فرماتا ہے۔ یعنی مصیبت اور تکلیف سے انہیں نجات اور رہائی عطا فرماتا ہے یا انہیں خوشحالی اور رحمت عطا کرتا ہے۔ تو انہی میں سے ایک گروہ اپنے اسی رب کے ساتھ شریک ٹھہرا لیتا ہے جس نے انہیں عافیت عطا فرمائی اور وہ اس نجات اور عافیت کی نسبت اللہ کے سوا دوسروں کی طرف کرنے لگتے ہیں۔

(المظہری، ج ۵، ص ۴۳۹)

☆..... حضرت زید بن خالد جعفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ کے مقام پر صبح کی نماز پڑھانی، بارش کے ان نشانات پر جو رات کو ہوئی تھی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو

① لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ تَرْجُمُكَ سِنَّ الْعَرَفَانَ تِلْكَ الْبُكْمِ الْبَائِسِ بَدَلِي

تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟“ لوگوں نے عرض کی اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض مومن رہے اور بعض کافر، پس جنہوں نے یہ کہا ہمیں اللہ کے فضل اور رحمت کے ساتھ بارش عطا کی گئی، پس وہ میرے ساتھ ایمان لانے والے ہیں اور وہ ستاروں کا انکار کرنے والے ہیں اور جنہوں نے یہ کہا کہ ہمیں فلاں ستارے کے سبب بارش دی گئی تو وہ مجھ سے کفر کرنے والے ہیں اور ستارے کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں۔“

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: مستقبل الامام الناس، رقم: ۸۴۶، ص ۱۳۷)

قربت داروں کے ساتھ صلہ رحمی:

۵..... حضرت میمونہ بنت حارث بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک باندی آزاد کی اور اس کا رسول ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم وہ باندی اپنے ماموں کو دے دیتیں تو زیادہ اجر ملتا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الہبۃ، باب: ہبۃ المرأة لغیرہ، رقم: ۲۵۹۲، ص ۴۱۹)

☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت ﴿لَنْ نَقْنَلُوا الْبِرَّ تَمَّ بِهٖرْكَزِ بھلائی كونه پہنچو گے﴾ (ال عمران: ۹۲) پکارتا ہوئی تو حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا میرا گمان ہے کہ ہمارا رب ہمارے مالوں میں سے سوال کر رہا ہے، پس میں آپ کو گواہ کرتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ! میری وہ زمین جو بیرحاء (مسجد نبوی کے قریب ہی ایک جگہ جہاں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا باغ تھا جو کہ موجودہ دور میں مسجد نبوی کی حدود میں ہے)، میں ہے اس کو اللہ ﷻ کی راہ میں دیتا ہوں، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ زمین اپنے قربت داروں کو دے دو، تب انہوں نے وہ زمین حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب کو دے دی۔“ (سنن ابو داؤد، کتاب الزکوٰۃ،

باب: فی صلۃ الرحم، رقم: ۱۶۸۹، ص ۳۱۶)

☆..... حضرت زینب بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو، خواہ زیورات سے کیا کرو، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ تم خالی ہاتھ اور مفلس ہو اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے تم جا کر رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرو اگر تمہیں دینا اور ایسی صدقہ سے کافی ہو تو قبہا ورنہ میں تمہارے سوا کسی کو دے دیتی ہوں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم خود جاؤ! حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں گئی تو دیکھا کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہے اور اسے بھی یہی مسئلہ درپیش ہے اور ہم رسول اللہ ﷺ سے بہت مرعوب تھے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے تو ہم نے کہا تم جا کر رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ دو عورتیں دروازے پر یہ معلوم کرنے کے لئے کھڑی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور جوان کی گود میں یتیم بچے ہیں ان کو صدقہ دیں تو ادا ہو جائے گا اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ سے یہ مسئلہ معلوم کیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ عورتیں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا ایک انصار کی عورت ہے، دوسری زینب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی زینب؟“ انہوں نے کہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انہیں دو اجر ملیں گے، ایک قربت کا اور دوسرا صدقہ کا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب: الزکوٰۃ علی الزوج، رقم: ۱۴۶۶، ص ۲۳۸)

قرض کے ضمن میں اسلامی معیشت کے اصول:

۱..... جس نبی کا مسلمان کلمہ پڑھتا ہے، اس سے زیادہ معاشیات کو جاننے والا کون ہو سکتا ہے؟ بلکہ جس اللہ کو وحدہ لا شریک لہ مانتا ہے، اُس احکم الحاکمین سے بڑھ کر کون رہنمائی کر سکتا ہے اللہ نے فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يقرض الله قرضاً حسناً کون ہے

جو اللہ کو قرض حسن دے (البقرہ: ۲۴۵) ﴿اسلامی معیشت کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ومن قدر علیہ رزقہ اور جس پر اس کا رزق نکل گیا (الطلاق: ۷) ﴿معاشی نظام و سوشلزم کے تحت اشتراکیت کے بنیادی اصول کی لپی کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وان لیس للائنسان الا ما معی اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا نگر اپنی کوشش (النجم: ۳۹) ﴿معاشی و معاشرتی پالیسی وضع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ولا تقتلوا اولادکم اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو (بنی اسرائیل: ۳۱) ﴿داخلی و خارجی پالیسی کا بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿واوفوا بالعہد اور عہد پورا کرو (بنی اسرائیل: ۳۴) ﴿اسلامی ریاست کے اصول وضع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وامرہم شوریٰ بینہم اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے (شوری: ۳۸) ﴿اسلامی ریاست کے اصول وضع فرماتے ہوئے فرمایا: ﴿شرع لکم من الدین تمہارے لئے دین کی راہ ڈالی گئی (شوری: ۱۳) ﴿اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں بیان فرمائیں: ﴿قل اطیعوا اللہ تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا (النور: ۵۴) ﴿اطاعت امیر کے حدود یوں وضع فرمائے: ﴿ولا تقطع منہم اور ان میں سے کسی کی بات نہ سن (البقرہ: ۲۴) ﴿مجرموں کو معاف نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ فرمایا: ﴿ولا تأخذکم بہما رافۃ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے (النور: ۲) ﴿دشمن اسلام کو پھیننے سے روکنا، اس کا بیان یوں فرمایا: ﴿السن لم ینتہ المنفقون اگر باز نہ آئے منافق (الاحزاب: ۶۰) ﴿حکمران تجارت کو بے ایمانیوں سے پاک کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿واوفوا الکیل اذا کلتم اور ما پو تو پورا ما پو (بنی اسرائیل: ۳۵) ﴿حکمران معاہدات کی پابندی کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿ولا تشتروا بعہد اللہ ثمنًا قلیلًا اور اللہ کے عہد پر تھوڑے دام نہ لو (النحل: ۹۵) ﴿

☆..... قال النبی ﷺ: "کل قرض جبر منفعۃ فهو ربوا یعنی قرض کے ذریعے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ سود ہے۔"

(کنز العمال، کتاب الدین والسلام، قسم الاول، فصل فی لواحق کتاب الدین، رقم: ۱۰۵۱۲، ج ۳، ص ۹۹)

علامہ طحاوی پھر علامہ شامی خود شرح در مختار میں فرماتے ہیں:

الغالب من احوال الناس انہم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاه اللہ اہم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو مما یعین المنع یعنی لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ مرہون شیء دیتے وقت نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اگر یہ نفع اٹھانا مطلوب نہ ہو تو وہ قرض کے لئے درہم بھی نہ دینگے اور یہ بمنزلہ شرط کے ہو گیا اس لئے کہ جو چیز معروف ہو وہ شرط کی طرح ہوتی ہے۔ (الفتاویٰ الرضویہ معرجه، کتاب الرهن، ج ۲۵، ص ۲۱۷ وغیرہ)

اغراض:

ہادی لہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے۔ انت ومن تبعک: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ خطاب نبی پاک ﷺ سے ہے اور مراد امت محمدیہ ہیں۔ وہی دینہ: مراد دین اسلام ہے، پس ساری مخلوق الست ہو یکم میں کلمہ توحید پر مجتمع تھی، اور اسی طرح سید عالم ﷺ کا فرمان: "ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی بناتے ہیں"۔ ای لا تبدلوا: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کا فرمان ﴿لا تبدل لخلق اللہ﴾ خبر ہے، اور مراد اس سے امر ہے۔ وما ارید بہ: سید عالم ﷺ ان کے پیروکاروں سے خطاب کا ارادہ کیا گیا ہے۔

ای الیموا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿واوقوہ﴾ کا عطف محذوف پر ہے جو کہ ماقبل حال سے ماخوذ ہے۔ ای کفار مکہ: اگرچہ عمومیت کے لحاظ سے سب کے لئے آیت سے عبرت حاصل کرنے کا تقاضا کیا جاسکتا ہے لیکن خاص طور پر کفار کا ذکر کرنا نزول (بلا) کے سبب کی وجہ سے ہے۔ ای ہاموہم بالا شراک: میں اس جانب اشارہ ہے ﴿ہما﴾ میں ما مصدر یہ ہے اور بہتر یہ ہے کہ "ما" موصولہ مانا جائے اس لئے کہ مراد وہ سبب ہے جس کی وجہ سے مشرکین اللہ کا شریک ٹھراتے تھے۔

فروح بطور: اکڑتے ہوئے خوش ہونا، تکبر و عجب میں مبتلا ہونا، یعنی وہ عمل اختیار کرتے جو اللہ کو غضب دلائے، اگر ان کے خوش ہونے کا معاملہ مناسب ہوتا تو اللہ کی رضا کی جانب محمول کیا جاتا۔

ومن شان المؤمن: سے مراد اس کی خصلت و ہیئت ہے۔ ویسے جو ربہ عند الشدة: اس جملے میں اس جانب اشارہ مقصود ہے کہ اللہ ﷻ کے سوا کوئی مصیبت دور کرنے اور رحم کرنے والا نہیں ہے۔ امتحان لینا اس جانچ کے لئے ہوتی ہے کہ بندہ شکر کرتا ہے یا سرکشی اختیار کرتا ہے۔ ابتلاء: اس بات کو دیکھنا مقصود ہوتا ہے کہ صبر و رضا کا پیکر بنتا ہے یا شکوہ شکایت کرتا ہے۔

القرباۃ: امام ابوحنیفہ نے اس آیت ﴿فَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ﴾ سے دلیل حاصل کی کہ نفقہ ماں کے رحم میں بچے کے لئے واجب کر دیا جاتا ہے، اور امام مالک و شافعی نے یہ دلیل حاصل کی کہ نفقہ کی اصول و فروع کا وجوب ہوتا ہے جب کہ اس کی مستحقات بھی ہیں۔

وامۃ النبی: مسکین اور راہ خدا کے مسافر کو امت نبی سے تعبیر کیا، اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ اگرچہ حکم نبی پاک ﷺ ہی کو ہو لیکن اس سے مراد سید عالم ﷺ کی امت ہے۔ بان یعطی شیئا: اس جملے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ آیت ﴿وَمَا آتِیْتُمْ﴾

من ربا ﴿بہرہ یا ہدیہ دینے کے بارے نازل ہوئی کہ کوئی شخص کسی کو زیادہ مقدار میں بہرہ کرے اور غرض یہ ہو کہ میں اس سے مزید اضافہ کے ساتھ وصول کر لوں گا تو یہ ہمارے حق میں مکروہ فعل ہے جب کہ سید عالم ﷺ کے حق میں حرام ہے جس کی دلیل یہ آیت ﴿وَلَا

تَعْنَنَ تَسْتَكْفِرُ﴾ ہے۔ فسمی: مراد حد یہ ہے۔ باسم المطلوب: سے مراد وہ ہے جو ہدیہ کے بدلے لینا والا ہو۔ صدقہ: سے مراد نفل صدقات ہیں، اور زکوٰۃ بھی مراد لی جاتی ہے کیونکہ زکوٰۃ مال، بدن اور اخلاق کو پاک کرتی ہے۔

فیہ التفتات عن الخطاب: زکوٰۃ دینے والے کے حال کی تعظیم یا عیوبیت کا ارادہ کیا گیا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: جو ایسا کرے وہی دونے ہیں۔ لہذا سے اسم اشارہ انکاری کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۳۳۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۸

﴿ظہر الفساد فی البر﴾ ﴿أَيِ الْقِفَارِ بِقَحِطِ الْمَطَرِ وَقَلَّةِ النَّبَاتِ﴾ ﴿وَالْبَحْرِ﴾ ﴿أَيِ الْبِلَادِ الَّتِي عَلَى الْآنْهَارِ بِقَلَّةِ مَائِهَا﴾ ﴿بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ ﴿مِنَ الْمَعَاصِي﴾ ﴿لِيَذِيقَهُمْ﴾ ﴿بِالنُّونِ وَالْيَاءِ﴾ ﴿بَعْضَ الَّذِي﴾ ﴿أَيِ عَقُوبَتِهِ﴾ ﴿عَمَلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ﴿۳۱﴾ ﴿يَتُوبُونَ﴾ ﴿قُلْ﴾ ﴿لِكُفَّارِ مَكَّةَ﴾ ﴿سَيُرَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ﴾ ﴿۳۲﴾ ﴿فَأَهْلِكُوا بِنِشْرَانِهِمْ وَمَنَازِلِهِمْ﴾ ﴿خَاوِيَةً﴾ ﴿فَاقْصِرْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقِيمِ﴾ ﴿دِينِ الْإِسْلَامِ﴾ ﴿مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمَ لَا مَرَدَ لَهُ مِنَ اللَّهِ﴾ ﴿هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ﴿يَوْمَئِذٍ يَصُدُّعُونَ﴾ ﴿۳۳﴾ ﴿فِيهِ إِدْغَامُ النَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الصَّادِ يَتَفَرَّقُونَ بَعْدَ الْحِسَابِ إِلَى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ﴾ ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ﴾ ﴿وَبِئْسَ كُفْرِهِ هُوَ النَّارُ﴾ ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نَفْسَ لَهُمْ يَمْهَدُونَ﴾ ﴿۳۴﴾ ﴿يُوطِئُونَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ فِي الْجَنَّةِ﴾ ﴿لِيَجْزَى﴾ ﴿مُتَعَلِّقٌ بِبِصْطَعُونَ﴾ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ﴿يُنَبِّئُهُمْ﴾ ﴿أَنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكُفْرِينَ﴾ ﴿۳۵﴾ ﴿أَيِ يُعَاقِبُهُمْ﴾ ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ﴾ ﴿أَن يَرْسِلَ الرِّيحَ مَبْشُرَاتِ فَضْلِهِ﴾ ﴿بِمَعْنَى لِنُبَشِّرْكُمْ بِالْمَطَرِ﴾ ﴿وَلِيَذِيقَكُمْ﴾ ﴿بِهَا﴾ ﴿مِنْ رَحْمَتِهِ﴾ ﴿الْمَطَرِ وَالنَّخْلِ﴾ ﴿وَلِتَجْرِيَ الْفَلَكَ﴾ ﴿السُّفُنُ بِهَا﴾ ﴿بِأَمْرِهِ﴾ ﴿أَيِ بِإِرَادَتِهِ﴾ ﴿وَلِتَبْتَغُوا﴾ ﴿تَطْلُبُوا﴾ ﴿مِنْ فَضْلِهِ﴾ ﴿الرِّزْقَ بِالتِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ﴾ ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ﴿۳۶﴾ ﴿هَذِهِ النِّعْمُ يَا أَهْلَ مَكَّةَ فَتَوَخَّذُونَهَا﴾ ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رِسَالًا إِلَى قَوْمِهِمْ لِنُبَشِّرَهُمْ﴾

بالبینت ﴿بِالْمُحْجَجِ الْوَاضِحَاتِ عَلَىٰ صِدْقِهِمْ لِيُرْسِلَهُمْ إِلَيْهِمْ فَكَذَّبُوهُمْ﴾ ﴿فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ اجْرَمُوا
 ط﴾ ﴿أَهْلَكْنَا الَّذِينَ كَذَّبُواهُمْ﴾ ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿۳۷﴾ ﴿عَلَى الْكَافِرِينَ يَا أَهْلَ الْكَيْفِمْ وَانجَاءِ
 الْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿اللَّهُ الَّذِي يَرْسِلُ الرِّيحَ فَتُبْرِحُ سَحَابًا﴾ ﴿تَزْعُجُهُ﴾ ﴿فَيَسْطُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ ﴿مِنْ قَلْبِهِ
 وَكَثْرَةٍ﴾ ﴿وَيَجْعَلُهُ كَسْفًا﴾ ﴿بِفَتْحِ السِّينِ وَسُكُونِهَا قِطْعًا مُتَفَرِّقَةً﴾ ﴿فَتَرَى الْوَدْقَ﴾ ﴿بِالْمَطَرِ﴾ ﴿يَخْرُجُ مِنْ خَلَلِهِ
 ع﴾ ﴿أَيُّ وَسْطِهِ﴾ ﴿فَإِذَا أَصَابَ بِهِ﴾ ﴿بِالْوَدْقِ﴾ ﴿مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ ﴿۳۸﴾ ﴿يَفْرَحُونَ
 بِالْمَطَرِ﴾ ﴿وَإِنْ﴾ ﴿وَقَدْ﴾ ﴿كَانُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْزَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ﴾ ﴿تَاكِيدٌ﴾ ﴿لِلْمَبْلِسِينَ﴾ ﴿۳۹﴾ ﴿أَيُّسِينَ مِنْ
 أَنْزَالِهِ﴾ ﴿فَانظُرْ إِلَى الرَّوِّ﴾ ﴿وَفِي قِرَائَةِ آثَارِ﴾ ﴿رَحْمَتِ اللَّهِ﴾ ﴿أَيُّ نِعْمَتَهُ بِالْمَطَرِ﴾ ﴿كَيْفَ يَحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ
 مَوْتِهَا﴾ ﴿أَيُّ يَسْبِهَا بِأَنْ تُنْبِتَ﴾ ﴿أَنَّ ذَلِكَ﴾ ﴿الْمُحْيِي الْأَرْضَ﴾ ﴿لِمُحْيِي الْمَوْتَى﴾ ﴿وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
 ۵۰﴾ ﴿وَلَسْتَ﴾ ﴿لَا مُمْ قَسِمٍ﴾ ﴿أَرْسَلْنَا رِيحًا﴾ ﴿مَضْرُوبَةً عَلَىٰ نَبَاتٍ﴾ ﴿فَرَاوَهُ مَصْفَرًا لَظْلُوا﴾ ﴿صَارُوا جَوَابُ
 الْقَسَمِ﴾ ﴿مَنْ؟ بَعْدَهُ﴾ ﴿أَيُّ بَعْدَ إِصْفِرَارِهِ﴾ ﴿يَكْفُرُونَ﴾ ﴿۵۱﴾ ﴿يَجْحَدُونَ النِّعْمَةَ بِالْمَطَرِ﴾ ﴿فَأَنْتَ لَا تَسْمَعُ
 الْمَوْتَى وَلَا تَسْمَعُ الصَّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا﴾ ﴿بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْيَاءِ﴾ ﴿وَلَوْ أَنَّ مَدْبِرِينَ
 ۵۲﴾ ﴿يَوْمَ أَنْتَ بِهَذَا الْعَمَىٰ عَنْ ضَلَّتْهُمْ أَنْ﴾ ﴿مَا﴾ ﴿تَسْمَعُ﴾ ﴿سَمَاعُ أَفْهَامٍ وَقَبُولٍ﴾ ﴿إِلَّا مِنْ يَوْمٍ بَايْتَا
 الْقُرْآنِ﴾ ﴿فَهُمْ مُسْلِمُونَ﴾ ﴿۵۳﴾ ﴿مُخْلِصُونَ بِتَوْحِيدِ اللَّهِ﴾

﴿ترجمہ﴾

چکی خرابی خشکی میں (یعنی بارش کے قطع اور نباتات کی قلت کے سبب زمین بخر ہو کر رہ گئی) اور تری میں (یعنی ان شہروں میں
 جو نہروں پر واقع ہیں ان کے پانی میں کمی آجانے کے سبب.....) ان (گناہوں) کے سبب جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائے تاکہ
 وہ مزہ چکھائے (بذیقہم کو علامت مضارع یاء اور نون کے ساتھ پڑھا گیا ہے) انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا (یعنی ان کے اعمال کا
 انہیں حزا چکھائیں) کہیں وہ باز آئیں (یعنی توبہ کر لیں) تم فرماؤ (کفار مکہ سے) زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا انگوٹوں کا ان میں
 بہت مشرک تھے (تو وہ خود اور ان کے گھرانے کے شرک کے سبب ہلاک ویرباد کر دیئے گئے اور اب ان کے گھر خالی پڑے
 ہیں) تو اپنا منہ سیدھے دین (یعنی دین اسلام) کے لیے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جسے اللہ کی طرف سے ٹٹنا نہیں (مرا اس سے
 قیامت کا دن ہے) اس دن لوگ الگ الگ ہو جائیں گے (یعنی حساب و کتاب کے بعد لوگ جنت اور جہنم کی طرف الگ الگ
 ہو جائیں گے، بصدعون میں اصل میں تاء کا ادغام صاد میں کیا گیا ہے یہ بمعنی یتفقون ہے) جو کفر کرے اس کا کفر (یعنی کفر کا وبال
 اسی پر ہے) اور وہ جہنم ہے) اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی لیے تیاری کر رہے ہیں (جنت میں اپنی منازل طے کر رہے ہیں) تاکہ
 صلہ دے (”لہ جزئی“ بصدعون سے متعلق ہے) انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اپنے فضل سے (انہیں ثواب فرمائے
) بیشک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا (یعنی وہ انہیں عذاب دے گا) اور اس کی (یعنی اللہ ﷻ) نشانیوں میں سے ہے کہ ہوائیں
 بھیجتا ہے مژدہ سناٹی (یعنی وہ ہوائیں تمہیں بارش کا مژدہ سناٹی ہیں) اور اس سے تمہیں (اس کے ذریعے) اپنی رحمت (یعنی بارش
 اور ہزے.....) کا ذائقہ دے اور اس لیے کہ شستی (اس کے ذریعے) اس کے حکم (یعنی ارادے) سے چلے اور اس لیے کہ اس

کافضل (یعنی سمندر میں تجارت کر کے رزق) تلاش کرو اس لیے کہ تم شکر کرو (ان نعمتوں کا، انے اہل مکہ اور بطور نتیجہ تم اللہ ﷻ کی وحدانیت کا اقرار کرو) اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے (یعنی ان کے رسول مبعوث کئے، پھر ان کے دعوے میں ان کی صداقت پر دلالت کرنے واضح دلائل لے کر آئے لیکن کفار نے ان کی تکذیب کی) پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا (یعنی ان جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیا) اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے (کافروں کے خلاف) مسلمانوں کی مدد کرنا (کفار کو ہلاک اور مسلمان کو نجات عطا فرما کر.....) اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوا میں کہا بھارتی ہیں بادل (یعنی اسے حرکت دیتی ہیں) پھر اسے پھیلا دیتا ہے آسمان میں جیسا چاہے (قلت و کثرت کے اعتبار سے) اور اسے پارہ پارہ کرتا (متفرق) کڑے کر دیتا ہے، کسفا میں مفتوحہ وساکنہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) تو تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکل رہا ہے (و ذق بمعنی المطر اور غسل بمعنی الوسط ہے) پھر جب اسے (یعنی بارش کو) پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جس کی طرف چاہے جیسا وہ خوشیاں مناتے ہیں (بارش پر خوش ہوتے ہیں) اگرچہ (حالانکہ وہ) اس کے اتارنے سے پہلے اس سے مایوس تھے (من قبلہ تاکید ہے یعنی وہ بارش نازل کئے جانے سے مایوس تھے) تو اللہ کی رحمت کے اثر (بصورت بارش اس کی نعمت کی طرف) دیکھو (ایک قرأت میں اثر مفرد ہے اور ایک میں بصیغہ جمع ہے) کیونکہ زمین کو جلاتا ہے اس کے مرے پیچھے (یعنی اس کے خشک ہونے کے بعد یوں کہ اسے سرسبز و شاداب کر دیتا ہے) بیشک وہ (جو زمین کو جلانے والا ہے) مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اگر (لسن میں لام قسمیہ ہے) ہم کوئی (نباتات کو نقصان پہنچانے والی) ہوا بھیجیں (نباتات کو) جس سے وہ کھیتوں کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد (یعنی اس کے زرد ہو جانے کے بعد) کفر کرنے لگیں (بصورت بارش عطا کی جانے والی نعمت کا انکار کرنے لگیں، معظلو بمعنی صاراوا ہے یہ جواب قسم بن رہا ہے) اس لیے کہ تم مردوں کو نہیں سنا تے اور نہ بہروں کو پکارنا سناؤ جب کہ وہ پیٹھ دے کر پھریں..... (الدعاء اذا دعوهم من بعد ان کانوا کافرا) (تو اللہ نے ان کو زندہ کر دیا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اگر (لسن میں لام درمیان) اور نہ تم اندھوں کو ان کی گراہی سے راہ پر لاؤ تو تم نہیں سنا تے (ایسا سنا نا جو انہما و قولہ کا ہو، ان بمعنی ماسانفہ ہے) مگر اسے جو ہماری آیتوں (یعنی قرآن) پر ایمان لائے تو وہ مسلمان ہیں (توحید باری ﷻ میں مخلص ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لینیذیقہم بعض الذی عملوا لعلہم یرجعون﴾
 ظہر الفساد: فعل بافاعل، فی البر والبحر: ظرف لغو، جار، ما کسبت ایدی الناس: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو
 ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، لام: جار، ینیذیق: فعل بافاعل، ہم: ذوالحال، لعلہم یرجعون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، بعض الذی عملوا
 : مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر، فعل محذوف "عاقبہم بذالک" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبل﴾
 قل: قول، سیروا فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، انظروا: فعل بافاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبۃ الذین من قبلہم: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿کان اکثرہم مشرکین﴾
 کان: فعل ناقص، اکثرہم: اسم، مشرکین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فانکم وجہک للذین القیم من قبل ان یاتی یوم لامرود لہ من اللہ﴾
 ف: فصیحیہ، انکم: فعل امر بافاعل، وجہک: مفعول، لام: جار، الذین القیم: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف لغو، من: جار،

قبل: مضاف، ان: مصدریہ، بہتھی: فعل، یوم: موصوف، لا: نفی، جنس، امر: اسم، لہ: ظرف، مستقر، خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر فاعل، من: اللہ: ظرف، لغو، ملکر جملہ فعلیہ، تاویل: مصدر، مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف، لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یوم منذ یصدعون﴾ من کفر فعلیہ کفرہ ﴿﴾

یوم منذ: ظرف مقدم، یصدعون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، من: شرطیہ مبتدأ، کفر: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، علیہ ظرف مستقر خبر مقدم، کفرہ: مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جزاء، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و من عمل صالحا فلا نفسهم یمهدون﴾ لیجزی الذین امنوا و عملوا الصلحت من فضله ﴿﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدأ، عمل صالحا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا نفسهم: ظرف لغو مقدم، یمهدون: فعل بافاعل، لام: جار، یجزی: فعل بافاعل، الذین امنوا و عملوا الصلحت: موصول صلہ، ملکر مفعول، من: فضلہ، ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، یهدون ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزاء، جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انہ لا یحب الکفورین﴾ انہ: حرف مشبہ و اسم، لا یحب الکفورین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿و من ایتہ ان یرسل الریاح مبشرت و لیدیقکم من رحمة و لتجرى الفلک بامرہ و لتبتغوا من فضله و لعلکم تشکرون﴾

و: عاطفہ، من: ایتہ، ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدریہ، یرسل: فعل بافاعل، الریح: ذوالحال، مبشرت: فی معنی "لیبشروکم" معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام: جار، لیدیقکم من رحمة: جملہ فعلیہ مجرور، ملکر معطوف اول: و: عاطفہ، لام: جار، تجری الفلک بامرہ: جملہ فعلیہ مجرور، ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، لام: جار، تبغوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لعلکم تشکرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، من: فضلہ، ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر معطوف ثالث، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ تاویل مصدر مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و لقد ارسلنا من قبلك رسلا الی قومہم فجاء و ہم بالبینت﴾

و: متاثرہ، لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، ارسلنا: فعل بافاعل، من قبلك: ظرف مستقر حال مقدم، و رسلا: ذوالحال، ملکر مفعول، الی قومہم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، جاء و ہم: فعل بافاعل و مفعول، بالبینت: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر تم محذوف "نقسم" کیلئے جواب، ملکر جملہ قسمیہ متاثرہ۔

﴿فانقمنا من الذین اجرموا و کان حقا علینا نصر المؤمنین﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فکذبوہم" انتقمنا: فعل بافاعل، من الذین اجرموا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو متاثرہ، کان: فعل ناقص، حقا علینا: شبہ جملہ خبر مقدم، نصر المؤمنین: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ متاثرہ۔

﴿اللہ الذی یرسل الریح فتثیر سحابا فیبسطہ فی السماء﴾

اللہ: مبتدأ، الذی: موصول، یرسل الریح: فعل بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، تثیر: فعل بافاعل، سحابا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، یبسطہ: فعل بافاعل و مفعول، فی السماء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کیف یشاء و یجعله کسفا﴾

کیف: اسم استفہام بشرط معنی "علی ایہ حال" حال مقدم، یشاء: فعل "هو، ضمیر ذوالحال، ملکر فاعل "ہیسطہ" مفعول محذوف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط جزا محذوف "ہیسطہ" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، ہیسطہ: فعل بافاعل ومفعول، کسفا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ "ہیسطہ" پر معطوف ہے۔

﴿فتویٰ الودق یشخرج من خللہ﴾

ف: عاطفہ، توی: فعل بافاعل، الودق: ذوالحال، یشخرج من خللہ: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا اصابہ من یشاء من عبادہ اذا ہم یستبشرون﴾

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، اصابہ: فعل بافاعل وظرف لغو، من یشاء: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من عبادہ: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، اذا: فجائیہ، ہم: مبتدا، یستبشرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وان کانوا من قبل ان ینزل علیہم من قبلہ لم یلبسین﴾

و: عاطفہ، ان: مہملہ مخفیہ، کانوا: فعل ناقص واو ضمیر ذوالحال، من: جار، قبل: مضاف، ان: مصدریہ، ینزل علیہم: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر مؤکد، من قبلہ: جار مجرور تاکید، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، لم یلبسین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فانظر الی اثر رحمت اللہ کیف یحیی الارض بعد موتہا﴾

ف: فصیحیہ، انظر: فعل امر بافاعل، الی: اشار رحمت اللہ: مرکب اضافی مبدل منہ، کیف: اسم استفہام بمعنی "علی ایہ حال" حال مقدم، یحیی: فعل "هو، ضمیر ذوالحال، ملکر فاعل، الارض: مفعول، بعد موتہا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف "اذا اردت ان تعرف ما یترب علی انزل المطر" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان ذلک لمحی الموتی وهو علی کل شیء قدیور﴾

ان: حرف مشبہ، ذلک: اسم، لام: تاکیدیہ، محی الموتی: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مزید ترکیب بارہا گزر چکی۔

﴿ولئن ارسلنا ریحاً فراوہ مصفراً لظلوا من بعدہ یكفرون﴾

و: عاطفہ، لام: تسمیہ، ان: شرطیہ، ارسلنا: فعل ناقص واو ضمیر ذوالحال، ریحاً: مفعول، ف: عاطفہ، فراوہ: فعل بافاعل، ہ: ضمیر ذوالحال، مصفراً: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، لام: تاکیدیہ، ظلوا: فعل ناقص واو ضمیر ذوالحال، من بعدہ: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، یكفرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿فانک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین﴾

ف: عاطفہ تعلیلیہ، انک: حرف مشبہ واسم، لا تسمع الموتی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تسمع الصم: فعل نفی بافاعل ومفعول اول، الدعاء: مفعول ثانی، اذا: مضاف، ولوا: فعل واو ضمیر ذوالحال، مدبرین: حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما انت بہدی العمی عن ضللتہم ان تسمع الا من یومن ہایتنا فہم مسلمون﴾

و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، الت: اسم، ب: زائد، ہدی: مضاف العمی عن ضللتہم: شبہ جملہ مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: تانیہ، تسمع: فعل بافاعل، الا: اداة حصر، من یومن ہایتنا: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ

فصلیہ ہف، ہماقہ ہم، میترا، مسلمون: خیر، مگر جملہ اسبہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

بارش کے فوائد و نقصانات سائنس کی روشنی میں:

۱۔ بادلوں سے پانی کے علیحدہ علیحدہ قطرے گرنے کو بارش کہتے ہیں۔ بارش کے برعکس ہند پاک و ہند میں بڑے نام ہیں۔ بارش، برکھا، میگھا، مینہ، پونم، وغیرہ۔ بھارت کی ایک ریاست میگھالیہ کا یہ نام وہاں بہت زیادہ بارش ہونے کی وجہ سے پڑا ہے۔ بنگلہ دیش کے ایک علاقے میگھا تا بھی مینہ یا میگھا سے بنا ہے۔ سمندر، دریا اور جھیل کی سطح سے پانی بخارات بن کر اڑتا ہے جو کہ بادل بننے کا باعث بنتا ہے اور یہی بادل بارش بن کر برستے ہیں۔ بارش بنانا اور پودوں کے لئے زندگی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اوسطاً بارش کا ایک قطرہ ایک یا دو لیٹر لٹر کا ہوا کرتا ہے۔ بارش برازیل، وسطی افریقہ، اور جنوب مشرقی ایشیا میں پودوں اور جانوروں کی بے تحاشا قسموں کی باعث ہے۔ یہی بارش جب زیادہ تعداد میں ہو جائے تو فصلوں اور کھیتوں کے لئے نقصان کا باعث بنتی ہے لہذا وسیع انتظامی امور ہوں تو بارش کا پانی بڑے بڑے ڈیموں میں جمع کر لیا جائے تاکہ ضرورت اور قحط سالی کے اوقات میں کام آئے۔

سبزے، نباتات، کھیتان سائنس کی نظر میں!

۲۔ ہر زندگی رکھنے والی چیز اپنی زندگی کا آغاز کلیل حیثیت سے کرتی ہے، جیسا کہ چھوٹا سانچ ہی دیکھ لیں، لیکن یہی چھوٹا سا بیج بڑے سائز کا سبز درخت بن جاتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض دنیا بھر میں جانے مانے جاتے ہیں لیکن ان کی ابتداء چھوٹا سا بیج ہوا کرتی ہے۔ مگر یہ درخت کیوں کراتا بڑھ جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان درختوں کے سیلز (cells) دیگر نئے سیلز میں منقسم ہوتے ہیں اور یہی نئے سیلز بڑھ کر سبز درخت بن جاتے ہیں، پانی اور آب و ہوا بھی درخت کی نشرو نما میں موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ دیگر جاندار اور پودوں میں کیا فرق ہے؟ سب سے بڑا فرق جو دیگر جانداروں اور پودوں میں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ درخت اپنی غذا خود بناتے ہیں جب کہ دیگر جانداروں کو غذا فراہم کی جاتی ہے، درخت کی غذا کلورافل (chlorophyll) ہے۔ جب کہ دیگر جاندار غذا کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔ سائنسدان یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر سبزہ گھاس ہے یہ قول گریک سائنسدان اریسٹوٹل (aristotle) کا ہے (جو کہ سبز جانور کو دیکھ کر دمانا جاتا ہے)۔ نویں صدی میں ایک سائنسدان جس کا نام جان ہاگ (john hogg) تھا کہتا ہے کہ زندگی رکھنے والے تین قسموں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں، جاندار، درخت اور مائیکروبس (microbes)، جو کہ مائیکرو اسکوپ (microscope) سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ بیسویں صدی میں سائنسدان اس بات پر متفق ہوئے کہ زمین میں موجود زندہ رہنے والے پانچ حصوں میں منقسم ہیں جنہیں کنگ ڈوم (kingdoms) کہتے ہیں، اور ان میں دو مشہور ہیں جاندار اور پودے۔ نوٹ: جاندار سے مراد انسان اور جانور یعنی حیوان ہیں۔

ہماری ساری بحث اس بات پر دلیل ہے کہ مانا کہ بیج کے ذریعے درخت سے در بن گیا، یہ درخت اپنی غذائی نشرو نما بھی خود بنالیتے ہیں، بارش نے ان کی پانی کی ضرورت کو پورا کر دیا، بدلتے موسم نے ان کے پھلوں کو پکنے میں مدد فراہم کر دی لیکن یہ ساری باتیں اگر خالق حقیقی نہ چاہے تو ہو سکتی ہیں؟ اور بیج کس نے بنائے جس سے درخت میں پھل لگ جاتے ہیں۔ سائنس کا کوئی بھی موضوع ہو، ہم آخر میں یہی نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہیں کہ کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے۔ جس کے چاہے بغیر کچھ ممکن نہیں۔

کافروں کے مقابلے میں مومنین کی مدد اللہ کے ذمہ کرم پر ہے:

۳۔ علامہ رازی کہتے ہیں کہ اس جملے کی دو وجوہات ہیں: (۱)..... اس میں ان مومنین کے لئے بشارت ہے جو سید عالم

ﷺ پر ایمان لائے کہ ان پر ہماری مدد ضرور ہونی ہے۔ (۲)..... اس مقام پر دو لطائف ہیں اول یہ کہ ان پر یقیناً ظلم نہ ہوگا بلکہ حقیقتاً عدل کا معاملہ کیا جائے گا، اور انتقام لینا اسی وقت پایا جائیگا جب گناہوں کی زیادتی اور فسق و فجور کا سامنا ہو ورنہ خیر کا معاملہ ہے۔ اور دوسرا لطیف نکتہ یہ ہے کہ مومنین کے لئے انعام کی بشارت ہے۔

(الرازی، ج ۱۰، ص ۸۰۹، ملخصاً ملقطاً)

بھروں اور مُردوں کو سنانے کے محامل:

۲..... اے محمد ﷺ! جب دلائل واضح ہو چکے، پھر ان کافروں کا اپنے اسلاف کی تقلید کرنا، ان کی عقلوں کے مُردہ اور آنکھوں کے اندھے ہونے کے مترادف ہے، پس تم انہیں سنانے اور ہدایت پہنچانے کے درپے نہ رہو، اس جہلے میں قدر یہ کار ہے۔ کیونکہ اللہ ﷻ کی جانب سے آنے والی نصیحتیں فقط مومنین کو فائدہ دیتی ہیں جو کہ دلائل میں غور و خوض کرتے ہیں اور میں نے انہی کے لئے ہدایت رکھی ہے۔

(القرطبی، الجزء: ۲۱، ص ۴۳)

اے محبوب ﷺ! یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی سماعت کو اللہ ﷻ نے ان سے فہم کی قدرت ہی چھین لی ہے لہذا یہ مشرکین آپ ﷺ کی بات گویا کہ سنتے ہی نہیں، اور اللہ نے ان کی سماعت پر مہر لگا دی ہے۔ اور نازل ہونے والی نصیحتوں کا بھی ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ ان کے فہم کی قدرت سلب کر لی گئی ہے جیسا کہ آپ ﷺ مُردوں کو سنانے پر قادر نہیں ہیں۔ (الطبری، الجزء: ۲۱، ص ۶۵)

اغراض:

ای القفار: قاف کی کسرہ کے ساتھ، اس کی جمع قفر ہے، اور مراد وہ زمین ہے جو پانی اور نباتات سے خالی ہو، اور قفار قاف کی فتح کے ساتھ ہو تو مراد وہ روٹی ہے جو بے سالن ہو۔ ای البلاد النسی علی الانہار: ایک قول کے مطابق بارش کا کم ہونا مراد ہے، جیسا کہ اللہ خشکی و تری میں تاثیر پیدا کرتا ہے، سیپ کے پیٹ کو خالی کرتا ہے جس میں کیز انشر و نما پاتا ہے، پس جب آسمان برستا ہے، تو دریاؤں میں سیپ کھل جاتے ہیں اور انہی سیپ پر جب پانی برستا ہے تو کیزے سمندر میں پھیل جاتے ہیں اور سیپ موتی بکھیرتا ہے۔ من المعاصی: زمین پر سب سے پہلے قاتیل نے ہاتیل کو قتل کیا، اس سے پہلے زمین تر و تازہ اور پھل دار تھی، ابن آدم کو درخت لگانے کی بھی ضرورت نہ تھی خود بخود پھل اُگتے تھے، اور دریا بیٹھے تھے، اور شیر بکریوں کو نہ کھاتا تھا، لیکن جب ہاتیل کا قتل ناحق ہوا تو زمین تر و تازہ نہ رہی، درخت میں کانٹے اُگنے لگے، دریا کا پانی نمکین ہو گیا، اور حیوان ایک دوسرے کو مارنے لگے۔

ای عقوبۃ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ تذکرہ کلام میں مضاف حذف ہے۔ تزعجہ: متحرک کرنا، برا بیخیز کرنا۔ یتفرون بعد الحساب: اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿و امتازوا الیوم ایہا المعجمون﴾ سننے کے بعد لوگ متفرق ہو گئے۔ وبال کفرہ: اس جہلے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔ یوطئون منازلہم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ دنیا میں اعمال صالحہ کے ذریعے جنت کی منازل طے کی جاتی ہیں۔ متعلق بیصدعون: تقدیر عبارت یوں ہے: "یتفرون لیجزی الذین امنوا من فضلہ، والذین کفروا بعدلہ"۔ یا اهل مکة: اہل مکہ کو خاص اس لئے ذکر کیا کہ یہی نزول آیت کا سبب تھے، لیکن سب ہی کو اس سے عبرت لینا چاہیے۔

جواب القسم: شرط اور قسم کے اجتماع کی صورت میں قاعدہ ہے کہ دونوں میں سے آخر کا جواب حذف کر دیا جائے۔ یجحدون النعمة: یعنی فراخی کے وقت خوش ہوتے، اور جب انہیں مصیبت پہنچتی تو سابق میں ہونے والی اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۳۳۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿اللہ الذی خلقکم من ضعف ﴿۵۱﴾ ماءٍ مہین ﴿۵۲﴾ ثم جعل من ۲ بعد ضعف ﴿۵۳﴾ آخر وهو ضعف الطفولية ﴿۵۴﴾ قوة ﴿۵۵﴾ أى قوة الشباب ﴿۵۶﴾ ثم جعل من ۳ بعد قوة ضعفا وشيبة ﴿۵۷﴾ ضعف الكبر وشيب الهرم والضعف فى الثلاثة بضم أوله وفتح حبه ﴿۵۸﴾ يخلق ما يشاء ﴿۵۹﴾ من الضعف القوة والشباب والشيبة ﴿۶۰﴾ وهو العليم ﴿۶۱﴾ بتدبير خلقه ﴿۶۲﴾ القدير ﴿۶۳﴾ ﴿۵۴﴾ على ما يشاء ﴿۵۵﴾ ويوم تقوم الساعة يقسم ﴿۶۴﴾ يحلف ﴿۶۵﴾ المجرمون ﴿۶۶﴾ الكافرون ﴿۶۷﴾ ما لبثوا ﴿۶۸﴾ فى القبور ﴿۶۹﴾ غير ساعة ﴿۷۰﴾ قال تعالى ﴿۷۱﴾ كذلك كانوا يؤفكون ﴿۷۲﴾ ﴿۷۳﴾ يصرفون عن الحق البعث كما صرفوا عن الحق الصدق فى ملة اللبث ﴿۷۴﴾ وقال الذين اتوا العلم والایمان ﴿۷۵﴾ من الملائكة وغيرهم ﴿۷۶﴾ لقد لبثتم فى كتب الله ﴿۷۷﴾ فيما كتبه فى سابق علمه ﴿۷۸﴾ الى يوم البعث ﴿۷۹﴾ فهذا يوم البعث الذى انكرتموه ﴿۸۰﴾ ولكنكم كنتم لا تعلمون ﴿۸۱﴾ ﴿۸۲﴾ وقوعه ﴿۸۳﴾ فى يومئذ لا ينفع ﴿۸۴﴾ بالثناء والياء ﴿۸۵﴾ الذين ظلموا معذرتهم ﴿۸۶﴾ فى انكارهم له ﴿۸۷﴾ ولا هم يستعتبون ﴿۸۸﴾ ﴿۸۹﴾ لا يطلب منهم العتبی أى الرجوع الى ما يرضى الله ﴿۹۰﴾ ولقد ضربنا ﴿۹۱﴾ جعلنا ﴿۹۲﴾ للناس فى هذا القرآن من كل مثل ﴿۹۳﴾ تنبيها لهم ﴿۹۴﴾ ولئن ﴿۹۵﴾ لام قسم ﴿۹۶﴾ جنتهم ﴿۹۷﴾ يا محمد ﴿۹۸﴾ بایة ﴿۹۹﴾ مثل العصاء واليد لموسى ﴿۱۰۰﴾ ليقولن ﴿۱۰۱﴾ خذف منه نون الرفع لتوالى التونات والواو ضمير الجمع لالتقاء الساكنين ﴿۱۰۲﴾ الذين كفروا ﴿۱۰۳﴾ منهم ﴿۱۰۴﴾ ان ﴿۱۰۵﴾ ما ﴿۱۰۶﴾ انتم ﴿۱۰۷﴾ أى محمد واصحابه ﴿۱۰۸﴾ الا مبطلون ﴿۱۰۹﴾ ﴿۱۱۰﴾ اصحاب اباطيل ﴿۱۱۱﴾ كذلك يطبع الله على قلوب الذين لا يعلمون ﴿۱۱۲﴾ ﴿۱۱۳﴾ التوحيد كما طبع على قلوب هؤلاء ﴿۱۱۴﴾ فاصبر ان وعد الله ﴿۱۱۵﴾ بنصرک عليهم ﴿۱۱۶﴾ حق ولا يستخفك الذين لا يوقنون ﴿۱۱۷﴾ ﴿۱۱۸﴾ بالبعث أى لا يحميتك على الخفة والطيش بترك الصبر اى لا تتركه.

﴿ترجمہ﴾

اللہ ہے جس نے تمہیں ضعف (یعنی بے قدر پائی.....) سے بنایا پھر تمہیں (دوسری) ناتوانی سے (یعنی بچنے کی کمزوری سے طاقت بخشی (یعنی جوانی کی طاقت بخشی) پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا (یعنی بڑھاپے کی کمزوری اور بڑھاپے کی سفیدی دی، ضعف تینوں مقامات میں صناد مضمومہ یا مفتوحہ کے ساتھ ہے) بناتا ہے جو چاہے (قوت و کمزوری جوانی اور بڑھاپا) اور وہی علم رکھنے والا ہے (اپنی مخلوق کی تدبیر کا) اور قدرت والا ہے (ہر چاہے پر) اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم (یعنی کافر.....) تم کھائیں گے (یعنی تقسیم بمعنی یحلف ہے) کہ نہ رہے تھے (قبروں میں) مگر ایک گھڑی (اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) ایسے ہی اوندھے جاتے تھے (یعنی مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے حق ہونے سے یونہی اوندھے جاتے تھے جیسا کہ قبروں میں ٹھہرنے کی مدت سے اوندھائے گئے) اور بولے جن کو ظلم اور ایمان ملا (ملائکہ اور دیگر مخلوق.....) بیٹھ تم رہے اللہ کے لکھے ہوئے میں (جسے اس نے اپنے سابق میں جان لیا) لیکن تم (اس کے واقع ہونے کو) نہیں جانتے تھے تو اس دن نفع نہ دیکھی (لا ینفع کوعلامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) ظالموں کو ان کی معذرت (یسوم البعث کا انکار کرنے کے بارے میں) اور نہ کوئی ان سے راضی کرنا مانگے (یستعتبون بمعنی لا یتطلب منهم العتبی کے معنی میں ہے یعنی نہ ان سے کوئی ان عقائد و اعمال کی طرف اب رجوع کرنا

طلب کرنے جو اللہ ﷻ کو راضی کرنے والے ہوں) اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے ہدائی (ضررنا بمعنی جعلنا ہے) اس قرآن میں ہر قسم کی مثال (اس کو سمیچہ کرنے کے لیے) اور اگر (لسن میں لام قسمیہ ہے اے حبیب ﷺ! ان میں سے) تم ان کے پاس کوئی نشانی لاؤ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثل عصا اور ید بیضاء) تو ضرور کافر کہیں گے (لیقولن میں نون اعرابی بے درپے نون کی وجہ سے اور واؤ جو کہ ضمیر جمع ہے اسے القائلین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے) تم (یعنی اے محمد ﷺ! اور آپ ﷺ کے اصحاب) نہیں (ان بمعنی مانتہ ہے) مگر باطل پر (یعنی آپ لوگ اہل باطل ہیں العیاذ باللہ ﷻ) یوں ہی مہر کر دیتا ہے اللہ ان کے دلوں پر جو (اللہ تعالیٰ کی توحید) کا علم نہیں رکھتے (جیسا کہ ان کے دلوں پر اللہ ﷻ نے مہر کر دی) تو صبر کرو بیشک (ان کے خلاف تمہاری مدد کئے جانے کا) اللہ کا وعدہ سچا ہے اور تمہیں سبک نہ کر دیں وہ جو ایمان نہیں رکھتے (مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر یعنی وہ ان تمہیں ترک صبر کرنے اور سخت و طش پر نہ بھاریں معنی اس کا یہ ہے کہ آپ ﷺ ہرگز صبر مت چھوڑیے گا.....)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعیفا وشیبۃ یخلق ما یدہا و هو العلیم القدیر﴾

اللہ: مبتداء، الذی: موصول، خلقکم من ضعف: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، جعل من بعد ضعف: فعل بافاعل و طرف لغو، قوۃ: مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف اول، ثم: عاطفہ، جعل فعل "هو" ضمیر ذوالحال، یخلق ما یشاء: جملہ فعلیہ حال، بلکہ فاعل، من بعد قوۃ: ظرف لغو، ضعیفا وشیبۃ: مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف ثانی، بلکہ صلہ، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، هو: مبتداء، العلیم القدیر: خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿و یوم تقوم الساعة یقسم المجرمون ما لبثوا غیر ساعۃ﴾

و: عاطفہ، یوم: مضاف، تقوم الساعة: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، بلکہ ظرف مقدم، یقسم المجرمون: فعل و فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ قسم، ما لبثوا: فعل نفی بافاعل، غیر ساعۃ: ظرف، بلکہ جملہ فعلیہ جواب قسم، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿کذلک کانوا یوفکون﴾

کذلک: ظرف مستقر "صرفا" مصدر محذوف کی صفت، بلکہ مفعول مطلق مقدم، یوفکون: فعل بانائب الفاعل، بلکہ جملہ فعلیہ خبر، کانوا: فعل ناقص بااسم، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿و قال الذین اتوا العلم و الایمان لقد لبثتم فی کتب اللہ الی یوم البعث﴾

و: عاطفہ، قال: فعل، الذین: موصول، اتوا: فعل بانائب الفاعل، العلم و الایمان: مفعول ثانی، بلکہ جملہ فعلیہ صلہ، بلکہ فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر قول، لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، لبثتم: فعل و "ثم" ذوالحال، فی: کتب اللہ: ظرف مستقر "محسوبۃ" شبہ فعل محذوف کیلئے، بلکہ شبہ جملہ حال، بلکہ فاعل، الی یوم البعث: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، بلکہ مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ۔

﴿فہذا یوم البعث و لکنکم کنتم لا تعلمون﴾

ف: فصیحیہ، ہذا: مبتداء، یوم البعث: خبر، بلکہ جملہ اسمیہ شرط محذوف "ان کنتم منکرین للبعث" کیلئے جزا، بلکہ جملہ شرطیہ، و: متانفہ، لکنکم حرف مشبہ و اسم، کنتم لا تعلمون: جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿فیومئذ لا ینفع الذین ظلموا معذرتہم و لا ہم یتستعینون﴾

ف: فصحیہ، یومئذ بطرف مقدم، لا ینفع: فعل نفی، الذین ظلموا: مفعول، معدوئہم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، ہم: مبتدأ، یستعینون: فعل با تائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد ضربنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل﴾

و: مساقفہ، لام تسمیہ، قد بختیہ، ضربنا للناس: فعل با فاعل وظرف لغاؤل، فی هذا القرآن: ظرف لغو تائی، من کل مثل: ظرف مستقر، "موعظہ" موصوف محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿ولئن جنتہم بایۃ لیقولن الذین کفرو ان انتم الامبطلون﴾

و: عاطفہ، لام تسمیہ، ان شرطیہ، جنتہم بایۃ: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکید، یقولن الذین کفروا: جملہ فعلیہ قول، ان: تانیہ، انتم مبتدأ، الا: اداۃ حصر، مبطلون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿کذلک یطیع اللہ علی قلوب الذین لا یعلمون﴾

کذلک: ظرف مستقر "طیع" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، یطیع اللہ: فعل و فاعل، علی: جار، قلوب: مضاف، الذین لا یعلمون: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاصبر ان وعد اللہ حق ولا یستخفک الذین لا یوقنون﴾

ف: فصحیہ، اصبر: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا علمت ان حالہم بہذہ المثابۃ" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ان وعد اللہ: حرف مشبہ و اسم، حق: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لا یستخفک: فعل نہی و مفعول، الذین لا یوقنون: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

انسان کا مبداء خلق سائنس کی روسے:

۱..... سائنس کہتی ہے کہ ہر جاندار چاہے وہ حیوان کی نسل سے ہو یا درخت پودے کی نسل سے، ایک یا چند سیلز (cells) سے معرض وجود میں آتے ہیں۔ اور یہی سیلز زندگی کا نظام چلاتے ہیں۔ جسم میں موجود خون میں کئی سرخ سیلز (red cells) ہوتے ہیں، جو کہ پھیپھڑوں کے ذریعے پورے جسم کو آکسیجن (oxygen) پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں کیونکہ جسم میں آکسیجن (oxygen) کی بہت ضرورت ہوتی ہے لہذا یہ سیلز (cells) جتنا ممکن ہو سکتا ہے اتنی آکسیجن (oxygen) فراہم کرنے میں مددگار بنتے ہیں۔ انسان کا مادہ مٹی جسے سائنس سپرم (sperm) کا نام دیتی ہے، سیل (cell) ہی کی ایک قسم ہے جو کہ مرد حیوان سے نکلتا ہے اور عورت کے بیضے کے ساتھ جو جاتا ہے۔ اور یہ طویل سفر طے کرتا ہے۔ اگر یہ مادہ مچھلی سے بنا ہے تو پانی کے ذریعے بیضے کی تلاش کرتا ہے اور اگر (land animal) سے بنا ہے تو عورت کے جسم کے دیگر اعضاء کے ذریعے بیضے کی تلاش کرتا ہے۔ بہت زیادہ بیضے کی تلاش میں تیرنے کے باعث اسکی لمبی دم ہوتی ہے۔ سائنسی تحقیق کے مطابق نطفہ یا (spermatic liquid) بعض رطوبات (secretions) سے بنتا ہے، جو ان غدودوں Testicals, Seminal Vesicles, Prostate glands, Glands of Urinary Tract سے آتی ہیں۔ ڈاکٹر کیتھ مور اپنی کتاب "The Developing Human" میں لکھتا ہے: "وہ قطرہ جو پشت اور سینے کے بیچ سے نکلتا ہے وہ تخلیق انسانی کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ جنین کے مراحل میں

لڑکے اور لڑکی کے اعضائے تولیدی (نوطے اور رحم) گردے کے نزدیک پشت اور گیارہویں و بارہویں پہلی کے درمیان اپنی نشرو نما کا آغاز کرتے ہیں حتیٰ کہ بلوغت کے بعد بھی یہ اعضاء اعصاب اور خون کی بہم رسانی پشت اور سینے کے بیچ سے حاصل کرتے ہیں۔ انسانی تخلیق مختلف مراحل سے گزر کر مکمل ہوئی: (۱)..... ﴿انا خلقناکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة وغير مخلقة لنبین لکم ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی چمک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی تاکہ ہم تمہارے لئے اپنی نشانیاں ظاہر فرمادیں﴾ (الحج: ۵)۔ (۲)..... ﴿ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهین پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے﴾ (السجدة: ۸)۔ (۳)..... ﴿انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا مٹی سے﴾ (الدھر: ۲)۔

ہمارا مقصود اس مختصری بحث سے یہ تھا کہ جس چیز کو سائنس چودہ سو سال کے بعد مان رہی ہے اسے اللہ نے چودہ سو سال بعد نازل ہونے والی کتاب میں نازل کر دیا۔ اگرچہ سائنسی تحقیق میں ان تین مراحل کا ذکر ہے لیکن ان تینوں مراحل کو قرآن سے ملا کر طلباء کی سہولت کے لئے پیش کیا گیا ہے اور طوالت سے بچنے کے لئے ہم نے مختصر کلام پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ جس کتاب کا ناقابل حوالہ دیا، ڈاکٹر کیتھ مور نے قرآن سے مزید علوم حاصل کرنے کے بعد تیسرا ایڈیشن اسی موضوع ”The Developing Human“ کے نام پر لکھا ہے اور ۱۹۸۲ء میں بہترین طبی کتاب ہونے کا انعام حاصل کیا۔ ماننا پڑے گا کہ جو تحقیق قرآن وحدیث و شرعی اسلامی قوانین کے مطابق ہے وہی ماننے کے لائق ہے۔

جرم بمعنی کفر کا بیان:

۲..... متذکرہ آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین مہلی نے مجرم کی تفسیر کافر سے کی ہے، یہاں سے جرم کا درجہ معلوم ہو گیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مجرم (کافر) نہ تو دنیا میں نفع بخش رہے اور نہ ہی قیامت میں ان کا کوئی پرسان حال ہوگا اس لئے کہ دنیا میں واحد لا شریک کا عقیدہ نہ رکھنے کے باعث اعمال بد کا شکار رہے جن کا حساب آخری زندگی میں دینا ہے اور قیامت میں برزخی (قبر کی) زندگی کو جھٹلا کر تباہی کا شکار ہوئے۔ اس آیت میں قیامت کے دن کفار مشرکین کے جھوٹ بولنے پر دلیل ہے اگرچہ اس کے بارے میں کسی کے ذہن میں اشکالات ہوں لیکن جو بھی اشکال قرآن کے خلاف ہوگا وہ ہمیں نامنتظر ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿یوم یبعثہم اللہ جمیعاً فیحلفون لہ کما یحلفون لکم ویحسبون انہم علی شیء الا انہم ہم الکاذبون جس دن اللہ سب کو اٹھائے گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ کیا سنتے ہو بیشک وہی جھوٹے ہیں﴾ (السجدة: ۱۸)۔ ﴿ثم لم تکن فنتہم الا ان قالوا واللہ ربنا..... پھر ان کی کچھ بناوٹ نہ رہی مگر یہ کہ بولے ہمیں اپنے رب کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے دیکھو کیسا جھوٹ باندھا خود اپنے اوپر﴾ (الانعام: ۲۴، ۲۳)۔

علم وایمان کا امتزاج:

۳..... متذکرہ آیت میں علم والوں کا ذکر ہے جس سے یا تو فرشتے مراد ہیں یا حضرات انبیائے کرام، یا گزشتہ امتوں کے علماء یا موجودہ امت کے علماء مراد ہیں۔ ایمان کا نور نہ ہو تو کوئی علم فائدہ نہیں دیتا، کیونکہ عذاب قبر و دوزخ سے وہی پناہ مانگے گا جو صاحب ایمان ہوگا اور جو ایمان نہیں رکھتا اسے علم کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ دیکھیں ایمان لا کر مسلمان ہوا تو اب قرآن پڑھنا جائز ہوا، حدیث سیکھنے کا ذہن بنا، دینی علم کا شوق ہوا، برعکس ایسے شخص کے جس کے پاس ایمان ہی نہیں ہے تو اسے ایسی سوچ ہی کہاں ملے گی؟ حضرت سیدنا زربن کجیش فرماتے ہیں کہ میں امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں

مدینہ منورہ میں قاصد بن کر آیا تھا اور اس کام پر مجھے فقط حضرت سیدنا ابی بن کعب اور دیگر صحابہ سے ملاقات کے جذبے نے ابھارا تھا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، حدیث: صفوان بن عسال، رقم: ۱۸۱۱۲، ج ۶، ص ۳۱۵)

☆..... سرکارِ دو عالم ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ام حبیبہ کو دعائیں یہ کہتے ہوئے سنا: اے اللہ! مجھے میرے شوہر رسول اللہ ﷺ اور اپنے والد حضرت ابوسفیان اور اپنے بھائی حضرت معاویہ سے نفع پہنچانا، تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تم نے اللہ ﷻ سے ان مدتوں اور عمروں کے متعلق سوال کیا جو مقدر ہو چکی ہیں اور ان روزیوں کے متعلق سوال کیا جو تقسیم کی جا چکی ہیں، لیکن تم اللہ ﷻ سے یہ سوال کرو کہ وہ تم کو دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے۔“

(صحیح مسلم، کتاب القدر، باب: ان الاحال والارزاق وغيرھا، رقم: (۶۶۶۷/۲۶۶۳)، ص ۱۳۱۱)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ”اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور زندگی و موت کے فتنے سے اور سب دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: التعموذ من عذاب النار، رقم: ۱۳۷۷، ص ۲۲۱)

مرنے کے بعد کا حال سائنس کی رو سے:

۳..... مرنے کے بعد انسانی دل کی دھڑکن بند ہو جاتی ہے اور انسانی جسم بہت جلد ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، جسے (Death chill) کہتے ہیں۔ انسانی جسم کا درجہ حرارت گر کر ۵. اڈگری (Fahrenheit) تک پہنچ جاتا ہے۔ انسان کے مرجانے کے بعد بھی جسم کے بعض اعضاء زندہ رہتے ہیں مثلاً (skin cells) جو میں گھٹنے تک کام کرتے ہیں۔ مرنے کے چند دن بعد انسانی جسم میں (bacteria) داخل ہو کر جسم کو کمزور کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور یہ (bacteria) انسانی جسم میں کام کرنا شروع کرتے ہیں جس سے جسم پہلے (green) پھر (purple) پھر (black) پڑ جاتا ہے۔ اور انسانی جسم سے بدبو نکلتا شروع ہو جاتی ہے۔ اعضاء انسانی مثلاً آنکھیں، کان، زبان کھڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک ہفتے کے بعد کھال جھڑنا شروع ہو جاتی ہے۔ ایک ماہ میں جسم کے بال، ناخن، دانت تک گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جسم کے اندرونی اعضاء اور (tissues) کھل جاتے ہیں کیونکہ ان کے اندر ہی اندر سوجنے سے جسم پھول کر پھٹ جاتا ہے اور تمام اندرونی اعضاء جو باقی بچے تھے کھل کر ختم ہو جاتے ہیں اور ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ سائنسدانوں میں فی زمانہ مرنے کے بعد جسم کو (freze) کرنے کے رجحان میں تیزی سے اضافہ پایا جا رہا ہے اور اس حوالے باقاعدہ سائنسدان کام کر رہے ہیں اور ادارے تشکیل دیئے جا رہے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو آج سائنس ثابت کرتی ہے لیکن شریعتِ اسلامیہ میں پہلے ہی اس نظائر ملتے ہیں جیسی تو مرنے والے انسان کی تدفین میں جلدی کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ مبادا مردہ جسم زیادہ رکھنے سے تغیر پزیر نہ ہو جائے۔

اغراض:

ماء مہین: سے مراد حقیر، گھٹیا اور تھوڑی مقدار کا پانی ہے۔ الکافرون: سے مراد منکرینِ بعثت ہیں۔ انکو تموہ: یعنی یومِ بعثت کا دنیا میں انکار کرنا مراد ہے۔

مکشوا فی القبور: یعنی قبر کی زندگی کم معلوم ہوگی، اس لئے کہ عذابِ قبر، عذابِ نار کے مقابلے میں ہلکا معلوم ہوگا، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی کا ٹھہرنا مراد ہے کیونکہ اخروی معاملات کے مشاہدے کے مقابلے میں دنیاوی زندگی کا قیام کلیل معلوم ہوگا۔ بصر فون عن الحق: یعنی دنیا میں حق کے بارے میں اقرار و اعتراف کرنے سے رکتے ہیں۔ وغیرہم: مراد حضراتِ انبیائے کرام و اولیائے عظام ہیں۔ ای لا تنرکنہ: یعنی ان کے جھٹلانے اور ایذا دینے پر صبر نہ چھوڑیں۔ (الصاوی، ج ۴، ص ۳۳۵ وغیرہ)

سورة لقمان مكية الا ولو ان مافي الارض من شجر اقلام

الايتيين فمدنيتان وهى اربع وقلثون آية

(سورة لقمان مکیہ ہے سوائے ﴿ولو ان مافی الارض من شجرة اقلام الخ﴾ سے دو آیات جو کہ مدنی ہیں، اس سورت میں کل چونتیس آیات ہیں۔)

تعارف سورة لقمان

اس سورت میں چار رکوع، ۵۲۸ کلمات اور ۲۱۱ حروف ہیں، اس سورت پاک کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اسلامی تعلیمات کا اعلان کچھ انوکھے انداز میں کیا گیا ساتھ ہی والدین کا اولاد کی تربیت کرنا اس سورت کا نمایاں موضوع ہے۔ جس حسین پیرائے میں حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادے کی تربیت فرمائی اس کا نمونہ عام لوگوں میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ یہی عمدہ انداز جب اولاد میں نمایاں کردار بن کر سامنے آئے گا تو معاشرے کو ایک باوقار اور قابل اعتماد فرد ملے گا جس سے کئی لوگ فائدہ اٹھائیں گے۔ اس سورت میں ظاہری و باطنی انعامات کا بھی ذکر ہے جو بڑی فیاضی سے انسان کو بلند یوں کی چوٹی تک لے جاتے ہیں، انسان اپنی سوچ کی بلندی سے کردار کی بلندی تک اور مراتب کو طے کرتے ہوئے نمایاں کردار کا حامل ہو جاتا ہے۔ لیکن جہاں بے جا ضد اور جہالت کا بسیرہ ہو وہ لوگ گویا ادھار کھائے ہوئے لوگوں کی طرح ہیں کہ وہ شیطان کا دامن کسی طور پر چھوڑنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔ اور پھر یہ پستی اور تنزلی اپنی انتہاء کو پہنچ کر معاشرے میں ایسے بگاڑ کو جنم دیتی ہے جس کی گتھوں کو سلجھانے کی سکت کسی میں نہیں، کوئی مرد قنڈر ہی اُسے اپنے کمال سے یا کرامت سے درست کر دے ورنہ گویا قدرت کی مار ایسی پڑی کہ اب نجات کی گنجائش نہیں۔ اللہ ﷻ نے بے شمار دلائل و براہین دے کر اپنی وحدانیت، قدرت، حکمت اور علم محیط کو ثابت کر دیا، اور بتا دیا کہ ظاہری علوم کے بجائے خود اس کی ہمہ دانی کا یہ حال ہے کہ پوشیدہ سے پوشیدہ چیز بھی اس سے مخفی نہیں۔

رکوع نمبر: ۱۰

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿الم (۱)﴾ اللہ اَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ ﴿تِلْكَ﴾ ﴿أَي هَذِهِ الْآيَاتِ﴾ ﴿آيَاتِ الْكُتُبِ﴾ ﴿الْقُرْآنِ﴾ ﴿الْحَكِيمِ﴾ ﴿ذِي الْحِكْمَةِ وَالْإِضَافَةُ بِمَعْنَى مَنْ هُوَ هَدَى وَرَحْمَةً﴾ ﴿بِالرَّفْعِ﴾ ﴿لِلْمُحْسِنِينَ﴾ ﴿فِي قِرَاءَةِ الْعَامَّةِ بِالنَّصْبِ حَالًا مِنْ الْآيَاتِ الْعَامِلُ فِيهَا مَا فِي تِلْكَ مِنْ مَعْنَى الْإِشَارَةِ﴾ ﴿الَّذِينَ يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ﴾ ﴿بَيَانَ لِلْمُحْسِنِينَ﴾ ﴿وَيُتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾ ﴿هُمْ الشَّانِي تَأْكِيدًا﴾ ﴿أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ﴾ ﴿أَي مَا يُلْهِي مِنْهُ عَنْ مَا يَعْنِي﴾ ﴿لِيُضِلَّ﴾ ﴿بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّهَا﴾ ﴿عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ﴿طَرِيقِ الْإِسْلَامِ﴾ ﴿بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ﴿وَيَتَّخِذَهَا﴾ ﴿بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى يُضِلُّ﴾ ﴿وَالرَّفْعِ عَطْفًا عَلَى يَشْتَرِي﴾ ﴿مَهْزُورًا﴾ ﴿بِهَاءٍ﴾ ﴿أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِهِينٌ﴾ ﴿ذُوَاهَانَةٌ﴾ ﴿وَإِذَا تَعَلَّى عَلَيْهِ ابْتِنَا﴾ ﴿الْقُرْآنِ﴾ ﴿وَلِي مَسْتَكْبِرًا﴾ ﴿مُتَكَبِّرًا﴾ ﴿كَانَ لَمْ يَسْمَعَهَا كَانَتْ فِي أُذُنِهِ وَقَرَأَتْ﴾ ﴿صَمَّمَا وَجُمَلْنَا التَّشْبِيهِ حَالًا مِنْ ضَمِيرٍ وَرَأَى أَوْ الْغَائِبَةِ بَيَانٌ لِلأُولَى﴾ ﴿فَبَشَّرَهُ﴾ ﴿أَعْلَمَهُ﴾ ﴿بِعَذَابِ الْيَوْمِ﴾ ﴿مَوْلَاهُ﴾ ﴿وَذِكْرُ

البشارة تهكم به وهو النضر بن الحارث كان ياتي الحيرة يتجر فيشترى كتب اخبار الاعاجم ويحدث بها اهل مكة ويقول ان محمداً يخذلكم احاديث عاد و ثمود وانا اخذتكم حديث فارس والروم فيستملحون حديثه ويتروكون استماع القران ﴿ ان الذين امنوا وعملوا الصلحت لهم جنت النعيم ﴾ (۸) خلدن فيها ﴿ حال مقلدرة اى مقلدرا خلودهم فيها اذا دخلوها ﴾ وعد الله حقا ﴿ اى و غدهم الله ذلك وحقه حقا ﴾ وهو العزيز ﴿ الذى لا يغلبه شىء فيمنعه عن انجاز وعده ووعيده ﴾ الحكيم ﴿ الذى لا يضح شيئا الا فى محله ﴾ خلق السموت بغير عمد ترونها ﴿ العمدة جمع عماد وهو الاسطوانة وهو صادق بان لا عمد اصلا ﴾ والقى فى الارض رواسى ﴿ جبالا مرتفعة ﴾ ان ﴿ لا تميد ﴾ تتحرك ﴿ بكم وبث لفيها من كل دابة ﴾ وانزلنا ﴿ فيه اليفاث عن الغيبة ﴾ من السماء ماء فانبتنا فيها من كل زوج كريم ﴿ ۱۰ ﴾ ﴿ صنفت حسن ﴾ هذا خلق الله ﴿ اى مخلوقه ﴾ فارونى ﴿ اخبرونى يا اهل مكة ﴾ ما ذا خلق الدين من دونه ﴿ غيره اى الهتكتم حتى اشر كتموها به تعالى وما استفهام انكار مبتداء وذا بمعنى الذى يصلته خبره وارونى معلق عن العمل وما بعده سد مسد المفعولين ﴿ بل ﴾ للانتقال ﴿ الظلمون فى ضلل مبين ﴿ ۱۱ ﴾ ﴿ بين باشرا كهم وانتم منهم .

﴿ترجمہ﴾

الم ﴿ اس کی مراد اللہ باخوبی جانتا ہے، ﴾ (یعنی یہ آیتیں، تلک بمعنی ہدہ ہے) حکمت والی کتاب (یعنی قرآن پاک) کی آیتیں ہیں (الحکیم کے معنی حکمت والی ہے، آیات الكتاب میں اضافت مئی ہے، یہ ہدایت اور رحمت ہیں (یہ دونوں الفاظ مرفوع ہیں) نیکوں کے لیے (عام قرآن کی قرأت کے مطابق اسے منصوب پڑھا گیا ہے، یہ آیات سے حال ہے، اس میں اسم اشارہ تلک میں معنی عمل کر رہا ہے) وہ جو نماز قائم رکھیں ﴿ "الذین یقیمون الصلوة" ﴾ للمحسین کا بیان ہے) اور زکوٰۃ دیں اور آخرت پر یقین لائیں ﴿ وہم بالآخرۃ ہم یوقنون میں دوسرا ہم تاکید کے لئے ہے) یہی لوگ اپنے رب کی طرف ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح پائیں گے ﴿ المفلحون بمعنی الفائزون ہے) اور کچھ لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں (لہو الحدیث سے مراد وہ شے ہے جو مقصود سے غافل کر دے ﴿ کہ بہکادیں (یفضل کو علامت مضارع یا مفتوحہ اور مضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اللہ کی راہ (یعنی اسلام کی راہ) سے بے سمجھے اور اسے ہستی بنا لیں (یعنی اس کے ساتھ ہستی کرے، یہ خلد منصوب ہونے کے صورت میں یفضل پر اور مرفوع ہونے کی صورت میں یشتري پر معطوف ہے) ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے (مہین بذواہمانہ ہے) اور جب ان پر ہماری (یعنی قرآن پاک کی) آیتیں پڑھی جائیں تو تکبر ہوا پھر (مستکبرا بمعنی متکبرا ہے) جیسے انہیں سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں روئی کا پھایا ہے ﴿ (وقرا بمعنی صمما ہے، یہ دونوں جملے تشبیہ کے لیے ہیں اور دونوں ولسی کی ضمیر سے حال ہے یا دوسرا جملہ پہلے کا بیان ہے) تو اسے مژدہ سناؤ (یعنی انہیں خبر دیدو) دردناک عذاب کی (الہیم بمعنی مؤلم ہے، بشارت کو ذکر کرنا یہ ان کے ساتھ حکم کرنا ہے، یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی، یہ شخص بغرض تجارت حیرہ جایا کرتا تھا وہاں سے یہ عجیبوں کی کہانیاں خرید لایا، پھر یہ کہانیاں اہل

مکہ کو سنانا اور کہتا محمد ﷺ تمہیں عادی و نمود کے واقعات سناتے ہیں اور میں تمہیں فارس و روم کے واقعات بتاتا ہوں کچھ لوگ اسکی باتیں سننے میں لگ گئے اور قرآن پاک سننا ترک دیا) بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے جہنم کے باغ ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے (یہ حال مقدرہ ہے، یعنی جب وہ جنت میں داخل ہو گئے تو اس میں ہی جگہ کی کارہنما ان کا مقدر ہوگا) اللہ کا وعدہ ہے سچا (یعنی اس نے ان سے یہ وعدہ کیا ہے وہ ضرور سچا کریگا) اور وہی غالب (جس پر کوئی شے غالب نہیں آسکتی کہ اسے اس کے وعدے اور وعید کو پورا کرنے سے روک سکے) اور حکیم ہے (جو کہ ہر چیز اس کے محل میں رکھتا ہے) اس نے آسمان بنائے بے ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں (العمد جمع ہے عماد کی، بمعنی ستون اور یہ بات درست ہے کہ آسمان میں اصلاً کوئی ستون نہیں.....) اور زمین میں ڈالے لنگر (یعنی بلند و بالا پہاڑ) کہ (نہ) کانچے تم کو لے کر نہ (یعنی تمہیں لے کر نہ کانچے) اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہم نے جوڑا (یعنی قسم کو) اگایا (زوج بمعنی قسم، اور کسریم بمعنی نفیس ہے) یہ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے (یعنی اس کی مخلوق ہے) مجھے وہ دکھاؤ (اے اہل مکہ مجھے اس کی خبر دو) جو اس کے سوا اوروں نے بنایا (یعنی جسے تمہارے خداؤں نے بنایا ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ تم نے انہیں ٹھہرایا، ما استفہام انکار کے لیے ہے اور مبتدا بن رہا ہے، اور اذ بمعنی الذی اپنے صلہ سے ملکر خبر ہے اور انہی کو لفظ عمل سے روک دیا گیا ہے اور اس کا ما بعد و مفعولوں کے قائم مقام ہے) بلکہ (یہ انتقال کلام کے لیے ہے) ظالم کھلی گمراہی میں ہیں (اپنے شریک کی وجہ سے اور تم بھی انہیں لوگوں میں سے ہو، مبین بمعنی بین ہے)۔

﴿ترکیب﴾

الم ۵ تلک ایت الکتب الحکیم ۵ ہدی ورحمة للمحسنین ۵

الم: "ہذہ" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تلک مبتدا، ایت الکتب الحکیم: مرکب اضافی ذوالحال، ہدی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رحمة للمحسنین: خبر جملہ معطوف، ملکر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ﴾

الذین: موصول، یقیمون الصلوٰۃ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یوتون الزکوٰۃ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر ما قبل "المحسنین" کی صفت واقع ہے۔

﴿وہم بالاخرۃ ہم یوقنون ۵﴾

و: عاطفہ، ہم: مؤکد، ہم: تاکید، ملکر مبتدا، بالاخرۃ: ظرف لغو مقدم، یوقنون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک علی ہدی من ربہم واولئک ہم المفلحون ۵﴾

اولئک: مبتدا، علی: جار، ہدی: موصوف، من ربہم: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اولئک: مبتدا، ہم المفلحون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن الناس من یشتري لہو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغير علم ۵ ویتخذہا ہزوا﴾

و: متعلقہ، من الناس: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصول، یشتري: فعل "ہو" ضمیر ذوالحال، بغير علم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، لہو الحدیث: مفعول، لام: جار، یضل عن السبیل اللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یتخذہا ہزوا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر متقدیران مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک لہم عذاب مہین ۵﴾

اولئک: مبتداء، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب مہین: مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وإذا تعلق عليه ابتنا ولى مستكبرا كان لم يسمعها كان فى اذنيه وقرا﴾

و: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، تعلقى عليه ابتنا: جملہ فعلیہ شرط، ولى: فعل، "هو" ضمیر مستتر ذوالحال، مستکبرا: حال اول، کان: حرف مشبہ غلغفہ یا ضمیر شان محذوف اسم، لم یسمع: فعل لئی "هو" ضمیر ذوالحال، کان: حرف مشبہ، فى اذنيه: ظرف مستقر خبر مقدم، وقرا: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ہا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فبشره بعذاب الیم﴾ ان الذین امنوا و عملوا الصلحت لهم جنت النعیم ۝ خلدین فیہا ﴿

ف: فصیحیہ، بشره: فعل امر بافاعل ومفعول، بعذاب الیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ان: حرف مشبہ، الذین امنوا و عملوا الصلحت: موصول صلہ، ملکر اسم، لام: جار، ہم: ذوالحال، خلدین فیہا: شیبہ جملہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، جنت النعیم: مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وعد الله حقا وهو العزيز الحكيم﴾

وعد الله: مؤکد، حقا: تاکیدی، ملکر فاعل، محذوف "وعد الله" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، هو: مبتداء، العزيز الحكيم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿خلق السموت بغير عمد ترونها والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم﴾

خلق: فعل بافاعل، السموت: ذوالحال، ب: جار، غیر بضاف، عمد: موصوف، ترونها: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، القی: فعل بافاعل، فى الارض: ظرف لغو، رواسی: "جبالا" محذوف کی صفت، ملکر مفعول بہ، ان تمید بکم: جملہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وبث فیہا من کل دابة وانزلنا من السماء ماء فانبتنا فیہا من کل زوج کریم﴾

و: عاطفہ، بث فیہا: فعل بافاعل وظرف لغو، من کل دابة: ظرف مستقر "حیوانات" محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انزلنا من السماء ماء: فعل بافاعل، وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، انبتنا فیہا: فعل بافاعل وظرف لغو، من کل زوج کریم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿هذا خلق الله فارونى ما ذا خلق الذین من دونہ﴾

هذا: مبتداء، خلق الله: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، ارونى: فعل امر بافاعل ومفعول، ما ذا: اسم استفہام مفعول مقدم، خلق: فعل، الذین من دونہ: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر كذلك" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿هل الظلمون فى ضلل مبین﴾

هل: عاطفہ، الظلمون: مبتداء، فى ضلل مبین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... ومن الناس من يشعري☆ یہ آیت نصر بن حارث بن کلدہ کے حق میں نازل ہوئی جو تجارت کے سلسلے میں دوسرے

ملک میں سفر کیا کرتا تھا، اس نے عجیبوں کی کتابیں خریدیں جن میں قصے کہانیاں تھیں، وہ قریش کو سنا تا اور کہتا سرور کائنات (ﷺ) تمہیں عادی و نمود کے واقعات سناتے ہیں اور میں رستم، اسفندیار اور شاہان فارس کی کہانیاں سناتا ہوں، کچھ لوگ ان کہانیوں میں مشغول ہو گئے اور قرآن پاک سننے سے رہ گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح و اعتراض﴾

الم کی تحقیق:

۱..... قرآن مجید میں کل چودہ حروف مقطعات مذکور ہیں جو کہ اکتیس سورتوں کے آغاز میں ہیں جن کے حقیقی معنی اللہ ہی جانے اور اسکے حبیب ﷺ، جن میں سے چھ سورتوں کے آغاز میں الم ہے۔ ان حروف مقطعات کے بارے میں مفسرین کرام کی دو آراء ہیں:

پہلا گروہ: اس بارے میں علامہ ناصر الدین البیضاوی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب تفسیر بیضاوی میں کئی اقوال ذکر کئے ہیں:

(۱)..... ایک قول کے مطابق ”انہ سر استائلر اللہ بعلمہ“ یعنی یہ ایک ایسا راز ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ خاص ہے۔

(۲)..... حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”فی کل کتاب سر و سر اللہ تعالیٰ فی القرآن اوائل السور“ یعنی ہر کتاب میں کچھ راز ہوتے ہیں جبکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے راز سورتوں کے آغاز میں مذکور حروف مقطعات ہیں۔

(۳)..... حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”الحروف المقطعة من المکتوم الذی لا یفسر“ یعنی حروف مقطعات ان پوشیدہ رازوں میں سے ہیں جن کی تفسیر نہیں جانی جاسکتی۔

(۴)..... حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”فی کل کتاب صفوة و صفوة هذا الكتاب حروف الهجاء“ یعنی ہر کتاب کے کچھ منتخبات ہوتے ہیں اور قرآن کریم کے منتخبات حروف مقطعات ہیں۔ (البیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ، ج ۱، ص ۱۴۳)

دوسرا گروہ: اس بارے میں ”تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس“ میں کئی اقوال مروی ہیں:

(۱)..... الم کے بارے میں ہے: ”الف اللہ، لام جبریل، میم محمد ﷺ“ یعنی الف، لفظ اللہ کا، لام لفظ جبریل کا اور میم لفظ محمد ﷺ کا ہے۔

(۲)..... ”و یقال الف الاء ہ، لام لطفہ، میم ملکہ“ یعنی الف سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں، لام سے مراد اس کا لطف اور میم سے مراد اس کی بادشاہی و سلطنت ہے۔

(۳)..... ”و یقال الف ابتداء اسمہ اللہ، لام ابتداء اسمہ لطیف، میم ابتداء اسمہ مجید“ یعنی ایک قول کے مطابق

الف (اسماء حسنیٰ میں سے) لفظ اللہ کا، لام لفظ لطیف کا اور میم لفظ مجید کا پہلا حرف ہے (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، ص ۴)

(۴)..... امام بیضاوی حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں: ”ان الروح و لحم و ن مجموعها الرحمن“ یعنی

الروح، لحم اور ن کا مجموعہ الرحمن۔ (البیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ، ج ۱، ص ۱۳۶)

نماز قائم کرنے سے کیا مراد ہے؟

۲..... نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ سچی توجہ اور حضور قلبی کے ساتھ دوام کیا جائے اور اللہ عزوجل کے سوا سب سے اعراض

کیا جائے۔ اور متذکرہ آیت میں اقام بمعنی ادا ہے۔ سیدنا محمد ﷺ کا فرمان ہے: ”اللہ اور بندوں کے مابین پانچ راستے ہیں

جنہیں سوائے لاغر و کمزور کے کوئی قطع نہیں کر سکا وہ پانچ راستے یہ ہیں: (۱)..... موت اور اس وقت کی تکلیف، (۲)..... قبر اس کی وحشت و تنگی، (۳)..... منکر نکیر کے سوالات اور ان کی بیعت، (۴)..... میزان اور اس کا اعمال خیر سے ہلکا ہونا، (۵)..... پہلی صراط اور اس کی دشواریاں۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سماعت کیں تو اتار دئے کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں نے ان کا رونا سماعت کیا، حضرت جبرائیل امین رضی اللہ عنہ نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہئے کہ نہ روئیں، سوائے موت کے ہر بیماری کا علاج ہے، پھر فرمایا: جس نے صبح فجر کی نماز ادا کی اس کے لئے موت اور اس کی شدت آسان ہو جائے گی، جس نے ظہر کی نماز ادا کی اس کے لئے قبر کی وحشت اور تنگی کا معاملہ درست ہو جائے گا، جس نے نماز عصر ادا کی اس کے لئے منکر نکیر کے سوالات اور ان کی بیعت آسان ہو جائے گی، جس نے نماز مغرب ادا کرنے کا اہتمام ہمیشہ کیا تو اس کے لئے میزان عمل کا معاملہ درست ہو جائے گا اور جس نے نماز عشاء پابندی سے پڑھی تو اس کے لئے پہلی صراط اور اس کی دشواریوں کا معاملہ درست ہو جائے گا۔

(روح البیان، ج ۷، ص ۷۷)

☆..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ لوگ شہادت نہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پس جب وہ ایسا کر لیں تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: تان تاہو واقاموا، رقم: ۲۵، ص ۷)

زکوٰۃ کن لوگوں پر متعین کی گئی ہے؟

۳..... زکوٰۃ فرض عین ہے، اس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق و فاجر اور ادا میں دیر کرنے والا گنہگار و مردود و شہادۃ ہے۔ اس کے وجوب کے لئے چند شرائط ہیں، اگر یہ شرائط تمام تر شرعی تقاضوں کے ساتھ پائی جائیں تو ایسے شخص پر زکوٰۃ دینا ضروری قرار پائے گا۔ (۱)..... مسلمان ہونا: چنانچہ کافر پر زکوٰۃ واجب نہیں یعنی کوئی کافر مسلمان ہو تو اسے یہ حکم نہیں دیا جائے گا کہ زمانہ کفر کی زکوٰۃ ادا کرے۔ (۲، ۳)..... بالغ اور عاقل: نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں، جنون اگر پورے سال کو گمیر لے تو زکوٰۃ واجب نہیں، اور اگر سال کے اول آخر میں افاقہ ہوتا ہے، اگرچہ باقی زمانہ جنون میں گزرتا ہے تو واجب ہے۔ (۴)..... آزاد ہونا: غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں اگرچہ ماذون ہو (یعنی اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہو) یا مکاتب، یا ام ولد یا مستعفی ہو (یعنی غلام مشترک جس کو ایک شریک نے آزاد کیا ہو اور چونکہ وہ مالدار نہیں ہے، اس وجہ سے باقی شریکوں کے حصے کما کر پورے کرنے کا اسے حکم دیا گیا ہو)۔ (۵)..... مال بقدر نصاب اس کی ملک میں ہونا: اگر نصاب سے کم ہے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ (۶)..... پورے طور پر اس کا مالک ہو: یعنی اس پر قابض بھی ہو، جو مال گم گیا یا دیر یا میں گر گیا یا کسی نے غصب کر لیا اور اس کے پاس غصب کے گواہ نہ ہوں یا جنگل میں دفن کر دیا تھا اور یہ یاد نہ رہا کہ کہاں دفن کیا تھا یا انجان کے پاس امانت رکھی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ کون ہے یا مدیون نے دین سے انکار کر دیا اور اس کے پاس گواہ نہیں پھر یہ اموال مل گئے، تو جب تک نہ ملے تھے، اس زمانہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۷)..... نصاب کا دین سے فارغ ہونا: نصاب کا مالک ہے مگر اس پر دین ہے کہ ادا کرنے کے بعد نصاب نہیں رہتی تو زکوٰۃ واجب نہیں، خواہ وہ دین بندے کا ہو جیسے قرض یا اللہ کا جیسے زکوٰۃ، خراج، مثلاً کوئی شخص صرف ایک نصاب کا مالک ہے اور دو سال گزر گئے کہ زکوٰۃ نہیں دی تو صرف پہلے سال کی زکوٰۃ واجب ہے دوسرے سال کی نہیں کہ پہلے سال کی زکوٰۃ اس پر دین ہے جسے نکالنے کے بعد وہ مالک نصاب نہیں رہتا۔ (۸)..... نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو: حاجت اصلیہ یعنی جس کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہوتی ہے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں، جیسے

رہنے کا مکان، چائے گرمیوں کے کپڑے، خانہ داری کے سامان، سواری کے جانور، خدمت کے لئے لوٹری غلام، آلات حرب، پیشہ ور کے اوزار، اہل علم کے لئے حاجت کی کتابیں، کھانے کے قلمہ جات:- (۹)..... مال نامی ہوتا: یعنی بڑھنے والا ہو خواہ ہیچہ بڑھے یا حکم بڑھے، یعنی بڑھانا چاہے تو بڑھائے کہ یہ بڑھانا اسکے یا اس کے نائب کے ہاتھ میں ہے، ہر ایک کی دو صورتیں ہیں وہ اسی لئے پیدا کیا گیا ہوا ہے خلقی کہتے ہیں جیسے سونا، چاندی، کہ یہ اسی لئے پیدا ہوئے کہ ان سے چیزیں خریدی جائیں یا اس لئے مخلوق تو نہیں مگر اس سے یہ بھی حاصل ہوتا ہے اسے فعلی کہتے ہیں۔ سونے چاندی کے علاوہ سب چیزیں فعلی ہیں کہ تجارت سے ان میں نمو ہوگا۔ سونے چاندی میں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے، جب کہ بقدر نصاب ہوں اگر چہ دفن کر کے رکھے ہوں، تجارت کرے یا نہ کرے، باقی چیزوں میں زکوٰۃ اس وقت ہے جب کہ تجارت کی نیت سے ہو یا چڑائی پر چھوٹے جانور اور بس، خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ تین قسم کے مال پر ہے: جس یعنی سونا چاندی، مال تجارت، چرائی کے جانور۔ (۱۰)..... سال گزرتا: سال سے مراد قمری سال ہے نہ کہ عیسوی، یعنی چاند کے مہینوں سے بارہ ماہ، شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل ہے مگر درمیان میں نصاب کی کمی ہوگئی تو یہ کمی کچھ اثر نہیں رکھتی یعنی زکوٰۃ واجب ہے۔

(بہار شریعت معراجہ، زکوٰۃ کا بیان، حصہ ۵: ج ۱، ص ۸۷۴ وغیرہ)

حضرات انبیائے کرام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے کیونکہ زکوٰۃ میل کچیل کو صاف کرتی ہے اور حضرات انبیائے کرام میل کچیل سے پاک ہوتے ہیں، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا قرآن میں ہے: ﴿وَأَوْصِنِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتَ حَيًّا﴾ اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں (مریم: ۳۱)۔ ہم جواب یہ دیں گے کہ اس سے مراد نفس کی پاکیزگی ہے، یعنی اپنے نفس کو ان رزائل سے پاک رکھو جو حضرات انبیائے کرام کے مقام کے نامناسب ہیں، یا مجھے زکوٰۃ کے احکام پہنچانے کی وصیت کی اور یہاں زکوٰۃ سے مراد فطر نہیں ہے کیونکہ زکوٰۃ کی عدم فرضیت فقط حضرات انبیائے کرام کی خصوصیات سے ہے اور اس خصوصیت کے اعتبار سے زکوٰۃ مال اور زکوٰۃ بدن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (الدر المختار علی الرد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب: مطلب: نفی احکام المعنوی، ج ۲، ص ۱۷۰)

آخرت پر یقین رکھنے کا بیان:

۴..... یعنی جہاں اعمال کی جزا و سزا دی جاتی ہے، اس پر یقین رکھنا ضروریات دین میں سے ہے اور یہ اللہ کے غیوبات میں سے ہے کہ قبر و آخرت پر ہم یقین رکھتے کیونکہ اللہ نے قرآن میں کئی مقامات پر اس کا ذکر فرمایا چنانچہ ابتدائی آیات قرآنیہ میں ہے ﴿الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾ وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں (البقرہ: ۱۷۷)۔

اعمال و عقائد کے تابع فلاح والے ہیں:

۵..... متذکرہ آیت اعمال و عقائد کا مجموعہ ہے یعنی نماز و زکوٰۃ کا تعلق اعمال بدنیہ و مالیہ سے ہے اور آخرت پر یقین رکھنا اعمال اعتقادیہ سے ہے۔ معلوم ہوا کہ اعمال بدنیہ بھی ضروری ہیں اور مالیہ کا بجالانا بھی اہم ہے، ساتھ ہی امور اعتقادیہ پر بھی ایمان ہونا ضروری ہے اور انہی اصول و فروع کا خیال رکھنے والے کا میاب ہیں، اسی پاک کلام علم اصول کو علم فروع پر مقدم کرنے پر استدلال ہے چنانچہ فرمایا: ﴿إِنْسِي اِنَّا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فاعبدني﴾ بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر: (۱۴) میں اس بات پر دلیل ہے کہ علم اصول علم فروع سے مقدم ہے، علم اصول سے مراد توحید کا عقیدہ ہے اور علم فروع سے مراد عبادات ہیں۔ پہلے عقیدہ کا حکم دیا پھر عبادت کا، مزید یہ بھی کہ عبادت کی کیفیت بیان نہیں فرمائی، مفسرین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کی کیفیت جانتے تھے، حضرت شعیب علیہ السلام اور دیگر حضرات انبیائے کرام پر نمازیں فرض تھیں، پس اللہ نے فقط توجہ دلانے کے لیے عبادت کا ذکر فرمایا۔
(الرازی، ج ۸، ص ۱۹)

بے ہودہ کلام (غنا) کرنے کا جرم:

۱..... جب بیان ہو چکا کہ قرآن حکمت والی کتاب ہے اور اس کی آیات حکمت سے بھرپور ہیں تو کفار کے حال کا بھی بیان ہوتا ہے کہ انہوں نے ان آیات کو چھوڑ دیا اور اس کے علاوہ امور میں مشغول ہو گئے، ان کے بُرے کردار کو اللہ ﷻ نے بیان فرمایا:
﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے﴾ (النساء: ۶۰)۔ ان کے کلام کو بُرا کہنے کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱)..... حکمت کو چھوڑ کر دیگر باتوں میں مشغول ہونا نتیجہ ہے۔ (۲)..... جس بات کا کچھ فائدہ نہ ہو وہ بُرا ہوا کرتا ہے۔ (۳)..... ان کے کلام کا مقصود غیر سنجیدہ کلام کرنا تھا، جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے۔
(الرازی، ج ۹، ص ۱۱۵)

اسی آیت کی تفسیر میں مجاہد نے ”لہو الحدیث“ کے بارے میں گانے باجوں کا قول کیا ہے۔ سید عالم علیہ السلام کا فرمان عبرت نشان ہے: ”اللہ ﷻ سارنگی اور ڈگڈگی بجانے والے کے علاوہ ہر گنہگار کو معاف فرمادیتا ہے۔“

(النهاية في غريب الحديث والاثر، باب العين مع الراء، عرطب، ج ۲، ص ۱۹۶)

اکثر مفسرین نے ”لہو الحدیث“ کو غناء (موسیقی) سے تعبیر کیا ہے، ابن عباس، عکرمہ، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم، بیہقی سبھی نے غناء اور آلات غناء مراد لیا ہے۔
علامہ نسفی فرماتے ہیں:

مراد ایسی پرانی کہانیاں جن کی کوئی اصل نہ ہو یا غناء مراد ہے۔ اور غناء وہ ہوتا ہے: دودل میں فساد لے آئے، مال ضائع کر دے اور رب العالمین سے دور کر دے۔ سید عالم علیہ السلام کا فرمان ہے: ”کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کی آواز موسیقی میں بلند ہو مگر اللہ اس کے پاس دو شیطان بھیجتا ہے ایک دائیں کانڈھے پر اور دوسرا بائیں کانڈھے پر اور وہ اسے ہارتے رہتے ہیں یہاں تک کہ بندہ گانا بند کر دے۔“
(النتی، ج ۲، ص ۷۱۱)

علامہ قرطبی نے درج آیات سے غنا سے کاستدلال کیا ہے:

(۱)..... ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے﴾ (النساء: ۶۰)۔ (۲)..... ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے﴾ (النساء: ۶۰)۔ (۳)..... ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے﴾ (النساء: ۶۰)۔ (۴)..... ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے﴾ (النساء: ۶۰)۔ (۵)..... ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے﴾ (النساء: ۶۰)۔ (۶)..... ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے﴾ (النساء: ۶۰)۔ (۷)..... ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے﴾ (النساء: ۶۰)۔ (۸)..... ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے﴾ (النساء: ۶۰)۔ (۹)..... ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے﴾ (النساء: ۶۰)۔ (۱۰)..... ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے﴾ (النساء: ۶۰)۔
(القرطبی، الجزء ۲۱، ص ۴۸)

☆..... حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: ”جب میری امت میں پندرہ خصلتیں ہونگی تو ان پر بلاؤں کا نزول حلال ہو جائے گا، آپ ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کونسی خصلتیں ہیں؟ فرمایا: (۱)..... جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے گا، (۲)..... امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے گا، (۳)..... زکوٰۃ کو جرمانہ بنا لیا جائے گا، (۴)..... آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا، (۵)..... ماں کی نافرمانی کرے گا، (۶)..... دوست کے ساتھ منگی کرے گا، (۷)..... والد کے ساتھ بے وفائی کرے گا، (۸)..... مساجد میں آواز بلند کرے گا، (۹)..... گھنٹیا ترین شخص کو قوم کا سردار بنائے

گا، (۱۰)..... کسی شخص کے شر سے بچنے کے لئے اس کی عزت کی جائے گی، (۱۱)..... شراب پی جائے گی، (۱۲)..... رشیم پہتا جائے گا، (۱۳)..... گانے والیاں، (۱۴)..... اور آلات موسیقی کو رکھا جائے گا، (۱۵)..... اس امت کے بعد والے پہلوں کو بڑا کہیں گے، تم اس وقت سرخ آمدھیوں یا زمین میں دھسنے اور سبھ ہونے کا انتظار کرو۔

(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی علامۃ، رقم: ۲۲۱۰، ص ۶۴۵)

☆..... حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ سید عالمؐ نے فرمایا: ”مجھے مزامیر توڑنے کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔“

(کنز العمال، کتاب اللہو واللعب، قسم الافعال و الغناء، رقم: ۴۰۶۸۲، ج ۸، ص ۹۹)

☆..... حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ”اس امت میں زمین میں دھسنا، سبھ ہونا اور آسمان سے پتھر برسنا ہوگا، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا یہ سب کب ہوگا؟ فرمایا: ”جب گانے والیوں اور آلات موسیقی کا ظہور ہوگا اور شراب کھلے عام پی جائے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی علامۃ، رقم: ۲۲۱۲، ص ۶۴۵)

☆..... سید عالمؐ نے فرمایا: ”دو آوازیں بلعون و فاجر ہیں، میں ان سے منع کرتا ہوں، مزامیر کی آواز اور شیطان کی آواز جو کسی نغمہ اور خوشی کے وقت ہو، اور کسی مصیبت کے وقت رونے پینے کی آواز اور گریبان چاک کرنے کی آوازیں۔“

(سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب: ما جاء فی الرخصۃ، رقم: ۱۰۰۰، ص ۳۰۷)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ”غنا“ کے بارے میں تحقیق یہی ہے کہ: مزامیر یعنی آلات لہو و لعب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء و علماء دونوں فریق مقتداء کے کلمات عالیہ میں مصرح ان کے سننے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے اور حضرات علیہ سادات بہشت کبرائے سلسلہ چشتی کی طرف ان کی نسبت محض باطل و افتراء ہے۔

(الفتاویٰ الرضویہ معراجہ، ج ۲، ص ۷۹)

فسق و فجور نہ لانے والا غنا:

☆..... بی بی عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ روایت کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے پاس آئے، اور ان کے پاس ایام مہنی میں دو بچیاں تھیں جو دف بجارہی تھیں اور جنگ بجاٹ کے گیت گارہی تھیں اور سید عالمؐ ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان بچیوں کو ڈانٹا، اور کہا تم نبیؐ کے سامنے مزامیر شیطان بجا رہی ہو! سید عالمؐ نے اپنے چہرے کو کھولا اور فرمایا: ”اے ابوبکر ان کو چھوڑو، کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں، اور ایک روایت میں ہے اے ابوبکرؓ! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب: سنة العیدین لاهل الاسلام، رقم: ۹۵۲، ۹۴۹، ص ۱۵۳)

علامہ یعنی کہتے ہیں:

نبی کریمؐ نے یہ وضاحت فرمائی کہ ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے جیسے مجوسیوں کی عید نیروز ہوتی ہے اور یہ دن ہماری عید کا ہے، اور شرعاً خوشی کا دن ہے، سوائے مقدار میں خوشی کے دن غنا کا انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ وہ غنا نہیں ہے جو دلوں میں فسق و فجور کی آگ بھڑکاتا ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب العیدین، باب: فی العیدین والتحمل فیہ، رقم: ۹۴۹، ج ۱، ص ۱)

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ شرعی سرور کا دن ہے اور اس دن اتنی مقدار میں غنا کا انکار نہیں کیا جاتا جیسا کہ شادی کے موقع پر انکار نہیں کیا جاسکتا۔

(فتح الباری، کتاب العیدین، باب: فی العیدین والتحمل فیہ، رقم: ۹۴۹، ج ۲، ص ۵۶۲)

☆..... حضرت محمد بن حاطب انجی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حرام و حلال کے درمیان فرق ڈف اور آواز ہے۔“
(سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب: مس جاء فی اعلان النکاح، رقم: ۱۰۸۸، ص ۳۳۰)

☆..... حضرت عائشہ طیبہ طاہرہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اس نکاح کا اعلان کر دو اور اس کو مساجد میں منعقد کرو اور اس پر وثوق بجاؤ۔“
(سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب: مس جاء فی اعلان النکاح، رقم: ۱۰۹۱، ص ۳۳۰)

☆..... ربیع بنت معوذ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس شب زفاف تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جس طرح تم میرے پاس بیٹھتے ہو، اس وقت پچیاں ڈف، بجا رہی تھیں اور میرے جو آباء غزوه بدر میں شہید ہوئے تھے ان کا رثیہ پڑھ رہی تھیں یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے یہ مصرع پڑھ دیا: ”وینسا نبی یعلم مافی غد یعنی ہم میں ایسے نبی ہیں جو (از خود) غیب جانتے ہیں“، سید عالم ﷺ نے فرمایا اس مصرع پر چپ رہو اور وہی پڑھو جو اس سے پہلے پڑھ رہی تھیں۔“

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: رقم: ۴۰۰۱، ص ۶۷۵)

قرآن پڑھنے اور سننے کے آداب:

☆..... اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا قُرءَ الْقُرءَانُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (الاعراف: ۲۰۴) قرآن پڑھنے کے بھی بڑے آداب ہیں چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو مومن قرآن پڑھتا ہے، اس کی مثال خرچ کی سی ہے کہ خوشبو بھی اچھی ہے اور مزہ بھی اچھا ہے اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا، وہ سمجھو کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو نہیں مگر مزہ شیریں ہیں۔ اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا، وہ اندرائن کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو بھی نہیں ہے اور مزہ کڑوا ہے اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے وہ پھول کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو ہے مگر مزہ کڑوا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب: ذکر الطعام، رقم: ۵۴۲۷، ص ۹۶۸)

☆..... حضرت عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ اس کتاب سے بہت لوگوں کو بلند کرتا ہے اور بہتوں کو پست کرتا ہے“ یعنی جو اس پر ایمان لاتے اور عمل کرتے ہیں، اُن کے لئے بلندی اور دوسروں کے لئے پستی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب: فضل من یقوم بالقرآن، رقم: ۸۱۶/۲۶۹، ص ۳۷۱)

آسمانوں کا بے ستون قائم ہونا:

۸..... آسمان اللہ ﷻ کی قدرت کا شاہکار ہے، جو کہ طبعی تقاضوں کے لحاظ سے نہیں پائی جاتی بلکہ آسمان ایک جگہ کا نام ہے اور اسے فضاء بھی کہتے ہیں جس کے لئے کوئی انتہاء نہیں ہے اور ایک آسمان دوسرے کے لئے اللہ ﷻ کی قدرت کا شاہکار ہے جس کی طرف ہر عباد کا فرمان اشارہ کرتا ہے، یعنی آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے زوال کا سبب بنے بلکہ اگر آسمان زوال پذیر ہوگا تو فقط اللہ ﷻ کی قدرت سے، ایک قول یہ بھی ہے کہ آسمان دراصل مکان کا نام ہی نہیں کیونکہ مکان بغیر کسی ستون کے قائم نہیں رہتا کہ جگہ/مکان ستون کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس کے ستون ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں دو وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱)..... آسمان میں اصلاً کوئی ستون ہے ہی نہیں، جیسا کہ تم اسے بے ستون دیکھتے ہو، اور یہ اللہ کی قدرت کی دلیل ہے، (۲)..... آسمان میں ستون ہیں لیکن غیر مرئی یعنی نظر نہ آنے والے، پس یہ بھی اللہ کی قدرت و ارادے کے عمل دخل سے ہیں۔

(الرازی، ج ۹، ص ۱۱۷، ملخصاً و ملقطاً)

اغراض:

ای ہذہ الآیات: یعنی متذکرہ سورت کی آیات، ﴿تسک﴾ بعید کی ضمیر سے اشارہ کرنا اللہ ﷻ کی پاک بارگاہ میں اس کی عظمت و شان و رفعت کا بیان کرنا مقصود ہے، اگرچہ اذہان سے قریب ہی ہوں۔

ذی الحکمة: یعنی حکمت پر مبنی ہیں، مراد علم نافع ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حکیم سے محکم مراد لیا جائے، یعنی محکم ہونے پر وہ یقین جس کے آگے نہ ہی پیچھے کوئی باطل نہ آنے پائے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ ﴿حکیم﴾ سے مراد اللہ کی ذات لی جائے، اس صورت مضاف کو حذف اور اس کی جگہ مضاف الیہ کو لانا ہوتا ہے جو کہ ضمیر مجرد ہے۔ الفائزون: یعنی پیشگی کی نعمتیں جو اہل جنت کے لئے تیار کی گئی ہیں۔ طریقی الاسلام: مراد وہ امور ہیں جو اسلام تک پہنچائیں، اور ”لہو“ اسے کہتے ہیں جو اللہ کی عبادت سے غافل کر دیں اور اس کا ذکر کسی مذاق، خرافات، گانے باجے و مزامیر باطل میں پڑ جانا ہوتا ہے۔

مہزوء ابہا: یعنی خرافات کی باتوں کو لہسی بنا لینا۔ بفتح الیاء: یعنی وہ گمراہی پر ہی رہیگا۔

اعلمہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مطلق بشارت سے مراد خبر ہے، اگرچہ اس خبر میں کوئی بشارت نہ ہو کیونکہ دردناک عذاب کی خبر وینا بشارت نہیں نذارة (ڈرانے کی خبر) ہوتی ہے۔ النضر بن الحرث: مراد ابن کلدۃ ہے جو کہ قریش کا ساتھی تھا۔ فیستملحون حدیثہ: یعنی کچھ لوگ اس کی جانب جھک کر کلام سننے لگے۔

جبالا مرتفعة: ابن عباس کہتے ہیں کہ مراد سترہ پہاڑ ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: ق، ابو قیس، جودی، لبنان، طور سینین۔ ای العمد: میں اس جانب اشارہ ہے کہ جملہ ﴿ترونها﴾ عمد کی صفت ہے۔ (الصاری، ج ۵، ص ۵۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لَقْمَنَ الْحِكْمَةَ ﴿۱۲﴾ مِنْهَا الْعِلْمُ وَالذِّيَانَةُ وَالْإِصَابَةُ فِي الْقَوْلِ وَحِكْمَةٌ كَثِيرَةٌ مَّا تُورَةُ كَانَ يُفْتَى قَبْلَ بَعَثِ دَاوُدَ وَادْرَكَ زَمَنَهُ وَأَخَذَ مِنْهُ الْعِلْمَ وَتَرَكَ الْفِتْيَا وَقَالَ فِي ذَلِكَ أَلَا أَكْتَفِي إِذَا كَفَيْتَ وَقِيلَ لَهُ أَيُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ الَّذِي لَا يُبَالِي أَنْ رَأَهُ مُسِينًا ﴿۱۳﴾ أَنْ أَيُّ وَقَلْنَا لَهُ أَنْ ﴿اشْكُرْ لِلَّهِ﴾ عَلَيَّ مَا أَعْطَاكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ﴿۱۴﴾ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ﴿۱۵﴾ لِأَنَّ ثَوَابَ شُكْرِهِ لَهُ ﴿۱۶﴾ وَمَنْ كَفَرَ ﴿النِّعْمَةَ﴾ فَإِنَّ اللَّهَ

غنى ﴿عَنْ خَلْقِهِ﴾ ﴿۱۷﴾ حَمِيد ﴿۱۸﴾ ﴿مَجْمُودٌ فِي صُنْعِهِ﴾ ﴿۱۹﴾ اذْ كُر ﴿۲۰﴾ اذْ قَالَ لَقْمَنُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ بَيْنِي

﴿تَصْغِيرُ إِشْفَاقٍ﴾ ﴿۲۱﴾ لَا تَشْرِكْ بِاللَّهِ ط ان الشُّرَكَ بِاللَّهِ ﴿لِظَلْمِ عَظِيمٍ﴾ ﴿۲۲﴾ فَرَجَعَ إِلَيْهِ وَأَسْلَمَ ﴿۲۳﴾ وَوَصَّيْنَا

الانسان بوالديه ﴿۲۴﴾ أَمْرًا أَنْ يُبْرَهُمَا ﴿حَمَلْتَهُمَا﴾ ﴿فَوَهْنَتْ﴾ ﴿وَهْنَا عَلَى وَهْنٍ﴾ أَيُّ ضَعْفَتْ لِلْحَمْلِ

وَضَعْفَتْ لِلطَّلِقِ وَضَعْفَتْ لِلوِلَادَةِ ﴿۲۵﴾ وَفَصَلِّ ﴿فِطَامَهُ﴾ ﴿فِي عَامَيْنِ﴾ وَقَلْنَا لَهُ ﴿انْشُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ

إِلَى الْمَصِيرِ﴾ ﴿۲۶﴾ أَيُّ الْمَرْجِعِ ﴿وَأَنْ جَاهِدْكَ عَلَى أَنْ تَشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ ﴿مُؤَافِقَةٌ

لِلرَّوَابِعِ﴾ ﴿فَلَا تَطْعَمُهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ ﴿أَيُّ بِالْمَعْرُوفِ الْبِرِّ وَالصَّلَةِ﴾ ﴿وَآتِبِ سَبِيلَ

طَرِيقِ﴾ ﴿مَنْ آتَابَ﴾ ﴿رَجَعَ﴾ إِلَى ﴿۲۷﴾ بِالطَّاعَةِ ﴿ثُمَّ إِلَى مَرْجِعِكُمْ فَإِنبَسِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

﴾ ﴿۲۸﴾ فَأَجَازِيكُمْ عَلَيْهِ وَجُمْلَةُ الْوَصِيَّةِ وَمَا بَعْدَهَا إِعْتِرَاضٌ ﴿بَيْنِي وَأَنْهَا﴾ ﴿أَيُّ النَّخْصَةَ السَّيِّئَةَ﴾ ﴿انْ تَك

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ﴾ ﴿أَيُّ فِي أَخْفَى مَكَانٍ مِنْ ذَلِكَ

﴿یَا بَا لَہٗ اَللّٰہُ﴾ ﴿فَوَحَّیْبٌ عَلَیْہَا﴾ اِن اللہ لطیف ﴿بِیَسْتَعْرِجُہَا﴾ عبیر ﴿۱۱۶﴾ ﴿بِمَکَانِہَا﴾ یعنی اقم الصلوٰۃ و امر بالمعروف و ا نہ عن المنکر و اصبر علی ما اصابک ﴿بِسَبَبِ الْاَمْرِ وَالنَّہٰی﴾ اِن ذلک ﴿الْمَذْکُوْرُ﴾ من عزم الامور ﴿۱۷﴾ ﴿اٰی لِمَعْرُوْمَاتِہَا الَّتِی یُعَزَّمُ عَلَیْہَا لَوْ جُوْبُہَا﴾ و لا تصبر ﴿وَفِی قِرَاٰتِہٖ﴾ تُصَاعِرُ ﴿وَعَدَّکَ لِلنَّاسِ﴾ لَا تَعْمَلْ وَجْہَکَ عَنْہُمْ تَکْبُرًا ﴿وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرْحًا﴾ اٰی حَیْلًا ﴿اِن اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ﴾ ﴿مُتَبَخَّرٍ﴾ فِی مَشِیْہِہٖ ﴿فَخَوْرُ﴾ ﴿۱۸﴾ ﴿عَلٰی النَّاسِ﴾ ﴿وَوَاقِدٌ﴾ فِی مَشِیْکَ ﴿تَوَسُّطٌ﴾ فِیْہِ بَیْنَ الدَّبِیْبِ وَالْاَسْرَاعِ وَ عَلَیْکَ السَّکِیْنَةُ وَالْوَقَارُ ﴿وَ اَغْضَضُ﴾ ﴿اَغْفِضُ﴾ ﴿مِنْ صَوْتِکَ﴾ اِن اَنْکُرِ الْاَصْوَاتِ ﴿اَقْبَحُہَا﴾ لَصَوْتِ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾ ﴿اَوَّلُهُ زَفِیْرٌ وَ اٰخِرُهُ شَہِیْقٌ﴾

﴿تَرْجُمَہُ﴾

اور بیشک ہم نے لقمان..... اے..... کو حکمت عطا فرمائی (من جملہ حکمت میں سے علم و دیانت اور قول کی درنگی ہے..... اے..... آپ کی حکمت کے کئی واقعات منقول ہیں، آپ سیدنا داؤد علیہ السلام کی بعثت سے نقل فتویٰ دیا کرتے تھے، آپ نے داؤد علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ پایا، پھر آپ ﷺ سے علم سیکھنے میں مشغول ہو گئے اور فتویٰ دنیا چھوڑ دیا اور اس بارے میں ارشاد فرمایا جبکہ میری کفایت ہو چکی تو میں اسی پر اکتفاء کروں؟ آپ سے دریافت کیا گیا لوگوں میں سے بدترین شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جو اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ لوگ اسے برائی کی حالت میں دیکھیں“ کہ (یعنی ہم نے اس سے کہا کہ) اللہ کا شکر کر (اس حکمت پر جو اس نے تجھے عطا فرمائی) اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے..... اے..... (کہ اس کے شکر کا ثواب اسی کے لیے ہے) اور جو (نعمت کی) ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پروا ہے (اپنی مخلوق سے) اور سب خوبیاں سراہا (اپنی صنعت میں، حمید بمعنی محمود ہے) اور (یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا تھا..... اے..... اے میرے بیٹے (یعنی اسم تغیر ہے، بطور شفقت استعمال کیا گیا ہے) اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بیشک (اللہ ﷻ کے ساتھ) شرک کرنا بڑا ظلم ہے (پس اس نے رجوع کر لیا، اور اسلام لے آیا..... اے.....) اور ہم نے آدی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی (ہم نے اسے دونوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا) اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری (جھیلی یعنی اول حاملہ ہونے کے سبب، پھر دروزہ کے سبب، پھر بچہ جننے کی وجہ سے کمزور ہو گئی..... اے.....) اور اس کا دودھ چھوٹا (فصالہ بمعنی فطاصہ ہے) دو برس میں ہے..... اے..... (اور ہم نے اس سے کہا) کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر بھی تک آتا ہے..... اے..... (المصیر بمعنی المرجع ہے) اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز جس کا تجھے علم نہیں (یہ واقع کے مطابق ہے) تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں ابھی طرح ان کا ساتھ دے (یعنی ان کے ساتھ بھلائی اور صلہ رحمی کر..... اے..... معروف بالمعروف کے معنی میں ہے) اور اس کی راہ (مسبیل بمعنی طریق ہے) پر چل جو میری طرف رجوع (اناب بمعنی رجوع ہے) لایا پھر میری ہی طرف (فرمانبرداری کرتے ہوئے) تمہیں پھر آنا ہے تو میں بتا دوں گا جو تمہیں کرنا ہے (تمہیں اس پر جزا و دوزخ کا، و وصینا سے بما کنتم تعملون تک جملہ معترضہ ہے) اے میرے بیٹے بُرائی (کی خصلت) اگر رائی کے دانے برابر ہو پھر وہ پتھر کی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں ہو (کسی بھی جگہ پوشیدہ ہو) اللہ اسے لے آئے گا (یعنی اس بُرائی کا حساب لے گا..... اے.....) بیشک اللہ ہر باریکی کا (ظاہر کرنے والا) جاننے والا خیر و اہل ہے (بُرائی کس مقام پر ہے اسے جانتا ہے) اے میرے بیٹے نماز برپا رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بُری بات سے منع کر اور جو اچھا دیکھ

پر پڑے اس پر مبر کر..... ال..... (نیکی کا حکم کرنے اور بُرائی سے منع کرنے کے سبب) بیشک یہ (مذکورہ نصیحتیں) ہمت کے کام ہیں (یعنی جو بھی ان پر عمل کرنا خود پر لازم کر لے) اور بات کرنے میں (ایک قرأت میں تصعیر کی جگہ تصاعیر آیا ہے) لوگوں کے لیے اپنا رخسار (یعنی تکبر کرتے ہوئے لوگوں سے اپنا منہ نہ موڑ) اور زمین میں اترانا نہ چل (فخر و غرور کرتے) بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا (اپنی چال میں اکڑتا، لوگوں پر) فخر کرتا اور میانہ چال چل (یعنی چلنے میں شدت ہونے تیز زوں بلکہ درمیانی راہ اختیار کر، اور تجھ پر وقار اور سکون کرنا لازم ہے..... ۱۲.....) اور اپنی آواز کچھ پست کر بے شک سب آوازوں میں بری (یعنی بدترین) و اغضض یعنی اغضض ہے (آواز گدھے کی) (جو ابتداء تیز آواز سے رہنکتا اور آخر میں پست ہو جاتا ہے..... ۱۳.....)۔

﴿تشریح گیب﴾

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لَقْمَنَ الْحِكْمَةَ إِنْ شَكَرَ لِلَّهِ﴾

و: متانفہ، لام، قسمیہ، قد، تحقیقیہ، اتینا: فعل بافاعل، لقمن: مفعول اول، الحكمة: مفعول ثانی، ان اشكر لله: جملہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ قسم "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾

و: متانفہ، من، شرطیہ، يشكر: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما حرف مشبہ وما كافہ، يشكر لنفسه: جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ متانفہ، و: عاطفہ، من، شرطیہ مبتدأ، كفو: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان الله غني حميد: جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَإِذَا قَالَ لَقْمَنُ لَابَنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ﴾

و: عاطفہ، اذ مضاف اول، قال: فعل، لقمن: ذو الحال، و: حالیہ، هو مبتدأ، يعظه: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، لابنه: متعلق، ملکر جملہ فعلیہ قول، یعنی: نداء، لا، تشرک: فعل نہی بافاعل، بالله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ہو کر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾

ان الشرك: حرف مشبہ و اسم، لام، تاکیدیہ، ظلم عظیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهَنَا عَلَى وَهْنٍ وَفَضَّلَهُ فِي عَامَيْنِ أَنْ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ﴾

و: عاطفہ، و، صینا الانسان بوالدیه: فعل بافاعل و مفعول و ظرف لغو، ان: مصدریہ، اشكر: فعل امر بافاعل، لی: جار، مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، الوالدیک: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر تقدیر جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، حملته: فعل و مفعول، امه: ذو الحال، وهنا: موصوف، علی وهن: ظرف مستقر صفت، ملکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، فضله مبتدأ، فی عامین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر جملہ معترضہ۔

﴿إِلَى الْمَصِيرِ﴾ وَانْ جَاهِدْكَ عَلَى أَنْ تَشْرَكَ بِى مَالِيسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾

الی: ظرف مستقر خبر مقدم، المصير: مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ متانفہ، و: عاطفہ، ان، شرطیہ، جاهدك: فعل بافاعل و مفعول، علی: جار، ان، مصدریہ، تشرک ہی: فعل بافاعل و ظرف لغو، ما، موصولہ، لیس: فعل ناقص، لك: ظرف مستقر خبر مقدم، بہ علم: شبہ جملہ اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر

شرط، ف: جزائیہ، لا تطعمہما: فعل نہیں بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔
﴿و صاحبہما فی الدنیا معروف﴾

و: عاطفہ، صاحبہما: فعل امر بافاعل ومفعول، فی الدنیا: ظرف لغو، معروف: "صحابا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ باقبل "لا تطعمہما" پر معطوف ہے۔

﴿و اتبع سبیل من اناب الی ثم الی مرجعکم فانبتکم بما کنتم تعملون﴾

و: عاطفہ، اتبع: فعل امر بافاعل، سبیل: مضاف، من: موصولہ، اناب الی: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، الی: ظرف مستقر خبر مقدم، مرجعکم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، انبتکم: فعل بافاعل ومفعول، بما کنتم تعملون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بینی انہا ان تک مثقال حبة من خردل فتکن فی صخرة او فی السموت او فی الارض یات بہا اللہ﴾

بینی: نداء، انہا: حرف مشبہ و اسم، ان: شرطیہ، تک: فعل ناقص با "ہی" ضمیر مستتر راجع بسوئے "الخطیئة" اسم، مثقال: مضاف، حبة: موصوف، من خردل: ظرف مستقر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، تکتان: فعل ناقص با اسم، فی صخرة: جار مجرور معطوف علیہ، او: عاطفہ، فی السموت: جار مجرور معطوف اول، او: عاطفہ، فی الارض: جار مجرور معطوف ثانی، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، یات بہ اللہ: فعل وظرف لغو و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ان اللہ لطیف خبیر﴾

ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، لطیف خبیر: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿بینی اقم الصلوۃ و امر بالمعروف و انه عن المنکر و اصبر علی ما اصابک﴾

بینی: نداء، اقم الصلوۃ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، امر بالمعروف: جملہ فعلیہ معطوف اول، عاطفہ، انه عن المنکر: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، اصبر علی ما اصابک: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ان ذلك من عزم الامور و لا تصغر خدک للناس و لا تمش فی الارض مرحا﴾

ان ذلك: حرف مشبہ و اسم، من عزم الامور: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لا تصغر خدک: فعل ناقص بافاعل، ملکر مفعول، للناس: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تمش: فعل ناقص با "انت" ضمیر ذوالحال، مرحا: حال، ملکر فاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان اللہ لا یحب کل مختال فخور و اقصد فی مشیک و اغضض من صوتک﴾

ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، لا یحب کل مختال فخور: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اقصد: فعل امر بافاعل، فی مشیک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اغضض: فعل امر بافاعل، من صوتک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان النکر الاصوات لصوت الحمیر﴾

ان: حرف مشبہ، النکر الاصوات: اسم، لام: تاکیدیہ، صوت الحمیر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

حضرت لقمان کا نسب و سوانح:

۱.....لقمان بن باعوراء بن ناخور بن تارح، (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارح اور چچا آزر تھے)۔ اسی مناسبت سے ان کا نسب محمد بن اسحاق سے بھی ملتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نسب عنقاء بن سروان تھا، قوم ایلہ کے قاضی تھے، اور یہ قول سبیلی کا ہے۔ و حسب کہتے ہیں یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ ایک قول مقابل سے یہ منقول ہے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے خالہ زاد تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آزر کی اولاد میں سے تھے اور ہزار سال زندہ رہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور ان سے علم دین حاصل کیا، حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے فتویٰ نویسی کرتے تھے بعد میں فقط علم دین کے حصول میں مشغول رہے۔ واقندی کے قول کے مطابق بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت لقمان سیاہ رنگ والے سر زمین مصر میں مولے ہوئے والے تھے اور اللہ نے انہیں حکمت عطا فرمائی اور نبی نہ تھے۔ جمہور کہتے ہیں کہ ولی تھے اور نبی نہیں تھے۔ بعضی کے قول کے مطابق اللہ نے حکمت سے نوازا تھا۔

(القرطبی، الجزء: ۲۱، ص ۵۶)

حضرت لقمان کو دی گئی حکمت سے مراد:

۲..... علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت لقمان حکیم تھے اور نبی نہ تھے سوائے حضرت عکرمہ کے، ان کے قول کے مطابق حضرت لقمان نبی تھے اور ان کا یہ بھی قول ہے کہ حضرت لقمان کو نبوت اور حکمت کے بارے میں اختیار دیا گیا تو انہوں نے حکمت کو اختیار فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت لقمان رات کو آرام فرما رہے تھے کہ آدھی رات کے وقت میں انہیں ندا کی گئی: ”اے لقمان! اگر تو چاہے تو ہم تجھے زمین میں خلیفہ بنا سکتے ہیں پس تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے“۔ حضرت لقمان نے کہا اے میرے رب! مجھے تو نے اختیار دیا ہے تو میں عافیت کو قبول کرتا ہوں اور آزمائش کو ترک کرتا ہوں اگر تو نے مجھے اپنا خلیفہ (نبی) بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو میں تیرا حکم سنوں گا اور تیری اطاعت کروں گا، بیشک تو عنقریب میری حفاظت فرمائے گا، فرشتوں نے حضرت لقمان سے پوچھا (جس وقت وہ فرشتوں کو بغیر دیکھے فقط انکی آواز سماعت کر رہے تھے)، اے لقمان! اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت لقمان نے کہا کہ حاکم کا کام سب سے زیادہ دشوار کن ہوا کرتا ہے، اس کو ہر طرف سے خطرہ ہوتا ہے، مظلوم اسے گھیر لیتے ہیں، صحیح فیصلہ کرے تو نجات پالیتا ہے اور اگر خطا کر جائے تو گویا جنت کے راستے سے خطا کر جاتا ہے۔ اور جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے اسے نہ تو دنیا ملتی ہے اور نہ ہی آخرت، فرشتوں کو ان کے کلام سے تعجب ہوا، پھر وہ سو گئے تو انہیں حکمت دی گئی اور جب بیدار ہوئے تو حکمت پر مبنی کلام کر رہے تھے، اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو ندا کی گئی اور انہوں نے خلافت کو قبول کر لیا اور انہوں نے حضرت لقمان کی مانند کوئی شرط نہیں عائد کی، پس انہوں نے فیصلہ میں جب بھی اجتہادی خطا کی اللہ نے ان سے درگزر فرمایا اور ان کو معاف فرمادیا اور لقمان ان کو علم و حکمت سے مشورے دیتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے لقمان تمہیں مبارک ہو کہ حکمت دی گئی اور تم سے آزمائش دور کی گئی، داؤد کو خلافت دے کر آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔“ کہا جاتا ہے کہ حضرت لقمان سیاہ فام مولے ہوئے اور قدم والے تھے، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ سیاہ فام لوگوں میں بلال بن رباح، مجمع (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام)، لقمان اور نجاشی ہوئے اور چاروں کو حکمت سے نوازا گیا اور حکمت نام ہے عقل و فہم کی درنگی اور علم و عمل کا، کوئی شخص اس وقت تک حکیم نہیں کہا جاتا جب تک کہ اس کی ذات میں علم و عمل کی خوبی جمع نہ ہو جائے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ امور کی معرفت و اصابت ہے، ایک قول یہ کیا جاتا ہے کہ حکمت وہ خزانہ کہ انسان کے دل کو منور کرتا ہے جیسا کہ آگہ قوت ادا رک کو منور کرتی ہے۔

(العزازن، ج ۲، ص ۳۹۷ وغیرہ)

شکر کی اہمیت:

۳..... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جب سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی حاصل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ شکر ادا کرتے۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامہ الصلوٰۃ، باب ما جاء فی الصلوٰۃ والسجدة عند الشکر، رقم: ۱۳۹۴، ص ۲۴۸)

☆..... حضرت عبدالرحمن بن کعب اپنے والد سیدنا کعب بن مالک کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا اور خوشخبری دینے والے کو اپنی چادر عطا فرمادی۔“

(المرجع السابق، رقم: ۱۳۹۳، ص ۲۴۸)

☆..... حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر ارشاد فرماتے ہیں: ”کاش! ہم دن میں بار بار ملاقات کریں اور ایک دوسرے کا حال صرف اس لئے دریافت کریں تاکہ جو اب اللہ کا شکر ادا کریں۔“ (شعب الایمان للبیہقی، باب: فی تعدید نعم اللہ، رقم: ۴۴۵۱، ج ۴، ص ۱۱۰)

☆..... ام المومنین نبی بی عاتکہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب حضرت نوح علیہ السلام قضائے حاجت سے فارغ ہو جاتے تو اس طرح شکر بجالاتے: الحمد لله الذی اذقنی طعمه وابقی منفعته فی جسدی واخرج عنی اذاہ یعنی تمام قرینیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اپنی نعمت کا مزہ چکھایا پھر اس کے نفع کو میرے جسم میں باقی رکھا اور تکلیف کو مجھ سے دور کر دیا۔“

(فضیلة الشکر، رقم: ۲۱، ص ۴۰)

ایک مرتبہ امام حسن بصری سے عرض کی گئی: ”یہاں ایک ایسا شخص ہے کہ ہم نے نہ کبھی اس کو کسی کے پاس بیٹھے دیکھا ہے اور نہ کسی دوسرے کو اس کے پاس، بلکہ وہ ایک ستون کے پیچھے تنہا بیٹھا رہتا ہے۔“ سیدنا امام حسن بصری نے فرمایا: ”اب جب تم اسے دیکھو تو مجھے بتانا۔“ راوی کہتے ہیں کہ ایک دن لوگ اس کے پاس سے گزر رہے تھے، اس وقت سیدنا حسن بصری بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق ہم نے آپ کو بتایا تھا۔“ آپ نے ان لوگوں کو فرمایا: ”تم چلو میں تمہارے پیچھے آؤں گا۔“ پھر آپ اس شخص کے پاس گئے اور پوچھا: ”اے اللہ کے بندے! میں دیکھتا ہوں کہ آپ گوشہ نشینی کو محبوب رکھتے ہیں لیکن کس وجہ سے آپ لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے؟“ اس نے کہا: ”وہ کتنی عجیب چیز ہے جس نے مجھے لوگوں سے عاقل کر دیا ہے۔“ تو آپ نے فرمایا: ”تو پھر چلیں اس شخص کے ہم نشین جس کو حسن کہا جاتا ہے۔“ اس نے کہا: ”جس چیز نے مجھے لوگوں اور حسن سے عاقل رکھا ہے وہ کتنی عجیب ہے۔“ آپ نے اس سے پوچھا: ”آخر وہ کوئی چیز ہے جس نے آپ کو لوگوں اور حسن سے بے تعلق کر دیا ہے؟“ اس نے کہا: ”میرے شب و روز گناہ اور نعمت کے مابین گزرتے ہیں اور میرا ذہن ہے کہ اپنے آپ کو لوگوں سے دور رکھ کر معافی مانگتا رہوں اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرتا رہوں۔“ حضرت سیدنا حسن بصری نے فرمایا: ”میرے نزدیک آپ حسن سے بھی زیادہ دانا ہیں بس آپ اپنے معمولات کو جاری رکھیں۔“

(صفة الصفوة، رقم: ۵۷۲، عابد آخر، ج ۲، الجزء: ۴، ص ۱۱)

تربیت اولاد کے مہکتے پھول:

۳..... اولاد کی تربیت میں والدین کا خاص کردار ہوا کرتا ہے، ساتھ روحانی والدین مثلاً اساتذہ، پیران عظام وغیرہ بھی

نمایاں کردار کے حامل ہوتے ہیں، امام غزالی سے ان کے ایک شاگرد نے اس بارے میں مکتوب کے ذریعے استفسار کیا اور ساتھ ہی کچھ نصیحتوں کا بھی طالب ہوا۔ امام غزالی نے جواباً رسالہ نما مکتوب لکھ کر بنام ”لحم الولد“ بھیجا۔ اس رسالے کے چند نکات موضوع کی مناسبت سے درج ذیل ہیں:

اے پیارے بیٹے!

علامة اعراض الله تعالى عن العبد اشتغاله بما لا يعينه، وان امرا ذهبت ساعة من عمره في غير ما

خلق له لجدير ان تطول عليه حسرته ومن جاوز الاربعين ولم يغلب عليه غير شوه فليتهجهز الى النار يعني

بندے کا غیر مفید کاموں میں مشغول ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ نے اس سے اپنی نظر پھیر لی ہے، اور جس مقصد کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے، اگر اس کی زندگی کا ایک لمحہ بھی اس کے علاوہ گزر گیا تو وہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس پر عرصہ حسرت دراز کر دیا جائے اور جس کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہو جائے اور اس کے باوجود اس کی برائیوں پر اس کی اچھائیاں غالب نہ ہوں تو اسے جہنم کی آگ میں جانے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔
(الفرروس بمأثور الخطاب، باب المیم، ج ۳، رقم: ۵۵۴۴، ص ۴۹۸)

اے نخت جگرا

اشد الناس عذابا يوم القيامة عالم لا ينفعه الله بعلمه یعنی قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم سے اللہ نے اسے عمل نہ کرنے کی صورت میں کوئی فائدہ نہ دیا ہو۔
(الكفاية في علم الرواية، ص ۱۷)

اے نور نظر!

اگر تو سو سال تک زندہ رہے اور ہزاروں کتابیں جمع کر لے تو غور کر! جب تک تیرا اس پر عمل نہیں ہوگا، اس وقت تک تو اللہ کی رحمت کاملہ کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وان ليس للانسان الا ماسعى اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش﴾ (النجم: ۲۹)۔

سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور جسے استطاعت ہو اس کا حج ادا کرنا۔“

(صحيح البخارى، كتاب الايمان، باب: بنى الاسلام على، رقم: ۸، ص ۵)

اے فرمانبراد بیٹے!

جب تو باعمل نہیں ہوگا تو اجر و ثواب نہیں پائے گا، منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک عابد نے ستر سال تک اللہ کی عبادت کی، رب کریم نے ارادہ فرمایا کہ اس کی شان و عظمت فرشتوں پر ظاہر ہو، اللہ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا تا کہ اسے یہ بتادے کہ اس قدر زہد و عبادت کے باوجود تو جنت کا مستحق نہیں، چنانچہ فرشتہ اس عابد کے پاس آیا اور اللہ کا پیغام سنایا۔ اس نیک شخص نے جواب دیا: ”اللہ نے ہمیں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور ہمارا کام اس کی عبادت کرنا ہے۔“ جب فرشتہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اللہ نے پوچھا: ”میرے بندے نے کیا جواب دیا: فرشتہ کہنے لگا کہ اے اللہ! تو اپنے بندے کے جواب سے بخوبی واقف ہے، اللہ نے فرمایا: ”جب میرا بندہ میری عبادت سے جی نہیں چراتا، تو میری شان کریمی کا تقاضا ہے کہ میں بھی اس سے نظر رحمت نہ پھیروں، اے فرشتو! گواہ رہو! میں نے اس کی مغفرت کر دی۔“

اے بیٹے!

تو کتنی ہی راتیں جاگ کر حصول علم میں مشغول رہو، اور کتب بینی میں اپنے اوپر نیند حرام کر لو میں نہیں جانتا کہ تیری اس محنت و مشقت کا کیا سبب تھا؟ اگر تیری نیت دنیوی فائدے حاصل کرنے، دنیا کے منصب و عہدے پانے، اپنے زمانے کے لوگوں پر برتری اور بڑائی ظاہر کرنے کی تھی تو سن! تیرے لئے ہلاکت ہے۔ تیرے لئے بربادی ہے، اور اگر شب بیداری میں تیری نیت یہ تھی کہ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت و سنت کا پیغام عام کرے گا، لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے گا اور گناہوں سے بچائے گا تو تجھے مبارک ہو۔

(ابہا للولد مترجم، ص ۱۱ وغیرہ)

بیٹے کا شرک سے رجوع کر لینا:

۵..... کہا جاتا ہے کہ حضرت لقمان کا بیٹا اور زوجہ کافر تھے اور حضرت لقمان انہیں اس وقت تک نصیحت کرتے رہے جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں، بخلاف حضرت نوح علیہ السلام کے، ان کی زوجہ اور بیٹا اسلام نہ لائے اور بخلاف لوط علیہ السلام کے، ان کے دو بیٹے اور زوجہ جس میں سے حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ سے بیٹے ایمان لے آئے لیکن زوجہ ایمان نہ لائی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ابتداء میں شرک سے بچنے کی نصیحت فرمائی۔ اور وعظ نام ہے اپنے نفس کو اللہ جل جلالہ کے سوا کسی دوسرے کی جانب مشغول ہونے سے بچانے کا اور گویا کہ نفس، دل اور روح کو صرف حق کے لئے خاص کر لینا اور دل حق کے سوا کسی اور جانب مائل نہ ہو اور روح بھی حق کے سوا کسی اور جانب مشاہدہ نہ کرے اور یہ مقام تفرید (اللہ کے سوا سب سے جدا ہونا) ہے۔

(روح البیان، ج ۷، ص ۹۴)

والدین، خصوصاً ماں کے فضائل:

۱..... سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: ”اللہ جل جلالہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ جل جلالہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔“

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب: ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، رقم: ۱۹۰۷، ص ۵۶۶)

☆..... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم علیہ السلام کا فرمان ہے: ”والد جنت کے سب دروازوں میں سے سچ کا دروازہ ہے۔ اب تو چاہے تو اس دروازے کو اپنے ہاتھ سے کھودے خواہ نگاہ رکھ۔“

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب: ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، رقم: ۱۹۰۶، ص ۵۶۶)

☆..... حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: ”بیٹک سب نکو کاریوں سے بڑھ کر نیکی یہ ہے فرزند اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے۔“

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: فضل صلة اصدقاء الاب والام ونحوها، رقم: ۶۴۰۹/۲۵۵۲، ص ۱۲۶۵)

☆..... ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: ”ماں باپ تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب: بر الوالدین، رقم: ۳۶۶۲، ص ۶۰۸)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ کون اس کا مستحق ہے کہ میں اس کے ساتھ نیک رفاقت رکھوں؟ فرمایا: ”تیری ماں!“، عرض کی: پھر؟ فرمایا: تیری ماں! پھر عرض کی تو فرمایا: ”تیری ماں“، عرض کی پھر؟ فرمایا: ”تیرا باپ۔“

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب: من احق الناس برقم: ۵۹۷۱، ص ۱۰۴۵)

متذکرہ بالا احادیث سے نتیجہ اخذ ہوا کہ باپ کی نافرمانی اللہ جبار و قہار کی نافرمانی ہے، اور باپ کی ناراضی اللہ جبار و قہار کی ناراضی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کے جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہی اس کے دوزخ ہیں، جب تک ماں باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، نفل، عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا، عذاب آخرت کے علاوہ جیتے جی سخت بلا نازل ہوگی، مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔ حدیث نمبر ۳ کے مضمون کے مطابق سوتیلی ماں تو ایک عظیم و خاص علاقہ والد سے رکھتی ہے لہذا اس عورت کی تعظیم و توقیر لازم ہے، اسی حرمت کے باعث رب العزت نے اسے حقیقی ماں کی مثل حرام اہدیٰ کیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاد پر

باپ کا حق نہایت عظیم لیکن ماں کا حق اعظم۔ (الفتاویٰ الرضویہ معرجمہ، رسالہ: الحقوق لطرح العقوق، ج ۲، ص ۲۸۳ وغیرہ)

دودھ پلانے و چھڑانے کی مدت کا بیان:

ہے..... فاضل بریلوی متذکرہ آیت ﴿ووصینا الانسان بالذبحہ..... الخ﴾ کے تحت فرمایا یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انہیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شاکر کیا، فرماتا ہے: شکر بجایا میرا اور اپنے ماں باپ کا، ”اللہ اکبر اللہ اکبر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“، یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح کی بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق، باپ کے حق سے زیادہ ہے ام المؤمنین بی بی عائشہ کہتی ہیں: میں نے سید عالم ﷺ سے عرض کی: ”عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا: شوہر کا، میں نے عرض کیا: اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ فرمایا: اس کی ماں کا۔“

(المستدرک، کتاب البر والصلة، باب: بر امک ثم اباک ثم الاقرب فالاقرب، رقم: ۷۲۴۴، ج ۷، ص ۲۰۸۷)

ماں کے حق زیادہ ہونے کا تعلق اس وجہ سے بھی ہے کہ ماں بچے کو مشقت برداشت کر کے پیٹ میں رکھتی ہے، پھر پیدائش کے وقت کی تکلیف، پھر اسے دودھ پلانا الغرض ماں کا حق باپ کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ بچے کو دو برس تک دودھ پلایا جائے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی، اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں، یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لئے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے لیکن ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلا دے گی، حرمت نکاح ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر بچا، تو حرمت نکاح نہیں اگرچہ پلانا جائز نہیں۔ مدت پوری ہونے کے بعد بطور علاج بھی دودھ پلانا پینا جائز نہیں۔

(بہار شریعت مخرجہ، حصہ: ۷، دودھ کے رشتے، ج ۲، ص ۳۶)

بالآخر اللہ ﷻ کی جانب پھرنے کا معنی:

۸..... انسان یہ ہمیشہ یاد رکھے بلکہ اپنے ذہن میں تازہ رکھے کہ میری ڈور کسی اور کے ہاتھ میں ہے، میں کتنا ہی بڑا عہدہ، منصب، درجہ دینی یا دنیاوی حاصل کر لوں، مجھے لوٹ کر وہیں جانا ہے جہاں سے آیا ہوں۔ میرا اصل ٹھکانہ قبر اور پھر جنت یا دوزخ ہے۔ مجھے لائق نہیں کہ میں اپنی پیدائش سے لے کر عمر کے آخری حصے میں کسی بھی مرحلے کو بھول کر اپنی من مانی کروں۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿منہا خلقناکم و فیہا نعیدکم و منہا نخرجکم قارۃ اخری ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے (طہ: ۵۰)﴾۔ اس موضوع پر اور بھی آیات ہیں ہم نے موضوع کو تفصیلی سے بچانے کے لئے حضرت لقمان کی تمام نصیحتوں کو بیان کرنے کا ذہن بنایا تھا اسی مناسبت سے یہ موضوع بھی بیان کر دیا اگرچہ اس موضوع پر کئی مقامات پر کلام ہو چکا ہے۔

اخروی و دنیاوی کن امور میں والدین کا کما مانے؟

۹..... اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں، اُن کے کبیرہ کا وبال اُن پر ہے مگر اُس کے سبب یہ امور جائزہ میں اُن کی اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتا، ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”لا طاعة فی معصیۃ اللہ تعالیٰ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب: لا طاعة، ص ۴۸۶)

ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں اُن سے بہ نرمی و ادب گزارش کرے اگر مان لیں بہتر و نہ سختی نہیں کر سکتا بلکہ غیبت میں اُن کے لئے دعا کرے، اور اُن کا یہ جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا تو بہ سے انکار کرنا دوسرا سخت کبیرہ ہے مگر مطلقاً کفر نہیں جب تک حرام قطعی کو حلال جاننا یا حکم شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو اس سے بھی جائز باتوں میں اُن کی اطاعت منع نہ کی جائے گی، ہاں اگر

معاذ اللہ یہ انکار بروجہ کفر ہو تو وہ مرتد ہو جائیں گے اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں، رہا بڑا بھائی وہ ان احکام میں ماں باپ کا ہمسر نہیں ہے، ہاں اُسے بھی حق تعظیم ہے، اور بلاوجہ شرعی ایذا رسانی تو کسی مسلمان کی حلال نہیں اور اللہ سب مخلوق سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر تجارت کے لئے سرزمین دشمن کی طرف اجازت نامہ لے کر جانا چاہیے لیکن والدین اس کے وہاں جانے کو ناپسند کریں، اگر معاملہ پُر امن ہو، اس میں کوئی خطرہ اور اندیشہ نہ ہو، اور وہ وعدہ وفا کرتے ہوں اور اس وصف میں مشہور و معروف ہوں، اور اس کا بھی وہاں جانے میں فائدہ ہو، تو پھر اس صورت میں والدین کا حکم نہ ماننے میں کوئی حرج نہیں، (یہاں دیکھئے کہ) حصول فائدہ کے لئے والدین کی نافرمانی کو جائز اور مباح قرار دیا گیا، (اقول) میں کہتا ہوں واجب ہے کہ اس سے وہ صورت مراد ہو کہ جس میں والدین کا اُسے روکنا محض محبت اور شفقت کے طور پر ہو اور اس کی خدائی کا ناپسند ہونا غیر یقینی ہو، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے خروج کو امن اور وہاں کے لوگوں کا وفادار ہونے میں مشہور و معروف ہونے پر مسئلہ کو فرض کیا یہاں تک کہ اُسے اس معاملہ میں کوئی خوف و خطر نہ ہو، لیکن اگر خطرہ و اندیشہ ہو تو پھر والدین کی اجازت کے بغیر اس کا باہر جانا اور سفر کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ دریں صورت اُن کی نبی یقینی ہوگی۔

☆..... سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تمہیں اہل وعیال اور مال سے الگ ہونے کا حکم دیں۔“

(الفتاویٰ الرضویہ، مخرجہ، باب: اعتقادات و سیر، ج ۲، ص ۱۰۷، ۱۱۳ وغیرہ)

ہجرت کا ارادہ کرنے والا اگر یہ جان لے کہ والدین کو پریشان کرنے میں کیا سزا ہے تو ہجرت کا ارادہ ترک کر دے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ جرتج راہب فقیہ و عالم ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ اللہ جل جلالہ کی عبادت سے والدہ کے بلاوے کا جواب اولیٰ ہے، حسن بن سفین نے مسند میں، حکیم ترمذی نے نوادر میں، ابن قانع نے المعجم میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں شہر بن حوشب سے، انہوں نے حوشب بن یزید سے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے، یہ تو احادیث تھیں، باقی رہے فقہاء، تو علامۃ البحر نے بحر الوائق میں تفصیلاً رخصت کی تفصیل تحریر کی، اور جب کہ اجازت والدین کے بغیر اولاد کو حج کرنے سے منع کیا، پھر فرمایا یہ تمام بحث حج فرض میں ہے، رہا نفل حج، تو اس میں اطاعت والدین ہر حال میں اولیٰ ہے، جیسا کہ ”ملتقط“ میں ہے، اسے علامہ ابن عابدین نے ”رد المحتار“ میں لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ انہوں نے حج کے بارے میں حکم دیا ہے جس میں تو واپس کوچ کا ارادہ رکھتا ہے، یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے جب کہ تو واپس نہ ہونے کا عزم رکھتا ہو، الفتاویٰ الہندیہ میں ایسے مسائل کے بارے میں بہت عمدہ ضابطہ بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ بالغ اولاد کو کوئی دینی و دنیاوی ایسا کام نہ کرے جو والدین کے لئے غیر معزز و ناپسند ہو، اور اگر ضروری ہے تو والدین سے اجازت لینا ضروری ہوگا، یعنی اگرچہ نقصان دہ نہ بھی ہو تب بھی والدین کی اجازت کے بغیر چارہ نہیں، یہ تو مسئلہ کا حکم تھا لیکن مجھے اس میں کلام نہیں ہے، اور جب کہ میں کہتا ہوں کہ مجاورت اس صورت میں جائز نہیں جب کہ والدین اجازت دیں تو اس وقت کیسے جائز ہوگی جب وہ اسے پسند نہ کریں اور اس پر پریشان ہوں اور یہی امام صاحب کا قول ہے محتاط اور خائف اہل علم نے آپ کے اسی قول کو اختیار کیا ہے، جیسا کہ شامی میں ”الاحیاء“ سے ہے، ”مجمع“ وغیرہ میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ (الفتاویٰ الرضویہ، مخرجہ، رسالہ: صقیل الرین عن احکام مجاورۃ الجرمین حرمین شریفین میں سکونت کے احکام سے متعلق شبہات کا ازالہ، ج ۱۰، ص ۶۸۵ وغیرہ)

کسی کی بُرائی اللہ جل جلالہ سے پوشیدہ نہیں:

۱۰..... اللہ علیم وخبیر ہے، کائنات کے ذرے ذرے کا علیم ہے۔ نیکی ہو یا بدی سب جانتا ہے، خود فرماتا ہے: ﴿لَا يَخْفَىٰ

القرب الیہ من جبل الوردید اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں (۱۶:۵)۔ مُدائی کرنے والا یہ نہ سوچے کہ میں سب سے چھپ گیا یقیناً اللہ کی مخلوق سے چھپ گیا لیکن اللہ سے کہاں پوشیدہ ہو سکتا ہے؟ مالک و مولا تو ہماری شرگ سے بھی قریب تر ہے۔ کاش کہ گناہ کرنے سے پہلے سوچ لیا جائے کہ آیا اس کا عذاب بھی سہا جاسکے گا یا نہیں چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے قریب ہی ایک چراغ جل رہا تھا، اچانک ان کے دل میں گناہ کا خیال آیا تو وہ اپنے نفس سے کہنے لگے: ”میں اپنی انگلی اس چراغ کی بتی پر رکھتا ہوں اگر تو نے اس پر صبر کر لیا تو میں اس گناہ کو کرنے میں تیری مدد کروں گا“۔ پھر جب انہوں نے اس بتی پر انگلی رکھی تو بے قرار ہو گئے چیخنے لگے: ”اے دشمن خدا! جب تو دنیا کی اس آگ پر صبر نہیں کر سکتا جسے ستر مرتبہ بھجایا گیا ہے تو جہنم کی آگ پر کیسے صبر کر سکے گا“۔

راہ دین میں مصیبت پر صبر کرنا:

۱..... سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے عرب کے جس علاقے میں آنکھ کھولی، وہی پستی، بدبختی، شقاوت و ظلم و بربریت کا رواج عام تھا، چھوٹی چھوٹی بات پر عرصہ دراز تک جنگیں چلتی تھیں، انسان کو گویا کہ انسان ہی نہ سمجھا جاتا تھا۔ چالیس سال تک لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام قائم کرنے کے بعد جب اعلان نبوت فرمایا تو وہی لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق و امین کا خطاب دیتے تھے دشمن بن گئے۔ جان لینے کی ناپاک کوشش بھی کی، ادب باش لڑکوں کو طائف میں پیچھے چھوڑ دیا جن کی سنگباری سے قدمین خون سے بھر گئے۔ جانور کی غلاظت کمر پر رکھ دی جاتی، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اوپر سے کچرا پھینکا جاتا، کائنات نے یہ منظر بھی دیکھا کہ دو جہاں کے شہنشاہ کو قتل کرنے، قید کرنے، شہر بدر کرنے کے لئے منصوبے بنائے گئے، اور ان مضموم مقاصد کے لئے کثیر مال و وقت بھی خرچ کیا گیا۔ حضرت سیدنا اسماء بنت ابوبکر سے مروی ہے کہ ایک پکارنے والا آل ابوبکر کے پاس آیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یوں عرض گزار ہوا: ”اپنے رفیق کی خبر لو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً ہمارے پاس سے تشریف لے گئے اور حالت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے تھے: کیا ایک مرد کو اس پر مارتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس لایا، پس وہ لوگ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر جھپٹ پڑے۔“ حضرت اسماء فرماتی ہیں: ”جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس آئے تو حالت یہ تھی کہ سر کے جس حصے پر بھی ہاتھ پھیرتے تھے تو بال ہاتھ میں آجاتے اور اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھ رہے تھے تسبیح کت یا ذالجلال والا کرام یعنی اے بزرگی و کرامت والے رب تو بڑی برکت والا ہے۔“

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی، مسند ابی بکر، رقم: ۵۲، ج ۱، ص ۲۰)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں اسلام لے آیا (میرا مومن مسلمان نہ ہوا تھا)، کفار مجھے مارتے اور میں بھی انہیں مارتا تھا، اسی دوران میرے ماموں نے آکر اعلان کیا: ”اے لوگوں! میں اپنے بھانجے کو پناہ دے چکا ہوں لہذا اب کوئی اسے چھونے کی جرات نہ کرے، سب لوگ مجھ سے دور ہو گئے مگر میں نہیں چاہتا تھا، میں نے کہا: ”دوسرے مسلمانوں کو زور و کوب کیا جاتا ہے لیکن مجھے نہیں مارا جاتا۔“ جب لوگ بیت اللہ میں جمع ہوئے تو میں اپنے ماموں کے پاس آیا اور کہا: ”تم سن رہے ہو؟“ اس نے کہا: ”میں نے نہیں سنا تم نے کیا کہا،“ میں نے کہا: ”میں تمہاری پناہ تمہیں لوٹاتا ہوں۔“ میرے ماموں نے کہا: ”ایسا نہ کرو! لیکن میں نے اس کی پناہ لینے سے انکار کر دیا، اس نے کہا: ”جیسے تمہاری مرضی!“۔ پھر میری مار پیٹ ہوتی رہی یہاں تک کہ اللہ نے اسلام کو غلبہ دے دیا۔“

(دلائل النبوة للبیہقی، باب: ذکر اسلام عمر، ج ۲، ص ۱۶، وغیرہ بتغیر قلیل)

☆..... حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ کے ایک باغ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آیا اس نے دروازہ کھلوا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس کے لئے دروازہ کھول دو اور ان مصیبتوں کو جو اسے پہنچیں گی جنت کی خوشخبری دے

”وہ۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دروازہ کھولا تو وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے، میں نے انہیں سید عالم ﷺ کے فرمان کی خبر دی تو انہوں نے کہا:“
اللہ دگار ہے!“ (صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عثمان، رقم: ۳۶۹۳، ص ۶۲۰)

جس نبی نے راہ دین میں صبر کا مظاہرہ کیا ہو، اس کے ماننے والے کہاں شکوہ شکایت والے ہو سکتے ہیں؟ صحابہ ہوں یا اہل بیت، معرکہ بدر ہو یا کوئی غزوہ، سر یہ ہو یا معرکہ کربلا یقیناً اہل معرفت نے راہ دین میں سب کچھ لٹا کر بھی شکوہ نہ کیا اور ہم نے کچھ نہ کر کے بھی شکایتوں کے انبار جمع کر لئے ہیں۔

راہ میں چلنے کے آداب:

۱۲..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”ایک شخص دو چادریں اوڑھے ہوئے اترا کر چل رہا تھا اور گھنٹہ میں تھا، وہ زمین میں دھنسا دیا گیا، وہ قیامت تک دھنسا ہی جائے گا۔“

(صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب: تحریم التبخر فی المشی، رقم: (۵۳۵۸/۲۰۸۸)، ص ۱۰۵۴)

☆..... ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے مرد کو دو عورتوں کے درمیان میں چلنے سے منع کیا ہے۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب: فی مشی النساء مع الرجال، رقم: ۵۲۷۳، ص ۹۸۰)

مسئلہ: راستہ چھوڑ کر کسی کی زمین میں چلنے کا حق نہیں، اور اگر وہاں راستہ نہیں ہے تو چل سکتا ہے، مگر جب کہ مالک زمین منع کرے تو اب نہیں چل سکتا، یہ حکم ایک شخص کے متعلق ہے اور جو بہت سے لوگ ہوں تو جب تک مالک زمین راضی نہ ہو نہیں چل سکتا، راستہ میں پانی ہے اس کے کنارہ کسی کی زمین ہے، ایسی صورت میں اس زمین میں چل سکتا ہے۔

(بہار شریعت، چلنے کے آداب، باب: ۱۶، ج ۳، ص ۴۳۷)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جلدی جلدی چلنے سے مومن کا وقار چلا جاتا ہے۔“

(کنز العمال، کتاب المعیشتہ، قسم الاقوال، آداب المشی، رقم: ۴۱۶۱۵، ج ۸، ص ۱۷۵)

بات چیت کے آداب:

(۱)..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”من صمت نجاه یعنی جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔“ (سنن الترمذی، کتاب صفة القيامة،

باب: (۱۱۴/۴۹)، رقم: ۲۵۰۹، ص ۷۲۱)۔ (۲)..... سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ”جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے

دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنے کی نعمت ملی ہے، تو اس کی صحبت و قربت اختیار کرو کیونکہ اسے حکمت دی گئی ہے۔“ (سنن ابن ماجہ، کتاب

الزهد، باب: باب الزهد فی الدنيا، رقم: ۴۱۰۱، ص ۶۸۲)۔ (۳)..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن مومن کی میزان میں

سب سے بھاری جو چیز رکھی جائے گی وہ خلقِ حسن ہے اور اللہ اس کو دوست نہیں رکھتا جو خوش گو بد زبان ہو۔“ (سنن الترمذی، کتاب

البر والصلة، باب: ما جاء فی حسن الخلق، رقم: ۲۰۰۹، ص ۵۸۹)۔ (۴)..... بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”زری کو

لازم پکڑ لو اور سختی و خش گوئی سے بچو، جس چیز میں زری ہوتی ہے، اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے زری نکل جاتی ہے اسے عیب دار

کہہ دیتی ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: فضل الرفق، رقم: (۶۴۹۷/۲۵۹۴)، ص ۱۲۸۰)۔ (۵)..... حجۃ الاسلام امام محمد

غزالی فرماتے ہیں: گفتگو کی چار قسمیں ہیں: نمبر ۱: خالص مُبْرِئ بکمل نقصان وہ، نمبر ۲: خالص مُفید یعنی کمال فائدہ مند، نمبر ۳: مُبْرِئ بکمل نقصان وہ بھی اور مفید بھی، نمبر ۴: نہ مُبْرِئ نہ مُفید یعنی وقت ضائع کرنے کے لئے کلام کرنا۔ (مرآة المناجیح)

افراض:

منہا العلم والذیالہ: حکمت سے مراد علم و عمل ہے، جس میں یہ دونوں صفات جمع نہ ہوں اُسے حکیم نہیں کہا جاتا، ایک قول کے مطابق حکمت سے مراد امانت اور ایک قول کے مطابق حکمت سے مراد دلوں کا نور ہے، جس سے اشیاء کا ادراک ہوتا ہے جیسا کہ آنکھیں دیکھتی ہیں۔ حکمہ کثیرہ: وہب کہتے ہیں کہ حضرت لقمان کے بارہ ہزار حکمت کی بولیاں تھیں لوگ جس طرح چاہتے شامل گفتگو ہو جاتے۔ محمود فی صنعه: یعنی اللہ لائق ہے کہ اس کی تعریف مخلوقات سے بڑھ کر کی جائے۔

فوجع الیہ: سے مراد اپنے آباء کا دین یعنی اسلام ہے۔ ای فطامہ: سے مراد ترک رضاعت ہے۔ ای بالمعروف: میں اس جانب اشارہ ہے کہ حرف جر "باء" محذوف ہے، جو کہ منصوب بزرع الخافض کی صورت ہے۔ جملة الوصیة: سے مراد اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ووصینا الانسان الخ﴾ ہے۔

ای فی اخفی مکان من ذلک: مراد پہاڑوں (چٹانوں)، آسمانوں، اور زمین کے مخفی راز ہیں تاہم اللہ نے چٹانوں کے باطن کو مخفی رکھا، آسمانوں کے اوپری معاملات کو مخفی رکھا اور زمین کے نچلے معاملات کو مخفی رکھا۔

بسبب الامر والنہی: مناسب یہ ہے کہ عموم پر محمول کیا جائے یعنی مصائب پر صبر چہ جائے کہ مخلوق کی جانب سے ہوں یا خالق کی جانب سے آزمائش ہو، کیونکہ حقیقی بنیادوں پر تو ہر قسم کے مصائب اللہ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں اور صبر سے مراد یہ بھی ہے کہ اللہ کے احکام کو تسلیم کرنا اور اس کی جانب رجوع لانا ہے، اللہ نے فرمایا: ﴿ووبشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون﴾ (البقرہ: ۱۵۶)۔

التي يعزم عليها لوجوبها: یعنی مکلفین کے لئے مضبوط ارادے کے کام ہیں جس سے رخصت نہیں ہو سکتی۔ ای خيلاء: یعنی عجب و تکبر نہیں ہونا چاہیے۔ بین الدیب: مراد کزور چلن ہے۔

علی الناس: یوں کہ اُس پر دیگر لوگوں کے مقابلے میں زیادہ نعمتیں ہوئی ہیں، پس وہ اکڑنے لگے۔

والامسراع: مراد چلنے کی طاقت ہے، جو کہ مذموم ہے، اور اس کا بیان حدیث میں یوں ہے: "مومن سے تیز چلنا لے لیا گیا ہے"۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ حدیث میں یوں بھی ہے کہ صحابہ کہتے ہیں: "ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ تھے کہ آقائے دو جہاں ہم سے تیز چلتے تھے"۔ میں (علامہ صادقی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ سید عالم ﷺ کا چلنا اپنی ذات کے اعتبار سے متوسط اور صحابہ کے اندازے کے مطابق تیز تھا، جیسا کہ ما قبل گزر چکا ہے کیونکہ سید عالم ﷺ کے لئے زمین پیٹ دی گئی ہے۔

ذفیر: سے مراد تیز آواز اور شہیق سے مراد ہلکی آواز ہے۔ (الصاوی، ج ۴، ص ۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿الم تر واک تعلموا یا مخاطبین﴾ ان الله سخر لكم ما فی السموت ﴿من الشمس والقمر والنجوم﴾
 ﴿لتنفقوا بہا﴾ وما فی الارض ﴿من الثمار والآنهار والدواب﴾ واسبغ ﴿اوسع واتم﴾ علیکم نعمہ
 ظاہرہ ﴿وہی حسن الصورة وتسویة الاغضاء﴾ وغیر ذلک ﴿وباطنة﴾ ہی المعرفة ﴿وغیرہا﴾ ومن
 الناس ﴿ای اهل مکة﴾ من یجادل فی الله بغير علم ولا ہدی ﴿من رسول﴾ ولا کتب منیر ﴿۲۰﴾ ﴿انزلہ﴾
 اللہ بل بالتقلید ﴿واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ اباءنا﴾ قال تعالیٰ
 اتبعونہ ﴿اولو کان الشیطن یدعوہم الی عذاب السعیر﴾ ﴿۲۱﴾ ﴿ای فوجباتہ لا﴾ ومن یسلم وجہہ الی الله

﴿أَيُّ يُقْبَلُ عَلَيَّ طَاعَتِهِ﴾ وهو محسن ﴿مُوْتَحَدًا﴾ لقد استمسك بالعروة الوثقى ﴿بِالطَّرْفِ الْأَوْثَقِ﴾
 الَّذِي لَا يَخَافُ انْقِطَاعَهُ ﴿وَالِي اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ ﴿٢٢﴾ ﴿مَرَجَعُهَا﴾ ومن كفر فلا يحزنك ﴿يَا مُحَمَّدُ﴾
 كَفَرَهُ ﴿لَا تَهْتَمُ بِكُفْرِهِ﴾ ﴿إِنَّمَا مَرَجَعُهُمْ﴾ فنبئهم بما عملوا ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ ﴿٢٣﴾ ﴿أَيُّ﴾
 بِمَا فِيهَا كَفِيرُهُ ﴿فَمَجَازٌ عَلَيْهِ﴾ ﴿نَمْتَعُهُمْ﴾ ﴿فِي الدُّنْيَا﴾ ﴿قَلِيلًا﴾ ﴿أَيَّامَ حَيَاتِهِمْ﴾ ﴿ثُمَّ نَضْرَهُمْ﴾ ﴿فِي الْأَخِرَةِ﴾ ﴿إِلَى﴾
 عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾ ﴿وَهُوَ عَذَابُ النَّارِ لَا يَجْدُونَ عَنْهُ مَخِيصًا﴾ ﴿وَلَنْ﴾ ﴿لَا مَقْصِدَ﴾ ﴿سَأَلْتَهُمْ﴾ ﴿مَنْ خَلَقَ﴾
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لِيَقُولَنَّ اللَّهُ ﴿حُدِّفْ مِنْهُ نُونِ الرَّفْعِ لِتَوَالِي الْأَمْثَالِ وَإِ الضَّمِيرِ لِلِإِقَاءِ السَّاكِنِينَ﴾
 قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ﴿عَلَى ظُهُورِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمُ بِالْتَّوْحِيدِ﴾ ﴿بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ﴿٢٥﴾ ﴿وَجُوبُهُ عَلَيْهِمُ﴾ ﴿لِلَّهِ﴾
 مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴿مِلْكًا﴾ وَخَلْقًا وَعَبِيدًا ﴿فَلَا يَسْتَحِقُّ الْعِبَادَةُ لِيَهُمَا غَيْرُهُ﴾ ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ﴾
 ﴿عَنْ خَلْقِهِ﴾ ﴿الْحَمِيدُ﴾ ﴿٢٦﴾ ﴿الْمَحْمُودُ﴾ ﴿فِي صُنْعِهِ﴾ ﴿وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٍ وَالْبَحْرِ﴾
 ﴿عَطْفٌ عَلَى اسْمِ أَنْ﴾ ﴿يَمُدَّهُ مِنْ﴾ ﴿بَعْدَهُ سَبْعَةُ أَبْحَارٍ مَا نَفَدَتْ كَلِمَتُ اللَّهِ﴾ ﴿الْمُعْتَبَرُ بِهَا عَنِ مَعْلُومَاتِهِ﴾
 بِكُتُبِهَا يَتَلَكَّ الْأَقْلَامُ بِذَلِكَ الْمَدَادِ وَلَا بِأَكْثَرٍ مِنْ ذَلِكَ لِأَنَّ مَعْلُومَاتِهِ تَعَالَى غَيْرُ مُتَّاهِيَةٍ ﴿إِنَّ اللَّهَ﴾
 عَزِيزٌ ﴿لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ﴾ ﴿حَكِيمٌ﴾ ﴿٢٧﴾ ﴿لَا يَخْرُجُ شَيْءٌ عَنْ عِلْمِهِ وَحُكْمَتِهِ﴾ ﴿مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بِعَثْمِكُمْ﴾ ﴿إِلَّا﴾
 كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ﴿خَلَقًا وَبَعَثًا لِأَنَّهُ بِكَلِمَةٍ كُنَّ فَيَكُونُ﴾ ﴿إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ﴾ ﴿يَسْمَعُ كُلَّ مَسْمُوعٍ﴾ ﴿بَصِيرٌ﴾
 ﴿٢٨﴾ ﴿يَبْصُرُ كُلَّ مُبْصِرٍ لَا يَشْغَلُهُ شَيْءٌ عَنْ شَيْءٍ﴾ ﴿أَلَمْ تَرَ﴾ ﴿تَعَلَّمُ يَا مَخَاطِبَا﴾ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُولِجُ﴾ ﴿يُدْخِلُ﴾ ﴿الَّيْلَ﴾
 فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ ﴿يُدْخِلُهُ﴾ ﴿فِي اللَّيْلِ﴾ ﴿فَيَزِيدُ كُلَّ مِنْهُمَا بِهَانَقِصٍ مِنَ الْأَخْرِ﴾ ﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسُ﴾
 وَالْقَمَرَ كُلَّ مِنْهُمَا ﴿يَجْرِي﴾ ﴿فِي فَلَكِهِ﴾ ﴿إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ﴿هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ﴿وَإِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾
 خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾ ﴿ذَلِكَ﴾ ﴿الْمَذْكُورُ﴾ ﴿بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ ﴿الثَّابِتُ﴾ ﴿وَإِنَّ مَا يَدْعُونَ﴾ ﴿بِالتَّائِبِ وَالْيَائِئِ يَعْبُدُونَ﴾ ﴿مِنْ﴾
 دُونِهِ الْبَاطِلُ ﴿الزَّائِلُ﴾ ﴿وَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ﴾ ﴿عَلَى خَلْقِهِ بِالْقَهْرِ﴾ ﴿الْكَبِيرُ﴾ ﴿٣٠﴾ ﴿الْعَظِيمُ﴾.

﴿تَرْجُمَةٌ﴾

(اے سننے والوں) کیا تم نے دیکھا (یعنی تم نے نہ جانا) کہ اللہ نے تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمان میں ہے (جیسے سورج، چاند، ستارے، کہ تم ان سے نفع اٹھاؤ) اور جو کچھ زمین میں ہے (پھل، نہریں اور چوپائے وغیرہ) اور بحر پور دیں ("اسبح" اوسع والسم کے معنی میں ہے) تمہیں اپنی نعمتیں ظاہر (مراد اس سے خوبصورت چہرے اور مناسب الاعضاء وغیرہ ہیں) اور چھپی (یعنی اپنی معرفت وغیرہ.....) اور بعض آدمی (یعنی اہل مکہ) اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں یوں کہ نہ علم نہ (رسول کی طرف سے ملنے والی) ہدایت نہ کوئی روشن کتاب (جسے اللہ ﷻ نے نازل فرمایا ہوا، انکے جھگڑنے کا مداد تقلید ہے.....) اور جب ان سے کہا جائے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے اتارا تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا (اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) کیا (وہ اس کی پیروی کریں گے جن کے ساتھ ان کا رہنا ان کے لیے مقدر ہوگا) اگرچہ شیطان ان کو عذاب دوزخ کی

طرف بلاتا ہو (یعنی دوزخ لازم کرنے والے اعمال کی طرف بلاتا ہو، نہیں!) تو جو اپنا منہ اللہ کی طرف جھکا دے (اللہ جل جلالہ کی فرمانبرداری میں لگ جائے) اور ہوگسن (یعنی موحد) تو بیشک اس نے مضبوط گرہ تھامی (اس نے رسی کا مضبوط حصہ تھاما جس کے منقطع ہونے کا کچھ خوف نہیں) اور اللہ ہی کی طرف ہے سب کاموں کی انتہاء (عقبہ بمعنی مرجع ہے) جو کفر کرے تو تم (اے حبیب ﷺ!) اس کے کفر سے غم نہ کھاؤ (اس کے کفر کے سبب آپ ﷺ ممکن نہ ہوں..... ۳.....) انہیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے ہم انہیں بتادیں گے جو کرتے تھے بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے (دیگر امور کی طرح سینے میں موجود باتوں کو بھی جانتا ہے وہ اس پر جزا دے گا) ہم انہیں (دنیا میں) کچھ برتنے دیں گے (ان کی دنیاوی زندگی کے ایام میں) پھر (آخرت میں) انہیں بے بس کر کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے (اور وہ عذاب جہنم کا ہوگا جس سے وہ چھٹکارے کی راہ نہ پائیں گے) اور اگر (لنسن میں لام قسمیہ ہے) تم ان سے پوچھو: کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ نے (لیقولن میں نون اعرابی کو پے در پے نون کی وجہ سے اور واؤ ضمیر جمع کو اتقائے ساکنین کی وجہ حذف کر دیا) تم فرماؤ سب خوبیاں اللہ کو..... (تمہارے خلاف دلائل توحید کے خوب ظاہر ہو جانے پر) بلکہ ان میں اکثر (ان دلائل کا اپنی ذاتوں پر لازم ہونا) جانتے نہیں اللہ ہی کا ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (اپنی مملوک و مخلوق و بندے ہونے کے اعتبار سے، زمین و آسمان میں اس کے ماسوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے) بیشک اللہ بے نیاز ہے (اپنی مخلوق سے) سب خوبیاں سراہا (وہ اپنی صنعت میں محمود ہے) اور اگر زمین میں جتنے چیز ہیں سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر (البحر کا عطف ان کے اسم پر ہے) اس کی سیاہی ہو اس کے پیچھے سات سمندر اور (بطور سیاہی ہوں) تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہونگے (جنہیں معلومات الہی سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان قلموں کے ذریعے اس تمام سیاہی سے ان کلمات کو لکھا جائے یا اس سے زیادہ قلموں اور سیاہی کو لیا جائے تب بھی کلمات اللہ ختم نہ ہوں گے کہ معلومات اللہ غیر متناہی ہیں..... ۵.....) بیشک اللہ غالب ہے (اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی) حکمت والا ہے (کوئی شے اس کے علم و حکمت سے خارج نہیں ہے) تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا (پیدا کرنا اور اٹھانا، کیونکہ یہ معاملہ کلمہ کن کے ذریعے ہوتا ہے پھر وہ چیز ہو جاتی ہے) بیشک اللہ سننے والا ہے (وہ ہر مسموع کو سنتا ہے) اور دیکھنے والا ہے (ہر مبصر کو دیکھتا ہے ایک شے کو دیکھنا اسے دوسرے شے کو دیکھنے سے مشغول نہیں کرتا، تو اے سننے والے) کیا تو نہ دیکھا (یعنی اے مخاطب! تو نے نہ جانا) کہ اللہ رات کو داخل کرتا ہے (یولج بمعنی یدخل ہے) دن کے حصے میں اور دن کو داخل کرتا ہے (یولج بمعنی یدخل ہے) رات کے حصے میں (یعنی ایک کے حصہ کو گھٹا کر دوسرے کے حصہ کو بڑھاتا ہے) اور اس نے سورج اور چاند کام میں لگائے (دونوں میں سے) ہر ایک (اپنے مدار میں) ایک مقررہ میعاد تک (یعنی روز قیامت تک) چلے گا اور یہ کہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے یہ (جو مذکور ہوا) اس لیے کہ اللہ ہی حق (یعنی ثابت) ہے اور اس کے سوا پوجتے ہیں (یدعون کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) سب باطل (یعنی زائل ہونے والے) ہیں اور اس لیے کہ اللہ ہی بلند ہے (غلبہ کے ساتھ اپنی مخلوق پر) بڑائی والا (کبیر بمعنی عظیم ہے)۔

﴿تروگیب﴾

﴿الْم تروا ان الله سخر لكم ما في السموات وما في الارض واسبع عليكم نعمه ظاهرة وباطنة﴾
 همزہ: حرف استفہام، لم تروا: فعل نفی بافاعل، ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، سخر: فعل بافاعل، لكم: ظرف لغو، ما فی السموات: موصول صلہ، لکن معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما فی الارض: موصول صلہ، لکن معطوف، لکن جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اسبع علیکم: فعل بافاعل و ظرف لغو، نعمہ: ذو الحال، ظاہرہ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، باطنہ: معطوف، لکن

حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ﴾

و: متانفہ، من الناس: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، يجادل: فعل "هو" تہمیر ذوالحال، ب: جار، غیر مضاف، علم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، ہدی: معطوف اول، و: عاطفہ، لا: تانیہ، کتب منیر: معطوف ثانی، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، فی اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾

و: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قیل لہم: فعل بانائب الفاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قول، اتبعوا: فعل امر بافاعل، ما انزل اللہ: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ شرط، قالوا قول، ب: حرف انصراف، نتبع: فعل بافاعل، ما: موصولہ، وجدنا علیہ اباءنا: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ﴾

ہمزہ: حرف استفہامیہ، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "اتبعونہ" لو: شرطیہ، کان: فعل ناقص، الشیطن: اسم، يدعوہم الی عذاب السعیر: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف "فیتبعون" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وَمَن يَسْلَمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یسلم: فعل "هو" تہمیر ذوالحال، و: حالیہ، هو محسن: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، و: وجہہ: مفعول، الی اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قد تجمعیۃ، استمسک: فعل بافاعل، بالعرۃ الوثقی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءُوا بِكَ تُبْدُوا لَكُم مَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾

و: عاطفہ، الی اللہ: ظرف مستقر خبر مقدم، عاقبۃ الامور: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، کفر: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا یحزنک کفرہ: فعل نبی غائب بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءُوا بِكَ تُبْدُوا لَكُم مَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾

الینا: ظرف مستقر خبر مقدم، مرجعہم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، ننبتہم: فعل بافاعل ومفعول، بما عملوا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، علیم ہذا: الصدور: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَمَن يَعْصِ أَمْرًا ظَاهِرًا فَإِنَّ لَهُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ خَيْرًا مِّن مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

نمتعہم: فعل بافاعل ومفعول، قليلا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ، ثم: عاطفہ، نضطرہم: فعل بافاعل ومفعول، الی عذاب غلیظ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَلَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْرًا يَوْمَئِذٍ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

و: متانفہ، لام تہمییہ، ان: شرطیہ، سألتہم: فعل بافاعل ومفعول، من: استفہامیہ مبتدا، خلق السموات والارض: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، یقولون: جملہ فعلیہ قول، اللہ: "هو" مبتدا محذوف، کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تہمییہ۔

﴿قل الحمد لله بل اكثرهم لا يعلمون﴾ الله ما في السموات والارض ﴿﴾

قل: قول، الحمد: مبتداء، لله: ظرف مشتق خبر، ملكر جملہ اسمیہ مقولہ، ملكر جملہ قولیہ، بل: عاطفہ، اكثر هم: مبتداء، لا يعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملكر جملہ اسمیہ، لله: ظرف مشتق خبر مقدم، ما في السموات والارض: موصول صلہ، ملكر مبتداء مؤخر، ملكر جملہ اسمیہ۔
﴿ان الله هو الغنى الحميد﴾

ان الله: حرف مشبہ و اسم، هو: مبتداء، الغنى الحميد: خبر ان، ملكر جملہ اسمیہ خبر، ملكر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو ان ما في الارض من شجر اقلام والبحر يمده من بعده سبعة ابحر ما نفدت كلمات الله﴾

و: استثنائیہ، لو شرطیہ، ان: حرف مشبہ، ما في الارض: موصول صلہ، ملكر ذوالحال، من شجر: ظرف مشتق حال، ملكر اسم، اقلام: خبر، ملكر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، البحر: مبتداء، يمده: فعل ومفعول، من بعده: ظرف مشتق حال مقدم، سبعة ابحر: ذوالحال، ملكر فاعل، ملكر جملہ فعلیہ خبر، ملكر جملہ اسمیہ معطوف، ملكر "ثبت" فعل محذوف كاقا، ملكر جملہ فعلیہ شرط، ما نفدت: فعل نفی، كلمات الله: فاعل، ملكر جملہ فعلیہ جزاء، ملكر جملہ شرطیہ۔

﴿ان الله عزيز حكيم﴾

ان الله: حرف مشبہ و اسم، عزيز الحكيم: خبر ان، ملكر جملہ اسمیہ۔

﴿ما خلقكم ولا بعثكم الا كنفس واحدة ان الله سميع بصير﴾

ما: نافیہ، خلقكم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا نافیہ، بعثكم: معطوف، ملكر مبتداء، الا: اداة حصر، كاف: جار، نفس واحدة: مجرور، ملكر ظرف مشتق خبر، ملكر جملہ اسمیہ، ان الله: حرف مشبہ و اسم، سميع بصير: خبر ان، ملكر جملہ اسمیہ۔

﴿الم تر ان الله يولج الليل في النهار ويولج النهار في الليل وسخر الشمس والقمر﴾

همزہ: حرف استفہام، لم تر: فعل نفی بافاعل، ان الله: حرف مشبہ و اسم، يولج الليل في النهار: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، يولج النهار في الليل: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، سخر الشمس والقمر: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملكر خبر، ملكر جملہ اسمیہ مفعول، ملكر جملہ فعلیہ۔

﴿كل يجرى الى اجل مسمى وان الله بما تعملون خبير﴾

كل: مبتداء، يجرى: فعل بافاعل، الى اجل مسمى: ظرف لغو، ملكر جملہ فعلیہ خبر، ملكر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان الله: حرف مشبہ و اسم، بما تعملون خبير: خبر ان، ملكر جملہ اسمیہ ما قبل "ان الله يولج..... الخ" پر معطوف ہے۔

﴿ذلك بان الله هو الحق وان ما يدعون من دونه الباطل وان الله هو العلى الكبير﴾

ذلك: مبتداء، بان: جار، ان الله: حرف مشبہ و اسم، هو الحق: جملہ اسمیہ مؤخر، ملكر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، ما يدعون: موصول صلہ، ملكر ذوالحال، من دونه: ظرف مشتق حال، الباطل: خبر، ملكر جملہ اسمیہ معطوف اول، و: عاطفہ، ان الله هو العلى الكبير: جملہ اسمیہ معطوف ثانی، ملكر مجرور، ملكر ظرف مشتق خبر، ملكر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... ومن الناس من يجادل في الله..... ﴿﴾ یہ آیت نضر بن حارث و ابي بن خلف وغيرہ کفار کے حق میں نازل ہوئی جو باوجود بے علم و جاہل ہونے کے نبی کریم ﷺ سے اللہ کی ذات و صفات کے متعلق جھگڑے کیا کرتے تھے۔

☆.....ولو ان ما فی الارض من شجرة الاقلام.....☆ جب سید عالم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کے علماء و احبار نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں ﴿وما اوتینتم من العلم الا قليل﴾ یعنی تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے تو اس سے آپ کی مراد ہم لوگ ہیں یا صرف اپنی قوم، فرمایا سب مراد ہیں، انہوں نے کہا کیا آپ کی کتاب میں یہ نہیں ہے کہ ہمیں توریت دی گئی ہے، اس میں ہر شے کا علم ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کا علم بھی علم الہی کے حضور قلیل ہے اور تمہیں تو اللہ نے اتنا علم دیا ہے کہ اس پر عمل کرو تو نفع پاؤ، انہوں نے کہا آپ کیسے یہ خیال فرماتے ہیں کہ آپ کا قول تو یہ ہے کہ جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی تو علم قلیل اور خیر کثیر کیسے جمع ہو سکتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اس تقدیر پر یہ آیت مدنی ہوگی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہود نے قریش سے کہا تھا کہ مکہ میں جا کر رسول کریم ﷺ سے اس طرح کا کلام کریں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مشرکین نے یہ کہا تھا کہ قرآن اور جو کچھ محمد ﷺ لائے ہیں یہ عنقریب تمام ہو جائے گا، پھر قصہ ختم اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

ظاہری و باطنی نعمتیں:

۱..... ظاہری نعمت سے مراد حسی، معنوی اور معروف وغیر معروف نعمتیں ہیں، مجاہد کے نزدیک ظاہری نعمت سے مراد اسلام کی نعمت اور دشمن دین پر مدد اور باطنی طور پر فرشتوں کی امداد ہے۔ ضحاک کے مطابق ظاہری نعمت سے مراد حسن صورت، قد و قامت کا بڑھنا، ظاہری اعضاء کا درست و برابر ہونا، اور باطنی نعمت سے مراد معرفت الہی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ظاہری نعمت سے مراد دیکھنے، سننے، بولنے، اور تمام اعضاء کی نعمتیں ہیں جب کہ باطنی نعمت سے مراد دل، عقل اور فہم کی قوت ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ظاہری نعمت سے مراد دنیاوی نعمتیں اور باطنی نعمت سے مراد اخروی نعمتیں ہیں۔ اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ظاہری نعمت سے مراد فرشتوں کا بھیجا جانا، کتابوں کا نازل کرنا، اسلام قبول کرنے کی توفیق دینا، سچ پر قائم رہنا اور جملہ عبادات پر دوام کرنا ہے جب کہ باطنی نعمت سے مراد روح کو پہنچنے والی نورانیت کے معاملات ہیں۔ بعض امامیہ نے امام باقر سے نقل کیا ہے کہ ظاہری نعمت سے مراد سید عالم ﷺ ذات پاک اور اللہ ﷻ کی توحید کا علم و معرفت اور باطنی نعمت سے مراد اہل بیت کی محبت و عقیدت ہے۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۱، ص ۱۲۵ وغیرہ)

نقلید کی بحث:

۲..... العمل بقول الغير من غير حجة یعنی کسی غیر کے قول پر بغیر کسی حجت کے عمل کرنے کا نام تقلید ہے، جیسے عام آدمی کا عام اور مجتہد کا مجتہد سے کچھ حاصل کرنا، تو سید عالم ﷺ یا اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے، اسی طرح عام آدمی کا مفتی سے رجوع کرنا اور قاضی کا عادل گواہوں کی طرف رجوع کرنا، کیونکہ یہ نص نے ان پر واجب کیا ہے، مگر عرف میں یہ ہے کہ عام شخص مجتہد کا مقلد ہے۔ (الفتاویٰ الرضویہ من شرحہ، رسالہ: اجلی الاعلام ان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام، ج ۱، ص ۱۰۴)

قرآن و حدیث سے تقلید کے واجب قطعی و فرضی ہونے کا ثبوت:

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾ تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے (النحل: ۴۳)۔

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: "الاسئلوا ان لم تعلموا فانما شفاء العی السؤال یعنی اگر وہ نہیں جانتے تو پوچھتے کیوں نہیں

کیونکہ جہالت کی شفاء سوال کرنا ہے۔“

(سنن ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب: المعروح بتیمم، رقم: ۳۳۶، ص ۷۸)

تقلید شخصی واجب ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا: ﴿اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا راستہ ان کا جن پر تیرا انعام ہوا﴾ (الفاتحہ: ۶ تا ۱۰)۔ پس مقلد پر واجب ہے کہ خاص اسی بات پر عمل کرے جو اُس کے مذہب میں رائج مظہری ہو، ہر زمانے میں علماء کا اسی پر عمل رہا ہے البتہ جو ولی اللہ ذوق و معرفت کی راہ سے اُس مقام کشف تک پہنچ جائے کہ شریعت مطہرہ کا پہلا چشمہ جو سب مذاہب ائمہ مجتہدین کا خزانہ ہے اُسے نظر آنے لگے وہاں پہنچ کر وہ تمام اقوال علماء کو مشاہدہ کرے گا کہ ان کے دریا اسی چشمے سے نکلتے اور اسی میں پھرا کر گرتے ہیں ایسے شخص پر تقلید شخصی لازم نہ کی جائیگی کہ وہ تو آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ سب مذاہب چشمہ اولیٰ سے یکساں فیض لے رہے ہیں، یہاں سے ثابت ہوا کہ جو پایہ اجتہاد نہ رکھتا ہونہ کشف و ولایت کے اس رجبہ عظمیٰ تک پہنچا اُس پر تقلید امام معین قطعاً واجب ہے اور اسی پر ہر زمانے میں علماء کا عمل رہا، یہاں تک کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی نے کتاب مستطاب کیلئے سعادت میں فرمایا: ”اپنے صاحب مذہب کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔“ (الفتاویٰ الرضویہ مخرجہ، رسالہ: النهی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید یعنی دشمن تقلید کے پیچھے نماز ادا کرنا سخت منع ہے، ج ۶، ص ۷۰۶ وغیرہ)

تقلید کی اہمیت:

مظہری میں ہے:

اهل السنة قد افرق بعد القرون الثلاثة او الاربعة على اربعة مذاهب ولم يبق مذهب في فروع المسائل سوى هذه الاربعة یعنی اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہو گئے اور فروع مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔“

(المظہری، تحت آل عمران: ۶۴)

امام غزالی فرماتے ہیں:

مخالفتہ للمقلد متفق علی کونہ منکر بین المحصلین یعنی تمام متنبی فاضلوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شنیع و واجب الانکار ہے۔

علامہ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق و اشباہ وغیرہا رسالہ کبار و صفائح میں فرماتے ہیں:

اما الکبائر فقلوا ہی بعد الکفر الزنا واللواطۃ و شرب الخمر و مخالفة المقلد حکم مقلده یعنی کبیرہ گناہ علماء نے یوں گنائے کہ عیاذ ابانہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا و اغلام و شراب خوری اور مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا۔

(الرسائل الفقہیہ لمولف الاشباہ مع الاشباہ، الرسالة الرابعة والثلاثون، ج ۲، ص ۹۴)

صحابہ و تابعین سب مقلد تھے:

تابعین و تبع تابعین میں لکھو لکھا مقلدین تھے ہی، صحابہ کرام میں بھی ہزاروں حضرات خصوصاً اعراب و اکثر طلقاء مقلد تھے، قرون ثلاثہ کے کڑوڑوں مسلمانوں میں ہر شخص کو مجتہد جاننا آپ ہی جیسے فاضل اجہل کا کام ہے، ایمان سے کہنا قرون ثلاثہ میں کسی کسی کا کسی عالم سے مسئلہ پوچھنا اور وہ جو فرمائے اس پر عمل کرنا ہوا یا نہیں، بیشک ہوا اور ہر قرن میں ہوا اور شرب و روز ہوتا رہا، اور تقلید کس چیز کا نام ہے، اگر کبھی خواب میں بھی کتب حدیث کی ہوا لگی ہوتی تو معلوم ہوتا کہ عوام و علماء کا یہ استفادہ و افتادہ صرف زمانہ صحابہ بلکہ زمانہ

رسالت سے ہمیشہ راج رہا۔

(الفنلوی الرضویہ معراجہ، رسالہ: تنوارع الفہار علی المحسمۃ الفحار، ج ۲۹، ص ۹۴ (وغیرہ)

سید عالم ﷺ کے قلب اطہر پر غم کی کیفیت:

۱۔ اور جس نے اللہ ﷻ کی جانب اپنی توجہ نہ کی تو اس کا کفر آپ ﷺ کو غمزدہ نہ کرے، اس کا مفہوم اس طرح ہے کہ اپنے آپ ﷺ کو نقصان پہنچایا اور اذیت دی وہ آپ ﷺ کو نہ تو دنیا میں نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں۔ ضرر کا نہ ہونا حزن کے نہ ہونے کے برابر ہے اس لئے ضرر کی جگہ حزن کا ذکر فرما دیا۔ دارین میں انہوں نے ہماری ہی طرف لوٹنا ہے، پس ہم انہیں عذاب دے کر آگاہ کریں گے بیشک اللہ ﷻ جانتا ہے جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے یعنی اللہ ﷻ سینوں میں پوشیدہ اعتقادات اور پیدا ہونے والے خدشات تک کو خوب جانتا ہے چہ جائے کہ وہ امور جو ظاہر ہوں۔

(المظہری، ج ۵، ص ۶۶)

سید عالم ﷺ کو الحمد لله کہنے کا حکم!

۲۔ یہ قول تلفظ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ ان کے اقرار پر انہیں الزام دیا جائے کہ جس نے آسمان وزمین پیدا کئے وہ اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے، واجب ہوا کہ اس کی حمد کی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔

(خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۴۶)

کلمات الہی ﷻ کا بیان:

۵۔ یعنی زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں، اور تمام دریا سیاحی ہو جائیں اور مزید سات دریا اس کے ساتھ اور مل جائیں، اور ان سیاحی سے اللہ ﷻ کے صفاتی کلمات جو کہ اس کی عظمت و شان کے بیان کے بارے میں ہوں تو قلم ٹوٹ جائیں گے، سیاحی ختم ہو جائے گی، اس کی مثل اور بھی سیاحی آجائے، ہم نے سات کا ذکر مبالغہ کی وجہ سے کیا ہے، حصر کے ارادے سے نہیں کہا اور نہ ہی اس اعتبار سے کہ اس کائنات میں سات ایسے دریا موجود ہیں جو سارے نظام عالم کا احاطہ کر لیں گے، جب کہ اسی بارے میں اسرائیلی کلام کے میں تھدتی و تکذیب کچھ نہیں پائی جاتی۔ اللہ ﷻ نے ایک اور مقام پر اسی مضمون کے مطابق کلام فرمایا: ﴿قُل لِّسَوَّ كَان الْبَحْر مَدَادًا لِّلْکَلِمَاتِ رَبِّی لِنفد الْبَحْر قَبْلَ ان تَنفد کَلِمَاتِ رَبِّی و لَوْ جئنَا بِمِثْلِه مَدَدًا تَم فَرَادُوا اَگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاحی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اس کی مدد کو لے آئیں﴾ (المکھفہ: ۱۰۹)۔ اللہ ﷻ کے اس فرمان ﴿بِمِثْلِه﴾ سے اس کا مثل آخر مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ اسی کی مثل مزید سیاحی آجائے، پھر مزید ایسا ہی ہو، پھر مزید ایسا ہی ہو..... اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی آیات و کلمات میں حصر نہیں ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں: اگر زمین کے درخت قلم بنا دیئے جائیں، اور سمندر سیاحی، اور ”ان من امری کذا و من امری کذا“ کے طور پر آجائے تو سارے قلم ٹوٹ جائیں گے اور سیاحی ختم ہو جائے گی۔ قنادہ کہتے ہیں: مشرکین اس معاملے میں شک کرتے تھے کہ سات سمندر سیاحی ہوں اور درخت قلم بن جائیں تو میرے رب کی علم و حکمت و خلقت سے متعلق عجائب کیوں کر ختم نہ ہوں گے۔ ربیع بن انس کہتے ہیں: سمندروں کی سیاحی اور درختوں کا قلم بن جانا، اللہ کے کلمات کو باقی رکھے گا اور باقی مذکورہ چیزوں کو فنا ہوگی۔ (ابن کثیر، ج ۳، ص ۵۵۲)

اغراض:

یسا مخاطبین: واو کے ساتھ قیاس کیا گیا کیونکہ وہ منادی مفرد ہوتا ہے، مٹی ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نگرہ غیر مقصودہ منصوب ہوتا ہے۔

ہی حسن الصورة: سے ظاہری نعمت، یا باطنی نعمت جو کہ عقی میں ملے گی مراد ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جس ظاہری نعمت کو

آنکھیں دیکھتی ہیں مثلاً مال و جاہ جمال وغیرہ، اور باطنی نعمت میں اعتقاد و علم باری وغیرہ شامل ہیں اور سارے ہی قول صحیح ہیں۔

ای یقبل علی طاعته: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ”الوجه“ سے مراد ذات باری ہے، معنی یہ ہے کہ اپنے رب ﷻ کی طاعت میں اپنی ذات کو فنا کر دے، اور اپنے لئے اللہ ﷻ کے عذاب اور نعمت کے زوال سے امن کا ساماں کر لے، اور یہی آیت مذکورہ کا معنی ہے جس کی جانب اللہ ﷻ کا یہ فرمان بھی اشارہ کرتا ہے: ﴿الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولئک لہم الامن وہم مہتدون﴾۔

موحد: اس جملے سے مفسر نے اس تفسیر کی تا کہ عام لوگوں کے حق میں بھی اسلام شامل ہو جائے اور مراد اس سے توحید ہی ہے، اور کمال احسان یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی عبادت اس طرح کی جائے جیسا کہ اُسے دیکھ رہے ہیں۔

بالطرف الاوسط: یعنی اللہ ﷻ کی پاک بارگاہ کی جانب بغیر کسی انقطاع کے پہنچنا، پس مومن کی مثال ایسی ہے کہ اللہ ﷻ کی فرمانبرداری کے ساتھ جوار ہے، جیسا کہ وہ شخص جو پہاڑ کی بلندی پر چڑھتا ہے اور مضبوطی سے چوٹی کو تھامتے ہوئے چڑھتا ہے۔ لا یجدون عنہا محیصا: بمعنی ملجاء یعنی اللہ ﷻ کے سوا کوئی جائے پناہ نہ ہوتا۔

لیقولن: میں التقائے سائنین کی وجہ سے واو گر گیا جب کہ نون تاکید بھی موجود ہے، اور ضمہ کو دلیل جمع کی وجہ سے باقی رکھا گیا۔ وجوبہ علیہم: لیکن اللہ ﷻ کے ساتھ شریک ٹھرانے والے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کے شریک انہیں اللہ کے قریب کر دیں گے، اور یہ بھی کہ مخلوق کو ایک اللہ کی جانب منسوب کرتے ہیں۔

المجمود فی صنعہ: جو کہ ازلی وابدی کمالات سے متصف ذات باری ﷻ ہے، اس کے سوا کوئی (ایسی) حمد کا مستحق نہیں ہے۔ مداد: محذوف عبارت کی خبر ہے اور مراد تمام ”مداد“ ہیں، مراد جملہ متانفہ ہے جو کہ ایک سوالی مقدر کے جواب کی صورت میں ہے اور سوالی مقدر یہ ہے: یہ سمندر کیا بناتے ہیں؟ تو میں (علامہ صاوی) جواب دوں گا: ”مداد یعنی سیاہی“ جو کہ اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿قل لو کان البحر مدادا لکللمات ربی﴾ پر دلیل ہے۔

یا مخاطبا: نکرہ غیر مقصودہ ہونے کی وجہ سے منصوب بڑھا گیا۔

بما نقص: مراد وہ جزا ہے جو اجر میں کمی کر دے، مراد چار گھڑیاں ہیں جو دن رات کو گھیر لیتی ہیں، کبھی رات بڑھتی ہے تو کبھی دن۔

الثابت: جو کہ زوال کو قبول ہی نہیں کرتا، ازلی وابدی ہے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۱۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۳

﴿الم تر ان الفلک﴾ السّفن ﴿تجرى فی البحر بنعمت اللہ لیریکم﴾ ﴿یا مخاطبین بذالک﴾ من ایتہ ط

ان فی ذلک لایت ﴿عبراً﴾ لکل صبار ﴿عن معاصی اللہ﴾ شکور ﴿۳۱﴾ ﴿لینعمہ﴾ ﴿واذا غشیہم﴾ آی

علا کفّار ﴿موج کالظلل﴾ کالجبال الّتی تظلّ من تحّیہا ﴿دعوا اللہ مخلصین له الدین﴾ ﴿آی

الدّعاء﴾ بآن ینجیہم آی لا یدعون معہ ﴿فلما نجہم الی البر فمنہم مقتصد﴾ متوسّط بین الکفر

والایمان ومنہم باقی علی کفرہ ﴿وما یجحد بایتنا﴾ ﴿ومنها الانجاء من الموج﴾ الا کل ختار ﴿غدار﴾

کفور ﴿۳۲﴾ ﴿لینعم اللہ﴾ یاہیا الناس ﴿آی اهل مکة﴾ اتقوا ربکم واخلشوا یوما لا یجزی ﴿یفنی﴾ والد

عن ولده ﴿فیه شیئا﴾ ولا مولود هو جاز عن والده ﴿فیه﴾ شیئا ط ان وعد اللہ حق فلا تفرنکم الحیوة

الدنيا وقتك ﴿عَنِ الْإِسْلَامِ﴾ وَلَا يَفْرَنُكُمْ بِاللَّهِ ﴿فِي حَمَلِهِ﴾ وَأَمَّا هَالِكُ الْفُرُورِ ﴿۳۳﴾ الشَّيْطَانُ ﴿إِنْ اللَّهُ عِنْدَهُ
 عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ مَتَى تَقُومُ ﴿وَيَنْزِلُ﴾ بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ ﴿الغَيْثُ﴾ بِسَوْتِ يَعْلَمُهُ ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي
 الْأَرْحَامِ﴾ أَذْكَرٌ أَمْ أُنْثَى وَلَا يَعْلَمُ وَاحِدًا مِنَ الثَّلَاثَةِ غَيْرُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا
 ط﴾ مِنْ خَيْرٍ أَوْ شَرٍّ وَيَعْلَمُهُ اللَّهُ ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ط﴾ وَيَعْلَمُهُ اللَّهُ ﴿إِنْ اللَّهُ عَلِيمٌ
 بِكُلِّ شَيْءٍ﴾ ﴿خَبِيرٌ﴾ ﴿۳۴﴾ بِبَيَاطِنِهِ كَظَاهِرِهِ رَوَى الْبُخَارِيُّ عَنِ بْنِ عُمَرَ حَدِيثَ مِفَاتِحِ الْغَيْبِ خَمْسَةٌ إِنْ
 اللَّهُ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ.

﴿ترجمہ﴾

کیا تو نے نہ دیکھا کہ کشتی (فلک کے معنی کشتی ہے) دریا میں چلتی ہے اللہ کے فضل سے تاکہ (اے مخاطبین اس کے
 ذریعے) تمہیں وہ اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بیشک اس میں آیات (یعنی عبرت) ہیں (اللہ ﷻ کی نافرمانیوں سے) ہر بڑے صبر کرنے
 والے (اور اس کی نعمتوں کے) شکر گزار کے لیے، اور جب ان پر آپڑتی ہے (یعنی کفار پر چھا جاتی ہے) کوئی موج پہاڑوں کی
 طرح (یعنی ان پہاڑوں کی طرح جن کے نیچے سایہ لیا جاتا ہے) تو اللہ کو پکارتے ہیں خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین (یعنی اپنی
 پکار) کو (یوں کہ اگر وہ نجات دے دیکھا تو پھر اس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں گے) پھر جب انہیں خشکی کی طرف
 بچالاتا ہے تو ان میں کوئی درمیان میں رہتا ہے..... یعنی کفر و ایمان کے درمیان رہتا ہے اور ان میں سے کفر پر باقی رہتے
 ہیں) اور ہماری آیتوں کا (من جملہ جن میں سے موجوں سے نجات بھی ہے) انکار نہ کرے گا مگر ہر بڑا ایوفا (اختیار بمعنی غدار ہے
 اور اللہ ﷻ کی نعمتوں کا) ناشکر اے لوگوں (یعنی اے اہل مکہ) اپنے رب سے ڈرو اس دن کا خوف کرو (جس میں) کوئی باپ اپنے
 بچے کے (کچھ) کام نہ آئے گا (لیجزی بمعنی یغنی ہے) اور نہ کوئی بچہ (اس دن کچھ) اپنے باپ کو نفع دے.....
 بیشک (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا) اللہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز تمہیں (اسلام سے متعلق) دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں
 اللہ پر (اس کے حکم اور مہلت دینے کے معاملے میں) دھوکا نہ دے وہ بڑا فریبی (یعنی شیطان) بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم
 (کہ وہ کب قائم ہوگی) اور اتارنا ہے بارش (اس وقت میں جو اسے معلوم ہے، بسنزل فعل کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے
 اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے) کہ نہ ہے یا مادہ، ان تینوں چیزوں کو اللہ ﷻ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور کوئی جان نہیں
 جانتی کہ کل کیا کمائے گی (اچھائی یا برائی، اور اللہ ﷻ اس کا علم رکھتا ہے) اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے
 گی..... ﴿۳۵﴾ (اور اللہ ﷻ اس کا علم رکھتا ہے) بیشک اللہ (ہر شے کو) جاننے والا ہے اور (اشیاء کے باطن کو ان کے ظاہر کی
 طرح) خبر رکھنے والا ہے (امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث پاک روایت کی: غیب کی کنجیاں پانچ ہیں: وان اللہ
 عنده علم الساعة..... الخ)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تر ان الفلك تجرى في البحر بنعمت الله ليريكم من ايته﴾
 حمزہ: حرف استفہام، لم تر: فعل ثانی بافاعل، ان الفلك: حرف مشبہ واسم، تجرى: فعل "ہی، نہیر ذوالحال، بنعمت اللہ: ظرف
 مستقر حال، ملکر فاعل، فی البحر: ظرف لغو، لام: جار، لیریکم من ایته: جملہ فعلیہ، تمہدیر ان مجرور، ملکر ظرف، لغو، ملکر جملہ فعلیہ

خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لآیت لکل صبار شکور﴾

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکید، ایست: موصوف، لام: جار، کل صبار شکور: مرکب اضافی مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وإذا غشیہم موج کالظلل دعوا اللہ مخلصین لہ الدین﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، غشیہم: فعل ومفعول، موج: موصوف، کالظلل: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، دعوا: فعل واو ضمیر ذوالحال، مخلصین لہ الدین: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، اللہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما نجہم الی البر فمنہم مقتصد﴾

ف: عاطفہ، لما: ظرفیہ شرطیہ، نجہم الی البر: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، منہم: ظرف مستقر خبر مقدم، مقتصد: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما یجحد بآیتنا الا کل ختار کفور﴾

و: متاقفہ، ما: یجحد: فعل نفی، بآیتنا: ظرف لغو، الا: اداة حصر، کل ختار کفور: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یاایہا الناس اتقوا ربکم واخلشوا یوما لا یجزی والد عن ولده ولا مولود هو جاز عن والده شیئاً﴾

یاایہا الناس: نداء، اتقوا ربکم: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اخلشوا: فعل امر بافاعل، یوما: موصوف، لا یجزی: فعل نفی، والد: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، مولود: موصوف، هو: مبتدا، جاز: اسم فاعل بافاعل، عن والده: ظرف لغو، شیئاً: مفعول، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر معطوف، ملکر فاعل، عن ولده: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول بہ، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ان وعد اللہ حق فلا تغرنکم الحیوة الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور﴾

ان: حرف مشبہ، وعد اللہ: اسم، حق: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، لا تغرنکم: فعل نفی ومفعول، الحیوة الدنیا: مرکب توصیفی فاعل، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یغرنکم: فعل نفی ومفعول، باللہ: ظرف لغو، الغرور: فاعل، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر كذلك" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان اللہ عنده علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام﴾

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، عنده: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، علم الساعة: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ینزل الغیث: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، یعلم ما فی الارحام: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس ہای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر﴾

و: عاطفہ، ما تدری: فعل نفی، نفس: بافاعل، ماذا: اسم استفہام مفعول مقدم، تکسب: فعل بافاعل، غدا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما تدری: فعل نفی، نفس: بافاعل، ہای ارض تموت: جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، علیم خبیر: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... ان اللہ عنده علم الساعة..... یہ آیت حارث بن عمرو کے حق میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کبھی بوئی ہے، خبر دیجئے مینہ کب آئے گا؟ اور میری عورت حاملہ ہے مجھے بتائے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی، یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا یہ مجھے بتائیے کہ آئندہ کل کیا کروں گا، یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا مجھے یہ بتائیے کہ کہاں مروں گا، اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

متذکرہ آیت میں اعتدال پسند لوگوں کا بیان:

۱..... ابن عباس کہتے ہیں: سمندر کی موجوں میں جو اللہ ﷻ سے وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا، نقاش کا قول ہے کہ عہد کے معاملے میں عدل کا سلوک کیا، اور اللہ ﷻ سے سمندر کی موجوں میں ڈوبنے والی کیفیت میں جو عہد کیا تھا اسے وفا کر دیا۔ حسن کہتے ہیں: مقتصد کے معنی ایسا مومن ہے جو توحید اور فرمانبرداری کو تھامے ہوئے ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: مراد ایسا شخص ہے جو بات میں معتدل راہ اختیار کرتا ہے اور کفر چھپائے رہتا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہاں کچھ محذوف ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ ان میں سے (جو دریا کی موجوں میں نجات کے لئے عہد و پیمان کرتے تھے)، بعض اعتدال پر ہیں اور بعض کافر ہیں اور محذوف ہونے پر اگلا کلام ﴿وَمَا يَجِدُ بآيَاتِنَا إِلَّا كَلَّ خِتَارَ كَفُورٍ﴾ دلالت کرتا ہے۔ الختار بمعنی الغدار ہے۔ (القرطبی، الجزء: ۲۱، ص ۷۴) علامہ آلوسی کہتے ہیں:

جس نے ہم سے صراط مستقیم کا سوال کیا تو ہم اسے اس کے سوا کی جانب نہیں پھیرتے، اس کی اصل سیدھے راستے پر استقامت پانا ہے پھر بعد میں اس کا استعمال مبالغہ کے لئے ہونے لگا۔ اور صراط مستقیم سے مجازاً مراد توحید کا راستہ ہے۔ اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ سوال کرنے والے بعض توحید پر قائم رہتے ہیں، حسن کا قول ہے: مراد اس سے وہ مومن ہیں جو اللہ ﷻ کی نعمتوں کی روشنی میں اس کے حقوق کو جانتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ”مقتصد“ سے مراد وسط اور اعتدال ہے، یعنی وہ شخص جو اپنے اقوال و افعال کے بارے میں خوف اور امید کی ملی جلی کیفیت میں ہو کر دریا کی موجوں میں اللہ سے کئے گئے وعدے کو پورا کرتا ہے۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۱، ص ۱۴۲)

کیا اولاد کی وجہ سے والدین کی مغفرت ہوتی ہے؟

۲..... مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ خطاب مشرکین سے ہے، اے مشرکین! اللہ سے ڈرو، اور اس دن کا خوف کرو جس میں نہ باپ اپنی اولاد کی سفارش کر سکے گا اور نہ ہی اولاد اپنے والدین کو بچانے میں کامیاب ہو سکے گی، اور اس دن حکم اللہ کا ہوگا اور کوئی اس کے حکم پر غالب نہیں آسکتا، اور کسی کی سفارش اور وسیلہ کام نہ آئے گا، مگر صالحین کا وسیلہ جس نے دنیا میں نیک اعمال اکٹھے کر کے آگے بھیجے۔ اور اللہ ﷻ کا فرمان ﴿إِن وَعَدَ اللَّهُ حَقَّ بَشْكِ اللَّهِ كَاعْدَهُ سَجَّ﴾ ہے (الفاطر: ۵) یعنی جان لو! یہ دن آنے والا ہے، اور یہ بھی جان لو کہ اللہ اپنے بندوں سے جو وعدہ کرتا ہے اس کا خلاف نہیں کرتا۔ اور تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور تم اس کی جانب مائل ہو جاؤ، اور تم اللہ سے اپنی طاقت کے مطابق اس دن کی تباہی سے خلاصی پانے کی جستجو کرو، اور اللہ ﷻ کا فرمان ﴿وَلَا يَغْفِرْ لَكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورَ﴾ اور ہرگز تمہیں اللہ کے حکم سے فریب نہ دے بڑا فریبی (الفاطر: ۵) اور تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ

ڈال دے، غین کے فتح کے ساتھ الغرور کے معنی ہیں کہ انسان کسی چیز کے دھوکے میں آجائے، اور دھوکہ دینے والا انسان ہو یا شیطان ہو یا دنیا ہو اور غین کے ضمہ کے ساتھ ہونے کا معنی آیت سے ثابت ہے، مصدری معنی "غرورہ غرورا" کے معنی میں ہے۔

(الطبری، الحزب: ۲۱، ص ۹۹)

☆..... سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: "موت کے بعد مومن بندے کو اس کے عمل اور نیکیوں سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں: (۱)..... اس کا علم جو اس نے پھیلا یا، (۲)..... نیک اولاد چھوڑ کر مرا، (۳)..... قرآن کریم کوورش میں چھوڑ کر مرا، (۴)..... مسجد بنوائی، (۵)..... مسافر کے لئے مکان بنوایا، (۶)..... نہر جاری کرادی، (۷)..... اپنی زندگی اور صحت میں ایسی جگہ صدقہ کیا جس کا نفع اسے مرنے کے بعد بھی ملتا رہا"۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب السنۃ، باب: ثواب معلم الناس عیراء، رقم: ۲۴۲، ص ۶۰)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ اس پر صبر کرے تو وہ قسم پوری کرنے کے لئے داخل جہنم ہوگا اور وہ قسم یہ ہے: ﴿و ان منکم الا و اردھا کان علی ربک حتما مقضیا اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا دوزخ پر گزرنہ ہو، تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے (مرہ: ۷۱)﴾۔"

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: فضل من مات له ولد، رقم: ۱۲۵۱، ص ۲۰۰)

مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی و اثبات کا بیان:

۳..... "ساعة" جدید اجزاء میں سے ایک چیز ہے، مراد قیامت کا دن ہے کہ دنیا میں اس کی آخری گھڑی کب ہوگی؟ اللہ ﷻ کے پاس اس کا علم ہے اور اللہ ﷻ اس کے احوال و احوال کے علم رکھنے میں یکتا ہے کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کس سن، کس مہینے، کس گھڑی، دن یا رات میں رونما ہوگی۔

(روح البیان، ج ۷، ص ۱۲۳)

علامہ قرطبی کہتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پانچ چیزوں کا علم اللہ ﷻ کے سوا کسی کو نہیں، ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی مرسل، اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ ان پانچ چیزوں میں سے کسی چیز کو جانتا ہے، اس نے قرآن مجید کے ساتھ کفر کیا، کیونکہ اس شخص نے قرآن کی مخالفت کی، ہاں حضرات انبیاء کرام اللہ کے دیئے ہوئے علم سے کثیر علم غیب پر مطلع ہوتے ہیں۔ اس آیت سے کاہنوں، نجومیوں کے قول کو باطل قرار دیا گیا ہے اور یہی آیت کا مقصود ہے، اور زیادہ تجربے سے کبھی انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، لیکن کبھی تجربے کے خلاف بھی ہو جاتا ہے اور اللہ ﷻ علم باقی رہ جاتا ہے۔

روایت میں ہے کہ ایک یہودی ستاروں کے حساب کو جانتا تھا اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو آپ کے بیٹے کا ستارہ بتا دوں اور یہ کہ وہ دس دن بعد مر جائے گا، اور آپ موت سے پہلے ناپید ہوا جائے گا اور میں اس سال کے مکمل ہونے سے پہلے مر جاؤں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا کہ اے یہودی! تم کس جگہ مردے؟ اس نے کہا یہ میں نہیں جانتا! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس نے سچ کہا اللہ ﷻ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کس جگہ مرے گا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب لوٹ کر آئے تو ان کے بیٹے کو بخار نے آلیا تھا، اور وہ دس دن بعد فوت ہو گیا اور سال پورا ہونے سے پہلے وہ یہودی بھی فوت ہو گیا اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فوت ہوئے تو اس سے پہلے ناپید ہو چکے تھے۔ (القرطبی، الحزب: ۲۱، ص ۷۵ وغیرہ)

☆..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مفتاح الغیب پانچ ہیں ان کا علم اللہ ﷻ کے سوا کسی کو نہیں ہے، اللہ ﷻ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، اللہ ﷻ کے سوا ان بیٹوں کو کوئی نہیں جانتا جو گھٹتے بڑھتے ہیں، اور اللہ ﷻ کے سوا کوئی

نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا اور اللہ ﷻ کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟

(صحیح البعاری، کتاب التفسیر، باب: قوله الله يعلم ما تحمل، رقم: ۴۶۹۷، ص: ۸۱۰)

کیا بارش کے نازل ہونے کا علم اللہ کے سوا کسی کو ہے؟

متذکرہ بالا آیت میں یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ ﷻ کے سوا کسی کو علم نہیں کہ بارش کب اور کہاں ہوگی؟ جب کہ قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام نے بارش ہونے کی خبر ارشاد فرمائی ہے چنانچہ فرمان مقدس نشان ہے: ﴿ثم ياتسني من بعد ذلك عام فيه ينفث الناس وفيه يعصرون﴾ پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو مینہ دیا جائے گا اور اس میں رس نچوڑیں گے (یوسف: ۴۹)۔ سید عالم علیہ السلام سے بھی بارش کے نزول کی خبریں ملتی ہیں چنانچہ حضرت نواس بن سمان علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال ویا جوج ماجوج کا بیان تفصیل سے فرمایا، اس کے بعد فرمایا: ”پھر اللہ ﷻ کے نبی اور ان کے اصحاب دعا کریں گے تب اللہ یا جوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کر دے گا اور صبح کو وہ ایک لخت مرجائیں گے، پھر اللہ ﷻ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا نزول ہوگا زمین میں ایک بالشت کے برابر جگہ بھی یا جوج ماجوج کی بدبو سے خالی نہ ہوگی، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکار اللہ ﷻ کی بارگاہ میں دعا کریں گے تو اللہ ﷻ بخشنی اونٹ کی گردن کے برابر پرندے بھیجے گا یہ پرندے ان بدبودار لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ ﷻ کا حکم ہوگا وہیں پھینک دیں گے۔ پھر اللہ ﷻ بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا کھال کا خیمہ ہو آئینہ کی مانند صاف و شفاف ہو جائے گا۔“

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب: ذكر الدجال وصفته، رقم: (۷۲۶۷)/۲۹۳۷، ص: ۱۴۳۶)

موجودہ دور میں سائنس جانتی ہے کہ بارش کب، کہاں، کتنے وقت تک ہوگی، کہاں ہوائیں چلیں گی، کہاں نمی ہوگی اور کہاں خشک سالی کا معاملہ ہوگا؟

کیا کوئی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خبر دی چنانچہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿قالوا لا تخف وبشروه بغلم عليم﴾ وہ بولے ڈریئے نہیں اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی (الذاریات: ۲۸)۔ فرشتے ہی نے حضرت بی بی مریم کے گریبان میں پھونک ماری اور بغیر نکاح کے بیٹے کی خبر دی، چنانچہ فرمان باری ﷻ ہے: ﴿قال انما انار رسول ربك لاهب لک غلاما زکيا بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے دوں ایک سحر ایسا (سرم: ۱۹)۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو فرشتے نے بھی اللہ ﷻ کی خبر محراب میں دی، قرآن مجید میں ہے: ﴿فنادته الملائكة وهو قائم يصلي في المحراب ان الله يبشرك بيحییٰ تو فرشتوں نے اُسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بیشک اللہ آپ کو مردہ دیتا ہے سچا کا دل﴾ (مران: ۳۹)۔

☆..... بی بی ام الفضل کہتی ہیں یا رسول اللہ ﷺ! میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے گھر میں آپ ﷺ کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے اچھا خواب دیکھا، عنقریب قاطر کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تم اس کو دودھ پلاؤ گی“، پھر حضرت قاطرہ کے ہاں حضرت امام حسن یا امام حسین پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت قم بن عباس کے ساتھ ان کو دودھ پلایا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیاء، باب: تعبیر الرؤیاء، رقم: ۳۹۲۳، ص: ۶۴۷)

☆..... حضرت صدیق اکبر علیہ السلام نے ان کی زوجہ بنت خارجه سے ایک لڑکی پیدا ہونے والی ہے، بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ حضرت ابو بکر

صدقہ نے ان کو اپنے غابہ کے مال سے بیس وست کھجوریں عطا فرمائیں، پھر جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے کہا: ”اے بیٹی! مجھے اپنے بعد تمام لوگوں کی نسبت تمہارا خوشحال ہونا سب سے زیادہ پسند ہے، اور اپنے بعد تمہارا تنگ دست ہونا مجھ پر سب سے زیادہ شاق ہے، اور میں نے تم کو درخت پر لگی کھجوروں میں سے بیس وست کھجوریں دی تھیں، اگر تم ان کا اندازہ کر کے درخت سے کھجور لیتیں تو تمہاری ہو جاتیں، اب آج کے دن وہ وارثت کا مال ہیں، اور اب تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، اب تم اس مال کو کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کر لینا“، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا: اگر یہ مال اس سے زیادہ بھی ہوتا تو میں اسے چھوڑ دیتی لیکن میری تو ایک ہی بہن ہے اور وہ اسماء ہیں، دوسری بہن کونسی ہیں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”وہ بنت خاریجہ سے پیدا ہوگی“۔

(موطا امام مالک، کتاب الاقضیۃ، باب: ما لا یحوز من النحل، رقم: ۱۴۷۴، ص ۴۱۹)

موجودہ دور میں الٹراساؤنڈ خبر دے دیتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، بچے کی تمام کیفیات کا علم ہمیں سائنس بھی

دیتی ہے۔

کیا آئندہ ہونے والے واقعات کا علم کسی اور کو بھی ہے؟

قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کو ”احسن القصص“ کا نام دیا گیا، چنانچہ اللہ جل جلالہ کے برگزیدہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط سالی کی خبر پیشگی دے دی اور ساتھ ہی قید کے ساتھیوں کو بھی ان کے ساتھ آئندہ پیش آمد مسائل کے بارے میں مطلع کر دیا۔ چنانچہ اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے: ﴿یصاحبی السجن اما احد کما فیسقی ربہ خمرا اے قید کے دونوں ساتھیوں تم میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا (یوسف: ۴۱)﴾، ﴿قال تزرعون سبع سنین دابا فما حصدتم فذروه فی سنبله الا قلیلا مما تاکلون ثم یاتی من بعد ذلک سبع شداد یا کلن ما قدمتم لهن الا قلیلا مما تحصنون کہا تم کھتی کرو گے سات برس لگا تار تو جو کاٹو اسے اس کی بال میں رہنے دو مگر تھوڑا جتنا کھا لو پھر اس کے بعد سات برس سختی کے آئیں گے کہ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے پہلے جمع کر رکھا تھا مگر تھوڑا جو بچا لو (یوسف: ۷۷، ۷۸)﴾۔

☆..... سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: ”لا عظیم الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یعنی کل ہم جھنڈا ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ خیر کو فتح یاب کرے گا“۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب: مناقب علی بن ابی طالب، رقم: ۳۷۰۱، ص ۶۲۴)

☆..... ایک موقع پر سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: ”منزلنا غدا ان شاء اللہ بخیف بنی کنانہ کل ان شاء اللہ ہماری منزل خیف بن کنانہ میں ہوگی“۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب: نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۱۰۸۹، ص ۲۰۸)

کیا موت کی خبر کسی کو ہو سکتی ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید کے ساتھیوں میں سے ایک سے فرمایا: ﴿و اما الآخر فیصلب فتاکل الطیر من راسہ قضی الامر الذی فیہ تستفتین رہا دوسرا وہ سولی دیا جائے گا تو پرندے اس کا سر کھائیں گے حکم ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے ہو (یوسف: ۴۱)﴾۔

☆..... سید عالم علیہ السلام نے غزوہ بدر سے ایک دن پہلے میدان کا دورہ کرتے ہوئے فرمایا: ”ہكذا مصرع فلان ان شاء اللہ غدا یعنی ان شاء اللہ فلاں کافر کل اس جگہ مرے گا“۔

(صحیح مسلم، کتاب الجهاد والیسر، باب: غزوة البدر، رقم: (۴۰۱۳)/۱۷۷۹، ص ۹۰۰)

ماہر طبیب بسا اوقات مریض کے مرض کو دیکھتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں مریض دو دن یا کچھ گھنٹے کا مہمان ہے۔

کیا قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو ہے؟

اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿فَاعْزِزْنَهُمْ بِغِنَاكَ وَهُمْ لَا يُشْعُرُونَ﴾ تو ہم نے انہیں اچانک غفلت میں پکڑ لیا (الاعراف: ۹۵) ﴿لَا تَأْتِيكُمُ الْآيَةُ بَعْدَ تَمْرِ ذَرَاهٍ﴾ مگر اچانک (الاعراف: ۱۸۷)۔ بے شمار حدیثیں اس پر دلیل ہیں کہ اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کو قیامت کا علم عطا فرمایا چنانچہ امام مہدی کا ظہور ہونا (سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء في المهدي، ص ۶۵۰)، قیامت کے جمعہ کے دن قائم ہونا (صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب: فضل يوم الجمعة، رقم: (۱۸۶۱)/۸۵۴، ص ۳۸۹)، بروز جمعہ عصر سے مغرب تک کے وقت میں قائم ہوگی۔ (الاسماء والصفات للبيهقي، ص ۳۸۳)۔ سید عالم ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بیان فرمادیں، دن بھی بتا دیا، وقت کا علم بھی دے دیا۔ تاہم سال نہیں بیان کیا، اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اگر سال بیان فرمادیتے تو قیامت اچانک آنے والی نہ بھلائی اور اس طرح قرآن کا انکار لازم آتا اور سید عالم ﷺ قرآن کی تصدیق کرنے والے بن کر آئے ہیں نہ کہ تکذیب کرنے والے۔ ہم نے ”قیامت کا علم کس کے پاس ہے؟“ کے عنوان پر تقریباً بائیس احادیث طیبہ عطائین، ج ۲، ص ۴۰۱ پر بحوالہ ذکر کی ہیں وہیں ملاحظہ فرمائیں۔ تاہم متذکرہ مقام کو تفصیلی سے بچانے کے لئے کچھ مواد فراہم کر دیا ہے۔ جن کے ذہنوں میں اشکالات جنم لیتے ہیں کہ انہیں سوچنا چاہیے کہ غیب کا علم فقط ان پانچ چیزوں پر منحصر نہیں ہے بلکہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ متذکرہ پانچ چیزوں سے نفی اس لئے کی گئی ہے تاکہ کفار و مشرکین کی زبان بند کرائی جاسکے کیونکہ کفار و مشرکین انہی پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا کرتے تھے۔

اغراض:

ای علا الکفار: یعنی جب کافروں کو ڈھانپ لے گا، پس ”علا“ فعل ماضی ہے نہ کہ حرف جر۔

ای لا یدعون معہ غیرہ: جیسا کہ بت، اور وہ وقت انتہائی شدت و حمل کا ہوگا، پس وہ اللہ ﷻ کے سوا کسی کو اس نازل ہونے والے عذاب کو دور کرنے والا نہ پائیں گے۔

متوسط بین الکفر والایمان: مناسب یہ ہے کہ المقتصد بمعنی المعتدل الموفی کی جائے، جو عہد اللہ ﷻ نے توحید وغیرہ کے ذریعے کیا، تاکہ نزول عذاب کے اسباب کے ساتھ موافق ہو جائے، پس یہ آیت عکرمہ بن ابی جہل کے بارے میں نازل ہوئی، کیونکہ وہ عام الفتح کے دن سمندر کی جانب بھاگا تھا، تو انہیں تیز ہوانے آلیا، پس ایسی صورت میں عکرمہ نے کہا: ”اگر اللہ ہمیں اس سے بچالے تو ہم محمد ﷺ کی جانب رجوع کر لیں گے اور میں اپنا ہاتھ محمد ﷺ کے دست اقدس پر رکھ دوں گا“، پس ہوارک گئی اور عکرمہ جب مکہ مکرّمہ پہنچا تو اسلام قبول کر لیا اور اچھے طریقے سے مسلمان ہوا۔

خدا: بعد میں اس (عکرمہ) نے عہد توڑ دیا اور اپنی پرانی روش برقرار رکھی۔

فی حلمہ و امہالہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ باء سببیہ ہے، اور کلام میں مضاف حذف ہے، اصل عبارت یوں ہے: ”

لا یفرنکم بسبب حلم اللہ و امہالہ الغرور“۔

بوقت یعلمہ: یعنی جس جگہ وہ بارش نازل ہوگی۔

(الصباوی، ج ۵، ص ۱۴ وغیرہ)

سورة السجدة مکیة وهی ثلثون آية

سورة السجدة کی ہے اور اس میں تیس آیات ہیں

تعارف سورة السجدة

اس سورت میں ۲۸۰ کلمات اور ۱۵۱۸ حروف ہیں۔ اس سورت کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ سید عالم ﷺ نے اپنی قوم کو تین امور کے ماننے کی دعوت دی تھی اور وہ کسی قیمت پر انہیں ماننے کے لئے تیار نہیں تھے، (۱)..... اللہ وحدہ لا شریک ہے، (۲)..... جس کتاب کی آیات میں تم پر پڑھ کر سنا تا ہوں اسی کی پاک کتاب ہے جو ہدایت کا ذریعہ ہے، (۳)..... تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ قیامت کے دن اپنی قبروں سے اٹھنا ہے اور تمہارے اعمال کی باز پرس ہوتی ہے۔ یہی تین باتیں تھیں جن کی سید عالم ﷺ انہیں بار بار دعوت دیتے تھے اور یہی تین باتیں ایسی تھیں جن سے انہیں چڑھی وہ انہیں ماننے کو تیار ہی نہ تھے۔ اس سورت میں ان امور کے متعلق ان کے شکوک و شبہات کا بڑے حقیقت پسندانہ طور پر رد کیا گیا ہے۔ اگر انسان غور و فکر کرے تو ایمان لانے پر مجبور ہو جائے۔ منکرین کا یہ عام دستور رہا ہے کہ جب انہیں ان کی بدکاریوں سے روکا جائے تو بجائے عبرت حاصل کرنے کے سوال کرنے لگتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ حالانکہ وہ قیامت کا انتظار نہیں کر رہے ہوتے بلکہ مقصود ٹالنا ہوتا ہے اور جب قیامت قائم ہو گئی تو پھر کچھ نہ کر سکیں گے۔ سورت کے اختتام پر اس جانب اشارہ ہے کہ اب انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، ان کی اصلاح کے لئے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالا جائے۔

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

رکوع نمبر: ۱۴

﴿الم﴾ (۱) ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ﴾ ﴿تنزيل الكتب﴾ ﴿القرآن مبتداء﴾ ﴿لا ريب﴾ ﴿شك﴾ ﴿فيه﴾ ﴿خير﴾ ﴿اول﴾ ﴿من رب العلمين﴾ (۲) ﴿خير ثان﴾ ﴿ام﴾ ﴿بل﴾ ﴿يقولون افتراه﴾ ﴿محمد لا﴾ ﴿بل هو الحق من ربك﴾ ﴿لتندر﴾ ﴿به﴾ ﴿قوما ما﴾ ﴿نافية﴾ ﴿اتهم من نذير من قبلك﴾ ﴿لعلهم يهتدون﴾ (۳) ﴿بإندراك﴾ ﴿الله الذي خلق السموات والارض وما بينهما في ستة ايام﴾ ﴿اولها الآخذ﴾ ﴿آخرها الجمعة﴾ ﴿ثم استوى على العرش﴾ ﴿وهو في اللعة سرير الملك استواء يليق به﴾ ﴿ما لكم﴾ ﴿يا كفار مكة﴾ ﴿من دونه﴾ ﴿غيره﴾ ﴿من ولي﴾ ﴿اسم ما بزيادة من اى ناصر﴾ ﴿ولا شفيع﴾ ﴿يدفع عنكم عذابه﴾ ﴿افلا تتذكرون﴾ (۴) ﴿هذا فتؤمنون﴾ ﴿يدبر الامر من السماء الى الارض﴾ ﴿مدة الدنيا﴾ ﴿ثم يعرج﴾ ﴿يرجع الامر والتدبير﴾ ﴿اليه في يوم كان مقداره الف سنة مما تعدون﴾ (۵) ﴿في الدنيا وفي سورة سأل خمسين ألف سنة وهو يوم القيمة لشيذة أهواله بالنسبة الى الكافر وأما المؤمن فيكون أخف عليه من صلوة مكتوبة يصلّيها في الدنيا كما جاء في الحديث﴾ ﴿ذلك﴾ ﴿الخالق المديبر﴾ ﴿علم الغيب والشهادة﴾ ﴿أى ما غاب عن الخلق وما حضر﴾ ﴿العزیز﴾ ﴿المنيع في ملكه﴾ ﴿الرحيم﴾ (۶) ﴿بأهل طاعته﴾ ﴿الذى احسن كل شىء خلقه﴾ ﴿بفتح اللام فعلا ماضيا صفة وبسكونها بدل اشتمال﴾ ﴿وبدا خلق الانسان﴾ ﴿آدم﴾ ﴿من طين﴾ (۷) ﴿ثم جعل نسله﴾ ﴿ذريته﴾

من سللة ﴿عَلَقَةٍ﴾ من ماء مهين ﴿۸﴾ ﴿ضَعِيفٌ هُوَ النُّطْفَةُ﴾ ﴿ثُمَّ سَوَّاهُ﴾ ﴿أَيَّ خَلَقَ آدَمَ﴾ ﴿وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوْحِهِ﴾ ﴿أَيَّ جَعَلَهُ حَيًّا حَسَّاسًا بَعْدَ أَنْ كَانَ جَمَادًا﴾ ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ﴾ ﴿أَيَّ الدَّرَجَاتِ﴾ ﴿السَّمْعَ﴾ ﴿بِمَعْنَى الْأَسْمَاعِ﴾ ﴿وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ﴾ ﴿الْقُلُوبَ﴾ ﴿قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ﴾ ﴿۹﴾ ﴿مَا زَايَدَةُ مُؤَكَّدَةٌ لِلْقَلْبِ﴾ ﴿وَقَالُوا﴾ ﴿أَيَّ مُنْكَرٍ وَالتَّبَعِثِ﴾ ﴿إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ﴾ ﴿غَيْبًا فِيهَا بَأْنٌ صِرْنَا ثَرْبًا﴾ ﴿مُخْتَلِطًا بَثْرَابِهَا﴾ ﴿إِنَّا لَنَفَى خَلْقٍ جَدِيدٍ﴾ ﴿اسْتَفْهَمُوا﴾ ﴿إِنْ كَارَ بِتَحْقِيقِ الْهَمَزَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَإِذْخَالِ أَلْفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ قَالَ تَعَالَى﴾ ﴿بَلْ هُمْ بَلَقَاؤُا رَبَّهُمْ﴾ ﴿بِالتَّبَعِثِ﴾ ﴿كُفْرِينَ﴾ ﴿۱۰﴾ ﴿قُلْ﴾ ﴿لَهُمْ﴾ ﴿يَتَوَفَّكُم مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ﴾ ﴿أَيَّ بَقْبَضِ أَرْوَاحِكُمْ﴾ ﴿ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تَرْجَعُونَ﴾ ﴿۱۱﴾ ﴿أَحْيَاءٌ فَيُجَازِيكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ﴾.

﴿ترجمہ﴾

الم (اس کی جو مراد ہے اللہ ﷻ باخوبی جانتا ہے) کتاب (یعنی قرآن پاک) کا اتارنا (القرآن مبتداء ہے) اس میں کچھ شک نہیں (رب بمعنی شک ہے، فیہ خبر اول ہے) بیشک پروردگار عالم کی طرف سے ہے (من رب العالمین ترکیب کلام میں خبر ثانی بن رہا ہے) بلکہ (ام بمعنی بل ہے) کہتے ہیں ان کی (یعنی محمد ﷺ کی) بنائی ہوئی ہے (نہیں ایسا نہیں ہے) بلکہ وہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے کہ تم ڈراؤ (اس کے ذریعے) ایسے لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرنا نہ والا نہ آیا..... (مانعی کے لیے ہے) اس امید پر کہ (تمہارے ڈرانے کے سبب) وہ راہ پائیں اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں بنائے (ان میں پہلا دن ہفتہ اور آخری جمعہ تھا..... ۲.....) پھر عرش پر استواء فرمایا (ایسا استواء جو اس کی شان کے لائق ہے عرش کا لغوی معنی شاہی تخت ہے، اے کفار مکہ) اس سے لائق ہو کر تمہارا کوئی ولی (یعنی مددگار نہیں) اور نہ سفارشی (جو اس کا عذاب تم سے دور کر سکے، من ولی یہ ما کا اسم ہے نیز من زائدہ ہے) تو کیا تم (اس میں) دھیان نہیں کرتے (کہ نتیجے کے طور پر ایمان لے آؤ) تدبیر فرماتا ہے..... ۳..... آسمان سے زمین تک (مدت دنیا تک) پھر اسی کی طرف رجوع کرے گا (یعنی امر اور تدبیر اس کی طرف رجوع کرے گا) اس دن کہ جن کی مقدار ہزار برس ہے (دنیا میں) تمہاری گنتی کے مطابق (اور مسودۃ سال میں اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال مذکور ہے۔ قیامت کا دن اپنے شدید احوال کے سبب کفار کے لیے اتنا طویل ہوگا اور بہر حال مسلمان پر یہ اس فرض نماز سے بھی ہلکا ہوگا جسے وہ دنیا میں پڑھا کرتا تھا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے..... ۴.....) یہ (خالق اور مدبر) ہے نہاں اور عیاں کا جاننے والا (یعنی جو مخلوق سے غالب ہے جو اس کے سامنے موجود ہے سب کو جاننے والا ہے) عزیز ہے (یعنی اپنے ملک میں) اور رحمت فرمانے والا ہے (اپنے فرمانبرداروں پر) وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی (خلق لام مفتوحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے فعل ماضی کا صیغہ ہے اور شیشا کی صفت بن رہا ہے اور لام ساکنہ کی صورت میں بدل اشتمال ہوگا) اور پیدائش انسان کی ابتدا (یعنی حضرت آدم ﷺ کی پیدائش) مٹی سے فرمائی پھر اس کی نسل (نسب کے معنی اولاد ہے) رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے..... ۵..... (مہین بمعنی ضعیف ہے، ماء مہین سے مراد نطفہ ہے) پھر اسے (یعنی خلقت آدم ﷺ کو) ٹھیک کیا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی..... ۶..... (اس کے جماد ہونے کے بعد اسے زندہ اور حساس کر دیا) اور تمہیں (یعنی حضرت آدم ﷺ کی اولاد کو) کان آنکھیں اور دل عطا فرمائے (اسمع بمعنی اسماع اور الافئدة بمعنی قلوب ہے) کیا ہی تمہارا حق ماننے ہو (قلیلہا میں زائدہ قلت کی تاکید کے لیے آیا ہے) اور (منکرین بعث) بولے کیا جب ہم مٹی میں مل جائیں گے (یعنی زمین میں غالب

ہو جائیں گے یوں کہ ہم مٹی ہو کر قبر کی مٹی سے مختلف ہو جائیں گے (کیا پھر نئے بنیں گے) (یہ استفہام انکاری ہے، "ءانا" دونوں مقامات پر دو ہمزہ کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل کے ساتھ اور دونوں کے مابین الف داخل کرنے کے ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) بلکہ وہ (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کر کے) اپنے رب کے حضور حاضری سے منکر ہیں تم (ان لوگوں سے) فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کافر شتہ جو تم پر (یعنی تمہاری روح قبض کرنے پر) مقرر ہے..... کی..... پھر اپنے رب کی طرف (زندہ کئے جا کر) لوٹائے جاؤ گے (تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم ۵۰﴾ تنزیل الکتب لاریب فیہ من رب العلمین ۵۰﴾

الم: "ہذہ" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تنزیل بمضاف، الکتب: ذوالحال، لا: نفی جنس، ریب: اسم، فیہ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر مبتدا، من رب العلمین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام ۵۱﴾ یقولون افتروا بل هو الحق من ربک لتنذر قوما اتہم من نذیر من قبلک لعلمہم یتہدون ۵۱﴾

ام: بمعنی بل عاطفہ، یقولون: قول، افتروا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، بل: جرف اضراب ثانی، ہو: مبتدا، الحق: مصدر بافاعل، لام: جار، تنذر: فعل بافاعل، قوما: موصوف، ما اتہم: فعل نفی و مفعول، من: زائد، نذیر: فاعل، من قبلک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ذوالحال، من ربک: ظرف مستقر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ملکر ذوالحال، لعلمہم یتہدون: جملہ اسمیہ حال۔

﴿اللہ الذی خلق السموت والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش ۵۲﴾

اللہ: مبتدا، الذی: موصول، خلق: فعل بافاعل، السموت: معطوف علیہ، والارض: معطوف اول، وما بینہما: معطوف ثانی، فی: ستۃ ایام: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، استوی علی العرش: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ما لکم من دونہ من ولی ولا شفیع افلا تتذکرون ۵۳﴾

ما: نافیہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، من دونہ: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، ولی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، شفیع: مفعول، ملکر ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ہم: موزہ جرف استفہام، ف: عاطفہ، لا تتذکرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یرج الیہ فی یوم کان مقداره الف سنۃ مما تعدون ۵۴﴾

یدبر: فعل بافاعل، الامر: مفعول، الی السماء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ، ثم: عاطفہ، یرج: فعل "هو" ضمیر مستتر ذوالحال، فی: جار، یوم: موصوف، کان مقداره: فعل ناقص واسم، الف سنۃ: موصوف، مما تعدون: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، الیہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلک علم الغیب والشہادۃ العزیز الرحیم الذی احسن کل شیء خلقہ ۵۵﴾

ذلک: مبتدا، علم الغیب والشہادۃ: خبر اول، العزیز: خبر ثانی، الرحیم: خبر ثالث، الذی: موصول، احسن: فعل بافاعل، کل: مضاف، شیء: موصوف، خلقہ: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر رابع، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وبدا خلق الانسان من طین ۵۶﴾ ثم جعل نسلہ سللۃ ماء مہین ۵۶﴾

و: عاطفہ، ہذا بفاعل، مصلق الانسان: مفعول، من طین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ما قبل "احسن کل شئیء" پر معطوف ہے، ثم: عاطفہ، جعل نسلہ: فعل بافاعل ومفعول، من: جار، سئلۃ: موصوف، من ماء مہین: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرد، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم سوہ و نفع فیہ من روحہ و جعل لکم السمع و الابصار و الافلدة قليلا ما تشكرون﴾

ثم: عاطفہ، سوہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نفع فیہ: فعل بافاعل، و ظرف لغو، من روحہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعل لکم: فعل بافاعل و ظرف لغو، السمع و الابصار و الافلدة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قليلا: "شکرا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، ما: زائد، تشكرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و قالوا اذا ضللنا فی الارض انا لفی خلق جدید﴾

و: متانفہ، قالوا قول، ہمزہ: حرف استفہام، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ضللنا: فعل بافاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف "نبعث" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ اول، ہمزہ: حرف استفہام، انا: حرف مشبہ و اسم، لفی خلق جدید: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ متانفہ۔

﴿بل ہم بلقائی ربہم کفرون﴾ قل یتوفکم ملک الموت الذی و کل بکم ثم الی ربکم ترجعون﴾

بل: عاطفہ، ہم: مبتدا، بلقائی ربہم: ظرف لغو مقدم، کفرون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قل قول، یتوفکم: فعل ومفعول، ملک الموت: موصوف، الذی و کل بکم: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، الی ربکم: ظرف لغو مقدم، ترجعون: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اعراض﴾

کیا سید عالم اہل عرب میں قریش ہی کے رسول ہوئے:

۱..... عرب کا سلسلہ تو زمانہ طویل سے چل رہا ہے، اولاد ابراہیم سب کے سب بنی اسرائیل اور سید عالم ﷺ فقط بنو اسماعیل میں ہوئے لیکن ان اقوام میں نبوت تو رہی، حضرات انبیائے کرام آتے رہے، پھر یہ کہ حضور ﷺ کی رسالت فقط قریش کے لئے مانی جائے تو یہود و نصاریٰ کے لئے کسی اور رسول کی حاجت ہوگی؟ الغرض کئی سوالات جنم لیتے ہیں لیکن اللہ رحمتیں نازل فرمائے امام فخر الدین رازی پر کہ انہوں نے اس مشکل اور اہم موڑ پر ہماری رہنمائی فرمائی، فرماتے ہیں: اس مقام پر دو صورتیں ہو سکتی ہیں (۱)..... نقلی دلیل یہ ہے کہ قوم قریش بے پڑھی لکھی قوم تھی ان کے پاس سید عالم ﷺ سے پہلے کوئی ڈرانے والا رسول نہیں آیا، اور یہ حضرت ابراہیم ؑ اور تمام ہی حضرات انبیائے کرام جو بنی اسرائیل میں ہوئے انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ جب ایسا ہے تو پھر اللہ ﷻ کسی قوم کو حضرت آدم ؑ سے لے کر زمانہ محمدی ﷺ تک کیسے بغیر دین و شریعت کے چھوڑ دے گا؟ اور اگر کسی کے ذہن میں یہ دوسرے آئے کہ ان کے پاس خصوصیت کے ساتھ کوئی رسول نہیں آیا یعنی اس مخصوص بستی جس کو اہل عرب کہتے ہیں بلکہ اہل کتاب بھی اسی میں پائے گئے ہیں کہ ان کی بستی میں کوئی رسول نہیں آیا، اور رسول صرف ان کے آباؤ اجداد کے پاس تشریف لائے ہیں، اور اسی طرح عرب کی سر زمین میں ان کے آباؤ اجداد کے پاس رسول آتے تھے اور اگر یہ نہ مانا جائے تو اکثر اہل علم کے نزدیک سید عالم ﷺ کے آباؤ اجداد کا کفر ثابت ہے اور بغیر رسول کے بھیجے اور ڈرانے کسی قوم پر عذاب کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اللہ کا فرمان ہے: ﴿و ما كنا معذبین حتی نبعث رسولا اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں﴾ (الاسراء: ۱۰)۔

(۲)..... عقلی دلیل یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی عادت مبارکہ ہے کہ جب کسی زمانے میں بالکل گمراہی پھیل جائے اور ان کی ہدایت کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو تو اللہ ﷻ اپنے بندوں کو اپنی جانب مائل کرنے کے لئے رسول بھیجتا ہے، پس ان کے دلوں کی طہارت کے لئے رسول بھیجتا ہے اور زمین کو پاک و صاف کرنے کے لئے نافرمانوں کو ہلاک کر دیتا ہے، پھر جب ایسا ہو کہ رسول کے بھیجنے کے بعد بھی کوئی اہل زمانہ گمراہی میں پڑ جائیں اور زمین میں کوئی اہل علم ہدایت پانے والا نہ ہو کہ رسول سے ہدایت حاصل کرے تو پھر ایسا ہوتا ہے کہ کئی زمانہ گزرنے کے بعد ان میں محمد عربی کا نزول ہوتا ہے، پس اللہ اس مناسبت سے فرماتا ہے ﴿لَتَنْذِرُنَّ قَوْمًا مَا آتَاهُمْ تَمْذِيرًا﴾ ایسے لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا (السجدة: ۳) یعنی گمراہی کے بعد، جو کہ ہدایت کے بعد تھی اور (ہدایت کے بعد گمراہی کے دور میں اب تک) ان لوگوں میں کوئی رسول تشریف نہ لائے۔

اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ کسی چیز کا خاص ذکر کرنا ماعدا سے نفی کو لازم ہے، یعنی اللہ کا فرمان ﴿لَتَنْذِرُنَّ قَوْمًا مَا آتَاهُمْ﴾ (السجدة: ۳) اس کا جواب مفسرین کرام یہ دیتے ہیں: (۱)..... کسی چیز کا خصوصیت کے ساتھ ذکر نہ کرنا اس کے ماسوا کی نفی کو لازم نہیں کرتا۔ (۲)..... تمذکرہ کلام میں ڈرانے کا عنصر نمایاں ہے، جیسا کہ فرمان مقدس نشان ہے: ﴿وَالنَّذْرُ عَشِيرَةٌ مِنَ الْأَقْرَبِينَ﴾ اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتے داروں کو ڈراؤ (الشعراء: ۲۱۴) اس کلام سے کوئی یہ نتیجہ نکالے کہ فقط قریبی رشتے داروں ہی کو ڈرانا مقصود ہے کیونکہ دیگر کا ذکر نہیں کیا گیا، نہ ہی مشرکین کو ڈرانے کا حکم دیا گیا ہے، مشرکین کو ڈرانا یوں تھا کہ انہیں تو حید اور حشر نشر کا بیان کرنا مقصود تھا، اور اہل کتاب کو رسالت کے انکار کرنے پر ڈرانا مقصود تھا، پس ڈرانے کو خاص ذکر کر کے سب کو عموم میں شامل کر لیا گیا ہے۔ (الرازی، ج ۹، ص ۱۳۵ وغیرہ)

چھ دنوں میں سب کچھ بنانے کا حدیث سے ثبوت:

۲..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ”اللہ نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا، اتوار کے دن زمین میں پہاڑوں کو پیدا فرمایا، پیر کے دن درختوں کو پیدا کیا، منگل کے دن ناپسندیدہ چیزوں کو پیدا کیا اور بدھ کے دن نور کو پیدا کیا، جانوروں کو جمعرات کے دن پیدا کیا اور تمام مخلوق کے آخر میں جمعہ المبارک کو عصر کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ المبارک کی آخری ساعتوں میں بعد عصر کے وقت میں پیدا فرمایا۔

(صحیح مسلم، کتاب صفة القيامة والجنة، باب: ابتداء الخلق وخلق آدم، رقم: (۶۹۴۸)/۲۷۸۹، ص ۱۳۷۴)

ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا، مضبوط چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا، اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے کار معاش حاصل ہوتے ہیں، جیسے لوہا اور زمین کے اور دیگر معدنیات۔ یہ مسئلہ بھی بحث طلب ہے کہ آیا بعض ایام منحوس ہوتے ہیں یا سب ایام ایک ہی جیسے ہیں؟ بعض علماء کے نزدیک بعض ایام منحوس اور نامبارک ہوتے ہیں اور ان کا استدلال یہ آیت ہے: ﴿فَارْسَلْنَا عَلَيْهِم رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحْسَاتٍ﴾ تو ہم نے قوم عاد کی نحوست کے دنوں میں ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیجی (جم سجدہ: ۱۶) اور جو علماء بعض ایام کے منحوس ہونے کے قائل نہیں ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ سب دن اللہ نے پیدا کئے ہیں اور سب دن ایک جیسے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان آیات کا معنی یہ ہے کہ ان پر ان دنوں میں عذاب بھیجا گیا جس کو وہ منحوس جانتے تھے، یا جن دنوں میں وہ ٹھگون لیتے تھے، ان دنوں میں ان پر عذاب بھیجا گیا تھا۔ (شرح صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، ج ۷، ص ۶۰)

امر الہی ﷻ میں تدبیر کرنے والے کون ہیں؟

۳..... حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کے امر سے مراد قضاء و قدر کے فیصلے ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ اللہ ﷻ

کے امر سے مراد جبرائیل علیہ السلام کا وحی لے کر حاضر ہونا ہے۔ عمرو بن مرہ نے عبد الرحمن بن سابط سے روایت کی ہے کہ اللہ جل جلالہ کے امر میں تدبیر کرنے والے ہیں۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام کا کام ہواؤں اور لشکروں پر وکالت کا ہے، حضرت میکائیل علیہ السلام بارش اور پانی پر متعین فرشتے ہیں، حضرت ملک الموت علیہ السلام روح قبض کرنے پر مامور ہیں اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کے ذمہ حوادث ہیں۔

(القرطبی، الجزء: ۲۱، ص ۸۰)

قیامت کا دن ہزار سال یا پچاس ہزار سال کا؟

۴..... آسمان کی جانب بلند ہونے سے مراد یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی کی خدمت انجام دینے کے بعد آسمان کی جانب بلند ہوتے ہیں، یہ قول محیی بن سلام کا ہے۔ نقاش کہتے ہیں اللہ آسمان دنیا سے زمین کی جانب تدبیر فرماتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا کہ فرشتے زمین کی خبریں لے کر آسمان کی جانب بلند ہوتے ہیں، یہ قول ابن شمرہ کا ہے۔ اللہ جل جلالہ کا فرمان ﴿فلی یوم کان مقداره الف سنۃ اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے﴾ (السجدة: ۵) سے مراد قیامت کا دن ہے اور اس بارے میں کئی اقوال ہیں: فرشتے قیامت کے قائم ہونے تک اللہ جل جلالہ کے امر میں تدبیر کرتے ہیں اور قیامت کا دن ایک ہزار سال کا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سورج کے طلوع، غروب اور طلوع کے لئے دوبارہ رجوع کا امر مسافت کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی مسافت پر مبنی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ فرشتے آسمان سے زمین تک پانچ سو سال اور زمین سے آسمان تک پانچ سو سال میں طے کرتے ہیں اس طرح ہزار سال بنتے ہیں، اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جسے امام طبری نے بھی اختیار کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تیزی سے ہزار سالوں کا سفر تمہاری گنتی کے ایک دن میں طے کرتے ہیں، اس قول کو زحمری نے بھی ذکر کیا ہے۔ امام ماوردی نے ابن عباس اور ضحاک سے روایت کیا ہے کہ فرشتے ہزار سال کی مقدار میں آسمان پر چڑھتے ہیں۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ فرشتے آسمان سے زمین اور زمین سے آسمان کی جانب ایک ہزار سال میں سفر طے کرتے ہیں۔ ابن عباس و ضحاک کا ایک قول یہ بھی ہے کہ ہزار سال میں صعود (چڑھنا) اور ہزار سال میں نزول (اترنا) ہوتا ہے۔ اور یوم سے مراد زمانہ ہے اور اس سے مراد وہ دن نہیں ہے جو دو راتوں کے مابین ہوا کرتا ہے جسے نہار کہتے ہیں۔ اہل عرب عصر کے وقت کو بھی یوم سے تعبیر کرتے ہیں۔

اللہ کا فرمان ﴿فلی یوم کان مقداره خمسين الف سنۃ وہ عذاب اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے﴾ (المعارج: ۴) کا ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن میں بھی ایام پائے جاتے ہیں، یعنی قیامت کا کوئی دن ایک ہزار سال کا ہوتا ہے اور کوئی پچاس ہزار سال کا ہوتا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ قیامت کے اوقات مختلف ہیں، کافروں کو قیامت کے دن پہلے ہزار سالوں کی مناسبت سے دیا جائے گا، اس کے بعد پچاس ہزار سالوں کی مناسبت سے عذاب دیا جائے گا۔ نحاس کہتے ہیں کہ الیوم کے معنی الوقت ہے، اس مقام پر مزید کئی اقوال مذکور ہیں ہم نے اختصار سے کام لیا ہے۔

(القرطبی، الجزء: ۲۱، ص ۸۱)

علامہ خازن کہتے ہیں کہ قیامت کا دن کسی کے لئے ہزار سال، کسی کے لئے پچاس ہزار سال، کسی کے لئے نماز فرض کے برابر ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ”مومن کے لئے یہ دن ایسا ہے جیسے دنیا میں فرض نماز کی ادائیگی کا وقت ہوتا ہے۔“

انسان کی تخلیق مٹی سے یا پانی سے یا.....:

۵..... اگرچہ کہ اس قسم کا کلام ہم نے ماقبل بھی کیا ہے تاہم موضوع کو مکمل کرنے کی غرض سے مختصر کلام یہاں بھی کرتے ہیں۔ علامہ رازی کہتے ہیں: اللہ جل جلالہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا، ممکن ہے کہ یہ بھی کہا جاتا ہو کہ مٹی میں پانی کی نمی بھی ہوا کرتی ہے گویا حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کا مجموعہ ہیں۔ اور آدمی جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہے مٹی سے بنا ہے اور مٹی کی

اصل غذا ہے اور غذا کبھی حیوان سے حاصل ہوتی ہے تو کبھی نباتات سے، اور حیوانات بالآخر نباتات ہی کی جانب رجوع کرتے ہیں کہ ان کی خوراک بھی نباتات ہی ہوا کرتی ہے۔ اور نباتات بھی پانی اور مٹی کے مجموعے کی پیداوار ہیں۔ (الرازی، ج ۹، ص ۱۴۱) نوٹ: اس بیان میں انسان کے لئے درس عبرت ہے کہ اپنی پیدائش پر غور کرے تو زمین میں فساد نہ کرنا پھرے۔

اللہ ﷻ کی روح سے کیا مراد ہے؟

۱..... روح کی نسبت اللہ ﷻ نے اپنی جانب فرمائی ہے، اور اس میں انسان کے شرف و تکریم کا بیان کرنا مقصود ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ”ہیت اللہ“، ”ناتھ اللہ“، ایک قول یہ بھی ہے کہ مخلوق و خالق کے مابین مناسبت کا اظہار ہو جائے کہ اللہ نے مخلوق کو اپنی عبادت کے لئے بنایا ہے۔ اس مقام امام ابو بکر الرازی کہتے ہیں ”من عرف نفسه فقد عرف ربه، یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اللہ کو پہچان لیا“۔ اور روح کو مجازاً بدن کی جانب متعلق کیا گیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے زیادہ موافق ہے جو مجرد روح کے بدن میں داخل ہونے کے قائل نہیں جیسا کہ فلاسفہ اور بعض متکلمین مثلاً امام غزالی علیہ الرحمہ، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ حقیقی معنوں میں ایسا ہونا قرار پایا ہے اور فرشتہ ماں کے رحم میں روح پھونکتا ہے اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ روح ایک لطیف چیز ہے جیسا کہ ہوا ہوتی ہے اور اس کا بدن سے ایسا ہی تعلق ہوتا ہے جیسا کہ گلاب کا پانی گلاب کے پھول میں ہوتا ہے اور انگارہ آگ میں ہوتا ہے۔ اور اسی قسم کی کئی خبریں ابن قیم نے بیان کی ہیں۔ (روح المعانی، الجزء ۲۱، ص ۱۶۷)

موت کون دیتا ہے؟

۱..... متذکرہ مقام پر مجازی نسبت کا بیان مقصود ہے۔ صحاح میں ہے: فرشتے لطیف جسم اور نورانیت کے مالک ہوتے ہیں اور مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔ بعض محققین کہتے ہیں: متذکرہ مقام پر ملک سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ ﷻ کے امور میں تدبیر کرنے والے ہیں جس کا شانی کافی بیان ماقبل حاشیہ نمبر ۴ کے تحت ہو چکا ہے اور اسی ضمن میں ملک الموت کا بیان بھی ہو چکا ہے۔ موت ایک صفت و جود ہے جو کہ حیات کی ضد ہے، معنی یہ ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام تمہاری روحوں کو اس طور پر قبض کرتے ہیں کہ روح کا کچھ بھی حصہ نہیں چھوڑتے اور جسم انسانی کو برابر (روح سے خالی) کر دیتے ہیں اور زیادہ قبیح بات یہ ہے کہ تمہارے چہروں، ہاتھوں پر مارتے ہیں کہ روح کا کچھ بھی حصہ باقی نہ رہے اور روئے زمین پر کوئی بھی زندہ جسے موت آئی ہے باقی نہ رہ جائے۔ اور جہاں تک ملک الموت پر موت کے قانون کا اجرا ہونا ہے تو اسے اللہ موت دیتا ہے۔ جیسا کہ روایت ہے جب اللہ ﷻ اپنی مخلوق کو موت دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو کسی چیز میں روح کو باقی نہیں رکھا جاتا اور اللہ سب کچھ جاننے کے باوجود ملک الموت سے موت کے قانون کے بارے میں باقی رہ جانے کے بارے میں استفسار فرماتا ہے تو ملک الموت جواباً ارشاد فرماتا ہے: ”اے اللہ! تو جانتا ہے کہ روئے زمین پر تیرے کمزور بندے (ملک الموت) کے سوا کوئی باقی نہیں رہا“، اللہ فرمائے گا: ”اے ملک الموت! تو نے جان لیا کہ روئے زمین پر میرے انبیاء کرام، اولیائے عظام اور بندوں نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے اور یہ بات میرے قدیم علم میں داخل ہے اور میں (خود سے) غیوہات کا جاننے والا ہوں، سوائے میری ذات کے سب کو فنا ہے اور اب تجھ پر یہ معاملہ ہونا ہے“۔ ملک الموت عرض کرے گا: ”میرے رب اپنے کمزور بندے پر رحم و لطف فرما“۔ پس اللہ اپنے امر کو پورا کرنے کے لئے ملک الموت پر موت کا قانون لاگو فرمائے گا۔

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ تمام بہائم کی رو میں اللہ قبض فرماتا ہے نہ کہ ملک الموت علیہ السلام، اور ملک الموت علیہ السلام کو بنی آدم کی رو میں قبض کرنے پر مامور کیا گیا ہے اور اس میں بنی آدم کا شرف و کمال ہے اور دیگر فرشتے ملک الموت علیہ السلام کے معاون ہوتے ہیں۔

بعض محققین نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نبی آدم کی مختلف مقامات پر موجود رہیں ایک مقام پر موجود ہو کر قبض کرتے ہیں جیسا کہ شیطان تمام انسانوں کے دلوں میں دوسرہ ڈالتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "فارس کی نمر پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ملک الموت علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی تم دباؤ کے عالم میں ہزار کی روح فلاں مقام، اور ہزار کی فلاں مقام علی القیاس کیسے قبض کرتے ہو؟، ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا: اللہ روئے زمین کو میرے سامنے کر دیتا ہے گویا میری ران، پس میں ان پر تصرف کر لیتا ہوں۔"

(روح البیان، ج ۷، ص ۱۲۵ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

اغراض:

مکیہ: ظاہر یہ ہے کہ مکمل سورت مکی ہے، سوائے تین یا پانچ آیات کے جو کہ مدنی ہیں، جو کہ ﴿تس جالسی جنوبہم﴾ سے لے کر ﴿الذی کنتم بہ تکذبون﴾ تک ہیں، اور اس سورت کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے، صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں جمعہ کے دن یہ سورت تلاوت کرتے، امام شافعی نے اسی روایت کو بیان کیا ہے جب کہ امام مالک نے عدم استمرار یعنی ہمیشہ جمعہ کے دن نماز فجر میں اس سورت کے نہ پڑھنے پر جزم کیا ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ رات کو سونے سے پہلے یہ سورت پڑھتے تھے اور سورت الملک بھی پڑھتے تھے، اسی لئے سورۃ الملک کو سورۃ المنجیۃ یعنی نجات دینے والی سورت کہا جاتا ہے۔ سات سورتیں عذاب سے نجات دینے والی ہیں: سورۃ السجدۃ، یس، الدخان، الواقعة، حل اتی، الملک، البروج۔" خبر ثانی: یہ اہل عرب کے نزدیک زیادہ اچھی ترکیب ہے، جب کہ خبر کی ضمیر سے حال بھی بتانا درست ہے۔

اولھا الاحد واخرھا الجمعة: پس اللہ نے اتوار و پیر کے دن زمین کو پیدا کیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ہی منگل اور بدھ کو پیدا کیا، اور آسمان کو جمعرات اور جمعہ المبارک کے دن پیدا کیا اور اس میں کئی اشکالات ہیں، اور وہ یہ کہ دن جس وقت زمین و آسمان بنے دن تو معروف و مشہور تھے ہی نہیں، نہ ہی ان کے نام تھے، اور نہ ہی سورج و چاند ستاروں کا وجود تھا کہ گنتی کا حساب ہو سکے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد دنوں کی گنتی کے برابر مقدار مراد ہے جو کہ اللہ کے علم میں موجود ہے اور یہ سارا نظام ہی اسی طرح ہے کہ ابتداء اتوار اور اختتام جمعہ المبارک کو ہوا، اور اسی سے ایام دنیا کا انحصار ہے۔ جب کہ ابن عباس اور ضحاک کا قول یہ بھی ہے کہ دن کی مقدار ہزار سال تھی۔

سریر الملک: اور ایک قول تحت کے انکار کرنے کا بھی ہے کیونکہ اللہ کی ذات بلا صفات جسم سے پاک ہے جو کہ نورانی جسم کی حامل ہے اور تمام عالم کو محیط بھی ہے۔

یا کفار مکہ: خاص طور پر ان کا ذکر کیا کیونکہ یہی نزول آیت کا سبب تھے، جب کہ عمومی اعتبار سے سب ہی اس میں شامل ہیں۔

مدۃ الدنیا: جیسا کہ وارد ہوا کہ دنیا کی مقدار سات ہزار سال ہے۔

لشدة احوالہ: اس بارے میں مختلف و متعدد اقوال ہم نے حاشیہ نمبر ۴ میں ماقبل ذکر کئے ہیں وہیں دیکھ لیں۔

من صلوة مکتوبہ: مراد صبح کی نماز ہے، مومنین کے حق میں قیامت کا دن بہت چھوٹا ہوگا۔

ای خلق آدم: میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ﴿سواہ﴾ میں موجود ضمیر عائد ﴿آدم﴾ کی جانب لوثی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ضمیر ﴿النسئل﴾ کی جانب لوثی ہے، اور معنی یہ ہے کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماں کے رحم میں اعضاء کو درست کرتا اور صورت دیتا ہے، پہلے لطفہ، پھر علقہ اور پھر مضغہ کے مراحل سے گزرنے کے بعد۔

ای لذریئہ: اس جملے میں نعبت سے خطاب کی جانب التفات کیا گیا ہے، اور نکتہ یہ ہے کہ خطاب جی کے ساتھ ہے، پھر یہ کہ اولاد آدم

میں روح پھونکنا حسن خطاب کے قبیل سے ہے۔

لیہجاز یکم باعمالکم: یعنی خیر و شر کے اعمال پر جزا و سزا دینا مراد ہے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۱۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۵

﴿ولو تری اذ المجرمون﴾ الكافرون ﴿ناکسوارء وسهم عند ربهم﴾ ﴿فطاططوها حیاء یقولون﴾ ﴿ربنا ابصرنا﴾ ﴿ما انکرنا من البعث﴾ ﴿وسمعنا﴾ ﴿منک تصدیق الرسل فیما کذبناهم فیہ﴾ ﴿فارجعنا﴾ ﴿الی الدنیا﴾ ﴿نعمل صالحا﴾ ﴿فیہا﴾ ﴿انا موفون﴾ ﴿۱۲﴾ ﴿الآن فما ینفعهم ذلک یرجعون وجواب لو لرایت امرأ فظیعا قال تعالیٰ﴾ ﴿ولو شئنا لاتینا کل نفس هدها﴾ ﴿فتهدی بالایمان والطاعة باخیار منها﴾ ﴿ولکن حق القول منی﴾ ﴿وهو﴾ ﴿لاملئن جہنم من الجنة﴾ ﴿الجن﴾ ﴿والناس اجمعین﴾ ﴿۱۳﴾ ﴿وتقول لهم الخزنة اذا دخلوها﴾ ﴿فدوقوا﴾ ﴿العذاب﴾ ﴿بما نسیتم لقاء یومکم هذا﴾ ﴿ای بترککم الایمان بہ﴾ ﴿انا نسیکم﴾ ﴿ترکناکم فی العذاب﴾ ﴿وذوقوا عذاب الخلد﴾ ﴿الدائم﴾ ﴿بما کنتم تعملون﴾ ﴿۱۴﴾ ﴿من الکفر والتکذیب﴾ ﴿انما یومن بایتنا﴾ ﴿القران﴾ ﴿الذین اذا ذکروا﴾ ﴿وعظوا﴾ ﴿بها خروا سجدا وسبحوا﴾ ﴿ممتلین﴾ ﴿بحمد ربهم﴾ ﴿ای قالوا سبحان اللہ وبحمدہ﴾ ﴿وہم لا یتکبرون السجدة﴾ ﴿۱۵﴾ ﴿عن الایمان والطاعة﴾ ﴿تتجافی جنوبہم﴾ ﴿ترتفع﴾ ﴿عن المضاجع﴾ ﴿مواضع الاضطجاع یرشہا لصلواتہم باللیل تہجدا﴾ ﴿یدعون ربہم خوفا﴾ ﴿من عقابہ﴾ ﴿وطمعا﴾ ﴿فی رحمۃ﴾ ﴿ومما رزقہم ینفقون﴾ ﴿۱۶﴾ ﴿یتصدقون﴾ ﴿فلا تعلم نفس ما اخفی﴾ ﴿خبیء﴾ ﴿لہم من قرۃ اعین﴾ ﴿ماتقر بہ اعینہم﴾ ﴿وفی قرانہ بسکون الیاء مضارع﴾ ﴿جزاء﴾ ﴿بما کانوا يعملون﴾ ﴿۱۷﴾ ﴿افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لا یستون﴾ ﴿۱۸﴾ ﴿ای المؤمنون والفاسقون﴾ ﴿اما الذین امنوا وعملوا الصلحت فلہم جنت الماوی نزل﴾ ﴿وہو ما یعد للظیف﴾ ﴿بما کانوا يعملون﴾ ﴿۱۹﴾ ﴿واما الذین فسقوا﴾ ﴿بالکفر التکذیب﴾ ﴿فماواہم النار﴾ ﴿کلما ارادوا ان ینخرجوا منها اعيدوا فیہا وقیل لہم ذوقوا عذاب النار الذی کنتم بہ تکذبون﴾ ﴿۲۰﴾ ﴿ولندیقنہم من العذاب الادنی﴾ ﴿عذاب الدنیا بالقتل والاسیر والجذب بینین والامراض﴾ ﴿دون﴾ ﴿قبل﴾ ﴿العذاب﴾ ﴿عذاب الاخرۃ﴾ ﴿الاکبر لعلہم﴾ ﴿ای من بقی منہم﴾ ﴿یرجعون﴾ ﴿۲۱﴾ ﴿الی الایمان﴾ ﴿ومن اظلم ممن ذکر ہایت ربہ﴾ ﴿القران﴾ ﴿ثم اعرض عنها﴾ ﴿ای لا اخذ اظلم منہ﴾ ﴿انا من المجرمین﴾ ﴿ای المشرکین﴾ ﴿منتقمون﴾ ﴿۲۲﴾

﴿ترجمہ﴾

اور کہیں تم دیکھو مجرم (یعنی کافر) اپنے رب کے پاس سر نیچے ڈالے ہوں گے (حیاء سے سر جھکائے ہوئے عرض گزار ہو گئے) اور اے ہمارے رب اب ہم نے دیکھا (اس حشر و نشر کو جس کے ہم منکر تھے) اور سنا (تجھ سے تیرے رسولوں کی سچائی کو کہ ہم نے انہیں دنیا

میں جھٹلایا تھا) ہمیں (دنیا کی طرف) پھرنے دے کہ (اس میں) نیک کام کریں ہم کو (اب) یقین آ گیا (تو یہ یقیناً انہیں فائدہ نہ دے گا اور نہ انہیں دوبارہ لوٹایا جائے گا اور لوگ جو اب لسرائت امر لفظ معاصدوف ہے) اور اگر ہم چاہتے ہر جان کو اس کی ہدایت عطا فرماتے (تو وہ اپنے اختیار سے ایمان اور طاعت کی ہدایت پالیتی) مگر میری بات قرار پا چکی (اور وہ بات یہ ہے) کہ ضرور جہنم کو بھر دوں گا جنوں.....!..... (الجنة بمعنى الجن ہے) اور آدمیوں سب سے (اور ان کے داخلے کے وقت داروغہ جہنم ان سے کہیں گے) اب چکھو (عذاب) بدلہ اس کا کہ تم اپنے اس دن کی حاضری بھولے تھے.....!..... (بدلہ اس پر ایمان نہ لانے کا) ہم نے تمہیں (عذاب میں) چھوڑ دیا (نسیبکم بمعنی ترکنا کم ہے) اب ہمیشہ کا عذاب چکھو (الخلد بمعنی الدائم ہے) بدلہ تمہارے کئے کا (یعنی بدلہ تمہارے کفر و تکذیب کا) ہماری آیتوں پر (یعنی قرآن پاک پر) وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب وہ انہیں یاد دلائی جاتی ہیں (یعنی انہیں ان سے نصیحت کی جاتی ہے) سجدے میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولتے ہیں (یعنی وہ تسبیح و تحمید کے ساتھ ملاتے ہیں یعنی سبحان اللہ وبحمده کہتے ہیں.....!.....) اور (ایمان لانے اور فرمانبرداری کرنے سے) تکبر نہیں کرتے ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں (یعنی بلند ہوتی ہے) خواب گاہوں سے (مضاجع کروٹ لینے کی جگہ یعنی بستر، ان کا یہ عمل رات میں نماز تہجد پڑھنے کے لیے ہوتا ہے.....!.....) اور اپنے رب کو پکارتے ہیں (اس کے عذاب سے) ڈرتے اور (اس کی رحمت کی) امید کرتے اور ہمارے دیئے سے کچھ خرچ کرتے ہیں (یعنی صدقہ کرتے ہیں) تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک (یعنی وہ نعمتیں جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہوگی) ان کے لیے چھپا رکھی ہے (اخفی بمعنی خبیء ہے، ایک قرأت میں اخفی کو بصیغہ مضارع متکلم یا ساکنہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) صلہ ان کے کاموں کا تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے یہ (یعنی موتین اور فاسقین) برابر نہیں.....!..... جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے بسنے کے بارغ ہیں ان کے کاموں کے صلہ میں مہمانی (نزل ان نعمتوں کو کہتے ہیں جو مسلمان کے لیے ہیں.....!.....) رہے وہ جو (کفر اور تکذیب کرنے کے سبب) بے حکم ہیں ان کا ٹھکانہ آگ ہے جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اس میں پھیر دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلاتے تھے اور ضرور ہم انہیں چکھائیں گے کچھ قریب کا (یعنی دنیا کا) عذاب (الانی بمعنی الدنا ہے، قتل کئے جانے، قیدی بنائے جانے، سالوں کی قحط سالی اور گونہ گوں بیماریوں کی صورت میں) اس بڑے عذاب (یعنی آخری عذاب) سے پہلے (دون بمعنی قتل ہے) شائد وہ (یعنی ان میں سے باقی رہ جانے والے) نوٹ آئیں (ایمان کی طرف) اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے (یعنی قرآن پاک سے) نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا (یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں) بے شک ہم مجرموں (یعنی مشرکوں) سے بدلہ لینے والے ہیں۔

﴿قر گیب﴾

﴿ولو تری اذ المجرمون ناکسوا رء وسهم عند ربهم ربنا ابصرنا وسمعنا﴾

و: متاثرہ، لو بشرطیہ، تری: فعل بافاعل، اذ: مضاف، المجرمون: مبتدا، ناکسوا: اسم فاعل مضاف واو ضمیر ذوالحال، ربنا: نداء، ابصرنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، سمعنا: جملہ فعلیہ معطوف، مگر مقصود بالنداء، مگر قول، معذوف "قائلین" کیلئے مقولہ، مگر حال، مگر فاعل، وء وسهم: مضاف الیہ مفعول، عند ربهم: ظرف، مگر شبہ جملہ خبر، مگر جملہ اسمیہ مضاف، مگر ظرف، مگر جملہ فعلیہ ہو کر جزا معذوف "رایت امر الفظیعا" کی جزا، مگر جملہ شرطیہ۔
﴿فارجعنا نعمل صالحا انا مؤمنون﴾

ف: نصیحہ، ارجمنا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف "اذا کان الامر كذلك" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، نعمل: فعل بافاعل، صالحا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع، انا: حرف مشبہ واسم، موقنون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿ولو شئنا لاتینا کل نفس ہدھا﴾۔

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، شئنا: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، اتینا: کل نفس: فعل بافاعل ومفعول اول، ہدھا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولکن حق القول منی لا ملین جہنم من الجنة والناس اجمعین﴾۔

و: متاثرہ، لیکن: جملہ استدراکیہ، حق: فعل، القول: ذوالحال، منی: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، لام: قیمیہ، املین: فعل بافاعل، جہنم: مفعول، من: جار، الجنة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الناس: مؤکد، اجمعین: تاکیدیہ، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قیمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم ہذا انا نسیکم﴾۔

ف: نصیحہ، ذوقوا: فعل امر بافاعل، ب: جار، ما: مصدریہ، نسیتم: فعل بافاعل، لقاء: مضاف، یومکم: موصوف، ہذا: محقق، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو "العذاب" مفعول محذوف، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان نسیتم ہذا کلہ" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، انا: حرف مشبہ واسم، نسیکم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ متاثرہ۔

﴿وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون﴾۔

و: عاطفہ، ذوقوا: فعل امر بافاعل، عذاب الخلد: مفعول، بما کنتم تعملون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انما یومن بایتنا الذین اذا ذکروا بہا خرّوا سجداً وسبحوا بحمد ربہم وهم لا یتکبرون﴾۔

انما: حرف مشبہ وما کافہ، یومن: بایتنا: فعل وظرف لغو، الذین: موصول، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ذکروا: فعل بافاعل، بہا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، خرّوا: فعل واو ضمیر ذوالحال، سجداً: حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، سبحوا: فعل ضمیر ذوالحال، بحمد ربہم: ظرف مستقر حال اول، و: حالیہ، ہم: مبتدا، لا یتکبرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ متاثرہ۔

﴿تتجالیٰ جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفاً وطمعاً ومما رزقنہم ینفقون﴾۔

تتجالیٰ جنوبہم: فعل وفاعل، عن المضاجع: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ متاثرہ، یدعون ربہم: فعل بافاعل ومفعول، خوفاً وطمعاً: مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ متاثرہ، و: عاطفہ، مما رزقنہم: ظرف لغو مقدم، ینفقون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون﴾۔

ف: عاطفہ، لا تعلم: فعل لئی، نفس: فاعل، ما اخفی لہم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من قرۃ اعین: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، جزاء: مصدر بافاعل، بما کانوا یعملون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر فعل محذوف "جوڑوا" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿المن کان مؤمناً کمن کان فاسقاً لا یتعون﴾۔

ہمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، من: موصول، کان مؤمناً: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، کاف: جار، من: موصولہ، کان فاسقاً: جملہ

فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، لایستون: فعل نئی با قائل، ملکر جملہ فعلیہ مستانہ۔

﴿اما الذین امنوا و عملوا الصلحت فلهم جنت الماوی نزلوا بما كانوا يعملون﴾

اما: حرف شرط، بالذین: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملوا الصلحت: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر

مبتدأ، ف: جزائیہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، جنت الماوی: ذوالحال، نزلوا: مصدر با قائل، بما: کتاوا يعملون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ

حال، ملکر مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط محذوف ”مہما یکن من شیء فی الدنیا“ کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ

﴿و اما الذین فسقوا فمأواہم النار﴾

و: عاطفہ، اما حرف شرط، الذین فسقوا: موصول صلہ، ملکر مبتدأ، ف: جزائیہ، مأواہم: مبتدأ، النار: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ

اسمیہ شرط محذوف ”مہما یکن شیء فی الدنیا“ کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کلما ارادوا ان یخروجوا منها اعیلوا فیہا﴾

کلما: ظرفیہ حتمیہ، یعنی شرط مفعول فیہ مقدم، ارادوا: فعل با قائل، ان: مصدریہ، یخروجوا منها: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر

جملہ فعلیہ شرط، اعیلوا: فعل با نائب القائل، فیہا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانہ۔

﴿و قیل لهم ذوقوا عذاب النار الذی کتبت بہ تکذیبون﴾

و: عاطفہ، قیل لهم: قول، ذوقوا: فعل با قائل، عذاب النار: موصوف، الذی: موصول، کتبت: فعل ناقص با اسم، بہ تکذیبون: جملہ

فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿و لنذیقنہم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلہم یرجعون﴾

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، نذیقن: فعل با قائل، ہم: ضمیر ذوالحال، لعلہم یرجعون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، من: جار، العذاب

الادنی: ذوالحال، دون: مضاف، العذاب الاکبر: مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق محذوف حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ

قسم محذوف ”نقسم“ کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿و من اظلم ممن ذکر بایت ربہ ثم اعرض عنہا انا من المجرمین منتقمون﴾

و: مستانہ، من: استفہامیہ مبتدأ، اظلم: اسم تفضیل با قائل، من: جار، من: موصولہ، ذکر بایت ربہ: جملہ فعلیہ معطوف

علیہ، ثم: عاطفہ، اعرض عنہا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانہ، انا حرف

مشبہ و اسم، من المجرمین منتقمون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆ تصحافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم ☆ حضرت انس کا بیان ہے کہ یہ آیت ہم انصاریوں کے حق میں

نازل ہوئی کہ ہم مغرب پڑھ کر اپنی قیام گاہوں کو واپس نہ آتے تھے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز عشاء نہ پڑھ لیتے۔

☆ الفمن کان مومنا کمین کان فاسقا ☆ حضرت علی سے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کسی بات میں جھگڑ رہا تھا دوران گفتگو

کہنے لگا کہ خاموش ہو جاؤ تم لڑکے ہو میں بوڑھا زبان دراز ہوں، میری ٹوک سنال تم سے زیادہ تیز ہے، میں تم سے زیادہ بہادر ہوں

، میں بڑا جتھے دار ہوں، حضرت علی نے فرمایا چپ تو قاسق ہے، مراد یہ تھی کہ جن باتوں پر تو ناز کرتا ہے انسان کے لئے ان میں سے کوئی

قابل مدح نہیں ہے، انسان کا فضل و شرف ایمان و تقویٰ میں ہے، جسے یہ دولت نصیب نہیں وہ انتہاء کا رذیل ہے، کافر مومن برابر نہیں

ہوسکا، اللہ نے حضرت علی کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿تشریح تو ضیح و اعتراض﴾

جن/ہمزاد کے بارے میں تحقیق:

۱..... ہمزاد از قسم شیاطین ہے، وہ شیطان کہ ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتا ہے، وہ مطلقاً کافر ملعون ابدی ہے سوا اس کے جو سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا وہ برکت و محبت کی وجہ سے مسلمان ہو گیا، حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں تم میں سے کوئی شخص نہیں جس کے ساتھ ہمزاد جن اور فرشتہ نہ ہو“، لوگوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ ارشاد فرمایا: ”ہاں میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ نے میری مدد فرمائی کہ وہ مسلمان ہو گیا لہذا وہ مجھے سوائے بھلائی کے کچھ نہیں کہتا“۔ (صحیح مسلم، کتاب: صفة المنافقین، باب: تحریش الشیطان، رقم: ۷۰۰۲/۲۸۱۴، ص ۱۳۸۵)

اسی طرح طبرانی نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی اور بزار نے حضرت عبداللہ بن عباس یا ابو ہریرہ سے سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”فضلت علی الانبیاء بخصلتین کان شیطانی کافر افاعانسی اللہ علیہ حتی اسلم دوسرے انبیائے کرام پر دو باتوں میں مجھے فضیلت بخشی گئی، ایک یہ کہ میرا شیطان کافر تھا کہ اللہ نے مجھے اس پر قوت دی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا“۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار، رقم: ۲۴۳۸، ج ۳، ص ۱۴۶)

اُس کی تخیر جو سفلیات سے ہو وہ تو حرام قطعی بلکہ اکثر صورتوں میں کفر ہے کہ بے اُن کے خوشامد اور مدائح و مرثیات کے نہیں ہوتی اور جو علویات سے ہو وہ اگرچہ بصورت و سطوت ہے مگر اُس کا ثمرہ غالباً اپنے کاموں میں شیطان سے ایک نوع استعانت سے خالی نہیں ہوتا کہ وہ غلبہ قاہرہ کہ جو استجابت دعا: ﴿وہب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو (ص: ۳۰)﴾ سے تاشی ہر ایک کو کہاں نصیب! اور بالفرض نہ بھی ہو تو کافر شیطان کی مخالفت ضرور صورت تغیر احوال و حدوث ظلمت، سیدنا شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ کم از کم وہ ضرور کہ صحبت جن سے ہوتا ہے کہ یہ ہے کہ آدمی متکبر ہو جاتا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ، تو راہ سلامت اُس سے بحد و مجاہبت ہی میں ہے، رب تو اس دعا کا حکم دے کہ ﴿واعوذ بک رب ان یحضرون اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں (المومنون: ۹۸)﴾ اور یہاں یہ رٹ لگائی جائے کہ حاضر شو حاضر شو والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(الفتاویٰ الرضویہ مخرجه، رسالہ: جلی النص فی اماکن الرخص، ج ۲۱، ص ۲۱۶)

☆..... عن جابر رضی اللہ عنہ: ”نہانا رسول اللہ ﷺ ان نتمسح بعظم او بعیر یعنی ہمیں سید عالم ﷺ نے ہڈی اور پیٹھی سے مسح کرنے سے منع کیا ہے۔“

(ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب ما ینھی عنہ ان یمسح بہ، رقم: ۳۸، ص ۲۲)

☆..... عن مسعود رضی اللہ عنہ: قال قال رسول اللہ ﷺ: ”لا تستنجوا بالروث ولا بالعظام فانہ زاد اخوانکم من الجن یعنی گو بر اور ہڈی سے استنجاء نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائی جن کی غذا ہے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ما جاء فی کراهیۃ ما برقم: ۱۸، ص ۱۷)

انسان و جن سب کو عذاب دیا جانا:

۲..... اللہ کے فرمان: ﴿من الجنة والناس جن اور انسان میں سے (الناس: ۶)﴾ سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ نے ابلیس (ابوالجن) کے بارے میں فرمایا: ﴿لا ملئن جہنم منک و ممن تبعک یشک میں ضرور جہنم کو بھروں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں (ص: ۸۰)﴾ میں اشارہ ہے کہ نار جہنم عالم سفلی میں ہے اور عالم علوی کی مخلوق جیسے ملائکہ وہ اس سے

بری ہیں، اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انہیں ملائکہ سے نہیں ہے۔ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿اجتمعین﴾ میں دو جہتیں پائی جاسکتی ہیں: (۱)..... تاکید کرنا مقصود ہو، (۲)..... ہو سکتا ہے کہ ﴿اجتمعین﴾ کو حال بنایا گیا ہو، یعنی سب انسان و جن کا یہی حال ہوگا، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اللہ ﷻ جنہم میں کیسے انس و جن کو جمع فرمائے گا؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ بیان جنس کے اعتبار سے ہے۔ یعنی جنہم انسانوں و جنوں سے بھری جائے گی، وہاں فرشتے نہ ہونگے۔ ایسا نہیں کہ سارے ہی انسان و جن جنہم میں داخل ہو جائیں بلکہ یوں ہوگا کہ جیسے کسی نے کہا کہ درایم سارے ہی جیب میں ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیب کے علاوہ خارج میں درایم کی ٹٹی ہوگی بلکہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رحمت وسیع ہے یعنی اللہ ﷻ کی رحمت جنتیوں کے لئے وسیع ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۱۴۵)

سجدہ تلاوت کے بارے میں اہم نکات:

۳ سورۃ الفرقان، رکوع ۵، حاشیہ نمبر ۷، کے تحت ہم نے چودہ آیات سجدہ کی نشاندہی اور چند اہم مسائل مع آیت سجدہ کا طریقہ بیان کر دیا ہے۔ یہاں ہم سجدہ تلاوت میں پڑھی جانے والی دعائیں اور ایک ہی مجلس و متفرق مجالس میں پڑھی جانے والی آیات میں سجدہ تلاوت کی صورتیں بیان کریں گے۔

تلاوت میں پڑھی جانے والی دعائیں:

سجدہ تلاوت میں **سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی** پڑھے، یہ فرض نماز میں ہے اور نقل نماز میں سجدہ کیا تو چاہیے کہ ان دعاؤں میں سے کوئی پڑھے مثلاً:

(۱)..... **سَجِدُ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَبَارِكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ**
 (۲)..... **اللَّهُمَّ اَكْتُبْ لِيْ عِنْدَكَ بِهَا اَجْرًا وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَاَجْعَلْهَا عِنْدَكَ رُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عِنْدِكَ دَاوُدَ . (۳)..... سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا .** اور اگر بیرون نماز ہو تو چاہیے کہ یہ پڑھے یا صحابہ و تابعین سے جو آثار مروی ہیں وہ پڑھے، مثلاً ابن عمر سے مروی یہ دعا پڑھے: **اللَّهُمَّ لَكَ سَجْدَةٌ مِّنْ اَوْدِي رَبِّكَ اَمِنْ فُوَادِي اَللَّهُمَّ ارْزُقْنِيْ عِلْمًا يَنْفَعْنِيْ وَعَمَلًا يُّرْفَعُنِيْ .**

مجلس کے بدلنے یا نہ بدلنے کی سجدہ تلاوت کے ضمن میں مسائل:

مسئلہ نمبر ۱: ایک مجلس میں سجدہ کی ایک آیت کو بار بار پڑھایا سنا تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، اگرچہ چند شخصوں سے سنا ہو، یوں اگر آیت پڑھی اور وہی آیت دوسرے سے سنی بھی جب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲: پڑھنے والے نے کئی مجلسوں میں ایک آیت بار بار پڑھی اور سننے والے کی مجلس نہ بدلی تو پڑھنے والا جتنی مجلسوں میں پڑھے گا اس پر اتنے ہی سجدے واجب ہونگے اور سننے والے پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور اگر اس کا برعکس ہے یعنی پڑھنے والا ایک مجلس میں بار بار پڑھتا رہا اور سننے والے کی مجلس بدلتی رہی تو پڑھنے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا اور سننے والے پر اتنے جتنی مجلسوں میں سنا۔

مسئلہ نمبر ۳: مجلس میں آیت پڑھی یا سنی اور سجدہ کر لیا پھر اسی مجلس میں وہی آیت پڑھی یا سنی تو وہی پہلا سجدہ کافی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴: دو ایک لقمہ کھانے، دو ایک گھونٹ پینے، کھڑے ہو جانے، دو ایک قدم چلنے، سلام کا جواب دینے، دو ایک بات کرنے، مکان کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے کی طرف چلے جانے سے مجلس نہ بدلے گی، ہاں اگر مکان بڑا ہے جیسے شاہی محل تو ایسے مکان میں ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں جانے سے مجلس بدل جائے گی۔ کشتی میں ہے اور کشتی چل رہی ہے، مجلس نہ بدلے گی، ریل گاڑی بھی حکم ہونا چاہیے، جانور پر سوار ہے اور وہ چل رہا ہے تو مجلس بدل رہی ہے ہاں اگر سواری پر نماز پڑھ رہا ہے تو نہ بدلے گی، تین لقمے

کمانے، تین گھنٹے پینے، تین کلمے بولنے، تین قدم میدان میں چلنے، نکاح یا خرید و فروخت کرنے، لیٹ کر سو جانے سے مجلس بدل جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۵: کسی مجلس میں دیر تک بیٹھنا قرائت، تسبیح، تہلیل، درس، وعظ میں مشغول ہونا مجلس کو نہیں بدلتا اور اگر دونوں بار پڑھنے کے درمیان کوئی دنیا کا کام یا مثلاً کپڑا سینا وغیرہ تو مجلس بدل گئی۔ (بہار شریعت معرکہ، ج ۱، حصہ ۴: ص ۷۳۲ وغیرہ)

نماز تہجد کے فضائل، مسائل اور سید عالم ﷺ سے تعداد تہجد کا ثبوت:
۲..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”فرضوں کے بعد افضل نمازرات کی نماز ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب: فضل صوم المحرم، رقم: (۲۶۴۴)/۱۱۶۳، ص ۵۳۵)

صلوٰۃ اللیل کی دوسری قسم نماز تہجد ہے کہ عشاء کے بعد رات سو کر اٹھیں اور نوافل پڑھیں، سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ

تہجد نہیں۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب: فی صلوٰۃ اللیل، ج ۲، ص ۴۶۷)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ ہر رات میں جب چھلی تہائی باقی رہتی ہے، آسمان دنیا پر خاص جلی فرماتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دوں، ہے کوئی مغفرت

چاہنے والا کہ اسے بخش دوں۔“ (صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب: الترغیب فی الدعاء، رقم: (۱۶۵۹)/۷۵۸، ص ۳۴۸)

☆..... حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اے لوگو! سلام شائع کرو، اور کھانا کھلاؤ اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو اور رات میں نماز ادا کرو جب لوگ سوتے ہوں، سلامتی کے ساتھ جنت میں جاؤ گے۔“

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، باب: الترغیب فی قیام اللیل، رقم: (۲۳۹)

☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”رات میں ایک ایک ساعت ہے کہ مرد مسلمان اس ساعت میں اللہ سے دنیا و آخرت کی جو بھلائی مانگے، وہ اسے دے گا اور یہ ساعت ہر رات میں ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب: فی اللیل ساعة مستجاب فیها الدعاء، رقم: (۱۶۵۸)/۷۵۷، ص ۳۴۷)

☆..... حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اپنے اوپر رات کے قیام کو لازم کر لو کہ یہ اگلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے رب کی طرف قربت کا ذریعہ اور گناہوں کے مٹانے والا اور گناہ سے روکنے والا ہے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: فی دعاء النبی ﷺ، رقم: (۳۵۶۰)، ص ۱۰۱۸)

☆..... حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ رمضان میں کیسی (کتنی

رکعت) پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں ادا فرماتے تھے، آپ چار رکعت ادا فرماتے اور اس کے حسن و طول کا نہ پوچھو، پھر چار رکعت ادا فرماتے اور اس کے حسن و طول کا نہ پوچھو، پھر تین

رکعت (وتر) ادا فرماتے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ آپ ﷺ وتر ادا کرنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ فرمایا: اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل جاگتا ہے۔“ (صحیح البعاری، کتاب التہجد، باب: قیام النبی ﷺ باللیل، رقم: (۱۱۴۷)، ص ۱۸۳)

☆..... بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ سید عالم ﷺ رات کو تیرہ رکعت سے زیادہ ادا نہیں فرماتے، ان میں وتر اور صبح کی دو سنتیں بھی شامل تھیں۔ (صحیح البعاری، کتاب التہجد، باب: کیف صلاة النبی ﷺ، رقم: (۱۱۴۰)، ص ۱۸۲)

☆..... حضرت مسروق کہتے ہیں کہ میں نے بی بی عائشہ سے سید عالم ﷺ کی نماز تہجد کے بارے میں استفسار فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ فجر کی دو سنتوں کے سوا سات، نو، گیارہ پڑھی ہیں (جن میں وتر شامل ہیں)

مسئلہ نمبر ۱: تہجد نفل کا نام ہے اگر کوئی عشاء کے بعد سو رہا پھر اٹھ کر قضا پڑھی تو اس کو تہجد نہ کہیں گے۔

(ردالمحتار علی الدر المنہجر، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب: فی صلوٰۃ اللیل، ج ۲، ص ۴۶۷)

مسئلہ نمبر ۲: کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں، سید عالم رحمۃ اللہ علیہ سے آٹھ بھی ثابت ہیں۔

(المرجع السابق)

ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ:

۵..... امام قرطبی آیت ﴿لَا یَسْتـَٔزِنُ﴾ سے ثابت کرتے ہیں کہ قصاص میں مساوات ہوتی ہے اور مومن و کافر میں مساوات نہیں ہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اگر مسلمان کسی ذمی کافر کو قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، امام شافعی و احمد کا بھی عقار ہے، اس کے برخلاف امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ اگر مسلمان نے کسی ذمی کافر کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا، اور قصاص اس وقت لیا جائے گا جب قاتل اور مقتول میں مساوات پائی جائے اور اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ قاتل و مقتول میں مساوات نہیں ہے اس لئے کافر کا مسلمان سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور یہ احتاف کے خلاف حجت ہے۔ (القرطبی، المغزیہ: ۲۱، ص ۹۷)

تفسیر قرطبی کی عبارت کے پیش نظر احتاف کے نزدیک مسائل متعلقہ:

مسئلہ نمبر ۳: مسلم کو ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا، حربی اور مستامن کے بدلے میں نہ مسلم سے قصاص لیا جائے گا اور نہ ہی ذمی سے، اسی طرح مستامن سے مستامن کے مقابل میں قصاص نہیں، ذمی نے ذمی کو قتل کیا، قصاص لیا جائے گا اور قتل کے بعد قاتل مسلمان ہوگا جب بھی قصاص ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الحنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصاً، ج ۶، ص ۴)

مسئلہ نمبر ۴: مسلم نے مرتد یا مرتدہ کو قتل کیا اس صورت میں قصاص نہیں، دو مسلمان دارالحرب میں امان لے کر گئے اور ایک نے دوسرے کو وہیں قتل کر دیا قصاص نہیں۔

(المرجع السابق)

مومن و فاسق کا دنیاوی و اخروی معاملہ:

۱..... ایک عام مومن و عام فاسق (کافر) برابر نہیں، کہ ایک کے پاس ایمان کا نور ہے تو دوسرے کے کفر کی سیاہی، ایک عبادت کر کے درجات کی بلندی پالیتا ہے دوسرا اپنے تئیں کئی خدا بنا کر واحد حقیقی سے دور ہو جاتا ہے۔ ایک کے لئے قرآن جنت کی نوید سنا تا ہے تو دوسرے کو جہنم کے عذاب کی وعید سنائی جاتی ہے۔ مومن پر اللہ کی رحمت اور کافر پر اللہ کی لعنت، الغرض یہ چند باتیں جن سے فرق واضح ہو جاتا ہے تاہم شان نزول کو دیکھیں تو کہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اور کہاں عقبہ بن ابی معیط جیسا بد بخت۔

اغراض:

منک یصلق الرسل: یعنی جو ہمیں وعدہ و وعید کی خبر دیتے ہیں۔

الان: فی الحال ہم ایمان لائے، اور اس بات کا احتمال ہے کہ ہم سے شرک واقع نہ ہوگا جیسا کہ کہتے تھے: اللہ ہمارا رب ہے اور ہم شرک نہ تھے۔ لروایت امرأ فظیحا: یعنی بیہودہ و عجیب۔

ای ہتر ککم الایمان: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ نسیان سے ترک کر دینا (چھوڑ دینا) مراد ہے۔

القرآن: آیت کا ظاہر اس بات کا قضا کرتا ہے کہ قرآن میں ہر ایک جو قرآن سے اور فصیحت پر عمل کرے اُسے سجدہ کرنا چاہیے چہ جائے کہ موضح سجدہ نہ ہو؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ سنت رسول میں اس بات کا بیان موجود ہے کہ قرآن سننے والے اور فصیحت پر عمل کرنے والوں کو سجدہ کب کہاں کرنا چاہیے لہذا اشکال نہیں رہتا۔

متلبسین: یعنی سجدہ کرنے والے اللہ کی بڑائی اور حمد بیان کرنے کے لئے سجدہ کرتے ہیں، اور اللہ کی تزیین زمین پر بیٹھائی رکھ کر حاصل

ہوتی ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ کہنے سے اس کی تعریف بیان کی جاتی ہے، اور سجدہ شکر و تحمید دونوں سے مل کر ہوا کرتا ہے، اور اسی میں دعا کا انحصار بھی ہے اور اسی کے بارے میں حدیث میں یہ دعا بھی منقول ہے: "اے اللہ! میرے لئے اپنی پاک بارگاہ میں اجر لکھ دے، اور مجھ سے گناہ کا بوجھ اتار دے، اور ان عبادات کو اپنی بارگاہ میں میرے لئے ذخیرہ کر دے اور جس طرح تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام سے قبول کیا تھا اسی طرح مجھ سے بھی قبول فرما۔"

لصلاۃہم باللیل: جس میں دل کا نور اور رب کی رضا ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: "مجھے جبرائیل امین نے ہمیشہ رات کے قیام کی وصیت کی یہاں تک کہ میں نے جان لیا کہ میری امت کو اختیار ہے کہ رات میں نہ سوئیں۔"

مضارع: اور فاعل ضمیر مستتر اس ہے، حدیث (قدسی) میں ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسے کان رکھے ہیں جس میں (برا) سننے کی صفت نہ ہو، (برا) دیکھنے کی صفت نہ ہو اور نہ ہی (برا) دل جس میں خطرات کا نزول ہوتا ہو۔

والجذب سنین: یعنی مکہ میں سات سال قحط رہا، یہاں تک کہ وہ قحط سے نکل آ کر مردار، ہڈیاں اور کتے کھا گئے۔

ای من بقی منهم: یعنی قحط یا یوم بدر کے بعد۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۲۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ ﴿۱﴾ التَّوْرَةَ ﴿۲﴾ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ ﴿۳﴾ مِنْ لِقَائِهِ ﴿۴﴾ وَقَدْ آتَيْنَا لَيْلَةَ الْأَسْرَاءِ ﴿۵﴾ وَجَعَلْنَاهُ ﴿۶﴾ آيَ الْمَوْسَىٰ أَوْ الْكِتَابِ ﴿۷﴾ هُدًى ﴿۸﴾ وَهَادِيًا ﴿۹﴾ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۱۰﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً ﴿۱۱﴾ بِتَحْقِيقِ الْهَمَزَيْنِ وَابْدَالِ الثَّانِيَةِ يَاءً قَادَةً ﴿۱۲﴾ يَهْدُونَ ﴿۱۳﴾ النَّاسَ ﴿۱۴﴾ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ﴿۱۵﴾ عَلٰى دِينِهِمْ وَعَلَى الْبَلَاءِ مِنْ عَذَابِهِمْ ﴿۱۶﴾ وَكَانُوا بآيَاتِنَا ﴿۱۷﴾ الذَّالَّةَ عَلٰى قُدْرَتِنَا وَوَحْدَانِيَّتِنَا ﴿۱۸﴾ يَوْقُونَ ﴿۱۹﴾ وَفِي قِرْآئَةِ بَكْسِرِ اللَّامِ وَتَخْفِيفِ الْمِيمِ ﴿۲۰﴾ ان ربك هو يفصل بينهم يوم القيمة فيما كانوا فيه يختلفون ﴿۲۱﴾ مِنْ أَمْرِ الدِّينِ ﴿۲۲﴾ أَوْلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ ﴿۲۳﴾ أَى لَمْ يَتَّبِعُنْ لِكْفَارِ مَكَّةَ إِهْلَاكُنَا كَثِيرًا ﴿۲۴﴾ مِنَ الْقُرُونِ ﴿۲۵﴾ الْآمَمِ بِكُفْرِهِمْ ﴿۲۶﴾ يَمْشُونَ ﴿۲۷﴾ حَالٌ مِنْ ضَمِيرِ لَهُمْ ﴿۲۸﴾ فِى مَسْكَنِهِمْ ﴿۲۹﴾ فِى أَسْفَارِهِمْ إِلَى الشَّامِ وَغَيْرِهَا فَيَعْتَبِرُونَ ﴿۳۰﴾ ان فى ذلك لآياتٍ ﴿۳۱﴾ ذَلَالَاتٍ عَلٰى قُدْرَتِنَا ﴿۳۲﴾ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿۳۳﴾ سَمَاعٌ تَذَبُّرٌ وَاتِّعَاطٌ ﴿۳۴﴾ أَوْلَمْ يَرَوْا أَنَا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْآرِضِ الْجُرُزِ ﴿۳۵﴾ الْيَابِسَةِ الَّتِى لَا نَبَاتُ فِيهَا ﴿۳۶﴾ فَنَخْرُجُ بِهِ زُرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ الْأَنْعَامُ وَانْفُسُهُمْ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿۳۷﴾ هَذَا فَيَعْلَمُونَ أَنَا نَقْدِرُ عَلٰى إِعَادَتِهِمْ ﴿۳۸﴾ وَيَقُولُونَ ﴿۳۹﴾ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۰﴾ مَتَى هَذَا الْفَتْحُ ﴿۴۱﴾ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴿۴۲﴾ ان كنتم صدقين ﴿۴۳﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ ﴿۴۴﴾ بِأَنْزَالِ الْعَذَابِ بِهِمْ ﴿۴۵﴾ لَا يَنْفَعُ الدِّينَ كَفَرُوا إِيمَانَهُمْ وَلَا هُمْ يَنْظُرُونَ ﴿۴۶﴾ يُمْهَلُونَ لِتُوبَةٍ أَوْ مَعْلُومَةٍ ﴿۴۷﴾ فَاعْرَضَ عَنْهُمْ وَانظُرْ ﴿۴۸﴾ أَنْزَالَ الْعَذَابَ بِهِمْ ﴿۴۹﴾ انهم منتظرون ﴿۵۰﴾ بِكَ حَادِثٌ مَوْتٌ أَوْ قَتْلٌ فَيَسْتَرْيَحُونَ مِنْكَ وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِقِتَالِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی تورات) (یعنی تورات) عطا فرمائی تو تم اس کے طے میں شک نہ کرو (بلاشبہ شب معراج دونوں انبیاء کرام نے باہم ملاقات کی ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام یا تورات کو) نبی اسرائیل کے لیے ہدایت کرنے والا کیا (ہدیٰ یعنی ہادیا ہے) اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے (الامت دو ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے ہمزہ

کو یاء کے ساتھ تبدیل کرنے کے ساتھ ہے) کہ رہنمائی کرتے (لوگوں کی) ہمارے حکم سے بلکہ انہوں نے صبر کیا (اپنے دین پر اور لوگوں سے ملنے والی آزمائشوں اور تکالیف پر..... سب.....) اور وہ ہماری (ان) آیتوں پر (جو ہماری قدرت اور ہماری وحدانیت پر دلالت کرتی تھیں) یقین لاتے تھے (ایک قرأت میں لعل کلام مکسورہ اور ہمیں مختلفہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس صورت میں ما مصدریہ اور لام علت کیلئے ہوگا) بیشک تمہارا رب ان میں فیصلہ کر دے گا قیامت کے دن، جس میں (یعنی جس دینی معاملے میں) اختلاف کرتے تھے اور کیا انہیں اس بات پر ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے ہلاک کر دیں تو میں (یعنی کیا کفار مکہ پر ظاہر ہمارا بہت کچھ ہلاک فرمادینا ظاہر نہ ہوا، ان کے کفر کے سبب، القرون بمعنی الامم ہے) یہ چل پھر رہے ہیں (بمشون یہ لہم کی ہم ضمیر سے حال بن رہا ہے) ان کے گھروں میں (شام وغیرہ کی طرف سفر کرنے کے دوران کہ انہیں دیکھ کر عبرت حاصل کریں.....) بیشک اس میں ضرور (ایسی) نشانیاں ہیں (جو ہماری قدرت پر دلالت ہیں) تو کیا یہ سنتے نہیں (ایسا جو تہر کر کے اور نصیحت قبول کرنے پر راضی ہو) اور کیا انہیں دیکھتے کہ ہم پانی بھیجتے ہیں خشک زمین کی طرف (جس میں کچھ کھیتی نہیں ہوتی، السجود کے معنی خشک ہے) پھر اس سے کھیتی نکالتے ہیں کہ اس میں سے ان کے چوپائے اور وہ خود کھاتے ہیں تو کیا انہیں (یہ) سوچتا نہیں (کہ وہ جان لیتے کہ ہم انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہیں) اور وہ (مومنین سے) کہتے ہیں (ہمارے تمہارے درمیان) فیصلہ کب ہوگا؟ اگر تم سچے ہو تم فرماؤ فیصلہ کے دن (تو یہ کرنے یا عذر دینے کی) مہلت ملے (بمنظورون بمعنی بپھلون ہے) تو ان سے موندھ پھیر لو اور (ان پر عذاب نازل کئے جانے کا) انتظار کرو بیشک انہیں بھی (تمہارے ساتھ) انتظار کرنا ہے (وہ آپ ﷺ کی وفات کا اور شہید کئے جانے کے منتظر ہیں تاکہ وہ بد بخت اپنے تئیں آپ ﷺ سے جھکا رہے ہوں، یہ حکم حکم جہاد بالکفار سے پہلے کا ہے)۔

﴿تَرْكِيْب﴾

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكُتُبَ فَلَا تَكُنْ فِي مَرِيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ﴾

و: مستأنف، لام قسمیہ، قد بحقیقہ، آتینا: فعل بافاعل، موسیٰ: مفعول اول، الکتب: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف قسم محذوف "نقسنم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مستأنف، ملکر جملہ قسمیہ، ف: فصیحیہ، لا تکن: فعل نبی با اسم، فی: جار، مریۃ موصوف، من لقاہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر كذلك" کی جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وَجَعَلْنَاهُ هَدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۝ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝﴾

و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل ومفعول، ہدی: مصدر بافاعل، لبنی اسرائیل: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنا منهم: فعل بافاعل وظرف لغو، ائمة موصوف، یهدون: فعل واو ضمیر زوال حال، بامرنا: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، لسا: بمعنی "حين" مضاف، صبروا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کانوا بایتنا یوقنون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُم يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝﴾

ان ربک: حرف مشبہ واسم، ہو: مبتدا، یفصل بینہم: فعل بافاعل وظرف، یوم القیامۃ: ظرف ثانی، فی: جار، ما کانوا فیہ یختلفون: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَأُولَئِكَ يَهْدِي اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ ۝ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝﴾

همزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم یهد: فعل نفی "کفرۃ اهلکنا القرون" قائل محذوف، لہم: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ، کم: خبریہ ذوالحال، من: جار، القرون: ذوالحال، من قبلہم: ظرف مستقر حال مقدم، بلکہ مجرور، بلکہ ظرف مستقر حال، بلکہ مفعول، مقدم، اهلکنا: فعل بافاعل، بلکہ جملہ فعلیہ، یمشون: فعل بافاعل، فی مسکنہم: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ مستانفہ۔
﴿ان فی ذلک لآیت افلا یسمعون﴾

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، آیت: اسم مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ، همزہ جرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "صموا" لا یسمعون: فعل نفی بافاعل، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿اولم یروا انا نسوق الماء الی الارض الجوز فنخرج بہ رزعا ناکل منه انعامہم وانفسہم﴾

همزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم یروا: فعل نفی بافاعل، انا: حرف مشبہ واسم، نسوق الماء: فعل بافاعل ومفعول، الی: جار، الارض الجوز: مجرور، بلکہ ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، نخرج بہ: فعل بافاعل، وظرف لغو، رزعا بموصوف، ناکل منه: فعل وظرف لغو، انعامہم وانفسہم: قائل، بلکہ جملہ فعلیہ مفت، بلکہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿افلا یبصرون﴾ ویقولون متى هذا الفتح ان کنتم صدقین﴾

همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، لا یبصرون: فعل نفی بافاعل، بلکہ جملہ فعلیہ، و: مبتانفہ، یقولون قول، متى: ظرف خبر مقدم، هذا: مبدل منه، الفتح: بدل، بلکہ مبتدا مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ مقولہ، بلکہ جملہ قویہ، ان شرطیہ، کنتم صدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فمتی هذا الفتح" کی شرط، بلکہ جملہ شرطیہ۔

﴿قل یوم الفتح لا ینفع الذین کفروا الیمانہم ولا ہم ینظرون﴾

قل: قول، یوم الفتح: ظرف مقدم، لا ینفع: فعل نفی، الذین کفروا: موصول صلہ، بلکہ مفعول، الیمانہم: قائل، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا ینافیہ، ہم: مبتدا، ینظرون: جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ معطوف، بلکہ مقولہ، بلکہ جملہ قویہ۔

﴿فاعرض عنہم وانتظر: انہم منتظرون﴾

ف: فصحیہ، اعرض عنہم: فعل امر بافاعل وظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انتظر: فعل امر بافاعل، "النصر علیکم" فعل محذوف، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ شرط محذوف "اذا کان الامر كذلك" کی جزا، بلکہ جملہ شرطیہ، انا: حرف مشبہ واسم، منتظرون: خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

موجودہ دور میں توریت کا حال کیا ہے؟

۱..... یہود توریت میں لفظی تحریف بھی کرتے تھے اور معنوی بھی، لفظی تحریف یہ تھی کہ کسی لفظ کو درمیان سے چھوڑ دیتے یا کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیتے تھے، یا اس لفظ کو زبان مروڑ کر اس طرح پڑھتے تھے کہ اس کا معنی بدل جاتا تھا، اور معنوی تحریف یہ تھی کہ کسی آیت کا الٹ تفسیر کرتے یا باطل تاویل کرتے تھے، اگر ان سے آخری نبی کے بارے میں پوچھیں تو (معاذ اللہ) وہ جہاں کی صفات پڑھ کر سناتے حالانکہ جانتے تھے کہ آخری نبی ﷺ کی صفات کیا ہیں؟۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ان الذین یکفرون ما انزلنا من الہدیت والہدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتب اولئک ینلعنہم اللہ ویلعنہم اللعنون بیگ وہ جو ہماری اتاری ہوئی

روشن باتوں اور ہدایت کا چھپاتے ہیں بعد اس کے ان لوگوں کے لئے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت (البقرہ: ۱۰۹) ﴿۔
علامہ زحلی لکھتے ہیں:

تاریخ میں یہ معروف ہے کہ یہود و نصاریٰ نے خود اعتراف کیا ہے کہ جو تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور جس کی حفاظت کا انہوں نے حکم دیا تھا اس کا صرف ایک نسخہ تھا اور یہود و نصاریٰ کے مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جب اہل بائبل نے یہودیوں کو قید کیا اور ان میں لوٹ مار کی اس وقت وہ نسخہ گم ہو گیا اور ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی نسخہ نہیں تھا اور جب اہل بائبل نے ان کے میرکل کو جلا دیا، تو وہ اس نسخہ کو محفوظ نہ رکھ سکے۔ جو پانچ سو تیس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب منسوب ہیں، جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات اور وفات کا ذکر ہے اور یہ کہ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہیں ہوگا، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کافی عرصہ گزر جانے کے بعد، بلکہ کئی صدیاں گزر جانے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ ان کو تدرک اہن نے لکھا تھا جو بنی اسرائیل کے قید ہونے والے بوڑھوں سے بچ گیا تھا، اسی طرح نصاریٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ انجیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کافی زمانے کے بعد لکھی گئی تھی۔

(التفسیر المنیر، ج ۶، ص ۱۲۶)

ہماری رائے یہ ہے کہ توریت اور انجیل کلچر ساقط الاعتبار نہیں ہیں، موجودہ توریت اور انجیل خواہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد لکھی گئی ہوں، لیکن ان میں بہر حال اصل توریت اور انجیل کی بہت سی آیات موجود ہیں اور بعد کی بنائی ہوئی آیات بھی موجود ہیں کیونکہ قرآن مجید نے ان کتابوں کا اعتبار کیا ہے اور قرآن مجید کو ان کا مصداق قرار دیا ہے اور ان کتابوں کے حاملین کو اہل کتاب فرمایا ہے اور ہمارے نزدیک ان کتابوں میں ہر طرح سے تحریف کی گئی ہے، اصل آیات نکال کر اور اپنی طرف سے آیات بنا کر ان میں داخل کی گئی ہیں، اور جو آیات سیدنا محمد ﷺ کی صفات اور آپ ﷺ کی آمد کی بشارت سے متعلق تھیں، ان کو چھپایا اور نکالا گیا ہے، حدود کی آیات (جیسا کہ ما قبل آیت رجم سے متعلق بیان ہے) میں حسب منشاء تغیر کیا گیا اور بعض الفاظ کو توڑ مروڑ کر بھی پڑھا گیا ہے، تاکہ معنی کچھ اور ہو جائیں۔

(نبیان القرآن، ج ۳، ص ۱۲۹ وغیرہ)

سید عالم علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا بیان:

۲..... حضرت ابن عباس کہتے ہیں سید عالم ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ثابت ہے، جیسا کہ شیخین کی طویل روایت میں ہے جسے امام جلال نے سورۃ الاسراء کے ابتداء میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے: ثم عرج بنا الى السماء السادسة فاستفتح جبرائیل فقیل من انت قال جبرائیل فقیل ومن معک قال محمد ﷺ فقیل وقد بعث الیه قال قد بعث الیه ففتح لنا فاذا انا بموسیٰ فرحب بی ودعانی بنخیر پھر مجھے چھٹے آسمان کی سیر کرائی گئی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی پوچھا گیا کون ہے؟ فرمایا: جبرائیل علیہ السلام، پوچھا گیا کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی کوئی ہے؟ فرمایا: ہاں محمد ﷺ! پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں انہیں بلایا گیا ہے پھر دروازہ کھولا گیا سید عالم ﷺ فرماتے ہیں یہاں میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعائے خیر ارشاد فرمائی۔

(جلالین کلان جہازی سائز، پارہ ۱۰، تحت الاية: سبحن الذی اسرى، ص ۲۲۹)

☆..... رایت لیلۃ اسری ہی موسیٰ رجلا آدم طوالا یعنی میں نے لیلۃ الاسری موسیٰ علیہ السلام کو طویل القامت دیکھا۔

(شرح لسبوطی علی مسلم، باب: ۱۶۰، الجزء الاول، ص ۲۰۹، الشاملة)

☆..... سید عالم ؑ کو فرمایا گیا کہ اے محبوب ؑ! شب معراج آپ کی ملاقات حضرت موسیٰ ؑ سے ہوئی اس بارے میں شک نہ کریں اور یہ قول ابن عباس کا ہے۔
(الحازن، ج ۳، ص ۴۰۶)

امام وقت کیسا ہونا چاہیے؟

۳..... سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ امامت کی دو اقسام ہیں: صفری اور کبریٰ، پس نماز امامت صفری ہے اور سید عالم ؑ کی نیابت امامت کبریٰ کہلاتی ہے۔ جب تک اس عالم رنگ و بو میں پیکر علم و حکمت، تاجدار رسالت اپنی حیات ظاہری کے ساتھ رہے، اپنے کردار، افعال، اعمال سے صحابہ کی تربیت فرماتے رہے اور دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کو فروغ بھی دیتے رہے۔ اپنی ظاہری حیات ہی میں ایسے دینی معاون تیار کر لئے کہ بعد کے مسائل کو خندہ پیشانی سے حل کر سکیں۔ بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ سید عالم ؑ نے فرمایا: ”جس قوم میں ابو بکر صدیق ہوں وہاں کسی اور کو امامت کا حق نہیں۔“

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ابی بکر و عمر، رقم: ۳۶۹۳، ص ۱۰۰۱)

☆..... سیدنا ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر ؑ نے لوگوں سے بیعت لی تو ان سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے لوگوں! خدا کی قسم مجھے زندگی بھر کسی دن یا رات امارت کی خواہش نہ رہی نہ کبھی خفیہ اور نہ ہی اعلانیہ۔ اور نہ ہی میں نے اسے اللہ سے طلب کیا ہے۔ میں تو ایک فتنہ سے ڈر گیا تھا اور نہ مجھے امارت یعنی حکمرانی لے کر آرام نہیں ملا بلکہ مجھ پر ایک عظیم ذمہ داری آن پڑی ہے جو میری برداشت سے زیادہ ہے مگر یہ کہ خدا مجھے اس کو نبھانے کی توفیق دے۔ میں تو آج بھی چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے کوئی اس منصب کو سنبھال لے۔“

(المستدرک، کتاب معرفة الصحابہ، خطبہ ابی بکر او عتذارہ، رقم: ۴۴۲۲، ص ۵، ص ۱۶۷۰)

☆..... حضرت سیدنا حمید بن حلال بیان کرتے ہیں کہ جب صدیق اکبر ؑ منصب خلافت پر جلوہ گر ہوئے تو بعض صحابہ نے انہیں مشورہ دیا کہ وظیفہ مقرر کر لیجئے، چنانچہ طے یہ ہوا کہ پہننے کے لئے دو چادریں ملیں گی، جب وہ پرانی ہو جائیں تو انہیں نئی چادریں دی جائیں۔ سواری کے لئے ایک جانور دیا جائے جس پر سفر کر سکیں اور خلیفہ بننے سے قبل جیسا خرچہ اپنے گھر والوں پر کرتے تھے ایسا ہی خرچہ دیا جائے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، طبقات البدرین من المهاجرین، ذکر بیعة ابی بکر، ج ۳، ص ۱۳۷)

☆..... حضرت سیدنا حسن ؑ سے روایت ہے کہ امیر المومنین عمر فاروق ؑ نے اپنے دور خلافت میں خطبہ دیا اور اس وقت آپ ؑ نے جو چادر پہنی ہوئی تھی اس میں بارہ پوند لگے ہوئے تھے۔

(الزهد للامام احمد بن حنبل، زهد عمر بن الخطاب، رقم: ۶۵۸، ص ۱۵۲)

☆..... حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ امیر المومنین عثمان غنی ؑ نے سید عالم ؑ سے دو مرتبہ جنت خریدی، ایک مرتبہ بڑے رومہ خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اور دوسری مرتبہ غزوہ تبوک کے لئے سامان فراہم کیا۔

(المستدرک، کتاب معرفة الصحابہ، باب: اشتری عثمان الحنہ مرتین، رقم: ۴۵۷۰، ج ۱، ص ۱۷۲۰)

☆..... حضرت شمر ضحیل بن مسلم سے مروی ہے کہ امیر المومنین عثمان غنی ؑ لوگوں کو امیروں والا کھانا کھلاتے اور خود گھر کے سرکہ اور زیتون کے ساتھ تناول کرتے۔

(الزهد للامام احمد بن حنبل، زهد عثمان بن عفان، رقم: ۶۸۴، ص ۱۵۵)

☆..... حضرت ابو عمر بن علاء اپنے والد گرامی سے نقل کرتے ہیں کہ امیر المومنین مولانا علی ؑ مشکل کشا شیر خدا ؑ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ”اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں! تمہارے دیئے ہوئے مال میں سے میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں، یہ کہہ کر اپنی

آستین سے ایک بوتل نکالی اور فرمایا یہ مجھے میرے ایک دیہاتی غلام نے ہبہ (تحفہ) دی تھی۔

(الزهد للامام احمد بن حنبل، زهد علی المرتضیٰ، رقم: ۶۹۵، ص ۱۵۷)

یہ عبرت کی جاہ ہے تماشانی ہے!

ج..... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دورانِ خطبہ فرماتے ہیں: ”کہاں ہیں وہ خوبصورت چہرے، کہاں ہیں وہ جو اپنی جوانی پر اتراتے تھے؟ کہاں گئے وہ بادشاہ جنہوں نے عالیشان محل بنائے اور مضبوط قلعوں سے تحفظ دیا؟ کہاں گئے میدان جنگ میں غالب آنے والے؟، بیشک زمانے نے ان کو ذلیل کر دیا اور اب یہ قبر کی تاریکیوں میں پڑے ہیں، جلدی کرو! نیکیوں پر سبقت کرو، اور نجات طلب کرو۔

(ذم الہوی، باب: ۵، ص ۴۹۸)

☆..... حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: بیشک تم گردشِ ایام میں ہو اور موت اچانک آجائے گی، جس نے بھلائی کا بیج بویا عنقریب امید کی فصل کاٹے گا اور جس نے بُرائی کا بیج بویا وہ ضرور ندامت کی فصل کاٹے گا، ہر کاشتکار کے لئے اسی کی کھیتی ہے۔

(المرجع السابق)

اغراض:

وقد التقی لیلۃ الاسراء: یعنی کثیف احمر کی زمین میں، جب کہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے، اور چھٹے آسمان پر بھی ملاقات فرمائی، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، اور کلامِ پاک میں اس جانب اشارہ ہے کہ ”لقائہ“ میں موجود ضمیر عائد موسیٰ کی جانب راجع ہے اور مصدر مضاف مفعول کے لئے ہے، یعنی لیلۃ الاسراء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت موسیٰ کب ملے؟ اس پر قوی ترین احتمالات ہیں۔ بینہم: یعنی مومنین و مشرکین، یا حضرات انبیائے کرام اور ان کی امتیں۔

وهذا قبل الامر بقتالہم: یہ حکم آیت جہاد سے منسوخ ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ آیت مقدمہ محکم ہے اور ان سے اعراض کریں اور جو اسلام لے آئے ان کے عذر کو قبول کریں، اور جو ان پر (حدود) ہیں انہیں ترک کر دیں، جیسا کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کی حد معاف کر دی گئی، اور ان تمام کو حدود معاف کر دی گئیں جو عام الفتح کے دن مکہ میں داخل ہو گئے۔

الیابستۃ التی لا نبات فیہا: جنی ایسی زمین جس میں پیداوار نہ ہوتی ہو، مراد سرزمین یمن ہے۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۲۲)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

قیامت دشمنان اسلام پر آنے گی

حضرت سیدنا عیسیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات ظاہری کے ایک زمانے کے بعد جب کہ قیامت قائم ہونے میں فقط چالیس برس رہ جائیں گے، ایک خوشبودار شہنشاہی ہوا چلے گی، جو لوگوں کی بظلوں کے نیچے سے گزرے گی، جس کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمان کی روح قبض ہو جائے گی اور کافر یا کافرہ جائیں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔ سید عالم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”پس اللہ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا، جو ان کی بظلوں کے نیچے سے لکھے گی، پھر ہر مومن و مسلم کی روح قبض کر لی جائے گی، اور شریر لوگ روئے زمین پر باقی رہیں گے، لوگ سرخ گھوڑوں کی مانند ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں گے، پس ان پر قیامت قائم ہوگی۔“

(صحیح مسلم، کتاب الفتن والشرائط الساعة، باب ذکر الدجال، رقم: ۷۲۶۷/۲۹۳۷، ص ۱۴۳۶)

(البیضاوی، ج ۲، ص ۲۱۷ ملخصاً)

سورة الاحزاب مکیة وهی ثلث و سبعون آية

سورة الاحزاب مدنی ہے اور اس میں ۳۷ آیات ہیں

تعارف سورة الاحزاب

اس سورت میں نو رکوع، ۱۲۸۰ کلمات اور ۵۷۹۰ حروف ہیں۔ اس سورت میں غزوہ احزاب کا مفصل حال بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو راہ خدا میں جہاد کی اہمیت و افادیت کا بیان کیا گیا ہے۔ دین اسلام کی سر بلندی کا ایک راز جہاد میں ہے۔ اگر سیدہ رضی اللہ عنہا خود بنفس نفیس جہاد میں شرکت کر کے اپنے صحابہ کو ترغیب بھی دی۔ اس سورت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے فضائل و مناقب بھی بیان ہوئے ہیں اور ان کی طہارت پر خاص طور پر کلام کیا گیا ہے تاکہ مزیدی گروہ اور ہر قسم کے وہ لوگ جو شانِ اقدس میں کمی کرنے کے خوگر رہتے ہیں انہیں تنبیہ ہو جائے۔ مزید یہ بھی کہ جو شانِ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی ہے وہ کسی اور کی نہیں ہو سکتی تاہم اہل بیت میں کون کون شامل ہیں اس کا بیان بھی خاص طور پر کیا گیا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا معنی بھی اس سورت میں واضح کر دیا اور رہتی دنیا تک کے لوگوں کو بتا دیا کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، اور اس کے لئے بالفرض، چنانچہ اور اگر مگر کے لفظ کو غل کر کے اپنی عاقبت کو داؤ پر نہ لگایا جائے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت نص سے ثابت ہے اور نص کے مقابلے میں کسی کا کوئی قول قابل ذکر نہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور دیگر اہل ایمان پاک مومنات کو پردے کے احکام بھی اس سورت میں عطا کئے گئے ہیں جن پر فی زمانہ عمل نہ کرنے کے نقصانات ہم دیکھ ہی رہے ہیں۔ آخر میں انسان کا خود کو مشقت میں ڈالنے اور نادان ہونے کا معنی بھی بیان کیا گیا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم الله کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

رکوع نمبر: ۱

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ ۖ لَا تَطْعَمِ الْكُفْرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ ۗ فِي مَا يُخَالِفُ شَرِيعَتَكَ ۗ إِنْ اللَّهُ كَانَ عَلِيمًا ۖ بِمَا يَكُونُ قَبْلَ كُورِهِ ۗ حَكِيمًا ۙ ﴾ (۱) ﴿ فِيمَا يَخْلُقُهُ ۗ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۗ أَيُّ الْقُرْآنِ ۗ إِنْ اللَّهُ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۙ ﴾ (۲) ﴿ وَفِي قِرَائَةِ الْقُرْآنِ ۗ وَالْقُرْآنِ ۗ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۗ فِي أَمْرِكَ ۗ ﴾
 ﴿ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۙ ﴾ (۳) ﴿ حَافِظًا لَكَ وَأَمْتًا تَبِعَ لَكَ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ ۗ مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِي جُوفِهِ ۗ ﴾ (۴) ﴿ رَدًّا عَلَىٰ مَنْ قَالَ مِنَ الْكُفَّارِ إِنَّ لَهُ قَلْبَيْنِ يَعْطَلُ بِكُلِّ مِنْهُمَا أَفْضَلُ مِنْ عَقْلِ مُحَمَّدٍ ۗ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ السَّيِّئَاتِ ۗ وَبِهِمْزَةٌ وَبَاءٌ وَبِلَايَاءٌ ۗ تَطْهَرُونَ ۗ بِلَا أَلْفٍ قَبْلَ الْهَاءِ وَبِهَا النَّاءُ الثَّانِيَّةُ فِي الْأَصْلِ مُدْغَمَةٌ فِي الظَّاءِ ۗ مِنْهُنَّ ۗ بِقَوْلِ الْوَاحِدِ مَثَلًا لِرُجَّةٍ ۗ أَنْتَ عَلَيَّ كَظْهَرِ أُمِّي ۗ مِنْهُنَّ ۗ كَأَلْمَاجَاتٍ فِي تَحْرِيمِهَا بِذَلِكَ الْمُعَدَّةِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ طَلَاقًا وَإِنَّمَا تَجِبُ بِهِ الْكُفَّارَةُ بِشَرْطِهِ كَمَا ذَكَرَ فِي سُورَةِ الْمُجَادِلَةِ ۗ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ ۗ جَمْعُ دَعِيٍّ وَهُوَ مَنْ يُدْعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ إِنَّمَا لَهُ ۗ أَبْنَاءُكُمْ ۗ حَقِيقَةً ۗ ذَلِكَ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ۗ أَيُّ الْيَهُودِ وَالْمُنَافِقِينَ قَالُوا لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشِ الْأَنْبِيِّ كَانَتْ امْرَأَةً زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ الَّذِي

تَبْنَاهُ الَّتِي عَلَّمَهُ قَالُوا تَزْوُجَ مُحَمَّدًا اِمْرَاةً اِیْبَهُ فَاكَذَّبَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ذٰلِكَ ﴿۱﴾ وَاللّٰهُ یَقُولُ الْحَقَّ ﴿۲﴾ فِیْ ذٰلِكَ ﴿۳﴾ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ﴿۴﴾ سَبِیْلَ الْحَقِّ لَكِنْ ﴿۵﴾ اَدْعُوهُمْ لِاِیْمَانِهِمْ هُوَ الْاَسْطُ ﴿۶﴾ اَعْدِلْ ﴿۷﴾ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ لَمْ تَعْلَمُوْا اِیْبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَموَالِیْكُمْ ﴿۸﴾ بَنُوْ عَمِّكُمْ ﴿۹﴾ وَلیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَا اَخْطَاْتُمْ بِهٖ لَا فِیْ ذٰلِكَ ﴿۱۰﴾ وَلَكِنْ ﴿۱۱﴾ فِیْ ﴿۱۲﴾ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ﴿۱۳﴾ فِیْهِ وَهُوَ بَعْدَ النَّهْیِ ﴿۱۴﴾ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا ﴿۱۵﴾ لِمَا كَانَ مِنْ قَوْلِكُمْ قَبْلَ النَّهْیِ ﴿۱۶﴾ رَحِیْمًا ﴿۱۷﴾ بِكُمْ فِیْ ذٰلِكَ ﴿۱۸﴾ النَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴿۱۹﴾ فِیْمَا دَعَاَهُمْ اِلَیْهِ وَدَعَتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ اِلَیْ خِلَافِهِ ﴿۲۰﴾ وَاَزْوَاجُهُ اِمْتَهُمْ ﴿۲۱﴾ فِیْ حُرْمَةِ نِكَاحِهِنَّ عَلَیْهِمْ ﴿۲۲﴾ وَاَوْلَیُّ الْاَرْحَامِ ﴿۲۳﴾ ذُو الْقَرْبٰتِ ﴿۲۴﴾ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ ﴿۲۵﴾ فِی الْاَرْثِ ﴿۲۶﴾ فِی كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالمُهَاجِرِیْنَ ﴿۲۷﴾ اٰی مِنْ الْاَرْثِ بِالْاِیْمَانِ وَالمُهَاجِرَةِ الَّذِیْ كَانَ اَوَّلَ الْاِسْلَامِ فَنَسِخَ ﴿۲۸﴾ الْاِثْمَ لَكِنْ ﴿۲۹﴾ اِنْ تَفْعَلُوْا اِلَیْ اَوْلِیَّكُمْ مَعْرُوْفًا ﴿۳۰﴾ بِبُوصِیَّةٍ فَجَائِزٌ ﴿۳۱﴾ كَانَ ذٰلِكَ ﴿۳۲﴾ اٰی نَسْخِ الْاَرْثِ بِالْاِیْمَانِ وَالمُهَاجِرَةِ بِاَرْثِ ذُوِ الْاَرْحَامِ ﴿۳۳﴾ فِی الْكُتُبِ مَسْطُوْرًا ﴿۳۴﴾ وَاُرِیْدُ بِالْكِتَابِ فِی الْمَوْضِعِیْنَ اللُّوْحَ الْمَحْفُوْظَ ﴿۳۵﴾ وَاذْكُرْ ﴿۳۶﴾ اِذَا اخَذْنَا مِنَ النَّبِیِّیْنَ مِیثَاقَهُمْ ﴿۳۷﴾ حَیْنَ اَخْرَجُوْا مِنْ صُلْبِ اٰدَمَ كَالذَّرِّ جَمْعُ ذَرَّةٍ وَهِيَ اَصْفَرُّ النَّمْلِ ﴿۳۸﴾ وَ مِنْكَ وَمِنْ نُوْحٍ وَاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ ص ﴿۳۹﴾ بَانَ یَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَیَدْعُوْا النَّاسَ اِلَیْ عِبَادَتِهِ وَذَكَرَ الْخُمْسَةَ مِنْ عَطْفِ الْخَاصِّ عَلٰی الْعَامِّ ﴿۴۰﴾ وَاخَذْنَا مِنْهُمْ مِیثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۴۱﴾ شَدِیْدًا بِالْوَفَآءِ بِمَا حَمَلُوْهُ وَهُوَ الِیْمِیْنُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اَخَذَ الْمِیثَاقَ ﴿۴۲﴾ لَیْسْتَلُّ ﴿۴۳﴾ اللّٰهُ ﴿۴۴﴾ الصَّدَقِیْنَ عَنْ صَدَقَتِهِمْ ﴿۴۵﴾ فِی تَبْلِیْغِ الرِّسَالَةِ تَبْكِیْتًا لِلْكَفْرِیْنَ بِهَمَّ ﴿۴۶﴾ وَاَعَدَّ ﴿۴۷﴾ تَعَالٰی ﴿۴۸﴾ لِلْكَفْرِیْنَ ﴿۴۹﴾ بِهَمَّ ﴿۵۰﴾ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۵۱﴾ ﴿۵۲﴾ فَمَوْلَمَا هُوَ عَطْفٌ عَلٰی اَخَذْنَا.

﴿ترجمہ﴾

اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی اللہ کا یو ہیں خوف رکھنا (یعنی خوف خدا پر ڈٹے رہنا.....) اور کافروں اور منافقوں (کی اپنی شریعت کے خلاف باتیں) نہ سنا بیشک اللہ علم رکھتا ہے (جو کچھ ظہور میں آئے گا، اس کا پہلے ہی سے علم رکھتا ہے) اور حکمت والا ہے (اپنی مخلوق کو پیدا فرمانے میں) اور اس کی بیروی رکھنا جو تمہارے رب کی طرف سے تمہیں وحی ہوتی ہے (یعنی قرآن پاک کی) اے لوگوں اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے (تعملموں علامت مضارع یاہ اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور اے محبوب تم (اپنے امور میں) اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ بس ہے کام بنانے والا ہے (وکیلا بمعنی حافظ، یعنی اللہ کافی ہے تمہاری حفاظت فرمانے کے لیے ان تمام احکامات میں آپ ﷺ کی امت آپ ﷺ کے تابع ہے.....) اللہ نے کسی آدمی کے اندر وودل نہ رکھے (یہ آیت اس کا فرض کے رد کے لئے نازل ہوئی جس نے کہا میرے دودل ہیں ان دونوں کے ذریعے سمجھتا ہوں میری عقل محمد ﷺ کی عقل سے بڑھ کر ہے، العیاذ باللہ) اور تمہارے ان عورتوں کو (الشی ہمزہ اور یاہ کے ساتھ اور بغیر یاہ کے بھی پڑھا گیا ہے) جنہیں ماں کے برابر کہہ دو (نظہرون ہاء کے ماثل بغیر الف اور بالف دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اور اصل میں اس فعل کی تاء غائبہ کو طاء میں ادغام کر دیا گیا ہے، ظہاریوں ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے.....) تمہاری ماں نہ بتایا

(یعنی حرمت میں اسے تمہاری ماں کی طرح نہیں بنایا، زمانہ جاہلیت میں ان الفاظ سے وہ طلاق مراد لیا کرتے تھے، ظہار کی صورت میں کفارہ اپنی شرائط کے ساتھ واجب ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ الحجرات میں اس کا ذکر ہے) اور انہیں بنایا تمہارے لے پالکوں کو (ادعیاء جمع ہے دعویٰ کی، بمعنی وہ شخص جسے غیر باپ کی طرف سے بیٹا کہہ کر پکارا جاتا ہو..... بی.....) تمہارا (حقیقی) بیٹا یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے (یہودیوں اور منافقوں کا جب نبی پاک ﷺ نے اپنے لے پالک حضرت زید بن حارثہ..... کی سابقہ زوجہ حضرت زینب بختیاریہ..... سے نکاح فرمایا تو یہ لوگ بولے محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا، اس معاملے میں اللہ ﷻ نے ان کا جھوٹا ہونا بیان کر دیا) اور اللہ حق فرماتا ہے (اس بارے میں) اور وہی وہ (یہی حق راہ) دکھاتا ہے (لیکن) انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ عدل بات ہے (افسوس بمعنی اعدل ہے) پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور بشریت میں تمہارے چچا زاد (موالیکم کے معنی چچا زاد بھائی ہیں) اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو (اس بارے میں) نادانستہ تم سے صادر ہوا ہاں وہ گناہ ہے (یعنی اس میں گناہ ہے) جو (اس بارے میں بعد ممانعت) دل کے قصد سے کرو اور اللہ بخشنے والا ہے (مطل ممانعت تمہاری اس بات کو) اور رحم فرمانے والا ہے (اس معاملے میں تم پر) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ نزدیک ہے (اس معاملے میں جس کی طرف وہ مسلمان کو بلائیں اور خود ان مسلمانوں کے نفوس اس معاملے میں کسی دوسری طرف انہیں بلائے ہوں تو نبی ﷺ کا ماننا لازمی ہے..... کے.....) اور اس کی پیٹیاں ان کی (حرمت نکاح کے معاملے میں) مائیں ہیں..... اور رشتے والے (اولوالارحام بمعنی ذوالقربابت ہے) اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجرین کے (میراث میں ایمان اور ہجرت کے سبب، ایمان و ہجرت کے سبب میراث میں حصے دار بننا اول اسلام میں تھا، پھر منسوخ ہو گیا) مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر (وصیت) احسان کرو (تو یہ جائز ہے) یہ (ذوی الارحام کو وارث میں شمار کر کے ہجرت اور ایمان کی صورت میں وارث بننے کے حکم کا منسوخ ہونا..... و.....) کتاب میں لکھا ہے (دونوں مقامات میں الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے) اور (یاد کرو) جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا (اس وقت جب انہیں آدم علیہ السلام کی صلب سے نکالا گیا تھا وہ چوٹیوں کے مانند تھے، ذرۃ کا مفرد ذر ہے، چھوٹی سی چوٹی) اور تم سے..... اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے (کہ وہ اللہ ﷻ کی عبادت کریں گے اور اس کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلائیں گے ان پانچوں حضرات کا ذکر عطف خاص علی العام کے قبیل سے ہے) اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد کے لیا (جس عہد کو انہوں نے ذمے پر لیا تھا، یعنی اللہ ﷻ کی قسم اٹھائی پھر وہ عہد لیا) تاکہ (اللہ ﷻ) بچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے (تبلیغ رسالت کے بارے میں کفار کی برائیاں بیان کرنے کے لئے) اور اس نے (یعنی اللہ ﷻ نے) کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (الیم بمعنی مولم ہے اس کا عطف اخذنا پر ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یا ایہا النبی اتق اللہ ولا تطع الکفرین والمنفقین﴾۔

یا ایہا النبی: نداء، اتق اللہ: فعل امر بافاعل و مفعول، ملکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و، بماطفہ، لا تطع: فعل نبی بافاعل، الکفرین والمنفقین: مفعول، ملکہ جملہ فعلیہ معطوف، ملکہ مقصود بالنداء، ملکہ جملہ ندائیہ۔

﴿ان اللہ کان علیہما حکیمان و اتبع ما یوحی الیک من ربک﴾۔

ان اللہ: حرف مشبہ وام، کان علیہما حکیمان: جملہ فعلیہ خبر، ملکہ جملہ اسمیہ تعلیلیہ، و، عطفہ، اتبع: فعل امر بافاعل، ما یوحی: موصولہ، یوحی: فعل "هو" نہیہ ذوالحال، من ربک: ظرف مستقر حال، ملکہ نائب الفاعل، الیک: ظرف لغو، ملکہ جملہ

فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الله كان بما تعملون خبيراً﴾ وتوكل على الله وكفى بالله وكيلاً ﴿﴾

ان الله: حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص با اسم، بما تعملون خبيراً: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، توكل على الله: فعل امر با فاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، كفى: فعل، ب: زائد، الله بجزء، و: کيلاً: تميز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ما جعل الله لرجل من قلبين في جوفه وما جعل ازواجكم الى تظهرون منهن امهتكم﴾

ما جعل الله: فعل نفي و فاعل، لرجل: ظرف لغو، من: زائد، قلبين: موصوف، في جوفه: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما جعل: فعل نفي با فاعل، ازواجكم: موصوف، التي: موصول، تظهرون منهن: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول اول، امهتكم: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما جعل ادعياءكم ابناءكم ذلكم قولكم بافواهكم﴾

و: عاطفہ، ما جعل: فعل نفي با فاعل، ادعياءكم: مفعول اول، ابناءكم: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ذلكم: مبتداء، قولكم: زوالحال، بافواهكم: ظرف مستقر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والله يقول الحق وهو يهدي السبيل﴾

و: متانفہ، الله: مبتداء، يقول: فعل با فاعل، الحق: "القول" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ متانفہ، و: عاطفہ، هو: مبتداء، يهدي السبيل: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ادعوهم لابائهم هو اقسط عند الله﴾

ادعوهم: فعل امر با فاعل و مفعول، لابائهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ، هو: مبتداء، اقسط: اسم تفصیل با "هو" ضمیر زوالحال، عند الله: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فان لم تعلموا اباءهم فاخوانكم في الدين ومواليكم﴾

ف: عاطفہ، ان شرطیہ، لم تعلموا: فعل نفي با فاعل، اباءهم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اخوانكم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، موالیکم: معطوف، ملکر زوالحال، في الدين: ظرف مستقر حال، ملکر "هم" مبتداء محذوف کی خبر، ملکر جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وليس عليكم جناح فيما اخطاتم به ولكن ما تعمدت قلوبكم وكان الله غفوراً رحیماً﴾

و: عاطفہ، ليس: فعل ناقص، علیکم: ظرف مستقر خبر مقدم، جناح: موصوف، في: جاز، ما اخطاتم به: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لكن: حرف استدراک، ما: موصول، تعمدت قلوبكم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر محذوف "تواخذون به" کیلئے مبتداء، ملکر جملہ اسمیہ، و: متانفہ، كان الله: فعل ناقص واسم، غفوراً رحیماً: خبر ان، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿النبي اولی بالمؤمنين من انفسهم وازواجه امهتهم﴾

النبي: مبتداء، اولی: اسم تفصیل با فاعل، بالمؤمنين: ظرف لغو، من انفسهم: ظرف لغو، و: عاطفہ، ازواجه امهتهم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض في كتب الله من المؤمنين والمهجرین الا ان تفعلوا الى اولیتکم معروف﴾

و: عاطفہ، اولوا الارحام: مبتداء، بعضهم: مبتداء ثانی، اولی: اسم تفصیل با فاعل، ببعض: ظرف لغو، اول، في كتب الله: ظرف لغو

ثانی، من: جار، المومنین: معطوف علیہ، و: عاطفہ، المہاجرین: معطوف، مکر مستثنیٰ منہ، الا حرف استثناء، ان: مصدریہ، تفعلوا الی اولیٰکم: فعل بافاعل و ظرف لغو، معروفا بمفعول، مکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مستثنیٰ، مکر مجرور، مکر ظرف لغو ثالث، مکر شبہ جملہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿کان ذلک فی الکتب مسطورا﴾۔

کان: فعل ناقص، ذلک: اسم، فی الکتب مسطورا: شبہ جملہ خبر، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وإذا أخذنا من النبین میثاقہم ومنک ومن نوح و ابرہیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم﴾۔

و: عاطفہ، اذا مضارع، اخذنا: فعل بافاعل، من النبین: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، منک: جار مجرور معطوف اول، و: عاطفہ، من: جار، نوح: جار، ابرہیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم: معطوفات، مکر مجرور، مکر معطوف ثانی، مکر ظرف لغو، میثاقہم: مفعول، مکر جملہ فعلیہ مضارع الیہ، مکر "اذکر" فعل محذوف کا ظرف، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وإذا أخذنا منهم میثاقا غلیظا﴾ لیستل الصدقین عن صدقہم واعد للکفرین عذابا الیما﴾۔

و: عاطفہ، اخذنا: فعل بافاعل، منهم: ظرف لغو، میثاقا غلیظا: مفعول، لام: جار، لیستل الصدقین: فعل بافاعل ومفعول، عن صدقہم: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، مکر ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اعد للکفرین: فعل بافاعل و ظرف لغو، عذابا الیما: مفعول، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆ یا ایہا النبی اتق اللہ ☆ ابو سفیان بن حرب اور عمرہ بن ابی جہل اور ابوالاعور سلمیٰ جنگ احد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے، سید عالم ﷺ سے گفتگو کے لئے امان حاصل کر کے انہوں نے یہ کہا کہ آپ لات عزیٰ منات وغیرہ بتوں کو جنہیں مشرکین اپنا معبود سمجھتے ہیں کچھ نہ فرمائیے اور یہ فرما دیجئے کہ ان کی شفاعت ان کے پجاریوں کیلئے ہے اور ہم لوگ آپ کو اور آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے، سید عالم ﷺ کو ان کی یہ گفتگو بہت ناگوار گزری اور مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا سید عالم ﷺ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ میں انہیں امان دے چکا ہوں، اس لئے قتل نہ کرو، مدینہ شریف سے نکال دو، چنانچہ عمرؓ نے نکال دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اس میں خطاب تو سید عالم ﷺ کے ساتھ ہے اور مقصود آپ ﷺ کی امت ہے کہ جب نبی کریم نے امان دی تو تم اس کے پابند رہو اور نقض عہد کا ارادہ نہ کرو اور کفار و منافقین کی خلاف شرع بات نہ مانو۔

☆ ما جعل اللہ لرجل من قلبین ☆ ابو عمر حمید فہری کی یادداشت اچھی تھی جو سنتا تھا یاد کر لیتا تھا، قریش نے کہا کہ اس کے دو دل ہیں اور ہر ایک میں حضرت محمد (ﷺ) سے زیادہ دانش ہے، جب بدر میں مشرک بھاگے تو ابو عمر اس شان سے بھاگا کہ ایک جوتی ہاتھ میں اور ایک پاؤں میں، ابو سفیان سے ملاقات ہوئی تو ابو سفیان نے پوچھا کیا حال ہے؟ کہا: لوگ بھاگ گئے، تو ابو سفیان نے پوچھا کہ ایک جوتی ہاتھ میں اور ایک پاؤں میں کیوں ہے؟ اس نے کہا کہ اس کی مجھے خبر ہی نہیں میں تو یہ سمجھ رہا ہوں کہ دونوں ہی جوتیاں پاؤں میں ہیں، اس وقت قریش کو معلوم ہوا کہ اگر دو دل ہوتے تو جوتی کو ہاتھ میں لئے ہوئے بھول نہ جاتا، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ منافقین سید عالم ﷺ کے لئے دو دل بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کا ایک دل ہمارے ساتھ ہے اور ایک اپنے اصحاب کے ساتھ نیز زمانہ جاہلیت میں جب کوئی اپنی عورت سے ظہار کرتا تھا تو وہ لوگ اس ظہار کو طلاق کہتے اور اس عورت کو اس کی ماں قرار دیتے تھے اور جب کوئی شخص کسی کو بیٹا کہہ دیتا تھا تو اس کو حقیقی بیٹا قرار دے کر شریک میراث ٹھہراتے اور اس کی زوجہ کو بیٹا کہنے والے کے لئے صلیٰ

بیٹے کی بی بی کی طرح حرام جانتے، ان سب کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تَشْرِيعُ تَوْضِيْعٍ وَآخِرُ اَضْيٰ﴾

سید عالم ﷺ کو دعوت تقویٰ کیوں دی گئی؟

۱..... کسی شخص کو کسی بات کا حکم اس وقت کیا جاتا ہے جب کہ وہ بات اس میں نہ پائی جائے مثلاً بیٹھے ہوئے شخص سے یہ نہیں کہا جاتا کہ بیٹھو، خاموش شخص سے یہ نہیں کہا جاتا کہ خاموش ہو جاؤ، اسی طرح نبی ہوتا ہی متقی ہے تو پھر اسے تقویٰ کی دعوت کیوں دی گئی۔ اس کی کئی وجوہات ہیں: (۱)..... سید عالم ﷺ کو تقویٰ کا حکم برداشت کرنے کی خاطر دیا گیا جیسا کہ بیٹھے ہوئے شخص سے کہا جائے یہاں میرے پاس بیٹھے، خاموش شخص سے کہا جائے کہ تجھے تکلیف پہنچے پھر بھی خاموشی اختیار رکھنا۔ (۲)..... اس میں لطیف نکتہ ہے، بادشاہ حقیقی کی عبادت تین وجوہات کی بناء پر ہوتی ہیں، بعض اس کے عذاب کے خوف سے اس کی عبادت کرتے ہیں، بعض ثواب کے حصول کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں اور بعض اس کی رضا کے دامن میں چھپنے کو اس کی عبادت کرتے ہیں۔ پہلی دونوں اقسام کا تو نبی متحمل نہیں ہو سکتا تیسری قسم کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ تخلص بندہ جب تک دنیا میں رہتا ہے اللہ کی یاد میں لگا رہتا ہے۔ (۳)..... نبی ہر آن اللہ کی رحمت میں ہوتا ہے اور ہر لمحہ اس کے علم و مرتبے میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا آنے والا لمحہ گزرے ہوئے سے بہتر ہوا کرتا ہے، اللہ ﷻ کا فرمان ﴿وَلَا تَخْزُوا خَيْرَ لَكُمْ مِنَ الْاُولٰٓئِیْ اور بیشک کچھ بھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے﴾ (ضحیٰ: ۴) ہے، نبی کے لئے ہر ساعت تقویٰ میں ترقی ہوتی ہے، یہاں ﴿اتق اللہ﴾ سے یہ مقصود نہیں ہے کیونکہ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”من استوی یومہا فہو مغبون یعنی جو دو دن کو ایک جیسا مانے وہ ناسمجھ ہے“۔ ہونا یہ چاہیے کہ بندہ اللہ ﷻ کے فرمان کے مطابق اس سے علم میں زیادتی کی طلب کرے، جیسا کہ فرمان باری ﷻ ہے: ﴿وقل رب زدنی علما اور عرض کرو میرے رب مجھے علم زیادہ دے﴾ (ط: ۱۱۴) ہے۔ اس کا اشارہ سید عالم ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتا ہے: ”میں دن بھر میں اپنے رب سے سز مرتباً استغفار کرتا ہوں“۔

(الرازی، ج ۹، ص ۱۵۳ وغیرہ)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اے جہنم سے نکال دو جس نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا ہو یا کسی مقام پر بھی مجھ سے ڈرا ہو“۔

(سنن الترمذی، ابواب صفة جہنم، باب: ما جاء ان النار نفسین برفقہ: ۴، ۲۶۰، ص ۷۴۶)

کن کن احکامات میں امت نبی کی تابع ہے؟

۲..... تمام احکامات جن کا مکلف بنایا گیا ہے، جن میں نبی وغیر نبی کی تخصیص نہیں بلکہ پانچ نمازیں جس طرح نبی پر فرض ہیں ایسے ہی غیر نبی پر بھی فرض ہیں، جس طرح رمضان کے روزے نبی پر فرض ہیں بالکل اسی طرح غیر نبی پر بھی فرض ہیں وعلیٰ حدّ القیاس۔ تاہم امتی جملہ عبادات کو بارگاہِ لم یزل تک مقبول و مستجاب کرانے کے لئے نبی کریم ﷺ کے طریقے کا محتاج ہے۔ جس طریقے پر جس عبادت کو نبی کریم ﷺ نے کیا وہی طریقہ محبوب و مطلوب ہے لہذا امتی اپنی من مانی بات داخل نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی مسنون وضو کرے اور مکمل لے کر بستر پر لیٹ جائے اور پوچھنے پر کہے کہ میں نے نماز ادا کر لی ہے، اس سے کہا جائے ہم نے تو آپ کو قیام، رکوع، سجود وغیرہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ کہے میں نے عاشقانہ طرز سے ادا کی ہے۔ یقیناً یہ طریقہ جو مسنون وضو کے بعد مکمل لے کر لیٹ جانے تک محدود ہے فاسقانہ ہو سکتا ہے عاشقانہ نہیں۔ تاہم بعض امور وہ بھی ہیں جو نبی کی ذات سے ہوتے ہیں اور جن کا تعلق خاص نبی سے ہوا کرتا ہے۔ لیکن وہ امور ہماری اس بحث میں داخل نہیں مثلاً وحی، نیند سے وضو نہ ٹوٹنا وغیرہ۔ اگر کوئی دلیل بنا لے کہ سرکار کا نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا لہذا میں بھی چھ گھنٹے نیند کرنے کے بعد بغیر وضو کے نماز پڑھ لوں اور دلیل اس جزیے کو بنا لے کہ امتی نبی کے تابع

ہوتے ہیں لہذا ہم بھی ایسا ہی کریں گے تو ایسا شخص بھی گمراہ ہوگا کہ نبی کے بعض معاملات ایسے ہیں جو امتی نہیں کر سکتا۔

مسئلہ ظہار:

۳..... ظہار یہ ہے کہ اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزء مشائخ یا ایسے جزء کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو، ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو یا اسکے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف نظر کرنا حرام ہو مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج ۵، ص ۱۲۳)

مسائل شرعیہ:

مسئلہ نمبر ۱: ظہار کے لئے اسلام و عقل و بلوغ شرط ہے، کافر نے اگر کہا تو ظہار نہ ہوا یعنی اگر کہنے کے بعد مشرف باسلام ہوا تو اس پر کفارہ لازم نہیں، یوہیں نابالغ و مجنون یا بوہرے یا مدہوش یا سرسام و برسام کے پیارنے یا بیہوش یا سونے والے نے ظہار کیا تو ظہار نہ ہوگا اور ہنسی مذاق میں یا نشہ میں یا مجبور کیا گیا اس حالت میں یا زبان سے غلطی میں ظہار کا لفظ نکل گیا تو ظہار ہے۔

مسئلہ نمبر ۲: زوجہ کی جانب سے کوئی شرط نہیں، آزاد ہو یا باندی، مدبرہ ہو یا مکاتبہ یا ام الولد، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، مسلمہ ہو یا کتابیہ، نابالغہ ہو یا بالغہ، بلکہ اگر عورت غیر کتابیہ ہے اور اس کا شوہر اسلام لایا مگر ابھی عورت پر اسلام پیش نہیں کیا گیا تھا کہ شوہر نے ظہار کیا تو ظہار ہو گیا عورت مسلمان ہوئی تو شوہر پر کفارہ دینا ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۳: محارم سے مراد عام ہیں نسبی ہوں یا رضاعی یا سسرالی رشتہ سے لہذا ماں، بہن، پھوپھی لڑکی اور رضاعی ماں اور بہن وغیرہ اور زوجہ کی ماں اور لڑکی جب کہ زوجہ مدخولہ ہو یا نہ ہو تو اس لڑکی سے تشبیہ دینے میں ظہار نہیں کہ وہ محارم میں نہیں۔ یوہیں جس عورت سے اس کے باپ یا بیٹے نے معاذ اللہ زنا کیا ہے اس سے تشبیہ دی یا جس عورت سے اس نے زنا کیا ہے اس کی ماں یا لڑکی سے تشبیہ دی تو ظہار ہے۔ (الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظہار، ج ۱، ص ۵۳۴ وغیرہ)

مسئلہ نمبر ۴: عورت مرد سے ظہار کے الفاظ کہے تو ظہار نہیں بلکہ لغو ہیں۔ (المرجع السابق)

مسئلہ نمبر ۵: محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ران سے تشبیہ دی یا کہا میں نے تجھ سے ظہار کیا تو یہ الفاظ صریح ہیں ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں، کچھ بھی نیت نہ ہو یا طلاق کی نیت ہو یا اکرام کی نیت ہو، ہر حالت میں ظہار ہی ہے اور اگر کہتا ہے کہ مقصود جموئی خبر دینا تھا یا زمانہ گزشتہ کی خبر دینا ہے تو قضاء تصدیق نہ کریں گے اور عورت بھی تصدیق نہیں کر سکتی۔ (المرجع السابق)

مسئلہ نمبر ۶: جس عورت سے تشبیہ دی اگر اس کی حرمت عارضی ہے ہمیشہ کے لئے نہیں تو ظہار نہیں مثلاً زوجہ کی بہن یا جس کو تین طلاقیں دی ہیں یا مجوسی یا بت پرست عورت کہ یہ مسلمان یا کتابیہ ہو سکتی ہیں اور ان کی حرمت دائمی نہ ہونا ظاہر۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الظہار، ج ۵، ص ۱۲۶)

مسئلہ نمبر ۷: عورت کے سر یا چہرہ یا گردن یا شرمگاہ کو محارم سے تشبیہ دی تو ظہار ہے اور اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ یا ہاتھ یا پاؤں یا ران کو تشبیہ دی تو نہیں، یوہیں اگر محارم کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جس کی طرف نظر کرنا حرام نہ ہو مثلاً سر یا چہرہ یا ہاتھ یا پاؤں یا بال تو ظہار نہیں اور گھٹنے سے تشبیہ دی تو ہے۔ (الحوہرۃ النیرۃ، کتاب الظہار، الجزء الثانی، بہار شریعت مخرجه، ظہار کا بیان، حصہ ۸، ج ۲، ص ۲۰۷)

لے پالک کے احکامات:

۳..... گود لئے جانے والے بچے کو لے پالک کہتے ہیں، اور کسی کے بچے کو گود لینا جائز ہے، مگر جب وہ ناعمر ہو تو جب سے عورتوں کے معاملات سمجھنے لگے، اُس سے پردہ کیا جائے، اسی طرح بچی اگر پالنے کے لئے گودی تو بھی جب مردوں کے معاملات سمجھنے

لگے تو اُسے بھی اس گھر کے نامحرم مردوں سے پردہ کروایا جائے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں: ”مشہاۃ (قریب البلوغ لڑکی) کی کم از کم عمر نو سال اور مہتر (قریب البلوغ لڑکے) کی بارہ سال ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتمال، ج ۹، ص ۲۲۰)

گود لینے کی صورت یہ ہے کہ جو بچہ یا بچی گود لی ہے اُس سے دودھ کا رشتہ قائم کر لے مثلاً تیس ماہ کی عمر کے اندر اندر عورت اپنا، یا اپنی سگی بہن یا سگی بیٹی، یا سگی بھانجی کا کم از کم ایک بار دودھ اس طرح پلائے کہ اس بچے یا بچی کے حلق سے نیچے اتر جائے، اس طرح اب جن جن سے دودھ کا رشتہ قائم ہو اُن سے پردہ واجب نہ ہو۔ اسی طرح انہیں ان کے اصل باپ کے نام سے پکارنے کا حکم ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ادعوہم لابانہم﴾ (الاحزاب: ۵)۔

زید بن حارثہ کی نمایاں شان کی ایک جھلک:

۵..... سید عالم ﷺ کے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنی کلب سے تھا، جسے سید عالم ﷺ کے پاس تحفہ میں پیش کیا گیا، زمانے جاہلیت میں قیدی بنائے گئے اور پھر کچھ واسطوں سے سید عالم ﷺ کی غلامی میں آئے، اور سرکار کی غلامی میں زندگی گزارنے لگے۔ سرکار دوعالم ﷺ نے انہیں اپنا منجھ بولا بیٹا بنا لیا۔ محمد بن اسحاق نے اپنی سیر میں لکھا ہے کہ زید کے حقیقی والد اور چچا ڈھونڈتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے اور جب سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مدعا بیان کیا کہ ہمارا بیٹا بطور غلام آپ کے پاس ہے، آپ مال لے کر اسے ہمارے حوالے کر دیں۔ سید عالم ﷺ نے زید کو بلوایا اور کہا کہ تمہارے باپ اور چچا تمہیں لینے آئے ہیں اگر تم جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو لیکن حضرت زید نے جو کلمات تلفظ کئے وہ یہ ہیں: ”یا رسول اللہ ﷺ! واللہ لا اختار علیک احد لیجئ اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! میں آپ ﷺ پر کسی کو ترجیح نہ دوں گا“۔ غزوہ موتہ میں ان کی شہادت ہوئی۔

(فتح الباری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب: مناقب زید بن حارثہ، ج ۷، رقم: تحت ۳۷۳۱، ص ۱۰۹)

☆..... حضرت براء سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”انت اخونا و مولانا تم میرے بھائی اور غلام ہو“۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب: مناقب زید بن حارثہ، ص ۶۲۸)

بی بی زینب سے نکاح کا بیان:

۶..... پھر محترمہ بی بی زینب سے نکاح فرمایا، سن ۳ھ یا ۵ھ میں نکاح ہوا، ان کے سبب سے آیت حجاب ﴿فلما قضی زید منها و طرازو جنا کھا﴾ (الاحزاب: ۳۷) نازل ہوئی، اس سے پہلے سید عالم ﷺ کے لیپا لک بیٹے زید کے نکاح میں تھیں۔ سید عالم ﷺ کا ان سے نکاح فرمانے میں ایک راز یہ بھی تھا کہ لیپا لک بیٹے کے احکام اور حقیقی بیٹے کے احکام میں فرق ہو جائے۔ ایک ضعیف روایت میں یہ بھی ہے کہ جب بی بی زینب کو یہ معلوم ہوا کہ سید عالم ﷺ اُن سے نکاح کے مشتاق ہیں تو انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ جس وقت ان کا نکاح سید عالم ﷺ سے ہوا اُس وقت ان کی عمر پینتیس سال تھی، پچاس سال کی عمر میں ۲۰ھ میں ان کا انتقال ہوا اور عمر بن عثمان کے قول کے مطابق ۵۳ سال زندگی گزاری۔

(الاصابة، کتاب النساء، حرف الزای المنقوطة، رقم: ۱۱۲۲۷، ج ۸، ص ۱۵۵)

غم خواری امت:

۷..... حضرت ابن عباس و عطاء نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ انہیں ایک چیز کی طرف بلائیں اور ان کے اپنے نفس انہیں دوسری چیز کی طرف بلائیں تو ان کے لئے اپنے نفسوں کی اطاعت بجائے نبی کریم ﷺ کی فرمانبرداری کرنا اولیٰ اور ضروری ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے مطلع فرمانے کے سبب ان کے منافع و مفاسد کا علم رکھتے ہیں لہذا آپ ﷺ انہیں

بالتعمین وہی حکم دیتے ہیں اور ان کے لئے وہ کام پسند فرماتے ہیں جس میں ان کے لئے فوائد اور کامیابی ہو۔ جیسے اللہ کا فرمان مقدس ہے ﴿حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان﴾ (السورہ: ۱۲۸) جب کہ اس کے برعکس ان کا نفس بُرائی کا حکم ہی دیتا ہے۔ سوائے ان کے جن پر اللہ ﷻ رحم فرمائے اور وہ انتہائی زیادتی کرنے والا اور نادان ہے۔ اس لئے ان پر ضروری ہے کہ ان کے نزدیک اپنے نفسوں کی نسبت اللہ کا رسول زیادہ محبوب ہو، ان پر اس کا حکم نفس کے حکم کے مقابلے میں زیادہ نافذ ہو اور رسول اللہ ﷺ کی شفقت نفس کی اپنی ذات پر شفقت کی نسبت زیادہ اور دافر ہو۔

(المظہری، ج ۵، ص ۴۸۳)

☆..... مجاہد، حسن، قتادہ نے مختلف سند سے اس آیت ﴿النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم﴾ (الاحزاب: ۶) کے تحت بیان کیا: ”ہو اب لہم یعنی یہ نبی مؤمنین کے باپ (روحانی اعتبار سے) ہیں۔“

(الطبری، الجزء: ۲۱، ص ۱۳۹ وغیرہ)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کوئی بھی مومن نہیں مگر میں دنیا و آخرت میں اس کے زیادہ قریب ہوں، اگر تم تصدیق چاہو تو یہ آیت پر ﴿النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم﴾ (الاحزاب: ۶)۔ پس جو مومن بھی اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے کچھ مال چھوڑا تو اس کے جو عصابات ہو گئے وہی اس کے وارث ہو گئے اور جس کسی نے قرض یا کوئی مال بھی نہ چھوڑا (یعنی اپنے بیوی بچوں کو مفلس و نادار چھوڑا) تو اسے چاہیے کہ وہ میری طرف آئے، میں اس کا آقا و مولی ہوں۔“

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، باب: ۱، رقم: ۴۷۸۱، ص ۸۴۰)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص میں تین اوصاف ہو گئے وہی ایمان کی منٹھاس پائے گا: ”اللہ ﷻ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ماسوا سے زیادہ محبوب ہو گئے، وہ شخص جس سے بھی محبت کرے گا اللہ ﷻ کے لئے کرے گا، اور اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا اس طرح ناپسند ہو جس طرح آگ میں جانا ناپسند کرتا ہے۔“ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: حلاوة الایمان، رقم: ۱۶، ص ۶)

☆..... حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے جن پر کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا، ان میں سے ایک چغل خور اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، پھر سید عالم ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ کے دو حصے کر کے آدمی آدمی دونوں قبروں پر نصب کر دیں اور فرمایا: ”جب تک یہ تر رہیں گی ان کے عذاب میں کمی ہوگی۔“

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: عذاب القبر من الغیبة، رقم: ۱۳۷۸، ص ۲۲۱ ملخصاً)

نبی کی ازواج امت کی مائیں ہیں :

۸..... اللہ ﷻ نے نبی پاک ﷺ کی ازواج کو شرف و کمال عطا فرمایا کہ انہیں مومنین کی مائیں فرمایا، یہ آیت ان کی تعظیم، پاکیزگی، اجلال، اور دیگر لوگوں سے نکاح کی حرمت پر دلیل ہے۔ اور صحابیات کو امہات سے الگ مقام میں رکھا گیا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ امہات المومنین کی شفقت ماؤں کی مانند ہے۔ جس طرح مہینی (لے پاک) وارثت کا مالک نہیں ہوتا، ان کا مسئلہ بھی یونہی ہے۔ اور ان کی صاحبزادیوں کا نکاح کر دینا جائز ہے لیکن انہیں لوگوں کی بہن نہ بنائیں گے۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ امہات المومنین فقط مومن مردوں کی مائیں ہوتی ہیں یا عورتوں کی بھی ہوتی ہے؟ اس بارے میں دو اقوال ہیں: قصی نے بی بی عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ایک خاتون نے بی بی عائشہ کو ام المومنین کہا تھا تو بی بی عائشہ نے جواباً فرمایا: میں فقط مردوں کی ماں ہوں، ابن العربی نے اس قول کو صحیح کہا ہے۔ میں (علامہ قرطبی) کہتا ہوں عورتوں کے مقابلے میں فقط مردوں کے ساتھ حصر ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، ظاہر قول یہ ہے کہ امہات المومنین سب مومن مردوں اور عورتوں کی ہیں اور انہیں تعظیماً مردوں اور عورتوں کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے۔ اس

کی دلیل ﴿النسی اولی بالمومنین من انفسہم﴾ (الاحزاب: ۶) میں بھی ملتی ہے اور یہ آیت ضرورت کی بنا پر مردوں و عورتوں دونوں کو شامل ہے۔ اور اس کی دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے، پس ﴿و ازواجہ امہتہم﴾ کو تمام ہی کی جانب عائد کر دیا گیا۔ پھر یہ کہ مصنف ابی بن کعب میں ہے: ”نبی کی ازواج مومنین کی مائیں اور نبی (روحانی) باپ ہوتے ہیں“۔ (القرطبی، الجزء: ۲۱، ص ۱۱۲)۔

ایمان و ہجرت اور وراثت کا حکم :

۱..... اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے، اس آیت میں ولایت سے مراد وراثت ہے یا ایک دوسرے کی نصرت و معاونت ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں ولایت سے مراد وراثت ہے، پہلے پہل اللہ ﷻ نے مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا وارث بنایا تھا اور جب اللہ ﷻ نے فرمایا: ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں نہیں ہونگے جب تک وہ ہجرت نہ کر لیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ ہجرت نہ کر لیں ان کو وراثت نہیں ملے گی، اور جب اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿و اولوالاارحام بعضہم اولی ببعض فی کتب اللہ اور رشتے والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں﴾ (الانفال: ۷۰)۔ پس اس آیت نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا اور اب قرابت داری وراثت کا سبب ہے اور ہجرت وراثت کا سبب نہیں ہے۔

(الطبری، الجزء: ۲۱، ص ۱۴۰)

☆..... حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر کہا یا رسول اللہ! کل آپ ﷺ مکہ میں کس جگہ قیام فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھریا کوئی زمین چھوڑی ہے؟ اور عقیل و طالب ”ابوطالب“ کے وارث ہوئے تھے اور جعفر و علی رضی اللہ عنہما ان کی کسی چیز کے وارث نہیں ہوئے تھے، کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل و طالب دونوں کافر تھے، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا، ابن شہاب زہری نے کہا وہ قرآن مجید کی آیت میں تاویل کرتے تھے: ﴿ان الذین امنوا و ہاجرنا و جاہدنا و باموالہم و انفسہم فی سبیل اللہ و الذین آووا و انصروا اولئک بعضہم اولیاء بعض و الذین امنوا و لم یہاجرنا و مالکم من ولائہم من شیء حتی یہاجرنا و ینشک وہ جو ایمان لائے اور اللہ کے لئے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنہوں نے جگہ ذی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا جب تک ہجرت نہ کریں﴾ (الانفال: ۷۲)۔ (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب: توریث دور مکہ و بیعہا و شرائہا رقم: ۱۵۸۸، ص ۲۵۸)

علامہ عینی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان ہجرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، اور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا جو بھائی بنا دیا تھا، اس وجہ سے بھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، اور وہ اسلام و ہجرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے اور جو اسلام لانا اور ہجرت نہیں کرتا تھا وہ اس کا وارث نہیں ہوتا تھا، اور جب ﴿و الذین امنوا من بعدنا و جاہدنا و ینشک وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا﴾ (الانفال: ۷۰)۔ ﴿تازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ کر دیا گیا۔ (عمدۃ القاری، کتاب الحج، باب: توریث دور مکہ و بیعہا و شرائہا رقم: ۱۵۸۸، ج ۷، ص ۱۴۸)

عہد لینے میں دیگر انبیائے کرام پر سبقت :

۱..... یہاں اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کی اولیت کا بیان فرمایا: ”اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح ﷺ اور ابراہیم ﷺ اور موسیٰ ﷺ اور عیسیٰ بن مریم ﷺ سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا“۔ تمام نبیوں پر سید عالم

ﷺ کو مقدم ذکر کرنے میں آپ ﷺ کی شانِ افضلیت و اولیت کا بیان ہے۔ اس آیت کی تائید حدیثِ پاک سے بھی ہوتی ہے چنانچہ فخر کائنات شاہِ موجودات ﷺ نے فرمایا: "كنت نبيا وادم بين الماء والطين یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی و مٹی کے درمیان تھے۔"

اغراض:

مدنیہ: یعنی بالا جماع یہ سورت مدنی ہے۔ رداعلیٰ من قال: مراد ابو معمر فہری ہے، مزید شانِ نزول میں دیکھیں۔
ای دم علی تقواہ: اس آیت میں تحصیل حاصل ہے، اور نزول آیت کا سبب یہ ہے..... شانِ نزول میں دیکھیں۔
بقول الواحد مثلا لزوجتہ: یعنی اپنی زوجہ کے کل یا بعض اعضاء جسمانیہ کو ظہار کی صورت میں تشبیہ دینا مراد ہے۔
بشرطہ: مراد عود کرنے کا ارادہ کرنا ہے، اور اگر ایسا ارادہ نہ ہو تو پھر کفارہ نہیں ہوتا جب تک کہ قربت نہ کر لے، مگر یہ خوشی ظاہر کرے، اگرچہ بعد میں طلاق ہی دے لے۔

جمع دعی: دعی بمعنی مدعو ہے اور اس کی اصل دعیو تھی، واوکایاء میں اجتماع ہوا اور واوکویاء سے بدل دیا اور یاء کا آپس میں ادغام کر دیا۔ ای الیہود: یعنی بافوا حکم کی تفسیر یہود سے کی گئی ہے۔
بنو عمکم: موالیٰ کی تفسیر ہے، اور اس کا اطلاق جملہ ابن العم پر ہوتا ہے، معنی یہ ہے کہ جب تم کسی کے نسب کو نہ پہچان سکو، اور اس سے خطاب کرنے کا ارادہ کرو، تو کہو "یا ابن عمی"۔

فیما دعاهم الیہ: دینی، دنیاوی یا آخروی امور مراد ہیں، پھر جب نبی کسی دینی یا دنیاوی امر کی طلب کرے، اور نفس اس کا مخالف ہو تو نبی کی بات کو مانے اور اس مقام پر نبی کی ذات پر کسی قسم کا شبہ نہ کرے کہ یہی کمال درجے کا اخلاق ہے، کہ یہود مال کے عوض بہت کچھ کر لیا کرتے تھے اور نبی کو اللہ نے مومنین کی جانوں سے قریب کر دیا ہے کیونکہ نبی ﷺ اپنی خواہش کے مطابق کوئی کلام نہیں کرتے بلکہ جو کرتے ہیں وحی الہی سے کرتے ہیں، نبی کے تمام افعال و اقوال ان کے رب کی جانب سے ہوا کرتے ہیں۔

فی حرمة نکاحہن علیہم: یعنی تعظیم، احترام اور بھلائی، کیونکہ نبی کی پاک بیبیوں کی جانب نظر کرنا جائز نہیں اور اس معاملے میں وہ اجنبی ہیں۔ فی الارث: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے، تقدیر عبارت یوں ہے: "الاقسار ب اولی بارت بعضہم" یعنی جو اجنبی مومنین و مہاجرین وارث ہیں۔

ای من الارث بالایمان والہجرۃ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان: ﴿من المؤمنین﴾ متعلق ہے اولی کے، یعنی اقارب ایک دوسرے کے وارث ہیں، اور ابتدائے اسلام میں وراثت میں قریب ہونا ایمان اور ہجرت کے اعتبار سے تھا، پس سید عالم ﷺ کے دور میں جب دو افراد میں سے ایک کا انتقال ہوا تو دوسرا اس کی وراثت کا مالک ہوانا کہ مرنے والے کے عصبات مالک ہوئے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض﴾۔

ہو صیۃ: یعنی جب ایمان و ہجرت کو منسوخ کر کے اجنبی کے لئے وصیت کو جائز کر دیا گیا۔
وہی اصغر النمل: یعنی جب صلبِ آدم میں عہد و پیمانے لئے گئے اس وقت چمھر کے پر سے بھی کم حیثیت چالیس چیونٹیوں کے حجم کی ہوا کرتی تھی۔ ویدعوا الی عبادتہ: یعنی مخلوق تک شریعت کا پہنچا دینا اور حضراتِ انبیائے کرام سے لئے جانے والا عہد ایسا نہیں جیسا کہ مخلوق سے لیا گیا عہد ہے۔ ہما حملوہ: مراد اللہ کی عبادت اور اس کی بارگاہ میں دعا کرنا ہے۔
من عطف الخاص علی العام: مکرم و معزز رسل مراد ہیں اور سید عالم ﷺ کو مقدم ذکر کرنا ان کے شرف و کمال کی وجہ سے ہے۔

وہو الیمین: مراد اللہ کی بارگاہ میں قسم اٹھانا اور مخلوق کو اس کی جانب بلانا ہے، پس بیٹاق ثانی اول کے مقابلے میں الگ ہی تھا، اس لئے کہ اول بیٹاق تو حید کو ماننے کا اقرار لینا تھا اور اس پر بغیر کسی قسم کے دعویٰ قائم کرنا تھا اور دوسرا بیٹاق قسم کے ساتھ تھا، پس جب کوئی چیز غیر کے ساتھ ہو تو وہ اس چیز کے سوا ہوا کرتی ہے۔

تکبیتا للکافرین: یعنی کافروں پر زجر کرنا مقصود ہے، یعنی رسل سے سوال کرنے کی حکمت ان کی صداقت پر مبنی ہے، مراد یہ ہے کہ رسل اپنی رسالت کی تبلیغ کریں باوجود اس کے کہ اللہ جانتا تھا کہ رسل قیامت کے دن کفار کے قبیح احوال کی خبر دینگے اور تبلیغ میں سچے ثابت ہونگے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۲۴ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۸

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُورُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَ تَكْمُ جَنُودٍ ﴿۹﴾ مِنَ الْكُفَّارِ مُتَحَرِّبُونَ أَيَّامَ حَفْرِ الْخَنْدَقِ ﴿۱۰﴾ فَارْسَلْنَا عَلَيْهِم رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ط ﴿۱۱﴾ مَلَا نِكَتًا ﴿۱۲﴾ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۳﴾ بِالْتَّاءِ مِنْ حَفْرِ الْخَنْدَقِ وَ بِالْيَاءِ مِنْ تَخْرِيْبِ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۴﴾ بَصِيرًا ﴿۱۵﴾ إِذْ جَاءَ وَكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ ﴿۱۶﴾ مِنْ أَعْلَى الْوَادِي وَأَسْفَلَ مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ﴿۱۷﴾ وَإِذْ زَاغَتِ الْبَصَارُ ﴿۱۸﴾ مَالَتْ عَن كُلِّ شَيْءٍ إِلَىٰ عُدُوِّهَا مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۱۹﴾ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ ﴿۲۰﴾ جَمَعَ حَنْجِرَةٌ وَهِيَ مُنْتَهَى الْحُلُقُومِ مِنْ شِدَّةِ الْخَوْفِ ﴿۲۱﴾ وَتَنظُنُونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا ﴿۲۲﴾ الْمُخْتَلِفَةَ بِالنُّصْرِ وَالْيَاسِ ﴿۲۳﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۲۴﴾ أُخْتَبِرُوا الْيَتَبِنَ الْمُخْلِصُ مِنْ غَيْرِهِ ﴿۲۵﴾ وَزَلْزَلُوا ﴿۲۶﴾ حَرَّكَوْا ﴿۲۷﴾ زَلْزَلًا شَدِيدًا ﴿۲۸﴾ ﴿۲۹﴾ مِنْ سِتْسَةِ الْفَرْعِ ﴿۳۰﴾ وَإِذْ كُرَّ ﴿۳۱﴾ إِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ﴿۳۲﴾ ضَعْفٌ اِعْتِقَادٍ ﴿۳۳﴾ مَا وَعَدْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ بِالنُّصْرِ ﴿۳۴﴾ اَلَا غُرُورًا ﴿۳۵﴾ بِأَطْلَافٍ ﴿۳۶﴾ وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ ﴿۳۷﴾ أَيُّ الْمُنَافِقِينَ ﴿۳۸﴾ يَا هَلْ يَثْرَبُ ﴿۳۹﴾ هِيَ أَرْضُ الْمَدِينَةِ وَلَمْ تَنْصَرَفْ لِلْعَلْمِيَّةِ وَوَزَنَ الْفِعْلُ ﴿۴۰﴾ لَا مَقَامَ لَكُمْ ﴿۴۱﴾ بِضَمِّ الْمِيمِ وَقَتَّحَهَا أَي لَا اِقَامَةَ وَلَا مَكَانَةَ ﴿۴۲﴾ فَارْجِعُوا ﴿۴۳﴾ إِلَىٰ مَنَازِلِكُمْ مِنَ الْمَدِينَةِ وَكَانُوا خَرَجُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَىٰ سَلْعِ جَبَلٍ خَارِجِ الْمَدِينَةِ لِلْقِتَالِ ﴿۴۴﴾ وَيَسْتَاذِنُ رِيقٌ مِنْهُمْ النَّبِيَّ ﴿۴۵﴾ فِي الرَّجُوعِ ﴿۴۶﴾ يَقُولُونَ اِن بِيوتنا عورة ﴿۴۷﴾ غَيْرَ حَصِينَةٍ نَحْشَىٰ عَلَيْهَا قَالَ تَعَالَى ﴿۴۸﴾ وَمَا بِعورة ع ﴿۴۹﴾ اِن ﴿۵۰﴾ مَا يَرِيدُونَ اَلَا فِرَارًا ﴿۵۱﴾ ﴿۵۲﴾ مِنَ الْقِتَالِ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ دَخَلَتْ ﴿۵۴﴾ أَيُّ الْمَدِينَةِ ﴿۵۵﴾ عَلَيْهِمْ مِّنْ اِقْصَرَّهَا ﴿۵۶﴾ نَوَاحِيهَا ﴿۵۷﴾ ثُمَّ سَأَلُوا ﴿۵۸﴾ أَيُّ سَأَلَهُم الدَّاخِلُونَ ﴿۵۹﴾ الْفِتْنَةَ ﴿۶۰﴾ الشَّرِكِ ﴿۶۱﴾ لَاتَوَّاهَا ﴿۶۲﴾ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ أَيُّ اَعْطَوْهَا وَقَعَلَوْهَا ﴿۶۳﴾ ر تَلَبَّثُوا بِهَا اَلَا يَسِيرًا ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلِ لَا يُولُونَ اَلادْبَارَ ط وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مُسْتَوْدَعًا ﴿۶۵﴾ عَنِ الْوَفَاءِ بِهِ ﴿۶۶﴾ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِن فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوْ الْقَتْلِ اَوْ اِذَا ﴿۶۷﴾ اِن فَرَرْتُمْ ﴿۶۸﴾ لَا تَمْتَعُونَ ﴿۶۹﴾ فِي الدُّنْيَا بَعْدَ فِرَارِكُمْ ﴿۷۰﴾ اَلَا قَلِيلًا ﴿۷۱﴾ ﴿۷۲﴾ بَقِيَّةُ اَجَالِكُمْ ﴿۷۳﴾ قُلْ مَن ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ ﴿۷۴﴾ يُجْبِرُكُمْ ﴿۷۵﴾ مِّنَ اللَّهِ اِن ارَادَ بِكُمْ سَوْءًا ﴿۷۶﴾ اَهْلَاكَ اَوْ هَزَمَتَهُ ﴿۷۷﴾ اَوْ يُصِيبِكُمْ بِسَوْءٍ اِن ﴿۷۸﴾ ارَادَ ﴿۷۹﴾ اللَّهُ بِكُمْ رَحْمَةً ﴿۸۰﴾ خَيْرًا ﴿۸۱﴾ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ ﴿۸۲﴾ أَيُّ غَيْرِهِ ﴿۸۳﴾ وَاُولِيَا ﴿۸۴﴾ يَنْفَعُهُمْ ﴿۸۵﴾ وَلَا نَصِيرًا ﴿۸۶﴾ ﴿۸۷﴾ يَدْفَعُ الضَّرَّ عَنْهُمْ ﴿۸۸﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمَعْرُوقِينَ ﴿۸۹﴾ الْمُشْبِطِينَ ﴿۹۰﴾ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ اَلَا خَوَانِهِمْ هَلُمَّ ﴿۹۱﴾ تَعَالَوْا ﴿۹۲﴾ اَلْيَنَا ع وَلَا يَأْتُونَ الْبَاسَ

﴿الْقِتَالِ﴾ الا قليلا (۱۸) ﴿رِيَاءَ وَسُمْعَةً﴾ اشحة عليكم ﴿بِالْمُعَاوَنَةِ جَمْعٌ شَجِيحٌ وَهُوَ حَالٌ مِنْ ضَمِيرِ يَأْتُونَ﴾ فاذا جاء الخوف رايتم ينظرون اليك تدور اعينهم كالذي ﴿كَنْظَرٌ أَوْ كَدُورَانِ الْيَدَى﴾ يغشى عليه من الموت ﴿أَي مَسْكَرَاتِهِ﴾ فاذا ذهب الخوف ﴿وَحُزِنَتِ الْغَنَائِمُ﴾ سلقوكم ﴿أَذْرُكُمُ وَضَرَبُوكُمُ﴾ بالسنة حداد اشحة على الخير ﴿أَي الْغَنِيمَةَ يَطْلُبُونَهَا﴾ اولئك لم يؤمنوا ﴿حَقِيقَةً﴾ فاحبط الله اعمالهم ﴿وَكَانَ ذَلِكَ﴾ الْإِخْبَاطُ ﴿عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا﴾ ﴿بِأَرْذَلِهَا﴾ يحسبون الاحزاب ﴿مِنَ الْكُفَّارِ﴾ لم يذهبوا ﴿عَلَى مَكَّةَ لِخَوْفِهِمْ مِنْهُمْ﴾ وان يات الاحزاب ﴿كِرَّةً أُخْرَى﴾ يودوا ﴿يَتَمَنَّوْا﴾ لو انهم بادون في الاعراب ﴿أَي كَانُونَ فِي الْبَادِيَةِ﴾ يسالون عن انبائكم ﴿أَخْبَارِكُمْ﴾ مع الْكُفَّارِ ﴿وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ﴾ هَذِهِ الْكِرَّةُ ﴿مَا قَتَلُوا الْاَقْلِيَا﴾ ﴿رِيَاءَ وَخَوْفًا مِنَ التَّغْيِيرِ﴾

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والوں! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ (کفار کا) لشکر آئے (خندق کھودنے کے دنوں میں بارادہ جنگ.....) تو ہم نے ان پر آنحضرت اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر آئے (یعنی فرشتوں کے.....) اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے (تعملون علامت مضارع تاء کے ساتھ ہو تو معنی ہوگا وہ تمہارے خندق کھودنے کے عمل کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ علامت مضارع یاء کے ساتھ ہو تو معنی ہوگا وہ مشرکین کی دہشت گردی کے عمل کو دیکھ رہا ہے) جب کافر تم پر آئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے (یعنی وادی کے اوپر اور نچلے حصہ یعنی مشرق و مغرب کی سمت سے) جبکہ ٹھٹھک کر رہ گئیں نگاہیں (یعنی آنکھیں فقط ہر جانب سے آنے والے دشمنوں پر ٹیک کر رہ گئیں) اور دل گلوں کے پاس آگئے (شدت خوف سے، حناجر "حنجرة" کی جمع ہے بمعنی منجائے حلیوم) اور تم اللہ پر (طرح طرح کے) گمان کرنے لگے (امید اور پاس کے) وہ جگہ تھی کہ مسلمان کو جانچ ہوئی (تا کہ مخلص ظاہر ہو جائے) اور خوب سختی سے (یعنی فروغ سے) جھنجھوڑے گئے اور (یاد کرو) جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا (جو صغیف الاعتقاد تھے) ہمیں اللہ اور رسول نے (مدد کا) وعدہ نہ دیا تھا مگر فریب کا (یعنی وہ وعدہ باطل تھا) اور جب ان میں سے (یعنی منافقین میں سے) ایک گروہ نے کہا: اے مدینہ والوں (یثرب.....) سے مراد سرزمین مدینہ ہے..... یہ عیلت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہے) یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں (لامقام لکم بمعنی لا اقامة، ولا مکانہ ہے، یہ یم مضمومہ مفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) تم (اپنے گھروں کو) واپس (مدینے) چلو (یہ لوگ نبی پاک ﷺ کے ساتھ مدینے کے باہر سٹ نامی پہاڑ تک جنگ کرنے کے لیے آچکے تھے) اور ان میں سے ایک گروہ (واپس جانے کے لیے) نبی سے اذن مانگتا تھا یہ کہہ کر کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں (غیر محفوظ ہیں ان پر دشمنوں کا خوف ہے.....) اللہ ﷻ فرماتا ہے اور وہ بے حفاظت نہ تھے وہ تو نہ چاہتے تھے (ان بمعنی مسانفہ ہے) مگر (جنگ سے) بھاگنا اور اگر ان پر فوجیں مدینہ کے اطراف سے آتیں پھر ان سے سوال کیا جاتا (داخل ہونے والی فوجیں ان سے سوال کرتیں) فتنہ (یعنی شرک) کا تو ضرور ان کا مانگا دے بیٹھے (ان کا سوال انہیں دے دیتے اور ان کے کہے پر عمل کر لیتے، لائوہا، یہ مد اور قصر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ بمعنی اعطوہا و فعلوہا ہے) اور اس میں دیر نہ کرنے مگر تھوڑی اور بیشک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیشہ نہ پھیریں گے اور اللہ کے وعدہ کا (اس کو پورا نہ کرنے کے

بارے میں) پوچھا جائے گا فرماؤ ہرگز تمہیں بھانگنا نفع نہ دے گا اگر موت یا قتل سے بھاگو اور جب (یعنی اگر تم بھاگو تب بھی دنیا میں) برتے نہ دیتے جو تمہیں اللہ سے بچالے (بعضہ بمعنی بچہ ہے) اگر وہ تمہارا برا (یعنی تمہیں ہلاک کرنا یا شکست دینا) چاہے یا (وہ کون ہے جو تمہیں برائی پہنچا سکے اگر) وہ (یعنی اللہ ﷻ) تم پر رحم فرمانا چاہے (یعنی خیر کرنا چاہے) اور وہ اللہ کے سوا کوئی دلی نہ پائیں گے (جو انہیں نفع دے، دون بمعنی غیر ہے) اور نہ مددگار (جو ضرران سے دور کر سکے) بیشک اللہ جانتا ہے تمہارے ان کو جو اوروں کو جہاد سے روکتے ہیں (المعوقین بمعنی المشیطین ہے) اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں ہماری طرف چلے آؤ (ہلم بمعنی تعالوا ہے) اور لڑائی میں نہیں آتے مگر تھوڑے (وہ بھی زیاد کاری اور دکھانے کے لیے، الباس کے معنی لڑائی ہے) تمہاری مدد میں کمی کرتے پھر جب ڈر کا وقت آئے تم انہیں دیکھو گے تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ انکی آنکھیں گھوم رہی جیسے (اس کی نظر کی طرح یا اس کے گھومنے کی طرح) کسی پر موت (یعنی موت کی سختیاں) چھائی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جائے (اور مال جمع کر لیا جائے) تمہیں طعنہ دینے لگیں (تمہیں ایذا نہیں دیں یا تمہیں مجروح کر لیں) تیز زبانوں سے خیر (یعنی غیبت) کے لانچ میں (یعنی اس کی طلب میں) یہ لوگ (حقیقہ) ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے ان کے اور یہ (اعمال اکارت کر دینا) اللہ کو آسان ہے (اس کے ارادے کے ساتھ) وہ سمجھ رہے ہیں کہ (کافروں کے) لشکر ابھی نہ گئے (مکہ کی طرف ان سے خوفزدہ ہونے کی وجہ سے) اگر لشکر (دوبارہ) آئیں تو ان کی خواہش ہوگی (یو دو بمعنی یتمنوا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایہا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جائتکم جنود فارسلنا علیہم ریحاً و جنوداً لم تروہا﴾
 یایہا الذین امنوا: نداء، اذکروا: فعل امر بافاعل، نعمۃ اللہ علیکم: شبہ جملہ مفعول، اذ: مضاف، جائتکم جنود: فعل ومفعول و فاعل، ملکر فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ارسلنا علیہم: فعل بافاعل و ظرف لغو، ریحاً: مضافاً بمعطوف علیہ، و: عاطفہ، جنوداً: موصوف، لم تروہا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿و کان اللہ بما تعملون بصیراً﴾

و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص با اسم، بما تعملون بصیراً: شبہ جملہ خبر ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اذ جاء وکم من فوقکم و من اسفل منکم و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر﴾

اذ: مضاف، جاء وکم: فعل بافاعل ومفعول، من فوقکم: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، من اسفل منکم: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، و: عاطفہ، بلغت القلوب الحناجر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر ماقبل "اذ جاء تکم جنود" سے بدل واقع ہے۔

﴿وتظنون باللہ الظنونا ہنالک ابتلی المومنون و زلزلوا زلزالاً شدیداً﴾

و: عاطفہ، تظنون باللہ: فعل بافاعل و ظرف لغو، الظنونا مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، ہنالک: ظرف مکان مقدم، ابتلی: فعل مجہول، المومنون: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، زلزلوا: فعل با نائب الفاعل، زلزالاً شدیداً: مفعول مطلق ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و اذ یقول المنفقون و الذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ و رسوله الا غروراً﴾

و: عاطفہ، اذ: مضاف، یقول: فعل، المنفقون: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذین فی قلوبہم مرض: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر

فاعل، مگر جملہ فعلیہ قول، ما وعدنا: فعل نئی و مفعول، اللہ و رسولہ: معطوف علیہ و معطوف، مگر فاعل، الا: اداة حصر، غرورا: "وعدنا" مصدر محذوف کی صفت، مگر مفعول، مطلق، مگر جملہ فعلیہ مقولہ، مگر جملہ قولیہ مضاف الیہ، مگر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿و اذا قالت طائفة منهم يا اهل يثرب لا مقام لكم فارجعوا﴾

و: عاطفہ، اذ: مضاف، قالت: فعل، طائفة: موصوف، منهم: ظرف مستقر صفت، مگر فاعل، مگر جملہ فعلیہ قول، یا اهل یثرب: نداء، لا: نفی جنس، مقام: اسم، لكم: ظرف مستقر خبر، مگر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، مگر مقولہ، مگر جملہ قولیہ مضاف الیہ، مگر "اذکر" فعل محذوف کیلئے ظرف، مگر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، ارجعوا: فعل امر بافاعل، مگر جملہ فعلیہ، ہو کر شرط محذوف "ان سمعتم نصحی" کی جزاء، مگر جملہ شرطیہ۔

﴿و یستاذن فریق منهم النبی یقولون ان بیوتنا عورة و ما هی بعورة﴾

و: متانفہ، یستاذن: فعل، فریق: موصوف، منهم: ظرف مستقر صفت، مگر زوالحال، یقولون: قول، ان: حرف شبہ، بیوتنا: زوالحال، و: حالیہ، ما: مشابہ، بیس، ہی: اسم، ب: زائد، عورة: خبر، مگر جملہ اسمیہ حال، مگر اسم، عورة: خبر، مگر جملہ اسمیہ مقولہ، مگر جملہ قولیہ حال، مگر فاعل، النبی: مفعول، مگر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿ان یریدون الا فرارا﴾ ان: تانیہ، یریدون: فعل بافاعل، الا: اداة حصر، فرارا: مفعول، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿ولو دخلت علیہم من اقطارہا ثم سئلوا الفتنة لاتواہا و ما تلبثوا بها الا یسیرا﴾

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، دخلت: فعل مجہول "ہی" تہمیر زوالحال، من اقطارہا: ظرف مستقر حال، مگر نائب الفاعل، علیہم: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، سئلوا: فعل مجہول با نائب الفاعل، الفتنة: مفعول ثانی، مگر جملہ فعلیہ معطوف، مگر شرط، لام: تاکیدیہ، اتواہا: فعل بافاعل و مفعول، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما تلبثوا: فعل نفی بافاعل، بہا: ظرف لغو، الا: اداة حصر، یسیرا: "تلبثا" مصدر محذوف کی صفت، مگر مفعول مطلق، مگر جملہ فعلیہ معطوف، مگر جواب شرط، مگر جملہ شرطیہ۔

﴿و لقد کانوا عاہدوا اللہ من قبل لا یولون الا دبار﴾

و: عاطفہ، لام: تسمیہ، قد: تحقیقیہ، کانوا: فعل ناقص با اسم، عاہدوا اللہ من قبل: جملہ فعلیہ قسم، لا یولون: فعل نفی مجہول و نائب الفاعل، الا دبار: مفعول، مگر جملہ فعلیہ جواب قسم، مگر جملہ تسمیہ خبر، مگر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، مگر جملہ تسمیہ۔

﴿و کان عہد اللہ مسئولا قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل﴾

و: عاطفہ، کان: فعل ناقص، عہد اللہ: اسم، مسئولا: خبر، مگر جملہ فعلیہ، قل: قول، لن ینفع: فعل نفی، کم: مفعول، الفرار: فاعل، مگر جملہ فعلیہ مقولہ اول، ان: شرطیہ، فررتم: فعل بافاعل، من الموت او القتل: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ جزاء محذوف "فلن ینفعکم الفرار" کیلئے شرط، مگر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی، مگر جملہ قولیہ۔

﴿و اذا لا تمتعون الا قليلا﴾

و: عاطفہ، اذا: حرف جواب جزاء، لا تمتعون: فعل نفی با نائب الفاعل، الا: اداة حصر، قليلا: "تمتعا" مصدر محذوف کی صفت، مگر مفعول مطلق، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿قل من ذا الذی یعصمکم من اللہ ان ارادہکم سوء او اراد بکم رحمۃ﴾

قل: قول میں: استنباطیہ مبتدأ، ۱۵: اسم اشارہ مہدل مدہ، اللہ، موصول، بعصمکم من اللہ: جملہ فعلیہ صلہ، مکر بدل، مکر خبر، مکر جملہ اسبیہ مقولہ اول، ان شرطیہ، اراد: فعل بافاعل، بعکم، ظرف النور، سوء ا: مفعول، مکر جملہ فعلیہ جزا مہذوف "فمن ذا اللہی بعصمکم من اللہ" کیلئے شرط معطوف علیہ، او: عاطفہ، اراد بعکم رحمة: جملہ فعلیہ جزا مہذوف "فمن ذا اللہی بعصمکم سوء" کی شرط، مکر جملہ شرطیہ معطوف، مکر مقولہ ثانی، مکر جملہ قولیہ۔

﴿وولا یجسدون لهم من دون الله ولیا ولا نصیرا﴾۔

و: متانفہ، لا یجسدون: فعل نفی بافاعل، لهم: ظرف لغو، من دون اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، ولیا: معطوف علیہ ہو: عاطفہ، لا: تانیہ، نصیرا: معطوف، مکر زوال الحال، مکر مفعول، مکر فعلیہ متانفہ۔

﴿لقد یعلم اللہ المعوفین منکم والقائلین لاخوانہم لهم الینا﴾۔

قد: تحقیقیہ، یعلم اللہ: فعل وفاعل، المعوفین: ذوالحال، منکم: ظرف مستقر حال، مکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، القائلین لاخوانہم: شبہ جملہ معطوف، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ متانفہ، لهم: اسم فعل امر بافاعل، الینا: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وولا یاتون الباس الا قليلا﴾ اشحة علیکم﴾۔

و: متانفہ، لا یاتون: فعل نفی ضمیر ذوالحال، اشحة علیکم: شبہ جملہ حال، مکر قائل، الباس: مفعول، الا: اداة حصر، قليلا: ظرف زمان، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿فإذا جاء الخوف رایتهم یسظرون الیک تدر و اعینہم کالذی ینشی علیہ من الموت﴾۔

ف: متانفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء الخوف: فعل وفاعل، مکر جملہ فعلیہ شرط، رایتهم: فعل بافاعل، ہم: ضمیر ذوالحال، یسظرون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، تدر و اعینہم: فعل وفاعل، کاف: جار، الذی: موصول، ینشی علیہ من الموت: جملہ فعلیہ صلہ، مکر مجرور، مکر ظرف مستقر "دوران" مصدر محذوف کی صفت، مکر مفعول، مطلق، مکر جملہ فعلیہ حال، مکر قائل، الیک: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ حال، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ جزا، مکر جملہ شرطیہ متانفہ۔

﴿فإذا ذهب الخوف سلقو کم بالسنة حداد اشحة علی الخیر﴾۔

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ذهب الخوف: فعل وفاعل، مکر جملہ فعلیہ شرط، سلقوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، اشحة علی الخیر: شبہ جملہ حال، مکر قائل، کم: مفعول، بالسنة حداد: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ جزا، مکر جملہ شرطیہ۔

﴿اولئک لم یؤمنوا فاحبط اللہ اعمالہم وکان ذلک علی اللہ یسیرا﴾۔

اولئک: مبتدأ، لم یؤمنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، احبط اللہ اعمالہم: جملہ فعلیہ معطوف، مکر خبر، مکر جملہ اسبیہ، و: عاطفہ، کان ذلک: فعل ناقص واسم، علی اللہ یسیرا: شبہ جملہ خبر، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿یحسبون الاحزاب لم ینہوا وان یات الاحزاب یودوا لو انہم یادون فی الاعراب﴾۔

یحسبون الاحزاب: فعل بافاعل ومفعول، لم ینہوا: جملہ فعلیہ مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ متانفہ، و: عاطفہ، ان شرطیہ، یات الاحزاب: جملہ فعلیہ شرط، یودوا: فعل وفاعل، لو: مصدریہ، انہم: حرف مشبہ واسم، یادون فی الاعراب: شبہ جملہ خبر، مکر جملہ اسبیہ "تبت فعل محذوف کا قائل، مکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، مکر جملہ فعلیہ جزا، مکر جملہ شرطیہ۔

﴿یسألون عن انہالکم ولو کانوا فیکم ما قتلوا الا قليلا﴾۔

یسالون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، عن الیاءکم: ظرف لغو، و: حال، لو شرطیہ، کمالوا فیکم: جملہ فعلیہ شرط، ما قتلوا: فعل نفی بافاعل، الا: اداة حصر، فلیسلا: ظرف مستقر "لئلا" مصدر ممدوف کی صفت، بلکہ مفعول مطلق، بلکہ جملہ فعلیہ جزا، بلکہ جملہ شرطیہ حال، بلکہ فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

غزوہ احزاب کا بیان:

۱..... اس غزوہ کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں، موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ یہ سن ۴ ہجری میں رونما ہوا، ابن اسحاق کہتے ہیں سن ۵ ہجری، شوال المکرم کے مہینے میں رونما ہوا اور اسی پر اہل مغازی نے جزم کیا ہے جب کہ امام بخاری موسیٰ بن عقبہ کے قول کی جانب مائل ہوئے ہیں کہ یہ غزوہ سن ۴ ہجری میں ہوا۔ اس غزوہ کا سبب یہ بنا کہ بنو نضیر جلاوطن ہوئے اور ان کے ساتھ یہود میں سے سلام بن مشکم، ابن ابی اسحاق اور حنی بن اخطب بھی تھے، پس یہ خیبر سے نکلے اور مکہ مکرمہ کے قریش کے پاس پہنچے اور کہا: ”ہم محمد ﷺ کے حوالے سے تمہارے ساتھ ہیں“۔ غطفان بن قیس بن عیلام کو بھی سید عالم ﷺ کے خلاف جنگ پر تیار کر لیا گیا۔ دارالندوة پر جھنڈا لگا دیا گیا، قوم کا قائد ابوسفیان بن حرب تھا جو بعد میں اسلام لے آئے۔ لشکر کے لئے تین سو گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ تھے، بنو سلیم نے بنو ظہران کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور سات سو کے لشکر کے ساتھ سفیان بن عبد شمس جو کہ حرب بن امیہ کے حلیف تھے بھی ساتھ ہوئے۔ بنو اسد کے طلحہ بن خویلد الاسدی بھی ساتھ ہوئے جو کہ بعد میں اسلام لے آئے۔ غطفان کے قائد عیینہ بن حصن فزاری تھے جو کہ اسلام لانے کے بعد پھر سے مرتد ہو گئے اور سیدنا صدیق اکبر کے زمانے میں دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔ چار ہزار کا لشکر لے کر بنی مرہ کے عوف بن المری بھی شامل ہوئے جو کہ بعد میں تبوک کے وقت میں اسلام لے آئے۔ اٹھ کے ساتھ بھی چار ہزار کا لشکر تھا اور ان کے ساتھ مسعود بن زحیلہ بھی تھے جو کہ بعد میں اسلام لے آئے، اس کے علاوہ بھی کئی قبائل شامل ہو گئے اور مجموعی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی۔

مسلمانوں کی تعداد ابن اسحاق کے قول کے مطابق ایک ہزار یا تین ہزار تھی، مسلمانوں کے ساتھ سینتیس سے ۳۰ گھوڑے تھے۔ سید عالم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی کے مشورے پر خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔ سلح نامی پہاڑ کے پشت میں خندق کھودنے کا اہتمام کیا گیا، دس دس افراد کے گروپ بنا دیئے گئے، سلمان فارسی تہا دس افراد کا کام کرتے تھے۔ مہاجرین سلمان فارسی کو اپنے ساتھ، انصار اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے لیکن سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ سلمان میرے ساتھ اہل بیت (میں سے) ہیں۔ کفار خندق پار کرنے میں ناکام رہے اور ایک ماہ تک محاصرہ کیا، دوز سے تیر برس اتے، پتھر اڑ کرتے تاہم موقع جان کر ایک دن عمر بن عبدود اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ خندق پار کرنے میں کامیاب ہو گیا اور جب مقابلے کو لاکار تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے لگ نہ سکا اور واصل بہ جہنم ہوا اور اس کے باقی ساتھی بھاگ گئے۔ اب موقع ایسا آیا کہ بنو قریظہ اور قریش میں پھوٹ پڑ گئی، سرد موسم میں آندھی نے خمیے اکھیڑ کر رکھ دیئے، سامان رسد بھی ختم ہونے لگا مجبور ہو کر منہ کی کھانی پڑی۔

(السیرۃ النبویہ، کتاب المغازی، باب: الاحزاب، ج ۲، ص ۱۱۳ وغیرہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ وادی غطفان میں عیینہ اترے اور اس کے ساتھ اہل نجد بھی تھے، سید عالم ﷺ اور سلمان سلح نامی پہاڑ کی پشت میں خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے جبکہ عورتیں و نوجوان دو شیرازئیں قلعے میں موجود تھیں۔

☆..... احمد نے قوی سند سے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ”بی بی صفیہ (پھوپھی جان رحمت عالمیان ﷺ)“

خندق والے دن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلعے میں تھیں، پھر ان کے یہودی کو قتل کرنے کی بات بیان کی کہ جب انہوں نے یہودی کو قتل کر دیا تو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا: نیچے اترنیے اور اس کے مال و اسباب کو اپنی تحویل میں لے لیجئے، حسان نے فرمایا: ”اس مال میں سے بقدر حاجت لے لو“۔

(وفاء الوفاء، فی غزوة الخندق، ج ۱، حصہ: ۱، ص ۳۰۱ وغیرہ)

غزوة احزاب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائیں کرنا اور مشقت اٹھانا:

☆..... براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”احزاب کے دن خندق کی مٹی اٹھا کر دوسری جگہ لائی جا رہی تھی، میں نے دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کطن شریف پر غبار تھا، اور جسم مبارک پر بہت بال تھے، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی اٹھا کر دوسری جگہ ڈال رہے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: الاحزاب، رقم: ۴۱۰۵، ص ۶۹۶)

☆..... صحیحین کی حدیث ہے کہ احزاب کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: ”اے کتاب نازل کرنے والے، اے جلد حساب لینے والے، دشمن کو شکست دے اور ہماری مدد فرما“، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا: ”اے لوگو! دشمنوں سے ملنے کی تمنا نہ کرنا اور اللہ ﷻ سے عافیت کا سوال کرو، اور جب تم دشمن سے مل جاؤ تو صبر کرنا اور جانو کہ جنت تلوار کے سائے میں ہے، راہ خدا میں تلوار کا ضرب جنت تک پہنچا دیتا ہے“۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید دعا فرمائی: ”اے فریادری کرنے والے مکروہین (فرشتوں کی ایک قسم)، اے مضطر کے سننے والے، میرے غم، رنج و الم دور فرما، تو جانتا ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے ساتھ ہوا، مسلمانوں نے کہا: ”روح حلق تک پہنچنے سے پہلے ہمیں کوئی چیز ملی ہے؟“ لوگوں نے کہا: ہاں! فرمایا: ”کہو! اے اللہ ﷻ ہمارے عیبوں کو چھپائے رکھنا، اور ہمیں امن عطا فرماتا، پس جبرائیل امین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور خوشخبری ارشاد فرمائی کہ اللہ ﷻ ہوا نازل فرمائے گا اور (مدد کے لئے فرشتوں کا لشکر) بھی اتارے گا“، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ”اے اللہ تیرا شکر ہے“۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: غزوة الخندق وھی الاحزاب، رقم: ۴۴۱۵، ص ۶۹۷، بتغین)

غزوة احزاب میں نمازیں قضاء ہونا:

☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور کفار قریش کو برا کہنے لگے، اور کہا یا رسول اللہ! میں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے اور سورج غروب ہو گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے بھی ابھی تک نماز عصر ادا نہیں کی، پھر ہم بطحان (وداعی مدینہ) میں کھڑے ہوئے، پھر ہم نے نماز کے لئے وضو کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر آپ نے سورج غروب ہونے کے بعد نماز عصر پڑھائی اور پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔

(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب: من صلی بالناس، رقم: ۵۹۶، ص ۹۸)

☆..... حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوة احزاب کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ ﷻ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے نماز وسطیٰ کے وقت جنگ میں مشغول رکھا، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا“۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب: الدعاء علی المشرکین، رقم: ۲۹۳۱، ص ۴۸۴)

☆..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ خندق میں مشرکین نے ہمیں چار نمازوں کی ادائیگی سے مشغول رکھا حتیٰ کہ رات کا اتنا حصہ گزر گیا جتنا اللہ نے چاہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا، انہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی، پس آپ نے نماز ظہر پڑھائی، پھر اقامت کہی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر پڑھائی، پھر اقامت کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب پڑھائی، پھر اقامت کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء پڑھائی۔ (سنن الترمذی، کتاب الصلوة، باب: ما جاء فی الرجل، رقم: ۱۷۹، ص ۶۹)

علامہ یعنی "عملسۃ القاری" میں لکھتے ہیں کہ: خندق کے دن سید عالم ﷺ نے نماز مغرب ادا فرمائی پھر بعد نماز مغرب کے بعد اپنے صحابہ سے فرمایا: "کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ میں نے نماز عصر ادا فرمائی، بولے نہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے نہیں پڑھی پس نبی کریم ﷺ نے مؤذن کو اذان کا حکم دیا پس نماز عصر پڑھی اور پھر نماز مغرب کا اعادہ فرمایا۔ دشمن سے جنگ میں مشغول ہونے کے سبب اور قتال کرنے کے سبب نماز میں تاخیر جائز ہے، میں (علامہ یعنی) یہ کہوں گا کہ جائز نہیں بلکہ ایسے موقع پر نماز خوف کا حکم ہے لیکن اس وقت نماز خوف مشروع نہ تھی، ایک قول یہ بھی ہے کہ چھ افراد تھے جن کی نماز قضا ہوئی (۱) معاذ بن فضالہ الزہرانی (۲) عیشام بن ابی عبداللہ المستوائی (۳) عیسیٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمن (۵) جابر بن عبداللہ انصاری (۶) عمر بن خطاب۔ ایک قول یہ ملتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشرکین کو برا بھلا کہہ رہے تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کو خندق کھودنے میں مصروف رکھا یہاں تک کہ نمازیں فوت ہو گئیں۔

غزوہ احزاب کے معجزات:

☆..... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی گئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ پر بھوک کے آثار دیکھے، میں نے اپنی زوجہ کے پاس جا کر کہا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ میں شدید بھوک دیکھی ہے، اس نے ایک تھیلہ نکالا، جس میں چار کلو جو تھے اور ہمارے پاس ایک پالتو بکری تھی، میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور میری زوجہ نے آٹا پیسا وہ بھی میرے ساتھ فارغ ہو گئی، میں نے بکری کا گوشت کاٹ کر دپٹی میں ڈالا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے لگا، میری زوجہ نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا، میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ سے سرگوشی میں کہا: یا رسول اللہ! ہم نے بکری کا بچہ ذبح کیا ہے ایک صاع (چار کلو گرام) جو ہمیں لئے ہیں، جو ہمارے پاس تھے، آپ ﷺ چند اصحاب کو لے کر ہمارے ہاں چلے۔ رسول اللہ ﷺ نے بہ آواز بلند فرمایا: "اے اہل خندق! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے، سو تم لوگ چلو" اور رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "جب تک میں نہ آؤں، تم ہانڈی نہ اتارنا، نہ روٹی پکانا"، پھر میں گھر آیا اور سید عالم ﷺ بھی اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے آئے، میں اپنی زوجہ کے پاس گیا تو اس نے کہا: تمہاری ہی رسوائی و فضیحت ہوگی، میں کہا میں نے وہی کیا ہے جو تم نے کہا ہے تھا، پھر اس نے اپنا گندھا ہوا آٹا نکالا، آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دھن ڈالا، اور برکت کی دعا فرمائی، پھر آپ ﷺ نے ہماری دپٹی کا ارادہ کیا اور اس میں بھی اپنا لعاب ڈال کر برکت کی دعا فرمائی، پھر فرمایا: "ایک اور روٹیاں پکانے والی بلاؤ، جو تمہارے ساتھ مل کر روٹیاں پکائے"، دپٹی میں سے سالن نکالا لیکن اس کو چوہے سے نیچے نہ اتارا اس موقع پر ایک ہزار صحابہ تھے، اللہ کی قسم! سب نے میرا ہوکھایا اور کھانا بچ گیا، اور جس وقت آپ واپس گئے تو ہماری دپٹی اسی طرح جوش کھاری تھی، اور ہمارا گندھا ہوا آٹا اتنا ہی تھا اور اس سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: غزوہ الخندق وہی، رقم: ۴۱۰۲، ص ۶۹۵)

☆..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا، براء کہتے ہیں کہ خندق کی جگہ ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور پھاوڑوں سے نہیں ٹوٹ رہی تھی، مسلمانوں نے سید عالم ﷺ سے اس کی شکایت کی، عوف کہتے ہیں کہ پھر سید عالم ﷺ آئے اور فالتو کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے، آپ نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دی گئی، اور اللہ کی قسم! بیشک میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ مچلات دیکھ رہا ہوں"، آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی تو پھر اس چٹان سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئیں، اور اللہ کی قسم! بیشک میں اس جگہ سے اس کے شہروں اور سفید مچلات کو

دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی اور وہ چٹان کھل ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ اکبر مجھے یمن کی چاہیاں دے دی گئیں، اللہ اکبر! میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔“

(مسند ابی یعلیٰ، مسند البراء بن عازب، رقم: ۱۶۷۵، ج ۲، ص ۸۹)

فرشتوں کے ذریعے امداد ہونا:

۲..... اللہ ﷻ نے فرمایا کہ ”ہم نے لشکر بھیجا“ اس لشکر سے مراد فرشتے تھے، اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی، روایت ہے کہ اللہ نے نبی پاک ﷺ اور ان کے صحابہ کی مدد و نصرت کے لئے ہوائیں بھیجیں جس کی ٹھنڈ اور اڑتی ریت ان کافروں کے چہروں پر ہوتی اور فرشتوں نے اللہ کے حکم سے (ہواؤں کی مدد) سے ان کے خیموں کی طلا میں تک اکھیر کر رکھ دیں اور ستارے ان پر ماند پڑ گئے، اور ان کے دلوں میں مومنین کا رعب ڈال دیا اور فرشتوں کی مدد نے انہیں حیران کر دیا۔ طلحہ بن خولید الاسدی کہتا ہے: ”گلتا ہے محمد (ﷺ) نے چادوں کو دیا ہے، پس نجات مانگو نجات مانگو“، اور رسوا ہو کر بھاگ گیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے چاہا کہ سید عالم ﷺ کے لئے قوم کی کوئی خبر لے کر آؤں چنانچہ میں گیا میں نے ایک لشکر دیکھا جن کے پاس آگ کے انکاڑے تھے اور ایک آدمی دیکھا جو سیاہ قام جسامت میں موٹا تازہ جس کے ہاتھ میں بھی آگ کا انکاڑہ تھا جس پر مسح کر کے وہ سردی تاپ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کہہ رہا تھا: ”ترک مکان کرو ترک مکان کرو تمہارے لئے یہاں کوئی جائے پناہ نہیں۔“ جب کوئی آدمی اس لشکر میں جائے تو اسے ایک باشت بھر جگہ بھی خالی نہ دکھائی دے۔ میں نے ان کے کجاوے سے پتھروں کی آوازیں سنیں، اور تیز ہوائیں لپٹیں مارتی ہوئیں دیکھیں، پھر یہ لشکر سید عالم ﷺ کی جانب بڑھنے لگا اور نصف راستہ باقی رہا میں بیس گھوڑوں کی مسافت پر رہا تو میں نے دیکھا کہ وہ (فرشتوں کا) لشکر کہہ رہا تھا: ”اپنے ساتھیوں کو خبردار کرو اللہ ان کی قوم کے لئے کافی ہے۔“

(روح المعانی، الجزء: ۲۱، ص ۲۰۹، ملاحظاً)

یثرب کھنے کی ممانعت:

۳..... جب سید عالم ﷺ نے مکہ المکرمہ سے ہجرت کر کے یثرب کو مدینہ بنا دیا تو اب جائز نہیں کہ کوئی اسے یثرب کہے۔ متذکرہ آیت کا تاریخی پس منظر یوں ہے کہ جس وقت مسلمانوں کو آزمائشوں نے آلیا، سختی کے دن تھے، اسی وقت منافقوں کا نفاق بھی ظاہر ہو گیا اور جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی انہوں نے بے جا کلمات تلفظ کرنا شروع کر دیئے، اسی وقت میں سے ایک گروہ نے کہا: ”اے اہل یثرب مراد مدینہ تھا۔“

☆..... حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے کہ میں مکہ المکرمہ سے اس جانب ہجرت کروں گا جہاں کھجوروں کے باغ ہیں، میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ یمامہ ہے، پس وہ جگہ مدینہ (یثرب) تھی۔“

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب: محررة النبی ﷺ الى المدينة، رقم: تحت الباب، ص ۶۵۵)

علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: سید عالم ﷺ نے مدینہ کو یثرب اس وقت کہا جب کہ آپ ﷺ نے اس کا نام طیبہ نہیں رکھا تھا۔ بعض منافقین مدینہ کو یثرب کہتے تھے اور جو نام اس شہر کے لائق ہے وہ مدینہ ہے، اس لئے بعض علماء نے کہا کہ مدینہ کو یثرب کہنا مکروہ ہے، اور قرآن مجید میں ہے کہ غیر مومنین نے مدینہ منورہ کو یثرب کہا تھا، اور امام احمد حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جس نے مدینہ کو یثرب کہا تو وہ توبہ کرے، یہ طابہ ہے یہ طابہ ہے، اور اس کراہت کا سبب یہ ہے کہ یثرب یا تو عریب سے بنا ہے جس کا معنی ملامت کرنا ہے اور یا ثرب سے بنا ہے جس کا معنی فساد کرنا ہے، اور یہ دونوں نام قبیح ہیں اور نبی کریم ﷺ اچھے نام پسند فرماتے، اور عمر بن شہب نے ابویوب سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے اور

عیسیٰ بن دینار ماکلی نے کہا کہ جس نے مدینہ کو بیٹرب کہا اس کا گناہ لکھا جائے گا۔ حضرت لوح کے پرپوتے کے پرپوتے بیٹرب بن قانیہ نے اس شہر کو سب سے پہلے مسکن بنایا تھا اسی کے نام سے اس کا نام بیٹرب پڑ گیا۔

(فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب: محجرة النبی ﷺ الى المدينة، رقم: تحت الباب، ج ۷، ص ۲۸۸)

☆..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مدینے کو بیٹرب کہا وہ اللہ ﷻ سے استغفار کرے، یہ طابہ ہے یہ طابہ ہے۔“

(مسند ابی یعلیٰ، مسند البراء بن عازب، رقم: ۱۶۸۸، ج ۲، ص ۹۰)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اس شہر میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو دوسرے شہروں کو کہا جائے گا، لوگ اس کو بیٹرب کہتے ہیں، اور وہ مدینہ ہے وہ رے لوگوں کو اس طرح نکال دے گا جیسا کہ بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب فضائل المدينة، باب: فضل المدينة وانها تنفی الناس، رقم: ۱۸۷۱، ص ۳۰۶)

سید عالم ﷺ نے اس کا نام مدینہ رکھا، اس کی وجہ وہاں لوگوں کا رہنا سہنا اور جمع ہونا اور اس سے انس و محبت رکھنا ہے اور آپ نے اسے بیٹرب کہنے سے منع کیا اس لئے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام ہے یا اس لئے کہ یہ ”بیٹرب“ سے بنا ہے جس کے معنی ہلاکت اور فساد ہے اور تخریب، یعنی سرزنش اور ملامت یا اس وجہ سے کہ بیٹرب کسی بت یا کسی جاہر و سرکش بندے کا نام تھا، امام بخاری اپنی تاریخ میں ایک حدیث لائے ہیں کہ جو کوئی بیٹرب کہہ دے تو اسے دس مرتبہ مدینہ کہنا چاہئے تاکہ اس کی تلافی اور تدارک ہو جائے۔

(الفتاویٰ الرضویہ، مخرجه، کتاب الحضرة و اباحت، ج ۲۱، ص ۱۱۹)

فضائل مدینہ:

☆..... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”مدینہ طیبہ ہے یہ گناہوں کو اس طرح مٹاتا ہے جس طرح آگ چاندی کے زنگ کو مٹا دیتی ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: غزوة احد، رقم: ۴۰۵۰، ص ۶۸۶)

☆..... حضرت جابر بن سمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔“

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: المدينة تنفی شرارها، رقم: (۳۲۴۶)/۱۳۸۵، ص ۶۴۴)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”مدینہ لوگوں کے لئے بہتر ہے اگر جانتے، مدینہ کو جو شخص بطور اعراض چھوڑے گا، اللہ اس کے بدلے میں اسے لائے گا جو اس سے بہتر ہوگا اور مدینہ کی تکلیف و مشقت پر جو ثابت قدم رہے گا بروز قیامت میں اس کا شفیق یا شہید ہوگا۔“

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: فی فضل المدينة، رقم: (۳۲۰۸)/۱۳۶۳، ص ۶۳۷)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص مدینہ کے ساتھ نمائی کا ارادہ کرے گا، اللہ اسے آگ میں اس طرح پھلے گا جیسا کہ سیسہ یا اس طرح جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: فی فضل المدينة، رقم: (۳۲۰۹)/۱۳۶۳، ص ۶۳۷)

☆..... سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”یمن فتح ہوگا اس وقت کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو ان کی اطاعت میں ہیں لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر جانتے، اور شام فتح ہوگا کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آئیں گے اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر جانتے، اور عراق فتح ہوگا کچھ لوگ جلدی کرتے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر جانتے۔“

(صحیح البخاری، کتاب: فضائل المدینة، باب: من رغب عن المدینة، رقم: ۱۸۷۵، ص ۳۰۲)
 ☆..... ابن عمر سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس سے ہو سکے مدینہ میں مرے کہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت فرماؤں گا۔“
 (جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب ما جاء فی فضل المدینة، رقم: ۳۹۴۳، ص ۱۱۰۶)

جنگ سے رہ جانے والے لوگ:

۵..... جاننا چاہیے کہ اللہ ﷻ نے منافقین کے اعمال و افعال کی مذمت فرمائی، پس انسان کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ جس راستے کو چاہے اختیار فرمائے، پس جو مدائی کو پاتا ہے اسے فقط اپنے نفس کو لٹھن طعن کرنا چاہیے اور نبی پر کسی کا فریاد مانع کو حدایت دینا لازم نہیں ہے لہذا کسی نافرمان کو حدایت سے بہرہ مند کر دینا کیوں کر لازم ہوگا؟ جیسا کہ خود آقائے دو جہاں سرور زبیراں کا فرمان مقدس نشان ہے: ”میں صرف رسول ہوں اور مجھ پر ہدایت دینا لازم نہیں اور اگر حدایت دینا مجھ پر لازم ہوتا تو زمین میں موجود ہر چیز امن میں آجاتی اور ابلیس گمراہ ہوا اور اس کے ہاتھ میں گمراہ کرنا ہوتا روئے تو زمین پر کوئی بھی گمراہی سے نہ بچتا، لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔“

ہر شخص کے لئے فنا اور ہلاک ہونا ضروری ہے چہ جائے کہ طبعی موت مرے یا کسی تلوار سے، اور اس موت کا وقت بھی متعین ہے لہذا جب تقدیر سبقت کر جاتی ہے اور قلم جاری ہوتا ہے تو کوئی بھی موت سے راہ فرار نہیں کر سکتا۔ امام رابع فرماتے ہیں کہ قتل کی اصل یہ ہے کہ روح جسم سے نکل جائے۔

(روح البیان، ج ۷، ص ۱۸۱)

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۳۶۰)

دوسرا فریق جو جنگ سے رہ جانے والا تھا وہ بنو حارثہ تھا۔

اغراض:

متحزبون: بمعنی مجتمعون ہے، ما قبل گزر چکا ہے کہ کفار کی تعداد بارہ ہزار تھی جب کہ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی اور منافقین بھی ان میں شامل تھے۔ ملائکہ فرشتوں کی تعداد ایک ہزار تھی لیکن انہوں نے قتال نہ کیا، بلکہ کفار کے دلوں میں رعب برپا کیا۔
 من اعلیٰ الوادی: مراد قبیلہ اسد و غطفان ہے۔ من کل جانب: یعنی ہر جانب سے گھیرے ہوئے ہونا مراد ہے۔
 والیاس: مراد منافقین اور بعض ضعیف (الاعتقاد) مسلمان ہیں۔

ہی ارض المدینة: مدینہ کا پرانا نام عمالقہ کے ایک شخص کے نام پر بیثرب تھا لیکن سید عالم ﷺ نے اس نام کو لینے سے منع فرمایا اور اسے طیبہ، طابہ، قہۃ الاسلام اور دارالکھیرت فرمایا۔ ولا مکانة: مراد یہ ہے کہ بیثرب جائے قیام نہیں ہے۔

جبل خارج المدینة: یعنی شہر اور خندق کے درمیان، پس مسلمان شہر کو پیچھے چھوڑ چکے اور دشمنوں کے سامنے (مد مقابل) آگئے۔
 عن الوفاء بہ: یعنی انسان سے وعدے کے پورا کرنے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔
 المشبطين: سے مراد منافقین ہیں جو قتال میں سستی کرنے والے تھے۔

ریاء و سمعة: یعنی جو جہاد سے سستی کرے اگر وہ شریک ہوگا بھی تو فاسد اغراض کے حصول کے لئے شریک ہوگا۔
 حقیقۃ: یعنی دل سے ایمان نہ لائے اگرچہ ظاہری اعتبار سے کلمہ پڑھتے ہیں۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۲۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۹

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة ﴿بکسر الهمزة وضمّھا﴾ حسنة ﴿ابتداءً بہ فی القتال والنبات فی مواطینہ﴾ ﴿لمن ﴿بمئل من لکم﴾ کان یرجو اللہ ﴿بفتح اللام﴾ والیوم الآخر و ذکر اللہ کثیرا

(۲۱) ﴿بِخِلَافٍ مِّن لِّسَانِكَ﴾ ولما را المؤمنون الاحزاب ﴿مِنَ الْكُفَّارِ﴾ قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله ﴿مِنَ الْاِثْلَاءِ وَالنَّصْرِ﴾ وصدق الله ورسوله ﴿فِي الْوَعْدِ﴾ وما زادهم ﴿ذَلِكَ﴾ الا ايمانا ﴿تَصْدِيقًا بِوَعْدِ اللَّهِ﴾ وتسلما ﴿۲۲﴾ ﴿لَا يَمُرُّهُ﴾ من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه ﴿مِنَ الْغَيَابِ﴾ مع النبي ﷺ ﴿فَمِنْهُمْ﴾ من قضى نحبه ﴿مَاتَ﴾ او قُتِلَ ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ومنهم من ينتظر ﴿مِنَ ذَلِكَ﴾ وما بدلوا تبديلا ﴿۲۳﴾ ﴿فِي الْعَهْدِ﴾ وَهُمْ بِخِلَافٍ حَالِ الْمُنَافِقِينَ ﴿لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ﴾ بِصَدَقَتِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ ان شاء ﴿بَانَ يُؤْمِنْتَهُمْ عَلَىٰ يَفَاقِهِمْ﴾ او يتوب عليهم ﴿ان شاء﴾ ان الله كان عفورا ﴿لَمَن تَابَ﴾ ﴿رَحِيمًا﴾ ﴿۲۴﴾ ﴿بِهِ﴾ ورد الله الذين كفروا ﴿اَيَ الْاَحْزَابِ﴾ بغيظهم لم ينالوا خيرا ﴿مُرَادِهِمْ مِنَ الظُّفْرِ بِالْمُؤْمِنِينَ﴾ وكفى الله المؤمنين القتال ﴿بِالرَّيْحِ وَالْمَلِيكَةِ﴾ وكان الله قويا ﴿عَلَىٰ اِيْجَادِ مَا يُرِيدُهُ﴾ عزيزا ﴿۲۵﴾ ﴿غَالِبًا عَلَىٰ اَمْرِهِ﴾ وانزل الذين ظاهروهم من اهل الكتب ﴿اَيَ فَرِيضَةً﴾ من صياصيتهم ﴿خُضُوعِهِمْ جَمْعُ صَيْصِيَةٍ وَهُوَ مَا يَتَّخِضُنَّ بِهِ﴾ وقلد في قلوبهم الرعب ﴿الْخَوْفِ﴾ فريقا تقتلون ﴿مِنْهُمْ﴾ وَهُمْ الْمُقَاتِلَةُ ﴿وتاسرون فريقا﴾ ﴿۲۶﴾ ﴿مِنْهُمْ اَيَ الذَّرَارِيِّ﴾ واورثكم ارضهم وديارهم واموالهم وارضا لم تطنوها ﴿بَعْدُ وَهِيَ خَيْرٌ اُحْدَثُ بَعْدَ فَرِيضَةٍ﴾ و﴿وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا﴾ ﴿۲۷﴾.

﴿تَوْجِيه﴾

پیشک تمہیں رسول کی پیروی بہتر ہے (یعنی جنگ میں اور جنسی مورچوں میں ثابت قدم رہنے میں حضور کی اقتداء کرنا بہتر ہے اسوۃ ہمزہ مسورہ اور مضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اس کے لیے (لمن یہ لکم سے بدل ہے) جو اللہ اور پیچھے دن کا خوف رکھتا ہو (سرجو بمعنی یخاف ہے) اور اللہ کو بہت یاد کرے (بخلاف ان لوگوں کو جو ان صفات کے حامل نہیں) اور جب مسلمانوں نے کفار کے لشکر دیکھے بولے یہ ہے وہ (آزمائش اور موٹ) جس کا ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے (وعدہ کے بارے میں) اور (اس نے) انہیں نہ بڑھایا مگر ایمان (یعنی اللہ ﷻ کے وعدہ کی تصدیق کرنا) اور (اس کے حکم کو) تسلیم کرنا مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا وہ عہد (نبی پاک ﷺ کی معیت میں ثابت قدم رہے گا یعنی) اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا (انتقال کر چکا یا راہ خدا میں شہید ہو چکا) اور کوئی (اس کی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ) عہد کے بارے میں (ذرا نہ بدلے) (ان کا حال منافقین کے حالات کے بالکل برخلاف ہے تاکہ اللہ تمہیں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو عذاب کرے اگر چاہے) انہیں ان کے نفاق پر موت عطا فرمانا مراد ہے) یا انہیں توبہ دے پیشک اللہ بخشنے والا ہے (توبہ کرنے والوں کو) اور (ان پر) رحم فرمانے والا ہے اور اللہ نے کافروں کو (یعنی ان لشکروں کو) ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ پلٹایا (وہ اپنی مراد یعنی مسلمانوں پر فتح وصلہ پانا حاصل نہ کر سکے) اور اللہ نے مسلمانوں کو (بارش برسا کر فرشتے نازل فرما کر) لڑائی کی کفایت فرمادی اور اللہ قوت رکھنے والا ہے (ہر چاہے کو ایجاد کرنے پر) عزیز ہے (یعنی اپنے امر پر غالب ہے) اور جن

اہل کتاب نے (یعنی بنو قریظہ نے.....) ان کی مدد کی تھی انہیں ان کے قلعوں سے اتارا (صیاصیہم جمع ہے صیصتکی بمعنی حصونہم، اس کا معنی قلعہ ہے) اور ان کے دلوں میں رعب (یعنی خوف) ڈالا (ان میں سے) ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو (اور یہ وہ لوگ ہیں جو تم سے جنگ کرنے والے تھے) اور (ان میں سے) ایک گروہ کو قید (یعنی عورتوں اور بچوں کو) اور ہم نے تمہارے ہاتھ لگائے ان کی زمین اور ان کے مکان اور ان کے مال اور وہ زمین جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے (اب تک اس سے مراد خیبر.....) ہے، خیبر کی فتح قریظہ سے جنگ کے بعد ہوئی (اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر و ذکر اللہ کثیرا﴾

لام: قسمیہ، کان: فعل ناقص، لکم: جار مجرور بدل منہ، لام: جار، من: موصولہ، کان: فعل ناقص واسم، یرجو اللہ والیوم الآخر: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذکر اللہ کثیرا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر بدل، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، فی رسول اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، اسوۃ حسنۃ: ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ولما را المؤمنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا ورسوله﴾

و: عاطفہ، لما: ظرفیہ شرطیہ ظرف مقدم، را: فعل و قائل، الاحزاب: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قالوا: قول، هذا: مبتدأ، ما: موصول، وعدنا ورسوله: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿و صدق اللہ ورسولہ وما زادہم الا ایمانا و تسلیما﴾

و: عاطفہ، صدق: فعل، اللہ ورسولہ: قائل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما زادہم: فعل نفی و قائل و مفعول، الا: اداة حصر، ایمانا و تسلیما: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن المؤمنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ﴾

من المؤمنین: ظرف مستقر خبر مقدم، رجال: موصوف، صدقوا: فعل با قائل، ما عاہدوا اللہ علیہ: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا﴾

ف: عاطفہ، منہم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، قضی نحبہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، منہم: ظرف مستقر خبر مقدم، من ینتظر: موصول صلہ، ملکر مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما بدلوا: فعل نفی با قائل، تبدیلا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولیحزی اللہ الصدقین بصدقہم ویعذب المنفقین ان شاء او یتوب علیہم﴾

لام: جار، یحزی اللہ الصدقین: فعل و قائل و مفعول، بصدقہم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یعذب: فعل با قائل، المنفقین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، ان: شرطیہ، شاء: جملہ فعلیہ جزا، محذوف "فیعذب المنفقین" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ، او: عاطفہ، یتوب علیہم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ما قبل "صدقوا" پر معطوف ہے۔

﴿ان اللہ کان غفور رحیما﴾

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، کان غفور رحیما: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، برد اللہ: فعل و فاعل، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، بغیظہم: ظرف مستقر حال اول، لم ینالوا اخیرا: جملہ فعلیہ حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿و کفی اللہ المؤمنین القتال و کان اللہ قویا عزیزا﴾

و: عاطفہ، کفی اللہ: فعل و فاعل، المؤمنون: مفعول اول، القتال: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص واسم، قویا عزیزا: خبر ان، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و انزل اللہین ظاہر و ہم من اہل الکتب من صیاصیہم و قذف فی قلوبہم الرعب﴾

و: عاطفہ، انزل: فعل با فاعل، اللہین ظاہر و ہم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من اہل الکتب: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، من صیاصیہم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قذف فی قلوبہم الرعب: فعل با فاعل و ظرف لغو و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فریقا تقتلون و تأسرون فریقا و اورثکم ارضہم و دیارہم و اموالہم و ارضا لم تظنواھا﴾

فریقا: مفعول مقدم، تقتلون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تأسرون: فعل با فاعل، فریقا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اورثکم: فعل با فاعل و مفعول، ارضہم: مفعول علیہ، و: عاطفہ، دیارہم: معطوف اول، و اموالہم: معطوف ثانی، و: عاطفہ، ارضا موصوف، لم تظنواھا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و کان اللہ علی کل شیء قذیرا﴾

و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص واسم، علی کل شیء قذیرا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

سید عالم علیہ السلام کی پیروی کرنے کے محامل:

۱..... اسوۃ بمعنی قدوۃ یعنی پیشوا ہے، اسوۃ اسے بھی کہتے ہیں جس کی پیروی یا اقتداء کی جائے، یعنی تابعداری کی جائے۔ تمام افعال و احوال میں اس کی پیروی کی جائے۔ اور اس تابعداری کرنے میں چہرہ زخمی ہوتا ہے تو ہو جائے، دانت ٹوٹے ہوں تو ٹوٹ جائیں، چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں، پیٹ بھوکا رہے، صرف صبر اور راضی بارضار ہنا ضروری ہے۔

سید عالم ﷺ کے اس اسوۃ کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے یا مستحب، اس بارے میں دو اقوال ہیں: (۱)..... واجب ہے لیکن دلیل مستحب ہونے کی ملتی ہے، (۲)..... مستحب ہے لیکن دلیل واجب ہونے کی ملتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ دینی امور میں عمل کرنا واجب اور دنیاوی امور میں مستحب ہے۔
(القرطبی، الجزء: ۲۱، ص ۱۳۹)

☆..... جب سید عالم ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہوا تو دعا فرمائی: "اللہم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون" (المرجع السابق)

☆..... حضرت انس بن نضر کو اُحد میں اسی سے زیادہ زخم کھا گئے لیکن رحمت عالمیان کی جانب ایک تیر نہ بڑھنے دیا۔

(السیرۃ النبویۃ، ج ۱، الجزء: ۱، ص ۴۵)

☆..... غزوہ اُحد میں سید عالم ﷺ کا دانت مبارک زخمی ہوا اور چہرہ مبارک خون آلود ہوا، سید عالم ﷺ نے تہمت کے لئے دعائے ضرر فرمائی: "اللہم لا تحول علیہ الحول حتی یموت کافر الے اللہ اس پر سال نہ گزرنے پائے اور یہ کافر مرے۔

(السیرۃ النبویۃ، ج ۱، الجزء: ۱، غزوہ اُحد، ص ۵۲)

☆..... صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں بھوک کی شکایت کرتے ہوئے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھائے تو سید

عالم رضی اللہ عنہ اپنے شکم اطہر سے کپڑا اٹھا کر دوپتھر دکھائے۔ (سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب: ما جاء فی معیشتہ رقم: ۲۳۷۸، ص ۶۸۶)

فضائل عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

۱۔..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عام الفیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے، حبشہ کی جانب سب سے پہلے ہجرت فرمائی اور بعد میں مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی، اسی وجہ سے آپ کو دو ہجرتوں، دونوروں (بی بی رقیہ وام کلثوم سے نکاح کرنے کی وجہ سے) اور دو قبلوں (کی جانب موٹھ کر کے نماز پڑھنے) والا کہا جاتا ہے۔ بی بی رقیہ کی علالت کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے، اور انہی ایام میں محترمہ بی بی رقیہ نے پردہ فرمایا۔ ان کا شمار ان دس صحابہ میں ہوتا ہے جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت ملی اور ان چھ اصحاب میں سے ہیں جو سید عالم کی شوری میں شریک تھے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تبوک میں ایک ہزار اونٹ (مع سامان) اور ستر اونٹ گھوڑے عطا فرمائے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ رات میں (قیام کی حالت میں) ایک رکعت میں ختم قرآن فرماتے تھے۔ سعید بن زید کہتے ہیں جو شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے تو حقیقت میں اس سے بغض رکھنا چاہیے۔ ابن عباس کہتے ہیں اگر روئے زمین کے سارے لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل پر جمع ہو جائیں تو آسمان سے ان کی ہلاکت کو پتھر برسائے جائیں۔ عبداللہ بن سلام کہتے ہیں: عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے فتنے کا جو دروازہ کھلا ہے وہ قیامت تک بند نہ ہو سکے گا۔

(تہذیب التہذیب، حرف العین: من اسمہ عثمان، ج ۵، ص ۵۰۳ وغیرہ)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ امید و خوف کی ملی جلی کیفیت میں رہتے، رات کو قیام میں گزارتے، دن میں سخاوت کرتے اور روزے رکھتے، یہ وہ ہستی ہیں جنہیں آزمائش کی خبر دی گئی اور انہی کو نجات کی خبر بھی دی گئی۔ نافع کہتے ہیں کہ سید عالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میری امت میں سب سے زیادہ مکرم اور حیاء والے عثمان غنی ہیں“۔ (حلیۃ الاولیاء، باب: عثمان غنی، رقم: ۱۵۷، ج ۱، ص ۹۳ وغیرہ)

☆..... حضرت ابو موسیٰ الأشعری کہتے ہیں: ”میں سید عالم رضی اللہ عنہ کے ہمراہ موجود تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی، حضور نے فرمایا: ”آنے والے کو جنت کی بشارت دے دینا“، میں نے دروازہ کھولا تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے چنانچہ میں نے پیغام پہنچا دیا، سید عالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ ان کا کام دگار ہو“۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: عثمان غنی رضی اللہ عنہ، رقم: تحت الباب، ص ۶۲۱)

کرامات: علامہ تاج الدین سبکی اپنی کتاب ”طبقات“ میں فرماتے ہیں: ایک شخص نے سر راہ کسی عورت کو بُری نگاہ سے دیکھا پھر جب امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت باعظمت میں حاضر ہوا تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے نہایت پُر جلال لہجے میں فرمایا: ”تم لوگ ایسی حالت میں میرے پاس آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں!“ اُس شخص نے جل بھن کر کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ پر وحی اترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں؟ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: ”مجھ پر وحی تو نہیں آتی لیکن میں نے جو کہا وہ بالکل سچ ہے، الحمد للہ رب العالمین! اللہ نے مجھے ایسی فراست عطا فرمائی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں کی حالت جان لیتا ہوں“۔

(حجة الله على العالمین، ص ۶۱۳)

امام مالک فرماتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اُس حصے کے پاس سے گزرے جو ”حش کوکب“ کہلاتا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کھڑے ہو کر یہ فرمایا: ”عقرب یہاں ایک شخص دفن کیا جائے گا“۔ کچھ دنوں بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے جنازے پر اتنی اودھم بازی کی کہ نہ تو آپ رضی اللہ عنہ کو روضہ رسول کے قریب دفن کیا جاسکا اور نہ ہی جنت البقیع میں اس جانب جہاں کبار صحابہ مدفون ہیں، بلکہ آپ کو مقام ”حش کوکب“ میں دفن کیا گیا جو اس وقت جنت البقیع کا غیر معروف حصہ تھا۔

(ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، الجزء ۳، ص ۴۱)

شہادت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو صحابہ کی ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مکروہ جانا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو دوست رکھتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے بارہ سال تک خلافت کی اور اپنی خلافت کے پچھلے چھ سالوں میں اپنے چچا زاد بھائیوں کو حاکم بنانے لگے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا حاکم بنایا۔ لوگوں نے اس کے ظلم و ستم کی شکایت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ابی سرح کو دھمکایا لیکن اس نے ان کی باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جن سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منع کیا تھا اور جو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے ان کو مار کر قتل کر دیا۔ پھر مزید سات سو آدمی مدینہ منورہ آئے اور شکایت کی اور ابن ابی سرح کی معزولی کی درخواست پیش کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ انہوں نے بھی یہی خواہش کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے تم اپنے لئے کوئی شخص پسند کر لو، پس محمد بن ابی بکر کی تقرری آپ نے لکھ دی۔ جب یہ محمد بن ابی بکر مصر روانہ ہوئے راستے میں ایک غلام ملا جو اپنے اونٹ کو اس تیزی سے چلا رہا تھا گویا کسی کو ڈھونڈ رہا ہے۔ لوگوں نے پوچھا تو کہا کہ میں امیر المؤمنین کا غلام ہوں مجھے انہوں نے عامل مصر کے پاس بھیجا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ مصر کے حاکم تو یہ ہیں۔ اس غلام کی تلاش لینے پر ایک خط برآمد ہوا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے ابن ابی سرح کو لکھا گیا تھا کہ ”تیرے پاس محمد اور قلاں قلاں شخص آئیں تو کسی حیلہ بہانے سے انہیں قتل کر دینا اور ان کی تقرری کے فرمان کو باطل جانتا“ یہ قافلہ مدینہ طیبہ لوٹا اور طلحہ، زبیر، علی، سعد رضی اللہ عنہ کے سامنے خط کو کھولا گیا۔ تمام صحابہ کرام عثمان غنی کے پاس گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غلام بھی میرا ہے اور اونٹ بھی میرا ہے اور خط پر مہر بھی میری ہی لگی ہوئی ہے لیکن میں نے نہ تو انہیں حکم دیا اور نہ ہی خود اس خط کو لکھا۔ بعد میں پہچانا گیا کہ یہ خط مروان کا لکھا ہوا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کسی وجہ سے مروان کو ان کے حوالے کرنے کے انکار کی وجہ سے لوگ بلوہ پر جم گئے اور آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور پانی اندر جانا بند کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین مشکیزیں اندر بھجوائیں مگر وہ آپ کو نڈل سکیں۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسین کریمین کو آپ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہرہ دار بنا دیا۔ محمد بن ابی بکر اور ان کے دو انصاری ساتھی دیوار کو ڈکرائی کر پھینچ گئے اور کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ محمد بن ابی بکر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو! جب میں اجازت دوں تو آنا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کی بیوی بھی تھیں۔ پس محمد بن ابی بکر اندر گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو داڑھی سے پکڑ لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ اگر تمہارا باپ اس فعل کو دیکھتا تو نہ امانتا۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر نے آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک چھوڑ دی۔ پھر ان کے دونوں ساتھیوں نے اندر آ کر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور بھاگ گئے۔ بعد میں محمد بن ابی بکر نے بیان دیا کہ میں قتل کے ارادے سے گیا ضرور تھا لیکن جب انہوں نے مجھے میرے باپ کے بارے میں یاد دلایا تو میں ہٹ گیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر پاک ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۶، ۸۸، ۸۹ یا ۹۰ سال تھی۔ ۲۳ ذی الحجہ کو آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(تاریخ الخلفاء، ص ۲۳۲ وغیرہ)

وعدیے پر ثابت قدم رہنے والے دیگر صحابہ کرام:

۳..... جن صحابہ نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ کبھی راہ خدا میں جہاد کریں گے اور اللہ کی عطا سے شہادت کا درجہ پائیں گے، ان کے نام یہ ہیں: حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، سعید بن زید، حضرت حمزہ، حضرت معصب بن عمیر، اور بعض مقام پر انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے۔

(عزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۶۰)

انس بن نضر: کا بیان ما قبل حاشیہ نمبر ۱ میں گزر گیا۔ حضرت عثمان غنی: کا بیان ما قبل حاشیہ نمبر ۲ میں گزر گیا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ: نے بھی اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ایک غزوہ میں جام شہادت نوش فرمایا جس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت

عطا فرمائی: ”اوجب طلحة الجنة یعنی طلحہ کے لئے جنت واجب ہوگئی“۔

(سنن الترمذی، کتاب الجہاد، باب: ما جاء فی الدرع، رقم: ۱۶۹۸، ۳۷۲۸، ص ۵۱۵)

حضرت مصعب بن عمیر: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُحد سے واپس آئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ راستہ میں مقتول پڑے ہوئے تھے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے کھڑے ہو کر دعا فرمائی اور یہ آیت ﴿مَنْ مَاتَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَجَالَ صَدَقَاتِهِ مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمَنْهُمْ مِنْ قَضِي نَحْبِهِ وَمَنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا﴾ مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرانہ بدلے (الاحزاب: ۲۳) تلاوت فرمائی۔ پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے نزدیک شہداء ہیں، سو تم ان کے پاس آیا کرو اور ان کی زیارت کیا کرو، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت تک جو شخص بھی ان کو سلام کرے گا یہ اس کے سلام کے جواب دیں گے“۔

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۳۶۵)

سعید بن زید: بن عمر بن نفیل حق گو، مال لٹانے والے، خواہشات کو مارنے والے اور راہ دین میں لڑنے والے تھے۔ راہ دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، مستجاب الدعوات تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ”طبقات الکبریٰ“ میں ہے کہ گیارہویں صحابی تھے جنہیں جنت کی بشارت ملی تھی۔ ماہر فن رجال کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید اور طلحہ کو جنگ بدر میں شریک ہونا تھا لیکن کسی وجہ سے شریکین کے عار دلانے پر شریک نہ ہو سکے۔

(تہذیب التہذیب، حرف السین: من اسمہ سعید، ج ۳، ص ۳۲۵)

غزوہ بنو قریظہ کا حال:

۳..... سن ۵ ہجری میں یہود سے بنو قریظہ رو نما ہوا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے واپس تشریف لائے تو نماز ظہر کے بعد بنو قریظہ سے جنگ کرنے کا حکم آیا، بنو قریظہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کے کفار کے ساتھ جنگ میں شریک ہو گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار صحابہ کے ساتھ ان کے خلاف جہاد کرنے کے لئے روانہ ہوئے اور ان کو پچیس دن محاصرہ میں رکھا، آخر کار انہوں نے منظور کر لیا کہ حضرت سعد بن معاذ کو ان کے معاملہ میں حاکم بنا دیا جائے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کر دیئے جائیں، عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا جائے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے“۔ سو ایسا ہی کیا گیا مردوں کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی“۔

(السیرۃ النبویۃ، غزوۃ بنی قریظہ، ج ۲، ص ۱۳۳ وغیرہ)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اب بھی لوہار کی بھٹی کی طرح غبار اڑتا دیکھ رہا ہوں“، جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور سفر میں غبار اڑ رہا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب، رقم: ۴۱۱۸، ۶۹۸)

☆..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا: ”تم میں سے ہر کوئی شخص عصر کی نماز بنو قریظہ میں ادا کرے“، بعض مسلمانوں کو راستے میں نماز عصر کا وقت آ گیا، تو ان میں سے بعض نے کہا ہم بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز عصر پڑھیں گے، اور بعض نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہیں تھی اور انہوں نے وہیں راستہ میں عصر کی نماز پڑھ لی، پھر انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فریق پر ملامت کا اظہار نہیں کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب، رقم: ۴۱۱۹، ص ۶۹۸)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے اپنے باغات سے چند کھجور کے درخت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے متعین کر دیئے تھے یہاں تک کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے قبائل فتح ہو گئے، (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایا واپس کر دیئے) تو میرے گھر والوں نے کہا جاؤ ہم نے جو کھجوریں دیں تھیں ان کا کچھ یا سب واپس لے آؤ، ادھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہ کھجوریں ام ایمن کو دے چکے تھے، اسی اثناء میں وہ بھی آگئیں اور میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہنے لگیں ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، اب یہ کھجوریں تمہیں نہیں ملیں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کھجوریں مجھے دے چکے ہیں، تب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم ان کھجوروں کے بدلے میں مجھ سے اتنی چیزیں لے لو (اور ان کی کھجوریں انہیں واپس کر دو)، انہوں نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، حتیٰ کہ آپ نے انہیں دس ہزار کھجوریں عطا کرنے کو فرما دیا۔“ (صحیح البخاری کتاب المغازی، باب: مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب، رقم: ۴۱۲۰، ص ۶۸۹)

☆..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو قریظہ نے کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ کے فیصلے کے مطابق اپنے قلعوں سے باہر آجائیں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو بلوایا، وہ ایک دراز گوش پر سوار ہو کر آئے جب مسجد کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: ”اپنے سردار کو (سواری سے اتارنے کے لئے ان کی) طرف کھڑے رہو، آپ نے فرمایا: ”یہ لوگ تمہارے فیصلے کو مان کر قلعے سے نکل آئے ہیں“، حضرت سعد نے کہا ان کے جنگجو قتل کیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا“، ایک روایت میں ہے: ”ان کے اموال کو تقسیم کر دیا جائے۔“

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب، رقم: ۴۱۲۱، ۴۱۲۲، ص ۶۹۸)

غزوہ خیبر کے حالات و محرکات :

۵..... غزوہ غابہ کے تین دن بعد خیبر پیش آیا، خیبر کے یہود اسلام کے سخت دشمن تھے، غزوہ احزاب میں اگرچہ ان کو کامیابی نہ ہوئی مگر وہ اسلام کو مٹانے کے لئے برابر سازش کرتے تھے۔ غطفان ان کو مدد دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار چھ سو کی جمیعت کے ساتھ نکلے جن میں سے دو سو سوار اور باقی سب پیادہ تھے۔ اس المناقین عبد اللہ بن ابی بن سلول نے اہل خیبر کو کہلا بھیجا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے لڑنے آرہے ہیں۔ مگر تم ان سے نہ ڈرنا۔ تمہاری تعداد بہت ہے، یہ تو مٹھی بھر آدمی ہیں جن کے پاس ہتھیار تک نہیں، اس سفر میں جب لشکر اسلام صہباء میں پہنچا جو خیبر سے بارہ میل پر ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھ کر کھانا طلب فرمایا۔ صرف ستو پیش کئے گئے جو حسب الارشاد پانی میں گھول دیئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے وہی کھائے۔ مقام صہباء سے روانہ ہو کر خیبر کے قریب غطفان و یہود کے درمیان وادی رجع میں اترے تاکہ غطفان یہود کی مدد کو نہ جاسکیں، چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ یہ مقام اسلامی کیمپ یا لشکر گاہ مقرر ہوا اور یہاں سے لڑائی کے لئے تیار ہو کر جایا کرتے اور زخمیوں کو علاج کے لئے یہیں لایا کرتے۔ رات گزارنے کے بعد دوسرے دن صبح تین بار یوں پکارا ”اللہ اکبر خوبت خیبر انا اذا انزلنا بساحة قوم نساء صباح المنذرین یعنی اللہ اکبر! خیبر ویران ہو گیا، ہم جب کسی قوم کی انگنائی میں اترتے ہیں تو ڈرائے گیوں کی صبح بڑی ہوتی ہے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو یونہی دعا مانگا کرتے تھے، داخل شہر ہو کر یکے بعد دیگرے تمام ہی قلعے فتح کئے۔ قوموں نامی قلعہ جو کہ اسی نام کی پہاڑی پر قائم تھا اور اس میں عرب کا مشہور پہلوان مرحب رہتا تھا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پہل ابو بکر صدیق کو بھیجا مگر قلعہ فتح نہ ہوا، محاصرہ تنگ ہونے لگا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کل جسٹڈ ایک شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا؟ دوسرے دن صبح کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی کہاں ہیں؟ عرض کی گئی ان کی آنکھوں میں آشوب چشم ہے، فرمایا؟ انہیں بلاؤ، جب وہ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دھن ان کی آنکھوں میں لگا کر دعا ارشاد فرمائی، فوراً صحتیاب

ہو گئے۔ حضرت علیؑ کی بہادری اور جانفشانی سے وہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ قوم کے بعد باقی قلعے جلد فتح ہو گئے، اس معرکہ میں ۹۳ یہود مارے گئے اور ۱۵ صحابہ کرام شہید ہو گئے۔ فتح خیبر کے بعد زمین پر قبضہ کر لیا گیا لیکن یہود کی درخواست پر نصف پیداوار صلح کر لی گئی۔

(سیرت رسول عربی، ص ۱۹۳ وغیرہ)

اغراض:

اقتداء: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اسوۃ مصدر بمعنی الائتساء ہے، کہا جاتا ہے کہ فلاں نے فلاں کی پیروی کی۔
فی القتال: سید عالمؑ کے اقوال، افعال اور احوال کی اقتداء کرنا واجب ہے، یعنی اپنی خواہش سے نہ تو کلام کرے اور نہ ہی افعال بجالاتے بلکہ جمع افعال، اقوال اور احوال میں اپنے رب کی رضا چاہے۔ ذلک: مراد وعدہ وصدق ہے۔

ذلک: اللہ کی راہ میں موت آنا مراد ہے۔

بخلاف حال المنافقین: منافقین نے اپنے عہد و پیمان کو بدل ڈالا، پس ان میں سے جب کوئی قتال کا ارادہ کرتا تو اپنی جان، مال کا خوف کرتا انہیں اللہ کی رضا کی جستجو نہ ہوتی۔

بالریح: پس تیز ہواؤں نے ان کے خیموں کو اکھڑ دیا۔ وہم المقاتلة: چھ سو یا سات سو کی تعداد تھی۔

ای الدراری: سات سو یا پچاس خادما میں بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔

وہی خمیر: خیبر اور اس کے علاوہ ہرزمن پر قیامت تک مسلمان بستے ہو گئے۔

اخذت بعد قریظہ: کا بیان خاشیہ نمبر ۴۳ میں دیکھ لیں۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۲۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۰

﴿يا ايها النبي قل لا زواجك﴾ وَهَنْ تَسَعٌ وَطَلَبُنْ مِنْهُ مِنْ زِينَةِ الدُّنْيَا مَا لَيْسَ عِنْدَهُ ﴿ان كُنْتُمْ تَرُدُّونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيْنَتَهَا فَعَالِيْنَ اَمْتَعَكُنْ ﴿اٰى مَتْعَةُ الطَّلٰقِ ﴿وَاَسْرَحٰكُنْ سَرٰحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ اَطْلَقُكُنَّ مِنْ غَيْرِ ضِرَارٍ ﴿وان كُنْتُمْ تَرُدُّونَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ ﴿اٰى الْجَنَّةِ ﴿فَاَنْ لِّلّٰهِ اَعْدٌ لِّلْمُحْسِنٰتِ مَنْكُنْ ﴿بَارَادَةٌ الْاٰخِرَةَ ﴿اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ اٰى الْجَنَّةِ فَاخْتَرْنَ الْاٰخِرَةَ عَلٰى الدُّنْيَا ﴿يَنْسَاۗءُ النَّبِيَّ مِنْ يٰتِ مَنْكُنْ بِفٰحِشَةٍ مَّيْمِنَةٍ ﴿بِفَتْحِ الْيٰءِ وَكَسْرِهَا اٰى بَيِّنَتْ اَوْ هِيَ بَيِّنَةٌ ﴿يُضَعْفُ ﴿وَفِي قِرَاۗءَةِ يُضَعْفُ بِالتَّشْدِيْدِ وَفِي اٰخِرٰى تُضَعْفُ بِالنُّونِ مَعَهُ وَنُصِبَ الْعَذَابُ ﴿لَهَا الْعَذَابُ ضَعْفَيْنِ ﴿ضَعْفٰى غَيْرَ هُنَّ اٰى مِثْلِيْهِ ﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عَلٰى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

ترجمہ

اے نبیؐ بتانے والے اپنی بیبیوں سے فرمادے (ان ازواج مطہرات.....)..... رضی اللہ عنہن کی تعداد تو تھی انہوں نے حضور ﷺ سے اس دنیاوی زینت کا سوال کیا تھا جو حضور اپنے پاس نہیں رکھتے تھے) اگر تم دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتی ہو تو میں تمہیں مال دوں (یعنی طلاق کا متاع دوں.....)..... اور اچھی طرح چھوڑ دوں (بغیر کوئی ضرور دے تمہیں طلاق دیدوں) اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گم (یعنی جنت) چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے (آخرت کا ارادہ رکھنے کے سبب) بڑا اجر (یعنی جنت کو) تیار کر رکھا ہے (تو ان ازواج مطہرات، رضی اللہ عنہن نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور اسے اختیار کیا) اے نبیؐ کی بی بیوں جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے..... (مہینہ کو یا مفتوحہ اور مسکورہ دونوں کے ساتھ

پڑھا گیا ہے یہ بمعنی بینت ہے یا ہی بینت ہے) اس پر دو نا (ضعف کو ایک قرائت میں مشدود اور دوسری قرائت میں مخفف پڑھنے کے ساتھ اسے علامت مضارع نون اور لفظ العذاب کے نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے) عذاب ہوگا (یعنی دیگر عورتوں کے مقابلے میں دو نا یعنی دو مثل عذاب ہوگا.....) اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿یا ایہا النبی قل لا زواجک ان کنتن تردن الحیوة الدنیا وزینتها فتعالین﴾

یا ایہا النبی: نداء، قل لا زواجک: قول، ان: شرطیہ، کنتن: فعل ناقص با اسم، تردن: فعل با فاعل، الحیوة الدنیا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، زینتها: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، تعالین: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿امتعنک وامسر حکن سراحا جمیلا﴾

امتعنک: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اسر حکن: فعل با فاعل ومفعول، سراحا جمیلا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب امر واقع ہے۔

﴿وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنت منکن اجرا عظیما﴾

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، کنتن: فعل ناقص با اسم، تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، اعد: فعل با فاعل، لام: جار، محسنت: ذوالحال، منکن: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، اجرا عظیما: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ینساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضعف لها العذاب ضعفین﴾

ینساء النبی: نداء، من: شرطیہ مبتدأ، یات: فعل "هو"، ہمیز ذوالحال، منکن: ظرف مستقر حال، بفاحشۃ مبینۃ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، یضعف لها: فعل مجہول وظرف لغو، العذاب: نائب الفاعل، ضعفین: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿وکان ذلک علی اللہ یسیرا﴾

و: عاطفہ، کان ذلک: فعل ناقص واسم، علی اللہ یسیرا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... یا ایہا النبی قل لا زواجک..... ☆ سید عالم ﷺ کی ازواج مطہرات نے آپ ﷺ سے دنیاوی سامان طلب کئے اور فقہ میں زیادتی کی درخواست کی، یہاں تو کمال زہد تھا کہ سامان دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارا نہ تھا، اس لئے یہ خاطر اقدس پر گراں گزرا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواج مطہرات کو تخمیر دی گئی۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

ازواج مطہرات کا اہل بیت میں داخل ہونا:

۱..... نبی پاک ﷺ کے اہل بیت میں آپ ﷺ کی ازواج، بیٹیاں، صہر (سسرال) یعنی داماد داخل ہیں ایک قول یہ بھی

کیا گیا ہے کہ سید عالم ﷺ کی پاک بیہیاں، اور مرد حضرات اہل میں داخل ہیں جن کا بیان ﴿انما یرید اللہ لیذهب..... الخ﴾ میں ہوا ہے، اور ”اہل“ کو منصوب قابل مدح ہونے کی حیثیت سے رکھا گیا ہے اور قرآن میں حضرت نوح ﷺ کے حوالے سے ہے: ﴿انہ لیس من اہلک بے شک وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے﴾ (ہود: ۴۶) ﴿زجاج کہتے ہیں اس جملے میں اہل سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں نجات دینے کا وعدہ نہیں دیا گیا، اور ایک قول یہ ہے کہ مراد دینی اعتبار سے اہل کا نہ ہونا ہے اور ہر نبی کا اہل اس کی امت ہوا کرتی ہے۔

(لسان العرب، الحرف الالف، ج ۱، ص ۲۵۳ ملخصاً)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

کسی شخص کے اہل بیت میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو اس کے نسب، دین، پیشہ، گھر یا شہر میں شریک ہوں، لغت میں کسی کے اہل وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کے گھر میں رہتے ہوں، پھر مجازاً جو لوگ اس کے نسب میں شریک ہوں ان کو بھی اس کے اہل کہا جاتا ہے، سید عالم ﷺ کے خاندان مبارک کو بھی اہل بیت کہا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے﴾ (الاحزاب: ۳۳)۔ کسی شخص کی زوجہ کو اس کے اہل میں تعبیر کیا جاتا ہے اور اہل اسلام اسے کہتے ہیں جو سب ہی اسلام کے ماننے والے ہوں اور چونکہ اسلام نے مسلمان و کافر کے مابین نسبی رشتے کو منقطع کر دیا ہے کیونکہ اللہ نے حضرت نوح ﷺ کے حوالے سے فرمایا: ﴿ینوح انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں﴾ (ہود: ۴۶)۔

(المفردات، ص ۳۹)

امام فخر الدین رازی کہتے ہیں:

اہل بیت کی تعین میں مختلف اقوال ہیں، اولی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اہل بیت میں آپ ﷺ کی اولاد، ازواج، حسن و حسین اور علی بھی داخل ہیں، کیونکہ آپ کی بیٹی کے واسطے سے حضرت علی ؓ بھی آپ کے اہل ہیں۔

(الرازی، ج ۹، ص ۱۶۸)

امام بیضاوی کہتے ہیں:

شیعہ حضرات کے نزدیک اہل بیت فقط بی بی فاطمہ، حضرت علی، حسن و حسین ہیں رضی اللہ عنہم، ایک دن سید عالم ﷺ سیاہ چادر لے کر آئے پھر فاطمہ، علی، حسن و حسن کو اس میں داخل کر کے فرمایا ﴿انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے﴾ (الاحزاب: ۳۳)۔ یہ روایت اس پر دلیل ہے کہ اہل بیت میں ان کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہے، ہم کہتے ہیں نص صریح کے مقابلے میں روایت کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا لہذا آیت مذکورہ ازواج مطہرات کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی، ج ۷، ص ۴۸۶ وغیرہ، روح البیان، ج ۷، ص ۲۰۴)

☆..... بی بی عائشہ پر منافقین نے تہمت لگائی تو سید عالم ﷺ نے انکی برأت کے حوالے سے فرمایا: ”یا معشر المسلمین من یعدرنی من رجل قد بلغنی عنہ اذاہ فی اہلی واللہ ما علمت علی اہلی الا خیر یعنی اے مسلمانو! اس شخص کے معاملے میں کون میری مدد کرے گا جو مجھے میرے اہل یعنی زوجہ کے متعلق بُری بات کر کے اذیت دیتا ہے، مجھے اپنے (اہل یعنی) زوجہ میں سوائے خیر کے کسی چیز کا علم نہیں۔“

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: حدیث الافک، رقم: ۴۱۴۱، ص ۷۰۳)

سید عالم ﷺ کو طلاق دینے کا اختیار ہونا:

۲..... علامہ بغوی کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کی ازواج نے آپ ﷺ سے دنیوی ساز و سامان کا مطالبہ کیا اور فقہ میں اضافہ کرنے کا مطالبہ کیا، ان کے اس رویے سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچی تو آپ ﷺ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور ایک مہینہ تک ان

کے قریب نہ آنے کی قسم کھالی، اور اسی وقت میں اپنے اصحاب کی طرف باہر تشریف نہ لے گئے، صحابہ کرام کو نظر لاجن ہوئی اور کہنے لگے کہ آپ ﷺ کا کیا حال ہے؟ (آپ باہر تشریف نہیں لائے)، ان میں سے کچھ یہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا میں تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دوں گا۔ چنانچہ میں سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں مسجد میں داخل ہوا تو مسلمان کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی ہے۔ کیا میں انہیں مطلع کر دوں کہ آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا؟ فرمایا: ہاں! اگر تو چاہے، پس میں مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا اور بلند آواز کے ساتھ ندا دی کہ سید عالم ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی۔

(المظہری، ج ۵ ص ۵۱۸)

☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور سید عالم ﷺ سے آنے کی اجازت طلب فرمائی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ سید عالم ﷺ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دے رہے، پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی گئی، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی اجازت دے دی گئی، انہوں نے دیکھا کہ سید عالم ﷺ تشریف فرما ہیں اور ارد گرد ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی ہیں، چہرے انور پر افسردگی کے آثار نمایاں ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دل میں سوچا کہ میں ضرور کوئی بات کہہ کر انہیں ہنسواؤں گا چنانچہ کہا: یا رسول اللہ! کاش آپ دیکھتے کہ بنت خاریجہ مجھ سے نفقہ کا سوال کرے اور میں ان کی گردن مروڑ دوں، سید عالم ﷺ مسکرا دیئے، اور فرمایا: ”یہ مجھ سے نفقہ کا سوال کر رہی ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر بی بی عائشہ کی گردن مروڑنے لگے اور عمر فاروق بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی معاملہ کرنے لگے۔ دونوں حضرات کہہ رہے تھے کہ تم سید عالم ﷺ سے اس چیز کا سوال کر رہی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کی قسم کھاتی ہیں کہ آئندہ کسی ایسی چیز کا سوال نہ کریں گے جو آپ ﷺ کے پاس نہ ہو۔ سید عالم ﷺ نے ایک ماہ یا تیس دن اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار فرمائی۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قول ان کتن تردن اللہ، رقم ۴۷۸۶، ص ۸۴۱ بتصریح ظلی)

سید عالم ﷺ نے اپنی پاک بیویوں کو اختیار دیا تھا کہ اگر وہ دنیا چاہیں تو سرکارِ دو عالم ﷺ انہیں اپنے نکاح سے قارغ کر دیں اور اگر آخرت چاہیں تو انہیں اپنے نکاح میں برقرار رکھیں۔ جس وقت یہ معاملہ پیش آیا اس وقت سرکارِ دو عالم ﷺ کے نکاح میں نو ازواج تھیں جن میں سے پانچ قریشی: (۱)..... بی بی عائشہ، (۲)..... بی بی حفصہ، (۳)..... ام حبیبہ بنت ابوسفیان، (۴)..... بی بی سوہہ بنت زمعہ، (۵)..... بی بی ام سلمہ بنت ابی امیہ، اور چار غیر قریشی تھیں: (۶)..... بی بی صفیہ بنت حنی بن اخطب الخیر، (۷)..... بی بی میمونہ بنت حارث ہلالیہ، (۸)..... بی بی زینب بنت جحش اسدیہ، (۹)..... جویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ عنہن۔

ازواج مطہرات نے سید عالم ﷺ سے جو کچھ طلب فرمایا اسکی قدرے تفصیل یہ ہے: چنانچہ ام سلمہ نے معلم طلب فرمایا، بی بی میمونہ نے یمن کے حلوں کا مطالبہ کیا، بی بی زینب نے دھاری دار چادروں کا مطالبہ کیا، ام حبیبہ نے حوی کپڑوں کا مطالبہ کیا، بی بی حفصہ نے مصر کے کپڑوں کا مطالبہ کیا، بی بی جویریہ نے سر پر باندھنے کے کپڑوں کا مطالبہ کیا، بی بی سوہہ نے خیر کی چادر کا مطالبہ کیا، بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری، کتاب التفسیر، باب: یا ایہا النبی قل بوقم: ۴۷۸۴، ج ۱۲، ص ۲۲۷)

☆..... بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ ہمیں سید عالم ﷺ نے اختیار دیا تھا تو ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کر لیا تھا اور ہم پر کسی چیز (یعنی طلاق کا) شمار نہیں کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب: من غیر ازواجہ، باب: بوقم: ۵۲۶۲، ص ۹۴۰)

قرآن میں پاک بی بیوں کی جانب حیا کے خلاف نسبت کرنا:

۳..... نبی کی بی بیوں میں جو صریح حیاء کے خلاف کوئی جرأت کرے یعنی ظاہری نافرمانی کرے جیسا کہ فرمان مقدس نشان الحسن اشراکت لیسطن عملک تو اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو تیرا سب کیا دھرا کارت جائے گا (المزمرہ: ۶۰) یعنی ان میں سے کوئی حیاء کے خلاف جرأت کرے، پس اللہ ﷻ نے حضرات انبیائے کرام کی ازواج کو حیاء کے خلاف امور سے محفوظ رکھا ہے، ابن عباس کہتے ہیں اس سے مراد شوہر کی نافرمانی کرنا اور بُرے اخلاق سے پیش آنا ہے۔ (المخازن، ج ۳، ص ۴۲۴)

دونا عذاب ہونے کا معنی:

۴..... اگرچہ حضرات انبیائے کرام کی ازواج کو اللہ ﷻ نے حیاء کے خلاف امور سے محفوظ رکھا ہے تاہم ایک مسئلہ سمجھانا مقصود ہے کہ ان کے اس قسم کے اعمال کا عذاب بھی دوگنا ہوگا، جیسا کہ ظاہر ہے کہ آزاد شخص کی حد غلام کے مقابلے میں دوگنی ہوتی ہے، عالم کی نسبت غیر عالم کا معاملہ، جیسا کہ امام زین العابدین سے منقول ہے کہ جب انہیں کسی شخص نے کہا: ”اہل بیت بخش دیئے گئے ہو“ آپ ﷺ غضب ناک ہو گئے اور کہا: ”ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے نیکیوں کا اجر دوگنا اور گناہ گاروں کا عذاب دوگنا ہوتا ہے، ایسے ہی ہمارا اور ازواج نبی ﷺ کا حال ہے، پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۱، ص ۲۴۴ وغیرہ)

نوٹ: میری عقیدت یہ کہتی ہے کہ امام زین العابدین نے خوف خدا میں یہ بات کہی تھی ورنہ آپ کا مقام بہت بلند ہے، اللہ ہمیں انکے قدموں کی وصول کا صدقہ عطا فرمادے۔

اغراض:

وہن تسعة: عطائین، ج ۳، صفحہ نمبر ۱۱۱ کا مطالعہ کیجئے، یہاں برکت حاصل کرنے کے لئے فقط تین اشعار جو کہ علمائے کرام نے پاک بیبیوں کے نام کو جمع کر کے ذکر کیا ہے، درج ذیل بیان کرتے ہیں:

توفی رسول اللہ عن تسع نسوة..... الیہن تعزی المکرمات وتنسب

لعائشۃ میمونۃ وصفیۃ..... وحفصۃ تملوہن ہند وزینب

جویریۃ مع رملۃ ثم سودۃ..... ثلاث وست نظمن مہذب

اطلقکن من غیر ضرار: یعنی بغیر کسی مشقت کے طلاق دینا مراد ہے۔

فاخترن الآخرة علی الدنيا: یہ پاک بی بیوں یا رساں تھیں، وارد ہوتا ہے کہ بی بی عائشہ کے پاس بیت المال سے اسی ہزار درہم آئے جسے آپ نے اپنی خادمہ کے ذریعے غریبوں میں تقسیم کروا دیا اور خود روزے سے تھیں، شام کو افطار کے وقت اپنی خادمہ سے کہا کہ کچھ ہو تو افطار کے لئے پیش کرو تو انہوں نے معذرت کر لی کہ سب کچھ راہ خدا میں دے چکی ہوں، آپ کی افطار کے لئے کچھ نہیں بچا۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۳۶ وغیرہ)

العذاب: سے مراد دنیاوی و اخروی عذاب ہے۔

رکوع نمبر: ۱

﴿وَمَنْ يَفْعَلْ﴾ یعنی ﴿منکن للہ ورسولہ وتمعمل صالحا لوثہا اجرہا مرتین﴾ ای مثلی ثواب غیرہن من نساء و فی قرانہ بالتحتانیۃ فی تعمل و ثوبہا ﴿واعندنا لہارزقا کریم﴾ ﴿۳۱﴾ ﴿فی الجنۃ زیادۃ﴾ ﴿ینساء النبی لستن کاحد﴾ کجماعہ ﴿من النساء ان اتقین﴾ اللہ فان کن اعظم ﴿فلا تخضعن بالقول﴾ للرجال ﴿فیطمع الذی فی قلبہ مرض﴾ ﴿ینفاق﴾ ﴿وقلن قولا معروفا﴾ ﴿۳۲﴾ ﴿من غیر خضوع﴾ ﴿و قرن﴾ ﴿بکسر القاف وفتحہا﴾ ﴿فی بیوتکن﴾ ﴿من القرار واصلہ القرین﴾ ﴿بکسر الراء وفتحہا﴾ ﴿من قررت بفتح الراء وکسرہا نقلت حرکۃ الراء الی القاف وخذفت ہمزۃ الوصل﴾ ﴿ولا تبرجن﴾ ﴿بترک احدى الثائین من اصلہ﴾ ﴿تبرج الجاہلیۃ الاولی﴾ ﴿ای ما قبل الإسلام من اظہار النساء محاسنہن للرجال و الاظہار بعد الإسلام مذکور فی آیۃ ولا یبدین زینتہن الا ما ظہر منها﴾ ﴿واقمن الصلوۃ واتین الزکوۃ واطعن اللہ ورسولہ﴾ انما یرید اللہ لیزہب عنکم الرجس ﴿الائم﴾ ﴿اہل البیت﴾ ﴿ای نساء النبی﴾ ﴿ویطہرکم﴾ ﴿منہ﴾ ﴿تطہیرا﴾ ﴿۳۳﴾ واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من ایت اللہ ﴿القران﴾ ﴿والحکمۃ﴾ ﴿السنة﴾ ﴿ان اللہ کان لطیفا﴾ ﴿باولیائہ﴾ ﴿خبیرا﴾ ﴿۳۴﴾ ﴿بجمیع خلقہ﴾

﴿ترجمہ﴾

اور جہنم میں فرمانبردار ہے اللہ اور رسول کے (یعنی یسوع ہے) اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دو ٹاؤ ثواب دیں گے (یعنی دیگر عورتوں کے مقابلے میں دگنا ثواب دیں گے)..... ایک قرأت میں تعمل اور نو تھا علامت مضارع یاء کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، یعنی يعمل اور یؤ تھا ہے) اور ہم نے اس کے لیے (جنت میں) عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے، اے نبی کی بی بیوں اور عورتوں کی طرح نہیں ہو (دیگر عورتوں کے گروہ کی طرح نہیں ہو) اگر (اللہ تعالیٰ سے) ڈرو (تو تم سب عورتوں سے عظیم تر ہو) تو (مردوں سے) بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی (دل میں نفاق رکھنے والا) کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کرو (بغیر نرم انداز اختیار کئے)..... ۲.....) اور اپنے گھروں میں ٹھہری ہو (وقرن قاف مکسورہ اور مفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ فعل "قرار" سے ماخوذ ہے صیغہ کی اصل القرون ہے، راء مکسورہ اور مفتوحہ دونوں کے ساتھ ہے، یا قررت سے ماخوذ ہے، راء مفتوحہ اور مکسورہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے، راء کی حرکت قاف کو دے کر اسے مع ہمزہ وصل کے حذف کر دیا گیا ہے) اور بے پردہ نہ رہو (ولا تبرجن اصل میں دو تاء تھیں، جن میں سے ایک کو حذف کر دیا) جیسے اگلی جاہلیت (یعنی اسلام سے پہلے کی) بے پردگی..... ۳..... (کہ عورتیں مردوں کے سامنے اپنے محاسن کو ظاہر کیا کرتی تھیں، اظہار محاسن کا بعد اسلام میں جو حکم ہے وہ اس آیت مذکورہ ولا یبدین زینتہن الاما ظہر منها) میں ہے) اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے (اے نبی کے گھروالوں) (یعنی نبی ﷺ کی بی بیوں..... ۴.....) کہ تم سے رجس (یعنی گناہ کو) دور فرما دے اور تمہیں (گناہ سے) پاک کر کے خوب ستم کر دے اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں (یعنی قرآن پاک) اور حکمت (یعنی سنت) بیشک اللہ لطف فرمانے والا ہے (اپنے اولیاء پر) خبر رکھنے والا ہے (اپنی تمام مخلوق) کی۔

﴿ترکیب﴾

﴿وَمَنْ يَفْعَلْ مِنْكُمْ خَيْرًا فَلْيَأْكُرْهُمَا﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدأ، یفعلت: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، ممکن: ظرف مستقر حال، مکر فاعل، لہ: ورسولہ: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تسعمل صالحا: جملہ فعلیہ معطوف، مکر شرط، لہا: فعل بافاعل ومفعول، اجرہا: مفعول ثانی، مرتین: مفعول مطلق، مکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اعتدنا لہا: فعل بافاعل وظرف لغو، رزقا کریمًا: مفعول، مکر جملہ فعلیہ معطوف، مکر جزا، مکر جملہ شرطیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿يَنْسَاءُ النَّبِيُّ لِسْتَنْ كَاحِدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنْ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾

ینسأ النبوی: نداء، لستن: فعل ناقص با اسم، کاف: جار، احد: موصوف، من النساء: ظرف مستقر صفت، مکر مجرور، مکر ظرف مستقر خبر، مکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، مکر جملہ ندائیہ، ان: شرطیہ، اتقیتن: فعل بافاعل، مکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، لا تخضعن: فعل نفی بافاعل، بالقول: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ جواب شرط، مکر جملہ شرطیہ۔

﴿فَيُطْمَعُ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقَلْنِ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾

ف: سببیہ، یطمع: فعل، الذی: موصول، فی قلبہ: ظرف مستقر خبر مقدم، مرض: مبتدأ مؤخر، مکر جملہ فعلیہ صلہ، مکر فاعل، مکر جملہ فعلیہ نبی کے بعد واقع ہے، و: عاطفہ، قلن: فعل امر بافاعل، قولًا معروفًا: مفعول، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَقَرْنِ فِي بَيْوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَةِ الْأُولَى﴾

و: عاطفہ، قرن: فعل امر بافاعل، فی بیوتکن: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تبرجن: فعل نفی بافاعل، تبرج: مضاف، الجاہلیۃ الاولی: مضاف الیہ، مکر مفعول مطلق، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾

و: عاطفہ، اقمن الصلوۃ: فعل امر بافاعل ومفعول، مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، آتین الزکوۃ: فعل امر بافاعل ومفعول، مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اطعن: فعل امر بافاعل، اللہ ورسولہ: مفعول، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿إِنَّمَا يَرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

انما: حرف مشبہ وما کافہ، یرید اللہ: فعل وفاعل، لام: جار، یذہب عنکم الرجس: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، مکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یطہرکم تطہیرًا: جملہ فعلیہ معطوف، مکر بقدر ان مجرور، مکر ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، اهل البيت: نداء، مکر جملہ ندائیہ۔

﴿وَإِذْ كُنَّ نِسَاءً مَلْحُومًا وَبَدَأَ رَسُولُ اللَّهِ نَادِيًا لِأَهْلِ الْبَيْتِ﴾

و: عاطفہ، اذ کن: فعل امر بافاعل، ما: موصول، یتلئ فی بیوتکن: جملہ فعلیہ صلہ، مکر ذوالحال، من: جار، آیت اللہ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الحکمۃ: معطوف، مکر مجرور، مکر ظرف مستقر حال، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، کان لطیفًا خبیرًا: جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿تَشْرِيحُ تَوْضِيحُ وَاعْتِرَاضُ﴾

دیگر عورتوں کے مقابلے میں دو گنا ثواب:

۱..... تقویٰ کی رعایت کرنے اور دوسرے قناعت و حسن معاشرت کے ذریعے سید عالم ﷺ کی رضا حاصل کرنے کی وجہ سے

(الحمل، ج ۶، ص ۱۶۹)

دو گنا اجر دیئے جائیں گے اور یہ قول ابوسعود کا ہے۔

ابن ابی بن حاتم ریح سے اور وہ انس سے متذکرہ آیت اور اس سے ما قبل ﴿یضعف لها العذاب ضعفين أس پر اوروں سے دو گنا عذاب ہوگا (الاحزاب: ۲۰)﴾ کے تحت فرماتے ہیں: جس طرح نبی کی بیبیوں کو صریح حیاء کے خلاف جرأت کرنے پر دیگر مومنہ عورتوں کے مقابلے میں دو گنا عذاب ہوگا۔ بالکل اسی طرح کسی مسلمان عورت کو کسی ننگی پردس گنا اجر ملے تو نبی کی پاک بیبیوں کو بیس گنا اجر ملے گا اور اسی کی مثل جب کسی چیز میں دیگر عورتوں کو دس گنا سے زیادہ اجر و ثواب ملے تو نبی کی پاک بیبیوں کو اس سے دو گنا ملے گا اور اسی طرح عذاب کا معاملہ بھی ہے جیسا کہ ما قبل بیان ہو چکا اور ان پاک بیبیوں کا اجر میں دو گنا اضافہ ان کے شرف و کرامت کی وجہ سے ہے کہ انہیں اس ہستی سے نسبت حاصل ہے جو کہ خلق خدا میں سب سے بہتر ہیں۔ اور آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان کے اعمال صالحہ کی جانب فقط سید عالم ﷺ کی حیات ظاہری تک ہی محدود نہیں بلکہ سید عالم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی ان کے اعمال صالحہ کی جانب نسبت کی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ طاعت گزار اور دوسرے قناعت و حسن معاشرت کے ذریعے نبی پاک ﷺ کی رضا جوئی میں لگے رہیں تو دو گنا اجر ہے۔ ”بجز“ میں ہے کہ طلب رضا اور طاعت گزار ہے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد اعمال صالحہ میں دو گنا اجر ہونے کے پائے جانے یا نہ پائے جانے کے حوالے سے وہم پایا جاتا ہے۔ بعض معتقدین کہتے ہیں: دو گنا اجر (و عذاب) دیئے جانے میں آیت کے ظاہری سیاق میں تطبیق دی ہے جیسے قوت نازلہ کو ایک خاص سبب کی وجہ سے پڑھا گیا، اسی طرح نافرمانی کی صورت میں دو گنا عذاب ہونا کہ سید عالم ﷺ سے وہ کچھ طلب کیا جائے جس سے ان کی طبیعت پر خاطر گراں گزرے، اور تمام ہی ازواج سے ایسا ہونا (درحقیقت) نافرمانی نہیں کہلائے گی، اسی طرح دو گنا عذاب یا اجر دیئے جانے کے مسئلے میں تاویل کی حاجت ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دو گنے عذاب سے دنیا اور آخرت کا عذاب مراد ہے اور اسی طرح دو گنے اجر سے بھی دنیا و آخرت کا اجر مراد ہے۔

(روح المعانی، الجزء ۲۲، ص ۲۴۹ وغیرہ)

ضرورتاً نامحرم سے کلام کرنے کے انداز:

۲..... عورت کا خوش الحانی سے باواز بلند ایسا پڑھنا کہ نامحرموں کو اس کے نغمہ کی آواز جائے حرام ہے۔

نوازل امام ابواللیث میں ہے: ”نغمۃ المرأة عودۃ یعنی عورت کا خوش آواز کر کے کچھ پڑھنا ”عورة“ یعنی محل ستر ہے۔“
کافی امام ابوالبرکات نسفی میں ہے:

لا تلبس جہر الان صوتها عورة عورت بلند آواز سے تلبس نہ پڑھے اس لئے کہ اس کی آواز قابل ستر ہے۔

امام ابوالعباس قرطبی کی کتاب السماع پھر بحوالہ علامہ مقدسی امداد الفتح علامہ شرنبلالی پھر رد المحتار علامہ شامی میں ہے:

لا نجیز لهن رفع اصواتهن ولا تمطیطها ولا تلبسها ولا تلبسها وتقطیعها لما فی ذلک من استعمال الرجال

الیهن وتحریک الشهوات منهم ومن هذا لم یجز ان تؤذن المرأة یعنی عورتوں کو اپنی آوازیں بلند کرنا، انہیں لمبا اور دراز

کرنا، ان میں نرم لہجہ اختیار کرنا، اور ان میں تقطیع کرنا (کاٹ کاٹ کر تحلیل عروض کے مطابق) اشعار کی طرح آوازیں نکالنا، ہم ان

سب کاموں کی عورتوں کو اجازت نہیں دیتے اس لئے کہ ان سب باتوں میں مردوں کا ان کی طرف مائل ہونا پایا جائیگا، اور ان

مردوں میں جذبات شہوانی کی تحریک پیدا ہوگی، اسی وجہ سے عورت کو اجازت نہیں کہ وہ اذان دے اور اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

عورت کے لئے تمام محارم سے گفتگو کرنا اور حاجت ہو اور اندیشہ فتنہ نہ ہو، نہ خلوت ہو تو پردہ کے اندر سے بعض نامحرم سے بھی گفتگو کرنا اور اپنی آواز سنانا جائز ہے۔ (الفتاویٰ الرضویۃ معرجمہ، رسالہ: مَرُوج النجا لخروج النساء، ج ۲۲، ص ۲۴۲ وغیرہ)

چادر اور چار دیواری کا تصور اور موجودہ حالات:

۳..... اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْعَرَبِ﴾ اور اپنے گھروں میں ٹھہری ہو (الاحزاب: ۳۳)۔ یہ چادر اور چار دیواری کا تصور جو کسی عالم، حاکم وقت، پیر، مذہبی رہنما نہیں بلکہ رب کریم کا فرمان ہے۔ تاہم پانچ شرائط ایسی ہیں جن کی موجودگی میں عورت ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر نکل سکتی ہے، ملازمت اختیار کر سکتی ہے۔ (۱)..... کپڑے باریک نہ ہوں جس سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے۔ (۲)..... کپڑے تنگ و چست نہ ہوں جو بدن کی حیصات ظاہر کریں۔ (۳)..... بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔ (۴)..... کبھی نامحرم کے ساتھ خفیف دیر کے لئے بھی تہائی نہ ہوتی ہو۔ (۵)..... اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی فتنہ کا گمان نہ ہوتا ہو۔ یہ پانچوں شرائط جمع ہو جائیں تو ملازمت کے لئے جائے ورنہ ایک بھی کم ہوئی تو ملازمت کرنا حرام۔ (الفتاویٰ الرضویۃ معرجمہ، رسالہ: مَرُوج النجا لخروج النساء، ج ۲۲، ص ۲۴۸ وغیرہ)

اسلامی ملک ہوتے ہوئے، جہالت کا دور دورہ ہے، بے تکلفی، بے پردگی اور جہالت نے ایسے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں کہ ہر جگہ مسائل ہی نظر آتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں امریکہ کے سپاہی اپنے دوست ملک برطانیہ کی مدد کے لئے تعریف لائے تھے۔ وہ چند سال برطانیہ میں ٹھہرے اور جب گئے تو سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ستر ہزار حرامی بچے چھوڑ کر گئے، یورپ کے بعض ملکوں میں حرامی بچوں کی شرح پیدائش ساٹھ فی صد سے بھی تجاوز کر چکی ہے اور کنواری ماؤں کی تعداد میں ہوشربا اضافہ ہو رہا ہے۔ طلا توں کی کثرت ہے، پاکستان اور اسلامی ریاستوں میں بھی سالانہ حرامی بچے پیدا ہونے کی شرح بڑھتی جا رہی ہے۔ جو لوگ ترقی کے نام کی راگ سناتے ہیں انہیں پوچھا جائے کہ ترقی یہی ہے کہ کچھ اور، تو سامنے سے جواب نہ بن پانے پر مذہب کو بُرا بھلا کہہ کر مزید اپنے لئے تباہی مول لیتے ہیں۔

اہل بیت کے فضائل و مناقب اور زیید:

۴..... اہل بیت کا مفہوم بہت وسیع ہے تاہم ہم نے اہل بیت سے ازواج مطہرات اور دیگر اولاد کے ہونے کا مفہوم ما قبل بیان کر دیا ہے جیسا کہ کئی مفسرین کرام نے بیان کیا ہے، خود مفسر جلال نے بھی یہی مفہوم مراد لیا ہے۔ تاہم دوسرا قول امام حسن و حسین، بی بی فاطمہ اور حضرت علیؑ کے بارے میں بھی ہے جس پر شیعہ حضرات جزم کرتے ہیں۔ ہم متذکرہ آیت کے تحت قرآن و حدیث و تفاسیر کی روشنی میں اہل بیت کے فضائل، یزید کی امامت و خلافت تو انہیں شریعہ کی روشنی میں احکامات، امام پاک کا یزید کی بیعت نہ کرنا جب کہ دیگر صحابہ کا بیعت کرنا کس درجے میں تھا؟، یزید کے فسق و فجور اور تقویٰ و پرہیزگاری کا حال، جہاد و قسطنطنیہ میں یزید کی شرکت ہوئی یا نہیں؟، امام حسن کی شہادت، کرامات امام پاک، کربلا کے بعد کے مناظر بیان کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر اہل بیت کے فضائل و مناقب کا بیان موجود ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ ابْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْهَلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾ تو ان سے فرما دو کہ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مبالغہ کریں تو جموٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں (ال عمران: ۶۱) یہ آیت مبالغہ ہے جس میں نصاریٰ نجران کو مبالغہ کا کھلا چیلنج دیا گیا، اس وقت سید عالمؑ کے ہمراہ بی بی فاطمہ، حضرت علی، حسن و حسینؑ تھے۔ نصاریٰ کے پادری نے ان نورانی چہروں کو دیکھ کر بے ساختہ کہا: "انسی"

لاذی وجوها لو سالوا اللہ ان یزیل جبلا لازالہ من مکاہ فلا تبہلوا فتہلکوا ولا یبقی علی وجہ الارض نصرانی الی یوم القیامۃ بیشک میں ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر لوگ یہ سوال کریں کہ وہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹادیں تو اللہ ان کی دعا سے پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹادے گا، پس ان سے مہلبہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاوے گا اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔

(الرازی، ج ۳، ص ۲۴۷)

☆..... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سنوے لوگو! میں صرف ایک بشر ہوں غمقریب میرے پاس ایک سفیر آئے گا اور میں اس کی دعوت کو قبول کروں گا، میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں، ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت و نور ہے سو تم اسے پکڑ لو اور اس کا دامن تھام لو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر براہیختہ کیا اور اس کی طرف راغب کیا، اور فرمایا: ”دوسری بھاری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں،“ حسین نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے زید! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل نہیں ہیں؟ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں سے ہیں لیکن (متذکرہ ارشاد میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدقہ حرام ہے، اس نے پوچھا وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر و آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں، اس نے پوچھا: ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا: ہاں۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب: من فضائل علی رضی اللہ عنہ، رقم: (۶۱۱۹) / (۲۴۰۸، ص ۱۲۰۰)

☆..... حضرت عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر متذکرہ آیت نازل ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا، اور ان سب کو ایک چادر میں ڈھانپ لیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کے پیچھے تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اپنی چادر میں لے لیا اور پھر فرمایا: ”اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے ہر قسم کی نجاست دور رکھنا اور کو خوب صاف ستم رکھنا،“ حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اپنے مقام پر ہو اور تم میری طرف منسوب ہو، نیک ہو، دوسری روایت میں ہے: ”تم خیر پر ہو۔“

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: من سورة الاحزاب، رقم: ۳۲۱۶، ص ۹۲۰)

☆..... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو تھام لیا تو تم میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے! ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظیم ہے، ایک کتاب اللہ ہے یہ وہ ری ہے جو آسمان سے زمین تک تانی ہوئی ہے اور دوسری میری اولاد ہے یعنی میرے اہل بیت، وہ ہرگز ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوئے حتیٰ کہ وہ دونوں میرے حوض کوثر پر وارد ہوئے، پس غور کرو کہ تم میرے بعد ان سے کس طرح پیش آتے ہو۔“

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب اہل بیٹی، رقم: ۳۸۱۳، ص ۱۰۷۹)

☆..... حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہذان ابنای وابنا بنتی اللہم انی احبہما فاحبہما واحب من یحبہما یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ! میں انکو محبوب رکھتا ہوں، تو بھی انکو محبوب رکھ اور اسکو بھی محبوب رکھ جو انہیں محبوب رکھے۔“

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب ابی محمد بن علی، رقم: ۳۷۹۴، ص ۱۰۷۵)

☆..... حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو نماز پڑھے اور اس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔“ (دار القطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب: ذکر وجوب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۱۳۲۸، ج ۱، ص ۴۷۵)

☆..... "من احبني واحب هذين واباهما وامهما كان معنى لي درجتي يوم القيامة جس نے مجھ کو محبوب رکھا اور ان دونوں (حسن و حسین) اور ان کے باپ (علی) اور ماں (بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا) کو محبوب رکھا وہ قیامت میں میرے ساتھ ہونگے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب، باب: مناقب علی رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۵۴، ص ۱۰۶۶)

☆..... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا اللہ نے اسے جنت میں داخل کیا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا، اللہ نے اس کو دوزخ میں داخل کیا۔

(المستدرک للحاکم، مناقب: الحسن والحسین، ج ۵، رقم: ۴۷۷۶، ص ۱۷۹۳)

☆..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار اور تیرے بیٹے جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں۔"

(المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، رقم: ۵۶۴۴، ج ۴، ص ۱۸۰)

☆..... حضرت علی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حسین منی وانا من حسین احب اللہ احب حسینا حسین سبط من الاسباط یعنی حسن مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں اور جو حسین کو محبوب رکھتا ہے وہ اللہ کو محبوب رکھتا ہے، حسین فرزندوں میں سے ایک ہیں۔"

(الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب ابی محمد حسن، رقم: ۳۸۰۰، ص ۱۰۷۶)

☆..... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے اہل بیت کی مثال نوح کے سفینے کی مثل ہے جو اس کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے الگ ہوا وہ ہلاک ہوا۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب: مناقب اہل بیتی، فصل الثالث، ص ۵۷۳)

☆..... "کل نسب وسبب ينقطع يوم القيامة الا نسبي وسببي یعنی کل بروز قیامت سوائے میرے نسب و سبب کے ہر نسب و سبب منقطع ہو جائے گا۔"

(المستدرک، کتاب معرفة الاصحاب، باب: مناقب علی، ج ۵، ص ۱۷۶۱)

یزید کی امامت و خلافت قوانین شرعیہ کی روشنی میں احکامات:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاذْهَبْ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبِّهِ بِكَلِمَاتٍ فَاتَمَمْنِ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنْتَهِ عَهْدِي الظَّالِمِينَ أَوْ يَأْتُوا كُرْبًا وَسِعَ كُفْرًا وَمَنْ يَكْفُرْ يَكْفُرْ عَلَىٰ نَفْسِهِ لَا يَهْدِي اللَّهُ شُرَكَاءَ الَّذِينَ كَفَرُوا سُبُلًا وَلَا يَهْدِي اللَّهُ الْكَاذِبِينَ﴾ اور یاد کرو جب کہ ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو انہوں نے وہ پوری کر دکھائیں اللہ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں انہوں نے عرض کی اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا (البقرہ: ۱۲۳)۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی کہتے ہیں: بیشک امام وہ ہو سکتا ہے جو عدل و احسان اور فضل جیسی صفات حسنہ سے متصف ہو اور اس کے ساتھ اس میں حکومت کی ذمہ داریوں کو بجالانے کی قوت بھی ہو ایسے ہی امام کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس سے مت جھگڑو لیکن جو فاسق و فاجر اور ظالم ہوں وہ امامت و خلافت کے اہل نہیں۔

(القرطبی الجزء: ۱، ص ۱۰۹)

امام رازی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

جمہور فقہاء و متکلمین نے فرمایا ہے کہ فاسق کو اس کی حالت فسق میں امام مقرر کرنا جائز نہیں اور اس فسق کے بارے میں جو امام پر بعد میں طاری ہو جائے اختلاف ہے کہ اس کی امامت باطل ہوگی یا نہیں؟ جمہور نے کہا ہے کہ بیشک فاسق اس بات کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ اس کو امام مقرر کیا جائے۔

(الرازی، ج ۲، ص ۳۸)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اسی آیت کے تحت کہتے ہیں:

ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿لَا يَنْتَهِ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ کا معنی یہ ہے کہ بیشک فاسق اگرچہ وہ امیر ہو اس کی

اطاعت ظلم و معصیت میں جائز نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

(المظہری، ج ۱، ص ۱۲۹)

☆..... حضرت طلحہ بن عبید اللہ روایت کرتے ہیں سید عالم ﷺ کو فرماتے سنا: ”اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ جو حاکم اللہ ﷻ کے نازل کئے ہوئے قانون کے خلاف حکم کرتا ہے اللہ ﷻ اس کی نماز قبول نہیں کرتا“۔ (المستدرک، کتاب الاحکام، رقم: ۷۰۰۸، ج ۷، ص ۲۵۰۶)

حضرت امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنانے کے بعد دعا فرمائی: اے اللہ ﷻ! تو جانتا ہے کہ اگر میں نے اس کو ولی عہد کیا ہے یوحنا کے جو میں اس کے اندر اہلیت دیکھ رہا ہوں، تو اس کی ولی عہدی کو پورا کرنا اور اگر میں نے یوحنا کی محبت کے اس کو ولی عہد کیا ہو تو اس کی ولی عہدی کو پورا نہ کرنا۔ (البدایة والنہایة، فضل امیر معاویة بن ابی سفیان، باب: ثم دخلت سنة ست وخمسين، ج ۸، ص ۴۷۳)

سلا علی قاری کہتے ہیں:

وما تقوة بعض الجهلة من ان الحسين كان باغيا فباطل عند اهل السنة والجماعة اور یہ جو بعض جاہلوں نے افواہ اڑائی ہے کہ حضرت امام حسین ﷺ باغی تھے (معاذ اللہ)، تو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک باطل ہے شاید یہ خارجیوں کی بکواس ہے جو راہ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔

امام پاک کا یزید کی بیعت نہ کرنا:

اگر امام عالی مقام حق پر تھے تو یقیناً دیگر صحابہ کا ناحق پر ہونا لازم آئے گا کیونکہ ایک ہی وقت میں دونوں کیسے درست ہو سکتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ اصول فقہ نے ہماری اس دشواری کو ختم کر دیا ہے کیونکہ شریعت میں رخصت و عزیمت دو باتیں ہوا کرتی ہیں۔ پس امام پاک نے عزیمت کو اختیار فرمایا اور اپنی جان اور اپنے اہل و عیال کی جان کی پرواہ کئے بغیر فاسق و فاجر کے ہاتھ میں بیعت کرنے سے انکار کر دیا جب کہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے رخصت پر عمل کیا اور شریعت مطہرہ کی محوٹ پر عمل کرتے ہوئے ظالم کے ظلم سے بچنے کے لئے اس کے ہاتھ پر دل میں ناپسندیدگی کے باوجود بیعت کر لی۔ ہماری شریعت میں رخصت اور عزیمت دونوں کے دلائل پائے جاتے ہیں۔

(۱)..... رخصت کے دلیل: حضرت عوف بن مالک انجلی ﷺ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”خبردار! جس پر کوئی امیر والی ہو، پھر اس میں اللہ کی نافرمانی کو کوئی معاملہ دیکھے تو اس کو ناپسند کرے اور اس کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب: خيار الامامة وشرارهم، رقم: (۴۶۹۸) / ۱۸۵۰، ص ۹۴۴)

☆..... حضرت سلمہ بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ کے نبی! بھلا فرمائیے کہ اگر ہم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں جو ہم سے حق تو طلب کریں اور ہمارا حق ہم سے روک لیں تو ایسی حالت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا سنو اور اطاعت کرو کیونکہ ان پر انکے اعمال کا بوجھ اور تم پر تمہارے اعمال کا بوجھ ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب: في طاعة الامراء وان منعوا، رقم: (۴۶۷۵) / ۱۸۴۶، ص ۹۴۰)

(۲)..... عزیمت کے دلائل: حضرت ابوسعید ﷺ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”الفضل الجهاد من قال كلمة حق عند السلطان الجائر یعنی افضل جہاد ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کرنا ہے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الفتن عن رسول، باب: ما جاء افضل الجهاد كلمة، رقم: (۲۱۸۱) / ۶۳۵، ص ۶۳۵)

☆..... حضرت خالد فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”ان الناس اذا راوا الظالم فلم يأخذوا على يديه اوشك ان يعمهم الله بعقاب یعنی جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اسکے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذاب عام بھیج دے۔“

(سنن ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب: الامر والنہی، رقم: ۴۳۳۸، ص ۸۰۸)

یزید کے فسق و فجور اور تقویٰ و پرہیزگاری کا حال:

یزید ہرگز متقی پرہیزگار، پابند صوم صلوة، اور صالح مومن نہیں تھا، بلکہ فاسق، فاجر اور ظالم و شرابی تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ سید عالمؐ نے فرمایا: ”میری امت کا امر (حکومت) عدل کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا شخص جو اسے تباہ کرے گا وہ بنی امیہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔“

(البدایة والنهاية، الاخبار لما وقع من الفتن من بنی ہاشم بعد موتہ، ج ۶، ص ۶۱۴)

☆..... حضرت ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ سید عالمؐ نے فرمایا: ”اول ما یغیر مستقی رجل من بنی امیہ یعنی پہلا وہ شخص جو میری سنت کو بدلے گا بنی امیہ میں سے ہوگا۔“

(البدایة والنهاية، السنة یزید بن معاوية، ترجمة یزید بن معاوية، ج ۴، ص ۶۳۰)

بخاری شریف میں امام بخاری نے باب باندھا ہے، باب: قول النبی ﷺ ہلاک امتی علی یدی اخیلمة سفہاء نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند بیوقوف لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔“

☆..... حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے سید عالمؐ نے فرمایا: ”میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو یہ سن کر مروان نے کہا ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو بتا دوں وہ فلاں بن فلاں ہیں۔“

(صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب: قول النبی ﷺ ہلاک امتی، رقم: ۷۰۵۷، ص ۱۲۱۷)

☆..... حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں سید عالمؐ نے فرمایا: ”وہ ناخلف ساٹھ ہجری کے بعد ہونگے جو نمازیں ضائع کریں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے تو وہ عنقریب غشی (جہنم کی وادی) میں داخل ہونگے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے سید عالمؐ کو یہ فرماتے سنا: ”سن ساٹھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی امارت و حکومت سے اللہ کی پناہ مانگو۔“

(البدایة والنهاية، السنة یزید بن معاوية، ترجمة یزید بن معاوية، ج ۴، ص ۶۲۹)

جہاد قسطنطینیہ میں یزید کی شرکت ہوئی یا نہیں:

☆..... سید عالمؐ کا فرمان ہے: ”اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لہم میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا ان کے لئے مغفرت ہے۔“ (صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب: ما قیل فی قتال الروم، رقم: ۲۹۲۴، ص ۴۸۳)

علامہ یعنی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اور کہا گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک شہر جس کے امیر، سفیان بن عوف تھے قسطنطینیہ پر چڑھائی کرنے کے لئے بمجاہد لشکر روم کے شہروں میں فتح کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔ اس لشکر میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابویوب انصاریؓ تھے اور ابویوب اسی زمانہ حصار میں وہیں فوت ہوئے، میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ یہ اکابر صحابہ سفیان بن عوفؓ کی قیادت میں تھے، یزید کی قیادت میں نہ تھے کیونکہ یزید اس کا اہل نہ تھا کہ یہ بڑے بڑے حضرات اس کی خدمت میں (ماتحت کی حیثیت سے) رہیں۔ اور مہلب نے کہا کہ اس حدیث سے حضرت معاویہؓ کی منقبت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے دریائی جنگ کی اور ان کے بیٹے یزید کی بھی منقبت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر قسطنطینیہ میں جنگ کی، میں کہتا ہوں وہ کون سی منقبت ہے جو یزید کے لئے ثابت ہوگی جب کہ اس کا حال خوب مشہور ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ حضورؐ نے اس لشکر کے حق میں ”مغفور لہم“ فرمایا ہے۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل سے اس سے خارج بھی نہ ہو سکے کیونکہ اس میں تو اہل علم کا کوئی اختلاف ہی نہیں کہ حضورؐ کے قول ”مغفور لہم“ میں وہی

داخل ہیں جو مغفرت کے اہل ہیں، حتیٰ کہ اگر ان غزوہ کرنے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا تو وہ یقیناً اس بشارت کے عموم میں داخل نہ رہتا۔ پس یہ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ پس مغفرت کی شرط پائی جائے اس کے واسطے مغفرت ہے۔

(عمدة القاری، کتاب الجہاد، باب: ما قبل فی قتال الروم، رقم: ۲۹۲۴، ج ۱۰، ص ۲۴۲)

متذکرہ حدیث کی تاویل میں چونکہ تاریخی طور پر تاویلات ہیں اس لئے مخالفین کا استدلال صحیح نہیں، ہمارے فقہ کا قانون ہے: ”اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔“

امام حسن کی شہادت:

امام ابن حجر فرماتے ہیں:

حضرت حسن بن علی ؑ سن ۳ھ، رمضان کے نصف ایام میں پیدا ہوئے، قنادہ کے قول کے مطابق ۴ھ نصف رمضان میں پیدا ہوئے۔ حضرت علی ؑ فرماتے ہیں جب حسن ؑ پیدا ہوئے تو سید عالم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ کہا گیا: حرب، فرمایا: ”یہ تو حسن ہیں“۔ حسن بن علی بن ابی طالب، الہاشمی سبط رسول ﷺ اور دنیا میں آپ ﷺ کے پھول اور جنت کے جوانوں کے دوسر داروں میں سے ایک ہیں۔ امام ابن سیرین امام حسن کے آزاد کردہ غلام سے روایت کرتے ہیں: حضرت حسن ؑ نے جس مرض میں وفات پائی اس میں آپ ﷺ بار بار جائے ضرورت میں جاتے تھے، ایک مرتبہ آپ ﷺ کو وہاں کافی دیر لگی، پھر آپ ﷺ نے واپس آ کر فرمایا کہ میں نے اس وقت اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر نکلتے دیکھا ہے اور بلاشبہ میں کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہوں مگر اس مرتبہ جیسا سخت پہلے ہرگز نہیں دیا گیا، حضرت حسین ؑ نے فرمایا آپ ﷺ کو زہر کس نے دیا؟ فرمایا کیوں کیا تم اس کو قتل کرو گے؟ کہا نہیں بلکہ میں نے اس کو اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ امام حسن ؑ کی وفات ۴۷ سال میں ہوئی، جیسا کہ خلیفہ خیاط اور ایک جماعت نے لکھا ہے، بعض نے کہا کہ ان کی وفات ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۸، سال میں ہوئی۔

(تہذیب التہذیب، حرف الحاء، من اسمہ حسن، ج ۲، ص ۲۷۴ وغیرہ)

امام پاک کی کرامات:

امام حسین ؑ ماہ شعبان سے پانچ روز قبل سن ۴ھ میں پیدا ہوئے، امام حسن و حسین کے مابین بی بی فاطمہ کا ایک طہر گزرا، سعید بن ابی راشد یعلیٰ بن مرہ سے لکھتے ہیں: ”میں حسین ؑ سے ہوں اور حسین مجھ سے ہیں، اللہ ﷻ سے محبوب رکھتا ہے جو حسین کو محبوب رکھا۔“ امام حسین نے ۸۵ سال، یا ۵۵ سال ایک ماہ، یا ۶۰ سال کی عمر میں عاشوراء کے دن وفات پائی۔

☆..... ایک روایت یہ بھی ہے کہ سرانور یزید پلید کے خزانہ ہی میں رہا، جب بنو امیہ کے بادشاہ سلیمان بن عبدالملک کا دور حکومت (۹۶ھ تا ۹۹ھ) آیا اور ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے سرانور کی زیارت کی سعادت حاصل کی، اس وقت سرانور کی مبارک ہڈیاں سفید چاندی کی مانند چمک رہی تھیں، انہوں نے خوشبو لگائی اور کفن دے کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

(تہذیب التہذیب، حرف الحاء، من اسمہ الحسن، ج ۲، ص ۳۱۸ وغیرہ)

☆..... سلمیٰ سے روایت ہے کہ وہ ام سلمہ کے پاس گئیں تو وہ رو رہی تھیں، پوچھا آپ کو کس چیز نے زلایا؟ بولیں: میں نے سید عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے، ان کے سر اور داڑھی پر مٹی لگی ہوئی تھی، میں نے پوچھا: کیا ہوا یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا: ابھی (میرے) حسین ؑ کو شہید کر دیا گیا۔ (البداية والنهاية، الاخبار لما وقع من الفتن من بنی ہاشم بعد موتہ، ج ۶، ص ۶۱۴)

”شواهد النبوة“ میں ہے زید بن ارقم ؓ کا بیان ہے کہ جب یزید یوں نے امام پاک ؑ کے سرانور کو نیزے پر

چڑھا کر کوفہ کی گلیوں میں گشت کیا اس وقت میں اپنے مکان کے بالاخانے پر تھا۔ جب سر مبارک میرے سامنے سے گزرا تو میں نے سنا کہ سر پاک نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ہام حسبت ان اصحاب الکھف والرقيم کانوا من ایتنا عجباً کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے (الکھف: ۹)﴾۔ اہل علم نے یہ بھی لکھا ہے کہ یزید یوں نے لشکر امام عالی مقام اور ان کے خیموں سے جو درہم و دینار لوٹے تھے اور جو راہب سے لئے تھے ان کو تقسیم کرنے کے لئے جب تھیلوں کے مونہ کھولے تو کیا دیکھا کہ وہ سب درہم و دینار ٹھیکریاں بن گئی ہیں اور ان کے ایک جانب یہ آیت ﴿ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون اور ہرگز غافل نہ سمجھیں اللہ کو ظالموں کے کام سے (ابراہیم: ۴۲)﴾ اور دوسری جانب یہ آیت ﴿ووسیع علم اللین ظلموا ای منقلب ینقلبون اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے (شعراء: ۲۲۷)﴾۔

”شرح الصدور“ میں علامہ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں کہ منہال بن عمر کہتے ہیں کہ واللہ! میں نے پچھم خود دیکھا کہ جب امام حسینؑ کے سر انور کو لوگ نیزے پر لئے جا رہے تھے اس وقت میں ”دشق“ میں تھا، سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۃ الکھف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت ﴿ہام حسبت ان اصحاب الکھف والرقيم کانوا من ایتنا عجباً کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے (الکھف: ۹)﴾ اس وقت اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی بخشی اور سر انور نے بزبان فصیح فرمایا: ”أعجب من أصحاب الکھف قتلنی و حملی یعنی اصحاب کھف کے قتل کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لئے پھرنا زیادہ عجیب ہے۔“

اس بارے میں اختلاف ہے کہ امام عالی مقامؑ کا سر انور کہاں دفن ہوا، علامہ قرطبی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یزید نے اسیران کر بلا اور سر انور کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا اور مدینہ منورہ میں سر انور کو تجنیز و تکفین کے بعد جنت البقیع میں بی بی فاطمہ زہرہ، یا امام حسن مجتبیٰؑ کے پہلو میں دفن کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسیران کر بلانے چالیس روز کے بعد کر بلا میں آکر سر انور کو جسد مبارک سے ملا کر دفن کیا۔ بعض کا کہنا ہے، یزید نے حکم دیا تھا کہ ”امام حسین کے سر انور کو شہروں میں پھراؤ“۔ پھرانے والے جب عسقلان پہنچے تو وہاں کے امیر نے ان سے لے کر دفن کر دیا۔ جب عسقلان پر فرنگیوں کا غلبہ ہوا تو طلح بن رزیک جس کو صالح کہتے ہیں نے تیس ہزار دینار دے کر فرنگیوں سے سر انور لینے کی اجازت حاصل کی اور بیع فوج و خدام ننگے پاؤں وہاں سے ۸ جمادی الآخر ۵۴ھ بروز اتوار مصر میں لایا۔ اس وقت بھی سر انور کا خون تازہ تھا اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ پھر اس نے سبز خزیر (ریشم) کی ٹھیلی میں آنسوئی کرسی پر رکھ کر اس کے ہم وزن مشک و عنبر اور خوشبو اس کے نیچے اور ارد گرد رکھوا کر اس پر مشہد حسینی بنوایا، چنانچہ قریب خان غلیلی کے مشہد حسینی مشہور ہے۔

حضرت سیدنا شیخ خلیل ابی الحسن تماری سر انور کی زیارت کے لئے مشہد مبارک کے پاس حاضر ہوئے تو عرض کی ”السلام علیکم یا ابن رسول اللہ اور فوراً جواب سنتے ”وعلیک السلام یا ابنا الحسن“ ایک دن سلام کا جواب نہ پایا، حیران ہوئے اور زیارت کر کے واپس آ گئے، دوسرے روز پھر حاضر ہو کر سلام کیا تو جواب پایا، یا سیدی! کل جواب سے مشرف نہ ہوا کیا وجہ تھی؟ فرمایا: ”اے ابوالحسن! کل اس وقت میں اپنے نانا جان رحمت عالمیان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور باتوں میں مشغول تھا۔“

کر بلا کے بعد کے مناظر:

علامہ تفتازانی کہتے ہیں:

اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسینؑ کے قتل پر راضی اور خوش ہونا اور اہل بیت نبوتؑ کی اہانت کرنا، ان امور میں سے

تھا جو تو از معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگرچہ انکی تفصیل احاد ہیں۔ (شرح عقائد، مبحث: بحسب الکف عن الطعن فی الصحابة، ص ۱۶۳)۔ اہل مدینہ کے بیعت فتح کرنے کا یہ سبب ہوا کہ یزید نے گناہوں میں بہت ہی زیادتی شروع کر دی تھی، چنانچہ واقدی نے سند عبداللہ بن حظلہ روایت کیا ہے کہ ہم نے اس وقت تک یزید کی بیعت فتح نہیں کی جب تک کہ ہمیں یقین نہ ہو گیا کہ آسمان سے پھر برسوں گے یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ لوگ ماں، بیٹیوں، بہنوں سے نکاح کرتے تھے اور شراب پیتے تھے اور نماز وغیرہ چھوڑتے تھے۔ ذہبی کہتے ہیں:

جب یزید اہل مدینہ کے ساتھ ہدی سے پیش آیا (شراب اور دیگر خلاف شرع امور کے ذریعے) تو لوگ اس سے خوب بدظن ہوئے اور سب کے سب اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور خدا نے اس کی عمر میں برکت نہ دی۔ چنانچہ جب لشکر حرہ ابن زبیر سے لڑنے کے لئے مکہ روانہ ہوا تو راستے میں سپہ سالار لشکر مر گیا تو یزید نے اس کی جگہ اور شخص کو امیر بنا دیا، آخر ۶۳ھ ماہ صفر میں انہوں نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا اور ابن زبیر سے جنگ شروع ہو گئی اور منجلیق سے پھر مارنے لگے اور ان کی آگ کے شعلوں سے کعبہ کے پرے جل گئے، چھت اور اس کے دنبہ کے سینک جل گئے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ندیہ بھیجا گیا تھا اور جو اس زمانہ سے کعبہ کی چھت میں لٹکے چلے آتے تھے اسی سال نصف ماہ ربیع الاول میں خدا نے یزید کو ہلاک فرما دیا اور یہ خبر مکہ میں عین جنگ کی حالت میں پہنچی، پس ابن زبیر نے پکارا کہ اے اہل شام تمہیں گمراہ کرنے والا مر گیا۔ یہ سن کر وہ سب بھاگ گئے اور لوگوں نے تعاقب کر کے انہیں خوف ذلیل و خوار کیا۔ اس کے بعد ابن زبیر نے لوگوں سے بیعت لے کر خلیفہ ہوئے اور اہل شام نے معاویہ بن یزید سے بیعت کر لی۔

(تاریخ الخلفاء، باب: یزید بن معاویہ، ص ۱۶۴)

یزید کب واصل بہ جہنم ہوا؟

واقعہ کربلا کے تین سال بعد سن ۶۳ھ، ربیع الاول کو یزید واصل بہ جہنم ہوا۔ یزید کی والدہ کا نام میمون بنت محول بن انیف بن دلجہ بن نفاثہ بن عدی بن زبیر بن حارثہ کلیبی تھا، امیر معاویہ نے انہیں طلاق دے دی تھی اور اس وقت یہ حاملہ تھیں۔ یزید موٹا، بڑے جسم والا، زیادہ بالوں والا، دراز قد وغیرہ اوصاف کا حامل شخص تھا۔ (البدایہ والنہایہ، السنة الرابعة للسنین للحررة، ج ۴، ص ۶۳۴)

اغراض:

لانکن اعظم: یعنی وہ اللہ سے ڈریں اور اپنی ایک کو دیگر عورتوں میں کی ایک پر قیاس نہ کریں۔
واصلہ القرون بکسر الراء: باب ضرب سے، وفتحها: باب علم سے، پس ماضی اول مفتوح، امر مکسور اور ثانی بالکس ہوگا۔
مع الهمزة الوصل: راء سے مستغنی ہوتے ہوئے قاف کی حرکت کے ساتھ، یعنی اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور ضرورت کے سوانہ نکلو۔ من اظہار محاسنہن للرجال: عورت ایسی تھیں پہنٹی تھی جو بغیر سلائی کے فقط موتی سے سلی ہوتی تھی، اور وہ کچھ ظاہر کرتیں جس کا ظاہر کرنا ان کے لئے جائز نہ تھا، حتیٰ کہ عورت اپنے زوج اور آشنا کے ساتھ بیٹھتی تو آشنا ازار کے نیچے کوتاڑ لیتا اور زوج ازار کے اوپر کو اور کبھی ایک دوسرے کو اس بارے میں سوال کرتے۔

والاظہار بعد الاسلام: اس کا جواب ہے کہ زینت کو ظاہر کرنے کے سلسلے میں عورتوں کا گناہ اسلام کے بعد ہوا ہے، پس ابتدائی جاہلیت کے دور کے فسق و فجور کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہوتی چاہیے، میں (علامہ صاوی) یہ کہوں گا کہ نبی پہلے ہی گزر چکی ہے: ﴿ولا

یبدین زینتھن﴾ (نور: ۳۱)۔

ای نساء النبی: سیاق کلام کی رعایت کرتے ہوئے ازواج نبی کے اعتبار سے فرمایا جب کہ آیت مبارکہ ﴿عنکم الرجس اهل

البيت (الاحزاب: ۲۳) ﴿میں اہل بیت و ازواج مطہرات سب ہی داخل ہیں، اہل بیت سید عالم ﷺ کے نسب اور ازواج ان کی ذریت ہیں۔﴾
(الصاوی، ج ۵، ص ۳۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین المؤمنات والقنات والقنات والمطیعات﴾ و الصدقین
و الصدقات ﴿فی الایمان﴾ و الصبرین و الصبرت ﴿علی الطاعات﴾ و الخشعین ﴿المتواضعین
و الخشعت﴾ المتواضعات و المتصدقین و المتصدقات و الصائمین و الصائمات و الحفظین و روجہم
و الحفظت ﴿عن الحرام﴾ و الذاکرین اللہ کثیرا و الذکرت اعد اللہ لہم مغفرة ﴿للمعاصی﴾ و اجرا
عظیما ﴿۳۵﴾ ﴿علی الطاعات﴾ و ما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان ینکحوا
الیاءہن ﴿لہم الخیرة﴾ الاختیار ﴿من امرہم﴾ خلاف امر اللہ ورسولہ نزلت فی عبد اللہ بن جحش
و اخیہ زینب ختہا النبی ﷺ و عنی لزید بن حارثة فکرمها ذلک حین علماہ لظنہما قبل ان النبی
ﷺ ختہا لنفسہ ثم رخصا للایة ﴿و من یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضللا مبینا﴾ ﴿۳۶﴾ بینا فزوجہا النبی
ثم وقع بصرہ علیہا بعد حین فوقع فی نفسہ حبہا و فی نفس زید کراہتہا ثم قال للنبی ﷺ اریذ
فراقہا فقال امسک علیک زوجک کما قال اللہ تعالیٰ ﴿واذ منضوب باذکر﴾ تقول للذی انعم
اللہ علیہ ﴿بالاسلام﴾ و انعمت علیہ ﴿بالاعتقاق﴾ و هو زید بن حارثة کان من سبی الجاہلیۃ اشتراه رسول
اللہ ﷺ قبل البعثة و اعتقه و بنیہ ﴿امسک علیک زوجک و اتق اللہ﴾ فی امر طلاقہا ﴿و تخفی فی
نفسک ما اللہ مبدیہ و مظهرہ من محبتہا و ان لو فارقتہا زید تزوجتہا﴾ و تخشى الناس ﴿ان یقولوا
تزوج محمد زوجة ابنہ﴾ و اللہ احق ان تخشہ ﴿فی کل شیء و یزوجکھا ولا علیک من قول الناس ثم
طلقہا زید و انقضت عدتہا قال اللہ تعالیٰ﴾ فلما قضی زید منها و طرا ﴿حاجة﴾ و زوجکھا ﴿فدخل
علیہا النبی ﷺ بغير اذن و اشبع المسلمین خبزا و لحمًا﴾ لکی لا ینکحوا علی المؤمنین حرج فی
ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن و طرا ط و کان امر اللہ ﴿مقضية﴾ مفعولا ﴿۳۷﴾ ما کان علی النبی من

حرج فیما فرض ﴿احل﴾ اللہ لہ ط سنة اللہ ﴿ای کسنة اللہ فنصب بنزع الخافض﴾ فی الذین خلوا من
قبل ﴿من الانبیاء ان لا حرج علیہم فی ذلک توسعة لہم فی النکاح﴾ و کان امر اللہ ﴿فعلہ﴾ قدرا
مقدورا ﴿۳۸﴾ ﴿مقضية﴾ الذین ﴿نعت للذین قبلہ﴾ ینبغون رسل اللہ و ینخشونہ ولا ینخشون احدا الا
اللہ ﴿فلا تخشون مقالة الناس فیما احل اللہ﴾ و کفی باللہ حسیبا ﴿۳۹﴾ حافظا لا عمال خلقہ

و محاسبہم ﴿ما کان محمد ابا احد من رجالکم﴾ فلیس ابا زید ای والدہ فلا یحرم علیہ التزوج
بزوجتہ زینب ﴿ولکن﴾ کان ﴿رسول اللہ و خاتم النبیین﴾ فلا ینکحون لہ ابن زجل بعدہ ینکحون نبیا و فی

قِرَائَةِ بَفْتَحِ النَّاءِ كَمَا لِيَ النَّعْتِمْ أَيْ بِهِ عَتَمُوا ﴿وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (۳۰) ﴿مِنْهُ بَانَ لَا يُبَى بَعْدَهُ وَإِذَا نَزَلَ السَّيِّدُ عَيْسَىٰ يَمْحُكُم بِشَرِّ بَعْتِهِ﴾

﴿ترجمہ﴾

پیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرماں بردار (قانتین بمعنی مطیعین ہے) اور (ایمان میں) سچے اور حقیماں اور (نیکیوں پر) صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے (خاشعین بمعنی متواضعین ہے) اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور (حرام سے) اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے (گناہوں سے) بخشش اور (نیکیوں پر) بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے..... اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار نہیں (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے برخلاف کریں، یہ آیت مبارکہ حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی، حضور ﷺ نے انہیں پیغام نکاح دیا اور یہ پیغام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا چونکہ یہ دونوں بہن بھائی یہ سمجھ رہے تھے کہ حضور خود اپنے لیے پیغام نکاح دے رہے ہیں جب انہیں علم ہوا کہ یہ رشتہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے آیا ہے تو دونوں کو یہ ناگوار ہوا، پھر نزول آیت کے بعد وہ دونوں اس رشتے سے راضی ہو گئے..... ۲.....) اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ پیشک صریح گمراہی بہکا (مبینا بمعنی بیسنا ہے، نبی کریم ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا پھر کچھ وقت کے بعد آپ کی نگاہ مبارک ان پر پڑی آپ ﷺ کے قلب اقدس میں ان کی محبت واقع ہوئی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نفس میں ان کے بارے میں ناپسندیدگی آگئی، پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی: میں ان سے جدائی چاہتا ہوں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی زوج کو اپنے پاس روک رکھ جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا) اور (یاد کرواے حبیب) جب (اذا منصوب ہے یہ اذ کو فعل کے متعلق ہے) تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی (بصورت اسلام) اور تم نے اسے نعمت دی (اسے آزادی دیکر، مراد اس سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت کے قیدیوں میں سے تھے انہیں حضور ﷺ نے اعلان نبوت سے پہلے خرید کر آزاد کر دیا تھا اور پھر حضور ﷺ نے آپ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا) کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر (بیوی کو طلاق دینے کے معاملے میں) اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا (آپ ﷺ کی ان سے محبت کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا، اور اس بات کو کہ اگر زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے مفارقت کر دیں گے تو میں ان کو اپنی زوجیت میں لے لوں گا) اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا (کہ لوگ کہیں گے کہ آپ ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا) اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو (ہر شے میں، اور آپ ﷺ ان سے نکاح کر لیجئے اور لوگوں کی باتوں کا خیال نہ کریں، پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی، اللہ ﷻ فرماتا ہے) اور جب زید..... ۳..... کی غرض اس سے نکل گئی (و طورا بمعنی حاجت ہے) تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی (حضور ﷺ نے اجازت لئے ان کے پاس تشریف لے گئے اور ولیمہ میں مسلمانوں کو گوشت روٹی کھلا کر سیر فرمادیا..... ۴.....) کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں (منہ بولے) بیٹوں کی بی بی بیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہنا (اسے پورا ہو کر رہنا ہے) نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے لیے حلال فرمائی (فروض بمعنی احسب ہے) جیسا کہ اللہ کا دستور و چلا آ رہا ہے (سنة الله حرف جر کاف کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے) ان (انبیاء کرام رضی اللہ عنہم) میں جو پہلے گزرے (کہ ان پر بھی

نکاح کے معاملے میں کچھ حرج نہ تھا بلکہ معاملہ نکاح میں ان کے لیے وسعت تھی (اور اللہ کا کام (امر اللہ یعنی فعل اللہ ہے) مقرر تقدیر ہے (وہ پورا ہو کر رہتا ہے) وہ جو (یہ الدین کی صفت ہے) اللہ کے پیغام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ کرتے (اللہ کے حلال کردہ امور سے متعلق لوگوں کی باتیں بنانے کا خوف نہیں رکھتے) اور اللہ پس ہے حبیب (اپنی مخلوق کے اعمال کا محافظ اور ان کا محاسب ہے) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں (پس وہ زید علیہ السلام کے بھی یعنی والد نہیں ہیں، تو آپ پر زید علیہ السلام کی زوجہ سابقہ نسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنے میں بھی حرج نہیں) ہاں (وہ) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے..... ۵..... (یعنی ان کے بعد ان کا کوئی بیٹا نہیں ہے جو آپ کے بعد نبی ہو، اور ایک قرأت میں خسام تاء مفتوحہ کے ساتھ بمعنی ختم ہے) اور اللہ سب کچھ جانتا ہے (من جملہ اس میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں، اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو وہ شریعت محمدی کے مطابق فیصلے فرمائیں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان المسلمین والمسلمت والمومنین والمومنات والقننتین والقننت والصدقین والصدقت والصابرین والصابرات والخشعین والخشعت والمتصدقین والمتصدقات والصابغین والصابغیت والحفظین فر وجہم والحفظت والذاکرین اللہ کثیرا والذکرت اعد اللہ لهم مغفرة واجرا عظیما﴾

ان: حرف مشبہ، المسلمین: معطوف علیہ، و: عاطفہ، والمسلمات..... الی والذکرات: معطوفات، بلکرام، اعد اللہ لهم: فعل بافاعل وظرف لغو، مغفرة واجرا عظیما: معطوف علیہ معطوف، بلکرمفعول، بلکرجملہ فعلیہ خبر ملکر جملہ اسمیہ متانفہ۔

﴿وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسوله امر ان ینکحوا من امرهم﴾

و: متانفہ، ما: تانیہ، کان: فعل ناقص، لام: جار، مومن: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، مومنة: معطوف، بلکرجمور و ملکر طرف مستقر "الاستقرار" مصدر محذوف کیلئے، اذا: مضاف، قضی اللہ ورسوله امر: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، بلکرجمور و ملکر طرف "الاستقرار" مصدر اپنے فاعل وظرف مستقر وظرف لغو سے ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم، ان: مصدریہ، یکون: فعل ناقص، لهم: بلکر طرف مستقر خبر مقدم، الخیرة: ذو الحال، من امرهم: ظرف مستقر حال، بلکراسمیہ مؤخر، بلکرجملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر، بلکرجملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿ومن یعص اللہ ورسوله فقد ضل ضللا مبینا﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدأ، یعص اللہ ورسوله: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قد: بحقیقہ، ضل ضللا مبینا: جملہ فعلیہ جزا، بلکرجملہ شرطیہ ہو کر خبر، بلکرجملہ اسمیہ۔

﴿واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبیدہ﴾

و: عاطفہ، اذ: مضاف، تقول: فعل بافاعل، لام: جار، الذی: موصول، انعم اللہ علیہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انعمت علیہ: جملہ فعلیہ معطوف، بلکرسلم، بلکرجمور و ملکر طرف لغو، بلکرجملہ فعلیہ ہو کر قول، امسک علیک زوجک: فعل امر بافاعل وظرف لغو مفعول، بلکرجملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتق اللہ: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، تخفی فی نفسک: فعل بافاعل وظرف لغو، ما: موصول، اللہ مبیدہ: جملہ اسمیہ سلم، بلکرمفعول، بلکرجملہ فعلیہ معطوف ثانی، بلکرمقولہ، بلکرجملہ قولیہ مضاف الیہ، بلکرجمور و ملکر طرف فعل

مخروف "اذکر" کیلئے، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿وَتَعْمَلُ النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَعْمَلَهُ﴾

و: عاطفہ، تعملى الناس: فعل بافاعل ومفعول، مگر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اللہ بہتدا، احق: اسم تفصیل بافاعل، ان تعمله: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر ب جار، مجرور، مگر ظرف لغو، مگر شبہ جملہ ہو کر خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَ وَلِئِنْ لَبِثَ لَكُمْ مِنْهَا نَارًا لَتَبْتَهَا﴾

ف: استثنائیہ، لما ظرف شرطیہ، قضی، زید منها: فعل وفاعل وظرف لغو، و: طرا بمفعول، مگر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، زواجک: فعل بافاعل ومفعول، ہا: مفعول ثانی، لام: جار، کسی: ناصبہ مصدریہ، لایکون: فعل نفی ناقص، علی المؤمنین: ظرف مستقر "الاستقرار" مصدر مخروف کیلئے، اذا: مضاف، قضوا منہن و طرا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مگر ظرف، مصدر مخروف اپنے متعلقات سے، مگر شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم، حرج: موصوف، فی ازواج ادعیائہم: ظرف مستقر صفت، مگر اسم مؤخر، مگر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، مگر ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ جزا، مگر جملہ شرطیہ۔

﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۗ﴾

و: عاطفہ، کان: فعل ناقص، امر اللہ: اسم، مفعولاً: خبر، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكَ﴾

ما: تانیہ، کان: فعل ناقص، علی النبی: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، حرج: موصوف، فی: جار، ما بموصول، فرض اللہ لہ: فعل وفاعل وظرف لغو، سنۃ اللہ: ذوالحال، فی: جار، الذین خلوا من قبل: موصولہ صلہ، مگر مجرور، مگر ظرف مستقر حال، مگر "یک" جار مخروف کیلئے مجرور، مگر ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ صلہ، مگر مجرور، مگر ظرف مستقر صفت، مگر اسم مؤخر، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدْرًا مَقْدُورًا ۗ الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَيَاخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ﴾

و: عاطفہ، کان: فعل ناقص، امر اللہ: اسم، قدرا بموصوف، مقدورا: صفت، مگر خبر، مگر جملہ فعلیہ، الذین بموصول، یبلغون رسالت اللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یخشونہ: لایخشون: فعل نفی بافاعل، احدا: مستثنیٰ منہ، الا اداة استثناء، اللہ: اسم جلالت مستثنیٰ، مگر مفعول، مگر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، مگر صلہ، مگر "ہم" بہتدا مخروف کی خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۗ مَا كَانَ لِمُحَمَّدٍ أَنْ يَأْتِيَكَ مِنْ رَبِّكَ وَاللَّهُ بِيَدِهِ الْغَيْبُ﴾

و: عاطفہ، کفی: فعل، ب: زائد، اللہ بمییز، حسیبا: تمیز، مگر فاعل، مگر جملہ فعلیہ، ما: تانیہ، کان محمد: فعل ناقص واسم، ابا: مضاف، احد: موصوف، من رجالکم: ظرف مستقر صفت، مگر مضاف الیہ، مگر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لکن حرف استدراک، رسول اللہ: معطوف اول، و: عاطفہ، خاتم النبیین: معطوف ثانی، مگر خبر، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۗ﴾

و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص واسم، بكل شیء علیما: شبہ جملہ خبر، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... ان المسلمین والمسلمت والمؤمنین☆ اسماء بن عمیس جب اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو ازواج نبی کریم ﷺ سے مل کر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا عورتوں کے ہاں میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ انہوں

نے کہا نہیں، تو اسام نے سید عالم ﷺ سے عرض کیا کہ حضور عورتیں بڑے ٹوٹے میں ہیں، فرمایا کیوں؟ عرض کیا کہ ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہوتا ہی نہیں، جیسا کہ مردوں کا ہوتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے دس مراتب مردوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مدح فرمائی گئی اور مراتب میں سے پہلا مرتبہ اسلام ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ہے، دوسرا ایمان کہ وہ اعتقاد صحیح اور ظاہر و باطن کے موافق ہونا ہے اور تیسرا مرتبہ قنوت یعنی طاعت ہے۔

☆..... وما كان لمومن ولا مومنة.....☆ یہ آیت زینب بنت جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیرہ بنت عبدالمطلب کے حق میں نازل ہوئی، امیرہ سید عالم ﷺ کی پھوپھی تھیں، واقعہ یہ ہے کہ زید بن حارثہ ؓ جن کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے، سید عالم ﷺ نے زینب کے لئے ان کا پیام دیا اس کو زینب رضی اللہ عنہا نے اور ان کے بھائی نے منظور نہیں کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی اس حکم کو سن کر راضی ہو گئے۔ اور سید عالم ﷺ نے حضرت زید ؓ کا نکاح ان سے کر دیا اور سید عالم ﷺ نے ان کا مہر دس دینار ساٹھ درہم ایک جوڑا کپڑا پچاس مد (ایک پیانہ ہے) کھانا، تیس صاع کھجوریں دیں۔

☆..... واذا نقول للذي انعم الله.....☆ جب حضرت زید ؓ کا نکاح زینب رضی اللہ عنہا سے ہو چکا تو حضور سید عالم ﷺ کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ زینب آپ کی ازواج مطہرات میں داخل ہوگی، اللہ کو یہی منظور ہے اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت زید اور بی بی زینب کے مابین موافقت نہ ہو سکی اور حضرت زید نے سید عالم ﷺ سے حضرت زینب کی سخت گفتاری کی شکایت کی، سید عالم ﷺ نے حضرت زید ؓ کو سمجھاتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

کن خوش نصیبوں کے لئے بخشش اور ثواب ہے؟

۱..... اللہ ﷻ نے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۵ میں دس ایسے خوش نصیبوں کا ذکر فرمایا ہے جن کے لئے بخشش بھی ہے اور ثواب بھی، وہ دس خوش نصیب یہ ہیں: (۱)..... مسلمان مرد و عورتیں، (۲)..... ایمان والے مرد و عورتیں، (۳)..... فرمانبردار مرد و عورتیں، (۴)..... سچ بولنے والے اور والیاں، (۵)..... صبر کرنے والے اور صبر والیاں، (۶)..... تواضع کرنے والے اور والیاں، (۷)..... صدقہ کرنے والے اور والیاں، (۸)..... روزہ رکھنے والے اور والیاں، (۹)..... پارسائی والے مرد و عورتیں، (۱۰)..... یاد الہی خوب کرنے والے اور والیاں۔

حکم الہی اور مسئلہ کفو:

۱..... الہندیہ، کتاب النکاح، باب الخامس فی الاکفاء میں ہے کہ عند الشرع کفائت میں چھ چیزوں کا اعتبار ہوا کرتا ہے، جو کہ یہ ہیں: (۱)..... نسب، (۲)..... اسلام، (۳)..... حرفہ (پیشہ)، (۴)..... حریت (آزاد ہونا)، (۵)..... دیانت، (۶)..... مال۔ قریش میں جتنے خاندان ہیں وہ سب باہم کفو ہیں، یہاں تک کہ قرشی غیر ہاشمی ہاشمی کا کفو ہے اور کوئی غیر قرشی قریش کا کفو نہیں، قریش کے علاوہ عرب کی تمام قومیں ایک دوسرے کی کفو ہیں، انصار و مہاجر سب اس میں برابر ہیں، عجمی المسلم عربی کا کفو نہیں مگر عالم دین کی اس کی شرافت نسب کی شرافت پر فوقیت رکھتی ہے۔ (بہار شریعت، ج ۲، حصہ ۷، کفو کا بیان، ص ۵۲)

مسائل شرعیہ:

مسئلہ نمبر: باپ، دادا کے سوا کسی اور ولی نے نابالغ لڑکے کا نکاح بغیر کفو سے کر دیا تو نکاح صحیح نہیں اور نابالغ اپنا خود نکاح کرنا چاہے تو غیر

کفو عورت سے کر سکتا ہے کہ عورت کی جانب سے اس صورت میں کفایت معتبر نہیں اور نابالغ میں دونوں طرف سے کفایت کا اعتبار ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب: الکفالة، ج ۴، ص ۲۰۶، ملتقطاً)

مسئلہ نمبر ۲: غلام، حرہ کا کفو نہیں، نہ وہ جو آزاد کیا گیا حرہ اصلہ کا کفو ہے اور جس کا باپ آزاد کیا گیا، وہ اس کا کفو نہیں جس کا دادا آزاد کیا گیا اور جس کا دادا آزاد کیا گیا وہ اس کا کفو ہے جس کی آزادی کئی پشت سے ہے۔ (بہار شریعت، مخرجہ، کفو کا بیان، ج ۲، حصہ ۷، ص ۵۴)

مسئلہ نمبر ۳: بعض لوگ نسبی سیدہ عورت کے نکاح کو غیر سیدہ سے کرنے کا انکار کرتے ہیں، اور بعض کفر تک کہہ دیتے ہیں۔ فاضل بریلوی فرماتے ہیں: حاشا للہ! اسے کفر سے کیا علاقہ، کہنے والے کو تجدید اسلام چاہیے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ امیر المؤمنین مولانا علیؑ نے اپنی صاحبزادی جو کہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کطن پاک سے پیدا ہوئیں امیر المؤمنین عمر فاروقؓ کے نکاح میں دیں اور ان سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور حضرت عمرؓ نے سب سادات سے نہیں۔ سیدہ عاتقہؓ بالذکر گولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی ہو جائے گا اگرچہ سیدہ ہو۔ مثلاً شیخ، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی یا عباسی۔ اور اگر غیر کفو سے بے اجازت صریحاً گولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا، جیسے کسی شیخ، انصاری یا مثل، پٹھان سے جب کہ وہ معزز عالم نہ ہو۔ یہ بھی یاد رہے کہ باپ سیدہ ہو تو اولاد سید نہیں ہو سکتی اگرچہ ماں سیدانی ہو۔

(الفتاویٰ الرضویہ مخرجہ، ج ۱، ص ۷۲۸ وغیرہ)

مزید یہ بھی ہے کہ اللہ ورسول کا حکم آ گیا تو اب کفو نا ہونا کیسے معتبر ہو سکتا ہے کیونکہ ابتداءً زینب بنت جحش کا نکاح حضرت زید بن حارثہؓ سے ہونا اللہ کو منظور تھا، لہذا بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا انکار اور نہ ہی ان کے بھائی حضرت عبداللہ کا اعتراض کرنا لازم آتا ہے۔ اور بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے دو نکاح کا ذکر ہم عقرب حاشیہ نمبر ۳ میں کریں گے کہ ان کے نکاح کا ولی خود رب کائنات تھا، لہذا ان کے لئے اعتراض کرنا متحقق نہیں ہوتا تاہم نزول آیت ہوئی اور انہیں مسئلہ واضح ہو گیا۔

کس صحابی کا نام قرآن میں ذکر ہوا ہے؟

۳..... سرکارِ دو عالم ﷺ کے صحابہ کی ایک طویل فہرست ہے، جگہ جگہ اشارہ، دلالتاً، کنایہ ان کے تذکرے ملتے ہیں، کہیں کسی کا نام ذکر نہیں ہوا، کہیں حسن و حسین و فاطمہ و علیؑ کے نام مذکور نہیں، کہیں حضرت قاسم و عبداللہ و ابراہیمؑ کے نام نہیں ذکر ہوئے، کہیں کسی کا نام نہیں ذکر ہوا لیکن اس منہ بولے بیٹے کی شان دیکھیں کہ ان کا ذکر ہوا، نام کے ساتھ ہوا، اہل ایمان قرآن پڑھنے والے بھی ان کی شان پر رشک کرتے ہیں کہ کیسا انہیں اپنے روحانی والد گرامی (سید عالم ﷺ) سے پیار تھا، کیسا سرکارِ دو جہاں ﷺ کو ان سے پیار تھا کہ ان کے نکاح کا پیغام خود پہنچایا، اور کیسا اللہ کو ان سے پیار ہے کہ ان کا نام لے کر ذکر فرمایا، چنانچہ فرمایا ﴿فلما قضیٰ زید منها و طہراً..... الخ پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی (الاحزاب: ۳۷)﴾۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کے دعوتِ ولیمہ کا بیان :

۴..... سن ۳ھ میں ذی القعدہ کے مہینے میں سید عالم ﷺ نے نکاح فرمایا جس وقت بی بی زینب کی عمر ۳۵ سال تھی، سرکارِ دو جہاں کے دعوتِ ولیمہ کی کیفیت بیان کرنے سے پہلے اتنا ضرور کہنا چاہوں گا کہ بی بی زینب کے دو نکاح ہوئے پہلا نکاح حضرت زیدؓ سے وہ بھی اللہ ورسول کے خاص حکم کی تعمیل کرنے میں ہوا اور دوسرا نکاح سید عالم ﷺ سے کہ یہ بھی اللہ کے حکم کے عین مطابق ہوا۔ اس سے بی بی زینب کی خوش قسمتی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ روایت میں ہے کہ بی بی زینب دیگر ازواج پر فخر فرمایا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ تمہارے نکاح تمہارے گھر والوں نے کئے ہیں لیکن میرا نکاح اللہ نے سات آسمان کے اوپر فرمایا۔ (صحیح البسعی، کتاب التوحید، باب: نوکان عرشہ، رقم: ۷۴۲۰، ص ۱۲۷۶)۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ بیشک اللہ میرے نکاح کا ولی ہے اور تمہارے نکاح

تمہارے اولیاء نے کئے ہیں۔ علامہ بغوی کہتے ہیں امام شعبی نے روایت کیا ہے کہ بی بی زینب سید عالم ﷺ کو فرمایا کرتی تھیں کہ آپ کو ایسی تین چیزیں پیش کرتی ہوں جو آپ کی کسی ازواج نے ایسی نمایاں چیزیں پیش نہیں کیں، وہ تین چیزیں یہ ہیں: (۱)..... میرا اور آپ کا دادا ایک ہے، (۲)..... آپ ﷺ کے ساتھ میرا نکاح اللہ نے سات آسمان کے اوپر کرایا، (۳)..... میرے نکاح کے سفیر حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کی طرح کسی اور زوجہ کا ولیمہ نہیں کیا، آپ ﷺ نے ایک بکری ذبح فرمائی (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب: الولیمة ولو بشاة برقم: ۵۱۶۸، ص ۹۲۴)، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سید عالم ﷺ نے بی بی زینب کے ساتھ شب زفاف گزار لی تو آپ ﷺ نے ان کا ولیمہ کیا اور مسلمانوں کو خوب پیٹ بھر کر گوشت روٹی کھائی۔

(المظہری، ج ۵، ص ۵۳۴)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے بی بی زینب بنت جحش کا ولیمہ کیا، اور روٹیوں اور گوشت کی دعوت کی، مجھے لوگوں میں پیغام دینے کو بھیجا گیا، مسلمانوں کا ایک گروہ آتا اور کھانا کھا کر چلا جاتا، پھر دوسرا گروہ آتا اور وہ کھانا کھا کر چلا جاتا، سب لوگ آچکے تھے اور اب بلانے کو کوئی نہیں بچا تھا، سید عالم ﷺ بی بی عائشہ کے حجرے میں تشریف لے گئے اور السلام علیکم یا اہل البیت فرمایا، تو جواب دیا ولیمہ السلام ورحمۃ اللہ، آپ ﷺ نے اپنے اہل (بیوی) کو کیسا پایا؟ اللہ ﷻ آپ کو برکت دے، پھر آپ ﷺ تمام ازواج کے حجروں میں تشریف لے گئے اور سب سے اسی طرح کلام کیا جس طرح بی بی عائشہ سے کلام کیا تھا، اور سب نے اسی طرح جواب دیا جس طرح بی بی عائشہ نے جواب دیا تھا، پھر جب گھر واپس آئے تو تین آدمی وہیں بیٹھے تھے اور باتیں کر رہے تھے، سید عالم ﷺ حیا والے تھے، پھر آپ ﷺ بی بی عائشہ کے حجرے کی طرف چلے گئے، مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو خبر دی یا کسی اور نے خبر دی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں، آپ ﷺ آئے اور آپ ﷺ کا ایک چرمبارک دروازے کی چوکھٹ اور دوسرا دروازے سے باہر تھا، آپ ﷺ نے اپنے اور میرے مابین پردہ لٹکا دیا اور آیت حجاب نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: وان کتن تردن اللہ، رقم: ۴۷۹۳، ص ۸۴۲)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”بدترین کھانا اس ولیمے کا ہے جس میں مالداروں کو دعوت دی جاتی ہے مگر مساکین کو نہیں بلایا جاتا، جو (بلا عذر شرعی) دعوت پر نہ آیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی“۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الامر بالاجابة الدعای الی دعوة، رقم: (۳۴۱۱)/۱۴۳۲، ص ۶۷۳)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”سب سے بُرا کھانا اس ولیمے کا ہے جس میں آنے والوں کو روک دیا جائے اور انکار کرنے والے کو دعوت دی جائے اور جس نے دعوت قبول نہ کی، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی“۔ (المرجع السابق، رقم: (۳۴۱۵)/۱۴۳۲، ص ۶۷۳)

☆..... سرکار مدینہ منورہ سرکار مکہ مکرمہ ﷺ کا فرمان خوشبودار ہے: ”جب تم میں سے کسی کو ولیمے میں بلایا جائے تو ضرور آئے“۔

(المرجع السابق، رقم: (۳۴۰۱)/۱۴۲۹، ص ۶۷۲)

☆..... اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کا فرمان ہے: ”جب تم میں سے کسی کو اس کا بھائی شادی یا کسی اور موقع پر دعوت دے تو اسے چاہیے کہ قبول کرے“۔ (المرجع السابق، رقم: (۳۴۰۳)/۱۴۲۹، ص ۶۷۲)

خاتم النبیین کی بحث :

۵..... مادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ کے حقیقی بیٹے نہ تھے، سید عالم ﷺ کے حقیقی بیٹے چار ہوئے: قاسم، ابراہیم، طیب، مطہر۔ (الجامع البیان، الجزء: ۲۲، ص ۲۲)

علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں:

صحیح قول یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے تین صاحبزادے ہیں: (۱)..... حضرت قاسم (نام کچھ اور تھا)، یہ کنیت تھی، یہ سب سے پہلے صاحبزادے تھے جو دو سال زندہ رہے اور ہجرت سے دو سال پہلے انتقال فرما گئے، (۲)..... حضرت عبداللہ انیس طیب و طاہر بھی کہا گیا ہے، یہ بعثت کے بعد مدت رضاعت میں انتقال فرما گئے اور مکہ مکرمہ میں دفن ہوئے، یہ دونوں صاحبزادے بی بی خدیجہ کے بطن سے ہوئے۔ (۳)..... حضرت ابراہیم، یہ بی بی ماریہ قہلیہ (یہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی لونڈی صاحبہ تھی) کے بطن سے ماہ ذی الحجہ سن ۸ھ میں پیدا ہوئے۔

سید عالم ﷺ دو نور والے ہیں: نور نبوت اور نور ولایت، پس نور ولایت دیگر لوگوں (اہل بیت، صحابہ کرام اور تاقیام قیامت اہل ایمان تک یہی نور منتقل ہوتا رہے گا)، اور نور نبوت شریعت مطہرہ کی صورت میں باقی رہا۔ پس شریعت محمدی ہمارے سامنے موجود ہے اور قیام قیامت تک ہمارے لئے موجود رہے گی۔

(روح البیان، ج ۷، ص ۲۲۱)

سید عالم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر موجودہ آیت صریح دلیل ہے، تاہم مزید کئی آیات اور احادیث بھی ہیں۔ چنانچہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ اور اے محبوب ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا (سب: ۲۸) ﴿يَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ الخ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا (المائدہ: ۳) ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں (الاعراف: ۱۵۸) ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کو (الانبیاء: ۱۰۷) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ﴾ الخ بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندہ پر (الفرقان: ۱) ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ...﴾ الخ، اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب دوں (آل عمران: ۸۱) ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ...﴾ الخ، وہی ہے جس نے اُن پر دھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا (الحجۃ: ۲) ﴿وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ...﴾ الخ، اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اُس پر کھل چکا (النساء: ۱۱۵) ﴿لَا يَسْتَوِي مَنْكُم مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلِ وَقَاتِلِ أَوْلِيَّكَ اعْظَمَ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ...﴾ الخ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں (الحديد: ۱۰)۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جس نے بہت حسین و جمیل ایک گھر بنایا، مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے، اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”قصر نبوت کی وہ اینٹ میں ہوں، میں آخری نبی ہوں۔“

(صحیح البعاری، کتاب المناقب، باب: خاتم النبیین ﷺ، رقم: ۳۵۳۵، ص ۵۹۵)

☆..... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے ہارون رضی اللہ عنہ تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“

(صحیح البعاری، کتاب المغازی، باب: غزوة تبوک، رقم: ۴۴۱۶، ص ۷۴۹)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”بنی اسرائیل کا ملکی انتظام ان کے انبیاء کرتے تھے، جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا قائم مقام دوسرا نبی آ جاتا، اور پیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور میرے بعد بہ کثرت خلفاء ہوں گے۔“

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ما ذکر عن بنی اسرائیل بوقم: ۳۴۵۰، ص ۵۸۲)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کا آخری حصہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پاس آ کر کہیں گے یا محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں، اللہ نے آپ کے صدقے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے سب کاموں کی مغفرت کر دی ہے،

آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: ذریۃ من حملنا، رقم: ۴۷۱۲، ص ۸۱۵)

☆..... حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے کئی اسماء ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماجی (مٹانے والا) ہوں، اللہ میرے سبب سے کفر کو مٹائے گا، اور میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب (آخر میں مبعوث ہونے والا ہوں)، جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: ما جاء فی اسماء رسول، رقم: ۳۵۲۲، ص ۵۹۴)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں، مسلمانوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مبشرات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اچھے خواب۔“

(صحیح البخاری، کتاب التعمیر، باب: المبشرات، رقم: ۶۹۹۰، ص ۱۲۰۶)

☆..... اسماعیل بن ابی خالد روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا وہ کم سنی میں فوت ہو گئے، اور اگر ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہنا مقدر ہوتا تو وہ نبی ہوتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب: من سمي باسماء الانبياء، رقم: ۶۱۹۴، ص ۱۰۷۸)

☆..... حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بیشک اللہ نے میرے لئے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، عنقریب میری امت کے تیس کذاب ہونگے، ان میں سے ہر ایک کا زعم ہوگا کہ وہ نبی ہے، اور میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء لا تقوم الساعة، رقم: ۲۲۲۶، ص ۶۴۷)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے چھ وجہ سے انبیائے کرام پر فضیلت دی گئی ہے: (۱)..... مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں، (۲)..... اور رب سے میری مدد کی گئی ہے، (۳)..... اور میرے لئے شیعوں کو حلال کر دیا گیا، (۴)..... اور تمام روئے زمین کو پاک و سجدہ گاہ بنا دیا گیا، (۵)..... مجھے تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا، (۶)..... مجھے

(سنن الترمذی، کتاب السیر، باب: ما جاء فی الغنیمۃ، رقم: ۱۵۵۹، ص ۴۸۰)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں آخر نبی ہوں اور میری مسجد آخر المساجد (یعنی آخر مساجد الانبیاء ہے)۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: فضل الصلوۃ بمسجدی، رقم: ۲۲۶۶/۱۳۹۴، ص ۶۴۷)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بیشک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے، پس میرے بعد کوئی نبی ہوگا نہ رسول ہوگا۔“ (سنن الترمذی، کتاب الرؤیا، باب: ان رؤیا المؤمن، رقم: ۲۲۷۹، ص ۶۶۲)

☆..... حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ما جاء فی خاتم النبیین، رقم: ۳۶۶۳، ص ۱۰۴۴)

☆..... حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتنہ و جال کے متعلق ایک طویل حدیث میں) فرمایا: ”میں

آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب: طلوع الشمس من مغربہا، رقم: ۴۰۷۷، ص ۶۷۶)

☆..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔“

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: عمر بن خطاب، رقم: ۳۷۰۶، ص ۱۰۵۲)

☆..... بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہم قیامت کے دن ستر امتوں کو مکمل کریں گے ہم ان میں سب سے آخری اور سب سے بہتر امت ہیں۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب: صفة امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۴۲۸۷، ص ۷۱۳)

☆..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو اچھی طرح پڑھو، تم کو علم نہیں ہے شاید یہ درود آپ پر پیش کیا جائیگا، لوگوں نے کہا اے ابو عبد الرحمن آپ ہمیں تعلیم دیجئے، انہوں نے کہا تم اس طرح درود پڑھو: ”اللہم اجعل صلواتک ورحمتک وبرکاتک علی سید المرسلین و امام المتقین و خاتم النبیین محمد عبدک ورسولک امام الخیر و قائد الخیر و رسول الرحمة۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاقامة الصلوة، باب: الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۶، ص ۱۶۷)

☆..... قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں پیدائش میں سب سے پہلا ہوں اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔“

(کنز العمال، کتاب الفضائل، باب: فضائل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۲۱۲۳، ج ۶، ص ۲۰۵)

☆..... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابو ذر! پہلے رسول آدم ہیں اور آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“

(کنز العمال، کتاب الفضائل، باب: فضائل سائر الانبیاء، رقم: ۳۲۲۶۶، ج ۶، ص ۲۱۸)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرات ابراہیم حیات ہوتے تو سچے نبی ہوتے۔“

(کنز العمال، کتاب الفضائل، باب: فضائل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم، ذکر ولد ابراہیم، رقم: ۳۲۲۰۱، ج ۶، ص ۲۱۲)

بجز اللہ تعالیٰ ہم نے خاتم النبیین کے موضوع پر انیس ۱۹ احادیث ذکر کی ہیں، اگرچہ اور بھی احادیث کتب صحیحہ میں موجود ہیں تاہم مزید مضامین مکمل کرنے ہیں اور عطائین کے تحت دیگر ضروریات کا اہتمام بھی کرنا ہے جس کی وجہ سے ضخامت کا خوف دامن گیر ہے۔ لہذا اب مزید اسی موضوع کے متعلق دیگر عنوانات قائم کر کے مزید مواد درج ذیل ہے:

فقہائے کرام و اکابرین کے نزدیک خاتم النبیین کا بیان:

علامہ سعد الدین قشتازانی فرماتے ہیں:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام (حدیث پاک) اور کلام الہیہ (قرآن مجید) جو آپ پر نازل ہوا اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا ہے اور آپ کائنات انسانی بلکہ تمام جن و انس کی طرف (رسول بن کر) مبعوث ہوئے ہیں (قرآن و حدیث) سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔“

(شرح عقائد نسفیہ، بیان: فی ارسال الرسل، ص ۱۳۳ وغیرہ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

تمام امت محمدیہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی معنی مراد لیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا کہ اس لفظ میں نہ کوئی تاویل ہے کہ آخر النبیین کے سوا خاتم النبیین کے کچھ اور معنی گھڑے، نہ اس عموم میں کچھ تخصیص ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کو کسی زمانہ یا زمین کے کسی طبقہ سے خاص کیجئے اور جو اس میں تاویل اور تخصیص کو راہ دے اس کی بات جنون یا نشے یا سرسام میں بکنے برانے یا بکنے کے قبیل سے ہے، اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ وہ آیت قرآن کی تکذیب

کر رہا ہے جس میں اصلاً تاویل و تخصیص نہ ہونے پر امت مرحومہ کا جماع ہو چکا ہے۔ (الفتاویٰ الرضویہ مع ترجمہ، ج ۱۰ ص ۷۲۴)

دعویٰ نبوت کرنے والے سید عالم ﷺ کے دور سے لے کر مرزا غلام احمد کے دور تک کا جائزہ:

سید عالم ﷺ کے وصال ظاہری سے چند دن قبل ہی (۱)..... اسود عیسیٰ نامی شخص نے اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ شعبہ باز اور کاہن تھا۔ اہل نجران نے اس کی تائید کر دی، قبیلہ مدح نے بھی اس کی دعوت قبول فرمائی اور دیکھا دیکھی پورا یمن اس کی تائید میں کھڑا ہو گیا۔ سید عالم ﷺ کی جانب سے حضرت فیروز دہلی نے اپنی ہمیشہ کے ساتھ مل کر سید عالم ﷺ کے حکم کے مطابق اسود عیسیٰ کے گھر میں پہنچ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (۲)..... طلحہ اسدی نے بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کی حیات ظاہری میں ہی نبوت کا دعویٰ کیا، اور سید عالم ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت ضرار بن ازور کو مامور فرمایا، اور انہوں نے طلحہ اسدی کی سرکوبی کے لئے جدوجہد کی، لیکن معاملہ ادھورا رہا کہ سید عالم ﷺ نے پردہ فرمایا، ابو بکر صدیق ؓ اور خالد بن ولید نے بھی کوششیں کیں لیکن کامیابی نہ ہوئی تاہم عمر فاروق ؓ کے دور میں طلحہ اسدی نے عمر فاروق ؓ کے ہاتھ پر توبہ کی اور دوبارہ اسلام قبول کیا۔ (۳)..... مورخین کہتے ہیں کہ سیلہ کذاب نامی شخص سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر آپ مجھے اپنا جانشین بنالیں تو میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں، لیکن سرکارِ دو عالم ﷺ کے انکار پر اس نے بیعت بھی نہ کی، رحال بن صفوہ جو کہ نہار کے نام سے مشہور تھا اور سید عالم ﷺ نے اسے ”نہار“ کو راہ ہدایت لانے کے لئے بھیجا لیکن یہ شخص اس ”نہار“ نامی شخص کی باتوں میں آ گیا، جو ہاتھ حکیم نور الدین بھیروی، کا قادیانیت کے فروغ میں تھا وہی ہاتھ سیلہ کی ترقی میں ”نہار“ کا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر ؓ کے دور میں جنگ یمامہ میں حضرت وحشی نے اسی تلوار سے کیفر کردار تک پہنچایا جس طرح جاہلیت کے دور میں امیر حمزہ ؓ کو شہید کیا تھا۔ (۴)..... مختار بن ابی عبید ثقفی جھوٹا مدعی نبوت تھا، یہ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ اور ملک بن مروان کا زمانہ تھا، اس نے دعویٰ کیا کہ جبرائیل امین ؑ اس کے پاس وحی لے کر آئے ہیں، امام ذہبی کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے اس کے قتل کیلئے لشکر تیار کیا اور ۶ھ میں مختار ثقفی کو قتل کر کے اس پر فتح پائی۔ (۵)..... حارث بن سعید نے عبدالملک بن مروان کے زمانے خلافت میں نبوت کا دعویٰ کیا چنانچہ اس کے جھوٹے دعویٰ کی پاداش میں عبدالملک بن مروان نے قتل کر کے اسے عبرت کے لئے سولی پر لٹکایا۔ (۶)..... ہشام بن عبدالملک کے دور خلافت ۱۹ھ میں عراق میں مغیرہ بن سعید عجمی اور بیان بن سعید تمیمی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، خالد بن ولید بن عبداللہ قری نے دونوں کو قتل کر کے عبرت کے لئے پھانسی پر لٹکا دیا اور بعد میں آگ کے گڑھے میں ڈال کر ان کی لاش کو جلوا دیا۔ (۷)..... ابو منصور عجمی نے دعویٰ نبوت کیا اور ثبوت میں قرآن مجید کی آیات کی عجیب و غریب تاویلات کیں، عراق کے حکمران یوسف بن عمر ثقفی نے اسے گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیا اور اس فتنے کا قلع قمع کیا۔ (۸)..... خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا اور حضرت نوح ہونے کا دعویٰ کیا، خلیفہ ہارون نے علماء کے فتویٰ پر مجرم ارتداد اس کی گردن ماری اور پھر عبرت کے لئے اس کی لاش سولی پر لٹکا دی۔ (۹)..... امام اعظم کے زمانے میں کسی نے دعویٰ نبوت کیا لوگوں نے اس سے علامات طلب کیں، امام اعظم نے فرمایا: ”جس نے اس کذاب سے علامات طلب کیں وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوا۔“

روئے زمین پر اس وقت بہائی اور قادیانی دو گروہ ہیں جو ختم نبوت کے صحیح عقیدے کے خلاف کلام کرتے ہیں اور ایک گروہ امریکا کا ہے جو علی جاہ کے نبی ہونے کا قول کرتا ہے۔ بہائی اور علی جاہ کی تعداد کافی کم ہے، زیادہ تعداد میں قادیانی ہیں جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار ہیں، لیکن ان کے دو گروہ ہیں ایک گروہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور رسول مانتا ہے جب کہ دوسرا گروہ مرزا کو مجدد اور محدث مانتا ہے، اس کو لاہوری فرقہ کہتے ہیں۔ لاہوری گروہ کا کہنا یہ ہے کہ مرزا کو وحی اور الہام میں اشتہا ہو گیا، قادیانی گروہ

انہیں کافر کہتا ہے بلکہ اپنے سوا سب ہی کو کافر کہتا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک جو مرزا غلام احمد کو نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا تعارف و عقائد کا مطالعہ:

مرزا غلام احمد قادیانی کی صحیح تاریخ پیدائش تو معلوم نہیں البتہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ”البریۃ“ میں اپنی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء اور ۱۸۴۰ء لکھی ہے، جب کہ اس کا بیٹا مرزا بشیر احمد قادیانی نے ”سیرت المہدی“ جلد ۲، صفحہ ۱۵۰ پر لکھا ہے کہ ”میرا باپ ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوا، پھر ”سیرت المہدی“ جلد ۳، صفحہ ۶ پر لکھتا ہے، نہیں میرا باپ ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوا۔ ایک بار پھر اپنے بیان سے پلٹا اور کہتا ہے: ”میرا پھر وہاں میرا باپ ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوا لیکن کیا کریں کہ وہ اس پر بھی قائم نہیں رہ پایا اور ایک بار پھر ”سیرت المہدی“ جلد ۳، صفحہ ۳۰۲ پر لکھا کہ میرا باپ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوا، اور جب اس پر بھی اطمینان حاصل نہیں ہوتا تو ایک بار پھر کہتا ہے کہ میرا باپ ۱۸۳۳ء یا ۱۸۳۴ء میں پیدا ہوا۔ (سیرت المہدی، ج ۲، ص ۱۹۴ وغیرہ)

مرزا غلام احمد قادیانی نے خود کو خدا کا نبی و رسول قرار دیا، اور اپنے مریدوں کو جماعت صحابہ کا نام دیا، اپنی کافرہ بیوی کو ام المؤمنین کے نام سے تعبیر کیا، اپنے گھر والوں کو اہلبیت کا نام دیا، اس نے تین سو تیرہ بدری صحابہ کے مقابلے میں اپنے تین سو تیرہ جیلوں کی فہرست تیار کی۔ سید عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ننانوے صفاتی ناموں کے مقابلے میں اپنے چھوٹے صفاتی نام گڑھ لئے۔ مرزا نے اپنے بیٹے کو قمر الانبیاء کے نام سے پکارا۔ قادیان آنے کو ظلی حج قرار دیا۔ جنت البقیع کے مقابلے میں قادیان میں ایک بہشتی مقبرہ تیار کروایا۔ قرآن مجید میں تحریفات کیں، احادیث رسول کو بگاڑا، اقوال صحابہ و بزرگان دین کو مسخ کیا اور ”جہاد کو حرام“ قرار دے کر انگریز کی اطاعت کو لازم قرار دیا اور صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اپنی بناہستی اور انگریزی نبوت کو چلانے اور چکانے کے لئے دین اسلام، پیغمبر اسلام اور مقدس ہستیوں پر ریک حملے بھی کئے۔

مرزا کی بعض کفریہ عبارات اس کی نبوت کے مختلف تدریجی سفر کی روشنی میں:

اس مقام پر ہم چند عبارات بیان کریں گے، جس سے ہمارے موقف کی تائید ہوگی اور بد بخت مرزا کی حقیقت قارئین پر مزید واضح ہو جائے گی۔

(۱)..... دعویٰ مجددیت: ”میں (مرزا) اس وقت محض اللہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مسمور کردہ دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لئے بھیجا ہے تاکہ میں پر آشوب دور میں زمانہ قرآن کی خوبیوں اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں بیان کروں۔“ (سلسلہ تصانیف احمدیہ، ص ۳۳۳)

(۲)..... دعویٰ مجددیت: دعویٰ مجددیت کے بعد مرزا نے ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے کہا: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل رکھتا ہوں، کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور آپ جناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا..... ہاں محدث ضرور آئیں گے جو اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور ملاحظہ بعض وجوہ نشان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک ہوں۔ (نشان آسمانی، ص ۲۸)

(۳)..... دعویٰ مجددیت: وہ آخری مہدی جو منزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں برہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور آسمانی ماندہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش قدمی کرنے والا تقدیر الہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو سال پہلے رسول کریم نے دی تھی، وہ میں ہوں۔ (ذکر الشہادتین، ص ۲)

(۴)..... دعویٰ مسیحت عیسیٰ: مجھے ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تاسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔

(تبلیغ رسالت، ج ۲، ص ۲۱)

(۵)..... دعویٰ عینیت عیسیٰ: مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ: ”اس لئے گو اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمت میں، میں نے پرورش پائی اور پردے میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ ۴، صفحہ نمبر ۶۹۶ میں درج ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں پھونکی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخری کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینہ سے زیادہ نہیں بذر لیا اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ، جلد ۴، ص ۵۵۶ پر درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا“۔ (کشتی نوح، ص ۶۸، ۶۹)

”جو مسیح آنے والا تھا یہی ہے (یعنی میں ہی ہوں)، چاہوں تو قبول کر لوں“۔

(فتح اسلام، ص ۱۵)

(۶)..... دعویٰ افضلیت بر مسیح موعود: ”خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا ہے جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے اور اس نے دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا“۔

(دافع البلاء، ص ۳۰)

ایک جگہ اور مرزا غلام احمد نے لکھا: ”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھا سکتا“۔

(حقیقۃ الوحی، ص ۱۴۸)

دوسری جگہ مرزا قادیانی لکھتا ہے: ”میں مسیح کو ہرگز ان امور میں اپنے پر زیادہ نہیں دیکھتا یعنی جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا، ایسا ہی مجھ پر ہوا، اور جیسے اس کی نسبت معجزات منسوب کئے جاتے ہیں یعنی میں اپنے طور پر ان معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں، بلکہ ان سے زیادہ“۔

(ہشتمہ مسیحی، ص ۲۸)

(۷)..... دعویٰ غلطی نبوت: مرزا بشیر احمد لکھتا ہے: ”اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسیٰ ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا ہوں اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا ہوں اور اس طور سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی۔ کیونکہ میں نے انکساری اور غلطی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعے ہی نام پایا“۔

(ایک غلطی کا ازالہ، ص ۹)

ایک اور جگہ پر مرزا بشیر احمد لکھتا ہے: ”پس مسیح موعود کا منکر کافر تو ضرور ہوا مگر ہاں اس پر کفر کا فتویٰ مسیح موعود کی طرف سے نہیں لگایا جائیگا بلکہ خود دربار محمدی سے یہ فرمان جاری ہوگا کیونکہ مسیح موعود اپنی ذات میں کچھ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ کا کامل ظل ہونے کی وجہ سے قائم ہے“۔

(کلمۃ الفضل، ص ۱۵۷)

(۸)..... دعویٰ بروزی نبوت: ”مجھے بروزی صورت میں نبی اور رسول بنایا ہے، اس بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی و رسول رکھا، مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں بلکہ محمد ہے، اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا، پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی، محمد کی چیز محمد کے پاس رہی“۔

(ایک غلطی کا ازالہ، ص ۱۶)

(۹)..... غیر حقیقی نبوت کا دعویٰ: ”حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر عاجز کو الہام ہوا ہے، اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آ گیا لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت و رسالت سے مراد حقیقی نبوت و رسالت ہے“۔ (فتنہ قادیانیت، ص ۲۳۷)

(۱۰)..... حقیقی و تشریحی نبوت کا دعویٰ: ”ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول (یعنی مرزا صاحب) کو قبول نہ کیا، مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں آخری نور ہوں، بد قسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے، کیونکہ میرے بعد سب تاریک ہے“۔

(کشتی نوح، ص ۵۶)

(۱۱)..... میں محمد ہونے کا دعویٰ: مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتا ہے: ”صبح موعود (مرزا) اور نبی کریم میں کوئی دوئی باقی نہیں رہی، حتیٰ کہ ان دونوں کا وجود بھی ایک وجود کا حکم رکھتے ہیں، تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ نے پھر سے محمد کو اتارا۔“

(کلمۃ الفضل، ص ۱۰۴)

(۱۲)..... فضیلت بر محمد ہونے کا دعویٰ: ”یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔“

(اخبار الفضل، ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

(۱۳)..... تمام انبیاء کے جامع کمالات ہونے کا دعویٰ: ”دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا، سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدانے فرمایا کہ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد ہوں، یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدانے اسی کتاب میں یہ نام مجھے دیئے اور میری نسبت جوری اللہ فی حلال الانبیاء فرمایا یعنی خدا کا رسول، نبیوں کا پیر ہوں، سو ضرور کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے۔“

(تمۃ حقیقۃ الوحی، ص ۸۴)

”اس خدانے میرا دعویٰ سچ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہیں“ مزید لکھا ہے ”میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ..... اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔“

(حقیقۃ الوحی، ص ۱۳۶، ۱۳۷)

(۱۴)..... ابن اللہ ہونے کا دعویٰ: ”میں نے تجھ سے ایک خرید و فروخت کی ہے یعنی ایک چیز میری تھی جس کا تو مالک بنایا گیا اور ایک چیز تیری تھی جس کا میں مالک بن گیا، تو بھی اس خرید و فروخت کا اقرار کر اور کہہ دے کہ خدانے مجھ سے خرید و فروخت کی تو مجھے ایسا ہے جیسا کہ اولاد تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔“

(دافع البلاء، ص ۸)

(۱۵)..... دعویٰ الوہیت: دیکھئے نبوت سے ابن اللہ اور ابن اللہ سے خود اللہ ہونے کا دعویٰ بھی کس طرح ہو رہا ہے۔ ”میں نے نیت میں اپنے آپ کو ہو ہوا اللہ دیکھا اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی (اللہ) ہوں پھر میں نے آسمان وزمین بنائے اور کہا کہ ہم نے آسمان کو ستاروں سے سجایا ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام، ص ۵۶۴)

مرزا قادیانی کی بعض کفریہ و گستاخانہ عبارات:

یہاں ہم ترتیب وار کچھ عبارتیں بیان کریں گے جو کہ درج ذیل ہیں:

بارگاہ الوہیت میں گستاخی:

(۱)..... ”قوم العالمین ایک ایسا وجود ہے جس کے بیشار ہاتھ پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لاپتہا عرض اور طول رکھتا ہے“ معاذ اللہ

(توضیح المرام، ص ۴۲)

(۲)..... ”وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے، وہ فرماتا ہے کہ چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا“ نعوذ باللہ۔

(تحلیات النہیہ، ص ۴)

(۳)..... ”کیا کوئی ظن کند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانے میں کہ خدا سنتا ہے، مگر بولتا نہیں پھر اس کے بعد یہ سوال ہوگا کہ کیوں نہیں بولتا کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہو گئی ہے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ، ج ۵، ص ۱۴۴)

(دافع البلاء، ص ۱۱)

(۴)..... ”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا“ معاذ اللہ۔

شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخیاں:

(۵)..... ”ہر نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے ہیں، کسی کو بہت، کسی کو کم۔ مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمد ﷺ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا۔ اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے، پس ظلی نبوت فی مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں رہنایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو پہ پہلو لاکھڑا کیا“ معاذ اللہ۔
(کلمۃ الفضل، ص ۱۱۳)

(۶)..... ”یہ بات بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے، حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے“
نعوذ باللہ۔
(اعبار الفضل قادبان، ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

(۷)..... ”اس (نبی کریم ﷺ) کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا، اب کیا تو انکار کریگا“
(اعجاز احمدی، ص ۷۱)

دیگر انبیائے کرام کی توہین:

(۸)..... ”پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے، کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا“ نعوذ باللہ۔
(براہین احمدیہ، حصہ ۵، ص ۹۹)

(۹)..... ”افسوس ہے کہ حضرت عیسیٰ کے اجتہادات میں غلطیاں ہیں؛ اس کی نظیر کسی نبی میں نہیں پائی جاتی“ معاذ اللہ۔
(اعجاز احمدی، ص ۲۵)

(۱۰)..... ”خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں یہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔“ معاذ اللہ۔
(تعمتہ حقیقت الوحی، ص ۱۳۷)

(۱۱)..... ”اور آپ کے (حضرت عیسیٰ) کے ہاتھ میں سوا نکرو فریب کے اور کچھ نہیں تھا، پھر افسوس کہ تالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں اور مسلمان رسول کہتے ہیں، معاذ اللہ۔
(ضمیمہ انعام آتھم، حاشیہ ۵)

(۱۲)..... ”یسوع مسیح درحقیقت بوجہ مرگی کے دیوانہ ہو گیا“ نعوذ باللہ۔
(حاشیہ ست بجن، ص ۱۷۱)

(۱۳)..... ”اگر میں ذیابلس کیلئے افیون کھانے کی عادت ڈال لوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہیں کہیں کہ پہلا مسیح شرابی تھا اور دوسرا افیونی“ معاذ اللہ۔
(ریویو بابت اپریل ۱۹۰۳ء، ص ۱۴۹، نسیم دعوت، ص ۹۹)

(۱۴)..... مسیح کے چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پو شرابی، نہ زاہد نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر خود پس، خدائی کا دعویٰ کرنے والا“ معاذ اللہ۔
(مکتوبات احمدیہ، ج ۳، ص ۲۴۰، ۲۳)

(۱۵)..... ”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے“ معاذ اللہ۔
(دافع البلاء، ص ۲۰)

(۱۶)..... ”نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا، اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ میری تعلیم ہے“ معاذ اللہ۔
(حاشیہ انعام آتھم، ص ۶)

(۱۷)..... ”اس خاتون (والدہ مرزا) کی عزت و وقار کا کیا کہنا، جس کے سلطان مبارک سے وہ عظیم الشان انسان پیدا ہوا جو نبیوں کا موعود تھا، اور اس کو آنحضرت ﷺ نے اپنا سلام کہا..... اس عظیم انسان کی ماں دنیا میں ایک ہی عورت ہے جو آمنہ خاتون کے بعد اپنے بخت رسا پر ناز کر سکتی ہے۔ دنیا کی عورتوں میں جو ممتاز خواتین ہیں ان میں حضرت آمنہ خاتون اور حضرت چراغ بی بی صاحبہ ہی دو عورتیں ہیں جنہوں نے

ایسے عظیم الشان انسان دنیا کو دیئے جو ایک عالم کی نجات اور رستگاری کا موجب ہوئے "معاذ اللہ۔ (حیان النبی جلد اول و دوم، ص ۱۴۲) امہات المؤمنین کی تو ہیں:

(۱۸)..... "ام المؤمنین کا لفظ جو صحیح موعود کی بیوی کی نسبت استعمال کیا جاتا ہے اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں حضرت اقدس نے سن کر فرمایا: اعتراض کرنے والے بہت ہی کم غور کرتے ہیں اور اس قسم کے اعتراض صاف بتاتے ہیں کہ وہ محض کینہ و حسد کی بنا پر کئے جاتے ہیں ورنہ نبیوں یا ان کے اظلال کی بیویاں اگر امہات المؤمنین نہیں ہوتی تو اور کیا ہوتی ہیں" نعوذ باللہ۔

(ملفوظات احمدیہ، ج ۱، از مرزا غلام احمد قادیانی)

حضرت بی بی فاطمہ کی تو ہیں:

(۱۹)..... یہاں مرزا خبیث کی خاتون جنت بی بی فاطمہ کی شان اقدس میں تو ہیں امیز عبرت لکھتے ہوئے میرا قلم کانپتا ہے اور دل دہل جاتا ہے، لہذا اصل عبارت لکھنے کے بجائے صرف حوالہ درج کیا جاتا ہے، اصل عبارت "ایک غلطی کا ازالہ، حاشیہ صفحہ نمبر ۱۱)

قرآن و حدیث کی تو ہیں:

(۲۰)..... "قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے مہذب کی باتیں ہیں" - معاذ اللہ۔ (تذکرہ مجموعہ الہامات، ص ۶۳۶)

(۲۱)..... "ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی" مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے اسی لئے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ (مرزا قادیانی) کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کر کے آپ پر قرآن شریف اتارا جائے۔

(کلمۃ الفصل، ص ۱۷۳)

(۲۲)..... "قرآن مجید قادیان کے قریب نازل ہوا، کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ پر ہے" معاذ اللہ۔

(تذکرہ، مجموعہ الہامات، ص ۷۶)

(۲۳)..... "جس طرح میں قرآن مجید کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اس طرح اسی کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں" معاذ اللہ۔

(حقیقۃ الوحی، ص ۲۲۰)

(۲۴)..... "مولوی لوگ حدیثیں لئے پھرتے ہیں مگر حدیثوں کا یہ کام نہیں کہ میرے متعلق فیصلہ کریں بلکہ میرا کام ہے کہ میں بتاؤں کہ فلاں حدیث درست ہے اور فلاں حدیث غلط، اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو حضرت مسیح موعود نے پیش کیا اور کوئی حدیث کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں نظر آئے اور کوئی نبی نہیں سوائے اس کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے" نعوذ باللہ۔

(الفضل، ۱۵ جولائی ۱۹۲۴ء)

(اعجاز احمدی، ص ۵۶)

(۲۵)..... "میری وحی کے مقابلے میں حدیث مصطفیٰ کوئی شے نہیں" نعوذ باللہ۔

اہل بیت اور صحابہ کرام کی تو ہیں:

(۲۶)..... "میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے" نعوذ باللہ

(مجموعہ اشتہارات، ص ۲۷۸)

(۲۷)..... "ابوبکر و عمر کیا تھے وہ تو حضرت غلام احمد کی جوتیوں کے تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہ تھے" نعوذ باللہ۔

(ماہنامہ المہدی، جنوری فروری ۱۹۱۵ء)

(اعجاز احمدی، ص ۱۸)

(۲۸)..... "جیسا کہ ابو ہریرہ فرماتا تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا" نعوذ باللہ۔

(۲۹)..... ”جو شخص قرآن مجید پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہیے کہ ابو ہریرہ کے قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے“ نعوذ باللہ۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ، ج ۵، ص ۴۱۰)

(۳۰)..... ”پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نئی خلافت کو ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو“ العیاذ باللہ۔

(ملفوظات احمدیہ، ج ۱، ص ۴۰۰)

(۳۱)..... ”اور مجھ میں تمہارے حسین میں فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے“ نعوذ باللہ۔

(اعجاز احمدی، ص ۷۰)

(۳۲)..... ”اور اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے“ معاذ اللہ۔

(دافع البلاء، ص ۱۷)

حرم پاک کی توہین:

(۳۳)..... ”لوگ معمولی اور نقلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں مگر اس جگہ (قادیان میں آنا نقل) نقلی حج سے زیادہ ثواب ہے اور غافل میں رہنے میں نقصان اور خطرہ کیونکہ سلسلہ آسمانی اور حکم ربانی“ نعوذ باللہ۔

(آئینہ کمالات اسلام، ص ۳۵۲)

روضہ رسول کی توہین:

(۳۴)..... ”آنحضرت ﷺ کے چھپانے کے لئے ایک ایسی جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات ارض کی نجاست کی جگہ تھی“ نعوذ باللہ۔

(حاشیہ تحفہ گولڑویہ، ص ۱۱۲)

مسجد اقصیٰ کی توہین:

(۳۵)..... ”مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے“ معاذ اللہ۔

(خطبہ الہامیہ حاشیہ، ص ۲۱)

امت مسلمہ کی توہین:

(۳۶)..... ”ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، پس محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے“ نعوذ باللہ۔

(کلمۃ الفصل، ص ۱۱۰)

(۳۷)..... ”دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے، اور ان کی عورتیں کیتوں سے بڑھ گئی ہیں“ نعوذ باللہ۔

(نجم الہدی، ص ۵۳)

(۳۸)..... ”میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے، مگر رنڈیوں کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی“ نعوذ باللہ۔

(آئینہ کمالات اسلام، ص ۵۴۷ وغیرہ)

(۳۹)..... ”ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں“ نعوذ باللہ۔

(انوار خلافت، ص ۹۰)

(۴۰)..... ”غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا“ نعوذ باللہ۔

(کلمۃ الفصل، ص ۱۷۰)

۱۹۰۱ء سے ہونے والی جدوجہد بالآخر ۲۳ ستمبر ۱۹۰۷ء کو سیدنا صدیق اکبری آل شاہ احمد نورانی کی قرارداد کے مطابق حکومت نے باضابطہ طور پر قادیانی گروہ کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔

نوٹ: ہم نے اپنے تئیں کافی شافی بحث کی، اور بحوالہ کلام کیا، مزید تحقیق و تفتیش درکار ہو تو قبلہ ”مفتی محمد امین علیہ رحمۃ اللہ المسین“ کی مایہ ناز تالیف ”عقیدہ شتم نبوت“ اور محمد احمد ترازوی کی تالیف ”تحریک شتم نبوت صدیق اکبر تا علامہ شاہ احمد لورانی“ کو مطالعہ میں ضرور رکھیں۔ ہم نے اکثر مواد انہی کتب سے حاصل کیا ہے۔

اغراض:

ای الاختیار: سے اس جانب اشارہ مقصود ہے کہ ”الخبیرو“ مصدر ہے۔ واخنت زینب: مراد زینب بنت جحش ہیں، جن کی والدہ کا نام امیہ بنت عبدالمطلب ہے جو کہ سید عالم ﷺ کی پھوپھی ہیں۔

خطبہا النبی وعسی لزید: اولاً زید کی زوجہ تھیں، زید سید عالم ﷺ کے غلام تھے جنہیں سید عالم ﷺ نے آزاد فرمایا تھا، اور سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد پانچ ماہ یا ایک سال زندہ رہے، اور زید کے ہاں اسامہ کی ولادت ہوئی اور یہ ولادت ہجرت کے تین سال بعد ہوئی اور ایک قول کے مطابق پانچ سال بعد ہوئی۔

فکروھا ذلک: بی بی زینب نے زید کے رشتے کو ناپسند کیا اور سید عالم ﷺ سے کہا: میں آپ کی پھوپھی زاد ہوں، اور زید کو اپنے لئے پسند نہیں کرتی، کیونکہ زینب حسین و جمیل تھیں جب کہ زید سیاہ قام تھے۔

ثم رضی اللہ لایہ: جب آیت کا نزول ہوا تو راضی ہو گئیں۔ فزوجھا النبی لزید: پس سید عالم ﷺ نے زید کا نکاح بی بی زینب سے کر دیا اور اس نکاح میں اپنی جانب سے دس دینار، ساٹھ دراہم، ڈو پٹے، چادریں، پچاس منداناج اور تیس صاع کھجور بھی دیئے۔

اشترہ رسول اللہ ﷺ: اولاً بی بی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے زید کو چار سو دراہم میں خرید لیا اور پھر اسے سید عالم ﷺ کو ہبہ کر دیا گویا کہ یہ شہداء صوری ہوا۔ اور اس مناسبت سے حضرت زید ﷺ آزاد ہوئے اور ان کی رقیق شروع نہ تھی اور وہ حربی بھی نہ تھے بلکہ اہل فطرت میں سے تھے۔ الختصر۔

من محبتھا: یہ قول مردود ہے جس سے سید عالم ﷺ کی برائت بیان کرنا ضروری ہے، درست یہ ہے کہ سید عالم ﷺ دل سے بی بی زینب کو پسند فرماتے تھے جس کی خبر اللہ نے انہیں عطا فرمائی اور حضرت زید ﷺ کے طلاق دینے کے بعد ایسا ہوا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کو اللہ کی بارگاہ سے نزول وحی ہوئی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دیں گے اور اللہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا سے سید عالم ﷺ کا نکاح کرانے گا اور سید عالم ﷺ کو یہ بھی خدشہ ہوا کہ لوگ مونہہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرنے پر طعن کریں گے تو جواب میں بتایا گیا کہ حقیقی بیٹے اور مونہہ بولے بیٹے کے احکام جدا ہوا کرتے ہیں۔ ملخصاً۔

فدخل علیھا النبی ﷺ بغير اذن: یعنی بغیر عقد و مہر، اور یہ سید عالم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے جس پر اجماع امت ہے، اور سید عالم ﷺ نے بی بی زینب سے سن پانچ ہجری میں نکاح فرمایا، یا تین ہجری میں، اور یہ سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد سب سے پہلے وفات پانے والی زوجہ ہیں جو کہ سن دس ہجری میں وفات پانگئیں اور اس وقت ان کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی۔

واشبع المسلمین خبزاً ولحماً: یعنی سید عالم ﷺ نے دعوت ولیمہ میں بکری ذبح فرمائی اور اس کے گوشت سے مہمانوں کی ضیافت فرمائی اور یہ پہلی زوجہ تھیں جن کا ایسا ولیمہ ہوا بی بی زینب کے جیسا کسی کا ولیمہ نہ ہوا۔

لکيلا يکون علی المؤمنین حرج: پس اس میں دلیل ہے کہ یہ امر سید عالم ﷺ کی ذات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

فنصب بنزع الخافض: ایک قول کے مطابق سنة اللہ ﷺ نصب صدریت کی وجہ سے ہے، اور اس آیت میں یہود کا رد ہے کہ سید عالم ﷺ اپنی خواہش سے نکاح کی کثرت کرتے ہیں۔

توسعة لهم في النكاح: جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سوازواج، حضرت سلیمان کی سات سوازواج اور تین سولو نظریاں تھیں۔
فلا يكون له ابن رجل بعده يكون نبيا: سید عالم ﷺ کے تین فرزند ہوئے ابراہیم، قاسم اور طیب، جو کہ بالغ ہونے سے پہلے ہی انتقال فرما گئے، پس سید عالم ﷺ ہی خاتم النبیین رہے، اور یہی وجہ تھی کہ سید عالم ﷺ کے صاحبزادے حد بلوغ کو نہ پہنچے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۳۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿يا ايها الذين امنوا اذكروا الله ذكرا كثيرا (۳۱) وسبحوه بكرة واصيلا (۳۲)﴾ ﴿أَوَّلَ النَّهَارِ وَالْآخِرَةَ﴾ ﴿هُوَ
الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ﴾ ﴿أَيِ يَرْحَمُكُمْ﴾ ﴿وَمَلَئِكْتَهُ﴾ ﴿أَيِ يَسْتَغْفِرُونَ لَكُمْ﴾ ﴿لِيُخْرِجَكُمْ﴾ ﴿لِيُدِيمَ إِخْرَاجَهُ﴾
﴿إِيَّاكُمْ﴾ ﴿مِنَ الظُّلْمِ﴾ ﴿أَيِ الكُفْرِ﴾ ﴿أَلِي النُّورِ﴾ ﴿أَيِ الْإِيمَانِ﴾ ﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾ ﴿۳۳﴾ ﴿تَحِيَّتَهُمْ﴾ ﴿مِنهُ﴾
﴿تَعَالَى﴾ ﴿يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ﴾ ﴿سَلَامٌ﴾ ﴿بِلِسَانِ الْمَلَائِكَةِ﴾ ﴿وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا﴾ ﴿۳۴﴾ ﴿هُوَ الْجَنَّةُ﴾ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا
أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا﴾ ﴿عَلَىٰ مَنْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ﴾ ﴿وَمُبَشِّرًا﴾ ﴿مَنْ صَدَّقَكَ بِالْجَنَّةِ﴾ ﴿وَنَذِيرًا﴾ ﴿۳۵﴾ ﴿مُنذِرًا مِنْ
كُذِّبِكَ بِالنَّارِ﴾ ﴿وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ﴾ ﴿أَلَى طَاعَتِهِ﴾ ﴿بِأَذْنِهِ﴾ ﴿أَيِ بِأَمْرِهِ﴾ ﴿وَسِرَاجًا مُنِيرًا﴾ ﴿۳۶﴾ ﴿أَيِ مِثْلَهُ فِي
الْإِهْتِدَاءِ بِهِ﴾ ﴿وَبَشَّرَ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا﴾ ﴿۳۷﴾ ﴿هُوَ الْجَنَّةُ﴾ ﴿وَلَا تَطْعُ الْكَافِرِينَ
وَالْمُنْفِقِينَ﴾ ﴿فِيمَا يُخَالِفُ شَرِيعَتَكَ﴾ ﴿وَدَعِ﴾ ﴿أَتْرُكْ﴾ ﴿أَذْهَمْ﴾ ﴿لَا تُجَازِهُمُ عَلَيْهِ إِلَىٰ أَنْ تُؤْمَرَ فِيهِمْ﴾
﴿بِأَمْرٍ﴾ ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ ﴿فَهُوَ كَافِيكَ﴾ ﴿وَكُفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ ﴿۳۸﴾ ﴿مُفَوِّضًا إِلَيْهِ﴾ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا
نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ﴾ ﴿وَفِي قِرَاءَةِ تَمَاشُوهُنَّ﴾ ﴿أَيِ تَجَامِعُوهُنَّ﴾ ﴿فَمَا لَكُمْ
عَلَيْهِنَّ مِنْ عَدَاةٍ تَعْتَدُونَهَا﴾ ﴿تُحْضَرْنَهَا بِالْأَقْرَاءِ﴾ ﴿أَوْ غَيْرِهَا﴾ ﴿فَمَتَّعُوهُنَّ﴾ ﴿أَعْطَوْهُنَّ مَا يَتَمَتَّعْنَ بِهِ﴾ ﴿أَيِ إِنْ لَمْ
يُسَمِّ لَّهُنَّ أَصْدِقَةً﴾ ﴿وَأَلْفَلَهُنَّ نِصْفَ الْمُسْمَىٰ﴾ ﴿فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ﴾ ﴿وَسَرَّحُوهُنَّ سَرَاحًا
جَمِيلًا﴾ ﴿۳۹﴾ ﴿خَلَّوْا سَبِيلَهُنَّ مِنْ غَيْرِ أَضْرَارٍ﴾ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ
أَجْرَهُنَّ﴾ ﴿مُتَّهَرَاتٍ﴾ ﴿وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهِ عَلَيْكَ﴾ ﴿مِنَ الْكُفَّارِ بِالسَّبْيِ كَصَفِيَّةَ﴾
﴿وَجُوَيْرِيَةَ﴾ ﴿وَبِنْتَ عَمِّكَ وَبِنْتَ عَمَّتِكَ وَبِنْتَ خَالِكَ وَبِنْتَ خَلَّتِكَ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ ﴿بِخِلَافِ﴾
﴿مَنْ لَمْ يَهَاجِرْنَ﴾ ﴿وَأَمْرًا مَوْمِنَةً﴾ ﴿وَهَبْتَ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا﴾ ﴿يَطْلُبُ نِكَاحَهَا بِغَيْرِ
صَدَاقٍ﴾ ﴿وَخَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿النِّكَاحُ بِلَفْظِ الْهَبَةِ مِنْ غَيْرِ صَدَاقٍ﴾ ﴿قَدْ عَلَّمْنَا مَا فَرَضْنَا
عَلَيْهِمْ﴾ ﴿أَيِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿فِي أَزْوَاجِهِمْ﴾ ﴿مِنَ الْأَحْكَامِ بِأَنَّ لَا يَزِيدُوا عَلَىٰ أَرْبَعِ نِسْوَةٍ وَلَا يَتَزَوَّجُوا إِلَّا بِوَلِيِّ
وَشُهُودٍ وَمَهْرٍ﴾ ﴿وَفِي﴾ ﴿مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ ﴿مِنَ الْأَمْوَالِ بِشَرَاءٍ أَوْ غَيْرِهِ﴾ ﴿بِأَنَّ تَكُونَ الْأُمَّةَ مِمَّنْ تَحِلُّ
لِمَالِكِهَا كَالْكِتَابِيَّةِ بِخِلَافِ الْمَجُوسِيَّةِ وَالنَّصْرَانِيَّةِ وَأَنَّ تَسْتَبْرَأَ قَبْلَ الْوَطْئِ﴾ ﴿لِكَيْلَا﴾ ﴿مُتَعَلِّقٌ بِمَا قَبْلَ
ذَلِكَ﴾ ﴿يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ﴾ ﴿ضَيْقٌ فِي النِّكَاحِ﴾ ﴿وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا﴾ ﴿فِيمَا يَعْسُرُ التَّحْرُورُ عَنْهُ﴾ ﴿رَحِيمًا﴾

(۵۰) ﴿بِالتَّوَسُّعِ فِي ذَلِكَ﴾ (ترجمی) ﴿بِالْهَمْزَةِ وَالْبَاءِ بَدَلُهُ تَوْخِيرٌ﴾ (من تشاء منهن) ﴿أَيَّ أَزْوَاجِكَ عَنْ نَوْبَتِهَا﴾ (و توی) ﴿تَضُمُّ﴾ (الیک من تشاء) ﴿مِنْهُنَّ فَنَائِبَهَا﴾ (و من ابتغيت) ﴿طَلَبْتَ﴾ (ممن عزلت) ﴿مِنْ الْقِسْمَةِ﴾ (فلا جناح عليك) ﴿فِي طَلِبِهَا وَضَمِّهَا إِلَيْكَ خَيْرٌ فِي ذَلِكَ بَعْدَ أَنْ كَانَ الْقِسْمُ وَاجِبًا عَلَيْهِ﴾ (ذلك) ﴿التَّخْيِيرُ﴾ (ادنی) ﴿أَقْرَبُ إِلَيَّ﴾ (ان تقر اعینهن ولا یحزن و یرضین بما اتیتهن) ﴿مَا ذَكَرَ الْمُخَيَّرُ فِيهِ﴾ (كلهن) ﴿تَاكِيدٌ لِلْفَاعِلِ فِي يَرْضِينَ﴾ (والله یعلم ما فی قلوبكم) ﴿مِنْ أَمْرِ النِّسَاءِ وَالْمِيلِ إِلَى بَعْضِهِنَّ وَأَمَّا خَيْرُنَاكَ فَيَهْنُ تَسْيِيرًا عَلَيْكَ فِي كُلِّ مَا أَرَدْتَ﴾ (وكان الله علیما) ﴿بِخَلْقِهِ﴾ (حلیما) (۵۱) ﴿عَنْ عَقَابِهِمْ﴾ (لا یجزل) ﴿بِالنَّاءِ وَالْبَاءِ﴾ (لك النساء من بعد) ﴿التَّسْعِ اللَّاحِظِ﴾ (أخترتك) ﴿وَلَا أَنْ تَبْدَلَ﴾ (بترک) ﴿إِخْدَى التَّائِينَ فِي الْأَصْلِ﴾ (بهن من ازواج) ﴿بِأَنَّ تَطْلُقَهُنَّ أَوْ بَعْضَهُنَّ وَتَنْكِحَ بَدَلَ مِمَّنْ طَلَّقْتَ﴾ (ولو اعجبك حسنهن الا ما ملکت یمینک) ﴿مِنْ الْأَمَاءِ فَتَجِلْ لَكَ وَقَدْ مَلَكَ بَعْدَهُنَّ مَارِيَةَ الْقِبْطِيَّةَ وَوَلَدَتْ لَهُ إِبْرَاهِيمَ وَمَاتَ فِي حَيَاتِهِ﴾ (وكان الله علی كل شیء رقیباً) ﴿حَفِظًا﴾

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو (بکرة واصیلاً یعنی دن کے ابتدائی اور آخری حصہ میں) (وہی ہے کہ صلوٰۃ (یعنی رحمت) بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے (وہ تمہارے لیے استغفار کرتے تھے) کہ تمہیں نکالے (یعنی نکالنے کے لیے وہ تمہیں نکال دے) (اندھیروں (یعنی کفر) سے اجالے (یعنی ایمان) کی طرف اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے اور ان کی تحیت (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) ان کے لیے ملتے وقت سلام ہے (فرشتوں کی زبانی) اور ان کے لیے عزت کا ثواب (یعنی جنت کو) تیار کر رکھا ہے اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی پیشک ہم نے تمہیں شاہد بنا کر بھیجا (ان پر جن کی طرف تمہیں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے) اور خوشخبری دیتا (اپنی تصدیق کرنے والوں کو جنت کی) اور ڈرنا تا (تجے جھٹلانے والوں کو جہنم کی) اور اللہ کی طرف (یعنی اس کی فرمانبرداری کی طرف) اس کے حکم سے بلاتا (بإذنه بمعنی بامروہ ہے) اور چمکادینے والا آفتاب (یعنی رستہ دکھانے میں چمکادینے والے آفتاب کی مثل ہیں، آپ ﷺ) اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل (یعنی جنت) ہے اور کافروں اور منافقوں کی بدستور نہ مانو (اپنی شریعت کے مخالف امور میں) اور ان کی اذیتوں کو ترک کر دو (یعنی ان کی اذیتوں پر ان کو کچھ بدلہ نہ دو، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو ان کے بارے میں کوئی حکم دے دیا جائے) اور اللہ پر بھروسہ رکھو (پس وہی تمہیں کافی ہے) اور اللہ بس ہے کارساز (وکیل بمعنی مفوض الیہ ہے) اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو (ایک قرأت میں تما سون ہے بمعنی تجماعوہن ہے) تو تمہارے لیے کچھ عدت نہیں ہے جسے گنو (حیض وغیرہ کے ذریعے، تعدون بمعنی تحصون ہے) تو انہیں کچھ فائدہ دو (یعنی انہیں کچھ ایسی اشیاء دو جن سے وہ فائدہ اٹھائیں یعنی اس صورت میں جب کہ عورتوں کا مہر کسی نہ کیا گیا ہو ورنہ تو ان کے لیے فقط نصف مہر ہوگا، حضرت ابن عباس اسی کے قائل اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے) اور اچھی طرح سے ان کو چھوڑ دو (بغیر نقصان دینے ان کا رستہ خالی کر دو) اے غیب بتانے والے نبی ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں جن کو تم مہر دو (اجودہن بمعنی مہودہن ہے) اور تمہارے ساتھ کا مال کینزیریں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں (کفار میں سے قیدی بنائے جانے کے سبب جیسا کہ حضرت صفیہ، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ

تھا) اور تمہارے بچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاکوں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی..... (مخلاف ان عورتوں کے جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت نہیں کی) اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے..... لا..... (بغیر مہر کے حضور پر نور ﷺ اس سے نکاح فرمانا چاہیں) یہ خاص تمہارے لیے ہے امت کے لیے نہیں (بغیر مہر دیئے..... مہر سے نکاح کا منعقد ہو جانا..... کے.....) ہمیں معلوم ہے جو ہم نے ان پر (یعنی مسلمانوں پر) مقرر کیا ہے ان کی بیبیوں کے بارے میں (احکامات کہ مرد چار عورتوں سے زائد سے نکاح نہ کریں، اور بغیر ولی کی اجازت بغیر گواہوں کے اور بغیر مہر کے عورتوں سے نکاح نہ کریں) اور ان کے ساتھ کے مال (کنیزوں میں خواہ وہ خرید کر حاصل کی گئی ہو یا کسی دوسرے طریقے سے لوٹنیوں کے احکام کہ لوٹنی ایسی ہو جس سے وطی کرنا مالک کے لیے حلال ہو، جیسے کتابیہ، مجوسی بابت پرست نہ ہو اور کنیز سے وطی سے قبل استبراء رحم کر لیا گیا ہو) اس لیے کہ تم پر حرج نہ ہو (یعنی نکاح کے معاملے تنگی نہ ہو، لہذا یہ ما قبل سے متعلق ہے) اور اللہ بخشنے والا ہے (اس بات کو جس سے احتراز برتاؤ شوار ہے) رحم فرمانے والا ہے (اس معاملے میں تم پر وسعت فرما کر) پیچھے ہٹاؤ (تسرجسی اسے ہمزہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور ہمزہ کو یاء کے ساتھ بدل کر بھی پڑھا گیا ہے) ان میں سے جسے چاہو (یعنی اپنی اوزاج مطہرات میں سے جسے چاہو اس کی باری سے موخر کر دو..... لا.....) اور اپنے پاس جگہ دو (اپنے ساتھ ملاو، تقویٰ بمعنی تقصم ہے) جسے چاہو (ان میں سے، پس تم اس کے پاس جاؤ) اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا (باری دینے سے) اسے تمہارا ہی چاہے (تم اسے طلب کرنا چاہو) تو اس میں بھی تم پر کچھ حرج نہیں (اس کو طلب کرنے اور اپنے پاس جگہ دینے میں اول حضور ﷺ پر ازواج سے متعلق باری واجب تھی پھر آپ ﷺ کو اس بارے میں اختیار دے دیا گیا) یہ (اختیار دیا جانا) اس سے نزدیک ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں اور تم انہیں جو کچھ عطا فرماؤ اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں (اس معاملے میں جس میں آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے، ادنیٰ بمعنی اقرب ہے، کلہن یہ یسرضین کی ضمیر فاعل کے لیے تاکید ہے) اور اللہ جانتا ہے (عورتوں کے معاملے کو اور آپ ﷺ کے بعض ازواج کی طرف میلان رکھنے کو اور اسی سبب سے ہم نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی ہر مراد مطوب کے بارے میں ازواج کے معاملے میں آپ ﷺ کی آسانی کے لیے آپ ﷺ کو اختیار دیا ہے) جو تم سب کے دلوں میں ہے اور حکم والا ہے (لوگوں کو مزادینے کو موخر کرتا ہے) اور حلال نہیں (لا تسحل کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) تمہارے لیے..... اور عورتیں ان کے بعد (ان نوازاواج کے بعد جنہوں نے آپ ﷺ کو اختیار کیا تھا) اور نہ یہ کہ ان کے اور بیٹیاں بدلو (یوں کہ تم ان سب کو یا ان میں کی بعض کو طلاق دے دو اور ان مطلقہ عورتوں کے عوض دیگر عورتوں سے نکاح کر لو، تسدل کی اصل سے دو تاء میں سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہے) اگرچہ تمہیں ان کا حسن بھائے مگر تمہارے ہاتھ کا مال..... لا..... (یعنی کنیز تو وہ تمہارے لیے حلال ہے ان کے بعد حضور ﷺ کی ملک میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انہی سے حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی اور حضرت ابراہیم کا انتقال حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ ہی میں ہو گیا) اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے (رقیباً بمعنی حفیظا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یا ایہا اللدین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا﴾

یا ایہا اللدین امنوا: نداء، اذکروا اللہ: فعل امر بافاعل ومفعول، ذکرا کثیرا: مفعول مطلق، بلکہ جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، بلکہ جملہ نداء۔

﴿و یسبحوہ بکرة واصیلا﴾ هو الذی یصلی علیکم و ملکته لیسبحکم من الظلمت الی النور۔

و: عاطفہ، یسبحوہ: فعل امر بافاعل ومفعول، بکرة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصیلا: معطوف، بلکہ ظرف، بلکہ جملہ

فعلیہ، ہو مبتدا، الہی یصلی: فعل "ہو" ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، السلسلۃ: معطوف، بلکر فاعل، علیکم: ظرف، طرف للحوال، لام: جار، یحجر حکم من الظلمت الی النور: جملہ فعلیہ، تمد بران مجرور، بلکر ظرف لغو، ثانی، بلکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، بلکر خبر، بلکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَوَكانَ بِالْمومنینِ رَحیمًا﴾ تحمیدہم یوم باللونہ سلم واعدلہم اجر کریمًا ﴿﴾

و: اعتراضیہ، کان: فعل ناقص ہا اسم، رحیمون رحیم: شبہ جملہ خبر، بلکر جملہ فعلیہ متعترضہ، تحمیدہم: ذوالحال، یوم: مضاف، یلقونہ: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، بلکر ظرف متعلق، بخلاف حال، بلکر مبتدا، مسلم: خبر، بلکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اعدلہم: فعل ہا فاعل، وظرف لغو، اجر کریمًا: مفعول، بلکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَابہا النبی انا ارسلنک شہدا ومبشرا وندیرا﴾ وداعیالی اللہ باذنہ وسراجا منیرا ﴿﴾

ابہا النبی: نداء، انا: حرف مشبہ واسم، ارسلنا: فعل ہا فاعل، ک: ضمیر ذوالحال، شہادا: معطوف علیہ، ومبشرا: معطوف اول، وندیرا: معطوف ثانی، و: عاطفہ، دعیالی اللہ: شبہ جملہ ذوالحال، باذنہ: ظرف مستقر حال، بلکر معطوف ثالث، وسراجا منیرا: معطوف رابع، بلکر حال، بلکر مفعول، بلکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، بلکر جملہ اسمیہ ہو کر مقصود بالنداء، بلکر جملہ ندائیہ۔

﴿ووبشر المومنین بان لہم من اللہ فضلا کبیرا﴾

و: عاطفہ، بشر المومنین: فعل امر ہا فاعل ومفعول، ب: جار، ان: حرف مشبہ، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، من اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، فضلا کبیرا: ذوالحال، بلکر اسم مؤخر، بلکر جملہ اسمیہ مجرور، بلکر ظرف لغو، بلکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولاطع الکفرین المنفقین ودع اذہم وتوکل علی اللہ وکفی باللہ وکیلا﴾

و: عاطفہ، لا طع: فعل نہی ہا فاعل، الکفرین المنفقین: مفعول، بلکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، دع: فعل امر ہا فاعل، اذہم: مفعول، بلکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، توکل: فعل امر ہا فاعل، علی اللہ: مفعول، بلکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کفی: فعل، ب: زائد، اللہ: بیتی، و: کیلا: تیز، بلکر فاعل، بلکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَابہا الدین امنوا اذا نکحتم المؤمنت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدو لہا﴾

ابہا الدین امنوا: نداء، اذا: ظرف شرطیہ مفعول فیہ مقدم، نکحتم المؤمنت: فعل ہا فاعل ومفعول، بلکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، طلقتموهن: فعل ہا فاعل ومفعول، من قبل ان تمسوهن: ظرف لغو، بلکر جملہ فعلیہ معطوف، بلکر شرط، ف: جزائیہ، ما: تانیہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، علیہن: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، عدۃ: موصوف، تعتدو لہا: جملہ فعلیہ صفت، بلکر ذوالحال، بلکر مبتدا مؤخر، بلکر جملہ اسمیہ جزا، بلکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء، بلکر جملہ ندائیہ۔

﴿لمعوهن وسرحوهن سراحا جمیلا﴾

ف: لصبیہ، معوهن: فعل امر ہا فاعل ومفعول، بلکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، سرحوهن: فعل امر ہا فاعل ولسبب، سراحا جمیلا: مفعول مطلق، بلکر جملہ فعلیہ معطوف، بلکر شرط محذوف "اذا کان الامر كذلك" کی جزا، بلکر جملہ شرطیہ۔ ﴿وَابہا النبی انا احللنا لک ازواجک الی الیہن اجورہن وما ملکک یمینک مما افاء اللہ علیک وبت عمک وبت عمک وبت عمک وبت عمک﴾

ان اراد النبی ان یتتکحہا محالصة لک من دون المؤمنین ﴿

یسایہا النبی: نداء، انا: حرف مشبہ واسم، احللتنا لک: فعل بافاعل وظرف لغو، ازواجک: موصوف، التسی التیت اجورہن: موصول صلہ، لک صفت، لک معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما ملکت یمینک: موصول صلہ، لک زوالحال، مما افاء اللہ علیک: ظرف مستقر حال، لک معطوف اول، و: عاطفہ، بنات عمک: معطوف علیہ، و بنات عمک: معطوف اول، و بنات عمالک: معطوف ثانی، و بنات خلتک: معطوف ثالث، لک موصوف، التی ہاجرین معک: موصول صلہ، لک صفت، لک معطوف ثانی، و: عاطفہ، امرارة مومننة: ذوالحال، ان: شرطیہ، و ہبت نفسها: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، النبی: ذوالحال، ان: شرطیہ، اراد النبی ان یتتکحہا: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فاحللتنا" کی شرط، لک جملہ شرطیہ حال، لک مجرور، لک ظرف لغو، محالصة لک: شبہ جملہ ذوالحال، من دون المؤمنین: ظرف مستقر حال، لک "ہبت" مصدر محذوف کی صفت، لک مفعول مطلق، لک جملہ فعلیہ ہو کر جزا محذوف "احللتنا" کی شرط، لک جملہ شرطیہ ہو کر حال، لک معطوف ثالث، لک مفعول، لک جملہ فعلیہ ہو کر خبر، لک جملہ اسمیہ ہو کر مقصود بالنداء، لک جملہ ندائیہ متانفہ۔

﴿قد علمنا ما فرضا علیہم فی ازواجہم وما ملکت ایمانہم﴾

قد: تحقیقیہ، علمنا: فعل بافاعل، ما فرضا علیہم: موصول صلہ، لک زوالحال، فی: جار، ازواجہم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما ملکت ایمانہم: موصول صلہ، لک معطوف، لک ظرف مستقر حال، لک مفعول، لک جملہ فعلیہ معترضہ۔

﴿لکیلا یکون علیک حرج وکان اللہ غفوراً رحیماً﴾

لام: جار، کسی: مصدریہ ناصب، لا یکون: فعل نفی ناقص، علیک: ظرف مستقر خبر مقدم، حرج: اسم مؤخر، لک جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، لک ظرف لغو، ما قل "احللتنا" فعل کیلئے، لک جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص واسم، غفوراً رحیماً: خبر ان، لک جملہ فعلیہ۔

﴿ترجی من تشاء منہن وقوی الیک من تشاء﴾

ترجی: فعل بافاعل، من تشاء: موصول صلہ، لک زوالحال، منہن: ظرف مستقر حال، لک مفعول، لک جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قوی: فعل بافاعل، الیک: ظرف لغو، من تشاء: مفعول، لک جملہ فعلیہ۔

﴿و من ابتغیت ممن عزلت فلا جناح علیک﴾

و: متانفہ، ممن: موصولہ، ابتغیت: فعل بافاعل، ممن عزلت: ظرف لغو، لک جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، لک مبتداء، ف: جزائیہ، لا تجبی جنس، جناح: اسم، علیک: ظرف مستقر خبر، لک جملہ اسمیہ خبر، لک جملہ اسمیہ متانفہ۔

﴿ذلک ادنی ان تقر اعینہن ولا یحزن ویرضین بما اتیتہن کلہن﴾

ذلک: مبتداء، ادنی: اسم تفضیل بافاعل، ان: مصدریہ، تقر اعینہن: فعل بافاعل، لک جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یحزن: فعل نفی بافاعل، لک جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، یرضین: فعل و"ن" ضمیر مؤکد، کلہن: تاکید، لک فاعل، بما اتیتہن: ظرف لغو، لک جملہ فعلیہ معطوف ثانی، لک بتاویل مصدر بتدیر "الی" جار، مجرور، لک ظرف لغو، لک شبہ جملہ خبر، لک شبہ جملہ خبر، لک جملہ اسمیہ۔

﴿واللہ یعلم ما فی قلوبکم وکان اللہ علیما حلیماً﴾

و: عاطفہ، اللہ: مبتداء، یعلم: فعل بافاعل، ما فی قلوبکم: مفعول، لک جملہ فعلیہ خبر، لک جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص واسم، علیما حکیماً: خبر ان، لک جملہ فعلیہ۔

﴿لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بہن من ازواج ولو اعجبک حسنہن الا ماملکت یمینک﴾
 لا یحل لک: فعل نفی وظرف لغو، النساء: مستثنیٰ منہ، الا جوف استثناء، ماملکت یمینک: موصول صلہ، ملکر مستثنیٰ، ملکر معطوف
 علیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، ان مصدریہ، تبدل فعل "الت" نہمیر مستتر ذوالحال، و: حالیہ، لو: وصلیہ، اعجبک حسنہن: جملہ فعلیہ
 حال، ملکر فاعل، بہن: ظرف لغو، من: جارزائد، ازواج: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف، ملکر ذوالحال، من بعد: ظرف
 مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ متناہفہ۔

﴿وکان اللہ علی کل شیء رقیباً﴾

و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص واسم، علی کل شیء رقیباً: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... هو الہدی بصلی علیکم وعلیکم وعلیکم..... ☆ حضرت انس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر نے
 عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جب آپ کو اللہ کوئی فضل و شرف عطا فرماتا ہے تو ہم نیاز مندوں کو بھی آپ کے طفیل میں نوازتا ہے، اس پر اللہ
 نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿تشریح تو ضیح واغراض﴾

احادیث کی روشنی میں نماز کا اجمالی بیان:

!..... پانچوں نمازوں کے اوقات مستحبہ بزبان حدیث بیان کرتے ہیں:

ائمہ ثلاثہ اور امام اعظم کے مابین نماز ظہر کے وقت کے بارے میں اختلاف ہے یوں ہے کہ ائمہ ثلاثہ امام شافعی، امام مالک
 اور امام احمد کے نزدیک جب تک اصلی سایہ نکل کر ہر چیز کا سایہ ایک مثل تک رہے اس وقت تک ظہر کا وقت رہتا ہے، اور امام اعظم کے
 نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے جب کہ تمام ائمہ کے نزدیک جب آفتاب نصف النہار سے زائل ہو جائے تو ظہر کا وقت
 شروع ہوتا ہے۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ تھے، موذن
 نے اذان دینے کا ارادہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "ٹھنڈا وقت ہونے دو"، اس نے پھر اذان کا ارادہ کیا تو فرمایا: "ٹھنڈا وقت ہونے
 دو"، اس نے تیسری مرتبہ اذان دینے کا ارادہ کیا تو فرمایا: "ٹھنڈا ہونے دو یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا"، اور آپ ﷺ نے
 فرمایا: "گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے"۔ (صحیح البخاری، کتاب مواقیب الصلوٰۃ، باب: الا براد بالظہر، رقم: ۵۳۹، ص ۹۱)
 یہ حدیث دو وجہوں سے امام اعظم کے موقف کی دلیل ہے، ایک یہ کہ آپ ﷺ نے ایک مثل سائے کے بعد اذان دینے کی
 اجازت دی، اور نماز بہر حال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی، اس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سائے کے بعد بھی رہتا ہے اور
 دوسرے یہ کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سائے کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے
 آپ ﷺ نے فرمایا: "گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو"۔

☆..... حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "زوال آفتاب کے بعد انسان کا سایہ اس کے طول کے
 برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک کہ عصر کا وقت نہ ہو جائے۔"

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب: اوقات الصلوٰۃ النہی، رقم: ۱۲۷۴/۶۱۶، ص ۲۸۳)

عصر کا وقت بھی اسی اختلاف پر متفرع ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہوگا جب کہ امام

اعظم کے نزدیک دو مثل سائے سے شروع ہوگا۔ اور مغرب کا وقت سب کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد شروع ہوگا اور شفق کی سفیدی غائب ہونے تک رہے گا جب بالکل اندھیرا ہو جائے اور یہ وقت ہر موسم میں ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ رہتا ہے، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد افق پر ابھرتی ہے اور امام اعظم کے نزدیک اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد سفیدی چھا جاتی ہے اور شفق سے مراد یہ سفیدی ہے اور جب یہ سفیدی بھی غائب ہو جائے اور بالکل اندھیرا چھا جائے تو پھر عشاء کا وقت ہوتا ہے۔

عشاء کے وقت کا اختلاف بھی اسی پر مبنی ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سرخی غائب ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور امام اعظم کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد سرخی ظاہر ہوتی ہے اور اس کے بعد سفیدی پھیلتی ہے اور اس کے غائب ہونے کے بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے اور عشاء کا مستحب وقت آدمی رات تک ہے اور عشاء پڑھنے کا جواز طلوع فجر تک ہے۔

نماز فجر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب صبح صادق ہوتی ہے اور سحری کا وقت ختم ہوتا ہے، طلوع آفتاب تک فجر کا وقت رہتا ہے، جبرئیل علیہ السلام نے دوسرے دن آپ ﷺ کو اسی وقت میں نماز پڑھائی تھی جب خوب سفیدی پھیل گئی تھی، امام اعظم کے نزدیک اسی وقت فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اول وقت میں صبح کی نماز پڑھنا مستحب ہے، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”صبح کی نماز کو سفیدی میں پڑھو اس سے بہت زیادہ اجر ملتا ہے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب: ما جاء فی الاسفار الصبح، رقم: ۱۰۵۴، ص ۶۳)

آیت ﴿اقم الصلوٰۃ..... الخ (الاسراء: ۷۸)﴾ میں فرمایا کہ نماز صبح میں فرشتے نازل ہوتے ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے پاس رات کے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں، پھر رات کے فرشتے اللہ کے پاس پہنچتے ہیں، اللہ ان سے سوال کرتا ہے کہ میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا حالانکہ اللہ سب کچھ جانتا ہے، فرشتے کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوا چھوڑا ہے اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز ادا کر رہے تھے۔“ (صحیح البخاری، کتاب مواقیب الصلوٰۃ، باب: فضل صلوٰۃ العصر، رقم: ۵۵۵، ص ۹۳)، (تبیان القرآن، ج ۶، ص ۷۷۰ وغیرہ ملخصاً)

اللہ ﷻ و ملائکہ کے صلوٰۃ بھیجنے کا بیان:

۲..... اللہ ﷻ کا صلوٰۃ بھیجنے کا بیان یہ ہے کہ اللہ رحمت، مغفرت، عنایت و رعایت فرماتا ہے، فرشتوں کا صلوٰۃ بھیجنے کا بیان یہ ہے کہ فرشتے دعا و استغفار کرتے ہیں، پس یہاں صلوٰۃ کے مجازی معنی مراد ہوئے ہیں جو کہ رحمت، استغفار کو شامل ہیں اور عنایت و رعایت کی مدد سے بندوں کے اعمال و معاملات کی اصلاح مقصود ہے۔ سدی کا قول ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کیا ہمارا رب ہم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے، پس اللہ نے ان کی جانب وحی فرمائی اور فرمایا: ”ان سے کہہ دو کہ بیشک میں ان پر صلوٰۃ بھیجتا ہوں اور میری صلوٰۃ میری رحمت ہے جو کہ میرے غضب کو مٹا دیتی ہے۔“ کہا گیا ہے کہ شب معراج سید عالم ﷺ کو فرمایا گیا: ”اے محمد ﷺ! ٹھہریے! آپ کا رب آپ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔“ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”بیشک میرا رب صلوٰۃ بھیجنے سے پاک ہے“ کیونکہ اللہ نے فرمایا: ”میں کسی پر صلوٰۃ بھیجنے سے بے پرواہ ہوں“ اور جب میں یہ کہوں میرا رب پاک ہے تو اس کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہو جاتی ہے، اللہ فرماتا ہے: ”اے محمد ﷺ! پڑھ، پھر یہی آیت ﴿هو الذي يوصلني عليكم وملائكته..... الخ (الاحزاب: ۴۳)﴾ پس میری صلوٰۃ تیرے اور تیری امت کے لئے رحمت ہے۔“ اللہ تعالیٰ رحیم ہے، پس جب آیت نازل ہوئی تو بغیر جبرائیل علیہ السلام کی وساطت کے دو کمانوں کے ملنے سے بھی زیادہ قریب ہوا۔ ایک روایت یہ ہے کہ سید عالم ﷺ ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا: تمہوڑا ٹھہریے، آپ کا رب صلوٰۃ بھیجتا

ہے، میں (سید عالم ﷺ) نے کہا: کیا وہ صلوة بھیجتا ہے؟ جبرائیل نے کہا: ہاں، میں (سید عالم ﷺ) نے کہا: کیا؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ”سبح للہوس ربنا ورب الملائکة والروح سبقت رحمتی غضبی“۔ (روح البیان، ج ۷، ص ۲۳۰ وغیرہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے اعمال و احوال پر شاہد ہونا:

۳..... سید عالم ﷺ کا امت پر شاہد (نگہبان، گواہ) ہونے کی تین وجوہات ہیں: (۱)..... سید عالم ﷺ اپنی امت پر قیامت کے دن نگہبان ہونگے، جیسا کہ فرمان مبارک ﴿ویرسول علیکم شہیدا اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ﴾ (البقرة: ۱۴۳) ہے۔ اس بناء پر نبی کو امت پر نگہبان بنایا گیا ہے اور یہ احتمال آخرت کے دن کے حوالے سے ہے۔ (۲)..... سید عالم ﷺ کلمہ طیبہ ”لا الہ الا اللہ“ کے نگہبان ہیں، اور اس بناء پر کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی کو اپنی وحدانیت پر نگہبان بنایا تو حید پر نگہبان نہیں بنایا کیونکہ جس چیز کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ خلاف ظاہر ہوتی ہے اور اللہ کی تو حید تو اس کائنات میں ظاہر ہے بلکہ اظہر من الشمس ہے اور بلکہ نبی تو نبوت کا مدعی ہوتا ہے اور اللہ نے اسے اپنی ذات پر نگہبان بنایا ہے جیسا کہ فرمان مقدس ہے ﴿واللہ یعلم انک لرسولہ اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو﴾ (المنافقون: ۱) ہے۔ (۳)..... دنیا میں امور آخرت سے متعلق نگہبان ہیں مثلاً جنت، دوزخ، میزان، صراط، اسی طرح آخرت کے وہ امور جو دنیا میں پائے جائیں مثلاً طاعت و فرمانبرداری، معصیت، صلاح و کامرانی، فساد وغیرہ امور پر نگہبان ہیں جیسا کہ فرمان مقدس ﴿ومنشر او نذیر او داعیا الی اللہ باذنه اور خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا﴾ (احزاب: ۴۰) ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۱۷۳)

احادیث کی روشنی میں شاہد ہونے کی بحث:

☆..... حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”میں نے دیکھا جہنم کی بعض آگ بعض کو کھا رہی تھی، اور میں نے عمرو بن لُحی کو دیکھا کہ وہ دوزخ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا، اور یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے لئے اونٹنیوں کو ناز دیا تھا“۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: ما جعل اللہ من بحیرة رقم: ۴۶۲۴، ص ۷۹۱)

☆..... حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ابوبکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں، علی جنت میں ہیں، طلحہ جنت میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، عبد الرحمن جنت میں ہیں، سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں، سعید بن زید جنت میں ہیں، ابو عبیدہ بن جراح ؓ جنت میں ہیں“۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب عبدالرحمن بن عوف، رقم: ۳۷۶۸، ص ۱۰۶۹)

☆..... حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے کہ طلحہ اور زبیر دونوں جنت میں میرے پڑوس ہونگے۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب ابی محمد طلحہ، رقم: ۳۷۶۲، ص ۱۰۶۸)

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب ابی محمد طلحہ، رقم: ۳۷۵۹، ص ۱۰۶۷)

☆..... حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص شہید کوزمین میں چلتے پھرتے دیکھنے سے خوش ہو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے“۔

(المرجع السابق رقم: ۳۷۶۰)

☆..... حضرت جابر ؓ سے طویل حدیث میں روایت کا آخری حصہ یوں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”میں نے دوزخ میں ایک ڈھال والے شخص کو دیکھا جو اپنی ڈھال سے حجاج کے کپڑے چرایا کرتا تھا اگر کسی کو پتہ چل جاتا تو وہ کہتا یہ کپڑا میری ڈھال میں ایک گیا

تھا، اور جب وہ شخص غافل ہوتا تو وہ کپڑا لے جاتا، اور میں نے دوزخ میں ایک عورت دیکھی جس نے بلی کو باندھ کر رکھا تھا، اس کو کچھ کھانے کو دیا اور نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ زمین پر پڑی ہوئی کوئی چیز کھا لیتی تھی کہ وہ بلی بھوک سے مر گئی۔“

(صحیح مسلم، کتاب صلوة الکسوف، باب: ما عرض علی النبی ﷺ، رقم: (۱۹۸۶) / ۹۰۴، ص ۴۱۲)

بغیر خلوت صحیحہ کے طلاق کی صورت میں مہر و عدت کا بیان:

۴..... خلوت صحیحہ یہ ہے کہ زوج اور زوجہ ایک مکان میں جمع ہوں اور کوئی چیز مانع جماع نہ ہو یہ خلوت جماع ہی کے حکم میں ہے اور مواعج جماع تین ہیں جسمی، شرعی اور طبعی۔ جسمی یہ کہ شوہر بیمار ہے تو مطلقاً خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور زوجہ بیمار ہو تو اس حد کی بیماری کہ وطی سے ضرر کا اندیشہ صحیح ہو اور ایسی بیماری نہ ہو تو خلوت صحیحہ ہو جائے گی۔ ممانع طبعی یہ ہے کہ کوئی تیسرا عاقل شخص موجود ہو اگرچہ وہ تیسرا شخص سوتا ہو یا اندھا ہو یا اسکی دوسری بی بی ہو، دونوں میں کسی کی باندگی ہو یا ایسا بچہ ہے جو دوسروں کے سامنے ان کے مابین معاملات کو بیان نہ کر سکے تو اس کا ہونا مانع نہ ہوگا بلکہ خلوت مانی جائے گی، مجنون اور محتوہ بچہ کے حکم میں ہیں اگر عقل کچھ رکھتے ہیں تو خلوت نہ ہوگی ورنہ ہو جائے گی اور وہ شخص بیہوشی میں ہے تو خلوت ہو جائے گی اگر وہاں مرد کا کتا ہے اور کنگھنا (کائنٹے والا) ہے جب بھی خلوت نہ ہوگی ورنہ ہو جائے گی اور اگر عورت کا کتا ہے تو خلوت نہ ہوگی اور ممانع شرعی یہ ہے کہ عورت یا مرد میں سے کوئی فرض یا نقل کے احرام میں ہو، عورت حیض و نفاس والی ہو یا ان دونوں میں سے کسی نے فرض ماہ رمضان کا روزہ رکھا ہو یا نماز کی حالت میں ہوں سب صورتوں میں خلوت صحیحہ نہ ہوگی ہاں اگر نفل روزہ یا نماز یا کفارہ یا قضاء کا روزہ ہو تو ایسی صورت میں خلوت صحیحہ سے مانع نہیں ہاں اگر دونوں ایک جگہ جمع ہوئے اور کوئی مانع حسی، شرعی یا طبعی پایا جائے تو ایسی خلوت قاسدہ کہلائے گی۔ خلوت صحیحہ مسجد، شاہرائے عام، حمام، صحنہ، چھت اور ایسا گھر جسکا دروازہ کھلا ہوا ہو اس میں خلوت نہ ہوگی۔ اور احتلاف کے نزدیک خلوت صحیحہ سے مہر مؤکدہ ہو جاتا ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب: المہر، مطلب: فی حظ المہر والابراء منه، ج ۴، ص ۲۴۹، ملخصاً)

جب کسی عورت کو اس کے شوہر نے طلاق بائن یا رجعی دی یا بغیر طلاق کے زن و شوہر کے مابین جدائی ہو جائے، تو اگر وہ عورت آزاد ہے اور اسے حیض آتا ہے تو اسکی عدت تین حیض ہوگی۔ اور اگر اسے کم سنی یا بڑھا پنے کی وجہ سے حیض نہیں آتا تو ایسی عورت کی عدت تین ماہ پبہ اور اگر عورت حاملہ ہے تو اسکی عدت وضع حمل ہے جبکہ لونڈی کی عدت دو حیض ہیں اور اگر لونڈی کو حیض ہی نہ آتا ہو تو عدت ڈبیر ماہ ہے اور اگر عورت حاملہ ہے جسکا شوہر مر جائے اسکی عدت چار ماہ دس دن ہے جبکہ لونڈی کی عدت دو ماہ پانچ دن ہے اور آزاد عورت اگر حاملہ ہے تو وضع حمل پر ہی اسکی عدت مکمل ہوگی۔ (القدوری، کتاب العدة، ص ۱۷۷، ۱۷۸)۔ اگر شوہر سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اصلاً عدت نہیں اسی وقت اسکا نکاح کیا جاسکتا ہے۔ (الفتاویٰ الرضویہ، باب العدة، ج ۱۳، ص ۲۹۱)

کونسی خواتین سے نکاح جائز ہے؟

۵..... اس کا مفصل بیان اللہ نے بیان کیا کہ کن عورتوں سے نکاح نہیں ہو سکتا، جب ہم ان خواتین کو جان لیں گے تو باقی جن سے نکاح کرنا جائز ہے وہ باسانی سمجھ میں آجائیں گی۔ چنانچہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَنْکِحُوا مَا نَکَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَا حِشَّةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا حُرْمَتِ عَلَیْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأَخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمْ التِّیْ أَرْضَعْتُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمْ التِّیْ فِي حَبْرٍ كُمْ مِنْ نِسَائِكُمْ التِّیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَمَنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ وَخَالَاتُكُمْ الدِّیْنِ مِنَ

اصلا بکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ان الله غفور رحیم والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم کتب الله علیکم واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبغوا باموالکم محصنین غیر مسفحین یعنی ان عورتوں سے نکاح نہ کرو، جن سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو مگر جو گزر چکا، بیشک یہ بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بُری راہ، تم پر حرام ہیں تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں، ان بیبیوں سے جن سے تم جماع کر چکے ہو اور اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو ان کی بیٹیوں میں گناہ نہیں اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیٹیاں اور وہ بہنوں کو جمع کرنا مگر جو ہو گزرا، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور حرام ہیں شوہروالی عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آجائیں، یہ اللہ کا نوشتہ ہے اور ان کے سوا جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو پارسانی چاہتے، نہ زنا کرتے (النساء: ۲۴ تا ۲۷)۔

کن خواتین نے اپنا نفس سید عالم ﷺ کو بغیر مہر سپرد کیا؟

۱..... سیدہ نبی بی عاتشہ فرماتی ہیں مجھے ان عورتوں پر غیرت آئی تھی جو اپنے آپ کو سید عالم ﷺ پر پیش کرتی تھیں اور میں کہتی تھی کہ کیا کوئی عورت خود کو کسی پر پیش کر سکتی ہے؟ پھر جب اللہ نے فرمایا ﴿ترجی من تشاء منهن وتؤی الیک من تشاء ومن ابتغیت ممن عزلت فلا جناح علیک﴾ پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں (الاحزاب: ۵۱)۔ تب میں نے کہا کہ میں صرف یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش جلد پوری کرتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: ترجی من تشاء منهن، رقم: ۴۷۸۸، ص ۸۴۱)

☆..... حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا اور ان کے پاس ان کی بیٹی بھی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہما نے کہا ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ پر پیش کیا، وہ کہنے لگی یا رسول اللہ! کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہما کی بیٹی نے کہا اس عورت میں کس قدر کم شرم و حیاء تھی، وہ کیسی بُری عورت تھی! وہ کیسی بُری عورت تھی، حضرت انس نے کہا وہ تم سے بہتر تھی، اس نے سید عالم ﷺ میں رغبت کی اور خود کو حضور ﷺ پر پیش کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب: عرض المرأة نفسها، رقم: ۵۱۲۰، ص ۹۱۵)

اکثر علماء وقوع ہبہ کی تائید کرتے ہیں، تاہم تعین ہبہ میں اختلاف ہے چنانچہ ابن عباس، قتادہ، عکرمہ کہتے ہیں کہ میمونہ بنت حارث ہلالیہ، اپنا نفس پیش کیا، جیسا کہ ”المواہب“ میں مذکور ہے۔ جب اس نے سید عالم ﷺ کو پیغام نکاح دیا وہ اپنے اونٹ پر سوار تھی، انہوں نے کہا یہ اونٹ مال و اسباب کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔ اور یہ بات سن کے میں خیمہ کے بعد کی ہے۔ ضحاک اور مقاتل کا قول یہ ہے کہ مراد ام شریک غزیہ بنت جابر بن حکیم دوسیہ ہیں جنہوں نے اپنا نفس حضور ﷺ پر ہبہ کیا تھا، اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے انہیں قبول نہ کیا تھا اور ان کا انتقال ہو گیا۔ جب کہ ”السد الممشور“ میں منیر بن عبد اللہ دوسی کے قول کے مطابق سید عالم ﷺ نے ان کی پیشکش قبول فرمائی تھی۔ عروہ اور شعبی کے قول کے مطابق مراد زینب بنت خزیمہ انصاریہ نے زمانہ جاہلیت میں ام المساکین کہلاتی تھیں اور مساکین کے کھاتے پینے کا اہتمام کرتی تھیں، سید عالم ﷺ کو سن ۳ھ میں پیغام دیا اور کچھ ہی عرصے ساتھ وقت گزار سکیں کہ انتقال فرمائیں۔ نبی بی عاتشہ سے ایک قول یہ منقول ہے کہ مراد خولہ بنت حکیم ہیں جنہوں نے اپنا نفس پیش کیا تھا تاہم حضور ﷺ نے قبول نہ فرمایا اور ان کا نکاح عثمان بن مظعون سے کر دیا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کئی خواتین نے سید عالم ﷺ سے اس قسم کی پیشکش کی ہے۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۲، ص ۳۲۲)

(۲)..... کچا لہسن، پیاز، اور بدبودار چیزیں آپ کے لئے جائز نہ تھیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس آدمی نے کچا لہسن یا کچی پیاز کھائی وہ ہماری مساجد سے دور رہیں اور اپنے گھر بیٹھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو سبزیاں لائی گئیں جس کی بو محسوس ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کونسی سبزیاں ہیں؟ آپ کو بتا دیا گیا، فرمایا: ”یہ تم اپنے بعض اصحاب کو کھلا دو“۔ جب آپ نے دیکھا کہ وہ اس کے کھانے کو ناپسند کر رہے ہیں تو فرمایا: تم لوگ کھاؤ کیونکہ میں اُن سے کلام کرتا ہوں جن سے تم کلام نہیں کرتے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: ما جاء في الثوم، رقم: ۸۰۰، ص ۱۲۸)

(۳)..... نقلی صدقات بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ممنوع تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر ممنوع ہونے میں اختلاف ہے۔

(۴)..... باطن کے خلاف ظاہر کرنا حرام ہے۔ (۵)..... آزاد مکتبہ اور باندی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ (۶)..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تکیہ لگا کر کھانا ممنوع ہے، حضرت ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تکیہ سے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمه، باب: الاكل متكئا، رقم: ۵۲۹۹، ص ۹۶۴)

(۷)..... ازواج کو بدلنا۔ (۸)..... ایسی عورت سے نکاح کرنا جس سے صحبت کرنا ناپسند کرتے ہوں۔ (۹)..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پڑھنا، لکھنا اور اس کی تعلیم دینا حرام ہیں، جس کی دلیل ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ من قبلہ من كتب ولا تخطه بيمينك اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے (العنکبوت: ۴۸) ﴿﴾۔ (۱۰)..... کفار مشرکین کے مال و متاع کی جانب نظر کرنا جس سے حسرت پیدا ہو، اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے ﴿لَا تَمْدَن عَيْنِك اِلٰى مَا مَتَعْنَا بِهِ اِزْوَاجًا مِنْهُمْ اِذْ اُنْظِرْتُمْ اَشْخَاطًا﴾ چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی (الحجر: ۸۸) ﴿﴾۔

ان چیزوں کا بیان جو صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حلال ہوئیں، امت کے لئے ممنوع ہیں:

(۱)..... مال غنیمت سے پانچواں حصہ، (۲)..... صوم وصال، (۳)..... چار سے زیادہ نکاح کرنا، (۴)..... اپنے نفس کو بہہ کرنے والی سے بغیر مہر نکاح کرنا، (۵)..... بغیر ولی کے اذن کے نکاح کرنا، (۶)..... بغیر مہر کے نکاح کرنا، (۷)..... حالت احرام میں نکاح کرنا، (۸)..... ازواج کے مابین باری رکھنے یا نہ رکھنے کے معاملات، (۹)..... کسی باندی کو آزاد کرنے اور اس آزادی کو مہر قرار دینے کا مسئلہ، بی بی صفیہ کو آزاد کیا اور ان کی آزادی ہی مہر قرار پائی۔ (۱۰)..... بغیر احرام کے حرم پاک مکہ مکرمہ میں داخل ہونا، اگرچہ اس میں اختلاف ہے، (۱۱)..... مکہ مکرمہ میں قتال کرنا، (۱۲)..... کسی کو مالی وارث نہ بنانا، (۱۳)..... وفات ظاہری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا آپ کی زوجیت پر برقرار رہنا، (۱۴)..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلقہ سے دوسروں کا نکاح حرام ہونا، (۱۵)..... بھوک و پیاس کی حالت میں کھانے اور پینے کی جانب التفات کرنا اگرچہ دیگر لوگوں پر اپنے نفوس کی ہلاکت کا خوف ہی ہو، اللہ کا فرمان ﴿النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم﴾ یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے (الاحزاب: ۶) ﴿﴾۔

دیگر انبیائے کرام کے مقابلے میں زیادتی شان در باب خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

(۱)..... ناپسندیدہ امور سے خود کو بچانا، (۲)..... مال غنیمت کا حلال ہونا، (۳)..... تمام روئے زمین کا پاک ہونا، (۴)..... دیگر انبیائے کرام کے لئے مساجد کے علاوہ نماز کی ادائیگی جائز نہ ہونا، (۵)..... ایک مہینے کی راہ سے دشمن پر رعب طاری ہو جانا، (۶)..... قیامت تک کے تمام لوگوں کے لئے آپ کا رسول ہونا، جب کہ انبیائے سابقہ کسی ایک علاقے یا ہستی کے لئے مبعوث ہوتے تھے، (۷)..... تمام سابقہ انبیائے کرام کے معجزات سے بڑھ کر معجزات کی نوازش ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا کا معجزہ ملا اور یہی کہ پتھر سے پانی کے چشمے جاری ہونا جب کہ انکی مبارک سے پانی جاری ہونا یا چاند کے ٹکڑے ہو جانا، (۸)..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں کو

زندہ کرتے، مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کرتے جب کہ سید عالم ﷺ کے ہاتھ میں پتھر کلمہ پڑھتے، حکم پانے پر درخت کا تنہ اپنی جگہ چھوڑ دیتا اور یہ زیادہ بڑا معجزہ ہے، (۹)..... قرآن کو آپ ﷺ کا معجزہ قرار دیا گیا جو کہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے، (۱۰)..... آپ کی نبوت منسوخ ہونے والی نہیں بلکہ قیامت تک باقی رہے گی۔ (القرطبی، الجزء: ۲۲، ص ۱۸۷ وغیرہ)

نوٹ: ہم نے کوشش کر کے تمام خصوصیات جو علامہ قرطبی نے بیان کی ہیں ذکر کر دی ہیں، اور اس مقام پر ہم نے فقط قبلہ قرطبی علیہ الرحمۃ کے بیان کردہ مواد کو بیان کرنا مناسب خیال کیا ہے، چونکہ یہ تفسیر خاص طور پر علماء و طلباء کی سہولت کے لئے ہے لہذا دشواری نہیں ہونی چاہیے۔

سید عالم ﷺ کے لئے ازواج کی باری سے متعلق اختیارات:

۸..... سوال یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کو باری سے خارج کیا تھا یا نہیں؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کسی کو باری سے خارج نہیں کیا تھا بلکہ اللہ کی طرف سے تفویض کردہ تمام اختیارات ہونے کے باوجود سید عالم ﷺ نے ان کے درمیان باری تقسیم کی تھی اور اس میں مساوات اختیار فرمائی۔ مگر ”بی بی سودہ“ بذات خود اپنا حق چھوڑنے پر راضی ہو گئیں اور آپ ﷺ نے ان کی باری کا دن بی بی عائشہ صدیقہ کو دے دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سید عالم ﷺ نے بعض کو اپنے قریب رکھا اور بعض کو دور فرمایا، تاہم جنہیں اپنے قریب رکھا وہ یہ ہیں: بی بی عائشہ صدیقہ، بی بی حفصہ، بی بی زینب، بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہن، اور جنہیں دور فرمایا وہ یہ ہیں: بی بی ام حبیبہ، بی بی سودہ، بی بی صفیہ، بی بی میمونہ، بی بی جویریہ رضی اللہ عنہن۔ (المظہری، ج ۵، ص ۵۴۷)

عام لوگوں کے لئے بغیر مہر مقرر کئے نکاح کے مسائل:

۹..... مہر کی دو قسمیں ہیں: مہر معجل وہ مہر یا پارہ مہر کا ہے جس کا ادا کرنا فوراً قرار پایا ہو، خود از روئے شرط کہ نفس عقد نکاح میں تعمیل مذکور ہو یا عقد کے بعد شرط تعمیل ٹھہری، خواہ از روئے عرف جبکہ وہ شرط صحیح کے مخالف نہ واقع ہو یہ مہر فوراً واجب الادا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے ادا سے پہلے شوہر عورت کو بے اس کی رضا کے ہاتھ نہیں لگا سکتا بلکہ رخصت نہیں کر سکتا، اور مؤجل وہ جس کے لئے کوئی میعاد معین قرار دی گئی ہو مثلاً ایک سال، دس سال، یا جس قدر ٹھہرائیں، یہ اس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آجائے اس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ (الفتاویٰ الرضویۃ تحریر شدہ، ج ۱۲، ص ۱۴۲)

بغیر مہر کا ذکر کیے بھی نکاح درست ہے اور مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے (یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی یا اس کی رقم مہر واجب ہے)، پھر اگر کوئی شخص دس درہم سے کم مہر ذکر کرے تو اسے دس درہم ہی مہر دیا جائے گا اور اگر دس درہم سے زیادہ مہر ذکر کیا جائے تو جتنا ذکر کیا گیا اتنا ہی دے جبکہ شوہر نے اس سے دخول کر لیا ہو یا فوت ہو جائے اور اگر دخول اور خلوت سے پہلے ہی طلاق دیدی تو ذکر کردہ مہر کا نصف دے گا اور اگر اس طرح نکاح کیا کہ مہر ہی ذکر نہ کیا یا یہ کہا کہ کوئی مہر عورت کو نہ دیا جائے گا تو عورت کیلئے مہر مثل ہوگا جبکہ عورت کیساتھ دخول کیا یا مر گیا اور اگر دخول اور خلوت سے قبل ہی طلاق دے ڈالی تو تین کپڑے قیس اور دو چادریں دے گا۔ (المختصر للقلوری، کتاب النکاح، ص ۱۵۰)

نکاح سے قبل دیکھنے کی اجازت:

۱۰..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک انصاری نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو دیکھ لیں۔

(سنن النسائی، کتاب النکاح، باب: اباحۃ النظر قبل التزووج، رقم: ۳۲۳۱، ص ۷۷۶)

☆..... بکر بن عبد اللہ المزنی کہتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اس کو دیکھ“

(المرجع السابق، رقم: ۳۲۳۲)

لو تمہارے درمیان دائمی رفاقت کے لئے یہ زیادہ مناسب ہے۔

یہ امر استحب ہے کہ عورت کو نکاح سے پہلے دیکھ لیا جائے تاکہ بقیہ زندگی میں مفاسد کا دروازہ نہ کھلنے پائے، تاہم یہ ضرور ہے کہ عورت کی رضا سے اس کے چہرے کو دیکھا جائے اور ایسا بھی نہیں کہ بالکل دیکھتا ہی چلا جائے بلکہ یہ ضرورت کے تحت اجازت ہے واجب نہیں۔ اگر عورت ناپسند کرے تو اس کی غفلت میں یا خفیہ طور پر کسی طرح سے ایک نظر دیکھ لے۔ سیدنا ابو ذر غفاری بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اجازت ملنے سے پہلے ہی پردہ ہٹا کر مکان کے اندر نظر کی اور گھر والوں کے ستر کو دیکھا اس نے ایسا کام کیا جو اس کے لئے حلال نہ تھا اور اگر کسی نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس (آنکھ پھوڑنے والے) پر کچھ گناہ نہیں اور اگر اندر جھانکتے وقت سامنے سے کوئی اس کی آنکھیں پھوڑ دیتا تو میں اس پر غیرت نہ کھاتا کسی ایسے دروازے پر گیا جس پر پردہ نہیں اور اس کی نظر (بلا قصد) گھر والے کی عورت پر پڑ گئی تو اس کی خطا نہیں بلکہ خطا گھر والوں کی ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب: ما جاء فی الاستئذان، رقم ۲۷۱۶، ص ۷۷۶)

اغراض:

ای مستغفرون لکم: یعنی وہ معزز فرشتے تمہارے لئے اللہ کی پاک بارگاہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

لیسیدیم اخواجه ایاکم: یہاں ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، اعتراض یہ ہے کہ کسی کو ہدایت کی طرف لانے میں فقط ایمان کا پایا جانا شرط ہوتا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد ایمان پر دوام کا پایا جانا ہے، کیونکہ جب بندے پر خالق کی بارگاہ سے غفلت پائی جائے تو بسا اوقات ایمان کا نور نکل جاتا ہے، العیاذ باللہ۔

منہ تعالیٰ: اللہ کی پاک بارگاہ سے تحیت کا صدور ہونا، مومنین پر اللہ کی عنایت و قدر و تعظیم کی زیادتی کی بناء پر ہوتا ہے۔

بلسان الملائکة: وارد ہوتا ہے کہ جب ملک الموت مومن کی روح قبض کرنے آتا ہے تو کہتا ہے، تیرا رب تجھے سلام کہتا ہے، اور حقیقت میں اہل ایمان اللہ فرشتوں اور دیگر مخلوق کی جانب سے سلام سنتے ہیں، اللہ کفرمان: ﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ﴾ (س: ۵۸) ﴿وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ﴾ (الرعد: ۲۴ تا ۲۵) ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْتِيهَا الْأَقْبِلُ أَسَلًا مَّا سَلَامًا﴾ (الزمر: ۲۶)۔

علی من ارسلت الیہم: یعنی آپ ﷺ ان کے احوال جانتے ہیں، جو اعمال صالحہ و قبیحہ رونما ہوئے ہیں سب دیکھ چکے ہوتے ہیں، اور آپ ﷺ پر زندہ و مردہ سب کے اعمال پیش بھی کئے جاتے ہیں اور ایک قول یہ بھی صحیح ہے کہ سید عالم ﷺ قیامت کے دن مومنین و کافرین کے اعمال کے شاہد ہونگے، اور مراد دعویٰ کی قبولیت ہے کہ سید عالم ﷺ امت پر شاہد ہیں، اور سید عالم ﷺ اپنے دعویٰ میں کسی کے محتاج نہیں ہیں، اور وہ دیگر حضرات انبیاء کرام کی رسالت کی تبلیغ پر بھی شاہد ہونگے کہ ان کی امت نے انہیں مانا یا نہیں مانا۔

بامرہ: اس جملے سے اس وہم کا دور کرنا مقصود ہے جو اذن کا حصول اور سلناک کے ضمن میں مانتے ہیں، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اذن بمعنی الامر ہے، اور اذن کی حکمت یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی ذات بالا صفات کے لئے تبلیغ کے منصب کو ادا کرنے کے لئے آسانی فراہم کر دی جائے، کیونکہ کسی چیز میں بغیر اذن کے دخول مستحضر ہوتا ہے، اور جب اذن ہو تو آسان ہو جاتا ہے، اور اس مقام پر شیوخ نے مریدین کے لئے اجازت کا اذن لینا مراد لیا ہے کہ شیخ کسی کو علم و ارشاد میں سے کسی چیز کی اجازت دے دے تو اس پر طریقت کی منازل آسان ہو جاتی ہیں۔

علیہ الشافی: اور یہی امام مالک کا بھی قول ہے، پس اگر مطلقہ غیر مدخولہ ہے تو مہر مذکورہ ہونے کی صورت میں متعہ (قیس، ازار

چادر وغیرہ کچھ توشہ) اور عدہ نہیں ہے اور اگر مہر مذکور نہیں ہو تو اس صورت میں متعہ ہے اور عدت اب بھی نہیں ہے، اور یہ صورت امام شافعی کے نزدیک واجب جب کہ امام مالک کے نزدیک مستحب کے درجے میں داخل ہے۔

صفیہ بنت حبیبی: پھر صفیہ بنت حبیبی بن الخطاب سے نکاح ہوا جو کہ بنو نضیر کے سردار تھے، یہ حضرت ہارون بن عمران کے نسب سے تھیں، یہ نبی کی بیٹی اور نبی کی زوجہ تھیں اور دنیا کی تمام عورتوں میں سب سے زیادہ حسین تھیں، یہ بھی قید ہو کر آئی تھیں، انہیں آزاد کر کے نکاح فرمایا، کھ میں نکاح ہوا، واقدی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ خیبر سے اس وقت تک روانہ نہ ہوئے جب تک کہ بی بی صفیہ اپنے ایام سے فارغ ہو جائیں اور انہیں اپنے ساتھ لے جائیں، پھر جب خیبر سے سات میل سفر طے کر لیا تو بی بی صاحبہ سے خلوت کی جانب متوجہ ہونے کا ارادہ ہوا اور انہیں اپنے ساتھ رات گزارنے کا شرف بخشا۔ ابو عمر روایت کرتے ہیں کہ بی بی صفیہ عظیمہ، بردبار اور فاضلہ تھیں، ہمیں روایت پہنچی کہ بی بی صاحبہ ہفتہ کے دن اور یہود سے میل ملاپ کو اچھا جانتی ہیں تو انہوں نے اپنی خادمہ کے ساتھ لکھ بھیجا کہ اللہ نے ہفتہ کے دن کو جمعہ المبارک سے بدل دیا ہے اور میری اصل یہود ہے (اسلام لانے سے پہلے میرا تعلق یہود سے تھا)، پھر اپنی خادمہ سے پوچھا تجھے میرے بارے میں یہ باتیں کس نے سکھائیں؟ بولی: شیطان نے، کہا: جاؤ تم آزاد ہو۔ اور واقدی کی تحقیق کے مطابق ۵۷ھ میں وفات پائی اور بیعت میں دفن ہوئیں۔ (الاصابة، کتاب النساء، باب الصاد المهملة، رقم: ۱۱۴۰۷، ج ۸، ص ۲۱۰)

بی بی جوئیوہ: پھر جوئیوہ بنت الحارث سے نکاح ہوا، یہ بنو المصطلق کے قیدیوں میں آئی تھیں، انہوں نے آپ ﷺ سے مکاتبت کی رقم کی ادائیگی میں مدد کی درخواست کی تھی، آپ ﷺ نے ان کی طرف سے رقم ادا کی پھر ان سے نکاح فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان سے پانچ یا چھ ہجری میں نکاح کیا جب کہ ان کا انتقال سن ۵۷ھ میں ہوا۔ (الاستیعاب، رقم: ۳۳۱۸)

بخلاف من لم یہاجر: پس جنہوں نے ہجرت نہ کی وہ عورتیں سید عالم ﷺ کے لئے حلال نہ ہوگی، اور یہ حکم فتح مکہ سے پہلے کا ہے، جس وقت ہجرت کرنا شرط ہوا کرتا تھا اور جب ہجرت کے شرط ہونے کا حکم منسوخ ہوا تو متذکرہ نکاح کی قید لگانے والا حکم بھی منسوخ ہوا۔ من غیر صدق: سے مراد بغیر والی اور گواہی کے نکاح کا ہونا مراد ہے۔

بخلاف المجوسية: باندی اپنے مالک کے لئے بغیر نکاح کے حلال ہوتی ہے اور ایسا معاملہ فقط اہل کتاب تک ہے، مجوسی مذہب میں ایسا ممکن نہیں ہے، یعنی باندی اپنے مالک پر حلال نہیں مگر یہ کہ باندی خود پیش ہو جائے اور یہ سودان، حبشہ وغیرہ کی باندی میں ہوتا تھا کہ انہیں اسلام پر مجبور کیا جاتا۔ پس اسی مناسبت سے کفار کی باندیوں کو خریدنے کے حوالے سے فقہائے کرام نے اجازت نہیں دی۔

متعلق بما قبل ذلک: مراد اللہ کا فرمان: ﴿اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ﴾ ہے، معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے تمہاری ازواج حلال کر دیں، اور تمہاری باندیاں بھی حلال کر دیں، اور موہوبہ (تحفہ میں پیش ہونے والی) بھی حلال کر دیں تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے۔ لَمَّا یَعْسُرُ التَّحْرُزُ عَنْہُ: یعنی جب تنگی تھی تو اللہ نے آسانی فرمادی۔

بعد ان کان القسم واجبا علیہ: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ابتداء میں باری کا اختیار دیا گیا اور ان پر ایسا کرنا واجب نہ تھا۔

والمیل الی بعضہن: طبعی میلان مراد ہے، پس اکثر اوقات بعض کی جانب میلان ہوا کرتا تھا، اور سید عالم ﷺ اللہ کی بارگاہ میں دعا فرماتے تھے: "اے اللہ! میرا حصہ جو تو نے مجھ پر متعین کیا، پس مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کرنا جس کا مجھے مالک نہیں کیا"۔ علماء اس پر اتفاق ہے کہ سید عالم ﷺ ازواج میں باری کے اعتبار سے عدل سے کام لیتے سوائے بی بی سودہ کے، کیونکہ انہوں نے اپنی باری بی بی عائشہ کے لئے ہبہ کر دی تھی۔

عن عقابہم: اللہ عیب و پوشیدہ معاملات جانتا ہے، پس انسان کو افراط و تفریط جائز نہیں ہے کیونکہ حلیم و کریم ذات کا انتقام لینا اور اس کا غضب فرمانا بڑی بات ہے چنانچہ حدیث پاک ہے: ”حلیم رب کے غضب سے بچو“، اس آیت میں ترفیب و تریب ہے۔

بعد التسع: سید عالم ؑ کی نواز واج کا بیان ہم نے عطائین، ج ۳، ص ۱۱۱ میں مفصل بیان کیا ہے وہیں دیکھ لیں۔

وقد ملک بعدہن ماریہ: مراد ماریہ قبطیہ ہیں، ملک قبط مقوقس نے آپ کو ہدیہ میں بھیجی تھی، مراد مصر و اسکندریہ ہیں۔ سید عالم ؑ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو مکتوب روانہ کیا جس میں انہیں اسلام کی دعوت دی جس کا مضمون یہ تھا: ”اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا، محمد بن عبد اللہ کی جانب سے قوم قبط کے بادشاہ مقوقس کو، اور سلام اُسے جو ہدایت کی راہ قبول کرے، میں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر اسلام قبول کریں تو اللہ دو گنا اجر عطا فرمائے گا اور اگر قبول نہ کریں تو بادشاہ پر قوم کے گناہ کا وبال بھی ہوگا۔“

وولدت لہ ابراہیم: سید عالم ؑ کے صاحبزادے جو کہ ماریہ قبطیہ کے لطن سے پیدا ہوئے ان کا نام ابراہیم تھا اور وہ سن ۸ ہجری کو ذی الحجہ الحرام کے سینے میں پیدا ہوئے اور ستر دن زندہ رہے، ایک قول کے مطابق ایک سال دس ماہ زندہ رہے۔

ومات فی حیاتہ: سید عالم ؑ کی زندگی ہی میں انتقال فرما گئے اور سید عالم ؑ نے ان کی نماز ادا فرمائی جب کہ دیگر لوگوں کو نماز ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۴۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾ ﴿فِي الدُّخُولِ بِالدُّعَاءِ﴾ ﴿الْحَالِي﴾
 ﴿طَعَامٍ﴾ ﴿فَلْتَدْخُلُوا﴾ ﴿غَيْرِ نَظَرِينَ﴾ ﴿مُنْتَظَرِينَ﴾ ﴿أَنَّهُ﴾ ﴿لَا تَنْضَبِحُهُ مَصْدَرُ أَنِّي يَأْتِي﴾ ﴿وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا﴾
 ﴿طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا﴾ ﴿وَلَا تَمَكُّتُوا﴾ ﴿وَلَا مَسْتَأْسِنِينَ لِحَدِيثٍ﴾ ﴿مِنْ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ﴾ ﴿أَنْ ذَلِكُمْ﴾ ﴿الْمَكْتُ﴾ ﴿﴾
 ﴿كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحِي مِنْكُمْ﴾ ﴿أَنْ يُخْرِجَكُمْ﴾ ﴿وَاللَّهُ لَا يَسْتَحِي مِنَ الْحَقِّ﴾ ﴿أَنْ يُخْرِجَكُمْ أَيْ لَا يَتْرُكُ﴾
 ﴿بَيَانَهُ وَقُرَيْءَ يَسْتَحِي بِيَاءٍ وَأَجَلِيَّةٍ﴾ ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ﴾ ﴿أَيَّ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ﴾ ﴿مَتَاعًا فَاسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ﴾
 ﴿حِجَابٍ﴾ ﴿سِتْرٍ﴾ ﴿ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ ﴿مِنَ الْخَوَاطِرِ الْمُرِيَّةِ﴾ ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا﴾
 ﴿رَسُولَ اللَّهِ﴾ ﴿بِشَيْءٍ﴾ ﴿وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُنَّ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا﴾ ﴿أَنْ ذَلِكُمْ عِنْدَ اللَّهِ﴾ ﴿ذَنْبٌ عَظِيمٌ﴾ ﴿۵۲﴾ ﴿أَنْ﴾
 ﴿تَبَدُّوا شَيْئًا أَوْ تَخَفَوْهُ﴾ ﴿مِنْ نِكَاحِهِنَّ بَعْدَهُ﴾ ﴿فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ ﴿۵۳﴾ ﴿فَيُجَازِيكُمْ عَلَيْهِ﴾ ﴿لَا جُنَاحَ﴾
 ﴿عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءَ إِخْوَاتِهِنَّ وَلَا نَسَائِهِنَّ﴾ ﴿أَيَّ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ ﴿وَلَا مَا﴾
 ﴿مَلَكَتْ أَيْمَانَهُنَّ﴾ ﴿مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْبَعِيدِ أَنْ يُرَوْهُنَّ وَيُكَلِّمُوهُنَّ مِنْ غَيْرِ حِجَابٍ﴾ ﴿وَأَتَقِينَ اللَّهَ﴾ ﴿فِي مَا أَمَرْتَهُنَّ﴾
 ﴿بِهِ﴾ ﴿أَنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾ ﴿۵۵﴾ ﴿لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ﴾ ﴿أَنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصَلُّونَ عَلَى﴾
 ﴿النَّبِيِّ﴾ ﴿مُحَمَّدٍ ﷺ﴾ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ ﴿۵۶﴾ ﴿أَيَّ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ﴾
 ﴿وَسَلِّمْ﴾ ﴿أَنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ﴿وَهُمُ الْكُفَّارُ يَصِفُونَ اللَّهَ بِمَا هُوَ مُنَزَّهٌ مِنَ الْوَالِدِ وَالشَّرِيكِ﴾
 ﴿وَيَكْذِبُونَ رُسُلَهُ﴾ ﴿لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ﴿أَبْعَدَهُمْ﴾ ﴿وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مَهِينًا﴾ ﴿۵۷﴾ ﴿ذَالِقَانِ﴾

وَهُوَ النَّارُ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا كَسَبُوا يُرْمَوْنَ بِهِمْ بِغَيْرِ مَا عَمِلُوا لَقَدْ احْتَمَلُوا
بِهْتَانًا مُّكْرَمًا كَذَّبُوا بِهَا وَآلَمَّا مَبِينًا ﴿٥٨﴾ بَيِّنًا .

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ.....!..... (گھر میں داخل ہونا، مثلاً تمہیں بلا یا جائے) کھانے کے لیے (تو اس صورت میں تم داخل ہو جاؤ) نہ یوں کہ خود اس کے پکڑنے کا انتظار کرو (نظرین بمعنی منتظرین ہے، اِنَّہِ اِنِّیْ یَاتِیْیِیْ کا مصدر ہے بمعنی نضع پکنا) ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکے تو متفرق ہو جاؤ نہ (ٹھہرے رہو) کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ (ایک دوسرے کی باتوں سے) بیشک اس (تمہارے ٹھہرنے میں) نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے (کہ تمہیں گھر سے از خود نہیں نکالتے تھے) اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا (حق سے مراد تمہیں نبی ﷺ کے مکان عالی شان سے نکلنے کا کہنے سے نہیں شرماتا یعنی اس بات کو بیان فرمانا ترک نہیں کرتا، يستحییٰ کو يستحیٰ ایک یاء کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور جب تم ان سے (یعنی نبی ﷺ کی ازواج مطہرات..... سے..... سے) برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو (حجاب کے معنی پردہ ہے) اس میں زیادہ سحرائی ہے تمہارے دلوں کی اور ان کے دلوں کی (شک میں ڈالنے والے خیالات سے) اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو (کچھ) ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑا سخت (گناہ) ہے اگر تم کوئی بات ظاہر کر دیا چھاؤ (حضور ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد ازواج مطہرات سے نکاح کے بارے میں) تو بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے (وہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا) ان پر مضائقہ نہیں ان کے باپ اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھینچوں اور بھانجوں اور اپنی (مسلمان) عورتوں اور اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلاموں میں کہ وہ انہیں دیکھیں اور کلام کریں بغیر پردہ کے) اور اللہ سے ڈرتی رہو (ان امور میں جن کا اس نے تمہیں حکم فرمایا ہے) بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے (اس پر کوئی بھی سے مخفی نہیں) بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی (یعنی محمد ﷺ) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو..... س..... (یعنی یوں کہوا اللھم صل علی محمد و سلم) بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو (مراد اس سے کفار ہیں، وہ اللہ ﷻ کو ان اوصاف سے متصف کرتے ہیں جس سے وہ منزہ ہے جیسے اس کے اولاد اور شریک قرار دینا اور وہ رسول ﷺ کو جھٹلاتے ہیں) ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں (دنیا و آخرت میں وہ رحمت خداوندی سے دور ہیں) اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (مراد اس سے آگ ہے، مہین بمعنی ذرا ہانہ ہے) اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کے بے کئے ستاتے ہیں (بغیر برے عمل کے ان کی طرف برے کام کی نسبت کرتے ہیں) انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا (مہینا بمعنی بینا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایہا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر نظرین انہ﴾

یایہا الذین امنوا: نداء، لا تدخلوا: فعل نبی واؤ ضمیر ذوالحال، الا: اداة حصر، ان: مصدر یہ، یؤذن لکم: فعل بانائب الفاعل وظرف لغو، الی طعام: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ بتاویل مصدر حال اول، غیر: مضاف، نظرین: اسم فاعل بافاعل، انہ: مفعول، بلکہ شیبہ جملہ مضاف الیہ، بلکہ حال ثانی، بلکہ فاعل، بیوت النبی: مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، بلکہ جملہ ندائیہ مستانہ۔
﴿ولکن اذا دعیتم فادخلوا﴾

و: عاطفہ، لکن: حرف عطف، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، دعیتم: فعل بانائب الفاعل، بلکہ جملہ فعلیہ

شرط، ف: جزائیہ، ادخلوا، فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسين لحديث﴾.

ف: عاطفہ، اذا بظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، طعمتم: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انتشروا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، مستانسين: اسم قائل بافاعل، لحديث: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ معطوف ہے ما قبل "غیر نظریں انہ" پر۔

﴿ان ذلكم كان يوذى النبى فيستحى منكم والله لا يستحى من الحق﴾.

ان: حرف مشبہ، ذلكم: اسم، كان: فعل ناقص با اسم، يوذى النبى: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، يستحى منكم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: متاقدہ، الله مبتدأ، لا يستحى من الحق: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و اذا سالتموهن متاعا فسئلوهن من وراء حجاب﴾.

و: عاطفہ، اذا بظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، سالتموهن متاعا: فعل بافاعل ومفعول اول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اسئلوهن: فعل امر بافاعل ومفعول، من وراء حجاب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ذلكم اطهر لقلوبكم وقلوبهن﴾.

ذلكم: مبتدأ، اطهر: اسم تفضیل بافاعل، لام: جار، قلوبكم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قلوبهن: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما كان لكم ان تؤذوا رسول الله ولا ان تنكحوا ازواجه من بعده ابدا﴾.

و: متاقدہ، ما: نافیہ، كان: فعل ناقص، لكم: ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدریہ، تؤذوا رسول الله: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، ان: مصدریہ، تنكحوا: فعل ناقص واو ضمیر ذوالحال، من بعده: ظرف مستقر حال، ملکر قائل، ازواجه: مفعول، ابدا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ متاقدہ۔

﴿ان ذلكم كان عند الله عظيما﴾.

ان ذلكم: حرف مشبہ واسم، كان: فعل ناقص واسم، عند الله: ظرف متعلق بحذف حال مقدم، عظيما: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان تبدوا شيئا او تخفوه فان الله كان بكل شيء عليما﴾.

ان: شرطیہ، تبدوا شيئا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، تخفوه: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، ان الله جرف مشبہ واسم، كان بكل شيء عليما: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لا جناح عليهن في ابناءهن ولا ابناهن ولا اخوانهن ولا اخواتهن ولا نساتهن ولا ما ملكت ايماهن﴾.

لا: نفی جنس، جناح: ذوالحال، فی: جار، ابناءهن: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، نساتهن: ایماهن..... الی ما ملکت ایماهن: معطوفات، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر اسم، علیهن: ظرف مستقر حال خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والواقين الله ان الله كان على كل شيء شهيدا﴾.

و: عاطفہ معطوف علی محذوف "امتثلن ما امرن بہ" اتقین اللہ: فعل امر بافاعل ومفعول، مگر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ
واسم، کان علی کل شیء شہیدا: جملہ فعلیہ خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿ان اللہ وملتکته یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما﴾
ان: حرف مشبہ، اللہ: معطوف علیہ، وملتکته: معطوف، مگر اسم، یصلون علی النبی: جملہ فعلیہ خبر، مگر جملہ اسمیہ، یا ایہا الذین
امنوا: نداء، صلوا علیہ: فعل امر بافاعل و ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، وسلموا: فعل امر بافاعل، تسلیما: مفعول
مطلق، مگر جملہ فعلیہ معطوف، مگر مقصود بالنداء، مگر جملہ نداء۔

﴿ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلہم عذابا مہینا﴾
ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، یوذون اللہ ورسولہ: جملہ فعلیہ صلہ، مگر اسم، لعنہم اللہ: فعل ومفعول وفاعل، فی الدنیا
والآخرۃ: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اعدلہم عذابا مہینا: جملہ فعلیہ معطوف، مگر خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین یوذون المؤمنین والمومنات بغير ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبینا﴾
و: عاطفہ، الذین: موصول، یوذون: فعل بافاعل، المؤمنین والمومنات: مفعول، بغير ما اکتسبوا: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ ہو کر
صلہ، مگر مبتداء، ف: جزائیہ، قد: حقیقیہ، احتملوا: فعل بافاعل، بهتانا: معطوف علیہ، واثما مبینا: معطوف، مگر مفعول، مگر جملہ فعلیہ
خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... یا ایہا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی..... ☆ جب سید عالم ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام
دعوت فرمائی تو جماعتیں کی جماعتیں آتی تھیں اور کھانے سے فارغ ہو کر چل جاتی تھیں، آخر میں تین صاحب ایسے بھی تھے جو کھانے
سے فارغ ہو کر بیٹھے رہے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے مکان تنگ تھا اس سے گھر والوں
کو تکلیف ہوئی اور حرج ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کچھ نہ کر سکے، سید عالم ﷺ اٹھے اور ازواج مطہرات کے حجرے میں تشریف
لے گئے اور دورہ فرما کر تشریف لائے، اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے، سید عالم ﷺ پھر واپس ہو گئے، یہ دیکھ کر وہ
لوگ روانہ ہوئے، تب سید عالم ﷺ دولت سرائے اقدس میں داخل ہوئے اور دروازہ پر پردہ ڈال دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆..... لا جناح علیہن فی اہلہن..... ☆ جب پردے کا حکم نازل ہوا تو عورتوں کے باپ، بیویوں اور قریب کے رشتے داروں
نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنی ماؤں بیٹیوں کے ساتھ پردہ کے باہر سے گفتگو کریں اس پر یہ
آیت نازل ہوئی۔

☆..... والذین یوذون المؤمنین والمومنات..... ☆ یہ آیت ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایذا دیتے
تھے اور ان کے حق میں بدگوئی کرتے تھے، حضرت فضیل نے فرمایا کہ کتے اور سُرور کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں تو مومن مومنات کو ایذا
دینا کس قدر بدترین جرم ہے۔

﴿تشریح تو ضیح واغراض﴾

بغیر اذن حاضری بارگاہ رسالت مآب کی ممانعت:

۱..... ہم نے ما قبل (الاحزاب: ۳۷) کے تحت بی بی زینب سے ولیمہ کے احوال اور فضائل ولیمہ بیان کر دیئے ہیں۔ یہاں

مقصود اس ممانعت کا بیان کرنا ہے کہ بغیر اجازت نہ تو سید عالم ؑ کے گھر میں آنا جائز ہے اور نہ ہی کام مکمل ہو جانے کے بعد غیر ضروری طور پر رکے رہنا باعث عزت و کرم ہے۔ اہل شان نزول کے تحت بھی اس کا بیان ہو چکا ہے۔ تاہم یہی بیان ہوا کہ جو شخص حضور پر نور ؐ کی بارگاہ اقدس میں آئے ادب و آداب کو ملحوظ خاطر رکھے۔ آج دنیا میں کہیں سے بھی کوئی بھی، المادار، سرمایہ دار، صاحب و جاہت و منصب فقط اجازت ہی سے آتا ہے ورنہ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ دور ہی سے سبز گنبد کی زیارت کر کے چلے جاتے ہیں۔

☆..... حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ”میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، کاش آپ امہات المؤمنین کو حجاب میں رہنے کا حکم دیں، اللہ ﷻ نے آیت مقدسہ نازل فرمائی۔“

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: ما جاء فی القبلة، رقم: ۴۷۹۰، ۴۰۲، ص ۷۱)

☆..... حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا نکاح، اللہ ﷻ نے حضرت زینب بنت جحش سے کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی دعوت کی، انہوں نے کھانا کھایا پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، اور اس وقت ایسے لگا جیسے آپ جانے لگے یوں، لیکن مسلمان نہیں اٹھے، جب آپ نے دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے، جب آپ کھڑے ہوئے تو مسلمانوں میں سے بھی بعض کھڑے ہو گئے اور تین شخص بیٹھے رہے، پھر نبی کریم ﷺ حجرے میں داخل ہونے کے لئے آئے اور وہ لوگ اسی طرح بیٹھے رہے، پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے، میں نکل کر گیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں، پھر نبی کریم ﷺ آئے حتیٰ کہ حجرے میں داخل ہو گئے، میں بھی داخل ہونے لگا تو نبی کریم ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور اللہ نے متذکرہ آیت ﴿یا ایہا الذین امنوا لا تدخلوا..... الخ اے ایمان والو نبی کے گھر میں داخل نہ ہو﴾ (احزاب: ۵۳)۔

☆..... حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ؑ نے نکاح فرمایا، میری ماں ام سلیم نے حیس (کھجور، کھجی اور ستو کا بنا ہوا کھانا) بنایا، انہوں نے اس کو ایک تھال میں رکھا، اور کہا اے انس! یہ کھانا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ یہ کھانا میری ماں ام سلیم نے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہہ رہی ہیں یا رسول اللہ! یہ ہماری طرف سے بہت تھوڑا سا کھانا ہے۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں میں اس کھانے کو سید عالم ؑ کی بارگاہ میں لے گیا اور بتایا کہ میری ماں آپ کو سلام کہہ رہی ہیں اور کہا ہے کہ یہ ہماری طرف سے تھوڑا سا کھانا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو رکھ دو“ پھر فرمایا: ”جاؤ اور فلاں، فلاں، اور فلاں کو بلا لاؤ، اور جن سے تمہاری ملاقات ہو، آپ ﷺ نے کئی لوگوں کے نام لئے، حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جن جن کے نام لئے تھے میں نے ان کو بلایا اور جن سے ملاقات ہوئی انہیں بھی بلایا، ابو عثمان نے حضرت انس ؓ سے پوچھا کہ تم لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے کہا اندازاً تین سو مسلمان تھے، اور مجھ سے سید عالم ؑ نے فرمایا: ”اے انس! وہ تھال لاؤ“، حضرت انس ؓ نے کہا: پھر مسلمان آئے یہاں تک کہ صفہ (چبوترہ) اور حجرہ بھر گیا، سید عالم ؑ نے فرمایا: ”دس دس افراد کا حلقہ بنا لو اور ہر شخص اپنے آگے سے کھائے، حضرت انس ؓ نے کہا ان لوگوں نے کھانا کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے، پھر مسلمانوں کی وہ جماعت چلی گئی اور دوسری جماعت آئی، کہ سب نے کھانا کھایا، حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ سید عالم ؑ نے مجھے فرمایا: ”اب کھانا اٹھا لو“، حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ جس وقت سید عالم ؑ نے کھانا رکھا اس وقت کھانا زیادہ تھا کہ اب زیادہ ہے، لوگوں کے کچھ گروہ سید عالم ؑ کے کاشانہ اقدس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہے اور سید عالم ؑ بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ دیوار کی جانب منہ کر کے تشریف فرماں تھیں، یہ طبیعت مبارکہ پر بوجھ بنے ہوئے تھے، سید عالم ؑ باہر نکلے، اپنی ازواج کو سلام کیا، پھر لوٹ آئے، جب انہوں نے دیکھا سمجھ گئے کہ وہ طبیعت مبارکہ پر بوجھ بنے ہوئے ہیں، سب دروازے کی جانب لپکے اور سب کے سب گھر سے نکل گئے۔ سید عالم ؑ اندر

تشریف لائے اور پردہ ڈال دیا، جس وقت آپ ﷺ داخل ہوئے تو میں بیٹھا ہوا تھا، تھوڑی دیر ٹھہرنے پر میرے پاس آئے اور آیت کا نزول ہوا۔ پھر باہر تشریف لا کر لوگوں کے سامنے یہ آیت ﴿سایہا اللہین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی..... الخ اے ایمان والو نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو﴾ (احزاب: ۵۲) تلاوت فرمائی۔

ازواج مطہرات اور دیگر پاک بی بیوں کے پردے کا اہتمام:

۲..... بی بی عائشہ بیان کرتی ہیں کہ حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد بی بی سودہ کسی کام سے باہر تشریف لے گئیں، وہ قدر آور اور جسیم خاتون تھیں جس نے ان کو دیکھا ہو وہ ان کو پہچان لیتا تھا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر کہا: اے سودہ! اللہ کی قسم! آپ ہم سے مخفی نہیں رہ سکتیں، آپ دیکھ بھال کر گھر سے نکلا کریں، وہ اٹھ پیر واپس ہوئیں اور اس وقت سید عالم ﷺ میرے گھر میں تھے، رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی۔ بی بی سودہ آئیں اور کہا یا رسول اللہ! میں اپنی کسی حاجت کی بناء پر گھر سے باہر نکلی تھی، مجھ سے عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کہا، حضرت عائشہ نے کہا اس وقت اللہ نے سید عالم ﷺ پر نزول وحی فرمائی اور وحی کی کیفیت ختم ہونے پر آپ نے ہڈی رکھتے ہوئے فرمایا: ”تمہیں اپنی حاجتوں کی بناء پر گھر سے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: لا تدخلوا بیوت النبی ﷺ رقم: ۵۲۳۷، ۴۷۹۵، ص ۸۴۲)

علامہ عینی کہتے ہیں:

ازواج مطہرات پر جو حجاب فرض تھا وہ عام مسلمان خواتین کے مقابلے میں زیادہ سخت اور موکد تھا، عام مسلم خواتین تو گواہی یا علاج کی ضرورت کے پیش نظر اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھول سکتی ہیں لیکن ازواج مطہرات کو اس کی اجازت نہیں۔

(عمدة القاری، کتاب التفسیر، باب: لا تدخلوا بیوت النبی ﷺ رقم: ۵۲۳۷، ۴۷۹۵، ج ۱۳، ص ۲۴۷)

بی بی خاتون جنت کو سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کا بہت غم تھا بیویوں کی مسکراہٹ گویا چھن سی گئی تھی، اپنے وصال سے قبل صرف ایک ہی بار مسکرائیں۔ انہیں یہ تشویش ہو گئی تھی کہ عمر بھر تو غیر مردوں کی نظروں سے خود کو بچائے رکھا ہے اب کہیں بعد وفات میری کفن پوش لاش پر کسی کی نظر نہ پڑ جائے۔ ایک موقع پر بی بی اسماء بنت عمیس سے کہا: ”میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ڈولی کی صورت بنا کر اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔“ بی بی اسماء نے انہیں کھجور کی شاخیں منگوا کر اس پر کپڑا تان کر ڈولی نما بنا کر دکھایا، آپ بہت خوش ہوئیں اور بیویوں پر مسکراہٹ سی آگئی، پس یہی مسکراہٹ تھی جو سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد دکھی گئی۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب مترجم، ص ۲۳۱)

☆..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا، اے اللہ! مجھ اپنے سر جھاڑو ہٹائیں بند کر لو تا کہ فاطمہ بنت محمد صراط سے گزر جائیں۔“ (البدور السافرة، باب: لما ورد فی الصراط غیر برقم: ۱۰۴۱، ص ۳۴۵)

درد پاک کی اہمیت، فضیلت، برکات و ثمرات کا بیان:

۳..... ابن عباس کا قول ہے اللہ ﷻ اپنے نبی پر رحم فرمانا چاہتا ہے، اور فرشتے ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ اپنے نبی پر رحمت فرماتا ہے اور فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اللہ کا نبی پاک ﷺ پر درود بھیجتا ان معنوں میں بھی ہے کہ ”صلوة اللہ لنا علیہ عند الملائكة یعنی اللہ اپنے معزز فرشتوں کے سامنے نبی پاک ﷺ کی تعریف و توصیف بیان فرماتا ہے۔“ اور فرشتوں کی صلوة سے مراد دعا ہے۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سید عالم ﷺ پر درود بھیجتا واجب ہے، تاہم اختلاف تعداد کے حوالے سے ہے؟ امام شافعی کا قول یہ ہے کہ ہر نماز میں واجب ہے اور امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے، ایک قول یہ کیا جاتا ہے کہ

جب کسی سید عالم ﷺ کا ذکر ہو، درود بھیجنا واجب ہے اور یہ امام طحاوی کا امام ابوحنیفہ کے موقف سے ماخوذ مختار قول ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ فقط اتنا ”اللہم صلی علی محمد“ کہنا واجب اور اس سے زائد سنت ہے۔ (العازن، ج ۳، ص ۴۳۵)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

سلام بھیجنے والا یوں کہے ”السلام علیک ایہا النبی“ اور اسی قسم کے کلمات کا تلفظ کرے اور یہی اکثر اجلہ علماء کا قول ہے، اور ”السلام علیک“ کے حوالے سے تین اقوال ہیں، (۱)..... السلام علیک سے مراد ہر نقص، آفات سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ و خادین کا پاک ہونا مراد ہے، پس السلام مصدر بمعنی السلامة ہے، (۲)..... السلام کا لفظ آپ ﷺ کی حفاظت، رعایت، کفالت اور ولایت بردالت کرتا ہے اور اس کا معنی ابن فورک وغیرہ نے یوں بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات ہر آفت سے اور ہر قسم کے ذاتی، فعلی اور وضعی نقص سے پاک ہے۔ اور سلام کا قول ہر خیر و برکت کو شامل ہے اور اللہ کے ناموں میں سے ہے گویا کہ ہم حضور ﷺ پر سلام بھیج کر انکی ذات کو ہر قسم کے مکروہ سے محفوظ مانتے ہیں۔ (۳)..... سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنا سر جھکا دینا، گویا کہ سلام کا صیغہ سلامتی کو لازم اور عدم مخالفت کو مستلزم ہے۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۲، ص ۳۴۸ ملخصاً)

علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ صلاۃ کا حکم کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ میں کہتا ہوں یہ اظہار محبت کی علامت ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کی حمد کی جاتی ہے کہ وہ ذاتی طور پر حمد کا مستحق ہے لیکن جہاں تک سید عالم ﷺ پر سلام بھیجنے کا تعلق ہے تو اللہ ﷻ نے انہیں مکروہ (باپسندیدہ امور) سے پاک رکھا ہے، یہی قول علامہ تہستانی کا ہے۔ ”الفتوحات“ میں ہے کہ سلام کا صیغہ زندوں کے ساتھ خاص ہے جب کہ سید عالم ﷺ بروہ فرما چکے ہیں؟ میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ مومن درحقیقت مرتا ہی نہیں، بلکہ اس کے جسم سے فقط روح ہی نکل جاتی ہے اور سید عالم ﷺ کا جسم اقدس ناکارہ ہونے محفوظ پیدا کیا گیا ہے اور ان کے جسم نازنین میں برزخی حیات موجود ہے جس کی دلیل سید عالم ﷺ کے فرمان: ”ان للہ ملائکۃ سیاحین یبلغوننی عن امتی السلام یعنی اللہ کے مقرب فرشتے روئے زمین پر سیاحت کرتے ہیں اور میرے امتیوں کے بھیجے جانے والے سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں“۔ (سنن النسائی، کتاب السہو، باب: التسلیم الاسلام علی النبی ﷺ، رقم: ۱۲۷۸، ص ۳۲۱)۔ اور ایک حدیث کا مضمون یوں ہے: ”ما من احد یسلم علی الار داللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام یعنی کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ جس نے مجھ پر سلام بھیجا ہو بلکہ اللہ میری روح مجھے لوٹا دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں“۔ (سنن ابوداؤد، کتاب المناسک، باب: زیارة القبور، رقم: ۲۰۴۱، ص ۳۷۸، روح البیان، ج ۷، ص ۲۶۲ وغیرہ)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

یہ آیت اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کی حیات و ممات کے شرف و منزلت کے لئے نازل فرمائی ہے، اور اسی بناء پر آپ ﷺ کی ذات پاک کو اس آیت کے ضمن میں ہر بُرے فعل و بُری سوچ سے بچا رکھا ہے۔ اللہ ﷻ نے اپنے بندوں کو سید عالم ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے نہ اپنے دیگر انبیائے کرام کو اور ایسا ان کے شرف و مقام کی وجہ سے ہوا ہے اور اس میں کوئی قابل خلاف بات نہیں ہے کہ آپ ﷺ پر عمر بھر میں ایک مرتبہ درود بھیجنا فرض ہے، اور ہر وقت اس کے واجب یا سنت مؤکدہ ہونے میں اختلاف ہے کہ معلوم ہونے کے باوجود جو اسے ترک کرے یا اس میں غفلت اختیار کرے اس کے لئے کوئی خیر نہیں۔ امام زحمری کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ درود بھیجنا واجب ہے یا مستحب؟ تو میں واجب کہوں گا، لیکن اس کے حالت و وجوب میں اختلاف ہے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”من ذکرکرت عنده فلم یصلی علی فدخل النار فابعده اللہ یعنی جس کے سامنے میرا ذکر خیر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ

پڑھے تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا اور مجھ سے دور کر دے گا۔ (صحیح ابن حبان، کتاب الاقبالیہ، باب الادعیۃ، ذکر رجاء الدعول الجنان المصلی، رقم: ۹۰۷، ج ۳، ص ۱۸۸)، (القرطبی، الجزء ۲۲، ص ۲۰۵ وغیرہ)
صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں:

درود شریف اللہ ﷻ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی تکریم ہے، علماء نے ”اللهم صل علی محمد“ کے یہ معنی بیان کئے ہیں یا رب! محمد مصطفیٰ کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند اور ان کی دعوت غالب فرما کر اور کی شریعت کو بقاء عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیائے کرام و مرسلین و ملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کر کے ان کی عظمت ظاہر فرما۔
مفتی محمد شفیع معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

احادیث و آثار سے درود و سلام کا جواز ملتا ہے، چنانچہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ پر سلام بھیجتا تو ہم نے جان لیا، پس آپ ﷺ پر درود کس طرح پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس طرح پڑھو اللہم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اللہم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید“۔ ایک روایت میں یوں ہے: ”کما صلیت علی ابراہیم وبارک علی محمد و آل محمد کما بارکت علی ابراہیم و آل ابراہیم“۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: قولنا ان اللہ وملكته، رقم: ۴۷۹۸، ۴۷۹۷، ص ۸۴۳)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ ﷻ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔“

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب: فی الاستغفار، رقم: ۱۰۳۰، ص ۲۸۵)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا.....“۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: قول رسول اللہ رغم الانف، رقم: ۳۵۰۶، ص ۱۰۱۷)

☆..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن لوگوں میں میرے زیادہ نزدیک وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہوگا“۔

(سنن الترمذی، کتاب الوتر، باب: ما جاء فی فضل الصلوٰۃ، رقم: ۴۸۴، ص ۱۶۴)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور تم میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے چاہے تم کہیں بھی ہو۔“

(سنن ابوداؤد، کتاب المناسک، باب: زیارة القبور، رقم: ۲۰۴۲، ص ۳۷۸)

☆..... حضرت اوس بن اوس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ المبارک ہے، اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن میں ان کی روح قبض ہوئی، اسی دن میں صور پھونکا جائے گا، اسی دن بے ہوشی ہوگی، تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت درود پڑھو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ نے عرض کی کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا، فرمایا: ”اللہ نے زمینوں پر حرام کیا ہے کہ وہ حضرات انبیائے کرام کے جسموں کو کھائے۔“

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب: فضل یوم الجمعة، رقم: ۱۰۴۷، ص ۲۰۰)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اپنی کتاب میں مجھ پر درود (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا جب تک وہ درود اس کتاب میں رہے گا، فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔“ (کنز العمال، کتاب الاذکار، باب: الباب

السادس: فی الصلوٰۃ علیہ وعلیٰ، رقم: ۲۲۴۰، ج (۱، ص ۲۵۴)

درود پڑھنے کے بارے میں فقہائے کرام کے احکام:

امام اعظم اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ پوری عمر میں صرف ایک بار نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا فرض ہے، ہر چند کہ آیت ﴿ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی..... الخ﴾ بیٹک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر..... الخ (الاحزاب: ۵۶) میں آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن امر کسی کام کو بار بار کرنے کا تقاضا نہیں کرتا۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ شہدائے اخیر میں پیارے مصطفیٰ پر درود بھیجنا واجب ہے۔ امام احمد کے دو اقوال ہیں، ایک قول امام اعظم اور دوسرا قول امام شافعی کے ساتھ ہے۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جائے درود پڑھنا واجب ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایک مجلس میں آپ ﷺ کا متعدد بار ذکر آیا ہے تو ایک بار درود بھیجنا واجب ہے اور ہر بار مستحب ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب: صفة الصلوٰۃ، مطلب: فی التبلیغ خلف الامام، ج ۲، ص ۲۲۶)

کن کن مواقع پر درود پڑھا جائے:

جب کوئی مانع ہو تو ہر وقت صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے، اور فقہائے اسلام نے حسب ذیل مواقع بیان کئے ہیں: جمعہ کے دن اور جمعہ کی شب، اور ہفتہ اور اتوار اور جمعرات کے دن بھی کیونکہ ان تین دنوں کے متعلق احادیث میں وارد ہے، صفا و مردہ کے پاس، خطبہ جمعہ میں اور موزن کی اذان کے کلمات کے جواب دینے کے بعد، اور اقامت کے بعد، اور دعا کے اول، اوسط اور آخر میں، دعائے قنوت کے بعد، تلبیہ لبیک اللہم لبیک کے بعد، لوگوں کے ساتھ حج ہونے، ان سے الگ ہونے کے وقت میں، وضو کے وقت میں، کان میں جھنناہٹ کے وقت میں، کسی چیز کے بھولنے کے وقت، ہر تصنیف، درس اور خطبہ کے وقت، منگنی، نکاح کے وقت، رساں میں اور ہر اہم کام میں، نبی پاک ﷺ کا اسم مبارک ذکر کرتے وقت، آپ ﷺ کا اسم سنتے وقت اور آپ کا اسم لکھتے وقت اور اس کی تفصیل علامہ قاسمی نے دلائل الخیرات میں لکھی کی شرح میں لکھی ہے۔

(المرجع السابق)

افراض:

فقد خلوا: کی تقدیر کے ساتھ کلام غیر مناسب ہے، اس لئے کہ دخول کا تعلق اذن سے ہوا کرتا ہے، لہذا کھانے کے پکنے کا انتظار کرنا اس میں داخل نہیں ہے، پس مناسب یہ ہے کہ اس تقدیری جملے کے ساتھ کچھ حذف بھی مان لیا جائے اور یہ بھی کہ متذکرہ آیت پاک ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو بغیر اذن کے سید عالم ﷺ کے دولت خانے میں داخل ہو گئے تھے، اور کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہے اور اللہ نے انہیں ان دونوں ہی کاموں سے منع فرمادیا، پس ثابت ہوا کہ اس آیت ﴿یا ایہا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت﴾ کے کازول متعدد وجوہات کی بناء پر ہوا ہے، جو کہ یہ ہیں: بعض لوگ سید عالم ﷺ کے دولت خانے میں بغیر اجازت کے داخل ہوئے اور کھانا پکنے کا انتظار کرنے لگے، بعض لوگ دعوت ملنے پر آئے تھے لیکن باتوں میں پڑے رہنے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے، ازواج کی موجودگی میں اجنبیوں کا سید عالم ﷺ کے دولت سرانے اقدس پر کھانا، پس آیت حجاب نازل ہوئی اور ان تمام باتوں سے منع کر دیا گیا اور یہ آیت خاص سید عالم ﷺ کی ازواج کے لئے نازل ہوئی لیکن اس کا حکم عام ہے جیسا کہ سورۃ النور میں گزر چکا ہے۔

من الخواطر المریبة: شک و تہمت دور کرنے میں زیادہ معاون ہے، اس جملے میں یہ دلیل ہے کہ کسی کے لئے تنہائی میں بھی اپنے نفس پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے، مزید یہ کہ اس کے لئے غیر کے ساتھ تنہائی کرنا حلال بھی نہیں۔

لیس جازیکم علیہ: جواب شرط ہے، اللہ کا فرمان: ﴿فان اللہ کان بکل شیء علیما﴾ جواب کے لئے تعطیل ہے اور یہ بہت سی

فرمان مقدس نشان: ﴿ان تهلوا ما فی انفسکم او تحفوه بحاسبکم بد اللہ﴾ کے ہے۔
ای السمونات: مضاف کیلئے تفسیر ہے، اور اس کا مفہوم کافرہ گورنمنٹس ہیں کہ نہ تو کافرہ گورتوں کے لئے ازواج نبی ﷺ کی جانب توجہ
کرنا جائز ہے اور نہ ہی ازواج نبی کے لئے ان کافرہ گورتوں کی جانب توجہ کرنا (مائل ہونا) جائز ہے بلکہ اس حکم میں تمام ہی امت مسلمہ
کی خواتین داخل ہیں کہ وہ کافرہ گورتوں کے ساتھ کچھ التفات نہ کریں اور نہ ہی کچھ ان پر ظاہر کریں۔
لا یحییٰ علیہ شیء: یعنی فرمانبرداری و نافرمانی، ظاہری و پوشیدہ کسی بھی قسم کی مراد ہو سکتی ہے۔
ای قولوا اللہم صلی علی محمد و سلم: یعنی صلوة و سلام دونوں کو جمع کرو، اور درود پڑھنے کے سینے متھرو ہیں جن کا اسلٹ
نہیں ہو سکتا، اور افضل آل و اصحاب کے ساتھ ذکر کرنے کے ساتھ پڑھتا ہے اور جو ان میں سے کسی سینے کے ساتھ بھی واسطی کر لے
اس کے لئے بڑا اجر ہے سو ہم الکفار: مراد یہود و نصاریٰ و مشرکین ہیں۔

(الصلوی، ج ۵، ص ۴۸ و غیرہ)

ابعدہم: یعنی اللہ ﷻ کی رحمت سے دور ہونا۔

رکوع نمبر: ۵

﴿یا ایہا النبی قل لا زواجک و بنتک و نساء المؤمنین یدنین علیہن من جلابیبہن﴾ جمع جلابیب وہی
المُلْحَفَةُ الَّتِی تَشْتَمِلُ بِهَا الْمَرَاةُ اِی یُرْجِحْنَ بَعْضُهَا عَلَی الْوُجُوهِ اِذَا خَرَجْنَ لِحَاجَتِهِنَّ اِلَّا عِنَا
وَ اِحْسَاةٌ ﴿ذَلِکَ اَدْنٰی﴾ ﴿اِنَّ یَعْرِفْنَ حَرَائِرُ﴾ ﴿فَلَا یُؤْذِنُ﴾ ﴿بِالْتَّعْرِضِ لَهِنَّ بِخِلَافِ
الْاَمَاءِ فَلَا یُعْظِیْنَ وَ جُوْهَهُنَّ وَ کَانَ الْمُنَافِقُوْنَ یَتَعَرَّضُوْنَ لَهِنَّ﴾ ﴿وَ کَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا﴾ ﴿لِمَا سَلَفَ مِنْہُمْ مِنْ
تَرْکِ السُّتْرِ﴾ ﴿وَ رَحِیْمًا﴾ ﴿۵۹﴾ ﴿بِہِنَّ اِذَا سَتَرْنَ﴾ ﴿لَئِنْ﴾ ﴿یَلَامُ قَسْمٌ﴾ ﴿لَمْ یَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ﴾ ﴿عَنْ تَقَاتِہُمْ﴾ ﴿وَ الَّذِیْنَ
فِی قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ﴿بِالزَّوْاِجِ﴾ ﴿وَ الْمَرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ﴾ ﴿الْمُؤْمِنِیْنَ یَقُوْلُہُمْ قَدْ اَتَاکُمُ الْعَتُوْ وَ سَرَّایَا
﴾ ﴿لَنْغْرِیْبَکَ بِہُمْ﴾ ﴿لَنْسَلِطْنٰکَ عَلَیْہُمْ﴾ ﴿ثُمَّ لَا یَجَاوِزُوْنَکَ﴾ ﴿بِیْسَا کُوْنُکَ﴾ ﴿فِیْہَا اِلَّا قَلِیْلًا﴾ ﴿۶۰﴾ ﴿ثُمَّ
یُخْرِجُوْنَ﴾ ﴿مَلْعُوْنِیْنَ﴾ ﴿مُبْعَدِیْنَ عَنِ الرَّحْمٰتِ﴾ ﴿اِنَّمَا تَقْوٰوْا وَ جُنُوْا﴾ ﴿وَ اٰخَلَوْا وَ قَتَلُوْا تَقْتِیْلًا﴾ ﴿۶۱﴾ ﴿اٰی
الْحُکْمِ فِیْہُمْ هٰذَا عَلٰی جِہَةِ الْاَمْرِ بِدِیْنِ اللّٰهِ﴾ ﴿اٰی سَنَّ اللّٰهُ ذَلِکَ﴾ ﴿فِی الَّذِیْنَ عٰلَمُوْا مِنْ قَبْلِ﴾ ﴿عَمْرِ
الْاُمَّمِ الْمَاضِیَةِ فِی مُتَافِقِیْہِمْ الْمُرْجِفِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسَنَةَ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا﴾ ﴿قَرِیْبًا﴾ ﴿۶۲﴾ ﴿مِنْہُمْ﴾ ﴿یَسْتَلْکَ
النَّاسُ﴾ ﴿اٰی اَہْلُ مَکَّةَ﴾ ﴿عَنِ السَّاعَةِ﴾ ﴿مَتٰی تَکُوْنُ﴾ ﴿قُلْ اِنَّمَا عَلِمْتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ﴿وَ مَا یَلْمُکَ﴾ ﴿بِیَعْلَمُکَ بِہَا
اٰی اَنْتَ لَا تَعْلَمُہَا﴾ ﴿لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوْنُ﴾ ﴿تَوْجَدُ﴾ ﴿قَرِیْبًا﴾ ﴿۶۳﴾ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنِ الْکٰفِرِیْنَ﴾ ﴿بِاَبْعَادِہُمْ﴾ ﴿وَ اَعْلَمُہُمْ
سَعِیْرًا﴾ ﴿۶۴﴾ ﴿نَارًا﴾ ﴿شَدِیْقًا﴾ ﴿یَدْخُلُوْنَہَا﴾ ﴿خُلْدِیْنَ﴾ ﴿مُقْتَلِرًا﴾ ﴿خُلُوْدُہُمْ﴾ ﴿فِیْہَا اِبْدًا﴾ ﴿لَا یَجْلُوْنَ وَّلِیًّا﴾ ﴿وَ یَحْفَظُہُمْ
عِنَّا﴾ ﴿وَ لَا نَصِیْرًا﴾ ﴿۶۵﴾ ﴿یَدْفَعُہَا عَنْہُمْ﴾ ﴿یَوْمَ تَقْلُبُ وَ جُوْہُہُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ﴾ ﴿بِیَاللّٰہِ﴾ ﴿یٰلَیْسَ اٰطَمْنَا اللّٰهَ
وَ اٰطَمْنَا الرَّسُوْلًا﴾ ﴿۶۶﴾ ﴿وَ قَالُوْا﴾ ﴿اٰی الْاِتْبَاعُ مِنْہُمْ﴾ ﴿وَ رِیْبًا اَنَا اٰطَمْنَا سَادَتَنَا﴾ ﴿وَ فِی قِرَاةِ سَادَاتِنَا﴾ ﴿جَمْعُ الْجَمْعِ﴾ ﴿وَ
کِبْرًا﴾ ﴿نَا فَاضَلُوْنَا السَّبِیْلًا﴾ ﴿۶۷﴾ ﴿طَرِیْقَ الْہٰدِیِّ﴾ ﴿وَ رِیْبًا﴾ ﴿اَتَمُّہُمْ ضَعْفِیْنَ مِنَ الْعَذَابِ﴾ ﴿اٰی مِثْلِ عَذَابِنَا﴾ ﴿وَ الْعَنَمُ
عَذِیْبُہُمْ﴾ ﴿لَعْنَا کَبِیْرًا﴾ ﴿۶۸﴾ ﴿عَذُوْدٌ وَ فِی قِرَاةِ بِالْمَوْحُوْدَةِ اٰی عَظِیْمًا﴾

﴿ترجمہ﴾

اے نبی! اپنی بی بیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمان کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں.....!..... (یعنی سوائے ایک آنکھ کے اپنے بقیہ چہرے پر پردہ ڈال رکھیں، جبکہ کسی حاجت سے وہ گھر سے باہر نکلیں، "جلایب" جلایب کی جمع ہے بمعنی چادر جس کے ذریعے عورت پردہ کیا کرتی ہے) یہ اس سے نزدیک تر ہے (ادنی بمعنی القرب ہے) کہ پہچانی جائیں (کہ وہ آزاد عورتیں ہیں) تو ستائی نہ جائیں (ان کی ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کی جائیں بخلاف لونڈیوں کے وہ اپنے چہروں کو نہیں چھپایا کرتی تھیں، منافقین ان لونڈیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے) اور اللہ بخشنے والا ہے (پہلے جو بے پردگی کا معاملہ ان سے صادر ہو چکا ہے، اسے) رحم فرمانے والا ہے (ان پر کہ اس نے انہیں پردہ عطا کر دیا) اگر (لئسن میں لام قسمیہ ہے) باز نہ آئے منافق (اپنے نفاق سے) اور جن کے دلوں میں روگ ہے (یعنی مرض زنا ہے) اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے مومنین کے سامنے یہ کہ دشمن نے تم پر حملہ کر دیا ہے اور تمہارے لشکر کو شہید کر دیا گیا ہے یا تمہارے لشکر جنگ میں ہزیمت کا شکار ہو گئے ہیں) تو ضرور ہم تمہیں ان پر شدویں گے (لغو پنک بہم بمعنی نسلطنک علیہم ہے) پھر وہ تمہارے پاس نہ رہیں گے (لا یجا ورونک بمعنی یساکنو نک ہے) مگر تھوڑے دن (پھر ان لوگوں کو نکال دیا جائیگا) دھتکارے ہوئے (اللہ کی رحمت سے دور) جہاں کہیں ملیں (تقفوا بمعنی وجدوا ہے) پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کئے جائیں (ان کے بارے میں یہ حکم بطور امر ہے یعنی جملہ خبر بمعنی امر ہے) اللہ کا دستور چلا رہا ہے (سنة اللہ سے قبل فعل فاعل "سن اللہ" محذوف ہے) ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے (گزشتہ امتوں میں سے وہ منافقین جو جھوٹ اڑایا کرتے تھے) اور تم اللہ کا دستور ہرگز بدلتا نہ پاؤ گے "منہ" تبدیلہ کے بعد محذوف ہے (لوگ) (یعنی کفار مکہ) تم سے قیامت کا پوچھتے ہیں تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کہاں جاؤ (یعنی تم قیامت کا علم نہیں رکھتے ہو) شاید قیامت پاس ہی ہو (تسکون فعل تام بمعنی توجہ ہے) بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی (انہیں اپنی رحمت سے دور فرما دیا) اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے (جس میں وہ لوگ داخل ہونگے، سعیر کے معنی بھڑکتی آگ ہے) اس میں ہمیشہ رہیں گے (ان کے لیے اس میں ہمیشہ رہنا مقدر ہے) اور اس میں کوئی حمایتی نہ پائیں گے (جو اس آگ سے ان کی حفاظت کر سکے) اور نہ مددگار (جو ان سے اس آگ کو دور کر سکے) جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے اور کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح (صلیتنا میں یا تمہیہ کے لیے ہے) ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا اور کہیں گے (کفار میں سے جو بیرون کا رہتے) اے ہمارے رب ہم اپنے سرداروں (سادتنا کو ایک قرأت میں ساداتنا بطور جمع الجمع پڑھا گیا ہے) اور اپنے بیویوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ (یعنی ہدایت کے راستے) سے بہکا دیا اے ہمارے رب انہیں آگ کا دونا عذاب دے (یعنی ہمارے عذاب کا دونا عذاب دے) اور ان پر بڑی لعنت کر (انہیں عذاب دے جس کی تعداد بہت زیادہ ہو اور ایک قرأت میں لعنا کبیرا کی جگہ فقط کبیرا آیا ہے اس قرأت کے مطابق کبیرا بمعنی عظیما ہوگا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿بایہا النبی قل لا زواجک وبتک ونساء المومنین یدنین علیہن من جلا بیہن﴾

بایہا النبی: نداء، قل: فعل امر بافاعل، لا زواجک وبتک ونساء المومنین: متعلق، ملکہ جملہ فعلیہ ہو کر قول، یدنین: بمعنی، لیدنین: فعل امر قائب بافاعل، علیہن: ظرف لغو اول، من جلا بیہن: ظرف لغو ثانی، ملکہ جملہ فعلیہ مقولہ، ملکہ جملہ قولیہ مقصود بالنداء، ملک جملہ ندائیہ۔

﴿ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يَّعْرَفَنَ فِى الْيَوْمِ الَّذِى يَخْرُجُ فِيْهِ الْكٰفِرِيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

ذٰلِكَ: مبتدأ، ادنى: اسم تفصيل بافاعل، ان: مصدرية، يعرّفن: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، لا یوذین: جملہ فعلیہ معطوف، مگر تاویل مصدر تقدیر "الی" جار مجرور، مگر ظرف لغو، مگر شبہ جملہ ہو کر خبر، مگر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، كان اللہ: فعل ناقص واسم، غفوراً رحیماً: خبر ان، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿لٰكِن لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالدِّیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْمَرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنْغَرِیْنَكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یَجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَا اِلَّا قَلِیْلًا مَّعْوْنِیْنَ﴾

لام: تسمیہ، ان شرطیہ، لم ينته: فعل، المنفقون: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذين فی قلوبهم مرض: موصول صلہ، مگر معطوف اول، و: عاطفہ، المرجفون فی المدینة: شبہ جملہ معطوف ثانی، مگر فاعل، مگر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لام: تاکید، نغرینک بهم: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، لا یجاورنک: فعل نفی واو ضمیر ذوالحال، ملعونین: حال، مگر فاعل، ك: ضمیر مفعول، الا: اداة حصر، قلیلاً ظرف، مگر جملہ فعلیہ معطوف، مگر جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، مگر قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، مگر جملہ تسمیہ۔

﴿اِیْمًا تَقْفُوْا اِخْذُوْا وَقْتُلُوْا تَقْتِیْلًا﴾

ایمنا: اسم شرط ظرف مقدم، ثقفوا: فعل بانائب الفاعل، مگر جملہ فعلیہ شرط، اخذوا: فعل بانائب الفاعل، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قتلوا تقتیلاً: جملہ فعلیہ معطوف، مگر جزا، مگر جملہ شرطیہ۔

﴿سَنَ اللّٰهِ فِی الدِّیْنِ خَلَوْا مِنْ قَبْلِ وَلَنْ تَجِدَ لِسَنَةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا﴾

سنة اللہ: ذوالحال، فی: جار، الذين موصول، خلوا من قبل: جملہ فعلیہ صلہ، مگر مجرور، مگر ظرف مستقر حال، مگر فعل محذوف "سن اللہ" کیلئے مفعول مطلق "ای سن اللہ فی الذین ینافقون ان یقتلون حیثما ثقفوا" مگر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لن تجدوا: فعل نفی بافاعل، لسنة اللہ تبدیلاً: شبہ جملہ مفعول، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿یَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾

یسئلك الناس: فعل ومفعول وفاعل، عن الساعة: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ متاخر، قل قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، علمها مبتدأ، عند اللہ: ظرف متعلق بمحذوف خبر، مگر جملہ اسمیہ مقولہ، مگر جملہ قولیہ۔

﴿وَمَا یَدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا﴾

و: عاطفہ، ما: استفہامیہ لئلا تکار مبتدأ، یدریک: فعل بافاعل ومفعول، لعل الساعة: حرف مشبہ واسم، تكون قریباً: جملہ فعلیہ خبر، مگر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، مگر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِیْنَ وَاعَدَلَهُمْ سَعِیْرًا مَّا كَانُوْا عَلٰی الْاٰثَمِیْنَ خَلَدُوْنَ فِیْهَا اَبَدًا لَا یَجِدُوْنَ وِلٰیًا وَلَا نَصِیْرًا﴾

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لعن: فعل بافاعل، الكفرین: ذوالحال، خلدین فیہا ابدًا: شبہ جملہ حال اول، لا یجدون: فعل نفی بافاعل، ولیا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، نصیرا: مفعول، مگر جملہ فعلیہ حال ثانی، مگر مفعول، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اعدلہم سعیرا: جملہ فعلیہ معطوف، مگر خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿یَوْمَ تَقْلُبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَا اطْعَمَنَا اللّٰهُ وَاطْعَمَنَا الرَّسُوْلَ﴾

یوم: مضاف، تعلق: فعل مجہول، وجوہ: مضاف، ہم: ضمیر ذوالحال، بقولون: قول، ہلینا: حرف نداء للتمیہ حرف مشبہ
 واسم، اطعنا اللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہو، عاطفہ، اطعنا الرسول: جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ حال، بلکہ
 مضاف الیہ، بلکہ نائب الفاعل، فی النار: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ مضاف الیہ، بلکہ فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، بلکہ جملہ فعلیہ۔
 ﴿وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا﴾

و: متانفہ، قالوا: قول، ربنا: نداء، انا: حرف مشبہ واسم، اطعنا: فعل بافاعل، سادتنا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، کبراءنا: معطوف، بلکہ
 مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اضلونا السبیلا: جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، بلکہ مقولہ، بلکہ
 جملہ قولیہ متانفہ۔

﴿ربنا اتهم ضعفین من العذاب والنہم لعنا کبیرا﴾

ربنا: نداء، اتهم: فعل امر بافاعل ومفعول، ضعفین: موصوف، من العذاب: ظرف مستقر صفت، بلکہ مفعول ثانی، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف
 علیہ، و: عاطفہ، لعنا کبیرا: مفعول، لعنا کبیرا: مفعول، ثانی، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ مقصود بالنداء، بلکہ جملہ نداءئیہ۔

﴿تشریح تو ضیح واغراض﴾

عند الشرع چہرے کے پردے کے احکام:

(المفردات، ص ۱۰۲)

۱..... جلاب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے تمام جسم کو ڈھانپ لیا جائے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

جلاب وہ چادر ہے جس کو عورت کبیل کی طرح اوپر سے اوڑھی جاتی ہے، ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ ازہری نے یہ بیان کیا ہے کہ
 ابن الاعرابی نے جو یہ کہا کہ جلاب سے مراد ازار (تہبند) ہے۔ اس سے مراد وہ چادر نہیں ہے جو کمر پر باندھی جاتی ہے بلکہ اس سے مراد
 وہ چادر ہے جس سے تمام جسم کو ڈھانپ لیا جاتا ہے۔
 (لسان العرب، ج ۲، ص ۳۱۷)

☆..... امام ابن جریر، حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ
 جب وہ کسی ضرورت کی بناء پر اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں سے سر کو اور چہرے کو اس طرح ڈھانپ لیں کہ فقط ایک آنکھ کھلی
 رہے۔
 (جامع البیان، الجزء: ۲۲، ص ۵۵)

چونکہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں چہرہ کھول کر باہر نکلتی تھیں اور فاسق و فاجر لوگ ان کے پیچھے دوڑتے تھے، لہذا اللہ نے انہیں
 ایسا ہی حکم دیا اور اللہ نے اس موقع پر وہی کلام فرمایا جو انسانی عقل کے مطابق ہو چنانچہ فرمایا ﴿ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین
 یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں﴾ (الاحزاب: ۵۹)۔ کیونکہ انسان کی شناخت عموماً چہرے سے ہی ہوا کرتی
 ہے۔ (ہم نے ما قبل رکوع نمبر ۴، حاشیہ نمبر ۲ کے تحت بیان کر دیا کہ ضرورت کے تحت ازواج مطہرات کا گھروں سے باہر نکلتا ثابت
 ہے)۔ تاہم مفسرین نے ﴿وکان اللہ غفوراً﴾ سے لے کر سلف مراد لیا ہے۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ نزول آیت سے پہلے
 پردے کے معاملات میں جو کمی رہ گئی وہ معاف ہے کیونکہ جب تک کسی چیز کا حکم نازل نہ ہو سابقہ دور میں ہونے والی کمی کو ذنب (گناہ)
 نہیں کہا جاتا بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ جو چاہے احکامات نازل کرے اور سابقہ دور میں ہونے والی کوتاہیوں کو معاف فرمانے والا ہے
 چہ جائے کہ وہ کوتاہیاں کسی بھی امر سے متعلق ہوں۔
 (حاشیہ الشہاب، المعروف عنایة القاضی، ج ۷، ص ۵۱۲)

نوٹ: ہم نے سورۃ النور کے تحت، عطائین، ج ۳، میں یہ عنوانات قائم کئے ہیں، چونکہ یہاں ہم ان عنوانات پر دوبارہ کلام کرنا نہیں

چاہتے اس لئے قارئین کی سہولت کو پیش نظر رکھتے ہوئے تمام عنوانات جو سورۃ النور میں قائم کئے ہیں ان کے نام و صفحہ نمبر درج کر دیتے ہیں۔ (۱)..... پردے کے احکام، صفحہ نمبر ۷۸۱، (۲)..... چہرے اور ہتھیلیوں کے پردے سے متعلق صفحہ نمبر ۷۹۷، (۳)..... مردوں کے پردے سے متعلق صفحہ نمبر ۷۹۶، (۴)..... غلام باندی کے پردے کے احکامات، صفحہ نمبر ۷۹۸، (۵)..... پوزھی عورتوں کے پردے سے متعلق صفحہ نمبر ۸۲۵۔

اغراض:

التي تشتمل بها: یعنی عورت ڈوپٹے و چادر وغیرہ کے ذریعے اپنا پردہ اختیار کرے۔

فلا یغطین وجوههن: یعنی اپنا چہرہ نہ چھپائیں، اور یہ حکم سابق میں تھا جب کہ آج کے دور میں آزاد اور باندی پر فتنہ کے خوف کے باعث چہرے کا پردہ لازم ہے۔

لما سلف منهن من ترک الستر: وارد ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک باندی کو پردہ اٹھائے بلتند آواز سے کلام کرتے ہوئے دیکھا تو اپنے درے سے اسے تشبیہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا تو آزاد عورتوں یا یہودوں گھنٹیا باندی کی طرح ہے، اپنا پردہ کر لے۔
لنسلطنک علیہم: یعنی تم انہیں اپنی مجلس سے نکال دو گے اور انہیں قتل کر دو گے، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے ساتھ ایسا ہی فرمایا، پس جب آیت برائت نازل ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو جمع کیا اور منبر پر جلوہ فرما ہو کر فرمایا: ”اے فلاں بن فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے، اور اے فلاں اٹھ جا، پس مسلمان صحابہ اٹھے اور انہیں مسجد سے باہر نکال پھینکا۔“

ای الحکم فیہم ہذا: یعنی انہیں پکڑنا اور قتل کرنا مراد ہے۔ علی جہۃ الامر بہ: یعنی آیت خبر بمعنی امر ہے۔

ای من اللہ ذلک: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿سنۃ﴾ مصدر مؤکد ہے اور اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین خاطر ہے یعنی آپ اپنی قوم میں منافقین کے ہونے پر ملال نہ فرمائیں کیونکہ ایسا سابق اقوام میں بھی ہوتا رہا ہے جیسا کہ قوم موسیٰ میں سامری اور اس کے پیروکار بھی اسی صفت سے متصف تھے اور قارون اور اس کے پیروکار بھی اسی زمرے میں داخل تھے۔

اہل مکہ: یعنی یہود مراد ہیں۔ ابعدهم: یعنی اللہ کی رحمت سے دور ہونا مراد ہے۔ مقدر اخلو دہم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿خالدین﴾ حال مقدرہ ہے۔ جمع الجمع: ساداتنا سید یا سائد کی جمع ہے جب کہ اس کی جمع سادۃ ہے۔

ای مثلی عذابنا: یعنی خود بھی گمراہ ہوئے اور دیگر لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۵۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۶

﴿یا ایہا الذین امنوا لا تکرہوا﴾ مع نبیکم ﴿کالذین اذوا موسیٰ﴾ بقولہم مثلاً ما یمنعہ ان یتغسل معنا الا انہ اذرہ ﴿فیراہ اللہ مما قالوا﴾ ﴿بان و وضع ثوبہ علی حجر لیغتسل ففر الحجر بہ حتی وقف بین ملاء

من بنی اسرائیل فادرتہ موسیٰ فآخذ ثوبہ واستتر بہ فراوہ لا اذرہ بہ وہی نفضۃ فی الخصیۃ﴾ ﴿وکان عند اللہ وجیہا﴾ ﴿۶۹﴾ ﴿ذاجاہ ویمما اودی بہ نبینا﴾ ﴿انہ قسم قسما فقال رجل ہذہ قسمة ما اریذ بہا وجۃ اللہ لغضب النبی﴾ ﴿من ذلک﴾ ﴿قال یرحم اللہ موسیٰ لقد اودی باکثر من ہذا فصبر رواہ البخاری﴾ ﴿یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و قولوا قولا سدیداً﴾ ﴿۷۰﴾ ﴿صواباً﴾ ﴿یصلح لکم اعمالکم﴾ ﴿یتقبلہا﴾ ﴿ویغفر لکم ذنوبکم﴾ ﴿ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیماً﴾ ﴿۷۱﴾ ﴿نال غایۃ مطلوبہ﴾ ﴿انا

عرضنا الامانة ﴿الصلوات وغيورها مما لى فعلها من الثواب وتزكها من العقاب﴾ على السموت والارض والجمال ﴿بان خلق فيها فهما ونطقا﴾ لابين ان يحملنا واشفقن ﴿خفن﴾ منها وحملها الانسان ﴿ادم بعد عرضها عليه﴾ انه كان ظلوما ﴿لنفسه بما حمله﴾ جهولا ﴿٤٢﴾ به ﴿ليعذب الله اللام متعلقة بعرضنا المترتب عليه حمل ادم﴾ المنفقين والمنفقت والمشركين والمشركت ﴿الامانة﴾ ويتوب الله على المؤمنين والمؤمنات ﴿المؤدبين الامانة﴾ وكان الله غفورا ﴿للمؤمنين﴾ رحيمًا ﴿٤٣﴾ بهم.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والوں! (اپنے نبی ﷺ کے حقوق کے معاملے میں) ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا (جیسے یہ کہہ کر ان کو ہمارے ساتھ غسل کرنے سے باز ای چیز نے رکھا ہے کہ ”معاذ اللہ“ یہ.....:.....) تو اللہ نے اسے بری فرما دیا اس بات سے جو انہوں نے کہی (یوں کہ حضرت موسیٰ ﷺ نے غسل کرنے کے لیے اپنا لباس مبارک ایک پتھر پر رکھ دیا وہ پتھر آپ ﷺ کے لباس مبارک کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا حتیٰ کہ وہ پتھر نبی اسرائیل کے ایک مجمع کے سامنے رک گیا، موسیٰ ﷺ اس پتھر تک پہنچ گئے اپنے کپڑے لے کر آپ ﷺ نے اس کے ذریعے ستر فرمایا، ان لوگوں نے آپ ﷺ کو برہنہ دیکھ لیا کہ آپ ﷺ خنسی کی بیماری میں مبتلا نہیں، ادھر ایک بیماری ہے جس میں خنسیوں میں ہوا بھر جاتی ہے) اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے (وجیہا بمعنی ذاجاہ ہے، اور جن امور کے ذریعے ہمارے نبی ﷺ کو ایذا دی گئی من جملہ ان میں یہ واقعہ ہے حضور ﷺ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا ایک شخص نے کہا اس تقسیم سے رضا الہی کا ارادہ نہیں کیا گیا، اس کی بات سے حضور ﷺ جلال میں آگئے اور ارشاد فرمایا: ”اللہ میرے بھائی موسیٰ ﷺ پر رحم فرمائے انہیں اس سے زیادہ ایذا دی گئی پھر بھی آپ ﷺ نے صبر سے کام لیا“ اس حدیث پاک کو بخاری نے روایت کیا.....:.....) اے ایمان والوں! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو (مسدیدا بمعنی صوابا ہے) تمہارے لیے تمہارے اعمال سنو اور دے گا (یعنی تمہارے اعمال کو وہ قبول فرمائے گا) اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی (یعنی اس نے اپنے انتہائی مطلوب کو پایا) بیشک ہم نے امانت.....:..... (یعنی نماز وغیرہ نکالیف شرعیہ.....:..... جن کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عتاب ہے) پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر (یوں کہ ان اشیاء میں فہم اور قوت گویائی کو پیدا فرما دیا) تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے (اشفقن بمعنی خفن ہے) اور انسان نے (یعنی حضرت آدم ﷺ نے اس امانت کی پیشگی کے بعد اسے) اٹھا لیا بیشک (وہ اپنی جان کو) مشقت میں ڈالنے والا ہے (اس امانت کو اٹھا کر) بڑا نادان ہے.....:..... (اس امانت سے جسے اٹھایا ہے) تاکہ اللہ عذاب دے (لیعذب کلام یہ عرضنا فعل سے متعلق ہے جس پر حضرت آدم ﷺ کا امانت کو اٹھانا مرتب ہوا ہے) منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مرد اور مشرک عورتوں کو (جو کہ امانت کو ضائع کرنے والے ہیں) اور اللہ توبہ قبول فرمائے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی (جس نے اس امانت کو ادا کیا) اور اللہ بخشنے والا ہے (امانت کی ادائیگی کرینوالوں کو) اور مہربانی کرنے والا ہے (ان پر)۔

﴿ترکیب﴾

﴿يا ايها الذين امنوا لا تكونوا كالدین اذوا موسیٰ فبراه الله مما قالوا﴾

يا ايها الذين امنوا: نداء، لا تكونوا: فعل ناقص، دین با اسم، كاف: جار، الدین بموصول، اذوا موسیٰ: جمله فعلیہ صلہ، لکن

مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، ف: عاطفہ، ہر اہ اللہ: فعل و مفعول و فاعل، منما قالوا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وكان عند الله وجهها﴾ یا ایہا الذین امنوا اتقوا الله و قولوا قولا سدیداً ﴿﴾۔

و: عاطفہ، كان: فعل ناقص و "هم، نهمیر مستتر اسم، عند الله و جیہا: شبہ جملہ خبر ملکر جملہ فعلیہ، یا ایہا الذین امنوا: نداء، اتقوا الله: فعل امر بافاعل و مفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قولوا: فعل امر بافاعل، قولا سدیداً: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم﴾۔

یصلح لکم: فعل بافاعل و ظرف لغو، اعمالکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یغفر لکم ذنوبکم: فعل بافاعل، و ظرف لغو و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب امر واقع ہے۔

﴿ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظیما﴾۔

و: متانفہ، من شرطیہ مبتدأ، یطع: فعل بافاعل، الله: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رسوله: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، قد: تہقیقیہ، فاز فوزا عظیما: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ متانفہ۔

﴿انا عرضنا الامانة على السموات و الارض و الجبال فابین ان یحملنها و اشفقن منها﴾۔

انا: حرف شبہ و اسم، عرضنا الامانة: فعل بافاعل و مفعول، على: جار، السموات: معطوف علیہ، و الارض: معطوف اول، و الجبال: معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، ابین ان یحملنها: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اشفقن منها: فعل بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و حملها الانسان انه كان ظلوما جهولا﴾۔

و: عاطفہ، حملها الانسان: فعل و مفعول و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، انه حرف شبہ و اسم، كان ظلوما جهولا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لیعذب الله المنفقین و المنفقت و المشرکین و المشرکت و یتوب الله على المومنین و المومنات﴾۔

لام: جار، یعذب الله: فعل و فاعل، المنفقین: معطوف علیہ، و: عاطفہ، المنفقت: الی و المشرکت: معطوفات، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یتوب الله: فعل بافاعل، على المومنین و المومنات: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر فعل "عرضنا حملها" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وكان الله غفورا رحیما﴾۔

و: عاطفہ، كان الله: فعل ناقص و اسم، غفورا رحیما: خبر ان، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پاکدامنی پر الزام لگانا:

۱..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "نبی اسرائیل برہنہ ہو کر ایک دوسرے کے سامنے نہاتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا نہاتے تھے، بعض لوگ کہتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے ساتھ نہیں نہاتے ہو سکتا ہے کہ انہیں کوئی مرض (برص، خصبین کی کوئی بیماری) ہو، ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نہانے کے لئے تنہائی اختیار فرماتے ہیں اور اپنے کپڑے کسی پتھر پر

رکھ دیتے ہیں، پھر وہ کپڑے لے کر دوڑتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پیچھے میرے کپڑے، میرے کپڑے کہتے ہوئے دوڑتے جاتے ہیں یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے پاس سے گزرتے ہیں، بنی اسرائیل کی نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جسم مبارک پر پڑتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ان کے جسم پر تو کوئی بیماری نہیں ہے، پس حجر رکتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کپڑے زیب تن فرمائے اور پھر اپنے عصا سے پتھر کو مارنا شروع کر دیا، قسم بخدا! آپ علیہ السلام کے مارنے کے سبب پتھر پر تین، چار یا پانچ ضربوں کے نشان باقی رہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب: من اغتسل عربانا وحده، رقم: ۴۰۲۷۸، ۳۴۰، ص ۴۹)

اللہ ﷻ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عظیم شخصیت کے مالک تھے، روایت کی جاتی ہے کہ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کسی چیز کا سوال کرتے اللہ انہیں عطا فرمادیتا“۔ ”وجیہا“ کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ نے ان سے کلام فرمایا۔ (القرطبی، الجزء: ۲۲، ص ۲۲۵)

صاحب عدل پر تقسیم غنیمت میں الزام لگانا:

۲..... اللہ ﷻ نے آیت کے آغاز ہی میں فرمادیا کہ اے لوگوں ان کی مانند نہ ہونا جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عیب لگائے، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے کچھ مال تقسیم فرمایا تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ تقسیم ایسی نہیں جس سے اللہ کی رضا کا ارادہ کیا گیا ہو، پس میں سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس بات سے مطلع کر دیا، یہ سن کر آپ ﷺ اتنے غضبناک ہوئے کہ میں نے چہرہ اقدس پر غضب کے آثار دیکھ لئے، پھر آپ نے فرمایا: ”اللہ ﷻ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے کہیں زیادہ ستایا گیا لیکن انہوں نے صبر کیا“۔ (صحیح البخاری، باب الخمس، ۱۹، احادیث الانبیاء، باب ۲۷، المغازی، باب: ۵۶، الادب، باب: ۵۳، ۷۱، الاستیذان، باب: ۷۱، ۵۳، ۷۱)

آیت متذکرہ میں امانت سے کیا مراد ہے؟

۳..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ امانت سے مراد طاعت و فرائض ہیں، جو اللہ ﷻ نے اپنے بندوں پر فرض کئے ہیں۔ اللہ ﷻ نے وہی فرائض واقعتاً آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر خطاب لفظی کے ساتھ پیش فرمائے کہ اگر تم انہیں ادا کرو گے تو اللہ ثواب عطا فرمائے گا اور اگر انہیں ضائع کرو گے تو عذاب ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امانت سے مراد نماز اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا، بیت اللہ شریف کا حج کرنا، بات کرتے وقت سچ بولنا، ناپ تول میں انصاف کرنا، اور اپنی امانتوں کی حفاظت کرنا ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ امانت سے مراد فرائض کی ادائیگی اور دین کی حفاظت ہے۔ ابو العالیہ نے کہا کہ امانت سے مراد امر و نواہی ہیں۔ زید بن اسلم نے کہا کہ امانت سے مراد روزہ، غسل جنابت، اور شریعت کے حکمی امور ہیں اور ان سے مراد وہ امور ہیں جن میں کوئی ریاکاری کا دخل نہ ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ نے انسانی اعضاء میں سب سے پہلے شرمگاہ بنائی اور فرمایا یہ امانت ہے، میں اسے بطور ودیعت تیرے حوالے کرتا ہوں۔ پس شرمگاہ امانت ہے، کان امانت ہیں، آنکھ امانت ہے، پاؤں امانت ہیں اور جو امانت کی حفاظت نہ کرے اس کا ایمان نہیں۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ امانت سے مراد لوگوں کی امانتیں ہیں اور وعدہ کو پورا کرنا ہے۔ لہذا مومن پر لازم ہے کہ وہ دوسرے مومن اور ایسے آدمی سے دھوکہ نہ کرے جس سے اس نے کوئی معاہدہ کر رکھا ہو، چاہے وہ قلیل چیز کے بارے میں ہو یا کثیر کے بارے میں، یہی قول ضحاک نے ابن عباس نے نقل کیا ہے۔

مذکورہ تمام اقوال کا نتیجہ یہی ہے کہ امانت سے مراد احکام شرعیہ ہیں، جن کا انسان پابند ہوتا ہے، چاہے وہ اوامر ہوں یا نواہی اور آسمان و زمین سے مراد واقعتاً آسمان و زمین ہیں۔ علامہ بغوی کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے آسمانوں اور زمین سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس امانت کو اس کے جمع لوازمات سمیت اٹھا سکتے ہو؟ انہوں نے عرض کی اس کے لوازمات کیا ہیں؟ اللہ ﷻ نے فرمایا کہ اگر تم اطاعت

دُعا اور دعا کرتے ہوئے نکلے کر کے تو تمہیں اس پر جزا دی جائے گی اور اگر نافرمانی کرو گے تو تمہیں اس کی سزا دی جائے گی۔
 ہاتھوں نے عرض کی ہم ایسا نہیں کر سکتے اے پروردگار۔ ہم تو فقط تیرے حکم کے تابع ہیں، نہ ہم اجر و ثواب کے خواہشمند ہیں اور نہ سزا
 برداشت کر سکتے ہیں۔ آسمان و زمین نے یہ قول نافرمانی کرتے ہوئے نہیں بلکہ اللہ ﷻ کے خوف کی وجہ سے کہا تھا اور دین اسلام کی
 تقسیم کی خاطر کہ وہ اس کی نگرانی نہ کر سکیں گے اور یہ بھی کہ اللہ نے انہیں اختیار دیا چاہیں تو قبول کریں اور چاہیں تو قبول نہ کریں۔

(المظہری، ج ۵، ص ۵۶۵)

اصول فقہ کی رو سے مکلف ہونے یا نہ ہونے کا بیان :

۱۔ مائل ہم نے ثابت کیا ہے کہ امانت سے مراد فرائض و دیگر احکامات شرعیہ ہیں، تاہم یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ
 بدول پر اللہ کی جانب سے جو احکامات نافذ ہوتے ہیں جنہیں حقوق اللہ بھی کہا جاتا ہے، ان کا اجمالی خاکہ قدرے وضاحت کے ساتھ
 پیش کر دیا جائے تاکہ موضوع میں تضحیح اور مکمل بحث سمجھ میں آجائے۔ حقوق اللہ کی آٹھ قسمیں ہیں جو کہ ہم ترتیب وار تعریفات
 و مسئلہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ (۱) عبادات خاصہ جیسے ایمان اور اس کی فروعات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، اور ایمان کی یہ تمام
 فروعات ایمان لانے کے بعد ہی درست قرار پائیں گی ایمان لانے سے پہلے ان کا درست ہونا نہیں پایا جاسکتا۔ (۲) عقوبات کاملہ
 جیسے حدود مثلاً حد زنا، حد شرب خمر، حد قذف اور حد سرقہ۔ (۳) عقوبات قاصرہ جیسے میراث سے محروم ہو جانا مثلاً قاتل مقتول کے مال
 کا وارث نہیں بن سکتا حالانکہ مقتول کو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اس کے مال کا وارث اس کا قاتل ہو یا کوئی اور، اس لیے اسے
 عقوبات قاصرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ (۴) حقوق دارۃ الدین الامریہ: جو عبادت اور عقوبت کے درمیان دائرہ ہوں جیسے کفارات کہ یہ
 عبادت میں فعل حرام صادر ہونے پر واجب ہوتے ہیں۔ (۵) عبادۃ فیہما معنی المؤمنۃ: ایسی عبادت جس میں مؤنت کا معنی پایا جائے یہی
 وجہ ہے کہ عبادت کی بجائے آوری کے لیے کمال اہلیت کا پایا جانا ضروری نہیں جیسا کہ صدقہ فطر۔ (۶) مؤنتہ فیہما معنی القرابۃ: ایسی مؤنت
 جس میں عبادت کا معنی پایا جائے، یعنی نفسہ یہ مؤنت زمین میں پائی جاتی ہے جس میں زراعت کی جاتی ہے اور اگر زراعت کے لیے منع
 کر دیا جائے تو زمین کو خالص سلطان کے لیے مختص کر دیا جائے گا اس لیے کہ یہاں اصل کے اعتبار سے مؤنت ہے مراد زمین ہے اور
 وصف کے اعتبار سے نمو ہے مراد عبادت ہے۔ (۷) مؤنتہ فیہما معنی المعقوبۃ: ایسی مؤنت جس میں عقوبت پائی جائے یہاں اصل کے
 اعتبار سے مؤنت ہے مراد زمین ہے اور وصف کے اعتبار سے عقوبت ہے مراد تراج ہے۔ (۸) حق قائم بنفسہ: ایسا حق جو بذات خود قائم
 ہو یعنی ایسا حق جو اپنی ذات سے قائم ہو کسی اور بندے کے ذمہ اس کا کوئی تعلق نہ ہو کہ بندے پر اس کا ادا کرنا واجب قرار دیا جائے بلکہ
 اللہ تعالیٰ نے اُس حق کو اپنے لیے باقی رکھا ہوا اور دنیا میں خلیفہ یعنی حاکم وقت کو اسے حاصل کرنے اور تقسیم کرنے کا ذمہ دار کر دیا ہو مثلاً
 غنیموں اور معدنیات کا شمس

(حسامی مع النامی، بحث حقوق اللہ، ص ۲۴۵)

انسان کے امانت اٹھانے کا بیان:

۱۔ امانت اتنی عظیم الشان ہے کہ اگر ان بڑے بڑے عظیم اجسام کو بھی باشعور اور ذی عقل فرض کر لیا جائے تو اسے اٹھانے
 کی طاقت نہیں رہتی بلکہ انسان نے اپنے نحیف و کمزور جسم کے باوجود اسے اٹھایا ہے۔ پس جو امانت کے حقوق ادا کرے گا وہ دونوں
 جہاں کی بھلائیاں اور منافع حاصل کر لے گا۔ اس وضاحت کے بعد آپ کے نزدیک ظلم و ستم کا مفہوم یہ ہے کہ انسان نے امانت ادا
 کرنے کا وعدہ پورا نہیں کیا اور اس کے حقوق کو ادا نہیں کیا (اس اعتبار سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے) اور جھوسول اس اعتبار سے
 ہے کہ یہ امانت ادا نہ کرنے کے انجام کی حقیقت و گنہ سے ناواقف ہے لہذا یہ دونوں جنس انسان کے وصف ہیں لیکن اس اعتبار سے اعم

واکثر افراد کا ہے (تمام افراد کا نہیں ہے کیونکہ بعض افراد مثلاً حضرات انبیائے کرام اور متقی مومنین نے تو امانت کا وعدہ وفا کر دیا ہے)۔

(المظہری، ج ۵، ص ۵۶۷)

افراض:

ما یمنعہ ان یغتسل معنا: روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل برہنہ نہایا کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ستر دیکھا کرتے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا نہایا کرتے تھے تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ خدا کی قسم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی مرض ضرور ہے جس کی وجہ سے تو ہمارے ساتھ نہیں نہاتے، پس ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غسل کے لئے تنہائی اختیار فرمائی اور اپنی شان کے لائق کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے۔ پتھر آپ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑے اور یہ کہتے جا رہے تھے کہ میرے کپڑے اور پتھر، میرے کپڑے اور پتھر یہاں تک کہ بنی اسرائیل کی جانب سے گزرے اور انہوں نے کہا: خدا کی قسم! موسیٰ علیہ السلام میں کوئی عیب نہیں ہے، پس پتھر رک گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے زیب تن فرمائے اور پتھر پر ضرب ماری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ”اللہ کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑے اور انہوں نے پتھر پر چھ یا سات ضربیں لگائیں۔“ یتقبلھا: یعنی وہ اس پر ثواب دیتا ہے۔ وہی نفخۃ فی الخصیۃ: یعنی خصین میں گنداپانی یا ہوا بھرنے کی وجہ سے عیب ہونا مراد ہے (اگرچہ ایسا ہرگز نہ تھا)۔

من الثواب: لما کا بیان ہے، یعنی ہم نے امانت کو ثواب و عقاب کے ساتھ آسمانوں پر پیش کیا۔

بان خلق فیہا فہما: حتی کہ آسمان وزمین اور پہاڑ نے خطاب فرمایا۔

بعد عرضہا علیہ: روایت میں آتا ہے کہ اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: ہم نے آسمان وزمین اور پہاڑ کو امانت سپرد کی لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور تم نے سب کچھ لے لیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا: اے رب ان میں کیا کچھ ہے؟ اللہ ﷻ نے فرمایا: اگر تو احسان کرے تو جزا پائے اور اگر بُرائی اختیار کرے تو سزا کا مستحق ہو، پس آدم علیہ السلام نے اپنے کانوں اور کاندھوں پر سب بوجھ لے لیا، پس اللہ ﷻ نے فرمایا: پس جب تو نے سب امانتیں لی ہیں تو اپنی آنکھوں کی حفاظت کر، اپنی نگاہ کی حفاظت کرنے کو (حسب منشاء) پردہ اختیار کر، اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کر اور لباس کا اہتمام کر، پس جس کو چھپانے کا حکم ہے اسے ظاہر نہ کر، مجاہد کہتے ہیں کہ بوجھ اٹھانے اور جنت سے نکالے جانے کے مابین وقت اتنا تھا جتنا ظہر سے عصر کے درمیان کا وقت ہوا کرتا ہے۔

(الصباوی، ج ۵، ص ۵۳ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

توبہ کے بغیر بھی گناہ معاف ہوتے ہیں:

امام رازی فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کے حق میں اللہ بغیر توبہ کی شرط کے بھی گناہ معاف فرماتا ہے، دلیل یہ ہے کہ اللہ عفو کم لیغفر لکم من ذنوبکم ہے، اس آیت میں اللہ ﷻ نے بعض گناہوں کو بغیر توبہ کیے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، پس واجب ہے کہ بعض گناہ بغیر توبہ کے معاف ہو جائیں اور ان بعض گناہوں میں کفر داخل نہیں ہے اس لئے کہ کفر کے بارے میں علماء کا اجماع ہے کہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہو سکتا۔

(الرازی، ج ۷، ص ۷۶)

بغیر توبہ کے گناہ بخشے جانے کی مثالیں: ﴿فصل ان کنتم لحبون للہ فاتبعون حبیبکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم﴾ یعنی تم فرماؤ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا (ان مہران: ۳۱) ﴿ویرسل لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم﴾ یعنی اللہ تمہارے اعمال کو درست کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا (احزاب: ۷۱) ﴿وان ربکم للذو مغفرة للناس علی ظلمہم﴾ یعنی تمہارا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود ان کی مغفرت فرماتا ہے (مائدہ: ۶)۔

سورہ مدہ کی آیت کے تحت امام رازی فرماتے ہیں کہ اللہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو بھی بغیر توبہ کے بخش دیتا ہے۔ امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ آیت مقدسہ کفار کو ایمان لانے کی دعوت اور مومنین کو مزید فرما ہر داری، بھالانے اور نافرمانی سے اجتناب کرنے پر دلیل ہے، اور اسی میں لوگوں پر ظلم کرنے سے بچنا بھی داخل ہے۔

سورة السبا مكية الا (ويرى الذين اتوا العلم الاية) وهي اربع او خمس و خمسون آية

سورة السبا کی ہے سوائے (ويرى الذين اتوا العلم الخ) کے، اس میں ۵۲ یا ۵۵ آیات ہیں

تعارف سورة السبا

اس سورت میں چھ رکوع، ۸۳۳ کلمات، ۱۵۱۲ حروف ہیں۔ ابتدائی طور پر توحید کا درس دیا گیا ہے اور اللہ کے علم و صفات کا بیان ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے پر اللہ کے علم کے انحصار کو بیان کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ جو اللہ کی راہ میں کوششیں کرتا ہے اس کے لئے تو انعام ہے لیکن جو مخالفت کرے اور اس کی کوششیں مخالفت والی ہوں تو دردناک عذاب اس کا منتظر ہے۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کا ذکر خیر اور آپ کے کارناموں کا بیان بھی اللہ نے مفصل انداز میں فرمایا اور ساتھ ہی ان کی ذریت میں حضرت سلیمان علیہ السلام جو کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں ان کے کمالات کا بھی بخوبی ذکر کیا۔ اسیس لعین کی مکاریوں کا بیان بھی فرمایا اور ساتھ ہی موت کے وقت کے اٹل ہونے کا مفصل ذکر فرمادیا۔ کائنات کے بننے میں جو حکمتیں ہیں اور بگڑنے کا وقت طے ہو چکا ہے اس میں تقدم و تاخر کا نہ ہونا بھی اٹل ہے الغرض مختلف پیرایوں میں وعظ و نصیحت کا اہتمام فرمایا گیا تاکہ ہمیں دشواری نہ رہے اور لوگوں کو آسان انداز میں نصیحت ہو جائے تاہم نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو دل سے اللہ کو مانتے ہیں اور جنہیں ہدایت نہیں ملتی انہیں کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔

رکوع نمبر: ۷

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ﴿۱﴾ مَلِكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا ﴿۲﴾ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ
﴿۳﴾ كَالَّذِي يَحْمَدُهُ أَوْلِيَاؤُهُ إِذَا دَخَلُوا الْجَنَّةَ ﴿۴﴾ وَهُوَ الْحَكِيمُ ﴿۵﴾ فِي فِعْلِهِ ﴿۶﴾ الْخَبِيرُ ﴿۷﴾ ﴿۸﴾ بِخَلْقِهِ ﴿۹﴾ يَعْلَمُ مَا
يَلْجُ إِلَىٰ يَدِخُلُ ﴿۱۰﴾ فِي الْأَرْضِ ﴿۱۱﴾ كَمَا يَمْشِي وَغَيْرِهِ ﴿۱۲﴾ وَمَا يُخْرِجُ مِنْهَا ﴿۱۳﴾ كِتَابًا وَغَيْرِهِ ﴿۱۴﴾ وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ ﴿۱۵﴾ مِنْ
رِزْقٍ وَغَيْرِهِ ﴿۱۶﴾ وَمَا يَعْرَجُ ﴿۱۷﴾ يَصْعَدُ ﴿۱۸﴾ فِيهَا ﴿۱۹﴾ مِنْ عَمَلٍ وَغَيْرِهِ ﴿۲۰﴾ وَهُوَ الرَّحِيمُ ﴿۲۱﴾ بِأَوْلِيَائِهِ ﴿۲۲﴾ الْغَفُورُ ﴿۲۳﴾ ﴿۲۴﴾
لَهُمْ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِنَا السَّاعَةُ ﴿۲۶﴾ الْقِيَامَةُ ﴿۲۷﴾ قُلْ ﴿۲۸﴾ لَهُمْ ﴿۲۹﴾ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عِلْمُ الْغَيْبِ ﴿۳۰﴾ بِالْحَجْرِ
صِفَةً وَالرُّفْعِ خَبْرٌ مُّبْتَدَأٌ وَفِي قِرَاءَةِ عَلَامٌ بِالْحَجْرِ ﴿۳۱﴾ لَا يَعْزُبُ ﴿۳۲﴾ عَنْهُ مِثْقَالُ ﴿۳۳﴾ وَزَنُّ ﴿۳۴﴾ ذَرَّةٍ ﴿۳۵﴾ أَصْفَرُ
نَمْلَةٍ ﴿۳۶﴾ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْفَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مَبِينٍ ﴿۳۷﴾ ﴿۳۸﴾ بَيْنَ هُوَ اللَّوْحُ
الْمَحْفُوظُ ﴿۳۹﴾ لِيَجْزِيَ ﴿۴۰﴾ فِيهَا ﴿۴۱﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۴۲﴾ ﴿۴۳﴾ حَسَنٌ
فِي الْجَنَّةِ ﴿۴۴﴾ وَالَّذِينَ سَعَوْا ﴿۴۵﴾ أَبْطَالٌ ﴿۴۶﴾ آيَتُنَا ﴿۴۷﴾ الْقُرْآنُ ﴿۴۸﴾ مَعْجَزِينَ ﴿۴۹﴾ وَفِي قِرَاءَتِهِ هُنَا وَفِيمَا يَأْتِي مَعْجَزِينَ أَيْ
مُقَدِّرِينَ عَجَزْنَا أَوْ مُسَابِقِينَ لَنَا فَيَفُوتُونَنَا لِيُظْهِمَهُمْ أَنْ لَا يَفُتُوا وَلَا عِقَابٌ ﴿۵۰﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِنْ
رِجْزٍ ﴿۵۱﴾ سَيِّئٍ الْعَذَابِ ﴿۵۲﴾ الْيَمِيمِ ﴿۵۳﴾ ﴿۵۴﴾ مُؤَلِّمٌ بِالْحَجْرِ وَالرُّفْعِ صِفَةً لِرِجْزٍ أَوْ عَذَابٍ ﴿۵۵﴾ وَيُرَىٰ ﴿۵۶﴾ يَعْلَمُ ﴿۵۷﴾ الَّذِينَ اتَّوَا
الْعِلْمَ ﴿۵۸﴾ مُؤْمِنُوا أَهْلَ الْكِتَابِ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَأَصْحَابِهِ ﴿۵۹﴾ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنَ رَبِّكَ ﴿۶۰﴾ أَيْ
الْقُرْآنَ ﴿۶۱﴾ هُوَ ﴿۶۲﴾ فَصَلِّ ﴿۶۳﴾ الْحَقَّ وَيَهْدِي السُّبُلَ ﴿۶۴﴾ طَرِيقَ ﴿۶۵﴾ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿۶۶﴾ ﴿۶۷﴾ أَيْ إِلَهِي ذِي الْعِزَّةِ

المَحْمُودَةُ ﴿وقال الذين كفروا﴾ اى قال بعضهم على جهة التعجب لبعض ﴿هل ندلكم على رجل﴾ هو محمد ﴿ينبئكم﴾ يخبركم انكم ﴿اذا مزقتم﴾ قُطِعْتُمْ ﴿كل ممزق﴾ بمعنى تمزيق ﴿انكم لفي خلق جديد﴾ الفسرى ﴿بفتح الهمزة للاستفهام واستغنى بها عن همزة الوصل﴾ على الله كذبا ﴿فى ذلك﴾ ام به جنة ﴿جنون تخيل﴾ به ذلك قال تعالى ﴿بل الذين لا يؤمنون بالآخرة﴾ الْمُشْتَمِلَةُ على البعثِ والحسابِ ﴿فى العذاب﴾ فيها ﴿والضلل البعيد﴾ (۸) ﴿من الحق فى الدنيا﴾ الفلم يروا ﴿ينظروا﴾ الى ما بين ايديهم وما خلفهم ﴿ما فوقهم﴾ و ما تحتهم ﴿من السماء والارض﴾ ان نشأ نخسف بهم الارض او نسقط عليهم كسفا ﴿بسكون السين﴾ وفتحها قطعة ﴿من السماء﴾ وفى قرآنية فى الأفعال الثلاثة بالياء ﴿ان فى ذلك﴾ المرئى ﴿لاية لكل عبد منيب﴾ (۹) راجع الى ربه تدل قدرة الله تعالى قدرة الله تعالى على البعث وما يشاء.

﴿ترجمہ﴾

سب خوبیاں اللہ کو (اللہ تعالیٰ نے ان کلمات سے اپنی تعریف و توصیف فرمائی ہے اور حمد..... سے مراد اسی حمد کے مضمون کے ساتھ ثناء یعنی حمد کو ثابت کرنا ہے اور حمد کا معنی اللہ کو وصف جمیل کے ساتھ متصف ماننا ہے) کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (ملوک و مخلوق ہونے کے اعتبار سے) اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے (جیسا کہ دنیا میں ہے، اس کے اولیاء جب جنت میں داخل ہونگے تو اس کی حمد کریں گے..... ۲.....) اور وہی ہے حکمت والا (اپنے فعل میں) اور خبر رکھنے والا (اپنی مخلوق کی) جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے (جیسے پانی وغیرہ، ببلج بمعنی بدخل ہے) اور جو زمین سے نکلتا ہے (نباتات وغیرہ) اور جو آسمان سے اترتا ہے (رزق وغیرہ) اور جو اس میں چڑھتا ہے (اعمال وغیرہ، يعرج بمعنی يصعد ہے) اور وہی ہے رحم کرنے والا (اپنے اولیاء کرام پر) بخشنے والا ہے (ان لوگوں کو) اور کافر بولے ہم پر قیامت نہیں آئیگی (الساعة کے معنی قیامت ہے) تم فرماؤ (ان لوگوں سے) کیوں نہیں میرے رب کی قسم! بیشک ضرورت پر آئے گی غیب جاننے والا (عالم الغیب حالت جبری میں صفت ہوگا اور حالت رفعی میں یہ مبتدا کی خبر ہوگا اور ایک قرأت میں علم کی جگہ علام ہے اسے مجرد پڑھا گیا ہے) اس سے غیب نہیں (مغرب بمعنی یغیب ہے) اذرہ کے وزن برابر کوئی شے (ذرة کا معنی چھوٹی سی چھوٹی ہے اور مشقال کے معنی وزن ہے) آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک صاف بتانے والی کتاب میں ہے..... ۳..... (یعنی لوح محفوظ میں، مبین بمعنی بین ہے) تا کہ صلہ دے (اس میں) انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے یہ ہیں جن کے لیے بخشش ہے اور اچھا رزق (جنت میں، کریم بمعنی حسن ہے) اور جنہوں نے ہماری آیتوں (کو باطل کرنے) میں ہرانے کی کوشش کی (یعنی قرآن پاک کو، ایک قرأت میں اس مقام اور ما بعد مقام میں معاجزین پڑھا گیا ہے یعنی ہمارے عجز کو مقدر سمجھے ہوئے یا ہم پر مسابقت کرتے ہوئے اپنے اس گمان کی وجہ سے کہ کوئی حشر و نشر نہیں ہونا اس گمان کے سبب ہم سے بچ جائیں گے) ان کے لیے سخت دردناک عذاب میں سے عذاب ہے (عذاب من رجز کے معنی انتہائی بڑا عذاب ہے اور الیم بمعنی مؤلم ہے، "الیم" بحالت جبری و جز کی یا بحالت کی رفعی عذاب کی صفت ہے) اور جانتے ہیں (یوی بمعنی یعلم ہے) جنہیں علم ملا (یعنی مؤمنین ال کتاب جیسے عبد اللہ بن سلام اور ان کے اصحاب) کہ جو (یعنی قرآن

پاک) تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا وہی حق ہے (ہو الحق میں ہو ضمیر فصل کے لیے ہے) اور عزت والے سب خوبیاں سراہا ہے کہ زاہناتا ہے (یعنی اللہ ﷻ راہ بناتا ہے جو عزت والاسب خوبیاں سراہا ہے، صراط یعنی طریق ہے) اور کانفر بولے (یعنی کفار بطور تعجب ایک دوسرے سے کہنے لگے) کیا ہم تمہیں ایسا مرد بتا دیں (ان کی اس سے مراد محمد ﷺ کی ذات تھی) جو تمہیں خبر (نبینکم بمعنی پیغمبر کم انکم ہے) جب تم پرزے ہو کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ (مدقتم بمعنی قطعتم اور معزق بمعنی تمزیق ہے) تو پھر تمہیں نیا بننا ہے کیا اللہ پر اس نے جھوٹ باندھا..... (افتراء ہمزہ استفہامیہ والے ہمزہ کی وجہ سے منصوب ہے اور اس ہمزہ کے سبب فعل ہمزہ الوصل سے مستغنی ہو گیا) یا اسے سوزا ہے (یعنی جنون ہے جس کے سبب انہوں نے یہ خیالات قائم کر لیے ہیں، اللہ ﷻ فرماتا ہے) بلکہ وہ جو (اس) آخرت پر ایمان نہیں لاتے (جو حشر نشر اور عذاب پر مشتعل ہے، وہ) عذاب اور (دنیا میں حق سے) دور کی گمراہی میں ہیں تو کیا انہوں نے نہ دیکھا (یروا بمعنی یمنظروا ہے) جو ان کے اوپر اور ان کے نیچے ہے (ما بین ایدیہم بمعنی مافوقہم اور ما خلفہم بمعنی ماتحتہم ہے) آسمان اور زمین ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں (کسفا سین ساکنہ اور مفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے بمعنی قطعہ، ایک قرأت تینوں افعال علامت مضارع یاء کے ساتھ پڑھے گئے ہیں) بیشک اس میں (جو زمین آسمان میں دکھائی دے رہا ہے) نشانی ہے ہر رجوع (الی اللہ) کرنے والے بندے کے لیے (یہ نشانیاں حشر و نشر اور اللہ ﷻ کے ہر چاہے پر قدرت رکھنے پر دلالت کرتی ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الحمد لله الذی له ما فی السموت وما فی الارض وله الحمد فی الاخرة﴾

الحمد: مبتداء، لام: جار، اللہ بموصوف، الذی: موصول، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم ما فی السموت: معطوف علیہ، وما فی الارض: معطوف، بلکہ مبتداء مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ صلہ، بلکہ مجرور، بلکہ ظرف مستقر خبر، بلکہ جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، الحمد: ذوالحال، فی الاخرة: ظرف مستقر حال، بلکہ مبتداء مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿وهو الحکیم الخبیر﴾

و: عاطفہ، هو: مبتداء، الحکیم الخبیر: خبران، بلکہ جملہ اسمیہ، یعلم: فعل بافاعل، ما یلیج فی الارض: جملہ فعلیہ صلہ، بلکہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما ینزل من السماء وما یرج فیہا: ثانی، و: عاطفہ، ما یرج فیہا بموصول صلہ، بلکہ معطوف ثالث، و: عاطفہ، ما ینزل من السماء: موصول صلہ، بلکہ معطوف ثالثی، و: عاطفہ، ما یرج فیہا بموصول صلہ، بلکہ معطوف ثالث، بلکہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿وهو الرحیم الغفور﴾

و: عاطفہ، هو: مبتداء، الرحیم الغفور: خبران، بلکہ جملہ اسمیہ، و: متانفہ، قال الذین کفروا: جملہ فعلیہ قول، لا تااتینا الساعة: فعل نفی ومفعول وفاعل، بلکہ جملہ فعلیہ مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ۔

﴿قل بلی وری لتاتینکم علم الغیب لا یعزب عنہ مثقال ذرة فی السموت ولا فی الارض ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتب مبین﴾

قل: قول، بلی: حرف اثبات، و: قسمیہ جار، وری: بمبدل منه، علم الغیب: بدل، بلکہ ذوالحال، لا یعزب عنہ: فعل نفی وظرف لغو، مثقال ذرة: ذوالحال، فی السموت: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تاافیه، فی الارض: جار مجرور معطوف، بلکہ ظرف مستقر حال، بلکہ معطوف علیہ، ولا: تانیہ، اصغر: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تاافیه، اکبر: معطوف، بلکہ موصوف، من ذلک: ظرف مستقر

صلیٰ، مکرر ذوالحال، الا: ادا، احصر، فی کتب مبہین: ظرف مستقر حال، مکرر معطوف، مکرر فاعل، مکرر جملہ فعلیہ ہو کر حال، مکرر مجرور، مکرر
لرظ مستقر، القسم، فعل محذوف کیلئے، مکرر جملہ تسمیہ، لام: تاکیدیہ، تانیہکم: جملہ فعلیہ جواب تم، مکرر جملہ تسمیہ مقولہ، مکرر جملہ قولیہ۔

﴿لہجزی الذین امنوا و عملوا الصلحت او لکم لہم مغفرة و رزق کریم﴾

لام: جار، ہجزی: فعل بافاعل، الذین امنوا و عملوا الصلحت: موصول صلہ، مکرر مفعول، مکرر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، مکرر
باقل "تانیہکم"، کیلئے ظرف لغو، مکرر جملہ فعلیہ، او لکم: مبتدا، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، مغفرة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رزق
کریم: معطوف، مکرر مبتدا مؤخر، مکرر جملہ تسمیہ خبر، مکرر جملہ تسمیہ۔

﴿و الذین سعوا فی ایہنا معجزین او لکم لہم عذاب من رجز الیم﴾

و: متعلقہ، الذین بموصول، سعوا: فعل واو ضمیر ذوالحال، معجزین: حال، مکرر فاعل، فی ایہنا: ظرف لغو، مکرر جملہ فعلیہ
صلہ، مکرر مبتدا، او لکم: مبتدا، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب: بموصوف، من رجز: ظرف مستقر صفت، الیم: صفت ثانی، مکرر
مبتدا مؤخر، مکرر جملہ تسمیہ خبر، مکرر جملہ تسمیہ خبر، مکرر جملہ تسمیہ متعلقہ۔

﴿و یری الذین او تو العلم الذی انزل الیک من ربک هو الحق و یرہدی الی صراط العزیز الحمید﴾

و: عاطفہ، یری: فعل، الذین او تو العلم: موصول صلہ، مکرر فاعل، الذی: موصول، انزل الیک من ربک: جملہ فعلیہ صلہ، مکرر
مفعول، ہو: ضمیر لفعل، الحق: مفعول ثانی، مکرر جملہ فعلیہ، و: متعلقہ، یرہدی: فعل بافاعل، الی صراط العزیز الحمید: ظرف
لغو، مکرر جملہ فعلیہ متعلقہ۔

﴿و قال الذین کفروا هل ندلکم علی رجل ینبئکم اذا مزقتم کل ممزق﴾

و: متعلقہ، قال الذین کفروا: قول، هل: حرف استفہام، ندلکم: فعل بافاعل و مفعول، علی: جار، رجل بموصوف، ینبئکم: فعل
بافاعل و مفعول، اذا: مضاف، مزقتم: فعل بافاعل، کل ممزق: مفعول، مکرر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مکرر فعل محذوف "تبعون"، کیلئے
ظرف، مکرر جملہ فعلیہ مفعول ثانی، مکرر جملہ فعلیہ صفت، مکرر مجرور، مکرر ظرف لغو، مکرر جملہ فعلیہ مقولہ، مکرر جملہ قولیہ متعلقہ۔

﴿انکم لفی خلق جدید﴾

انکم: حرف مشبہ، اسم، لام: تاکیدیہ، فی خلق جدید: ظرف مستقر خبر، مکرر جملہ تسمیہ، ہمزة: استفہام، الضری: فعل بافاعل، علی
اللہ: ظرف لغو، کذا بمفعول، مکرر جملہ فعلیہ، ام: عاطفہ معادلہ، ہمزة استفہام، بہ: ظرف مستقر خبر مقدم، جنة: مبتدا مؤخر، مکرر جملہ تسمیہ۔

﴿هل الذین لا یؤمنون بالآخرۃ فی العذاب والضلل البعید﴾

هل: عاطفہ، الذین لا یؤمنون بالآخرۃ: موصول صلہ، مکرر مبتدا، فی: جار، العذاب: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الضلل
البعید: معطوف، مکرر مجرور، مکرر ظرف مستقر خبر، مکرر جملہ تسمیہ۔

﴿اللم یروا الی ما بین ایدیہم و ما خلفہم من السماء و الارض﴾

ہمزة: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "اعلموا"، لم یروا: فعل نفی بافاعل، الی: جار، ما بموصول، بین
ایدیہم: صلہ، مکرر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما خلفہم بموصول صلہ معطوف، مکرر ذوالحال، من السماء و الارض: ظرف مستقر
حال، مکرر مجرور، مکرر ظرف لغو، مکرر جملہ فعلیہ۔

﴿ان نشا نخسف بہم الارض او نسقط علیہم کسفا من السماء﴾

ان: شرطیہ، منشاء: جملہ فعلیہ شرط، منسحق بہم الارض: فعل بافاعل و ظرف لغو و مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ماو، بماظرف، منسحق علیہم: فعل بافاعل و ظرف لغو، کسفا، بوصوف، من السماء: ظرف مستقر مفت، بلکہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ جزا، بلکہ جملہ شرطیہ۔

﴿ان فی ذلک لایۃ لکل عبد منیب﴾

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایۃ، بوصوف، لکل عبد منیب: ظرف مستقر مفت، بلکہ اسم، مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

حمد کی تعریف و اقسام کا بیان:

۱۔..... نعمت وغیرہ پر تعظیم کی نیت سے توصیف و ثناء کرنا حمد کہلاتا ہے۔ (التعریفات، ص ۹۷)

قرآن و حدیث کے مطالعے سے حمد کی تین اقسام معلوم ہوتی ہیں اگرچہ مزید اقسام ہونے کا انکار بھی نہیں کر سکتا تاہم جن تین اقسام پر مطلع ہوا ہوں انہیں بیان کرنے کی سعی کر رہا ہوں۔ (۱)..... حمد قولی: اس سے مراد وہ مبارک کلمات ہیں جن سے اللہ ﷻ نے خود اپنی تعریف کی ہے، مثلاً فرمایا: ﴿تبارک الذی یدہ الملک بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک (ملک: ۱)﴾، ﴿ہو اللہ الخالق الباری المصور لہ الامماء الحسنیٰ و ہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا اسی کے ہیں سب اچھے نام (المحشر: ۲۴)﴾، ﴿لہ الحمد فی السموت والارض اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں (نور: ۱۸)﴾، ﴿اللہ ہو لا الہ الا ہو اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں (البقرہ: ۲۰۰)﴾، ﴿وہو السميع العليم بیشک و ہی سنا جانتا ہے (الشوریہ: ۲۲)﴾، ﴿وہو السميع البصیر بیشک وہ سنا دیکھتا ہے (الاسراء: ۱)﴾، ﴿وہو الغفور الرحیم بیشک و ہی بخشنے والا مہربان ہے (یونس: ۱۰۷)﴾، ﴿وہو الحکیم الخبیر اور وہی حکمت والا خبر دار (سبا: ۱)﴾، ﴿وکان اللہ غفوراً رحیماً اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (الاحزاب: ۷۳)﴾، ﴿ان اللہ علی کل شیء شہیداً بیشک اللہ، ہر چیز اللہ کے سامنے ہے (الاحزاب: ۵۰)﴾، ﴿و کفی باللہ وکیلاً اور اللہ بس ہے کارساز (الاحزاب: ۴۸)﴾، ﴿وکان اللہ علی کل شیء رقیباً اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے (الاحزاب: ۵۲)﴾، ﴿وہو العلیٰ الکبیر و ہی ہے بلند بڑائی والا (سبا: ۲۳)﴾، ﴿وہو العزیز الحکیم و ہی ہے اللہ عزت والا حکمت والا (سبا: ۲۷)﴾، ﴿وہو الفتاح العلیم اور وہی ہے درست فیصلہ کرنے والا اور سب کچھ جانتا (سبا: ۲۶)﴾، ﴿وہو خیر الرازقین اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا (سبا: ۳۹)﴾۔

☆ سید عالم ؑ نے فرمایا کہ دو کلمات زبان پر لگے ہیں لیکن میزان میں بڑے بھاری ہیں وہ یہ ہیں: ”سبحان اللہ و بحمہ سبحان العظیم“۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب: قراۃ الفاجر والمنافق، رقم: ۷۵۶۳، ص ۱۳۰۵)

☆ حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو سید عالم ؑ یہ دعا پڑھتے: ”الحمد لله حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ غیر مکفی ولا“ (صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب: ما یقول اذا فرغ من طعامہ، رقم: ۵۴۵۸، ص ۹۷۲)

(۲)..... حمد فعلی: خاص اللہ ہی کی رضا کے لئے عبادت کرے، جیسا اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿الذین ہم یسراؤن وہ جو دکھاوا کرتے ہیں (سعد: ۲)﴾۔

☆ حضرت یعقوب بن عامر سید عالم ؑ کے دو صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ سید عالم ؑ نے فرمایا: ”جو بندہ روح کی گہرائی اور

صدق دل سے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدید کہتا ہے اللہ اس پر نظر رحمت فرمانے کے لئے آسمان کو کشادہ فرمادیتا ہے اور جس پر اللہ نظر رحمت فرماتا ہے اس کا حق یہ ہے کہ اللہ اس کی ہر مراد پوری فرماوے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الدعاء والذکر، باب: الترغیب فی قولہ تعالیٰ لا الہ الا اللہ، رقم: ۳، ج ۲، ص ۲۷۰)

(۳)..... جہم عالی: یہ ہے کہ بندے میں اللہ ﷻ کے اوصاف کی جھلک نظر آنے لگے، دوسروں پر رحم کرے، بیگوسوں کے ساتھ ہمدردی کرے، اور جب اس پر کوئی مصیبت آئے تو ہر حال میں اللہ کا شکر کرے۔ اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ عَلٰی الْکَبْرِ اِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحٰقَ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ وَاِسْحٰقَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَاِسْمَاعِیْلَ﴾ (ابراہیم: ۳۹)۔
☆..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہوگا اللہ اس کے تھوڑے عمل سے راضی ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب: فضل الفقراء، الفصل الثالث، رقم: ۵۲۶۳، ص ۴۴۹)

آخرت میں اللہ ﷻ کی حمد کے مقامات :

۲..... علامہ اسماعیل حقی نے آخرت کے چھ مقامات گنوائے ہیں جن میں مومنین، کاملین و صالحین جنتی اللہ ﷻ کی تعریف و توصیف کریں گے۔

(۱)..... جس وقت اللہ ﷻ کے اس فرمان ﴿وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اِیْہَا الْمَجْرُمُوْنَ اُوْرَآجِ الْکُفْرِ پھٹ جاؤ مجرموں﴾ (س: ۵۹) کے ذریعے نذا کی جائے گی تو مومنین و کافرین میں تمیز ہو جائے گی، اور مومنین کہیں گے: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ اِنَّ ظَالِمُوْنَ سَیْءُ مَا کُنُوْا فِیْہِمْ اِنَّ ظَالِمُوْنَ سَیْءُ مَا کُنُوْا فِیْہِمْ اِنَّ ظَالِمُوْنَ سَیْءُ مَا کُنُوْا فِیْہِمْ اِنَّ ظَالِمُوْنَ سَیْءُ مَا کُنُوْا فِیْہِمْ﴾ (نوح: ۲۸) جیسا کہ نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا جب اللہ ﷻ نے انہیں ان کی قوم سے نجات دی تھی۔

(۲)..... جب ہل صراط سے گزریں گے تو کہیں ﴿الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ اِنَّ حَمْدَ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ اِنَّ حَمْدَ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ﴾ (فاطر: ۳۴) کیا (فاطر: ۳۴)۔

(۳)..... جب اہل جنت جنتی دروازے کے قریب ہونگے اور انہیں مائے حیات سے غسل دیا جائے گا اور وہ جنت کی جانب دیکھ کر کہیں گے: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ اِنَّ حَمْدَ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ اِنَّ حَمْدَ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ﴾ (اعراف: ۴۳)۔

(۴)..... جب جنتی جنت میں داخل ہونگے تو فرشتے ان کا استقبال ان مقدس جملوں سے کریں گے: ﴿الَّذِیْ اٰحْسَنَّا دَارَ الْمَقَامِہِ وَہِمْ اَرَامَہِمْ a

(۵)..... جب جنتی اپنے مقام جنت میں ٹھہرائیں گے تو یوں کہیں گے: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقْنَا وَعَدَہِ وَوَرَّثْنَا الْاَرْضَ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ اِنَّ حَمْدَ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ اِنَّ حَمْدَ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ﴾ (الزمر: ۷۴)۔

(۶)..... جب کھانے سے فارغ ہونگے تو کہیں گے: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ اِنَّ حَمْدَ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ اِنَّ حَمْدَ رَبِّکُمْ حِیْثُ کُنْتُمْ﴾ (روح البیان، ج ۷، ص ۳۰۵ وغیرہ) کا (الفاتحہ: ۱)۔

ہر چیز کا بیان قرآن میں ہونے کا مطلب :

۳..... قرآن مجید میں ہے، اس میں جو جتنا غوطہ لگائے گا ہیرے جو ہرات نکال لے گا۔ ابن عباس کا مشہور قول ہے: ”کسو ضل الال بعیر لی لوجدته فی کتاب اللہ یعنی میرے اونٹ کے گردن کی رسی تم ہو جائے اللہ کی قسم میں قرآن سے تلاش کروں گا“۔ اب ابن عباس کے اس قول پر ہم کچھ کلام کرتے ہیں کہ دیکھیں اونٹ کے گردن کی رسی کو قرآن سے کیسے تلاش کیا جاسکتا

ہے؟ کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ صحابی غیر عادل نہیں ہوتا۔ سید عالم ؑ نے فرمایا ”اصحابی کالنجوم لہاتہم اقتدیتم اہتدیتم“ (شرح فقہ الاکبر، بحث فی ان افضل الناس، ص ۱۱۶)۔ اب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان کو ان آیات کے تناظر میں دیکھیں:

(۱)..... قرآن مکمل ضابطہ حیات ہے چنانچہ فرمایا ؑ وانزلنا الیک الکتب اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف ہی کتاب اتاری (المائدہ: ۴۸) ؑ، تیسرا لکل شیء قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے (النحل: ۸۹) ؑ۔

(۲)..... خیانت حرام ہے: اللہ نے فرمایا ؑ وتخنونوا امانتکم وانتم تعلمون اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت کرو (الاحزاب: ۲۷) ؑ۔

(۳)..... مال مقصوبہ حرام ہے: چنانچہ فرمایا ؑ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل اور باہم ناحق طور پر مال نہ کھاؤ (البقرہ: ۱۸۸) ؑ۔

(۴)..... سچ جھوٹ پر غالب ہے: اللہ نے فرمایا ؑ بل نقدف بالحق بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں (الانبیاء: ۱۸) ؑ۔

(۵)..... ظالم کامیاب نہیں: اللہ نے فرمایا ؑ انه لا یفلح الظالمون بیشک ظالم فلاح نہ پائیں گے (الاسم: ۲۱) ؑ۔

(۶)..... چور پر حد بندی کرنا: اللہ نے فرمایا ؑ والسارق والسارقہ فاقتطعوا..... الخ، اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو (المائدہ: ۳۸) ؑ۔

اب ملاحظہ فرمائیں ایک طرف ابن عباس کا قول ہے اور دوسری جانب قرآن کے متذکرہ چھ اہم اصول، کیا ان اصول کی مدد سے بھی گم شدہ چیز نہیں مل سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ اونٹ کے گردن کی رسی خیانت کرتے ہوئے کسی نے لے لی ہو، یا غضب کر لی ہو، یا جھوٹ بول کر رسی کو اپنی جانب منسوب کر دیا ہو، کسی نے ظلماری تھیلیاں ہو، چوری کر لی ہو۔ الفرض جسے قرآن کا علم حاصل ہے وہ ان سب شرعی اصول و قوانین کو بھی جانتا ہے اور جسے قرآن نہیں آتا وہ بھی کہے گا کہ قرآن میں ابن عباس کے اونٹ کے گردن کی رسی کا بیان کہاں موجود ہے.....؟ ایک عرصے تک میں بھی اسی کشمکش میں رہا کہ ابن عباس کے قول کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ لیکن مجھے کسی کتاب میں اس بارے میں وضاحت نہ ملی، پھر تقدیر الہی نے میرے ذہن کی گرہ کو کھول دیا اور اس آیت کے تحت جب کلام لکھنا شروع کیا تو یہ سب امور ذہن میں القاء ہوتے گئے گویا شاید انہی بزرگ صحابی کا فیضان ہو۔ اگر حضرت ابن عباس کا اشارہ اسی جانب تھا تو میں اس فیضان پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اگر کسی اور جانب اشارہ تھا تو مزید ان کی بارگاہ سے توجہ خاص کی التجاء ہے کہ ابھی مزید تقریباً آٹھ پاروں کا کام عطائین کے تحت کرنا باقی ہے۔

اللہ ﷻ نے ایک مقام پر مزید فرمایا: ؑ والبلد الطیب ینخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا ینخرج الا نکددا کذلک نصرف الایات لقوم یشکرون اور جو پاک زمین ہے اس کا سبزہ نکلتا ہے اللہ کے حکم سے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا ہوں ہی ہم بیان کرتے ہیں آیتیں ان کے لئے جو احسان مانیں (الاعراف: ۵۸) ؑ۔ اب اس آیت کے تحت حضرت علی ؑ کا کلام سنیں اور دیکھیں کہ انہیں قرآن پر کتنا عبور تھا؟

اللہ ﷻ نے فرمایا کہ جو زمین اچھی ہے اس کا سبزہ اللہ ﷻ کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا، اچھی زمین سے مراد موٹین ہیں اور اس کے سبزہ سے ان کا عمل مراد ہے۔ موٹین کے قلب پر نزول قرآن کی مثال ایسی ہے جیسے پاک زمین پر بارش، جب موٹن پر قرآن پڑھا جائے تو وہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں اور ان سے اس قرآن کے نتیجے میں طاعات، عبادات اور

اخلاق حمیدہ کا صدور ہوتا ہے۔ اور کافر کی مثال اس ردی اور بھڑ زین کی طرح ہے کہ جس سے بارش ہونے پر فائدہ نہ اٹھایا جائے، یہی وجہ ہے کہ جب کافر قرآن کو سنتا ہے تو اس سے اس کے کفر اور سرکشی میں زیادتی ہی ہوتی ہے اور وہ قرآن سے نفع نہیں اٹھاتا۔ (الحمل، ج ۳، ص ۵۴)۔ یہاں موضوع کی مناسبت سے ایک واقعہ ذکر کرنا چاہوں گا جسے میں نے معتبر علماء سے سنا ہے لیکن (تامہ بیان کہیں کسی کتاب پڑھا نہیں ہے) ایک مرتبہ حضرت علیؑ سے کسی نے ان کی گھنٹی داڑھی کے بارے میں پوچھا کہ آپؑ کی داڑھی گھنٹی ہے اور میری داڑھی (یعنی سائل کی) مختصر ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؑ نے برجستہ جواب دیا کہ ”اے شخص کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی کہ جو زمین اچھی ہوتی ہے وہ زیادہ اگاتی ہے اور جو پلید ہوتی ہے وہ کم اگاتی ہے، تیری زمین پلید ہے اس لئے اس نے کم اگایا اور میری زمین اچھی ہے اس لئے اس نے زیادہ اگایا۔“ یہاں سے حضرت علیؑ کی علمی استطاعت کا بخوبی پتہ چل گیا کہ آپؑ کو قرآن پر کتنا عبور حاصل تھا۔

(عطائین، ج ۲، ص ۲۷۹)

کذب باری کے رد میں چند دلائل :

۴..... اللہ ﷻ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، اور پاک ذات کے کلام میں کذب محال ہے اور صدق واجب ہے کیونکہ صدق اللہ کی صفت ہے، چنانچہ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی (النساء: ۸۷) ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی (النساء: ۱۷۲)۔
 علمائے سوء کا عقیدہ ہے کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے، اور ان کی دلیل ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيُّ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ہے، لیکن ہم اہلسنت وجماعت کے نزدیک کذب کی نسبت اللہ ﷻ کی جانب کرنا منع ہے کہ کیونکہ اللہ ﷻ کے لئے جھوٹ بولنا محال ہے، وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ جس کی دلیل ما قبل دو آیات ہیں اگرچہ اور بھی دلائل ہیں۔ جھوٹ بولنا بالاجماع علماء محال ہے اور محال کی نسبت اللہ ﷻ کی جانب کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ عیب ہوتا ہے۔

اغراض:

المراد بہ: جر کے ساتھ، اسم اشارہ کی صفت ہے۔

الثناء بمضمونہ: مراد وصف جمیل کے ساتھ ثناء کی ابتدا کرنا ہے، اور یہاں یہ مراد نہیں کہ وصف جمال کے مضمون کے ساتھ تعریف کا آغاز کیا جائے، کیونکہ اللہ کی تعریف و توصیف تو ازل ہی سے ثابت ہے اور ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اس کی حمد کو بجالاتے ہوئے اور ساتھ ہی اس کی ازلی حمد کے ساتھ جدید حمد و شان کو ملاتے ہوئے اور قول کی دلیل علماء کے اس فرمان سے ہوتی ہے: الحمد میں الف لام عہدہ ہے کیونکہ اللہ اپنی مخلوق کے عجز کو جانتا ہے لہذا اس نے اپنی شان کے لائق تعریف و توصیف ازل ہی سے فرمائی ہے اور اسی حمد کے موافق اللہ نے، اپنی مخلوق کو حمد بیان کرنے کا حکم بھی دیا ہے، پس ثابت ہوا کہ وصف جمیل کے ساتھ اللہ کی حمد ازل ہی سے ثابت ہے اور اللہ ہی حمد جو کہ مخلوق کے کرنے کے ساتھ قائم ہے مخلوق کے ختم ہونے پر ختم ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ ”الحمد“ مدح ہے اور مخلوق کے مابین ”مدح النفس“ مذموم ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ کے جملہ اوصاف کو اوصاف بعید کے ساتھ قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ کی ذات عظیم و کبیرہ صفات کے ساتھ متصف ہے، اور مخلوق میں یہ صفت نہیں ہوتی یا نقص کے ساتھ پائی جاتی ہے، اور اللہ کی ذات میں کمال درجہ تک ان صفات کا موجود ہونا پایا جاتا ہے، پس اس جواب سے معتزلہ کا بھی رد ہو جاتا ہے وہ یہ کہ: اگر ساری ہی اچھی عقل و دانش کو اللہ کی ذات کے ساتھ متصف اور ساری ہی بُری صفات کو اللہ کی ذات سے منزہ مان لیا جائے تو امور فاسدہ میں سے وجوب صلح و درنگی وغیرہ واجب ہو جائیں گے۔

ملکا و مخلقا: یعنی آسمان و زمین میں موجود ہر ایک اللہ کے وسیع قدرت میں خادم و مخلوق کی حیثیت سے ہیں۔

بحمدہ اولیاؤہ: اس سے موثنین مراد ہیں۔ کماء و غیرہ: جیسا کہ خزانے اور مردے جو زمین میں ہوتے ہیں۔

اذا دخلوا الجنة: یعنی جنتی جنت میں داخل ہونے پر یہ کہیں گے: ”تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو ہم سے تم و طلال لے گیا اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔“ من رزق و غیرہ: یعنی برکات، فرشتے اور آسمانی آوازیں۔

کنبات و غیرہ: جیسا کہ خزانے اور مردے جب قبروں سے نکالے جائیں گے۔ من عمل و غیرہ: جیسا کہ ملائکہ اعمال لے کر آسمانوں کی جانب بلند ہوتے ہیں اور اللہ کی ذات اپنی شان کے لائق ہر مخلوق پر محیط ہے۔

لہم: اللہ اپنے اولیاء کو بخشنے والا ہے یعنی جب ان سے کچھ نافرمانی اور مخلوق کے حقوق میں کوتاہی ہو جائے، اور اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کی رحمت اور مغفرت جنت میں داخل ہونے والوں کے ساتھ خاص ہونا آخری اعتبار سے ہے جب کہ دنیا میں اللہ کی رحمت ہر چیز پر وسعت رکھتی ہے۔ حسن فی الجنة: یعنی اچھا انجام مراد ہے، اور سب سے اچھا انعام اللہ کی رویت ہے۔

مقدرین عجزنا: یعنی وہ ہمارے رسولوں کے مقابل عاجز ہیں، کیونکہ قرآن کے حوالے سے ان کی کوششیں باطل ہوئی ہیں۔

او مسابقین لنا: یعنی وہ قرآن پر طعن کرنے کے حوالے سے ہم پر غالب ہو گئے اور یہ گمان کریں گے کہ ان کا یہ غلبہ انہیں عذاب الہی سے بچالیا اور قرآن میں مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور کافروں کے لئے عذاب کا وعدہ ہو چکا ہے پھر بھی وہ اس میں طعن کرتے اور اسے باطل قرار دینے کا ارادہ کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ان کا باطل قرار دینا انہیں نفع دے گا، پس وہ اپنے اعتقاد کے مطابق عذاب سے بچ کر دکھادیں۔

مومنوا اهل الكتاب: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد اصحاب رسول ﷺ ہیں اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ تمام ہی مسلمان مراد ہیں۔

هو محمد: یعنی سید عالم کا انکار اور مذاق اڑاتے ہوئے کہا، جیسا کہ سید عالم ﷺ کو پہچانتے ہی نہیں جیسی تو رجل کا لفظ کہہ رہے ہیں، جب کہ سید عالم ﷺ کی شان ان میں دن میں چمکنے والے سورج کی مانند روشن ہے۔

فی ذلک: سے مراد دوبارہ اٹھائے جانے کی خبریں ہیں۔

فی الفعال الثلاثة: سے مراد ما قبل آیت میں مذکور تین امور ﴿ان نشاء نخسف بهم الارض او نسقط الخ (سبا: ۹)﴾ میں موجود نشاء، نخسف اور نسقط ہیں۔

رکوع نمبر: ۸

﴿ولقد اتینا داود مبنا فضلاً﴾ نُبُوَّةٌ وَكِتَابًا وَقُلْنَا ﴿بجبال

اویسی﴾ رُجعی ﴿معه﴾ بالتسبیح ﴿والطیر﴾ بالنصب عطفًا علی محلّ الجبال آی ودعوناہا للتسبیح معہ

﴿والنا لہ الحدید﴾ ﴿فکان فی یدہ کالعجین﴾ وَقُلْنَا ﴿ان عمل﴾ منہ ﴿سبغت﴾ ذروعا کواہل یجرہا

لا یسہا علی الارض ﴿وقدر فی السرد﴾ آی بنسج الذروع قیل لصانعہا سرادا آی اجعلہ بحیث

یتناسب خلقہ ﴿واعملوا﴾ آی آل داؤد معہ ﴿صالحا طانی بما تعملون بصیر﴾ ﴿فأجازیکم

بہ﴾ ﴿سنخرنا﴾ لسلیمن الريح ﴿ولی قرآئہ بالرفع بتقدیر تسخر﴾ غدوہا ﴿سیرہا من الغدوة بمعنی

الضیاح الی الزوال﴾ ﴿شہر ورواحہا﴾ سیرہا من الزوال الی الغروب ﴿شہر﴾ آی

مَسِيرَتَهُ ﴿وَاسْلَمْنَا أَذُنًا﴾ لَهُ عَيْنُ الْقَطْرِ ﴿أَيُّ النَّحَاسِ فَأَجْرِيَتْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ بِلَمَّا لِيَهِنٌ كَجَرَى الْمَاءِ وَعَمِلَ
النَّاسُ إِلَى الْيَوْمِ بِمَا أُهْطِيَ سُلَيْمَانَ ﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِأَذُنٍ بِأَمْرِ رَبِّهِ ط وَمِنَ
يَزْعُ ﴿يَعْدُلُ﴾ مِنْهُمْ عَنِ امْرَأَةٍ لَهُ بِطَاعَتِهِ ﴿لِدَلَالِهِ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿١٢﴾﴾ النَّارِ فِي الْآخِرَةِ لَقِيلَ فِي الدُّنْيَا
بِأَنَّ يُضْرِبَهُ مَلَكٌ بِسَوْطٍ مِنْهَا ضَرْبَةً تَحْرِقُهُ ﴿يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبٍ﴾ أَنْبِيَاءُ مُرْتَفِعَةٌ يَضَعُهَا إِلَيْهَا
بِذُرُجٍ ﴿وَتَمَائِيلُ﴾ جَمْعُ تِمَالٍ وَهُوَ كُلُّ شَيْءٍ مِثْلُهُ بِشَيْءٍ أَيْ صُورٌ مِنْ نُحَاسٍ وَرُجَاجٌ وَرُخَامٌ وَلَمْ تَكُنْ
إِتِّخَاذُ الصُّورِ حَرَامًا فِي شَرْعِهِ ﴿وَجِفَانٌ﴾ جَمْعُ جَفْنَةٍ ﴿كَالْجَوَابِ﴾ جَمْعُ جَابِيَةٍ وَهِيَ حَوْضٌ كَبِيرٌ
يَجْتَمِعُ عَلَى الْجَفْنَةِ أَلْفٌ رَجُلٌ يَأْكُلُونَ مِنْهَا ﴿وَقَدُورٌ رَسِيَتْ﴾ ثَابِتَاتٌ لَهَا قَوَائِمٌ لَا تَتَحَرَّكُ عَنْ أَمَاكِيهَا
تَتَّخِذُ مِنَ الْجِبَالِ بِالْيَمَنِ يُصْعِدُ إِلَيْهَا السَّلَالِمَ وَقُلْنَا ﴿اعْمَلُوا﴾ يَا دَاوُدُ ﴿بِطَاعَةِ اللَّهِ﴾ شُكْرًا ط لَهُ
عَلَى مَا آتَاكُمْ ﴿وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرُونَ ﴿١٣﴾﴾ الْعَامِلُ بِطَاعَتِي شُكْرًا لِيُعْمَتِي ﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ﴾ عَلَى
سُلَيْمَانَ ﴿الْمَوْتَ﴾ أَيْ مَاتَ وَمَكَتَ قَائِمًا عَلَى عَصَاهُ حَوْلًا مَيْتًا وَالْجِنُّ تَعْمَلُ تِلْكَ الْأَعْمَالَ الشَّاقَّةَ
عَلَى عَادَتِهَا لَا تَشْعُرُ بِمَوْتِهِ حَتَّى أَكَلَتِ الْأَرْضُ عَصَاهُ فَخَرَّ مَيْتًا ﴿مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ
الْأَرْضِ﴾ مَصْدَرٌ أَرْضَتِ الْخَشْبَةَ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ أَكَلَتْهَا الْأَرْضُ ﴿تَأْكُلُ مِنْسَاتِهِ﴾ بِالْهَمْزَةِ وَتَرَكَهُ بِالْفِ
عَصَاهُ لِأَنَّهَا يَنْسَاءُ يَطْرُدُ وَيُزْجِرُ بِهَا ﴿فَلَمَّا خَرَّ﴾ مَيْتًا ﴿تَبَيَّنَ الْجِنُّ﴾ أَنْ كَشَفَ لَهُمْ ﴿إِنْ﴾ مُخَفَّفَةٌ أَيْ أَنَّهُمْ
﴿لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ﴾ وَمِنْهُ مَا غَابَ عَنْهُمْ مِنْ مَوْتِ سُلَيْمَانَ ﴿مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ
الْمُهِينِ ﴿١٣﴾﴾ الْعَمَلِ الشَّاقِّ لَهُمْ لِظَنِّهِمْ حَيَاتِهِ خِلَافَ ظَنِّهِمْ عِلْمَ الْغَيْبِ وَعَلِمَ كَوْنُهُ سَنَةً بِحِسَابِ مَا أَكَلَتْهُ
الْأَرْضُ مِنَ الْعَصَا بَعْدَ مَوْتِهِ يَوْمًا وَلَيْلَةً مَثَلًا ﴿لَقَدْ كَانَ لِبِئْسَ الْبَصُرِ وَعَدِمَهُ قَبْلِيَّةٌ سُمِّيَتْ بِاسْمِ جَدِّ
لَهُمْ مِنَ الْعَرَبِ﴾ فِي مَسْكَنِهِمْ ﴿بِالْيَمَنِ﴾ آيَةٌ ﴿ذَالَّةٌ عَلَى قُدْرَةِ اللَّهِ﴾ جَنَّتِنٌ ﴿بَدَلٌ﴾ عَنِ يَمِينٍ وَ
شِمَالٍ ﴿عَنِ يَمِينٍ وَإِدْيِهِمْ وَشِمَالِهِ وَقِيلَ لَهُمْ﴾ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ﴿عَلَى مَا رَزَقَكُمْ مِنْ
الْيَعْمَةِ فِي أَرْضِ سَبَا﴾ بِلَدَّةٍ طَيِّبَةٍ ﴿لَيْسَ بِهَا سَبَاحٌ وَلَا بَعُوضَةٌ وَلَا دُبَابَةٌ وَلَا بَرَعُوثٌ وَلَا عَقْرَبٌ وَلَا حَيَّةٌ
وَيَمْرُ الْغَرِيبِ بِهَا وَفِي ثِيَابِهِ قُمَّلٌ فَيَمُوتُ لَطِيبٌ هَوَانِهَا﴾ وَاللَّهُ ﴿رَبُّ غَفُورٍ ﴿١٥﴾﴾ فَاعْرَضُوا ﴿عَنْ شُكْرِهِ
وَكَفَرُوا﴾ فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرَمِ ﴿جَمْعُ عَرْمَةٍ وَهُوَ مَا يُمْسِكُ الْمَاءَ مِنْ بِنَاءٍ وَغَيْرِهِ إِلَى وَقْتِ حَاجَتِهِ
أَيْ سَيْلٌ وَإِدْيِهِمُ الْمَمْسُوكُ بِمَا ذَكَرَ فَاعْرَقَ جَنَّتِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ ﴿وَبَدَلْنَاهُمْ بِجَنَّتِيهِمْ وَجَنَّتِينَ
ذَوَاتِي﴾ تَشْبِيهُ ذَوَاتِ مُفْرَدٍ عَلَى الْأَصْلِ ﴿أَكَلُ خَمَطٍ﴾ مَرٌّ بِشَيْءٍ بِإِضَافَةٍ أَكَلَ بِمَعْنَى مَا كَوَّلَ وَتَرَكُهَا
وَيُعْطَفُ عَلَيْهِ ﴿وَأَثَلُ وَشَيْءٌ مِنْ سَدْرِ قَلِيلٍ ﴿١٦﴾﴾ ذَلِكَ ﴿التَّبْدِيلُ﴾ جَزَيْنَهُمْ بِمَا كَفَرُوا ﴿بِكُفْرِهِمْ﴾ وَوَهَلَ
نَجَازِي الْإِلَافُورِ ﴿١٤﴾﴾ بِالْبِيَاءِ وَالنُّونِ مَعَ كَسْرِ الزَّايِ وَنَصَبِ الْكُفُورِ أَيْ مَا يُنَاقِشُ إِلَّا هُوَ ﴿وَجَعَلْنَا
بَيْنَهُمْ﴾ بَيْنَ سَبَا وَهُمْ بِالْيَمَنِ ﴿وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا﴾ بِالْمَاءِ وَالشَّجَرِ وَهِيَ قُرَى الشَّامِ الَّتِي
يَسْرُونَ إِلَيْهَا لِلتَّجَارَةِ ﴿قُرَى ظَاهِرَةٌ﴾ مَتْرَاصِلَةٌ مِنَ الْيَمَنِ إِلَى الشَّامِ ﴿وَقَدَرْنَا فِيهَا السَّيْرَ﴾ بِحَيْثُ

يَقِيلُونَ فِي وَاحِدَةٍ وَيُبَيِّتُونَ فِي أُخْرَى إِلَى انْتِهَاءِ سَفَرِهِمْ وَلَا يَحْتَاجُونَ فِيهِ إِلَى حَمَلِ زَادٍ وَمَاءٍ وَقُلْنَا هُ
 سِيرُوا فِيهَا لِيَالِي وَيَأْمَأْمِنِينَ (۱۸) ﴿ لَا تَخَافُونَ فِي لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ ﴾ لِقَالُوا رَبَّنَا بَعْدَ ﴿ وَفِي قِرَالَةٍ بَاعِدٍ ﴾ مِ
 اسفارنا ﴿ اَلَى الشَّامِ اجْعَلْهَا مَفَاوِزَ لِيَتَطَاوَلُوا عَلَى الْفُقَرَاءِ بِرُكُوبِ الرُّوَاهِلِ وَحَمَلِ الزَّادِ وَالْمَاءِ فَيَطْرُقُوا
 النِّعْمَةَ ﴾ وَظَلَمُوا انْفُسَهُمْ ﴿ بِالْكَفْرِ ﴾ فَجَعَلْنَهُمْ اِحَادِيثَ ﴿ لَمَنْ بَعَدَهُمْ فِي ذَلِكَ ﴾ وَوَمِنْ قَنَمِهِمْ كُلَّ مَمْرُقٍ
 ﴿ فَرَقْنَا هَمَّ بِالْبِلَادِ كُلِّ التَّفْرِيقِ ﴾ اِنْ فِي ذَلِكَ ﴿ الْمَذْكُورِ ﴾ اَلَيْتَ ﴿ عَبْرًا ﴾ لِكُلِّ صَبَّارٍ عَنِ
 الْمَعَاصِي ﴿ شُكُورٍ ﴾ (۱۹) ﴿ عَلَى النِّعَمِ ﴾ وَوَلَقَدْ صَدَقَ ﴿ بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ ﴾ عَلَيْهِمْ ﴿ اَيُّ الْكُفَّارِ مِنْهُمْ
 سَبَّ ﴾ اِبْلِيسَ ظَنَّهُ ﴿ اِنَّهُمْ بِاَغْوَانِهِ يَتَّبِعُونَهُ ﴾ فَاتَّبِعُوهُ ﴿ فَصَدَقَ بِالتَّخْفِيفِ فِي ظَنِّهِ اَوْ صَدَقَ بِالتَّشْدِيدِ ظَنَّهُ اَيُّ
 وَجَدَهُ صَادِقًا ﴾ اَلَا ﴿ بِمَعْنَى لَكِنْ ﴾ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (۲۰) ﴿ لِلْبَيَانِ اَيُّ هُمْ الْمُؤْمِنُونَ لَمْ يَتَّبِعُوهُ ﴾ وَمَا كَانَ
 لَهُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُلْطَنٍ ﴿ تَسْلِيْطٍ ﴾ اَلَا لِنَعْلَمَ ﴿ عِلْمَ ظُهُورِ ﴾ مَنْ يَوْمَ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي
 شَكٍّ ﴿ فَنَجْزِيْ كُلًّا مِّنْهُمَا ﴾ وَرَبِّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ (۲۱) ﴿ رَقِيْبٌ ﴾

﴿ تَرْجُمَةٌ ﴾

اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنا بڑا فضل دیا (نبوت و کتاب عطا فرمائی اور ہم نے فرمایا.....!.....) اے پہاڑوں اس کے ساتھ اللہ کی طرف
 رجوع کرو (تسبیح کرو، اوبی بمعنی رجعی ہے) اور اے پرندوں (والطیر منصوب ہے، یہ الجبال کے محل پر معطوف ہے، یعنی ہم
 نے انہیں بھی پکارا کہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کریں) اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کیا (لوہا آپ ﷺ کے ہاتھ میں یوں ہو جاتا جیسا
 کہ گندھا ہوا آٹا) کہ (ہم نے ان سے کہا) وسیع زرہیں بنا..... (اس لوہے سے، ”دروعا موصوف محذوف ہے“ جنہیں اپنے
 والا شخص اسے زمین پر گھسیٹتا ہو) اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ (یعنی زرہوں میں باہمی مناسبت کا خیال رکھ، ”سراد“ زرہ بنانے
 والے کو کہا جاتا ہے یعنی زرہ اس طرح بناؤ کہ اس کے حلقوں کے مابین تناسب درست رہے) اور تم سب (ان کے ساتھ اے آل
 داؤد علیہ السلام) نیکی کرو بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں (میں تمہیں اس کا بدلہ دوں گا) اور (اور ہم نے مسخر کر دیا) سلیمان کے لیے ہوا کو
 (ایک قرانت میں ”ریح“ کو مصدر مقدر تسخیر کی وجہ سے مرفوع پڑھا گیا ہے) اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ (غدو و ہلکے
 معنی ہوا کی صبح کی منزل ہے یعنی صبح سے لے کر زوال تک کی منزل ایک ماہ کی راہ ہے) اور شام کی منزل ایک مہینہ کی راہ (یعنی بوقت
 زوال سے غروب آفتاب تک کی منزل ایک ماہ کی راہ ہے..... ۳.....) اور ہم نے بہایا (اسلنا بمعنی اذینا ہے) اس کے لیے پچھلے
 ہوئے تانبے کا مجسمہ (قطر کے معنی تانبا ہے یہ تین دن تین رات جاری رہا جیسا کہ پانی جاری ہوتا ہے لوگوں نے پورا دن اس میں کام
 کئے جو حضرت سلیمان علیہ السلام انہیں دیتے تھے) اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے تھے اس کے رب کے حکم سے (اذن
 بمعنی حکم ہے) اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے (جو حکم ہم نے دیا ہے اس کو ماننے سے اعراض برتے) ہم اسے بھڑکتی آگ کا
 عذاب چکھائیں (یعنی آخرت میں جہنم کا اور کہا گیا ہے کہ دنیا میں یوں کہ ایک فرشتہ آگ سے بے کوڑے سے نافرمان جنات کو مارتا جو
 نار جن کو جلا کر رکھ دیتی) اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل (محاریب کا معنی ایسی بلند و بالا عمارت ہیں جن پر بیڑیوں
 کی مدد سے چڑھا جائے) اور تصویریں (معنا نیل یہ تعمال کی جمع ہے تعمال اس شے کو کہتے ہیں جو دوسری شے کے مشابہ ہو یعنی تانبے
 شے، سفید پتھر سے نبی تصویریں، شریعت سلیمان علیہ السلام میں تصویریں بنانا حرام نہیں تھا) اور لکن (”جفان“ جفنة کی جمع ہے) بڑے

حوضوں کے برابر ”جواب“ جسابیہ کی جمع ہے بمعنی بڑا حوض، اس ایک لگن پر ہزار آدمی جمع ہوتے اور اس میں سے کھایا کرتے تھے) اور لنگر دار دیکھیں (راسیات بمعنی ثابتات ہے، ان دیکوں کے پائے بھی تھے انہیں ان کی جگہوں سے حرکت نہیں دی جاسکتی تھی، یہ دیکھیں یمن کے پہاڑوں سے بنائی گئی تھیں اور ان دیکوں پر بیڑھیوں کے ذریعے چڑھا جاتا تھا، ہم نے فرمایا) اے داؤد دلوا! (اللہ ﷻ کی فرمانبرداری کر کے) شکر کرو (اس کا ان نعمتوں پر جو اس نے تم پر فرمائی ہیں.....۳.....) اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے (جو میری طاقت کے مطابق عمل کر کے میری نعمتوں کا شکر کرنے والے ہوں) پر جب ہم نے اس پر (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام پر) موت کا حکم بھیجا.....۵..... (یعنی وہ وصال فرمائے اور ایک سال تک اسی حالت میں اپنے عصا کے سہارے کھڑے رہے اور جنات حسب عادت وہی دشوار کن امور انجام دیتے رہے انہیں آپ ﷻ کی وفات کا شعور اس وقت ہوا جب دیمک آپ ﷻ کے عصا مبارک کو کھا گئی اور آپ ﷻ زمین پر تشریف لے آئے) جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے ”الارض“ ارض الخشبہ کا مصدر ہے یعنی للمفعول ہے یعنی ان کے عصا کو دیمک کھا گئی) کہ اس کا عصا کھاتی تھی (منسائہ اسے ہمزہ کے ساتھ اور بغیر ہمزہ کے الف کے ساتھ پڑھا گیا ہے بمعنی عصا، اسے منسائہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے وہ اشیاء کو دور کرتے اور اس کے ذریعے نافرمانوں کو سزا دیتے) پھر جب سلیمان (وصال سے متصف ہو کر) زمین پر آیا جنوں پر حقیقت کھل گئی (لوگوں پر یہ بات کھل گئی، ان مخفیہ ہے بمعنی انہم) اگر غیب جانتے ہوتے (من جملہ غیب میں ان پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا ان کے لیے غیب ہونا ہے) تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے (یعنی ان کاموں میں نہ لگے رہتے جو ان پر شاق تھے ان کاموں میں لگے رہنے کی وجہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیاتی کا یقین رکھنا تھا جو ان کے علم غیب جاننے کے گمان کے برخلاف تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہوئے سال ہونے کی مدت آپ ﷻ کی وفات کی خبر مل جانے کے بعد ایک دن ورات میں عصا کی جو مقدار دیمک نے کھائی تھی اس کے حساب سے معلوم ہوئی) بیشک سب کے لیے.....۱..... ”سبا“ منصرف وغیر منصرف دونوں طرح پڑھا گیا ہے، یہ قبیلے کا نام ہے جو اہل عرب کے کسی جد اعلیٰ کے نام پر رکھا گیا تھا) یمن (میں موجود) ان کی آبادی میں نشانی تھی (اللہ ﷻ کی قدرت پر دلالت کرنے والی) دو باغ دہنے اور بائیں ”جنتان“ آیت سے بدل ہے یعنی باغ ان کی وادی کے دائیں اور دوسرا بائیں سمت تھا، اور ان سے کہا گیا) اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو (ان نعمتوں پر جو اس نے سرزمین سب میں تم کو عطا فرمائی ہیں) پاکیزہ شہر (جس میں نہ بجز زمین ہے، نہ کبھی مچھر، نہ پساو اور نہ سانپ بچھو اور نہ جوئیں، اگر مسافر اس شہر میں سے گزرتا اور اس کے لباس میں جوئیں وغیرہ ہوتی تو اس شہر کی صاف ستھری آب و ہوا کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جائیں) اور (اللہ ﷻ) بخشنے والا رب تو انہوں نے مونہ پھیرا (اللہ ﷻ کا شکر کرنے سے اور کفر اختیار کیا) تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا ”عسوم“ جمع ہے ”عسمة“ کی، عسمة اس عمارت کو کہتے ہیں جو بوقت حاجت انکے لیے پانی کو روک رکھنے کے لیے بنائے جاتے ہیں یعنی اسے جمع کردہ پانی کا جس کا ذکر ہوا ان کی وادی میں بہاؤ پھوٹ نکالا تو اس میں ان کے دونوں باغات غرق ہو گئے) اور ان کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دیئے جن میں بد مزہ میوں (خمسط کا معنی کانٹے دار درخت ہے، اکل بمعنی ماکول کاف کے ضمہ اور بغیر ضمہ کے اسے ساکن بھی پڑھا گیا ہے اور اکل خمسط پر کلمات وائل..... الخ معطوف ہے) اور جھاڑ اور کچھ تھوڑی سی پیریاں یہ (تبدیل کرنا) بدلہ دیا ہم نے انہیں ان کی ناشکری کا (بمسا کفروا بمعنی بکفر ہم ہے) اور ہم کے سزا دیتے ہیں اسی کو جو ناشکرا ہے (بجساز کی کو علامت مضارع یاء کے ساتھ مجہول اور علامت مضارع نون کے ساتھ معروف اور ”کفسور“ کو منصوب پڑھا گیا ہے یعنی سزا ایسے ہی شخص کو دی جائے گی) اور ہم نے کئے تھے ان میں (یعنی ملک سب کے درمیان اور وہ یمن میں تھا) اور ان شہروں میں جن میں ہم نے برکت رکھی (پانی اور درختوں کی صورت میں اور

مراد اس سے شام کی بستیاں ہیں جن کی طرف وہ لوگ بغرض تجارت سفر کیا کرتے تھے (سر راہ کتنے شہر (یعنی یمن سے لے کر شام تک کے بعد دیگرے بہت سے شہر) اور انہیں منزل کے اندازے پر رکھا (یوں کہ ایک شہر میں قیلولہ کرتے اور انتہاء سفر پر دوسرے شہر میں رات بسر کیا کرتے اور یوں انہیں زادراہ اور پانی کا بوجھ اٹھانے کی ضرورت نہ ہوئی، ہم نے فرمایا) ان میں چلو راتوں اور دنوں میں اسن واماں سے (نہ رات میں کچھ خوف کرو اور نہ دن میں ڈرو) تو بولے: اے ہمارے رب ہمیں سفر میں دوری ڈال (ان سفروں میں جو ہم شام کے شہر کی طرف کرتے تو ان شہروں کی جنگل بنا دے تاکہ وہ سوار یوں پر سوار ہو کر زادراہ اور پانی اٹھا کر فقراء پر فخر و بڑائی جتائیں، پس ان لوگوں نے نعمت خداوندی کی ناقدری کی) انہوں نے (کفر کر کے) خود ہی اپنا نقصان کیا تو ہم نے انہیں (اس معاملے میں بعد اہلوں کے لیے) کہانیاں کر دیا اور انہیں پوری پریشانی سے پرانگندہ کر دیا (یعنی ہم نے انہیں بری طرح مختلف شہروں میں بکھیر دیا) بیشک اس میں (مذکورہ بیان میں) ضرور نشانیاں ہیں (یعنی سامان عبرت ہے) ہر بڑے صبر کرنے والے (گناہوں سے) ہر بڑے شکر کرنے والے کے لیے (نعمتوں پر) اور بیشک سچ کر دکھایا (”صدق“ مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) انہیں (یعنی کفار کو جن میں سے سب اوالے بھی ہیں) اپنا گمان الیمن نے (وہ لوگ اغوائے شیطان کے سبب اس کی پیروی کرنے لگے) تو وہ اس کے پیچھے ہو لیے (”صدق“ مخفف ہو تو ”ظنہ“ فی ظنہ کے معنی میں ہے اور مشدد کی صورت میں ظنہ مفعول ہے بمعنی وجدہ صادقاً) لیکن (الا بمعنی لکن ہے) ایک گروہ کے مسلمان تھا (من المؤمنین میں من بیانہ ہے، یعنی جو مسلمان تھے انہوں نے شیطان کی پیروی نہیں کی) اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا (یعنی شیطان کا ان پر کچھ تسلط نہ تھا) مگر اس لیے کہ ہم دیں (یعنی اس بات کو ظاہر فرمادیں) کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس سے شک میں ہے (پھر ہم دونوں کا بدلہ دیں) اور تمہارا رب ہر چیز پر نگہبان ہے (حفیظ بمعنی رقیب ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وَلَقَدْ اتَيْنَا دَاوُدَ مَنَا فَضْلًا يَجِبَالُ اَوْبَىٰ مَعَهُ وَالطَّيْرِ﴾

و: عاطفہ، لام قسمیہ، قد حقیقیہ، اتینا: فعل بافاعل، داود: مفعول، منا: ظرف لغو، فضلا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف ”نقسم“ کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، یا جرف نداء، جبال: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الطیر: معطوف ملکر منادی، ملکر جملہ ندائیہ، اوبی معہ: فعل امر بافاعل و ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿وَالنَّالِہِ الْحَدِیدِ اِنْ اَعْمَلَ سَبِغْتَ وَقَدَّرَ فِی السَّرْدِ﴾

و: عاطفہ، النالہ: فعل بافاعل و ظرف لغو، الحدید: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان مصدریہ، اعمل سبغت: فعل امر بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قدر فی السرد: فعل امر بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر ”امرناہ“ فعل محذوف کا مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَاعْمَلُوا صَالِحًا اِنِّیۡ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾

و: عاطفہ، اعملوا: فعل امر بافاعل، صالحا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انی جرف مشبہ و اسم، بما تعملون بصیر: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَلَسَلِیْمِنَ الرِّیْحِ غَدُوْهَا شَہْرٌ﴾

و: عاطفہ، لسلیمن ظرف مستقر فعل محذوف ”سنخونا“ کیلئے، سنخونا: فعل بافاعل، الریح: ذوالحال، غدوھا: مبتدا، شہر: خبر، ملکر

جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، و: واحہا شہر: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و: اسلنا له عين القطر: ومن الجن من يعمل بين يديه باذن ربه﴾۔

و: عاطفہ، اسلنا له: فعل بافاعل و ظرف لغو، عين القطر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ما قبل ”سخرونا“ مقدم پر معطوف ہے، و: عاطفہ، من الجن: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، يعمل: فعل ”هو“، ہمیر ذوالحال، باذن ربه: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ہمیں دیدہ: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و: من يزع منهم عن امرنا نذقه من عذاب السعير﴾۔

و: عاطفہ، من بشرطیہ مبتدأ، يزع: فعل ”هو“، ہمیر مستقر ذوالحال، منهم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، عن امرنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، نذقه من عذاب السعير: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و: يعملون له ما يشاء من محاريب و تماثيل و جفان كالجواب و قدور رسيت﴾۔

يعملون له: فعل بافاعل و ظرف لغو، ما موصول، يشاء: فعل بافاعل ”ه“، ہمیر محذوف ذوالحال، من: جار، محاريب: معطوف علیہ، و: عاطفہ، تماثيل: معطوف اول، و: عاطفہ، جفان: موصوف، كالجواب: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف ثانی، و: قدور راسیہ: معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر، حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ما قبل ”يعمل“ جملہ سے بدل واقع ہے۔

﴿اعملوا ال داود شکرا و قليل من عبادی الشکور﴾۔

اعملوا: فعل امر بافاعل و اذ ہمیر ذوالحال، شکرا: حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ال داود: نداء، ملکر جملہ ندائیہ، و: متانہ، قليل: موصوف، من عبادی: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر مقدم، الشکور: مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ متانہ۔

﴿فلما قضينا عليه الموت ما دلهم على موته الا دابة الارض تاكل منساته﴾۔

ف: متانہ، لما بظرفیہ شرطیہ، قضينا عليه الموت: فعل بافاعل و ظرف لغو مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ما دلهم على موت: فعل نفي مفعول و ظرف لغو، الا: اداة حصر، دابة الارض: ذوالحال، تاكل منساته: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما خرت تبينت الجن ان لو كانوا يعلمون الغيب ما لبثوا في العذاب المهين﴾۔

ف: عاطفہ، لما بظرفیہ شرطیہ، خرت: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، تبينت: فعل، الجن: مبدل منه، ان: مسخفہ من الثقيلة باضمیر شان ”هو“ محذوف، اس کا اسم، لو: شرطیہ، كانوا يعلمون الغيب: جملہ فعلیہ شرط، ما لبثوا: فعل نفي بافاعل، فی العذاب المهين: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ بدل اشتمال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لقد كان لسبا في مسكنهم اية جنتن عن يمين و شمال﴾۔

لام: تسمیہ، قد بتجقیہ، كان: فعل ناقص، لام: جار، سبا: ذوالحال، فی مسكنهم: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، اية: مبدل منه، جنتان: موصوف، عن يمين و شمال: ظرف مستقر صفت، ملکر بدل، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف ”نقسم“ کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿كلوا من رزق ربكم و اشکروا له بلدة طيبة و رب غفور﴾۔

کلاوا: فعل امر بافعل، من رزق ربکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اشکر والہ: فعل امر بافعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قول محذوف، "لیل لهم بلسان الحال" مقولہ، ملکر جملہ تولیہ، ہلدا طیبہ: مرکب توصیلی "ہذہ" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، رب ظہور، مرکب توصیلی "ربکم الذی رزقکم" مبتدا، محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاعر ضوا فارسلنا علیہم سبل العرم﴾
ف: عاطفہ، اعر ضوا: فعل ماضی بافعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ارسلنا علیہم: فعل بافعل و ظرف لغو، سبل العرم: مفعول بہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویدلنہم بجنبتہم جنتین ذواتی اکل خمط وائل وشیء من سدر للیل﴾
و: عاطفہ، یدلنہم: فعل بافعل و مفعول، بجنبتہم: ظرف لغو، جنتین: موصوف، ذواتی: مضاف، اکل خمط: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ائل معطوف، و: عاطفہ، شیء موصوف، من سدر: ظرف مستقر صفت اول، للیل: صفت ثانی، ملکر معطوف ثانی، ملکر مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلک جزینہم بما کفروا وھل لجزی الا الکفور﴾
ذلک: مفعول مقدم، جزینہم: فعل بافعل و مفعول، بما کفروا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، هل: استفہامیہ بمعنی نفی، لجزی: فعل بافعل، الا: اداة حصر، الکفور: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعلنا بینہم و بین القری التی برکنا فیہا قری ظاہرہ﴾
و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافعل، بینہم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بین: مضاف، القری: موصوف، التی برکنا فیہا: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر ظرف، قری ظاہرہ: مرکب توصیلی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقدرنا فیہا السیر سیرا فیہا لیالی وایاما امنین﴾
و: عاطفہ، قدرنا فیہا: فعل بافعل و ظرف لغو، السیر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، سیرا: فعل امر وا: فعل امر وا و ضمیر ذوالحال، امنین: حال، ملکر فاعل، فیہا: ظرف لغو، لیالی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ایاما: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلقالوا ربنا بعد بین اسفارنا و ظلموا انفسہم فجعلنہم احادیث و مزقنہم کل ممزق﴾
ف: عاطفہ، قالوا قول، ربنا: نداء، بعد: فعل امر بافعل، بین اسفارنا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ تولیہ، و: عاطفہ، ظلموا انفسہم: فعل بافعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ "قالوا" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، جعلنہم: فعل بافعل و مفعول، احادیث: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، مزقنہم: فعل بافعل و مفعول، کل ممزق: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت لكل صبار شکور﴾
ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایت: موصوف، لكل صبار شکور: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المؤمنین﴾
و: متشابہ، لام تسمیہ، لشد جمعیہ، صدق علیہم: فعل و ظرف لغو، ابلیس: فاعل، ظنہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ متشابہ، ف: عاطفہ، اتبعوا: فعل ماضی وا و ضمیر مستغنی منہ، الا: اداة

استثناء، فریقا، موصوف، من المؤمنین، ظرف مستقر صفت، ملکر مستثنیٰ، ملکر فاعل، ہ: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا لَنَعْلَمَ مِنْ يَوْمِنَا بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ﴾

و: عاطفہ، ما: تانیہ، کان: فعل ناقص، له: ظرف مستقر خبر مقدم، علیہم: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، سلطان: ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، الا: اداة حصر، لام: جار، نعلم: فعل بافاعل، من یومین: بالآخرۃ: موصول صلہ، ملکر مفعول، من: جار، من موصولہ، ہو: مبتداء، منها: ظرف مستقر حال مقدم، شک: ذوالحال، ملکر مجرور، فی: جار، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر تانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَرَبِّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ﴾

و: عاطفہ، ربک: مبتداء، علیٰ کل شیء حفیظ: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تَشْرِيحُ تَوْضِيحُ وَاعْرَاضُ﴾

حضرت داؤد علیہ السلام پر انعام وفضل:

۱..... حضرت داؤد علیہ السلام پر فضل ہونے میں تو اقوال ہیں: (۱)..... نبوت عطا فرما کر فضل کیا، (۲)..... زبور مقدس عطا فرمائی، (۳)..... علم عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَأَوْهَمْنَا لَهُمَا سُلْطَانًا وَمَا يَشَاءُونَ﴾ (۱۰)..... قوت عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَأَذْكَرَ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ بِمَنْعَةِ بِنْدَةِ دَاوُدَ قُوَّتِ وَالْأَيْدِ كَرِيمًا﴾ (۱۷)..... پہاڑوں اور انسانوں کو ان کے لئے مسخر کر دیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿يَجِبَالُ أَوَّيَّ مَعَهُ الْوَادِعِ وَالْجِبَالُ مَعَهُ الْوَادِعِ وَالْجِبَالُ مَعَهُ الْوَادِعِ﴾ (۱۰)..... توبہ کی قبولیت، فرمان مقدس تعالیٰ ہے: ﴿فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ وَأَوْهَمْنَا لَهُ الْوَادِعِ وَالْجِبَالُ مَعَهُ الْوَادِعِ﴾ (۱۰)..... عدل کرنے والا بنایا، فرمان تعالیٰ ہے: ﴿يَا دَاوُدَ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ بِمَا آتَيْنَاكَ مِنَ الْقُوَّةِ فَتَبَيَّنْ فَسُقُوتًا﴾ (۸)..... لوہے کو نرم کر دینا، فرمان مقدس تعالیٰ ہے ﴿وَالنَّاسُ الْهَادُونَ﴾ (۹)..... اچھی آواز اور اچھی صورت و شکل، فرمان مقدس تعالیٰ ہے: ﴿يُزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ بِيَدِهِ خَلْقَ مَا يَشَاءُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ بِيَدِهِ خَلْقَ مَا يَشَاءُ﴾ (۱).....

حضرت داؤد علیہ السلام کا پیشہ:

۲..... حضرت داؤد علیہ السلام کا پیشہ لوہے کی زرہیں بنانا تھا، لوہان کے ہاتھ میں شمع کی مانند تھا، یہ قول ابن عباس کا ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ لوہان کے ہاتھ میں آٹے کی مانند تھے پس وہ اس پر بغیر آگ سے گرم کئے کام کر لیتے تھے۔ سدی کہتے ہیں ان کے ہاتھ میں لوہا چکنی مٹی، گندھے ہوئے آٹے اور شمع کی مانند تھے اور جیسے چاہتے زرہیں بنا لیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام دن و رات میں زرہیں بناتے اور اس کی قیمت ہزار درہم ہوتی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ لوہان کے ساتھ اللہ کی حمد کرتا تھا، اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کیا گیا تو ان سے ایک فرشتہ انسانی شکل میں ملا، حضرت داؤد علیہ السلام رات میں بیٹھ کر رزق کی خبر لیتے، آپ علیہ السلام نے فرشتے سے اپنی سیرت و خلعت کے بارے میں پوچھا تو فرشتے نے کہا ویسے تو سب صحیح ہے لیکن یہ شخص بیت المال سے کھاتا ہے، اگر اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے تو اس کے لئے بڑی فضیلت کی بات ہوگی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ سے دعا فرمائی کہ اللہ سے ایسا پیشہ سکھادے جو اس کے لئے آسان بھی ہو، پس انہیں زرہیں بنانے کا علم دیا گیا، جس کا بیان سورۃ الانبیاء میں بھی کیا گیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام دن رات میں ایک زرہ بناتے جس کی قیمت ایک ہزار درہم ہوتی، یہاں تک کہ آپ کی صنعت

خوب ترقی کر گئی اور آپ نے اس سے فقراء و مساکین میں خرچ کرنا شروع کر دیا۔ پس ایک تہائی مال مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کرتے۔ آپ سب سے پہلے زر ہیں بنانے والے تھے۔

(القرطبی، الجزء: ۲۲، ص ۲۳۶)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک دن و رات کا سفر:

۳..... سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لئے اللہ نے ہوا کو تابع کر دیا تھا، ایک ماہ کی مسافت دن اور اتنی ہی مسافت رات میں طے فرماتے، حسن بصری کہتے ہیں ہوا ان کے تخت کو دمشق سے اصطر میں کچھ ہی دیر میں پہنچا دیتی اور اسی طرح شام میں اصطر سے کابل کا سفر طے ہو جاتا۔ اسی طرح اللہ نے تانبے کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے بس میں کر دیا لوگ اس کی مدد سے صنعتی کام میں مشغول رہتے، جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے عمارات بنانے کے امور میں مصروف ہوتے اور یہ سب امور حضرت سلیمان کی مرضی سے ہوتے اور جنات میں سے کام چوری کرنے والا آگ کے عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا۔

(العازن، ج ۳، ص ۴۴۳)

روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب تخت پر بیٹھتے تھے تو ان کے ارد گرد چار سو کرسیاں ہوتی تھیں، جن پر آگے معزز انسان بیٹھتے تھے اور ان کے پیچھے عام انسان بیٹھتے تھے، اور ان کے بعد جنات کے سردار ہوتے تھے، بعد میں عام جنات، ہر کرسی پر ایک پرندہ ہوتا تھا جس کے سپرد کوئی کام ہوتا تھا، ہوا تخت کو اٹھاتی اور پرندے ان پر سایہ کرتے تھے، صبح کو وہ بیت المقدس سے اصطر (شیراز سے بارہ فرسخ دور ایک اہم شہر) کی طرف جاتے تھے، ابن زید نے کہا وہ شام عراق کی طرف جاتے تھے، اور بھی روایات ہیں۔

(القرطبی، الجزء: ۲۲، ص ۲۳۸)

☆..... جس طرح ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کر دی گئی اسی طرح سید عالم ﷺ کے لئے روئے زمین کو دیکھنا مسخر کر دیا گیا جب آپ کسی چیز کو دیکھنا چاہتے تو وہ چیز آپ کے سامنے آجاتی تھی جیسا کہ جب مشرکین نے آپ سے مسجد اقصیٰ کے متعلق سوالات کرنا شروع کئے تو اللہ نے بیت المقدس آپ کے سامنے کر دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: اسری بعبده، رقم: ۴۷۱۰، ص ۸۱۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام و داؤد علیہ السلام کے فضائل کا تقابلی جائزہ:

۴..... جانتا چاہیے کہ اللہ نے حضرت داؤد و سلیمان علیہ السلام کے حق میں تین تین فضائل کا ذکر کیا، (۱)..... پس پہاڑ کو حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے مسخر کر دیا اور ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا، اور یہ اس لئے کہ بھاری پر ہلکی چیز کو مسخر کر دیا کیونکہ جب حرکت ہو تو بھاری چیز اپنی جگہ قائم رہے اور ہلکی چیز حرکت کر جائے۔ لیکن پہاڑ آدمی سے اور آدمی ہوا سے بھاری ہوتا ہے پس اللہ نے بھاری کو ہلکی کے ساتھ کر دیا یعنی پہاڑ کو داؤد کے ساتھ کر دیا جیسا کہ ہم نے فرمایا: ﴿اویہی﴾ یعنی پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ رجوع (سیر) کرتے اور سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر ہواؤں کے ساتھ سیر کرتے۔ (۲)..... پرندے اور جنات، یہ دونوں انسان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، پس پرندے انسانوں سے اور انسان جنات سے دور بھاگتے ہیں، اور انسان جنات کی جگہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، اور جن ہمیشہ انسان کو شکار کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور انسان پرندوں کو شکار کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ نے پرندوں کو حضرت داؤد علیہ السلام سے مانوس کر دیا کہ پرندے ان سے دور نہیں بھاگتے تھے اور اسی طرح جن حضرت سلیمان علیہ السلام سے دور نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ (۳)..... حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا قابو میں کر دیا۔

(الرازی، ج ۹، ص ۱۹۸)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات:

۵..... قضاء: حکم، فصل، موت سارے ہی قوت حساسیہ کے زوال کو کہتے ہیں، یعنی جب ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی

موت کا فیصلہ کیا تو ہم نے انہیں دنیا سے دور کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر عصاء کے ذریعے ٹیک لگائے جلوہ فرماتے، جنات مختلف مشکل و دشمن کاموں میں مصروف بیت المقدس کی تعمیر میں لگے ہوئے تھے، اگر انہیں غیب کا علم ہوتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا علم ضرور ہو جاتا اور ایک سال گزر جانے پر بھی انہیں معلوم نہ ہوتا، ہم دیکھنے لکڑی کو کھانا شروع کر دیا جس کے باعث لکڑی کھوکھلی ہو گئی اور ان کا جسم مبارک زمین پر تشریف لے آیا۔ جنات کو علم اسی وقت ہوا جب ان کا جسم اقدس زمین پر تشریف لے آیا۔

(روح البیان، ج ۷، ص ۳۲۸ وغیرہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں، انہیں بھی نبوت و مملکت عطا ہوئی، مال وراثت نہ ملا کیونکہ حضرات انبیائے کرام کی وراثت مال نہیں ہوتی، سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”ہم مال وراثت میں نہیں چھوڑتے ہم جو بھی چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے“۔ ایک حدیث میں یوں بھی ہے کہ: ”ہم حضرات انبیائے کرام مالی وراثت نہیں چھوڑتے“، صادق و امین آقا ﷺ فرماتے ہیں: ”جس طرح لوگ مال و دولت چھوڑ جاتے ہیں ہم حضرات انبیائے کرام ایسا نہیں کرتے، ہمارا مال فقراء اور محتاجوں کا ہوتا ہے خاص اقرباء کے لئے نہیں ہوتا، کیونکہ حضرات انبیائے کرام کے لئے دنیا تنگ اور حقیر ہوتی ہے جیسا کہ انہیں وصف نبوت و فضیلت کے ساتھ خاص کر کے بھیجا جاتا ہے“۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں جان لیتے تھے، اللہ ﷻ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بہت نوازشات کیں، انہیں نبوت، بادشاہت، آلات حرب، کثرت احباء، لشکر، قافلے، جنات و انسان کی جماعتیں، پرندے، وحشی جانور، علم و فہم، بولنے اور نہ بولنے والے جانوروں کی بولیاں سکھادیں۔ زہری کے مطابق آپ ﷺ نے باون سال زندگی گزاری اور چالیس سال حکومت کی، جب کہ ابن عباس نے آپ ﷺ کی حکومت کی مدت بیس سال بیان کی ہے۔

(البدایة والنہایة، قصة سلیمان بن داؤد، الجزء الثانی، ج ۱، ص ۳۸۹ وغیرہ)

مفسرین کرام و تمام تاریخ دانوں نے لکھا ہے کہ ایک سال تک جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے وفات پا جانے کا علم ہی نہ ہوا، ثابت ہوا کہ جنات علم غیب نہیں جانتے۔ دوسرے یہ کہ ایک سال تک حضرت سلیمان علیہ السلام وفات پا جانے کے بعد بھی اپنے تخت / مسند پر تشریف فرما رہے لیکن ان کے جسم مبارک میں کوئی تغیر نہ ہوا۔ پتہ چلا کہ نبی اور اللہ کے دیگر برگزیدہ کے اجسام کو اللہ ﷻ نے سڑھنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

قوم سبا کا تاریخی و جغرافیائی پس منظر:

۵..... اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿لقد کان لسبا فی مسکنہم ایة جنتن عن یمین و شمال یشک سبا کے لئے ان کی آبادی میں نشانی تھی دو باغ داہنے اور بائیں (سبا: ۱۵)﴾۔ اس آیت کی شرح میں مفتی نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں کہ سبا عرب کا ایک قبیلہ ہے جو کہ اپنے جد کے نام سے مشہور ہے اور وہ جد سبا بن یثجب بن یثرب بن قحطان ہے، اور حدود یمن میں واقع علاقہ ہے۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۴۰، ۴۱)

اب ہم موضوع کی طرف آتے ہیں کیونکہ پہلے ہم نے معتبر تفسیر سے واضح کر دیا کہ قوم سبا کے علاقے کو موجود دور میں یمن کا علاقہ کہا جاتا ہے۔ تاہم تاریخی نقطہ نگاہ سے لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ اگر ہم جغرافیائی اعتبار سے جزیرہ عرب کے جنوب مغربی حصے کی طرف نگاہ ڈالیں تو آخر میں ایک علاقہ مثلث شکل میں نظر آتا ہے۔ جس کے مشرقی ضلع میں بحیرہ عرب کا ساحل اور مغربی ضلع میں بحیرہ احمر کا ساحل ہے۔ اور ظہران جو کہ (مغرب) میں واقع ہے سے حضرت موت (جو کہ مشرق میں واقع ہے) تک گھمے جانے والے خط کو مثلث کا تیسرا ضلع قرار دیا جاتا ہے۔ ان حدود میں جو علاقہ ہے اسے قدیم زمانے سے یمن کہا جاتا ہے۔ اس علاقے میں پانی کی

فراوانی اور مسلسل بارش کی وجہ سے کاشتکاری اچھی اور آبادی زیادہ رہی ہے۔ اس وجہ سے یہ علاقہ شمالی اور مرکزی جزیرہ عرب سے قابل قیاس نہیں ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ ایک بڑی آبادی کے لئے جائے سکونت کی ضرورت پڑتی ہے اور اسی وجہ سے قصبے اور شہر بنتے ہیں۔ جو حکومتیں ان علاقوں میں بنی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱)..... حکومت معین: یہ حکومت ۸۵۰ء سے ۱۴۰۰ء تک رہی اور حکومت سہا کے تسلط پر ختم ہوئی۔

(۲)..... حکومت حضرموت: جو ۶۱۵ء عیسوی سے قبل شروع ہوئی اور ۱۰۲۰ء کے بعد تک باقی رہی اور حکومت سہا کے مسلط ہونے کے بعد ختم ہوئی۔ (۳)..... حکومت سہا: ۱۱۵ء سے لے کر ۸۵۰ء تک برسر اقتدار رہی اور حمیری سہا و یدان کے برسر اقتدار آنے تک بکھر گئی۔

(۴)..... حکومت قتبان: ۵۳۰ء سے لے کر ۸۶۵ء تک برقرار رہی اور حکومت سہا کے آتے ہی نابود ہو گئی۔ (۵)..... حکومت سہا و یدان: حضرموت اور اطراف یمن کے جن بادشاہوں کے سلسلہ کو ”تج“ کہا گیا ہے، ان کی حکومت سال ۱۱۵ء سے پہلے شروع ہوئی ۵۲۳ء تک برقرار رہی اور اس کی راجدھانی ”ظفار“ تھی۔ (یہ مواد انٹرنیٹ سے حاصل کیا گیا ہے)

اغراض:

و کتابا: سے مراد زبور شریف ہے۔ فکان فی یدہ کالعجین: یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہوتا بغیر کسی آگ یا دیگر دھات کے استعمال کے۔

فاجاز یکم علیہ: یعنی خیر کے کاموں کا اجر خیر کے ساتھ اور شر کے کاموں کا اجر شر کے ساتھ مراد ہے۔

مسخرنا: اللہ کے فرمان: ﴿و مسخرنا لہ الریح تجری بامرہ﴾ کی تصریح کا ارادہ کرتے ہوئے مفسر نے مسخرنا فرمایا۔

فاجریت ثلاثة ایام: یعنی تانبا تین دن و رات میں ایک ہی مرتبہ جاری ہوا، یا ہر ماہ میں تین دن جاری ہوا۔

مما اعطی سلیمان: یعنی سلیمان لوگوں کے لئے تانبے کو بطور کرامت استعمال فرماتے، ان سے پہلے تانبا کسی کے لئے آگ یا کسی

اور چیز سے نرم نہ ہوا تھا۔ بان یضربہ ملک: اللہ نے جنات کے سردار کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے موکل کر دیا تھا، جس کے ہاتھ

میں آگ کا کوڑا ہوا کرتا تھا اور جو بھی شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کی بات نہ مانتا تو وہ جن سردار سے وہ کوڑا مارتا جس سے وہ جل کر

مر جاتا۔ ابنیۃ مرتفعة: یعنی مساجد وغیرہا، اس کا نام محاریب اس لئے رکھا کہ اس میں رہنے والا نہ مقابل سے اسی کی وجہ سے حمایت

حاصل کرتا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ محاریب سے مخصوص قسم کی مساجد کے محراب مراد ہیں، لیکن زیادہ نزدیک ترین قول اول ہی

ہے جو مفسر نے بیان کیا ہے، اور یہاں وہ طاق مراد نہیں ہیں جس میں امام کھڑا ہوا کرتا ہے اور یہ طاق تو زمانہ نبوی کے بعد تائید ہو چکے

ہیں اور انہیں محاریب کا نام اس لئے بھی دیا گیا کہ بلند ہوا کرتے ہیں اور خاص ائمہ کے لئے ہوا کرتے ہیں۔

ولم یکن اتخاذ الصور حراما: اس اعتراض کا جواب ہے کہ اتخاذ صوری حرام ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے

لئے ایسا کرنا کیسے ثابت ہوا؟ جان لیں کہ ابتدائے اسلام میں اتخاذ صوری اچھے مقصد کے لئے کیا جاتا تھا پھر جب برا مقصد شامل

ہونے لگا اور اللہ کو چھوڑ دوسرے کی بندگی اس میں شامل ہونے لگی تو اللہ نے بندوں پر حرام فرمادیا۔

وہی حوض کبیر: اسے جابہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں بہت سا پانی جمع ہوتا تھا۔

حسی اکلت الارضۃ عصا: یعنی جنات کو جب معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور یہ خبر انہیں زمینی

کیڑے (دیمک) کے عصا مبارک چاٹ لینے سے ہوئی تو خوش ہوئے اور شکر کا سانس لیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے

انہجائی جانفشانی سے بیت المقدس کی تعمیر میں مصروف تھے پس وہ پانی اور مٹی سخاوت دکھاتے ہوئے لائے اور بولے: اگر تم پانی اور کھانا

کھا لوقو ہم (اور بھی) تمہارے پاس لا بیٹے۔

بحساب: پس جنات نے آپ کی موت کا حساب لگانا چاہا، پس اسی غرض سے انہوں نے ایک لکڑی زمین پر رکھی جو ایک دن رات میں کھالی گئی، پس انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے موت کے وقت کو گمان کر لیا اور وہ آپ کے وصال کے سن کو جان گئے۔

سمیت باسم جملہم: مراد سب ابن حوشب جیم مضمومہ کے ساتھ عرب بن قحطان کا بیٹا، روایت ہے کہ ایک شخص نے سید عالم علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں سوال کیا: سب کیا ہے؟ زمینی جگہ کا نام یا کسی عورت کا نام؟ فرمایا: ”نہ تو کسی زمینی علاقے کا نام ہے اور نہ ہی کسی عورت کا نام ہے بلکہ ایک آدمی ہے جس نے عرب میں دس سال گزارے، چھ سال یمن میں رہا اور لوگ بھی اس سے امن میں رہے اور چار سال شام میں رہائش پذیر ہوا اور لوگ اس سے بُرا شکون لیتے تھے، اور وہ اُسے سُست، جذامی، گہری سوچ والا گمان کر کے شکون لیتے اور جس وقت وہ چھ سال یمن میں رہا اس وقت ازو، اشعری، حمیر، کندہ، مذحج اور انمار (اس سے) امن میں رہے، پوچھا یا رسول اللہ انمار سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ”جو شیر دل ہوا کرتے تھے“۔ اس قصے سے امت محمدیہ کو نصیحت حاصل کرنا مقصود ہے کہ وہ غور و خوض کریں اور اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالائیں کہ ان کے لئے وہ کچھ حلال ہو جو ان سے پہلے والوں کے لئے حلال نہ ہوا تھا۔

بالیمن: یعنی یمن و سب کے مابین تین دن کی راہ تھی۔ و قیل لہم: یعنی حضرات انبیاء کی بزبان، کیونکہ اللہ نے اس قوم پر (مختلف ادوار میں) تیرہ نبی بھیجے، جو انہیں توحید کی دعوت اور اللہ کی نعمتوں کا شکر یاد دلاتے رہے، اور یہ اجازت و اباحت پر مبنی حکم تھا۔

عن شکرہ: یعنی اللہ کا شکر اور رسول کی اطاعت نہ کی، روایت میں ہے کہ اللہ نے تیرہ رسل بھیجے جنہوں نے انہیں توحید اور نعمتوں کے شکر ادا کرنے کی دعوت دی اور عذاب سے ڈرایا، پس لوگوں نے جھٹلایا اور بولے: ہم اللہ کی نعمتوں کا ادراک نہیں رکھتے، پس اگر چاہیں تو ان نعمتوں کو ہم سے روک دیں اور قوم کا سردار حمار کے لقب سے مشہور تھا، جس کا بیٹا مرچکا تھا، اس نے کفر کرتے ہوئے آسمان کی جانب سر اٹھا کر تھوکا، اور وہ زمین کے ہر خطے پر کفر کرتا گیا اور اس کا انجام قتل کے ذریعے موت ہوئی۔

و هو ما یمسک السماء من بناء و غیرہ: مراد وہ وادی ہے جو زمین سے اوپر بلندی پر مثل پہاڑ کے تھی، پس بلقیس نے وادی کو چٹان وغیرہ سے روک لگا دی تھی، اور تین دروازے بھی بنائے گئے تھے جن میں سے ہر ایک دوسرے سے بلند تھا، پانی پہاڑ کی چوٹیوں سے ہر جانب سے ریس کر نہیں آتا، پس پہلے وادی کا بالائی، پھر متوسط اور پھر نچلا درجہ سیراب ہوتا، پس ﴿العوم﴾ سے مراد یہی آڑ ہے۔ مفرد علی الاصل: ذواتی کی اصل ذویۃ ہے، پس یا متحرک ماقبل فتح دے کر الف لائے تو ذوات ہو گیا، پھر واو کو تخفیف کی وجہ سے حذف کر دیا گیا، پس اس کی تثنیہ دو ذویۃ کی بناء پر ہو سکتی ہے یا تو اصل کے اعتبار سے مثلاً ذواتان یا عارض کی وجہ سے جیسے ذواتان مر بشع: مراد کانٹے دار درخت ہے۔

ای ما یناقس الی ہو: یعنی سزا دینے، دقت سے حساب لینے اور ہر گناہ کا مواخذہ کرنے پر حصر کیا گیا ہے، پس مطلق دیکھا جائے تو مومن و کافر سب ہی کو جزا دی جائے گی تاہم مومن کے ساتھ فضل اور کافر کے ساتھ عدل کا معاملہ کیا جائے گا۔

ولا یحتاجون فیہ الی حمل زاد و ماء: یعنی یمن اور وادی سب کے مابین بھوک، پیاس اور خوف کے خیال سے بے پرواہ ہو کر سفر کرتے ہیں، چار ماہ کے سفر کے بعد بھی جب کوئی اپنے باپ کے قاتل سے ملتا ہے تو حق ادا کرنے سے باز نہیں رہتا۔

علم ظہور: ﴿لنعلم﴾ میں لام عاقبت کا ہے نہ کہ تعلیل کا، آیت کا معنی یہ ہے کہ شیطان پر گمراہی کی ایجاد کا وبال نہیں ہے بلکہ ہم (اللہ وحدہ لا شریک لہ) ہدایت و گمراہی کی ایجاد کرنے والے ہیں، اور ہماری حکمت شیطان پر گمراہی مسلط کرنے کے ذریعے ہے تاکہ ہمارے بندوں میں (نیک و بد ہونے کا) فرق ہو جائے اور کفر و ایمان واضح ہو جائے جس کے خالق ہم ہی ہیں، پس جو جس کی پیروی

کرے، پس اس میں اس بات پر علامت ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے، پس غور کرو۔
 رقیب: یعنی اللہ ابلیس کو لوگوں کو گمراہ کرنے سے روکنے پر قادر ہے، وہ ابلیس کے ہر وار کو جانتا ہے جو وہ اُسکے بندوں پر کرتا ہے۔
 (الصاوی، ج ۵، ص ۵۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِكُفَّارِ مَكَّةَ﴾ ادعو الذین زعمتم ﴿آی زَعَمْتُمْ هُمْ آلِهَةٌ﴾ من دون اللہ ﴿آی غَیْرِهِ لَیَنْفَعُوْكُمْ بِرِزْقِكُمْ﴾ قَالَ تَعَالَى فِیْهِمْ ﴿لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ مِنْ خَیْرٍ أَوْ شَرٍّ ﴿فِی السَّمَوَاتِ وَفِی الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شَرْكٍ﴾ شِرْکَةٌ ﴿وَمَا لَهُ تَعَالَى﴾ مِنْهُم ﴿مِنْ الْأَلِهَةِ﴾ مِنْ ظَهیر (۲۲) ﴿مُعِیْنٍ﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ تَعَالَى رَدًّا لِقَوْلِهِمْ أَنَّ آلِهَتَهُمْ تُشْفَعُ عِنْدَهُ ﴿إِلَّا لِمَنْ أِذِنَ﴾ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَضَمِّهَا ﴿لَهُ﴾ فِیْهَا ﴿حَتَّىٰ﴾ إِذَا فَرَغَ ﴿بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَلِلْمَفْعُولِ﴾ عَنْ قُلُوبِهِمْ ﴿كُشِفَ عَنْهَا الْفَرْعُ﴾ بِالْأَذْنِ فِیْهَا ﴿قَالُوا﴾ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اسْتِیْشَارًا ﴿مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ﴾ فِیْهَا ﴿قَالُوا﴾ الْقَوْلُ الْحَقُّ ﴿آی قَدْ أِذِنَ فِیْهَا﴾ وَهُوَ الْعَلِيُّ ﴿فَوْقَ خَلْقِهِ بِالْقَهْرِ﴾ الْكَبِیْرُ (۲۳) الْعَظِیْمُ ﴿قُلْ مَنْ یُرِزُّكُمْ مِنَ السَّمَوَاتِ﴾ الْمَطَرِ ﴿وَالْأَرْضِ﴾ النَّبَاتِ ﴿قُلْ اللَّهُ﴾ إِنْ لَمْ یَقُولُوا لَا جِوَابَ غَیْرَهُ ﴿وَإِنَّا أَوْ آيَاكُمْ﴾ آی أَحَدٍ الْفَرِیْقِیْنَ ﴿لَعَلِّی هُدًی أَوْ فِی ضَلَلٍ مَبِیْنٍ﴾ (۲۴) ﴿بَیِّنٌ فِی الْأَبْهَامِ تَلَطَّفَ بِهِمْ﴾ دَاعٍ إِلَى الْإِیْمَانِ إِذَا وَقَفُوا ﴿قُلْ لَا تَسْتَلُونَنَا عَمَّا اجْرَمْنَا﴾ أَدْنَبْنَا ﴿وَلَا نَسْتَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ (۲۵) ﴿لَأَنَّا بَرِئُونَ مِنْكُمْ﴾ قُلْ یَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبِّنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ﴿ثُمَّ یَفْتَحُ﴾ یَحْكُمُ ﴿بَيْنَنَا بِالْحَقِّ﴾ فِیَدْخُلُ الْمُحَقِّقِیْنَ الْجَنَّةَ وَالْمُبْطِلِیْنَ النَّارَ ﴿وَهُوَ الْفَتْاحُ﴾ الْحَاكِمُ الْعَلِیْمُ (۲۶) ﴿بِمَا یَحْكُمُ بِهِ﴾ قُلْ أَرُونِی ﴿اعْلَمُونِی﴾ الذِّیْنَ الْحَقُّمُ بِهِ شُرَكَاءُ فِی الْعِبَادَةِ ﴿كَلَّا﴾ رَدِّعْ لَهُمْ عَنْ إِعْتِقَادِ شَرِیْکٍ لَهُ ﴿بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْبُ﴾ عَلِیُّ أَمْرِهِ ﴿الْحَكِیْمُ﴾ (۲۷) ﴿فِی تَدْبِیْرِهِ لِخَلْقِهِ فَلَا یَكُونُ لَهُ شَرِیْکٌ فِی مُلْكِهِ﴾ وَوَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً جَآءَ مِنَ النَّاسِ قَدِیْمٌ لِلْإِهْتِمَامِ بِهِ ﴿لِلنَّاسِ بَشِیْرًا﴾ مُبَشِّرًا لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿وَنَذِیْرًا﴾ مُنْذِرًا لِلْكَافِرِیْنَ بِالْعَذَابِ ﴿وَلَكِنْ أَكْثَرَ النَّاسِ﴾ آی كُفَّارُ مَكَّةَ ﴿لَا یَعْلَمُونَ﴾ (۲۸) ﴿وِیَقُولُونَ﴾ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ بِالْعَذَابِ ﴿إِن كُنْتُمْ صَادِقِیْنَ﴾ (۲۹) ﴿فِیهِ﴾ قُلْ لَكُمْ مِیْعَادٌ یَوْمَ لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ النَّصْفَ (۳۰) ﴿عَلِیْهِ وَهُوَ یَوْمُ الْقِیْمَةِ﴾

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ (اے حبیب اللہ کفار مکہ سے) پکارو انہیں جنہیں اللہ کے سوا (دون بمعنی غیر ہے) سمجھے بیٹھے ہو (کہ وہ تمہیں تمہارے گمان کے مطابق نفع پہنچائیں گے) (زعمتم کا مفعول بہ ہم غیر محذوف ہے، دراصل زعمتمو ہم ہے، اللہ ارشاد فرماتا ہے) وہ تو زورہ بھر (مِثْقَالَ کے معنی وزن ہے، برائی اور بھلائی) کے مالک نہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصہ (شُرک بمعنی شریک ہے) اور نہ اس کا (یعنی اللہ کا) ان میں سے (ان باطل خداؤں میں سے) کوئی مددگار (ظہیر بمعنی معین ہے

(اور اس کے (یعنی اللہ ﷻ کے) پاس شفاعت کام نہیں دیتی (یہ کفار کے اس قول کے رد کے لیے ہے کہ ان کے خدا ان کی شفاعت کر سکیں.....) مگر جس کے لیے وہ اذن فرمائے (اذن کو معروف و مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے) یہاں تک کہ جب اذن دیکر ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے.....۲..... (یعنی شفاعت کی اجازت دیکر ان کے دلوں سے گھبراہٹ و خوف دور کر دیا جائے گا، فسح معروف و مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے) کہتے ہیں (خوشخبری سناتے ہوئے ایک دوسرے کو) تمہارے رب نے کیا بات فرمائی ہے (شفاعت کے بارے میں) وہ کہتے ہیں حق (بات) فرمائی اس نے شفاعت کرنے کی اجازت دے دی ہے اور وہی بلند اپنی (مخلوق پر غالب رکھنے والا) عظمت والا (کبیر) بمعنی عظیم ہے) تم فرماؤ: کون ہے جو تمہیں روزی دیتا ہے آسمانوں سے (بصورت بارش) اور زمین سے (بصورت نباتات) تم خود ہی فرماؤ اللہ (اگر کفار اس کا جواب نہ دیں، کیونکہ اس بات کا فقط یہی جواب ہے) اور بیشک ہم یا تم (یعنی ہم میں سے ایک فریق تھا) یا تو ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں (مبین بمعنی بین ہے، یہاں بصورت ابھام کلام کو ذکر کرنے میں ان پر لطف و مہربانی ہے جو ایمان کی داعی ہیں جب کہ وہ اس پر واقف ہو گئے) تم فرماؤ ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا ہمارے جرم کی تم سے پوچھ چکے نہیں (اگر منسا بمعنی اذنبنا ہے) نہ تمہارے کرتوتوں کا ہم سے سوال (کیونکہ ہم اس سے بری ہیں) تم فرماؤ (بروز قیامت) ہمارا رب ہم سب کو جمع فرمائے گا پھر ہم میں سچا فیصلہ فرمادے گا (احل حق کو جنت اور اہل باطل کو دوزخ میں داخل فرما کر، بفتح بمعنی بحکم ہے) اور وہی ہے درست فیصلہ کرنے والا (الفتاح بمعنی الحاکم ہے) اور علم رکھنے والا (اپنے فیصلے کا) تم فرماؤ مجھے بتاؤ (ارونی بمعنی اعلیٰ معنی ہے) وہ شریک جو تم نے اس سے ملائے ہیں ہشت (اللہ ﷻ کا شریک ماننے کے لئے عقیدے کی تردید کے لیے ان کو جھاڑا گیا ہے) بلکہ وہی ہے اللہ غالب (اپنے کاموں پر) اور حکمت والا (اس تدبیر میں جو اپنی مخلوق سے حکم فرماتا ہے پس اس کے ملک میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے) اور اے محبوب ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے.....۳..... ("کافۃ" الناس سے حال ہے، اسکی تمام شان کے لیے مقدم ذکر کیا گیا ہے) خوشخبری دیتا (ایمان لانے والوں کو جنت کی) اور ڈر سنا تا (کافروں کو دوزخ کا، بشیرا بمعنی مبشرا اور نذیرا بمعنی منذر ہے) لیکن بہت لوگ (یعنی کفار مکہ اس کو) نہیں جانتے اور کہتے ہیں یہ (عذاب کا) وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو (اس وعدے میں) تم فرماؤ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو اور نہ آگے بڑھ سکو (اس سے، اور وہ قیامت کا دن ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ﴾

قل: قول، ادعوا: فعل امر بافاعل، الذین: موصول، زعمتم: فعل بافاعل "ہم" ضمیر محذوف مفعول اول، من دون اللہ: ظرف مستقر "اللہ" محذوف کی صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ تالیہ۔

﴿لا یملکون مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض﴾

لا یملکون: فعل نفی بافاعل، مثقال ذرۃ: مفعول، فی السموات: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، فی الارض: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿و مالہم فیہما من شرک و مالہ منہم من ظہیر﴾

و: عاطفہ، ما: تانیہ، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، فیہما: ظرف مستقر حال مقدم، من: جاو زائد، شرک: ذو الحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر

جملہ اسمیہ ہو: عاطفہ، مدنا فیہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، عنہم: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، ظہیر: ذو الحال، مگر مبتدا مؤخر مگر جملہ اسمیہ۔

﴿وولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن له﴾.

و: مستاقمہ، لا تنفع الشفاعة: فعل نفی وفاعل، عنده: ظرف، الا: اداة حصر، لام: جار، من اذن له: موصول صلہ، مگر مجرور، مگر ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ مستاقمہ۔

﴿حتى اذا فرغ عن قلوبهم قالوا اماذا قال ربکم﴾.

حتى: جار، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، فرغ عن قلوبہم: فعل بانائب الفاعل و ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قالوا: قول، ما: استفہامیہ مبتدا، ذا: موصول، قال ربکم: جملہ فعلیہ صلہ، مگر خبر، مگر جملہ اسمیہ مقولہ، مگر جملہ تولیہ جزا، مگر جملہ شرطیہ ہو کر مجرور، مگر فعل محذوف "یتوبصون" کیلئے ظرف مستقر، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا الحق وهو العلی الكبير﴾ قل من یرزقکم من السموت والارض قل اللہ﴾.

قالوا: فعل بافاعل، الحق: "القول" موصوف محذوف کی صفت، مگر مفعول، مگر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، هو مبتدا، العلی الكبير: خبران، مگر جملہ اسمیہ، قل قول، من: استفہامیہ مبتدا، یرزقکم من السموت والارض: فعل بافاعل و مفعول و ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ خبر، مگر جملہ اسمیہ مقولہ، مگر جملہ تولیہ، قل قول، اللہ: مبتدا محذوف "هو" کیلئے خبر، مگر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، مگر جملہ تولیہ۔

﴿وانا اواباکم لعلی هدی اوفی ضلل مبین﴾.

و: عاطفہ، انا حرف مشبہ و "نا" ضمیر معطوف علیہ، او: عاطفہ، ایاکم: ضمیر منفصل معطوف، مگر اسم، لام: تاکید، علی هدی: جار مجرور معطوف علیہ، او: عاطفہ، فی ضلل مبین: جار مجرور معطوف، مگر ظرف مستقر خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿قل لا تستلون عما اجرنا ولا نستل عما تعملون﴾.

قل: قول، لا تستلون: فعل نفی بانائب الفاعل، عما اجرنا: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا نستل: فعل نفی بانائب الفاعل، عما تعملون: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ معطوف، مگر مقولہ، مگر جملہ تولیہ۔

﴿قل یجمع بیننا ربنا ثم یفتح بیننا بالحق وهو الفتح العلیم﴾.

قل: قول، یجمع بیننا ربنا: فعل و ظرف و فاعل، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یفتح: فعل "هو" ضمیر ذو الحال، بالحق: ظرف مستقر حال، مگر فاعل، بیننا: ظرف، مگر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، هو الفتح العلیم: جملہ اسمیہ معطوف ثانی، مگر مقولہ، مگر جملہ تولیہ۔

﴿قل ارونی الذین الحقتم به شرکاء کلا بل هو اللہ العزیز الحکیم﴾.

قل: قول، ارونی: فعل امر بافاعل و مفعول، الذین: موصول، الحقتم به شرکاء: فعل بافاعل و ظرف لغو و مفعول، مگر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، مگر مفعول ثانی، مگر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، مگر جملہ تولیہ، کلا حرف روع و زجر، بل: عاطفہ، هو مبتدا، اللہ: مبتدا ثانی، العزیز الحکیم: خبران، مگر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿وما ارسلک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا و لکن اکثر الناس لا یعلمون﴾.

و: مستانہ، ما از مسلنا: فعل نفی بافاعل، ک: ذو الحال، الا: اداة حصر، کماله: حال اول، ہیشیرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ہیشیرا: معطوف، بلکہ حال ثانی، بلکہ مفعول، لسان: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ مستانہ، و: عاطفہ، لکن: حرف مشبہ، اکثر الناس: اسم، لا یعلمون: جملہ فعلیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿و یقولون منی هذا الوعد ان کنتم صدقین﴾

و: مستانہ، یقولون: قول، منی: ظرف متعلق بخبر مقدم، هذا الوعد: مبدل منہ بدل، بلکہ مبتدا، بلکہ جملہ اسمیہ، مقولہ اول، ان: شرطیہ، کنتم صدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فمتی هذا الوعد" کی شرط، بلکہ جملہ شرطیہ مقولہ ثانی، بلکہ جملہ قولیہ مستانہ۔

﴿قل لکم ميعاد یوم لا تستأخرون عنہ ساعة ولا تستقدمون﴾

قل: قول، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، ميعاد: مضاف، یوم: موصوف، لا تستأخرون: فعل بافاعل، عنہ: ظرف لغو، ساعة: ظرف، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تستقدمون: فعل نفی بافاعل، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ صفت، بلکہ مضاف الیہ، بلکہ مبتدا مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

کافروں کی شفاعت ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ:

۱..... جان لیں کہ شرکیہ عقائد رکھنے والوں کے چار مذاہب ہیں۔ (۱)..... اللہ آسمان اور اس میں موجود تمام اشیاء، زمین اور اس میں موجود تمام اشیاء، پس جملہ ارضیات میں سیارے اور سادات میں فرشتے کہ ہم ان کی عبادت کرتے ہیں اور یہ اللہ کی، یعنی اللہ ان کا خدا ہے اور یہ ہمارے معبود ہیں۔ اللہ نے ان کے باطل قول کا رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہارے قول کے مطابق زمین اور نہ ہی آسمان میں کوئی معبود ہونے کی حیثیت سے کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔ (۲)..... جو آسمان میں کسی کو اللہ کا (معبود ہونے کی) مثل یا زمین میں کسی کو اللہ کا نظیر مانے، جیسا کہ سیاروں کے واسطے کو معبود ہونے کی حیثیت سے مانا جاتا ہے پس اللہ نے اتصالات (متصل ہونے کے اعتبار سے)، حرکات اور طوابع (۳) سے عناصر و ترکیبات کی تخلیق فرمائی، پس لوگوں نے انہیں زمین و آسمان میں اللہ کا شریک ٹھہراتے ہوئے معبود قرار دے دیا جس کا رد اللہ کے فرمان ﴿وما لہم فیہما من شرک اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصہ﴾ (سب: ۲۲) میں ہے۔ (۳)..... بعض یہ کہتے ہیں کہ ترکیبات اور حوادث سب کے سب اللہ کی طرف سے ہیں لیکن اللہ نے ان معاملات کو سیاروں کو سونپ دیا ہے، اور اذن دینے والے کا فعل اذن دینے والے کی مانند ہوتا ہے اور اذن دینے والے کے معاملے سے اس نعمت کا سلب ہونا ثابت ہوتا ہے جس کی مثال اس قول میں ملتی ہے کہ بادشاہ اپنے کسی مشیر کو کہے کہ فلاں کو مارو اور وہ مذکورہ شخص کی پٹائی لگائے تو یوں ہی کہا جائے گا کہ بادشاہ نے فلاں شخص کی پٹائی لگائی، اور عرف کے اعتبار سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ فلاں نے فلاں کو مارا اور ایسا صرف بادشاہ کے کہنے کے مطابق ہی ہوا ہے اور اسی کی مثل دیگر اشیاء کے مطابق ایمان رکھنا لیکن اللہ نے ان کی تردید فرمادی اور فرمایا: ﴿وما لہ منہم من ظہیر اور نہ﴾ (اللہ) کا ان میں سے کوئی مددگار (سب: ۲۲) ہے۔ بلکہ اللہ ہر چیز کا محافظ و نگہبان ہے۔ (۴)..... جن لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم بتوں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہماری شفاعت کریں گے، اللہ نے ان کے قول کا ابطال اس آیت میں فرمایا: ﴿ولا تنفع الشفاعة عندہ الا لمن اذن له اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لئے وہ اذن فرمائے﴾ (سب: ۲۲) ہے۔ پس تمہارا اللہ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت کرنا ردائیں ہے۔ کیونکہ اللہ نے ان میں سے کسی کو شفاعت کا اذن نہیں

کن پر ہیبت طاری ہونی اور کیوں؟

۲..... اصل تاویل کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ گھبراہٹ کن پر طاری ہوگی اور اس کا سبب کیا ہوگا؟ بعض کہتے ہیں کہ گھبراہٹ فرشتوں پر طاری ہوگی، بعض کہتے ہیں کہ گھبراہٹ ان پر طاری ہوئی جن کے دلوں پر وحی سننے کے باوجود پردے پڑے رہے۔ (یعنی سید عالم کی ذات پر نزول وحی کو حق جاننے کے باوجود نہ مانا)۔

(الجامع البیان، الجزء: ۲۲، ص ۱۰۸)

☆..... ابن مسعود سے روایت ہے کہ جب کبھی اللہ وحی کے ذریعے کلام فرماتا ہے تو اہل آسمان اسے گھنٹی کی مثل سنتے ہیں اور از خود رفتہ (بے ہوش) ہو جاتے ہیں اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب بھی جبرائیل امین علیہ السلام ان کے پاس کوئی خبر لاتے ہیں تو دیگر آسمانی مخلوق (فرشتے) خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے جبرائیل علیہ السلام! ہمارے رب نے کیا ارشاد فرمایا؟ جبرائیل امین علیہ السلام کہتے ہیں حق فرمایا پس وہ بھی کہنے لگتے ہیں الحق، الحق۔

☆..... قتادہ کہتے ہیں کہ جب بھی اللہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پر وحی بھیجتا ہے، فرشتے اس سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں کہ شاید قیامت کے دن سے متعلق کوئی خبر ہے، پھر جب ان کے انہیں معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے وقوع کے حوالے سے کوئی بات نہیں تو ان کے دل اطمینان پا جاتے ہیں۔

☆..... زید بن اسلم کہتے ہیں کہ شیطان کے دل میں خوف ہوتا ہے جب انہیں ان کے جموٹے فرتے، من گھڑت باتیں اور گمراہی کا علم ہوتا ہے کہتے ہیں ﴿قالوا ما ذا قال ربکم قالوا الحق وهو العلیٰ الکبیر﴾ (س: ۲۳) اور شیطان کا یہ حال بنی آدم کی موت کے وقت ہوتا ہے اور انہیں ان کے اس اقرار کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۴۴۳ وغیرہ)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ جب آسمان میں کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر مارتے ہیں اور وہ اس کے قول کی آواز اس طرح سنتے ہیں جیسے کسی صاف پتھر پر زنجیر کو مارا جائے، پھر اللہ اپنا فرمان فرشتوں تک پہنچا دیتا ہے، پھر جب فرشتوں کے دلوں سے اللہ کے کلام کی ہیبت نکلتی ہے تو نیچے والے فرشتے اوپر والوں سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا ارشاد فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ حق فرمایا ہے وہ نہایت بلند و بالا رب ہے، پھر اس کو وہ سنتے ہیں جو سنی ہوئی باتوں کو چراتے ہیں اور ایک کے اوپر دوسرے ہیں جیسا کہ راوی سفیان نے اپنی نقل کے اشارے سے بتایا، پھر ہر ایک سننے والے اپنے نیچے والوں کو بتاتے ہیں، پھر وہ کسی ساحر یا کاہن کو بتا دیتے ہیں اور بعض اوقات کسی کو بتانے سے پہلے آگ کا شعلہ نہیں پکڑ لیتا ہے، اور بعض اوقات شعلہ پکڑنے سے پہلے وہ پہنچانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، پھر ساحر یا کاہن اس میں جھوٹ ملا کر آگے پہنچا دیتے ہیں، پھر ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا فلاں بات اس طرح پہنچائی گئی تھی تو وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: الا من استرق السمع، رقم: ۴۸۰۰، ۴۷۰۱، ص ۸۱۱)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام ہونے کا مسئلہ:

۳..... الکافۃ اپنی اصل کے اعتبار سے الکف بمعنی المنع ہے، اور اس سے عمومی معانی یعنی خروج سے ممانعت مراد لیا گیا ہے، جیسا کہ مجاہد سے منقول ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام لوگوں کے لئے ہے، یعنی کوئی بھی اس سے خارج نہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ اللہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب و عجم میں مکرم و محترم فرمایا پس سب کے لئے ان کی اطاعت واجب ہے اور امین عباس کا قول ہے کہ اللہ نے عرب و عجم و تمام امتوں کے لئے ان کی رسالت کو عام کر دیا ہے۔ (روح المسمانی،

الجزء: ۲۲، ص ۴۳۱)

☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں، (۱)..... ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا، (۲)..... میرے لئے تمام روئے زمین سجدہ گاہ، قابلِ تحیم بنا دی گئی میرا امتی جب جہاں چاہے نماز ادا کر لے، (۳)..... میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا، (۴)..... میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں جبکہ پہلے نبی ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، (۵)..... مجھے (اذن) شفاعت دی گئی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: قول النبی ﷺ جعلت لی، رقم: ۴۳۸، ص ۷۶)

☆..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ مکہ المکرمہ کے کسی راستے سے تشریف لے جا رہے تھے راستے سے کوئی بھی پہاڑ یا درخت آتا آپ ﷺ کو کہتا ”السلام علیک یا رسول اللہ“۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ۸/۶، رقم: ۳۶۴۶، ص ۱۰۳۹)

☆..... حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”میں مکہ المکرمہ میں ایک حجر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو میرے مبعوث ہونے سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا“۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: فضل نسب النبی ﷺ، رقم: ۵۸۳۳/۲۲۷۷، ص ۱۱۴۱)

اغراض:

لسفوعکم: ﴿ادعوا﴾ کے متعلق ہے، یعنی بلاؤں کا تہوارے بت تم سے بھوک کی تکلیف دور کریں، اور تمہارے لئے عیش کا سامان کریں۔ معین: یعنی ہر چیز کا خالق، پس اللہ کسی چیز کے ایجاد و منہدم کرنے میں یکتا ہے۔

ردا لقولہم: یعنی کفار کہا کرتے تھے: ﴿ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفی﴾ (الزمر: ۳) اس کی وضاحت یوں ہے کہ شفاعت اللہ کی رضا و اجازت ہی سے ہوتی ہے، اور کفار نے اللہ کے ساتھ کفر کر کے اس کے غضب کو دعوت دی ہے، پس اس صورت میں وہ اللہ سے شفاعت کے امیدوار کیسے ہو سکتے ہیں، پس یہ گمان ہی باطل ہے۔

کشف عنها الفزع: یعنی شافعیں اور مشفوع کے دلوں سے خوف دور ہو جائے، کہ اللہ نے بعض کو شفاعت کے اذن دینے کے کلمات کے ساتھ کلام کیا ہے۔

استبشارا: یعنی دلوں سے دکھ، درد اور غم دور ہو جانے پر ایک دوسرے کے ساتھ خوشی کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ نے کیا ارشاد فرمایا؟ جاننا یہ ہے کہ یہ حکم دنیا میں ہو گا یا آخرت میں؟ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ حکم آخری ہے، جس کی تائید میں یہ آیت ﴿یوم یقوم الروح والملائکة صفا لا یکتلمون الا من اذن له الرحمن وقال صواہا﴾ (البہار: ۲۸) ہے، اور اس کلام میں کچھ محذوف ہے، تقدیر کلام یوں ہے: ”لا تنفع الشفاعة عنده یوم القیامة، الا لمن اذن له“ جب دلوں سے بیت نکل جائے گی تو ایک دوسرے سے اس بارے میں سوال کریں گے اور یہ حکم امور دنیا میں سے ہے جس کی تائید سید عالم ﷺ کے فرمان سے ملتی ہے جو کہ یہ ہے: ”جب اللہ کسی امر کی وحی کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو آسمان وزمین کو وحی و شدت کے ساتھ پکڑ فرما کر کلام فرماتا ہے، پس جب آسمان کے رہنے والے اللہ کا کلام سماعت کرتے ہیں تو اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں، پس سب سے پہلے حضرت جبرائیل رضی اللہ عنہ اٹھاتے ہیں اور اللہ ان سے وحی کے ذریعے کلام فرماتا ہے اور پھر جبرائیل رضی اللہ عنہ سارے آسمانوں میں اپنی شان کے لائق سیر کرتے ہیں اور دیگر فرشتے ان سے پوچھیں کہ اے جبرائیل رضی اللہ عنہ! ہمارے رب نے کیا پیغام دیا؟ پس جبرائیل رضی اللہ عنہ کہیں گے: ﴿الحق وهو العلیٰ الکیبر﴾ (سب: ۱۲) ہے، پس سارے ہی فرشتے یہی کلام تلفظ کریں گے اور یوں حضرت جبرائیل رضی اللہ عنہ اللہ کا پیغام فرشتوں تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اعلمونی: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اری میں معنی علیت ہے اور تین مفاعل کی جانب متعدی ہے اولاً: یائے شکلم یعنی

ارونی میں موجودیاء کی طرف، ثانیاً: اللذین اسم موصول کی طرف، ثالثاً: شرکاء کی طرف، یہ بھی درست ہے کہ دو مفعول کی جانب متعدی مانا جائے کیونکہ شرکاء اسم موصول میں موجود (ضمیر) عائد سے حال ہے، اور اس جملے کا قصد حجت قائم ہونے کے بعد نہ ماننے پر ان کی خطا و مدھر می پرزجر کیا گیا ہے۔

ذکر: مراد سید عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عمومی رسالت ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے بشیر و نذیر ہیں۔ (الصاری، ج ۵، ص ۶۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿وقال الذین کفروا﴾ من اهل مکة ﴿لن نؤمن بهذا القرآن ولا بالذی بین یدیہ﴾ ای تقدّمه ﴿کالتوراة والانجیل الذالین علی البعث لانکارہم﴾ له قال تعالیٰ فیہم ﴿ولو لوری﴾ یا محمد ﴿اذ الظلمون الکافرون﴾ موقوفون عند ربہم سلمے ۷ یرجع بعضهم الی بعض ﴿القول﴾ یقول الذین استضعفوا ﴿الاتباع﴾ للذین استکبروا ﴿الرؤساء﴾ لولا انتم ﴿صددتمونا عن الایمان﴾ لکننا مؤمنین ﴿۳۱﴾ ﴿بالتنبی﴾ قال الذین استکبروا للذین استضعفوا نحن صددکم عن الہدی بعد اذ جاءکم بل کنتم مجرمین ﴿۳۲﴾ ﴿فی انفسکم﴾ وقال الذین استضعفوا للذین استکبروا بل مکر الیل والنہار ﴿ای مکر فیہما منکم بنا﴾ اذ نامرونا ان نکفر باللہ ونجعل له اندادا ﴿شرکاء﴾ و اسروا ﴿ای الفریقان﴾ الندامۃ ﴿علی ترک الایمان﴾ لہما راوا العذاب ﴿ای اخفاھا کل عن رفیقہ مخافة التعبیر﴾ وجعلنا الاغلل فی اعناق الذین کفروا ﴿فی النار﴾ هل یجزون الا ﴿جزاء﴾ ما کانوا یعملون ﴿۳۳﴾ فی الدنیا ﴿وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوها﴾ رؤسائها المتنعمون ﴿انا بما ارسلتم بہ کفرون﴾ وقالوا نحن اکثر اموالا و اولادا ﴿ممن آمن﴾ و ما نحن بمعذبین ﴿۳۵﴾ قل ان ربی یسط الرزق ﴿یوسعہ﴾ لمن یشاء ﴿امتحانا﴾ و یقدر ﴿بضیفۃ﴾ لمن یشاء ابتلاء ﴿ولکن اکثر الناس﴾ کفار ﴿مکہ﴾ لا یعلمون ﴿۳۶﴾ ذلک.

﴿ترجمہ﴾

اور کافر (یعنی کفار مکہ بولے) ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے اس قرآن پر اور نہ ان پر جو اس سے آگے (یعنی اس سے مقدم) تھیں (یعنی تورات و انجیل، کہ یہ دونوں بھی حشر و نشر ہونے پر دلالت کرتی ہیں جس کے کفار منکر ہیں..... اللہ عزوجلہ ان لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے) اور کسی طرح تو دیکھے (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) جب ظالم (یعنی کافر) اپنے رب کے پاس کھڑے کئے جائیں گے ان میں ایک دوسرے پر بات ڈالے گا وہ جو دے تھے (یعنی پیروکار تھے) ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے (یعنی اپنے سرداروں سے) اگر تم نہ ہوتے (یعنی اگر تم ہمیں ایمان لانے سے نہ روکتے) تو ہم ضرور (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر) ایمان لے آتے وہ جو بڑے بنے تھے ان سے کہیں گے جو دیئے ہوئے تھے کیا ہم نے تمہیں روک دیا ہدایت سے بعد اس کے کہ تمہارے پاس آئی (نہیں ایسا نہیں ہے) بلکہ تم تو مجرم تھے (اپنی جانوں کے بارے میں) اور کہیں گے وہ جو دیئے ہوئے تھے ان سے جو بڑے بنے تھے بلکہ رات دن کافر یہ تھا (یعنی رات و دن میں تم نے ہم سے فریب کیا تھا) جبکہ تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ اللہ کا انکار کریں اور اس کے برابر والے ٹھہرائیں (الہداد) بمعنی

شوکاء ہے) اور (دونوں فریق) دل ہی دل میں بچھڑانے لگے (حضور پر ایمان نہ لانے کے سبب) جب عذاب دیکھا (یعنی ہر ایک نے اپنے ساتھی سے ندامت کو عار کے خوف سے سبب چھپالیا) اور ہم نے (دوزخ میں) طوق ڈالے..... ان کی گردنوں میں جو منکر تھے وہ نہیں بدلہ پائیں گے (ہل کے معنی ممانافیہ ہے) مگر اسی کا (بدلہ) جو وہ کرتے تھے اور ہم نے جب کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا وہاں کے امیروں نے یہی کہا کہ (متر فون کے معنی عیش و عشرت کا سامان رکھنے والا سردار ہے) تم جو لے کر بیچے گئے ہم اس کے منکر ہیں اور بولے ہم اور اولاد میں (ان سے) بڑھ کر ہیں (جو ایمان لائے ہیں) اور ہم پر عذاب ہونا نہیں تم فرماؤ پینک میرا رب رزق وسیع کرتا ہے (بیسط بمعنی یوسع ہے) جس کے لیے چاہے (بطور آزمائش) اور تنگی فرماتا ہے (رزق میں جس کے لیے چاہے بطور امتحان) لیکن بہت لوگ (یعنی کفار مکہ) نہیں جانتے (اس بات کو)۔

﴿قر گیب﴾

﴿وقال الذین کفروا لن نومن بهذا القرآن ولا بالذی بین یدیہ﴾
و: عاطفہ، قال الذین کفروا، قول، لن نومن: فصل لئی بافاعل، بهذا القرآن: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یتانیہ، بالذی بین یدیہ: جار مجرور معطوف، مگر ظرف نفو، مگر جملہ فعلیہ مقولہ، مگر جملہ قولیہ۔

﴿ولو تری اذ الظلمون موقوفون عند ربهم یرجع بعضهم الی بعض القول﴾
و: عاطفہ، لو بشرطیہ، تری: فعل بافاعل، اذ: مضاف، الظلمون: مبتدا، موقوفون: اسم مفعول واو ضمیر ذو الحال، یرجع بعضهم: فعل وفاعل، الی بعض: ظرف نفو، القول: مفعول، مگر جملہ فعلیہ حال، مگر نائب الفاعل، عند ربهم: ظرف، مگر شبہ جملہ ہو کر خبر، مگر جملہ اسمیہ مضاف الیہ، مگر ظرف، مگر جملہ فعلیہ جزا محذوف "لرایت العجب العجاب" کی شرط، مگر جملہ شرطیہ۔

﴿یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکننا مومنین﴾
یقول: فعل، الذین استضعفوا: موصول صلہ، مگر فاعل، للذین استکبروا: ظرف نفو، مگر جملہ فعلیہ قول، لولا: حرف شرط، انتم: "موجود" محذوف خبر کیلئے مبتدا، مگر جملہ اسمیہ شرط، لام: تاکیدیہ، کننا مومنین: جملہ فعلیہ جواب شرط، مگر جملہ شرطیہ مقولہ، مگر جملہ قولیہ ماقبل "یرجع" فعل کیلئے مفسر ہے۔

﴿قال الذین استکبروا للذین استضعفوا انحن صد دنکم عن الہدی بعد اذ جئکم﴾
قال الذین استکبروا للذین استضعفوا: قول، ہم مزہ: حرف استفہام، نحن: مبتدا، صد دنکم: فعل بافاعل و مفعول، عن: جار، الہدی: ذو الحال، بعد اذ جاءکم: ظرف متعلق بمحذوف حال، مگر مجرور، مگر ظرف نفو، مگر جملہ فعلیہ مقولہ، مگر جملہ قولیہ۔
﴿بل کنتم مجرمین﴾: بل: حرف اضراب، کنتم مجرمین: فعل ناقص با اسم خبر، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال الذین استضعفوا للذین استکبروا بل مکر الیل والنہار اذ تامر ونا ان نکفر باللہ ونجعل له اندادا﴾
و: عاطفہ، قال الذین استضعفوا للذین استکبروا، قول، بل: عاطفہ، مکر: مصدر مضاف بافاعل، الیل والنہار: مضاف الیہ مفعول، اذ: مضاف، تامر ونا: فعل بافاعل و مفعول، ان: مصدریہ، نکفر باللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نجعل له اندادا: جملہ فعلیہ معطوف، مگر بتاویل مصدر مفعول ثانی، مگر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مگر ظرف، مگر شبہ جملہ ہو کر مبتدا محذوف "سبب کفرنا" کیلئے خبر، مگر جملہ اسمیہ مقولہ، مگر جملہ قولیہ۔

﴿واسروا الندامۃ لما راوا العذاب وجعلنا الاغلیل فی اعناق الذین کفروا هل یجزون الا ما کانوا یعملون﴾

و: مستانفہ، اسرو والندمۃ: فعل بافاعل ومفعول، لما: ظرفیہ مضاف، وراو العذاب: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ
 مستانفہ، و: عاطفہ، جعلنا الا غلغل: فعل بافاعل ومفعول، فی: جار، اعناق: مضاف، الذین کفروا: ذوالحال، هل: حرف
 استفہام، یجزون: فعل بانائب الفاعل، الا: اداة حصر، ما کانوا یعملون: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر
 مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوها انا بما ارسلتم بہ کفرون﴾

و: مستانفہ، ما ارسلنا: فعل فی بافاعل، فی: جار، قریۃ: ذوالحال، الا: اداة حصر، قال مترفوها: فعل وقاعل، ملکر جملہ
 فعلیہ، قول، انا: حرف مشبہ و اسم، بما ارسلتم بہ: ظرف لغو مقدم، کفرون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ
 مقولہ، ملکر جملہ قولیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، من: جار زائد، نذیر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وقالوا نحن اکثر اموالا واولادا وما نحن بمعذبین﴾

و: عاطفہ، قالوا قول، نحن: مبتدأ، اکثر: اسم تفصیل با"هو" ضمیر میز، اموالا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اولادا: معطوف، ملکر تمیز، ملکر
 فاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما بشابہ بلیس، نحن: اسم، ب: زائد، معذبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ
 معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل ان ربی یسط الرزق لمن یشاء ویقدر ولكن اکثر الناس لا یعلمون﴾

قل: قول، ان ربی: حرف مشبہ و اسم، یسط الرزق: فعل بافاعل ومفعول، لمن یشاء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف
 علیہ، و: عاطفہ، یقدر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، لکن: حرف
 مشبہ، اکثر الناس: اسم، لا یعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر..... ☆ دو شخص شریک تجارت تھے، ان میں سے ایک ملک شام کو گیا اور ایک مکہ مکرمہ میں رہا
 جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے اور اس نے ملک شام میں سید عالم ﷺ کی خبر سنی تو اپنے شریک کو خط لکھا اور اس سے سید عالم ﷺ کا
 مفصل حال دریافت کیا، اس شریک نے جواب میں لکھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا ہے لیکن سوائے چھوٹے درجے
 کے حقیر و غریب لوگوں کے اور کسی نے ان کا اتباع نہیں کیا، جب یہ خط اس کے پاس پہنچا تو وہ اپنے تجارتی کام چھوڑ کر مکہ مکرمہ میں آیا
 اور آتے ہی اپنے شریک سے کہا کہ مجھے سید عالم ﷺ کا پتہ بتاؤ اور معلوم کر کے سید عالم ﷺ کی خدمت بالا اقدس میں حاضر ہوا اور
 عرض کی کہ آپ دنیا کو کیا دعوت دیتے ہیں اور ہم سے کیا چاہتے ہیں، فرمایا بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرنا اور آپ نے احکام
 اسلام بتائے، یہ باتیں اس کے دل میں اثر کر گئیں اور وہ شخص چھٹی کتابوں کا عالم تھا کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بے شک اللہ کے
 رسول ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا تم نے یہ کیسے جانا؟ اس نے کہا کہ جب کبھی کوئی نبی بھیجا گیا پہلے چھوٹے درجے کے لوگ ہی تابع
 ہوئے، یہ سنت الہیہ ہمیشہ جاری رہی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

امور ثلاثہ کا انکار کے بعد عام کفر کا بیان:

۱..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وقال الذین کفروا لن لو من بہذا القرآن ولا بالذی بین یدیه (سہ: ۳۱)﴾، جب اللہ

نے امور مٹا دیے تھے، رسالت اور حشر کا بیان فرمایا تو کافروں کے عام کفر کا بیان فرماتے ہوئے فرمایا: ﴿وقال الذين كفروا لن
 لو من بهذا القرآن (سبا: ۳۱)﴾، کیونکہ قرآن کا انکار عام طور پر سب ضروریات کے انکار کے مترادف ہے، اور یہ فرمان: ﴿ولا
 بالذی بین یدیه﴾ سے مشہور قول توریت و انجیل ہیں، اور اسی بنا پر مشرکین کے انکار سے نبوت و حشر و نشر کا انکار مراد لیا گیا ہے، اور یہ
 بھی مراد ہو سکتی ہے کہ کوئی یوں کہے کہ میں محمد ﷺ کے لائے ہوئے قرآن پر ایمان نہ لاؤں گا اور نہ ہی اس پر جو ان کے
 سامنے (توریت و انجیل) پر اور نہ ہی ان کی طرف سے دی جانے والی اخبار، مسائل، آیات (نشانیوں)، دلائل (معجزات)، پس مراد
 عمومی کفر ہے، کیونکہ اہل کتاب نہ تو قرآن مجید پر ایمان لاتے، اور نہ ہی سید عالم ﷺ کی رسالت پر اور حشر و نشر کی باتوں پر ایمان رکھتے
 تھے، اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت کے مصداق اہل ایمان ہیں جو اللہ کی توحید اور حشر و نشر پر ایمان لاتے ہیں، تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے
 کہ اگر کتاب میں موجود ایک بھی حکم پر ایمان نہ لائے تو ہم نہیں گے کہ کتاب پر کچھ ایمان نہ لائے اور اگر کتاب کے بعض پر ایمان لائے
 اور بعض پر ایمان نہ لائے تو اس کا بھی کتاب پر ایمان لانا نہ کہلائے گا۔
 (الرازی، ج ۹، ص ۲۰۷)

الاعلال کے معنی:

۲..... الغلل اپنی اصل کے اعتبار سے ذرہ بہ ذرہ کہتے ہیں اور اس سے ایک معنی الغلل للماء الجاری بین الشجر یعنی
 درختوں کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا بھی ہے۔ اور کبھی الغیل اور انغل کے معنی میں بھی پایا جاتا ہے، گویا کہ پانی (یا دیگر کوئی
 چیز) درختوں کے مابین داخل ہو گیا۔ پس الغل کو کسی چیز کے ذریعے طوق کے معنی میں بھی لیا جاتا ہے اور اس کی جمع الاعلال آتی ہے۔
 کہا جاتا ہے کہ فلاں نے قید (طوق) کر دیا، اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿خذوه فغلوہ اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو (الحقہ: ۳۰)﴾ اور
 ایک مقام پر یہ بھی ہے، اور انجیل کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں چنانچہ فرمایا: ﴿ولا تجعل یدک مغلولة
 اور اپنا ہاتھ بندھا ہوا نہ رکھ (الاسراء: ۷۶)﴾۔ یعنی کسی کی بخل کی عادت پر مذمت کی گئی۔
 (المفردات، ص ۳۶۴ وغیرہ)

اغراض:

الدالین علی البعث: سید عالم ﷺ کی بعثت پر بھی ایمان نہ لائیں گے، کیونکہ قرآن، توریت، انجیل، زیور کے علاوہ سید عالم ﷺ کی
 رسالت پر بھی انکار کرتے تھے۔

ای اخفاها کل عن رفیقہ: دنیا میں ہونے والے کفر و معصیت پر نادم ہوتے ہوئے کہ مبادا کہیں عار نہ دلائے جائیں۔

ذلک: یعنی کفار رزق کے کشادہ و تنگ ہونے کے فلسفے کو نہیں جانتے تھے، کیونکہ رزق کا کشادہ و تنگ ہونا اللہ کی رضا کے تابع ہے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۶۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقر بکم عندنا زلفی﴾ قریبی آی تقریباً ﴿الا﴾ لیکن ﴿من امن وعمل
 صالحاً فاولئک لهم جزاء الضعف بما عملوا﴾ ای جزاء العمل الحسنیة مثلاً بعشر فاکثر ﴿وہم فی

العرفت﴾ من الجنة ﴿امنون﴾ (۳۷) ﴿من الموت وغیرہ﴾ وفی قرانہ العرفۃ وہی بمعنی الجمع ﴿والذین

یسعون فی ایتنا﴾ القرآن بالابطال ﴿معجزین﴾ لانا مقدرین عجونا وانہم یقوتوننا ﴿اولئک فی العذاب

محضرون﴾ (۳۸) قل ان ربی یبسط الرزق ﴿یوسعه﴾ ﴿لمن یشاء من عباده﴾ ﴿امتحانا﴾ ﴿ویقدر﴾ یضیقہ ﴿لہ

﴿بَعْدَ الْبَسِطِ أَوْ لِمَنْ يَشَاءُ ابْتِلَاءً﴾ ﴿وَمَا الْفَقِيمُ مِنْ شَيْءٍ﴾ ﴿فِي الْخَيْرِ﴾ ﴿لَهُوَ يَخْلِفُهُ﴾ ﴿وَهُوَ خَيْرُ الرَّزَاقِينَ﴾ ﴿۳۹﴾ ﴿يُقَالُ كُلُّ إِنْسَانٍ يَرْزُقُ عَائِلَتَهُ أَيْ مِنْ رِزْقِ اللَّهِ﴾ ﴿وَإِذْ كُرَّ بِيَوْمٍ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا﴾ ﴿الْمُبْشِرِينَ﴾ ﴿ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهْلُوا أَيَّكُمْ﴾ ﴿بِتَحْقِيقِ الْهَمَزَيْنِ وَإِبْدَالِ الْأُولَى يَاءً وَإِسْقَاطِهَا﴾ ﴿كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾ ﴿۴۰﴾ ﴿قَالُوا سُبْحٰنَكَ﴾ ﴿تَنْزِيهَا لَكَ عَنِ الشَّرِيكِ﴾ ﴿أَنْتَ وَلِيْنَا مَنْ دُونَهُمْ﴾ ﴿أَيُّ لَا مَوَالَاةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ مِنْ جِهَتِنَا﴾ ﴿بَلِ لِلْإِنْتِقَالِ﴾ ﴿كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ﴾ ﴿الشَّيَاطِينَ أَيْ يُطِيعُونَهُمْ فِي عِبَادَتِهِمْ إِنَّا﴾ ﴿أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ﴾ ﴿۴۱﴾ ﴿مُضْطَرِّفُونَ فِيمَا يَقُولُونَ لَهُمْ قَالَ تَعَالَى﴾ ﴿فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ أَيْ بَعْضُ الْمَعْبُودِينَ لِبَعْضِ الْعَابِدِينَ﴾ ﴿نَفْعًا﴾ ﴿شَفَاعَةً﴾ ﴿وَلَا ضَرًّا﴾ ﴿تَعْدِيًّا﴾ ﴿وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ ﴿كَفَرُوا﴾ ﴿ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تَكْذِبُونَ﴾ ﴿۴۲﴾ ﴿وَإِذَا تَنَلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا مِنْ الْقُرْآنِ﴾ ﴿بَيَّنَّتْ﴾ ﴿وَإِضْحَاحَاتٍ بِلِسَانِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ﴾ ﴿قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤَكُمْ﴾ ﴿عَنِ الْأَصْنَامِ﴾ ﴿وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا الْقُرْآنُ﴾ ﴿الْأَفْكَ﴾ ﴿كَذَّبَ﴾ ﴿مُفْتَرِي﴾ ﴿ط﴾ ﴿عَلَى اللَّهِ﴾ ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ﴾ ﴿الْقُرْآنِ﴾ ﴿لَمَّا جَاءَهُمْ﴾ ﴿أَنْ﴾ ﴿مَا﴾ ﴿هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ﴾ ﴿۴۳﴾ ﴿بَيْنَ قَالِ تَعَالَى﴾ ﴿وَمَا آتَيْنَهُمْ مِنْ كِتَابٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ﴾ ﴿۴۴﴾ ﴿فَمَنْ آيَنَ كَذَّبُوكَ﴾ ﴿وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَّغُوا﴾ ﴿أَيُّ هَؤُلَاءِ﴾ ﴿مَعْشَارٍ مَا آتَيْنَهُمْ﴾ ﴿مِنَ الْقُوَّةِ﴾ ﴿وَطَوَّلِ الْعُمُرِ﴾ ﴿وَكَثْرَةَ الْمَالِ﴾ ﴿فَكَذَّبُوا﴾ ﴿أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ﴾ ﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ﴾ ﴿۴۵﴾ ﴿إِنْكَارِي عَلَيْهِمْ بِالْعُقُوبَةِ﴾ ﴿وَالْإِهْلَاكِ أَيْ هُوَ وَقَعَ مَوْقَعًا﴾

﴿تَرْجُمَةٌ﴾

اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قریب تک پہنچائیں..... (ذلفی کا معنی قرسی ہے یہ مصدر تقریباً کے ہم معنی ہے) لیکن (الا بمعنی لکن ہے) وہ جو ایمان لائے اور نیکی کی ان کے لیے کئی گنا صلہ ہے (ان عمل کی جزا کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے) اور وہ (جنت کے) بالا خانوں میں (موت وغیرہ سے) امن و امان میں ہیں (ایک قرأت میں الغرفۃ مفرد بمعنی الجمع ہے) اور وہ جو ہماری آیتوں (یعنی قرآن پاک) میں کوشش کرتے ہیں (انہیں باطل کر کے ہمیں) ہرانے کی (ہمیں عاجز کرنا چاہتے ہیں وہ ہم سے بچ نہیں سکتے) وہ عذاب میں لادھرے جائیں گے تم فرماؤ بیشک میرا رب رزق وسیع فرماتا ہے (بسیط بمعنی یوسع ہے) اپنے بندوں میں سے جس چاہے (بطور امتحان) اور نیکی فرماتا ہے اس کے لیے (بعد کشادگی رزق دے کر یا اس کے لیے رزق تنگ فرماتا ہے جس کے لیے چاہے بطور آزمائش) اور جو چیز تم (بھلائی میں) خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا..... (کہتے ہیں انسان اپنی آل و اولاد کو رزق دیتا ہے یعنی "اللہ کے دینے سے) اور (یاد کیجیے) جس دن ان سب کو (یعنی مشرکین کو) اٹھائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ تمہیں پوجتے تھے (ایسا کہ یہ دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کو یا ہ کے ساتھ بدل کر اور پہلے ہمزہ کے اسقاط کے ساتھ پڑھا گیا ہے) وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو (تو شریک کے ہونے سے منزہ ہے) تو ہمارا دوست ہے نہ کہ وہ (یعنی ہماری طرف سے تو ان کے اور ہمارے مابین کوئی دوستی نہیں ہے) بلکہ وہ جنہیں پوجتے تھے (یعنی شیاطین کو یوں کہ مشرکین ہماری پوجا کرنے میں شیطانوں کی اطاعت

کرتے تھے) ان میں اکثر انہیں پر یقین لائے تھے (یعنی ان میں سے اکثر ان کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کیا کرتے تھے) تو آج تم میں ایک دوسرے کا مالک نہیں (یعنی کوئی جھوٹا معبود اپنے جھوٹے عابد کا مالک نہیں) نہ نفع کا (یعنی شفاعت کا) اور نہ نقصان کا (یعنی عذاب دینے کا) اور ہم فرمائیں گے ظالموں (یعنی کافروں) سے اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے اور جب ان پر ہماری (قرآن کی) روشن (یعنی واضح) آیتیں پڑھی جائیں (زبان رسالت مآب ﷺ) کہتے ہیں یہ تو نہیں مگر ایک مرد کہ تمہیں روکنا چاہے ان سے جنہیں (ان بتوں سے جنہیں) تمہارے باپ دادا پوجتے تھے اور کہتے ہیں یہ (قرآن پاک) تو نہیں مگر جھوٹ ("الفک" کے معنی جھوٹ ہے اللہ ﷻ پر) جوڑا ہوا اور کافروں نے حق (یعنی قرآن پاک) کو کہا جب وہ ان کے پاس آیا یہ تو نہیں مگر کھلا جادو (ان کے معنی مانا فیر ہے، مبین بمعنی بین ہے) اور ہم نے انہیں کچھ کتابیں نہ دیں جنہیں پڑھتے ہوں نہ تم سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈرسانے والا آیا (تو وہ تمہیں کس طرح جھٹلا رہے ہیں؟) اور ان سے انگوٹوں نے جھٹلایا اور اس کے دسویں حصے کو بھی نہ پہنچے جو (قوت و طاقت، لمبی عمریں، بکثرت مال) ہم نے انہیں دیا تھا پھر انہوں نے (اپنی طرف بھیجے گئے) میرے رسولوں کو جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا انکار کرنا..... ۳..... (میرا ان پر عذاب نازل فرما کر اور انہیں ہلاک فرما کر انکار کرنا یعنی یقیناً وہ بر محل ہوا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقر بکم عندنا زلفی الا من امن وعمل صالحا فاولئک لہم جزاء الضعف بما عملوا وہم فی الغرفت امنون﴾

و: مستانفہ، ما مشابہ بئیس، اموالکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تانیہ، اولادکم: معطوف، بلکر اسم، ب: جار، التی: موصول، تقرب: فعل بافاعل، کم: مستثنیٰ منہ، الا جرف استثناء، من: موصول، امن: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عمل صالحا: جملہ فعلیہ معطوف، بلکر صلہ بلکر مبتداء، ف: جزائیہ، اولئک مبتداء، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، جزاء: مصدر بافاعل مضاف، الضعف: مضاف الیہ، بما عملوا: ظرف لغو، بلکر جملہ شبہ جملہ مبتداء مؤخر، بلکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ہم: مبتداء، فی الغرفت: ظرف لغو مقدم، امنون: اسم فاعل بافاعل، بلکر شبہ جملہ خبر، بلکر جملہ اسمیہ معطوف، بلکر خبر، بلکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، بلکر جملہ اسمیہ مستثنیٰ، بلکر مفعول، عندنا: ظرف، زلفی: "قربہ" موصوف محذوف کی صفت، بلکر مفعول مطلق، بلکر جملہ فعلیہ صلہ، بلکر خبر، بلکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿والذین یسعون فی ایتنا معجزین اولئک فی العذاب محضرون﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، یسعون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، معجزین: حال، بلکر فاعل، فی ایتنا: ظرف لغو، بلکر جملہ فعلیہ صلہ، بلکر مبتداء، اولئک: مبتداء، فی العذاب محضرون: شبہ جملہ خبر، بلکر جملہ اسمیہ خبر، بلکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ان ربی یسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر لہ﴾

قل: قول، ان ربی: حرف مشبہ واسم، یسط الرزق: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، من یشاء: موصول صلہ، بلکر ذوالحال، من عبادہ: ظرف مستقر حال، بلکر مجرور، بلکر ظرف لغو، بلکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یقدر لہ: جملہ فعلیہ معطوف، بلکر خبر، بلکر جملہ اسمیہ مقولہ، بلکر جملہ قولیہ۔

﴿وما انفقم من شیء لہو ینخلفہ وهو خیر الرزقین﴾

و: عاطفہ، ما بشرطیہ ذوالحال، من شیء: ظرف مستقر حال، بلکر مفعول مقدم، انفقم: فعل بافاعل، بلکر جملہ فعلیہ شرطیہ، ف: جزائیہ، ہو: مبتداء، ینخلفہ: جملہ فعلیہ خبر، بلکر جملہ اسمیہ جزاء، بلکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، ہو: مبتداء، خیر الرزقین: خبر، بلکر

﴿و کذب الذین من قبلہم وما بلغوا معشار ما اتینہم فکذبوا ارسلی﴾

و: عاطفہ، کذب: فعل، الذین من قبلہم: موصول صلہ، ملکر زوال حال، و: حالہ، ما بلغوا: فعل نفی باقائل، معشار: مضاف، ما اتینہم: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، کذبوا ارسلی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال، ملکر قائل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فکیف کان نکیر﴾

ف: عاطفہ، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، نکیر: اسم بمعنی انکار، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

بارگاہ الہی میں مقرب کون؟

۱..... اللہ کی بارگاہ تک پہنچانے والی چیز نہ تو مال ہے اور نہ ہی اولاد بلکہ یوں کہا جائے کہ مال و اولاد کی وجہ سے انسان بسا اوقات اللہ سے دور ہو جاتا ہے، ہاں تقویٰ کا واسطہ مل جائے تو خوف خدا، معرفت الہی، مل سکتی ہے۔ ہمارے اسلاف اپنی اولاد کی تربیت فرماتے، مال کو راہ خدا میں خرچ کرتے اور اپنے لئے تقویٰ کی دولت محفوظ کر لیتے۔

☆..... حضرت سیدنا ابن حبیب بن صمرہ سے مروی ہے کہ امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر ؓ کا ایک بیٹا اپنے مرض الموت میں بار بار نیکی کی جانب دیکھ رہا تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے امیر المومنین کی خدمت میں عرض کی کہ ہم نے آپ کے بیٹے کو دیکھا کہ وہ بار بار نیکی کی جانب دیکھ رہا تھا، جب لوگوں نے نیکی کو اٹھایا تو اس کے نیچے پانچ یا چھ دینار پڑے تھے، یہ دیکھ کر امیر المومنین ؓ نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور پڑھا انا لله وانا الیہ راجعون، مزید فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ تیری جلد اس کی سزا برداشت کر سکے گی۔

(الزهد للامام احمد بن حنبل، زهد ابی بکر صدیق، رقم: ۵۸۹، ص ۱۴۲)

☆..... حضرت حسن سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر فاروق ؓ نے اپنے دور خلافت میں خطبہ دیا اور اس وقت آپ نے جو چادر پہنی ہوئی تھی اس میں بارہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ سید عالم ؐ نے فرمایا: ”بیشک اللہ تمہاری صورتوں کی طرف دیکھتا ہے نہ تمہارے مال کی جانب، اللہ تمہارے دلوں اور اعمال کی جانب دیکھتا ہے۔“ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب: القناعة، رقم: ۴۱۴۳، ص ۶۸۹)

☆..... سیدنا ابو عمر بن علاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مولیٰ علی ؓ کو فرماتے ہوئے سنا: ”اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تمہارے دیئے ہوئے اموال میں سے میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے یہ کہہ کر اپنی آستین سے ایک بوتل نکالی اور فرمایا کہ یہ مجھے میرے غلام نے تحفہ دی تھی۔“

(الزهد للامام احمد، زهد امیر المومنین علی، رقم: ۶۹۵، ص ۱۵۷)

رضائے الہی کے لئے خرچ کرنے کی اہمیت:

۲..... زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے امیر المومنین عمر فاروق ؓ کو فرماتے ہوئے سنا: ”رسول اللہ ؐ نے صحابہ کرام کو صدقہ دینے کا حکم دیا، اتفاق سے میرے پاس اس وقت مال موجود تھا، میں نے دل میں خیال کیا اگر میں کسی دن امیر المومنین صدیق اکبر ؓ سے بڑھ سکتا ہوں تو وہ آج ہی کا دن ہے، آپ فرماتے ہیں اپنا آدھا مال لے کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا، سید عالم ؐ نے دریافت کیا گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے، میں نے عرض کی: آدھا مال ان کے لئے چھوڑ آیا ہوں، اتنے میں صدیق اکبر آئے اور اپنا سارا مال بارگاہ اقدس میں ڈھیر کر دیا، پوچھا گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے، عرض کی: ان کے لئے اللہ اور

اس کا رسول کافی ہیں۔ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا: میں کبھی کسی معاہدے میں ان سے نہیں بڑھ سکتا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب: الرخصة فی ذلك، رقم: ۱۶۷۸، ص ۳۱۴)

☆..... سیدنا عبدالرحمن بن ابی حباب سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر لوگوں کو راہ خدا میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی تو امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”میں نے سوہ۱ اڈنٹ ساز و سامان کے ساتھ راہ خدا میں دیئے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ترغیب دلائی تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: ”میں نے سواونٹ مزید راہ خدا میں دیئے۔“ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ترغیب دلائی تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی: ”میں نے مزید سوہ۱۰ راہ خدا میں پیش کئے۔“ راوی کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں دیگا۔“ (المسند للإمام احمد بن حنبل، حدیث عبدالرحمن بن حباب السلمی، رقم: ۱۶۶۹۶، ج ۵، ص ۶۰۴)

نبوت اور وحی کا انکار کرنا عذاب کو دعوت دینا ہے!

۳..... وحی نبوت، انبیائے کرام کے لئے خاص ہے، جو اسے کسی غیر نبی کے لئے مانے کا فر ہے، نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے، اُس کے جھوٹے ہونے کا احتمال نہیں، ولی کے دل میں بعض وقت سوتے یا جاگتے میں کوئی بات اِلقاء ہوتی ہے، اس کو الہام کہتے ہیں، اور وحی شیطانی کہ اِلقاء من جانب الشیطان، یہ کابن، ساحر، اور دیگر کفار و فساق کے لئے ہوتی ہے۔

(بہار شریعت معرجہ، نبوت کا بیان، حصہ اول، ج ۱، ص ۳۵ وغیرہ)

اغراض:

قریبی: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿زلفی﴾ مصدر بمعنی فعل ہے۔
 لکن: ﴿من امن﴾ میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد استثناء منقطع ہے، اور یہ خطاب کفار کی جانب محمول کیا گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ استثناء متصل ہو اور خطاب عام ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ مال و اولاد اسی کو فائدہ دے گی جو مؤمن و صالح ہو اور اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرنے والا ہو کیونکہ اگلا کلام انہی کے مطابق ﴿فلا لنک﴾ سے ہو رہا ہے۔

مقدرین عاجزنا: یعنی ہماری آیات میں خرابی کی کوشش کرنے والے سمجھتے ہیں کہ وہ ہمیں عاجز کر دیں گے اور ہم ان پر قابو نہ پاسکیں گے۔ یقال کل انسان: اس جملے سے معلوم ہوا کہ اللہ ہی رزاق ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں جمع ﴿الرازقین﴾ کا صیغہ باعتبار جمع صوری کے ہے، پس اللہ رزق کا خالق ہے اور بندے اس کے اسباب و ذرائع ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ اس جواب سے مفضل و مفضل علیہ کے مابین مشارکت پیدا ہوگئی؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ الرزاق کا اطلاق رزق پہنچانے اور رزق پیدا کرنے دونوں پر ہوتا ہے، پس اللہ رزق کا پیدا کرنے والا ہے اور اپنے بندوں کے ذریعے دیکر لوگوں تک اس رزق کو پہنچانے کا اہتمام بھی فرماتا ہے گویا بندے وسیلہ و ذریعہ ہیں۔

یورق عاللہ: یعنی عیالہ ہے، یعنی انسان اپنے اہل و عیال کی کفالت کرتا ہے، یہی یہاں بھی مراد ہے۔
 ای یطیعونہم: یعنی جن کی عبادت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جنات کے وسوسوں پر عمل کرتے ہیں، اور انہیں فرشتے جانتے ہیں جیسا کہ خزائن نامی جماعت جنات کی عبادت کرتی تھی اور گمان کرتی تھی کہ جن اللہ کے مقرب فرشتے اور بیٹیاں ہوتے ہیں۔

ای بعض المعبودین: سے مراد ملائکہ ہیں۔ بعض العابدین: سے مراد کفار ہیں۔

من القوة: یعنی نہ تو جسمانی طاقت، لمبی عمر اور مال کثیر، کچھ بھی نہیں پس ہلاکت سے بچانے والی کوئی چیز ان کے پاس نہیں کیونکہ مذکورہ

چیزیں بھی اللہ کی ہلاکت سے نہیں بچا سکتیں۔

واقعہ موقعہ: مراد عایت درجہ کا عدل ہے، جو ظلم و زیادتی کی نفی کرتا ہے۔

(الصاری ج ۵، ص ۶۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿قُلْ إِنَّمَا أَعْظَمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ﴾ ۷۷ ﴿هِيَ﴾ ﴿أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ﴾ ﴿أَي لَاجِلِهِ﴾ ﴿مَنْشَى﴾ ﴿أَيِ اثْنَيْنِ﴾ ﴿وَأَفْرَادِي﴾ ﴿أَيِ﴾
 واحدا واحدا ﴿ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا﴾ ﴿ف﴾ ﴿فَتَعَلَّمُوا﴾ ﴿مَا بِصَاحِبِكُمْ﴾ ﴿مُحَمَّدٌ﴾ ﴿مِنْ جَنَّةٍ﴾ ﴿جَنُونَ﴾ ﴿أَنْ﴾ ﴿مَا﴾ ﴿هُوَ﴾
 إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيَّ﴾ ﴿أَي قَبْلَ﴾ ﴿عَذَابٍ شَدِيدٍ﴾ ﴿۳۶﴾ ﴿فِي الْآخِرَةِ إِنْ عَصَيْتُمْوه﴾ ﴿قُلْ﴾ ﴿لَهُمْ﴾ ﴿مَا سَأَلْتُمْ﴾
 ﴿عَلَى الْإِنذَارِ وَالْتِلْيَعِ﴾ ﴿مَنْ اجْر فَهُوَ لَكُمْ﴾ ﴿أَي لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اجْر﴾ ﴿أَنْ اجْر﴾ ﴿مَا تَوَابِي﴾ ﴿الَا﴾
 على الله وهو على كل شيء شهيد ﴿۳۷﴾ ﴿مَطَّلَعٌ يَعْلَمُ صِدْقِي﴾ ﴿قُلْ ان رَّبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ﴾ ﴿يَلْقِيهِ إِلَى﴾
 أَنْبِيَائِهِ﴾ ﴿عَلَامُ الْغُيُوبِ﴾ ﴿۳۸﴾ ﴿مَا غَابَ عَنْ خَلْقِهِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ﴿قُلْ جَاءَ الْحَقُّ﴾ ﴿الْإِسْلَامُ﴾ ﴿﴾
 وما يبدى الباطل ﴿الْكَفْرُ﴾ ﴿وما يعيد﴾ ﴿۳۹﴾ ﴿أَي لَمْ يَبْقَ لَهُ أَثَرٌ﴾ ﴿قُلْ ان ضَلَلْتُ﴾ ﴿عَنِ الْحَقِّ﴾ ﴿فَانْمَاضِلْ﴾
 على نفسي ﴿﴾ ﴿أَيِ ائْتَمُّ ضَلَالِي عَلَيْهَا﴾ ﴿وان اهتديت فيما يوحى الى ربي﴾ ﴿مِنَ الْقُرْآنِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ﴿انہ﴾
 سمیع ﴿لِلدَّعَاءِ﴾ ﴿قَرِيبَ﴾ ﴿۵۰﴾ ﴿وَلَوْ تَرَى﴾ ﴿يَا مُحَمَّدُ﴾ ﴿اذ فزعوا﴾ ﴿عِنْدَ الْبَعْثِ لَرَأَيْتُ امْرَأَ عَظِيمًا﴾ ﴿فَلَا فَوْتُ﴾
 ﴿لَهُمْ مَنَآئِي لَا يَقُوتُونَنا﴾ ﴿واخذوا من مكان قريب﴾ ﴿۵۱﴾ ﴿أَيِ الْقُبُورِ﴾ ﴿وَقَالُوا امْنَا بِهِ﴾ ﴿﴾ ﴿أَيِ بِمُحَمَّدٍ أَوْ﴾
 الْقُرْآنِ﴾ ﴿وانى لهم التناوش﴾ ﴿بِالْوَاوِ بِالْهَمْزَةِ بَدَلَهَا أَي تَنَاوَلُ الْإِيمَانَ﴾ ﴿مِنْ مَكَانٍ﴾ ﴿بَعِيدٍ﴾ ﴿۵۲﴾ ﴿عَنْ مَحَلِّهِ﴾
 إِذْهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَمَحَلُّهُ الدُّنْيَا﴾ ﴿وقد كفروا به من قبل﴾ ﴿فِي الدُّنْيَا﴾ ﴿ويقذفون﴾ ﴿يَرْمُونَ﴾ ﴿بِالْغَيْبِ مِنْ﴾
 مكان بعيد ﴿۵۳﴾ ﴿أَيِ بِمَا غَابَ عِلْمُهُ عَنْهُمْ غَيْبَةً بَعِيدَةً حَيْثُ قَالُوا فِي النَّبِيِّ سَاحِرٌ شَاعِرٌ كَاهِنٌ وَفِي﴾
 الْقُرْآنِ سِحْرٌ شِعْرٌ كَهَانَةٌ﴾ ﴿وحيل بينهم وبين ما يشتهون﴾ ﴿مِنَ الْإِيمَانِ أَي قَبُولِهِ﴾ ﴿كَمَا فَعَلَ بِأَشْيَاعِهِمْ﴾
 ﴿أَشْبَاهِهِمْ فِي الْكُفْرِ﴾ ﴿مَنْ قَبْلَ﴾ ﴿أَي قَبْلَهُمْ﴾ ﴿انهم كانوا في شك مريب﴾ ﴿۵۴﴾ ﴿مَوْقِعَ الرِّيْبِ لَهُمْ فِيمَا﴾
 امنوا به الْآنَ وَلَمْ يَعْتَدُوا بِدَلَالِهِ فِي الدُّنْيَا.

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں (اور وہ نصیحت یہ ہے) کہ اللہ کے لیے کفرے رہو دو دو (منشی بمعنی الثنین الثنین) اور اکیلے
 اکیلے (فردی بمعنی واحدا واحدا ہے) پھر سوچو.....!..... تو (تتفکروا بمعنی فتعلموا ہے) کہ تمہارے ان صاحب (یعنی
 محمد ﷺ) میں جنون کی کوئی بات نہیں (جنہ کے معنی جنون ہے) وہ تو نہیں (ان کے معنی ما نافیہ ہے) مگر تمہیں ڈرسانے والے ایک
 سخت عذاب کے آگے (یعنی سخت عذاب کے آنے سے پہلے جو آخرت میں ملے گا اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو) تم (ان لوگوں
 سے) فرماؤ میں نے (اس انذار و تبلیغ پر) تم سے کچھ اجر مانگا ہو تو وہ تمہیں کو (یعنی میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگا) میرا اجر (یعنی
 میرا ثواب) نہیں (ان کے معنی مانافیہ ہے) مگر اللہ پر اور وہ ہر چیز پر مطلع ہے (وہ میری صداقت کو جانتا ہے، شہید بمعنی مطلع ہے) تم

فرماؤ بیشک میرا رب حق القاء فرماتا ہے (اپنے انبیائے کرام کو حق القاء فرماتا ہے) بہت جاننے والا سب غیبوں کا (زمین و آسمان میں موجود کوئی شے اس سے غائب نہیں ہے) تم فرماؤ حق (یعنی اسلام.....) آیا اور باطل (یعنی کفر) نہ پہل کرے اور پھر کر نہ آئے (یعنی اس کا کچھ اثر باقی نہ رہا) تم فرماؤ اگر میں (حق سے) بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا..... (میرے بہکے کا گناہ مجھی پر ہے) اور اگر میں نے راہ پائی تو اس کے سبب جو میرا رب میری طرف وحی فرماتا ہے (یعنی قرآن پاک اور حکمت کے سبب) بیشک وہ سننے والا ہے (دعاؤں کا) اور نزدیک ہے اور کسی طرح (اے حبیب ﷺ) تو دیکھے جب وہ (اٹھائے جانے کے وقت) گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے (تو آپ ﷺ ایک امر عظیم ملاحظہ کریں گے) پھر بچ نہ پائیں گے (یعنی وہ ہم سے بچ کر نہ نکل سکیں گے) اور ایک قریب جگہ (یعنی قبروں) سے پڑ لیے جائیں گے ہم اس پر (یعنی محمد ﷺ یا قرآن پاک پر) ایمان لائے اور اب وہ اسے کیسے پائیں (یعنی ایمان کو، تناسل کو واد کے ساتھ اور واد کے بجائے ہمزہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) اتنی دور جگہ سے (جو ایمان لانے کے محل سے دور ہے کیونکہ کفر آخرت میں ہونگے اور ایمان لانے کی جگہ دنیا ہے) کہ پہلے تو (دنیا میں) اس سے کفر کر چکے اور بے دیکھے پھینک مارتے ہیں (بمقدفون بمعنی یسرمون ہے) دور مکان سے (یعنی ایسی باتیں کرتے ہیں جس کا علم خود انہیں نہیں ہوتا وہ باتیں حقیقت سے دور ہوتی ہیں جیسے نبی پاک ﷺ کے بارے میں کفار بکواس کرتے، کہتے کہ معاذ اللہ ساحر ہیں، شاعر، کاہن، ہیں اور قرآن کے بارے میں کہتا کہ یہ جادو ہے، شعر ہے، کہانت ہے) اور روک کر دی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے (یعنی ایمان میں یعنی قبولیت ایمان میں) جیسے ان کے پہلے گروہوں کے ساتھ کیا گیا تھا (جو کفر میں ان لوگوں کے مشابہ تھے، قبیل کا مضاف الیہ ہم ضمیر محذوف ہے) بیشک وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے (یعنی ایسے شک میں مبتلا تھے جو خود ان کو دھوکے میں ڈالنے والا تھا اس ذات کے بارے میں جس پر اب وہ ایمان لائے ہیں حالانکہ دنیا میں اس کے دلائل سے ہدایت نہیں پاتے تھے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل انما اعظکم بواحدة تقووا الله مفردی ثم تفکروا﴾۔

قل: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، اعظکم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، وواحدة: بمبدل منہ، ان: مصدریہ، تقووا: فعل واو ضمیر ذوالحال، مشنی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مفردی: معطوف، ملکر فاعل، لہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، تفکروا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ما بصاحبکم من جنة ان هو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید﴾۔

ما: تانیہ، بصاحبکم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، جنة: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستافہ، ان: تانیہ، هو: مبتدا، الا: اداة حصر، نذیر لکم: شبہ جملہ موصوف، بین: مضاف، یدی: عذاب شدید، مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق بمحذوف صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ما سالتکم من اجر فهو لکم﴾۔

قل: قول، ما: شرطیہ ذوالحال، من اجر: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول ثانی، سالتکم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرطیہ، جزائیہ، هو: مبتدا، لکم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان اجری الا علی الله وهو علی کل شیء شہید﴾۔

ان: تانیہ، اجری: مبتدا، الا: علی اداة حصر، علی الله: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، هو: مبتدا، علی کل شیء: شہید: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ان ربی یقذف بالحق علام الغیوب﴾۔

قل: قول، ان ربی: حرف مشبہ واسم، یقذف بالحق: جملہ فعلیہ خبر اول، علام الغیوب: خبر ثانی، مکر جملہ اسمیہ مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿قل جاء الحق وما یدئی الباطل وما یمید﴾۔

قل: قول، جاء الحق: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما یدئی: فعل نفی، الباطل: فاعل، مکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، ما یمید: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، مکر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿قل ان ضللت فانما اضل علی نفسی وان اهتدیت فبما یوحی الی ربی﴾۔

قل: قول، ان: شرطیہ، ضللت: فعل بافاعل، مکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ واکافہ، اضل علی نفسی: فعل

بافاعل و ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ جزا، مکر جملہ شرطیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، اهتدیت: جملہ فعلیہ

شرط، ف: جزائیہ، ب: جار، ما: موصولہ، یوحی الی ربی: جملہ فعلیہ صلہ، مکر مجرور، مکر ظرف مستقر فعل محذوف "اهتدی" کیلئے، مکر

جملہ فعلیہ جزا، مکر جملہ شرطیہ معطوف، مکر مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿انه سمیع قریب﴾ ولوتوی اذ فزعوا﴾۔

انه: حرف مشبہ واسم، سمیع قریب: خبر ان، مکر جملہ اسمیہ، و: متانفہ، لو: شرطیہ، توی: فعل بافاعل، اذ: مضاف، فزعوا: جملہ فعلیہ

مضاف الیہ، مکر جملہ فعلیہ جزا محذوف "لرایت امرا عظیما" کیلئے شرط، مکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلا فوت و اخذوا من مکان قریب﴾۔

ف: متانفہ، لا: نافی جنس، فوت: اسم "لهم" ظرف مستقر خبر محذوف، مکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اخذوا: فعل مجہول بانائب الفاعل، من

مکان قریب: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقالوا المناہ وانی لهم التناوش من مکان بعید﴾۔

و: عاطفہ، قالوا: قول، المناہ: جملہ فعلیہ مقولہ، مکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، انی: اسم استفہام خبر مقدم، لهم: ظرف مستقر حال

مقدم، التناوش من مکان بعید: شبہ جملہ ذوالحال، مکر مبتدا مؤخر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقد کفروا بہ من قبل ویقذ فون بالغیب من مکان بعید﴾۔

و: حالیہ، قد: جمعیتیہ، کفروا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، مکر فاعل، بہ: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ معطوف

علیہ، و: عاطفہ، یقذ فون: فعل بافاعل، بالغیب: ظرف لغو، من مکان بعید: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ معطوف، مکر

ما قبل "لهم" کی "ہم" سے حال ہے۔

﴿ووحیل بینہم و بین ما یشتہون﴾۔

و: عاطفہ، وحیل: فعل مجہول بانائب الفاعل، بینہم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بین: مضاف، ما یشتہون: موصول صلہ، مکر مضاف

الیہ، مکر معطوف، مکر ظرف، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿کما فعل باشیاعہم من قبل انہم کانوا فی شک مریب﴾۔

کاف: جار، ما: موصول، فعل: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، مکر نائب الفاعل، باشیاعہم: ظرف لغو، مکر جملہ

فعلیہ صلہ، مکر مجرور، مکر ظرف مستقر "لعلہ" مصدر محذوف کی صفت، مکر فعل محذوف "فعل بہم" کیلئے موصول مطلق، مکر جملہ فعلیہ "ای

فعل بهم فعلا كما باشياهم من قبل "الهم: حرف مشبہ واسم، کانوالی شک مرہب: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اعراض﴾

تنہا غور و فکر کرنے کی توجیہ:

۱..... تنہا غور و فکر کرنے یا دو دو احباب کا غور و فکر کرنے کی اہمیت کی جانب توجہ دلانا مقصود ہے کہ تنہا شخص عموماً انصاف کی جانب مائل ہو کر ہدایت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جب دو دو افراد بھی نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں، جبکہ کئی احباب کا کسی معاملہ میں ہم خیال ہونے کے امکانات کم ہی ہوا کرتے ہیں اگرچہ دینی معاملے میں ہمیں اپنی عقل پر اعتماد ہی نہ کرنا چاہئے بلکہ ہمیں اللہ پر بھروسہ چاہیے، لیکن جہاں کفر کی تاریکیاں مظلمارہی ہوں وہاں طرح طرح سے دعوت حق دی جانی چاہیے کہ زہے نصیب کسی بات کی جانب دل ٹھک جائے اور ایمان نصیب ہو جائے۔
(روح البیان، ج ۷، ص ۳۶۱ ملخصاً و ملقطاً بتغیر قلیل)

حق بمعنی اسلام یا کچھ اور؟

۲..... سعید نقادہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن ہے، نحاس کہتے ہیں کہ یہاں کچھ محذوف ہے، تقدیر کلام یوں ہے: "جاء صاحب الحق"۔ یعنی وہ کتاب جس میں دلائل و براہین ہیں۔ اور باطل سے مراد شیطان ہے۔ (القرطبی، الجزء ۲۲، ص ۲۷۴)
علامہ آلوسی کہتے ہیں: حق سے مراد اسلام، توحید اور قرآن ہے، ایک قول کے مطابق حق سے مراد تلوار ہے کہ جس کے ذریعے فیصلہ ہوتا ہے۔ اور باطل سے مراد کفر و شرک ہے۔
(روح المعانی، الجزء ۲۲، ص ۴۵۰)

☆..... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بیت تھے، آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی آپ اس کو ان میں چھو کر فرماتے: ﴿جاء الحق وزهق الباطل حق آیا اور باطل مٹ گیا﴾ (الاسراء: ۸۱)۔

(صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب: هل تكسر الدنان التي، رقم: ۲۴۷۸، ص ۴۰۰)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی جانب بھکنے کی نسبت کرنا:

۳..... مختلف مترجمین نے اس آیت کا ترجمہ کن الفاظ میں کیا، درج ذیل نقل کیا جاتا ہے:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

"تم فرماؤ اگر میں بہکا تو اپنے ہی بڑے کو بہکا۔"

سید احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

"فرمادیجئے! اگر میں بہک جاؤں تو اپنے ہی ضرر کو بہکوں گا۔"

پیر محمد کرم شاہ الازہری کہتے ہیں:

"فرمائیے! تمہارے گمان کے مطابق) اگر میں بہک گیا تو اس کا وبال میری جان پر ہوگا۔"

سید محمد محدث کچھوچھوی لکھتے ہیں:

"کہہ دو کہ اگر میں گمراہ ہوتا تو بہکتا اپنے بڑے کو۔"

علامہ رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"آپ کہیے میں (بالفرض) گمراہ ہوں تو میری گمراہی کا ضرر صرف مجھ پر ہی ہوگا۔"

اغراض:

ہی: یہاں قیام حقیقی مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تو قدموں پر کھڑے ہونے کا نام ہے، یہاں ہمت صرف کرنا، مشغول ہونا اور محنت کرنے کے معاملے میں ٹھکر کرنا اور جو کچھ آپ ﷺ لائے اس میں بھی غور و فکر کرنا شامل ہے کیونکہ یہ ہر مکلف پر سب سے پہلا واجب ہے، کہ اس واجب کی ادائیگی میں نظر کرے۔

فعلعموا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ غور و فکر اور علم کا نتیجہ جان لینا ہے، اور تفکر و فکر کا معمول محذوف ہے، تقدیر عبارت یہ ہے: ”تفکر و افی احوال محمد یعنی محمد ﷺ کے احوال میں غور کرو“ تمہیں علم حاصل ہو جائے گا اور وہ علم یہ کہ تمہارے صاحب میں کوئی جنون اور نقص نہیں ہے۔

ای لا اسالکم علیہ اجرا: معنی یہ ہے کہ میں تم سے اجر نہیں مانگتا تاکہ نفع میری جانب ہی لوٹے، جیسا کہ اللہ کے فرامین میں اس بات کا اشارہ یوں ملتا ہے: ﴿قل لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی القربی (شوری: ۲۳)﴾، ﴿ما اسئلكم علیہ من اجر الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا﴾ (الفرقان: ۵۷)۔

ما غاب عن خلقہ: مخلوق کی جانب نسبت کرنے کے لئے غیب کا لفظ استعمال فرمایا، ورنہ ہر شہادت اللہ ہی کی جانب سے ہوا کرتی ہے۔ عند البعث: وقت فزع (خوف) کے بارے میں ایک قول یہی ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ بدر کے دن خوف محسوس ہوا جب فرشتوں کے ذریعے گردنیں ماری گئیں اور انہیں توبہ کرنے کی مہلت نہ ملی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ آیت اُن آٹھ ہزار کے بارے میں نازل ہوئی جو آخری زمانے میں ہو گئے اور کعبہ معظمہ میں خرابی کریں گے، پھر جب بیدار (علاقے کا نام ہے) میں داخل ہو گئے تو ان کے ساتھ زمین میں دفن جائیں گے مراد قریب کے مکان میں دفن جانا ہے۔

لرایت امرا عظیمما: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ”لو“ کا جواب محذوف ہے۔ ای القبور: یعنی دنیا میں ان کے ٹھکانوں کے قریب ترین، یا یہ مراد ہے کہ ان کی روحیں ان کے مکانوں ہی میں قبض کر لی گئیں اور انہیں جائے فرار نہ مل سکی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مکان قریب سے مراد جنمیوں کی قبریں ہیں اور وہ اپنی قبروں سے جہنم میں داخل کرنے کے لئے نکالے جائیں گے۔

ای قبولہ: یعنی خاص من چاہی آخرت کے لئے روک دی گئی ہے۔

ای قبلہم: مراد سابقہ دنیاوی زمانہ ہے نہ کہ اخروی، کیونکہ قیامت کا زمانہ تو متحد ہو گا اس میں سابق و لاحق کچھ نہ ہو گا۔

اعتوا: یعنی آخرت میں ایمان لانا، جب کہ دنیا میں سید عالم ﷺ کے دلائل پر اعتماد رکھ کر ایمان نہ لائے تھے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۷۱ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

سورة فاطر مكيه وهى خمس او ستون واربعون آية

سورة فاطر كى هے اور اس ميں ۳۵ يا ۳۶ آيات هيں

تعارف سورة فاطر

اس سورت ميں پانچ ركوع، ۷۰ كلمات، ۳۱۳۰ حروف هيں۔ اس سورت ميں بنيادى طور پر عقيدة توحيد كو ثابت كرنے كے ليے اللہ ﷻ كى عظمتوں اور اس كى شان كبريائي كو بيان كيا گيا هے اور اس كے پہلو بہ پہلو وہ معبودان باطل جن كى پرستش مكہ بلکہ دنيا بھر كے مشرك كيا كرتے تھے اس كا بهي ذكر هوا۔ يوں سمجھ لييجے كہ انسانيت بالكل دم توڑ چكى تھی اگر چه اس طرح كے مضامين قرآن ميں متعدد بار دهرائے گئے هيں جس كا مقصد يه تھا كہ قارى ذہن نشين كر لیں اور عبرت حاصل كريں۔ سيد عالم رحمۃ اللہ علیہ سر اپار حمت بن كر جلوہ فرما هوئے اور يه وه هستى هيں جن كے دل ميں انسانيت كى ہمدردى موجزن هے، انسان تو انسان جانور تك دامن شفقت سے نفع پاتے هيں۔ جس ذات كى دلى كيفيات اسكى هوں ان كا خلق خدا پر احسان كس قدر ہوتا ہوگا؟ نامصعب حالات ميں بهي دامن تبليغ نہ چھوڑا بلکہ لوگوں كى ہدايت كے ليے كوشاں ہی رہے۔ اس سورت ميں ان لوگوں كا بهي بيان باخوبى كيا گيا هے جو ہدايت كو چھوڑ كر كجروى اختيار كرتے هيں، صاف ستھرى پاكيزه زندگى كے بجائے فسق و فجور سے آلوده غليظ زندگى گزارنا پسند كرتے هيں۔ اس سلسلے ميں دو اسباب پيش خدمت هيں: (۱)..... دنياوى مال و اسباب كى چمك دمك انہیں اسيا كرنے پر مجبور كر ديتى هے، اہل دنيا جس جاہ و جلال سے اپنى گزر بسر كرتے هيں انہیں ديكھ كر ريس پيدا ہوتى هے اور عین انہيں جيسا بننے كے ليے ناجائز ذرائع اختيار كر كے مال حاصل كر ليا جاتا هے اور اخروى سكون كو داؤ پر لگا ديا جاتا هے۔ (۲)..... اگر چه فطرت گناہوں كو ناپسند كرتى هے ليكن شيطان ان غلط كار يوں كو انسان كے سامنے اس طرح بنا سنوار كر پيش كرتا هے كہ انسان كا دل اس ميں پھنس جاتا هے اور پھر جو كچھ اختيار كر ليتا هے اس كا ذكر آيت نمبر ۵ اور ۶ ميں بخوبى كر ديا گيا هے۔ تاہم پستى ميں كرنے كے باوجود ہدايت كا دروازہ كھلا هے۔ ہر ممكن كوشش كر كے انسان اپنى زندگى كو بہتر بنائے اور وقت كى قدر كرتے هوئے اخروى زندگى كو بہتر بنانے كى سعى كرے۔

ركوع نمبر: ۱۳

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ كے نام سے شروع جو نہايت مہربان رحم والا

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ حَمْدُ تَعَالَى نَفْسُهُ بِذَلِكَ كَمَا بَيَّنَّ فِي أَوَّلِ سَبَاقِ ﴿فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ خَالِقِهُمَا عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ سَبَقَ ﴿جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا﴾ إِلَى الْأَنْبِيَاءِ ﴿أُولَى الْجَنَّةِ مِثْنَى وَثَلَاثَ وَرَبِيعَ طَيْرٍ فِي

الْخَلْقِ﴾ فِي الْمَلَائِكَةِ وَغَيْرِهَا ﴿مَا يَشَاءُ﴾ طَانِ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿مَا يَفْتَحُ اللَّهُ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةٍ﴾ كَرِزِقٍ وَمَطَرٍ ﴿فَلَا مُمْسِكَ لَهَا﴾ وَمَا يُمْسِكُ ﴿مِنْ ذَلِكَ﴾ ﴿فَلَا مَرْسَلٍ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ﴾ طَأَى بَعْدَ

إِمْسَاكِهِ ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ﴾ الْغَالِبُ عَلَى أَمْرِهِ ﴿الْحَكِيمُ﴾ ﴿فِي فِعْلِهِ﴾ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ﴾ ﴿أَيُّ أَهْلِ مَكَّةَ﴾ ﴿اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ﴾ ﴿بِإِسْكَانِكُمْ الْحَرَمَ وَمَنْعِ الْغَارَاتِ عَنْكُمْ﴾ ﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ﴾ ﴿مِنْ زَالِدَةٍ وَخَالِقٍ مُبْتَدَأٍ﴾

﴿غَيْرِ اللَّهِ﴾ ﴿بِالرَّفْعِ وَالنَّزْهِقِ﴾ لِنَخَالِقِ لَفْظًا وَمَحَلًّا وَغَيْرِ الْمُبْتَدَأِ ﴿يَسْرُزِقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ﴾ ﴿وَالْمَطَرِ﴾ ﴿وَمِنْ﴾ ﴿الْأَرْضِ﴾ ﴿النَّبَاتِ وَالْإِسْتِفْهَامِ لِلتَّقْرِيرِ﴾ آى لَا خَالِقَ رَازِقٍ غَيْرُهُ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا

هو سلفى لمانى توفكون (۳) من اين نصرفون عن توحيد مع اقراركم بانه الخالق الرازق وان يكذبوك يا محمد في ميثك بالتوحيد والتبعث والحساب والعقاب فقد كذبت رسل من قبلك في ذلك فاصبر كما صبروا والى الله ترجع الامور (۴) في الاخرة فيجازى المكذبين وينصّر المرسلين يا ايها الناس ان وعد الله بالبعث وغيره حق فلا تفرنكم الحيوۃ الدنيا رقة عن الايمان بذلك ولا يفرنكم بالله في حمله وامهاله الغرور (۵) الشيطان ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدوا بطاعة الله ولا تطيعوه انما يدعوا حزبه اتباعه في الكفر ليكونوا من اصحاب السعير (۶) النار الشديدة الذين كفروا لهم عذاب شديد والذين امنوا وعملوا الصلحت لهم مغفرة واجر كبير (۷) فهذا بيان ما لموافق الشيطان وما لمخالفيه .

ترجمہ

سب خوبیاں اللہ کو (ان کلمات کے ذریعے اللہ نے خود اپنی ذات کی حمد فرمائی ہے جیسا کہ سورہ سبأ کی ابتدا میں اس بات کو بیان کر دیا گیا ہے) جو آسمانوں اور زمین کو بنانے والا (فاطر السموات والارض کا معنی ہے بغیر کسی سابقہ نمونے کے زمین و آسمان کو بنانے والا ہے) فرشتوں کو بھیجنے والا قاصد بنا کر (انبیائے کرام کی طرف) جن کے دودو تین تین چار چار پر ہیں بڑھاتا ہے (فرشتوں وغیرہ کی.....) پیداؤں میں جو چاہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھولے (جیسے رزق و بارش) اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جو کچھ روک لے (اس رحمت کو) تو اس کے بعد (یعنی اس کی روک کے بعد) اس کا کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی ہے غالب (اپنے امر پر غالب ہے) حکمت والا ہے (اپنے فعل میں) اے لوگوں (یعنی اے اہل مکہ) اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو (کہ اس نے تمہیں حرم میں سکونت دی اور قتل و غارتگری کرنے والوں کو تم سے روک دیا.....) کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے (من خالق میں من زائد ہے اور خالق مبتدأ بن رہا ہے غیر مرفوع و مجرد دونوں صورتوں میں لفظ اور محلاً خالق کی صفت ہے اور مبتدأ کی خبر رزق کم..... الخ ہے) آسمان سے (بصورت بارش) اور زمین سے (بصورت نباتات) تمہیں روزی دے (یہ استفہام تقریری ہے معنی یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خالق و رازق نہیں ہے) اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو (اسی معنی ابن ہے یعنی اللہ کے خالق و رازق ہونے کا اعتقاد رکھنے کے باوجود اس کی توحید سے کہاں اوندھے جاتے ہو؟) اور (اے حبیب اللہ) اگر یہ تمہیں جھٹلائیں (عقیدہ توحید و قیامت اور حساب و عقاب کے سبب، جو آپ ﷺ لے کر آتے ہیں) تو بیشک (اس باب میں) تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے (تو جس طرح انہوں نے صبر کیا آپ ﷺ بھی صبر کریں) اور سب کام (آخرت میں) اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں (پس وہ جھٹلانے والوں کو بدلہ دیگا اور مسلمانوں کی مدد فرمائے گا) اے لوگوں! بیشک اللہ کا وعدہ (مرنے کے بعد اٹھانے جانے وغیرہ کا) سچا ہے تو ہرگز تمہیں (اس پر ایمان لانے سے) دھوکہ نہ دے دنیا کی زندگی تو ہرگز تمہیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے (اس کے حکم فرمانے اور مہلت دینے کے بارے میں) وہ بڑا فریبی (یعنی شیطان.....) بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اس کو دشمن سمجھو (اس کی اطاعت نہ کرو اور اللہ ﷻ کی فرمانبرداری کرتے رہو) وہ تو اپنے گروہ کو (کفر میں اپنی پیروی کرنے والوں کو) اسی لئے بلاتا ہے کہ دوزخیوں میں ہوں (سعیر کے معنی شدید آگ

ہے) کافروں کے لیے سخت عذاب ہے اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے (یہ بیان شیطان کے موافقین اور اس کے مخالفین کی حالتوں کا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الحمد لله فاطر السموت والارض جاعل الملكة رسلا اولی اجنحه مثنی وثلاث وربیع﴾
الحمد: مبتدا: لام: جار، الله: موصوف، فاطر: اسم فاعل بافاعل مضاف، السموت والارض: مفعول مضاف الیه مکرر صفت

اول، ج: اسم فاعل بافاعل مضاف، ال: مفعول مضاف الیه مفعول
اول، رسلا: موصوف، اولی: مضاف، اجنحه: موصوف، مثنی، معطوف علیہ، وثلاث وربیع: معطوفان، مکرر صفت، مکرر صفت، مکرر
مضاف الیه، مکرر صفت، مکرر مفعول ثانی، مکرر شبہ جملہ صفت ثانی، مکرر مجرور، مکرر ظرف مستقر خبر، مکرر جملہ اسمیہ۔

﴿یزید فی الخلق ما یشاء ان الله علی کل شیء قدیور﴾

یزید: فعل بافاعل، فی الخلق: ظرف لغو، ما یشاء: موصول صلیہ مکرر مفعول، مکرر جملہ فعلیہ متناہ، ان الله: حرف مشبہ وام، علی
کل شیء قدیور: شبہ جملہ خبر، مکرر جملہ اسمیہ۔

﴿ما یفتح الله للناس من رحمة فلا ممسک لها﴾

ما: شرطیہ ذوالحال، من رحمة: ظرف مستقر حال، مکرر مفعول مقدم، یفتح الله للناس: فعل وقاعل و ظرف لغو، مکرر جملہ فعلیہ
شرط، ف: جزائیہ، لانیبی جنس، ممسک: اسم، لها: ظرف مستقر خبر، مکرر جملہ اسمیہ جزا، مکرر جملہ شرطیہ۔

﴿وما یمسک فلا مرسل له من بعده وهو العزیز الحکیم﴾

و: عاطفہ، ما شرطیہ مبتدا، یمسک: فعل بافاعل، مکرر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لانیبی جنس، مرسل: ذوالحال، من بعده: ظرف
مستقر حال، مکرر اسم، له: ظرف مستقر خبر، مکرر جملہ اسمیہ جزا، مکرر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، هو: مبتدا، العزیز الحکیم: خبر ان، مکرر جملہ
اسمیہ۔

﴿یا ایہا الناس اذکروا نعمت الله علیکم هل من خالق غیر الله یرزقکم من السماء والارض﴾

یا ایہا الناس: نداء، اذکروا: فعل امر بافاعل، نعمت الله علیکم: شبہ جملہ مفعول، مکرر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، مکرر جملہ
ندائیہ، هل جرف استفہام، من: زائد، خالق: موصوف، غیر الله: صفت، مکرر مبتدا، یرزقکم من السماء والارض: جملہ فعلیہ
خبر، مکرر جملہ اسمیہ۔

﴿لا اله الا هو فانی تو فکون﴾

لا: نفی جنس، اله: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، هو: مضاف الیه، مکرر صفت، مکرر اسم "موجود" محذوف خبر، مکرر جملہ اسمیہ
متناہ، ف: مبتدا، الی: اسم استفہام، حال مقدم، تو فکون: فعل واو ضمیر ذوالحال، مکرر نائب الفاعل، مکرر جملہ فعلیہ۔

﴿وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک والی الله ترجع الامور﴾

و: متناہ، ان شرطیہ، یکذبوک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قد بتجہیہ، کذبت: فعل مجہول، مرسل: موصوف، من
قبلک: ظرف مستقر صفت، مکرر نائب الفاعل، مکرر جملہ فعلیہ جزا، مکرر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، الی الله: ظرف لغو مقدم، ترجع
الامور: فعل بانائب الفاعل، مکرر جملہ فعلیہ۔

﴿ياايها الناس ان وعدالله حق فلا تفرنكم الحيوة الدنيا ولا يفرنكم بالله الفرور﴾

ياايها الناس: نداء، ان وعدالله: حرف مشبہ واسم، حق: خبر، مگر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، مگر جملہ نداء، ف: فصیحیہ، لا تفرنکم الحيوة الدنيا: فعل نفي ومفعول فاعل، مگر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا يفرنکم بالله: فعل نفي ومفعول وظرف لغو، الفرور: فاعل، مگر جملہ فعلیہ معطوف، مگر شرط محذوف "اذا كان الامر كذلك" کی جزاء، مگر جملہ شرطیہ۔

﴿ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدوا﴾

ان الشيطان: حرف مشبہ واسم، لكم: ظرف مستقر حال مقدم، عدو: ذوالحال، مگر خبر، مگر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، اتخذوه: فعل امر بافاعل ومفعول، عدوا: مفعول ثانی، مگر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا كان الامر كذلك" کی جزاء، مگر جملہ شرطیہ۔

﴿انما يدعوا خزيه ليكونوا من اصحاب السعير﴾

انما: حرف مشبہ وما كانہ، يدعوا خزيه: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، يكونوا: فعل ناقص بااسم، من اصحاب السعير: ظرف مستقر خبر، مگر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، مگر ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿الذين كفروا لهم عذاب شديد والذين امنوا وعملوا الصلحت لهم مغفرة واجر كبير﴾

الذين كفروا: موصول صلہ، مگر مبتدأ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب شديد: مبتدأ مؤخر، مگر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مگر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الذين امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ، مگر مبتدأ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، مغفرة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اجر كبير: معطوف، مگر مبتدأ مؤخر، مگر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

فرشتوں کے پروں کا بیان:

۱..... چار فرشتے منصب رسالت پر فائز ہوئے، حضرت جبرائیل عليه السلام، میکائیل عليه السلام، اسرافیل عليه السلام، و عزرائیل عليه السلام۔
 قنادہ کہتے ہیں کہ بعض فرشتوں کے دو پر ہوتے ہیں، بعض کے تین اور بعض کے چار جیسا کہ آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ فرشتے ان پروں کی مدد سے آسمان سے زمین تک نزل فرماتے ہیں اور پھر انہی کی مدد سے زمین سے آسمان کی جانب بلند ہوتے ہیں اور یہ ستر ایک ہی وقت میں ہو جاتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل امین عليه السلام کے چہ سو پر دیکھے (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: فكان قاب قوسين، رقم: ۴۸۵۶، ص ۸۶۰)۔ زہری کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل امین عليه السلام نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض خدمت کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ اسرافیل عليه السلام کو دیکھ لیں تو ان کے بارہ ہزار پر ہیں، جو کہ مشرق مغرب اور عرش کے نیچے سے قحطے ہوئے ہیں اور (اللہ کی قدرت سے ان پروں سے عرش کو اٹھانا اتنا ہلکا) جیسا کہ مولا، "الوصع" چھوٹی چڑیا نما پرندے کو کہتے ہیں اور یہ سب اللہ کی عظمت و شان کی وجہ سے ہے۔
 علامہ آلوسی کہتے ہیں:

فرشتوں کے پر حسب مراتب مختلف ہوتے ہیں لہذا فرشتے ان کی مدد سے نزول و عروج کرتے اور اللہ جل جلالہ کے دیئے ہوئے حکم کو بجالانے میں جلدی کرتے ہیں، اور یہ بھی جائز ہے کہ فرشتوں کو سب یا بعض پر ان کی زینت کے باعث دیئے گئے ہوں، جیسا کہ اللہ جل جلالہ سے حیاء کرنے کی غرض سے اپنے چہرے کو چھپانا وغیرہ امور کے لئے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمام فرشتوں کو دو ہی پر دیئے گئے ہوں یا سب ہی کو تین پر یا چار پر دیئے گئے ہوں، اور آیت مقدمہ چار سے زائد ہونے کی نئی پر دلالت نہیں کرتی بلکہ بعض

محققین کہتے ہیں کہ ہڈوں کی تعداد کا ذکر کثرت و تفاوت کی وجہ سے مذکور ہے نہ کہ تعین اور دو سے زائد کی نفی کے لئے۔ زحمری کہتے ہیں کہ میری نظر سے بعض کتب گزریں کہ فرشتوں کو چھ ہڈیاں کئے گئے جن میں سے دو سے اپنے جسم کو ڈھانپتے ہیں، باقی دو سے اللہ ﷻ کے امر (حکم) کو پورا کرنے کے لئے اڑتے ہیں اور باقی دو سے اپنے چہروں کو اللہ ﷻ سے حیا کرتے ہوئے چھپاتے ہیں۔

(روح المعانی، الجزء ۲۲، ص ۴۶۰ وغیرہ ملقطاً)

ادائیگی شکر کے لئے روزانہ پڑھی جانے والی دعا:

۲..... نعمت پر شکر کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ مزید انعام ہو اور موجودہ نعمتیں باقی رہیں۔ دن بھر میں ہونے والی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا اہم عمل تحفہ سید عالم ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ ہے کہ ہر شخص درج ذیل دعا روزانہ پڑھے: "اللَّهُمَّ مَا أَصْبَحَ يَسَى مِنْ نِعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ فَمِنْكَ وَخَدَّكَ لَا شَرِيكَ لَكَ فَالْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ"۔ شام میں یہ دعا پڑھیں تو مَا أَصْبَحَ کی بجائے مَا أَمْسَى کہے۔

ابلیس کے دھوکہ دینے کا بیان:

۳..... اس باب کے تحت ہم "امام ابن جوزی" کی کتاب "تلبیس ابلیس" سے اختصاراً تمام ابواب سے تلخیص بیان کریں گے کہ شیطان کس طرح کن کن امور میں دھوکے کے ذریعے بنی نوع انسان کے لئے نقصان کا سامان کرتا ہے۔

باب اول: سنت و جماعت کے لازم ہونے کے بارے میں:

حضرت عبداللہ بن دینار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جو جنت کو محبوب رکھتا ہے وہ جماعت کو لازم کر لے کیونکہ شیطان تمہارے ساتھ ہوتا ہے اور جماعت سے مراد دو سے زائد ہیں۔"

☆..... حضرت وائل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے زمین پر مبارک انگلی سے خط کھینچا پھر فرمایا: "یہ سیدھا راستہ ہے"، پھر دائیں اور بائیں جانب یونہی خط کھینچا اور فرمایا: "یہ راستہ ہے کہ اس کے علاوہ راستے پر شیطان دعوت دیتا ہے۔"

☆..... حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے سنا، نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں: "اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، جو جماعت سے الگ ہو گیا اس پر شیطان کا حملہ ہوا جیسا کہ بھیڑ یا اسی بکری پر حملہ آور ہوتا ہے جو اپنے ریوڑ سے الگ ہوتی ہے۔"

دوسرا باب: بدعت اور بدعتیوں کی مذمت کے بارے میں:

☆..... بی بی عائشہ روایت کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فهو رد جو ہمارے دین میں کوئی نیا کام نکالے جس کی اصل نہ ہو وہ مردود ہے۔" (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب: اذا صلحو علی، رقم: ۲۶۹۷، ص ۴۴۰)

☆..... بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ آقائے دو جہاں رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "من فعل امرنا لیس علیہ امرنا فهو رد یعنی کوئی (نیا) کام کرے جس کی نظیر ہمارے کام میں نہ ملتی ہو تو وہ مردود ہے۔" (انظر الحدیث السابق)

اور بدعت نئے کام کو کہتے ہیں، اور غالب اوقات میں بدعت سے وہ کام مراد لئے جاتے ہیں جو اپنی اصل کے اعتبار سے شریعت مطہرہ کے مخالف ہوں، اور زیادتی و نقصان کے ساتھ اس میں مشغول ہونے کو واجب قرار دیا جائے اور یہ نیا کام وہ بھی ہوتا ہے جو شریعت کے مخالف نہ ہو اور جس پر مشغول ہونا واجب بھی نہ ہو جیسا کہ جہور سلف اس کے قائل ہیں کہ ہر وہ نیا کام جس (کی اصل شریعت میں نہ ہو) اُسے مکروہ اور ناپسندیدہ جانتے ہیں اور جو شریعت میں محبوب و مطلوب ہو جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا قرآن مجید کو لغت قریش پر جمع کرنا جس کے بارے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے کلمات موجود ہیں: "کیف تفعل شینا لم یفعل رسول اللہ یعنی وہ

بدعت (نیا کام) ہے جسے اللہ کے رسول نے نہیں کیا۔ (صحیح البعاری، کتاب فضائل القرآن، باب: جمع القرآن، رقم: ۴۹۸۶، ص ۸۹۴)

تیسرا باب: ابلیس کے فتنے اور مکر کے بارے میں:

اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون وہ تو تمہیں یہی حکم دے گا بدی اور بے حیائی کا اور یہ کہ اللہ پر وہ بات جو زود جس کی تمہیں خبر نہیں (البقرہ: ۱۶۹)﴾۔

☆..... عیاض بن حمار کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اے لوگو! اللہ ﷻ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں بتاؤں جو تمہیں نہیں معلوم اور مجھے آج ہی کے دن معلوم ہوئیں ہیں، ہر وہ مال جو میں نے اپنے بندے کو دیا ہے وہ اس کے لئے حلال ہے، اور میں نے اپنے بندے کو دین حنیفہ دیا اور ہر ایک کے پاس شیطان آ کر دین کے بارے میں گمراہ کرتا ہے اور اللہ ﷻ زمین والوں کو دیکھتا ہے کہ عرب و عجم میں لوگ ایک دوسرے سے بغض رکھتے ہیں تا وقت یہ کہ روئے زمین پر اہل کتاب باقی رہ جائیں۔“

(صحیح مسلم، کتاب الحنہ و صفتہا و نعیما، باب: صفات التی یعرف بہا فی الدنیا، رقم: (۷۱۰۱)/۲۸۶۵، ص ۱۴۰۳)

☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ”بیشک ابلیس اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے ہاں وہ لوگوں میں فتنہ ڈال دیتا ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب: صفة القيامة، باب: تحریش الشیطان، رقم: (۶۹۹۹)/۲۸۱۲، ص ۱۳۸۴)

چوتھا باب: ابلیس کی طمع سازی اور دھوکے کے بارے میں:

مصنف کہتے ہیں کہ ابلیس کی تلبیس یہ ہے کہ وہ ناحق کو حق کی صورت و شکل میں پیش کرے۔ اور غرور و جہالت کی قسم ہے جو عقیدے میں فساد لاتی ہے کہ صحیح بات کو فاسد اور ردی کو مجید کہتے ہیں، اور اس بارے میں شبہات پیدا کر دیتا ہے، اور ابلیس لوگوں میں گھس کر ان کی نیند کو کم ظاہر کرتا، غفلت و جہالت بڑھاتا اور علم میں کمی لانے والے اسباب پیدا کرتا ہے۔

☆..... حماد بن شعیب اعمش سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے ایک شخص سے سنا جو کہ جن سے مخاطب تھا، جن کہتے ہیں: ”ہم قمع سنت کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ہاں جو خواہشات کے پیروکار ہوتے ہیں، ہم ان سے خوب کھیلتے ہیں۔“

پانچواں باب: عقائد و دیانات کے بارے میں سوفسطائیہ پر ابلیس کی طمع سازی:

مختلف مذاہب کے ماننے والوں پر ابلیس نے اپنے مکر و فریب کے ذریعے کوشش کر کے دھوکے میں مبتلا کر دیا، گمراہ کیا، پس کوئی گروہ فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں تصور کر کے گمراہ کیا، بعض کو جانور کی عبادت پر لگا کر گمراہ کیا جیسا کہ سامری جادوگر کو پھڑے کی عبادت پر لگا دیا، کسی کو بتوں کی عبادت پر لگا دیا، کسی کو دھریہ مذہب کا پیشوا بنا دیا، کہیں سائبہ، بحیرہ، وصیلہ اور حام جیسے باطل عقائد کے ذریعے گمراہ کر دیا، کسی کو نبوت کا دعویٰ کرانے کے ذریعے درغلیا، غیر شرعی ذبیحہ کے ذریعے گمراہ کیا، یہود و نصاریٰ کو حضرت عزیر رضی اللہ عنہ، حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ اور عقیدہ تثلیث جیسے گمراہ کن کارناموں کی بحیثیت چڑھایا، کسی کو سورج، چاند، ستاروں کی عبادت پر مسلط کر کے گمراہ کر دیا۔

چھٹا باب: علمائے فنون پر ابلیس کی طمع سازی کے اثرات:

قرابت قرآن کے حوالے سے ابلیس نے بعض لوگوں کو مشغول قرائت شاذہ میں مشغول کر دیا، بعض اپنی زندگی کا بیشتر حصہ علم قرائت میں صرف کر گئے، اور تلاوت قرآن کے فرائض و واجبات سیکھے۔ لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ سماع حدیث، جمع طرق، طلب اسانید، متون، غرائب کی چھان پھٹک میں گزاری ہیں، پس جن حضرات نے صحیح حدیث کی معرفت و حفظ میں زندگیاں گزاریں یقیناً ہم ان کے مشکور ہیں لیکن ان میں بعض ایسے بھی ہوئے کہ جنہوں نے اسے فرض عین جانا، خود پر

واجب کر لیا اور حدیث کے میدان میں فقہت کو لازم کر لیا جیسے محمد بن معین، ابن مدینی، امام بخاری و مسلم وغیرہ کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات علماء کو حسد، ریا، تکبر، طلب ریاست، جاہ منصب کی لالچ میں لگا کر ثواب سے دور کر دیتا ہے۔

ساتواں باب: امراء و سلاطین پر ابلیس کا زور چلنا:

اولیاء و سلاطین کو یہ چکر دیتا ہے کہ مال غصب کو صدقہ کر دیا جائے، اور اسے عند اللہ معاف ہونے پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک درہم صدقہ دس گنا مال غصب کی برائی کو مٹاتا ہے۔ حالانکہ مال غصب کا گناہ باقی رہے گا اور مال مفسوبہ کا صدقہ بھی قبول نہیں ہوتا اور مال حلال ہی سے صدقہ کیا جائے لیکن ایسا صدقہ غصب کے گناہ کو نہیں مٹائے گا۔

آٹھواں باب: عبادات کے معاملے میں ابلیس کا بندوں کو گمراہ کرنا:

ابلیس عبادات کے معاملے میں بھی لوگوں کی جہالت کی وجہ سے داخل ہو جاتا ہے، مثلاً وضو کے معاملے میں لوگ اسراف کا شکار ہوتے دیکھے گئے ہیں کہ شیطان انہیں دوسو سے میں بتلا رکھتا ہے کہ مبادا وضو صحیح نہ ہونے پر نماز صحیح نہ ہوگی حالانکہ پانی ضائع کرنے کے گناہ میں بڑا ہے۔

☆..... نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”شیطان انسان کو وضوء کے معاملے میں بوکھلا دیتا ہے تو اس کے شر سے پناہ مانگو۔“

نواں باب: زاہدوں اور عبادت گزاروں کے لئے ابلیس کی چال بازی:

عبادت گزاروں اور زاہدوں کو ترک دنیا، پہاڑوں میں جا کر اللہ ﷻ کی رضا چاہنے، جمعہ کی عبادت، جماعت، علم وغیرہ پر امید دلاتا ہے، کہ گویا اسے اللہ ﷻ کی رضا جوئی کی سند مل گئی ہے۔ ریا کاری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ چہرے کا زرد پڑ جانا، بالوں کا نکھرا ہونا، زہد ہونے کی دلیل بنتا ہے اسی طرح آواز کا ہلکا ہونا، اظہار ششوع، نماز و صدقات میں ریا کاری کا پایا جانا وغیرہ اعمال کی بربادی کا سبب بنتے ہیں۔

دسواں باب: حضرات صوفیائے کوا ابلیس کا دھوکہ دینا:

سید عالم ﷺ کے زمانے میں دو نام ایمان اور اسلام جنہیں مسلم و مومن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مشہور تھے، پھر زاہد و عابد کا نام لیا جانے لگا، مشائخ کی ایک جماعت ایسی گزری ہے جو شبہات سے بچنے کے لئے مال کو تقسیم کر دیتی تھی پھر ایسے بھی ہوئے جنہوں نے حرص کی وجہ سے مال جمع کرنا شروع کر دیا اور یہ دعویٰ زہدان کے حال کے متضاد ہے، اور بعض وہ بھی ہوئے جنہوں نے مال جمع کرنے کے باوجود خود کو فقیر پر ہونا ظاہر کیا اور ایسے بھی ہوئے جنہوں نے زکوٰۃ لینے کی غرض سے خود کو فقیر رکھا، اور ایسا کرنا ان کے لئے جائز نہیں، جیسا کہ شیخ ابوالحسن بسطامی نے شیخ رباط بن الجمان کے بارے میں لکھا کہ وہ ہر موسم میں ادنیٰ لباس پہنتے اور لوگوں میں اسے صدقہ کر دیتے تاکہ لوگ اس سے برکت حاصل کریں، جب ان کا انتقال ہوا تو انہوں نے چار ہزار دینار چھوڑے۔

گیارہواں باب: بتاؤنی کرامتوں کے ذریعے ابلیس کا گمراہ کرنا:

مصنف کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ہم نے دیکھا ہے کہ فرشتوں کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کے کرم مہمان ہیں اور اس سے یہ ہم دیتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے پاس آیا کرو، اور ہمارے زمانے میں ایک شخص ایسا بھی ہے کہ حالت سفر میں شہد پیتا ہے اور جب اس کے پاس نہر سے پانی لایا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے پلاتے ہیں تو وہ اس پانی میں شہد کا ذائقہ پاتا ہے اور ان میں کوئی عارف باللہ نہیں ہوتا اور اللہ کی ملامت سے خوف نہیں رکھتا، اللہ ایسے گمراہوں سے پناہ عطا فرمائے۔

پارہواں باب: عوام پر ابلیس کا چالیں چلانا:

☆..... بی بی عائشہ روایت کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”شیطان تم میں سے کسی پر آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے کس نے پیدا کیا، بندہ کہتا ہے اللہ نے، وہ کہتا ہے کہ آسمان وزمین کس نے بنائے؟ بندہ کہتا ہے اللہ نے، وہ کہتا ہے کہ اللہ کس نے پیدا کیا؟ پس اگر بندہ کسی قسم کا (علم دین) رکھتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میں ایمان لایا اللہ اور اس کے رسول پر“۔

مالداروں پر ابلیس چار طریقے سے حملہ آور ہوتا ہے: (۱)..... اس کے کسب مال کے ذریعے، پس وہ حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتا، (۲)..... بخل کے ذریعے، پس مالدار زکوٰۃ کی ادائیگی کا خیال نہیں کرتے، (۳)..... خود پسندی کے ذریعے، پس فقیروں پر برتری جتاتے ہیں، (۴)..... خرچ کرنے میں، پس بے جا اسراف کی لت میں پڑتے ہیں۔

تیسرا باب: لوگوں کو لمبی امیدیں دلا کر ابلیس کا دھوکہ دینا:

تمام بنی نوع انسان کو ابلیس لمبی امیدیں دلا کر دین سے دور کرتا ہے، عمل کرنے دیتا ہے تو اپنی پسند کے مطابق اور جو عمل نفس پر گراں گزرتا ہو اس میں حیلے بہانے سکھا دیتا ہے۔
(تلبیس ابلیس، من کل باب مخلصا و ملتقطا)

اغراض:

حمد اللہ تعالیٰ نفسہ: اپنی ذات کی تعظیم و تکریم اور اپنی مخلوق کی تعلیم و تربیت کے لئے جو اللہ ﷻ کی شان کے لائق ہے حمد فرمائی، ایک قول کے مطابق ”الحمد“ میں موجود الف لام استغراقی ہے یا جنس کا ہے، اور الف لام عہد کا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس جملے سے شے معبود وغیر حاصل ہوگی اور بندوں کے کلام کے مطابق اولیٰ یہ ہے کہ الف لام عہد خارجی کا ہو اور شے معبود سے مراد حمد ہو جو کہ اللہ کی اپنی ذات سے صادر ہوئی ہے۔

کما بین فی اول سورۃ سبا: اور نے اس مناسبت سے سورۃ سبا میں کلام کیا ہے کہ حمد سے مراد وصف جمیل ہے، اور یہ بھی جان لیں کہ چار سورتیں ایسی ہیں جو کہ حمد کے ساتھ شروع ہوئی ہیں: الانعام، الکہف، سبا اور فاطر، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ان سورتوں میں دینی و دنیاوی نعمتوں کی تفصیل ہے، جن کا احاطہ سورۃ الفاتحہ میں بھی کیا گیا ہے۔

علیٰ غیر مثال ذلک: اگر ان دونوں (زمین و آسمان) کے لئے مادہ ہوتا جیسا کہ نور محمدی کا بیان ہے، تو مثال سابق کی نفی ہو جاتی۔ الیٰ الانبیاء: یعنی وحی کے ذریعے، یہاں بعض حضرات انبیائے کرام مراد ہیں نہ کہ نوح، اور بیضاوی کی عبارت اس مقام پر زیادہ واضح اور اولیٰ ہے، اور نص یہ آیت: ﴿جَاعِلُ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا﴾ ہے جو کہ بندوں اور رب کے درمیان وسیلہ ہیں، اور حضرات انبیائے کرام اور صالحین کے مابین، یہ فرشتے وحی، الہام، رو یا صالحہ کے ذریعے یا وسیلے واسطے کے دیگر ذرائع سے اللہ ﷻ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ فی الملائکہ: فرشتہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض کتب میں دیکھا کہ فرشتوں کے چہرے ہوتے ہیں، دو پر اپنے جسم کو چھپانے کے لئے، دو پر اللہ کے امر کو پہنچانے کی غرض سے (اپنی شان کے لائق) اڑنے کے لئے، دو پر اللہ سے حیا کرتے ہوئے اپنے چہروں کو چھپانے کی غرض کے لئے، حدیث میں ہے: ”میں (محمد ﷺ) نے جبرائیل علیہ السلام کو سورۃ کہنتی کے پاس دیکھا، ان کے چہرے تھے، گو یادہ اپنے سر سے موتی اور یا قوت تکمیر رہے ہیں“۔ روایت میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا مجھے اپنی اصل شکل دکھاؤ، جبرائیل نے جواب فرمایا کہ آپ نہ دیکھ سکیں گے، پیغمبر اصرار پر جب لیلۃ مقررہ میں دکھایا تو سید عالم ﷺ از خود رفتہ (بے ہوش) ہو گئے پس جب افاقہ ہوا تو جبرائیل امین علیہ السلام پر موجود تھے اور ان کا ایک ہاتھ (اپنی شان کے لائق) سید عالم ﷺ کے مبارک سینے اور دوسرا کندھے کے مابین تھا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ پاک ہے میں نے ایسی عظیم مخلوق نہیں دیکھی تھی۔ جبرائیل

امین اللہ نے استفسار فرمایا آپ ﷺ اسرائیل علیہ السلام کو کیسے دیکھیں گے کیونکہ ان کے بارہ ہزار ہند ہیں، جو کہ مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے ہیں، الخضر۔

وغیرہا: یعنی تمام مخلوق، جیسا کہ طویل القامت مخلوق، معتدل شکل و صورت والی مخلوق، تمام اعضاء والی مخلوق، طاقتور، اچھی شکل و صورت، بال والی، وغیرہا جو اللہ نے اپنی مخلوق کو دیں ہیں۔

کمزور: جیسا کہ دینی و دنیاوی رزق، رحمت کو فتح سے تعبیر کیا جس سے اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ فتح بڑی عظیم چیز ہے، اور یہ تمام دینی و دنیاوی رحمتوں کو شامل ہے۔

ای اہل مکہ: سبب نزول کی وجہ سے "للناس" کی تفسیر اہل مکہ سے کی گئی جب کہ عمومی اعتبار سے سب ہی کے لئے عبرت کا سامان ہے۔ باسکانکم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ النعمۃ بمعنی الانعام ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ النعمۃ بمعنی المنعم ہو۔ ای لا خالق رازق غیرہ: یعنی اللہ ﷻ کے سوا کوئی تمہارا خالق نہیں اور وہی رازق ہے۔

من این تصرفون عن تو حیدہ: یعنی وہ کیسے اللہ ﷻ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں جب کہ کوئی دوسرا اللہ ﷻ کے مثل اوصاف سے متصف ہی نہیں ہو سکتا۔ وغیرہ: یعنی حساب و عقاب۔

وینصر المرسلین: یعنی اللہ حضرات انبیائے کرام کی سفارش قبول فرمائے گا اور انہیں دائر کرامت میں داخل فرمائے گا۔

فی حلمہ: بمعنی فی سببہ ہے، یعنی تم اللہ کی دی ہوئی مہلت کو شیطان کی پیروی کرنے کا سبب نہ بناؤ۔

هذا: یعنی اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿الذین کفروا..... الخ﴾ کا معنی یہ ہے کہ جو اول سے لے کر آخر زمانے تک کفر کرے گا اس کے لئے سخت عذاب ہے اور جو اول ایمان لا کر آخر تک اسے نبھائے گا اور اس کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۷۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

وَنَزَلَ فِي آيَاتٍ جَهْلٍ وَغَيْرِهِ ﴿۱﴾ افمن زين له سوء عمله ﴿۲﴾ بالتصويه ﴿۳﴾ فراه حسنا ﴿۴﴾ من مبتداء خبره ﴿۵﴾ كمن

هداه الله لادل عليه ﴿۶﴾ فان الله يضل من يشاء ويهدي من يشاء صله فلا تذهب نفسك عليهم ﴿۷﴾ على

المزین لهم ﴿۸﴾ حسرت ﴿۹﴾ باعتمامك ان لا يؤمنوا ﴿۱۰﴾ ان الله عليم بما يصنعون ﴿۱۱﴾ ﴿۱۲﴾ فيجازيهم

عليه ﴿۱۳﴾ ووالله الذي ارسل الريح ﴿۱۴﴾ وفي قرائة الريح ﴿۱۵﴾ فشير سحابا ﴿۱۶﴾ المضارع لحكاية الحال الماضية اي

تزعجه ﴿۱۷﴾ فسقنه ﴿۱۸﴾ فيه اليقات عن الغيبة ﴿۱۹﴾ الى بلد ميت ﴿۲۰﴾ بالتشديد والتخفيف لا نيات بها ﴿۲۱﴾ فاحسبنا به

الارض ﴿۲۲﴾ من البلد ﴿۲۳﴾ بعد موتها ﴿۲۴﴾ ييسها اي ائتنابيه الزرع والكلاء ﴿۲۵﴾ كذلك النشور ﴿۲۶﴾ اي البعث

والأحياء ﴿۲۷﴾ من كان يريد العزة فلله العزة جميعا ﴿۲۸﴾ اليه ﴿۲۹﴾ اي في الدنيا والآخرة فلا تنال منه الا بطاعته

فليطعه ﴿۳۰﴾ يصعد الكلم الطيب ﴿۳۱﴾ يعلمه وهو لا إله الا الله ونحوها ﴿۳۲﴾ والعمل الصالح يرفعه ﴿۳۳﴾ يقبله ﴿۳۴﴾

﴿۳۵﴾ والذین یمکرون ﴿۳۶﴾ المکرات ﴿۳۷﴾ السیات ﴿۳۸﴾ بالنبی فی دار الندوة من تقييده أو قتله أو إخراجہ كما ذکر

فی الأنفال ﴿۳۹﴾ لهم عذاب شديد ﴿۴۰﴾ ومکرا و لئک هو یور ﴿۴۱﴾ یهلك ﴿۴۲﴾ ووالله خلقکم من تراب ﴿۴۳﴾ یخلق

أبيکم آدم منة ﴿۴۴﴾ ثم من نطفة ﴿۴۵﴾ أي مني یخلق ذریته منها ﴿۴۶﴾ ثم جعلکم ازواجاً ﴿۴۷﴾ ذکورا و إناثاً ﴿۴۸﴾ وما

نحمل من انثی ولا تضع الا بعلمه ط ﴿حَالٌ اٰی مَعْلُوْمَةٌ لَّهٗ﴾ ﴿وما یعمر من معمر﴾ اٰی مَا یَزَادُ فِی عُمُرٍ طویل العُمُرِ ﴿ولا ینقص من عمره﴾ اٰی مِنْ ذٰلِكَ الْمُعَمَّرُ اَوْ مُعَمَّرٍ اٰخَرَ ﴿الا فی کتب ط﴾ ﴿هُوَ اللّٰوْحُ الْمَخْفُوْطُ﴾ ﴿ان ذلک علی اللہ ینسیر﴾ ﴿۱۱﴾ ﴿هٰتِیْنَ﴾ ﴿وما ینسوی البحرین علیٰ ذٰلک عذب فرات﴾ ﴿شدید العَدُوْبَةِ﴾ ﴿سائغ شرابه﴾ ﴿شربته﴾ ﴿وهذا ملح اجاج ط﴾ ﴿شدید الملوحة﴾ ﴿ومن کل﴾ ﴿منہما﴾ ﴿تاکلون لحما طریبا﴾ ﴿هُوَ السَّمْکُ﴾ ﴿وتستخرجون﴾ ﴿مِنَ الْمَلْحِ وَقِلِّ مِنْهُمَا﴾ ﴿حلیة تلبسونہا﴾ ﴿ہی اللؤلؤ والمرجان﴾ ﴿وتری﴾ ﴿تَبْصُرُ﴾ ﴿الْفَلَکَ﴾ ﴿السُّفُنَ﴾ ﴿فِیْہِ﴾ ﴿فی کُلِّ مِنْهُمَا﴾ ﴿مواخر﴾ ﴿تمخرُ الْمَاءَ اٰی تَشْقٰةٌ بِجَرِیْہَا فِیْہِ مُقْبِلَةٌ وَمُدْبِرَةٌ بِرِیْحٍ وَّاحِدَةٍ﴾ ﴿تَطْلُبُوْا﴾ ﴿من فضلہ﴾ ﴿تعالیٰ بالتجارة﴾ ﴿ولعلکم تشکرون﴾ ﴿۱۲﴾ ﴿اللہ علی ذلک﴾ ﴿یولج﴾ ﴿یُدْخِلُ اللّٰہُ﴾ ﴿اللیل فی النہار﴾ ﴿فَیَزِیْدُ﴾ ﴿ویولج النہار﴾ ﴿یُدْخِلُہُ﴾ ﴿فی الیل﴾ ﴿فَیَزِیْدُ﴾ ﴿وسخر الشمس والقمر علیٰ ذٰلک﴾ ﴿منہما﴾ ﴿یجرى﴾ ﴿فی فَلَکِہِ﴾ ﴿لاجل مسمى ط﴾ ﴿یَوْمَ الْقِیْمَةِ﴾ ﴿ذلکم اللہ ربکم له الملك ط﴾ ﴿والذین تدعون﴾ ﴿تَعْبُدُوْنَ﴾ ﴿من دونہ﴾ ﴿اٰی غَیْرِہِ وَہُمْ الْاَضْنَامُ﴾ ﴿ما یملکون من قطمیر﴾ ﴿۱۳﴾ ﴿لِفَافَاةِ النَّوَاہِ﴾ ﴿ان تدعوہم لا یسمعوا دعاءکم ء ولو سمعوا﴾ ﴿فرضاً﴾ ﴿ما استجابوا لکم ط﴾ ﴿اٰجَابُوْکُمْ﴾ ﴿ویوم القیمة یکفرون بشرکم ط﴾ ﴿بِاٰسْرٰی کُمْ اِیَّاهُمْ مَعَ اللّٰہِ اٰی یَتَّبِرُوْنَ مِنْکُمْ مِنْ عِبَادَتِکُمْ اِیَّاهُمْ﴾ ﴿ولا ینشک﴾ ﴿بِاٰحْوَالِ الدّٰرِیْنِ﴾ ﴿مثل خبیر﴾ ﴿۱۴﴾ ﴿عالمٍ وَہُوَ اللّٰہُ تَعَالٰی﴾

﴿ترجمہ﴾

(اگلی آیت مبارکہ ابو جہل وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی) تو کیا وہ جس کی نگاہ میں اس کا برا کام آراستہ کیا گیا (یوں کہ وہ بڑے کو بھلا اور بھلے کا برا سمجھنے لگا.....!) کہ اس نے اسے بھلا سمجھا (الفن میں من مبتداء ہے اور اس کی خبر کمن ہداه اللہ محذوف ہے جس پر اللہ کا یہ فرمان: ﴿فان اللہ..... الخ﴾ دلالت کر رہا ہے) اس لیے اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے تو تمہاری جان ان پر (ان لوگوں پر جن کے لیے برے کاموں کو آراستہ کیا گیا ہے) حسرتوں میں نہ جائے (یوں کہ تم ان کے ایمان لانے پر تمکین ہو جاؤ) اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں (اس پر اللہ انہیں بدلہ دے گا) اور اللہ ہے جس نے بھیجی ہو انہیں (ایک قرأت میں ریح کی جگہ ریح ہے) کہ بادل ابھارتی ہیں (حال ماضی کو بیان کرنے کے لیے، تشبیر صیغہ مضارع ذکر کیا گیا ہے، تشبیر کے معنی ابھارتا ہے) پھر ہم اسے رواں کرتے ہیں (اس کلام میں صیغہ غائب متکلم کی طرف التفات ہے) کسی مردہ شہر کی طرف (یعنی ایسے شہر کی طرف جس میں کچھ نباتات ہو، میت کو مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) تو اس کے ذریعے ہم (اس شہر کی) زمین کو زندہ کرتے ہیں اس کے مرے پیچھے (یعنی بعد اس کے خشک ہونے کے یعنی ہم نے اس میں کھیتی اور گھاس کو اگا دیا) یونہی حشر میں اٹھتا ہے (مرنے کے بعد اسے اٹھایا جاتا اور زندہ کیا جاتا ہے) جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت سب (دنیا اور آخرت میں) اللہ کے ہاتھ ہے.....! (اس عزت کو اس کی فرمانبرداری کر کے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے تو اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیے) اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام (وہ

اسے جانتا ہے کلم الطیب سے مراد لا الہ الا اللہ وغیرہ ہے..... (یعنی اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے) یعنی اسے قبول فرماتا ہے) اور وہ جو برے (داؤں) کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور انہیں کا مگر برہاد ہوگا (یسود بمعنی یہ ہلک ہے، سید عالم کے قتل، قید یا جلا وطن کئے جانے کا مشورہ دار الندوہ میں کرتے ہیں..... جیسا کہ الانفال میں گزر چکا ہے) اور اللہ نے تمہیں بنایا مٹی سے (تمہارے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرما کر) پھر پانی کی بوند سے (مٹی سے ان کی اولاد کو پیدا فرما کر) پھر تمہیں کیا جوڑے جوڑے (بصورت نروادہ..... ۵.....) اور کسی مادہ کو پیٹ نہیں دیتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے (بعلمہ حال ہے یعنی یہ تمام مراد سے معلوم ہوتا ہے) اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے (یعنی جس لمبی عمر والے کی عمر میں اضافہ کیا جاتا ہے) یا جس کسی کی عمر میں کمی رکھی جائے (خواہ وہ وہی لمبی عمر والا ہو یا کوئی دوسرا..... ۶.....) یہ سب ایک کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں ہے بیشک یہ اللہ کو آسان ہے (یسیر بمعنی ہین ہے) اور دونوں سمندر ایک سے نہیں یہ بیٹھا ہے خوب بیٹھا (فترات کے معنی خوب بیٹھا ہے) پینا خوشگوار (شراہہ بمعنی شراب ہے) اور یہ کھاری ہے تلخ (اجاج کے معنی سخت کھاری ہے) اور (ان میں سے) سب سے تم کھاتے ہوتا زہ گوشت (یعنی پھلی..... ۷.....) اور نکالتے ہو (کھاری سمندر سے اور کہا گیا ہے دونوں سمندر سے) پہننے کا زیور (مراد اس سے موتی اور مرجان ہیں) اور تو دیکھے (تسری بمعنی تبصر ہے) کشتیوں کو (الفلک کے معنی کشتیاں ہے) اس میں (یعنی دونوں سمندروں میں) چیزنے والیاں (پانی کو چیزنے والیاں، ایک ہی ہوا کی موجودگی میں آگے بڑھتے پیچھے ہوتے سمندر کی لہروں کا چکر کاتی ہیں) تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو (تجارت کر کے، تبتغوا بمعنی تطلبوا ہے) اور کسی طرح (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر کرو، وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) داخل کرتا ہے رات دن کے حصے میں (تویوں رات بڑھ جاتی ہے، یولج بمعنی یدخل ہے) سورج اور چاند (دونوں میں سے) ہر ایک ایک مقرر میعاد تک (یعنی روز قیامت تک) چلتا ہے (اپنی مدار میں..... ۸.....) یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو (یعنی بتوں کو، من دونہ سے مراد بت ہیں اور دون بمعنی غیر ہے، تعدون بمعنی تعبدون ہے) وہ دانہ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں (قظمیر کے معنی کھجور کی کھلی کا چھلکا ہے) تم انہیں پکارو تو تمہاری پکار نہ سنیں اور (بالفرض) سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روانہ کر سکیں (ما استجابوا لکم بمعنی ما اجابوا لکم ہے) اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے (یعنی تمہارے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے سے منکر ہوں گے اور وہ تم سے اور تمہاری ان کی عبادت کرنے سے بیزاری ظاہر کریں گے) اور تجھے کوئی نہ بتائے گا (اور آخرت کے احوال کے بارے میں) اس عالم کی طرح (خیر بمعنی عالم ہے، اور مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿المن زین له سوء عمله لراہ حسنا﴾

همزة: حرف استفہام، ف: عاطفہ، من: موصولہ، زین له: فعل مجہول ونظر لغو، سوء عمله: نائب القائل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، راہ: فعل ہا قائل ومفعول اول، حسنا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلد، ملکر محزوف "کمن ہداه اللہ" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فان اللہ یضل من یشاء ویہدی من یشاء﴾

ف: متعلقہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، یضل من یشاء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ویہدی من یشاء: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خیر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلا تذهب نفسك عليهم حسرت ان الله عليهم بما يصنعون﴾

ف: فصحیہ، لا تذهب: فعل نہی، نفسك: فاعل، عليهم: ظرف لغو، حسرات: بمفعول له، بلکہ جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ
وام، عليهم بما يصنعون: شبہ جملہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿والله الذي ارسل الرياح ففتير سحابا فسقنه الى بلد ميت فاحيينا به الارض بعد موتها﴾

و: عاطفہ، اللہ: مبتدأ، الذي: موصول، ارسل الرياح: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، فتير: فعل بافاعل، سحابا: بمفعول، بلکہ
جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، سقنه: فعل بافاعل ومفعول، السی: بلد ميت: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف
ثانی، ف: عاطفہ، احيينا به: فعل بافاعل وظرف لغو، الارض: ذوالحال، بعد موتها: ظرف متعلق بمحذوف حال، بلکہ مفعول، بلکہ جملہ
فعلیہ معطوف ثالث، بلکہ صلہ، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿كذلك النشور﴾ من كان يريد العزة فلله العزة جميعا﴾

كذلك: ظرف مستقر خبر مقدم، النشور: مبتدأ مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ، من شرطیہ مبتدأ، كان: فعل ناقص بااسم، يريد العزة: جملہ
فعلیہ خبر، بلکہ جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لله: ظرف مستقر خبر مقدم، العزة: ذوالحال، جميعا: حال، بلکہ مبتدأ مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ
جزا، بلکہ جملہ شرطیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه﴾

اليه: ظرف لغو مقدم، يصعد: فعل، الكلم الطيب: فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، العمل الصالح: مبتدأ، يرفعه: جملہ فعلیہ
خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿والذين يمكرون السيات لهم عذاب شديد ومكر اولئك هو يبور﴾

و: عاطفہ، الذين: موصول، يمكرون: فعل بافاعل، السيات: "المكرات" محذوف کی صفت، بلکہ مفعول، مطلق، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر
صلہ، بلکہ مبتدأ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب شديد: مبتدأ مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ خبر، بلکہ جملہ
اسمیہ، و: عاطفہ، مكر اولئك: مرکب اضافی مبتدأ، هو يبور: جملہ اسمیہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿والله خلقكم من تراب ثم من نطفة ثم جعلكم ازواجا﴾

و: متناقضہ، اللہ: مبتدأ، خلقكم: فعل بافاعل ومفعول، من تراب: معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، من نطفة: معطوف، بلکہ ظرف لغو، بلکہ
جملہ فعلیہ، معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، جعلكم: فعل بافاعل ومفعول، ازواجا: مفعول ثانی، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿وما تحمل من انثى ولا تضع الا بعلمه﴾

و: عاطفہ، ما تحمل: فعل نفی، من: زائد، انثى: فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تضع: فعل نفی، "هى" ضمیر ذوالحال، الا: اداة
حصر، بعلمه: ظرف مستقر حال، بلکہ فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿وما يعمر من معمر ولا ينقص من عمره الا في كتب﴾

و: عاطفہ، ما يعمر: فعل نفی مجہول، من: زائد، معمر: نائب الفاعل، بلکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا ينقص: فعل نفی "هو" ضمیر مستتر
ذوالحال، الا: اداة حصر، في كتب: ظرف مستقر حال، بلکہ نائب الفاعل، من عمره: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿ان ذلك على الله يسير﴾

ان: حرف مشبہ بالفعل، ذلك: اسم اشارہ اس کا اسم، علی اللہ یسیر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذَبَ لِرَاتٍ سَالِحٍ شَرَابِهِ وَهَذَا مِلْحٌ اجْجَ﴾

و: متانفہ، ما یستوی: فعل نفی، البحرین: ذوالحال، هذا: مبتداء، عذب: موصوف، لرات: جمع تانفہ اول، سالیح: اسم قائل، شرابہ: قائل، ملکر شبہ جملہ صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، هذا: مبتداء، ملح اجاج: مرکب تو صغریٰ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر حال، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَمَنْ كَلَّ تَاكُلُونَ لِحَمَا طَرِيًّا وَتَسْتَخِرُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا﴾

و: متانفہ، من کل: ظرف مقدم، تاکلون: فعل باقائل، لِحما طریا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ، و: عاطفہ، تستخرون: فعل باقائل، حلیۃ: موصوف، تلبسونہا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَتَرَى الْفَلَکَ فِیهِ مَوَآخِرَ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

و: عاطفہ، تری: فعل "انت" ضمیر قائل، الفلک: ذوالحال، مواخر: جمع آتہ باقائل، لام: جار، تبغوا من فضلہ: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ حال، ملکر مفعول، فیہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لعلکم: حرف مشبہ و اسم، تشکرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ باقبل فعل "لتبغوا" کی ضمیر قائل سے حال واقع ہے۔

﴿يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾

یولج الیل: فعل باقائل و مفعول، فی النہار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ، و: عاطفہ، یولج النہار: فعل باقائل و مفعول، فی الیل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، سخر الشمس والقمر: فعل باقائل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ﴾

کل: مبتداء، یجری: فعل باقائل، لام: جار، اجل مسمی: مرکب تو صغریٰ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ذلکم: مبتداء، اللہ: خبر اول، ربکم: خبر ثانی، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، الملک: مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ خبر ثالث، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ﴾

و: متانفہ، الذین تدعون: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من دونه: ظرف مستقر حال، ملکر مبتداء، ما یملکون: فعل نفی باقائل، من: زائد، قطمیر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ متانفہ۔

﴿إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعَاءَكُمْ وَلَا يُسْمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ﴾

ان: شرطیہ، تدعوہم: جملہ فعلیہ شرط، لا یسمعون: فعل نفی باقائل، دعاءکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، سمعوا: جملہ فعلیہ شرط، ما استجابوا: فعل نفی باقائل، لکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بَشَرَكُمُ وَلَا يُنْشِكُ مِثْلَ خَبِيرٍ﴾

و: عاطفہ، یوم القیامۃ: ظرف مقدم، یکفرون: فعل باقائل، بشرکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا ینشک: فعل نفی و مفعول، مثل خبیر: قائل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تَشْرِیْحُ تَوْضِیْحٍ وَاعْرَاضٍ﴾

برائی کو بھلائی سمجھنے یا برعکس جاننے کا بیان:

۱..... اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيٰ مَن يَشَاءُ﴾ انہیں راہ دینا تمہارے ذمہ نہیں ہاں اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے (البقرہ: ۱۲۹) ﴿۔ ہمیں ہر وقت اللہ ﷻ سے ہدایت کی دعا اور اس کی ٹھہرے تدبیر سے ڈرنا چاہیے۔ ساتھ ہی ساتھ ضروری علم دین بھی حاصل کرنا چاہیے۔ ایک بالغ عاقل شخص پر نماز فرض ہوتی تو اس کے لئے نماز کے احکامات سیکھنا فرض ہیں، اسی طرح زندگی کے ہر معاملے میں ہمیں فرائض و واجبات سیکھنا ضروری ہیں۔ کاروبار کرنے والے کے لئے تجارت کے اصول و قوانین، مسائل اجارہ سیکھنا ضروری ہے اور نا سمجھی، دین سے دوری، علماء تک رسائی نہ ہونے کے باعث اکثر لوگ بُرائی، حرام، ناجائز، مالِ غنیمت، رشوت، سود، بھو اور غیرہ کو بُرا نہیں سمجھتے اور اس کی بنیادی وجہ دین سے دوری، پاکیزہ مذہبی ماحول کی عدم دستیابی، مذہبی دیندار لوگوں سے کترانا، علماء کی عزت و توقیر نہ کرنا، علماء سوء والہل حق میں فرق نہ کرنا الغرض کئی وجوہات ایسی ہیں جن کے باعث آج مسلمان کہلانے والے اسلام کے زریں اصولوں کو پامال کرتے نظر آ رہے ہیں اور اس میں سراسر کوتاہی کا شکار ہیں۔ یاد رکھیں سود، بھو، رشوت حرام قطعی ہیں لیکن سود کو منافع، بھو کو انعام، رشوت کو تحفے کا نام دینے والے کس قدر اپنی اور دیگر مسلمانوں کی قبروں کی تاریکی کا سبب بن رہے ہیں۔ گانے باجے، فلمیں، ڈرامے، وغیرہ امور میں آج مسلمان اپنے نام کمانے، مال کمانے، اور اپنے تئیں ملک کی خدمت کرنے کا راگ الاپنے والے بھی کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن انہیں کون سمجھائے کہ وہ خود بھی حرام کمائی کھا رہے، اپنے بیوی بچوں اور دیگر اہل خانہ کو بھی حرام کھلا رہے ہیں اور کثیر امت کے گناہ میں پڑنے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ چوروں، لٹیروں، بھتہ خوروں، بد معاشوں، اغواہ کاروں، ڈاکوؤں کی پشت پناہی کرنے والوں کی کمی اس معاشرے میں نہیں جنہیں یہ جس ہی نہیں کہ اپنی عاقبت داؤ پر لگا رہے ہیں۔ الغرض جرم کو جرم نہ سمجھنا ہی سب سے بڑی بُرائی معلوم ہوتی ہے لیکن انہیں کہ ہمارے معاشرے میں آج اس کا چلن ایسا عام ہو چکا ہے کہ سمجھانے، راستہ دکھانے، راہ راست پر لانے کی بظاہر کوئی سبیل نظر ہی نہیں آتی۔ الامان والحفیظ۔

ساری عزتیں اللہ ﷻ کے لئے ہیں:

۲..... جو شخص یہ چاہتا ہے کہ عزت کس کے لئے ہے تو جان لے کہ ساری عزت اللہ کے لئے ہے، ایک قول یہ ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے عزت ملے تو اسے چاہیے کہ اللہ کی عبادت کے ذریعے عزت حاصل کرے، کیونکہ اللہ کی فرمانبرداری کرنے والے کی تکریم ہوتی ہے، اسی معنی پر یہ بھی جان لیں کہ کفار مکہ جنوں کی پوجا کرتے تھے اور اس کے ذریعے عزت کے خواہاں رہتے تھے، پس اللہ نے بیان فرما دیا کہ عزت تو ساری اللہ کے لئے، اس کے رسول، اس کے اولیاء اور مومنین کے لئے ہے۔ (الحازن، ج ۳، ص ۴۵۳)

کلمہ طیب و اعمال صالحہ کا بلند ہونا:

۳..... صعود کے معنی اوپر کی جانب حرکت کرنا ہے، مراد اوپر کی جانب عروج کرنا ہے۔ اور کسی کلام میں بلندی کے معنی کا تصور نہیں کیا جاسکتا لیکن کلمات کا بلند ہونا قبولیت کی بناء پر ہوتا ہے، یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ ثواب کا تعلق بلند ہونے اور عذاب کا نیچا ہونے سے ہے، زجاج کہتے ہیں مقدمہ قاضی کے پاس پیش کر دیا گیا یعنی قاضی کے علم میں لایا گیا، خاص طور پر کلام کو طیب کے ساتھ ذکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کلام پر ثواب ملے گا، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ آسمان کی جانب کلام بلند ہوتا ہے جو کہ اس رب کائنات کے سوا کسی اور کے حکم سے نہیں ہو سکتا، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ کتاب جس میں بندوں کی طاعتیں مذکور ہوتی ہیں انہیں آسمان کی جانب بلند کیا جاتا ہے، ایک قول کے مطابق ”الكلم الطيب“ سے مراد کلمہ توحید ہے جو پاک عقیدے کا شاخسانہ ہے، ایک قول کے مطابق پاک کلمے سے مراد اللہ ﷻ کی تہجد و تحمید ہے۔ اعمال صالحہ بھی بلند ہوتے ہیں۔ سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اللہ کوئی ایسا قول قبول نہیں فرماتا جو عمل سے خالی ہو، کوئی قول و عمل نہایت کے بغیر قبول نہیں کی جاتی، کوئی قول، عمل اور نیت سنت ہونے کے سبب ہی سے کارگر ہوتے

ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے اور اس کی بارگاہ میں پاکیزہ کلام تلفظ کرتا ہے اور اس کے فرائض کی ادائیگی کرتا ہے تو اس کے اعمال بلند ہوتے ہیں اور اگر فرائض کی ادائیگی نہیں کرتا تو اس کے قول و عمل رد کر دیے جاتے ہیں۔ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ یہ قول اہل سنت کا عقیدہ ہے جب کہ ابن عباس سے منقول ہونا صحیح نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ فرائض کو ترک کرنے والا جب اللہ کی یاد کرتا ہے، اور اس کی بارگاہ میں پاکیزہ کلام تلفظ کرتا ہے تو اس کا عمل لکھ لیا جاتا ہے اور قبول ہو جاتا ہے، اور اس شخص کے لئے نیکیاں ہوتی ہیں اور اس کے گناہ بخش دیتا ہے جب کہ شرک سے بچتا رہے۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ کسی شخص کا بغیر اعمال صالحہ کے اللہ کی یاد کرنا اسے نفع نہ دیکے، کیونکہ جو شخص اپنے قول و فعل میں مختلف ہو جائیگا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ (القرطبی، الجزء: ۲۲، ص ۲۸۸ وغیرہ)

دارالندوہ کی سازش ناکام :

..... حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ذکر فرمایا کہ کفار قریش دارالندوہ یعنی دارقصی بن کلاب میں جمع ہوئے اور قریش کے سارے ہی قبیلے اس میں ہوتے تھے، یہاں وہ سید عالم ﷺ کی نسبت مشورہ کرنے جمع ہوئے اس دن کو یوم الزحمة کا نام دیا گیا ہے۔ اس مشاورت میں قریش کے معزز لوگ شریک ہوئے تھے جن میں بنی عبد شمس سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، (جو کہ بعد میں اسلام لے آئے)، بنی نوفل بن عبد مناف سے طعیہ بن عدی، جبیر بن مطعم (یہ بھی بعد میں اسلام لے آئے)، بنی عبد الدار بن قصی سے نضر بن حرث بن کلدۃ، بنی اسد بن عبد العزیٰ سے ابوہنتر بن ہشام، زعمہ بن الاسود (یہ بعد میں اسلام لے آئے)، حکیم بن حزام (یہ بھی بعد میں اسلام لے آئے)، بنی مخزوم سے ابو جہل بن ہشام، بنی سہم سے نبیہ اور منبہ حجاج کے بیٹے، بنی جمح سے امیہ بن خلف اس کے علاوہ اور بھی بہت سے تھے کہ جن کو قریش میں شمار نہیں کیا جاتا اور اہلسین ایک بڑھے کی صورت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں شیخ نجدی ہوں مجھے تمہارے اس اجتماع کی اطلاع ہوئی تو میں آیا مجھ سے تم کچھ نہ چھپانا میں تمہارا رفیق ہوں اور اس معاملہ میں بہتر رائے سے تمہاری مدد کروں گا انہوں نے اس کو شامل کر لیا اور سید عالم ﷺ کے متعلق رائے زنی شروع ہوئی ابوہنتر نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد ﷺ کو پکڑ کر ایک مکان میں قید کر دیا جائے اور مضبوط بندشوں سے باندھ دیا جائے دروازہ بند کر کے صرف ایک سوراخ چھوڑ دو جس سے کبھی کبھی کھانا پانی دیا جائے اور وہیں وہ ہلاک ہو کر رہ جائیں، اس پر شیطان لعین جو شیخ نجدی بنا ہوا تھا بہت ناخوش ہوا اور بولا بہت ناقص رائے ہے یہ خبر مشہور ہوگی اور ان کے اصحاب ﷺ آئیں گے اور تم سے مقابلہ کریں گے اور ان کو تمہارے ہاتھ سے چھڑالیں گے، لوگوں نے کہا شیخ نجدی ٹھیک کہتا ہے پھر ہشام بن عمرو اکھڑا ہوا اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ان کو یعنی محمد ﷺ کو اونٹ پر سوار کر کے اپنے شہر سے نکال دو پھر وہ جو کچھ بھی کریں اس سے تمہیں کچھ ضرر نہیں اہلسین نے اس رائے کو بھی ناپسند کیا اور کہا جس شخص نے تمہارے ہوش اڑادیئے اور تمہارے دانشمندیوں کو حیران بنا دیا اس کو تم دوسروں کی طرف بھیجتے ہو تم نے اس کی شیریں کلامی سیف زبانی دل کشی نہیں دیکھی ہے؟ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ دوسری قوم کے قلوب کو تخریر کر کے ان لوگوں کے ساتھ تم پر چڑھائی کریں گے، اہل جمع نے کہا کہ شیخ نجدی کی رائے ٹھیک ہے اس پر ابو جہل کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میرے پاس ایک رائے ہے لوگوں نے کہا اے ابوہکم کیا؟ اس نے کہا کہ قریش کے ہر ہر خاندان سے ایک ایک عالی جوان منتخب کیا جائے اور ان کو تیز تلواریں دیں جائیں وہ سب ایک بارگی حضرت (محمد ﷺ) پر حملہ آور ہو کر قتل کر دیں (معاذ اللہ) تو نبی ہاشم قریش کے تمام قبیلوں سے نہ لڑ سکیں گے غایت یہ کہ خون کا معاوضہ دینا پڑے وہ دے دیا جائے گا، اہلسین نے اس تجویز کو پسند کیا اور ابو جہل کی بہت تعریف کی اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ گوش گزار کیا اور عرض کی کہ حضور ﷺ اپنی خواب گاہ میں شب کو ندر ہیں اللہ تعالیٰ نے اذن دیا ہے کہ مدینہ طیبہ کا عزم فرمائیں، حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شب میں اپنی خواب گاہ

میں رہنے کا حکم فرمایا: ”ہماری چادر شریف اور حوتمہیں کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی“، اور حضور ﷺ دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے اور مشٹ خاک دست مبارک میں لی اور آیت ﴿انا جعلنا فی اعناقہم اغلالا﴾ پڑھ کر محاصرہ کرنے والوں پر ماری سب کی آنکھوں اور سروں پر پتھری سب اندھے ہو گئے اور حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔ سید عالم ﷺ مع ابو بکر ؓ کے غار ثور میں تشریف لے گئے اور حضرت علی ؓ کو لوگوں کی امانتیں پہنچانے کے لئے مکہ مکرمہ میں چھوڑا، مشرکین رات بھر سید عالم ﷺ کی دولت سرائے اقدس کا پہرہ دیتے رہے صبح جب قتل کے ارادے سے حملہ آور ہوئے تو دیکھا کہ حضرت علی ؓ ہیں، ان سے حضور ﷺ کو دریافت کیا کہ کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہمیں معلوم نہیں تو تلاش کے لئے نکلے جب غار پر پہنچے تو کھڑی کے جالے دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر اس میں ہوتے تو یہ جالے باقی نہ رہتے۔ حضور اس غار میں تین دن ٹھرے پھر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

(سبل الہدی والرشاد، باب الثانی فی سبب ہجرۃ النبی ﷺ، ج ۴، ص ۲۲۱ وغیرہ، ملخصاً وملتقطاً)

دلائل آفاقی ودلائل نفسی کا مختصر بیان:

۱..... ہم نے متعدد بار دلائل سے اس موضوع پر کلام کیا ہے تاہم دلائل کی بھی دو اقسام ہیں، دلائل الآفاق اور دلائل الانفس، جیسا کہ فرمان باری ﷻ ہے: ﴿سنریہم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں﴾ (نمل: ۵۳)۔ (۱)..... آفاقی دلائل: کا تعلق آسمان، فرشتوں، زمین پر آسانی نعمتیں، ہواؤں سے ہے اور (۲)..... دلائل نفس: کی تفسیر بھی ہم نے متعدد بار کر دی ہے جیسا کہ فرمان مقدس ہے: ﴿من قرأ بک من قراب﴾ سے حضرت آدم ؑ کی تخلیق کی جانب اشارہ ملتا ہے، پھر ﴿ثم من نطفۃ﴾ سے اولاد آدم کی تخلیق کی جانب، اور ہم نے یہ بھی متعدد بار بیان کر دیا ہے کہ کلام باری کسی چیز کا محتاج نہیں ہے بلکہ فرمایا: ﴿خلقکم﴾ میں انسانوں سے خطاب ہے مراد حضرت آدم ؑ کی ساری اولاد ہے جو کہ مٹی سے، پھر نطفے سے پیدا ہوئی ہے، اور نطفہ غذا سے بنتا ہے، اور غذا کا انحصار پانی و مٹی سے قائم و دائم ہے، پس ثابت یہی ہوتا ہے کہ انسان مٹی اور نطفے سے بنتا ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۲۲۷)

عمر میں کمی بیشی ہونے کے محامل:

۱..... یعنی اللہ ﷻ نے (جسم میں) خرابی کے بعد بھی طویل عمر عطا فرمائی جس کی (مصلحت) وہی جانتا ہے، اور یہ اس کے پاس کتاب میں مکتوب ہے، ﴿ولا ینقص من عمرہ﴾ میں ضمیر عائد جنس کی جانب لوثی ہے نہ کہ عین کی جانب، کیونکہ عین تو طویل عمر کے بارے میں ہے جو کہ لوح محفوظ میں مکتوب ہے اور اللہ ﷻ کے علم میں کہ عمر میں کمی نہ ہونے لہذا ضمیر عائد الی اجنس مراد ہے۔ امن جریر کہتے ہیں کہ اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی کہے: ”عندی ثوب و نصفہ یعنی میرے پاس کپڑا اور اس کا نصف ہے“ یعنی الگ سے نصف موجود ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب ان ذلک علی اللہ یسیر اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے اور کسی کی عمر کم کی جائے یہ سب ایک کتاب میں ہے بیشک یہ اللہ کو آسان ہے﴾ (ناظر: ۱۱) ﴿ہر شخص اپنی وہی عمر پوری کرتا ہے جو اللہ نے اس کے لئے لکھ دی ہے اور جو اللہ نے کتاب (لوح محفوظ) میں لکھ دی ہے اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی اور اسی طرح ہر شخص اتنی ہی عمر پوری کرے گا جو اللہ نے اس کے لئے لکھ دی ہے اور کتاب میں لکھی ہوئی عمر سے کم نہ ہوگی، اور یہی قول شحاک بن مزاحم کا ہے۔ عبدالرحمن بن اسلم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کیا لوگ نہیں دیکھتے کہ بعض انسان سو سال زندگی گزارتے ہیں اور بعض انسان پیدا ہونے کے بعد ہی مر جاتے ہیں۔ قنادہ کہتے ہیں کہ جن کی عمر کم ہوتی ہے وہ ساٹھ سال سے پہلے ہی مر جاتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں ﴿وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب﴾ یعنی انسان کی عمر اس

کی ماں کے پیٹ ہی میں لکھ دی جاتی ہے، لوگوں کی عمر ایک جیسی نہیں ہوا کرتی، بلکہ بعض کی عمر بعض سے کم (یا زیادہ) ہوا کرتی ہے اور یہ سب کچھ لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ سب کو کچھ جانتا ہے چنانچہ سال بہ سال، مہینے کے مہینے، جمعہ سے جمعہ، ایک دن سے دوسرے دن تک، ایک گھڑی سے دوسری گھڑی تک، سب کچھ اللہ ﷻ کی کتاب میں موجود ہے۔

(ابن کثیر، ج ۲، ص ۶۶۹)

اگرچہ لوح محفوظ میں عمر لکھ دی گئی ہے تاہم کسی اسباب کی وجہ سے عمر میں کمی و زیادتی ہونا قرار پاتا ہے جیسا کہ وارد ہوتا ہے: ”الصلوة تزيد في العمر یعنی صدقہ کرنا عمر میں اضافے کا باعث بنتا ہے“۔ پس تقدیر کی دو اقسام ہیں کہ تقدیر مطلق میں کسی کی دعائیاں کی باعث تبدیلی ہوتی ہے اور یہ اللہ ﷻ کے علم ازلی میں ہوتا ہے، جب کہ تقدیر مبرم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ سلف و خلف کا فرمان ہے۔

(روح المعانی، شمارہ ۲۲، ص ۴۷۹، ملخصاً)

مچھلی کھانے کے طبی فوائد:

یے..... مچھلی کا گوشت زود ہضم اور مقوی ہوتا ہے۔ اس میں مقداریت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ مچھلی ہمیشہ دریا، ندی یا بہتے ہوئے پانی سے پکڑ کر کھانی چاہیے۔ تازہ مچھلی کے ڈھیلے ابرے ہوتے ہیں اور اس کے ٹھنڈے شوخ اور گلابی رنگ کے ہوتے ہیں اور اس کا گوشت پک کر دم دار ہوتا ہے۔ باسی مچھلی کے ڈھیلے بیٹھ جاتے ہیں۔ ٹھنڈوں کا رنگ بدل جاتا ہے جو عموماً سیاہی مائل ہو جاتا ہے اور اس کا گوشت پک کر ریشہ دار ہوتا ہے۔ مچھلی ہمیشہ اچھی کھانی چاہیے جس میں کانٹے کم ہوں۔

مچھلی بغیر مارے اپنے آپ مر کر پانی کی سطح پر اٹنی تیرنے لگی حرام ہے، مچھلی کو مارا اور مر کر پانی کی سطح پر اٹنی ہو گئی اب حرام

(ردالمحتار علی الدر المنہار، کتاب الذبائح، ج ۱، ص ۴۴۴)

نہیں۔

حکایات:

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے اپنا فضائی باز اڑایا پس وہ اڑتے اڑتے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور کچھ دیر بعد اپنے پتے میں ایک فضائی مچھلی دبوچے لے آیا، خلیفہ کو بڑی حیرت ہوئی اور انہوں نے زبردست عالم دین سیدنا مقاتل کی خدمت میں مسئلہ دریافت کیا، اور فرمایا کہ آپ کے جد امجد ابن عباس کہتے ہیں کہ فضاؤں میں ہر طرح کی مخلوق رہتی ہے جن میں بعض سفید رنگ کے جانور ہوتے ہیں جو مچھلی جیسے بچے جتے ہیں جن کے بازو ہوتے ہیں مگر نہیں ہوتے، اس کے بعد سیدنا مقاتل نے اس جانور کو کھانے کی اجازت دی تو اس کا احترام کیا گیا۔

(حیۃ الحيوان الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۷۵)

”رسائل قشیریہ“ میں ہے سیدنا ابو الخیر عسقلانی کئی سال مچھلی کھانے کی خواہش کرتے رہے، بہر حال حلال طریقے سے یہ میرا گئی، مگر جو ہی کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو مچھلی کا کاٹنا ہاتھ میں ٹھنڈ گیا، زخم اس قدر بڑھا کہ آپ کا ہاتھ ہی ضائع ہو گیا، اس پر بارگاہ خداوندی میں عرض کی: ”یا اللہ! یہ تو اس شخص کا حال ہے جس نے ایک حلال چیز کھانے کی خواہش کی اور اس کی جانب ہاتھ بھی بڑھلایا، اس شخص کا کیا ہے گا جو حرام کی خواہش کرے اور اس کی جانب ہاتھ بڑھائے“۔

لام برحان الدین ابراہیم زرنوخی کہتے ہیں کہ حکیم جالینوس کا قول ہے کہ انار میں کثیر منافع ہیں جب کہ مچھلی میں کثیر نقصانات، مگر ٹھوڑی سی مچھلی کھانا کثیر انار سے بہتر ہے۔

(تعلیم المستعلم طریق التعلیم، ص ۴۶)

سورج، چاند سے دنوں کا تعین:

یے..... تقویم: وہ نظام جس کے ذریعے وقت کا ریکارڈ رکھا جائے تقویم (calender) کہلاتا ہے، گویا تقویم کے ذریعے

دن، ہفتہ، ماہ اور سال وغیرہ کا حساب لگایا جاتا ہے۔

شمسی تقویم: اس تقویم کی بنیاد چاند کے سائز اور اس کے طلوع و غروب ہونے پر ہے، تقویم کا یہ طریقہ سب سے پرانا اور آسان ہے، چنانچہ پہلے زمانے کے لوگ چاند کو دیکھ کر دن گنا کرتے تھے اور چونکہ چاند کا سائز ہر روز بدلتا رہتا ہے اس لئے اس کے ذریعے حساب لگانا بھی آسان ہے۔

اس تقویم کے مطابق مہینہ کبھی اسیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا، ہر پہلی رات کے چاند سے مہینے کا آغاز ہوتا ہے، جب اسیس دنوں کے بعد چاند نظر آئے تو مہینہ اسیس دن کا ہوتا ہے ورنہ تیس دن کا۔ سائنس کے مطابق زمین سورج کے گرد چکر کاٹتی ہے (اگرچہ یہ نظریہ اسلامی اصول کے خلاف ہے)، یہ عرصہ ۳۶۵ دن، ۵ گھنٹے، ۴۰ منٹ، ۴۶.۲۳۳۳۳ اشاریہ ۴۲ سیکنڈ کے برابر ہوتا ہے۔ ہم صرف سال کو پورے ۳۶۵ دن شمار کرتے ہیں اس لئے ہمارا سال اصل سال سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اور یہ کی سال بہ سال زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ سال بہ سال وہی مہینے دیگر موسموں میں آنے لگیں گے جس سے ہمارے نظام زندگی میں گڑبڑ پیدا ہو جائے گی۔ اور وقت کا بھی کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکے گا۔ اس وقت کو ختم کرنے کے لئے (Jolais seized) بادشاہ روم نے ہر چوتھے سال میں ایک دن کا اضافہ کر کے ہر چوتھا منٹ ۱۴ سیکنڈ بڑھا دیتے تھے چونکہ یہ زیادتی ہر ۱۰۰ سال میں جمع ہو کر ایک دن کے قریب ہو جاتی تھی اس لئے ہر صدی کا لیب سادہ شمار کر کے زیادتی کے برابر کر دیا گیا۔ اس لئے ۱۰۰ء اگرچہ لیب کا سال ہے تاہم اس کے ۳۶۵ دن ہی شمار ہو گئے۔ اسی طرح ۲۰۰ء، ۳۰۰ء لیب کے سال شمار نہ ہو گئے۔ اس طرح چار سو سال کے بعد پھر ایک سال کی کمی واقع ہو جاتی تھی، اس لئے ۴۰۰ء اور ہر ایک صدی کے سال کو جو ۴ سے تقسیم ہو جائے لیب کا سال شمار کر لیا گیا ہے۔ عملی طور پر جو سال ۴ پر تقسیم ہو جائے وہ لیب کا ہے اور اس میں کاسب سے چھوٹا مہینہ فروری ۲۸ کے بجائے ۲۹ کا ہوتا ہے۔

اغراض:

ونزل فی ابی جہل وغیرہ: کا بیان شان نزول میں دیکھیں۔ بالصمویہ: یعنی ظاہری تخمین، کہ اس کا وہم اس کی عقل پر غالب آجائے، پس وہ حق کو باطل گمان کرے اور باطل کو حق جانے، اور جسے اللہ ہدایت سے نوازے تو وہ حق کو حق کی نظر سے دیکھتا اور اس حق پر عمل کرتا ہے اور باطل کو باطل کی نظر سے دیکھ کر اس سے اجتناب کرتا ہے۔

دل علیہ: تقدیر حذف پر دلیل ہے، معنی یہ ہے کہ خیر کے حذف ہونے کی دلیل یہ آیت: ﴿فان اللہ یضلل من یشاء﴾ ہے اور اس آیت میں معتزلہ کا رد بھی ہے کہ ان کا گمان ہے بندہ اپنے اعمال خود تخلیق کرتا ہے، اور جب ایسا ہی ہے تو گمراہی اور ہدایت کی نسبت اللہ کی جانب نہیں ہونی چاہیے۔ فیجازیم علیہ: پس اللہ خیر کے امور پر اچھی جزا اور شر کے امور پر بُری جزا سے نوازے گا۔
لحکایۃ الحال الماضیہ: یعنی وہ صورت عجیبہ کا متحضر ہونا جو کہ اللہ کی کمال قدرت پر دلیل ہو۔

لا نبات بہا: پس موت نبات و جانوروں کی چراگاہوں کے عدم وجود کا نام ہے اور حیات ان کے وجود کا نام ہے۔

فلیطعہ: اللہ کا فرمان: ﴿فلیطعہ العزۃ﴾ جواب کے لئے تعلیل ہے، اس آیت میں اختلاف ہے پس ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ جو شخص عزت چاہے وہ کس سے حصول عزت کا سوال کرے؟ تو اس سے کہا جائے گا ﴿فلیطعہ العزۃ جمیعاً﴾، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جو اپنی ذات کے لئے عزت کا خواستگار ہو اسے چاہیے کہ اللہ سے اس بارے میں سوال کرے کیونکہ اللہ کے سوا کسی کے پاس اس کا اختیار نہیں ہے، اور اس کی طلب بارگاہ الہی کی طاعت، بجالانے اور اس کی بارگاہ میں التجاء کرنے سے ہونی چاہیے، اور اس کی بارگاہ و صمدیت پر ڈٹ جانے کی صورت میں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: ”جو دارین کی عزت چاہے تو اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرے اور جو اللہ کے

سوا کسی اور سے عزت کے حصول کا متنی ہے وہ ذلت ہی اٹھائے گا۔ حدیث پاک میں کسی من و صفد کے الفاظ ہیں جس کے معنی محدثین نے ذلت لئے ہیں یعنی بندے کا وصف ذلت اور اللہ کا وصف پاک عزت ہے پس جب بندے سے کچھ چاہیے گا تو اُسے وہی ملے گا جو اس کے پاس ہے اور اللہ کی بارگاہ سے چاہے گا تو اُسے وہی ملے گا جس کا مختار ہے۔ جیسا کہ وارد ہوتا ہے: ”جو کسی قوم سے عزت چاہے گا اللہ اُسے ذلیل کر دے گا۔“

یعلّمہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مجاز ہے، اور مجازی نسبت سے مراد یہاں علم ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ معاملہ قاضی کے پاس لایا گیا یعنی قاضی کو معاملے کا علم دیا گیا اور اسی علم کو صعود سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کی نسبت اعمال کے قبول و رد ہونے کی طرف بھی کی جاتی ہے کیونکہ ثواب و عذاب ملنے کا تعلق عالم بالا و زیریں سے ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اعمال آسمان کی جانب بلند ہوتے ہیں اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جس کتاب میں بندوں کے اعمال درج ہیں وہ کتاب آسمانوں میں ہے۔

ونحوها: یعنی اذکار، تسبیحات و تلاوت قرآن مجید۔ المکورات: سے سیئات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، اور مراد محذوف موصوف مفعول مطلق یمکرون کی صفت ہے کیونکہ مکرو فعل لازم ہے اور اس کا مفعول ہی نہیں ہوتا اور مکرو سے مراد حیلہ یا دھوکہ ہے۔ فی دار الندوة: سے مراد وہ جگہ ہے جو نصی بن کلاب نے بات چیت اور مشاورت کے لئے بنائی تھی۔

بخلق ابیکم آدم منہ: صحیح یہ ہے کہ ﴿خلقکم من تراب﴾ سے مراد وہ نطفہ لیا جائے جو غذا سے بنتا ہے اور غذا مٹی سے بنتی ہے۔ شریہ: شراب کی تفسیر شرب سے کی، کیونکہ شراب سے مراد شروب ہے، پس لازم ہے کہ کسی چیز کی اضافت اس کی اپنی ذات کی جانب کی جائے۔ وقیل منہما: سمندر میں نمک ہونے کی وجہ سے پانی اور نمک کے امتزاج سے موتی بن جاتے ہیں۔ ہو السمک: مراد تمام دریائی جانور ہیں، پس دریائی جانور کھانا حلال ہے (جنہیں فقہ حنفی نے ہمارے لئے حلال رکھا)۔ والمرجان: مراد سرخ عرق ہے، جو کہ سمندر سے اس طرح نکلتا ہے جیسا کہ انگلی سے خون نکلتا ہے، ایک قول کے مطابق چھوٹا موتی مرجان کہلاتا ہے۔ بالتجارة: وغیرہ جیسا کہ غزوات اور حج کے ایام میں۔

لقافة النواة: سے مراد کھٹلی کے ساتھ لگی ہوئی باریک جھلی، اور جانور کہ کھٹلی میں چار چیزیں پائی جاتی ہیں: (۱)..... الفتیل: وہ چیز ہے جو کھٹلی توڑنے پر اندرونی ساخت کہلاتی ہے، (۲)..... القطمیر: کھٹلی کا لافانہ، (۳)..... النقیس: مراد کھٹلی کا ظاہری حصہ، (۴)..... الثروق: کھجور کے نیچے کی پینڈی اور کھٹلی کے درمیان کا حصہ۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۷۸ وغیرہ)

رکوع نمبر ۱۵

﴿يا ايها الناس انتم الفقراء الى الله﴾ ﴿بِكُلِّ حَالٍ﴾ ﴿والله هو الغني﴾ ﴿عَنْ خَلْقِهِ﴾ ﴿الحميد﴾ ﴿(۱۵)﴾ ﴿الْمَحْمُودُ﴾ ﴿فِي صُنْعِهِ﴾ ﴿بِهِمْ﴾ ﴿ان يشايدهم﴾ ﴿ويأت بخلق جديد﴾ ﴿(۱۶)﴾ ﴿بَدَلْكُمْ﴾ ﴿وما ذلك على الله بعزيز﴾ ﴿(۱۷)﴾ ﴿شَدِيدٍ﴾ ﴿وَلَا تَزِرُ﴾ ﴿نَفْسٌ﴾ ﴿وَأُزْرَةً﴾ ﴿آثِمَةٌ﴾ ﴿أَي لَا تَحْمِلُ﴾ ﴿وَزْرًا﴾ ﴿نَفْسٌ﴾ ﴿أُخْرَى﴾ ﴿وَإِنْ تَدْعُ﴾ ﴿نَفْسٌ﴾ ﴿مَثْقَلَةٌ﴾ ﴿بِالْوِزْرِ﴾ ﴿إِلَى حَمْلِهَا﴾ ﴿مِنْهُ﴾ ﴿أَحَدًا﴾ ﴿لِيَحْمِلَ﴾ ﴿بَعْضُهُ﴾ ﴿لَا يَحْمِلُ﴾ ﴿مِنْهُ﴾ ﴿شَيْءٌ﴾ ﴿وَلَوْ﴾ ﴿كَانَ﴾ ﴿الْمَدْعُوُّ﴾ ﴿ذَا قُرْبَى﴾ ﴿قَرَابَةٍ﴾ ﴿كَأَلْبِ﴾ ﴿وَالْإِبْنِ﴾ ﴿وَعَدَمِ﴾ ﴿الْحَمْلِ﴾ ﴿فِي﴾ ﴿الشَّقِيْنَ﴾ ﴿حُكْمٍ﴾ ﴿مِنَ﴾ ﴿اللَّهِ﴾ ﴿إِنَّمَا﴾ ﴿تَنْذِرُ﴾ ﴿الَّذِينَ﴾ ﴿يَخْشَوْنَ﴾ ﴿رَبَّهُمْ﴾ ﴿بِالْغَيْبِ﴾ ﴿أَي﴾ ﴿يَخَافُونَ﴾ ﴿وَمَا﴾ ﴿رَأَوْهُ﴾ ﴿لَأَنَّهُمْ﴾ ﴿الْمُنْتَفِعُونَ﴾ ﴿بِالْأَنْذَارِ﴾ ﴿وَإِنَّمَا﴾ ﴿الصَّلَاةُ﴾ ﴿أَدَامُوهَا﴾ ﴿وَمَنْ﴾ ﴿تَزَكَّى﴾ ﴿تَطَهَّرَ﴾ ﴿مِنَ﴾ ﴿الشَّرِكِ﴾ ﴿وغيره﴾ ﴿فإنما يتزكى لنفسه﴾ ﴿فَصَلَاةٌ﴾ ﴿مُخْتَصَّ﴾

بہ (والی اللہ المصیر) (۱۸) ﴿الْمُرْجَعُ فَيُجْزَىٰ بِالْعَمَلِ فِي الْأَخِرَةِ﴾ (وما يستوى الا عمى
 والبصير) (۱۹) ﴿الْكَافِرُ وَالْمُؤْمِنُ﴾ (ولا الظلمت) ﴿الكفر﴾ (ولا النور) (۲۰) ﴿الْإِيمَانُ﴾ (ولا الظل ولا
 الحرور) (۲۱) ﴿الْجَنَّةُ وَالنَّارُ﴾ (وما يستوى الاحياء ولا الاموات) ﴿المؤمنون﴾ (والكفار) ﴿وَزِيَادَةٌ لَا فِي الثَّلَاثَةِ﴾
 تَاكِيْدٌ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ مَن يَشَاءُ﴾ ﴿هٰذِيْئَتْهُ فَيَجِيْبُهُ بِالْإِيْمَانِ﴾ (وما انت بمسمع من فى القبور) (۲۲) ﴿أَيِ
 الْكُفَّارِ شَبَّهَهُم بِالْمَوْتَىٰ فَلَا يُحْيِيُوْنَ﴾ (ان) ﴿مَا﴾ (انت الا نذير) (۲۳) ﴿مُنذِرٌ لَهُمْ﴾ (انا ارسلناك
 بالحق) ﴿بِالْهُدَىٰ﴾ (بشيرا) ﴿مَنْ أَجَابَ إِلَيْهِ﴾ (ونذيرا) ﴿مَنْ لَّمْ يَجِبْ إِلَيْهِ﴾ (وان) ﴿مَا﴾ (من امة الا
 خلا) ﴿سَلَفٌ﴾ (فيها نذير) (۲۴) ﴿نَبِيٌّ يُنذِرُهُمْ﴾ (وان يكذبوك) ﴿أَيِ أَهْلِ مَكَّةَ﴾ (فقد كذب اللذين من قبلهم
 ؕ جاءتهم رسلهم بالبينت) ﴿الْمُعْجِزَاتِ﴾ (وبالزبر) ﴿صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ﴾ (وبالكتب المنير) (۲۵) ﴿هُوَ التَّوْرَةُ﴾
 وَالْإِنْجِيلُ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرُوا﴾ (ثم اخذت الذين كفروا) ﴿بِتَكْذِيْبِهِمْ﴾ (فكيف كان نكير) (۲۶) ﴿اِنْكَارِىٰ﴾
 عَلَيْهِم بِالْعُقُوْبَةِ وَالْاِهْلَاكِ اَيِ هُوَ وَاَقَعَ مَوْقَعَهُ.

﴿ترجمہ﴾

اے لوگوں! تم سب اللہ کے محتاج ہو (ہر حال میں) اور اللہ ہی بے نیاز ہے (اپنی مخلوق سے) سب خوبیاں سرابا (اپنی صنعت میں جو وہ
 مخلوق کے ساتھ فرماتا ہے، حمید بمعنی محمود ہے) وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے (تمہارے بدلے) اور یہ
 اللہ پر کچھ دشوار نہیں اور کوئی (جان) بوجھ اٹھانے والی (یعنی گناہگار، لا تنذر بمعنی لا تحمل ہے) دوسری (جان) کا بوجھ نہ اٹھائے گی
 اور اگر (کوئی جان) بوجھ اٹھانے والی (گناہ کا) اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے (کسی کو) بلائے (تاکہ وہ اس کے کچھ بوجھ کو اٹھالے) تو
 اس کے بوجھ میں کوئی کچھ نہ اٹھائے گا اگر چہ وہ (جس کو بلا یا جا رہا ہے) قریب رشتہ دار ہو (قریبی بمعنی قریبہ ہے، جیسے باپ بیٹا وغیرہ
 اور دونوں صورتوں میں دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھانا، اللہ جل جلالہ کے حکم سے ہوگا) اے محبوب تمہارا ڈر سنا تا تو انہیں کو کام دیتا ہے جو بے
 دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں (یعنی وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اسے دیکھا نہیں ہے، اور یہی لوگ ڈر سنائے
 جانے سے فائدہ اٹھاتے ہیں.....!) اور نماز قائم رکھتے ہیں (یعنی ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں) اور جو ستر اہوا (جو شرک وغیرہ گناہوں
 سے پاک ہوا) تو اپنے ہی بھلے کو ستر اہوا (تو اس کا اچھا ہونے کا نفع اس کے ساتھ خاص ہے) اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے (وہ آخرت
 میں اعمال کی جزاء دے گا، المصیر بمعنی المرجع ہے) اور برابر نہیں اندھا (یعنی کافر) اور اٹھیا (یعنی مسلمان) اور نہ
 اندھیریاں (یعنی کفر) اور اجلا (یعنی اسلام) اور نہ سایہ (یعنی جنت) اور نہ گرمی (یعنی دوزخ) اور برابر نہیں زندے (یعنی مسلمان) اور
 مردے (یعنی کفار، تینوں مذکورہ مقامات میں لام زائدہ بطور تاکید ہے) بیشک اللہ سنا تا ہے جس کو (ہدایت دینا) چاہتا ہے (پس اسے
 ایمان عطا فرما کر حیاتی دے دیتا ہے) اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں (یعنی کافروں کو، کفار کو مردوں سے تشبیہ
 اس لیے دی کہ یہ بھی ان کی طرح جواب نہیں دیتے.....!) تم تو یہی (ان لوگوں کو) ڈر سنانے والے ہو (ان بمعنی مسانافہ
 ہے) اے محبوب بیشک ہم نے تم کو حق (یعنی ہدایت) کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا (انہیں جو تمہاری دعوت قبول کر لیں) اور
 ڈر سنا تا (انہیں جو اسے قبول نہ کریں) اور انہیں کوئی گروہ (ان بمعنی مسانافہ ہے) مگر سب میں ایک ڈر سنانے والا گزارا ہے (یعنی نبی

گزرے ہیں جو لوگوں کو ڈراتے تھے اللہ ﷻ سے، خلا یعنی سلف ہے) اور اگر (اہل مکہ) تمہیں جھٹلائیں تو ان سے اگلے بھی جھٹلا چکے ہیں ان کے پاس ان کے رسول آئے معجزات..... یحییٰ لے کر (الہیات بمعنی المعجزات ہے) اور جحفی (جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے) اور چمکتی کتاب (مراد اس سے تورات وانجیل ہے تو جس طرح انہوں نے صبر کیا، آپ ﷺ بھی صبر کیجئے) پھر میں نے کافروں کو (ان کے جھٹلانے کے سبب) پکڑا تو کیسا ہوا میرا انکار (میرا ان کو سزا دے کر انہیں ہلاک کر کے ان پر انکار کرنا کیسا ہوا؟ یعنی یہ معاملہ بالکل بر محل ہوا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یا ایہا الناس انتم الفقراء الى الله واللہ هو الغنی الحمید﴾

یا ایہا الناس: نداء، انتم: مبتداء، الفقراء: جمع فقیر صفت مشبہ بافاعل، الی اللہ: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، و: عاطفہ، اللہ مبتداء، هو الغنی الحمید: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان یشا یدھبکم ویات بخلق جدید﴾

ان: شرطیہ، یشاء: جملہ فعلیہ شرط، یدھبکم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یات: فعل بافاعل، بخلق جدید: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما ذلک علی اللہ بعزیز﴾

و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، ذلک: اسم، علی اللہ: ظرف لغو مقدم، ب: زائد، عزیز: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لا تنزروا ذرۃ: فعل نئی بافاعل، و ذرۃ: مرکب اضافی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان تدع مثقلۃ الی حملہا لا یحمل منہ شیء ولو کان ذا قربی﴾

و: عاطفہ، ان: شرط، تدع: فعل، مثقلۃ: "نفس" محذوف کی صفت، ملکر فاعل "ای نفس مثقلۃ بالذنوب" الی حملہا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لا یحمل: فعل نئی مجہول، منہ: ظرف متتقر حال مقدم، شیء: ذوالحال، و: حالیہ، لو: جلیہ، کان: ذا قربی: جملہ فعلیہ حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انما تنذر الذین یخشون ربہم بالغیب واقاموا الصلوٰۃ﴾

انما: حرف مشبہ وما کافہ، تنذر: فعل بافاعل، الذین: موصول، یخشون: فعل واو ضمیر ذوالحال، بالغیب: ظرف متتقر حال، ملکر فاعل، ربہم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اقاموا الصلوٰۃ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیر﴾

و: اعتراضیہ، من: شرطیہ مبتداء، تزکی: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ وما کافہ، یتزکی: فعل بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ، و: عاطفہ، الی اللہ: ظرف متتقر خبر مقدم، المصیر: مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما یتسوی الاعمی والبصیر ولا الظلمت ولا النور ولا الظل ولا الحرور﴾

و: متانفہ، ما یتسوی: فعل نئی، الاعمی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، البصیر: معطوف اول، و: عاطفہ، لا: تانیفہ زائدہ لتاکید، الظلمت: الی الحرور: معطوفات، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنْ اللَّهُ يَسْمَعُ مِنْ يَشَاءُ﴾.

و: عاطفہ، ما یستوی: فعل نفی، الاحیاء: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، الاموات: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ان: اللہ: حرف مشبہ واسم، یسمع: فعل بافاعل، من یشاء: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَمَا أَنْتَ بِمَسْمُوعٍ مِنْ فِي الْقُبُورِ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ﴾.

و: عاطفہ، ما مشابہ بلیس، انت: اسم، ب: زائدہ، مسمع: اسم فاعل بافاعل، من فی القبور: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: نافیہ، انت مبتدا، الا: اداة حصر، نذیر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾.

اننا: حرف مشبہ واسم، ارسلنا: فعل بافاعل، ک: ضمیر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال اول، بشیرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نذیرا: معطوف، ملکر حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان: نافیہ، من: جار زائد، امة: مبتدا، الا: اداة حصر، خلا فیہا: فعل وظرف لغو، نذیر: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَإِنْ يَكْذِبُونَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَاءَ تَهُمْ رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ﴾.

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، یکذبون: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قد: حقیقیہ، کذب: فعل، الذین من قبلہم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، جاء تہم رسولہم: فعل و فاعل و مفعول، بالبیّنات: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، بالزبیر: معطوف اول، و: عاطفہ، بالکتب المنیر: معطوف ثانی، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ثُمَّ أَخَذَتِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْكَيْفَ كَانَ نَكِيرٌ﴾.

ثم: عاطفہ، اخذت: فعل بافاعل، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: مبتدأ، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، نکیر: صلہ "نکیری" بمعنی انکار، اسم، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿تَشْرِيحُ تَوْضِيحُ وَاعْرَاضُ﴾

خوف خدا رکھنے والوں کا حال:

۱..... مطلقاً خوف سے مراد وہ قلبی کیفیت ہے جو کسی ناپسندیدہ امر کے پیش آنے کی توقع کے سبب پیدا ہو، مثلاً پانی بھرتے

ہوئے کنویں میں گر جانے کا خوف.....، اللہ ﷻ سے خوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کی بے نیازی، گرفت، ناراضگی اور سزاؤں کا سن کر انسان کا دل گمراہی میں مبتلا ہو جائے۔

(احیاء العلوم الدین، کتاب العوف والرجاء، ج ۴، ص ۱۸۹)

اللہ ﷻ نے اپنے خوف کے بارے میں جگہ جگہ ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ درج ذیل میں اس مضمون سے متعلق قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں:

(۱)..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا أَلَيْسَ الْإِيمَانُ وَالْوَالُونَ وَاللَّهُ مِنْ دُونِ ذَلِكَ سِدْقًا﴾

کہو (الاحزاب: ۷۰)۔

(۲)..... ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا لِقَابِ رَبِّهِمْ أَنْ يَقُولُوا رَبِّهِمْ اللَّهُ وَالَّذِينَ لَا يُحِبُّونَ أَنْ يَتَذَكَّرُوا رَبَّهُمْ وَأَوَّلُوا حَتَّىٰ إِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا وَبَدَّوْنَهُمْ قُلُوبُهُمْ حَتَّىٰ إِذَا خَرَقُوا لِجَنَّتِهِمْ يَنْزِعُوا عَنْهُمْ لُحْيَاهُمْ فَتَلَوُّهُمْ يَوْمَئِذٍ كَالْعَصْفِ يَذَّكَّرُ فَجِئْنَا بِهَذَا آيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾

سے پہلے کتاب دینے گئے اور تمہیں بھی کہ اللہ سے ڈرو (النساء: ۱۲۱)۔

(۳)..... ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَاللَّهُ يَسْمَعُ سُرُوسَكُمْ﴾

سے پیدا کیا (النساء: ۱) ﴿

(۳)..... ﴿یٰٰیہٰیہٰ الذّٰلین امنوا اتقوا اللہ حق تقاہ و لا تموتن الا وانتم مسلمون اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان (ال عمران: ۱۰۲) ﴿

(۵)..... ﴿و مخالفون ان کنتم مومنین اور مجھ سے ڈرو اگر مومن ہو (ال عمران: ۱۷۰) ﴿

(۶)..... ﴿و ایہای فرہبون اور خاص میرا ہی ڈر رکھو (البقرہ: ۴۰) ﴿

(۷)..... ﴿و یحذرکم اللہ نفسہ اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے (ال عمران: ۲۸) ﴿

(۸)..... ﴿و اتقوا یوما تزجمعون فیہ الی اللہ ڈرو اس دن سے جس میں تم اللہ کی جانب لوٹو گے (البقرہ: ۲۸۱) ﴿

اب ہم احادیث پاک سے خوف خدا کے بارے میں فرامین مصطفیٰ ﷺ بیان کرتے ہیں:

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”گناہ سے (خوف خدا) رکھتے ہوئے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں“

(کنز العمال، کتاب التوبۃ، الفصل الاول فی فضلہا و الترغیب فیہا، رقم: ۱۰۲۴۵، ج ۲، ص ۹۲)

☆..... قال النبی ﷺ: ”راس الحکمة مخالفة اللہ یعنی حکمت کا سرچشمہ اللہ کا خوف ہے“

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، الحرف الحاء، الحروف والرجاء، رقم: ۵۸۷۳، ج ۲، ص ۶۰)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”دوزخ میں صرف بد نصیب شخص داخل ہوگا“، عرض کی گئی کہ بد نصیب کون ہے؟ فرمایا: ”وہ جس نے اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لئے اس کی اطاعت نہیں کی اور اللہ کی اطاعت کے لئے گناہ نہیں چھوڑے“

(مشکوٰۃ المصابیح، باب: صفة النار و اہلہا، رقم: ۵۶۹۳، ص ۸۰۸)

☆..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اگر اس زرد پانی کا ایک ڈول جو دوزخیوں کے زخمیوں سے جاری ہوگا دنیا میں ڈال دیا جائے تو دنیا والے اس کی بدبو سے بدبودار ہو جائیں“

(سنن الترمذی، باب: صفة الجہنم، باب: ما جاء فی صفة شراب، رقم: ۲۵۹۴، ص ۷۴۴)

☆..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں شامل تھے، آپ ﷺ کے کنارے تشریف لے گئے اور بیٹھ گئے اور اتاروئے کز زمین کی مٹی بھیگ گئی، پھر فرمایا: ”بھائیو! اس قبر کی تیاری کرو“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب: الحزن و البكاء، رقم: ۴۱۹۵، ص ۶۹۶)

حضرت سیدنا حسن بصری فرماتے ہیں کہ ایک فاحشہ عورت کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ دنیا کا تہائی حسن اس کے پاس ہے، وہ اپنا آپ کسی کو سوینے کا معاوضہ سو دینا رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک عابد کی اس پر نگاہ پڑی اور وہ اس کا قرب پانے کے لئے بے چین ہو کر سو دینا جمع کرنے میں مشغول ہو گیا۔ جب مطلوبہ رقم جمع کر لی تو اس کے پاس پہنچا اور کہا تیرے حسن نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے اور تجھے حاصل کرنے کے لئے میں نے اپنی محنت سے یہ سو دینا جمع کئے ہیں۔ اس فاحشہ نے کہا یہ میرے وکیل کو دے دو تا کہ وہ پرکھ لے۔ جب وکیل نے پرکھ لئے تو عابد کو اندر جانے کی اجازت دے دی۔ جب وہ گناہ کے ارادے سے نزدیک ہوا تو اس پر خوف طاری ہوا اور تھر تھر کانپنے لگا اور ساری شہوت جاتی رہی۔ عابد نے فاحشہ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں واپس جانا چاہتا ہوں اور یہ سو دینا بھی تم ہی رکھ لو۔ عورت نے پس و پیش کی تو عابد نے کہا مجھ پر اللہ ﷻ کا خوف غالب ہے اور میری ساری خواہش جاتی رہی ہے۔ طوائف یہ بات سن پر بہت متاثر ہوئی اور کہا کہ اگر میں نکاح کروں گی تو تجھ ہی سے کروں گی۔ عابد نے کہا مجھے چھوڑ دے میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں

لیکن عورت نے کہا کہ اسی شرط پر کہ تو مجھ سے شادی کر لے۔ عابد نے کہا کہ جب تک میں یہاں سے نکل نہ جاؤں ایسا ممکن نہیں ہے۔ عورت نے کہا ٹھیک ہے اگر میں بعد میں تیرے پاس آؤں تو نکاح کر لے گا، عابد نے اثبات میں جواب دیا اور رخصت ہوا۔ عورت نے بعد میں توبہ کر لی اور عابد کے شہر میں ڈھونڈتے ہوئے جا پہنچی۔ اسے دیکھ کر عابد نے ایک زوردار چیخ ماری اور اس کا دم نکل گیا۔ عورت نے پوچھا کہ کیا اس کا کوئی قریبی رشتے دار ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک بھائی ہے جو بہت غریب ہے، عورت اس کے پاس گئی اور کہا کہ میں تیرے بھائی کی محبت میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ عورت نے اس سے نکاح کر لیا اور سات بیٹے ہوئے جو سب کے سب نیک و صالح ہوئے۔

(کتاب التواریخ، ص ۷۴)

سماع موتی کا بیان:

۲..... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے رسالہ: "حیات الموات فی بیان سماع الاموات یعنی بے جان کی زندگی، مردوں کی سماعت کے بیان میں" میں لکھتے ہیں:

کیا بات سننے کے لئے صورت دیکھنی بھی ضرور، جب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں اور فرشتہ مذکور آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق بلکہ اس سے بھی کچھ زائد ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکر مفہوم ہوا، عموم و اطلاق تو بالائے طاق۔ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: "العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی وذهب اصحابہ حتی انه لسمع قورع نعالہم یشک مردہ جو تئوں کی پھیل سنتا ہے جب لوگ اسے قبر میں رکھ کر پھرتے ہیں"۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: الميت یسمع خفق النعال، رقم: ۱۳۳۸، ص ۲۱۳)

امام سبکی "شفاء السقام" میں لکھتے ہیں:

النفس باقیة بعد موت البدن عالمة باتفاق المسلمین بل غیر المسلمین من الفلاسفة وغیرہم ممن یقولون ببقاء النفوس یقولون بالعلم بعد الموت ولم یخالف فی بقاء النفوس الا من لا یعتقد بہ یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی اور علم و ادراک رکھتی ہے، بلکہ فلاسفہ وغیرہم کفار بھی جو بقائے ارواح کے قائل ہیں وہ بھی موت کے بعد علم مانتے ہیں اور بقائے روح میں کسی نے خلاف نہ کیا مگر ایسوں نے جو کسی گنتی شمار میں نہیں۔ (شفاء السقام، الفصل الثانی فی الشهداء، ص ۲۱۰)

علامہ تورپشتی فرماتے ہیں:

الروح الانسانیة متمیزة مخصصة بالادراکات بعد مفارقة البدن یعنی فراق بدن کے بعد بھی روح انسانی متمیز و مخصوص بہ ادراکات ہے۔ (التیسیر شرح جامع صغیر بحوالہ تورپشتی، تحت حدیث: ان ارواح الشهداء الخ، ج ۱، ص ۳۱۰)

"کفایة المعتقد" میں ہے:

ہمیں بعض دوستوں نے یہ بھی خبر دی کہ اللہ کے کچھ نیک بندے ایسے بھی ہیں جو بعض اوقات اپنے والد کے مزار پر آتے ہیں اور ان سے گفتگو کرتے ہیں۔

(شرح الصدور، باب: زیارة القبور..... الخ، ص ۲۰۹)

حضرت سیدنا امام لاکائی کتاب "السنة" میں نقل کرتے ہیں:

حضرت محیی بن مہین نے فرمایا: "مجھے ایک گورکن نے بتایا کہ میں نے اس قبرستان میں نہایت ہی عجیب و غریب بات دیکھی کہ ایک دن جب مؤذن اذان دے رہا تھا تو ایک قبر والا اس کا جواب دے رہا تھا۔"

(شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، رقم: ۲۱۰۳، ج ۲، ص ۹۷۳)

معجزات کا بیان:

۳..... وہ خرق عادت کام جو خیر و سعادت کی دعوت پر مبنی ہو اور اس خرق عادت کام کا دعویٰ کرنے والا وصف نبوت سے متصف ہو اور اس دعوے کے اظہار سے اس کا مقصد یہ ہو کہ وہ اللہ ﷻ کا رسول ہے۔
(التعريفات، ص ۲۱۷)

☆..... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَا مِنْ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٍّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلَهُ أَمِنْ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَالنَّمَا كَانَ الَّذِي أَوْثِقَتْ وَحْيًا أَوْ حَاةَ اللَّهِ إِلَى فَارْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے کہ نبی پاک صلى الله عليه وسلم نے ارشاد فرمایا ”حضرات انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کوئی نبی ایسا نہیں ہے کہ جسے اس قدر معجزات نہ دئے گئے ہوں کہ اس کی وجہ سے کوئی بشر اس پر ایمان لے آئے اور مجھے اللہ صلى الله عليه وسلم نے وحی (یعنی قرآن مجید) عطا فرمایا اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے قیامین کی تعداد دیگر نبیوں کے پیروکار سے زیادہ ہوگی۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحي، رقم: ۴۹۸۱، ص ۸۹۳)۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلى الله عليه وسلم نے فرمایا: کہ مجھے قرآن بطور معجزہ دیا گیا ہے اس لئے کہ اللہ صلى الله عليه وسلم نے ہر نبی کو خاص معجزہ عطا فرمایا اور اس معجزہ جیسا بعینہ کمال کسی اور کو نہ دیا اور یہ اسلئے کیا تا کہ قوم اس معجزہ کے ذریعے نبی کے تابع ہو جائے۔ اور ہر نبی کا معجزہ اس کی قوم کی حسب حالت ہوا کرتا تھا جیسا کہ فرعون کے دور سلطنت میں جادو کا دور دورہ تھا لہذا موسیٰ عليه السلام کو عصا والا معجزہ دیا گیا، جس نے فرعونیوں کی تمام بناؤں میں نکل لیں اور ایسا کسی جادوگر سے نہ ہو پایا، اسی طرح حضرت عیسیٰ عليه السلام نے مردے زندہ کئے، مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو درست کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دور میں طب اپنے عروج پر تھی اسی لئے حضرت عیسیٰ عليه السلام کو اسی مناسبت سے معجزہ دیا گیا کہ ان جیسی قدرت کسی طبیب میں نہ پائی جاتی تھی، اسی طرح جس زمانے میں نبی پاک صلى الله عليه وسلم عرب میں مبعوث ہوئے اس وقت عرب کے لوگ بلاغت میں غایت درجے کا کمال رکھتے تھے، سید عالم صلى الله عليه وسلم کو قرآن (بطور معجزہ) دیا گیا اور انہیں چیلنج کیا گیا کہ اس کی مثل کوئی ایک سورت لائیں مگر وہ نہ لاسکے، قرآن مجید کی عظمت کے حوالے سے ایک قول یہ بھی ہے کہ قرآن کا مثل کچھ بھی نہیں ہو سکتا نہ صورتاً اور نہ ہی حقیقتاً، مخالف دیگر معجزات کے کہ وہ (کسی نہ کسی اعتبار سے) مثل ہونے سے خالی نہیں ہیں، ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ ہر نبی کو جو معجزات دئے گئے اس کی مثل ان سے پہلے کہیں نہ کہیں صورتاً یا حقیقتاً ضرور موجود تھی لیکن قرآن کے مثل کسی کو پہلے کبھی نہ دیا گیا اسی لئے یہ کہا گیا کہ ”میں امید کرتا ہوں کہ بروز قیامت میرے قیامین کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی“۔ (فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحي، رقم: ۴۹۸۱، ج ۹، ص ۸)

علامہ احمد بن محمد قسطلانی معجزہ کی شرائط ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں (۱) معجزہ وہ کام ہوتا ہے جو عاداتاً محال ہو جیسے کسی کا چاند کے دو ٹکڑے کرنا، انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا، لاشی کا اڑدھا بن جانا اور پتھر سے اونٹنی کا نکالنا، اس قید سے وہ کام خارج ہو گئے جو عادت کے مطابق ہوں۔ (۲) اس فعل کے معارضہ اور مقابلہ کو پیش کیا جائے اور بعض کا کہنا یہ بھی ہے کہ اس فعل کے ساتھ رسالت کا دعویٰ مقرون ہو۔ (۳) رسالت کا دعویٰ کرنے والے نے جس فعل کو صادر کیا ہے کوئی اور شخص اس فعل کی مثل نہ لاسکے، بعض نے یہ بھی کہا کہ معارضہ سے مامون ہونے کی ساتھ دعویٰ رسالت کا ہونا بھی شرط ہے۔ اس قید سے وہ امور نکل گئے جو خلاف عادت ہوں اور دعویٰ نبوت سے پہلے ہوئے ہوں جیسے اعلان نبوت سے پہلے ہمارے پیارے نبی صلى الله عليه وسلم پر بادل کا سایہ کرنا اور شق صدر وغیرہ ان کو ارہاس کہتے ہیں اس طرح اس قید سے اولیاء اللہ کی کرامات بھی خارج ہو گئیں کیونکہ ان کے ساتھ بھی دعویٰ نبوت مقرون نہیں ہوتا۔ قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں کہ معجزہ کی تعریف میں جو تہدی کی شرط لگائی گئی ہے یعنی اس فعل کے معارضہ اور مقابلہ کو طلب کیا جانا، اس کی دلیل نہ تو کہیں کتاب میں ہے اور نہ ہی کہیں حدیث میں اور نہ ہی اس پر اجماع ہے اور بے شمار معجزات ایسے ہیں جن کے صدور پزیر ہونے میں نہ تو معارضہ کی طلب ہوئی اور نہ ہی مقابلہ کی مثلاً نکلنے کیوں کا کلمہ پڑھنا، انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا، ایک صاع (چار گلو

گرام) کھانا دوسو آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھلا دینا، آنکھ میں لعاب دھن ڈالنا، بکری کے گوشت کا کلام کرنا، اونٹ کا بارگاہ رسالت میں شکایت کرنا، اور یہ تحقیق ہے کہ سوائے قرآن مجید کے اور کسی معجزہ میں تحدی نہ کی گئی۔ (۴) ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ فعل مدعی نبوت کے دعویٰ کے موافق ہو اگر وہ خلاف عادت فعل مدعی نبوت کے دعویٰ کے خلاف ہو تو اسے معجزہ نہیں بلکہ اہانت کہتے ہیں۔

(شرح زرقانی، کتاب فی المعجزات والخصائص، باب المقصد الرابع، ج ۶، ص ۶۰۶ وغیرہ، ملخصاً)

ہم طلباء کی سہولت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید میں لفظ معجزہ کہیں نہیں ذکر ہوا بلکہ اس کے بجائے برہان، آیت اور بیسہ کے لفظ ذکر کئے گئے ہیں۔ المواہب اللدنیہ کی متذکرہ عبارت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ خرق عادت کام اگر نبی سے اعلان نبوت سے پہلے صادر ہو تو اسے ارہاص اور اگر اعلان نبوت کے بعد صادر ہو تو معجزہ اور غیر نبی (یعنی ولی اللہ) سے ایسا فعل جو عادتاً محال ہوتا ہے صادر ہو تو اسے کرامت اور کافر سے خرق عادت کا صدور اس کے کفر میں اضافے کا باعث ہوتا ہے اور اس کے اس فعل کو استدراج کہا جاتا ہے اور اگر کوئی خلاف عادت فعل کسی نبی سے اس کے دعویٰ نبوت کے خلاف صادر ہو تو اسے اہانت کہیں گے۔

ہمارے اس پر فطن دور میں جہاں اور دینی اور شرعی معاملات میں اختلاف ہو چلا اور بد مذہبوں نے بھولے بھالے مسلمانوں کی دین سے متعلق عدم توجہی اور کم علمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے غلط نظریات و عقائد کو عوام میں پھیلا نا شروع کیا، وہاں اس بارے میں بھی کہ معجزہ نبی کے اختیار سے نہیں ہوتا اور نبی کو اس کے صدور پر کوئی اختیار نہیں ہے وغیرہ باتیں عوام میں پھیلا نا شروع کر دیں اور آج حال یہ ہے کہ مسلمان کو اس طرح کے مسائل میں اتنا الجھا دیا گیا کہ بسا اوقات بھولا بھالا مسلمان حقائق کو خواہ مخواہ ہی رد کرتا جاتا ہے۔ ہم نے مناسب خیال کیا کہ لگے ہاتھوں اس حقیقت کو بھی آشکارا کر دیا جائے تاکہ نہ صرف ہمارے طلباء بلکہ ہر پڑھنے والا شخص اس مسئلے کی حقیقت سے بخوبی واقف ہو جائے اللہ ﷻ اپنے پاک کلام کی برکت سے حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆..... حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ”مسجد (نبوی) کی چھت کھوڑ کے پتوں سے بنائی گئی تھی سید عالم ﷺ ان میں سے ایک تہہ پر ٹیک لگائے خطبہ فرماتے تھے پھر جب منبر بنا دیا گیا تو حضور ﷺ اس پر تشریف فرما ہو کر خطبہ فرماتے، ہم نے سنا کہ اس لکڑی کے سوکھے تنے سے رونے کی ایسی آواز آئی جیسے کوئی اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ سید عالم نبی ﷺ نے اس سوکھے تنے پر اپنا دست شفقت پھیرا تو اس کا رونا بند ہو گیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة، رقم: ۳۵۸۶، ص ۶۰۲)

☆..... حضرت کعب بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ دوران سفر ایک شخص سفید کپڑوں میں ملبوس ریگستان سے آتا دکھائی دیا، نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ”کن ابا خیشمة“ یعنی اے پیچھے آنے والے ابو خیشمة ہو جا تا وہ ابو خیشمة انصاری ہو گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک، رقم: ۶۹۱۰/۲۷۶۹، ص ۱۳۵۷)

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کن تحقیق اور وجود کے لئے آتا ہے اور نبی پاک ﷺ نے اس آنے والے شخص سے یہ فرمایا کہ اے شخص تو حقیقتاً ابا خیشمة ہو جا! قاضی عیاض نے جو کچھ کہا ہے یہی صحیح ہے اور یہاں حضور ﷺ کے فرمان کے معنی کو سمجھنے کے لئے تقدیر عبارت یوں ہوگی کہ اللهم اجعله ابا او ابو خیشمة یعنی اے اللہ ﷻ تو اسے ابو خیشمة کر دے! (شرح نووی علی مسلم، کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک، رقم: ۶۹۱۰، ص ۱۶۱۹)

علامہ فلام رسول سعیدی صاحب اسی حدیث مذکورہ کے تحت شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۵ صفحہ ۵۳۶ پر فرماتے ہیں کہ شیخ انور شاہ کشمیری نے فیض الباری شرح بخاری میں لکھا شیخ عبد الغنی نابلسی نے عارف جامی سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے عارف جامی

کی دعوت کی اور عمر امردہ مرغی پکادی، عارف جامی نے کہا ”اللہ کے اذن سے زندہ ہو“ وہ مرغی زندہ ہو گئی، اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی کے وعظ میں ایک چیل نے شور مچا کر خلل ڈالا، آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تیری گردن کاٹ دے، وہ اسی وقت مرکز زمین پر گر گئی، وعظ کے بعد آپ نے فرمایا ”اللہ کے اذن سے اٹھ جا“ وہ اٹھ گئی۔

شیخ بنوری کا کہنا ہے کہ: میں نے شیخ بدر عالم میرٹھی سے سنا ہے کہ ایک طالب علم جو کی روٹی کھا رہا تھا اور شیخ عبدالقادر جیلانی ہمیں ہوئی مرغی کھا رہے تھے، طالب علم کی ماں اس سے ملنے آئی تو اس نے کہا آپ مرغی کھا رہے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے! حضرت شیخ نے مرغی کی طرف اشارہ کر کے کہا ”اللہ کے اذن سے کھڑی ہو جا“ وہ زندہ ہو گئی، شیخ نے فرمایا: جب تیرا بیٹا اس مقام پر پہنچے گا تو وہ بھی مرغی کھالے گا۔ (فیض الباری، ج ۲، ص ۶۱، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند مع حاشیہ شیخ محمد یوسف بنوری)

مولانا رشید احمد گنگوہی اور دیگر علمائے دیوبند کا نظریہ اس بارے میں جدا ہے۔ چنانچہ ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ یہاں فتاویٰ رشیدیہ کامل کی عبارت نقل کریں تاکہ ان کے نظریے کی مزید وضاحت ہو جائے ”بعض اولیاء کو اللہ ﷻ نے تکمیل اور ارشاد خلق بناتا ہے کہ اس کے ذریعے سے باذن اللہ مطالب برآمد ہوتے ہیں نہ کہ اولیاء خود متصرف و مستقل بنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب وہ آلہ ٹھہرے تو اگرچہ حاجت روائی تو بذریعہ آلہ ہوتی ہے مگر خود آلہ سے بھی دعا و استعانت طلب کرنا شرک ہے، پس ایسی صورت میں متصرف حقیقی کو چھوڑ کر آلہ سے طلب کرنا بھی خالی از مشابہت شرک نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل، ص ۲۰۳)

مولانا صاحب کی عبارت سے یہ بات سامنے آئی کہ حضرات اولیائے کرام (انبیائے کرام) سے معجزات و کرامات کا صدور ہونا محض اللہ ﷻ کی مرضی و اختیار سے ممکن ہے، ان حضرات کو خود کوئی اختیار نہیں ہے اور ان کی حیثیت قدرت الہی کے سامنے ایک آلہ کی سی ہے اور بس، ہمارا کہنا یہ ہے کہ اگر ان کی مان لی جائے تو ان تمام روایات اور اختیارات کا انکار لازم آئے گا جو ان حضرات کے حوالے سے ہم نے بھی ذکر کئے اور دیگر کتب صحیحہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور علامہ یعنی نے عملة القاری اور نووی نے شرح نووی میں حدیث جرتج کے حوالے سے لکھا کہ بعض اوقات حضرات اولیاء کرام سے کرامات ان کی اپنی طلب اور اختیار سے واقع ہوتی ہیں۔

اغراض:

ہکل حال: یعنی حالت فقر، حالت غنا، ضعف، قوت، ذلت، عزت وغیرہ حالتیں، پس بندہ ہر حالت میں اپنے رب کا محتاج ہوتا ہے۔
 نفس: معنی یہ ہے کہ کوئی نفس دوسری کسی نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گی، اور جو گناہگار نہ ہو اس کا معاملہ یہ کہ وہ گناہگار کے گناہوں کو (باذن اللہ) بخشوائے گا اور ایسا نہیں کہ کسی کے گناہ کو دوسرے کے سر پر ڈال دیا جائے۔ اور اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ دونوں آیات: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾، ﴿وَلِيَحْمِلَنِ الْقَالِمُ﴾ کو کیسے جمع کیا جائے گا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ آیت متذکرہ: ﴿وَلِيَحْمِلَنِ الْقَالِمُ﴾ اس شخص پر محمول کی جاتی ہے جو گمراہی اختیار کرے، اور دوسرے کی گمراہی کا سبب بنے، تو ایسے شخص پر اپنی گمراہی اور دوسرے کی گمراہی کے سبب بننے کا بوجھ بھی ہوگا، کیونکہ وہ دوسرے کے گناہ کرنے کا سبب بنا ہے پس ایسا شخص صرف اپنے ہی گناہ کا بوجھ اٹھائے گا پس اس صورت میں حکم یہ ہوگا کہ انسان اصلاً کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ ہر انسان اپنے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا۔ فی الشقین: یعنی انسان کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا نہ تو جبر اور نہ ہی اختیار سے۔
 حکم من اللہ تعالیٰ: یعنی اللہ کا حکم حکمت عظیمہ سے خالی نہیں ہے۔

ومسارواہ: جنہوں نے اللہ کو نہیں دیکھا، اور وہ اللہ کی صفات جلالیہ سے چھپا ہوا ہے، اور جب اللہ کی صفات جمالیہ دیکھے گا اور ایسا اہل ایمان کے ساتھ آخرت میں ہوگا اور سید الخلق (سید الانبیاء ﷺ) کے ساتھ دنیا میں ہوا، اور اللہ اپنی قوت جمالیہ دلوں پر ڈالتا ہے تو

گویا دنیا ہی میں اُسے دیکھ لیا جاتا ہے، اس سے مراد جنتِ معلّمہ ہے جو کہ مقررین الی اللہ کے لئے ہوتی ہے۔

لَا تَهْمُ الْمُسْتَعْفُونَ بِالْأَنْذَارِ: الانذار کو اہل شہادت کے ساتھ کیوں خاص کیا جاتا ہے جب کہ ڈرنا تو ہر مکلف کے لئے ضروری ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اہل شہادت ہی اس انذار کا فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسا کہ کہا گیا: "اہل شہادت ہی آپ کے ڈرانے سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

ایدا موہا: یعنی نماز کو اس کے ارکان، شرائط اور آداب کے ساتھ بجالانے، اور ایک نسخہ میں ادا موہا کے بجائے ادوہا ہے۔

فصلاحة مخصوص بہ: یعنی وہ اپنے ہی بھلے کو اچھا ہوا ہے نہ کہ کسی اور کے، پس اس کے اچھے یا بُرے عمل کا بدلہ اسے آخرت میں ملے گا۔

وزيادة لا فی الفلائیة: جن تین مقامات پر "لا" تاکید کے لئے ہے وہ یہ ہیں: ﴿وَلَا الظلمات وَلَا النور﴾، ﴿وَلَا الظل وَلَا

الحرور﴾، ﴿وَمَا یستوی الاحیاء وَلَا الاموات﴾۔

شہہم بالموتی: کیونکہ کافروں کو بھی سید عالم ﷺ کی دعوت کا اثر نہیں ہوتا۔

نہی ینلواہا: یعنی قوم کو اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرانے والا نبی مراد ہے، اور اپنی شریعت کو اتمام تک پہنچاتے، اور دوسروں کے مابین

اہل فطرت سے مراد اہل جنت ناجی ہیں، اور اگر لوگ دین کو بدلیں اور غیر اللہ کی عبادت کریں جس کا بیان اللہ کے اس فرمان میں

ہے: ﴿وَمَا کنا معذبین حتی نبعث رسولا﴾ اور اہل فطرت کو عذاب دینے جانے کے بارے میں بھی وارد ہوا ہے جیسا کہ عمور

بن لُحی، امر اوقیس، حاتم طائی، اور حقیق یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے جو کہ نص قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی اور ما قبل کلام گزر چکا کہ ﴿وَمَا کنا

معذبین حتی نبعث رسولا﴾۔

کصحف ابراہیم: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تین صحف، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات سے قبل دس صحف، حضرت شیث علیہ السلام کو ساٹھ

صحف، پس کل سو صحف اور چار کتب نازل ہوئیں۔ فاصبر کما صبروا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ جواب شرط محذوف ہے۔

ای ہو واقع موقعہ: میں استفہام تقریری کی جانب اشارہ ہے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۸۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿الْم تَعْلَمُ﴾ ان اللہ انزل من السماء ماءً فاخر جناحاً فیہ التفات عن الغیبۃ ﴿بہ ثمرت مختلفا

الوانها﴾ ﴿کَاخْضَرَ وَاَحْمَرَ وَاَصْفَرَ وَاغْبَرَهَا﴾ ﴿ومن الجبال جدد﴾ ﴿جَمْعُ جُلسَةٍ طَرِيقِ فِی الْجَبَلِ

وَاغْبَرَهَا﴾ ﴿بِیضٍ وَحَمْرٍ﴾ وَاَصْفَرَ ﴿مختلف الوانها﴾ بِالشِدَّةِ وَالضَّعْفِ ﴿وَوَغْرَابِیْبٍ سَوْدٍ﴾ ﴿عَطْفٌ عَلٰی

جَبَدٌ اٰی صَخُوْرٌ شَدِيْدَةُ السَّوَادِ یُقَالُ کَثِيْرًا اَسْوَدٌ غَرِيْبٌ وَقَلِيْلًا غَرِيْبٌ اَسْوَدٌ﴾ ﴿ومن الناس والدواب

والانعام مختلف الوانہ کذلک﴾ ﴿کَاخْتِلَافِ الْبَحْرِ وَالْجِبَالِ﴾ ﴿انما یخشى الله من عباده

العلموا﴾ ﴿بِاخْتِلَافِ الْجُهَالِ کَغَفَارِ مَكَّةَ﴾ ﴿ان الله عزیز﴾ ﴿فِی مُلْكِهِ﴾ ﴿غَفُوْرٌ﴾ ﴿لِذُنُوْبٍ عِبَادِهِ

الْمُوْمِنِيْنَ﴾ ﴿ان الذين یتلون﴾ ﴿یَقْرَؤْنَ﴾ ﴿کتاب الله واقاموا الصلوة﴾ ﴿اداموها﴾ ﴿وانفقوا مِمَّا رَزَقْنَهُمْ سِرًّا

وعِلَانِيَةً﴾ ﴿زَكَاةً وَاغْرَاهَا﴾ ﴿یَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّن تَبُوْرَ﴾ ﴿تَهْلِكُ﴾ ﴿لِیُوْفِيَهُمْ اَجُوْرَهُمْ﴾ ﴿قَوَابِ اَعْمَالِهِمْ

الْمَذْكُوْرَةَ﴾ ﴿وِیَزِيْدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ﴿انہ غفور﴾ ﴿لِذُنُوْبِهِمْ﴾ ﴿شُكُوْرٌ﴾ ﴿لِطَاعَتِهِمْ﴾ ﴿والذی اوحینا الیک من

الکتاب ﴿القرآن﴾ هو الحق مصداقا لما بين يديه ﴿تفليمة﴾ من الكتاب ﴿ان الله بعباده لخبير﴾
 بصير ﴿٣١﴾ ﴿عالم﴾ بالموطن والظواهر ﴿لم اور لنا﴾ اعطينا ﴿الكتاب﴾ القرآن ﴿الذين اصطفى﴾ من
 عبادة ﴿وهم امك﴾ ﴿لمنهم ظالم لنفسه﴾ بالتقصير في العمل به ﴿ومنهم مقصد﴾ ﴿يعمل به في﴾
 اغلب الاوقات ﴿ومنهم سابق﴾ بالخيرت ﴿يضم الى العمل به التعليم والارشاد الى العمل﴾ ﴿بذن﴾
 الله ﴿بازادته﴾ ذلك ﴿اي ايراثهم﴾ الكتاب ﴿هو الفضل الكبير﴾ ﴿٣٢﴾ جنت عدن ﴿اقامة﴾ ﴿يدخلونها﴾ اي
 الفلاة بالبناء للفاعل وللمفعول خبر جنات المبتداء ﴿يحلون﴾ ﴿خبرتان﴾ ﴿فيها﴾ من ﴿بعض﴾ ﴿اساور﴾ من
 ذهب ولؤلؤا ﴿موضع﴾ بالذهب ﴿ولباسهم﴾ فيها حرير ﴿٣٣﴾ وقالوا الحمد لله الذي اذهب عنا
 الحزن ﴿جميعه﴾ ﴿ان ربنا لغفور﴾ للذنوب ﴿شكور﴾ ﴿٣٤﴾ لللطاعات ﴿الذي احلنا دار المقامة﴾ ﴿اي﴾
 الإقامة ﴿من فضله﴾ لا يمسننا فيها نصب ﴿تعب﴾ ولا يمسننا فيها لغوب ﴿اغياء﴾ من التعب لعدم
 التكليف فيها وذكر الثاني التابع للاول للتصريح بتفقيه ﴿والذين كفروا لهم نار جهنم﴾ لا يقضى
 عليهم ﴿بالموت﴾ ﴿فيموتوا﴾ ﴿يستريحوا﴾ ولا يخفف عنهم من عذابها ﴿طرفة﴾
 عين ﴿كذلك﴾ كما جزيناهم ﴿نجزي كل كفور﴾ ﴿٣٥﴾ ﴿كافر بالياء والنون المفتوحة مع كسر الزاء﴾
 ونصب كل ﴿وهم يصطرخون فيها﴾ ﴿يستغيثون بشيلة وعويل يقولون﴾ ﴿ربنا اخرجنا منها﴾ ﴿نعمل﴾
 صالحا غير الذي كنا نعمل ﴿فيقال لهم﴾ ﴿اولم نعمر كم ما﴾ ﴿وقتا﴾ ﴿يتذكروا﴾ من تذكروا ﴿وجاء كم﴾
 النذير ﴿الرسول﴾ ﴿فما اجبتهم﴾ ﴿فلذوقوا﴾ ﴿لما للظلمين﴾ ﴿الكافرين﴾ ﴿من نصير﴾ ﴿٣٦﴾ ﴿يدفع العذاب عنهم﴾.

ترجمہ

کیا تو نے نہ جانا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے نکالے (ترجمہ) یعنی نعلم ہے، آخر جنا کو اختیار کر کے صیغہ غائب سے صیغہ
 تکلم کی طرف التفات کیا گیا ہے) اس سے رنگ برنگے پھل (جیسے بزر، سرخ، زرد، وغیرہ) اور پہاڑوں میں راستے ("جدد" جلدہ
 کی جمع ہے یعنی پہاڑ وغیرہ میں موجود راستہ) سفید اور سرخ (اور زرد) رنگ رنگ کے (کہ بعض کا رنگ شدید اور بعض کا ہلکا ہے) اور کچھ
 کالے بھونچک (غریب سود کا عطف جدد پر ہو رہا ہے یہ یعنی سخت سیاہ پہاڑ کے ہے، بہت بار کہا جاتا ہے اسود غریب اور
 کبھی یوں کہا جاتا ہے غریب اسود) اور آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے رنگ یونہی طرح طرح کے ہیں (جیسا کہ پھلوں اور
 پہاڑوں کا حال ہے.....) اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں..... (بخلاف جاہلوں کے، جیسا
 کہ کفار مکہ) بیشک اللہ غالب ہے (اپنے ملک میں) اور بخشنے والا ہے (اپنے ایمان دار بندوں کے گناہوں کو) بیشک وہ جو پڑھتے
 ہیں (یعنی ہنقرہ ون ہے) اللہ کی کتاب..... اور نماز قائم رکھتے (یعنی ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں) اور ہمارے دیئے سے کچھ
 ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر (زکوٰۃ وغیرہ دیتے ہیں) وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز نقصان

نہیں..... ہم..... (قبور بمعنی تھلک ہے) تاکہ ان کے ثواب بھر پور دے (یعنی انہیں ان کے مذکورہ اعمال کا ثواب دے) اور اپنے فضل سے اور زیادہ کرے بیشک وہ بخشنے والا ہے (مسلمانوں کے گناہوں کو) اور قدر فرمانے والا ہے (مسلمانوں کی نیکیوں کی) اور وہ کتاب (یعنی قرآن پاک) جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی وہی حق ہے اپنے سے اگلی (یعنی اپنے سے اگلی کتابوں) کی تصدیق فرماتی ہوئی (بین یدی بمعنی تقدم ہے) بیشک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے (یعنی باطن اور ظاہر کو جاننے والا ہے) پھر ہم نے عطا کی کتاب (یعنی قرآن پاک، اور ثنا بمعنی اعطینا ہے) اپنے چنے ہوئے بندوں کو (مراد آپ ﷺ کی امت ہے.....) تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے (اس کتاب پر عمل کرنے میں کوتاہی کر کے) اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے (غالب اوقات میں اس کے مطابق عمل کرتا ہے) اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا (اس کتاب پر عمل کرنے کے لیے دوسروں کو بھی اس کتاب پر عمل کی تعلیم دیتا اور اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے.....) یہ (یعنی انہیں کتاب کا وارث بنایا جاتا) بڑا فضل ہے بسنے کے باغوں میں (اذن السلسہ میں اذن کے معنی ارادہ ہے) داخل ہونگے وہ (یعنی سابقہ تینوں گروہ سے متعلق لوگ، بدخلون فعل معروف و مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے، جنت عدن مبتدا ہے بدخلونہا خبر اول اور یہ حلونہا..... الخ، خبر ثانی ہے) ان میں انہیں کچھ سونے کے ٹکٹن اور موتی پہنائے جائیں گے (جو سونے سے مرصع و مزین ہوں گے) اور وہاں ان کی پوشاک ریشمی ہے..... اور کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارے (تمام) غم دور کر دیے بیشک ہمارا رب (گناہوں کو) بخشنے والا (نیکیوں کی) قدر فرمانے والا ہے وہ جس نے ہمیں اقامت کی جگہ اتارا (المقامہ بمعنی الاقامہ ہے) اپنے فضل سے اور نہ ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے (نصب بمعنی تعب ہے) اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکان لاحق ہو (مشقت کی وجہ سے کہ جنت میں کوئی تکلیف نہ ہوگی، "لغوب" نصب کے تابع ہے اس کے باوجود یہاں اسے تکلیف و تھکان کی صراحت لینی کرنے کے لیے ذکر فرمایا گیا ہے) اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے نہ ان کے خلاف فیصلہ کیا جائے (موت کا) کہ مر جائیں (اور راحت و سکون پالیں) اور نہ ان پر اس کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے (پلک جھپکنے کی مقدار بھی) اسی طرح (جیسا کہ ہم نے انہیں سزا دی) ہم سزا دیتے ہیں ہر بڑے ناشکرے کو (کفور کے معنی کافر ہے، یہ جزئی کو علامت مضارع یاء کے ساتھ مجہول اور علامت مضارع نون کے ساتھ معروف از باب افعال پڑھا گیا ہے اس میں لفظ کل منصوب ہوگا) اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے (شدت کے ساتھ اور تیز آواز سے روتے ہوئے مدد مانگتے ہوئے کہتے ہوں گے) اے ہمارے رب! ہمیں (اس سے) نکال دے کہ ہم اچھے کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے (تو ان سے کہا جائے گا) کیا ہم نے تمہیں عمر زدی تھی ایک وقت تک (ما بمعنی وقتا ہے) جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا (رسول ﷺ) تمہارے پاس آیا (تو تم نے انہیں کیا جواب دیا؟) تو اب چکو کہ ظالموں (یعنی کافروں) کا کوئی مددگار نہیں (جو ان سے عذاب کو دور کر سکے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخر جنا به ثمرت مختلفا الوانها﴾

ہمزہ: حرف استفہام، لم تر: فعل بافاعل، ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، انزل من السماء ماء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: بحافظہ، اخرج جنا: فعل بافاعل، بہ: ظرف لغو، ثمرت: موصوف، مختلفا: اسم فاعل، الوانها: فاعل، ملکر مشبہ جملہ ہو کر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن الجبال جدد بیض و حمر مختلف الوانها و غرابیب سود﴾

و: مستفادہ، من الجبال: ظرف مستقر خبر مقدم، جدد: موصوف، بیض: معطوف علیہ، و: عاطفہ، حرم: معطوف، مکر صفت اول، مختلف الوانها: شبہ جملہ صفت ثانی، مکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، غرابیب: بدل منہ، سود: بدل، مکر معطوف، مکر مبتدا مؤخر، مکر جملہ اسمیہ مستفادہ۔

﴿و من الناس والدواب والانعام مختلف ولو انه كذلك﴾

و: عاطفہ، من: بجا، الناس: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الدواب: معطوف اول، و: الانعام: معطوف ثانی، مکر مجرور، مکر ظرف مستقر خبر مقدم، مختلف: اسم قائل، الوانہ: فاعل، كذلك: ظرف مستقر "اختلافاً" مصدر محذوف کی صفت، مکر مفعول مطلق، مکر شبہ جملہ ہو کر "صفت" محذوف کی صفت، مکر مبتدا مؤخر، مکر جملہ اسمیہ "ای من الناس صنف مختلف الوانہ"۔

﴿انما يخشى الله من عباده العلماء الله عزيز غفور﴾

انما: حرف شبہ و ما کافہ، يخشى الله: فعل ومفعول، من عباده: ظرف مستقر حال مقدم، العلماء: ذوالحال، مکر قائل، مکر جملہ فعلیہ، ان الله حرف شبہ و اسم، عذیز غفور: خبر ان، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذين يتلون كتب الله واقاموا الصلوة وانفقوا مما رزقنهم سرا وعلانية يرجون تجارة لن تبور﴾ لیوفیهم اجرورهم ویزیدهم من فضله﴾

ان: حرف شبہ، الذين: موصول، يتلون كتب الله: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اقاموا الصلوة: جملہ فعلیہ معطوف، و: عاطفہ، انفقوا: فعل واذ ضمیر ذوالحال، سرا: معطوف علیہ، وعلانية: معطوف، مکر حال، مکر قائل، مما رزقنهم: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، مکر صلہ، مکر اسم، يرجون: فعل با قائل، تجارة: موصوف، لن تبور: فعل نفی با قائل، لام: جار، یوفیهم اجرورهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یشیرهم من فضله: جملہ فعلیہ معطوف، مکر تقدیر ان مجرور، مکر ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ صفت، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿انه غفور شكور﴾ والذی او حینا الیک من الکتب هو الحق مصداقاً لما بین یدیه﴾

انه: حرف شبہ و اسم، غفور شكور: خبر ان، مکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الذی او حینا الیک: موصول صلہ، مکر ذوالحال، من الکتب: ظرف مستقر حال، مکر مبتدا، هو: مبتدا، الحق: ذوالحال، مصداقاً لما بین یدیه: شبہ جملہ حال، مکر خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الله بعباده لخبير بصير﴾ ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا﴾

ان الله: حرف شبہ و اسم، بعباده: ظرف لغو مقدم، لام: تاکیدیہ، خبیر بصیر: صفت شبہ با قائل، مکر شبہ جملہ خبر اول، بصیر: خبر ثانی، مکر جملہ اسمیہ، ثم: عاطفہ، اورثنا: فعل با قائل، الکتب: مفعول ثانی، الذین اصطفینا: موصول صلہ، مکر ذوالحال، من عبادنا: ظرف مستقر حال، مکر مفعول اول، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخیرت باذن الله﴾

ف: عاطفہ تفریعیہ، منهم: ظرف مستقر خبر مقدم، ظلم لنفسه: شبہ جملہ مبتدا مؤخر، مکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، منهم: ظرف مستقر خبر مقدم، مقتصد: مبتدا مؤخر، مکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، منهم: ظرف مستقر خبر مقدم، سابق بالخیرت: اسم قائل با قائل و ظرف لغو اول، باذن الله: ظرف لغو ثانی، مکر شبہ جملہ مبتدا مؤخر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ﴾ جنت عدن يدخلونها يحلون فيها من اساور من ذهب ولو لولا ﴿﴾

ذٰلك: مبتداء، هو: مبتدأ ثانى، الفضل الكبير: خبر، مكر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مكر جملہ اسمیہ، جنت عدن: مبتداء، يدخلونها: جملہ فعلیہ خبر اول، يحلون: فعل بافاعل، من: تبيين، یہ جار، اساور: موصوف، من ذهب: ظرف مستقر صفت، مكر مجرور، مكر ظرف مستقر معطوف عليه: عاطفہ، لو لولا: معطوف، مكر مفعول، مكر جملہ فعلیہ خبر ثانى، مكر جملہ اسمیہ۔

﴿وَلِبَاسِهِمْ فِيهَا حَرِيرٌ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ﴾

و: عاطفہ، لب: اسم، ح: ذوالحال، فيه: ا: ظرف مستقر حال، مكر مبتداء، ح: خبر، مكر جملہ اسمیہ ہو: عاطفہ، قالوا: قول، الحمد: مبتداء، لام: جار، الله: موصوف، الذى: موصول، اذهب عنا الحزن: جملہ فعلیہ صلہ، مكر صفت، مكر مجرور، مكر ظرف مستقر خبر، مكر جملہ اسمیہ مقولہ، مكر جملہ قولیہ۔

﴿إِن رَّبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمَقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ لَإِيْمَسْنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسْنَا فِيهَا لُغُوبٌ﴾

ان ربنا: حرف مشبہ واسم، لام: تاكيد، غفور شكور: خبران، مكر جملہ اسمیہ، الذى: موصول، احلنا: فعل بافاعل و"نا" ضمير ذوالحال، لا يمسنا فيها نصب: جملہ فعلیہ معطوف عليه، و: عاطفہ، لا يمسنا فيها لغوب: جملہ فعلیہ معطوف، مكر حال، مكر مفعول اول، دار المقامة: مفعول ثانى، من فضله: ظرف لغو، مكر جملہ فعلیہ صلہ، مكر ما قبل "الذى اذهب" سے بدل واقع ہے۔

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفَ عَنْهُمْ عَذَابُهَا﴾

و: عاطفہ، الذين كفروا: موصول صلہ، مكر مبتداء، لهم نار جهنم: جملہ اسمیہ خبر اول، لا يقضى عليهم: جملہ فعلیہ معطوف عليه ہو: عاطفہ، لا يخفف: فعل ثنى مجهول، عنهم: ظرف لغو، من عذابها: قائم مقام نائب الفاعل، مكر جملہ فعلیہ معطوف، مكر سبب، ف: سبب، يموتوا: جملہ فعلیہ سبب، مكر خبر ثانى، مكر جملہ اسمیہ۔

﴿كَذٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كٰفِرٍ﴾

كذلك: ظرف مستقر "جزاء" مصدر محذوف کی صفت، مكر مفعول مطلق مقدم، نجزي: فعل بافاعل، كل كفور: مفعول، مكر جملہ فعلیہ۔

﴿وَهُمْ يَصْطَرَّخُونَ فِيهَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ﴾

و: عاطفہ، هم: مبتداء، يصرخون: فعل واو ضمير ذوالحال، بوينا: نداء، اخرجنا: فعل امر بافاعل ومفعول، مكر جملہ فعلیہ، نعمل: فعل بافاعل، صالحا: "عملا" موصوف کی صفت، مكر مفعول مطلق، غير: مضاف، الذى: موصول، كننا نعمل: موصول صلہ، مكر مضاف اليه، مكر مفعول، مكر جملہ فعلیہ جواب امر مقصود بالنداء، مكر "قائلين" قول محذوف کیلئے مقولہ، مكر جملہ قولیہ ہو کر حال، مكر فاعل، فيها: ظرف لغو، مكر جملہ فعلیہ خبر، مكر جملہ اسمیہ۔

﴿أَوَلَمْ نَعْمَرْكُمْ مَّا يُتَذَكَّرُ فِيهِ مِنْ تَذَكُّرٍ وَجَاءَكُمْ النَّذِيرُ﴾

همزة: حرف استفهام ہو: عاطفہ معطوف علی محذوف "لم نهلكم" لم نعمرکم: فعل ثنى بافاعل ومفعول، معا: بقرہ بمعنی "تعمیر" موصوف، يتذكر فيه: فعل و ظرف لغو، من تذکر: موصول صلہ، مكر فاعل، مكر جملہ فعلیہ صفت، مكر مفعول، مكر جملہ فعلیہ معطوف عليه ہو: عاطفہ، جاءكم النذير: جملہ فعلیہ معطوف، مكر قول محذوف "ليقال لهم" کیلئے مقولہ، مكر جملہ قولیہ۔

﴿فَلْيَلْمُوا الْفٰسِقِينَ لِمَا ظَلَمُوا مِنْ نٰصِرٍ﴾

ف: نصیحہ، ذوقوا: فعل امر بافاعل، ملکہ جملہ فعلیہ، ف: مبتدأ تعلیلیہ، ما: نافیہ، لالظلمین: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، نصیر: مبتدأ مؤخر، ملکہ جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

انسان، چوپائے اور پہاڑوں کے رنگ کا بیان:

۱..... بزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوا، سرکار ﷺ نے فرمایا: ”کیا تجھے تیرے رب نے رنگ دیا؟“ اس نے جواب دیا: ہاں!، ایسا رنگ دیا جو کبھی نہ چھوٹے، سفید، سرخ اور زرد۔ ابن عباس ہی سے ایک روایت یوں بھی ہے کہ جس طرح پہاڑوں کے مختلف رنگ ہوتے ہیں ایسے ہی انسانوں، جانوروں، چوپایوں کے سرخ، سفید اور سیاہ اور زرد رنگ ہوتے ہیں۔

☆..... سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مختلف رنگ سے مراد خوف خدا، طاعت گزاری اور ایمان ہوتا ہے۔ (الدر المنثور، ج ۵، ص ۶۸ وغیرہ)

قرآن و حدیث کی رو سے اہل علم پر خوف خدا کے سبب انعام:

۲..... قرآن و حدیث میں جا بجا علم والوں کے لئے خوف خدا کے سبب انعام و اکرام کا تذکرہ ملتا ہے جن میں سے نمونہ چند مقامات درج ذیل ہیں:

- (۱)..... ﴿وَلَمَن خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ أُولَٰئِكَ فِيهَا مُتَنَفِّطُونَ﴾ (الرہمن: ۴۶)۔
- (۲)..... ﴿وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ﴾ اور تمہارے رب کے پاس آخرت پر ہمیز گاروں کے لئے ہے (زخرف: ۳۵)۔
- (۳)..... ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّةٍ وَعِیُونٌ یُّبْشِكُ بِرَبِّهِمْ غَارُونَ﴾ (الحجر: ۴۵)۔
- (۴)..... ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ یُّبْشِكُ بِرَبِّهِمْ غَارًا مِّنْ كِیْفَ هُوَ﴾ (الدخان: ۵۱)۔
- (۵)..... ﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الذّٰلِیْنَ اتَّقُوا وَ الذّٰلِیْنَ هُمْ مَحْسُنُونَ﴾ بیشک اللہ انکے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور خوشگیاں کرتے ہیں (النحل: ۱۲۸)۔
- (۶)..... ﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ﴾ بیشک اللہ پر ہمیز گاروں کے ساتھ ہے (البقرہ: ۱۹۴)۔
- (۷)..... ﴿وَ اللّٰهُ وَ لٰی الْمُتَّقِیْنَ﴾ بیشک اللہ پر ہمیز گاروں کا دوست ہے (العناب: ۱۹)۔
- (۸)..... ﴿إِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ﴾ بیشک پر ہمیز گار اللہ کو خوش آتے ہیں (توبہ: ۷)۔
- (۹)..... ﴿إِنَّمَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ﴾ بیشک اللہ پر ہمیز گاروں ہی سے قبول کرتا ہے (المائدہ: ۲۷)۔
- (۱۰)..... ﴿إِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ بیشک تم میں اللہ کے نزدیک کرم وہ ہے جو پر ہمیز گار ہے (الحجرات: ۱۳)۔
- (۱۱)..... ﴿الذّٰلِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبَشٰرٰی فِی الْحَیٰوَةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْآخِرَةِ وَ هُوَ اٰیْمَانٌ لّٰئِلٌ اُوْرٍ اُوْرٍ بِرَبِّهِمْ﴾ ان کے لئے دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے (یونس: ۶۳-۶۴)۔
- (۱۲)..... ﴿وَبِیْقَظِهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰلِزُوْنَ﴾ جو اللہ سے ڈرے وہی کامیاب ہیں (نور: ۵۲)۔
- (۱۳)..... ﴿وَمَنْ نَّجَّیْنَا مِنَ الذّٰلِیْنَ اتَّقُوا﴾ پھر ہم ڈروالوں کو بچالیں گے (مریم: ۷۲)۔
- (۱۴)..... ﴿وَسِیْجِنُهَا الْاٰتِقٰی اُوْرٍ اُوْرٍ جَلَدًا سِیْءًا﴾ جو زیادہ پر ہمیز گار ہیں (اللیل: ۱۷)۔
- (۱۵)..... ﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لِّهٖ مَخْرَجًا وَ یُرِزْ لِّهٖ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾ اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے اللہ نجات کی

راہیں کھول دیتا ہے اور اسے وہاں سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو (العلائی: ۳۰۲)۔

☆..... سید عالم علیہ السلام کا فرمان ہے: ”گزشتہ زمانے کے تین آدمی تھے، رات گزارنے کے لئے انہیں کسی غار کا سہارا لینا پڑا، جو نبی غار میں داخل ہوئے تو پہاڑ کے اوپر سے ایک چٹان ٹوٹ کر غار کے منہ پر گر پڑی۔ جس سے غار کا منہ بند ہو گیا، انہوں نے سوچا کہ اس مشکل سے چھٹکارا پانے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ اللہ کے حضور پیش کریں، ان میں سے ایک نے والدین کی خدمت کو وسیلہ بنا کر پیش کیا تو چٹان تھوڑی سی سڑک گئی، لیکن وہ ابھی باہر نہ ہو سکتے تھے، پھر دوسرے نے عرض کی اے اللہ! میری چچا زاد بہن تھی جو مجھے بہت پسند تھی، میں نے کئی مرتبہ اس سے رُری خواہش کا اظہار کیا لیکن اس نے انکار کر دیا، یہاں تک کہ وہ قحط سالی میں چملا ہوئی اور مدد حاصل کرنے میرے پاس آئی، میں نے اسے سودینا اس شرط پر دیئے کہ وہ میرے ساتھ تنہائی میں جائے، وہ مجبوراً اس پر تیار ہو گئی جب ہم تنہائی میں پہنچے اور میں نے خواہش پوری کرنا چاہی تو اس نے کہا کہ ”اللہ سے ڈرا اور یہ گناہ نہ کر“۔ یہ سن کر میں رک گیا اور سودینا بھی اسے دے دیئے، اے اللہ! اگر میرا یہ عمل تیری رضا کے لئے تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے، چٹان مزید سڑک گئی لیکن وہ باہر نہ نکل سکے۔ تیسرے نے ایک مزدور کو اس کی امانت لوٹا دینے کو وسیلہ بنایا اور عرض کی اے اللہ! اگر میرا یہ عمل تیری رضا کے لئے تھا تو ہمیں اس پریشانی سے نجات دے دے، چٹان بالکل ہٹ گئی اور وہ باہر نکل آئے۔“

(صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب: قصة اصحاب الغار الثلاثة، رقم: (۶۸۴۳)/۲۷۴۳، ص ۱۳۴۳)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

یعنی علماء اللہ کے خوف سے لرزاں رہتے ہیں، پس جو عالم ہے وہ جانتا ہے کہ نافرمانی پر اللہ کی گرفت ہو سکتی ہے، جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے اسی آیت ﴿انما يخشى الله من عباده العلماء﴾ کے تحت فرمایا کہ علم والے جانتے ہیں کہ اللہ ہر چاہے پر قادر ہے۔ ریح بن انس سے روایت ہے کہ جو اللہ جل جلالہ سے خوف نہیں کرتا وہ عالم نہیں ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ عالم ہی اللہ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عالم کے لئے اللہ کا خوف اور جاہل سے احتراز لازم ہے۔ سعد بن ابی ایہم سے پوچھا گیا کہ اہل مدینہ میں بڑا فقیہ کون ہے؟ فرمایا کہ جو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ مجاہد سے منقول ہے کہ فقیہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے، اور اللہ کی نافرمانی سے بے خوف نہ کر دے اور اللہ کے عذاب سے بے خوف نہ کر دے، قرآن کے علاوہ کسی اور جانب رغبت نہ دلائے، بغیر علم کے عبادت کار گرنہیں ہوا کرتی، اور بغیر فقہ کے جانے علم نہیں آتا، اور کوئی قرأت بغیر تدبر کے کار گرنہیں ہوا کرتی۔

(القرطبی، الجزء: ۲۲، ص ۲۹۹)

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

علماء کی تین اقسام ہوتی ہیں عالم باللہ، عالم بامر اللہ، عالم باللہ لیس بعالم بامر اللہ، وعالم بامر اللہ لیس بعالم باللہ۔ (۱)..... عالم باللہ: وہ ہوتا ہے جو اللہ سے خوف رکھتا ہے، حدود و فرائض کا علم رکھتا ہے، اور (۲)..... عالم بامر اللہ لیس بعالم بامر اللہ: وہ ہوتا ہے جو اللہ سے خوف کرے لیکن حدود و فرائض کا پاس نہ رکھے، (۳)..... عالم بامر اللہ لیس بعالم باللہ: وہ ہوتا ہے جو حدود و فرائض کا جاننے والا ہو لیکن اللہ جل جلالہ سے خوف نہ رکھتا ہو۔

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۴۶۹ وغیرہ)

قرآن دوست قبروں میں بھی قرآن پڑھتے ہیں!

۳..... حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سید عالم علیہ السلام کے ایک صحابی نے بے خیالی میں ایک قبر پر خیمہ نصب کر دیا، انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے، انہوں نے دیکھا کہ اُس قبر میں ایک شخص سورہ ملک کی تلاوت کر رہا ہے یہاں تک کہ اس نے

سورت کی تلاوت مکمل کر لی، وہ صحابی سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”یہ سورت روکنے والی اور نجات دینے والی ہے جو عذابِ قبر سے نجات دے گی۔“

(سنن الترمذی، ابواب فضائل قرآن، باب: ماجاء فی فضل سورة ملك، رقم: ۲۸۹۹، ص ۸۲۰)

☆..... حضرت سیدنا ابراہیم بن جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”سحری کے وقت قلعہ کے پاس سے گزرنے والوں نے مجھے بتایا کہ جب ہم حضرت ثابت بنانی کی قبر پر سے گزرے تو ہمیں قرآن پڑھنے کی آواز آتی ہے۔“ (حلیۃ الاولیاء، ثابت بنانی رقم ۲۰۸۳، ج ۲، ص ۳۶۵)

☆..... حضرت سیدنا سلمہ بن شعیب فرماتے ہیں میں نے ایک پرہیزگار گورکن حضرت سیدنا حماد کو فرماتے سنا: ”میں محمد المبارک کے دن دوپہر کے وقت قبرستان میں گیا، جس قبر کے قریب سے گزرتا اس سے قرآن پاک کی آواز آتی۔“

(شرح الصدور، باب: احوال الموتی فی قبورہم، ص ۱۸۸)

راہ خدا کا تاجر نقصان نہیں اٹھاتا:

☆..... سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”جس نے حلال کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا اور چونکہ اللہ حلال ہی قبول فرماتا ہے لہذا اللہ سے بھی برکت کے ساتھ قبول فرماتا ہے اور صدقہ کرنے والے کے لئے اس کی اسی طرح نشر و نفا فرماتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے پچھڑے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب: الصدقة من کسب طیب، رقم: ۱۴۱۰، ص ۲۲۷)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ مال میں کمی نہیں لایا، اللہ غنوکے بدلے بندے کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو اللہ کے لئے عاجزی کرتا ہے اللہ سے بلندی عطا فرماتا ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: استحباب العفو والتواضع، رقم: ۶۴۸۷/۶۵۸۸، ص ۱۲۷۹)

کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کے بارے میں اس وقت کے نبی کو وحی کی گئی کہ فلاں شخص کی زندگی میں دوادوار آئیں گے، ایک دورانہائی تنگی دامالی دشواری کا اور دوسرا دور فراخی و کشائش کا، اب اسے اختیار ہے کہ کونسا وقت پہلے منتخب کرتا ہے۔ اس وقت کے نبی نے اس کے سامنے معاملہ رکھا تو اس نے کہا میں اپنی اہلیہ سے مشورہ کر کے بتاؤں گا۔ چنانچہ جب اس نے اپنی اہلیہ سے مشورہ کر لیا تو اپنے دور کے نبی کو بتایا کہ ”میں پہلے فراخی و کشائش کا وقت چاہتا ہوں۔“ چنانچہ اس کی خواہش کے مطابق اللہ نے اس کے مال میں فراخی عطا فرمادی، اس شخص نے مال کو اللہ کی راہ میں تقسیم کرنا شروع کر دیا، جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اس میں کمی نہیں آیا کرتی لہذا ایسا ہی ہوا کہ وہ شخص جس نے پہلے کشادگی کی زندگی چاہی اور مال کو راہِ خدا میں خرچ کرتا گیا جس کی وجہ سے برکت ہوتی گئی اور مال بڑھتا ہی گیا، اس پر کسی وہ وقت نہ آیا کہ تنگی ہو جائے۔

امت مسلمہ قرآن کی وارث ہے:

☆..... اہل تاویل کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کونسی کتاب کا اللہ نے اپنے بندوں کو وارث بنایا، بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ کتاب ہے جو فرقان (قرآن) سے پہلے نازل ہوئی، اور جنہیں وارث بنایا وہ امت محمدیہ ﷺ ہیں، اور ان میں بعض اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔

☆..... ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اللہ ﷻ کے فرمان ﴿ثم اور لنا الکتب﴾ سے مراد امت محمدیہ ہیں، اور اللہ ﷻ نے انہیں اپنی ہر کتاب کا وارث بنایا اور جو اس پاک کلام میں (کسی وجہ سے کوتاہی کر گیا) تو اسے بخش دیا، اور میانہ روی سے کام لینے والے

کا حساب آسان کر دیا، اور باقی ماندہ کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا۔

☆..... ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ نے اس امت میں تین گروہوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا، پس تہائی کو بغیر حساب کے داخل جنت کرے گا، تہائی کا حساب آسان کر کے لے گا، تہائی اپنے گناہوں کے ساتھ آئیں گے حتیٰ کہ اللہ (سب کچھ جاننے کے باوجود) پوچھے گا یہ کون ہیں؟ کہا جائے گا کہ اللہ جانتا ہے، فرشتے کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو گناہوں کے ساتھ آئے ہیں مگر ان میں سے کسی نے حیرا شریک نہیں ٹھہرایا، اللہ فرمائے گا کہ انہیں میری رحمت میں داخل کر دو، اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿لَم اور لَنَا الْكُفْب الذین اصطفینا من عبادنا﴾۔

☆..... حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے، میانہ روی اختیار کرنے والے اور نیکیوں میں سبقت کرنے والے جنت میں ہونگے، کیا تم نے نہیں دیکھا ﴿لَم اور لَنَا الْكُفْب الذین اصطفینا من عبادنا﴾۔

☆..... ایک قول یہ بھی ہے کہ جس کتاب کا اس قوم کو وارث بنایا گیا، اس سے مراد کلمہ طیبہ کی گواہی دینا ہے، اور چنے ہوئے لوگوں سے مراد امت محمدیہ ہیں اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے منافق ہیں، جو کہ آگ میں ہونگے اور میانہ روی اختیار کرنے والے، اور نیکیوں پر سبقت کرنے والے جنت میں ہونگے۔

(الطبری، الحزب: ۲۲، ص ۱۵۸)

تین قسم کے لوگوں کا بیان :

۱..... ما قبل تین قسم کے لوگ بیان ہوئے، اس بارے میں مزید یہ کہ جنہیں ہم نے اپنی طاعت کے لئے اختیار فرمایا اور منتخب فرمایا، ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں گناہ کر کے، نافرمانی اختیار کر کے اور فحاشی کا بازار گرم کر کے، دوسرے وہ ہیں جو اپنے رب کی عبادت میں مبالغہ نہیں کرتے، اور اپنی کوششوں میں بہت زیادہ جستجو نہیں کر پاتے بلکہ اعتدال میں رہتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو نیکیوں پر سبقت کر جاتے ہیں بہت زیادہ جستجو کرنے والے، اپنے فرائض کو ادا کرنے والے، اعمال صالحہ کے ذریعے سبقت کرنے والے، اور یہ سب اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے۔

☆..... سفیان اعلمش سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ثابت مسجد میں داخل ہوئے اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھ گئے، اور فرمایا اے اللہ مجھ سے وحشت دور فرما اور خوف میں رحم فرما، میرے ساتھی کو نیک کر دے، ابو درداء نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو میں تجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو تجھ سے پہلے کسی نے نہ کی ہوگی، پھر آیت پاک ﴿لَم اور لَنَا الْكُفْب الذین..... الخ پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چٹے ہوئے بندوں کو (فاطر: ۲۲)﴾ تلاوت فرمائی، پس جو نیکیوں میں سبقت کر جائے وہ بغیر حساب کے داخل جنت ہوگا، اور میانہ روی اختیار کرنے والوں کا حساب آسانی سے ہوگا اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کو غم پہنچے گا پھر اللہ ان سے غم لے جائے گا جس کی دلیل یہ آیت: ﴿الْحَمْد لله الذی اذھب عنا الحزن سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارا غم دور کیا (فاطر: ۲۴)﴾ ہے

(الطبری، الحزب: ۲۲، ص ۱۶۲)

زیورات و ریشمی لباس اہل جنت کے لئے:

یے..... جنتی جنت میں سونے، چاندی اور موتیوں کے کنگن پہنیں گے جس کا بیان اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، چنانچہ ﴿جنت عدن بدخلونھا یحلون فیھا من اساور من ذهب ولؤلؤا یسنة کے باغوں میں داخل ہونگے وہ ان میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے (فاطر: ۲۳)﴾ میں فرمایا اور چاندی کے کنگن کا بیان ﴿و حلوا اساور من فضة اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے (السر: ۲۱)﴾ میں فرمایا، بعض کہتے ہیں کہ سونے چاندی کے زیورات اکٹھے پہنے جائیں گے اور بعض کا قول ہے کہ چاندی

کے نکلن پہننے والے مقرین ہونگے جب کہ سونے کے نکلن پہننے والے ابرار ہونگے۔ اور موتیوں کے نکلن ایسے ہونگے کہ سونے کے ساتھ موتی کسی مخصوص انداز میں جڑے ہونگے، مردوں پر ریشم حرام ہے جب کہ عورتیں پہن سکتی ہیں تاہم جنت میں مرد بھی ریشمی لباس پہنیں گے۔

(روح البیان، ج ۷، ص ۴۱۳ ملخصاً وملتقطاً)

اغراض:

فیہ النفات: یعنی آسمان سے پانی نکالنا اور پہچانا، اور یہ سب کچھ اللہ کی قدرت عظیمہ پر دلیل ہے۔

یقال کثیراً: متذکرہ مقام پر موصوف کو صفت پر مقدم کیا اور یہی کلام عرب میں اصل ہے۔

وقلیلاً: متذکرہ مقام پر صفت کو موصوف پر مقدم کیا اور یہ کلام عرب میں اصل کے خلاف ہے، اور ایسا مبالغہ کے لئے کیا گیا ہے۔

زکوة وغیرہا: یعنی انفاق فی سبیل اللہ جس طریقے سے آسانی ہو کیا جائے۔ اعطینا: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ تو ریٹ یعنی اعطاء ہے، اور اسے میراث کہنے کی وجہ یہ ہے کہ میراث انسان کو بغیر کسی مشقت و تکلیف کے حاصل ہو جائے، اسی طرح کتاب کا ملنا بھی بغیر کسی مشقت و تکلیف کے ہوا کرتا ہے۔

وہم امتک: مراد امتِ اجابت ہے، چہ جائے کہ کل یا بعض کتاب حفظ کریں یا کچھ بھی حفظ نہ کریں، اور یہاں کتاب کو حفظ کے لئے دیا جانا مراد نہیں ہے بلکہ کتاب کو ہدایت اور اقتداء کا ذریعہ بنایا جانا مقصود ہے۔

مرصع بالذهب: اس بارے میں دو اقوال گزر چکے ہیں، کہ جنتی سونے، چاندی یا موتیوں کے نکلن پہنیں گے۔

جمیعہ: جیسا کہ مرض کا خوف، فقر، موت، زوال نعمت کا خوف اور اس کے علاوہ آفات دنیا اور اس کے عوامل۔

تعب: یعنی جنت میں محنت و مشقت نہ ہونے کی وجہ سے نیند نہ ہوگی۔

اعیاء من التعب: جنتی کے لئے من مانی چیزیں ہونگی، وہ سیر کرے گا، دیکھے گا، تمام چیزیں جو اللہ نے اسے جنت میں دیں ہیں مثلاً حور، قصور و غلمان سے نفع اٹھائے گا، اور یہ سب کچھ دنیا کی کم تر زندگی رضائے الہی کے مطابق گزارنے پر اُسے مل جائے گا، اور اس کے حصول کے لئے اُسے جنت میں کوئی تک و دوہ نہ کرنی پڑے گی اور جنت کے جملہ احوال کو احوال دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور اس آیت میں امتِ محمدیہ کے لئے عظیم ترین بشارت ہے۔

و ذکر الثانی: اس بات کا جواب ہے جو کہی جاتی ہے: لغوب کی نفی کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ کیونکہ جب تکلیف کی نفی کر دی گئی ہے تو پھر لغوب کی بھی نفی ہو جائے گی کیونکہ سبب کا نفی کرنا سبب کی نفی کو مستلزم ہوتا ہے۔

فیقال لہم: ﴿اولم نعمکم ما..... الخ﴾ کلام زجر و توبیح کے لئے کیا گیا ہے۔

الرسول: یہ کلام اول زمانے سے آخر زمانے تک کے تمام کافروں کے لئے بالعموم شامل ہے۔

فما اجبتکم: سے اس وہم کو دور کرنا مقصود ہے جو آیت کے ظاہر سے ہوتا ہے کہ عذاب کا چکھنا رسول کے آنے کے ساتھ مرتب ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں (بلکہ رسول کی نافرمانی کے باعث مرتب ہوتا ہے)۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۸۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۷۱

﴿ان اللہ علم غیب السموت والارض طانہ علیم﴾ ہدات الصدور (۳۸) ﴿بما فی القلوب فعلمہ بغیرہ﴾

اولی بالنظر الی حال الناس ﴿هو الذی جعلکم خلئف فی الارض ط﴾ جمع خلیفہ ای ینخلف بعضکم

بَعْضًا ﴿فَمَنْ كَفَرَ﴾ ﴿مِنْكُمْ﴾ ﴿فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ﴾ ﴿أَيَّ وَبَالَ كُفْرِهِ﴾ ﴿وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا﴾ ﴿غَضَبًا﴾ ﴿وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرَهُمْ إِلَّا خَسَارًا﴾ ﴿۳۰﴾ ﴿لِلْآخِرَةِ﴾ ﴿قُلْ إِيَّاكُمْ شُرَكَاءُ كَمَا الَّذِينَ تَدْعُونَ﴾ ﴿تَعْبُدُونَ﴾ ﴿مَنْ دُونَ اللَّهِ﴾ ﴿أَيَّ غَيْرِهِ وَهُمْ الْأَصْنَامُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ شُرَكَاءُ اللَّهِ تَعَالَى﴾ ﴿إِرْوَانِي﴾ ﴿أَخْبِرُونِي﴾ ﴿مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكَةٌ﴾ ﴿مَعَ اللَّهِ﴾ ﴿فِي﴾ ﴿الْخَلْقِ﴾ ﴿السَّمَوَاتِ﴾ ﴿أَمْ آتَيْنَهُمْ كِتَابًا فَمَهِمَ عَلَى بَيِّنَةٍ﴾ ﴿حُجَّةٍ﴾ ﴿مِنْهُ﴾ ﴿بِأَنَّ لَهُمْ مَعِيَ شِرْكَةٌ﴾ ﴿لَا شَيْءَ مِنْ ذَلِكَ﴾ ﴿بَلْ إِنْ﴾ ﴿مَا﴾ ﴿يَعِدُ الظُّلْمُونَ﴾ ﴿الْكَافِرُونَ﴾ ﴿بَعْضُهُمْ بَعْضًا﴾ ﴿الْأَغْرَارِ﴾ ﴿۳۱﴾ ﴿بِاطْلًا﴾ ﴿بِقَوْلِهِمُ الْأَصْنَامُ تَشْفَعُ لَهُمْ﴾ ﴿أَنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا﴾ ﴿أَيَّ يَمْنَعُهُمَا مِنَ الزُّوَالِ﴾ ﴿وَلَنْ﴾ ﴿لَا﴾ ﴿مُفْسِدٌ﴾ ﴿زَالٍ﴾ ﴿إِنْ﴾ ﴿مَا﴾ ﴿أَمْسَكْتَهُمَا﴾ ﴿يُمْسِكُهُمَا﴾ ﴿مِنْ أَحَدٍ﴾ ﴿مِنْ﴾ ﴿بَعْدِهِ﴾ ﴿أَيَّ سِوَاهُ﴾ ﴿إِنَّهُ﴾ ﴿كَانَ﴾ ﴿حَلِيمًا﴾ ﴿غَفُورًا﴾ ﴿۳۲﴾ ﴿فِي تَأْخِيرِ عِقَابِ الْكُفَّارِ﴾ ﴿وَأَقْسَمُوا﴾ ﴿أَيَّ كُفَّارٍ﴾ ﴿مَكَّةَ﴾ ﴿بِاللَّهِ﴾ ﴿جَهْدَ إِيمَانِهِمْ﴾ ﴿أَيَّ غَايَةَ اجْتِهَادِهِمْ فِيهَا﴾ ﴿لَنْ﴾ ﴿جَاءَ﴾ ﴿هُمُ﴾ ﴿نَذِيرٌ﴾ ﴿رَسُولٌ﴾ ﴿لِيَكُونَ﴾ ﴿نِذِيرًا﴾ ﴿لِلَّذِينَ﴾ ﴿أَعَادُوا﴾ ﴿الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى﴾ ﴿وَالَّذِينَ﴾ ﴿غَيْرَهُمَا﴾ ﴿أَيَّ وَاحِدَةً﴾ ﴿مِنْهُمَا﴾ ﴿لَمَّا﴾ ﴿رَأَوْا﴾ ﴿مِنْ تَكْذِيبِ بَعْضِهَا﴾ ﴿بَعْضًا﴾ ﴿أَذْ﴾ ﴿قَالَتِ﴾ ﴿الْيَهُودُ﴾ ﴿لَيْسَتْ﴾ ﴿النَّصَارَى﴾ ﴿عَلَى شَيْءٍ﴾ ﴿وَقَالَتِ﴾ ﴿النَّصَارَى﴾ ﴿لَيْسَتْ﴾ ﴿الْيَهُودُ﴾ ﴿عَلَى شَيْءٍ﴾ ﴿فَلَمَّا﴾ ﴿جَاءَ﴾ ﴿هُمُ﴾ ﴿نَذِيرٌ﴾ ﴿مُحَمَّدٌ﴾ ﴿صَلَّى﴾ ﴿مَا زَادَهُمْ﴾ ﴿مَجِيئُهُ﴾ ﴿إِلَّا﴾ ﴿نُفُورًا﴾ ﴿۳۳﴾ ﴿تَبَاغُذًا﴾ ﴿عَنِ الْهُدَى﴾ ﴿اسْتِكْبَارًا﴾ ﴿فِي الْأَرْضِ﴾ ﴿عَنِ الْإِيمَانِ﴾ ﴿مَفْعُولٌ لَهُ﴾ ﴿وَمَكْرٌ﴾ ﴿الْعَمَلِ﴾ ﴿السَّيِّئِ﴾ ﴿مِنَ الشَّرْكِ﴾ ﴿وَعَيْرِهِ﴾ ﴿وَلَا يَحِيطُ﴾ ﴿بِالْمَكْرِ﴾ ﴿السَّيِّئِ﴾ ﴿إِلَّا﴾ ﴿بِاللَّهِ﴾ ﴿وَهُوَ الْمَاكِرُ﴾ ﴿وَوَصَفَ الْمَكْرَ﴾ ﴿بِالسَّيِّئِ﴾ ﴿أَصْلٌ﴾ ﴿وَإِضَافَتُهُ﴾ ﴿إِلَيْهِ﴾ ﴿قَبْلَ اسْتِعْمَالِ آخَرٍ﴾ ﴿قَدَّرَ فِيهِ﴾ ﴿مُضَافٌ﴾ ﴿حَذْرًا﴾ ﴿مِنَ الْإِضَافَةِ إِلَى الصِّفَةِ﴾ ﴿فَهَلْ يَنْظُرُونَ﴾ ﴿يَنْتَظِرُونَ﴾ ﴿إِلَّا﴾ ﴿السَّنَةَ﴾ ﴿الْأُولَى﴾ ﴿سَنَةَ اللَّهِ﴾ ﴿فِيهِمْ﴾ ﴿مِن تَعْذِيبِهِمْ﴾ ﴿بِتَكْذِيبِهِمْ رُسُلَهُمْ﴾ ﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَحْوِيلًا﴾ ﴿۳۴﴾ ﴿أَيَّ لَا تُبَدَّلُ بِالْعَذَابِ غَيْرُهُ﴾ ﴿وَلَا يُحْوَلُ إِلَى غَيْرِ مُسْتَحِقِّهِ﴾ ﴿أَوَّلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ﴾ ﴿فِيَنْظُرُوا﴾ ﴿كَيْفَ﴾ ﴿كَانَ﴾ ﴿عَاقِبَةُ﴾ ﴿الَّذِينَ﴾ ﴿مِن قَبْلِهِمْ﴾ ﴿وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ﴿فَأَهْلَكَهُمُ اللَّهُ﴾ ﴿بِتَكْذِيبِهِمْ رُسُلَهُمْ﴾ ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ﴾ ﴿مِنْ شَيْءٍ﴾ ﴿يَسْبِقُهُ﴾ ﴿وَيَقُوتُهُ﴾ ﴿فِي السَّمَوَاتِ﴾ ﴿وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ ﴿إِنَّهُ﴾ ﴿كَانَ﴾ ﴿عَلِيمًا﴾ ﴿بِالْأَشْيَاءِ كُلِّهَا﴾ ﴿قَدِيرًا﴾ ﴿۳۵﴾ ﴿عَلَيْهَا﴾ ﴿وَلَوْ يُوَاحِدُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا﴾ ﴿مِنَ الْمَعَاصِي﴾ ﴿مَا تَرَكَ﴾ ﴿عَلَى ظَهْرِهَا﴾ ﴿أَيَّ الْأَرْضِ﴾ ﴿مِنْ دَابَّةٍ﴾ ﴿نَسَمَةٍ﴾ ﴿تَدْبُ﴾ ﴿عَلَيْهَا﴾ ﴿وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ﴿أَيَّ يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ ﴿فَإِذَا﴾ ﴿جَاءَ﴾ ﴿أَجَلُهُمْ﴾ ﴿فَإِنَّ اللَّهَ﴾ ﴿كَانَ﴾ ﴿بِعِبَادِهِ﴾ ﴿بَصِيرًا﴾ ﴿۳۶﴾

﴿تَرْجُمَهُ﴾

بیشک اللہ جاننے والا ہے آسمان اور زمین کی ہر چھٹی بات کا بیشک وہ سینوں کی (یعنی دلوں میں موجود) بات کو جانتا ہے (تو لوگوں کے حال کو دیکھتے ہوئے دیگر امور کا علم تو اسے بدرجہ اولیٰ ہوگا) وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں دوسروں کا جانشین کیا (یعنی تم میں سے بعض کو بعض کا جانشین کیا، "مخلاف" علیحدہ کی جمع ہے) توجو (تم میں سے) کفر کرے اس کا کفر (یعنی اس کے کفر کا وبال) اسی پر پڑے اور کافروں کو ان کا کفر ان کے رب کے یہاں نہ بڑھائے گا مگر غضب..... ا..... (مقتدا بمعنی غضب ہے) اور کافروں کو ان کا کفر نہ بڑھائے گا مگر (آخرت کا) نقصان تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اپنے وہ شریک جنہیں پوجتے ہو (تدعون بمعنی تعبدون ہے) اللہ کے سوا (دون بمعنی غیر ہے، یعنی وہ بت جنہیں تم نے اللہ ﷻ کا شریک گمان کر رکھا ہے) مجھے خبر دو (ارونی بمعنی اخبارونی ہے) انہوں نے زمین سے کونسا حصہ بنایا یا ان کا سا جہا ہے (اللہ ﷻ کے ساتھ، شرک بمعنی شرک ہے) آسمانوں (کی پیدائش) میں یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی روشن دلیلوں پر ہیں (بیت بمعنی دلیل ہے، ان کے پاس کوئی دلیل ہے کہ ان بتوں کے لیے میرے ساتھ کوئی شرکت ہے نہیں ایسا کچھ نہیں) بلکہ ظالم (یعنی کافر) اپنے آپ میں ایک دوسرے کو وعدہ نہیں دیتے (ان بمعنی مانافیہ ہے) مگر فریب کا (یعنی باطل اور جھوٹا وعدہ دیتے ہیں) بیشک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنہیں نہ کریں..... ا..... (یعنی اللہ ﷻ نے دونوں کو زائل ہونے سے روک رکھا ہے) اور اگر (لسنن میں لام قسمیہ ہے) وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا؟ (ان بمعنی ما، امسکنا بمعنی یمسکھما، بعدہ بمعنی سواہ ہے) بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے (کفار سے عذاب کو موخر فرمانے میں حلیم ہے) اور انہوں (یعنی کفار مکہ نے) اللہ کی قسم کھائی اپنی قسموں میں حد کی کوشش سے (یعنی قسم کے معاملے انتہائی کوشش سے کام لیا) کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا (رسول) آیا تو وہ ضرور کسی نہ کسی گروہ سے زیادہ راہ ہونگے (یعنی یہود و نصاریٰ وغیرہ سے جب کفار مکہ نے یہود و نصاریٰ کو باہم ایک دوسرے کو جھٹلاتے دیکھا تو کہنے لگے ہم ان میں سے کسی نہ کسی سے زیادہ ہدایت پر ہوں گے کیونکہ یہود و نصاریٰ یوں ایک دوسرے کو جھٹلایا کرتے تھے ﴿وقالت اليهود لیست النصری علی شیء﴾ وقالت النصارى لیست اليهود علی شیء (سورۃ البقرہ: ۱۱۳) ﴿پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا (یعنی حضرت محمد ﷺ) تشریف لایا تو اس نے (یعنی ان کی تشریف آوری نے) انہیں نہ بڑھایا مگر نفرت کرنا (ہدایت سے دوری اختیار کرنا) اپنی جان کو زمین میں (ایمان لانے سے) اونچا و بڑا سمجھنا (استکبارا مفعول لہ ہے) اور برے (عمل) کا داؤ (یعنی شرک وغیرہ کا) اور برا فریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے (یعنی مکر کرنے والے ہی پر پڑتا ہے) اور بالسیء کے ذریعے مکر کی صفت لگانا اصل ہے اور ماقبل "المکرو" بالسیء کی طرف مصاف کرنا دوسرا احتمال ہے، اس احتمال کی صورت میں مصاف کو مقدر مانا گیا ہے، موصوف کی اصافت صفت کی طرف کرنے سے احتراز برتنے ہوئے) تو کا ہے کے انتظار میں ہیں مگر اسی کے جو اگلوں کا دستور ہوا (اگلوں کے بارے میں اللہ ﷻ کا دستور یہ رہا کہ اس نے رسولوں کو جھٹلانے والوں کو عذاب میں مبتلا فرمادیا) تو تم ہرگز اللہ کے دستور کو بدلتا نہ پاؤ اور ہرگز اللہ کے قانون کو ٹلتا نہ پاؤ گے (یعنی ان جھٹلانے والوں کو عذاب کے علاوہ اور کچھ نہ ملے گا اور نہ وہ غیر مستحق کی طرف پھرے گا) اور کیا انہوں نے زمین میں سفر کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا اور وہ ان سے زور میں سخت تھے (اللہ ﷻ نے انہیں اپنے رسولوں کو جھٹلانے کے سبب ہلاک فرمادیا..... ا.....) اور اللہ وہ نہیں جس کے قابو سے نکل سکے کوئی شے (جس پر کوئی شے سبقت لے جا سکے یا جس کی گرفت سے کوئی شے نکل سکے) آسمانوں اور نہ زمین میں بیشک وہ علم رکھنے والا ہے (تمام ہی اشیاء کا) اور قدرت رکھنے والا ہے (تمام ہی اشیاء پر) اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کئے (گناہوں پر) پکڑتا تو اس کی (یعنی زمین کی) پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا (یعنی زمین پر چلنے والا کوئی ذی روح نہ چھوڑتا) لیکن ایک مقررہ میعاد تک (یعنی روز قیامت تک) انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کا وعدہ آئے گا تو بیشک سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں (وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا

مومنوں کو ثواب اور کافروں کو عذاب دیکر۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان الله علم غيب السموات والارض انه علم بذات الصدور﴾

ان الله: حرف مشبہ واسم، علم: مضاف، غیب السموات والارض: مرکب اضافی مضاف الیه، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انه حرف مشبہ واسم، علم بذات الصدور: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هو الذي جعلكم خلائف في الارض فمن كفر فعليه كفره﴾

هو: مبتدأ، الذي: موصول، جعلكم: فعل بافاعل ومفعول، خلائف: موصوف، في الارض: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، من: شرطیہ مبتدأ، كفر: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، علیه: ظرف مستقر خبر مقدم، كفره: مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا يزيد الكافرين كفرهم عند ربهم الا مقتا ولا يزيد الكافرين كفرهم الا خسارا﴾

و: عاطفہ، لا یزید: فعل نفی، الكافرين: ذوالحال، عند ربهم: ظرف متعلق محذوف حال، ملکر مفعول اول، كفرهم: قائل، الا: اداة حصر، مقتا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا یزید الكافرين: فعل نفی ومفعول اول، كفرهم: قائل، الا: اداة حصر، خسارا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل اراء یتهم شركاء کم الذین تدعون من دون الله ارونى ماذا خلقوا من الارض﴾

قل: قول، همزه: حرف استفهام، راء یتهم: فعل بافاعل، شركاء کم: موصوف، الذین: موصول، تدعون: فعل بافاعل، من دون الله: ظرف مستقر "الہة" محذوف کیلئے حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول اول، ارونى: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معترضہ، ما مبتدأ، ذا: موصول، خلقوا من الارض: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ہو کر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ قویہ۔

﴿ام لهم شرك في السموات ام اتينهم كتابا فهم على بينت منه﴾

ام: منقطعہ عاطفہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، شرك في السموات: شبہ جملہ مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ، اتينهم: فعل بافاعل ومفعول، کتابا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ہم: مبتدأ، على: جار، بينت: موصوف، منه: ظرف مستقر مضاف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ويل ان يعد الظلمون بعضهم بعضا الا غرورا﴾

ويل: عاطفہ، ان: تانیہ، يعد: فعل مضارع، الظلمون: مبدل منہ، بعضهم: بدل، ملکر فاعل، بعضا: مفعول، الا: اداة حصر، غرورا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا﴾

ان الله: حرف مشبہ واسم، يمسك السموات والارض: فعل بافاعل ومفعول، ان: مصدریہ، تزولا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر "عن" جار محذوف کیلئے مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولئن زالتا ان مسكهما من احد من بعده انه كان حليما غفورا﴾

و: عاطفہ، لام تسمیہ، ان بشرطیہ، زالتا: جملہ فعلیہ شرط، ان: تانیہ، امسکھما: فعل ومفعول، من: جارزائد، احد بموصوف، من بعدہ: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ، انه حرف مشبہ واسم، کان حلیمًا غفورًا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و اقساموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاء ہم نذیر لیکونن اہدی من احدی الامم﴾

و: عاطفہ، اقساموا: فعل واو ضمیر ذوالحال، جہد ایمانہم: حال، ملکر فاعل، باللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ تسمیہ انشائیہ، لام تسمیہ تاکید یہ، ان بشرطیہ، جاء ہم نذیر: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکید یہ، یکونن: فعل ناقص واو ضمیر محذوف اسم، اہدی من احدی الامم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿فلما جاء ہم نذیر ما زادہم الا نفورا استکبارا فی الارض ومکرا السینی ولا یحیی المکر السینی الا باہلہ﴾
ف: عاطفہ، لما بشرطیہ، جاء ہم نذیر: جملہ فعلیہ شرط، ما زادہم: فعل نئی بافاعل ومفعول، الا: اداة حصر، نفورا: مفعول ثانی، استکبارا فی الارض: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، مکرا السینی: ذوالحال، و: حالیہ، لا یحیی المکر السینی: فعل نئی وفاعل، الا: اداة حصر، باہلہ: ظرف لغو، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فہل ینظرون الا سنت الاولین فلن تجد لسنة اللہ تبدیلا ولن تجد لسنة اللہ تحویلا﴾

ف: عاطفہ، هل: استفہام، ینظرون: فعل بافاعل، الا: اداة حصر، سنة الاولین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لن تجد: فعل نئی بافاعل، لسنة اللہ تبدیلا: شبہ جملہ معطوف، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لن تجد: فعل نئی بافاعل، لسنة اللہ تحویلا: شبہ جملہ معطوف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم وکانوا اشد منهم قوۃ﴾

همزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "الزموا مساکنہم" لم یسیروا فی الارض: فعل نئی بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ینظروا: فعل بافاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبۃ: مضاف، الذین من قبلہم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، و: حالیہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، اشد: اسم تفضیل "هو" ضمیر ممیز، قوۃ: تمييز، ملکر قائل، منهم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر اسم، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما کان اللہ لیعجزہ من شیء فی السموت ولا فی الارض انه کان علیما قدیورا﴾

و: عاطفہ، ما: تانیہ، کان اللہ: فعل ناقص بااسم، لام: محور، یعجزہ: فعل بافاعل ومفعول، من: زائد، شیء بموصوف، فی السموت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، فی الارض: معطوف، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ، انه حرف مشبہ واسم، کان علیما قدیورا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو یواخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظہرها من دابة﴾

و: عاطفہ، لو بشرطیہ، یواخذ اللہ: فعل وفاعل، الناس: مفعول، بما کسبوا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ما ترک علی ظہرها: فعل نئی بافاعل، و ظرف لغو، من: زائد، دابة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولکن یوخرہم الی اجل مسمی فاذا جاء اجلہم فان اللہ کان بعبادہ بصیرا﴾

و: عاطفہ، لکن: محققہ للاستدراک، یوخرہم: فعل ناقص بافاعل ومفعول، الی اجل مسمی: ظرف لغو، ملکر جملہ

فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا بظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء اجملہم: فعل و فاعل، ملکہ فعلیہ جملہ شرط، ف: جزائیہ، ان اللہ جرف مشبہ
واسم، کان بعبادہ بصیرا: جملہ فعلیہ خبر، ملکہ جملہ اسمیہ جزا، ملکہ جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

مختصر وقت کا کفر اور دائمی عذاب!

۱..... اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿و جزوا سینۃ سینۃ مثلھا اور بُرائی کا بدلہ اسی کی مثل بُرائی﴾ (النوری: ۴۰) ﴿۔ اب غور
کریں کہ کافروں نے اللہ ﷻ کی نافرمانی کی، کفر اختیار کیا لیکن ایک محدود زندگی میں جو کہ موجودہ دور کے اعتبار سے اوسطاً ساٹھ سال
بنتی ہے، جب کہ عذاب دائمی ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ سینوں کی بات جانتا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ان اللہ یم بذات الصدور یشک وہ
دلوں کی بات جانتا ہے﴾ (ناظر: ۳۸) ﴿ اگر اللہ ان کافروں کو دوبارہ دنیا میں بھیج دے پھر بھی یہ کفر ہی کریں گے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ولو ردوا
لعادوا لما نہوا عنہ وانہم لکذہبون اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کیے گئے تھے اور بیشک وہ ضرور جمعوںے
ہیں﴾ (الانعام: ۲۸) ﴿۔ اگر یہ کافر لا محدود زمانہ پاتے پھر بھی کفر ہی اختیار کرتے لہذا عذاب بھی دائمی ہونا چاہیے۔

زمین و آسمان کے ساکن ہونے کا بیان:

۲..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وان کان مکرمہم لتزول منہ الجبال اور ان کا داؤں کچھ ایسا نہ تھا جس سے یہ پہاڑ ٹل
جائیں﴾ (ابراہیم: ۴۶) ﴿۔

زوال کے اصل معنی سرکنا، ہٹنا، جانا، حرکت کرنا، بدلنا ہیں۔

قاموس میں ہے:

”الزوال الذہاب والاستحالة زوال کا معنی ہے جانا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔

اسی میں ہے:

”کمل ما تحول فقد حال واستحال یعنی ہر وہ جس نے جگہ بدلی تو بیشک اس نے حال بدلا اور ایک حال سے
دوسرے حال کی طرف منتقل ہوا۔“

پس ما قبل مذکورہ آیت ہی ہماری مؤید ہے، ہر عاقل جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن و مستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو
اصلاً جنبش نہیں، قرآن مجید میں ان کو رواسی کہا گیا، ”رواسی“ ایک جگہ جما ہوا پہاڑ، اگر ایک انگل بھی سرک جائیگا قطعاً ”زوال الجبل“
صادق آئے گا نہ یہ کہ تمام دنیا میں لڑھکتا پھرے۔ اور ”زوال الجبل“ نہ کہا جائے ثبات و قرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی
طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہو گیا۔ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ﴿لکن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر
مکانہ فسوف ترانی تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے﴾ (الاعراف: ۱۴۳)
﴿فلسما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و نحو موسیٰ صعقا﴾ جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے کلڑے کر دیا
اور موسیٰ از خود رفتہ ہو گئے﴾ (الاعراف: ۱۴۳) ﴿۔

قاموس میں ہے:

”قر بالمكان ثبت و سكن کا استقر یعنی قریبا مکان کا معنی ٹھہرنا اور ساکن ہونا جیسا کہ استقر کا معنی بھی یہی ہے۔“

☆..... حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حضور حاضر ہوئے فرمایا: کہاں سے آئے؟ عرض کی: شام سے،

فرمایا: وہاں کس سے ملے؟ عرض کی: کعب سے، فرمایا: کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی: یہ کہا کہ آسمان ایک فرشتے کے شانے پر گھومتے ہیں، فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟ عرض کی: کچھ نہیں، (یعنی جس طرح حکم ہے کہ جب تک اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہوا تک کتاب کی باتوں کو سچ نہ جانو نہ جھوٹ)، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش! تم اپنا سفر اونٹ اور اس کا کچا وہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دے دیتے، کعب نے جھوٹ کہا، اللہ فرماتا ہے: بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انہیں کون تھامے، ابن جریر کے غیر نے یہ اضافہ کیا کہ گھومنا اُن کے سرک جانے کو بہت ہے۔

☆..... عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان کعبا کان يقول ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الریحال فقال حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما کذب کعب ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کی کیلی، اس پر حذیفہ الیمان نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا، بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلہ صحابہ کرام نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقایائے خیالات یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں، آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور اُن کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں ہے جہاں تک احسن الخالقین نے اُن کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک اُن کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوگا، مگر ان کا ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا نہ جاسکتا تھا بلکہ اُس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا کہ اللہ نے مطلقاً زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدارک تو انہوں نے روانہ رکھا کہ کلام الہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگائیں، لا جرم اُس پر رد فرمایا اور اس قدر شدید و اشرف فرمایا واللہ الحمد۔ (الفتاویٰ الرضویہ مخرجہ، رسالہ: نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، ج ۲۷، ص ۹۵ وغیرہ)

سابقہ اقوام کے جھٹلانے کا انجام:

۳..... قرآن رہتی دنیا تک کے لوگوں کے لئے ہدایت ہے، ہر چیز کا روشن بیان اسی پاک کلام میں ہے۔ سیدنا آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کی اقوام کا تذکرہ، وعظ و نصیحت کے انداز، فرمانبرداروں پر انعامات خداوندی اور نافرمانوں پر عذاب کے تذکرے بھی جگہ جگہ بیان کئے گئے ہیں۔ آخرت میں اپنے پیارے محبوب کو نبی بنا کر بھیجا اور اب قیام قیامت تک انہی کے نام لیوا اس روئے زمین پر آباد ہونگے۔ شرق سے غرب تک، دنیا کے کونے کونے کو جہاں سے بھی دیکھ لیں، اسی احمد پختی کے ماننے والے پائے جائیں گے۔ سابقہ امتوں کے حال محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب میں بیان کر دیئے گئے۔ گویا سب اقوام کے حال اس امت نے قرآن میں پڑھ کر اور روئے زمین کے کونے کونے میں سیر کر کے ملاحظہ کیے کہیں قوم شموذ کی بربادی، کہیں مصر میں فرعون کے عجائبات و عبرتیں، کہیں بیت المقدس کے حالات دیکھ کر تو کہیں قوم عاد کی جہاں دیکھ کر، کہیں قوم صالح پر نزول عذاب، تو کہیں قوم لوط کی اجری بستیاں الغرض مزید اللہ کا فرمان: ﴿اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم﴾ (فاطر: ۱۱) کہ، الغرض جانتے، آنکھوں سے دیکھ لینے، دل میں جگہ دے لینے کے بعد بھی قرآن کا حکم اپنی جگہ مسلم ہے تاکہ عبرت حاصل ہو جائے۔

اغراض:

بالنظر الی حال الناس: اس اعتراض کا جواب ہے کہ اللہ کے علم میں کوئی تفاوت نہیں ہے، بلکہ اللہ کا علم تمام ہی اشیاء کو برابر محیط

ہے، آسمان وزمین میں اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں لوگوں کی عادت کے اعتبار سے کلام کیا گیا حالانکہ اللہ جب بظاہر مخفی اشیاء کا علم رکھتا ہے تو ظاہر کا علم بدرجہ اولیٰ رکھے گا۔

جمع خلیفۃ: جیسا کہ بعض نسخوں میں تاء کے ساتھ آیا ہے، اور بعض نسخوں میں بغیر تاء کے بھی آیا ہے، لیکن اول صورت ہی اولیٰ ہے کیونکہ اس کی جمع خلفاء ہے اور خلیفۃ کی جمع خلاف ہے۔ ای و بال کفر کا وبال اسی کے سر پر ہے۔

ای یمنعہما من الزوال: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ الامساک بمعنی المنع ہے۔

ای کفار مکہ: سید عالم ﷺ کے بھیجے جانے سے پہلے جب اہل کتاب نے رسولوں کو جھٹلایا، پس جنہوں نے نبی کی تکذیب کی ان پر لعنت کی گئی اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں کہ اگر ان کے پاس ڈرانے والے نبی آئے تو ﴿لیکونن اھدی من اھدی الامم﴾۔

ای ای واحدة منها: واضح کلام یہ ہے کہ یوں کہا جائے: "ای کل واحدة منها یعنی ان میں سے ہر ایک"۔

مفعول لہ: استکبارا کو مفعول لہ بتایا جائے، یا نفورا سے بدل بتایا جائے، یا زادہم کی ضمیر سے حال بتایا جائے یعنی ان کی حالت تکبر کرنے والوں کی سی ہے۔

سنة اللہ فیہم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کا فرمان: ﴿سنة الاولین﴾ مصدر مضاف للمفعول ہے، عنقریب اس کی اضافت لفاعل اللہ کے فرمان: ﴿سنة اللہ﴾ میں آئے گی۔

فیجازیہم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جواب شرط محذوف ہے اور ﴿فان اللہ﴾ اس کی تعلیل کے لئے ہے۔

نسمۃ: سے مراد تنفس یعنی ذی روح ہوتا ہے۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۸۷ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

قربانی کے جانور کی تعظیم

قربانی کا اصل مقصد تقرب الی اللہ ﷻ ہے، لیکن آج کل ایسا نظر نہیں آتا، مورد نمائش نے انسانی فطرت میں خرابی پیدا کر دی ہے خواہ مخواہ ہوس کا شکار مسلمان اپنے مال کو خرچ کرنے کے باوجود وہاں جیسے عظیم منافع کو چھوڑ کر خرافات میں پڑ جاتا ہے۔ ہر کس و ناکس کو قیمت بتلا کر، جانور کو محلے کی ہیر رگل میں گھما پھرا کر، خواہی تا خواہی جانور کی قیمت زیادہ بتلا کر مزید یہ بھی کہ چھوٹے چھوٹے نام سمجھ بچوں کے ہاتھ میں جانور کی رسی جمادی جاتی ہے اور پھر حال جو ہوتا ہے وہ کسی قسم کے تہرے پختان نہیں۔ جانور کو بے جا تکلیف دینا، ہنگامہ ناستا، اس کی دم کھینچنا، بچے تو خیر بڑے بھی یہ ناشائستہ حرکات کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کی منطوق عجیب ہوتی ہے کہ منہ کیا جائے تو ناراض ہوتے ہیں، بلکہ بے باکی کے ساتھ یوں کہتے ہیں کہ جناب چند دن کی خوشی ہے پھر انہوں نے ذبح ہو جانا ہے۔ یہی نہیں بعض نام سمجھ بلکہ اکثریت کا یہی حال ہے جب جانور کٹنے کے قریب ہوتا ہے تو خواہ مخواہ مزہ لینے کو گھیرا مٹا لیتے ہیں، ہوتا تو یہ چاہیے کہ سوچے جس طرح یہ جانور اپنے رب ﷻ کے حضور اپنی جان پیش کر رہا ہے ہم انسان اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے وقت آنے پر اپنی جان کی قربانی پیش کرنے کو تیار ہیں یا نہیں؟ خوب غور کرنے کا مقام ہے، اگر خدا نہ خواستہ قصائی کی بے خیالی، کم ہمتی یا ہمدردی کی وجہ سے جانور آدھا گلا کٹے اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے جس سے بعض لوگ ہنستے شور مچاتے ہیں۔ خدا ﷻ کے بندوں کو اتنا ترس نہیں آتا کہ بے زبان جانور کو کوئی تکلیف ہوتی ہوگی۔ نیم قصائی جنہوں نے کبھی مرغی نہ کٹائی ہو ہمارے ہاں عید قربان میں قصائی بے نظر آتے ہیں، ایک تو قصائی اتاری دوسرے تم شائی دین سے بے بہرہ، اور بے زبان جانور جس اذیت کا شکار دکھائی دیتا ہے، جس کے سینے میں دل ہو وہ خون کے آنسو روے، آہ اکیسی بے بسی ہوتی ہے جانور تڑپ رہا ہوتا ہے اور اپنا وقت بچانے کے لیے اسے ٹھنڈہ ہونے سے پہلے ہی ٹھنڈہ کرنے کی جستجو میں تصاب کٹے گلے میں چھڑا کھونپے جا رہے ہوتے ہیں لیکن دین سے دوری دیکھنے کو کوئی سمجھانے والا نہیں ہوتا۔ اللہ ﷻ کا فرمان کہ قربانی کے جانور کی تعظیم کی جائے کہ یہ شعائر اللہ ہیں اور ہوتا بالکل برعکس ہے۔ الامان والحفیظ۔

سورۃ یس مکیۃ الاقوالہ واذا قیل لہم انفقوا..... الایۃ، او ملکیۃ وہی ثلث وثمانون ایۃ

سورۃ یس کی ہے سوائے (واذا قیل لہم انفقوا..... الخ) جو کہ مدنی ہے، اس میں ۸۳ آیات ہیں

تعارف و فضائل سورۃ یس

اس سورت میں پانچ رکوع، ۲۹ کلمات اور ۳۰۰۰ حروف ہیں۔ مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب اہل مکہ بڑی شدت اور پوری قوت سے اسلام کی تعلیمات سے انکار کرنے لگے تھے اور اسلامی دعوت اپنے فطری حسن و جمال کے باعث سعادت مند رُوحوں کو اپنی طرف تیزی سے کھینچنے لگی تھی، اسلام کی روز افزوں مقبولیت سے مشرکین گھبرا گئے تھے۔ اس سورت میں اسلامی دعوت کے تین بنیادی اصولوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے یعنی توحید، رسالت اور قیامت، چنانچہ ان تینوں اصول کا بے حد بے شمار پرچار اس سورت میں کیا گیا، تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ عقیدہ درست نہ ہو تو دین اسلام کی راہ یابی نہیں ملتی۔ عقیدہ توحید درست ہو تو پھر دیگر اصول یعنی رسالت اور قیامت کا علم بھی سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ سو چنانیہ ہے کہ انسان کی تخلیق کا مبدیہ کیا ہے؟ ایک قطرہ ناپاک جس سے اس کی زندگی معرض وجود میں آئی لیکن یہی قطرہ ناپاک کس قدر فساد پھیلاتا ہے، گھر، محلہ، بستی، علاقہ، شہر، ملک اور ممالک تک اس کے فساد کی زد میں آجاتے ہیں۔

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور سورۃ یس قرآن کا دل ہے، جس نے سورۃ یس پڑھی اللہ اس کو دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب دے گا۔ (سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب: ما جاء فی فضل یس، رقم: ۲۸۸۷، ص ۸۱۹)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے سورۃ یس شب جمعہ پڑھی صبح تک اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔“ (صحیح ابن حبان، کتاب الصلوۃ، فصل فی قیام اللیل، ذکر استحباب قراۃ سورۃ یس، رقم: ۲۵۷۴، ج ۶، ص ۳۱۲)

☆..... ام درداء نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنے مُردوں پر سورۃ یس پڑھو۔“

(سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب: القراۃ علی المیت، رقم: ۳۱۲۱، ص ۵۹۸)

☆..... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی مرنے والا ایسا نہیں کہ اس پر سورہ یس پڑھی جائے اور اس کی مغفرت نہ ہو جائے۔“

☆..... جو قبرستان میں جا کر سورۃ یس پڑھے اللہ اس دن کیلئے تخفیف فرمادے گا، اور پڑھنے والے کے لئے ہر حرف کے بدلے نیکیاں ہوگی۔“

☆..... امام سعید بن منصور اور امام بیہقی نے حسان بن عطیہ سے روایت کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو رات میں اس کا نام معمرہ تھا اور اسکے پڑھنے والے کو دنیا و آخرت دونوں میں خیر ملتی ہے اور اس کا ایک نام المدافعہ اور القاضیہ بھی ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والوں سے عیب دور کرتی ہے، اور ہر نیک حاجت پوری کرتی ہے۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۲، ص ۵۲۳)

☆..... ”یس“ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اللہ نے اس نام کے ساتھ قسم کھائی ہے۔ (جامع البیان، الجزء: ۲۲، ص ۱۷۵)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے رات میں سورۃ یس پڑھی اس کی اس رات میں مغفرت کر دی جائے گی۔“

☆..... عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس نے دن کے ابتدائی حصے میں یس پڑھی اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔“

☆..... شہر بن حوشب روایت کرتے ہیں کہ جس نے صبح کے وقت میں یس پڑھی شام تک اس کے لئے آسانی ہے اور جس نے شام (رات) کے وقت میں یس پڑھی اس کے لئے صبح تک آسانی کر دی جائے گی۔

(سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب: فی فضل یس، رقم: ۳۴۱۹، ج ۲، ص ۵۴۹)

رکوع نمبر: ۱۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

یس (۱) ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ﴾ (و القرآن الحکیم) ﴿المُحْكِمَ بِعَجِيبِ النِّظْمِ وَبَدِيعِ
الْمَعَانِي﴾ ﴿انک﴾ یا محمد ﷺ ﴿لمن المرسلین﴾ (۳) ﴿علی﴾ ﴿مُتَعَلِّقٌ بِمَا قَبْلَهُ﴾ ﴿صراط مستقیم﴾ (۴) ﴿آی
طریق الانبیاء قبلک التوحید والہدی والتأکید بالقسم وغیرہ رَدِّ لِقَوْلِ الْكُفَّارِ لَهُ لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ ﴿تنزیل
العزیز﴾ ﴿فی ملک﴾ ﴿الرحیم﴾ (۵) ﴿بِخَلْقِهِ خَبْرٌ مُّبْتَدَأٌ مُّقَدَّرٌ آي الْقُرْآنِ﴾ ﴿لتنذر﴾ ﴿بہ﴾ ﴿قوم﴾ ﴿مُتَعَلِّقٌ بِتَنْزِيلِ
﴿مَا أَنْذَرَ آبَاؤَهُمْ﴾ ﴿آی﴾ ﴿لَمْ يُنذِرُوا فِي زَمَنِ الْفِتْرَةِ﴾ ﴿فہم﴾ ﴿آی الْقَوْمِ﴾ ﴿غفلون﴾ (۶) ﴿عَنِ الْإِيمَانِ وَالرُّشْدِ﴾ ﴿لَقَدْ
حَقَّ الْقَوْلُ﴾ ﴿وَجَبَّ﴾ ﴿عَلَى أَكْثَرِهِمْ فَهَمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (۷) ﴿آی الْأَكْثَرِ﴾ ﴿أَنَا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا﴾ ﴿بِأَنَّ تَضْمُّ
إِلَيْهَا الْأَيْدِي لِأَنَّ الْغُلَّ يَجْمَعُ الْيَدَ إِلَى الْعُنُقِ﴾ ﴿فہی﴾ ﴿آی الْأَيْدِ مَجْمُوعَةٌ﴾ ﴿إِلَى الْأَذْقَانِ﴾ ﴿جَمَعَ ذَقْنٌ وَهُوَ
مُجْتَمِعٌ لِلْيَحْيَيْنِ﴾ ﴿فہم مقمحون﴾ (۸) ﴿رَأْفَعُونَ رُؤُسَهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ خَفْضَهَا وَهَذَا تَمْثِيلٌ وَالْمُرَادُ أَنَّهُمْ لَا
يُذْعِنُونَ لِلْإِيمَانِ وَلَا يُخَفِّضُونَ رُءُوسَهُمْ لَهُ﴾ ﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سِدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سِدًّا﴾ ﴿بِفَتْحِ
السِّينِ وَضَمِّهَا فِي الْمَوْضَعَيْنِ﴾ ﴿فَاغْشَيْنَهُمْ فَهَمْ لَا يَبْصُرُونَ﴾ (۹) ﴿تَمْثِيلٌ أَيْضًا لِسَدِّ طَرِيقِ الْإِيمَانِ
عَلَيْهِمْ﴾ ﴿وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ﴾ ﴿بِتَحْقِيقِ الْهَمَزَتَيْنِ وَابْدَالِ الثَّانِيَةِ أَلْفًا وَتَسْهِيلِهَا وَادْخَالِ الْفَاءِ بَيْنَ
الْمُسْهَلَةِ الْأُخْرَى وَتَرْكِهِ﴾ ﴿أَمْ لَمْ تَنْذِرْهُمْ﴾ ﴿فہم﴾ ﴿لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (۱۰) ﴿أِنَّمَا تَنْذِرُ﴾ ﴿يَنْفَعُ أَنْذَارَكَ﴾ ﴿مَنْ اتَّبَعَ
الذِّكْرَ﴾ ﴿الْقُرْآنَ﴾ ﴿وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ الرَّحِیْمَ﴾ ﴿خَافَهُ﴾ ﴿لَمْ يَرَهُ﴾ ﴿فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ﴾ (۱۱) ﴿هُوَ
الْجَنَّةُ﴾ ﴿أَنَا نَحْنُ نَحْيُ الْمَوْتَى﴾ ﴿لِلْبَعْثِ﴾ ﴿وَنُكْتَبُ﴾ ﴿فِي اللُّوحِ الْمَحْفُوظِ﴾ ﴿مَا قَدَّمُوا﴾ ﴿فِي حَيَاتِهِمْ مِنْ
خَيْرٍ وَشَرٍّ لِيُجَازُوا عَلَيْهِ﴾ ﴿وَأَنذَرْتَهُمْ﴾ ﴿مَا اسْتَنْبَهُ بَعْدَهُمْ﴾ ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ﴾ ﴿نُصِبَهُ بِفَعْلٍ يُقْسَرُهُ
﴿أَحْصَيْنَاهُ﴾ ﴿فِي إِمَامٍ مَّبِينٍ﴾ (۱۲) ﴿كِتَابٌ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ﴿اللُّوحُ الْمَحْفُوظُ﴾.

﴿قر جمہ﴾

یس.....!..... (اس کی جو مراد ہے اللہ ﷻ یا خوبی جانتا ہے) قرآن حکیم کی قسم (حکیم بمعنی محکم ہے، یعنی قرآن پاک اپنی معجز نظم اور بدیع المعانی کے سبب محکم ہے) بیشک تم (اے حبیب ﷺ) سیدمی راہ پر بھیجے گئے ہو (یعنی اپنے سے پہلے انبیائے کرام کے رستے یعنی توحید و ہدایت پر بھیجے گئے ہو)..... ۲.....، علی ماقبل سے متعلق ہے قسم وغیرہ کے ذریعے تاکید بیان کرنا کفار کے رد کے لیے ہے کہ وہ کہتے تھے لست مرسل اللہ، اپنے ملک میں (اپنی مخلوق پر) مہربانی کرنے والے کا اتارا ہوا (تنزیل مرفوع ہونے کی صورت میں مبتدا محذوف القرآن کی خبر ہے) تاکہ تم (اس کے ذریعے سے) اس قوم کو ڈرناؤ (یہ تنزیل سے متعلق

ہے) جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے (یعنی جنہیں زمانہ فترت میں ڈرایا نہیں گیا) تو وہ (لوگ) بے خبر ہیں (ایمان اور رشد و ہدایت سے) بیشک ان میں اکثر پر (عذاب آنے کی) بات ثابت ہو چکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے (یعنی اکثر ایمان نہ لائیں گے) ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیے ہیں (یوں کہ ان کے ہاتھوں کو گردنوں کے ساتھ ملا دیا، کیونکہ غسل کہتے ہیں ہاتھوں کو گردن کے ساتھ جمع کر دینے کو) کہ وہ (یعنی وہ ہاتھ جنہیں گردنوں کے ساتھ جمع کیا گیا ہے) ٹھوڑیوں تک ہیں ("الاذقان" ذقن کی جمع ہے بمعنی مجتمع اللحمین) تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے (یعنی اپنے سروں کو اوپر اٹھائے ہوئے ہیں انہیں نچا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے یہ تمثیل ہے، نہ تو یہ لوگ ایمان لانے کا اقرار کریں گے اور نہ اس کے لئے اپنے سروں کو جھکائیں گے) اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار (دونوں مقامات میں.....) سدا کو سین مفتوحہ و مضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوچتا (یہ بھی تمثیل ہے اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے کہ ان پر ایمان کا راستہ بند ہے) اور انہیں ایک ساہمے تم انہیں ڈراؤ (اندر تمہم دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ ہے اور دوسرے ہمزہ کو الف کے ساتھ تبدیل کر کے اور ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ ہے اور تسہیل والی اور دوسری والی ہمزہ کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ اور اس کے ترک کے ساتھ ہے) یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں تم تو اسی کو ڈر سنا تے ہو (یعنی تمہارا ڈر سنا اسی کو نفع دیتا ہے) جو ذکر (یعنی قرآن پاک کے احکام) پر چلے اور رحمن سے بے دیکھے ڈرے..... (بالغیب حال ہے بمعنی خافہ ولم یروہ) تو اسے بخشش اور عزت کے ثواب (یعنی جنت) کی بشارت بیشک ہم (بعث کے لیے) مردوں کو جلائیں گے اور ہم (لوح محفوظ میں) لکھ رہے جو انہوں نے (بھلائی و برائی اپنی حیاتی میں) آگے کو بھیجا (تا کہ اس پر انہیں جزا دیا جائے) اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے (اپنے بعد جس شے کو بطور نشانی چھوڑ آئے) اور ہر چیز (کل شیء یہ با بعد فعل مفرد کی وجہ سے منصوب ہے) ہم نے گن رکھی ہے (احصیناہ بمعنی ضبطنا ہے) ایک بتانے والی کتاب میں (امام بمعنی کتب، اور مبین بمعنی بین ہے، مراد اس سے لوح محفوظ ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یس و القرآن الحکیم﴾ انک لمن المرسلین ﴿علی صراط مستقیم﴾
 یس: "ہذہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و قسمیہ جار، القرآن الحکیم: مرکب تو صغریٰ مجرور، ملکر ظرف مستقر "نقسم" فعل محذوف کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ انشائیہ، انک حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، من المرسلین ظرف مستقر خبر اول، علی صراط مستقیم: ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿تنزیل العزیز الرحیم﴾ لتندر لوما ما اندر اباوہم فہم غفلون ﴿﴾
 تنزیل: مصدر مضاف، العزیز الرحیم: مضاف الیہ فاعل، لام: جار، لتندر: فعل با فاعل، لوما: موصوف، ما اندر: فعل نفی مجہول، اباوہم: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر فعل محذوف "نزل القرآن" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ تعلیلیہ للشمی، ہم: مبتدا، غفلون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
 ﴿لقد حق القول علی اکثرہم فہم لا یؤمنون﴾ ﴿﴾

لام: قسمیہ، قد: تہنیتیہ، حق القول: فعل و فاعل، علی اکثرہم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف: عاطفہ، ہم: مبتدا، لا یؤمنون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
 ﴿انا جعلنا فی اعناقہم اغللی فہی الی الاذقان فہم مقمحوں﴾ ﴿﴾

انا: حرف مشبہ واسم، جعلنا: فعل بافاعل، فی اعتدالھم: ظرف مستقر مفعول ثانی، اغلغل: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ تعقیبیہ، ہم: مبتداء، الی الاذق: فعل بافاعل، ان: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ تعقیبیہ، ہم: مبتداء، مقمحوں: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يبصرون﴾ ۵۰

و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، من بین ایدیہم: ظرف مستقر مفعول ثانی، سدا: مفعول اول، و: عاطفہ، من خلفہم سدا: معطوف ہے "من بین ایدیہم سدا" پر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اغشیہم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: تعلیلیہ، ہم: مبتداء، لا یبصرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَسواء علیہم ء انذرتهم ام لم تنذروا لا یؤمنون﴾ ۵۱

و: متانفہ، سواء علیہم: شبہ جملہ خبر مقدم، حمزہ: حرف استفہام و حمزہ تسویہ، انذرت: فعل بافاعل، ہم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ، لم تنذروا: فعل نفی بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، لا یؤمنون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿وانما تنذروا من اتبع الذکر وخصی الرحمن بالغیب﴾

انما: حرف مشبہ وما کافہ، تنذروا: فعل بافاعل، من: موصولہ، اتبع الذکر: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، خصی: فعل "هو ہنمیر" زوالحال، بالغیب: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، الرحمن: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فبشرہ بمغفرة واجر کریم﴾ ۵۲

ف: فصیحیہ، بشر: فعل امر بافاعل، ہ: مفعول، ب: جار، مغفرة: معطوف علیہ، واجر کریم: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، انا: حرف مشبہ واسم، نحن: مبتداء، نحن الموتی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نکتب: فعل بافاعل، ما قدموا: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اثارہم: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکل شیء احصینہ فی امام مبین﴾ ۵۳

و: عاطفہ، کل شیء: فعل محذوف "احصینا" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، احصینہ: فعل بافاعل ومفعول، فی امام مبین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... لقد حق القول علی اکثرہم..... ﴿۵۱﴾ یہ آیت ابو جہل اور اس کے دو فروری دوستوں کے حق میں نازل ہوئی، ابو جہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ سید عالم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھے گا تو پتھر سے سر چل ڈالے گا جب اس نے سید عالم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ اسی ارادہ فاسدہ سے ایک بھاری پتھر لے کر آیا جب اس پتھر کو اٹھایا تو اس کے ہاتھ گردن میں چپکے رہ گئے اور پتھر ہاتھ کو لپٹ گیا، یہ حال دیکھ کر اپنے دوستوں کی طرف واپس ہوا اور ان سے واقعہ بیان کیا تو اس کے دوست ولید بن مغیرہ نے کہا یہ کام میں کروں گا اور ان کا سر کچل کر ہی آؤں گا چنانچہ وہ پتھر لے آیا، سید عالم ﷺ ابھی نماز ہی پڑھ رہے تھے جب یہ قریب پہنچا، اللہ نے اس کی پیدائی سلب کر لی، سید عالم ﷺ کی آواز سننا تھا آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا، یہ بھی پریشان ہو کر اپنے دوستوں کی طرف لوٹا وہ بھی نظر نہ آئے، انہوں نے ہی اسے پکارا اور اس نے کہا کہ تو نے کیا کیا؟ کہنے لگا میں نے ان کی آواز تو سنی مگر وہ نظر ہی نہیں آئے، اب ابو جہل کے تیسرے دوست

نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کام کو انجام دے گا اور بڑے دعوے کے ساتھ وہ سید عالم ﷺ کی طرف چلا تھا کہ اٹھنے پاؤں ایسا بدحواس ہو کر بھاگا کہ اوندھے منہ گر گیا، اس کے دوستوں نے حال پوچھا تو کہنے لگا کہ میرا حال بہت سخت ہے، میں نے ایک بہت بڑا سانڈ دیکھا جو میرے اور سید عالم ﷺ کے درمیان حائل ہو گیا، لات وعزى کی قسم! اگر میں ذرا بھی آگے بڑھتا تو مجھے کھا ہی جاتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆..... وکل شیء احصینہ فی امام مہین..... ☆ بنی سلمہ مدینہ کے کنارے پر رہتے تھے، انہوں نے چاہا کہ مسجد شریف کے قریب آئیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں، تم مکان تبدیل نہیں کرو یعنی جتنی دور سے آگے اتنے ہی قدم زیادہ پڑیں گے اور اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

یس میں کیا راز پوشیدہ ہیں؟

۱..... قرآن مجید میں پانچ اقسام کے مقطعات ہیں: (۱)..... بعض وہ جو ابتداء سورت میں فقط ایک حرف کے ساتھ ہوتے جیسا کہ ﴿ن﴾، ﴿ق﴾ اور ﴿ص﴾۔ (۲)..... بعض وہ ہیں جو دو حرف پر مشتمل ہوتے ہیں جیسے ﴿یس﴾، ﴿حم﴾، ﴿طس﴾ اور ﴿طہ﴾ ہیں۔ (۳)..... بعض وہ ہیں جو تین حروف سے بنتے ہیں جیسے ﴿الم﴾، ﴿طسم﴾ اور ﴿الر﴾ ہیں۔ (۴)..... بعض چار حروف کا مجموعہ ہوتے ہیں جیسے ﴿المع﴾ اور ﴿المص﴾۔ (۵)..... بعض پانچ حرفی ہوتے ہیں جیسے ﴿حم عسق﴾، ﴿کہیصص﴾۔

(الرازی، ج ۹، ص ۲۵۰)

☆..... ابن مردویہ نے ابن عباس کے طرق سے روایت کیا ہے کہ یس بمعنی محمد ﷺ یا بمعنی یا محمد ﷺ ہے۔

☆..... ابن شیبہ، ابن منذر اور بیہقی نے محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے کہ یس کے معنی یا محمد ہے۔

(الدرالمثور، ج ۵، ص ۴۸۴)

☆..... ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یس بمعنی یا انسان ہے۔

☆..... حسین بن واقد، یزید، عکرمہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یس کے معنی حبشی لغت میں یا انسان ہے۔

☆..... بعض کہتے ہیں کہ یس کلام کی کنجی ہے اور اللہ نے اس سے کلام کی ابتداء فرمائی ہے۔

☆..... بعض کہتے ہیں کہ یس قرآن کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

☆..... ابن عباس سے منقول ہے کہ یس کے معنی لغت طلی میں یا انسان ہے، مراد اس سے سید عالم ﷺ کی ذات بالا صفات ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا اس کی اصل یا اسیسین ہو جو انسان کی تفسیر ہے اور مقصود اس میں بڑائی بیان کرنا ہے کیونکہ صیغہ تفسیر عطف اور تعظیم کے لئے ہوتا ہے۔

(الطبری، الجزء: ۲۲، ص ۱۷۵ وغیرہ)

یس کو حدیث میں قلب فرمایا گیا اور قلب پورے جسم کا سردار یعنی امیر ہوتا ہے، پس اللہ نے یس کو بھی تمام سورتوں کی سرداری عطا فرمادی ہے اور ابو محمد کی نے سید عالم ﷺ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میرے رب کے نزدیک میرے دس نام ہیں اور ان میں ط اور یس بھی ہیں۔“

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ اللہ نے یس سے یا سید کا ارادہ فرمایا ہے، اور اس میں سید عالم ﷺ سے خطاب ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ اس کا معنی یا انسان اور اس سے سیدنا محمد ﷺ کا ارادہ ہے، لہذا جاح کے قول کے مطابق اس سے مراد یا محمد ہے۔ علامہ ماوردی نے حضرت علی ؓ سے روایت کی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے قرآن میں میرے سات نام رکھے ہیں

محمد، احمد، طہ، یس، المزمّل، المدثر، عبداللہ۔ (النکت والعیون، ج ۵، ص ۵، القرطبی، الجزء: ۲۲، ص ۹ وغیرہ)

رسالت و ہدایت کی نسبت سید عالم ﷺ کی جانب کرنا:

۲..... کفار سید عالم ﷺ کی رسالت کے منکر تھے، حالانکہ حکمت والی کتاب ان کے مابین موجود ہے جو کہ سید عالم ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتی ہے اور اس بارے میں جملہ تسمیہ کے ذریعے خبر دیتی ہے کہ ﴿انک لمن المرسلین﴾، لیکن اگر کوئی انکار کرے تو ہم اس کے دو جوابات دیں گے۔ (۱)..... قرآن ان کے انکار پر بین مجزہ ہے کیونکہ ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ انکار کی صورت میں اس کی مثل کوئی ایک ہی سورت لے آؤ اور یہ لانے سے قاصر ہیں۔ (۲)..... عاقل اسی چیز کی قسم کھاتا ہے جس کی عظمت کا مستحکم ہوتا ہے، کافر جتنا صلیب اور صنم (بتوں) کی تصدیق کرتے تھے اتنی محمد ﷺ کے نام مبارک کی تصدیق نہ کریں گے، اور جتنی اپنے باطل دین کی تصدیق کریں گے اتنی ہمارے دین کی نہ کریں گے، اور ہم جانتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ اور ان کے اصحاب قرآن کی عظمت کے قائل ہیں اور ان کے نام کی قسم اٹھاتے ہیں لہذا انہیں قسم کو پورا کرنا ضروری ہے۔

دوسری خبر اس آیت کے بعد ایک اور آیت میں اللہ نے عطا فرمائی وہ یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے ہدایت پر ہونے کا اعلان فرمایا: ﴿علی صراط مستقیم﴾۔ معنی یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ کی توجہ اللہ کی جانب ہے اور غیر کی جانب نہیں ہے اور مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ کی جانب توجہ ہو اور مقاصد کی طرف توجہ کرنا یہی ہے کہ انسان اللہ کی طرف مائل ہو کر دوسروں سے انحراف کرے۔ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ دیگر رسولوں کی طرح سید عالم ﷺ بھی رسالت پر ہیں۔ (الرازی، ج ۹، ص ۲۰۲، ملخصاً وملتقطاً)

آگے پیچھے مقامات پر دیوار کا ہونا:

۳..... امام فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ان کے سامنے بھی دیوار ہے، پیچھے بھی دیوار ہے، سو وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ انسان جس راستے پر چل رہا ہوتا ہے اگر اس راستے میں دیوار آگے آجائے تو وہ دیوار اس کے لئے رکاوٹ بنتی ہے، لیکن پیچھے کی دیوار کسی حال میں رکاوٹ نہیں ہوا کرتی؟ ہم اس کے چار جوابات دیں گے جو درج ذیل ہیں:

(۱)..... ہدایت کی دو اقسام ہیں، ہدایت نظریہ اور ہدایت فطریہ، نظریہ یہ ہے کہ کائنات میں غور و فکر کرنے سے ہدایت حاصل ہونا اور فطریہ یہ ہے کہ ہر انسان فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پس کافر اس فطری ہدایت کو اپنے آباؤ اجداد کی تقلید میں ضائع کرتے ہیں اور کائنات میں غور و فکر کر کے انہوں نے ہدایت نظریہ کو حاصل نہیں کیا، پس پیچھے کی ہدایت سے مراد ہدایت فطریہ کو ضائع کرنا ہے۔

(۲)..... انسان کے سامنے دنیا ہے اور پیچھے آخرت، پس چاہے کہ سامنے کی صلاح کے لئے بھی اللہ کو یاد رکھے اور آخرت کی فلاح کو بھی یاد رکھے اور کافر کا معاملہ انوکھا ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی صلاح کی فکر کرتا ہے لیکن آخرت کی فلاح کی فکر نہیں کرتا، اس لئے فرمایا کہ کافر کے سامنے اس کی ضد و عناد کی دیوار کھڑی ہے اور پیچھے بھی غفلت اور جہالت و انکار کی دیوار ہے۔

(۳)..... انسان کسی جگہ جا رہا ہو تو اگر آگے راستہ نہیں ملتا تو پیچھے ہی لوٹ جاتا ہے، لیکن اگر پیچھے بھی راستہ نہ مل سکے تو وہ اسی جگہ کھڑا رہ جاتا ہے، منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا نہ اپنے مقررہ ٹھکانے تک لوٹ سکتا ہے، پس ناکام و نامراد رہ جاتا ہے، اسی ناکامی و نامرادی کی جانب اشارہ ہے۔

(۴)..... بعض اذہان میں یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ آگے پیچھے کا ذکر کیا لیکن دائیں بائیں کا ذکر نہ کیا، اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہاں ہدایت نظریہ و فطریہ کا بیان مقصود تھا اور نہ عمومی اعتبار سے مناجح مستقیمہ بیان کرتے۔ (الرازی، ج ۹، ص ۲۰۰ وغیرہ ملخصاً)

بے دیکھے رحمن کا خوف رکھنا:

۴..... ایمان کا دار و مدار اسی بات پر ہے کہ بے دیکھے کے عذاب سے ڈرا جائے، عذاب سے خوف کرنا درحقیقت اللہ سے خوف کرنے کے معنی میں ہی ہے کہ عذاب دینے کا حق اللہ ہی کو ہے۔ انسان ناجائز طریقے سے مال کماتا ہے، بظاہر یہی ثابت کرتا ہے کہ اسے خوف خدا نہیں ہے بلکہ بسا اوقات لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ جناب جب قبر میں جائیں گے اس وقت دیکھا جائے گا ساری دنیا اسی طرح کما رہی ہے۔ حالانکہ کامل مومن کے لئے یہ بات کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے۔ سالکین کے حال بہت انوکھے ہوا کرتے تھے چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عباسی سے روایت ہے کہ امیر المومنین عمر فاروق کے چہرہ اقدس پر (خوف خدا کے سبب) بہت زیادہ رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔

(الزهد للامام احمد بن حنبل، زهد عمر بن خطاب، رقم: ۶۳۸، ص ۱۴۹)

اغراض:

او مدنیہ: یا یہ کمال سورت مدنی ہے اور یہ تیسرا قول ہے۔

اللہ اعلم بمرادہ بہ: یہ حروف مقطعات کی تفسیر میں سے ایک قول ہے، جیسا کہ حم اور طس، اور ما قبل میں اس کے کئی معنی گزر چکے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ لیس کے معنی یا انسان، یا انیسین ہے، مراد یا انسان ہی تھا لیکن کثرت نداء کے باعث لیس پر ہی اقتصار کیا گیا، ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ یہ سیدنا محمد ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ہے اور ایک قول کے مطابق یہ قرآن کا نام ہے۔

المحکم: بمعنی المتقن ہے، مراد یہاں بلاغت کے اعلیٰ طبقے کا بیان ہے کہ قرآن کی نظم اعلیٰ طبقات بلاغت میں سے ہے۔

متعلق بما قبلہ: علی کا عطف ما قبل جملے ﴿لمن المرسلین﴾ پر ہے، یعنی اصل میں عبارت یوں ہے: ”انک لمن المرسلین انک علی صراط المستقیم“، اور ان کی خبر ثانی بنانا بھی درست ہے۔

ای طریق الانبیاء: سیدنا محمد ﷺ کی شریعت تمام سابقہ شرائع کی ناسخ ہے، پس مراد فروری اعتبار ہے جب کہ اصول کے اعتبار سے تمام شرائع یکساں ہیں جس میں نسخ نام کی کوئی چیز کارفرما نہیں ہوتی۔ وغیرہ: سے مراد ان، لام اور جملہ اسمیہ ہیں۔

فی زمن الفترۃ: سے مراد عرب کی نسبت ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام و محمد عربی ﷺ میں تھی اور اس کے علاوہ نسبت جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و محمد عربی ﷺ میں تھی۔

ای القوم: فہم میں موجود ضمیر کی تفسیر ہے، یہ بھی درست ہے کہ ضمیر دو فریقین یعنی ”ہم“ اور ”ابانہم“ کی طرف راجع ہو۔

مجموعۃ: سے اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ اللہ کا فرمان: ﴿الذقان﴾ معذوف کے متعلق ہے، اگرچہ اس کا مقدر ہونا اٹھایا گیا ہو لیکن ظاہر یہی ہے، اور ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے سے بلند ہوتے ہیں، اور ہاتھوں کا ٹھوڑی کے ساتھ جمع کرنے میں ٹھوڑی کے نیچے کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔

وہذا التمثیل: یعنی استعارہ تمثیلیہ بیان ہوا ہے، اور اس میں نزول عذاب کی جانب اشارہ ہے اور یہ عذاب انہیں آخرت میں ملے گا جیسا کہ تم جانتے ہو۔

تمثیل: سے مراد استعارہ تمثیلیہ ہے، مراد ان کی وہ حالت ہے جس کی وجہ سے ان پر ایمان کا رستہ بند ہے گویا انہیں ہدایت سے روک دیا گیا ہو اور ان کا مطہح نظر اور مقصود انہیں ہدایت نہیں پہنچاتا۔

ینفع اندارک: آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کی رسالت عام نہیں ہے، بلکہ کسی مخصوص قوم کے لئے ہے مراد ﴿من التبع الذکر و خشی الرحمن بالغیب﴾ ہیں اور اس سے سابق قول ﴿تسندر قوماً.....﴾ الخ کی مخالفت ہوتی ہے، میں (علامہ صادی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں وہ حصر مراد ہے جو قابل نفع ہوتا ہے نہ کہ کل حصر جو قابل نفع نہ ہی ہو۔

فی اللوح المحفوظ: مناسب یہ ہے کہ صحف ملائکہ کہا جائے، کیونکہ اس میں بندوں کی حیات کا علم ہے اور یہی صحف ملائکہ ہیں اور لوح میں مخلوق کے وجود سے پہلے ہی لکھ لیا گیا۔

ما استن بہ بعدہم: اسنے بعد جس خیر کو بطور نشانی چھوڑ آئے، جیسا کہ علم جسے سیکھے، کتاب جسے لکھے، باغ جس کی آبیاری ہو، وقف جیسے راہ خدا کے لئے روک رکھے، یا دیگر اسی قسم کے خیر کے معاملات۔ اور شر کے امور میں ناجائز ٹیکس کی وصولی، یا گمراہ کرنے والی باتیں وغیرہ۔

(الصاری، ج ۵، ص ۹۰ وغیرہ)

رکوع نمبر ۱۹

﴿واضرب﴾ اجعل ﴿لہم مثلاً﴾ مفعول اول ﴿اصحاب﴾ مفعول ثان ﴿القریۃ﴾ رفق لازمہ ﴿انطاکیۃ﴾ اذ جاء

ہا ﴿الی آخرہ بدل اشتمال من اصحاب القریۃ﴾ المرسلون ﴿۱۳﴾ ﴿ای رسل عیسی﴾ اذ ارسلنا الیہم النبین فکذبوہما ﴿الی آخرہ بدل من الاولی الی آخرہ﴾ ﴿عززنا﴾ بالتخفیف والتشدید قوینا الاثنین ﴿بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون﴾ ﴿۱۴﴾ قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن من شیء ان

انتم الا تکذبون ﴿۱۵﴾ قالوا ربنا یعلم ﴿جار مجرای القسم وزید التکید بہ وباللام علی ما قبلہ لزیادۃ

الانکار فی﴾ انا الیکم لمرسلون ﴿۱۶﴾ وما علینا الا البلیغ المبین ﴿۱۷﴾ ﴿التبلیغ التبین الظاہر بالادلۃ

الواضحة وہی ابراء الآکمہ والابرص والمریض واحیاء المیت﴾ قانوا انا تطیرنا ﴿تشاء

منا﴾ بکم ﴿لا تقطع المطر عنا بسببکم﴾ ﴿لئن﴾ لام قسم ﴿لم تنتہوا لمرجمنکم﴾ بالحجارة ﴿ولیمسنکم

منا عذاب الیم﴾ ﴿۱۸﴾ ﴿مولم﴾ قالوا طائرکم ﴿شومکم﴾ معکم ائن ﴿ہمزۃ استفہام دخلت علی ان

الشرطیۃ وفی ہمزتہا التحقیق والتسهیل وادخال الف بینہا بوجہیہا وبنی الاخری

﴿ذکرتم﴾ ووعظتم وحوفتهم وجواب الشرط مخذوق ای تطیرتم وکفرتم وهو محل الاستفہام

والمراذ بہ التویخ ﴿بل انتم قوم مسرفون﴾ ﴿۱۹﴾ ﴿متجاوزون الحد بشرکم﴾ ووجاء من اقصا المدینۃ

رجل ﴿هو حبیب النجار﴾ کان قد آمن بالرسل ومنزلہ باقضى البلد ﴿یسعی﴾ یشتد عدوا لما سمع

بتکذیب القوم الرسل ﴿قال يقوم اتبعوا مرسلین﴾ ﴿۲۰﴾ اتبعوا ﴿تاکید للاول﴾ من لایستلکم اجرا ﴿علی

رسالتہ﴾ وہم مهتدون ﴿۲۱﴾ فقیل لہم انت علی دینہم۔

﴿ترجمہ﴾

اور ان سے مثال بیان کرو اس شہر (یعنی انطاکیہ.....) والوں کی (اضرب بمعنی اجعل ہے، مثلاً مفعول اول، اصحاب القریۃ

مفعول ثانی، اذ جاء..... الخ یہ اصحاب القریۃ سے بدل اشتمال ہے) جب ان کے پاس رسول آئے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

پیچھے ہوئے قاصد آئے) جب ہم نے ان کی طرف دو بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا (اذ ارسلنا..... الخ، یہ پہلے والے اذ سے بدل

ہے) تو ہم نے زور دیا (عززنا فعل مخفف ومشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے یعنی ہم نے انہیں قوت دی) تیرے سے..... اب

ان سب نے کہا کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور رحمن نے کچھ نہیں اتارا تم نہیں ہو مگر

جموئے (ان بمعنی مسانفہ ہے) وہ بولے ہمارا رب جانتا ہے (یہ طرز کلام قائم مقام قسم کے ہے اور اس کے ذریعے اور ما قبل لام کے ذریعے کفار کے زیادتی انکار کے جواب میں تاکید کا اضافہ کیا گیا ہے) کہ بیشک ضرور ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمے نہیں مگر صاف پہنچا دینا (یعنی دلائل جیسے اندھے، کوڑھی اور بیمار کو سمجھنا) کہ ذریعے واضح اور ظاہر تبلیغ دین کر دینا (بولے ہم تو بد شگونئی لیتے ہیں) (تطیرنا بمعنی تشاء منا ہے) تم سے (کہ تمہارے سبب سے ہم پر بارش آنا رک گئی ہے) بیشک اگر (لنن میں لام قسمیہ ہے) تم باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں (پتھروں سے) سنگسار کریں گے اور بیشک ہمارے ہاتھوں تم پر دکھ کی مار پڑے گی (الیسم بمعنی مؤلم ہے) انہوں نے فرمایا: تمہاری نحوست (تمہارے کفر کی وجہ سے) تو تمہارے ساتھ ہے (طائر کم بمعنی ششو مکم ہے) کیا اگر (ہمزہ استفہامہ کو ان شرطیہ پر داخل کیا گیا ہے اور اس کے ہمزہ میں تحقیق تسہیل ادخال الف بھی ہے، تحقیق تسہیل دو وجوہوں کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کے درمیان ہے) تمہیں نصیحت کی گئی (یعنی تمہیں نصیحت کی گئی اور تمہیں ڈرایا گیا اس کا جواب شرط محذوف ہے، تطیرتم و کفرتم یہ محل استفہام ہے اور اس سے مراد ان لوگوں کو زجر و توبیح کرنا ہے) بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک مرد دوڑتا آیا (یعنی حبیب نجار.....۳..... علیہ الرحمۃ جو ان رسولوں پر ایمان لائے اور ان کے گھر شہر کے کنارے پر تھا، آپ نے جب قوم کے ان رسولوں کو جھٹلانے کا حال سنا تو انتہائی تیزی سے چلتے ہوئے ان کی طرف آئے اور) بولا: اے میری قوم بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو ایسوں کی پیروی کرو ("اتبعوا" ثانی "اتبعوا" اول کی تاکید ہے) جو تم سے (اسی رسالت پر) کچھ اجر نہیں مانگتے اور راہ پر ہیں (ان سے کہا گیا تم اپنے دین پر رہو)۔

﴿قرگیب﴾

﴿و اضرب لهم مثلا اصحاب القرية اذ جاءها المرسلون﴾ اذ ارسلنا اليهم اثنين ﴿و: عاطفہ، اضرب: فعل امر بافاعل، لهم: ظرف مستقر حال مقدم، مثلا: ذو الحال، ملکر مفعول ثانی، اصحاب القرية: مبدل منہ، اذ بمضاف، جاءها المرسلون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مبدل منہ، اذ بمضاف، ارسلنا اليهم: فعل بافاعل و ظرف لغو، اثنين: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر پھر بدل، ملکر مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فكذبوهما فعزنا بشاثل فقالوا انا اليكم مرسلون﴾

ف: عاطفہ، كذبوهما: فعل بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، عزنا: فعل بافاعل، بشاثل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قالوا: قول، انا: حرف مشبہ واسم، اليكم مرسلون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن من شيء ان انتم الا تكذبون﴾

قالوا: قول، ما: تانیہ، انتم: مبتدأ، الا: اداة حصر، بشر مثلنا: مرکب توصیلی خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، وما انزل الرحمن: فعل نفی و فاعل، من: زائد، شيء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ اول، ان: تانیہ، انتم: مبتدأ، الا: اداة حصر، تكذبون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا ربنا يعلم انا اليكم لمرسلون﴾ وما علينا الا البلغ المبين ﴿

قالوا: قول، ربنا: تداء، يعلم: فعل بافاعل، انا: حرف مشبہ واسم، اليكم: ظرف لغو مقدم، لام: تاکید یہ، مرسلون: اسم مفعول باناتب الفاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، وما تانیہ، علينا: ظرف مستقر خبر مقدم، الا: اداة حصر، البلغ

المبین: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا انا تطيرنا بكم لنن لهم لنتعوا لنتعوا لنتعوا لنتعوا﴾

قالوا: قول، انا: حرف مشبہ واسم، تطيرنا بكم: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، لام: قسمیہ، ان شرطیہ، لم تنتهوا: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکید، لرجمنکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام: تاکید، بکم: مفعول، منا: ظرف لغو، عذاب الیم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا طائرکم معکم ائن ذکرتم بل انتم قوم مسرفون﴾

قالوا: قول، طائرکم: مبتدا، معکم: ظرف متعلق بمحذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، همزہ، حرف استفہام، ان شرطیہ، ذکرتم: جملہ فعلیہ جزا محذوف "تطيروا بالجزنا" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ، بل: عاطفہ، انتم: مبتدا، قوم مسرفون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وجاء من اقصى المدينة رجل يسعى قال يقول اتبعوا المرسلين﴾

و: عاطفہ، جاء: فعل، من اقصى المدينة: ظرف لغو، رجل: موصوف، يسعى: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، يقول: نداء، اتبعوا: فعل امر بافاعل، المرسلین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اتبعوا من لا يستلکم اجرا وهم مهتدون﴾

اتبعوا: فعل امر بافاعل، من: موصولہ، لا يستلکم: فعل نفی وفاعل ومفعول، اجرا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، و: حالیہ، هم: مبتدا، مهتدون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اتبعوا المرسلین" سے بدل واقع ہے۔

﴿تشریح تو ضیح و اعراض﴾

شہر انطاکیہ کے خدوخال:

۱..... انطاکیہ فتح، کسر اور نون کے سکون کے ساتھ اور کاف کی کسرہ اور یاء مفتوحہ کی تخفیف کے ساتھ ہے، مراد روم کا ایک شہر ہے۔

عظیم ترین چٹانوں اور پانچ پہاڑوں کے مابین یہ شہر ہے۔ جو کہ رقبے کے لحاظ سے بارہ میل تک پھیلا ہوا ہے۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۹۳)

ترکی کے جنوب مشرقی صوبے حطائے (Hatay) کا صدر مقام ہے جو بحیرہ روم سے ۲۰ میل دور دریائے آسی کے

کنارے واقع ہے۔ ۲۰۰۰ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی ۱۹۰ء ۱۳۴ ہے۔ یہ شہر چار صدی قبل مسیح میں سکندر اعظم کے ایک

جرنیل نے قائم کیا تھا۔ ۶۳۸ء میں بازنطینی شہنشاہ کے دور حکومت میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا لیکن وہ اتنا طویلہ میں زیادہ آگے نہ

جائے سکے اور انطاکیہ کی حیثیت دو عظیم طاقتوں کے درمیان سرحدی علاقے کے ایک قصبے کی ہو گئی جو اگلے ۳۵۰ سالوں دونوں سلطنتوں کے

مکرر نشانہ بنتا رہا۔ ۱۰۸۴ء میں سلجوقیوں سے اس شہر کو فتح کیا، لیکن یہ صرف ۱۴ سال ان کے قبضے میں رہا اور صلیبی جنگیں شروع ہو

گئیں۔ اگلی دو صدیوں تک یہ عیسائیوں کے قبضے میں رہا۔ بالآخر ۱۲۶۸ء میں مملوک سلطان رکن الدین نے انطاکیہ کو فتح کر کے

صلیبیوں کا خاتمہ کر دیا۔ بعد ازاں یہ شہر سلطنت عثمانیہ کا حصہ بنا۔ جنگ عظیم اول اور ترک جنگ آزادی کے بعد، ترک جمہوریہ قائم

ہوئی، اس وقت یہ شہر فرانس کے زیر انتظام شام میں شامل ہوا۔ ۱۹۳۹ء کو یہ شہر ترکی میں شامل ہوئے۔ انطاکیہ کا نام بدل

کرحائے (Hatay) کر دیا گیا لیکن یہ آج بھی انطاکیہ کے نام سے مشہور ہے (مواد انٹرنیٹ سے لیا گیا ہے)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری بھیجنے یا نہ بھیجنے کا بیان:

۱۔..... وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ انطاکیہ (شام کے مغربی علاقے کا ساحلی شہر) میں اٹلیس بن اٹلیس نامی بادشاہ بتوں کا پجاری تھا، اللہ نے اس کی جانب تین رسول بنام صادق، مضدوق اور سلوم بھیجے۔ پہلے پہل دور رسول (بمعنی قاصد) آئے، پھر تیسرے سلوم نامی آئے لیکن سب جھٹلائے گئے۔ اور کہا کہ ہم تمہیں بدفال سمجھتے ہیں اور اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تمہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔

(الطبری، الجزء ۲۲، ص ۱۸۴)

امام بغوی کہتے ہیں کہ مورخین فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو حواری انطاکیہ شہر کے جانب بھیجے، جب وہ شہر کے قریب پہنچے تو ایک بوڑھے شخص سے ملے جو بکریاں چرا رہا تھا، اس کا نام حبیب تھا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھی تھا، جب ان دونوں حواریوں نے اس شخص پر سلام پیش کیا تو اس نے پوچھا تم دونوں کون ہو؟ حواری نے کہا اللہ کا رسول تمہیں بتوں کی عبادت چھوڑ کر رحمن کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔ بوڑھے نے پوچھا تمہارے پاس کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہمارے پاس بڑی واضح نشانی ہے ہم اللہ کے اذن سے مریض کو شفا یاب کرتے ہیں، مادرزاد اندھے کو دیکھنا کرتے ہیں اور کوڑھی کے مریض کو درنت کرتے ہیں۔ بوڑھے نے کہا میرا ایک بیٹا کئی سال سے مریض ہے۔ قاصدوں نے کہا ہمیں ساتھ لے چل ہم اس کی حالت دیکھتے ہیں۔ بوڑھا انہیں گھر لے آیا، انہوں نے اس کے بیٹے پر ہاتھ پھیرا تو وہ اسی وقت اللہ کے اذن سے مستیاب ہو گیا۔ یہ خبر پورے شہر میں پھیل گئی، اس کے علاوہ کئی مریضوں کو اللہ نے ان کے ہاتھوں سے شفا بخشی۔ اس شہر کا ایک بادشاہ تھا، وہب نے اس کا نام اٹلیس بیان کیا۔ وہ روم کے بادشاہوں سے تھا اور بت پرست تھا۔ جب اس کو یہ خبر ہوئی تو اس نے دونوں قاصدوں کو بلوایا اور پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاصد ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم کیسے آئے ہو؟ بولے ہم تجھے دین کی دعوت دینے آئے ہیں کہ ان بتوں کی عبادت چھوڑ دو جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں، اور اس کی عبادت کرو جو ستادیکھتا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا تمہارا ہمارے خدا کے علاوہ بھی کوئی خدا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں ہمارا خدا وہ ہے جس نے تجھے اور تیرے خداؤں کو پیدا کیا ہے، بادشاہ نے کہا تم دونوں چلے جاؤ، میں تمہارے معاملے میں غور و فکر کروں گا، پس لوگ ان قاصدوں کے درپے ہوئے اور انہیں پکڑ کر سر راہ مارا پینٹا۔

وہب لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان دو آدمیوں کو انطاکیہ بھیجا، وہ انطاکیہ پہنچے، لیکن بادشاہ تک نہ پہنچ سکے۔ وہ طویل مدت ٹھہرے رہے، ایک دن بادشاہ اپنے محل سے باہر نکلا تو انہوں نے نگہبیری اور اللہ کا ذکر کیا۔ بادشاہ کو ان پر غصہ آیا، اس نے دونوں کو قید کرنے کا حکم دیا، نیز ہر ایک کو سو سو کوڑے لگانے کا بھی فیصلہ سنایا۔ جب ان قاصدوں کو جھٹلایا گیا تو انہیں مارا پینٹا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کے سردار شمعون الصفا کو ان کے پیچھے بھیجا تاکہ ان کی معاونت کریں۔ شمعون غیر معروف طریقے پر شہر میں داخل ہوا اور بادشاہ کے حاشیہ نشینوں سے تعلقات استوار کرنے شروع کر دیئے حتیٰ کہ وہ اس سے مانوس ہو گئے۔ بادشاہ نے اسے اپنے پاس بلایا اور بڑے حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور عزت و احترام کیا۔ ایک دن شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ! میں نے سنا ہے کہ آپ نے دو آدمیوں کو قید کر رکھا ہے اور جب انہوں نے تیرے دین کے علاوہ کسی دین کی تجھے دعوت دی تو تو نے انہیں مارا پینٹا، کیا تو نے ان کی کوئی بات سنی تھی؟ بادشاہ نے کہا مجھے انتہائی غصہ تھا اس لئے میں نے ان کی کوئی بات نہ سنی تھی۔ شمعون نے کہا کہ اگر بادشاہ سلامت پسند فرمائیں تو انہیں بلا بھیجیں تاکہ ہم ان کے حالات اور دین پر آگاہی حاصل کریں۔ بادشاہ نے ان دونوں کو بلایا تو شمعون

نے پوچھا تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے؟ بولے اللہ اس کا حکم فرماتا ہے، تمہارے پاس اپنے حق و صادق ہونے کی کیا دلیل ہے؟ بولے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ شمعوں نے کہا: آپ اللہ کی صفات بیان کرو، انہوں نے کہا کہ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، انہوں نے کہا تم جو چاہو ہم دکھا سکتے ہیں، بادشاہ نے ایک لڑکا بلایا جس کی دونوں آنکھیں بالکل ختم ہو چکی تھیں بلکہ آنکھوں کی جگہ بھی پیشانی کی مانند برابر تھی۔ وہ اللہ سے اس کی شفا کی دعا مانگتے رہے حتیٰ کہ آنکھ کی جگہ کھل گئی۔ ان دونوں نے مٹی کے دو ڈھیلے لے کر اس کی آنکھوں میں رکھ دیئے۔ پس وہ دونوں آنکھ کے ڈھیلے کی طرح ہو گئے اور وہ لڑکا دیکھنے لگا۔ بادشاہ کو اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ شمعوں نے بادشاہ سے کہا اگر تو اپنے خدا سے ایسی قدرت دکھانے کا سوال کرے اور وہ اس طرح اپنی کرشمہ سازی دکھادے تو تیرا شرف بڑھ جائے گا۔ بادشاہ سے کہا جناب! ہم سے کچھ مخفی نہیں کہ ہمارا خدا جس کی ہم پرستش کرتے ہیں وہ نفع نقصان پر قادر نہیں ہے، نہ وہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے۔ شمعوں کی یہ عادت تھی کہ بادشاہ جب بتوں کے پاس جاتا تو شمعوں کثرت سے نماز پڑھتا اور خوب آہ و زاری کرتا حتیٰ کہ لوگ سمجھتے کہ وہ ہمارے دین پر ہے۔ بادشاہ نے ان پیغام رسالوں کو کہا اگر تمہارا خدا مردہ زندہ کرنے پر قادر ہے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ انہوں نے کہا ہمارا خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ بادشاہ نے کہا یہاں ایک میت ہے جو سات دنوں سے دفن ہے، وہ ایک کسان کا بیٹا تھا، میں نے اسے دفن نہیں کیا کہ اس کا باپ عاقب تھا وہ واپس آجائے۔ لوگ وہ میت اٹھا کر لائے تو اس کی بُو بدل چکی تھی۔ ان دونوں نے بلند آواز سے دعا مانگی شروع کی اور شمعوں آہستہ آہستہ اپنے پروردگار کو پکار رہا تھا۔ پس وہ میت کھڑا ہو گیا، اس نے کہا کہ میں شرک میں مرا تھا مجھے آگ کی سات دادیوں میں داخل کیا گیا، میں تمہیں اس بُرے عقیدے سے ڈراتا ہوں اس عقیدہ کے بُرے انجام سے جس پر تم قائم ہو۔ پس تم اللہ پر ایمان لاؤ۔ پھر اس نے کہا آسمان کے دروازے کھل گئے میں نے ایک جوان کو دیکھا جو بڑا خوش شکل تھا، وہ ان تینوں افراد کی سفارش کر رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا وہ تین کون ہیں۔ اس نے کہا شمعوں اور یہ وہ دو شخص۔ بادشاہ کو بہت تعجب ہوا جب شمعوں نے دیکھا کہ اس کی بات بادشاہ پر بہت موثر ہو گئی ہے تو اس نے بادشاہ کو حقیقت حال سے باخبر کیا۔ پھر بادشاہ بھی ایمان لایا اور کچھ لوگ بھی ایمان لے آئے اور کچھ لوگ منکر ہی رہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ بادشاہ کی بیٹی فوت ہو گئی تھی، اور دفن بھی ہو چکی تھی، شمعوں نے بادشاہ کو کہا ان دو آدمیوں سے مطالبہ کر کے تیری بیٹی کو زندہ کریں، بادشاہ نے بیٹی کے زندہ کرنے کا مطالبہ کیا تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھنے لگے اور دعا کرنی شروع کر دی، شمعوں بھی ان کے ساتھ آہستہ آہستہ دعا مانگ رہا تھا، اللہ نے اس عورت کو زندہ کر دیا۔ قبر پھٹ گئی، اور وہ باہر نکل آئی۔ اس عورت نے کہا یہ دونوں سچے ہیں لیکن مجھے تو خیال نہیں آتا کہ تم ایمان لے آؤ گے۔ پھر اس لڑکی نے ان دو شخصوں سے کہا کہ مجھے اپنی جگہ واپس لوٹا دیں، انہوں نے اس کے سر پر مٹی ڈالی اور وہ اپنی قبر کی طرف لوٹ گئی جیسا کہ پہلے تھی۔

ابن اسحاق نے کعب اور وہب سے روایت کیا ہے کہ بادشاہ نے انکار کیا تھا اور بادشاہ اس کی قوم نے ان قاصدوں کو قتل کرنے پر اتفاق کر لیا۔ حبیب نجار کو جب یہ خبر ہوئی جو شہر کے کنارے پر رہتا تھا، دوڑتا ہوا آیا اور انہیں نصیحت کی اور انہیں ان قاصدوں کی اطاعت کی طرف بلا لیا۔ اور اس کا بیان اللہ نے اگلی آیت میں فرمایا۔
(المظہری، ج ۶، ص ۵۸ وغیرہ)

ابن کثیر نے متذکرہ بالا اقوال کے بارے میں کچھ تحفظات پیش کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱)..... متذکرہ قصہ میں یہ بات ظاہر ہے کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول تھے (نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری)، جس پر دلیل اللہ کا فرمان: ﴿اِذْ اَرْسَلْنَا الْيَهُودَ الْاَنْبِيَاۡءَ لِكُذِبُوْهُمَا فَعَزَّوْا بِاٰلِهٰتِهِمْ فَلَقٰوْا اِنَّا الْيٰكُم مَّرْسَلُوْنَ (س: ۱۷۴)﴾ ﴿وَرَبِّنَا يَعْلَمُ اِنَّا الْيٰكُم

لمرسلون وما علينا الا البلاغ المبين (س: ۱۶، ۱۷) ﴿۔ اگر یہ بھیجے جانے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہوتے تو ان کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب ہوتی، واللہ اعلم، ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہوتے تو یہ نہ فرمایا جاتا ﴿مسا التم الا بشر مغلنا (س: ۱۰)﴾۔

(۲)..... جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انطاکیہ کی جانب اپنے حواری بھیجے تھے تو وہ پہلے ہی مرحلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، انطاکیہ ان چار شہروں میں سے ہے جس کے باشندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، اسکندریہ، رومیہ اور پھر قسطنطنیہ، متعدد کتب معتبرہ میں یونہی ہے، جب یہ ثابت ہو گیا کہ انطاکیہ کے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے تو پھر انطاکیہ اس بستی کا مصداق نہیں ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، کیونکہ اس بستی کے لوگوں نے تو رسولوں کی تکذیب کی تھی اور ایک زبردست چنگھاڑنے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔

(۳)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اللہ نے توریت کے نازل ہونے کے بعد کسی امت کو ہلاک نہیں کیا حتیٰ کہ اس کے بعد اللہ نے مسلمانوں کو مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا، اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے: ﴿ولقد اتینا موسیٰ الكتاب من بعد ما اهلکنا القرون الاولى اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی بعد اس کے کہ اگلی سنگتیں ہلاک فرمادیں (القصص: ۲۳)﴾۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں رسولوں کی تکذیب کرنے کی وجہ سے ہلاکت کا ذکر ہے اس سے انطاکیہ مراد نہیں ہے جیسا کہ بکثرت محققین نے اسکی تصریح کی ہے۔ اور اگر انطاکیہ ہی مراد ہے تو پھر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواری بھیجے تھے، بلکہ نزول توریت سے پہلے ہی اس نام کی کوئی دوسری بستی تھی جس کے باشندوں کو اس زمانہ میں ہلاک کر دیا گیا تھا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس بستی میں اپنے حواریوں کو بھیجا تھا اس کے باشندے اسی وقت ایمان لے آئے تھے۔ معلوم ہوا کہ متذکرہ مقام پر وہ بستی مراد نہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواری بھیجے تھے۔ (ابن کثیر، ج ۳، ص ۶۹۲ وغیرہ)

حبیب نجار کی سوانح وحالات :

۳..... علامہ قرطبی کہتے ہیں: مراد حبیب بن مری برہمی تھا، ایک قول یہ ہے کہ موچی تھا، ایک قول کے مطابق دھوبی تھا۔ مجاہد، ابن عباس اور مقاتل کے مطابق حبیب بن اسرائیل نجار مراد ہے اور یہ بتوں کا پجاری تھا، اور ایمان لے آیا تھا، دونی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام و نبی پاک ﷺ کے مابین چھ سو سالوں کا فاصلہ ہے، اور سید عالم پر بھی ایمان لایا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا۔ لوگوں نے اس کی پیروی کی جیسا کہ ورقہ بن نوفل وغیرہ، اور اس کا گھر شہر کے آخری دروازے کے پاس تھا، ستر سال سے بتوں کی عبادت کر رہا تھا اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیتا تھا، تا کہ رحم کئے جائیں اور مصیبتیں دور ہوں لیکن ایسا نہ ہوتا تھا، جب اس نے دیکھا کہ رسل ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہے تو پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی نشانی ہے؟ بولے: ہاں!، ہم تمہیں اپنے رب کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں جو تجھ سے مصیبت دور کرے گا، اس نے کہا یہ عجیب بات ہے کہ ستر معبود، ہم سے مصیبت دور نہ کر سکے تو ایک معبود کیسے دور کرے گا، رسل نے کہا ایسا ہی ہونا ہے، ہمارا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہ کسی کو کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا اور نہ ہی نقصان دیتا ہے۔ پس ایمان لایا اور اپنے رب کو پکارا تو مصیبت دور ہو گئی، جس کی اسے امید ہی نہ تھی، پس اس نے کسب حلال اختیار کیا اور نصف کمائی راہ خدا میں صدقہ کر دیتا اور نصف کمائی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا۔ جب اس نے دیکھا کہ قوم رسولوں کے قتل کی درپے ہوئی ہے تو اس نے لوگوں کو منع کیا اور تاجدار کی کا حکم دیا۔

(القرطبی، الجزء: ۲۲، ص ۲۰)

حبیب نجار بڑھی تھا، وہب کہتے ہیں کہ ریشم کا کام کرتا تھا اور بیمار تھا، اسے جذام کا مرض بھی تھا۔ اس کا گھر شہر کے دروازوں میں سے آخری دروازے کے پاس تھا، مومن اور صدقہ دینے والا شخص تھا، دن کو مزدوری کرتا اور شام کو اپنی کمائی کے دو حصے کر کے ایک حصہ راہ خدا میں صدقہ کرتا اور ایک اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا۔ جب اسے اس بات کا علم ہوا کہ اس کی قوم رسولوں کو قتل کرنے کے درپے ہو رہی ہے تو دوڑتا ہوا آیا اور رسول کی اتباع کا حکم دیا۔ (الطبری، الجزء: ۲۲، ص ۱۸۷، المظہری، ج ۶، ص ۸۰، الحازن، ج ۴، ص ۶)

اغراض:

ای رسل عینسی: یہی مشہور ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ بھیجے جانے والی خواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے کے بغیر اللہ کی جانب سے متعین تھے اور یہ رسل اس بستی (انطاکیہ) کے لوگوں کے پاس بھیجے گئے تھے۔

جار مجری القسم: جس طرح قسم کا جواب ہوتا ہے اسی طرح اس طرز کلام سے تاکید پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

لانقطاع المطر عنا بسببکم: کہا گیا ہے کہ ان سے تین سال بارش روک لی گئی تو انہوں نے کہا کہ یہ معاذ اللہ آپ کی نخواست ہے۔ بکفر کم: میں باء سیبہ ہے، یعنی تمہارے کفر و عناد کی وجہ سے تمہیں یہ نخواست حاصل ہوئی ہے۔

وجواب الشرط محذوف: قاعدہ کے مطابق، اور قاعدہ یہ ہے کہ جب استفہام اور شرط جمع ہو جائیں تو جواب استفہام لایا جاتا ہے اور جواب شرط حذف کیا جاتا ہے اور یہ مذہب سیویہ کا ہے جب کہ یونس کے نزدیک برعکس معاملہ کیا جاتا ہے۔

وہو محل الاستفہام: یعنی تمہارے لئے شگون لینا اور کفر اختیار کرنا جائز نہیں ہے بلکہ تم ایمان لاؤ اور فرمانبرداری کرو۔

متجاوزون الحد بشرکمکم: یعنی معجزات ظہور پزیر ہونے کے بعد، اور اس خطاب کے بعد بھی جو کفر پر قائم رہے تو انہیں حبیب نجار نے رجم کیا اور اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ ہو حبیب النجار: کا بیان حاشیہ نمبر ۳ میں دیکھ لیں۔

کان قد آمن بالرسول: یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور اس کے ایمان لانے کا سبب اس کے بیٹے کے مرض سے شفا پالینا ہوئی، ایک قول کے مطابق اس کا بیٹا جو امی تھا اور حبیب نجار ستر معبودوں کی عبادت کر کے بھی اُسے اس بیماری سے نجات نہیں دلا سکا اور جب رسول نے اُسے ایک خدا کی عبادت کا حکم دیا تو اس نے نشانی طلب کی تو رسول نے کہا کہ ہم جس خدا کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں وہ مصیبتیں دور کرتا ہے پس جب ایسا ہی معاملہ اس کے ساتھ ہوا تو وہ ایمان لے آیا۔

تاکید للاول: یعنی لفظی تاکید، یہاں دوسرا ”اتبعوا“ پہلے کی تاکید کر رہا ہے یعنی فعل کے ذریعے فعل کی تاکید کی جا رہی ہے۔

یشتد عدوا: یعنی اللہ کی مشیت میں کوشش کرتے ہوئے، قوم کی نصیحت پر حریص ہوتے ہوئے اور رسل کرام سے ضرر کو دور کرنے کی غرض سے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۹۳ وغیرہ)

صلوا علی الخبیب: صلی اللہ علی محمد

رکوع نمبر: ۱

﴿وَمَا لِي لَا أَعْبُدَ الَّذِي فَطَرَنِي﴾ خَلَقَنِي أَي لَا مَنَاعَ لِي مِنْ عِبَادَتِهِ الْمَوْجُودُ مُقْتَضِيهَا وَأَنْتُمْ كَذَلِكَ ﴿وَالِيهِ تَرْجَعُونَ﴾ (۲۲) ﴿بَعْدَ الْمَوْتِ فَيُجَارِيكُمْ كَثِيرٌ كُمْ﴾ ﴿ءَاتَاكُمْ فِي الْهَمَزَتَيْنِ مِنْهُ مَا تَقَدَّمَ فِيءِ أَنْذَرْتَهُمْ وَهُوَ اسْتِفْهَامٌ بِمَعْنَى النَّفْيِ﴾ ﴿مَنْ دُونَهُ﴾ أَي غَيْرِهِ ﴿الهِتَاءُ﴾ أَصْنَامًا ﴿إِنْ يَرِدَنَّ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تَعْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ﴾ ﴿الَّتِي زَعَمْتُمُوهَا﴾ شَيْئًا وَلَا يَنْقَلِدُونَ ﴿(۲۳)﴾ ﴿صِفَةُ إِلَهِي﴾ ﴿إِنِّي إِذَا عَبَدْتُ غَيْرَ اللَّهِ﴾ ﴿لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ ﴿(۲۴)﴾ ﴿بَيْنَ﴾ ﴿إِنِّي آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونَ﴾ ﴿(۲۵)﴾ ﴿أَيِ اسْمَعُوا قَوْلِي فَرَجُمُوهُ﴾ ﴿فَمَاتَ﴾ ﴿قِيلَ﴾ ﴿لَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ﴾ ﴿أَدْخَلَ الْجَنَّةَ﴾ ﴿وَقِيلَ دَخَلَهَا حَيًّا﴾ ﴿قَالَ﴾ ﴿يَا خَرَفَ تَنْبِيهِ﴾ ﴿بَلِيَّتِ قَوْمِي﴾ ﴿يَعْلَمُونَ﴾ ﴿(۲۶)﴾ ﴿بِمَا غَفَرْتَنِي﴾ ﴿بِغَفْرَانِي﴾ ﴿رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرَمِينَ﴾ ﴿(۲۷)﴾ ﴿وَمَا نَافِيَةٌ﴾ ﴿أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ﴾ ﴿أَيِ حَبِيبٍ﴾ ﴿مَنْ بَعْدَهُ﴾ ﴿بَعْدَ مَوْتِهِ﴾ ﴿مَنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ﴾ ﴿أَيِ مَلَائِكَةٍ لِأَهْلَاكِهِمْ﴾ ﴿وَمَا كُنَّا مِنْزِلِينَ﴾ ﴿(۲۸)﴾ ﴿مَلَائِكَةٍ لِأَهْلَاكِ أَحَدٍ﴾ ﴿إِنْ﴾ ﴿مَا﴾ ﴿كَانَتْ﴾ ﴿عُقُوبَتُهُمْ﴾ ﴿الْأَصِيحَّةُ وَاحِدَةٌ﴾ ﴿صَاحَ بِهِمْ جِبْرَائِيلُ﴾ ﴿فَإَذَاهُمْ خَامِدُونَ﴾ ﴿(۲۹)﴾ ﴿سَاكِنُونَ مَيْتُونَ﴾ ﴿يُحْسِرَةُ عَلَى الْعِبَادِ﴾ ﴿هَلْوَاءٌ وَنَحْوُهُمْ مِمَّنْ كَذَبُوا الرُّسُلَ فَأَهْلِكُوا وَهِيَ شِدَّةُ التَّأَلُّمِ وَنِدَائُهَا مَجَازٌ أَي هَذَا أَوْ أَنْكِ فَاحْضَرِي﴾ ﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ﴿(۳۰)﴾ ﴿مَسْئُوقٌ لِيَبَانَ سَبَبُهَا لِإِسْتِمَالِهِ عَلَى اسْتِهْزَائِهِمُ الْمُؤَدَّى إِلَى إِهْلَاكِهِمُ الْمُسَبَّبُ عَنْهُ الْحُسْرَةُ﴾ ﴿الْمُيْرَاةُ﴾ ﴿أَيِ أَهْلِ مَكَّةَ الْقَائِلُونَ لِلنَّبِيِّ لَسْتَ مُرْسَلًا وَالْإِسْتِفْهَامُ لِلتَّقْرِيرِ أَي عَلِمُوا﴾ ﴿كُمُ﴾ ﴿خَبْرِيَّةٌ بِمَعْنَى كَثِيرٍ مَعْمُولَةٌ لِمَا بَعْدَهَا مُعَلِّقَةٌ لِمَا قَبْلَهَا عَنِ الْعَمَلِ وَالْمَعْنَى أَنَا﴾ ﴿أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ﴾ ﴿كَثِيرًا﴾ ﴿مِنَ الْقُرُونِ﴾ ﴿الْأَمَمُ﴾ ﴿أَيِ الْمُهْلِكِينَ﴾ ﴿إِلَيْهِمْ﴾ ﴿أَيِ الْمَكِينِينَ﴾ ﴿لَا يَرْجَعُونَ﴾ ﴿(۳۱)﴾ ﴿أَقْلَابًا يَغْتَبِرُونَ﴾ ﴿وَأَنَّهُمْ إِلَى آخِرِهِ بَدَلٌ مِمَّا قَبْلَهُ بِرِغَابِ الْمَعْنَى الْمَذْكُورِ﴾ ﴿وَإِنْ﴾ ﴿نَافِيَةٌ أَوْ مُخَفَّفَةٌ﴾ ﴿كُلُّ﴾ ﴿أَيِ كُلِّ الْخَلْقِ مُبْتَدَأٌ﴾ ﴿لَمَّا﴾ ﴿بِالتَّشْدِيدِ بِمَعْنَى الْإِلَا وَبِالتَّخْفِيفِ فَالْأَلَامُ فَارِقَةٌ وَمَا مَزِيدَةٌ﴾ ﴿جَمِيعٌ﴾ ﴿خَبْرُ الْمُبْتَدَأِ﴾ ﴿أَيِ مَجْمُوعُونَ﴾ ﴿لَدِينَا﴾ ﴿عِنْدَنَا فِي الْمَوْقِفِ بَعْدَ بَعْثِهِمْ﴾ ﴿مَخْضُرُونَ﴾ ﴿(۳۲)﴾ ﴿لِلْحِسَابِ خَيْرٌ ثَانٍ﴾

﴿ترجمہ﴾

اور مجھے کیا ہوا کہ اس کی بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا (فطرنی) بمعنی خلقنی ہے، یعنی مجھے اس ذات کی عبادت کرنے سے کوئی مانع نہیں جس کی عبادت کئے جانے کا مقتضی بھی موجود ہے اور خود تم لوگوں کا بھی یہی حال ہے) اور اسی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے (مرنے کے بعد.....!..... پھر وہ تمہیں دیگر لوگوں کی طرح تمہارے کئے کا بدلہ دیکھا، اے تخلص یہاں بھی ان دو ہمزوں کے بارے میں وہی بحث ہے جو انڈرتہم کے بارے میں تھی، یہاں استفہام بمعنی نفی ہے) کیا اللہ کے سوا اور خدا (یعنی بتوں کو خدا) ٹھہراؤں (دون بمعنی غیبر ہے) کہ اگر رحمن میرا کچھ برا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے (جنہیں تم لوگ کچھ سمجھتے ہو) اور نہ وہ مجھے بچا سکیں ("ینقلدون" الہة کی صفت ہے) بیشک جب تو میں (اگر میں غیر اللہ کی عبادت کروں تو) کھلی گمراہی میں ہوں (مبین بمعنی بین ہے) میں تمہارے رب پر ایمان لایا تو میری سنو (یعنی میری بات سنو، لوگوں نے حضرت حبیب کو رحم کر دیا، آپ کا انتقال

ہو گیا..... اس سے اس کی موت کے وقت) فرمایا گیا جنت میں داخل ہو (اور یہ بھی قول ہے کہ آپ بحالت پاکی جنت میں داخل ہو گئے) کہا کسی طرح میری قوم جانتی (سالیست میں یاہ تمبیہ کے لیے ہے) میرے رب کی میری مغفرت کر دینے کو اور مجھے عزت والوں میں بنا دینے کو (لما غفر لی..... الخ، یہ بتاویل مصدر غفر اللہ کے معنی میں ہے) اور ہم نے اس کے بعد (یعنی حضرت حبیب کی شہادت کے بعد) اس کی (یعنی حضرت حبیب کی) قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ بھیجا (فرشتوں کا ان کو ہلاک کرنے کے لیے) اور نہ ہمیں لشکر اتارنا تھا (فرشتوں کا کسی کو ہلاک کرنے کے لیے..... الخ) وہ (یعنی ان کی سزا) تو نہ تھی (ان بمعنی مسافریہ ہے) مگر ایک چیخ (جو حضرت جبریل علیہ السلام نے لگائی تھی) جیسی وہ بچھ کر رہ گئے (ساکت اور مردہ) ہائے افسوس (ان) بندوں پر (اور ان کی مثل دیگر بندوں پر جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو اس کی پاداش میں ہلاک ہوئے، حسرة کا لفظ شدید ملامت کے موقع پر استعمال ہوتا ہے اور حسرة کو بطور منادی ذکر کرنا مجاز ہے، معنی یہ ہے اے حسرت یہ تیرے آنے کا وقت ہے تو حاضر ہو جا..... الخ) جب ان کے پاس کوئی رسول آتا تو اس سے ٹھٹھائی کرتے ہیں (ان پر حسرت کا سبب بیان کیا جا رہا ہے یہ سبب اس کے استہزاء پر مشتمل ہے جو انہیں اپنی ہلاکت تک لیجانے والا ہے جس کا سبب حسرة ہے) کیا انہوں نے (یعنی اہل مکہ نے) نہ دیکھا (جو نبی پاک ﷺ سے کہتے ہیں "لست مرسلًا آپ ﷺ رسول نہیں ہے" یہاں استفہام تقریر کلام کے لیے ہے معنی یہ ہے کہ تم لوگ اس بات کو جان لو کہ) ہم نے ان سے کتنی ہلاک فرمائیں (کم خبر یہ ہے معنی کثیرا، یہ اپنے مابعد کا معمول ہے اور اپنے ماقبل عامل کے عمل سے متعلق ہے معنی عبارت یہ ہے "انا اھکنا قبلہم کثیرا من القرون") کہ وہ (جو ہلاک کر دیئے گئے) ان کی (یعنی جھٹلانے والوں کی) طرف پلٹنے والے نہیں (تو کیا تم ان سے عبرت نہیں پکڑتے، انہم..... الخ معنی مذکورہ کی رعایت کرنے کے سبب اپنے ماقبل سے بدل ہے) اور نہیں (وان میں ان نافیہ ہے، یا تخفہ) ہے سب کی سب (مخلوقات، کل یہ مبتدا بن رہا ہے) مگر (لما مشدذ ہونے کی صورت میں یعنی الا ہے اور تخفہ ہونے کی صورت میں لام فارقہ اور ما زائدہ ہوگا) تمام ہی کو (جمع مبتدا کی خبر بن رہا ہے یہ بمعنی مجموعہ ہے) ہمارے حضور (بعثت کے بعد میدان حشر میں، لدینا بمعنی عندنا ہے) حاضر کیا جائیگا (حساب کتاب کے لیے محضرون مبتدا کی خبر ثانی ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿و مالی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون﴾

و: عاطفہ، ما استفہام مبتدا، لام: جار، ضمیر ذوالحال، لا اعبد: فعل نفی بافاعل، الذی: موصول، فطرنی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الیہ ترجعون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انخذ من دولہ الہة ان یردن الرحمن بضر لا تغن عنی شفاعتہم شیئا ولا ینقدون﴾

منزہ: حرف استفہام، انخذ: فعل بافاعل، من دولہ: ظرف مستقر حال مقدم، الہة: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان بشرطیہ، یرد: فعل، ن: وقایہ "ی ضمیر متکلم محذوف مفعول، الرحمن: فاعل، بضر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لا تغن عنی: فعل نفی و ظرف لغو، شفاعتہم: فاعل، شیئا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا ینقدون: فعل نفی بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ متانفہ۔

﴿انی اذا لقی ضلل مبین﴾ انی امننت برکم فاسمعون

انی: حرف مشبہ واسم، اذا: حرف جزا و جواب، لام: تاکید یہ، فی ضلل مبین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انی: حرف مشبہ

واسم، امننت تبریکم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحہ، اسمعوا: فعل امر بافعل، ن: وقایہ "ی ہنمیر متکلم محذوف مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قيل ادخل الجنة قال يليت قومی يعلمون﴾ بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین ﴿﴾
 قیل: فعل مجہول "لہ عند قتلہ" متعلق محذوف، ملکر قول، ادخل الجنة: فعل امر بافعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قال قول، یا: للتمیہ، لیت: حرف مشبہ، قومی: اسم، يعلمون: فعل بافعل، ب: جار، ما: موصولہ، غفر لی ربی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعلنی من المنکرمین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وما انزلنا علی قومہ من بعدہ من جند من السماء وما کنا منزلین﴾
 و: متناہ، ما انزلنا: فعل نفی بافعل، علی قومہ: ظرف لغو، من بعدہ: ظرف لغو ثانی، من: زائد، جند: موصوف، من السماء: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: تانیہ، کنا: فعل ناقص با اسم، منزلین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان کانت الا صیحة واحدة فاذا هم خامدون﴾
 ان: تانیہ، کانت: فعل ناقص با اسم، الا: اداة حصر، صیحة واحدة: خبر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: تانیہ، ہم: مبتدا، خامدون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یحسرة علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ يستهزءون﴾
 یا: حرف نداء قائم مقام "ادعوا"، فعل اس میں انا ضمیر فاعل، حسرة: موصوف، علی العباد: ظرف مستقر صفت، ملکر متای مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ندائیہ، ما یاتیہم: فعل نفی، و ہم: ضمیر ذوالحال، الا: اداة حصر، کانوا: فعل ناقص با اسم، بہ يستهزءون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، من: زائد، رسول: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ متناہ۔

﴿الم یروا کم اهلکنا قبلہم من القرون انہم الیہم لا یرجعون﴾
 ہمزه: حرف استفہام، لم یروا: فعل نفی بافعل، کم: خبریہ ذوالحال، من القرون: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول مقدم، اهلکنا: فعل بافعل، قبلہم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انہم: حرف مشبہ واسم، الیہم لا یرجعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان کل لما جمیع لدینا محضرون﴾
 و: عاطفہ، ان: تانیہ، کل: مبتدا، لما: بمعنی الا، جمیع: صفت مشبہ بافعل، لدینا: ظرف، ملکر شبہ جملہ خبر اول، محضرون: خبر ثانی، ملک جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

اپنے لئے فطرنی اور دوسروں کے لئے الیہ ترجعون کہنا:

اے..... حبیبِ نجانے اپنی قوم کو دعوت حق دینے کا جو طریقہ اختیار کیا وہ بھی نہایت عجیب و غریب و عمدہ ہے۔ چنانچہ انام رازی فرماتے ہیں کہ حبیبِ نجانے کے کلام میں کئی لطائف ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱)..... حبیبِ نجانے ﴿مالی﴾ فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ میری جانب سے ممانعت نہیں بلکہ حکمِ عالمِ الحاکمین کا ہے جو کہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفاء نہیں۔

(۲)..... اگر حبیب نجاریوں کہتے کہ تمہیں کیا ہوا کہ اس کی عبادت نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا، تاکہ ان کی قوم فکری اغلاط و اعتقادی خطا وغیرہ پر برقرار نہ ہو جائے، کیونکہ جب کوئی کسی کو گمراہ یا خطا کار کہتا ہے تو عموماً مد مقابل مخالف ہو جاتا ہے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ بات اپنی جانب کر لی کہ مجھے کیا ہوا کہ میں اس مالک کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا۔

(۳)..... حبیب نجاریوں نے لوگوں سے کہا کہ میں اس کی عبادت کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے، معلوم ہوا کہ بندگی کرنے کی علت اللہ کو معبود ماننا ہے۔ اور جو کہ کہا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں اللہ کی عبادت نہ کروں اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں ہے، اور کوئی بھی فضل اس وقت وجود پذیر ہوتا ہے جب اس کے وجود میں آنے کی کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اس کے لانے کی علت موجود ہو، اور یہاں علت یہ ہے کہ اللہ مالک ہے اور بندے اس کے مملوک ہیں اور مملوک پر مالک کی تکریم و تعظیم واجب ہے، اللہ نے بندوں کے وجود اور ان کی بقاء کے لئے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے انواع و اقسام کی نعمتیں عطا کی ہیں اور شتم کا اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔

(۴)..... انسان اپنی ذات کا مختار سب سے پہلے ہوا کرتا ہے لہذا آپ نے اپنی ذات پر پہلے لازم قرار دیا تاکہ دوسرے بھی دیکھ کر سبق حاصل کریں۔ بعض لوگ خوف و امید کی ملی جلی کیفیت میں ہوتے ہیں جس کا بیان ﴿ادعوه خوفاً وطمعاً اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے﴾ (الاعراف: ۵۶) میں ہے، لوگوں کو ﴿الیہ ترجعون﴾ کے خطاب سے مخاطب ہونے کا مطلب یہی ہے کہ مالک و مولا اچھے اعمال پر جزاء اور بُرے اعمال پر سزا دے گا، بندوں کی تین اقسام ہوتی ہیں، اول قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو فقط اس لئے اپنے مالک کی عبادت کرتے ہیں کہ اللہ مالک ہے اور یہ مملوک اور مملوک پر اپنے مالک کی عبادت کرنا واجب ہے۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اللہ کی نعمتوں کے شکر بجالانے کی نیت سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ تیسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو سزا کے خوف سے عبادت کرتے ہیں، اس لئے تینوں پیرایوں کو واضح کرنے کے لئے حبیب نجاریوں نے قوم کے لئے ﴿الیہ ترجعون﴾ فرمایا۔

(الرازی، ج ۹، ص ۲۶۲ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

حبیب نجار کا قتل اور دخول جنت کا بیان:

۲..... قوم نے انہیں پکڑ کر قتل کر ڈالا، ابن مسعود کہتے ہیں: ”انہیں ڈانگوں سے پکڑ کر مار مار کر قتل کر دیا کہ ان کی آنتیں پیچھے کے راستے باہر نکل پڑیں۔“ انہیں کنوئیں میں ڈال دیا جسے اصحاب الرس کا کنواں کہا جاتا ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ تینوں رسل کئے گئے۔ سدی کہتے ہیں کہ قوم نے انہیں پتھر مار مار کر رجم کر دیا، اور یہ قوم کے لئے ہدایت کی دعا ہی کرتے رہے، کبھی کہتے ہیں کہ قوم نے گڑھا کھود کر انہیں زندہ درگور کر دیا، حسن کے قول کے مطابق انہیں جلادیا گیا اور شہر پناہ اٹھا کیہ میں دفن کر دیا، ایک قول حسن سے یہ بھی ہے کہ جب قوم نے ان کے قتل کا ارادہ فرمایا تو اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا، پس وہ جنت میں ہیں جس میں فناء نہیں ہے مگر جب کہ اللہ آسمان فنا کر دے اور جنت بھی پھر جب اللہ دوبارہ جنت کا اعادہ فرمائے تو داخل فرمادے۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگوں نے انہیں مارا مگر ان کی روح اس وقت نکلی جب کہ انہیں جنت کا (مژدہ) مل چکا تھا۔

(القرطبی، الجزء: ۲۳، ص ۲۱)

نزول ہلاکت کے لئے فرشتوں کا اتارنا:

۳..... کہا جاتا ہے کہ جب حبیب کا انتقال ہو چکا تو اللہ نے اس پر غضب فرمایا اور جبرائیل علیہ السلام کو حکم ارشاد فرمایا کہ ان میں ایک چیخ بلند کی جائے اور وہ سب مرجائیں اور ایسا ہی ہوا۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اس قتل ناحق کے بعد اس قوم میں کوئی رسول، نبی نہیں آیا اور یہ قنابدہ، مجاہد اور حسن کا قول ہے۔ حسن کا قول یہ بھی ہے کہ فرشتوں کا گروہ حضرات انبیائے کرام پر وحی لے کر نازل

ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ مراد ایک شیخ کے ذریعے ہلاک کیا جانا ہے، اور یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اللہ کے فرمان: ﴿وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ﴾ میں قوم کی ہلاکت کے حکم کو ہلاک دیکھنا مقصود ہے کہ فقط ایک چنگھاڑ سے یہ سب ہلاک ہو جائیں گے، اور ایسا ان کے آسمان پر اٹھالینے کے بعد ہوگا۔ اللہ کے فرمان ﴿وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ﴾ کے تحت علامہ زختری کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ ﷻ نے بدر و خندق والے دن فرشتوں کا لشکر کیوں اتارا، ﴿فَارْسَلْنَا عَلَيْهِم رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا تَوَهَّمْنَا أَن نَأْتِيَ بِلُجُنُودٍ كَاللُّجُنُودِ الَّتِي أَتَيْنَا بِهَا قَوْمَ عَادٍ﴾ (الاحزاب: ۹) ﴿بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مَسْمُومِينَ تَمِينَ هَزَارٍ فَرِشْتَةَ اتَّارَكَ، پانچ ہزار فرشتے نشان والے بیجے گا (الاحزاب: ۹)﴾۔

میں (علامہ زختری) کو یہ جواب دوں گا کہ ایک ہی فرشتہ مدائن کی قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہوا کہ حضرت جبرائیل ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے بستی الٹ دی، قوم شموذ و قوم صالح کو چنگھاڑ کے ذریعے ہلاک فرمایا، لیکن اللہ نے محمد عربی ﷺ پر ہر چیز میں فضل فرمایا، انہیں تمام رسولوں میں مکرم فرمایا، اور وہ انعام و اکرام خاص طور پر فرمائے جو کسی پر نہ ہوئے، اور ان کے لئے آسمانی لشکر کے نزول کی دلیل اللہ کے فرامین ﴿وَمَا أَنْزَلْنَا﴾، ﴿وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ﴾ میں یوں ہے کہ اللہ ﷻ نے ان کے ساتھ لشکر کا معاملہ یوں نہیں فرمایا جو اے محبوب آپ کے ساتھ ہوا ہے اور آپ کے سوا ایسا کسی کے ساتھ نہیں ہونے والا، جیسا کہ فرمان ﷻ ہے: ﴿إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً﴾۔

(القرطبی، الجزء: ۲۳، ص ۲۳)

حسرت کے معنی اور اسکے اسباب:

۴..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿يَحْسِرُ عَلَى الْعِبَادِ﴾ جب کسی چیز کے فوت ہونے یا اس کے جاتے رہنے سے غم و افسوس ہو اسے حسرت کہتے ہیں، یونہی کسی غلط کام کرنے پر جو ندامت ہوتی ہے اسے بھی حسرت کہتے ہیں، حسرت کا معنی منکشف ہونا یا تمکنا بھی ہے، گویا اس پر منکشف ہو گیا کہ کس جہالت نے اس کو اس غلطی پر ابھارا تھا، یا کسی غلطی پر غم و افسوس کی وجہ سے اس کے اعضاء مضطرب ہو گئے، اور اس کا جسم بڑھ حال ہو گیا، یا یوں کہ اس کا تدارک کرنے سے وہ عاجز ہو گیا۔

(المفردات، ص ۱۲۵)

☆..... ابن ابی حاتم نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ (قیامت کے دن) کافروں کو حسرت ہوگی کہ انہوں نے رسولوں کا مذاق اڑایا۔

☆..... قتادہ کہتے ہیں ان پر افسوس ہے جنہوں نے اللہ کے حکم کو ضائع کر دیا اور نافرمانی سے خوش ہوئے۔

☆..... ابن عباس کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ان لوگوں کو افسوس اور ندامت ہوگی جنہوں نے رسول کا مذاق اڑایا۔

☆..... ابی بن کعب کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر افسوس ہے جن کے پاس رسول آئے اور انہوں نے رسولوں کا مذاق اڑایا۔

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۴۹۳)

اغراض:

الموجود مقتضیہا: یعنی اللہ ہی نے اُسے پیدا کیا تخلیق فرمایا تو عبادت بھی اُسی کی ہونی چاہیے۔ ان عبادت غیر اللہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿إِذَا﴾ میں تین عوض ہے۔ ای اسمعوا قولی: یعنی لوگوں نے حبیب نجار کو ﴿اتبعوا المرسلین﴾ کے قول کی وجہ سے قتل کر دیا۔

لرجمہ فمات: یعنی قوم نے انہیں (حبیب نجار) کو اس کلام: "اللهم اهد قومی یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے" کی وجہ سے قتل کر دیا، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ قوم نے قتل کرنے کے بعد انہیں جلادیا اور انہیں شہر میں کسی جگہ پر ڈال دیا اور ان کی قبر اٹا کیہ میں ہے، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ انہیں درمیان سے چیر ڈالا گیا، پس اللہ کی قسم ان کی روح نکل کر جنت ہی میں ہے، اور ایک قول

یہ بھی کیا گیا ہے کہ انہیں تین رسل کے ساتھ قتل کیا گیا اور ان سب کو ایک کنویں میں ڈال دیا گیا۔

لہٰذا عند موتہ: اللہ نے ان کی موت کے وقت انہیں بشارت دی اور یہ تین اقوال میں سے ایک قول ہے اور مفسر نے دو اقوال پر اختصار کیا ہے، جب کہ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ قول بشارت دینے کے ذریعے کنایہ مراد لیا گیا ہے مراد دخول جنت ہے۔

وقیل دخلها حیا: یعنی جب قوم نے حبیب کے قتل کا پکارا راہہ کر لیا، تو اللہ نے انہیں زندہ اٹھالیا اور انعام و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل فرمادیا، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا کہ انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔

بمفرانہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے کلام ﴿بما﴾ میں موجود ما مصدریہ ہے، یہ بھی درست ہے کہ ما موصولہ و ماورئہ ضمیر عائد محذوف ہو، اور اس صورت میں جملہ یوں بنے گا: "بالذی غفرہ لی"۔ یہ بھی درست ہے کہ ما استغما میہ ہوا اس صورت میں جملہ یوں بنے گا: "بای شیء غفر لی"، یعنی میری مغفرت کے لئے امر عظیم درکار ہے اور وہ میرا توحید قبول کرنا اور حق کی جانب مائل ہونا ہے۔ لاہلاک احد: یعنی سابقہ ام کا ہلاک ہونا مراد ہے۔

میتون: انہیں آگ میں بے حس و حرکت پڑے ہونے سے تشبیہ دی گئی، ہر قسم کا نفع ان سے منقطع ہو چکا۔

لیبان سببہا: یعنی بواسطہ سبب بیان کرنا مقصود ہے، پس استہزاء کرنا ان کی ہلاکت کا سبب بنا اور ان کی ہلاکت کا سبب حسرت ہے۔ بدل مما قبلہ: یعنی بدل اشتمال مراد ہے، اس لئے کہ ان کی ہلاکت ان کے عدم رجوع کو لازم و مشتمل ہے، یا بدل کل مراد ہے یعنی ان کی ہلاکت ان کے رجوع نہ کرنے کی وجہ سے ہوئی۔

برعاية المعنى المذكور: معنی مذکور کی رعایت سے مراد یہاں انا اهلکنا ﴿﴾ ہے، معنی یہ ہے کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ان سے پہلے بھی کئی قومیں ہلاک ہوئیں پھر بھی یہ کفار مکہ (ہدایت کی جانب) پلٹتے نہیں، پس انہیں غور کرنا چاہیے۔

ای مجموعون: سے ایک و ہم دور کرنا مقصود ہے کہ "کل" "جمع" سے مستغنی کرتا ہے یا نہیں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ "کل" سے مراد اشتغراق افراد کی جانب اشارہ ہے اور "جمع" سے اجتماع کل کی جانب اشارہ مقصود ہے یعنی ایک ہی مقام پر سب اکٹھے کئے جائیں گے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۹۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿وَايَةٌ لَهُمْ﴾ عَلَى الْبَعثِ خَيْرٌ مَّقْدَمٌ ﴿الْأَرْضِ الْمَيْتَةِ﴾ بِالْتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ ﴿أَحْيَيْنَاهَا﴾ بِالْمَاءِ مُبْتَدَأً ﴿وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا﴾ كَالْحِنْطَةِ ﴿فَمَنْه﴾ يَأْكُلُونَ ﴿۳۲﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ ﴿بَسَاتِينَ﴾ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجْرْنَا فِيهَا مِنَ الْعَيْونِ ﴿۳۳﴾ أَيْ بَعْضُهَا ﴿لِيَأْكُلُوا﴾ مِنْ ثَمَرِهِ ﴿لَا﴾ بِفَتْحَتَيْنِ وَبِضْمَتَيْنِ أَيْ ثَمَرِ الْمَذْكُورِ مِنَ النَّخِيلِ وَغَيْرِهِ ﴿وَمَا عَمَلَتْهُ أَيْدِيهِمْ﴾ ط ﴿أَي لَمْ تَعْمَلِ الثَّمَرَ﴾ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۳۵﴾ أَنْعَمَ تَعَالَى عَلَيْهِمْ ﴿سَبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ﴾ الْأَصْنَافَ ﴿كُلَّهَا﴾ مِمَّا تَنْبِتُ الْأَرْضُ ﴿مِنَ الْحَبِّ وَالنَّوْبِ وَغَيْرِهَا﴾ وَمِنَ انْفُسِهِمْ ﴿مِنَ الذُّكُورِ وَالْإِنَاثِ﴾ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾ ﴿مِنَ الْمَخْلُوقَاتِ الْغَرِيبَةِ الْعَجِيبَةِ﴾ ﴿وَايَةٌ لَهُمْ﴾ عَلَى الْقُدْرَةِ الْعَظِيمَةِ ﴿الْبَيْلِ﴾ مَلَأَ نَسْلَخَ ﴿نَفِصِلُ﴾ مِنْهُ النَّهَارُ فَادَاهُمْ مَظْلَمُونَ ﴿۳۷﴾ ذَا خِلُونَ فِي الظُّلَامِ ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي﴾ فِي الْخَمْرِ مِنْ جُمْلَةِ الْآيَةِ لَهُمْ أَوْ آيَةُ أُخْرَى وَالْقَمَرُ كَذَلِكَ ﴿لَمْ يَسْتَقِرْ لَهَا﴾ أَيْ إِلَيْهِ لَا يَتَجَاوَزُهُ ﴿ذَلِكَ﴾ جَرِيهَا ﴿تَقْدِيرَ الْعَزِيزِ﴾ فِي مَلِكِهِ ﴿الْعَلِيمِ﴾ ﴿۳۸﴾ بِخَلْقِهِ ﴿وَالْقَمَرُ﴾ بِالرَّفْعِ

وَالنَّصَبُ وَهُوَ مَنْصُوبٌ بِفَعْلٍ يُفَسِّرُهُ مَا بَعْدَهُ ﴿قَدْرُهُ﴾ مِنْ حَيْثُ سِيرَهُ ﴿مَنَازِلُ﴾ ثَمَانِيَةٌ وَعِشْرِينَ مَنَزِلًا فِي ثَمَانٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَيَسْتَبْرَأُ لَيْلَتَيْنِ إِنْ كَانَ الشَّهْرُ ثَلَاثِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً إِنْ كَانَ سَعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا ﴿حَتَّىٰ عَادَ﴾ فِي آخِرِ مَنَازِلِهِ فِي رَأْيِ الْعَيْنِ ﴿كَالْعَرَجُونِ الْقَدِيمِ﴾ ﴿٣٩﴾ أَيُّ كَعُودِ الشَّمَازِيخِ إِذَا عَتَقَ فَإِنَّهُ يَدُقُّ وَيُتَقَوَّسُ وَيُصْفَرُ ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي﴾ يَسْهَلُ وَيُصْحَ ﴿لَهَا أَنْ تَدْرِكَ الْقَمَرَ﴾ فَتَجْتَمِعُ مَعَهُ فِي اللَّيْلِ ﴿وَلَا الْبَلَّ سَابِقَ النَّهَارِ﴾ ﴿فَلَا يَأْتِي قَبْلَ انْقِضَائِهِ﴾ وَكُلُّ تَنْوِينُهُ عَوْضٌ عَنِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ مِنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنُّجُومِ ﴿فِي فَلَكٍ﴾ مُسْتَدِيرٍ ﴿يَسْبَحُونَ﴾ ﴿٣٠﴾ يَسِيرُونَ نَزَلُوا مَنَزِلَةَ الْعُقَلَاءِ ﴿وَأَيَّةَ لَهُمْ﴾ عَلَى قُدْرَتِنَا ﴿أَنَا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ وَفِي قِرَاءَةِ ذُرِّيَّتِهِمْ أَيُّ آبَائِهِمُ الْأَصُولُ ﴿فِي الْفَلَكَ﴾ أَيُّ سَفِينَةِ نُوحٍ ﴿الْمَشْحُونِ﴾ ﴿٣١﴾ الْمَمْلُوءِ ﴿وَوَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ﴾ أَيُّ مِثْلِ فَلَكِ نُوحٍ وَهُوَ مَا عَمِلُوهُ عَلَى شَكْلِهِ مِنَ السُّفُنِ الصَّغَارِ وَالْكِبَارِ بِتَعْلِيمِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿مَا يَرَكُونَ﴾ ﴿٣٢﴾ فِيهِ ﴿وَأَنْ نَشَأَ نَعْرِقَهُمْ﴾ مَعَ إِجَادِ السُّفُنِ ﴿فَلَا صَرِيخَ﴾ مُغِيثٍ ﴿لَهُمْ﴾ وَلَا هُمْ يَنْقُذُونَ ﴿٣٣﴾ يَنْجُونَ ﴿إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ﴾ ﴿٣٤﴾ أَيُّ لَا يَنْجِيهِمْ إِلَّا رَحْمَةٌ مِنَّا لَهُمْ وَتَمِيغُنَا أَيُّهُمْ بِلَدَاتِهِمْ إِلَىٰ انْقِضَاءِ آجَالِهِمْ ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ﴾ مِنْ عَذَابِ الدُّنْيَا كَثِيرٍ كُمْ ﴿وَمَا خَلْفَكُمْ﴾ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ ﴿لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ﴾ ﴿٣٥﴾ أَعْرَضُوا ﴿وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ﴾ ﴿٣٦﴾ وَإِذَا قِيلَ أَيُّ قَالَ فُقَرَاءُ الصَّحَابَةِ ﴿لَهُمْ انْفِقُوا﴾ عَلَيْنَا ﴿مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ﴾ مِنَ الْأَمْوَالِ ﴿قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اسْتَهْزَأُوا بِهِمْ﴾ انْطَعِمْ مِنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ اطْعَمَهُمْ لَسَلَّ قُلُوبُهُمْ فِي مُعْتَقِدِكُمْ هَذَا ﴿إِنْ﴾ مَا ﴿أَنْتُمْ﴾ فِي قَوْلِكُمْ لَنَا ذَلِكَ مَعَ مُعْتَقِدِكُمْ هَذَا ﴿إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ ﴿٣٧﴾ بَيِّنٍ وَالتَّصْرِيحُ بِكُفْرِهِمْ مَوْقِعٌ عَظِيمٌ ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ﴾ بِالْبَعْثِ ﴿إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ ﴿٣٨﴾ فِيهِ قَالَ تَعَالَى ﴿مَا يَنْظُرُونَ﴾ يَنْتَظِرُونَ ﴿إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً﴾ وَهِيَ نَفْخَةُ إِسْرَافِيلَ الْأُولَى ﴿تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ﴾ ﴿٣٩﴾ بِالتَّشْدِيدِ أَسْأَلُهُ يَخْتَصِمُونَ نَقَلْتُ حَرَكَةَ التَّاءِ إِلَى الْخَاءِ وَأَدْغَمْتُ فِي الصَّادِ أَيُّ وَهُمْ فِي عَقْلَةٍ عَنْهَا بِتَخَاصُمٍ وَتَبَايُعٍ وَآكَلٍ وَشُرْبٍ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَفِي قِرَاءَةِ يَخْتَصِمُونَ كَيْضَرِبُونَ أَيُّ يَخْتَصِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ﴿فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً﴾ أَيُّ بَانَ يُؤْصُوا ﴿وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ﴾ ﴿٥٠﴾ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ وَأَشْغَالِهِمْ بَلَّ يَمُوتُونَ فِيهَا.

﴿ترجمہ﴾

اور ان کے لیے ایک نشانی (مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر، آیتہ لہم خبر مقدم ہے) مردہ زمین ہے (المیتۃ میں یاہ کو مشدد و مخفف دونوں طرح پڑھا گیا ہے) ہم نے اسے (پانی کے ذریعے) زندہ کیا (الارض المیتۃ..... السخ مبتدا ہے) اور پھر اس سے اناج نکالا (جیسا کہ گندم.....) تو اس میں سے کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں باغ بنائے (جنت بمعنی بساتین ہے) کھجوروں اور انگوروں کے اور ہم نے اس میں (کچھ) چشمے بہائے (من العیون میں من تجمیضہ ہے) کہ اس کے (یعنی مذکورہ کھجوروں وغیرہ کے) پھل سے کھائیں (نعمۃ کتباء اور ہم کے فتح اور ضمہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور یہ ان ہاتھ کے بنائے نہیں (یعنی ان پھلوں کو ان

کے ہاتھوں نے نہیں بنایا) تو کیا شکر نہ کریں گے (ان نعمتوں پر جو اللہ ﷻ نے ان پر فرمائی ہیں) پاکی ہے اسے جس نے سب جوڑے بنائے (ازواجاً بمعنی اصنافاً ہے) ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے (جیسے دانے وغیرہ) اور خود ان سے (زراور مادہ کی صورت میں) اور ان سے (ان عجیب و غریب مخلوقات سے) جن کی انہیں خبر نہیں اور ان کے لیے ایک نشانی (ہماری قدرت عظیمہ پر.....) رات ہے ہم اس سے دن کو الگ کر دیتے ہیں (نسلخ بمعنی انفصل ہے) جیسی وہ اندھیروں میں ہیں (یعنی اندھیروں میں داخل ہوتے ہیں) اور سورج چلتا ہے (والشمس تجری..... الخ یہ سابقہ نشانی ہی کا تہہ ہے یا دوسری نشانی ہے) اپنے ایک ٹھراؤ کے لیے (اسی دائرے میں چلتا ہے یعنی اس سے تجاوز نہیں کرتا.....) یہ (یعنی یہ سورج کا چلنا) حکم ہے (اپنے ملک میں) غلبہ رکھنے والے (اپنی مخلوق کا) علم رکھنے والے کا اور چاند (والقمر مرفوع و منصوب دونوں طرح پڑھا گیا ہے، وجہ نصب یہ کہ اس کا مابعد فعل اس کی تفسیر بیان کر رہا ہے) ہم نے مقدر کیوں اس کے لیے (اس کے چلنے اور سیر کرنے کے اعتبار سے) منزلیں (ہر مہینے کی اٹھائیس راتوں میں اٹھائیس منزلیں، اگر مہینہ تیس کا ہو تو چاند دو راتوں تک چھپا رہتا ہے اور اگر اکتیس دن کا ہو تو ایک دن رات پوشیدہ رہتا ہے.....) یہاں تک کہ پھر ہو گیا (چاند اپنی آخری منزل میں بظاہر دیکھنے میں) جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی (عسرجون کے معنی کھجور کی ٹہنی ہے جب وہ پرانی ہو جاتی ہے تو پتلی بصورت کمان ہو جاتی نیز زرد پڑ جاتی ہے) سورج کو نہیں پہنچتا (اس کے لیے آسان اور صحیح نہیں) کہ چاند کو پکڑ لے (کہ سورج رات میں چاند کے ساتھ جمع ہو جائے) اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے (پس رات دن کے اختتام سے قبل نہیں آتی) اور ہر ایک (سورج چاند اور ستاروں میں سے، کسل میں توین عوضی ہے) گھیرے میں (یعنی فلک مستدیر میں) پیر رہا ہے (یعنی چل رہا ہے سورج چاند وغیرہ کو بمنزلہ عاقل اتارا گیا ہے) اور ان کے لیے (ہماری قدرت) پر ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے سوار کیا ان کی ذریت کو (ذریعہم) کو ایک قرائت میں بصیئہ ذریعہم پڑھا گیا ہے یعنی ہم نے ان کے آباؤ اجداد جو ان میں موجود لوگوں کی اصل ہیں انہیں سوار کیا) بھری کشتی میں (یعنی سفینہ نوح ﷻ میں.....) المشحون کے معنی بھرا ہوا ہے) اور ان کے لیے اسی کی مثل (یعنی حضرت نوح ﷻ کی کشتی کی مثل کشتیاں) بنائی (یعنی اسی کی شکل و حقیقت کے مطابق، اللہ ﷻ کے سکھانے سے انہوں نے چھوٹی بڑی کشتیاں بنائیں) سوار ہوتے ہیں اور ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں (ان کشتیوں میں سوار ہونے کے باوجود) تو نہ تو کوئی ان کی فریاد کو پہنچے والا ہے (صریخ بمعنی مغیث ہے) اور نہ وہ بچائے جائیں (ینقذون بمعنی ینجون ہے) مگر ہماری طرف کی رحمت اور ایک وقت تک برتنے دینا (یعنی ہم نے ان کو نجات نہ دی مگر ہمارا ان کو نجات دینا ان پر رحمت کرنے کے لیے تھا ہم نے انہیں ان کی لذات سے ان کی دنیاوی زندگی تک کی مہلت دی) اور جب ان سے فرمایا جاتا ہے ڈرو تم اس سے جو تمہارے سامنے ہے (یعنی دیگر لوگوں کی طرح دنیا کا عذاب ہے) اور جو تمہارے پیچھے آنے والا ہے (یعنی آخرت کے عذاب سے) اس امید پر کہ تم پر رحم ہو (لیکن انہوں نے روگردانی کی) اور جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں سے کوئی نشانی ان کے پاس آئی ہے تو اس سے منہ ہی پھیر لیتے ہیں اور جب ان سے فرمایا جائے (یعنی فقراء صحابہ ان سے کہتے) اللہ کے دیئے (اموال) میں سے کچھ (ہم پر بھی) خرچ کرو تو کا فر مسلمانوں کے لیے (ان سے استہزاء کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا (تمہارے عقیدے کے مطابق) تو کھلا دیتا..... تو تم نہیں (ان بمعنی مسانفہ ہے) مگر کھلی گمراہی میں (اللہ ﷻ کے رازق ہونے کا اعتقاد رکھنے کے باوجود ہم سے فقراء موئین کو کھلانے کا سوال کرنے میں، مبین بمعنی بین ہے، ان کے کفر کی تصریح کر دینا یہ ان لوگوں کے حق میں سخت زبردستی ہے) اور کہتے ہیں کب آئیگا (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا) یہ وعدہ اگر تم (اس وعدے میں) سچے ہو (اللہ ﷻ فرماتا ہے) راہ نہیں دیکھتے (ینظرون بمعنی ینتظرون ہے) مگر ایک چیخ کی (یہ حضرت اسرئیل علیہ السلام کے نقشہ اولیٰ کی آواز ہوگی) کہ انہیں آلے گی

جبکہ وہ جھگڑے میں پھنسے ہوں گے (یعنی وہ باہم جھگڑنے، خرید و فروخت کرنے اور کھانے پینے وغیرہ میں مشغول ہوں گے، یخصمون مشد ہے اس کی اصل یخصصمون تھی، تاء کی حرکت خاء کو دیکر تاء کا صاد میں ادغام کر دیا گیا ہے اور ایک قرأت میں یخصمون بروزان یضربون ہے اس صورت میں معنی ہوگا وہ باہم جھگڑ رہے ہوں گے) توند وصیت کر سکیں گے (تو صیۃ بمعنی ان یوصوا ہے) اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں (بازاروں سے، اور اپنی دیگر مصروفیات سے فارغ ہو کر، بلکہ وہ موت کا شکار ہو جائیں گے)۔

﴿قر کیب﴾

﴿وایة لهم الارض المیتة احیینہا و اخر جنا منہا حیا فمنہ یا کلون﴾

و: متانفہ، ایۃ بموصوف، لهم: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر مقدم، الارض بموصوف، المیتة: صفت، ملکر ذوالحال، احیینہا: جملہ فعلیہ معطوف، و: عاطفہ، اخر جنا منہا حیا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: متانفہ، منہ: ظرف لغو مقدم، یا کلون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿وجعلنا فیہا جنت من نخیل و اعناب و فجرنا فیہا من العیون﴾ لیا کلوا من ثمرہ و ما عملتہ ایدیہم ﴿۔
و: عاطفہ، جعلنا فیہا: فعل بافاعل و ظرف لغو، جنت بموصوف، من نخیل و اعناب: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ باقبل، "احیینہا" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، فجرنا فیہا: فعل بافاعل و ظرف لغو، من العیون: ظرف مستقر "ینابیع" بموصوف محذوف کی صفت، ملکر مفعول، لام: جار، یا کلوا: فعل بافاعل، من: جار، ثمرہ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما بموصولہ، عملتہ ایدیہم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اقلایشکرون﴾

ہمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "ایرون ہذہ النعم و یستمعون بہا" لایشکرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿سبحن الذی خلق الأزواج کلہا مما تنبت الارض و من انفسہم و مما لا یعلمون﴾

سبحن: مصدر مضاف، الذی بموصول، خلق: فعل بافاعل، الأزواج بمؤکد، کلہا تاکید، ملکر ذوالحال، مما تنبت الارض: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، من انفسہم: جار مجرور معطوف اول، و: عاطفہ، مما لا یعلمون: جار مجرور معطوف ثانی، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مضاف الیہ فاعل، ملکر شبہ جملہ "سبح" فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وایة لهم الیل نسلخ منہ النہار فاذا ہم مظلومون﴾

و: عاطفہ، ایۃ بموصوف، لهم: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر مقدم، نسلخ: فعل بافاعل منہ: ظرف لغو، النہار بمفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ہم: مبتدا، مظلومون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و الشمس تجری لمستقر لہا ذلک تقدیر العزیز العلیم﴾

و: عاطفہ، الشمس مبتدا، تجری: فعل بافاعل، لام: جار، مستقر بموصوف، لہا: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ذلک: مبتدا، تقدیر العزیز العلیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و القمر قدرنہ منازل حتی عاد کالمرجون القدیم﴾

و: عاطفہ، السقم۔ فعل محذوف "قد رنسا" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قد رنسا۔ فعل بافاعل
ومفعول، منازل، ظرف، حتی: جار، عاد: فعل "هو" ہمیر ذوالحال، کالعر جون القدیم: ظرف مستقر حال، ملکر قائل، ملکر جملہ فعلیہ
مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا الشمس یبغی لها ان تدرك القمر ولا الیل سابق النهار﴾

لا: تانیہ، الشمس مبتدا، ینبغی: فعل، لها: ظرف لغو، ان مصدریہ، تدرك القمر: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر قائل، ملکر جملہ فعلیہ
خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، الیل مبتدا، سابق النهار: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکل فی فلک یسبحون﴾ وایۃ لهم انا حملنا ذریعتهم فی الفلک المشحون﴾

و: عاطفہ، کل مبتدا، فی فلک: ظرف لغو مقدم، یسبحون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ
اسمیہ، و: عاطفہ، ایۃ موصوف، لهم: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر مقدم، انا: حرف مشبہ واسم، حملنا ذریعتهم: فعل بافاعل ومفعول، فی
الفلک المشحون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وخلقنا لهم من مثله ما یرکبون﴾ ان نشا نفر قہم﴾

و: عاطفہ، خلقنا لهم: فعل بافاعل وظرف لغو، من مثله: ظرف مستقر حال مقدم، ما یرکبون: موصولہ صلہ، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ
فعلیہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، نشا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، نفر قہم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔
﴿فلا صریخ لهم ولا ہم ینقذون﴾ الا رحمة منا ومتاعا الی حین﴾

ف: عاطفہ، لا: نفی جنس، صریخ: اسم، لهم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، ہم: مبتدا، ینقذون: فعل بااتب
الفاعل، الا: اداة حصر، رحمة موصوف، منا: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، متاعا موصوف، الی حین: ظرف
مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وإذا قیل لهم اتقوا ما بین یدیکم وما خلفکم لعلکم ترحمون﴾

و: متانفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قیل لهم: قول، اتقوا: فعل امر بافاعل، ما بین یدیکم: موصولہ صلہ، ملکر معطوف
علیہ، و: عاطفہ، ما خلفکم: موصولہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جزا محذوف "اعرضوا" کیلئے
شرط، ملکر جملہ شرط، ملکر جملہ شرطیہ، لعلکم: حرف مشبہ واسم، ترحمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما تاتیہم من ایۃ من ایت ربہم الا كانوا عنها معرضین﴾

و: عاطفہ، ما تاتیہم: فعل نفی و"ہم" ہمیر ذوالحال، الا: اداة حصر، كانوا: فعل ناقص بااسم، عنها معرضین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ
حال، ملکر مفعول، من: زائد، ایۃ موصوف، من ایت ربہم: ظرف مستقر صفت، ملکر قائل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وإذا قیل لهم انفقوا مما رزقکم اللہ قال الذین کفروا للذین امنوا انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قیل لهم: قول، انفقوا: فعل ناقص بااسم، اللہ: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر شرط، قال
الذین کفروا للذین امنوا: قول، ہمزه: حرف استفہام، انطعم: فعل بافاعل، من: موصولہ، لو: شرطیہ، یشاء اللہ: جملہ فعلیہ
شرط، اطعمہ: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔
﴿ان التم الا فی ضلل مبین﴾

ان: نافیہ، انتم مبتدأ، الا: اداة حصر، فی ضلل مبین، بظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و یقولون متی هذا الوعد ان کنتم صدقین﴾ ۵۰

و: متانفہ، یقولون قول، متی: بظرف مقدم خبر مقدم، هذا الوعد: مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، ان: شرطیہ، کنتم صدقین: جملہ فعلیہ جزاء محذوف "لمتی هذا الوعد" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ متانفہ۔

﴿ما ینظرون الا صیحة واحدة تاخذهم وهم ینخصمون﴾ ۵۱

ما ینظرون: فعل نفی بافاعل، الا: اداة حصر، صیحة موصوف، واحدة: صفت اول، تاخذ: فعل بافاعل، هم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، هم ینخصمون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلا ینستطیعون توصیة ولا الی اهلهم یرجعون﴾ ۵۲

ف: عاطفہ، لا ینستطیعون: فعل بافاعل، توصیة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، الی اهلهم: بظرف لغو مقدم، یرجعون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزولی﴾

☆..... واذا قیل لهم انفقوا مما رزقکم اللہ..... ☆ یہ آیت کفار قریش کے حق میں نازل ہوئی جن سے مسلمانوں نے کہا تھا کہ تم اپنے مالوں کا وہ حصہ مسکینوں پر خرچ کرو جو تم نے بزعم خود اللہ کے لئے نکالا ہے، اس پر انہوں نے کہا کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جنہیں اللہ کھلانا چاہتا تو کھلا دیتا، مطلب یہ تھا کہ خدای کو مسکینوں کا محتاج رکھنا منظور ہے تو انہیں کھانے کو دینا اس کی مشیت کے خلاف ہوگا یہ بات انہوں نے بخیلی اور کجوسی سے بطور تمسخر کے کہی تھی اور نہایت باطل تھی کیونکہ دنیا دار الامتحان ہے، فقیری اور امیری دونوں آزمائشیں ہیں، فقیر کی آزمائش صبر سے اور غنی کی انفاق فی سبیل اللہ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں زندیق لوگ تھے جب ان سے کہا جاتا تھا کہ مسکینوں کو صدقہ دو تو کہتے تھے ہرگز نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کو اللہ محتاج کرے ہم کھلائیں۔

﴿تشریح توضیح و اعراض﴾

گندم کی افادیت کا بیان:

۱..... گندم، جو، باجرہ اور دیگر اجناس جو انسانی غذا کا سبب بنتے ہیں، یقیناً اللہ کی بڑی نعمت ہیں۔ کچھ اجناس سے سالن پکائے جاتے ہیں جیسا کہ دالیں اور اس قسم کی دیگر اشیاء، لیکن کچھ اجناس مثلاً گندم، جو، باجرہ اور دیگر اسی قبیلے کی اجناس روٹی پکانے کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ سالن نہ ہی میسر ہو، فقط روٹی کھا کر پانی پی لینے سے پیٹ بھر سکتا ہے۔ لیکن روٹی دستیاب نہ ہو فقط سالن میسر ہو، اگر چہ گوشت ہی ہو انسان پیٹ بھر نہیں کھا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام چونکہ دین فطرت ہے، فطری تقاضوں سے قریب ترین ہے، انسانی غذا میں گندم کا خاص ذکر کر کے روٹی کی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔ سید عالم علیہ السلام نے بھی روٹی کے اکرام کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم کچھ احادیث اور بزرگان دین کے واقعات بیان کریں گے، کھانے کے آداب اور کم کھانے کی برکتوں پر بھی گفتگو کی جائیگی۔

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اپنی انگلیوں کو تین مرتبہ چاٹ لے،" اور فرمایا: "جب تم میں سے کسی شخص کا لقمہ گر جائے تو وہ اس سے گندگی کو صاف کر دے اور اس کو کھالے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے" اور آپ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم برتن کو صاف کر لیا کریں باور آپ نے فرمایا: "کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔"

(سنن الترمذی، کتاب الاطعمہ، باب: ما جاء فی القمۃ تسقط، رقم: ۱۸۰۹، ص ۵۴۳)

☆..... روٹی کی ٹکریم میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے اوپر کوئی نامناسب چیز نہ رکھی جائے، سفیان ثوری اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں کہ روٹی پیالہ کے نیچے رکھی جائے۔

(سنن الترمذی، کتاب الاطعمہ، باب: فی ترک الوضوء، تحت رقم: ۱۸۵۴، ص ۵۵۳)

☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے اور اس کا لقمہ گر جائے تو لقمہ پر جس چیز کے لگنے کی وجہ سے اس کو شک ہے اس کو گرا دے، پھر اس کو کھالے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الاطعمہ، باب: ما جاء فی اللقمة تسقط، رقم: ۱۸۱۰، ص ۵۴۳)

☆..... حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی، آپ نے اس سے پوچھا تمہارا کیا کھانے کو دل چاہتا ہے؟ اس نے کہا گندم کی روٹی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کے پاس گندم کی روٹی ہو وہ اپنے بھائی کے پاس بھیج دے“، پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تمہارا بیمار کسی چیز کو کھانے کی خواہش کرے تو اس کو وہ چیز کھلا دو۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب: ما جاء فی عیادة المريض، رقم: ۳۴۴۱، ۱۴۴۰، ص ۲۵۶)

☆..... حضرت ام المہذبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ساتھ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیماری کی وجہ سے کمزور تھے اور ہماری پاس کچی کھجوروں کے خوشے لگے ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کھجوروں سے کھا رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کھجوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ٹھہرو، ام المہذبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چند روٹیوں کا کھانا تیار کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم اس سے کھاؤ، یہ تمہارے لئے نفع بخش ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب: الحمیة، رقم: ۳۴۴۲، ص ۵۷۶)

☆..... حضرت عباس سے روایت ہے کہ: ”کھانے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو روٹی اور حبس (کھجور، ستواور گھی سی بنی ہوئی) ٹرید پسند تھی۔“

(شعب الایمان، باب: فی المطاعم والمشارب، رقم: ۵۹۰۸، ج ۵، ص ۲۰۴۵)

☆..... ام المومنین بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی کا پڑا ہوا ٹکڑا دیکھا تو اسے اٹھا کر پونچھ کر کھالیا اور فرمایا: ”اچھی چیز کا احترام کرو کیونکہ جب یہ اچھی چیز (روٹی) کسی قوم سے بھاگی ہے تو لوٹ کر واپس نہیں آتی۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الذبائح، باب: النهی عن القاء الطعام، رقم: ۳۳۵۳، ص ۵۶۳)

حکایات:

(۱)..... ”تنبیہ الغافلین“ میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے زمین پر روٹی کا گرا ہوا ٹکڑا دیکھا تو غلام سے کہا کہ اسے اٹھا کر رکھ دو، انظار کے وقت جب اس روٹی کے ٹکڑے کو مانگا تو غلام نے عرض کی: میں نے وہ کھالیا ہے، فرمایا: جا تو آزاد ہے، میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو روٹی کا پڑا ہوا ٹکڑا اٹھا کر کھالیتا ہے تو اس کے پیٹ میں پتھنچنے سے پہلے ہی اللہ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔“ اب جو مغفرت کا حقدار ہو اسے غلام کیسے بنائے رکھوں؟

(۲)..... حافظ الحدیث تاج بغدادی جب تحصیل علم کے لئے سفر پر روانہ ہوئے تو والدہ ماجدہ نے سو عدد کھچے یعنی خمیری روٹیاں ایک مٹی کے گھرے میں رکھ کر ساتھ کر دیں، آپ علیہ السلام عظیم محدث سیدنا شیبہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر علم دین پڑھنے میں مصروف ہو گئے، روٹیاں تو امی جان نے ساتھ کر دیں تھیں، سالن کا انتظام خود ہی کر لیا اور وہ سالن بھی ایسا کہ برسوں گزرنے کے باوجود تازہ ہی رہا، اور اس کی برکت ایسی کہ کبھی بھی کمی نہ ہوئی۔ وہ انوکھا سالن کونسا تھا؟ دریائے دجلہ کا پانی۔ روزانہ ایک کھچہ دریائے دجلہ کے پانی میں بھگو کر کھالیتے اور رات دن خوب جانفشانی سے سبق پڑھتے رہتے، جب وہ سو کھچے ختم ہوئے تو مجبوراً استاد محترم سے اجازت لینی

پڑی۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۱۰۰)

(۳)..... "الرسالة القشیریہ" میں ہے کہ حضرت سیدنا ابو تراب بخشی فرماتے ہیں کہ دوران سفر میرے نفس نے صرف ایک بار اٹھہ روٹی کھانے کی خواہش کی، چنانچہ میں ایک بستی میں پہنچا، وہاں ایک شخص یکا یک مجھ سے چٹ گیا، اور حج حج کر کہنے لگا کہ یہ بھی چوروں کے ساتھ تھا۔ بھیڑ ہو گئی اور لوگوں نے چوروں کا ساٹھی سمجھ کر ستر رے مارے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک آدمی نے مجھے پہچان لیا، اور کہا یہ چور نہیں بلکہ ابو تراب بخشی ہیں۔ اس کے بعد لوگوں نے بھد ندامت مجھ سے معذرت چاہی۔ ان میں سے ایک صاحب مجھے اپنے گھر لے آئے اور میری ضیافت اٹھہ اور روٹی سے کی۔

(۴)..... "الرسالة القشیریہ" میں ہے کہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حارث بن اسد مجھ سے میرے گھر کے پاس سے گزرے تو میں نے ان میں بھوک کے آثار پائے، اندر بلا یا تو تشریف لے آئے۔ گھر میں کچھ نہ تھا سوائے اس کے کہ پڑوں سے شادی کا کھانا آیا ہوا تھا وہی پیش خدمت کر دیا، حضرت نے ایک لقمہ لیا موندھ میں کچھ دیر رکھنے کے بعد باہر نکال دیا اور تشریف لے گئے، کافی عرصے بعد جب میری دوبارہ ملاقات ہوئی تو پھر میں نے دعوت پیش اور حضرت نے قبول فرمائی۔ میں نے سوکھی ہوئی روٹی پیش کی جسے حضرت نے تناول فرمایا اور میرے استفسار پر بتایا کہ میں نے اپنے رب سے عہد کیا ہے کہ وہ شبہ کا کھانا میرے حلق سے نیچے نہ اتارے گا، پس یہی وجہ تھی کہ میں نے نوالہ اُگل دیا تھا۔

گندم بہترین اناج اور دنیا کی نصف آبادی کی غذا ہے، گندم خون اور گوشت پیدا کرتا ہے، ہڈیاں بناتا ہے، قبض دور کرتا ہے اور بدن کو فریبہ کرتا ہے۔ اس میں ۶۰ سے ۹۰ فی صد نشاستہ ہوتا ہے۔ سو گرام گندم جس سے میدہ اور سو جی نہ نکالی گئی ہو، اس میں ۳۱۸ حرارے، ۱۳.۲ ملی گرام پروٹین، ۲ گرام چکنائی، ۹.۶ گرام رییشہ، ۳۵ ملی گرام کیمیشیم، ۳۲ ملی گرام فولاد، ۳۲ ملی گرام جست، ۳۳۰ ملی گرام فاسفورس، ۳۶ صفر گرام وٹامن بی، ۸ صفر ملی گرام وٹامن بی، ۵۰ صفر ملی گرام بی، ۶.۶ ایک ملی گرام وٹامن ای ہوتا ہے۔

زمینی پیداوار سے توحید باری پر دلائل:

۲..... اللہ جل جلالہ نے زمین کو کمال حیاتی بخشی ہے کہ اس سے زراعت ہوتی ہے، پس اسی حیثیت سے مردہ زمین کو زندہ کرنے کا معاملہ ہے کہ، پس اسی زمین میں انسان کے لئے اللہ نے کئی انعام رکھے ہیں، یہی زمین انسان کی جائے مسکن ہے کہ اگر چہ مردہ، بنجر زمین ہی کیوں نہ ہو انسان اس میں جائے مسکن اختیار کئے ہوئے ہے، پس یہ پہلی نعمت ہے۔ پھر اسی مردہ و بنجر زمین کو قابل کاشت فرما کر کھیتوں کے اگنے کا سامان کر دیا اور یہ دوسری نعمت ہے، پھر اس میں اپنی کمال قدرت سے دانے اگا دیئے یہ تیسری نعمت ہے، پھر اسے ہرے بھرے باغات کی شکل میں کر دیا کہ ہر سال دانے نکلیں، درخت میں پھل لگ جائیں یہ چوتھی نعمت ہے۔ یہی زمین ہے کہ جس میں سے پانی کے چشمے جاری ہوتے ہیں یہ پانچویں نعمت ہے۔ یہ ساری باتیں اللہ کی توحید پر دلیل بنتی ہیں۔ اور ہر ایک نعمت سے اللہ کی قدرت کی جھلک نظر آتی ہے۔

سورج کا اپنی مقررہ منزل میں چلنا:

۳..... اس آیت میں مستقر کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱)..... یہاں مستقر سے مراد طرف زمان ہے، اور وہ قیامت کا وقت ہے۔ یعنی قیامت آنے تک سورج مسلسل چلتا رہے گا، اور قیامت کے آنے کے بعد سورج کی حرکت بند ہو جائیگی۔

(۲)..... جس خطہ میں سورج چلتا رہے رات وہاں نہیں آتی اور سورج کے چلن بند ہونے پر ہی رات آتی ہے، اور کسی خطہ زمین میں اس

کی حرکت شروع ہو جاتی ہے، اور یہ صرف ظاہری اعتبار سے ہوتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سورج کی حرکت قیامت تک منقطع نہیں ہوتی۔

(۳)..... سورج ایک سال تک اپنے مستقر پر سفر کرتا ہے، دوسرے سال پھر اس کا نیا سفر شروع ہو جاتا ہے۔

(۴)..... اس مستقر سے مراد طرف زمان نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد طرف مکان ہے اور اس کی حسب ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۵)..... عموماً گرمیوں میں سورج بلندی کی انتہاء پر ہوتا ہے، اور سردیوں میں اس کی بہ نسبت پستی پر ہوتا ہے، پس سورج گرمیوں کے موسم میں موسم گرما کے مستقر تک سفر کرتا ہے اور سردیوں میں موسم سرما کے مستقر میں تیرتا ہے۔

(۶)..... سورج کے طلوع کی ہر جگہ ہر روز الگ ہوتی ہے اور وہ سال کے چھ ماہ تک ہر دن درجہ بدرجہ الگ جگہ پر طلوع ہوتا رہتا ہے اور چھ ماہ بعد ہر روز پرانے مطالع کی طرف درجہ بدرجہ سفر شروع کر دیتا ہے۔

(۷)..... سورج اپنی گردش میں تیرتا ہے، اللہ نے انتہائی حکمت اور بندوں کی مصلحت کے ساتھ اس کی گردش کا دورانیہ مقرر کیا ہے۔

(۸)..... کسی سال کے ابتدائی چھ ماہ میں ہر دن سورج کسی چیز کی سمت سے گزرتا ہے۔ اور اگر ہر دن ایک ہی چیز کی سمت سے گزرے تو ایک ہی جگہ مسلسل حرارت اور تمازت جذب کرنے کی وجہ سے جل جاتی اور اس زمین کے باطن میں جو رطوبتیں ہیں وہ خشک ہو جاتیں، اس لئے اللہ نے زمین کے ہر حصہ کے لئے سورج کے الگ الگ طلوع کی جگہ مقرر کی تاکہ زمین کے باطن میں رطوبتیں جمع ہوتی رہیں اور سبزہ اور درخت برقرار رہیں، پھر بتدریج سورج کی سمت کو ہر روز زمین کے قریب کرتا رہتا تاکہ کھیتوں میں غلہ اور باغوں میں پھل پک جائیں، پھر سورج کو اس سمت سے بتدریج دور کرتا رہتا تاکہ زمین کی پیداوار اور نباتات جل نہ جائیں اور ظاہر ہے کہ یہ بے حد غالب اور بہت علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے۔

(۹)..... ہر دن سورج کے طلوع و غروب کے لئے رکھا گیا ہے تاکہ دن بھی ہو اور رات کا ظہور ہوتا رہے، اور اگر مسلسل رات رہتی اور مستقل اندھیرا ہوتا اور لوگ ہمیشہ بیدار رہتے تو ان کے اعصاب تھک جاتے اور وہ مضطرب ہو جاتے، اور اگر مسلسل رات رہتی اور مستقل اندھیرا رہتا تو کاروبار حیات معطل ہو جاتا اور سورج کے طلوع اور غروب سے دن اور رات کا یہ توارد بہت غالب اور بے حد علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۲۷۶ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

چاند کی منزلیں:

۴..... متذکرہ آیت مقدسہ میں اللہ ﷻ نے ﴿منازل﴾ کا لفظ استعمال فرمایا ہے، جو کہ ”منزل“ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے نزول کی جگہ۔ مالک کون و مکان نے سورج اور چاند کی رفتار کی خاص حدود مقرر فرمائی ہیں۔ سورج کی تین سو ساٹھ، یا تین سو پینسٹھ منزلیں ہیں اور وہ ایک سال میں ان کو طے کرتا ہے، سورج اپنے محور میں ہی گردش کرتا ہے اور منازل طے کرتا ہے۔ چاند اپنا ہر دورہ ایک ماہ میں طے کر لیتا ہے، لیکن چاند ہر ماہ میں ایک یا دو دن نظر نہیں آتا اس لئے کہ چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں، زمانہ جاہلیت میں عربوں نے ستاروں کے نام پر ان اٹھائیس منازل کے نام رکھ لئے تھے اور پھر انہیں بارہ برجوں میں منقسم کر دیا، چاند کی اٹھائیس منزلیں کے عربوں نے حسب ذیل نام رکھے تھے۔

سرطان، بطین، ثریا، دبران، ہقعدہ، ہنعدہ، ذراع، نشرہ، طرف، جبہہ، خرقان، صرفہ، عواء، سماک، غفر، زبنیان، اکلیل، قلب، شولہ، نعالم، بلدہ، سعد الدابح، سعد ہلع، سعد السعود، سعود الاخبیہ، الفرغ المقدم، الفرغ المؤخر، بطن الحوت.

ان اٹھائیس منازل کو چاند اٹھائیس راتوں میں طے کرتا ہے اور آخری منزل میں پہنچنے کے بعد وہ ایک یا دو دن نظر نہیں آتا، پھر بار ایک ساہلال کی شکل میں نظر آتا ہے اور حسب سابق پہلی منزل سے سفر شروع کر دیتا ہے، یہ اٹھائیس منزلیں بارہ برجوں پر تقسیم کر دی گئی ہیں اور ہر برج کے لئے دو اور ایک تہائی منزل ہے، مثلاً برج حمل کیلئے سرطان، بطین، اور ثریا کا ایک تہائی ہے اور برج ثور کے لئے دو تہائی ثریا، ویران اور دو تہائی مقعدہ ہے۔ علی حد القیاس۔

(الفرطی، الجزء ۲۳، ص ۳۰)

حضرت نوح علیہ السلام کے سفینے کا بیان:

۵..... حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ کشتی کیسے بنائی جائے؟ اللہ ﷻ نے انہیں وحی فرمائی کہ پرندے کے سینے کی مانند کشتی بناؤ۔

(الدر المنثور، ج ۳، ص ۵۹۲)

اللہ ﷻ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی اپنی نگرانی میں بنانے کی تاکید اس لیے کی کہ درنگی کی جانب ہدایت کی جاتی رہے۔ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اس کشتی میں کتنے افراد سوار تھے؟ چنانچہ مختلف اقوال یوں ملتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطابق اسی مرد و عورتیں کشتی میں سوار تھے، حضرت کعب الاحبار کے مطابق ۷۲ مرد و عورتیں، ایک قول کے مطابق دس تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام سال بھر سوائے دو عیدین کے روزے رکھا کرتے تھے۔ ایک قول کے مطابق جس وقت حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے ان کی عمر مبارک ۶۰۰ سال تھی، اور طوفان کے بعد ۳۵۰ سال زندہ رہے لیکن یہ قول محل نظر ہے اس لیے کہ قرآنی آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان سے پہلے اپنی قوم میں ۹۵۰ سال رہے پھر ان کی قوم کو طوفان نے آلیا، بعد طوفان کے کتنا عرصہ حیات رہے اس بارے میں اللہ ﷻ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہاں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق ۳۸۰ سال طوفان سے پہلے اور بعد طوفان کے ۳۵۰ سال حیات رہے۔ ایک مرسل روایت کے مطابق ان کی قبر انور مسجد حرام میں ہے اور یہ قول کئی متاخرین سے ثابت ترین قول ہے۔

(البدایة والنہایة، باب قصة النوح، ج ۱، ص ۱۲۵)

مشیت و رضا کا فرق:

۱..... قرآن مجید میں اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں جہاں مشیت کا بیان ہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ نَشَاءُ اللَّهُ لَجْمَعَهُمْ عَلَى الْهَدْيِ وَاللَّهُ جَاهِلٌ بِمَا تَوَاصَلُوا﴾۔ یہاں چاہتا یعنی ارادہ کرنا ہے، نہ کہ بمعنی پسند کرنا، پسند کرنے کو رضا کہتے ہیں، خیال رہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کے ارادے سے ہو رہا مگر اللہ صرف نیکیوں پر راضی ہے نہ کہ بُرائیوں سے، لہذا آیت مقدسہ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

(نور العرفان، حاشیہ نمبر ۶)

ایک مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ﴾ مگر اللہ جو چاہے کرے (القدر: ۲۰۳)۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ خیر و شر، ایمان و کفر وغیرہ حوادث اللہ کی مشیت کے تابع ہیں، اور اس میں معتزلہ فرقے کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ امام غزالی اپنی شرح ”الضار النافع“ میں لکھتے ہیں: وہی ہے جس سے خیر و شر، نفع و نقصان، اور ہر چیز اسی رب کائنات کی جانب منسوب کی جاتی ہے، جو کہ فرشتوں، انسانوں، جنوں، جمادات، باد اسطر یا بلا واسطہ منسوب کی جاتی ہیں۔ پس بندے کو گمان نہیں کرنا چاہیے کہ زہر نے قتل کر دیا یا فلاں نے خود کو نقصان پہنچایا اور بیشک کھانا فرہ کرتا ہے اور نفع دیتا ہے اور بیشک فرشتے، انسان، شیطان اور دیگر مخلوقات چہ جائے کہ ستارے ہوں یا دیگر خیر و شر یا نفع نقصان اپنی جانب سے پہنچاتے ہیں بلکہ ایسا ہے کہ سارے عالم کا ایک نظام ہے جو اللہ کی مشیت پر منحصر ہے اور اسی میں قدرت ازلیہ جیسے قلم کی جانب نسبت کر دی جاتی ہے یا کتاب کی جانب اضافت کر دی جاتی ہے، اسی طرح جب بادشاہ کسی کو عزت دے یا سزا سنائے تو ایسا نہیں کہ قلم نے نفع یا نقصان پہنچایا بلکہ قلم تقدیر نے اس کے لئے یہی لکھا تھا اور اسی کی مثل

سارے واسطے اور اسباب کا حال ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مساکین کو کھانا کھلا رہے تھے تو ابو جہل نے دیکھ کر کہا: اے ابو بکر! کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ انہیں کھانا کھلانے پر قادر ہے؟ بولے: ہاں! بولا: پھر کیوں نہیں کھلاتا؟ حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے ایک قوم کو فقرا اور ایک کو فنی کر دیتا ہے، فقرا کو صبر اور اغنیاء کو خرچ کرنے کی تعلیم فرماتا ہے۔ ابو جہل بولا: خدا کی قسم! تم ہی گمراہی میں ہو۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ انہیں کھلانے پر قادر ہے اور انہیں کھلاتا اور تم انہیں کھلاتے ہو؟ اس پر یہ آیت ﴿لَا مَنَّا مِنَّا﴾ اعطی و اتقى و صدق بالحسنی تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھے کو حج مانا (اللہ: ۶۱۰) ﴿

اغراض:

ای لمر المدکور: سے اس وہم کا دور کرنا مقصود ہے کہ ضمیر عائد تثنیہ کی ہونی چاہیے کیونکہ دو چیزوں ”نخیل و اعنب“ کا ذکر ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مذکورہ حکم کے ایک ہونے کے اعتبار سے مفرد ضمیر لائے۔

ای لم تعمل الثمر: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿وما﴾ میں ”ما“ تانیہ ہے، معنی یہ ہے کہ پھلوں کی ایجاد کا قائل حقیقی اللہ ہی ہے، جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ما کان لکم ان تنبتوا شجرہا﴾ یہاں ”ما“ موصولہ ہونا صحیح ہے یعنی جو ان کے ہاتھوں نے اس حوالے سے عمل کیا، یا ”ما“ مکرہ موصوفہ یا مصدر یہ ہے مراد ان کے ہاتھوں کا کام ہے اور ہاتھوں کے کام سے مراد کسب کرنا ہے۔ الغریبہ: یعنی آسانی و زمین عجائب و غرائب اور ہر وہ جس کا ہم عادتاً مشاہدہ نہیں کرتے۔

داخلون فی الظلام: نشانوں کے ظاہر ہونے کے بعد بھی جو اندھیرے میں رہے وہ ظلمت میں رہنے والی قوم ہے اور جو ان نشانوں سے اجالا حاصل کر لے وہ یقیناً اجالے میں ہیں۔ ای کعود المشاریح: جمع شموخ ہے، مراد کھجور کے شگوفوں کا لسا ہونا ہے۔ فانسہ یسرق و یقفوس و یصفر: کھجور کی ٹہنی ہے جب وہ پرانی ہو جاتی ہے تو پہلی بصورت کمان ہو جاتی نیز زرد پڑ جاتی ہے، اور قر (چاند) میں بھی تینوں چیزیں پائی جاتی ہیں اسی لئے کھجور کی ٹہنی سے مشابہت دی گئی۔ والنجوم: سورج و چاند کے ساتھ ستاروں پر بھی دلالت کرنا مقصود ہے۔

نزلوا منزل العلاء: جمع کی ضمیر کے ساتھ سب ہی کو بیان کر دیا گیا کیونکہ یہ سب اپنے مدار میں تیرتے ہیں اور ان کی یہ صفت بمنزل عاقل ہے۔

المملوء: یعنی حضرت نوح رضی اللہ عنہ کے سفینے کے تین طبقات تھے، نچلے میں درندے، درمیانے میں چوپائے، اور اُپری حصے میں آدمی و پرندے۔ کعبیر کم: مراد موٹین ہیں۔

وہو ما عملوہ: یہ ﴿مشلہ﴾ کی تفسیر میں بیان کئے جانے والے تین اقوال میں سے ایک قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے اونٹ پر سواری کی اور تیسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے کسی بھی چوپائے پر سواری کی تھی۔

بتعلیم اللہ: اس وہم کو دور کرنا مقصود ہے جو یہاں پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی عادت مبارکہ یہ ہے کہ بندوں کی جانب کسی صفت کی اضافت فرماتا ہے حالانکہ ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے لیکن یہاں اپنی جانب نسبت فرمائی کیوں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ ہدایت و تعلیم اللہ ہی کی جانب سے ملتی ہے اور اس کی اضافت مخلوق کی جانب کر دی جاتی ہے اور اس لئے کہ نوح کا سفینہ اگرچہ کسی بھی قسم کا سفینہ ہو لیکن اللہ کی تعلیم و الہام کی وجہ سے بنایا گیا ہے اس لئے اللہ نے نسبت اپنی جانب فرمائی۔

من عذاب الاخرة: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جس طرح ”خلف“ کا استعمال مطلق ماضی کے لئے ہوتا ہے بالکل اسی

طرح مطلق آنے والے زمانے کے لئے بھی ہوتا ہے پس اس طرح یہ لفظ اپنی ضد کو جمع کرتا ہے، پس اس صورت میں ہم "خلف" کو اس معنی میں لیں گے کہ جو معاملہ ہماری عدم موجودگی میں ہوا۔

اعرضوا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ جو اب شرط محذوف ہے جس پر اللہ کا فرمان: ﴿وَمَا قَاتِبِهِمْ مِنْ آيَةٍ﴾ دلالت کر رہا ہے۔ فی معتقد کم: مراد مومنین فقراء ہیں نہ کہ اغنیاء کفار کیونکہ وہ تو صالح حقیقی کا ہی انکار کرتے تھے جیسا کہ تم جانتے ہو۔

فی قولکم لنا ذلک: اس جملے سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ متذکرہ کلام کافروں کا مومنین کے لئے ہے، جس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ مسلمان مساکین کو کھانا کھلاتے تھے، ابو جہل نے ان سے کہا: اے ابو بکر! کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ انہیں کھلانے پر قادر ہے؟ ابو بکر ؓ نے جواب دیا: ہاں! ابو جہل نے کہا: تو پھر کیوں نہیں کھلاتا؟ ابو بکر ؓ نے جواب دیا: اللہ کسی قوم کو فقر میں مبتلا فرماتا ہے، اور کسی کو فخریٰ کرتا ہے، اور فقراء کو روزے رکھنے اور اغنیاء کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہے، ابو جہل نے کہا: اللہ کی قسم اے ابو بکر تو گمراہی میں ہے معاذ اللہ، کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ ان سب کو کھلانے پر قادر ہے اور وہ کھلاتا نہیں ہے، اور تو انہیں کھلاتا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ کلام مومنین کا کفار کے لئے ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ کلام اللہ کا مقصود کافروں کی تردید کرنا ہے۔ ای یوصوا: سے مراد ان کی اولاد و مال ہیں۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۹۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿وَنفَخَ فِي الصُّورِ﴾ هُوَ قَرْنُ النَّفْخَةِ الثَّانِيَةِ لِيُبْعَثَ وَيُبْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ سَنَةً ﴿فَإِذَا هُمُ الْمَقْبُورُونَ﴾ ﴿مِنَ الْأَجْدَاثِ الَّتِي رَبَّهُمْ يَنْسَلُونَ﴾ ﴿يَخْرُجُونَ بَسْرَعَةٍ﴾ ﴿قَالُوا﴾ آيَ الْكُفَّارِ مِنْهُمْ، وَيَا لَيْتَنِيهِ ﴿يُؤْيَلِنَا﴾ هَلَاكَنَا وَهُوَ مَقْدَرٌ لَا فِعْلَ لَهُ مِنَ لَفْظِهِ ﴿مِنْ﴾ ۲ بَعَثْنَا مِنْ مَرَقْدَانَا سَكَنَةً ﴿لَا نُهُمْ كَانُوا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ نَائِمِينَ لَمْ يُعَدِّبُوا﴾ هَذَا ﴿آيَ الْبَيْتِ﴾ مَا ﴿آيَ الَّذِي﴾ وَعَدَّ بِهَذَا ﴿الزَّحْمَنِ وَصَدَقَ﴾ فِيهِ ﴿الْمُرْسَلُونَ﴾ (۵۲) ﴿أَقْرَأُوا حِينَ لَا يَنْفَعُهُمُ الْإِقْرَارُ وَقِيلَ لِيَقَالَ لَهُمْ ذَلِكَ﴾ ﴿أَنْ﴾ مَا ﴿كَانَتْ﴾ إِلَّا صِيحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا ﴿عِنْدَنَا﴾ مُحَضَّرُونَ (۳۵) ﴿فَالْيَوْمَ لَا تَنْظُمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تَجْزُونَ إِلَّا﴾ جِزَاءً ﴿مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (۵۳) ﴿أَنْ﴾ اصْحَابُ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ ﴿بِسُكُونِ الْغَيْنِ وَضَمِّهَا عَمَّا فِيهِ أَهْلُ النَّارِ مِمَّا يَلْتَدُونَ بِه كَاتِبَتُضَاضِ الْأَنْكَارِ لَا شُغْلٌ يَتَّبِعُونَ فِيهِ لِأَنَّ الْجَنَّةَ لَا نَصَبَ فِيهَا﴾ ﴿فَكِهُونَ﴾ (۵۵) ﴿نَاعِمُونَ خَيْرٌ ثَانٍ لِأَنَّ وَالْأَوَّلِ فِي شُغْلٍ﴾ ﴿هُمْ﴾ مُبْتَدَاءٌ ﴿وَأَزْوَاجِهِمْ فِي ظِلٍّ﴾ جَمْعُ ظِلَّةٍ أَوْ ظِلِّ خَيْرٌ آيَ لَا تُضِيهِمُ الشَّمْسُ ﴿عَلَى الْأَرَائِكِ﴾ جَمْعُ أَرِيكَةٍ وَهِيَ السَّرِيرُ فِي الْحَجَلَةِ أَوْ الْفَرْشِ فِيهَا ﴿مَتَكُونُونَ﴾ (۵۶) ﴿خَيْرٌ ثَانٍ مُتَعَلِّقٌ عَلَى﴾ ﴿لَهُمْ فِيهَا فَكَيْتَةٌ وَلَهُمْ﴾ فِيهَا ﴿مَا﴾ يَدْعُونَ (۵۷) ﴿يَتَمَنُّونَ﴾ ﴿سَلَامٌ﴾ مُبْتَدَاءٌ ﴿قَوْلًا﴾ آيَ بِالْقَوْلِ خَيْرَةٌ ﴿مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ﴾ (۵۸) ﴿بِهِمْ﴾ آيَ يَقُولُ لَهُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ﴿و﴾ يَقُولُ ﴿أَمَّا زَوْا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمَجْرُمُونَ﴾ (۵۹) ﴿آيَ انْفِرُوا عَنِ الْمُؤْمِنِينَ عِنْدَ اخْتِلَاطِهِمْ بِهِمْ﴾ ﴿الْمُاعْهَدِ الْيَكْمِ﴾ ﴿أَمْرُكُمْ﴾ ﴿بِسَبِيٍّ أَدَمٍ﴾ ﴿عَلَى لِسَانِ رُسُلِي﴾ ﴿إِنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ﴾ لَا تَطِيعُوهُ ﴿إِنَّهُ﴾ لَكُمْ عَدُوٌّ مبین ﴿مَنْ﴾ ﴿أَتَى الْقُدُورَ﴾ ﴿وَأَنْ﴾ ﴿عَبَدُوا﴾ ﴿وَأَطِيعُوا﴾ ﴿وَأَطِيعُوا﴾ ﴿هَذَا﴾ صِرَاطٌ ﴿طَرِيقٌ﴾ مَسْتَقِيمٌ

(۶۱) وَلَقَدْ اضل منكم جبلاً ﴿عَمَلًا﴾ جَمْعُ جَبَلٍ كَقَدِيمٍ وَلِي قِرَالَةٍ بِضَمِّ الْهَاءِ ﴿كثيْرًا﴾ اَلْبَلْمُ تَكُونُوا
 تَعْلُونَ ﴿۶۲﴾ عَدَاوَتُهُ وَاضْلَالُهُ اَوْ مَا سَجَلَ بِهِمْ مِنَ الْعَذَابِ فَيُؤْمِنُونَ وَيُقَالُ لَهُمْ لِي الْاٰخِرَةَ ﴿هَذِهِ﴾ جَهَنَّمَ
 الَّتِي كُنْتُمْ تُوْعَدُونَ ﴿۶۳﴾ اَصْلُهَا الْيَوْمُ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۶۴﴾ بِهَا ﴿الْيَوْمَ﴾ نَحْتَمُ عَلٰى الْوَاهِمِ ﴿اَيَ الْكُفَّارِ﴾
 لِقَوْلِهِمْ وَاللّٰهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿وَتَكَلَّمْنَا اَيْدِيَهُمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ﴾ وَغَيْرُهَا ﴿بِمَا﴾ كَانُوا
 يَكْسِبُونَ ﴿۶۵﴾ وَكُلُّ عَضْوٍ يَنْطِقُ بِمَا صَدَرَ مِنْهُ ﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلٰى اَعْيُنِهِمْ﴾ لَا غَمِيْنَاهَا
 طَمَسًا ﴿فَاسْتَبَقُوا﴾ اِسْتَدْرُوا ﴿الصِّرَاطِ﴾ الطَّرِيْقَ ذَاهِبِيْنَ كَعَادَتِهِمْ ﴿لِنَاسٍ﴾ فَكَيْفَ
 يُبْضِرُونَ ﴿۶۶﴾ جِنْيِدُ اَيَ لَا يُبْصِرُونَ ﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ﴾ قِرْدَةً وَخَنَازِيْرًا اَوْ حِجَارَةً ﴿عَلٰى﴾
 مَكَانَتِهِمْ ﴿وَلِي قِرَالَةٍ﴾ مَكَانَاتِهِمْ جَمْعُ مَكَانَةٍ بِمَعْنَى مَكَانٍ اَيَ لِي مَنَازِلِهِمْ ﴿فَمَا اسْتَطَاعُوا مَضِيًّا وَلَا
 يَرْجِعُونَ﴾ ﴿۶۷﴾ اَيَ لَمْ يَقْدِرُوا عَلٰى ذِهَابٍ وَلَا مَجِيٍّ ۝

﴿ترجمہ﴾

اور پھونکا جائے گا صور.....!..... (یہ نعرہ ثانیہ مردوں کے اٹھانے کے لیے ہوگا اور دونوں نعروں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا
) جیسی وہ (جو قبروں میں ہیں) قبروں سے (الاجداث بمعنی القبور ہے) اپنے رب کی طرف تیزی سے نکلیں گے (سنسلون بمعنی
 یخرجون بسرعة کے ہے، ان میں سے جو کافر ہیں) کہیں گے ہائے ہماری ہلاکت (یا تنبیہ کے لیے ہے، وہ بلنا بمعنی ہلاکتا ہے
 ، یہ مصدر ہے اس لفظ سے اس کا فعل نہیں آتا) کس نے ہمیں سوتے سے جگا دیا.....!..... (یہ اس لیے کہیں گے کہ وہ دونوں نعروں کی درمیانی
 مدت میں سوتے رہے ہونگے اور اس مدت میں انہیں عذاب نہیں دیا گیا ہوگا) یہ ہے (مردوں کا اٹھایا جاتا) جس کا (ما بمعنی الذی ہے
) رحمن نے وعدہ دیا تھا (بہ ضمیر مجرور جو کہ ضمیر عائد ہے، محذوف ہے) اور رسولوں نے (اس بارے میں) حق فرمایا (وہ اب اقرار
 کر لیں گے لیکن اس وقت کا اقرار انہیں کچھ نفع نہ دے گا اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے یہ بات کہی جائیگی) وہ تو نہ ہوگی (ان بمعنی مانا
 فیہ ہے) مگر ایک چنگھاڑ جیسی وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر ہو جائیں گے (لہذا بمعنی عندنا ہے) تو آج کسی جان پر کچھ ظلم نہ
 ہوگا اور تمہیں بدلہ نہ ملے گا مگر (بدلہ) تمہارے کئے کا.....!..... بیشک جنت والے آج دل کے بہلاؤں میں ہیں (ان تکالیف سے
 دور ہیں جن میں جہنمی جتلا ہیں نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں جیسے باکرہ عورتوں کے پاس جانا.....!..... اور وہاں کوئی ایسا مشغلہ نہ
 ہوگا جس سے جنتیوں کو تنگ ہو کیونکہ جنت میں تنگن نہ ہوگی) چین کرتے ہیں (لکھون بمعنی ناعمون ہے، یہ لان کی خبر ثانی ہے جبکہ
 خبر اول فی شغل ہے) وہ (ہم ضمیر مبتدا ہے) اور ان کی پیہاں سایوں میں ہیں (فی ظلل خبر ہے، ”ظلل“ ظلہ یا ظل کی جمع ہے
 یعنی جنتیوں کو دھوپ نہیں پہنچے گی) تختوں پر (”ارالک“ اریکۃ کی جمع ہے اریکۃ گنبد بر مطلق یا زمین لگے تخت کو کہتے ہیں) تکیہ
 لگائے (یہ مبتدا کی خبر ثانی ہے، اور یہ علی الارالک کے متعلق ہے) ان کے لیے (اس میں) میوہ ہے اور ان کے لیے ہے (اس
 میں) جو مانگیں (یعنی جس کی وہ تمنا کریں) ان پر سلام ہوگا.....!..... (مسلم مبتدا ہے) فرمایا ہوا (قولا حرف یاء کے حذف کی وجہ
 سے منصوب ہے دراصل بالقول ہے) مہربان کا (ان لوگوں پر، من رب رحیم یہ مبتدا کی خبر ہے معنی یہ ہے کہ اللہ عظیم ان سے فرما
 بیگا تم پر سلامتی ہو) اور (فرمایا آج الگ پھٹ اے مجرموں.....!.....) ان کے مسلمانوں کے ساتھ مخلط ہونے کے وقت کہا جائیگا تم
 لوگ مسلمانوں سے الگ ہو جاؤ اے اولاد آدم ایک میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا (تمہیں حکم نہ دیا تھا اپنے رسولوں کی زبانی) کہ شیطان

کو نہ پوجنا (اس کی فرمانبرداری نہ کرنا..... کے.....) بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (اس کی عداوت ظاہر ہے) اور میری بندگی کرنا (مجھے ایک ماننا اور میری اطاعت کرنا) یہ سیدھی راہ ہے (صراطِ بمعنی طریقی ہے) اور بیشک اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو بہکا دیا ("جبلہ" جبیل بروزن قدیم کی جمع ہے بمعنی خلقاء، اور ایک قرأت میں یہ یاہ مضمومہ کے ساتھ ہے) تو کیا تم عقل..... نہ رکھتے تھے (اس کی دشمنی اور اس کے گمراہ کرنے کی یا ان پر نازل ہونے والے عذاب کی کہ ایمان لے آتے اور آخرت میں ان سے کہا جائیگا) یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ تھا (بہا ضمیر عائد مع حرف جر محذوف ہے) آج اسی میں جاؤ بدلہ اپنے کفر کا آج ہم ان کے منہوں پر (یعنی کفار کے منہوں پر) مہر کر دیں گے (ان کے قول ﴿وَاللّٰهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ اے اللہ ہمارے رب ہم مشرک نہ تھے﴾ کے سبب) اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں (وغیرہ) ان کے کئے کی گواہی دیں گے (پس ہر عضو اس گناہ کی خبر دے گا جو اس سے صادر کیا گیا تھا.....) اور اگر ہم ان کی آنکھیں مٹا دیتے (یعنی ان کی آنکھیں مٹا کر اندھا کر دیتے) پھر لپک کر رستے کی طرف جاتے (استبقوا بمعنی ابتدا ہے، الصراط بمعنی الطریق ہے یعنی وہ جس رستے کی طرف جاتے) تو (اس وقت) انہیں کیسے سوچتا (اسی بمعنی کیف ہے) یعنی وہ دیکھ نہیں سکتے اور اگر ہم چاہتے تو انہیں سب کر دیتے (بندر، خنزیر یا پتھر کی صورت میں) ان کے بیٹھے (علی مکانہم بمعنی فی متنازلہم ہے، ایک قرأت میں مکانہم کو مکانا تہم پڑھا گیا ہے یہ مکان کی جمع ہے بمعنی مکان ہے) تو نہ آگے بڑھ سکتے نہ پیچھے لوٹتے (یعنی وہ کہیں آنے جانے کی طاقت نہ پاتے)۔

﴿قر گیب﴾

﴿وَنَفَخَ فِي الصُّورِ فَاذَّاهِبٌ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝﴾

و: متانفہ، نفخ فی الصور: فعل بانائب الفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ہم مبتداء، من الاجدات: ظرف لغو اول، الی ربہم: ظرف لغو ثانی، ینسلون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مِنْ بَعثْتَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمَرْسَلُوْنَ ۝﴾

قالوا: قول، یویلنا: نداء، من: استفہامیہ مبتداء، بعثتا: فعل بافاعل، من مرقدنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقول، ملکر جملہ قولیہ، هذا مبتداء، ما: موصولہ، وعد الرحمن، و: عاطفہ، صدق المرسلون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اِنْ كَانَتْ الْاٰصْحٰبَةُ وَاٰدَةُ حَصْرٍ، صٰحِبَةٌ وَّاحِدَةٌ: خَبْرٌ، مَلِكٌ جَمَلَةٌ اَسْمِيَّةٌ، ف: عَاطِفَةٌ، اِذَا: فِجَائِيَّةٌ، هَمَّ مَبْتَدَا، جَمِيعٌ: خَبْرٌ

اول، ولدینا: ظرف لغو، محضرون: اسم مفعول بانائب الفاعل، ملکر شبہ جملہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فَالْيَوْمِ لَا تَظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تَجْزُوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

ف: متانفہ، الیوم: ظرف مقدم، لا تظلم نفس: فعل نفی مجہول ونائب الفاعل، شئاً: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تجزون: فعل نفی مجہول بانائب الفاعل، الا: اداة حصر، ما كنتم تعملون: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اِنْ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ الْيَوْمِ لِيَشْغَلْنَ فِكْهُوْنَ ۝ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِی ظُلُلٍ عَلٰی الْاَرَاٰكِ مِتْكَوْنُوْنَ ۝﴾

ان: حرف مشبہ، اصحاب الجنة: ذوالحال، الیوم: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر اسم، فی شغل: ظرف مستقر خبر اول، فکھون: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، ہم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ازواجہم: معطوف، ملکر مبتداء، فی ظلل: ظرف مستقر خبر اول، علی الاراک: ملکر جملہ اسمیہ۔

متکون: شبہ جملہ خبریاتی، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿لہم فیہا لفاکھۃ ولہم ما یدعون﴾

لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، فیہا: ظرف مستقر حال مقدم، لفاکھۃ: ذوالحال، مگر مبتدأ مؤخر، مگر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، ما یدعون: موصول صلہ، مگر مبتدأ مؤخر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿سلم قولاً من رب رحیم﴾

سلم: مبتدأ، قولاً: موصوف، من رب رحیم: ظرف مستقر صفت، مگر فعل محذوف "یقال لہم" کیلئے مفعول، مگر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿وامتازوا لیوم ایہا المجرمون﴾ الم اعهد الیکم بینی ادم ان لا تعبدوا الشیطن﴾

و: عاطفہ، امتازو: فعل امر بافاعل، الیوم: ظرف، مگر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ایہا المجرمون: نداء، مگر جملہ ندائیہ ہو کر قول محذوف "یقول اللہ لہم" کیلئے مقولہ، مگر جملہ قولیہ، ہمزہ حرف استفہام، لم اعهد: فعل نئی بافاعل، الیکم: ظرف لغو، ان: مصدر یہ، لا تعبدوا الشیطن: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، مگر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، بینی ادم: نداء، مگر جملہ ندائیہ قول محذوف "یقول اللہ لہم" کیلئے مقولہ، مگر جملہ قولیہ۔

﴿انہ لکم عدو مبین﴾ وان اعبدونی هذا صراط مستقیم﴾

انہ: حرف مشبہ و اسم، لکم عدو: شبہ جملہ موصوف، مبین: صفت، مگر خبر، مگر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان: مصدر یہ، اعبدونی: جملہ فعلیہ بتاویل ما ثل "ان تعبدوا الشیطن" پر معطوف ہے، هذا: مبتدأ، صراط مستقیم: خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح واغراض﴾

صور کے اثر سے محفوظ رہنے والے دس مستثنیات:

۱..... ہم نے طلباء کی سہولت کے لئے کئی مقامات پر صور پھونکنے جانے کے حوالے سے کلام کیا ہے، چنانچہ عطائین جلد ۲، صفحہ نمبر ۱۲۸، عطائین، جلد ۳، ص ۲۷۳ پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ یہاں حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے تحت ان دس مستثنیات کا بیان کرتے ہیں کہ جن کے تحت محدثین و مفسرین دو دیگر اہل علم نے دس اقسام کے لوگوں کو صور کے اثر سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿ونفع فی الصور فصعق من فی السموت ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفع فیہ اخوی فاذا ہم قیام ینظرون﴾ (الزمر: ۶۸)۔ صورتی بار پھونکا جائے گا اس کا ذکر متذکرہ آیت کے تحت دو مرتبہ ہے۔ جمہور علماء و محققین کا اس کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے کہ صورتی بار پھونکا جائے گا؟ شیخ ابن حزم نے چار مرتبہ کا ذکر کیا ہے لیکن حافظ سیوطی، ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے اس قول کی تردید کی ہے۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب صور پھونکا جائے گا تو لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، پس میں وہ پہلا شخص ہونگا جو اس کے اثر سے محفوظ کھڑا ہونگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش الہی کو تھامے ہوئے ہونگے اور میں نہیں جانتا کہ وہ محفوظ رہے یا نہیں۔"

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: نفع فی الصور، رقم: ۶۵۱۷، ص ۱۱۲۹)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی نے دس مستثنیات ذکر فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۲:۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے جس پر بعض نے اشکال پیش کیا ہے، اور امام ہناد نے "التذکرۃ" میں حضرت سعید

بن جبریلؑ کی حدیث کے تحت مراد شہداء ہیں۔ (ماہر فن حدیث کا اس بارے میں کچھ اختلاف ہے، کہ آیا اس حدیث کی سند حضرت سعید بن جبیرؓ تک صحیح ہے یا نہیں۔)

(۳)..... متذکرہ استثناء سے حضرات انبیائے کرام مراد ہیں، امام بیہقی کا میلان اسی جانب ہے۔ انہوں نے کہا کہ جائز ہے کہ اس سے مراد حضرت موسیٰؑ ہوں، انہوں نے کہا کہ میری توجیہ یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام شہداء کی مانند اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ پس جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو تمام انبیائے کرام اور شہداء بے ہوش ہو جائیں گے اور یہ ان کے حق میں مکمل موت نہیں ہوگی صرف ان کے حواس معطل ہو جائیں گے، اور ان کا شعور کام کرنا چھوڑ دیکے گا اور ہمارے نبی کریمؐ نے اس کو جائز قرار دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰؑ کو بیہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا ہو، اور اگر حضرت موسیٰؑ کو ان میں سے بیہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا ہو اور حضرت موسیٰؑ ان میں سے ہوں جن کو اللہ ﷻ نے بیہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا ہے تو پھر ان کے حواس اور شعور برقرار رہیں گے، اور طور پر تجلی کے وقت جو وہ بے ہوش ہو گئے تھے اسی بے ہوشی کو اس بے ہوشی کے قائم مقام کر دیا ہو، پھر امام بیہقی نے شہداء کے متعلق سعید بن جبیرؓ کا اثر ذکر کیا ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی کریمؐ نے حضرت جبرائیلؑ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ ﷻ نے بیہوش کرنا نہیں چاہا تو حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ اس سے مراد شہداء ہیں، اس حدیث کی سند کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور امام جریر طبری نے بھی اس کو راجح قرار دیا ہے۔

(۴)..... سحی بن سلام نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو لوگ آخر میں بچ جائیں گے وہ حضرت جبرائیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، اور ملک الموتؑ ہوں گے۔ پھر اول الذکر تین حضرات فوت ہو جائیں گے، پھر اللہ حضرت ملک الموتؑ سے فرمائے گا کہ تم بھی فوت ہو جاؤ اور وہ بھی فوت ہو جائیں گے، میں کہتا ہوں کہ اس کی مثل حدیث امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے روایت کی ہے اور امام ابن مردویہ نے بھی اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اللہ نے جبرائیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، اور ملک الموتؑ تین کا استثناء کیا ہے، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، اور امام ابن جریر اور امام ابن مردویہ نے اس کو ایک اور سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ابن جریر نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس سے سحی بن سلام کی مثل روایت کیا ہے اور امام ابن جریر نے اس کو سعید بن مسیبؓ سے بھی روایت کیا ہے کہ اس مستثنیٰ افراد میں حاملین عرش نہیں ہیں کیونکہ وہ آسمانوں کے اوپر ہیں اور آیت میں زمینوں اور آسمانوں کے لوگوں کا استثناء ہے۔

(۵)..... آسمانوں اور زمینوں کے لوگ بیہوش ہونگے اور حاملین عرش ان میں داخل نہیں ہیں، جیسا کہ ماقبل ذکر ہوا۔

(۶)..... رسل ملائکہ اربعہ اور حاملین عرش بیہوش نہیں ہوں گے، حضرت ابو ہریرہؓ کی طویل حدیث اس پر شاہد ہے اور معروف و مشہور بھی ہے، اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے، اس حدیث کی سند ضعیف اور مضطرب ہے۔ کعب الاحبار سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور انہوں نے کہا وہ بارہ افراد ہیں، اس کو امام بیہقی اور ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے مقطوعاً روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(۷)..... امام ابن جریر نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت انسؓ اور قتادہ سے روایت کیا ہے کہ صرف حضرت موسیٰؑ مستثنیٰ ہیں اور امام ثعلبی نے اس حدیث کو حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے۔

(۸)..... بیہوش ہونے سے جنت کے غلمان اور بڑی آنکھوں والی حوریں مستثنیٰ ہیں۔

(۹)..... جنت کے حور و غلمان اور جنت دوزخ کے خازن اور دوزخ کے سانپ، بچھو مستثنیٰ ہیں، اور اس قول کو امام ثعلبی نے ضحاک بن

مزاحم سے روایت کیا ہے۔

(۱۰)..... محمد بن حزم نے السلسل والعلل میں حزم کے ساتھ کہا ہے کہ تمام ملائکہ بیہوش ہونے سے محفوظ رہیں گے، انہوں نے کہا کہ ملائکہ خود ارواح ہیں، ان میں اور روحیں داخل نہیں ہیں لہذا ان پر بالکل موت نہیں آئے گی۔

امام ابن جریر نے سند صحیح کے ساتھ قتادہ سے روایت کیا ہے کہ بیہوش ہونے سے صرف اللہ کی ذات مستثنیٰ ہے ورنہ ہر شخص کو اللہ نے موت کا ذائقہ چکھانا ہے، اور اس کو ایک مستقل قول بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ اہل نظر نے ان اقوال میں سے اکثر کو ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ اس آیت میں بیہوش ہونے سے ان لوگوں کا اشتہاء فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں رہتے ہیں اور ان میں سے اکثر آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والے ہیں کیونکہ عرش آسمان کے اوپر ہے سو حاملین عرش ان میں رہنے والے نہیں، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام عرش کے گرد صف باندھنے والوں میں سے ہیں، اور جنت آسمانوں کے اوپر ہے اور جنت و دوزخ منفرد عالم ہیں جن کو باقی اقامت و دائم رکھنے کے لئے تخلیق کیا گیا ہے، یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مستثنیٰ لوگ فرشتوں کے غیر ہیں، کیونکہ امام عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت لقیط بن عامر سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں آپ کا ارشاد ہے: ”تم زمین پر ٹھہرو گے جب تک ٹھہرو گے، پھر ایک ہولناک حج بھیجی جائے گی، سو تمہارے معبود کی قسم! وہ حج زمین کے ہر شخص پر موت طاری کر دے گی حتیٰ کہ وہ فرشتے بھی مر جائیں گے جو تمہارے رب کے ساتھ ہیں۔“ (فتح الباری، کتاب الرقاق، باب: نفع الصور، رقم: ۶۵۱۷، ج ۱۱، ص ۴۵۱)

کافروں کا اپنی خواہگاہوں سے اٹھنا:

ع..... اللہ کا فرمان: ﴿فَالْتَوُوا إِلَيْنَا وَإِنَّا لَبِئْسَ لِمَنْ يَكْفُرُ بَعَثْنَا مَقَلَدًا.....﴾ الخ کہیں گے ہمارے خرابی کس نے زمین سونے سے جگایا (سورہ: ۵۷)۔ یہ قول مشرکین کا ہوگا۔ جب قبروں سے اٹھانے کے لئے صور بھونکا جائے گا تا کہ قیامت قائم کی جائے اور کافروں کی روحیں ان کے جسموں کی جانب پھیر دی جائیں گی، اور یہ سرے کے بعد طویل عرصہ ہو جائے پھر ہوگا، ایک قول یہ بھی آیا ہے کہ یہ فرشتوں کے مابین ہوگی۔

ع..... قتادہ کہتے ہیں کہ متذکرہ آیت ان کے قابل مگر اہل لوگ ہوسکتے۔

ع..... ابن عباس کہتے ہیں کہ کافر یہ قول اس لئے کہیں گے کہ دو فرشتوں کے مابین ان سے عذاب دور کر دیا جائے گا، اور دوسرے فرشتے کے بعد جنت میں اٹھایا جائے گا تو انہیں خوف قیامت و امن گیر ہوگا، پس اسی وجہ سے وہ نالان ہوسکتے۔ دو فرشتوں کے مابین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے روایت کے مطابق چالیس دن اچالیس ماہ یا چالیس سال کا عرصہ گزرنے کا ہے۔ (الفتح، ج ۴، ص ۱۰)

اللہ جل جلالہ کے فضل سے نہ ہونے والی عبادت پر بھی ثواب ملتا:

ع..... اللہ جل جلالہ کے اس مقام پر واضح بیان فرمادیا کہ کسی پرچھ علم نہ ہوگا، نہ مومن پر اور نہ ہی کافر پر، اس طور پر آیت میں موم پایا جا رہا ہے۔ آیت کے دوسرے حصے میں یہ بیان ہے کہ انسان کو صرف اسی عمل کی جزا (ثواب) ملے گا جو اس نے کیا، تاہم مسرین کرام کہتے ہیں کہ یہ لفظ کفار کے ساتھ خاص ہے کیونکہ کفار کو اپنی کاموں کی جزا دی جائے گی جو انہوں نے کئے ہیں اور یہی ان کے ساتھ عدل کرنا ہے، جب کہ مومنین پر فضل و انعام فرماتا ہے اور ان کاموں کی بھی جزا دے گا جو انہوں نے کئے۔

ہم کہتے ہیں کہ کافروں کو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں ان کے اچھے کاموں کا بدلہ دے دیتا ہے، اور مومنین کو اپنے فضل سے اضافہ کر کے بھی دیتا ہے اور بعض ان کاموں کا بھی اجر دیتا ہے جو انہوں نے نہیں کئے ہونے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ الْفِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے اور ضرور انہیں ان کا اجر دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہوں (النحل: ۹۷)۔

☆..... حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو جو عمل وہ تندرستی اور اقامت میں کرتا ہے وہ عمل بھی اس کے لئے لکھا جاتا ہے۔“ (صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب: ما یکتب للمسافر، رقم: ۲۹۹۶، ص ۴۹۰)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی بندہ کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ اس کے محافظ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کی بُرائی نہ لکھو اور یہ جو نیکی کرے اس کے عوض دس نیکیاں لکھو اور صحت کی حالت میں جو نیکی کرتا تھا اسے بھی لکھو اگرچہ بیماری میں نہیں کر سکا۔“ (مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب: ما یجری علی المریض، رقم: ۳۸۱۳، ج ۲، ص ۲۲)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جب میں اپنے کسی مومن بندے کو، کسی مرض میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ میری آزمائش پر میری حمد کرتا ہے تو میں فرشتوں سے کہتا ہوں کہ تم اس کی صحت کے ایام میں اس کا جو اجر لکھتے وہی لکھتے رہو۔“

(المعجم الكبير، عن شداد بن اوس، رقم: ۷۱۳۶، ج ۷، ص ۲۷۹)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ جس بندہ کو بھی کسی مرض میں مبتلا کرتا ہے تو اس کے صحیفہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس شخص نے جو بُرا عمل کیا ہے وہ نہ لکھو اور جو نیک کام کیا ہے تو اس گنا لکھو، اور صحت کے ایام میں یہ شخص جو نیک عمل کرتا تھا اس کو حسب دستور لکھتے رہو، خواہ یہ بُرا نہ کرے۔“ (مسند ابی یعلیٰ مشہر بن حوشب عن ابی ہریرہ، رقم: ۶۶۳۱، ج ۵، ص ۱۲۶)

جنتی انعام و خواتین، حورالعین سے تگذر:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً مِّمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ تو کسی نبی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی شہدک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا (السجدۃ: ۱۷)۔

☆..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اہل جنت میں سے ادنیٰ درجہ اس شخص کا ہے جو ایک ہزار سال کی مسافت سے اپنے باغات کی طرف دیکھ رہا ہوگا اور اپنی ازواج کی طرف اور اپنی نعمت کی طرف اور اپنے خادمین کی جانب، اور اپنے مسہریوں کی جانب، اور اہل جنت میں سے اللہ کے نزدیک کرم ہوگا اور وہ ہر صبح اور شام کو اللہ کے چہرے (بے مثال) کی طرف دیکھے گا، پھر سید عالم ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَجُوهٌ يُّوَسِّلُونَ نَاصِرَةً أَلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةً﴾ کچھ مومنہ اس دن تروتازہ ہو گئے اپنے رب کو دیکھتے (القیامۃ: ۲۲، ۲۳)۔ (سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب: ما جاء فی رؤیة الرب، رقم: ۲۵۶۲، ص ۷۳۵)

☆..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”بیشک ایک جنتی شخص ستر کنواری حوروں کے ساتھ ایک دن میں لذت مباشرت کرے گا اور اللہ انہیں دوبارہ کنواری حوریں بنا دیا۔“

(کنز العمال، رقم: ۳۹۳۵۱، ج ۷، ص ۲۰۰)

اہل جنت پر سلامتی کے ارشادات:

۵..... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقراء میں سے ایک شخص سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوا، اس نے کہا کہ میں فقراء کا ایک قاصد ہوں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”مرحبا، اُس قوم کے نمائندے جو مجھے محبوب ہے“، اس نے کہا یا رسول اللہ فقراء کہتے ہیں: امیر لوگ ہر قسم کے خیر کے امور انجام دے لیتے ہیں، وہ حج کرتے ہیں لیکن ہمیں حج کی استطاعت نہیں، وہ صدقہ کرتے ہیں لیکن ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں لیکن ہمیں اس پر قدرت نہیں، مریضوں کی مال وغیرہ سے مدد کرتے ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: میری جانب سے فقراء کو یہ پیغام دے دینا اور کہنا کہ جو مجھ سے تین امور میں احتساب کا وعدہ کرے تو امیر لوگ ان سے کچھ آگے نہ ہوں، (۱)..... جنت میں سرخ یا قوت کے کمرے ہونگے جنہیں اہل جنت دیکھیں گے جیسا کہ دنیا میں ستاروں کو دیکھا جاتا ہے یہ کمرے فقط فقراء کے لئے ہوں گے، یا شہید یا مومن فقیر کیلئے، (۲)..... فقراء جنت میں امیر لوگوں کے مقابلے میں نصف دن پہلے داخل ہونگے اور نصف دن کی مقدار پانچ سو سال ہے، (۳)..... جب فقراء یہ کہیں: سبحان اللہ والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر تو امیر لوگ اس جملے کے کہنے سے فقراء سے آگے نہیں بڑھ سکتے، فقراء کو اس جملے کے ادا کرنے کا دو گنا ثواب ملے گا۔

یہ بھی جانتا چاہیے کہ فرشتوں کے سلام کو دنیا میں سننا اور انہیں دیکھنا خاص بندوں کے ساتھ متعلق ہے جو فرشتوں کے لعیف جوہر کو سننے اور دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، امام غزالی ”المنقذ من الضلال“ میں فرماتے ہیں کہ حضرات صوفیاء فرشتوں کو حالت نیند میں دیکھ لیا کرتے تھے، تاکہ ان کے نفوس کو طہارت حاصل ہو اور ان کے دل مزید تزکیہ (پاکیزگی) حاصل کریں، ہر قسم کی نقص و گندگی دور ہو، دنیاوی مال و اسباب کی مجتنبی ختم ہوں، اللہ کا نام نامی اسم گرامی علمی، عملی، دائمی طور پر بلند ہو، اور فرشتوں کو عالم مثال (خواب) یا عالم نشاۃ (وقت آخر/ جنت) کے علاوہ نہیں دیکھا جاسکتا جیسا کہ مخفی نہیں۔

(روح البیان، ج ۴، ص ۴۷۱)

مجرمین کا مسلمین سے الگ ہونا:

۶..... مقاتل، سدی اور زجاج فرماتے ہیں کہ مجرم اور نافرمان بندوں کو حکم ہوگا کہ میرے نیکو کار بندوں سے جدا ہو جاؤ یعنی مومنین کو عزت و احترام کے ساتھ جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور مجرموں کو دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا۔ اس آیت کا عطف سابقہ آیت کے مضمون پر ہے۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ ہر کافر کے لئے دوزخ میں ایک کمرہ ہوگا جس میں وہ داخل ہوگا تو اس کا دروازہ آگ کے ساتھ بند کر دیا جائے گا پھر وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، نہ وہ کسی کو دیکھ سکے گا اور نہ اسے کوئی دیکھ سکے گا۔ امین جریر، امین ابی حاتم، امین ابی الدنیا اور یحییٰ نے حضرت مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ دوزخ میں جب اس شخص کو ڈالا جائے گا جس نے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے تو ان کے لئے لوہے کے تابوت بنائے جائیں گے جن میں کیل بھی لوہے کے ہونگے، پھر ان تابوتوں کو دوسرے لوہے کے تابوتوں میں بند کر دیا جائے گا پھر انہیں جہنم کے نچلے طبقے میں پھینکا جائے گا ان میں کوئی یہ نہیں سوچے گا کہ میرے علاوہ بھی کسی کو عذاب ہو رہا ہے۔ ابو نعیم اور یحییٰ نے سوید بن غفلہ سے اسی طرح یہ حدیث نقل کی ہے۔

(المظہری، ج ۶، ص ۷۲)

شیطان اور انسان میں عداوت کب، کیسے اور کیوں ہونی؟

۷..... سوال یہ ہے کہ انسان اور شیطان میں عداوت کیسے ہوگی؟ ہم کہتے ہیں کہ اس عداوت کی ابتداء شیطان کی طرف سے ہوئی ہے اور اس کا سبب یہ بنا کہ اللہ ﷻ نے بنی آدم کی تکریم فرمائی، جب ابلیس نے دیکھا کہ اس کا رب آدم ﷺ کی تکریم فرماتا ہے تو اس کے جی میں بغض پیدا ہوا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابلیس کی عداوت کی مثال دیجئے؟ تو ہم کہیں گے کہ جب اللہ ﷻ نے حضرت آدم ﷺ کو مکرم کیا تو

ابلیس عداوت کا شکار ہوا، اور ابلیس نے گمان کیا کہ اللہ ﷻ آدم ﷺ کو اس کا مقام و مرتبہ دے گا اور اسے آدم ﷻ کا مقام دے گا، جیسا کہ کسی بادشاہ کے دربار میں عہدے تبدیل ہوا کرتے ہیں، اور اللہ ﷻ لوگوں کی بات جانتا ہے اور شیطان نے اپنا مخفی امر ظاہر فرمایا، پس اس کے جی میں جو کچھ تھا ان لفظوں ﴿لَا قَعْدَن لَهْم صِرَاطُكَ الْمُسْتَقِيمِ﴾ میں ضرورتاً تیرے سیدھے راستے پران کی تاک میں بیٹھوں گا (الاعراف: ۱۶) میں ظاہر ہوا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے تو پھر انسان اس کی مرضی پر کیوں چلتا ہے؟ مثلاً شراب، زنا، اور دیگر گمراہ کام کیوں کرتا ہے؟ ہم کہیں گے کہ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ شیطان کے کارندے انسان کے آس پاس ہوتے ہیں اور انسان اللہ ﷻ کی مدد و نصرت طلب کرنا چھوڑ دیتا ہے، اور انسان اللہ ﷻ کی مدد کو چھوڑ کر اس شہوت کے ذریعے مدد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اللہ ﷻ نے انسان کی کامیابی و بقاء و سر بلندی کے لئے رکھی ہے اور اس شہوت کو اللہ ﷻ نے مہلکات کو دور کرنے کے لئے رکھا ہے، لیکن اب انسان نے ناجائز خواہش کو پورا کیا اور اب اللہ ﷻ کے غضب سے بچنے کے لئے ان طریقوں کو استعمال کرنا چاہا جو اللہ ﷻ نے مفاسد کو دور کرنے کے لئے پیدا کئے تھے اور نتیجہ یہ نکلا کہ انسان اللہ ﷻ کی جانب سے وبال میں پڑ گیا۔ اور انسان کا نافرمانی کی طرف مائل ہونا ایسا ہے جیسا کہ مریض مرض کی جانب بڑھتا جاتا ہے اور انسان اپنے مزاج کے اعتبار سے اعتدال سے ہٹ جاتا ہے، پس وہ گرم پانی کو ٹھنڈا سمجھتا ہے اور اس طرح اس کا مرض بڑھتا رہتا ہے۔ اور اسی سے معدے میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور معدہ ہم غذا کو بھی ہضم نہیں کر پاتا اور کثیر غذا کی جانب مائل ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا معدہ مزید خراب ہو جاتا ہے۔ اور جس انسان کا مزاج درست ہو وہ اسی جانب مائل ہوتا ہے جو اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۰۰ ملخصاً)

التعريفات "کی رو سے عقل کی تعریف و اقسام:

۱..... علامہ جرجانی نے عقل کی درج ذیل تعریفات کی ہیں:

- (۱)..... عقل ایسا جو ہر ہے جو اپنی ذات میں مادہ سے مجرد ہے اور اپنے فعل میں مادہ سے مقارن ہے۔
- (۲)..... وہ نفس ناطقہ ہے جس کو ہر شخص "میں" سے تعبیر کرتا ہے۔
- (۳)..... عقل ایک جو ہر روحانی ہے جس کو اللہ نے بدن سے متعلق کر کے پیدا کیا ہے۔
- (۴)..... عقل دل میں ایک نور ہے جو حق و باطل کی معرفت رکھتا ہے۔
- (۵)..... عقل ایسا جو ہر ہے جو مادہ سے مجرد ہے اور بدن کے ساتھ متعلق ہے اور اس کی تدبیر اور اس میں تصرف کرتا ہے۔
- (۶)..... عقل نفس ناطقہ کی قوت کا نام ہے، اور اس میں تصریح ہے کہ قوت عاقلہ نفس ناطقہ کی مغائر ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فاعل نفس ہے اور عقل اس کا آلہ ہے، جیسے کاٹنے والے کے ہاتھ میں تھری آلہ ہوتی ہے۔
- (۷)..... عقل، نفس، ذہن تینوں ایک چیز کے مختلف نام ہیں، جس حیثیت سے وہ ادراک کرتی ہے اس کو عقل کہتے ہیں اور جس حیثیت سے تصرف کرتی ہے اس کو نفس کہتے ہیں اور جس حیثیت سے وہ ادراک کی صلاحیت رکھتی ہے اس کو ذہن کہتے ہیں، جس چیز سے حقائق اشیاء کا ادراک کیا جائے اس کا محل سر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا محل دل ہوتا ہے۔

عقل کی چار قسمیں ہیں:

- (۱)..... استفادہ: جس کے سامنے تمام معلومات نظر یہ حاضر ہوں اور کوئی چیز غائب نہ ہو (یہ حضرات انبیاء کرام کی عقل ہوتی ہے)۔
- (۲)..... بالفعل: قوت عاقلہ میں تمام نظریات مخزون ہوں اور اس میں ان کے حصول کا ملکہ اور مہارت ہو۔

(۳)..... ہاں لکنہ: اس کو بدیہیات حاصل ہوں اور اس میں نظریات کو حاصل کرنے کی صلاحیت ہو۔
 (۴)..... محل ہولائی: اس میں معقولات کو حاصل کرنے کی صرف استعداد اور صلاحیت ہو، اور یہ محض ایک قوت ہے جو عمل سے خالی ہو، جیسے بچوں کی عقل ہوتی ہے۔
 (التمہیفات، ص ۱۵۴ وغیرہ)

تمام اعضاء کا گواہی دینا:

۱..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنس پڑے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا؟ ہم نے عرض کی اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: ”مجھے بندے کی اپنے رب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس بات پر ہنسی آئی کہ بندہ کہے گا: اے میرے رب صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی، اللہ جل جلالہ فرمائے گا کیوں نہیں!، بندہ کہے گا آج میں اپنے خلاف، اپنے سوا کسی اور کو گواہی دینے کی اجازت نہیں دوں گا، اللہ جل جلالہ فرمائے گا آج تمہارے خلاف تمہاری گواہی کافی ہوگی، یا کرنا کاتبین کی گواہی کافی ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس کے منہ پر مہر کر دی جائیگی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ تم بتاؤ، پھر اس کے اعضاء کلام کریں گے، پھر اس کے کلام کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا اور پھر وہ اپنے اعضاء سے کہے گا، دور ہو، دفع ہو، میں تمہاری طرف سے ہی تو جھگڑ رہا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب: الدنيا سجن المؤمن، رقم: (۷۳۳۳)/۲۹۶۹، ص ۱۴۵۶)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دو پہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو کیا سورج کے دیکھنے سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے؟“ صحابہ نے عرض کیا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم کو اپنے رب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سے اتنی ہی تکلیف ہوگی جتنی تمہیں سورج، چاند کو دیکھنے سے ہوتی ہے، پھر اللہ جل جلالہ بندے سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی تھی، کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی تھی، کیا میں نے تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کئے تھے، اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور خوشحال زندگی میں نہیں چھوڑا تھا، اللہ جل جلالہ فرمائے گا کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں، اللہ جل جلالہ فرمائے گا: میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا، پھر اللہ جل جلالہ دوسرے بندے سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا: کیا میں نے تجھ کو عزت اور سیادت نہیں دی تھی، کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی تھی، کیا میں نے تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ مسخر کئے تھے، اور کیا میں نے تجھے ریاست اور خوشحالی نہیں دی تھی، وہ شخص کہے گا کیوں نہیں، اللہ جل جلالہ فرمائے گا کیا تیرا گمان تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں۔ اللہ جل جلالہ فرمائے گا میں نے بھی تجھے اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر اللہ جل جلالہ تیسرے بندے کو بلا کر یونہی فرمائے گا وہ کہے گا اے اللہ جل جلالہ! میں تجھ سے تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا، صدقہ دیا، اپنی استطاعت کے مطابق نیکیاں کیں، اللہ جل جلالہ فرمائے گا: ابھی یہ چل جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا کہ ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ پیش کرتے ہیں، وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا؟ پھر اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی اور اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا تم بتاؤ! پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کو بیان کریں گے اور یہ معاملہ اس وجہ سے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات سے اس کے خلاف حجت قائم ہو اور جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے یہ وہ مناقب ہوگا جس سے اللہ ناراض ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب: الدنيا سجن المؤمن، رقم: (۷۳۳۲)/۲۹۶۸، ص ۱۴۵۶)

اغراض:

ای المقبورون: یعنی ہر میت اپنی شان کے لائق قبر میں ہوگی اور اسی قبر میں جسم کا کھایا جانا بھی محسب مراتب داخل ہے۔
 یحصر جون بسرعة: اپنے ذاتی اختیار سے نہیں بلکہ اللہ کے قہر و غضب کی وجہ سے اپنے پاؤں پر قبر سے نکل کر میدان حشر کی جانب چلیں گے۔ ای الکفار: مراد اس قول کے قائل صرف کفار ہیں نہ کہ کل مخلوق، جب وہ قیامت میں مومنین کو شادمان دیکھیں گے اور دائمی نعمتیں اور رویت باری ﷻ بھی ہوگی۔

للتبیه: ایک اعتراض دور کرنا مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ متذکرہ نداء ﴿یا﴾ عقلاء کے ساتھ خاص ہے پھر ﴿ویل﴾ کو اس کے ساتھ کیوں شامل کیا گیا جب کہ غیر عقلاء میں سے ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں حصر کے ذریعے تشبیہ کرنا مقصود ہے۔ لا فعل له من لفظہ: بمعنی ہلک ہے۔

لانہم كانوا بين النفاختين نالمنين: یعنی جب اللہ ان سے عذاب اٹھائے گا، پس وہ دوسرے نکتے سے پہلے سوتے ہوئے اور نیند کا مزہ پائیں گے پھر جب وہ اٹھائے جائیں گے اور احوال قیامت دیکھیں گے تو ویل کی جانب بلائے جائیں گے۔
 وقيل يقال لهم ذلك: یعنی مومنین یا ملائکہ یا اللہ کی جانب سے کافروں سے کہا گیا، اور مقصود ان سے سوال کا جواب حاصل کرنا تھا کیونکہ کافروں کی بھی موت تو مقرر ہی تھی اور سوال ان سے بعث بعد الموت ہی کے بارے میں کیا گیا۔
 فافضاض الالبكار: روایت میں ہے کہ جب جنتی اپنی ازواج کی جانب رغبت کریں گے تو وہ انہیں باکرہ ہی پائیں گے، اور انہیں بغیر کسی گندگی کے پائے گے۔ جمع ظلہ: جیسا کہ قباب جمع ہے قبة کی، وزن اور معنی کے اعتبار سے۔
 ای لا تصیبہم الشمس: یعنی سورج کے نہ ہونے کی وجہ سے کیونکہ جنت میں سورج نہ ہوگا۔

فی الحجلة: دونوں کے فتح یا جیم کے سکون اور حاء کے فتح و کسرہ کے ساتھ، مراد وہ قبر ہے جہاں جنتی مزین تخت پر دلہن کی مانند تشریف رکھیں گے۔ او الفرش فیہا: یعنی جگہ پر، اس بارے میں دو اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ مراد تخت ہے جو کہ جگہ پر رکھا ہوا ہوگا یا فرش ہے جس پر جگہ رکھا ہوگا۔

متعلق علی: ﴿الارائک﴾ کے متعلق ہے، پس حاصل کلام یہ ہوا کہ ﴿ہم﴾ مبتداء ہے اور ﴿ازواجہم﴾ کا اس پر عطف ہے، ﴿فی ضلال﴾ خبر اول اور ﴿متنکون﴾ خبر ثانی اور ﴿علی الارائک﴾ متعلق ہے ﴿متنکون﴾ کے، اس کو فاصلے کی رعایت کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔

ای بالقول: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿قولاً﴾ منصوب بزعم الخافض ہے، اور یہ درست ہے کہ مصدر مؤکد مضمون جملہ کی تاکید کے لئے مانا جائے اور ساتھ ہی مبتداء و خبر کے مابین جملہ معترضہ بھی مانا جاتا ہے۔

ای یقول لهم سلام علیکم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جملہ محذوف کے لئے معمول ہے، معنی یہ ہے کہ اللہ اہل جنت پر تجلی فرمائے گا اور انہیں سلام پیش کرے گا۔

عند اختلاطہم بہم: یعنی بائیں جانب کے لوگ، حدیث میں ہے: ”قیامت کے دن منادی ندا کرے گا ہر امت اپنے پیروکار کی پیروی کرے، پس یہی امت محمدیہ رہ جائے گی کہ اس میں منافقین بھی ہونگے وہ کہیں گے: ہمیں تو ہمارے معبود نظر نہیں آتے، پس عرش کے دائیں جانب انہیں منکک نظر آئے گے، اگر ساتوں سمندر اور تمام مخلوق اور اسی کی مثل اور بھی اپنی انگلی کے پورے پر رکھ دے تو انہیں وسیع نظر آئے وہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، منافقین کہیں گے: اللہ کی پناہ تو ہمارا رب نہیں ہو سکتا، پھر عرش کے بائیں جانب آئیں

کے اور وہاں بھی ان کے ساتھ یونہی ہوگا وہ کہیں گے اللہ کی پناہ تم ہمارے رب نہیں ہو، پھر اللہ ان پر تجلی فرمائے گا تو وہ اس کے آگے گر جائیں گے اور سجدہ کرنے کا ارادہ کریں گے لیکن سجدہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھیں گے۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۱۰۴ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

﴿وَمَنْ نَعْمَرَهُ بِإِطَالَةٍ أَجَلُهُ﴾ ﴿نَنكسہ﴾ ﴿وَفِي قِرَائَةِ بِالتَّشْدِيدِ مِنَ التَّنْكِيسِ﴾ ﴿فِي الْخَلْقِ ط﴾ ﴿أَي خَلَقَهُ فَيَكُونُ بَعْدَ قُوَّتِهِ وَشَبَابِهِ ضَعِيفًا وَهَرَمًا﴾ ﴿أَفَلَا يَعْقِلُونَ﴾ ﴿٢٨﴾ ﴿إِنَّ الْقَادِرَ عَلَى ذَلِكَ الْمَعْلُومَ عِنْدَهُمْ قَادِرٌ عَلَى الْبَعْثِ فَيَوْمِنُونَ وَفِي قِرَائَةِ بِالتَّاءِ﴾ ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ﴾ ﴿أَي النَّبِيَّ ﷺ﴾ ﴿الشَّعْرَ﴾ ﴿رَدُّ لِقَوْلِهِمْ إِنْ مَا آتَى بِهِ مِنَ الْقُرْآنِ شِعْرٌ﴾ ﴿وَمَا يَنْبَغِي﴾ ﴿يَتَسَهَّلُ﴾ ﴿لَهُ ط﴾ ﴿الشَّعْرُ﴾ ﴿أَنْ هُوَ﴾ ﴿لَيْسَ الَّذِي آتَى بِهِ﴾ ﴿إِلَّا ذِكْرٌ﴾ ﴿عِظَةٌ﴾ ﴿وَقُرْآنٌ مَبِينٌ﴾ ﴿٢٩﴾ ﴿مُظَهَّرٌ بِالْأَحْكَامِ وَغَيْرِهَا﴾ ﴿لِيُنذِرَ﴾ ﴿بِالْيَأِءِ وَالتَّاءِ بِهِ﴾ ﴿مَنْ كَانَ حَيًّا﴾ ﴿يَعْقِلُ مَا يُخَاطَبُ بِهِ وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ﴿وَيُحِقُّ الْقَوْلَ﴾ ﴿بِالْعَذَابِ﴾ ﴿عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ ﴿٤٠﴾ ﴿وَهُمْ كَالْمَتِينِ لَا يَعْقِلُونَ مَا يُخَاطَبُونَ بِهِ﴾ ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا﴾ ﴿يَعْلَمُوا وَالْأَسْتَفْهَامَ لِلتَّقْرِيرِ وَالْوَاوُ الدَّاخِلُ عَلَيْهَا لِلْعَطْفِ﴾ ﴿أَنَا خَلَقْنَا لَهُمْ﴾ ﴿فِي جُمْلَةِ النَّاسِ﴾ ﴿مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا﴾ ﴿أَي عَمَلْنَاهُ﴾ ﴿بِلا شَرِيكَ وَلَا مُعِينٍ﴾ ﴿أَنْعَامًا﴾ ﴿هِيَ الْإِبِلُ وَالْبَقَرُ وَالغَنَمُ﴾ ﴿فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ﴾ ﴿٤١﴾ ﴿ضَابِطُونَ﴾ ﴿وَذَلَّلْنَاهَا﴾ ﴿سَخَّرْنَاَهَا﴾ ﴿لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ﴾ ﴿مَرْكُوبُهُمْ﴾ ﴿وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ﴾ ﴿٤٢﴾ ﴿وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ﴾ ﴿كَأَصْوَابِهَا وَأَدْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا﴾ ﴿وَمَشَارِبُ﴾ ﴿مِنْ لَبِنِهَا جَمْعُ مَشْرَبٍ بِمَعْنَى شُرْبٍ أَوْ مَوْضِعَهُ﴾ ﴿أَفَلَا يَشْكُرُونَ﴾ ﴿٤٣﴾ ﴿الْمُنْعِمَ عَلَيْهِمْ بِهَا فَيَوْمِنُونَ أَي مَا فَعَلُوا ذَلِكَ﴾ ﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ ﴿أَي غَيْرِهِ﴾ ﴿الْهَةَ﴾ ﴿أَصْنَامًا يَعْبُدُونَهَا﴾ ﴿لَعَلَّهُمْ يَنْصُرُونَ﴾ ﴿٤٤﴾ ﴿يُمنَعُونَ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ بِشَفَاعَةِ آلِهِتِهِمْ بِزَعْمِهِمْ﴾ ﴿لَا يَسْتَطِيعُونَ﴾ ﴿أَي آلِهِتِهِمْ تَزَلُّوا مَنْزِلَةَ الْعُقَلَاءِ﴾ ﴿نُصِرْهُمْ وَهُمْ﴾ ﴿أَي آلِهِتِهِمْ مِنَ الْأَصْنَامِ﴾ ﴿لَهُمْ جَنَدٌ﴾ ﴿بِزَعْمِهِمْ نَصَرَهُمْ﴾ ﴿مُحْضَرُونَ﴾ ﴿٤٥﴾ ﴿فِي النَّارِ مَعَهُمْ﴾ ﴿فَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ﴾ ﴿لَكَ لَسْتُ مُرْسَلًا وَغَيْرَ ذَلِكَ﴾ ﴿وَقَدْ لَازِمٌ أَنَا نَعْلَمُ مَا يَسْرُونَ وَمَا يَعلَنُونَ﴾ ﴿٤٦﴾ ﴿مِنْ ذَلِكَ وَغَيْرِهِ فَتَجَازِيهِمْ عَلَيْهِ﴾ ﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانَ﴾ ﴿يَعْلَمُ وَهُوَ الْعَاصُ بُنُ وَائِلٍ﴾ ﴿أَنَا خَلَقْنَاهُ مِنْ نَظْفَةٍ﴾ ﴿مِنِّي إِلَى أَنْ صَيَّرْنَا شَدِيدًا قَوِيًّا﴾ ﴿فَلَا ذَا هُوَ خَصِيمٌ﴾ ﴿شَدِيدُ الْخُصُومَةِ لَنَا﴾ ﴿مَبِينٌ﴾ ﴿٤٧﴾ ﴿بَيْنَهَا فِي نَفْيِ الْبَعْثِ﴾ ﴿وَضَرْبِ لَنَا مَثَلًا﴾ ﴿فِي ذَلِكَ﴾ ﴿وَنَسِيَ خَلْقَهُ﴾ ﴿مِنَ الْمَنِيِّ وَهُوَ أَغْرَبُ مِنْ مَثَلِهِ﴾ ﴿قَالَ مِنْ يَحْيَى الْعِظَامِ وَهِيَ رَمِيمٌ﴾ ﴿٤٨﴾ ﴿أَي بِالْيَةِ وَلَمْ يَقُلْ بِالتَّاءِ لِأَنَّهُ اسْمٌ لَا صِفَةٌ رُوي أَنَّهُ أَخَذَ عَظْمًا رَمِيمًا فَفَتَنَهُ وَقَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَتَرَى يُحْيِي اللَّهُ هَذَا بَعْدَ مَا بَلَى وَرَمَ فَقَالَ ﷺ نَعَمْ وَيَذْخُلُكَ النَّارُ﴾ ﴿قُلْ يَحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ﴾ ﴿أَي مَخْلُوقٍ﴾ ﴿عَلِيمٌ﴾ ﴿٤٩﴾ ﴿مُجْمَلًا وَمُفْصَلًا قَبْلَ خَلْقِهِ وَبَعْدَ خَلْقِهِ﴾ ﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ﴾ ﴿فِي جُمْلَةِ النَّاسِ﴾ ﴿مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ﴾ ﴿الْمَرْخَ وَالْعَفَّارِ أَوْ كُلِّ شَجَرٍ إِلَّا الْعِنَابَ﴾ ﴿نَارًا﴾ ﴿فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تَوَلَّدُونَ﴾ ﴿٥٠﴾ ﴿تَقْدِحُونَ وَهَذَا دَالٌّ عَلَى الْقُدْرَةِ عَلَى الْبَعْثِ فَإِنَّهُ جَمَعَ فِيهِ بَيْنَ الْمَاءِ وَالنَّارِ الْخَشَبِ فَلَا الْمَاءُ يُطْفِئُ النَّارَ وَلَا النَّارُ يُحْرِقُ

الْخَشَبِ ﴿أُولَئِكَ الّذِينَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ مَعَ عَظَمِهِمَا ﴿بِقَدْرِ عَلِيِّ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ﴾ أَيْ
 الْإِنْسَانِي فِي الصُّفْرِ ﴿بِلسِي﴾ أَيْ هُوَ قَادِرٌ عَلَيَّ ذَلِكَ أَجَابَ لِنَفْسِهِ ﴿وَهُوَ الْخَلْقُ﴾ الْكَثِيرُ الْخَلْقُ
 ﴿الْعَلِيمُ﴾ (۸۱) ﴿بِكُلِّ شَيْءٍ﴾ الْمَامِرَهُ ﴿شَأْنَهُ﴾ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا ﴿أَيَّ خَلَقَ شَيْءٌ﴾ أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ
 لِي كُنْ (۸۲) ﴿أَيَّ فَهُوَ يَكُونُ وَفِي قِرَائَةِ بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَيَّ يَقُولُ﴾ فَسَبْحَنَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ
 زَيْدِ الْوَاوِ وَالنَّاءِ لِلْمُبَالَغَةِ أَيْ الْقُدْرَةَ ﴿كُلِّ شَيْءٍ﴾ وَالِيهِ تَرْجِعُونَ (۸۳) ﴿تُرْثُونَ فِي الْآخِرَةِ﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور جسے ہم بڑی عمر کا کریں (اس کی عمر کو لمبا کر کے.....) اسے الٹا پھیریں (ننکسہ کو ایک قرات میں مشدوباب تقبیل سے پڑھا گیا ہے) پیدائش میں (یعنی اس کی پیدائش میں وہ قوی و توانا ہونے کے بعد ضعیف اور جوان ہونے کے بعد بوڑھا ہوتا ہے.....) تو کیا سمجھتے نہیں (کہ اس بات پر اللہ ﷻ کا قادر ہونا کفار کے نزدیک بھی معلوم ہے تو وہ سمجھتے نہیں کہ اللہ ﷻ مردے زندہ کرنے پر بھی قادر ہے کہ بطور نتیجہ ایمان لے آئیں، یعقلون کو علامت مضارع تاء کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) اور ہم نے ان کو (یعنی نبی پاک ﷺ کو) شعر کہنا نہ سکھایا (یہ کفار کی اس بات کا رد ہے کہ جو قرآن یہ لے کر آئے ہیں وہ شعر ہے) اور نہ وہ (یعنی شعر.....) ان کے لیے سہل کیا گیا ہے (بسیفی بمعنی یسہل ہے) وہ تو نہیں (یعنی قرآن، جو یہ لے کر آئے) مگر نصیحت (ذکر کے معنی نصیحت ہے) اور روشن کتاب (احکام وغیرہ کو ظاہر کرنے والی کتاب) کہ اسے ڈراتے (اس کے ذریعے، ینذر کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) جو زندہ ہو (اس کتاب کے ذریعے جو خطاب کیا جا رہا ہے اسے سمجھتا ہو، مراد اس سے مسلمان ہیں) اور کافروں پر (عذاب آنے کی) کتاب ثابت ہو چکی (اور کفار مردوں کی طرح ہیں کہ قرآن کے ذریعے انہیں جو خطاب کیا جاتا ہے اسے نہیں سمجھتے) اور کیا انہوں نے نہ جانا (یروا بمعنی یعلمون ہے، یہاں استفہام تکرر کلام کے لیے اور واو عاطف ہے) کہ ہم نے پیدا کئے ان کے لیے (جملہ لوگوں میں) اپنے ہاتھ کے بنائے چوپائے (اونٹ، گائیں، بکریاں، ہم نے انہیں بغیر کسی شریک اور مددگار کے بنایا ہے) تو یہ ان کے مالک ہیں (یہ ان پر مسلط ہیں) اور انہیں ان کے لیے مسخر کر دیا (ذللتھا بمعنی مسخر فہا ہے) تو کسی پر سوار ہوتے ہیں (رکوبہم بمعنی مسرکوبہم ہے) اور کسی کو کھاتے ہیں اور ان کے لیے ان میں کئی طرح کے نفع (جیسا کہ ان چوپایوں کی اون، کھال اور بال ہیں.....) پینے کی چیزیں ہیں (یعنی دودھ، "مشارب" مشروب کی جمع ہے بمعنی مشروب، یا اسم ظرف ہے بمعنی شے کی جگہیں) تو کیا شکر نہ کریں گے (ان نعمتوں پر جو ان پر کی گئیں، بطور نتیجہ ایمان لے آئیں، یعنی کفار ایسا نہیں کریں گے) اور انہوں نے اللہ کے سوا (دون بمعنی غیسو ہے) اور خدا ٹھہرا لیے (بتوں کو خدا بنا لیا، اس کی پرستش کرتے ہیں) کہ شاید ان کی مدد ہو (ان خیالی خداؤں کی شفاعت کے سبب، اللہ ﷻ کے عذاب سے بچاسکیں) وہ (یعنی ان کے جھوٹے خدا) ان کی مدد نہیں کر سکتے (لا یستطیعون صیغہ ذکر کر کے بتوں کو عقلاء کے مرتبے میں لایا گیا ہے) اور وہ (یعنی ان کے خدا یعنی بت) ان کے لشکر (جن کی طرف سے مدد ملنے کا انہیں گمان ہے) سب (ان کے ساتھ آگ میں) حاضر آئیں گے تو تم ان کی بات کا غم نہ کرو (جو وہ تم سے کرتے ہیں جیسے "لست مرسلنا" وغیرہ جیسی ان کی بکواس) بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں (یہ بات اور ان کی دیگر باتوں کو ہم اس پر بدلہ دینگے) اور کیا آدمی نے نہ جانا (یسر بمعنی یعلم ہے، مراد عاص بن وائل ہے) کہ ہم نے اسے پانی کی بوند (مٹی) سے پیدا کیا (یہاں تک کہ ہم نے اسے تندرست و طاقتور کر دیا) جسمی وہ صریح جھگڑا لو ہے..... (ہم) سے مرنے کے بعد اٹھائے جانے میں جھگڑا کرتا ہے (اس بارے میں) اور اپنی پیدائش بھول

گیا (کہ منی سے پیدا ہوا ہے اور اس کی کہادت سے زیادہ عجیب خود اس کا حال ہے) بولا ایسا کون ہے جو ہڈیوں..... ل..... کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں (ریزہ ریزہ ہو گئیں، مہمہ کے ساتھ ارشاد نہیں فرمایا کیونکہ یہ اسم ہے صفت کا صیغہ نہیں ہے، مروی ہے کہ عام بن وائل ایک گلی ہوئی ہڈی اٹھا کر اسے ریزہ ریزہ کر کے سید عالم ﷺ کے پاس گیا اور کہا کہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس ہڈی کے گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے پر بھی اللہ سے زندہ فرمائے گا، تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ہاں اور اللہ تجھے بھی مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل کرے گا) تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار بنایا اور اسے ہر مخلوق کا علم ہے (مخلوق کی پیدائش سے قبل اور بعد سب کا اجمالی و تفصیلی علم ہے، خلق بمعنی مخلوق ہے) وہ جس نے (جملہ لوگوں میں سے) ہر بیڑ (جیسے مرغ، عفار نامی درخت یا ہر قسم کے درخت یا انگور علاوہ ہر بیڑ) میں آگ پیدا کی جسمی تم اس سے سلگاتے ہو (یہ امر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر قدرت رکھنے کی دلیل ہے کہ اس نے لکڑی میں آگ اور پانی کو جمع فرمادیا، نہ تو پانی آگ کو بجھاتا ہے اور نہ ہی آگ لکڑی کو جلاتی ہے، تو قدون بمعنی تقدحون سلگانے کے معنی میں ہے) اور کیا وہ جس نے آسمان وزمین بنائے (ان دونوں کے عظیم ہونے کے باوجود) ان جیسے (یعنی بچپن میں انسانوں جیسے) اور نہیں بنا سکتا اور کیوں نہیں (یعنی وہ اس بات پر قادر ہے، خود اللہ ﷻ اس بات کا جواب ارشاد فرماتا ہے) اور وہی بڑا پیدا کرنے والا (خلاق بمعنی کثیر الخلق ہے، سب کچھ) جاننے والا ہے اس کی شان تو یہی ہے (امرہ کے معنی شان ہے) کہ وہ جس چیز کو چاہے (کسی چیز کو پیدا فرمانا چاہے) تو اس سے فرمائے ہو جاوہ فوراً ہو جاتی ہے (فیکون اصل میں فہو یکون ہے، اور ایک قرأت میں فیکون کو مقول پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا گیا ہے) تو پاکی ہے اسے جس کے ہاتھ ہر چیز کا قبضہ (ملکوت اصل میں ملک مبالغہ کے لیے ہے، واو اور تاء کا اضافہ کیا گیا ہے یہ بمعنی قدرت ہے..... کے.....) اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے (آخرت میں، ترجعون بمعنی تردون ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ومن نعمه ننكسه في الخلق افلا يعقلون﴾

و: متانفہ، من: شرطیہ مبتدا، نعمہ: جملہ فعلیہ شرط، ننكسه: فعل بافاعل ومفعول، فی الخلق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزاء، ملکر جملہ شرطیہ متانفہ، ہمزه حرف استفہام، ف: عاطفہ، لا یعقلون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما علمنه الشعر وما ينبغي له﴾

و: متانفہ، ما علمنه: فعل نفی بافاعل ومفعول، الشعر: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ، و: عاطفہ، ما ینبغی: فعل نفی بافاعل، لہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان هو الا ذكر وقران مبين﴾

ان: نافیہ، ہو مبتدا، الا: اداۃ حصر، ذکر: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قران مبین: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لینذر من كان حيا ويحق القول على الكافرين﴾

لام: جار، ینذر: فعل بافاعل، من: موصولہ، کان حیا: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یحق القول: فعل وفاعل، علی الکفرین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر تقدیر ان مجرد، ملکر ظرف مستقر ہے فعل محذوف "انزل علیہ" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولم یروا انا خلقنا لهم مما عملت ایدینا انعاما فهم لہا مالکون﴾

همزة: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "الم یفکروا" لم یروا: فعل نفی بافاعل، انا: حرف مشبہ واسم، خلقنا لهم: فعل بافاعل وظرف لغو، مما عملت ایدینا: ظرف مستقر حال مقدم، انعام: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ہم: مبتدا، لها مالکون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمَنْ يَبْهَرُ كَوْبِهِمْ وَمِنْهَا يَا كَلُون ۝﴾

و: عاطفہ، ذللناها: فعل بافاعل ومفعول، لهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، منها: ظرف مستقر خبر مقدم، و: کو بہم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، منها: ظرف لغو مقدم، یا کلون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝﴾

و: عاطفہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، فيها: ظرف مستقر حال مقدم، منافع: معطوف علیہ، و: مشارب: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ، همزة: حرف استفہام، ف: عاطفہ، لا یشکرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمْ يَنْصُرُونَ ۝﴾

و: عاطفہ معطوف علی محذوف "ما فعلوا الشکر" اتخذوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، لعلهم ینصرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، من دون الله: ظرف مستقر مفعول ثانی، الہة: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحَضَّرُونَ ۝﴾

لا یستطیعون: فعل نفی واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، هم: مبتدا، لهم: ظرف مستقر حال مقدم، جند: ذوالحال، ملکر خبر اول، محضرون: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، نصرهم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿أَفَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يَسْرُونَ وَمَا يَعلنُونَ ۝﴾

ف: فصیحیہ، لا یحزنک قولہم: فعل نفی ومفعول وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان علمت ما تقدم" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، انا: حرف مشبہ واسم، نعلم: فعل بافاعل، ما یسرون: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما یعلنون: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَأولم یروا ان الانسان انا خلقناه من نطفة فاذا هو خصيم مبين ۝﴾

همزة: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم یروا: فعل نفی، الانسان: فاعل، انا: حرف مشبہ واسم، خلقناه: فعل بافاعل ومفعول، من نطفة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: بظائیہ، هو: مبتدا، خصیم مبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَضرب لنا مثلا ونسى خلقه قال من يحيى العظام وهى رميم ۝﴾

و: عاطفہ، ضرب لنا: فعل بافاعل وظرف لغو، مثلا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نسی خلقه: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، من: استفہامیہ مبتدا، يحيى: فعل بافاعل، العظام: ذوالحال، و: حالیہ، هي رميم: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ تولیہ۔

﴿قال يحييها الذي اشأها اول مرة وهو بكل خلق عليم ۝﴾

قل: قول، يحييها: فعل ومفعول، الذي: موصول، اشأها: فعل بافاعل ومفعول، اول مرة: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ تولیہ، و: متنافہ، هو: مبتدا، بكل خلق عليم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ متنافہ۔

﴿الذی جعل لکم من الشجر الاخصر نارا فاذا انعم منه تولدون﴾

الذی: موصول، جعل لکم: فعل بافاعل و طرف لغو، من الشجر الاخصر: ظرف مستقر حال مقدم، نارا: ذوالحال، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ صلہ، مکر بائیں "الذی انشاها" سے بدل ہے، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، انعم: مبتدا، منه تولدون: جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔
﴿اولیس الذی خلق السموت والارض بقدر علی ان یخلق مثلہم﴾

ہمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "الیس الذی انشاها اول مرة" لیس: فعل ناقص، الذی خلق السموت والارض: موصول صلہ، مکر اسم، ب: زائد، قادر: اسم قائل بافاعل، علی ان یخلق مثلہم: ظرف لغو، مکر شبہ جملہ خبر، مکر جملہ فعلیہ۔
﴿بلی و هو الخلق العلیم﴾ انما امرہ اذا اراد شیئان یقول له کن فیکون ﴿بلی: حرف جواب لاثبات الی، و: عاطفہ، ہو: مبتدا، الخلق العلیم: خبر ان، مکر جملہ اسمیہ، انما: حرف مشبہ وما کافہ، امرہ: مرکب اضافی ذوالحال، اذا: مضاف، اراد شیئاً: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مکر ظرف متعلق بمحذوف حال، مکر مبتدا، ان: مصدر، یقول له: قول، کن: فعل امر بافاعل، مکر جملہ فعلیہ مقولہ، مکر جملہ قولیہ بتاویل مصدر خبر، مکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، یكون: فعل ناقص بافاعل، مکر جملہ فعلیہ "امرہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿فسبحن الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون﴾

ف: فصیحہ، سبحن: مصدر مضاف، الذی: موصول، بیدہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ملکوت کل شیء: مبتدا مؤخر، مکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الیہ ترجعون: جملہ فعلیہ معطوف، مکر صلہ، مکر مضاف الیہ، مکر شبہ جملہ ہو کر "سبح" فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... وما علمنه الشعر وما یبغی له..... ☆ کفار قریش نے کہا تھا کہ محمد (ﷺ) شاعر ہیں اور جو فرماتے ہیں یعنی قرآن پاک وہ شعر ہے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ (معاذ اللہ) یہ کلام کاذب ہے جیسا کہ قرآن میں ان کا مقولہ ہے ﴿بیل افترہ بل هو شاعر﴾ اسی کا اس آیت میں رد فرمایا گیا ہے ہم نے اپنے حبیب (ﷺ) کو ایسی باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا اور یہ کتاب اشعار یعنی اکاذیب پر مشتمل نہیں، کفار قریش زبان سے ایسے بدذوق اور تلخ عروضی سے ایسے ناواقف نہ تھے کہ نثر کو نظم کہہ دیتے اور کلام پاک کو شعر عروضی بتا بیٹھے اور کلام کا محض وزن عروضی پر ہونا ایسا بھی نہ تھا کہ اس پر اعتراض کیا جاسکے، اس سے ثابت ہو گیا کہ ان بے دینوں کی مراد شعر سے کلام کاذب تھی

☆..... اولم یراللسان انا مخلقہ..... ☆ یہ آیت عامس بن وائل یا ابوجہل اور بقول مشہور ابی بلخف حمجی کے بارے میں نازل ہوئی جو انکار بعثت میں یعنی مرنے کے بعد اٹھنے کے انکار میں سید عالم (ﷺ) سے بحث و تکرار کرنے آیا تھا، اس کے ہاتھ میں ایک گلی ہوئی ہڈی تھی اس کو توڑتا جاتا تھا اور سید عالم (ﷺ) سے کہتا جاتا تھا کہ کیا آپ کا خیال ہے کہ اس ہڈی کو گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد بھی اللہ زندہ کرے گا، سید عالم (ﷺ) نے فرمایا: ہاں اور تجھے بھی مرنے کے بعد اٹھانے کا اور جہنم میں داخل کرے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے جہل کا اظہار کیا گیا کہ گلی ہوئی ہڈی کا ٹکرنے کے بعد اللہ کی قدرت سے زندگی قبول کرنا اپنی نادانی سے ناممکن سمجھتا ہے کتنا احمق ہے، اپنے آپ کو نہیں دیکھتا کہ ابتدا میں ایک گندہ نطفہ تھا، گلی ہوئی ہڈی سے بھی حقیر تر، اللہ کی قدرت کاملہ نے اس میں جان ڈال دی، انسان بنایا تو ایسا مغرور و متکبر انسان ہوا کہ اس کی قدرت ہی کا منکر ہو کر جھگڑنے آ گیا، اتنا نہیں دیکھتا کہ جو قادر

برحق پانی کی بوند کو قوی و توانا کر کے انسان بنا دیتا ہے، اس کی قدرت سے ہڈی کو دوبارہ زندگی بخش دینا کیا بعید ہے؟۔

﴿تَشْرِیْحُ قُوِّ ضَبِیْحٍ وَاعْرَاضِ﴾

انسانی عمر کا بیان:

۱..... انسان جس نطفہ سے پیدا ہوا ہے وہ گوشت، نباتات (سبزہ)، خون، اور مختلف ادوار و کیفیات سے گزر کر باپ کی پشت سے ماں کے رحم میں داخل ہوا اور غلغلہ (جما ہوا خون)، مُضغہ (گوشت کا لوتھرا)، ہو کر مکمل بچہ تیار ہو گیا جس کو فقہی اصطلاح میں جنین کہتے ہیں۔ یہ جنین جب دنیا میں تشریف لے آئے تو ولید کہلاتا ہے، پھر جب تک ماں کا دودھ پیتا ہے اس وقت تک رَضِیْع کہلاتا ہے، جب محسوس غذا کھانے لگتا ہے تو فَطِیْم کہلاتا ہے، کھیلنے کودنے کی عمر میں صَبِی اور جب آنکھوں کو بھانے لگے تو غلام، جب چہرہ پر رونق دکھائی دے تو مُسَوِّق، جب بلوغت کو پہنچے تو بالغ کہتے ہیں، جوان ہو جائے تو شَباب کہتے ہیں، تیس سال کی عمر والے کو کھول جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا گیا، چالیس سال کی عمر والے کو شیخ اور ساٹھ سال والے کو شیخ فانی، اسی طرح جب عمر ساٹھ سے تجاوز کرنے لگے تو اذل عمر کہتے ہیں، پھر مرنے پر دوبارہ مٹی کی جانب لوٹ جاتا ہے کہ یہی مٹی اس کے جد امجد کی تخلیق کا سبب تھی۔

☆..... حضرت عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: ”پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو، اپنی زندگی کو موت آنے سے پہلے، اپنی فراغت کو مشغولیت سے پہلے، خوشحالی کو تنگدستی سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے

، صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو“۔ (کنز العمال، کتاب المواعظ والرقاق، الفصل الخمس فی حماسیات، رقم: ۴۳۹۰، ج ۸، ص ۳۷۱)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ جس شخص کی عمر اسلام میں چالیس سال تک پہنچا دے، اللہ اس سے کئی قسم کی بلاؤں کو دور فرما دیتا ہے، جذام، برص، شیطان کے غضب ناک کرنے کو، اور اللہ جس کی عمر اسلام میں پچاس سال تک پہنچا دے، اللہ اس کے حساب کو آسان کر دیتا ہے“۔ (مجمع الزوائد، کتاب التوبۃ، باب: فیمن طال عمرہ، رقم: ۱۷۵۶۱، ج ۱۰، ص ۲۴۷)

☆..... حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد ان چیزوں سے پناہ مانگتے تھے، اے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے اذل عمر تک پہنچا دیا جائے اور دنیا میں تیری آزمائش سے پناہ مانگتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں“۔ (صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب: ما یتعوذ من الجن، رقم: ۲۸۲۲، ص ۴۶۷)

علامہ یعنی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ انسان اس قدر بوڑھا ہو کر کمزور ہو کر اپنی بچپن کی حالت کو لوٹ جائے، اس کی دیکھنے اور سُننے کی طاقت کمزور ہو جائے، اس کی عقل کام نہ کرے، سمجھ میں کوئی بات نہ آئے، فرائض کو ادا نہ کر سکیں، ذاتی کام بھی نہ کر سکیں، پاکی و صفائی کا خیال بھی نہ رکھ سکیں، گھر والوں پر بوجھ ہو جائیں، گھر والے اس کے مرنے کی تمنا کریں، اگر ایسے شخص کا گھر بار نہ ہو، بالکل تنہا ہو تو مزید مصیبت ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری، کتاب الجہاد والسیر، باب: ما یتعوذ من الجن، رقم: ۲۸۲۲، ج ۱۰، ص ۱۳۳ وغیرہ)

نیک صالحین و حضرات انبیائے کرام کی بڑی عمریں:

۲..... ما قبل ہم نے عام لوگوں کی بڑھتی ہوئی عمر کا جائزہ لیا، اب ہم علماء، صلحاء اور خصوصاً حضرات انبیائے کرام کی مبارک عمریں اور جسمانی کیفیات کا بیان کریں گے تا کہ فرق واضح ہو جائے۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا، جب وہ ان کے پاس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تھمرا مارا اور ان کی آنکھ نکال دی، ملک الموت علیہ السلام اپنے رب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس ہوئے اور کہا تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتا، اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا ان کے پاس جا کر کہو کہ اپنے ہاتھ

بیل کی پشت پر رکھ دیں اور جتنے ہال ان کے ہاتھ کے پیچھے آئیں گے اتنے سال ان کی عمر بڑھادی جائیگی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب! پھر کیا ہے؟ فرمایا: پھر موت ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر ابھی سہی، اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ انہیں ارض مقدسہ (بیت المقدس) کے اتنے قریب کر دے جتنا پتھر پھینکے جانے کا فاصلہ ہوتا ہے، تب سید عالم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تم کو سرخ ریت کے ٹیلے کے پیچھے راستے کی ایک جانب ان کی قبر دکھاتا۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: من فضائل موسیٰ علیہ السلام، رقم: ۲۳۷۲، ص ۱۱۸۱)

☆..... امام بخاری کہتے ہیں کہ پتھر مارنے کا ذکر حدیث میں ہے لیکن آنکھ دکھانے کا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: وفاة موسیٰ و ذکرہ بعد، رقم: ۱۳۳۹، ۳۴۰۷، ص ۵۷۲)

شارحین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال بتائی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و یوسف علیہ السلام کے مابین ایک سو چالیس سال کا فاصلہ بتایا جاتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین سات سو سال کا فاصلہ بیان کیا جاتا ہے۔

(الصاوی، ج ۲، ص ۲۷۷)

☆..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم علیہ السلام نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا، براء کہتے ہیں کہ خندق کی جگہ ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور پھاوڑوں سے نہیں ٹوٹ رہی تھی، مسلمانوں نے سید عالم علیہ السلام سے اس کی شکایت کی، عوف نے کہا کہ سید عالم آئے اور فالتو کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے، آپ علیہ السلام نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس چٹان سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دی گئی تھیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں، آپ علیہ السلام نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو مزید تین پتھر ٹوٹ کر گرے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بیشک میں اس جگہ سے اسکے شہروں کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں، آپ علیہ السلام نے پھر بسم اللہ پڑھی اور ایک ضرب لگائی اور وہ چٹان مکمل ٹوٹ گئی اور آپ علیہ السلام نے فرمایا: مجھے یمن کی چابیاں دی گئیں، اور فرمایا میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

(مسند ابی یعلیٰ، مسند البراء بن عازب، رقم: ۱۶۸۵، ج ۲، ص ۸۹)

☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم علیہ السلام دن و رات کی ایک ساعت میں تمام ازواج کو عمل زوجیت سے مشرف فرماتے تھے اور اس وقت آپ کے عقد میں گیارہ ازواج تھیں، قنادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ علیہ السلام اس عمل کی طاقت رکھتے تھے، انس نے کہا کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کو تیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

(صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب: اذا جامع ثم عاد، ومن دار، رقم: ۲۶۸، ص ۴۸)

اہل اللہ کی شاعری :

۳..... ہم نے سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۲۲۴ کے تحت شاعری کا شرعی حکم، اور اچھی بُری شاعری کے نمونے پیش کر دیئے۔ اہل علم و اہل عقل میں سے کوئی بھی اچھے اشعار کا انکار نہیں کرتا اور جلیل القدر صحابہ اور عظیم المراتب ائمہ کرام میں سے ہر ایک نے حکمت والے یا مباح اشعار خود کہے یا بطور نمونہ پیش کئے یا ایسے اشعار سن کر رضامند رہے جس میں فحش گوئی یا کسی مسلمان کے لئے ازیت نہ ہو، حضرت سیدنا عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدینے کے دس بڑے فقہاء اور سات بڑے عمدہ شعراء میں سے تھے۔ یہاں ہم صحابہ کی پاکیزہ شاعری جسے احادیث میں مستحسن قرار دیا گیا انہیں درج ذیل ذکر کرتے ہیں:

☆..... صحابہ کرام اور سید عالم علیہ السلام جز (جنگ میں دشمن کے سامنے بہادری کے اظہار کے لئے کلام موزوں پیش کرنا) پڑھ رہے تھے،

آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱)..... اللهم لا خير الاخير الآخرة
اے اللہ ﷻ! آخرت کے سوا اور کوئی خیر نہیں ہے۔
فاغفر للانصار والمهاجرة
سو تو انصار اور مهاجرین کی مغفرت فرما۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: هل تنبش قبور مشرکی، رقم: ۴۲۸، ص ۷۴)

(۲)..... حسن بن ابی الحسن ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک مصرعہ اس طرح پڑھا:

كفى بالاسلام والشيب للمراء ناھيا (اسلام اور بڑھا پا انسان کو بڑے کاموں سے روکنے کے لئے کافی ہیں)۔

تو حضرت ابو بکر ﷺ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! شاعر نے اس طرح کہا ہے: ”کفی الشیب والاسلام للمراء ناھیا“۔ پھر حضرت ابو بکر ﷺ یا حضرت عمر فاروق ﷺ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ اللہ ﷻ نے فرمایا ہے، ہم نے ان کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ وہ ان کے مناسب ہے۔ اور غلیل بن احمد نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کلام میں شعر کہنا بہت پسند تھا لیکن آپ ﷺ کو شعر کہنے کی مہارت نہیں تھی۔ کبھی کسی کلام کا وزن کے موافق ہو جانا اس چیز کو واجب نہیں کرتا کہ وہ کلام شعر ہو جیسے نبی کریم ﷺ غزوہ حنین کے دن فرمایا:

وفي سبيل الله ما لقيت

هل انت الا اصبح دميت

جو کچھ تجھے ملا ہے اللہ کی راہ میں ملا ہے۔

تو صرف ایک خون آلودہ انگلی ہے

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسير، باب: من يكتب او يطعن في يوم، رقم: ۲۸۰۲، ص ۴۶۴)

☆..... ایک مقام پر فرمایا: انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب (میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں)۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: قول الله تعالى ويوم حنين، رقم: ۴۲۱۷، ص ۷۳۰)

☆..... حضرت حسان بن ثابت انصاری ﷺ، حضرت ابو ہریرہ ﷺ کو قسم دے کر پوچھتے تھے کیا تم نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے حسان! رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جواب دو؟ اے اللہ ﷻ! اس کی روح القدس سے تائید فرما۔ ابو ہریرہ ﷺ نے کہا ہاں۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: الشعر في المسجد، رقم: ۴۵۳، ص ۷۸)

☆..... حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان بن ثابت ﷺ کے لئے مسجد میں منبر رکھ دیتے تھے وہ اس پر کھڑے ہو کر ان مشرکین کی ہجو کرتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں بد گوئی کرتے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تک حسان رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مدافعت کرتے رہے ہیں، روح القدس ان کی تائید کرتے رہتے ہیں“۔

(سنن الترمذی، کتاب الادب، باب: ما جاء في انشاد الشعر، رقم: ۲۸۵۵، ص ۸۰۸)

☆..... حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ سید عالم ﷺ کسی کے شعر سے استدلال کرتے تھے؟ انہوں نے کہا، ہاں! آپ حضرت عبد اللہ بن رواحہ ﷺ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے: ”ویاتیک بالاخبار من لم تزود“۔

(سنن الترمذی، کتاب الادب، باب: ما جاء في انشاد الشعر، رقم: ۲۸۵۷، ص ۸۰۸)

☆..... حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے، حضرت کعب بن مالک آپ کے آگے یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے:

اليوم نصر بكم على تنزيلة

خلوا بني الكفار عن سبيله

آج ہم قرآن مجید کے حکم سے تم کو ضرب لگائیں گے۔

اے کافروں کی اولاد آپ کا راستہ چھوڑ دو

ويدهل الخليل عن خليله

ضربا يزيل الهام عن مقيله

ایسی ضرب جو کھوپڑی کو اس کی جگہ سے الگ کر دے گی اور دوست کو دوست سے جدا کر دے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ جل جلالہ کے حرم میں شعر پڑھ رہے ہو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عمر رضی اللہ عنہ! ان کو چھوڑو، یہ اشعار ان پر تیروں سے زیادہ تیزی کے ساتھ اثر انداز ہوتے ہیں۔“

(سنن الترمذی، کتاب الادب، باب: ما جاء فی انشاد الشعر، رقم: ۲۸۵۶، ص ۸۰۸)

اون، کمال اور بال کی طہارت وعدم طہارت:

۴..... اون اور بالوں کے کپڑے انبیائے کرام کی سنت ہے، سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ کپڑے پہنے، حدیث میں ہے: ”اون کے کپڑے پہن کر اپنے دلوں کو منور کرو کہ یہ دنیا میں مذلت ہے اور آخرت میں نور ہے۔“ اور صوف یعنی اون کے کپڑے اولیائے کرام، بزرگان دین نے پہنے اور ان کو صوفی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اگرچہ ان کے جسم پر کالی کھلی ہوتی، مگر دل مخزون انوار الہی اور معدن اسرار نامتناہی ہوتا، مگر اس زمانے میں اون کے کپڑے بہت بیش قیمت ہوتے ہیں اور ان کا شمار لبا سہائے فاخرہ میں ہوتا ہے، یہ چیزیں فقراء وغریبوں کو کہاں ملیں، انہیں تو امراء و سادات استعمال کرتے ہیں۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیہ، الباب التاسع فی اللبس ما یکرہ فی ذلك، ص ۵۰، ۴۱۰)

مردار کا پٹھا، بال، ہڈی، ہڈ، چونچ، کھر، ناخن، ان سب کو بیچ سکتے ہیں اور کام میں بھی لاسکتے ہیں، ہانگی کے دانت اور ہڈی کو بیچ بھی سکتے ہیں اور اس کی بنی ہوئی چیزیں استعمال کر سکتے ہیں۔ خنزیر کے بال اور کسی جزء کی بیج باطل ہے اور مردار کے چمڑے کی بھی بیج باطل ہے جب کہ پکایا نہ ہو اور دباغت کر لی ہو تو بیچ جائز ہے اور اس کو کام میں لانا جائز ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب البیوع، باب: البیع الفاسد، مطلب: فی التداوی بلبین البنت فلزمہ قولان، ج ۷، ص ۲۶۳ وغیرہ)

انسان کے بال کی بیج بوجہ اس کی کرامت کے جائز نہیں، اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ (المرجع السابق، مطلب: الآدمی مکرم شرعاً، ص ۲۴۵)

انسان جھگڑالو کیوں ہے؟

۵..... یعنی نڑائی جھگڑے اور باطل معاملات میں مبالغہ کرتا ہے، اللہ جل جلالہ نے ﴿فاذا هو خصیم مبین﴾ کا عطف متقی

جملے ﴿اولم یر الانسان ان خلقنہ من نطفۃ﴾ پر ڈالنا تاکہ کافروں کے تعجب اور انکار میں مزید شدت پیدا ہو جائے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے یہ اس لئے فرمایا کہ ہم نے اسے خمیس ترین چیز نطفے سے پیدا کیا ہے پھر بھی وہ لڑتا جھگڑتا ہے اور اللہ جل جلالہ کی وحدانیت کی گواہی نہیں دیتا۔ ایک قول یہ ہے کہ جملہ استفہامیہ کا استعمال اس لئے کیا گیا ہے تاکہ انسان کے لڑنے جھگڑنے کے معاملے میں مزید استقرار و استمرار پیدا ہو جائے۔ اور خفاجی کے حاشیے میں ہے کہ ﴿فاذا﴾ میں فاء فجا یہ ہے اور مقصود خلاف تقاضا کلام پر تعجب مضبوط کرنا ہے۔ آیت مذکورہ میں انسان سے مراد انسانی جنس ہے، اور ﴿الخصیم﴾ میں کافر منکر بحث مراد ہے، جیسا کہ آیت کے شان نزول سے بھی واضح ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق عام بن وائل جب کہ ابن مرویہ کے قول کے مطابق ابی بن خلف مراد ہے۔

(روح المعانی، الجزء ۲۳، ص ۷۲)

انسانی ہڈیوں اور دیگر اعضاء کی خرید و فروخت کرنا:

۶..... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسر عظم الميت و اذاه ککسرہ حیاً یعنی مُردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا

پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔“

کسی نے ابن مسعود سے مُردہ کو تکلیف پہنچانے کے حوالے سے کلام کیا تو فرمایا: ”کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے اسی طرح مُردہ کی بھی ناپسند ہے۔“
انہی سے روایت ہے: اذی المومن فی موتہ کما اذاہ فی حیوتہ یعنی مومن کو مرنے کے بعد ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسی زندگی میں ہوتی تھی۔
علامہ شامی لکھتے ہیں:

لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی یعنی اس لئے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں۔
(الفتاویٰ الرضویۃ منخرجہ، رسالہ: اہلاک الروہابین علی توہین، ج ۹، ص ۴۳۴)
مسلمان جتنا زندگی میں محترم و مکرم ہے، بالکل ایسا ہی مرنے کے بعد بھی قابلِ تعظیم ہے۔ ان لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ دنیاوی علوم و فنون کے حصول کے نام پر خواہ مخواہ انسانی اعضاء کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ جہاں تک ڈاکٹرز کی ضرورت کا معاملہ ہے اور ڈی وغیرہ سے ضرورت پوری نہیں ہوتی تو رعایت کا سوچا جاسکتا ہے لیکن درپردہ دیگر مفاسد کے لئے اعضاء انسانی کو مرنے کے بعد توڑ پھوڑ کرنا، دماغ، دل، ہڈیاں، وغیرہ کو بیچنا خریدنا انسان کہلانے کے بعد بھی خود کو جانور کہلانے کے مترادف ہے۔

ملکوت کے معنی:

..... لفظ ملکوت اللہ کی ملک کے ساتھ خاص ہے، یہ مصدر ہے اور اس میں ”تاء“ کو داخل کر دیا گیا ہے جیسے رحمت اور رہوت میں ہے جیسا کہ فرمایا ﴿و کذلک نری ابرہیم ملکوت السموت والارض اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی﴾ (الانعام: ۷۵) ﴿اولم ینظروا فی ملکوت السموت والارض کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں﴾ (الاعراف: ۱۸۵)۔ اور ملکوت کا معنی اللہ کی مملکت اور سلطنت ہے یعنی وہ چیزیں جو اللہ کی ملکیت میں داخل ہیں۔
(المفردات، ص ۴۷۵)

اغراض:

ای خلقہ: یعنی انسان کو مضبوط جسم و قوت دیں۔ و ہر ما: شباب کا مقابلہ ہے، اور یہ معاملہ حضرات انبیائے کرام کے علاوہ لوگوں کا ہے کیونکہ حضرات انبیائے کرام کے اجسام و عقل و خرد میں ضعف نہیں آیا کرتا، اگرچہ بظاہر ان کی عمر زیادہ ہی ہو اور سید عالم ﷺ نے اپنی امت کے لئے نکی عمر سے پناہ مانگی ہے، اور انبیائے کرام کے ساتھ اس وصف میں حضرات علمائے کرام کو بھی ملحق کیا جاتا ہے اور وہ ڈھیٹ عمر میں بھی کمزور نہیں ہوتے بلکہ وہ نکی عمر میں مزید اچھے ہونے لگتے ہیں۔

رد لقولہم ان ما اتی بہ من القرآن شعر: جن لوگوں نے قرآن کو شعر کہا اس کا رد کرنا مقصود ہے کہ قرآن شعر نہیں ہے کیونکہ شاعری میں عموماً جھوٹ ہوتا ہے اور قصداً مشقی ہوتی ہے اور اس میں خیالات و ادہام کا اثر دھام بھی ہوتا ہے جب کہ قرآن مجید میں ایسا کہاں ہوتا ہے؟ بلکہ یہ پاک کلام تو بشری کلاموں کی کدورتوں سے محفوظ ہے۔

وہم المومنون: خاص مومنین کا ذکر اس لئے کیا کہ یہی اس (پاک کلام) سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

فی جملۃ الناس: اللہ کی دی ہوئی نعمتیں صرف کافروں کے لئے نہیں بلکہ ہر ایک کے لئے ہیں۔

فیجاز یہم علیہ: علانیہ و غیر علانیہ طور پر نیکی و بدی کا ہونا مراد ہے۔

وہو العاص بن وائل: ایک قول یہ ہے کہ آیت مذکورہ آبی بن خلف کے ہارے میں نازل ہوئی لیکن عبرت حاصل کرنے کا تعلق خاص

سبب نہیں بلکہ عموم لفظ سے ہوا کرتا ہے۔

فقال صلی اللہ علیہ وسلم نعم ویدخلک النار: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہڈی لی، اور (فرمایا) اللہ اس کے کفر کو توڑ کر اسے واصل بہ جہنم کرے گا، اور جواب میں زیادتی کرنے کا مقصود معترض کو سمجھانا نہیں بلکہ تکلیف پہنچانا تھا کیونکہ تکلیف پہنچانے کے ذریعے جزاء کا تعلق انکار کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہے تاکہ اسے نہ ماننے کا جواب دیا جائے اور علمائے بلاغت کے نزدیک یہ اسلوب حکیمانہ ہے۔

فی جملة الناس: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الذی جعل لکم﴾ کا تعلق خاص کافروں سے نہیں بلکہ جمیع مخلوق سے کلام کرنا مقصود ہے۔

والعصار: عین مہملہ کے فتح کے ساتھ، فاء مفتوحہ کے بعد الف اور پھر راء، مرخ اور عفار سے مراد وہ درخت ہیں جس سے آگ نکالنے کا کام لیا جاتا ہے اور عفار کو زند (چھماق سے آگ نکالنا) سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور مرخ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ مرخ و عفار کی دو سبز ڈالیاں لی جائیں اور دونوں کو باہم رگڑ دی جائے تو ان سے آگ نکلتی ہے۔ او کل شجر: جیسا کہ برسیم کا درخت ہوتا ہے کہ جب اس کے سبز ڈالی ایک دوسرے پر رکھی جائے تو کچھ مدت میں خود کو اور ارد گرد کو جلا ڈالتی ہے۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۵۰۷ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

ذبح کے مسائل:

۱..... بعض جانور ذبح کئے جاسکتے ہیں اور بعض نہیں، جو شرعاً ذبح کئے جاسکتے ہیں، ان میں یہ دو بھی اور مذی بغیر ذبح حلال ہیں اور جو ذبح کئے جاسکتے ہیں وہ بغیر ذکاة

شرعی حلال نہیں، ذکاة شرعی کا مطلب یہ ہے کہ جانور کو اس طرح خرباؤں کیا جائے کہ حلال ہو جائے۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الذبائح، ج ۹، ص ۴۲۳)

ذکاة شرعی دوم پر ہے، اختیاری اور اضطراری، ذکاة اختیاری کی دو قسمیں ہیں: ذبح اور خمر، ذکاة اضطراری یہ ہے کہ جانور کے بدن میں کسی جگہ تیزہ وغیرہ بھونک کر خون نکال دیا جائے اس سے مخصوص صورتوں میں جانور حلال ہوتا ہے۔ حلق کے آخری حصہ میں تیزہ وغیرہ بھونک کر رگیں کاٹ دینے کو خمر کہتے ہیں۔ ذبح کی جگہ حلق اور لبہ کے مابین ہے، لبہ سینہ کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں، اونٹ کو خمر کرنا اور گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا سنت ہے اور اگر اس کا کلس کیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا اور گائے کو خمر کیا تو جانور حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الذبائح، ج ۹، ص ۴۲۳)

جو رگیں ذبح میں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں: حلقوم، پودہ، جس میں سانس آتی جاتی ہے، جس سے کھانا پینا اترتا ہے، ان دونوں کے نقل بغل اور دور رگیں ہوتی ہیں جن میں خون کی روانی ہے ان کو دوہین کہتے ہیں۔ پورا حلقوم ذبح کی جگہ ہے یعنی اس کے اعلیٰ، اوسط، اسفل جس جگہ بھی ذبح کیا جائے جانور حلال ہوگا، آج کل چونکہ چمڑے کا خرچ زیادہ ہے اور یہ وزن یا ناپ سے فروخت ہوتا ہے اس لیے قصاب اس کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح بھی چمڑے کی مقدار بڑھ جائے اور اس کے لیے یہ ترکیب کرتے ہیں کہ بہت اوپر سے ذبح کرتے ہیں اور اس صورت میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ذبح فوق العقده (گھنڈی یعنی گلے کی بھری ہوئی ہڈی سے اوپر) ہو جائے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جانور حلال ہوگا یا نہیں، اس باب میں قول فیصل یہ ہے کہ ذبح فوق العقده میں اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہے ورنہ نہیں، علماء کا یہ اختلاف ہے رگوں کے کٹنے میں احتمال دیکھتے ہوئے احتیاط ضروری ہے کہ یہ معاملہ حلت و حرمت کا ہے اور ایسے مقام پر احتیاط لازم ہوتی ہے۔

(ج ۹، ص ۴۲۶)

ذبح میں قصداً بسم اللہ نہ کہی جانور حرام ہے، اور اگر بھول کر ایسا ہوا جیسا کہ بعض مرتبہ ذکار کے ذبح میں جلدی ہوتی ہے اور جلدی میں بسم اللہ کہنا بھول جاتا ہے اس

صورت میں جانور حلال ہے۔ (الہدایة مع ہدایة المبتدی، کتاب الذبائح، ج ۷، ص ۱۲۹)

خرد ذبح کرنے والے پر بسم اللہ کہنا ضرور ہے دوسرے کا کہنا اس کے کہنے کے قائم مقام نہ ہوگا یعنی دوسرے کے بسم اللہ کہنے سے جانور حلال نہ ہو؛ جب کہ ذبح (ذبح کرنے والے) نے قصداً ترک کیا ہو اور وہ مخصوص نے ذبح کیا تو دونوں کا بسم اللہ کہنا ضروری ہے ایک نے بھی جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو جانور حرام ہے۔ (الدرالمختار مع

ردالمحتار، کتاب الذبائح، ج ۹، ص ۳۰)

سورة الصافات مكية وهى مائة واثنان وثمانون اية

سورة الصافات مکی ہے اور اس میں ۱۸۲ آیات ہیں

تعارف سورة الصافات

اس سورت میں پانچ رکوع، ۸۶۰ کلمات اور ۳۸۲۶ حروف ہیں۔ کفار عرب شرک کی بڑی لعنت میں گرفتار تھے، جہاں توحید کے مخرف تھے وہیں قیامت کے بارے میں بھی علم نہ رکھتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے، عقل اسے تسلیم نہیں کرتی، الغرض اسی قسم کے شکوک و شبہات کا جواب اگر چنان کے اعتراض کی وجہ سے انہیں دیا گیا لیکن جواب میں اللہ جل جلالہ نے کیا خوب فرمایا: ﴿قُلْ نَعْمَ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ لِيَعْنِيَنَّكُمْ فَرَمَادُهَا يُولَىٰ كَذَلِيلٍ هُوَ كَالَّذِي يَدُلُّ عَلَىٰ أُمَّةٍ فَأُولَٰئِكَ لِيُصَلِّ عَلَىٰ أَهْلِهَا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَمِنْ آدَمَ وَعِصْرَ﴾۔ قیامت کے دن جس طرح منکرین قیامت آپس میں الجھیں گے اور ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے ان کا ذکر بھی کر دیا گیا۔ سید عالم علیہ السلام کے جانثار نے بھی بڑے کٹھن حالات برداشت کئے، ان کے لئے گویا زندگی تنگ ہوتی جا رہی تھی، تاہم اللہ نے ان کی تسلی کے لئے سابقہ اقوام اور انبیائے کرام کے حالات بیان فرمائے تاکہ انہیں تسلی ہو اور ان کے شکستہ دل دامن ایمان سے بچے رہیں۔ اہل مکہ کو تنبیہ فرمادی گئی کہ آج تم جنہیں کمزور سمجھ رہے ہو کل وہ سارے عرب پر اسلام کا پرچم لہرائیں گے اور سارے عالم اسلام کو انہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کرم میں جگہ ملے گی۔

رکوع نمبر: ۵

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿وَالصَّفَاتِ صِفًا﴾ (۱) ﴿الْمَلَائِكَةُ تَصِفُّ نَفُوسَهَا فِي الْعِبَادَةِ أَوْ أُجْنِحَتِهَا فِي الْهَوَاءِ تَنْتَظِرُ مَا تَأْتِيهَا مِنْ رَبِّهَا﴾ (۲) ﴿الْمَلَائِكَةُ تَزْجِرُ السَّحَابَ أَيْ تَسُوِّقُهُ﴾ (۳) ﴿فَالْتَلَيْتُ﴾ (۴) ﴿جَمَاعَةَ قُرَّاءِ الْقُرْآنِ تَلَوُّهُ﴾ (۵) ﴿ذَكَرًا﴾ (۶) ﴿مُضَدَّرٌ مِنْ مَعْنَى التَّالِيَاتِ﴾ (۷) ﴿إِنَّ الْهَيْكَلَ لَوَاحِدٌ﴾ (۸) ﴿رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبِّ الْمَشَارِقِ﴾ (۹) ﴿أَيُّ وَالْمَغَارِبِ لِلشَّمْسِ لَهَا كُلُّ يَوْمٍ مَشْرُقٌ وَمَغْرِبٌ﴾ (۱۰) ﴿أَنَا زِينَةُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا بَزِينَةِ الْكَوَاكِبِ﴾ (۱۱) ﴿أَيُّ بِضَوْنِهَا أَوْ بِهَا وَالْإِضَافَةُ لِلْيَبَانَ كَقِرَائَةِ تَنْوِينِ زِينَةِ الْمَيْبَةِ بِالْكَوَاكِبِ﴾ (۱۲) ﴿وَحَفْظًا﴾ (۱۳) ﴿مَنْصُوبٌ بِفَعْلٍ مُقَدَّرٍ أَيْ حَفْظْنَاهَا بِالشُّهُبِ﴾ (۱۴) ﴿مَنْ كُلُّ مُتَعَلِّقٌ بِالمُقَدَّرِ﴾ (۱۵) ﴿شَيْطَانٌ مَارِدٌ﴾ (۱۶) ﴿عَاتٍ خَارِجٍ عَنِ الطَّاعَةِ﴾ (۱۷) ﴿لَا يَسْمَعُونَ﴾ (۱۸) ﴿أَيُّ الشَّيَاطِينِ مُسْتَانِفٌ وَسِمَاعُهُمْ هُوَ فِي الْمَعْنَى الْمَحْفُوظِ عَلَيْهِ﴾ (۱۹) ﴿أَيُّ الْمَلَائِكَةِ فِي السَّمَاءِ وَعَدَى السَّمَاعِ بِأَلِي لِتَضْمِينِهِ مَعْنَى الْإِضْفَاءِ وَفِي قِرَائَةِ بِتَشْدِيدِ الْمِيمِ وَالسِّينِ أَصْلُهُ يَتَسَمَّوْنَ أَدْعَمَتِ النَّاءُ فِي السِّينِ﴾ (۲۰) ﴿وَيَقْدُلُونَ﴾ (۲۱) ﴿أَيُّ الشَّيَاطِينِ بِالشُّهُبِ﴾ (۲۲) ﴿مَنْ كُلِّ جَانِبٍ﴾ (۲۳) ﴿مِنْ آفَاقِ السَّمَاءِ﴾ (۲۴) ﴿دَحْوَرًا﴾ (۲۵) ﴿مُضَدَّرٌ ذَخْرَةٌ أَيْ طَرْدَةٌ وَأَبْعَدُهُ وَهُوَ مَفْعُولٌ لَهُ﴾ (۲۶) ﴿وَلَهُمْ﴾ (۲۷) ﴿فِي الْآخِرَةِ﴾ (۲۸) ﴿عَذَابٌ وَأَضْبٌ﴾ (۲۹) ﴿دَائِمٌ﴾ (۳۰) ﴿أَلَا مَنْ خَطَفَ الْخَطْفَةَ﴾ (۳۱) ﴿مُضَدَّرٌ أَيْ الْمَرَّةُ وَالْإِسْتِثْنَاءُ مِنْ ضَمِيرٍ يَسْمَعُونَ أَيْ لَا يَسْمَعُ إِلَّا الشَّيْطَانُ الَّذِي سَمِعَ الْكَلِمَةَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَآخَذَهَا بِسُرْعَةٍ﴾ (۳۲) ﴿فَلَاتَبِعَهُ﴾ (۳۳) ﴿شَهَابٌ﴾ (۳۴) ﴿كَوْكَبٌ مُضِيءٌ﴾ (۳۵) ﴿نَاقِبٌ﴾ (۳۶) ﴿يَنْقِبُهُ أَوْ يُحْرِقُهُ أَوْ يُنْجِلُهُ﴾ (۳۷) ﴿فَلَا تَسْتَفْتِهِمْ﴾ (۳۸) ﴿اسْتَخْبِرْ كَفَّارَ مَكَّةَ تَقْرِيرًا أَوْ تَوْبِيخًا﴾ (۳۹) ﴿أَهْمُ أَشَدَّ خَلْقًا أَمْ مِنْ خَلْقِنَا﴾ (۴۰) ﴿مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالسَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِينَ وَمَا فِيهِمَا وَفِي الْإِتْيَانِ بِمَنْ

تَغْلِبُ الْعُقَلَاءَ ﴿۱۱﴾ انا خلقنہم ﴿۱۱﴾ ای اصلہم آدم ﴿من طین لازب﴾ ﴿۱۱﴾ لازم یلصق بالید المعنی ان خلقہم
ضعیف فلا یتکبروا ینکار النبی والقران المؤدی الی ہلاکہم الیسیر ﴿ہل﴾ لیلینقال من عرض الی
آخر وهو الأخبار بحالہ وحالہم ﴿عجبت﴾ بفتح التاء خطابا بالنبی ای من تکذیبہم ایاک
﴿ہم﴾ یتسخرون ﴿۱۲﴾ ﴿من تعجبت﴾ ﴿واذا ذکرنا﴾ و﴿عظوا بالقران﴾ ﴿لا یدکرون﴾ ﴿۱۳﴾ ﴿لا
یتعظون﴾ ﴿واذا راوا ایتہ﴾ ﴿کانشقاق القمر﴾ یتسخرون ﴿۱۳﴾ ﴿یستہزؤن بہا﴾
﴿وقالوا﴾ فیہا ﴿ان﴾ ما ﴿هذا الا سحر مبین﴾ ﴿۱۵﴾ ﴿بین﴾ وقالوا منکرین للبعث ﴿ہ﴾ اذا متنا وکناتر ابا
وعظاما انا لمبعوثون ﴿۱۶﴾ ﴿فی الہمزتین فی الموضعین التحقیق وتسهيل الثانیة واذخال ألف بینہما﴾
على الوجهین ﴿واواؤنا الاولون﴾ ﴿۱۷﴾ بسکون الواو عطفًا باو وبتفتحها والہمزة للإستفہام والعطف
بالواو والمعطوف علیہ محل ان واسمها او الضمیر فی لمبعوثون والفاصل ہمزة الإستفہام ﴿قل﴾
نعم ﴿تبعثون﴾ و﴿انتم داخرون﴾ ﴿۱۸﴾ ﴿صاغرون﴾ ﴿فانما هی﴾ ضمیر مبہم یفسرہ ما بعدہ ﴿زجرة﴾ ای
صیحة ﴿واحلة فاذاہم﴾ ای الخلاق اخیاء ﴿ینظرون﴾ ﴿۱۹﴾ ﴿ما یفعل بہم﴾ ﴿وقالوا﴾ ای الکفار یا
للتنبیہ ﴿یولنا﴾ ہلاکتنا وهو مصدر لا فعل له من لفظہ وتقول لہم الملائکة ﴿هذا یوم الدین﴾ ﴿۲۰﴾ ای
الحساب والجزاء ﴿هذا یوم الفصل﴾ بین الخلاق ﴿الذی کنتم بہ تکذبون﴾ ﴿۲۱﴾

﴿ترجمہ﴾

قسم ان کی..... ۱..... کہ باقاعدہ صف باندھیں..... ۲..... (یعنی ان فرشتوں کی قسم جو عبادت کے لیے پیش بنائے ہیں یا صف باندھنے
سے مراد انکا اپنے پروں کو فضاء میں پھیلائے حکم الہی کا منتظر رہنا ہے) پھر ان کی کہ جھرک کر چلائیں (یعنی ان فرشتوں کی جو بادلوں کو
جھڑکتے یعنی ہاتکتے ہیں..... ۳.....) پھر تلاش کرنے والوں کی (یعنی قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی..... ۴.....) ذکر یہ مصدر
مفعول مطلق ہے، اور) خوب (ا لئنا لیات کے ہم معنی ہے) بیشک تمہارا معبود (اے اللہ مکہ) ضرور ایک ہے مالک آسمانوں اور زمین کا
اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور مالک مشرقوں کا (اور مغربوں کا سورج، سورج کے لیے روز آئے ایک مشرق اور ایک مغرب ہوتا
ہے) اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو تاروں کے سنگھار سے آراستہ کیا..... ۵..... (یعنی تاروں کی روشنی سے یا خود تاروں سے، بزینہ
الکواکب میں اضافت بیانہ ہے، گویا کہ ”زینہ“ کو منون پڑھنے والی قرأت کو اکب کو بیان کر رہی ہے) اور حفاظت کرنے
کو (یعنی ہم نے آسمان کو محفوظ کر دیا ہے روشن انگاروں سے، حفظاً فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اصل عبادت یوں ہے
حفظناہا بالشہب) ہر شیطان سرکش سے (مارد کے معنی سرکش اور نافرمان ہے) وہ (یعنی شیاطین) کان نہیں لگا سکتے (یہ جملہ
مستفاد ہے یعنی شیاطین کے سننے سے آسمان کو محفوظ کر دیا گیا ہے) عالم بالا کی طرف (یعنی آسمان میں موجود فرشتوں کی طرف اور
السماع کو حرف جرالی کے ذریعے متعدی کیا گیا ہے کیونکہ یہ اصفاہم کو شکی کے معنی کو مضمّن ہے، اور ایک قرأت میں یسمعون میم
اور سین مشدود کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ اصل میں یستمعون تھا تاہم کو سین میں مدغم کر دیا گیا) اور ان پر (یعنی شیاطین پر روشن
انکارے..... ۶.....) پھینکے جاتے ہیں ہر طرف سے (یعنی آسمانوں کے گوشوں سے) انہیں بھگانے کو (”دحورا“ دحرہ بمعنی
طرده وابعده کا مصدر ہے، ترکیب کلام میں مفعول نہ بن رہا ہے) اور ان کے لیے (آخرت میں ہمیشہ کا عذاب ہے، واصب بمعنی

دائم ہے) مگر جو ایک آدھ بار اوچک لے چلا (الخطفة مصدر ہے بمعنی مرة، اور یہ استثناء یسمعون کی ضمیر سے ہے معنی یہ ہوگا نہیں سنا تا مگر وہ شیطان جس نے فرشتوں سے ایک بات سنی اور اسے تیزی سے پکڑ لیا) تو روشن انگارہ جلا دینے والا (شہاب کے معنی روشن تارہ اور ثاقب کا معنی یہ ہے کہ وہ تارا جس پر برستا ہے اسے ہلاک کر دیتا ہے یا جلا دیتا ہے یا پاگل کر دیتا ہے) اس کے پیچھے لگا تو ان سے پوچھو (یعنی کفار مکہ سے اس کی خبر لو، تقریر کلام یا انہیں تو بیخ کرنے کے لیے ہے) کیا ان کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری اور مخلوق (جیسے فرشتے آسمان زمینیں اور ان میں موجود اشیاء، ام من خلقنا میں من کو عقلاء میں غلبہ دینے کے لیے ذکر فرمایا گیا ہے) بیشک ہم نے ان کو (یعنی ان کی اصل حضرت آدم علیہ السلام کو) چسپتی مٹی سے بنایا..... کے..... (جس سے ہاتھ چپک جائیں، معنی یہ ہے کہ انسان کی خلقت ایسی ہے، تو اسے نبی کریم اور قرآن عظیم کا انکار کر کے تکبر نہیں کرنا چاہے کہ یہ انکار انہیں قرہی ہلاکت کی طرف لے جائے گا) بلکہ (بل ایک غرض سے دوسری کی طرف منتقل ہونے کے لیے ہے، یعنی حضور ﷺ اور کفار کے احوال مختلف کی خبر دینے کے لیے ہے) تمہیں اچھبا آیا (ان کے تمہیں جھٹلانے سے، یہ خطاب نبی پاک ﷺ سے ہے) اور (یسخرون سے قبل ہم ضمیر محذوف ہے) وہ ہنسی کرتے ہیں (آپ ﷺ کے تعجب کرنے سے) اور جب سمجھائے جائیں (قرآن کے ذریعے ان لوگوں کو نصیحت کی جائے) تو نہیں سمجھتے (اس وعظ و نصیحت کو قبول نہیں کرتے) اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں (جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا) ٹھٹھا کرتے ہیں (اس نشانی کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں اور اس نشانی کے بارے میں) کہتے ہیں یہ تو نہیں (ان بمعنی مسانفہ ہے) مگر کھلا جادو (مبیس بمعنی بیسن ہے، مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے منکر کہتے ہیں) کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے..... ا..... (اذا..... الخ، انا دونوں مقامات میں دونوں ہمزہ کو تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کی سہیل کے ساتھ اور دونوں ہمزہ کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ دونوں کے مطابق پڑھا گیا ہے) اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (او یہ وادسا کنہ کے ساتھ ہو تو یہ عطف باؤ ہوگا اور اگر واد مفتوحہ ہو تو ہمزہ حرف استفہام اور واؤ حرف عطف ہوگا، اور معطوف علیہ ان اور اس اسم کا محل یا لمبعوثون میں موجود ضمیر ہوگی اور ہمزہ استفہام معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان فصل کے لیے آیا ہے) تم فرماؤ ہاں (تم لوگ اٹھائے جاؤ گے) ذلیل ہو گے (داخرون بمعنی صاغرون ہے) تو وہ (ہی ضمیر مبہم ہے اس کی تفسیر مابعد والا کلمہ کر رہا ہے) ایک ہی جھڑک ہے (زجوة بمعنی صیحة ہے) جیسی وہ (یعنی تمام ہی مخلوق زندہ ہو کر) دیکھنے لگیں گے اور (کفار) کہیں گے ہائے ہماری ہلاکت (یا ویلنا میں یاء تنبیہ کے لیے ہے، ویلنا بمعنی ہلاکتا ہے، یہ مصدر ہے اس لفظ سے اس کا کوئی فعل نہیں آتا، فرشتے ان لوگوں سے کہیں گے) یہ انصاف کا دن ہے (یعنی حساب کتاب اور بدلے کا دن ہے) یہ ہے (مخلوق کے درمیان) فیصلہ کا دن جسے تم جھٹلاتے تھے۔

﴿ترکیب﴾

﴿و الصفت صفاۃ فالزجرت زجراۃۃ فالثلثیت ذکرۃۃ ان الہکم لواحدۃ رب السموت والارض وما بینہما ورب المشارقۃ﴾

و: قسمیہ جار، الصفت: اسم فاعل بافاعل، صفا: مفعول مطلق، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، الزجرت زجراۃۃ شبہ جملہ معطوف اول، ف: عاطفہ، الثلثیت: اسم فاعل بافاعل، ذکرۃۃ مفعول، ملکر شبہ جملہ معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "اقسم" فعل محذوف کیلئے، ملکر جملہ قسمیہ انشائیہ، ان حرف مشبہ، الہکم: اسم، لام، تاکیدیہ، واحد خبر اول، رب السموت والارض وما بینہما: مرکب اضافی معطوف علیہ، و: عاطفہ، رب المشارق: مرکب اضافی معطوف، ملکر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿انا زینا السماء الدنيا بزینة الكواكب﴾ وحفظا من كل شیطن مارداً ﴿﴾

انا: حرف مشبہ واسم، زینا: فعل بافاعل، السماء الدنيا: مفعول، ب: جار، زینہ: مبدل منہ، الكواكب: بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، حفظا: مصدر موصوف، من كل شیطن مارداً: ظرف مستقر صفت، ملکر فعل محذوف "حفظتها" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا یسمعون الی الملا الاعلیٰ ویقذفون من كل جانب﴾ دحورا ولهم عذاب واصب ﴿﴾ الا من خطف الخطفة ﴿﴾

لا یسمعون: فعل نفی بافاعل، الی الملا الاعلیٰ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ متناہ، و: عاطفہ، یقذفون: فعل مجہول واؤ ضمیر ذوالحال، دحورا: حال، ملکر مستثنیٰ منہ، الا جرف استثناء، من خطف الخطفة: موصول صلہ، ملکر مستثنیٰ، ملکر نائب الفاعل، من كل جانب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب واصب: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاتبعه شهاب ثاقب﴾ ﴿﴾

ف: عاطفہ، اتبعه: فعل ومفعول، شهاب ثاقب: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاستفتهم اہم اشد خلقا ام من خلقنا﴾ ﴿﴾

ف: فصيحة، استفتمهم: فعل امر بافاعل ومفعول، همزة: حرف استفہام، ہم: معطوف علیہ، ام: عاطفہ، من خلقنا: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مبتدا، اشد: اسم تفضیل هو ضمیر، خلقا: تمييز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف "ان شئت ان تبکتهم وترد علیہم فی امر اثبات المعاد" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انا خلقنہم من طین لازب﴾ بل عجبت ویسخرون ﴿﴾

انا: حرف مشبہ واسم، خلقنہم: فعل بافاعل ومفعول، من طین لازب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بل: حرف اضراب وعطف، معطوف علی محذوف "ہم لا یقرون" عجبت: فعل و"ت" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ویسخرون: جملہ فعلیہ "ہم" مبتدا، محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر حال، ملکر فاعل، "من قدرۃ اللہ علیٰ ہذہ الخلاق العظیمۃ" متعلق محذوف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا ذکروا لا یدکرون﴾ واذا راوا ٰیۃ یتستخرون ﴿﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ذکروا: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لا یدکرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، وا ٰیۃ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، یتستخرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقالوا ان ہذا الا سحر مبین﴾ ء اذ امتنا وکنا ترابا وعظاما انا لمبعوثون ﴿﴾ او ابوانا الاولون ﴿﴾

و: عاطفہ، قالوا: قول، ان: نافیہ، ہذا: مبتدا، الا: اداة حصر، سحر مبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ہمزة جرف استفہام، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، متنا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کنا ترابا وعظاما: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ہمزة جرف استفہام، انا: حرف مشبہ واسم، لمبعوثون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، ہمزة جرف استفہام لتاکید اولیٰ، و: عاطفہ، ابوانا الاولون: مرکب توصیفی "یبعثون" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر قول محذوف "قالوا منکرین للبعث" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل نعم وانتم داخرون﴾ ﴿﴾

قل: قول، نعم: حرف ایجاب، و: حالہ، النعم: مبتداء، داخرون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر "تبعون" کی واؤ ضمیر سے حال ہے، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فانما هي زجرة واحدة فاذا هم ينظرون﴾

ف: فصیحہ، انما حرف مشبہ وما کافہ، ہی: مبتداء، زجرة واحدة: خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "اذا كان ذلك" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، اذا: بظاہر، ہم: مبتداء، ينظرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقالوا يويلنا هذا يوم الدين﴾ هذا يوم الفصل الذي كنتم به تكذبون ﴿

و: متانفہ، قالوا: اجمل، يويلنا: نداء، هذا: مبتداء، يوم الدين: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ متانفہ، هذا: مبتداء، يوم الفصل: موصوف، الذي كنتم به تكذبون: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اعراض﴾

غیر خدا کی قسم معتبر نہیں تو پھر اللہ ﷻ نے کیوں ارشاد فرمائی؟

۱..... حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا: کعبہ کی قسم! تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا غیر اللہ کی قسم نہ کھائی جائے کیونکہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے غیر خدا کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔ (سنن الترمذی، کتاب النذور، باب: ما جاء في كراهية الحلف، رقم: ۱۰۵۰، ص ۴۷۳)

امام رازی کہتے ہیں کہ غیر اللہ ﷻ کی قسم کھانے میں متعدد درجات ذیل اشکالات ہو سکتے ہیں:

(۱)..... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر خدا کی قسم کھانے سے منع فرمایا پھر اللہ کی حکمت کیسے ہوئی کہ فرشتوں کی قسم کھائی گئی؟

(۲)..... جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم و تکریم مقصود ہوتی ہے اور ایسی تعظیم کسی غیر خدا کی نہیں ہونی چاہیے۔

(۳)..... واو کے ذریعہ اللہ ﷻ نے تاکید فرمانے کا قصد فرمایا ہے جیسا کہ بعض سورتوں میں ہے ﴿و السماء وما بناها والارض

وما طحاها ونفس وما سواها اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم اور جان کی اور اس کی جس نے اُسے ٹھیک بنایا (النس: ۷۵)﴾۔

ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ ان تمام مقامات پر اگر کچھ محذوف نکال لیا جائے تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے یعنی صف بہ صف کھڑے رہنے والے فرشتوں کے رب ﷻ کی قسم، بحق کے ساتھ بادلوں کو چلانے والوں کے رب ﷻ کی قسم، علیٰ حد القیاس۔

صف بندی کے احکامات:

۲..... نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں تیر کی مانند سیدھی کرتے، یہاں تک کہ خیال فرمایا کہ اب ہم سمجھ گئے، پھر ایک دن تشریف لائے اور کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ بگیر کہیں کہ ایک شخص کا سینہ صف سے نکلا دیکھا، فرمایا: "اے اللہ کے بندوں! صفیں برابر کرو یا اللہ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا"۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب: تسوية الصفوف، رقم: (۸۶۴)/۴۳۶، ص ۲۱۴)

☆..... ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اللہ اور اس کے فرشتے صف اول پر درود بھیجتے ہیں، لوگوں نے عرض کی اور دوسری پر؟ فرمایا: "اللہ اور اس کے فرشتے صف اول پر درود بھیجتے ہیں، لوگوں نے عرض اور دوسری پر؟ فرمایا: "دوسری پر اور صفوں کو برابر رکھو اور موٹھوں کو مقابل کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور کشادگیوں کو بند کرو کہ شیطان بھیڑ کے بچے

کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے۔ (المسند امام احمد، حدیث ابو امامہ ہاہلی، رقم: ۲۲۳۲۶، ج ۸، ص ۶۰۴)

مسئلہ نمبر ۱: مرد، بچے، عفتی اور عورتیں جمع ہوں تو ترتیب یہ ہے: پہلے مردوں کی صف ہو، پھر بچوں کی، پھر عفتی کی اور آخری میں عورتوں کی صف ہونی چاہیے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، ج ۲، ص ۳۱۴)

مسئلہ نمبر ۲: عفتیوں میں کھڑی ہوں کہ بیچ میں کشادگی نہ رہے اور سب کے مونڈھے برابر ہوں۔ (المرجع السابق)

مسئلہ نمبر ۳: صف مقدم کا افضل ہونا غیر جنازہ میں ہے، جنازہ میں آخری صف افضل ہے۔ (المرجع السابق)

مسئلہ نمبر ۴: پہلی صف میں جگہ ہو اور پچھلی صف بھر گئی ہو تو اس کو چیر کر جائے اور اس خالی جگہ میں کھڑا رہ جائے، اس کے لئے حدیث ہے: ”جو صف میں کشادگی دور کرے اس کی مغفرت ہو جائیگی۔“

(الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس فی الامامۃ، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۹۸)

جھڑکنے والے فرشتے:

۳..... ملائکہ کے ساتھ زجر کا لفظ درج ذیل وجوہات کی بناء پر ہے:

(۱)..... ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے فرشتوں کو بادلوں کا وکیل بنا دیا کہ وہ انہیں ایک مقام سے دوسرے جس مقام پر لے جاتا چاہیں لے جاسکتے ہیں۔ (۲)..... اللہ ﷻ نے بذریعہ الہامات فرشتوں کے دلوں میں بنی آدم کی تاثیر پیدا فرمادی ہے، پس وہ انسانوں کو نافرمانی کرنے پر زجر کرتے ہیں۔ (۳)..... ہو سکتا ہے کہ فرشتے شیطانوں کو انسانوں کے بہکانے اور ایذا دینے کے معاملے میں زجر کرتے ہوں۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۱۲ وغیرہ)

قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی تلاش کرنے والے:

۳..... حضرت محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ من بلغہ القرآن فکانما رای النبی و کلمہ یعنی جسے قرآن پہنچا وہ ایسا ہے جس نے سید عالم ﷺ کو دیکھا اور ان سے کلام کیا۔

علامہ اسماعیل حنفی کہتے ہیں:

اللہ ﷻ کے فرمان ﴿فالتالیات ذکر﴾ میں ”ذکر“ مفعول ہے، اور ”صفا“، ”زجرا“ مصدر مؤکد ہیں جو ما قبل بمعنی ”صفا بديعا“ اور ”زجرا بليغا“ مذکور ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ آیات الہیہ اور حضرات انبیائے کرام پر نازل ہونے والی کتب اور دیگر تسبیح، تحمید و تجید وغیرہ کا عظیم الشان ذکر مقصود ہے۔ آیت کا مقصود علماء کی وہ جماعت بھی ہو سکتی ہے جو نماز میں صف بصف کھڑی قرآنی آیات کو وعظ و نصیحت کرنے کے ضمن میں بھی احکام و شرائع پہنچانے کی غرض سے پڑھتے ہوں۔ یا جنگوں میں لڑنے والے مد مقابل گروہ کی صفوں میں کود پڑنا گویا کہ ان سے چمٹ پڑنا، یا جانور کو دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے صف بصف ہانکنا اور دشمنوں سے مزاحمت کرنا اور انہی امور میں مشغولیت کے باعث اللہ ﷻ کی آیات و ذکر و تسبیح میں زیادتی نہ کر سکتا اور یہی ان حضرات کا بارگاہ الہی میں کمال شہود و حضور (یعنی اللہ ﷻ کی یاد میں لگے رہنا) ہے جس کی صراحت حدیث میں بھی مذکور ہے۔ ”تین قسم کی آوازوں کو اللہ (اپنی شان کے لائق) فرشتوں کے ذریعے جانتا ہے، اذان، راہ خدا میں تکبیر بلند کرنے والے اور تلبیہ میں آواز بلند کرنے والے۔“ اور عابدین نماز میں صف بصف ہونے کے لئے شیطان کو دور بھگانے کے لئے ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ پڑھتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ مراد وہ بچے ہیں جو قرآن کو باآواز بلند تلاوت کرتے ہیں اور بیشک اللہ ﷻ ان لوگوں سے عذاب زائل کرتا ہے جن کی آوازیں ہمیشہ آسمان کی جانب بلند ہوتی ہیں اور وہ چار قسم کے لوگ ہیں، (۱)..... اذان دینے والے مؤذنین، (۲)..... جہاد میں تکبیریں کہنے والے، (۳)..... تلبیہ

کہنے والے، (۴)..... وہ بچے جو قرآن باواز بلند پڑھتے ہیں۔

(روح البیان، ج ۷، ص ۵۲۴، روح المعانی، الجزء: ۲۳، ص ۸۸)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ صف بصف کھڑی ہونے والی جماعت فرشتوں کی ہے جو کہ اللہ ﷻ کے عرش کو تھامے کھڑے ہیں اور یہ اللہ ﷻ کی عبادت میں مصروف ہیں انہیں کرومیں کہتے ہیں یا اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جس کی جانب علامہ شیخ اکبر نے اشارہ کیا ہے یعنی وہ فرشتے جو اللہ ﷻ کی محبت میں مستغرق ہیں انہیں کسی کی پرواہ نہیں ہے اور انہیں ان کی محبت میں مستغرق رہنے کی وجہ سے حضرت آدم ﷺ کو سجدے کا بھی حکم نہیں دیا گیا کیونکہ یہ اللہ ﷻ کی یاد میں فنا ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ زجر کرنے والی فرشتوں کی وہ جماعت ہے جنہیں عالم علیاء و سفلی میں اللہ ﷻ کے امور کی تدبیر (انجام دہی) کے لئے متعین کیا گیا ہے اور یہ ان پر اللہ ﷻ کا فضل ہے اور دیگر خلق خدا کو نفع پہنچانے کی غرض سے ہے اور اللہ ﷻ کی یاد والوں کو گھیرنے والے فرشتے وہ جماعت ہیں جو خاص مخلوق کی تلاوت کے تقاضوں کو جانتے پہچانتے ہیں اور ان کے خلوص کا نفع یہی فرشتوں کا سننا ہے نہ کہ زجر کرنا، اور زجر کرنا تو اللہ کے ناپسندیدہ امور میں سختی کرنا ہے اور یہ تلاوت کرنے والوں کی مجلسوں کو گھیرنے والے گویا کہ خیر کی مہمات کو (عام) کرنے والے ہیں اور شر کی مہمات کو دور کرنے والے ہیں۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۳، ص ۸۹ وغیرہ)

ستاروں سے آسمان دنیا کو مزین کرنا:

۵..... یعنی ستاروں کی چمک دمک سے آسمان دنیا کو مزین کرنا مراد ہے، جس طرح آسمان کو ظاہری چمک دمک والے ستاروں سے مزین کر دیا اسی طرح اولیائے کرام کے دلوں کو نجوم معارف سے مزین کیا ہے۔ قنادہ کہتے ہیں کہ اللہ نے تین قسم کے ستارے پیدا کئے: شیطانوں کو بھگانے والے، راستہ دکھانے والے اور آسمان کو زینت دینے والے۔

شہاب ثاقب کا بیان:

۶..... علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ جلتی ہوئی آگ کے چمک دار شعلہ کو شہاب کہتے ہیں۔ (المفردات، ص ۲۷۱)۔

شہاب ثاقب کا ٹکڑا جو راکھ ہونے سے پہلے زمین پر پہنچ جاتا ہے، اور دھماکے کے ساتھ پھٹ جاتا ہے، بعض اوقات ایسے شہاب بچے زمین پر گر پڑتے ہیں جن کا سائز کافی بڑا ہوتا ہے۔

☆..... حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ اپنے اصحاب کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر گر اور فضا روشن ہو گئی، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ”جب تم زمانہ جاہلیت میں یہ منظر دیکھتے تھے تو اس کے متعلق کیا کہتے تھے؟“ صحابہ کرام نے کہا ہم یہ کہتے تھے کہ کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا کوئی بڑا آدمی مر گیا ہے۔ پس سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”آگ کا یہ شعلہ کسی کی موت پر پھینکا جاتا ہے نہ کسی کی حیات پر، لیکن جب ہمارا رب کسی چیز کے متعلق فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش سبحان اللہ کہتے ہیں، پھر آسمان والے سبحان اللہ کہتے ہیں، پھر جو ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں، پھر جو ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں، پھر جو ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں، حتیٰ کہ اس آسمان تک آواز پہنچ جاتی ہے پھر چھٹے آسمان والے، ساتویں آسمان والوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا پھر وہ ان کو خبر دیتے ہیں، الغرض دنیا تک اسی طرح خبر پہنچتی ہے، شیاطین چوری سے یہ خبر سن لیتے ہیں اور اپنے جیلوں اور دستوں کو پہنچاتے ہیں، پھر اگر وہ اسی خبر کو بیان کریں تو حق لیکن وہ تحریف کریں اور کچھ باتوں کا اضافہ کر دیتے ہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة الجن، رقم: ۳۳۳۴، ۳۳۳۵، ص ۹۵۸ بتغییر)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ شہاب آگ کے چمکدار شعلے کو کہتے ہیں، علماء نے کہا ہے کہ ہمیں جو ستارہ ٹوٹے ہوئے دکھائی دیتا ہے وہی

مراد ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ستارہ شیطان کو لگتا ہو تو شعلہ بن جاتا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ درحقیقت آگ کا شعلہ ہی ہو لیکن ہمیں ستارہ دکھائی دیتا ہو۔ علماء کا اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ شہاب ثاقب کا معاملہ بعثت سے پہلے کا ہے یا بعد کا، اکثر بعثت سے پہلے کا قول مانتے ہیں جب کہ بعض بعد کے قول کے قائل ہیں۔

(الحامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۴، ص ۱۳)

تخلیق آدم ﷺ مٹی یا بجتی ہوئی مٹی سے:

۷..... اللہ ﷻ نے اس مقام پر طین لازب فرمایا، ثنودہ کہتے ہیں مراد وہ مٹی ہے جو ہاتھوں سے چپکتی ہے جب اسے چھوا جائے، طبری کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے حضرت آدم ﷺ کو مٹی، پانی، ہوا اور آگ سے پیدا فرمایا اور جب ان سب کو خلط ملط کیا گیا تو طین لازب بن گیا، ایک جماعت نے لازب بمعنی لازم یعنی باہ کویم سے بدل دیا ہے۔ ابی ابن حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ لازب، حما اور طین تینوں ایک ہی چیزیں ہیں کیونکہ اولاً تراب (مٹی) پھر حما منتلاً (بدبودار گاڑا)، پھر طینا لازبا (چپکتی مٹی) بن جاتا ہے، پھر اللہ ﷻ نے اس سے حضرت آدم ﷺ کی تخلیق فرمائی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ ﷻ نے مخلوق کو طین لازب سے پیدا فرمایا اور اس جملے میں مخلوق کے کمزور اور نرم ہونے کی جانب اشارہ ہے، اس لئے کہ جو طین (مٹی) سے پیدا کیا جاتا ہے اسے سختی اور قوت کی جانب موصوف نہیں کیا جاتا اور لوگوں میں بعث بعد الموت کی احتیاج ہے لہذا اس لئے حضرت آدم ﷺ کو طین لازب سے پیدا فرمایا تاکہ دوبارہ پیدا کئے جانے کو کمزور نہ جانے۔

(روح المعانی، الجزء ۲۳، ص ۱۰۲)

بعث بعد الموت:

۸..... امام جوزی فرماتے ہیں کہ مخلوق کی کثیر تعداد ایسی ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں اور یہ شبہ انہیں دو وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے اول یہ کہ وہ مادہ منویہ کی جانب دیکھتے ہیں اور دوسرے یہ کہ جب انسان زمین میں دفن کر دیا گیا اور کیڑے مکوڑے کی غذا بن گیا تو پھر دوبارہ اسی طرح کیسے بن پائے گا؟ امام جوزی جوابات دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسان کی اصل کی جانب دیکھ لیا جائے تو جواب مل جائے، حضرت آدم ﷺ کو اللہ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور اسی آدم ﷺ کی پشت اطہر سے دیگر انسان بسبب نطفہ بنائے گئے، اسی مٹی سے سبزہ اور دانہ بنتا ہے اور یہی مٹی کیڑے مکوڑوں کے وجود اور ان سے پیدا ہونے والے انڈوں کا ذریعہ ہے۔ اور اسی طرح سونے یا چاندی کے مختلف ٹکڑے بھٹی میں ڈالے جائیں اور یہ ٹکڑے باریک اجزاء کی شکل اختیار کر لینے کے بعد مٹی میں بکھر جاتے ہیں لیکن جب اللہ اپنی قدرت سے ان باریک ذروں کو سمیٹ کر ہمارے سامنے ایک مناسب شکل و صورت میں کر دیتا ہے تو انسان جب کہ اس کا جسم بھاری ہو اور اس کے بکھرے ہوئے اعضاء کو دوبارہ سمیٹ کر کھڑا کر دینا اس کی شان سے بعید نہیں جب کہ وہ بچپن سے جوان اور پھر بڑھاپے میں جسم کو لاغر و توانا کرتا رہتا ہے۔ اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اپنے انبیائے کرام کے ہاتھوں پر عصا کو اڑھا اور اڑھے کو عصا کر دیتا ہے اور پہاڑوں سے زندہ اونٹنی برآمد کر دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ ﷺ کے دست حق پرست سے کئی مردے بھی زندہ کر دکھائے۔

(تلبیس ابلیس، الباب الخامس، ذکر تلبیس ابلیس علی جاحدی البعث، ص ۹۰ وغیرہ)

اغراض:

الملائکة تصف نفوسها: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مفعول محذوف ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ ﴿الصفات﴾ اور اس کے بعد میں موجود تاہ تانیف کا ہے جب کہ ملائکہ مذکورہ منصف سے متصف کئے جانے سے محفوظ ہوتے ہیں۔ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد یہاں تاہ لفظی ہے جب کہ فرشتے تانیف معنوی سے منزہ ہیں۔

الملائکة: یہ ایک قول ہے ﴿الصفات﴾ کی تفسیر میں، ایک قول مجاہدین، نمازی، اڑنے والے پرندوں کا صف بہ صف ہونا بھی مراد

لیا گیا ہے۔ فی العبادۃ: مراد مقامات معلومہ ہیں۔ و اجنحتھا فی الهواء: سے مراد یہ ہے کہ صفوں میں اپنے پر پھیلائے ہوئے تیرتے ہیں۔ تنتظر ما تؤمر بہ: یعنی فرشتے آسمان پر چڑھنے اور اترنے میں حکم کے پابند ہیں۔ الملائکۃ تزجر السحاب: ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ علماء نافرمانوں کو زبرد توخ کرتے ہیں۔ مصدر من معنی التالیات: ایک قول یہ بھی ہے کہ ﴿ذکرا﴾ مفعول ہو ﴿التالیات﴾ کا، اور ذکر سے مراد قرآن وغیرہ تسبیح و تحمید ہیں، اور یہاں فرشتوں کے علاوہ بھی ہر ایک ذکر مراد ہے۔

ای المغارب: میں اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ آیت متذکرہ ﴿رب السموت والارض..... الخ﴾ میں چاروں حدود پر اکتفاء کیا گیا ہے، سرائیل (وہ اوننی کپڑا جو گرمی سے ٹھنڈک کرے یا وہ لوہے کا لباس جو ٹھنڈ سے حفاظت کرے) تمہیں گرمی سے بچانی ہیں، اور صرف مشارق کا ذکر اس لئے کیا کہ اس کا نفع مغارب سے عام طور پر ہوا ہی کرتا ہے، اگر تم یہ کہو کہ اللہ نے یہاں مشارق کو جمع کے صیغے میں استعمال فرمایا اور اس کا مد مقابل حذف فرمایا اور سال میں مشرق و مغرب دونوں کا ذکر فرمایا، الرحمن میں دونوں کی تعریف و توصیف فرمائی، سورۃ المزمل میں دونوں کو الگ الگ بیان فرمایا، پس یہاں کیوں صرف مشارق کا ذکر کیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مشارق فرما کر ہر دن کے مشرق و مغرب کو بیان فرمادیا، پس شمسی اعتبار سے سال میں تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں جو کہ مشرق و مغرب دونوں ہی ہوا کرتے ہیں کیونکہ ہر دن سورج مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوتا ہے پس انہی قسم کے اعتبارات کا یہاں خیال رکھا گیا ہے۔ من آفاق السماء: یعنی آسانی جہات مراد ہیں۔

بضوئہا: یعنی آسمان کو ستاروں سے منور کیا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو سورج غروب ہونے کی صورت میں آسمان پر سخت اندھیرا چھا جاتا۔ او بھا: یعنی ستارے آسمان دنیا کی زینت کا سامان کرتے ہیں، پس جب انسان اندھیری رات میں آسمان کی جانب نظر کرتا ہے تو سطح آسمان پر ستارے جگمگ کرتے نظر آتے ہیں۔

مستأنف: یعنی شیاطین کو آسانی کلام سننے سے روک دیا گیا ہے، اور انہیں عذاب (الہی) سے عار دلانی گئی ہے۔ والاستثناء من ضمیر یسمعون: یعنی ﴿من﴾ محل رفع میں واو سے بدل ہے، یا محل نصب میں استثناء متصل ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ شرطیہ ہو اور جواب شرط ﴿فاتبعہ﴾ ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ موصولہ مبتداء ہو اور اس کی خبر ﴿فاتبعہ﴾ ہو جائے جو کہ مستثنیٰ منقطع ہو جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ولست علیہم بمسیطر الا من تولى و کفر﴾ میں ہے۔

او یحرقہ: بمعنی یموت ہے، مفسر کے کلام میں ”او“ شہاب ثاقب کی نوع بیان کرنے کے لئے ہے، جو کہ شہاب ثاقب کے وصف کی نفی نہیں کرتا جو کہ روشن ہونا ہے جو کہ اندھیرے کو اجالا کر دیتا ہے جس کا مفسر کو وہم ہوا ہے۔

او یخبلہ: الخبل باء کے سکون و فتح کے ساتھ ہے، مراد جنون و بلا و آزمائش ہے اور اس کا اطلاق بھی اعضاء کے فاسد (ناکارہ) ہونے پر ہوا کرتا ہے۔ یلصق بالید: یعنی وہ مٹی جو اپنی ذات میں مضبوطی نہ رکھتی ہو بلکہ کمزور ہو۔

المعنی ان خلقہم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مفسر کافروں کے یوم بعث پر تکبر و عناد کی وجہ سے انکار کرنے کے سبب سے زبرد توخ کرنا چاہتے ہیں۔

من تعجبک: یعنی محمد ﷺ کے ان پر غضب کرنے اور کفر پر ہونے کی جزاء کا حکم سنانے پر تعجب کرنا مراد ہے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۱۱۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۶

وَيُقَالُ لِلْمَلَائِكَةِ ﴿احشروا الذين ظلموا﴾ أَنفُسَهُمْ بِالشَّرِكِ ﴿وازواجهم﴾ قَرَنَاءُ هُمْ مِنَ الشَّيَاطِينِ ﴿وما كانوا يعبدون﴾ (۲۲) ﴿من دون الله﴾ أَي غَيْرَهُ مِنَ الْأَوْلِيَانِ ﴿فاهدوهم﴾ ذَلُّوهُمْ وَسَوْفُوهُمْ ﴿إلى صراط الجحيم الرابع﴾ (۲۳) ﴿طريق النار﴾ وَقَفُّوهُمْ ﴿احبسوهم عِنْدَ الصِّرَاطِ﴾ أَنَّهُمْ مَسْتُولُونَ ﴿عن﴾ (۲۴) ﴿جميع أقدالهم وأفعالهم﴾ وَيُقَالُ لَهُمْ تَوْبِيخًا ﴿ما لكم لا تنصرون﴾ (۲۵) ﴿لا ينصرون بعضهم بعضا﴾ كَحَالِكُمْ فِي الدُّنْيَا وَيُقَالُ لَهُمْ ﴿بل هم اليوم مستسلمون﴾ (۲۶) ﴿مُنْقَادُونَ أَذْلَاءُ﴾ ﴿واقبل بعضهم على بعض يتساءلون﴾ (۲۷) ﴿يَتَلَاوَمُونَ وَيَتَخَاصِمُونَ﴾ قَالُوا ﴿أَي الْإِتِّبَاعِ مِنْهُمْ لِلْمَتَّبِعِينَ﴾ أَنكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنا عَنْ اليمين ﴿عن﴾ (۲۸) ﴿عَنِ الْجِهَةِ الَّتِي كُنَّا نَأْمِنُكُمْ مِنْهَا بِحَلْفِكُمْ﴾ أَنكُمْ عَلَى الْحَقِّ فَصَدَّقْنَاكُمْ وَاتَّبَعْنَاكُمْ الْمَعْنَى أَنكُمْ أَضَلَلْتُمُونَا قَالُوا ﴿أَي الْمَتَّبِعُونَ لَهُمْ﴾ بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿وَأِنَّمَا يَصْدَقُ الْأَضْلَالُ مِنَّا أَنْ لَوْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَرَجَعْتُمْ عَنِ الْإِيمَانِ إِلَيْنَا﴾ ﴿وما كان لنا عليكم من سلطان﴾ ﴿قُوَّةٌ وَقُدْرَةٌ تَهْزُوكُمْ عَلَى مُتَابِعَتِنَا﴾ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَغِينَ ﴿طغين﴾ (۳۰) ﴿ضَالِّينَ مِثْلِنَا﴾ ﴿لِحَقِّ﴾ وَجَبَ ﴿علينا﴾ جَمِيعًا ﴿قول ربنا﴾ ﴿بِالْعَذَابِ أَي قَوْلُهُ لَا مَلْئِنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ ﴿انا﴾ جَمِيعًا ﴿لذائقون﴾ (۳۱) ﴿الْعَذَابِ بِذَلِكَ الْقَوْلِ وَنَشَاءُ عَنْهُ قَوْلُهُمْ﴾ ﴿فاغوينكم﴾ الْمُعَلَّلُ بِقَوْلِهِمْ ﴿انا كنا غوين﴾ (۳۲) ﴿قَالَ تَعَالَى﴾ ﴿فَانْهَمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿لا شَرِيْرًا كِهِمْ فِي الْغَوَايَةِ﴾ ﴿انا كذلك﴾ ﴿كَمَا نَفَعَلُ بِهِؤْلَاءِ﴾ ﴿نَفَعَلُ بِالْمَجْزَمِ﴾ (۳۳) ﴿غَيْرِ هؤْلَاءِ أَي نُعَذِّبُهُمُ التَّابِعِ مِنْهُمْ وَالْمَتَّبِعِ﴾ ﴿انهم﴾ ﴿أَي هؤْلَاءِ بِقَرِيْبَةٍ مَا بَعْدَهُ﴾ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُولُونَ ءَ انا﴾ فِي هَمْزَتَيْهِ مَا تَقَدَّمَ ﴿لتاركوها﴾ لَشَاعِرٍ مَجْنُونٍ ﴿۳۶﴾ ﴿أَي لِأَجْلِ قَوْلِ مُحَمَّدٍ قَالَ تَعَالَى﴾ ﴿بل جاء بالحق﴾ وَصَدَقَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۷﴾ ﴿الْجَائِينَ بِهِ وَهُوَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ﴿انكم﴾ فِيهِ الْبَقَاةُ ﴿لذائقوا العذاب الاليم﴾ (۳۸) ﴿وما تجزون الا﴾ ﴿جَزَاءُ﴾ ﴿ما كنتم تعملون﴾ (۳۹) ﴿الا عباد الله المخلصين﴾ (۴۰) ﴿أَيِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اِسْتِنَاءٌ مُنْقَطِعٌ أَي ذَكَرَ جَزَاءَهُمْ فِي قَوْلِهِ ﴿اولئك لهم﴾ فِي الْجَنَّةِ ﴿رزق معلوم﴾ (۴۱) ﴿بُكْرَةٌ وَعَشِيًّا﴾ ﴿لواك﴾ (۴۲) ﴿بَدَلٌ أَوْ بَيَانٌ لِلرِّزْقِ وَهِيَ مَا يُؤْكَلُ تَلَذُّدًا إِلَّا لِحِفْظِ صِحَّةٍ لِأَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ مُسْتَعْتَبُونَ عَنْ حِفْظِهَا بِتَخَلُّقِ أَجْسَادِهِمْ لِلْأَبَدِ﴾ ﴿وهم مكرمون﴾ (۴۳) ﴿بِثَوَابِ اللَّهِ﴾ ﴿فِي جَنَّةِ النَّعِيمِ﴾ (۴۴) ﴿على سرر متقابلين﴾ (۴۵) ﴿لا يرى بعضهم قفا بعض﴾ ﴿يطاف عليهم﴾ ﴿على كُلِّ مِنْهُمْ﴾ ﴿بكاس﴾ ﴿هُوَ الْإِنَاءُ بِشَرَابِهِ﴾ ﴿من معين﴾ (۴۶) ﴿مَنْ خَمْرٍ يَجْرِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ كَأَنْهَارِ الْمَاءِ﴾ ﴿بيضاء﴾ ﴿أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ﴾ ﴿لذَّة﴾ ﴿لِدَيْدَةٍ﴾ ﴿للشربين﴾ (۴۷) ﴿بِخَلَافِ خَمْرِ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا كَرِيْهَةٌ عِنْدَ الشَّرْبِ﴾ ﴿لا فيها غول﴾ ﴿مَا يَغْتَالُ عُقُولَهُمْ﴾ ﴿ولا هم عنها ينزفون﴾ (۴۸) ﴿بِفَتْحِ الزَّاءِ وَكَسْرِهَا مِنْ نَزَفِ الشَّارِبِ وَأَنْزَفَ أَي يُسْكِرُونَ بِخَلَافِ خَمْرِ﴾

الدنيا ﴿وَعندهم قصرت الطرف﴾ حابسات الأعين على أرواجهن لا ينظرن إلى غيرهم لحسنهم
 عندهن ﴿وعين﴾ (۳۸) ﴿صنحام الأعين حسناتها﴾ كانهن ﴿فى اللون﴾ بيض ﴿للنعام﴾ مكنون ﴿مستور﴾
 بريشه لا يصل إليه غباراً ولونه وهو البياض فى صفرة أحسن ألوان النساء ﴿لما قبل بعضهم﴾ بعض أهل
 الجنة ﴿على بعض يتساء لون﴾ (۵۰) ﴿عما مرّ بهم فى الدنيا﴾ قال قائل منهم انى كان لى
 قرين ﴿صاحب ينكر البعث﴾ يقول ﴿لى تبيتنا﴾ انك لمن المصدقين ﴿بالبعث﴾ واذا متنا و
 كنا ترابا وعظاما انا ﴿فى الهمزتين فى ثلثة مواضع ما تقدم﴾ لمديون ﴿مجزيون ومحاسنون﴾
 انكر ذلك ايضا ﴿قال﴾ ذلك القائل لاخوانه ﴿هل انتم مطلعون﴾ (۵۳) ﴿معى الى النار لئنظر حالة﴾
 فيقولون لا ﴿فاطلع﴾ ذلك القائل من بعض كوى الجنة ﴿فراه﴾ اى راي قرينه ﴿فى سواء﴾
 الجحيم ﴿اى وسط النار﴾ قال ﴿له تشميتا﴾ تالله ان ﴿مخففة من القبلة﴾ كدت ﴿قاربت﴾ لتردين
 ﴿لتهلكنى باغوائك﴾ ولولا نعمة ربى ﴿اى انعامه على بالايمن﴾ لكنت من
 المخضرين ﴿معك فى النار﴾ يقول أهل الجنة ﴿اى ما نحن بميتين﴾ (۵۸) الاموتنا الاولى ﴿اى التى﴾
 فى الدنيا ﴿وما نحن بمعدين﴾ (۵۹) هو استفهام تلذذ و تحدث بنعمة الله تعالى من تاييد الحيوه وعدم
 التعذيب ﴿ان هذا﴾ الذى ذكر لاهل الجنة ﴿لهو الفوز العظيم﴾ (۶۰) لمثل هذا فليعمل العملون ﴿العملون﴾ (۶۱)
 قيل يقال لهم ذلك وقيل هم يقولونه ﴿اذلك﴾ المذكور لهم ﴿خير نرلا﴾ وهو ما يعدل للنازل من
 صيف وغيره ﴿ام شجرة الزقوم﴾ (۶۲) المعدة لاهل النار وهى من اخبت الشجر المر بهامة يبتها الله
 فى الجحيم كما سياتى ﴿انا جعلناها﴾ بذلك ﴿فتنة للظلمين﴾ (۶۳) اى الكافرين من اهل مكة اذ قالوا
 النار تحرق الشجر فكيف تبتة ﴿انها شجرة تخرج فى اصل الجحيم﴾ (۶۴) فعر جهنم واغصانها ترفع
 الى دركاتيها ﴿طلعها﴾ المشبه بطلع النخل ﴿كانه رءوس الشيطان﴾ (۶۵) اى الحيات القبيحة المنظر
 ﴿فانهم﴾ اى الكفار ﴿لا كلون منها﴾ مع قبها لشدّة جوعهم ﴿فما لثون منها البطون﴾ (۶۶) ثم ان لهم
 عليها لشوبا من حميم ﴿اى ماء حار يشربونه فيختلط بالماكول منها فيصير شوباله﴾ ثم ان
 مرجعهم لا الى الجحيم ﴿يؤفئذ انهم يخرجون منها ليشرب الحميم وانه لخارجها﴾ انهم الفوا ﴿فجاءوا﴾
 ﴿اباءهم ضالين﴾ (۶۹) فهم على الرهم يهرعون ﴿يزعجون الى اتباعهم فيسرعون اليه﴾
 ﴿ولقد ضل قبلهم اكثر الاولين﴾ (۷۱) ﴿من الأمم الماضية﴾ ولقد ارسلنا فيهم منذرين ﴿من الرسل﴾
 مخوفين ﴿فانظر كيف كان عاقبة المنذرين﴾ (۷۳) الكافرين اى عاقبتهم العذاب ﴿الا عباد الله﴾
 المخلصين ﴿اى المؤمنين قالهم نجوا من العذاب لخالصهم فى العبادة اولان الله اخلصهم لها﴾
 على قرآنية فتح اللام.

﴿ترجمه﴾

(اور فرشتوں سے فرمایا جائے گا) ہاں کلو ظلم کرنے والوں کو (اپنی جانوں پر ارتکاب شرک کرنے والوں کو) اور ان کے جوڑوں کو (ان کے ساتھی شیطانوں کو.....!) اور جو کچھ وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا (یعنی بتوں کو، دون بھتی غیسر ہے) ان سب کو ہانگوراہ دوزخ کی طرف (ان کی رہنمائی کرو اور انہیں اس کی طرف، صراط الجحیم بمعنی طریق النار ہے) اور انہیں ٹھہراؤ (پل صراط کے پاس.....!) اور انہیں روک لو (ان سے پوچھنا ہے) (ان کے تمام ہی اقوال اور افعال کے بارے میں ان سے بطور جزو توجیح کرتے ہوئے کہا جائیگا) تمہیں کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے (جیسا کہ دنیا میں تمہارا حال تھا کہ ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے اور ان سے کہا جائیگا) بلکہ وہ آج گردن ڈالے ہیں (بجائت ذلت مطیع و فرمانبردار ہیں) اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف مونہ کیا آپس میں پوچھتے ہوئے (ایک دوسرے کو ملامت کرتے باہم جھگڑتے ہوئے) بولے (کافر پیر و کار اپنے سرداروں سے) تم ہمارے ذنی طرف سے آتے تھے.....! (یعنی تم ہماری طرف اس سمت سے آتے تھے کہ ہم تم پر اعتماد کر بیٹھے، تمہاری قسم کی وجہ سے کہ تم ہی لوگ حق پر ہو ہم نے تمہاری تصدیق کی اور تمہاری پیروی کی، آیت کا معنی یہ ہے کہ تم لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا) جواب دیں گے (کافر سردار اپنے پیروکاروں کو) تم خود ہی ایمان نہ رکھتے تھے (ہماری طرف گمراہ کرنے کی نسبت اس وقت درست ہوگی جبکہ تم مومن ہوتے اور ہمارے بہکانے سے ایمان چھوڑ کر ہماری طرف رجوع کر لیتے) اور ہمارا تم پر کچھ قابو نہ تھا (ہمیں قوت و طاقت نہ تھی کہ تمہیں اپنی پیروی پر مجبور کرتے) بلکہ تم گمراہ لوگ تھے (ہماری ہی طرح، طاغین بمعنی ضالین ہے) تو ثابت ہوگئی (حق بمعنی وجب ہے) ہم (سب) پر ہمارے رب کی بات (یعنی اس کا یہ فرمان ہے لا ملئسن جہنم من الجنة والناس اجمعین.....!) ہمیں (یعنی ہم سب کو) ضرور چکھنا ہے (عذاب اس فرمان کے سبب، اللہ کے اس فرمان سے انکار یہ قول ہوا کہ) تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا (اس اغواء کی علت ان کا یہ قول ہے) کہ ہم خود گمراہ تھے (اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) تو اس دن (یعنی بروز قیامت) وہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں (کیونکہ وہ سب گمراہی میں بھی شریک تھے) بیشک ہم اسی طرح (جیسا کہ ہم ان کے ساتھ معاملہ کریں گے) مجرموں کے ساتھ کیا کرتے ہیں (یعنی ان کے علاوہ دیگر مجرموں کے ساتھ بھی یہی کرتے ہیں یعنی پیروکاروں اور سرداروں دونوں کو عذاب دیتے ہیں) بیشک (انہم کی ہنم ضمیر کے معنی اسم ارشاد ہوا ہے، اس کے مابعد موجود قرینہ کی وجہ سے) جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے کیا (ء افا کے دونوں ہمزہ کے بارے وہی بحث ہے جو ماقبل گزری) ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے (یعنی محمد ﷺ کے قول کی وجہ سے، اللہ ﷻ فرماتا ہے) بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی (جو کہ حق یعنی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ لے کر آئے ان کی) تصدیق فرمائی بیشک تمہیں (اس طرز کلام غائب سے خطاب کی طرف التفات کیا گیا ہے) ضرور دکھ کی مار چکھنی ہے تو تمہیں بدلہ نہ ملے گا مگر (بدلہ) تمہارے کئے کا مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں (یعنی مومنین ہیں، یہ استثناء منقطع ہے مومنین کو ملنے والی جزاء کا ذکر اللہ ﷻ کے اس فرمان میں ہے.....!) ان کے لیے (جنت میں) وہ روزی ہے جو ہمیں معلوم ہے (صبح و شام) میوے (”فواکہ“ رزق سے بدل ہے یا اس کا بیان ہے، اور فواکہ ان اشیاء کو کہتے ہیں جو محض حصول لذت کے لیے کھائے جاتے ہیں نہ کہ حفظ صحت کے لیے، کیونکہ جنتیوں کے جسم بیہنگی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اس لئے وہ اپنے اجسام کی حفاظت سے مستغنی ہو گئے) اور ان کی (اللہ ﷻ کی طرف سے ملنے والے ثواب کے سبب) عزت ہوگی چین کے باغات میں تختوں پر ہوں گے آمنے سامنے (ان میں سے ایک دوسرے کی گدی کو نہیں دیکھ سکے گا) ان پر دورہ ہوگا (ان میں سے ہر ایک پر) جام کا (کامس شراب کے گلاس کو کہتے ہیں) ہتی شراب کے (جو سطح زمین پر دنیاوی نہروں کی طرح جاری ہوگا) سفید رنگ (وہ شراب دودھ سے زیادہ سفید

ہوگی) پینے والوں کے لیے لذیذ (بخلاف دنیاوی شراب کے اس کا ذائقہ پیتے وقت بد مزہ معلوم ہوتا ہے، "اللہ" کے معنی لذیذ ہے) نہ اس میں خمار ہے جو ان کی (عقلوں کو مخدوش کر دے) اور نہ اس سے ان کا سر پھرے..... ۱..... (یعنی وہ اس سے نشے میں نہیں آئیں گے بخلاف دنیاوی شراب کے، یسنز فون راء مفتوحہ کے ساتھ باب "نوف" سے اور زاء مکسورہ کے ساتھ باب "انزف" سے ہے) اور ان کے پاس ہیں جو دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی (یعنی ان کی نظریں اپنے شوہروں پر لگی رہیں گی وہ ان کے غیر کی طرف نہ دیکھیں گی، ان کے شوہر ان کے نزدیک انتہائی حسین ہونگے) خوبصورت اور بری آنکھوں والیاں..... ۲..... ("عین" کا معنی بڑی خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہیں) گویا وہ (سفید رنگت کے معاملے میں) انڈے ہیں (شتر مرغ کے..... ۳..... پوشیدہ رکھے ہوئے) (شتر مرغ کے پروں میں چھپے ہوئے کہ اس تک گردوغبار نہیں پہنچ پاتا اور اس انڈے کا رنگ زردی مائل سفید ہوتا ہے جو عورتوں کی بہترین رنگت ہے) تو ان میں سے (یعنی جنتیوں میں سے) ایک نے دوسرے کی طرف مونہ کیا پوچھتے ہوئے (وہ امور جو ان پر دنیا میں گزرے تھے) ان میں سے ایک کہنے والا بولا میرا ایک ہم نشین تھا (یعنی دوست تھا، وہ جو آخرت کا منکر تھا مجھ سے) کہا کرتا کیا تم (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی) تصدیق کرتے ہو کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں (ءانک، ائنا، ائنا، تینوں مقامات پر مذکور دو ہمزوں کے بارے میں وہی بحث ہے جو ما قبل گزری) بطور جزاء سزا دی جائیں گی (ہمیں جزاء دیا جائیگا، ہمارا محاسبہ کیا جائیگا؟ وہ اس کا بھی منکر تھا) کہا (اس قائل نے اپنے دیگر بھائیوں سے) کیا تم جھانک کر دیکھو گے (میرے ساتھ جہنم میں تاکہ ہم اس کا حال دیکھ سکیں تو وہ انکار میں جواب دیں گے) پھر جھانکا (اسی قائل نے جنت کے بعض گوشوں سے) تو اسے دیکھ لیا (یعنی اپنے دوست کو دیکھ لیا) سچ ٹھہراتی آگ میں..... ۴..... (سواء الجحیم بمعنی وسط النار ہے) کہا (اس سے اس کی حالت پر خوش ہوتے ہوئے) خدا کی قسم بیشک (ان محفہ من الغلیہ ہے) قریب تھا (کدت بمعنی قاربت ہے) کہ تو مجھے ہلاک کر دے (اپنے بہکانے کے، لئو دین بمعنی لٹھکنی ہے) اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا (بصورت ایمان اس کا دنیا میں مجھ پر انعام نہ ہوا ہوتا) تو ضرور میں بھی (جہنم میں تیرے ساتھ) حاضر کیا جاتا (اور جنتی کہیں گے) تو کیا ہمیں مرنا نہیں مگر ہماری پہلی موت (جو دنیا میں ہمیں حق پر ہو چکی ہے) اور ہم پر عذاب نہ ہوگا (یہ استفہام حصول لذت اور اللہ ﷻ کی نعمت جنت میں پہنچنے کا رہنا اور عذاب نہ کیے جانے کے چرچے کے لیے ہوگا) بیشک یہ (نعمتیں جنکا جنتیوں کو ملنا مذکور ہوا) بڑی کامیابی ہے ایسی ہی بات کے لیے کامیوں کو کام کرنا چاہیے (ایک قول یہ ہے، ما قبل مذکور دونوں قول ان سے اللہ ﷻ کی طرف سے کہے جائینگے اور ایک قول یہ ہے کہ جنتی یہ باتیں خود کہیں گے) تو یہ (جو جنتیوں کے لیے مذکور ہوا) بھلی مہمانی (نزلان ان نعمتوں کو کہتے ہیں جو آنے والے مہمان وغیرہ کے لیے تیار کئے جائیں) تمہو ہڑ کا بیڑ (جو جہنمیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے، زقوم سر زمین تھا مہ میں پایا جانے والا سب سے خبیث بد مزہ درخت ہے، اللہ ﷻ نے اسے جہنم میں آگایا ہے..... ۵..... جیسا کہ عنقریب آئے گا) بیشک ہم نے اسے (اس بات کی خبر دینے کے سبب) ظالموں (یعنی اہل مکہ میں سے کافروں کی) جانچ کیا ہے (کیونکہ وہ کہا کرتے تھے آگ تو درخت کو جلا دیتی ہے پھر جہنم میں بیڑ تم کس طرح آگاؤ گے؟) بیشک وہ ایک بیڑ ہے کہ جہنم کی اصل (یعنی اس کی تہ) میں نکلتا ہے (اور اس بیڑ کی شاخیں جہنم کے دیگر طبقات کی طرف بلند ہوتی ہیں) اس کا شگوفہ (کھجور کے شگوفہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے) جیسے دیووں کے سر (بصورت سانپوں کی طرح) پھر بیشک وہ (یعنی کفار) اس سے پیٹ بھریں گے (اس کے بدترین ہونے کے باوجود شدت بھوک کے سبب) پھر بیشک ان کے لیے اس پر کھولتے پانی کی ملاوٹ ہے (حمیم کے معنی کھولتا پانی ہے، یہ اس پانی کو پی لیں گے، پس جو انہوں نے تمہو ہڑ کھایا ہوگا وہ اس میں مل جائیگا اور یہ پانی اس کھانے کے لیے ملونی ہو جائے گا) پھر ان کا لوٹنا

ہر آیت آگ کی طرف ہے (یہ آیت اس بات کا فائدہ دے رہی کہ وہ "ماء حمیم" پینے کے لیے جہنم سے نکلیں گے اور یہ پانی خارج جہنم ہوگا) بیشک انہوں نے اپنے باپ دادا گمراہ پائے (الفسوا بمعنی وجدوا ہے) تو وہ انہیں کے نشان قدم پر دوڑے جاتے ہیں (ان کی اتباع کی طرف مائل ہوئے اور اس کی طرف جلدی کرنے لگے) اور بیشک ان سے پہلے بہت سے اگلے (یعنی پچھلی امتیں) گمراہ ہوئے اور بیشک ہم نے ان میں ڈر سنانے والے (یعنی رسول) بھیجے تو دیکھو ڈرائے ہوئے (یعنی کافروں) کا انجام (عذاب ہے) مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے (یعنی مومن بندے تھے، انہیں ان کی مخلصانہ عبادت کی وجہ سے عذاب سے نجات دی گئی، مخلصین لام مفتوحہ کے ساتھ ہوتو معنی ہوگا اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت کرنے کے لیے چن لیا تھا)۔

﴿قر گیب﴾

﴿احشروا الذین ظلموا وازواجہم وما كانوا یعبدون﴾ من دون اللہ ﴿﴾

احشروا: فعل امر بافاعل، الذین ظلموا: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ازواجہم: معطوف
اول، و: عاطفہ، ما موصول، كانوا یعبدون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من دون اللہ: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف ثانی، ملکر
مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاهدوہم الی صراط الجحیم﴾ وقفوہم انہم مسئولون ﴿﴾

ف: عاطفہ، اهدوہم: فعل امر بافاعل ومفعول، الی صراط الجحیم: ظرف لغو، ملکر جملہ، و: عاطفہ، ففوہم: فعل امر بافاعل
ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انہم: حرف مشبہ واسم، مسئولون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿مالکم لا تناصرون﴾ بل ہم الیوم مستسلمون ﴿﴾

ما: استفہامیہ مبتدأ، لا: جار، کم: ضمیر ذوالحال، لا تناصرون: جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ
اسمیہ، بل: عاطفہ، ہم: مبتدأ، الیوم: ظرف مقدم، مستسلمون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واقبل بعضہم علی بعض یتساءلون﴾ قالوا انکم کنتم تاتوننا عن الیمین ﴿﴾

و: متانفہ، اقبل: فعل، بعضہم: ذوالحال، یتساءلون: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، علی بعض: ظرف لغو، ملکر جملہ
فعلیہ، قالوا قول، انکم: حرف مشبہ واسم، کنتم: فعل ناقص بااسم، تاتون: فعل واو ضمیر ذوالحال، عن الیمین: ظرف مستقر حال، ملکر
فاعل، نا: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ تالیہ۔

﴿قالوا بل لم تکنوا مومنین﴾ وما کان لنا علیکم من سلطن ﴿﴾

قالوا: قول، بل: حرف اضراب، لم تکنوا: فعل ناقص بااسم، مومنین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ
تالیہ، و: عاطفہ، ما: تانیہ، کان: فعل ناقص، لنا: مستقر خبر مقدم، علیکم: ظرف مستقر حال مقدم، من: جار زائد، سلطن: ذوالحال، ملکر
اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل کنتم قومًا طغین﴾ فحق علینا قول ربنا انا لذل القون ﴿﴾

بل: عاطفہ، کنتم: فعل ناقص بااسم، قومًا طغین: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، حق علینا: فعل وظرف لغو، قول
ربنا: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، انا: حرف مشبہ واسم، لذل القون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فاغویٰ نکم انا کنا غویٰ﴾ فانہم یومئذ فی العذاب مشترکون ﴿﴾

ف: عاطفہ، اغویںکم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انا حرف مشبہ واسم، کنا اغویں: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، انہم: حرف مشبہ و ”ہم“ ضمیر ذوالحال، یومئذ: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر اسم، فی العذاب مشترکون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ہو کر شرط محذوف ”ان شئت ان تعرف مصائر الاتباع والرء وساء المبتوعین“ کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔
﴿انا كذلك نفعل بالمجرمین﴾

انا: حرف مشبہ واسم، كذلك: ظرف مستقر ”فعلا“ مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، نفعل: فعل بافاعل، بالمجرمین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿انہم كانوا اذا قيل لهم لا اله الا الله يستکبرون﴾

انہم: حرف مشبہ واسم، كانوا: فعل ناقص بااسم، يستکبرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر اول، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قيل لهم: فعل بانائب وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، لا: نفی جنس، اله: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، الله: مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم ”موجود“ خبر، ملکر جملہ اسمیہ قول محذوف ”قولوا“ کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر جزا محذوف ”فكانوا يستکبرون“ کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿ویقولون ائنا لتارکوا الهتنا لشاعر مجنون﴾

و: عاطفہ، یقولون قول، همزه: حرف استفہام، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، تارکوا: اسم فاعل بافاعل مضاف، الهتنا: مضاف الیہ مفعول، لشاعر مجنون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ باقبل ”یستکبرون“ پر معطوف ہے۔

﴿ہبل جاء بالحق وصدق المرسلین﴾ انکم لذائقوا العذاب الالیم۔
ہل: عاطفہ، جاء بالحق: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، صدق المرسلین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انکم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، ذائقوا: اسم فاعل بافاعل مضاف، العذاب الالیم: مضاف الیہ مفعول، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما تجزون الا ماکنتم تعملون﴾ الا عباد الله المخلصین۔
و: عاطفہ، ما تجزون: فعل نفی واؤ ضمیر مستثنیٰ منہ، الا: حرف استثناء، عباد الله: موصوف، المخلصین: صفت، ملکر مستثنیٰ، ملکر نائب الفاعل، الا: اداة حصر، ماکنتم تعملون: موصول صلہ، ملکر ”جزاء“ مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿اولئک لهم رزق معلوم﴾ فواکہ وہم مکرمون۔ فی جنت النعیم۔ علی سرور متقبلین۔

اولئک: مبتدا، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، رزق معلوم: مرکب توصیفی مبدل منہ، فواکہ: بدل، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ہم: مبتدا، مکرمون: اسم مفعول واؤ ضمیر ذوالحال، علی سرور متقبلین: ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، فی جنت النعیم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یطاف علیہم بکاس من معین﴾ بیضاء لذة للشربین۔ لا فیہا غول ولا ہم عنہا ینزفون۔
یطاف علیہم: فعل مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو، ب: جار، کاس: موصوف، من معین: ظرف مستقر صفت اول، بیضاء: صفت ثانی، لذة: لذة للشربین: شبہ جملہ ”ذات“ مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر صفت

ثالث، لا: تانیہ، غول مبتدا، فیہا: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، ہم مبتدا، عنہا ینزفون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر صفت راجع، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، قائم مقام نائب مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ متناہ۔

﴿و عندهم قصر الطرف عین ۰ کانہن بیض مکنون ۰﴾

و: عاطفہ، عندهم ظرف متعلق بحذوف خبر مقدم، قصرت بصفت مشبہ مضاف، الطرف: مضاف الیہ فاعل، ملکر شبہ جملہ موصوف، عین: صفت، کانہن: حرف مشبہ و اسم، بیض مکنون: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ فاقبل بعضهم علی بعض یتساء لون ۰ قال قائل منهم انی کان لی قرین ۰﴾

فاقبل: اس آیت مبارکہ کی ترکیب آیت نمبر ۲۷، میں گزری، قال: قول، قائل: موصوف، منهم: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، انی: حرف مشبہ و اسم، کان: فعل ناقص، لی: ظرف مستقر خبر مقدم، قرین: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿يقول ائتك لمن المصدقين ۰ اذا متنا و كنا تراها و عظاما انالمدینون ۰﴾

يقول: قول، همزه: استفہام، ائتك: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، من المصدقين: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ائتل "قرین" کی صفت، همزه: حرف استفہام، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، متنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، كنا تراها و عظاما: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، همزه: حرف استفہام، انا: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، صدینون خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال هل انتم مطلعون ۰ فاطلع فراه فی سواء الجحیم ۰﴾

قال: قول، هل: حرف استفہام، انتم: مبتدا، مطلعون: ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، اطلع: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، راه: فعل بافاعل و مفعول، فی سواء الجحیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال تالله ان کدت لتردین ۰﴾

قال: قول، تالله: جار مجرور "اقسم" فعل محذوف کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، ان جحظه با "ک" ضمیر محذوف اسم، کدت: فعل مقارب با اسم، لتردین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولولا نعمه ربی لکننت من المحضریں ۰﴾

و: عاطفہ، لولا شرطیہ، نعمه ربی: "موجود خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط، لام: تاکیدیہ، کننت: فعل ناقص با اسم، من المحضریں: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿الما نحن بمیتین ۰ الا موتتنا الاولی و ما نحن بمعذبین ۰﴾

همزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "نحن منخلدون منعمون" ما: مشابہ بلیس، نحن: مبتدا، ب: زائد، میتین: اسم فاعل بافاعل، الا: اداۃ حصر، موتتنا موصوف، الاولی: صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما مشابہ بلیس، نحن: اسم، ب: زائد، معذبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان هذا هو الفوز العظیم ۰ لمثل هذا فلیعمل العملون ۰﴾

ان هذا: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، هو الفوز العظیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لمثل هذا: ظرف لغو

مقدم، ف: فصیحہ، لام: لام امر، يعمل العملون: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان تبیین حقیقہ حال اہل الجنۃ" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اذلک خیر نزل انا شجرۃ الزقوم﴾ انا جعلنا فتنۃ للظالمین ﴿﴾۔

ہمزہ: حرف استفہام، ذلک: مبتدا معطوف علیہ، ام: عاطفہ، شجرۃ الزقوم: معطوف، ملکر مبتدا، خیر: بجز، نزل: لا یتیزر، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انا: حرف مشبہ واسم، جعلنا: فعل بافاعل و مفعول، فتنۃ: موصوف، للظالمین: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انہا شجرۃ تخرج فی اصل الجحیم﴾ طلعا کا نہ رء وس الشیطین ﴿﴾۔

انہا: حرف مشبہ واسم، شجرۃ: موصوف، تخرج: فعل بافاعل، فی اصل الجحیم: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، طلعا: مبتدا، کا نہ: حرف مشبہ واسم، رء وس الشیطین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فانہم لا کلون منها فمالثون منها البطون﴾ ﴿﴾۔

ف: عاطفہ، انہم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، اکلون: فعل بافاعل، شہ: جملہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، مالثون: اسم فاعل بافاعل و ظرف لغو، البطون: مفعول، ملکر شہ جملہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم ان لهم علیہا لشوبا من حمیم﴾ ثم ان مرجعہم لا الی الجحیم ﴿﴾۔

ثم: عاطفہ، ان لهم: حرف مشبہ و ظرف مستقر خبر مقدم، علیہا: ظرف مستقر حال مقدم، لام: تاکیدیہ، شوبا: موصوف، من حمیم: ظرف مستقر صفت، ملکر ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ثم: عاطفہ، ان حرف مشبہ، مرجعہم: اسم، لام: تاکیدیہ، الی الجحیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انہم الفوا اباہم ضالین﴾ فہم علی اثرہم یہرعون ﴿﴾۔

انہم: حرف مشبہ واسم، الفوا: فعل بافاعل، اباہم: مفعول اول، ضالین: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، علیہ: ہم: مبتدا، علی اثرہم یہرعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد ضل قبلہم اکثر الاولین﴾ ولقد ارسلنا فیہم منذرین ﴿﴾۔

و: عاطفہ، لام: تسمیہ، قد: بحقیقہ، ضل: فعل، قبلہم: ظرف متعلق محذوف حال مقدم، اکثر الاولین: ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ، و: عاطفہ، لام: تسمیہ، قد: بحقیقہ، ارسلنا: فعل بافاعل، فیہم: ظرف لغو، منذرین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿فانظر کیف کان عاقبۃ المنذرین﴾ الا عباد اللہ المخلصین ﴿﴾۔

ف: فصیحہ، انظر: فعل امر بافاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبۃ: مضاف، المنذرین: مستثنیٰ منہ، الا: باوآء حصر استثناء، عباد اللہ: موصوف، المخلصین: صفت، ملکر مستثنیٰ، ملکر مضاف الیہ، ملکر اسم، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

نافرمانوں کے جوڑے سے مراد شیطان یا.....!

ا..... اللہ جل جلالہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ مشرکوں اور ان کے ہم مشربوں اور پیروکاروں اور ان کے معبودوں، سب کو میدان

حشر میں حساب کتاب کے لئے جمع کیا جائے۔ علامہ بیہقی کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر کے طرق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿أحسروا اللذین ظلموا وازواجہم﴾ سے مراد یہ ہے کہ سوخور سوخوروں کے ساتھ جمع کئے جائیں گے، بدکار بدکاروں کے ساتھ ہونگے، اور شراب خور شرابیوں کے ساتھ ہونگے۔ جنت میں بھی ہم مشرب لوگ اکٹھے ہونگے اور دوزخ میں بھی بیہقی نے ابن عباس سے ”ازواجہم“ بمعنی ”اشباہم“ مراد لیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ان کے مشابہ لوگ۔ قنادہ اور کلیبی کہتے ہیں کہ ازواجہم سے مراد ان کی مثل عمل کرنے والے لوگ ہیں پس شرابی، شرابیوں کا، سوخور، سوخوروں کے ساتھ ہونگے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد شیطان دوست ہیں، ہر کافر اپنے شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑا ہوا ہوگا۔ حسن کہتے ہیں کہ ”ازواجہم“ کے معنی ان کی شرک کرنے والی بیویاں ہیں۔

(المظہری، ج ۶، ص ۸۸)

پل صراط کے بارے میں احادیث:

۲..... ابی بن حاتم نے ابی بن عبد اللہ الکلاعی سے روایت کیا ہے کہ جنم کے سات پل ہیں، ان پر پل صراط ہے، پہلے پل کے پاس لوگوں کو روکا جائے گا، ان کو ارشاد ہوگا کہ انہیں روک لو، ان سے باز پرس ہوگی۔ پس نماز کا سوال سب سے پہلے ہوگا پس جو ہلاک ہوگا وہ ہلاک ہی ہو جائے گا اور جو نجات پائے گا وہ نجات پا جائے گا۔ دوسرے پل کے قریب پہنچیں گے تو امانت سے متعلق سوال کیا جائے گا کہ اسے کیسے ادا کیا اور کیسے خیانت کا مرتکب ہوا؟ پس جو ہلاک ہوا وہ ہلاک ہو جائے گا اور جو نجات پائے گا وہ نجات پا جائے گا۔ تیسرے پل پر پہنچیں گے تو رشتے داروں کے متعلق سوال ہوگا پس رشتے داری کیسے قائم کی اور کیسے ضائع کی؟ پس جو ہلاک ہوتا ہے وہ ہلاک ہو جائے گا اور جو نجات پانے والا ہے نجات پا جائے گا۔ اس دن رشتے دار ہوا میں متعلق ہوگا اور عرض کرے گا کہ اے اللہ! جس نے مجھے ملائے رکھا تو اسے ملائے رکھ اور جس نے مجھے توڑ دیا تو آج اُسے توڑ دے۔ (المظہری، ج ۶، ص ۸۹)

☆..... حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا قیامت کے دن کوئی دوست اپنے دوست کو یاد کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! تین مواقع پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا: (۱)..... میزان پر حتیٰ کہ وہ بھاری ہو جائے یا ہلکی ہو جائے، (۲)..... جب اعمال نامے دیئے جائیں گے، جس وقت اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے یا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، (۳)..... جب دوزخ سے ایک گردن نکل کر چٹکھاڑ رہی ہوگی اور وہ گردن کہے گی میں تین قسم کے آدمیوں کے حوالے کی گئی ہوں (پھر دوسری بار کہے گی) میں تین قسم کے آدمیوں کے حوالے کی گئی ہوں، میں اس شخص کے حوالے کی گئی ہوں جو اللہ کے علاوہ کسی اور شخص کو عبادت کا مستحق قرار دیتا تھا، اور میں اس شخص کے حوالے کی گئی ہوں جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا تھا اور میں ہر متکبر اور معاند کے حوالے کی گئی ہوں، وہ گردن ایسے لوگوں کو اٹھا کر دوزخ کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دے گی اور دوزخ کا ایک پل ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلواریں سے زیادہ تیز ہے، اس پر آنکڑے ہیں اور کانٹے لگے ہوئے ہیں، وہ جس کو چاہیں گے پکڑ لیں گے، بعض لوگ اس پل پر سے ہلک جھپکنے میں گزر جائیں گے اور بعض لوگ بجلی کی طرح تیزی سے گزر جائیں گے اور بعض لوگ تیز رفتار گھوڑے کی طرح گزریں گے اور بعض لوگ اونٹوں کی طرح، اور فرشتے دعا کرتے ہوئے کہ رَبِّ صَلِّمْ، رَبِّ صَلِّمْ، (یعنی اے رب! سلامت رکھنا اے رب! سلامت رکھنا)، کوئی اس پل پر سے سلامتی کے ساتھ نجات پا جائے گا اور کوئی زخمی ہو کر گزر جائے گا اور کوئی اونٹ کے بل دوزخ میں گر جائے گا۔

(احمد بن حنبل، مسند سیدۃ عائشہ، رقم: ۲۴۸۴۷، ج ۹، ص ۴۱۵)

تکریم والے کام داہنی جانب سے ہونے چاہئے:

۳..... اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں کہ تکریم کے کاموں کی ابتداء داہنی جانب سے کی جاتی ہے، سید عالم ﷺ کا

معمول بھی یہی رہا۔

☆..... حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جوتی پہننے، ننگھسی کرنے، وضو کرنے میں اور تمام کاموں میں داہنی جانب سے ابتداء کرنا پسند فرماتے تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: التیمن فی الوضوء، رقم: ۱۶۸، ص ۳۴)

☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے بکری کا دودھ دوہ کر لایا گیا، وہ بکری حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھی، رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک پیالے میں دودھ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ پیا، حتیٰ کہ اپنا مونہ ہٹالیا، اس وقت آپ ﷺ کے بائیں جانب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، اور دائیں جانب سے ایک دیہاتی تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ ہوا کہ آپ ﷺ اپنا تہرک اس دیہاتی کو دیں گے، انہوں نے جلدی سے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہیں ان کو عطا فرمائیں، آپ نے اپنا تہرک اس اعرابی کو دیا جو آپ کی داہنی جانب تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”دائیں جانب سے ابتداء کرو، اس کے بعد بائیں جانب سے ابتداء کرو۔“ (صحیح البخاری، کتاب المساقاة، باب: من رای صدقة الماء، رقم: ۲۳۵۲، ص ۳۷۸)

☆..... حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کے پاس ایک مشروب کا پیالہ لایا گیا، آپ ﷺ کی دائیں جانب لوگوں میں ایک کم عمر لڑکا تھا اور بڑی عمر کے لوگ آپ ﷺ کے بائیں جانب تھے، آپ ﷺ نے فرمایا اے لڑکے! کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں اپنا تہرک بڑی عمر والوں کو دے دوں؟“ اس نے کہا کہ آپ ﷺ کے بچے ہوئے تہرک کو میں کسی پر ترجیح نہیں دوں گا، پھر آپ نے وہ تہرک اس لڑکے کو دے دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المساقاة، باب: من رای صدقة الماء، رقم: ۲۳۵۱، ص ۳۷۸)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص جوتی پہننے تو دائیں جانب سے ابتداء کرے اور جب جوتی اتارے تو بائیں جانب سے ابتداء کرے تاکہ جوتی پہننے کی ابتداء بھی دائیں جانب سے ہو اور انتہاء بھی دائیں جانب سے ہو۔“ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب: لا تمشی فی نعل واحد، رقم: ۵۸۵۵، ص ۱۰۳۱)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جب تم لباس پہنو یا وضو کرو تو دائیں جانب سے ابتداء کرو۔“ (سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، باب: فی الاتعال، رقم: ۴۱۴۱، ص ۷۶۹)

☆..... حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص پانی پئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب بیت الخلا میں جائے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: النهی عن الاستنجاء، رقم: ۱۵۳، ص ۳۲)

☆..... حضرت عمر بن ابی سلمہ کہتے ہیں کہ میں نوخیز لڑکا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی گود میں بیٹھا تھا، اور میں پلیٹ میں ہر طرف سے لے کر کھا رہا تھا تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو اور دائیں جانب سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ“، پھر میں ہمیشہ اسی طرح کرتا تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب: التسمیۃ علی الطعام، رقم: ۵۳۷۶، ص ۹۶۰)

کافروں کے لئے وعیدیں:

☆..... کافروں کے لئے طرح طرح کی اذیتیں اور دشواریاں ہیں، پس سردار و غلام، تابع و متبوع سب ہی عذاب میں گرفتار ہونگے۔ بت بنانے والے، پوجنے والے، اس کی رجنمائی کرنے والے، سب ہی جہنم کی غذا بنیں گے۔ جس طرح دنیا میں کفر کے معاملے میں مشترک تھے عقبی میں عذاب کے معاملے میں بھی یونہی مشترک ہونگے۔ جنہوں نے اللہ کے نبی کو شاعر، کاہن، جادوگر کہا، اور جنہوں نے تائید میں سر ہلا دیا، جنہوں نے قرآن کو اگلوں کی داستان کہا، مانا، اور اس کا پرچار کیا سارے ہی جہنمی ہوئے۔ تاہم

اتنا ضرور ہے کہ جس کا جرم جتنا زیادہ سنگین ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ عذاب کی شدت میں رہے گا کیونکہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، ہر ایک اپنے کئے کا بدلہ عذاب کی صورت میں دیکھے گا۔ کیونکہ جس طرح جہنم کی کئی اقسام کی ہیں اسی طرح جہنم کے بھی کئی درجات ہیں۔ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبق میں ہونگے۔

☆..... سید عالم علیہ السلام اس آیت و یسقى من ماء صديد یتجرعه اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا بمشکل اس کا تھوڑا تھوڑا گھونٹ لے گا (ابراہیم: ۱۷) سے متعلق فرماتے ہیں: جب پانی جہنمی کے قریب کیا جائے گا تو وہ اسے پیئے کوٹا پسند کرے گا، جب پانی اس کے قریب جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال جھلس جائے گی اور سر کی کھال بالوں سمیت اکھڑ جائے گی، جب جہنمی پانی پیئے گا تو اس کی آستیں کٹ کٹ کر پیچھے کے راستے باہر ہو جائیں گی۔ ابن عباس سے مروی ہے: ”ماء صديد“ سے مراد وہ پانی ہے جو کافر کی کھال اور گوشت تک کو ادھیر دے گا۔ عکرمہ سے روایت ہے ”و یسقى من ماء صديد سے مراد خون اور پیپ ہے“، مجاہد سے مروی ہے ”ماء صديد“ سے مراد خون و پیپ ہے، حسن سے روایت ہے: اگر جہنم کے پانی کا ڈول بھر کر آسمان دنیا پر ٹاہر کر دیا جائے تو زمین والے اس کی بدبو سے فساد میں مبتلا ہو جائیں گے۔

(الدرالمشور، ج ۴، ص ۱۳۸)

مومنین کے لئے بشارتیں اور جنت کے وجود پزیر ہونے کی دلیل:

۵..... اللہ نے جنت کی تین صفات بیان کیں: (۱) اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، (۲) اس کا کھانا دائمی ہے، دنیا کے باغات کے پتے، پھل اور منافع ختم ہو جاتے ہیں لیکن جنت کے پھل دائمی ہیں کبھی ختم نہ ہونگے، (۳) سایہ دائمی ہے، یعنی جنت میں دھوپ، ٹھنڈ، سورج، چاند اور اندھیرا نہیں ہے، اللہ کا فرمان ہے ولا یرون فیہا شمساً ولا زہریراً ان میں دھوپ دیکھیں گے نہ ٹھنڈ (الدع: ۱۳)، جب اللہ نے ان صفات کا بیان کر لیا تو فرمایا کہ آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے ہے یعنی جنت۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ جنت کے پھل دائمی ہیں، اس میں تین مسائل پائے جاتے ہیں: (۱)..... جنت کا پھل کبھی فنا نہ ہوگا۔ (۲)..... جنتیوں کو جنت میں دائمی سکون میسر ہوگا، یہ قول ابوالہذیل اور ان کے پیروکار ہے۔ (۳)..... جنتیوں کے پھل کبھی ختم نہ ہونگے، کیونکہ اللہ نے فرمایا اکلھا دائم و ظلھا (الرعد: ۲۵) یعنی دوبارہ ان پھلوں کی پیداوار نہ ہوگی جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے۔

(الرازی، ج ۷، ص ۴۷)

معتزلہ کے نزدیک اس وقت آسمانوں میں بہت سی جنتیں ہیں، جن میں فرشتے اور وہ حضرات انبیائے کرام رہتے ہیں جو ابھی تک زندہ ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام، لیکن جو جنت اللہ نے جزا و سزا کے لئے بنائی ہے اور جس میں دوام و خلود ہوگا وہ بھی تک معرض وجود میں آئی ہی نہیں، بوقت ضرورت معرض وجود میں آئی گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ نہ مانا جائے تو قرآن کی آیات میں تعارض لازم آئے گا کیونکہ جنت کے پھل اور اس کا سایہ دائمی ہے ان میں فنا نہیں ہے، حالانکہ قرآن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت فنا ہونے والی چیز ہے جیسا کہ فرمان رب العباد ہے کل شیء ہالک الا وجہہ یعنی اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے (التقصص: ۸۸)، معتزلہ کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کے عموم سے جنت کو استثناء حاصل ہے یعنی جنت کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے اس لیے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جنت پرہیزگاروں کے لئے بن چکی ہے و وجنۃ عرضھا السموات والارض اعدت للمتقین اور ایسی جنت جس کی پہنائی تمام آسمان اور زمینیں ہیں جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے (ال عمران: ۱۳۳)۔

غول کا بیان:

۱..... ہر وہ چیز جو ہلاکت کے قریب کرے، اسے غول کہتے ہیں۔ جنت میں پی جانے والی شراب کو غول کہا گیا ہے، جس کا بیان متذکرہ آیت میں ہے: ﴿لَا فِيهَا غَوْلٌ نَّاسٌ﴾ (شراب میں) خمار ہے (صفت: ۱۷) ﴿﴾۔ (التعمیرات، ص ۱۶۵، المفردات، ص ۳۶۹) ☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”کوئی مرض خود بخود متعدی نہیں ہوتا، اور نہ بدشگون کی کوئی حقیقت ہے اور نہ غول کی کوئی تاثیر ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطب، باب: لا عدوی ولا طيرة، رقم (۵۶۸۸)/۲۲۲۲، ص ۱۱۱۳) علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ اہل عرب یہ گمان کرتے تھے کہ جنگلات میں غول رہتے ہیں اور غول جنات اور شیاطین کی جنس سے ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کو مختلف رنگ کی صورتوں میں نظر آتے ہیں اور مسافروں کو راستے سے بہکا کر ہلاک کر دیتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان میں ان کے باطل گمان کو بیان کر دیا۔ دوسرے علماء کا یہ کہنا ہے کہ اس حدیث کی منشاء یہ نہیں ہے کہ غول کا کوئی وجود نہیں ہے بلکہ عربوں کا یہ گمان باطل ہے کہ غول رنگ برنگی صورتوں میں دکھائی دیتے ہیں اور لوگوں کو راستے سے بہکا دیتے ہیں لیکن جنات میں جا دو گر ہوتے ہیں اور وہ لوگوں میں اپنے خیال ڈالتے ہیں اور انہیں شبہات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

(نووی علی مسلم، کتاب الطب، باب: لا عدوی ولا طيرة، رقم (۵۶۸۸)/۲۲۲۲، ج ۷، ص ۱۱۶)

جنتی کو جسمانی و روحانی لذتیں:

۱..... جاندار میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں: جسمانی غذا کی خواہش و ضرورت، روحانی لذت کا حصول جو کہ شہوت کی صورت میں ہر جاندار میں پایا جاتا ہے۔ کسی میں یہ مادہ کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ نے اس رکوع میں جہاں عذاب کی وعید سنائی وہیں مومنین کو جنت کے انعام و اکرام کا مشرکہ بھی سنا دیا۔ مزید یہ کہ جس طرح جنت کے پھل، پھول، میوہ جات، بے ضرر مشروبات کا ذکر فرمایا وہیں انسانی فطرت اور خواہش کی تکمیل کا بیان بھی فرمایا، چنانچہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿وَعِنْدَهُمْ قَصْرٌ الْمَطْرَفِ عَيْنٍ كَانَهُنَّ بَيْضُ مَكْنُونٍ اور ان کے پاس ہیں جو شوہروں کے سوا دوسری جانب نہ دیکھیں گی بڑی آنکھ والیاں گویا وہ انڈے ہیں﴾ (الصافات: ۴۹) ﴿﴾۔ گویا انسانی جسم کو میوہ جات و مشروبات سے خوش کیا گیا ساتھ ہی اس کی روح کی تسکین اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے خوبصورت حوریں عطا فرمائی گئیں کہ جن کے قرب سے خوشی و مسرت کا سماں ہو سکے لیکن جنت میں دنیاوی اعتبار کی گندگیاں ہرگز نہ ہوں گی۔

☆..... حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین چیزیں آنکھ کو روشن کرتی ہیں (ایک روایت میں ہے کہ آنکھ کو قوت بخشتی ہیں)، سبزہ کی طرف دیکھنا، جاری پانی کی جانب دیکھنا، حسین چہروں کی جانب دیکھنا۔“

(کنز العمال، کتاب الطب، الفصل الاول فی الترغیب، رقم: ۲۸۳۱۰، ج ۵، ص ۲۱)

انڈے کے پاک و حلال ہونے کا بیان:

۱..... انسان کے لئے تمام حلال پرندوں کے انڈے حلال ہیں، بعض اذہان میں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ انڈہ چونکہ پرندے کا مادہ منویہ ہوتا ہے اس لئے حلال نہیں ہونا چاہیے۔ ہم کہتے ہیں انڈے کو راہ خدا میں صدقہ کرنے کا ذکر حدیث میں آیا ہے اور اللہ پاک مال کے سوا قبول نہیں فرماتا، اگر انڈہ کھانا حلال نہ ہوتا تو راہ خدا میں صدقہ کرنے کا بیان بھی نہ کیا جاتا۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے جمعہ کے دن غسل جنتا بت کیا پھر وہ جمعہ کی نماز پڑھنے چلا گیا، گویا اس نے ایک اونٹ صدقہ کیا، اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گویا گائے کو صدقہ کیا اور جو تیسری ساعت میں

گیا اس نے گویا سنگوں والے مینڈھے کو صدقہ کیا اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے گویا مرغی کو صدقہ کیا اور جو پانچویں ساعت میں گیا اس نے گویا انڈے کو صدقہ کیا۔

(صحيح البخارى، كتاب الجمعة، باب: فضل الجمعة، رقم: ۸۸۱، ص ۱۴۲)

☆..... ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”انبیائے سابقین میں سے کسی نے اللہ سے کمزوری کی شکایت کی تو اللہ نے انہیں انڈہ کھانے کا حکم دیا۔“

(شعب الایمان، باب: المطاعم والمشارب، رقم: ۵۹۵۰، ج ۵، ص ۲۰۵۶)

سوگرام انڈے میں ۳۷ حرارے، ۱۱۲ اعشاریہ تین گرام پروٹین، ۱۱۰ اعشاریہ ۹ گرام چکنائی، ۱۳۰ ملی گرام سوڈیم، ۱۳۰ ملی گرام پوٹاشیم، ۵۲ ملی گرام کیلشیم، ۲ ملی گرام فولاد، ایک اعشاریہ ۵ ملی گرام جست، صفر نو ملی گرام وٹامن بی، اعشاریہ ۷ ملی گرام بی، ۲ اعشاریہ ۶ ملی گرام وٹامن ای، ۱۴۰ مائکروگرام وٹامن الف، اعشاریہ ۵ مائکروگرام وٹامن ڈی، اعشاریہ ۷ مائکروگرام بی ۱۲ ہوتے ہیں۔

جنتی کا اپنے دوست کو جہنم میں جھانکنا:

۹..... امام جریر طبری کہتے ہیں: دو افراد ایک دوسرے کے ساتھی شریک تھے، ان کے پاس آٹھ ہزار دینار جمع ہو گئے، انہوں نے آپس میں ان دینار کو تقسیم کر لیا پھر وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے، پھر ان میں سے ایک نے ایک ہزار دینار کا محل خرید لیا، اور دوسرے کو بلا کر اپنا محل دکھایا، دوسرے نے کہا واقعی یہ بہت خوبصورت ہے۔ اور اللہ سے دعا کی: اے اللہ! میرے اس صاحب نے ایک ہزار دینار کا یہ محل خریدا ہے اور میں اپنے ایک ہزار دینار کے عوض تجھ سے جنت کے محل کا سودا کرتا ہوں، پھر اس نے ایک ہزار دینار راہ خدا میں صدقہ کر دیئے۔ پھر کچھ عرصے بعد پہلے شخص نے ایک ہزار دینار کے عوض ایک عورت سے شادی کر لی اور اس دوسرے شخص کو اپنی بیوی دکھائی اور اس کے حسن کی داد پائی، اب دوسرا شخص وہاں سے چلا اور اس نے اللہ سے دعا کی، اے اللہ! میرے اس دوست نے ایک ہزار دینار میں حسین عورت سے شادی کی ہے تاکہ اس سے خواہش پوری کرے، میں تجھ سے ایک ہزار دینار کے عوض جنت کی بڑی آنکھوں والی حور کا سوال کرتا ہوں پس اس نے ایک ہزار دینار صدقہ کر دیئے، پھر کچھ دنوں بعد اس پہلے شخص نے دو ہزار دینار میں دو باغ لئے اور اپنے دوست کو دکھا کر داد حاصل کی، لیکن دوسرے شخص نے دو ہزار دینار راہ خدا میں صدقہ کر کے اللہ سے جنت کے دو باغات کا سودا کر لیا۔ موت کے فرشتے نے دونوں کی ارواح کو قبض کر لیا اور راہ خدا میں مال صدقہ کرنے والے کو جنت کے محل میں لے جا کر ایک محل دکھایا، پھر ایک حسین و جمیل حور دکھائی اور اس کو جنت کے دو باغ دکھائے اور کہا یہ سب اسی کے ہیں۔ پھر اسے یاد آیا کہ اس نے دنیا میں دعائیں کر کے مال صدقہ کیا تھا اور اس کا ایک ساتھی شریک بھی تھا جس نے اپنے حصے کا مال دنیا میں خرچ کر لیا تھا اور آخرت کے لئے کوئی نیکی نہیں کر رکھی تھی اور آخرت کی جزا سزا کا منکر تھا، جب اس نے اپنے ساتھی دوست کے متعلق فرشتے سے پوچھا تو اس کو دکھایا گیا کہ وہ دوزخ میں جل رہا ہے اور اب یہ جنتی دوزخی کو ملامت کرے گا اور کہے گا کہ قریب ہے کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا، اگر مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو آج میں بھی دوزخ میں ہوتا۔

(الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۷۰)

ابی بن حاتم نے اپنی سند کے ساتھ سندی سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل میں دو شخص ایک دوسرے کے شریک تھے، ان میں ایک مومن اور دوسرا کافر تھا، ان دونوں کو چھ ہزار دینار مل گئے اور ہر ایک کے حصے میں تین ہزار دینار آئے۔ کچھ عرصے کے بعد دونوں کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے سے احوال پوچھے، کافر نے بتایا کہ اس نے ایک ہزار دینار میں زمین، باغات اور نہر خریدی، مومن نے رات بیدار ہو کر نماز ادا کی اور ایک ہزار دینار سامنے رکھ کر دعا کی: ”اے اللہ! میں تجھ سے ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں زمین، باغات اور نہر خریدتا ہوں“، اس نے صبح کو اٹھ کر ایک ہزار دینار مساکین میں تقسیم کر دیئے۔ کچھ عرصے بعد ان کی دوبارہ ملاقات ہوئی تو کافر نے کہا کہ اس نے ایک ہزار دینار میں غلام خرید لئے جو اس کے کاروبار کی دیکھ بھال کرتے ہیں، مومن

نے اس رات بیدار ہو کر نماز ادا کی اور ایک ہزار دینار سامنے رکھ کر دعا کی: ”اے اللہ! میں نے ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں غلام خریدنے“، صبح ایک ہزار دینار مساکین میں خرچ کر دیئے۔ کچھ عرصے بعد پھر اس کی ملاقات ہوئی کافر نے بتایا کہ اس نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی، مومن نے رات بیدار ہو کر نماز ادا کی اور اپنے سامنے ایک ہزار دینار رکھ کر دعا کی: ”اے اللہ! میں ان ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں بڑی آنکھوں والی حور سے نکاح کرنا چاہتا ہوں“، صبح اٹھ کر اس نے ایک ہزار دینار مساکین میں خرچ کر دیئے۔

اب حال یہ ہوا کہ تین ہزار دینار راہ خدا میں مساکین پر خرچ کر دیئے اور اپنے پاس کچھ نہیں تو مومن نے صبح ہوتے ہی ایک شخص کے مویشیوں کو چار ڈالنے اور ان کی دیکھ بھال کرنے پر ملازمت کر لی، ایک دن اس کے مالک نے ایک جانور کو پہلے سے دبلا پایا تو اس پر الزام دیا کہ تم اس کا چار اناج کرکھا جاتے ہو اور اس کو ملازمت سے نکال دیا۔ اس نے سوچا کہ میں اپنے سابق شریک کے پاس جاتا ہوں اور اس سے ملازمت کی درخواست کرتا ہوں، اس نے اس سے ملنا چاہا مگر اس کے ملازموں نے اس سے ملاقات نہیں کرائی اور کہا کہ تم یہاں راستے پر بیٹھ جاؤ وہ سواری میں ہمیں سے گزرے گا تم ملاقات کر لینا، وہ کافر شخص اپنی سواری پر نکلا تو اس مومن کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا کیا تمہارے پاس میری طرح مال نہیں تھا، پھر تمہارا یہ حال کیوں ہے؟ مومن نے کہا کہ اس بارے میں سوال نہ کرو، کافر نے پوچھا اب تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا تم مجھے دو وقت کی روٹی اور دو کپڑوں کے عوض محنت مزدوری پر ملازم رکھ لو۔ کافر نے کہا میں تمہاری مدد اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک تم مجھے تین ہزار دینار کے متعلق نہ بتا دو۔ مومن نے کہا کہ میں نے وہ کسی کو قرض دے دیئے ہیں، کافر نے پوچھا: کس کو؟ مومن نے کہا کہ ایک وعدہ وفا کرنے والے غنی کو، کافر نے پوچھا وہ کون ہے؟ مومن نے کہا اللہ!، اس وقت مومن کا ہاتھ کافر کے ہاتھ میں مصافحہ کی صورت میں تھا اور اس نے فوراً اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا تم قیامت اور آخرت کی تصدیق کرتے ہو؟ کیا جس وقت ہم مرجائیں گے اور مٹی و ہڈیاں ہو جائیں گے کیا تم اس وقت ہم کو ہمارے کاموں کی جزادی جانے گی؟ پھر کافر اسے چھوڑ کر اپنی سواری پر بیٹھ کر چلا گیا۔ وہ مومن کافی عرصے تک تنگی کا وقت گزارتا گیا اور کافر عیش و طرب میں رہا، قیامت کے دن اللہ نے مومن کو جنت میں داخل کیا اور اس کو زمین، باغات، پھل، نہر دکھائیں، اس نے پوچھا یہ کس کی ہیں؟ فرمایا: ”تمہاری ہیں“۔ اس نے کہا: سبحان اللہ! میرے تھوڑے سے عمل کی کیا اتنی جزا ہے! پھر اس کو بے شمار غلام دکھائے، اس نے پوچھا یہ کس کے ہیں؟ فرمایا: ”تمہارے ہیں“۔ اس نے کہا کہ کیا اتنے سے عمل کی اتنی عظیم جزا ہوتی ہے، پھر اس کو بڑی آنکھوں والی حور دکھائی گئی، اس نے پوچھا یہ کس کی ہے؟ کہا گیا: ”تمہاری ہے“۔ اس نے کہا سبحان اللہ! میرے حقیر عمل کا ثواب یہاں تک پہنچتا ہے، پھر اس کو اپنا کافر شریک یاد آیا اور اس نے کہا کہ دنیا میں میرا ایک ساتھ شریک تھا جو کہتا تھا کہ کیا تم آخرت کی تصدیق کرنے والے ہو؟ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی و ہڈیاں ہو جائیں گے اس وقت ہم کو ہمارے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا، پھر اللہ نے اس کو کافر شریک کا حال دکھائے گا جو کہ دوزخ میں جل رہا ہوگا، مومن اس کو دیکھ کر کہے گا: اللہ کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر دیتا اگر مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں پڑا ہوتا۔

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۵۱۹ وغیرہ)

تھوڑا درخت :

۱۰..... حسن و سدی کا قول ہے کہ یہ درخت جہنم کی گہرائی میں ہوتا ہے، اس کی شاخیں جہنم کے درکات تک بلند ہیں، پھل کو اس کے طلوع و خروج کی وجہ سے طلع کہا جاتا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ شیاطین سے مراد شیاطین ہی ہیں اور کسی چیز کی قباحت اور بد صورتی بیان کرنے کے لئے شیطانوں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے کیونکہ لوگ جب کسی چیز کی انتہائی بد صورتی بیان کرنا چاہتے ہیں تو

کہتے: ”کانہ شیطان“ اگرچہ شیطان کو کسی نے دیکھا نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں ان کی بد صورتی کا تصور موجود ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ شیاطین سے مراد بد شکل ہیبت ناک سانپ ہیں جن کی کلغیاں ہوتی ہیں ان کی عجیب شکل کی وجہ سے انہیں شیاطین کہتے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ ایک بد شکل کڑوا اور بد بودار درخت ہے جو کہ دیہی علاقوں میں پایا جاتا ہے، اس کو عرب روس الشیاطین کہتے ہیں۔

(المظہری، ج ۶، ص ۱۹۳)

☆..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اگر درخت زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا والوں پر گرا دیا جائے تو ان کی زندگی فاسد ہو جائیگی تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔“

(سنن الترمذی، کتاب صفة جہنم، باب: ما جاء فی صفة شراب، رقم: ۲۵۹۴، ص ۷۴۴)

اغراض:

قرناء ہم من الشیاطین: یہ دیگر اقوال میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ازواجہم سے مراد دین میں ان کی بیروی کرنے والی عورتیں ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ انسانوں میں سے ان کے مشابہ اور دوست، اس لئے کہ زوج کا اطلاق مقارب و مجانس کے ہوتا ہے، پس اسی اعتبار سے چھوٹی جماعت مراد ہے جس میں سے ایک زوج بھی شامل ہو۔

من الاوثان: جیسا کہ اصنام (صنم) کی جمع، سورج، چاند۔

عن جمیع اقوالہم و افعالہم: حدیث میں ہے: ”قیامت کے دن بنی آدم کا قدم اس وقت تک نہ بل سکے گا جب تک کہ چار سوالات نہ کئے جائیں: (۱)..... جوانی جیسے گزاری، (۲)..... عمر کس حال میں صرف کی، (۳)..... مال کہاں سے کمایا کہاں خرچ کیا، (۴)..... اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا۔“ و یقال عنہم: یعنی وہ آج کے دن زجر و توبیح کئے جائیں گے۔

یتلامون و یتخاصمون: یعنی ایک دوسرے کو ملامت کریں گے، اور باہم جھگڑا کریں گے جیسا کہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿کَلِمًا دَخَلَتْ اِمَّةٌ لَعْنَتٌ اِخْتِهَا﴾ بخلاف مومنین کے کہ انہیں جنت میں سوال نہ ہوئے گا مراد یہ ہے کہ مومنین کے لئے جنت میں اللہ کے شکر و انعام کا صلہ ہوگا۔ ان لوگوں کو کتہم مومنین: یعنی اگر تم ایمان سے متصف ہوئے۔

المعنی انکم اضللتمونا: یہ جملہ تمام احتمالات کو شامل ہے نہ کہ فقط اس احتمال کو جو کہ مفسر نے بیان کیا ہے۔

فرجعتم عن الایمان الینا: یعنی ہمیں گمراہ کرنے کے سبب، گویا کہ کافر سرداروں نے پیروکاروں کو کہا: جس کے دل میں ایمان ثابت ہو جائے وہ ہماری پیروی نہیں کرتا، پس اگر تمہیں ایمان مل چکا ہوتا تو تم ہماری پیروی نہ کرتے۔

یوم القیامۃ: یعنی ایک دوسرے سے گفتگو کرتے اور جھگڑتے۔ غیر ہؤلاء: جیسا کہ نصاریٰ و یہود نے کیا۔

بدل: مراد بدل کل ہے، مراد وہ کھانا ہے جو جنت میں کھایا جائے گا اور یہ فائدہ اٹھانے اور لذت حاصل کرنے کے لئے ہوگا، پس جنت میں ملنے والے رزق و میوہ جات میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا ہے۔

بنخلق اجسادہم للابد: اللہ کی قدرت سے ہمیشہ رہیں گے جس طرح اللہ کو فنا نہیں اسی طرح جنت میں بھی فنا نہیں۔

هو الاناء بشرابہ: اگر پیالوں میں پینے کی چیز نہ ہو تو انہیں قدح کہا جاتا ہے، اور شراب کے پیالے کو الکاس کہا جاتا ہے جو کہ تسمیۃ الشیء باسم محلہ یعنی کسی چیز کا نام اس کے موقع محل کے اعتبار سے لیا جائے۔ کے قبیلے سے ہے۔

عما مر بہم فی الدنیا: یعنی اہل جنت کا باہم دنیاوی فضائل و معارف کے بارے میں سوال کرنا مراد ہے۔

مجزیون: مراد وہی جزاء ہے۔ ایضا: جیسا کہ مکررین بحث مراد ہیں۔ لاخوانہ: یعنی اہل جنت مراد ہیں۔

تشمینتا: جہنمی کی مصیبت پر خوش ہوتے ہوئے، اس لئے کہ اللہ مومنین کے دلوں سے کافروں کی رحمہ لی نکال دے گا۔

اللہی ذکر اهل الجنة: مراد اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿اولئک لهم رزق معلوم﴾۔

قيل يقال لهم ذلک: مراد دو جملے ہیں جنہیں اللہ نے قبول فرمایا ہے۔

وقيل هم يقولونہ: یعنی بعض دوسرے بعض سے کہیں گے، اور دونوں جملے دونوں احتمالات سے بعید ہیں۔

المذکور لهم: مراد اہل جنت ہیں جن کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے: ﴿اولئک لهم رزق معلوم﴾۔

من ضيف وغيره: مراد مہمان نوازی ہے، جس کا تعلق محبت و مہمانی کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی اس سے بھی بڑھ کر مہمانی ہوتی ہے۔

اذ قالوا النار تحرق الشجر فكيف تنبتہ: یعنی وہ نہیں جانتے کہ قادر مطلق ذات کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

السی در کاتھا: بمعنی منازل لہا ہے، اور یہ اہل جنت کے لئے طوبی درخت کی مثال ہے جو کہ علیین کے درجات میں پایا جاتا ہے اور

جنت میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جس میں طوبی نامی درخت کی شاخیں نہ پائی جائیں۔

ای النحیة القبیحة المنظر: شجر زقوم کو شیطان کے ساتھ تشبیہ دینے سے مقصود شیطان کی مثل صفات شنیعہ و باطلہ مہلکہ مراد ہیں

، جس کی جانب مفسرین کرام کے اقوال میں سے ایک قول دلالت کرتا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ شجر زقوم کی جڑیں حقیقی معنوں

میں شیطان کے سر کی مانند ہیں اور اس کے ساتھ تشبیہ دینا اسی کی مثل قبیح و شنیع ہونے کی وجہ سے ہے لیکن مفسر نے اس کے علاوہ غیر

معلوم چیز سے تشبیہ دی۔ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اگرچہ شیطان خارج میں غیر معلوم ہے لیکن اذہان و خیالات

میں معلوم ہے جیسا کہ غول (جن، جادوگر، سانپ) کی قبیح صورت ہر خیال کرنے والے کے ذہن میں ہوتی ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا

ہے کہ شیاطین مہادیات میں مخاطبین کے لئے معروف ترین درخت ہیں۔

لشدة رجوعهم: زیادہ سخت عذاب ہونے کی وجہ سے بھوک کی شدت معلوم ہونا مراد ہے۔

یفید انہم یخرجون منها: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، اور دوسرا قول جمہور کا ہے، کہ وہ جہنم سے نکل ہی نہ پائیں گے کیونکہ

اللہ کا فرمان ہے: ﴿و ما ہم یخروجون منها﴾ پس ان کا عذاب مختلف صورتوں میں ہوگا کبھی بھوک کی صورت میں شجر زقوم کھانے

کی وجہ سے، کبھی گرم پانی پینے کے حوالے سے، کبھی زمہریر (سخت سردی) کی وجہ سے، پس حال یہ ہوگا کہ جب یہ شجر زقوم کھاتے

ہوئے تو اس درخت کے عذاب سے بچنے کے لئے دوسرے عذاب کی جانب مائل ہونگے، اور حال یہ ہوگا کہ یہ عذاب سے نکل ہی نہ

پائیں گے، اور دونوں اقوال میں تطبیق یوں ہوگی کہ اگرچہ وہ عذاب سے نکل نہ پائیں گے لیکن ایک عذاب سے دوسرے عذاب کی

جانب ہونگے یعنی شجر زقوم کے عذاب سے نکل کر کھولتے پانی پینے کے عذاب میں مبتلا ہونگے یوں نص صریح کی وجہ سے عذاب سے

نکلنا بھی نہ پایا گیا اور دوبارہ گھوم پھر کر پہلے عذاب میں آجانا بھی فرار پا گیا۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۱۱۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۷

﴿ولقد نادانا نوح ﴿بقوله رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ فَلَنُعمِ الْمَجِیوُن (۷۵)﴾ لَهٗ نَحْنُ اٰی دَعَاْنَا عَلٰی قَوْمِہٖ

فَاَهْلَکُنَاہُمْ بِالْغَرَقِ ﴿وَنَجِیْنٰہُ وَاہْلَہٗ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ (۷۶)﴾ اٰی الْغَرَقِ ﴿وَجَعَلْنَا ذُرِیَّتَہٗمُ

الْبَقِیْنَ (۷۷)﴾ فَاَلنَّاسُ کُلُّہُمْ مِنْ نَسْلِہٖ عَلَیہِ السَّلَامُ وَکَانَ لَہٗ ثَلَاثَ اَوْلَادٍ سَامٌ وَہُوَ اَبُو الْعَرَبِ وَفَارِسَ وَالرُّوْمِ

وَحَامٌ وَہُوَ اَبُو السُّوْدَانِ وَیَسَافِثُ اَبُو التُّرْکِ الْخَزَرِ وَیَسَاجُوْجٌ وَیَسَاجُوْجٌ وَمَا هُنَا لَکَ

﴿وَتُرْکُنَا﴾ اَبْقِیْنَا ﴿عَلِیہٗ﴾ ثَنَا حَسَنًا ﴿فِی الْاٰخِرِیْنَ (۷۸)﴾ مِنْ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاُمَمِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ ﴿سَلَمٌ﴾ مِّنَا

﴿على نوح في العلمين (٤٩) انا كذلك﴾ كَمَا جَزَيْنَاهُ ﴿نجزي المحسنين (٨٠) انه من عبادنا
المومنين (٨١) ثم اغرقنا الاخرين (٨٢)﴾ كُفَارُ قَوْمِهِ ﴿وان من شيعة﴾ اى مِمَّنْ تَابَعَهُ فِي اَصْلِ الدِّينِ ﴿
لابراهيم (٨٣)﴾ وَاِنطَالَ الزَّمَانُ بَيْنَهُمَا وَهُوَ اَلْفَانُ وَسِتْمِائَةٌ وَاَرْبَعُونَ سِنَةً وَكَانَ بَيْنَهُمَا هُوْدٌ وَصَالِحٌ ﴿اذ
جاء﴾ اى تَابَعَهُ وَقَتَّ مَجِيئِهِ ﴿ربه بقلب سليم (٨٣)﴾ مِنَ الشَّكِّ وَغَيْرِهِ ﴿اذ قال﴾ فى هذه الحَالَةِ
السُّتْمِرَةِ لَهُ ﴿لابيه وقومه﴾ مُوبِخًا ﴿ماذا﴾ مَا الَّذِى ﴿تعبدون (٨٥) انفسكا﴾ فى هَمَزْتِيهِ مَا تَقَدَّمُ ﴿الهة
دون الله تريدون (٨٦)﴾ وَاَفْكَا مَفْعُولٌ لَهُ وَآلِهَةٌ مَفْعُولٌ بِهِ لِتُرِيدُونَ وَاِلْفُكُ اَسْوَأُ الْكِذْبِ اى اَتَعْبُدُونَ
غَيْرَ اللَّهِ ﴿فما ظنكم برب العلمين (٨٤)﴾ اِذْ عَبَدْتُمْ غَيْرَهُ اَنَّهُ يَتْرُكُكُمْ بِلا عِقَابٍ لَّا وَكَانُوا نَجَامِينَ
فَنَحَرُجُوا اِلَى عَيْدِ لَهُمْ وَتَرَكُوا طَعَامَهُمْ عِنْدَ اَصْنَامِهِمْ زَعَمُوا التَّبَرُّكَ عَلَيْهِ فَاِذَا رَجَعُوا اَكَلُوهُ وَقَالُوا
لِسَيِّدِ اِبْرَاهِيمَ اَخْرُجْ مَعَنَا ﴿فنظر نظرة فى النجوم (٨٨)﴾ اِيْهَامًا لَهُمْ اَنَّهُ يَغْتَمِدُ عَلَيْهَا لِتَبْعُوهُ ﴿فقال انى
سقيم (٨٩)﴾ عِلِيلٌ اى سَاسِمٌ ﴿فتولوا عنه﴾ اِلَى عَيْدِهِمْ ﴿مدبرين (٩٠) فراغ﴾ مَالٍ فى خَفِيَّةٍ ﴿الى
الهتم﴾ وَهِيَ الْاَصْنَامُ وَعِنْدَهَا الطَّعَامُ ﴿فقال﴾ اِسْتِهْزَاءً ﴿الا تاكلون (٩١)﴾ فَلَمْ يَنْطَقُوا فَقَالَ ﴿ما لكم لا
تنطقون (٩٢)﴾ فَلَمْ يُجِبْ ﴿فراغ عليهم ضرباً باليمين (٩٣)﴾ بِالْقُوَّةِ فَكَسَرَهَا فَبَلَغَ قَوْمَهُ مِنْ رَاةٍ ﴿فاقبلوا
اليه يزفون (٩٣)﴾ اى يَسْرَعُونَ الْمَشَى فَقَالُوا نَحْنُ نَعْبُدُهَا وَاَنْتَ تَكْسِرُهَا ﴿قال﴾ لَهُمْ مُوبِخًا ﴿تعبدون
ما تنحتون (٩٥)﴾ مِنَ الْحِجَارَةِ وَغَيْرِهَا اَصْنَامًا ﴿والله خلقكم وما تعملون (٩٦)﴾ مِنْ نَحْتِكُمْ وَمِنْ حَوْتِكُمْ
فَاعْبُدُوهُ وَحْدَهُ وَمَا مَضْرُوبَةٌ وَقِيلَ مَوْضُوعَةٌ وَقِيلَ مَوْضُوفَةٌ ﴿قالوا﴾ بَيْنَهُمْ ﴿ابنوا له بيانا﴾ فَاَمْلُوهُ حَطْبًا
وَأَضْرُمُوهُ بِالنَّارِ فَاِذَا الْتَهَبَ ﴿فالفوه فى الجحيم (٩٤)﴾ النَّارِ الشَّدِيدَةِ ﴿فارادوا به كيدا﴾ بِالْقَابِىَةِ فى النَّارِ
لِتُهْلِكَهٗ ﴿فجعلهم الاسفلين (٩٨)﴾ الْمَقْهُورِينَ فَخَرَجَ مِنَ النَّارِ سَالِمًا ﴿وقال انى ذاهب الى
ربى﴾ مُهَاجِرًا اِلَيْهِ مِنْ دَارِ الْكُفْرِ ﴿سيهدين (٩٩)﴾ اِلَى حَيْثُ اَمَرَنِي بِالْمَصِيرِ اِلَيْهِ وَهُوَ الشَّامُ فَلَمَّا وَصَلَ
اِلَى الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ قَالَ ﴿رب هب لى﴾ وُلْدًا ﴿من الصالحين (١٠٠)﴾ فَبَشَّرَهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴿١٠١)﴾ اى ذِى
حِلْمٍ كَثِيرٍ ﴿فلما بلغ معه السعى﴾ اى اَنْ يَسْعَى مَعَهُ وَيَعِينُهُ قِيلَ بَلَغَ سِنِينَ وَقِيلَ ثَلَاثَةَ عَشْرَ سَنَةً ﴿قال
ينى انى ارى﴾ اى رَاَيْتُ ﴿فى المنام انى اذبحك﴾ وَرَأَى يَا الْاَنْبِيَاءَ حَقًّا وَافْعَالَهُمْ بِاَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿فانظر
ماذا ترى﴾ مِنَ الرَّأْيِ شَاوِرَةً لِيَأْنَسَ بِالذَّبْحِ وَيَنْقَادَ لِلاَمْرِ بِهِ ﴿قال يابت﴾ التَّاءُ عَوْضٌ عَنْ يَاءِ
الْاِضَافَةِ ﴿افعل ما تؤمر﴾ بِهِ ﴿ستجدنى ان شاء الله من الصبرين (١٠٢)﴾ عَلَى ذَلِكَ ﴿فلما
اسلما﴾ خَضَعًا وَاِنْقَادًا لِاَمْرِ اللَّهِ ﴿وتله للجبين (١٠٣)﴾ صَرَغَهُ عَلَيْهِ وَلِكُلِّ اِنْسَانٍ جَبِيْنَانِ بَيْنَهُمَا الْجَبْهُةُ
وَكَانَ ذَلِكَ بِوَسْنَى وَاَمْرَ السَّكِيْنِ عَلَى خَلْقِهِ فَلَمْ تَعْمَلْ شَيْئًا بِمَانِعٍ مِنَ الْقُدْرَةِ الْاِلَهِيَّةِ ﴿وونادينه ان
يابراهيم (١٠٣)﴾ قَدْ صَدَقْتَ الرَّءْيَا بِمَا آتَيْتَ بِهِ مِمَّا اَمْكُنْكَ مِنْ اَمْرِ الذَّبْحِ اى يَكْفِيْكَ ذَلِكَ فَجُمَلَةٌ
نَادِيْنَاهُ جَوَابٌ لِمَا بِرِيَاذَةِ الْوَاوِ ﴿انا كذلك﴾ كَمَا جَزَيْنَاكَ ﴿نجزي المحسنين (١٠٥)﴾ لَّا نَنْفِسُهُمْ

بِإِمْتِثَالِ الْأَمْرِ بِإِفْرَاجِ الشَّدَّةِ عَنْهُمْ ﴿۱۰۶﴾ هَذَا الذَّبْحُ الْمَأْمُورُ بِهِ ﴿لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُمِينَ﴾ (۱۰۶) أَيِ الْإِسْتِثْبَارِ
 الظَّاهِرُ وَقَوْلِيْنِهِ ﴿أَيِ الْمَأْمُورِ بِذَبْحِهِ وَهُوَ اسْمَاعِيلُ أَوْ إِسْحَاقُ قَوْلَانِ﴾ (بِذَّبْحِ) بِكَيْشِ
 عَظِيمِ (۱۰۷) ﴿مِنْ الْجَنَّةِ وَهُوَ الَّذِي قَرَّبَهُ هَابِيلُ جَاءَ بِهِ جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَذَبْحِهِ الشَّيْخُ اِبْرَاهِيمَ
 مُكْبِرًا وَتَرَ كِنَاةً اِبْتِغَاءً عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾ (۱۰۸) ﴿ثَنَاءً حَسَنًا﴾ (سَلَّمَ) مِنَّا ﴿عَلَى
 اِبْرَاهِيمَ﴾ (۱۰۹) كَذَلِكَ ﴿كَمَا جَزَيْنَاهُ﴾ (فَجَزَى الْمُحْسِنِينَ) (۱۱۰) ﴿لَأَنْفُسِهِمْ﴾ (أَنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ) (۱۱۱)
 وَيُشْرَنُ بِمَسْحٍ ﴿اِسْتَبْلَ بِذَلِكَ عَلَيَّ أَنْ الذَّبِيحَ غَيْرَهُ﴾ (نَبِيًّا) حَالٌ مُقَدَّرَةٌ أَيْ يُوجَدُ مُقَدَّرًا نُبُوَّتُهُ ﴿مِنْ
 الصَّالِحِينَ﴾ (۱۱۲) وَبَرَكَتِنَا عَلَيْهِ ﴿بِكَيْسٍ كَثِيرٍ ذُرِّيَّتِهِ﴾ (وَعَلَى إِسْحَاقَ) ﴿وَوَلَدَهُ﴾ بِجَعَلْنَا أَكْثَرَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَسْلِهِ ﴿وَمِنْ
 ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ كَعُومَرُ وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ كَأَبُو لَيْسَ﴾ (۱۱۳) ﴿بَيْنَ الْكُفْرِ

﴿تَرْجُمَةٌ﴾

اور بیشک ہمیں نوح نے پکارا (یوں عرض کر کے کہ وہ اب اتنی مغلوب فانتصر ہے.....) تو ہم (اس کے لیے، نحن ضمیر مقدر
 مخصوص بالمدح ہے) کیا ہی اچھے قول فرمانے والے (یعنی اس نے اپنی قوم کے خلاف ہم سے دعائے ضرر کی تو ہم نے انہیں غرق کر
 کے ہلاک فرما دیا) اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف (یعنی غرق ہونے سے) نجات دی اور ہم نے اسی کی اولاد
 باقی رکھی (یہیں تمام ہی لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، آپ علیہ السلام کے تین بیٹے تھے سام یہ عرب فارس اور روم کے باپ
 ہیں، حام یہ سیاہ قام لوگوں کے باپ ہیں، یاقوت یہ ترک خزر یا جوج ماجوج کے باپ ہیں، وہ قوم یا جوج ماجوج کے پاس رہتی
 ہے۔۔۔) اور ہم نے باقی رکھی (نور کھا بمعنی ابقینا ہے) اس کی تعریف (توصیف) پچھلوں میں (قیامت تک کے لیے پچھلے
 انبیاء کرام اور ان کی امتوں میں) نوح پر سلام ہو (ہماری جانب سے) جہاں والوں میں بیشک ہم ایسا ہی (جیسا کہ ہم نے ان کو صلہ
 دیا) صلہ دیتے ہیں نیکیوں کو بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں پھر ہم نے دوسروں کو (یعنی ان کی قوم کے کا
 فروں کو) ڈوبو یا اور بیشک اس کے گروہ سے (یعنی اصل دین میں ان کے پیروکاروں میں سے.....) ابراہیم ہیں (اگرچہ ان
 دونوں انبیاء کرام کے درمیان دو ہزار چھ سو چالیس سال کی مدت ہے ان دو حضرات کے درمیان حدود ۱۰۰ اور صالح علیہ السلام بھی گزرے
 ہیں) جب کہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا (حکم الہی آتے وقت اس حکم کی پیروی کی) سلامت دل لے کر جب اس نے فرمایا (آپ
 اسی قسمی حالت میں) اپنے باپ اور اپنی قوم سے (انہیں زجر و توبیح کرتے ہوئے) تم کیا پوجتے ہو؟ (ماذا بمعنی السدی ہے) کیا
 یہتان سے (”ء افکا“ کے دو ہمزوں میں وہی بحث ہے جو ما قبل گزری) اللہ کے سوا اور خدا چاہتے ہو (”افکا“ اور ”الہة“ دونوں
 تریبلوں“ فعل کے مفعول یہ اور ”افکا“ کے معنی بدترین جھوٹ ہے، معنی یہ ہے کیا تم غیر اللہ کو پوجتے ہو؟) تو تمہارا کیا گمان ہے
 رب العالمین پر (جبکہ تم اس کے غیر کو پوجو گے، لو وہ تمہیں بے سزا دیئے چھوڑ دے گا؟ نہیں ایسا نہیں ہوگا، یہ لوگ ستارہ پرست
 تھے۔۔۔) یہ اپنی عید منانے کو نکلے اور اپنے بتوں کے پاس کھانا چھوڑ آئے اس کھانے پر برکت نازل ہونے کا گمان کیا جب وہ
 لوٹیں گے تو پھر وہ کھانا کھائیں گے ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا آپ علیہ السلام بھی ہمارے ساتھ چلیں) اس نے ایک نگاہ
 ستاروں کو دیکھا (اس بات کا ابہام ڈالنے کے لیے وہ ان ستاروں پر اعتماد کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ آپ علیہ السلام کی بات مان لیں) پھر کہا
 میں پیار ہونے والا ہوں (یعنی عنقریب میں پیار ہو جاؤں گا۔۔۔) تو وہ اس پر بیٹھ دے کر (اپنے میلے کی طرف) پھر گئے پھر وہ
 چپ کر چلا (داع کے معنی پوشیدگی کے ساتھ چلتا ہے) ان کے خداؤں کی طرف (یعنی ان کے بتوں کے پاس ان کے پاس کھانا رکھا

تھا) تو کہا (بطو استہزاء) کیا تم نہیں کھاتے (انہوں نے کچھ نہیں کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا) تمہیں کیا ہوا کہ بولنے نہیں (اب بھی انہوں نے جواب نہ دیا) تو لوگوں کی نظر بچا کر انہیں قوت سے مارنے لگا (اور ان سب بتوں کو توڑ ڈالا..... لا..... جس نے یہ معاملہ دیکھا تھا اس نے یہ خیر اپنی قوم کو پہنچادی) تو کافر اس کی طرف جلدی چلتے ہوئے آئے (اور کہا ہم انہیں پوجتے ہیں اور تم انہیں توڑتے ہو۔ بس فون کے معنی تیزی سے چلتے آنا ہے) فرمایا (انہیں زبرد تو بیخ کرتے ہوئے) کیا (پتھر وغیرہ سے) اپنے ہاتھ کے تر اشوں (یعنی بتوں) کو پوجتے ہو اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو (یعنی تمہارے اس فعل تراش کو جنہیں تم نے تراشا ہے ان کو بھی اللہ نے پیدا فرمایا، تو تم اسی کی عبادت کرو، مانتے محسوس میں ماصدریہ، موصولہ یا موصولہ ہے، آپس میں) کہنے لگے اس کے لیے ایک عمارت چنو (پھر اس عمارت کو ایندھن سے بھر دو، پھر اس کو آگ سے بھڑکاؤ جب وہ شعلہ لگن ہو تو) پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو (الجحیم کے معنی شدید آگ کے ہے) تو انہوں نے اس پر داؤں چلنا چاہا (اس آگ میں ڈالنے کا تاکہ یوں وہ آپ ﷺ کو ہلاک کر سکیں) ہم نے انہیں نچا دکھایا (انہیں مغلوب کر دیا، اور حضرت ابراہیم ﷺ آگ سے صحیح سلامت نکل آئے..... کے.....) اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں (دارالکفر سے اس کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں) اب وہ مجھے راہ دے گا (جو میں اس مقام کی طرف ہجرت کر جاؤنگا..... ا.....) جس کی طرف رجوع کا میرے رب نے مجھے حکم فرمایا ہے اور اس مقام سے مراد ملک شام ہے پس جب آپ ﷺ ارض مقدسہ میں پہنچے تو عرض کی (الہی مجھے لائق (اولاد) دے تو ہم نے اسے خوش خبری سنائی ایک حکم والے لڑکے کی (حلیم یعنی انتہائی بردباد) پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کرنے کے قابل ہو گیا (یعنی اس عمر کو پہنچا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کام کر سکے آپ ﷺ کی مدد کر سکے، ایک قول کے مطابق جب آپ ﷺ سات سال، دوسرے کے مطابق جب آپ ﷺ آپ تیرہ سال کی عمر کو پہنچ گئے تو) کہا: اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا (ادی فعل کے معنی راہت ہے) میں تجھے ذبح کرتا ہوں (انبیاء کرام کے خواب حق ہوتے ہیں اور اس کے افعال اللہ کے امر سے ہوتے ہیں) اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے (تسوی مصدر الرأی سے ہے، آپ ﷺ نے ان سے مشورہ اس لیے مانگا تاکہ وہ بھی ذبح ہونے کے معاملے سے مانوس ہو جائیں اور اس ذبح کے حکم کی بجا آوری کے لیے تیار ہو جائیں) کہا: اے میرے باپ (سبابت تاہ ضمیر متکلم مضاف الیہ کی عوض تاہ ذکر کی گئی ہے کیجیے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے) (بہ ضمیر عائد مع حرف جر محذوف ہے) خدانے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے (اس فعل پر) صابر پائیں گے تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی (خضوع اختیار کیا اور حکم الہی کی بجا آوری کے لیے مطیع و فرمانبردار رہے) پھر اسے پیشانی پر لٹا دیا ہر (انسان کی پیشانی کی دو کروٹیں ہیں اور درمیان میں پیشانی ہوتی ہے، یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا، حضرت ابراہیم ﷺ نے اپنے بیٹے..... ۹..... کے حلق پر چھری چلا دی، قدرت الہی مانع ہوئی اور چھری نے کچھ کام نہ کیا..... ۱۰.....) اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا (حکم ذبح کی بجا آوری کے لیے تو بعد رمقدور عمل بجالانے کے ذریعے، یعنی اس حکم کی بجا آوری کے لیے تیری یہی کوشش کافی ہے، نا دینہ جملہ لہما کا جواب ہے اور نا دینہ سے قبل واؤزائدہ ہے) بیشک ہم اس طرح (جیسا کہ ہم نے تمہیں صلہ دیا) صلہ دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو (یعنی حکم الہی بجالا کر جو اپنی جانوں پر احسان کرتے ہیں انہیں شدت و تکلیف دور کر کے ہم انہیں صلہ دیتے ہیں) بیشک یہ (ذبح جس کا حکم دیا گیا تھا) روشن چانچ تھی (یعنی ظاہر و باہر آزمائش تھی) اور ہم نے اس کا (جس ذبح کا حکم دیا گیا تھا یعنی حضرت اسماعیل ﷺ یا حضرت اسحاق ﷺ کے ذبح کا، دونوں اقوال ہیں) فدیہ دیدیا ذبح عظیم کے ساتھ (یعنی اس جنتی منڈھے کے ساتھ جسے حائیل نے بطور قربانی پیش کیا تھا جبریل ﷺ اس کو لے کر آئے اور حضرت ابراہیم ﷺ نے تکبیر کہتے ہوئے اسے ذبح فرمادیا..... ا.....) اور ہم نے

پچھلوں میں اس کی (تعریف) باقی رکھی (تو کتنا بھی ابقینا ہے) سلام ہو (ہماری طرف سے) ابراہیم پر اسی طرح (جیسا کہ ہم نے انہیں صلہ دیا) ہم صلہ دیتے ہیں (اپنی جانوں پر) احسان کرنے والوں کو بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحاق کی (اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسحق علیہ السلام نہیں ہیں) کہ غیب کی خبریں بتانے والا نبی (نیسا یہ حال مقدر ہے، یعنی ان کی نبوت مقدر کی جا چکی تھی) ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں اور ہم نے برکت اتاری اس پر (اس کی اولاد میں کثرت فرما کر) اور اسحاق پر (جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں، اکثر انبیاء کرام ان کی اولاد سے بنا کر) اور ان کی اولاد میں کوئی اچھے کام کرنے والے ہیں (یعنی مسلمان ہیں) اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ہے (یعنی کافر ہے جس کا کفر کھلا اور ظاہر ہے، مبین بمعنی بین ہے)۔

﴿قر گیب﴾

﴿وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلْنَعْمِ الْمَجِيبُونَ﴾

و: متانفہ، لام قسمیہ، قد بحقیقیہ، نادانا: نعل و مفعول، نوح: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ متانفہ، ف: عاطفہ، لام قسمیہ، نعم: فعل مدح، المجیبون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ خبر مقدم "نحن" مبتدا، مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وَوَجَّيْنَاهُ وَاهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ﴾ و جعلنا ذریعہ ہم البقین ﴿﴾ و وجینہ و اہلہ من الکرب العظیم ﴿﴾ و جعلنا ذریعہ ہم البقین ﴿﴾

و: عاطفہ، وجینا: فعل بافاعل، ہ: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اہلہ: معطوف، ملکر مفعول، من الکرب العظیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنا ذریعہ: فعل بافاعل و مفعول، ہم: ضمیر فصل، البقین: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾ سلم علی نوح فی العلمین ﴿﴾

و: عاطفہ، ترکنا: فعل بافاعل، علیہ: ظرف مستقر "ثناء" موصوف محذوف کی صفت، ملکر مفعول بہ، فی الآخرین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، سلم: مبتدا، علی نوح: ظرف مستقر "ثابت" شبہ فعل محذوف کیلئے، فی العلمین: ظرف لغو "ثابت" اسم فاعل بافاعل، اپنے ظرف مستقر و ظرف لغو سے، ملکر شبہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ انہ من عبادنا المؤمنین ﴿﴾ ثم اغرقنا الآخرین ﴿﴾

اننا: حرف مشبہ و اسم، كذلك: ظرف مستقر "جزاء" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، نجزی المحسنین: فعل بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انہ جرف مشبہ و اسم، من عبادنا المؤمنین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ، ثم: عاطفہ، اغرقنا: فعل بافاعل، الآخرین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَأَن مِّنْ شَيْعَةٍ لَّابْرَاهِيمَ﴾ إذ جاء ربه بقلب سليم ﴿﴾ إذ قال لآبیه و قومہ ماذا تعبدون ﴿﴾

و: متانفہ، ان جرف مشبہ و اسم، من شیعتہ: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکید، ابرہیم: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، إذ: مضاف، جاء ربه: فعل بافاعل و مفعول، بقلب سليم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مبدل، إذ: مضاف، قال لآبیه و قومہ: قول، ما: اسم استفہام مبتدا، ذا: موصول، تعبدون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر "اذکر" فعل محذوف کا ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انفکا الہة دون اللہ تریدون﴾ ۵ فما ظنکم برب العلمین ۵ ﴿﴾

ہمزہ: حرف استفہام، انفکا بمفعول لہ مقدم، الہة بمفعول بہ مقدم، دون اللہ: ظرف مقدم، تریدون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، ظن: مصدر مضاف، کم: ضمیر مضاف الیہ فاعل، برب العلمین: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿فنظر نظرة فی النجوم﴾ ۵ فقال انی سقیم ۵ فتولوا عنہ مدبرین ۵ ﴿﴾

ف: عاطفہ، نظر نظرة: فعل بافاعل ومفعول مطلق، فی النجوم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قال قول، انی: حرف مشبہ واسم، سقیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، تولوا: فعل واو ضمیر ذوالحال، مدبرین: حال، ملکر فاعل، عنہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فراغ الی الہتہم فقال الا تاکلون﴾ ۵ ﴿﴾

ف: عاطفہ، فراغ الی الہتہم: فعل بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قال قول، ہمزہ: حرف استفہام، لا تاکلون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿مالکم لا تنطقون﴾ ۵ ﴿﴾

ما: استفہامیہ مبتدا، لام: جار، کم: ضمیر ذوالحال، لا تنطقون: جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر قول محذوف "قال" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، "ای فلم ینطقوا فقال مالکم لا تنطقون"۔

﴿فراغ علیہم ضربا بالیمین﴾ ۵ فاقبلوا الیہ یزفون ۵ قال اتعبدون ما تنحتون ۵ ﴿﴾

ف: عاطفہ، فراغ علیہم: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، ضربا: مصدر بمعنی قائل بافاعل، بالیمین: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، علیہم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اقبلوا: فعل واو ضمیر ذوالحال، یزفون: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، الیہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، قال قول، ہمزہ: حرف استفہام، تعبدون: فعل بافاعل، ما تنحتون: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔ استفہام، تعبدون: فعل بافاعل، ما تنحتون: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿واللہ خلقکم وما تعملون﴾ ۵ قالوا ابنوا لہ بنیانا فالقوہ فی الجحیم ۵ ﴿﴾

و: متانفہ، اللہ مبتدا، خلق: فعل بافاعل، کم: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما تعملون: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قالوا قول، ابنوا لہ بنیانا: فعل امر بافاعل و ظرف لغو و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، القوہ: فعل امر بافاعل ومفعول، فی الجحیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فارادوا بہ کیدا فجعلنہم الاسفلین﴾ ۵ وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین ۵ ﴿﴾

ف: عاطفہ، ارادوا بہ: فعل بافاعل و ظرف لغو، کیدا بمفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، جعلنہم: فعل بافاعل ومفعول، الاسفلین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "فخرج من النار سالما" قال: قول، انی: حرف مشبہ واسم، ذاہب: اسم فاعل، بافاعل، الی: جار، ربی: ذوالحال، سیہدین: جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿رب ہب لی من الصلحین﴾ ۵ فبشر نہ بغلم حلیم ۵ ﴿﴾

رب: نداء، ہب: فعل امر بافاعل، لی: ظرف لغو، من الصلحین: ظرف مستقر "ولدا" موصوف محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر

جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فما استجبنا له" بشرطہ: فعل بافاعل ومفعول، ہشلم حلیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلما بلغ معه السعی قال یبنی انی اری فی المنام انی اذبحک﴾

ف: مستانفہ، لما بظرفیہ شرطیہ، بلغ: فعل بافاعل، معہ: ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم، السعی: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قال: قول، یبنی: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، اری فی المنام: فعل بافاعل وظرف لغو، انی اذبحک: جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿فانظر ماذا ترى قال یابت الفعل ماتومر ستجدونی ان شاء الله من الصبرین﴾

ف: نصیحیہ، انظر: فعل امر بافاعل، ماذا: اسم استفہام مفعول مقدم، تری: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، یابت: نداء، افعل: فعل امر بافاعل، ماتومر: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء اول، ستجدونی: فعل بافاعل ومفعول، من الصبرین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ان بشرطیہ، شاء الله: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فتحدثنی من الصبرین" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ معترضہ۔

﴿فلما اسلما وتله للجبین﴾

ف: عاطفہ، لما بشرطیہ ظرفیہ، اسلما: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تله: فعل بافاعل، و: ضمیر ذوالحال، للجبین: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا محذوف "ظہر صبر ہما" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ونادینہ ان یابرهیم﴾ قد صدقت الرء یا انا کذلک نجزی المحسنین﴾

و: عاطفہ، نادینہ: فعل بافاعل ومفعول، ان: مفسرہ، یابرهیم: نداء، قد: تحقیقیہ، صدقت الرء یا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر ان مفسرہ سے، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، انا: حرف مشبہ واسم، کذلک: ظرف مستقر "جزاء" کیلئے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، نجزی المحسنین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان هذا هو البلاء المبین﴾ وفدینہ بذبح عظیم﴾

ان هذا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، هو: مبتداء، البلاء المبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، فدینہ: فعل بافاعل ومفعول، بذبح عظیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وترکنا علیہ فی الاخرین﴾ سلم علی ابرہیم﴾

و: عاطفہ، ترکنا: فعل بافاعل، علیہ: ظرف مستقر "بناء" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول، فی الاخرین: ظرف مستقر فی محل نصب مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، سلم: مبتداء، علی ابرہیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ قول محذوف "یقال له هذا فی الاخرین" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿کذلک نجزی المحسنین﴾ انه من عبادنا المؤمنین﴾

کذلک: ظرف مستقر "جزاء" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، نجزی المحسنین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انه: حرف مشبہ واسم، من: جار، عبادنا: موصوف، المؤمنین: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وبشرنه باسحق نبیا من الصلحین﴾ وبرکنا علیہ وعلی اسحق﴾

و: عاطفہ، ہبشرفہ، فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، اسحق، ذوالحال، لیبیا: حال اول، من الصالحین: ظرف مستقر حال ثانی، بلکر مجرور، بلکر ظرف لغو، بلکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ہس کنا، فعل بافاعل، علیہ: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، علی اسحق: جار مجرور معطوف، بلکر ظرف لغو، بلکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن ذریعتہما محسن و ظالم لنفسہ مبین ۵﴾

و: عاطفہ، من ذریعتہما: ظرف مستقر خبر مقدم، محسن: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ظالم لنفسہ: شبہ جملہ موصوف، مبین: صفت، بلکر معطوف، بلکر مبتدا مؤخر، بلکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

حضرت نوح علیہ السلام کا بارگاہ الہی میں عرض کرنا:

۱..... حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں اپنی قوم کی ہلاکت کے لئے دعا کی چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿رب انسی دعوت قومی لیلا ونهارا فلم یزدہم دعائی الا فرارا عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگتا ہی پڑا (نوح: ۶۵)﴾، ﴿رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ (نوح: ۲۶)﴾، ﴿فلنعم المجیبون تو کیا ہی اچھے قبول فرمانے والے (الصافات: ۷۵)﴾ پس ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور ہم نے ان کی قوم کو ہلاک کر دیا چنانچہ ارشاد فرمایا ﴿فنجیناہ و اہلہ اجمعین تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات دی (الشعراء: ۱۷۰)﴾ یعنی نوح علیہ السلام کے اہل جو کہ ان کی کشتی میں سوار تھے، اور ہم نے ان کی یاد پہلوں میں کر دی اور ان کی تعداد کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

☆..... اللہ جل جلالہ نے فرمایا ﴿من الکرب العظیم﴾ یعنی نوح کو بُری اور ناپسندیدہ باتوں سے جو کافروں میں پائی جاتی تھیں پناہ دی، اور طوفان کی آزمائش سے بھی نجات دی اور اس طوفان میں غرق ہونے سے نجات دی جو ان کی قوم کو ہلاک کر گیا۔ (الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۸۰) علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول تھے جنہوں نے اپنی قوم کے ایمان لانے کی امید سے مایوس ہو کر دعا فرمائی پس ہم نے ان کی دشمنوں پر مدد کرنے اور ان کے دشمنوں سے انتقام لینے کے ذریعے مدد فرمائی۔ (روح البیان، ج ۷، ص ۵۴۸)

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کا بیان:

۲..... حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”سام اہل عرب کے باپ، حام ابوالحشیش اور یاقث ابوالروم ہیں۔“

☆..... ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”حضرت نوح کے تین بیٹے ہوئے: سام اہل عرب، روم و فارس کے باپ ہوئے اور ان میں خیر رہی، یاقث یا جوج ماجوج، ترک اور صقالہ کے باپ ہوئے اور ان میں خیر نہ رہی، اور حام قبط، بربر اور سودان کے باپ ہوئے۔“

☆..... ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ انہیں ان کے صاحبزادے نے دیکھا، پس حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: تو مجھے غسل کرتے دیکھتا ہے؟ اللہ تیرا رنگ جلا دے، پس سیاہ رنگ کے ہوئے جس کے باعث انہیں ابوالسودان کہا گیا۔ (الدر المنثور، ج ۵، ص ۵۲۴ وغیرہ)

☆..... کہا جاتا ہے کہ کشتی میں جو کوئی سوار تھے سب ہلاک کر دیئے گئے سوائے ان کے بیٹے اور ان کی بیویوں کے، اور انہی کی نسل قیامت تک باقی رہیں گی۔ قنادہ کہتے ہیں: باقی رہنے والی حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت تھی جو کہ تین بیٹے کی صورت میں تھے، سام، حام اور یافث۔ پس سام اہل عرب، روم، فارس، یہود و نصاریٰ کے باپ ہوئے، حام مشرق سے مغرب، ہند، نوبہ، زنج، حبشہ، قبط، بربر وغیرہ کے باپ ہوئے اور یافث ترک، خزر، یاجوج ماجوج کے باپ ہوئے۔

(روح البیان، ج ۷، ص ۵۴۸)

تمام انسان حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، ابن عباس کہتے ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو جو آدمی اور عورتیں ان کے ساتھ کشتی میں تھے سوائے حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد اور ان کی بیویوں کے سب ہلاک ہو گئے۔ (العازن، ج ۴، ص ۲۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت نوح علیہ السلام کے گروہ سے ہونا:

۳..... حضرت ابراہیم علیہ السلام ان لوگوں میں سے تھے جو ایمان، اصول دین یا تمام فروع یا اکثر فروع میں حضرت نوح علیہ السلام کے پیروکار تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دو ہزار چھ سو چالیس سال کی مدت ہے، ان کے مابین حضرت ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام بھی تشریف لائے تھے۔

(المظہری، ج ۶، ص ۹۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ستارہ پرست تھی یا!

۴..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ایک واحد حقیقی کی عبادت میں شگ کرتے ہوئے کئی معبود کی عبادت کرتی تھی، اور بتوں کو اللہ کا شریک جانتی تھی اور ان کی قوم ستاروں کی تعظیم کی بھی قائل تھی اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ مخصوص ستارے بلندی و پستی، خیر و شر کے پہنچانے کے قابل ہیں۔ انہوں نے ہر ستارے جس سے کسی قسم کا انہیں گمان قائم تھا اس کی شکل کا بت تراش لیا تھا جس کی عبادت کرتے تھے اور ان کی ذریت میں بھی یہی سلسلہ چل رہا تھا۔ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ کل ہمارا عید کا دن ہے تم میلے میں ضرور حاضر ہونا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارے کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ جب بھی یہ ستارہ طلوع ہوتا ہے میں بیمار ہو جاتا ہوں، پس بادشاہ کے کارندے چلتے بنے۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۳، ص ۱۳۶، ملخصاً و ملقطاً)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی جانب بیماری کی نسبت کرنا:

۵..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کی نسبت اپنی جانب کی، اس کی درج ذیل توجیہات ہو سکتی ہیں:

- (۱)..... عید کے دن میلے سے رہ جانے کی غرض سے فرمایا اور آپ اس معاملے میں سچے تھے کیونکہ عموماً اسی وقت میں آپ بیمار ہوتے تھے۔ (۲)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم علم نجوم پر اعتماد رکھتی تھی اور اسکی تاثیر کا اعتقاد رکھتی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود کو اس بُرائی سے روکنے کی غرض سے بیمار ہونے کا ارشاد فرما دیا۔ (۳)..... مسقیم بمعنی میت ہے، یعنی اللہ جل جلالہ نے قرآن میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے: ﴿انہی مسقیم میں بیمار ہونے والا ہوں﴾ (الصفت: ۸۹) ﴿، اسی طرح اس آیت کا معنی ہوگا کہ میری روح قبض ہونے والی ہے۔ (۴)..... مسقیم بمعنی سقیم القلب یعنی میرا دل اپنے رب کی معرفت نہیں رکھتا، اور یہ بلوغ سے قبل کا معاملہ ہے۔ (۵)..... لوگ ایک مخصوص ستارے کی تاثیر کا عقیدہ رکھتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی وجہ سے بیماری محسوس کرتے تھے لہذا فرمایا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ (۶)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ”سقیم“ یعنی دل کا مرض ہونے کا بظاہر اقرار کیا، اور اس کا سبب یہ تھا کہ قوم کفر و شرک پر جمع ہو چکی تھی۔ جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ارشاد فرمایا: ﴿لعلک باخع نفسك کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے﴾ (الشعراء: ۲۳) ﴿۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۴۱ وغیرہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بظاہر تین جھوٹ:

۶..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (پہ ظاہر) جھوٹ بولے، ان میں سے دو جھوٹ اللہ کی خاطر تھے، انہوں نے کہا اللہ الہی مسقیم ہے اور کہا اللہ ہل فعلہ کبیر ہم بلکہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے (الانبیاء: ۶۳)۔“ (در حقیقت آپ ﷺ نے خود بت توڑے تھے)۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی سارہ سفر کر رہے تھے، ان کا گزر ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں ہوا، اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ ایک شخص آ رہا ہے اور اس کی بیوی سب سے زیادہ خوبصورت ہے، اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلوا کر پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری بہن ہے، اور کہا اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن (جوڑا) نہیں ہے، اس بادشاہ نے مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا تھا تو میں نے اس کو بتایا کہ تم میری بہن ہو (یعنی دینی بہن) سو تم مجھ کو جھٹلانا نہیں۔“

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: قول اللہ تعالیٰ واتخذوا من مقام، رقم: ۳۳۵۸، ص: ۵۶۰)

تین صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے یعنی اس میں گناہ نہیں:

☆..... ام کلثوم بنت عقبہ کہتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے تین مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت عطا فرمائی ہے جو کہ یہ ہیں: (۱)..... دو مسلمانوں میں صلح کرانے کی غرض سے صلح کرانے والا جھوٹ بول سکتا ہے، (۲)..... جنگ کے موقع پر مسلمانوں کی بہتری کی خاطر، (۳)..... میاں بیوی میں صلح کرانے کی غرض سے جھوٹ بولا جاسکتا ہے۔“

(المعجم الکبیر، عن ام کلثوم بنت عقبہ، الحرف المیم، من اسمہ محمد، الجزء: الف، ج: ۱، ص: ۷۰)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: درج تین مواقع پر جھوٹ بولنا جائز ہے جو کہ یہ ہیں: (۱)..... جنگ کی صورت میں کہ یہاں اپنے مد مقابل کو دھوکہ دینا جائز ہے، اسی طرح جب ظالم ظلم کرنا چاہتا ہو اس کے ظلم سے بچنے کے لئے بھی جائز ہے۔ (۲)..... دو مسلمانوں میں اختلاف ہے اور یہ ان دونوں میں صلح کرانا چاہتا ہے، مثلاً ایک کے سامنے یہ کہدے کہ وہ تمہیں اچھا جانتا ہے، تمہاری تعریف کرتا تھا، یا اس نے تمہیں سلام بھیجا ہے، اور دوسرے کے پاس بھی اسی قسم کی باتیں کرے تاکہ دونوں میں عداوت کم ہو جائے اور صلح ہو جائے۔ (۳)..... بی بی کو خوش کرنے کے لئے کوئی بات خلاف واقعہ کہدے۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع عشر فی الغناء، ج: ۵، ص: ۴۳۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ گزار ہو گئی:

۷..... آسمان، زمین، پہاڑ، فرشتے اللہ کے حضور عرض کرتے ہیں اے اللہ ابراہیم علیہ السلام کو جلایا جا رہا ہے، اللہ نے جواب فرمایا: ”میں جانتا ہوں“، اور تمہاری دعاؤں سے ان کی مدد ہوگی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی جانب اپنا سر پاک بلند کیا اور عرض گزار ہوئے: ”اے اللہ، تو ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں، تیرے سوا زمین میں کسی کی عبادت نہیں ہوتی، تو مجھے کافی ہے اور تو بہتر تمہارا ہے، پس جب انہیں آگ میں ڈال دیا گیا تو ندا ہوئی ”اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ہمارے ابراہیم پر“، جبرائیل امین علیہ السلام کہتے ہیں کہ ندا کرنے والا میں تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہودا کے ساتھ سلاما کا لفظ استعمال نہ کیا جاتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سخت سردی کی وجہ سے انتقال فرما جاتے، اس دن ساری آگ بجھ گئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک آدمی جو کہ دراصل سایہ کرنے والا فرشتہ تھا کھڑا تھا جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چہرے انور سے پسینہ پونچنے کے لئے معمور کیا گیا تھا۔ بعض شارحین نے یہ بھی لکھا کہ سوائے رسیوں کے آگ سے کچھ نہ جلا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس دن میں آگ میں تھا اس دن کے سوا کسی دن میں ایسا انعام نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس وقت آگ میں ڈالے گئے ان کی عمر سولہ سال تھی۔

(جامع البيان القرآن، الجزء ۱۷، ص ۵۴ وغیرہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین کی خاطر سفر کرنا:

۵..... اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کئی اقوال اپنے پاک کلام میں منقول فرمائے چنانچہ ایک قول یوں فرمایا: ﴿انسی ذاہب الی ربی میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں﴾ (الصافات: ۲۷) اس بارے میں مفسرین کے دو اقوال پائے جاتے ہیں۔ (۱)..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد بہت سی مفارقت کرنا تھا، اور معنی یہ تھا کہ میں اپنے رب کے دین کی جانب ہجرت کرنے والا ہوں۔ (۲)..... کلبی کہتے ہیں: میں اپنے رب کی عبادت کی غرض سے ہجرت کرنے والا ہوں، پس اسی بناء پر پہلے قول کی مراد یہ ہوگی کہ میں اپنے رب کی جانب تشریف لے جانے سے مراد بہت سی ہجرت کرنا تھی، اور اسی قسم کے فرمان کی اقتداء حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿کلا ان معنی ربی سیہدین یوں ہی بیشک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ دیتا ہے﴾ (الشعراء: ۶۲)۔ اور دوسرے قول کے معنی احوال قلبی کی رعایت کرنے کی غرض سے ہے، مراد یہ ہے کہ اعمال میں سے ہر ایک چیز فقط اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہونی چاہیے، جیسا کہ اللہ کا فرمان: ﴿انسی وجہت وجہی للذی فطر السموت والارض میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے﴾ (الانعام: ۷۹)۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اول قول اولیٰ ہے کیونکہ مقصود اس آیت سے شام کی جانب ہجرت کرنا ہے۔ اور اسی سے دین کی جانب ہدایت کو محمول کرنا بھی ہے، کیونکہ حقیقی معنوں میں دین کا پرچار اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس پر حقیقی معنوں میں ثابت قدم بھی رہا جائے اور ہدایت سے مقصود دینی معاملات میں درجات عالیہ اور مراتب رفیعہ مراد ہیں۔ (۳)..... اللہ کا فرمان: ﴿سیہدین﴾ اس بات پر دلیل ہے کہ ہدایت صرف اللہ ہی کی جانب سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے اصحاب نے کہا اور اسی طرح ہدایت کو اولہ کے وضع کرنے اور اعذار سے ہٹنے کے لئے محمول نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ سب ہی زمانہ ماضی میں حاصل ہونے والی چیزیں ہیں اور اس فرمان ﴿سیہدین﴾ میں ہدایت کو زمانہ مستقبل کے لئے خاص کیا گیا ہے، پس اس سے یہ لازم آ رہا ہے کہ مذکورہ آیت میں ہدایت کو علم و معرفت قلبی سے محمول کرنے پر تحصیل حاصل لازم آئے گا، اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس آیت میں ہدایت کو رب کی جانب سے ہونے کے ساتھ جزم فرمایا ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا نہیں فرمایا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان: ﴿عسی ربی ان یہدینى سواء السبیل قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے﴾ (النقص: ۲۲)۔ دونوں آیات کا فرق بیان کیجئے؟ ہم کہتے ہیں کہ بندے پر اللہ کی تجلیات ہوتی ہیں تو وہ اپنے مقصود کو جزم کرنے کے ساتھ ہی بیان کرتا ہے اور ایسا شخص جو عالمین کے معاملات سے بے پرواہ ہوتا ہے اور وہ اپنی ذات کو حقیر جانتا ہے، تو کسی معاملے میں جزم نہیں کرتا اور وہ امید و رضائی کو ظاہر کرتا ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۴۴ وغیرہ)

کس بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا؟

۹..... علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کس بیٹے کے ذبح کا حکم دیا گیا؟ اکثر علماء کا یہ مسلک ہے کہ ذبح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، (۱)..... ایک روایت کے مطابق ابن عباس بن عبدالمطلب، (۲)..... عبد اللہ بن عباس، (۳)..... حضرت عبد اللہ بن مسعود، (۴)..... حضرت جابر بن عبد اللہ، (۵)..... حضرت علی بن ابی طالب، (۶)..... حضرت عبد اللہ بن عمر، (۷)..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ ان سات صحابہ کا یہ نظریہ ہے کہ ذبح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، اور تابعین میں سے (۱)..... حضرت علقمہ، (۲)..... سعید بن جبیر، (۳)..... کعب الاحبار، (۴)..... مکرّمہ، (۵)..... القاسم بن ابی بزہ، (۶)..... عطاء، (۷)..... مقاتل، (۸)..... عبد الرحمن بن سابط، (۹)..... زہری، (۱۰)..... شدی، (۱۱)..... عبد اللہ بن الہذیل، (۱۲)..... مالک بن انس رضی اللہ عنہم نے کہا

کہ حضرت اسحق علیہ السلام ذبیح ہیں، اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا بھی اس پر اتفاق ہے، النحاس اور طبری وغیرہما کا بھی یہی مختار ہے، نبی کریم ﷺ، آپ کے اصحاب اور تابعین سے قوت کے ساتھ یہی مذکور ہے۔

دوسرے علماء جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کے قائل ہیں ان میں صحابہ کرام میں سے (۱)..... حضرت ابو ہریرہ، (۲)..... حضرت ابوالطفیل، (۳)..... حضرت عامر بن واہلہ، (۴)..... حضرت عبداللہ بن عمر، (۵)..... حضرت عبداللہ بن عباس کا یہی مختار قول ہے اور تابعین میں سے (۱)..... سعید بن مسیب، (۲)..... شعبی، (۳)..... یوسف بن مهران، (۴)..... مجاہد، (۵)..... ربیع بن انس، (۶)..... محمد بن کعب قرظی، (۷)..... کلیبی، (۸)..... علقمہ وغیرہم کا یہی مختار قول ہے۔

اصحی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عمرو بن العلاء سے پوچھا کہ ذبیح کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: اے اصحی! تمہاری عقل کہاں چلی گئی، حضرت اسحق علیہ السلام مکہ میں کب آئے تھے؟ مکہ میں تو صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، انہوں نے ہی اپنے والد کے ساتھ مکہ کے معظمہ کی عمارت تعمیر فرمائی اور قربان گاہ بھی مکہ میں ہے، اور سید عالم ﷺ سے روایت ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کا اس سے استدلال لایا گیا ہے کہ اللہ ﷻ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ صابریں میں سے ہیں نہ کہ حضرت اسحق علیہ السلام کی، فرمایا: ﴿وَأَسْمِعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾ اور اسماعیل اور ادريس اور ذوالکفل وہ سب صبر والے تھے (الانبیاء: ۸۵) ﴿مزیّد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صادق الوعد ہونے کی صفت بھی بیان فرمائی چنانچہ فرمایا: ﴿وَإِذْ كَرِهَ فِي الْكِتَابِ اسْمَاعِيلَ أَنَّهُ كَانُ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا﴾ اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتاتا (سرب: ۱۰۴) ﴿حضرت اسحق علیہ السلام کو ذبیح کرنے کا قول کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جب کہ ان کے بارے میں قرآن شاہد ہے کہ حضرت اسحق علیہ السلام کے بعد یعقوب ہو گئے، گویا ان کی ذریت پہلے ہی بیان کر دی گئی اگر وہ ذبیح ہوئے ہیں تو اولاد کا سلسلہ کیسے کارگر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَبَشِّرْهُنَّ بِاسْحَقَ بَنِيَّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحاق کی کہ غیب کی خبریں بتانے والا (الصافات، ۱۱۲) ﴿فَبَشِّرْهُنَّ بِاسْحَقَ وَمِنْ وَرَاءِ اسْحَقَ يَعْقُوبَ﴾ تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی (مرد: ۱۷) ﴿- (القرطبي، الجزء: ۲۳، ص ۸۹ وغیرہ) ابن کثیر لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس بردباد بیٹے کی بشارت دی گئی وہ حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے ہیں، اور تمام مسلمانوں کا اور تمام اہل کتاب کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام عمر میں حضرت اسحق علیہ السلام سے بڑے ہیں، بلکہ اہل کتاب کی کتابوں (مثلاً تورات میں) یہ تصریح ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک چھیا سی برس تھی اور جس وقت حضرت اسحق علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ننانوے سال تھی، اور ان کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبیح کریں، اس کے باوجود انہوں نے کذب اور بہتان سے کام لیتے ہوئے حضرت اسحق علیہ السلام کو ذبیح قرار دیا، اور ان کا یہ قول اس لئے صحیح نہیں ہے کہ یہ خود تورات کی تصریحات کے خلاف ہے، اور انہوں نے حضرت اسحق علیہ السلام کو اس لئے ذبیح کہا کہ وہ اسرائیلیوں کے والد ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام عربوں کے والد گرامی ہیں، اس لئے انہوں نے حسد کے باعث تحریف کی، اور انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے کا یہ معنی کیا کہ اس وقت وہ بیٹا باپ کے پاس نہ ہو، کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ بی بی ہاجرہ کے ساتھ مکہ میں تھے، حالانکہ اکلوتے بیٹے کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس وقت تک آپ کا صرف ایک ہی بیٹا ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے ان کے

اکھوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف ایک ہی بیٹے تھے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، نیز پہلوئی کا بیٹا دوسرے بیٹوں کی بہ نسبت زیادہ پیارا ہوتا ہے اس لئے اگر بیٹے کو ذبح کرانے سے باپ کی آزمائش اور امتحان مقصود ہے تو آزمائش کے زیادہ قریب یہ ہے کہ پہلوئی کے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا جائے اور چونکہ پہلوئی کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اس لئے یہی ذبح بھی ہیں۔ اہل علم کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ ذبح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں یہاں تک کہ یہ قول بعض صحابہ و تابعین کا بھی ہے، اس کا ذکر قرآن میں ہے اور نہ ہی سنت میں ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ قول اسرائیلیات سے منقول ہے۔ بعض مسلم علماء نے بغیر کسی دلیل کے اس قول کی تائید کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اس بات پر دلیل پیش کرتی ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک بردباد بیٹے کی بشارت ہے اور پھر ان کو ذبح کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے، اور اس کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی ہے اور جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی تو کہا ہم آپ کو علم والے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں۔ (ابن کثیر، ج ۴، ص ۱۹)

چھری کا حلق نہ کائنات نبی پاک علیہ السلام کی برکت سے تھا:

..... اگر کسی کے ذہن میں اعتراض رونما ہو کہ اللہ کے نبی کے خواب سچے ہوا کرتے ہیں جیسا کہ ما قبل بھی نبی کے خواب سے متعلق بحث مذکور ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب سچ نہ ہوا کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبح نہیں ہوئے؟ ہم کہتے ہیں کہ یقیناً حضرت اسماعیل علیہ السلام چھری سے ذبح نہ ہوئے لیکن اس کام کے لئے راضی تو رہے، صابر تو رہے اور مقصود یہی امتحان لینا تھا جس میں باپ بیٹا دونوں ہی کامیاب رہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے خاتم النبیین محبوب رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا تھا۔ گویا کہ ایک طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کا امتحان لیا دوسری جانب اپنی محبوب کے جدا مجد کو صادق الوعد بھی قرار دلوایا۔

☆..... حضرت واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بیٹک اللہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کتنا نہ کو منتخب کیا، اور کتنا نہ سے قریش کو اور قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم سے مجھ کو چن لیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: فضل نسب النبی ﷺ، رقم: (۵۸۳۲)/۲۲۷۶، ص ۱۱۴۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مینڈھے کو ذبح کرنا:

..... روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آواز سنی تو آسمان کی طرف دیکھا، حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک سیاہ سینٹوں والے دنبے کے ساتھ نظر آئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ تمہارے بیٹے کا فدیہ ہے اسے چھوڑ دیجئے اور اسے ذبح فرمائیے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تکبیر بلند کی اور مینڈھے نے بھی تکبیر بلند کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تکبیر بلند کی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی تکبیر بلند کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مینڈھے کو پکڑا اور منی میں مذبح کے اندر چلے گئے پھر وہاں اسے ذبح کیا، فدیہ دینے والے حقیقت میں ابراہیم علیہ السلام تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے فدیہ کے طور پر ذبیحہ دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ تھا اور اس کا حکم کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ تھا، یہ فدیہ میں مجاز یا نسبت میں مجاز کے طور پر ہے۔ (المظہری، ج ۶، ص ۱۰۴)

اغراض:

مغلوب: بمعنی مقہور ہے۔ فانصر: یعنی (اے اللہ!) ان سے انتقام لے۔

فالناس کلہم من نسلہ: اور یہی قابل اعتماد قول ہے، اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ حضرت نوح کی اولاد کے سوا جو بھی تھے وہ انہی کی

نسل میں شمار ہوتے ہیں۔

سام الخ: تینوں نام اسباب منع صرف میں سے علیت اور عجمہ ہیں اور فارس بھی علیت و تانیف کو شامل ہے کیونکہ یہ قبیلے کا نام ہے۔
والسخر: خاں اور زاء کی فتح کے ساتھ اور اس کے بعد رائے مہملہ، اور یہی صحیح نسخے میں ہے اور یہی ٹھیک ہے، بعض نسخوں میں خزرج ہے جو کہ محض ترین تحریف ہے کیونکہ الخزرج عربی جملہ ہے، اور الخزر کے معنی چھوٹی آنکھ والا ہونا ہے۔

وما ہنالک: مراد وہ قوم ہے جو یا جوج ماجوج کے پاس ہو گئے، پس جب ان پر سورج طلوع ہوگا تو زمین کے تہہ خانوں میں چلے جائیں گے اور جب سورج چلا جائے گا تو اپنے کسب معاش اور کھیتوں کی جانب نکل جائیں گے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد برہنہ قوم ہے جو ایک دوسرے کے لئے لحاف بنتے ہیں۔ ثناء حسنا: اس جملے میں محذوف مفعول ”تو کنا“ کی جانب اشارہ ہے۔
ای ممن تبعہ: مراد پیروی کرنے والے لوگ ہیں۔

فی اصل الدین: حضرت نوح و ابراہیم کے دین یعنی توحید میں کوئی فرق نہیں اگرچہ فردی معاملات مثلاً نماز وغیرہ کے احکام و مسائل میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔

وہو القان: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں کے مابین ایک ہزار ایک سو یا بیس سال کا فاصلہ ہے۔
وکان بینہما ہود و صالح: یعنی حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تین حضرات انبیائے کرام، جیسے ادریس، شیت اور آدم، پس چھ کے چھ حضرات انبیائے کرام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہوئے ہیں۔

ای تابعہ معینہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ طرف محذوف ”شعیثہ“ کے متعلق ہے، اور یہ بھی درست ہے کل جملہ ”شعیثہ“ کے متعلق ہو، لیکن اس صورت میں ظرف اور متعلق کے مابین اجنبی فصل ”ابراہیم“ ہونا چاہیے اور یہ بھی لازم ہے کہ اس صورت میں ما قبل و بعد لام ابتدائیہ میں عمل ہو، میں (علامہ صاوی) یہ کہوں گا کہ جس قدر ظرف میں وسعت پائی جاتی ہے بالکل اسی قدر کسی دوسرے میں وسعت نہیں پائی جاتی۔

من الشک و غیرہ: دیگر گندگیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دل کا اللہ کی وحدانیت کی گواہی دینے سے رہ جانا۔
فی ہمزینہ ما تقدم: دو ہمزہ کی تحقیق اور دوسرے ہمزہ کی الف کے ساتھ تسہیل یا ترک کے ساتھ ہونا۔
اذعبدتم غیرہ: یعنی غیر کی عبادت کے وقت میں۔

انہ یترککم بلا عقاب: ”ظن“ کا معمول ہے، معنی یہ ہے کہ یعنی تمہیں کس وجہ سے یہ گمان ہے کہ اللہ تمہیں غیر خدا کی عبادت کرنے کے باوجود بغیر عذاب کئے چھوڑ دے گا۔

فخر جو الی غید لہم: وہ لوگ بصرہ و کوفہ کے مابین ایک بستی میں تھے جسے ”ہرمز“ کہتے ہیں۔

ساسقم: اس قول ﴿انسی سقیم﴾ کا جواب ہے جب کہ حال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں یہ صفت نہ پائی جاتی تھی؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد سقیم القلب ہونا ہے یعنی مراد یہ ہے کہ میں بیمار دل نہیں کیونکہ تمہاری عبادت سے نہ تو کچھ فائدہ ہے اور نہ ہی نقصان، اور ایک قول یہ بھی ہے مراد یہاں مخصوص سقیم ہونے کی صفت پایا جاتا ہے مراد طاعون کی بیماری ہے، پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خوفزدہ ہو کر دور بھاگنے لگے یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارا گئے۔

وہی الاصنام: بتوں کی کل تعداد بہتر تھی، جن میں سے بعض پتھر، بعض لکڑی، بعض سونے، بعض چاندی، بعض لوہے، بعض پیتل، بعض سیسے، کے تھے اور سب سے بڑا بت سونے و جواہرات سے مرصع تھا اور اس کی آنکھیں یا قوت کی تھیں۔

بالقوة: بمعنی بالقدرۃ ہے۔ اضرموہ بالنار: یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے آگ میں ڈال دو معاذ اللہ۔

لقالوا نحن نعبدھا: جیسا کہ ماقبل حضرات انبیائے کرام کی قوموں میں بتوں کی عبادت کی جاتی تھی۔

مویخا: زجر کرتے ہوئے فرمایا کہ تم خود ہی لکڑی لا کر اس کے نقشے بنا کر معبود سمجھ کر پوجنے لگتے ہو؟ جب کہ بت بنائے جانے سے قبل یہ لکڑی تمہاری معبود نہیں ہوتی جو کہ شفع دے اور نہ ہی نقصان پہنچائے۔

المقہورین: ان کے مکر کو باطل قرار دینے کے لئے، پر ہم نے آگ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی و سلامتی والی کر دیا۔

فمخوج: معنی یہ ہے کہ جب آگ میں جلنے سے محفوظ رہے، اور قوم میں سے کوئی ہدایت پر نہ آیا، تو اپنے پیچھے لوط اور بی بی سارہ کے ساتھ ملک شام ہجرت فرمائی اور یہ سب سے پہلے راہ خدا میں ہجرت کرنے والے تھے۔

الی حیث امرنی ربی: یعنی جس جگہ مجھے میرے رب نے ہجرت کرنے کا حکم دیا۔

ای وائت: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ”الرویا، فعل کی شکل میں وارد ہوا ہے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رات

کے خواب کو بیان کیا، کہ ان سے ایک کہنے والا کہتا ہے: ”اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو، جب صبح ہوئی تو انہیں فکر لاحق

ہوئی کہ اللہ نے ہی یہ حکم دیا ہے، پھر دوسری رات بھی ایسا ہی ہوا اور پھر تیسری رات بھی ایسا ہی ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے

بیٹے سے کہا ﴿یسا بنی﴾ پس تینوں رات یہی حکم دیا گیا، پس ایک رات ”السرویۃ بمعنی سروی“، دوسری رات ”عرفۃ بمعنی

عرف“ اور تیسری رات ”النحر بمعنی نحر“ کے الفاظ سنائے گئے۔

شاوردہ لیانس: یعنی اللہ کی راہ میں صبر و عزیمت کی پہچان مراد ہے۔

وامسر السکین: یہ دو مشہور اقوال میں سے ایک ہے، جس کا بیان ماقبل حضرت ابن عباس کے حوالے سے ہو چکا ہے، دوسرا قول یہ

ہے کہ پھری کو حکم نہ کیا گیا تھا بلکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ذبح کرنے کی غرض سے لٹایا اور پھری ان کے گلے پر پھیری تو

جس طرح آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلایا تھا بالکل اسی طرح پھری نے ان کے صاحبزادے کے گلے کو نہ کاٹا۔

فجملۃ نادیناہ جواب لما: یہ تین وجوہات میں سے ایک وجہ ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں محذوف ”ظہر صبرہما بمعنی

لہما الاجر“ ہے اور ثالث یہ کہ ﴿وتلہ للجبین﴾ اور اس کی زیادتی کے ساتھ ہے۔

بافراج الشدة: مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ تکلیف کو دور کرنا، کیونکہ فرج فعل تخفیف و تشدید کے ساتھ آتا ہے اور اس کا مصدر

التفريج یا الفرج ہے۔

فدبہ السید ابراہیم: اس کے کچھ باقیات کعبہ پر معلق کئے گئے تھے پھر جب ابن زبیر کے زمانے میں جب کعبہ مشرفہ کو آگ لگ

گئی تو اس مینڈھے کے باقیات کو درندے پرندے کھا گئے، کیونکہ جنتی انعام کو آگ نہیں جلاتی۔

مکبرا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چند کلمات تعلیم فرمائے جو کہ یہ ہیں: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

، لا الہ الا اللہ اللہ اکبر، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ اکبر واللہ الحمد فرمایا اور یہی ان کی سنت ہو گئی۔

استدل بذلک: یہی امام شافعی کا مذہب ہے کہ ذبح حضرت اسحق علیہ السلام نہیں تھے، جب کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ ﴿وہ بشر نہ

باسحق﴾ میں اس قسم کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت اسحق علیہ السلام کے حوالے سے دو مرتبہ بشارت دی گئی ہے ایک مرتبہ

وجودی اور دوسری مرتبہ باعتبار نبوت کے بشارت دی گئی۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۱۲۰ وغیرہ)

دکوع نمبر: ۸

﴿وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۱۱۳﴾ بِالنَّبُوءَةِ ﴿وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا﴾ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ﴾ ﴿۱۱۵﴾ ﴿أَيَّ اسْتِعْبَادٍ لِّرَعُونَ إِيَّاهُمْ﴾ ﴿وَنَصَّرْنَاهُمْ﴾ عَلَى الْقَبْطِ ﴿فَكَانُوا هُمُ الْغَلْبِينَ﴾ ﴿۱۱۶﴾ وَابْتَيْنَاهُمَا الْكُتُبَ الْمُسْتَبِينَ ﴿۱۱۷﴾ ﴿الْبَلِيغَ الْبَيَانَ فِيمَا آتَىٰ بِهِ مِنَ الْحُدُودِ وَالْأَحْكَامِ وَغَيْرَهُمَا وَهُوَ التَّوْرَةُ﴾ ﴿وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ﴾ ﴿الطَّرِيقَ﴾ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا ﴿أَبْقَيْنَا﴾ عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۱۹﴾ ﴿ثَنَاءً حَسَنًا﴾ ﴿سَلَّمَ﴾ مِنَّا ﴿عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ﴾ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذَلِكَ ﴿كَمَا جَزَيْنَاهُمَا﴾ ﴿نَجْزَى الْمُحْسِنِينَ﴾ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۲﴾ وَانِ الْيَاسَ ﴿بِالْهَمْزِ أَوَّلُهُ وَتَرَكُهُ﴾ ﴿لَمَنْ الْمُرْسَلِينَ﴾ ﴿۱۲۳﴾ قَبِيلَ هَوَّابِ بْنِ آخِي هَارُونَ أَخِي مُوسَىٰ وَأَرْسَلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ بَعْلَبَكِّ وَنَوَاجِحِهَا ﴿إِذْ﴾ ﴿مَنْصُوبٌ بِأُذْكَرٍ مُّقَدَّرًا﴾ ﴿قَالَ لِقَوْمِهِ﴾ الْإِنْفِقُونَ ﴿۱۲۴﴾ ﴿اللَّهُ﴾ ﴿اتَّدْعُونَ بَعْلًا﴾ ﴿اسْمُ صَنِيعٍ لَهُمْ مِنْ ذَهَبٍ وَبِهِ سُمِّيَ الْبَلَدُ مِصْرًا﴾ إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿وَتَذَرُونَ﴾ ﴿تَتْرَكُونَ﴾ ﴿أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾ ﴿۱۲۵﴾ ﴿فَلَا تَعْبُدُونَهُ﴾ ﴿اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأُولَىٰ﴾ ﴿۱۲۶﴾ ﴿بِرَفْعِ الثَّلَاثَةِ عَلَىٰ إِضْمَارٍ هُوَ وَيُنْصِبُهَا عَلَى الْبَدَلِ مِنْ أَحْسَنَ﴾ ﴿فَكَذَّبُوهُ﴾ فَانْتَمَىٰ لَهُمْ لَمَحْضَرُونَ ﴿۱۲۷﴾ ﴿فِي النَّارِ﴾ ﴿الْعِبَادِ لِلَّهِ الْمَخْلُصِينَ﴾ ﴿۱۲۸﴾ ﴿أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُمْ﴾ فَانْتَمَىٰ لَهُمْ نَجْوًا مِنْهَا ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾ ﴿۱۲۹﴾ ﴿ثَنَاءً حَسَنًا﴾ ﴿سَلَّمَ﴾ مِنَّا ﴿عَلَىٰ آلِ يَاسِينَ﴾ ﴿۱۳۰﴾ ﴿هُوَ الْيَاسُ الْمُبْتَدَأُ ذِكْرُهُ وَقَبِيلٌ هُوَ مِنْ آمَنَ مَعَهُ فَجَمَعُوا مَعَهُ تَغْلِيْبًا كَقَوْلِهِمْ لِلْمُهَلَّبِ وَقَوْمِهِ الْمُهَلَّبُونَ وَعَلَىٰ قِرَائَةِ آلِ يَاسِينَ بِالْمَدِّ أَيُّ أَهْلِهِ وَالْمُرَادُ بِهِ الْيَاسُ أَيْضًا﴾ ﴿اِنَّا كَذَلِكَ﴾ ﴿كَمَا جَزَيْنَاهُ﴾ ﴿نَجْزَى الْمُحْسِنِينَ﴾ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾ وَانِ لُوطًا لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۳﴾ ﴿أُذْكَرٌ﴾ ﴿إِذْ نَجَّيْنَاهُ﴾ وَاهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿۱۳۴﴾ اَلَا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿۱۳۵﴾ ﴿الْبَاقِينَ فِي الْعَذَابِ﴾ ﴿ثُمَّ دَمَرْنَا﴾ ﴿أَهْلَكْنَا﴾ ﴿الْآخِرِينَ﴾ ﴿۱۳۶﴾ ﴿كُفَّارِ قَوْمِهِ﴾ ﴿وَإِنكُمْ لَتَمُرُونَ عَلَيْهِمْ﴾ ﴿أَيُّ عَلَىٰ آثَارِهِمْ وَمَنَازِلِهِمْ فِي أَسْفَارِكُمْ﴾ ﴿مُصْبِحِينَ﴾ ﴿۱۳۷﴾ ﴿أَيُّ وَقْتُ الصُّبْحِ يَعْنِي بِالنَّهَارِ﴾ ﴿وَبَالِيْلٍ﴾ ﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ ﴿۱۳۸﴾ ﴿يَا أَهْلَ مَكَّةَ مَا حَلَّ بِهَيْمٍ فَتَعْتَبِرُونَ بِهِ﴾

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان فرمایا (انہیں نبوت عطا فرما کر.....) اور انہیں اور ان کی قوم (بنی اسرائیل) کو بڑی سختی سے نجات دی (فرعون کے انہیں غلام بنالینے کے ظلم سے.....) اور ان کی ہم نے مدد فرمائی (قبیلوں کے خلاف) تو وہی غالب ہوئے اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی (بلیغ البیان جس میں حدود اور احکام کا بیان تھا، مراد اس سے تورات شریف ہے) اور ان کو سیدھی راہ دکھائی (الصراط بمعنی الطریق ہے) اور باقی رکھی (ترکنا بمعنی ابقینا ہے) پچھلوں میں ان کی (تعریف) سلام ہو (ہماری طرف سے) موسیٰ اور ہارون پر ہم اسی طرح (جیسا کہ ہم نے ان دونوں کو صلہ دیا) ہم صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک وہ دونوں ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں اور بیشک الیاس..... سے..... (الیاس ہمزہ قطعی اور وصلی دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) پیغمبروں سے ہے (ایک قول کے مطابق وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ کوئی اور صاحب ہیں جنہیں بعلبک اور اس کے نواحی علاقوں میں رہنے والی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا تھا، یاد کرو) جب (اذ قتل مقدر اذ کسر کی وجہ سے منصوب ہے) اس نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم (اللہ جل جلالہ

سے) ڈرتے نہیں کیا بعل..... ہج..... کو پوجتے ہو (یہ سونے سے بنے ایک بت کا نام تھا، اس نام کے ساتھ بک لگا کر شہر کا نام بعلبک رکھ دیا گیا یعنی کیا تم اسے پوجتے ہو) اور چھوڑتے ہو (تندرون بمعنی تصور کون ہے) سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو (تم اس کی عبادت نہیں کرتے) جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا (ہو ضمیر کو محذوف ماننے کی صورت میں مذکورہ تینوں مقامات کو مرفوع اور احسن سے بدل قرار دینے کی صورت میں انہیں منصوب پڑھا گیا ہے) پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور حاضر کئے جائیں گے (آگ میں) مگر اللہ کے قلم بندے (یعنی ان میں سے جو مسلمان ہیں وہ آگ سے نجات پائیں گے) اور ہم نے باقی رکھی اس کی (تعریف) پچھلوں میں، سلام ہو (ہماری جانب سے) الیاس پر (ایک قول یہ ہے کہ یہ وہی حضرت الیاس ہیں جن کا اٹل ذکر ہوا، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت الیاس اور آپ پر ایمان لانے والے مراد ہے انہیں آپ ﷺ کے ساتھ تغلیبا جمع کر دیا گیا ہے جیسا کہ نحاۃ کا قول مسلہب اور اس کی قوم کے لیے مسلہبون کا لفظ استعمال کرتے ہیں، ایک قرأت میں الف لام یا سین مد کے ساتھ ہے یعنی اہل الیاس اس صورت میں بھی اللہ کی عبادت کرتے ہیں، یا "سین" سے مراد حضرت الیاس ہیں) بیشک ہم اسی طرح (جیسا کہ ہم نے ان کو صلہ دیا) صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے اور بیشک لوط پیغمبروں میں ہے (یاد کرو) جب کہ ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی مگر ایک بڑھیا کہ (عذاب میں) رہ جانے والوں میں رہی (الغبرین بمعنی الباقین ہے) پھر ہم نے ہلاک فرما دیا (دمرنا بمعنی اہلکنا ہے) دوسروں کو (یعنی ان کی قوم کے کافروں کو) اور بیشک تم ان پر (یعنی ان کے آثار اور ان کے مقامات پر دوران سفر) گزرتے ہو صبح کو (بوقت صبح یعنی دن کو) اور رات میں تو کیا تمہیں (اے اہل مکہ) عقل نہیں (کہ تم ان پر نازل ہونے والے عذاب کو سمجھو اور اس سے عبرت حاصل کرو)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ﴾

و: مستانفہ، ل: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، مننا: فعل بافاعل، علی موسیٰ و ہارون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وَوَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ﴾

و: عاطفہ، وجینا: فعل بافاعل، ہما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قومہما: معطوف، ملکر مفعول، من الکرب العظیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نصرنہم: فعل بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص با اسم، ہم: ضمیر فصل، الغلبین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَآتَيْنَاهُمَا الْكُتُبَ الْمُسْتَبِينَ﴾

و: عاطفہ، آتینہما: فعل بافاعل و مفعول، الکتب: موصوف، المستبین: صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ہدینہما: فعل بافاعل و مفعول، الصراط المستقیم: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَوَسَّوْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ﴾

و: عاطفہ، وسسنا: فعل بافاعل و مفعول، علی موسیٰ و ہارون: ظرف مستقر، خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انا: کذلک..... الخ: اس کی ترکیب آیت نمبر ۱۰۸ میں گزری، سلم: مبتدا، علی موسیٰ و ہارون: ظرف مستقر، خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انا: کذلک..... الخ: اس آیت کی ترکیب ما قبل آیت نمبر ۸۰، میں گزری، انہما..... الخ: اس کی ترکیب ما قبل آیت نمبر ۱۱۱، میں

گزری۔

﴿وان الیاس لمن المرسلین﴾

و: عاطفہ، ان الیاس جرف مشبہ و اسم، لام: تاکید یہ، من المرسلین ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذ قال لقومه الاتقون اتدعون بعلا وتذرون احسن الخالقین﴾ اللہ ربکم ورب ابائکم الاولین ﴿

اذ: مضاف، قال لقومه الاتقون: قول، ہمزہ: حرف استفہام، لاتقون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ اول، ہمزہ: حرف استفہام، تدعون بعلا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تذرون: فعل بافاعل، احسن الخالقین: مبدل منہ، اللہ مبدل منہ ثانی، ربکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رب ابائکم الاولین: معطوف، ملکر بدل، ملکر پھر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ ثانی، ملکر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذ کر کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فکذبوہ فانہم لمحضرون﴾ الا عباد اللہ المخلصین ﴿

ف: عاطفہ، کذبوا: فعل واو ضمیر مستثنی منہ، الا: اداة استثناء، عباد اللہ: موصوف، المخلصین: صفت، ملکر مستثنی، ملکر فاعل، ہ: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، انہم: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکید یہ، محضرون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وترکنا علیہ فی الاخرین﴾ سلم علی ال یاسین ﴿ انا کذلک نجزی المحسنین ﴿ انه من عبادنا المؤمنین ﴿

وترکنا..... الخ: اس آیت کی ترکیب نمبر ۱۰۸، میں گزری، سلم: مبتدا، علی ال یاسین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انا کذلک..... الخ: ان دونوں آیت کی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۸۰، ۸۱، میں گزری۔

﴿وان لوطا نمن المرسلین﴾ اذ نجینہ واهلہ اجمعین ﴿ الا عجززا فی الغبرین ﴿

و: عاطفہ، ان لوطا جرف مشبہ و اسم، لام: تاکید یہ، من المرسلین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، اذ: مضاف، نجینا: فعل بافاعل، ہ: ضمیر مفعول، واهلہ: مؤکد، اجمعین: تاکید، ملکر مستثنی منہ، الا: اداة استثناء، عجززا: موصوف، فی الغبرین: ظرف مستقر صفت، ملکر مستثنی، ملکر مفعول معہ، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذ کر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم دمرنا الاخرین﴾ وانکم لتمرون علیہم مصبحین ﴿ وباللیل ﴿

ثم: عاطفہ، دمرنا الاخرین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انکم جرف مشبہ و اسم، لام: تاکید یہ، تمرون: فعل واو ضمیر ذوالحال، مصبحین: معطوف علیہ ملکر فاعل، علیہم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، باللیل: ظرف مستقر معطوف، ملکر حال۔

﴿افلا تعقلون﴾

ہمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "تشاہدون ذلک" لا تعقلون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام پیر احسان الہی:

۱..... احسان سے مراد منافع ملنا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ منافع کی دو اقسام ہیں: دینی و دنیاوی منافع، پس دنیاوی منافع سے مراد وجود، حیات، عقل، تربیت، محنت، اور تمام اقسام کی نعمتیں کمال درجے تک پہنچائے۔ اور دینی منافع سے مراد علم اور

طاعت گزاری ہے، اور اعلیٰ درجے کے معجزات باہرہ سے نوازا، اور اللہ نے ان انعام واکرام کی تفصیلاً کئی سورتوں میں متعدد مقامات پر فرمائی، لہذا امتد کرہ مقام پر ہم اسی قدر بیان پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۵۲)

فرعون کا بنی اسرائیل پر ظلم و ستم کرنا:

۲..... حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”بنی اسرائیل فرعون کی خدمت بجالانے کے اعتبار سے کئی اقسام میں منقسم تھے، ان میں سے طاقتور تو ان افراد کا ایک گروہ پہاڑوں سے پتھر کاٹتا تو دوسرا گروہ فرعون کے محلات کی تعمیر کرنے کے لئے ان پتھروں اور مٹی وغیرہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا، تیسرا گروہ مٹی سے اینٹیں بنا کر انہیں پختہ بناتا، ایک گروہ بڑھئی کا کام کرتا تو ایک لوہے کا کام سرانجام دیتا۔ پس ان میں سے جو کمزور ہوتے ان پر فرعون نے جزیہ مقرر کر رکھا تھا، نیز بنی اسرائیل کی عورتیں فرعون کے لئے ریشم کات کر اس سے کپڑا بنتی تھیں۔

(الحمل، ج ۱، ص ۷۵)

ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: ”کاہنوں نے فرعون کو بتایا تھا کہ ”بنی اسرائیل میں اس سال ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کا تختہ الٹ دے گا۔“ پس فرعون نے ہر ہزار عورتوں پر ایک سو آدمی متعین کر دیئے، یعنی ہر سو پردس اور ہر دس پر ایک مقرر کر کے حکم دیا: ”شہر میں ہر حاملہ عورت کی نگرانی کرتے رہو، جب وہ بچہ جنے تو اگر وہ بچہ مذکر ہو تو اسے قتل کر دو اور اگر مؤنث ہو تو چھوڑ دو۔“

(الدر المنثور، ج ۱، ص ۱۳۳)

حضرت الیاس علیہ السلام کی سوانح:

۳..... ان کے نسب کے حوالے سے تین اقوال بیان کئے جاتے ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱)..... ایک قول کے مطابق الیاس تمش نام ان کے نسب میں مشہور ہے، (۲)..... ابن یاسین بن فحاص بن العیزار بن ہارون، (۳)..... الیاس بن العازر بن العیزار بن ہارون بن عمران ان کے نسب ہیں۔ یہ بعلبک کے مغربی دمشق کی جانب رسول بنا کر بھیجے گئے۔ انہوں نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ لوگ بتوں (بعل) کی پوجا نہ کریں، پس یہی وجہ اس علاقے کے بعلبک مشہور ہونے کی ہوئی۔ اور ایک قول کے مطابق ان کی زوجہ کا نام بعل تھا اور یہی اصح قول ہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿اللات تعقون اتدعون بعلات وتذرون احسن الخالقین اللہ ربکم ورب ابائکم الاولین کیا تم ڈرتے نہیں کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا (الصف: ۱۲۴ تا ۱۲۶)﴾ لیکن قوم نے ان کو جھٹلایا، مخالفت کی اور قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت الیاس نے بیس دن ایک غار کی اوٹ میں پناہ لی، حتیٰ کہ اس علاقے کے بادشاہ کو اللہ نے ہلاک کر دیا اور اس کے مقابلے میں دوسرا شخص بادشاہ بنا۔ (البدایۃ والنہایۃ، الجزء الاول، قصۃ الیاس علیہ السلام، ج ۱، ص ۲۷۶)

صحیح یہ ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی ذریت میں سے ہوئے ہیں، اور یہ قول محمد بن اسحاق کا ہے۔ مراد الیاس بن یاسین بن فحاص بن معیزار بن ہارون بن عمران ہیں اور الیاس حضرت یسع کے چچا زاد تھے۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۱۲۷)

بعل کی تحقیق:

۴..... زوجین میں سے مذکر کو بعل کہتے ہیں، اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿وهذا بعلی شیخا اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے (مرد: ۷۲)﴾ اور اس کی جمع بقولہ ہے جیسے فحل کی جمع فحولہ۔ اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے ﴿وبعولتھن احق بودھن اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے (البقرہ: ۲۲۸)﴾۔ اسی طرح مرد کو عورت پر بڑائی دینے کے یہی مادہ استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ جل جلالہ کا فرمان: ﴿الرجال قوامون علی النساء مرداں ہیں عورتوں پر (النساء: ۳۴)﴾۔ اسی طرح اہل عرب

ہر بڑائی والی چیز کو جو اسے اللہ سے قریب کرنے اپنے اعتقاد کے مطابق بعل کہتے ہیں جیسا کہ اللہ کا فرمان: ﴿اتدعون بعلًا وتذرون احسن الخالقین کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے کو﴾ (الصفت: ۱۲۵)۔ اور اہل عرب میں یوں بھی کہا جاتا ہے کہ ہمیں اللہ ﷻ نے جانوروں میں یہ (عمدہ) بعل دیا، اسی طرح زمین میں بھی اچھی زمین کے لئے اسی مادہ سے ”الارض المستعلیة“ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

(المفردات، ص ۶۴)

اغراض:

ای استبعاد فرعون ایہم: اور فرعون کی بندگی کرنے کا سبب فرعون کا قوم پر بڑائی والی صفت کا ہونا تھا، اور قوم کے آباؤ اجداد حضرت یوسف علیہ السلام کی بادشاہت کے دور میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر میں آئے تھے، اور انہی کے دین پر قائم تھے لیکن جب فرعون کا ظہور ہوا اور اس کا تکبر سر چڑھنے لگا تو اس نے قوم کو اپنا پیر و کار اور خادم بنا دیا۔ وغیرہما: یعنی واقعات و نصیحتیں۔

قیل ہو ابن اخی ہارون: ما قبل حاشیہ نمبر ”۳“ دیکھیں۔

کما جزینا ہما: مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام ہیں، نجات، مدد و نصرت، کتاب کامل جانا، شان و شوکت پر قرار رہنا۔ و قیل غیرہ: مراد ادریس علیہ السلام ہیں، اور ایک قول کے مطابق مراد حضرت یسح ہیں علیہ السلام۔

وبہ سمی البلد: ثانیاً، اولاً اس کا نام بک تھا، پھر جب بعل نامی شخص کے توسط سے اس ہستی کا نام بعلبک ہو گیا، مزید حاشیہ نمبر ”۳“ دیکھیں۔

فانہم نجوا منها: اس جملے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ واو کے ذریعے استثناء کی غرض یہ ہے کہ جن لوگوں نے جھٹلانے سے توبہ کی اور دین میں مخلص ہوئے وہ آگ پر حاضر نہ کئے جائیں گے۔

قیل ہو الیاس المتقدم: الیاس مفرد مجرور فتح کے ساتھ ہے، اور اسباب منع صرف میں سے دو سبب علمیت اور عجمہ پایا جا رہا ہے۔ و قیل ہو: یعنی یاہ کی کسرہ کے ساتھ، اس صورت میں جمع مذکر سالم ہونا قرار پائے گا۔

اذ کو: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ طرف ﴿اذ﴾ محذوف کے متعلق ہے، اور اسے ﴿الموسلین﴾ کے متعلق نہیں کیا گیا کیونکہ اس صورت میں یہ وہم ہوتا ہے کہ نجات سے پہلے یہ ﴿لوط﴾ رسول نہ تھے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نجات سے قبل و بعد رسول تھے۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۱۲۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿وان یونس لمن المرسلین﴾ (۱۳۹) اذ ابق ﴿قرَّب﴾ الی الفلک المشحون ﴿۱۴۰﴾ ﴿السَّفِیْنَةُ الْمَمْلُوْۤءَةُ حِیْنَ غَاصَبَ قَوْمًا لِّمَا لَمْ یَنْزِلْ بِهِمُ الْعَذَابُ الَّذِیْ وَعَدْتَهُمْ بِہِ فَرَكِبَ السَّفِیْنَةَ فَوَقَفَتْ فِی لُجَّةِ الْبَحْرِ فَقَالَ الْمَلٰٓئِیْحُونَ هُنَا عِبْدُ اٰیْق مِنْ سَیِّدِہِ تُظْہِرُہُ الْقَرْعَةُ ﴿فساہم﴾ قَارَعَ اَہْلُ السَّفِیْنَةِ ﴿فکان من المدحضین﴾ (۱۴۱) ﴿الْمَغْلُوْبِیْنَ بِالْقَرْعَةِ فَالْقُوَّةُ فِی الْبَحْرِ ﴿فالتقمہ الحوت﴾ اِبْتَلَعَتْ ﴿وہو ملیم﴾ (۱۴۲) ﴿اٰی آتِ بِمَا یُلٰمُ عَلَیْہِ مِنْ ذَہٰبِہِ اِلٰی الْبَحْرِ وَرُکُوْبِہِ السَّفِیْنَةَ بِلَا اِذْنٍ مِنْ رَبِّہِ ﴿فلولا انه کان من المسبحین﴾ (۱۴۳) ﴿الذَّاکِرِیْنَ بِقَوْلِہِ کَثِیْرًا فِی بَطْنِ الْخُوْتِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنْ

الظنالمین ﴿للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون﴾ (۱۳۳) ﴿صَارَ بَطْنُ الْحَوْتِ قَبْرًا لَهُ إِلَى یَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ ﴿فبئذنه﴾ ﴿الْقِيَامَةُ مِنْ بَطْنِ الْحَوْتِ﴾ ﴿بِالْعَرَاءِ﴾ ﴿بِوَجْهِ الْأَرْضِ أَى بِالسَّاحِلِ مِنْ یَوْمِهِ أَوْ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَوْ سَبْعَةِ أَيَّامٍ أَوْ عَشْرِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ یَوْمًا﴾ ﴿وَهُوَ سَقِيمٌ﴾ (۱۳۵) ﴿عَلِیلٌ كَالْفَرْخِ الْمُمْتَعِطِ﴾ ﴿وَالْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجْرَةٌ مِنْ یَقْطِینِ﴾ (۱۳۶) ﴿وَهُوَ الْقَرْعُ تَظَلُّهُ وَهِيَ بَسَاقٌ عَلَى خِلَافِ الْعَادَةِ فِی الْقَرْعِ مُعْجِزَةٌ لَهُ وَكَانَتْ تَاتِيهِ وَعِلَّةٌ صَبَاحًا وَمَسَاءً یَشْرَبُ مِنْ لَبْنِهَا حَتَّى قَوَى﴾ ﴿وَأَرْسَلْنَاهُ﴾ ﴿بَعْدَ ذَلِكَ كَقَبْلِهِ﴾ إِلَى قَوْمِ بَنِي نُؤَيْ مِنْ أَرْضِ الْمُؤَصِّلِ ﴿إِلَى مِائَةِ الْفِ أَوْ﴾ ﴿بَلُّ﴾ ﴿یَزِيدُونَ﴾ (۱۳۷) ﴿عَشْرِينَ أَوْ ثَلَاثِينَ أَوْ سَبْعِينَ أَلْفًا﴾ ﴿فَأَمَّنُوا﴾ ﴿عِنْدَ مُعَايِنَةِ الْعَذَابِ الْمَوْعُودِينَ بِهِ﴾ ﴿فَمَتَّعْنَاهُمْ﴾ ﴿أَبْقَيْنَاهُمْ مُتَمَتِّعِينَ بِمَا لَهُمْ﴾ ﴿إِلَى حَیْنٍ﴾ (۱۳۸) ﴿تَنْقِضِي أَجَالَهُمْ فِیهِ﴾ ﴿فَاسْتَفْتَهُمْ﴾ ﴿اسْتَخْبِرَ كَفَّارٌ مَكَّةَ تُوْبِيخًا لَهُمْ﴾ ﴿الرِّبْكَ الْبِنَاتِ﴾ ﴿بَزَعَمِهِمْ﴾ ﴿إِنَّ الْمَلَائِكَةَ بَنَاتُ اللَّهِ﴾ ﴿وَلَهُمُ الْبَنُونَ﴾ (۱۳۹) ﴿فَیَخْتَصُّونَ بِالْأَبْنَاءِ﴾ ﴿أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ﴾ (۱۴۰) ﴿خَلَقْنَا فِیْقُولُونَ ذَلِكَ﴾ ﴿إِلَّا أَنَّهُمْ مِنْ أَفْکِهِمْ﴾ ﴿كَذِبِهِمْ﴾ ﴿لِیَقُولُوا﴾ (۱۴۱) ﴿وَلَدَ اللَّهُ﴾ ﴿بِقَوْلِهِمْ﴾ ﴿الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللَّهِ﴾ ﴿وَأَنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ (۱۴۲) ﴿فِیهِ﴾ ﴿اصْطَفَى﴾ ﴿بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ لِإِسْتِفْهَامٍ وَاسْتَعْنَى بِهَا عَنْ هَمْزَةِ الْوَصْلِ فَحُذِفَتْ أَى اخْتَارَ﴾ ﴿الْبِنَاتِ عَلَى الْبَنِینِ﴾ (۱۴۳) ﴿مَا لَكُمْ لَمْ تَحْكُمُوا﴾ (۱۴۴) ﴿هَذَا الْحُكْمَ الْقَاسِدَ﴾ ﴿أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ (۱۴۵) ﴿بِأَذْغَامِ التَّاءِ فِی الدَّالِ إِنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مُنْزَهُ عَنِ الْوَالِدِ﴾ ﴿أَمْ لَكُمْ سُلْطَنٌ مُبِینٌ﴾ (۱۴۶) ﴿حُجَّةٌ وَاضِحَةٌ أَنْ لِلَّهِ وَلَدًا﴾ ﴿فَاتُوا بِكُتُبِكُمْ﴾ ﴿التَّوْرَةَ فَأَرُونِي﴾ ﴿ذَلِكَ فِیهِ﴾ ﴿أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (۱۴۷) ﴿فِی قَوْلِكُمْ ذَلِكَ﴾ ﴿وَجَعَلُوا﴾ ﴿أَى الْمُشْرِكُونَ﴾ ﴿بَيْنَهُ﴾ ﴿وَبَيْنَ الْجَنَّةِ﴾ ﴿أَى الْمَلَائِكَةِ لِأَجْنَابِهِمْ عَنِ الْأَبْصَارِ﴾ ﴿نَسْبًا ط﴾ ﴿بِقَوْلِهِمْ﴾ ﴿أَنَّهَا بَنَاتُ اللَّهِ﴾ ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْجَنَّةَ أَنَّهُمْ﴾ ﴿أَى قَائِلِي﴾ ﴿ذَلِكَ﴾ ﴿لِمُحْضَرُونَ﴾ (۱۴۸) ﴿النَّارُ یُعَذِّبُونَ فِیهَا﴾ ﴿سُبْحَانَ اللَّهِ﴾ ﴿تَنْزِيهَا لَهُ﴾ ﴿عَمَّا یَصِفُونَ﴾ (۱۴۹) ﴿بِأَنَّ اللَّهَ وَلَدًا﴾ ﴿هُوَ لَا یُولَى﴾ ﴿إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ﴾ (۱۵۰) ﴿أَى الْمُؤْمِنِينَ إِسْتِثْنَاءً مُنْقَطِعٌ أَى فَإِنَّهُمْ یُنْزَهُونَ اللَّهُ عَمَّا یَصِفُهُ هُوَ لَا یُولَى﴾ ﴿فَأَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ﴾ (۱۵۱) ﴿مِنَ الْأَصْنَامِ﴾ ﴿مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ﴾ ﴿أَى عَلَى مَعْبُودِكُمْ وَعَلَيْهِ مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهِ﴾ ﴿بِفَاتِنِينَ﴾ (۱۵۲) ﴿أَى أَحَدًا﴾ ﴿إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیمِ﴾ (۱۵۳) ﴿فِی عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَى قَالَ جِبْرِیْلُ لِلنَّبِیِّ ﷺ﴾ ﴿وَمَا مِنْهُنَّ﴾ ﴿مَعِشْرُ الْمَلَائِكَةِ أَحَدٌ﴾ ﴿إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ﴾ (۱۵۴) ﴿فِی السَّمَوَاتِ یَعْبُدُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِیهِ لَا یَتَجَاوَزُهُ﴾ ﴿وَأَنَا لِنَحْنُ الصَّافُونَ﴾ (۱۵۵) ﴿أَقْدَامَنَا فِی الصَّلَاةِ﴾ ﴿وَأَنَا لِنَحْنُ الْمَسْبُوحُونَ﴾ (۱۵۶) ﴿الْمُنْزَهُونَ اللَّهُ عَمَّا لَا یَلِیْقُ بِهِ﴾ ﴿وَأَنْ﴾ ﴿مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِیْلَةِ﴾ ﴿كَانُوا﴾ ﴿أَى كَفَّارٌ مَكَّةَ﴾ ﴿لِیَقُولُوا﴾ (۱۵۷) ﴿لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا﴾ ﴿كِتَابًا﴾ ﴿مِنَ الْأَوَّلِینِ﴾ (۱۵۸) ﴿أَى مِنْ كُتُبِ الْأُمَمِ الْمَاضِیْنَ﴾ ﴿لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ﴾ (۱۵۹) ﴿الْعِبَادَةُ لَهُ قَالَ تَعَالَى﴾ ﴿فَكْفَرُوا بِهِ﴾ ﴿أَى بِالْكِتَابِ الَّذِی جَاءَهُمْ وَهُوَ الْقُرْآنُ الْأَشْرَفُ مِنْ تِلْكَ الْكُتُبِ﴾ ﴿فَسَوْفَ یَعْلَمُونَ﴾ (۱۶۰) ﴿عَاقِبَةُ كُفْرِهِمْ﴾ ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا﴾ ﴿بِالنُّصْرِ﴾ ﴿لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِینَ﴾ (۱۶۱) ﴿وَهُیَ لِأَعْلَیْنَا أَنَا وَرُسُلُنَا أَوْ هِیَ قَوْلُهُ﴾ ﴿أَنَّهُمْ لَهُمُ الْمُنْصُرُونَ﴾ (۱۶۲) ﴿وَأَنْ جُنْدَنَا﴾ ﴿أَى الْمُؤْمِنِینَ﴾ ﴿لَهُمْ﴾

الغلبون (۱۷۳) ﴿الْكَفَّارُ بِالْحُجَّةِ وَالنُّصْرَةَ عَلَيْهِمْ فِي الدُّنْيَا وَإِنْ لَمْ يَنْتَصِرْ بَعْضُ مِنْهُمْ فِي الدُّنْيَا فَبِئْسَ الْأَخِيرَةُ﴾ ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ﴾ ﴿أَعْرَضَ عَنْ كُفَّارٍ مَكَّةَ﴾ ﴿حَتَّىٰ حِينٍ﴾ (۱۷۴) ﴿تَوَمَّرُ فِيهِ بِقِتَالِهِمْ﴾ ﴿وَابْصُرْهُمْ﴾ ﴿إِذَا نَزَلَ بِهِمُ الْعَذَابُ﴾ ﴿فَسَوْفَ يَبْصُرُونَ﴾ (۱۷۵) ﴿عَاقِبَةُ كُفْرِهِمْ لَقَالُوا اسْتِهْزَاءً مَتَىٰ نَزُولُ هَذَا الْعَذَابِ قَالَ تَعَالَىٰ تَهْدِيدًا لَهُمْ﴾ ﴿فَالْعَذَابُ إِنَّا يَسْتَعْجِلُونَ﴾ (۱۷۶) ﴿فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ﴾ ﴿بِفِتْنَائِهِمْ﴾ ﴿قَالَ الْفِرَاءُ الْعَرَبُ تَكْتَفِي بِذِكْرِ السَّاحَةِ عَنِ الْقَوْمِ﴾ ﴿فَسَاءَ بِسَسِّ صَبَاحًا﴾ ﴿صَبَاحَ الْمُنْدَرِينَ﴾ (۱۷۷) ﴿وَفِيهِ إِقَامَةُ الظَّاهِرِ مَقَامَ الْمُضْمَرِ﴾ ﴿وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ﴾ (۱۷۸) ﴿وَابْصُرْ فُسُوفَ يَبْصُرُونَ﴾ (۱۷۹) ﴿كَرَّرَ فَكَيْدًا لِتَهْدِيدِهِمْ وَتَسْلِيَةٍ لَهُ عَلَيْهِ ﷺ﴾ ﴿سَبَّحْنِ رَبَّكَ رَبَّ الْعِزَّةِ﴾ ﴿الْغَلْبَةَ﴾ ﴿عَمَا يَصِفُونَ﴾ (۱۸۰) ﴿بِأَنَّ لَهُ وَلَدًا﴾ ﴿وَسَلَامٌ عَلَىٰ الْمُرْسَلِينَ﴾ (۱۸۱) ﴿الْمُبَلِّغِينَ عَنِ اللَّهِ التَّوْحِيدِ وَالشَّرَائِعِ﴾ ﴿وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (۱۸۲) ﴿عَلَىٰ نَصْرِهِمْ وَهَلَكَ الْكَافِرِينَ﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک یونس.....!..... پیغمبروں سے ہے جب کہ نکل گئے (ابق بمعنی ہرب ہے) بھری کشتی کی طرف نکل گیا (الفسلک المشحون کے معنی بھری کشتی، جس عذاب کا آپ ﷺ نے اپنی قوم کو وعدہ دیا تھا وہ نہ آیا تو آپ ﷺ قوم پر غضبناک ہوتے ہوئے ایک کشتی میں سوار ہو گئے کشتی سمندر کی موجوں میں کھڑی رہ گئی یہاں کشتی میں کوئی ایسا غلام ہے جو اپنے آقا سے بھاگ آیا ہے، قرعہ اس کو ظاہر کر دیا) تو قرعہ ڈالا (کشتی والوں نے، ساہم کے معنی قرعہ ڈالنا ہے) تو دھکلیے ہوؤں میں ہوا (قرعہ اندازی کے ذریعے آپ ﷺ مغلوب ہو گئے پھر ان لوگوں نے آپ ﷺ کو سمندر کے حوالے کر دیا) پھر اسے مچھلی نے نگل لیا (التقم کے معنی نگلنا ہے) اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا (وہ حکم الہی کے آنے سے پہلے سمندر کی طرف نکلنے اور کشتی میں سورا ہونے کے افعال صادر کر کے اپنے لیے قابل ملامت امور کر بیٹھے) تو اگر وہ توبہ کرنے والا نہ ہوتا (یعنی مچھلی کے پیٹ میں باکثرت اس کلمہ کا ﴿لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین﴾ ذکر کرنے والا نہ ہوتا تو) ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے (یعنی قیامت کے دن تک کے لیے مچھلی کا پیٹ آپ ﷺ کے لیے قبر ہو جاتا) پھر ہم نے اسے ڈال دیا (مچھلی کے پیٹ سے، نبذ نہ بمعنی القینہ ہے) میدان پر (سرخ زمین یعنی ساحل پر، اسی دن یا تین، سات، بیس، یا چالیس، دن کے بعد.....!) اور وہ بیمار تھا (آپ ﷺ کے جسم اقدس پر بال باقی نہیں رہے تھے) اور ہم نے اس پر کدو..... ۳..... کا بیڑا گایا (خلاف عادت وہ کدو کا درخت قد آور درختوں کی طرح شاخ رکھتا تھا، اور آپ ﷺ کو سایہ فراہم کرتا تھا، یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا ایک ہرئی صبح وشام آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتی جس کا دودھ آپ ﷺ پی لیتے حتیٰ کہ آپ ﷺ تندرست و توانا ہو گئے) اور ہم نے اسے بھیجا (اس کے بعد پہلے کی طرح سرزمین موصل میں قوم نینوا کی طرف) لاکھ آدمیوں کی طرح بلکہ (او بمعنی بل ہے) زیادہ (مزید بیس، تیس، یا ستر ہزار افراد کی طرف) تو وہ ایمان لے آئے (اس عذاب کو دیکھ کر جس کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے..... ۴.....) تو ہم نے انہیں برتنے دیا (یعنی ہم نے انہیں باقی رہنے دیا کہ وہ اس لیے اموال سے متمتع ہوتے رہیں) ایک وقت تک (جب ان کی عمریں اپنے اختتام کو جا پہنچیں) تو ان (کفار مکہ سے، تو بیٹا) پوچھو کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں (تمہارے اس گمان کے مطابق کہ فرشتے اللہ ﷻ کی بیٹیاں ہیں) اور ان کے لیے بیٹے (پس وہ اشرف و اعلیٰ سے مخلص ہیں) یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ حاضر

تھے (ہمارے اس تخلیق کو دیکھ رہے ہیں اس لیے یہ بات کر رہے ہیں) سنتے ہو بیشک وہ اپنے جھوٹ سے کہتے ہیں (الفسکھم بمعنی کذابہم ہے) کہ اللہ کی اولاد ہے (وہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں) اور وہ ضرور (اس بات میں) جھوٹے ہیں کیا اس نے پسند کیں (اصططھی ہمزہ استفہام کی وجہ سے مفتوح ہے، ہمزہ استفہام کے سبب ہمزہ وصل کی ضرورت نہ رہی اس لیے اسے حذف کر دیا گیا ہے یہ بمعنی اختصار ہے) بیٹیاں بیٹے چھوڑ کر تمہیں کیا ہوا تم (کیسا) حکم لگاتے ہو (تم کس طرح یہ فاسد حکم لگاتے ہو؟) تو کیا دیکھا نہیں کرتے (کہ اللہ ﷻ اولاد سے منزہ ہے، فلذکرون میں تاہ کا زال میں ادغام کیا گیا ہے) یا تمہارے لیے کوئی کھلی سند ہے (کوئی واضح سند ہے اس دعوے پر کہ اللہ کے لیے اولاد ہے) تو اپنی کتاب (یعنی تورات شریف) لاؤ (اور مجھے اس میں یہ لکھا دکھا دو) اگر تم (اپنی اس بات میں) سچے ہو، اور ٹھہرا یا (مشرکوں نے) اس کے (یعنی اللہ کے) اور فرشتوں کے درمیان رشتہ (فرشتے چونکہ آنکھوں سے پوشیدہ ہیں نظر نہیں آتے اس لیے انہیں "جنۃ" کہا گیا، مشرکین اپنے اس قول کے ذریعے جوڑتے ہیں کہ فرشتے اللہ ﷻ کی بیٹیاں ہیں ۵.....) اور بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ وہ (یعنی اس بات کے قائل) ضرور حاضر لائے جائیں گے (جنہم میں انہیں عذاب دیا جائیگا) پاکی ہے اللہ کو (وہ منزہ ہے) ان باتوں سے کہ یہ بتاتے ہیں (کہ اللہ ﷻ کے لیے اولاد ہے) مگر اللہ کے مخلص بندے (یعنی مومنین یہ استثناء منقطع ہے، معنی جن باتوں سے مشرک اللہ کی صفات بیان کرتے ہیں مسلمان ان باتوں سے اللہ ﷻ کو منزہ سمجھتے ہیں) تو تم اور جو (یعنی جن بتوں کو) اللہ کے سوا پوجتے ہو تم اس کے (یعنی اپنے معبود کے) خلاف "علیہ" فاسقین کے متعلق ہے) کسی کو بہکانے والے نہیں مگر اسے جو بھڑکتی آگ میں جانے والا ہے (علم الہی میں، جبریل امین ﷺ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا) اور ہم (فرشتوں ۶..... کے گروہ سے کوئی) نہیں مگر اس کے لیے ایک مقام معلوم ہے (آسمانوں میں جس میں رہ کر وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے، اور اس سے تجاوز نہیں کرتا) اور بیشک ہم پھیلانے والے ہیں (اپنے قدم نماز میں) اور بیشک ہم تسبیح کرتے ہیں (جو اشیاء شان الوہیت کے لائق نہیں ہم اللہ ﷻ کے ان سے تزیہ بیان کرتے ہیں) اور بیشک (ان مخففہ من الثقیلہ ہے، اصل میں انہ ہے) وہ (یعنی کفار مکہ) کہتے تھے اگر ہمارے پاس انگوں کی (یعنی چھوٹی امتوں کی) کوئی کتاب ہوتی (ذکرا بمعنی کتبا ہے) تو ضرور ہم اللہ کے مخلص بندے ہوتے (اس کی عبادت میں مخلص ہوتے، اللہ شاد فرماتا ہے) تو اس کے منکر ہوئے (اس کتاب کے جو حضور ﷺ نے کر آئے تھے یعنی قرآن پاک سے جو دیگر تمام کتابوں سے اشرف و اعلیٰ ہے) تو عنقریب جان لیں گے اپنے کفر کا انجام) اور بیشک ہمارا کلام گزر چکا ہے (مدد فرمانے کا) ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے (اور وہ کلام یا تو یہ ہے ﴿لا غلبن انسا ورسلی﴾ یا پھر یہ ہے ﴿انہم لہم المنصورون﴾) اور بیشک ہمارا لشکر (یعنی مسلمان) ہی غالب آئیگا ۷..... (کفار پر حجت و دلیل کے ذریعے، نیز دنیا میں کفار کے خلاف ان کی مدد کئے جانے کے ذریعے اور اگر بعض مسلمانوں کی دنیا میں مدد نہیں کی گئی تو آخرت میں تو وہی غالب ہونگے) تو تم ان سے مونہ پھیر لو (یعنی کفار مکہ سے اعراض کر لو) ایک وقت تک (جس وقت میں تمہیں ان کے خلاف قتال کا حکم دیا جائیگا) اور انہیں دیکھو (جب ان پر عذاب نازل ہوگا) کہ عنقریب وہ دیکھیں گے (اپنے کفر کا انجام، کفار بطور استہزاء کہتے تھے یہ عذاب کب نازل ہوگا؟ اللہ ﷻ نے ان کے لیے بطور تحدید فرمایا) تو کہا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں پھر جب اترے گا ان کے آنگن میں (بسا حاتم بمعنی بغنا انہم ہے، امام فراء فرماتے ہیں اہل عرب نے قوم کو ڈر کرنے کے بجائے فقط آنگن کو ڈر کیا) تو ڈرائے ہوؤں کی کیا ہی بری صبح ہوگی (یہاں ضمیر کی جگہ فرماتے ہیں اہل عرب نے قوم کو ڈر کرنے کے بجائے فقط آنگن کو ڈر کیا) تو ڈرائے ہوؤں کی کیا ہی بری صبح ہوگی (یہاں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھ دیا گیا ہے) اور ایک وقت تک ان سے مونہ پھیر لو اور انتظار کرو عنقریب وہ دیکھیں گے (اس کلام کو ان کے لیے بطور تحدید اور حضور ﷺ کے لیے سلی سکر ذکر فرمایا ہے) پاکی ہے تمہارے رب کو غلبے والے رب کو (رب العزۃ میں العزۃ کے معنی غلبہ

ہے) ان کی باتوں سے (کہ اللہ ﷻ کے لیے اولاد ہے) اور سلام ہے پیغمبروں پر (جو توحید الہی اور احکام شرعیہ مبلغ ہیں) اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہاں کا رب ہے (کفار کے خلاف مسلمانوں کی مدد کرنے اور کافروں کو ہلاک کر دینے پر)۔

﴿تو گپیپ﴾

﴿وان یونس لمن المرسلین﴾

و: عاطفہ، ان یونس حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، من المرسلین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذا بق الی الفلک المشحون﴾

اذ: مضاف، ابق: فعل بافاعل، الی: جار، الفلک المشحون: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل مخذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فساهم فکان من المدحضین﴾

ف: عاطفہ، ساهم: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کان: فعل ناقص با اسم، من المدحضین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، التقم: فعل: ہ: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ہو ملیم: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، الحوت: قائل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلولا انه کان من المسبحین﴾

ف: عاطفہ، لولا حرف شرط، انه: حرف مشبہ و اسم، کان من المسبحین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر "موجود" محذوف خبر کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط، لام: تاکیدیہ، لبث: فعل بافاعل، فی بطنہ: ظرف لغو اول، الی یوم یبعثون: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جواب لولا۔

﴿فنبذنه بالعراء وهو سقیم﴾

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "امرنا الحوت بنبذہ" نبذنا: فعل بافاعل، ہ: ضمیر ذوالحال، و: حال، وهو سقیم: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، بالعراء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انبتنا علیہ: فعل بافاعل و ظرف، شجرة: موصوف، من یقطین: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وارسلنه الی مائة الف او یزیدون﴾

و: عاطفہ، ارسلنا: فعل بافاعل، ہ: ضمیر مفعول، الی مائة الف: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، او: بمعنی بل، عاطفہ، یزیدون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، امنوا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، متعنتہم: فعل بافاعل و مفعول، الی حین: ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاستفتحہم الریک البنات ولہم البنون﴾

ف: عاطفہ، استفتحہم: فعل امر بافاعل و مفعول، همزہ: حرف استفہام خبر مقدم، البنات: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، البنون: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام خلقنا الملکة انا وهم شاهدون﴾

ام: عاطفہ، خلقنا: فعل بافاعل، الملکة: ذوالحال، انا: حال اول، و: حالیہ، ہم شاهدون: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الا انهم من افكهم ليقولون ۵ ولد الله وانهم لكذبون ۵﴾

الا: حرف تسمیہ، انهم: حرف شبہ واسم، من افكهم: ظرف لغو مقدم، لام: تاکید، یقولون: فعل واو ضمیر ذو الحال، و: حال، انهم لكذبون: جملہ اسمیہ حال، ملكر فاعل، ملكر جملہ فعلیہ ہو كر قول، ولد الله: جملہ فعلیہ مقولہ، ملكر جملہ قولیہ ہو كر خبر، ملكر جملہ اسمیہ۔

﴿اصطفى البنات على البنين ۵ مالكم كيف تحكمون ۵﴾

همزه: حرف استفہام، اصطفى البنات: فعل بافاعل ومفعول، على البنين: ظرف لغو، ملكر جملہ فعلیہ، ما: اسم استفہام مبتدأ، لكم: ظرف مستقر خبر، ملكر جملہ اسمیہ، كيف: اسم استفہام حال مقدم، تحكمون: فعل واو ضمیر ذو الحال، ملكر فاعل، ملكر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿افلاتذكرون ۵﴾

همزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "اعمیتم عن الحقائق و ضللتم عن الشواهد" لا تذكرون: فعل نفي بافاعل، ملكر جملہ فعلیہ۔

﴿ام لكم سلطان مبين ۵ فاتوا بكتبكم ان كنتم صدقين ۵﴾

ام: عاطفہ، لكم: ظرف مستقر خبر مقدم، سلطان مبين: مبتدأ مؤخر، ملكر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، اتوا: فعل امر بافاعل، بكتبكم: ظرف لغو، ملكر جملہ فعلیہ، ان شرطیہ، كنتم صدقين: جملہ فعلیہ جزاء محذوف "فاتوا بكتبكم" کیلئے شرط، ملكر جملہ شرطیہ۔

﴿وجعلوا بينه وبين الجنة نسبا ولقد علمت الجنة انهم لمحضرون ۵﴾

و: عاطفہ، جعلوا: فعل بافاعل، بينه: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بين الجنة: معطوف، ملكر ظرف متعلق بمحذوف مفعول ثانی، نسبا: مفعول ثانی، ملكر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لام تسمیہ، قد تحقیقیہ، علمت الجنة: فعل بافاعل، انهم لمحضرون: جملہ اسمیہ مفعول، ملكر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملكر جملہ تسمیہ۔

﴿سبحن الله عما يصفون ۵ الا عباد الله المخلصين ۵﴾

سبحن: مصدر مضاف، الله: اسم جلاله مضاف الی فاعل، عن: جار، ما: موصولہ، یصفون: فعل واو ضمیر مستثنی منه، الا: أداة استثناء، عباد الله: موصوف، المخلصين: صفت، ملكر مستثنی، ملكر فاعل، ملكر جملہ فعلیہ ہو كر صلہ، ملكر مجرور، ملكر ظرف لغو، ملكر شبہ جملہ ہو كر فعل محذوف "سبح" کیلئے مفعول مطلق، ملكر جملہ فعلیہ معترضہ۔

﴿فانكم وما تعبدون ۵ ما انتم عليه بفننين ۵ الا من هو صال الجحيم ۵﴾

ف: عاطفہ تعلیلیہ، ان حرف مشبہ، كم: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما تعبدون: موصول صلہ، ملكر معطوف، ملكر اسم، ما: مشابہ یلیس، انتم: اسم، علیہ: ظرف لغو مقدم، ب: زائد، فانین: اسم فاعل بافاعل، الا: أداة حصر، من: موصولہ، هو صال الجحيم: جملہ اسمیہ صلہ، ملكر مفعول، ملكر شبہ جملہ ہو كر خبر، ملكر جملہ اسمیہ۔

﴿و ما منا الا له مقام معلوم ۵ وانا لنحن الصافون ۵ وانا لنحن المسبحون ۵﴾

و: متانفہ، ما: مشابہ یلیس، منا: ظرف مستقر خبر مقدم، الا: أداة حصر، له مقام معلوم: جملہ اسمیہ "احد" موصوف محذوف کی صفت، ملكر اسم مؤخر، ملكر جملہ اسمیہ متانفہ، و: عاطفہ، انا حرف مشبہ واسم، لام: تاکید، نحن الصافون: جملہ اسمیہ خبر، ملكر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انا حرف مشبہ واسم، لام: تاکید، نحن المسبحون: جملہ اسمیہ خبر، ملكر جملہ اسمیہ۔

﴿وان كانوا ليقولون لو ان عندنا ذكر من الاولين﴾ لکننا عباد اللہ المخلصین ﴿﴾

و: عاطفہ، ان بحففہ من الثقلیہ باضمیر شان محذوف "ہم" اسم، ک۔ ا۔ وا: فعل ناقص با اسم، لام: تاکیدیہ، یقولون قول، لو: شرطیہ، ان حرف مشبہ، عندنا ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، ذکرنا: موصوف، من الاولین: ظرف مستقر صفت، عمل کر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر "ثبت" فعل محذوف کیلئے فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لام: تاکیدیہ، کنا: فعل ناقص با اسم، عباد اللہ: موصوف، المخلصین: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فكفروا به فسوف يعلمون﴾ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ﴿﴾

ف: فصیحیہ، کفروا بہ: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، سوف: حرف استقبال، یعلمون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ لجوات قسم محذوف کیلئے، قد: تحقیقیہ، سبقت کلمتنا: فعل و فاعل، لعبادنا المرسلین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انهم لهم المنصورون﴾ وان جندنا لهم الغلبون ﴿﴾

انهم: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، ہم: ضمیر فضل، المنصورون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان جندنا: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، ہم الغلبون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فتول عنهم حتى حين﴾ و ابصرهم فسوف يبصرون ﴿﴾

ف: فصیحیہ، تول عنهم: فعل با فاعل وظرف لغو، حتی: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف "ان یبنت حقیقہ امرہم" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، ابصرهم: فعل امر با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: رابطہ لجواب الطلب، سوف: حرف استقبال، يبصرون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افبعذابنا يستعجلون﴾ فاذا نزل بساحتهم فساء صباح المنذرين ﴿﴾

همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، بعد اذنا ظرف لغو مقدم، يستعجلون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ، مفعول فیہ مقدم، نزل بساحتهم: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، ساء: فعل ذم، صباح المنذرين: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ مبتدا محذوف "صباحهم" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وتول عنهم حتى حين﴾ و ابصر فسوف يبصرون ﴿﴾

وتول عنهم..... الخ: ان دونوں آیت مبارکی کی ترکیب ما قبل آیت نمبر ۱۷۳، ۱۷۴ میں گزری۔

﴿سبحن ربك رب العزة عما يصفون﴾ وسلم على المرسلین ﴿﴾ والحمد لله رب العلمین ﴿﴾

سبحن: مصدر مضاف، ربك: مبدل منه، رب العزة: بدل، ملکر مضاف الیہ فاعل، عما یصفون: ظرف لغو، ملکر مشبہ جملہ ہو کر "سبح" فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، سلم: مبتدا، علی المرسلین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الحمد: مبتدا، لام: جار، اللہ: موصوف، رب العلمین: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

حضرت یونس علیہ السلام کی سوانح:

۱..... حضرت یونس علیہ السلام کا نسب یہ ہے: لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کے نواسے ہیں، شام کے رہنے والے اور بعلبک کے عمال میں سے تھے، ایک قول کے مطابق یہ بچپن میں فوت ہو گئے تھے ان کی والدہ ماجدہ نے اللہ ﷻ کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام سے اس بارے میں عرض کی، ان کی دعا کی برکت سے اللہ ﷻ نے انہیں دوبارہ زندہ کیا۔ یہ اپنی ماں کے اکلوتے فرزند تھے، چالیس سال کی عمر میں آپ ﷻ نے اعلان نبوت فرمایا، آپ ﷻ بنی اسرائیل کے عبادت گزاروں میں سے تھے اور اپنے دین کو بچانے کے لئے شام چلے گئے اور وجہ کے کنارے پہنچ گئے، پھر اللہ ﷻ نے ان کو اہل نبینوا کی جانب بھیجا جو کہ دریائے وجہ کے مشرقی کنارے جہاں موصل نامی شہر ہے وہاں کا ایک قدیم شہر نبینوا بھی ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق، ج ۲۸، ص ۱۰۵)

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی ترک کرنے کی اور توحید پر قائم رہنے کی دعوت دی تو انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو خبر دی کہ تین دن کے بعد ان پر عذاب آئے گا، جب ان پر آثار ظاہر ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق ان کے اور عذاب کے مابین صرف دو تہائی میل کا فاصلہ رہ گیا تھا، مقاتل کے قول کے مطابق ایک میل کا فاصلہ رہ گیا تھا، ابوصالح فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ انہوں نے عذاب کی پیش اپنے کندھوں پر محسوس کی، بعض نے کہا کہ آسمان پر سیاہ رنگ کے بادل نمودار ہو گئے اور بہت سخت دھواں ظاہر ہونے لگا جس نے ان کے شہر کو ڈھانپ لیا، اور ان کے مکانوں کی چھتیں سیاہ پڑ گئیں، جب ان کو ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور اپنے سروں پر رکھ ڈالنے لگے، اور تمام لوگ بڑے چھوٹے سب ہی ایک میدان میں جمع ہو گئے اور سب نے با آواز بلند اللہ ﷻ کی بارگاہِ صمدیت میں توبہ کی اور صدق دل سے معافی چاہی اور کہا کہ ہم حضرت یونس علیہ السلام کے لئے ہوئے دین پر ایمان لائے اور اللہ ﷻ نے ان کی توبہ قبول کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی توبہ ایسی تھی کہ انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو زیادتیاں کی تھیں ان کی بھی تلافی کر لی، حتیٰ کہ اگر کسی نے دوسرے کا پتھر دیوار میں لگایا تھا تو وہ بھی اکھاڑ کر واپس کر دیا۔ اور ان کے ہاں دستور یہ تھا کہ جو شخص جھوٹا ثابت ہو اور اس کے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہ ہو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا، جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی ناراضگی کے سبب دریا کی جانب چلے گئے اور پھلنے لگانے لگے۔ (ابن کثیر، ج ۲، ص ۵۳۷)

عذاب دیکھ کر ایمان لانا:

۲..... عذاب کو دیکھنے کے باوجود قوم یونس کی دعا قبول ہوئی جب کہ فرعون نے عذاب کو دیکھ کر دعا مانگی تو اس کی دعا قبول نہ ہوئی، اس کے کئی جوابات دیئے جاسکتے ہیں چنانچہ علامہ خازن نے اس کے تین جواب ارشاد فرمائے ہیں۔ (۱)..... عذاب دیکھ کر دعا کرنا قوم یونس کے ساتھ خاص ہے کیونکہ واللہ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید کہ اللہ جو چاہے کرے اور جس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے۔ (۲)..... فرعون اس وقت ایمان کا دعوے دار ہوا جب کہ اسے عذاب کی خبر دی گئی اور نجات کی امید ہی نہ رہی اور قوم یونس سے عذاب دور تھا اور عذاب ان پر نازل نہ ہوا تھا اور انہیں عذاب کی خبر نہ دی گئی پس وہ ان مریض کی مثل تھے جو موت سے خوف کرے اور نجات کی امید رکھے۔ (۳)..... اللہ ﷻ نے اپنے علم سے یہ بات جان لی کہ قوم یونس کی دعا سچے دل سے ہے جب کہ فرعون نے سچے دل سے دعا نہ مانگی تھی اسی وجہ سے فرعون کا ایمان لانا ناقابل قبول ہوا۔ (الخازن، ج ۲، ص ۴۶۶)

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنا دن رہے؟

۲..... ایک قول یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تین دن رہے، شععی کہتے ہیں کہ چاشت کے وقت مچھلی نے ان کو نگلا تھا اور شام کے وقت اگل دیا، قتادہ نے کہا کہ وہ اس میں تین دن رہے، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ اس میں سات

دن رہے، سعید بن ابوالحسن اور ابو مالک نے کہا کہ وہ اس میں چالیس دن رہے اور اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں کتنا رہے تاہم ان کا وظیفہ لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین تھا۔ (البدایہ والنہایہ، قصۃ یونس، الجزء ۱، ج ۱، ص ۲۵۸)

کدو شریف کے فضائل:

۳..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ کھانے میں جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا گیا جس میں خشک گوشت کی بوٹیاں اور کدو شریف تھے۔ میں نے دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے اطراف سے کدو شریف کے ٹکڑے تلاش کر کے کھا رہے تھے، اسی لئے میں اس دن سے کدو سے محبت رکھتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب المرق، رقم: ۵۴۳۶، ص ۹۶۹)

”مرقاۃ“ میں ہے کہ امام اعظم کے شاگرد امام ابو یوسف کے سامنے اس روایت کا ذکر ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بہت زیادہ پسند تھا، اس مجلس میں کسی نے کہہ دیا: ”انما اُحِبُّہ یعنی میں پسند نہیں کرتا“، یہ سن کر امام ابو یوسف نے تلوار نکال لی اور فرمایا: ”جَدِّدِ الْإِسْلَامَ إِلَّا قَتَلْتُكَ یعنی اپنے ایمان کی نئے سرے سے تجدید کرو ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا“۔

طبی فوائد:

۱۰۰ گرام کدو میں رطوبت ۹۶.۱ فیصد، چکنائی ۵.۱ فیصد، کاربوہائیڈریٹس ۲.۵ فیصد، پروٹین ۰.۲ فیصد، ریشے ۰.۶ فیصد، معدنی اجزاء ۰.۵ فیصد، کیمشیم ۲۰ ملی گرام، فاسفورس ۱۰ ملی گرام، آئرن ۰.۷ ملی گرام، وٹامن بی کپلیکس قلیل مقدار، غذائی حرارے ۱۲۔

طبی استعمال اور فوائد:

کدو سرد تر ہے۔ جگر کی گرمی اور صفراوی نے چینی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ قبض، بلڈ پریشر اور خون کی مدت میں نافع ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق کدو کا پانی پرانی بلغم کھانسی اور دمہ کے مریضوں کو پلانے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ کدو کے پانی کو یرقان (پیلیا) کے مرض میں انتہائی مفید پایا گیا ہے۔ بدن کی گرمی اور خشکی کو زائل کرتا ہے۔ ایک فاضل طبیب کی رائے میں دق میں حفظ ماقدم کے طور پر کدو کا استعمال فائدہ مند ہے۔ کدو مریضوں کے لئے مفید اور تسکین آور غذا ہے۔ پیشاب کے ذریعے بدن کے فاسد مادے خارج کرتا ہے۔ جوش خون اور صفرا کی حدت کو دور کرتا ہے۔ پاگل پن میں عمدہ غذا ہے۔ بخار، کھانسی، سردرد اور ہریان میں مفید غذا ہے۔ کدو موسم گرما کی موزوں غذا ہے۔ اس کے کھانے سے نیند خوب آتی ہے۔ خون کے دباؤ میں فائدہ مند ہے۔ تیز سبزی بوا سیر میں نافع ہے۔ دماغی کمزوری اور دل کی کمزوری میں مفید اور بدن میں قوت پیدا کرتا ہے۔ اعصاب اور آنکھوں کے امراض میں موثر ہے۔ کدو کے بیج اعصابی کمزوری اور دماغی کمزوری میں موثر دماغ کا اہم جزو کدو کے بیج ہیں۔ کدو کا جوش تلوں کے تیل میں ملا کر سر پر مالش کرنے سے بے خوابی کی شکایت دور ہو جاتی ہے اور پرسکون گہری نیند آ جاتی ہے۔

ایک پورا کدو کدو کش کر کے اس کا جوس نچوڑ کر ایک گلاس بھر لیں۔ اس جوس میں ایک چمچ لیموں کا رس ملا کر روزانہ پیتے رہنے سے پیشاب کی جلن دور ہو جاتی ہے جب پیشاب میں تیزابیت بڑھ جاتی ہے تو جلن کا احساس ہوتا ہے جبکہ لیموں اور کدو کے جوس کے کھاری اثرات پیشاب کی تیزابیت کا خاتمہ کر دیتی ہے اور جلن خود بخود جاتی رہتی ہے۔ اگر پیشاب کے اجزاء میں انفیکشن (infection) ہو تو یہی مشروب پیشاب آور الکلائن کا عمل انجام دیتا ہے۔ اس کے بیجوں کا تیل نکال کر سر پر لگانے سے سر کا درد ختم ہو جاتا ہے۔ کدو کا مربہ جسم اور دماغ کو تازگی اور طاقت بخشتا ہے۔ کدو کھانے سے بھوک بڑھتی ہے اور اس کے استعمال سے وزن بڑھتا ہے نیز اس کا استعمال قوت باہ کو بڑھاتا ہے اور جسم کو فرہہ کرتا ہے۔

اللہ ﷻ اولاد سے پاک ہے:

۵..... لو قال: لله تعالى شريك او ولد او زوجة..... كافر يعني جس نے اللہ کے لئے شریک یا اولاد یا بیوی ہونے کا عقیدہ رکھا وہ کافر ہے۔
(التارحانیہ، کتاب: احکام المرتدین، ج ۵، ص ۳۱۵)۔

وفى الشفاء: من ادعى له ولدا او صاحبة او ولدا او متولد من شيء..... فذلك كله كفر باجماع المسلمين جس نے اللہ ﷻ کے لئے اولاد، بیوی یا باپ یا کسی سے پیدا شدہ مانا..... یہ سب ہی بالاجماع کفر ہے۔ (الشفاء، فصل فی بیان ما هو من المقالات کفر، الجزء الثانی، ص ۱۷۰)

فرشتوں کے بارے میں تحقیق:

۱..... لفظ ملائکہ قرآن پاک میں اڑھ (۶۸) بار آیا ہے جبکہ سورہ آل عمران میں سب سے زیادہ آٹھ مرتبہ آیا ہے۔ فرشتوں کی حقیقت کے بارے میں علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مایہ ناز تفسیر قرآن روح المعانی میں فرماتے ہیں: ”لوگ اس بات پر تو متفق ہیں کہ فرشتے سمعاً یا عقلاً موجود ہیں لیکن ان کی حقیقت کے بارے میں ان کی آراء مختلف ہیں، اکثر مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ وہ نورانی اجسام ہیں جبکہ ایک قول کے مطابق وہ اللہ ﷻ کے اذن سے فضاء میں اڑنے والی مخلوق ہیں جو مختلف شکلیں اختیار کرنے پر بھی قادر ہے۔“

(۱)..... نصاریٰ کے نزدیک انسانوں کی اچھے جسموں سے جدا ہونے والی ارواح کو فرشتہ کہتے ہیں اور خبیث جسموں سے جدا ہونے والی ارواح ان کے نزدیک شیاطین ہیں۔

(۲)..... فلاسفہ کہتے ہیں کہ فرشتے اپنی حقیقت میں نفوس ناطقہ کے برعکس محض جوہر ہیں اور ان میں سے بعض نے تصریح کی ہے کہ یہ عقول عشرہ اور ایسے نفوس فلکیہ ہیں جو فضاء میں حرکت کرتے رہتے ہیں۔

(۳)..... چارے نزدیک: فرشتوں کی دو قسمیں ہیں: (۱)..... وہ جو صرف معرفت حق میں مستغرق ہیں اور کسی دوسری جانب مشغول ہونے سے منزہ ہیں جیسا کہ ان کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾ (الانبیاء: ۲۰) ﴿ان سے مراد علمین اور ملائکہ مقررین ہیں۔ (۲)..... وہ جو آسمان سے لے کر زمین تک کے امور کی تدبیر پر مقرر ہیں جیسا کہ ان کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (النحریم: ۶) ﴿اور ﴿فَالْمَدَّبَرَاتِ أَمْرًا﴾ (النازعات: ۵) ﴿ان میں سے کچھ زمینی ہیں تو کچھ آسمانی، ان کی صحیح تعداد اللہ ﷻ ہی جانتا ہے۔“

فرشتے کبھی ایسے بدنوں میں ظاہر ہوتے ہیں جنکو ہر خاص و عام دیکھ سکتا ہے دراصل حالیہ وہ اپنی صورت پر بھی قائم رہتے ہیں، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت وحیہ کلبیہ ﷺ کی شکل میں حضور سرور دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے تو اسی وقت ”سدرۃ المنتہی“ پر بھی موجود ہوتے۔ فرشتوں کے بارے میں یہ تمام بحث ذکر کرنے کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ”پس کامل ولی اللہ بھی اسی طرح بیک وقت کئی جگہ پر موجود ہو سکتے ہیں، اگرچہ یہ چیزیں بظاہر عقل سے بعید ہیں لیکن میرا اس پر ایمان ہے۔“
(روح المعانی، الجزء الاول، ص ۲۹۶)، (عطائین، ج ۱، ص ۶۴ وغیرہ)

فرشتوں کی تعداد کے بارے میں حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نیمہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سعادت الدارین میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے فرشتوں کی تعداد پوچھی جو ایک آدمی پر مقرر ہیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہر

آدی کے ساتھ دس فرشتے دن کو اور دس ہی رات کو مقرر ہوتے ہیں، ایک دائیں اور ایک بائیں، دو آگے پیچھے، دو ہونٹوں کے پاس، جو صرف حضور ﷺ پر پڑھا جانے والا اور دوشریف محفوظ کرتے ہیں اور دواس کے پہلوؤں پر، ایک اور اس کی پیشانی پکڑے ہوتا ہے اگر عاجزی و انکساری کرے تو بلند کرتا ہے اور تکبر کرے تو نیچا دکھاتا ہے اور دسواں نیند کی حالت میں اس کے منہ میں سانپ داخل ہونے سے بچاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ ہر آدی کے ساتھ تین سو ساٹھ فرشتے ہوتے ہیں، اور جہان بالا وزیریوں کا ایک ایک گوشہ ان فرشتوں سے بھرا پڑا ہے، جو حکم خداوندی کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور وہی کچھ کرتے ہیں جو انہیں حکم ملتا ہے۔

مسند رک حاکم میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے یہ حدیث موجود ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے دس حصے کئے جن میں نو حصے فرشتے اور ایک حصہ ساری مخلوق، اور حدیث معراج کی صحت پر اتفاق ہے میں ہے کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں، جب نکلنے ہیں تو دوبارہ نہیں لوٹتے، اور ترمذی ابن ماجہ اور بزار میں حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے: آسمان چڑھا اور اسے چڑھانے کا حق ہے، اس میں چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں جس پر کوئی نہ کوئی فرشتہ سر بسجود نہ ہو۔ طبرانی وغیرہ میں حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہما اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوع حدیث ہے: ”سات آسمانوں میں ایسی جگہ نہیں، نہ قدم بھر، نہ بالشت بھر، نہ ہاتھ بھر کہ جس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام کرنے والا، رکوع کرنے والا اور سجدہ کرنے والا نہ ہو اور معلوم ہے کہ قرآن مجید کی رو سے وہ سب جہاں کہیں ہوں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہیں۔“ (سعادة الدارين مترجم، ج ۱، ص ۱۷۱، ۱۷۲)

امام نسفی اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق فرشتوں کو حضرت سیدنا آدم رضی اللہ عنہ کو سجدہ تعظیسی کرنے کا حکم دیا گیا تھا، کیونکہ اگر یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا تو ابلیس قطعاً اس سے انکار نہ کرتا، سجدہ تعظیسی پہلی امتوں میں جائز تھا مگر ہماری شریعت میں جائز نہیں کیونکہ جب حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو سجدہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرنا چاہئے۔

حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ، پھر میکائیل رضی اللہ عنہ، پھر اسرافیل رضی اللہ عنہ، پھر عزرائیل رضی اللہ عنہ اور پھر دیگر فرشتوں نے سجدہ کیا، دن جمعہ کا تھا، وقت زوال سے لیکر عصر تک کا تھا۔ ایک قول کے مطابق ملائکہ سو برس اور دوسرے قول کے مطابق پانچ سو برس تک سجدے میں رہے۔

یہاں تک تو ہم نے جان لیا کہ فرشتوں نے بحکم الہی حضرت آدم رضی اللہ عنہ کو سجدہ کیا لیکن ہماری شریعت میں کسی کے لئے سجدہ تعظیسی جائز نہیں ہے چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ام المؤمنین صدیقہ فرماتی ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ ایک جماعت مہاجرین و انصار میں تشریف فرماتھے کہ ایک اونٹ نے آکر حضور ﷺ کو سجدہ کیا صحابہ کرام نے عرض کی تو ہم تو زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور ہماری تعظیم، اگر میں کسی کو کسی کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔“

(الفتاویٰ الرضویۃ معرجه، ج ۲۲، ص ۴۴۲)

قرآن کی رو سے غالب کون؟

یے..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب گھائیوں میں منتشر ہو گئے تو خالد بن ولید نے مشرکین گھڑ سوار دستے سے حملہ کیا سید عالم ﷺ نے دعا فرمائی ”اللهم لا یعلوہ علینا اللهم لا قوۃ لنا الا بک“ مسلمانوں کی ایک جماعت نے تیر اندازی کرتے ہوئے رات گزار لی، وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور مشرکین کے گھڑ سوار دستے پر تیر اندازی کی یہاں تک کہ انہیں پیچھے دھکیل دیا۔

(المظہری، ج ۱، ص ۴۵۵)

اگر ایمان صحیح اور پختہ ہو تو تعداد کی کمی بیشی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی جبکہ کافروں کے لشکر کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی، مسلمانوں کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے لیکن جذبہ کامل تھا یہی وجہ ہے کہ مسلمان کامیاب ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں یہی فرمایا ہے کہ مسلمان اپنا ایمان مضبوط رکھے اللہ تعالیٰ پر توکل کرے چاہے تعداد کم ہو، وسائل نہ ہوں، مد مقابل کتنی ہی تعداد میں دشمنان اسلام ہوں مسلمان ہی غالب رہے گا۔ دنیا کا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

☆..... حضرت ابی امامۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے میرے رب نے تمام انبیاء کرام پر فضیلت دی۔“ یا یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے تمام امتوں پر چار فضیلتیں عطا فرمائیں: ﴿أُرْسِلْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَجُعِلَتْ الْأَرْضُ كُلُّهَا لِي وَلَا مَتَى مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيْنَمَا أَدْرَكْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي الصَّلَاةُ فَعِنْدَهُ مَسْجِدُهُ وَعِنْدَهُ طَهُورُهُ وَنُصِرْتُ بِالرَّغَبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ يَقْدِفُهُ فِي قُلُوبِ أَعْدَائِي وَأَحَلَّ لَنَا الْغَنَائِمَ﴾ یعنی (۱)..... میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا (۲)..... پوری روئے زمین میرے اور میری امت کیلئے سجدہ گاہ اور پاک بنا دی گئی چنانچہ جہاں کہیں میرا امتی نماز کا وقت پائے تو نماز ادا کر لے (۳)..... میری ایک مہینہ کی مسافت سے دشمنوں کے دلوں میں رعب پیدا کر کے مدد کی گئی اور (۴)..... ہمارے لیے نعمتیں حلال کر دی گئیں۔

(مسند احمد، کتاب باقی مسند الانصار، باب حدیث ابی امامۃ الباہلی، ج ۶، ص ۲۳۰)

کافروں پر ہمیشہ سے مسلمانوں کا رعب رہا ہے یہی وجہ ہے کہ کافر طاقتیں مسلمانوں کو طرح طرح کے جھکنڈوں سے دین سے دور کر کے انہیں عیش پرستی کا گرویدہ بنانے میں مصروف ہیں۔

اغراض:

حین غاضب قومہ: فعل کا تعلق باب مفاعلہ سے ہے، جب حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے ان کی بات نہ مانی اور ایمان نہ لائے، تو ان پر غصہ ہوتے ہوئے کشتی کے ذریعے دریائی سفر اختیار فرمایا۔ قسار ع اهل السفینة: بمعنی غالبہم ہے، مراد ایک یا تین افراد ہیں۔ فو کب السفینة: اجتہاد کرتے ہوئے اور گمان کرتے ہوئے کہ اگر ان لوگوں میں رہے تو یہ قتل کر دیں گے کیونکہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جس سے بھی انہیں کوئی بات خلاف واقعہ (یعنی جھوٹ) نظر آتی تو اسے قتل کر دیتے، پس آپ نے کشتی میں سفر اختیار فرمایا جو کہ صغیرہ و کبیرہ نافرمانی نہ تھی اور مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا معاملہ مخالف اولیٰ کی وجہ سے تھا کیونکہ اولیٰ یہ تھا کہ اللہ کی جانب سے اجازت کا انتظار فرماتے، کہ یہی ٹھیک معاملہ تھا اگرچہ اس بارے میں اور بھی اقوال ہیں جس کا اعتقاد کرنا ہمارے عقیدے کے خلاف ہے۔ فقال الملاحون: ان لوگوں کی عادت تھی کہ جب کشتی میں کوئی بھگوڑا یا گناہگار سوار ہوتا تھا تو کشتی نہیں چلتی تھی۔

فی لجة البحر: یعنی دریائے دجلہ۔ ای آت بما یلام علیہ: مراد اپنے جی میں ملامت کرنا ہے۔

قبر الہ: کہ انہیں وفات آجائے اور مچھلی کا پیٹ ہی ان کی قبر ہو جائے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ان کی حیاتی باقی رہے۔

المعط: اول میم کی ضمہ اور ثانی پر فتح و تشدید کے ساتھ، درمیان میں عین ہملہ اور اس کے بعد طاء ہملہ مراد یہ ہے کہ آپ کے جسم پر بال نہ رہے۔ وہی قارع: یعنی کدو کا درخت، جو کہ گرمی میں ٹھنڈی تاثیر رکھتا، ہاضمے کو درست رکھنے والا، بڑے پتوں والا، جس پر کبھی نہ بیٹھے، اور مفسر نے مزید اقوال بھی لکھے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ انجیر کا درخت یا کیلے کا درخت، جو اپنے پتوں میں چھپا ہوا ہوتا ہے اور اپنی ٹہنیوں کو سایہ دیتا ہے۔ وعلۃ: واو اور عین کی فتح یا واو کی کسرہ اور عین کے سکون کے ساتھ بمعنی غزالۃ (چاشت کا وقت) ہے۔ بنینوی: نون اولیٰ کے کسرہ، یا ساکنہ، نون مضمومہ، اور واو کے بعد الف مقصورہ ہے۔

عند معاينة العذاب: جب انہیں عذاب کی علامات نظر آنے لگیں، اور ان کا ایمان لانا قبول ہوا، جب کہ فرعون اور اس کی قوم کا عذاب دیکھ کر ایمان لانا قبول نہ ہوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خاص حضرت یونس علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے اور قوم یونس علیہ السلام اپنے ایمان میں مخلص تھی جب کہ فرعون کا حال یہ نہ تھا، اسی وجہ سے قوم یونس کو قوم فرعون سے خاص کر دیا گیا ہے کیونکہ جب موت کی شدت اور وقت غرغره ہو تو ایمان لانا قبول نہیں ہوتا۔ ہمالہم: یعنی لام کے فتح کے ساتھ، یعنی قوم یونس کے لئے نعمتوں کو باقی وثابت کر دیا۔ التوراة: اگرچہ توریت مشرکین کی کتاب نہیں لیکن مخاطبین مشرکین ہی ہیں۔

توبیخا لہم: مراد یہاں پر استغناء کرنے کی کفار مکہ کی توبیخ کرنا ہے نہ بطور استغلام (خبر دریافت کرنے) و افادہ (فائدہ اٹھانے)۔ واستغنی بہا: استفہام زجر و توبیخ کے لئے ہے۔ لاجتنباہم عن الابصار: میں اجتنابہم بمعنی استتارہم ہے۔ ای علی معبودکم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے ﴿علیہ﴾ میں موجود ضمیر ﴿ما﴾ کی جانب عائد ہوتی ہے۔ صال: مرفوعہ مضمومہ، یائے محذوفہ التقائے ساکنین ہے، جیسا کہ قاض میں ہے۔

فی علم اللہ تعالیٰ: اللہ کا علم مراد ہے کہ وہ جہنمی ہیں اور اللہ انہیں اور ان کے اہل کو کفر کی جانب مائل کرے گا۔

احد: میں اس جانب اشارہ ہے کہ آیت ﴿و ما منا الخ﴾ میں موصوف محذوف ہے جو کہ ترکیبی اعتبار سے مبتدا ہے اور اس کی خبر جملہ ﴿الا له مقام معلوم﴾ ہے، تقدیر کلام یوں ہے ”ما احد الا له مقام معلوم“۔

اقدامنا فی الصلوٰۃ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مفعول محذوف ہے۔

منخففة من الثقیلة: مراد لام فارقہ ہے، معنی یہ ہے کہ قریش سید عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے کہا کرتے تھے کہ اگر پہلے لوگوں کی مثل کتاب ہوتی تو ہم خالص اللہ کی بندگی ہی کرتے اور اس کی نظیر اس فرمان مقدس نشان: ﴿واقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جائہم نذیر لیکونن اہدی من احدی الامم﴾ میں ملتی ہے۔ عاقبہ کفرہم: یعنی ان کے کفر کا نتیجہ انہیں عذاب کا ملنا ہے۔

وان لم ینتصر بعض منہم: سے ایک اعتراض کا دور کرنا مقصود ہے، اعتراض یہ ہے کہ بعض اوقات بظاہر کفار مومنین پر غالب آجاتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے تو اس اعتراض کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ آخرت میں تو تمام ہی مومنین کی مدد و نصرت ہوتی ہے اور دنیا میں (بر بنائے حکمت) بعض کی ہوتی ہے اور مومنین کی ہر حال میں مدد ہی ہوتی ہے (اگرچہ بظاہر نقصان ہی نظر آئے)، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ حضرت انبیائے کرام کو کفار سے جنگ کا حکم دیا گیا اور دنیا میں ان کی مدد بھی کی جاتی ہے اور کبھی بظاہر انہیں ہزیمت بھی اٹھانی پڑتی ہے جیسا کہ غزوہ اُحد میں ہوا، پس مومنین پر اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ وہ تو (ہر حال میں) مدد

کئے جاتے ہیں جس کا بیان اللہ نے یوں فرمایا: ﴿ان الذین کفروا ینفقون اموالہم لیصدوا عن سبیل اللہ (الانسفال: ۳۶)﴾، پس کفار کے سوا جو دوسرے ہیں یعنی مومنین ہیں ان کی دنیا میں مدد کی جاتی ہے اور کبھی بظاہر ایسا نہیں بھی ہوا کرتا لیکن آخری مدد و نصرت تو یقینی ہے۔ تو امر فیہ بقتالہم: کیونکہ مومنین کو اولاً کفار کو تبلیغ کرنے اور اس کام کی انجام دہی کے سلسلے میں پیش آنے والی مصیبت پر صبر کا حکم کیا گیا ہے، دوسرا طریقہ ہجرت کرنے کا ہے کہ سید عالم ﷺ کو جہاد کا بھی حکم دیا گیا اور آپ ﷺ نے ستائیس غزوات میں شرکت فرمائی جس میں سے آٹھ غزوات میں بنفس نفیس قتال بھی فرمایا جیسا کہ بدر، اُحد، مصطلق، خندق، قریظہ، خیبر، حنین، طائف میں قتال فرمایا۔ اذا نزل بہم العذاب: مراد قتل و قید کیا جانا ہے، اور امر سے مراد یہ ہے کہ جو قریب زمانے میں مشاہدے سے ثابت ہو چکا ہے۔ ہنس الصباح: میں کچھ محذوفات ہیں، تقدیر عبارت یوں ہے: ”ہنس صباح المنذرین (الصاوی، ج ۵، ص ۱۲۹ وغیرہ) صباحہم“۔

سورۃ ص مکیۃ وہی ست او ثمان وثمانون آیت

سورۃ ص کی ہے اور اس میں ۸۶ یا ۸۸ آیات ہیں

تعارف سورۃ ص

اس سورت میں ۵ رکوع، ۳۲ کلمات اور ۳۰۶ حروف ہیں۔ اس کے نزول کے بارے میں ایک قول یہ ملتا ہے کہ جب مکہ مکرمہ کے رؤسائے دیکھا کہ ابوطالب بوڑھے ہو گئے ہیں کہیں دنیا سے رخصت نہ ہو جائیں، غنیمت جان کر ان سے محمد عربی کی تبلیغ کو روکنے کی شکایت کرتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ چچا کی محبت غالب آجائے اور محمد عربی اس مشن کو ترک کر دیں حالانکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ محمد عربی ﷺ کے پیغمبر ہیں اور انہیں کسی مال کی پرواہ نہیں بلکہ یہ تو اللہ ﷻ کی رضا جوئی اور حکم کے مطابق فرائض رسالت انجام دے رہے ہیں، تاہم چند بڑے بڑے سُرماجین میں ابو جہل، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن یغوث اور چند دیگر سردار آئے اور بظاہر مفاہمت کی راہ اختیار کرتے ہوئے کہا: ”آپ ہمارے بڑے ہیں لہذا آپ ہمارے اور اپنے بھتیجے کے مابین فیصلہ فرمادیں۔“ حالانکہ اندرونی اعتبار سے ان کی جڑیں کمزور ہو رہی تھیں، لوگ ان سے متنفر ہو کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو رہے تھے۔ ابوطالب نے سید عالم ﷺ کو بلا بھیجا اور آپ ﷺ تشریف لائے تو ابوطالب نے سرداران مکہ کا مطالبہ ان کے سامنے رکھ دیا، سید عالم ﷺ نے انہیں ایک کلمے کے ماننے کی دعوت دی اور کہا کہ کہو: ”لا الہ الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں“ لیکن وہ برہم ہو کر چل دیئے۔ اس سورت کے آخر میں کتاب الہی کو ﴿ذکری للعلمین﴾ بھی کہا گیا یعنی رہتی دنیا تک کے لوگوں کے لئے یہ کتاب نصیحت ہے۔ کسی مخصوص زمانے کے لئے نہیں بلکہ عالم اقوام کے لئے نمونہ ہے اور اس ذکر کو لانے والے رحمۃ اللعالمین ہیں۔

رکوع نمبر: ۱۰

﴿ص﴾ اللہ اعلم بمُرَادِهِ بِذَٰلِكَ ﴿وَالْقُرْآنُ ذِی الذِّکْرِ﴾ (۱) ﴿أٰی الْبَیِّنٰتِ اَوِ الشُّرُفِ وَجَوَابُ هٰذَا الْقَسْمِ مَحذُوقِ اٰی مَا الْاَمْرُ کَمَا قَالَ کُفَّارُ مَکَۃٍ مِّنْ تَعَدُّدِ الْاِلٰهَۃِ﴾ ﴿بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوۡا﴾ ﴿مِنْ اٰهْلِ مَکَۃٍ﴾ ﴿فِی عِزَّةٍ﴾ ﴿حَمِیۡۃٍ وَتَکْبِیْرٍ عَنِ الْاِیْمَانِ﴾ ﴿وَشِقَاقِ﴾ (۲) ﴿خِلَافٍ وَعِدَاوَةِ لِلنَّبِیِّ ﷺ﴾ ﴿کَم﴾ ﴿اٰی کَثِیْرًا﴾ ﴿اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ﴾ ﴿اٰی اُمَّةٍ مِّنَ الْاُمَّةِ الْمَاضِیۡۃِ﴾ ﴿فَنَادَوْا﴾ ﴿حِیْنَ نَزَلَ الْعَذَابُ بِهِمْ﴾ ﴿وَلَاتٍ حِیْنَ مَنَاصِ﴾ (۳) ﴿اٰی لَیْسَ الْحِیْنُ حِیْنَ فِرَارٍ وَالتَّاءُ زَائِدَةٌ وَالجُمْلَةُ حَالٌ مِّنْ فَاعِلٍ نَادَاوِ اٰی اِسْتَعَاثُوۡا وَالحَالُ اَنْ لَا مَهْرَبَ وَلَا مَنۡجَاۗءَ وَمَا اَعْتَبَرُ بِهِمْ کُفَّارُ مَکَۃٍ﴾ ﴿وَعَجَبُوۡا اِنْ جَاءَ هُمْ مِّنۡدَرٍ مِّنۡهُمۡ﴾ ﴿رَّسُوۡلٌ مِّنۡ اَنْفُسِهِمْ یُنۡذِرُهُمْ یُخَوِّفُهُمْ بِالنَّارِ بَعْدَ الْبَعۡثِ وَهُوَ النَّبِیُّ ﷺ﴾ ﴿وَقَالَ الْکُفَرُوۡنَ﴾ ﴿فِیْهِ وَضَعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ﴾ ﴿هٰذَا سِحْرٌ کَذٰبٍ﴾ (۴) ﴿اجْعَلِ الْاِلٰهَۃَ الْهٰ وَاٰحِدًا﴾ ﴿صَلٰۃ﴾ ﴿حَیْثُ قَالَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اٰی کَیۡفَ یَسَعُ الْخَلْقَ کُلُّهُمۡ اِلٰهًا وَاٰحِدًا﴾ ﴿اِنْ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجَابٍ﴾ (۵) ﴿عَجِیۡبٌ﴾ ﴿وَاِنۡطَلَقَ الْمَلَا مِّنۡهُمۡ﴾ ﴿مِّنْ مَّجْلِیۡسٍ اِجْتَمَاعِهِمْ عِنۡدَ اَبِی طَالِبٍ وَسَمَاعِهِمْ فِیۡهِ مِّنَ النَّبِیِّ ﷺ﴾ ﴿قُوۡلُوۡا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنْ اَمۡشُوۡا اٰی یَقُوۡلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ﴾ ﴿اِنْ اَمۡشُوۡا وَاَصۡبَرُوۡا عَلٰی الْهَتۡکِمِ صَلٰۃ﴾ ﴿اَتَّبِعُوۡا عَلٰی عِبَادَتِهَا﴾ ﴿اِنْ هٰذَا﴾ ﴿الْمَذۡکُوۡرُ مِنَ التَّوْحِیۡدِ﴾ ﴿لِشَیْءٍ یَّرَادُ﴾ (۶) ﴿مِنَّا﴾ ﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ صَلٰۃ﴾ ﴿اٰی مِلَّةٍ عِیۡسٰی﴾ ﴿اِنْ﴾ ﴿مَا﴾ ﴿هٰذَا اِلَّا اِخْتِلَاقٌ﴾ (۷) ﴿کَذٰبٌ﴾ ﴿اَنْزَلَ﴾ ﴿بِتَحۡقِیۡقٍ﴾

الْهَمَزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الشَّايَةِ وَإِذْ خَالِ أَلْفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهِينِ وَتَرْكِهِ عَلَيْهِ ﴿عَلَيْهِ﴾ عَلَى مُحَمَّدٍ
 ﴿الذِّكْرِ﴾ الْقُرْآنِ ﴿مَنْ؟﴾ بَيْنَاطُ ﴿وَلَيْسَ بِأَكْبَرَنَا وَلَا أَشْرَفَنَا أَى لَمْ يُنْزَلْ عَلَيْهِ قَالَ تَعَالَى﴾ بَلْ هُمْ فِي شَكِّ
 مِنْ ذِكْرِي ﴿وَوَحْيِي أَى الْقُرْآنِ﴾ حَيْثُ كَذَّبُوا الْجَائِيَّ بِهِ ﴿بَلْ لَمَّا﴾ لَمْ ﴿يَدُوقُوا عَذَابَ﴾ (۸) ﴿وَلَوْ ذَا قُوَّةَ
 لَصَدَّقُوا النَّبِيَّ ﷺ فِيمَا جَاءَ بِهِ وَلَا يَنْفَعُهُمُ التَّصْدِيقُ حِينَئِذٍ﴾ (۹) ﴿إِنَّمَا عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ
 الْعَزِيزِ﴾ الْغَالِبِ ﴿الْوَهَابِ﴾ (۱۰) ﴿مِنَ النَّبُوءَةِ وَغَيْرِهَا فَيُعْطُونَهَا مَنْ شَاءَ﴾ (۱۱) ﴿إِنَّمَا لَهُمْ مَلَكُ السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ (۱۲) ﴿إِنْ زَعَمُوا ذَلِكَ﴾ فَلْيُرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ (۱۰) ﴿الْمُوصِلَةَ إِلَى السَّمَاءِ فَيَأْتُوا
 بِالْوَحْيِ فَيُخْصُوا بِهِ مَنْ شَاءَ﴾ (۱۱) ﴿وَأَمَّ فِي الْمَوْضِعَيْنِ بِمَعْنَى هَمْزَةِ الْإِنْكَارِ﴾ جُنْدٌ مَا ﴿أَى هُمْ جُنْدٌ
 حَقِيرٌ﴾ هُنَالِكَ ﴿أَى فِي تَكْذِيبِهِمْ لَكَ﴾ ﴿مَهْزُومٌ﴾ صِفَةٌ جُنْدٍ ﴿مِنَ الْأَحْزَابِ﴾ (۱۱) ﴿صِفَةٌ جُنْدٍ أَيْضًا أَى
 مِنْ جِنْسِ الْأَحْزَابِ الْمُتَحَرِّضِينَ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ قَبْلَكَ وَأُولَئِكَ قَدْ قَهَرُوا وَأَهْلَكُوا فَكَذَلِكَ يَهْلِكُ
 هُنُوْلًا﴾ كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمَ نُوحٍ ﴿تَأْنِيثٌ قَوْمٌ بِإِعْتِبَارِ الْمَعْنَى﴾ ﴿وَعَادَ وَفِرْعَوْنَ ذُو الْأَوْتَادِ﴾ (۱۲) ﴿كَانَ يَتَذَكَّرُ
 لِكُلِّ مَنْ يَغْضَبُ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَوْتَادٍ وَيَشُدُّ إِلَيْهَا يَدَيْهِ وَرَجْلَيْهِ وَيُعَذِّبُهُ﴾ ﴿وَتَمُودَ وَقَوْمَ لُوطَ وَاصْحَابَ لَيْكَةِ
 ط﴾ ﴿أَى الْغَيْضَةِ وَهُمْ قَوْمٌ شُعَيْبٍ ﷺ﴾ ﴿أُولَئِكَ الْأَحْزَابِ﴾ (۱۳) ﴿إِنْ﴾ مَا ﴿كُلِّ﴾ مِنْ الْأَحْزَابِ ﴿الْأَلَا كَذَبَ
 الرِّسْلِ﴾ لَا تَهْمُ إِذَا كَذَّبُوا وَاحِدًا مِنْهُمْ فَكَذَّبُوا جَمِيعُهُمْ لِأَنَّ دَعْوَتَهُمْ وَاحِدَةٌ وَهِيَ دَعْوَةُ التَّوْحِيدِ
 ﴿فَلِحَقِّ﴾ وَجَبَ ﴿عِقَابِ﴾ (۱۳) ﴿

﴿ترجمہ﴾

(اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) صادر.....!..... (اس کی جو مراد ہے اللہ ﷻ باخوبی جانتا ہے) اس ذکر والے قرآن کی قسم! (یعنی بیان
 والے یا شرف و عزت والے قرآن کی قسم، اس قسم کا جواب قسم محذوف یہ ہے: معاملہ یوں نہیں جیسا کہ کفار کہتے ہیں کہ خدا متعدد
 ہیں) بلکہ کافر (اہل مکہ میں سے) تکبر (ایمان لانے سے اپنی اکڑ اور تکبر میں) اور خلاف میں ہیں (نبی ﷺ سے اختلاف کرنے اور
 ان سے عداوت کرنے میں ہیں) اور بہت سی (کم بمعنی کثیر ہے) امتیں (پچھلی امتوں میں سے) ہم نے ان سے پہلے ہلاک
 فرمائیں تو اب وہ پکاریں (خود پر عذاب کے نازل ہوتے وقت) اور بھاگنے کا وقت نہ تھا (لات حین مناص اصل میں لیس الحین
 حین فرار ہے، اس میں تاؤ زائد ہے یہ جملہ "نادوا" کے فاعل سے حال ہے معنی آیت یہ ہے "انہوں نے مدد مانگی اس حال میں کہ نہ تو
 بھاگنے کی جگہ تھی اور نہ نجات کا راستہ" کفار مکہ نے ان لوگوں کے حال سے عبرت نہیں پکڑی) اور انہیں اس پر تعجب ہوا کہ اس کے پاس
 انہیں میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا.....!..... (یعنی انہیں میں سے ایک رسول آیا جو انہیں مرنے کے بعد کے اٹھائے جانے،
 آگ سے ڈرنے اور اس کا خوف دلاتے ہیں، مراد اس سے نبی پاک ﷺ ہیں) اور کافر بولے (یہاں اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھا گیا
 ہے) یہ جادو گر ہے بڑا جموٹا، کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا (یوں کہ لوگوں سے کہتا ہے کہو "لا الہ الا اللہ" ایک خدا تمام ہی
 مخلوق پر کیسے وسعت رکھ سکتا ہے؟) بیشک یہ عجیب بات ہے.....!..... (عجباب کے معنی عجیب ہے) اور ان میں سے سردار
 چلے (اپنے اجتماع کی مجلس سے جو ابوطالب کے ہاں قائم کی تھی اسی مجلس میں انہوں نے نبی پاک ﷺ کو فرماتے سنا: تم سب لا الہ

الا اللہ کہو) کہ اس کے پاس سے چل دو (یعنی کفار ایک دوسرے سے کہنے لگے چلو چلو) اور اپنے خداؤں پر صابر رہو (یعنی ان کی عبادت پر ڈٹے رہو) بیشک یہ (یعنی مذکورہ توحید) تو ہم نے سب سے پہلے دین (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملت) میں بھی نہ سنی یہ تو نہیں (ان بمعنی مسانفہ ہے) مگر زاجوٹ (اختلاق بمعنی کذب ہے) کیا اتارا گیا (انزل دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کی تسبیل اور دونوں ہمزوں کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ دونوں صورتوں پر ہے، نیز ترک کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) ان پر (یعنی محمد ﷺ پر) ذکر (یعنی قرآن) ہم سب میں سے (اور وہ نہ ہم میں بڑے ہیں اور نہ ہم سے افضل.....) یعنی ان پر قرآن کیوں نازل کیا گیا؟ اللہ ﷻ فرماتا ہے) بلکہ وہ شک میں ہیں میرے ذکر سے (یعنی میری وحی قرآن پاک سے یوں کہ وہ وحی الہی لانے والے کو جھٹلاتے ہیں) بلکہ انہوں نے نہیں چکھی میری مار (اگر چکھ لیتے تو ضرور اس کی تصدیق کرتے جو نبی ﷺ لے کر آئے ہیں لیکن اس وقت انہیں یہ تصدیق کچھ فائدہ نہ دیتی، لہذا بمعنی لم ہے) کیا وہ تمہارے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں..... وہ غلبہ والا (العزیز بمعنی الغالب ہے) بہت عطا فرمانے والا (جیسے نبوت وغیرہ، تو کیا وہ نبوت اسے عطا فرمائے گا جس کو یہ لوگ چاہیں گے) کیا ان کے لیے ہے سلطنت زمین و آسمان کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (اگر یہ اس کا گمان رکھتے ہیں) تو رسیاں لٹکا کر چڑھ جائیں (جو انہیں آسمان تک پہنچانے والی ہوں پھر از خود وحی لا کر جسے چاہے وحی کے ساتھ شخص کر دیں، مذکورہ دونوں مقامات میں ام ہمزہ انکاری کے معنی میں ہے، یہ ایک تحقیر) لشکر ہے (جند ما میں ما بمعنی حقیر اور جند ما سے قبل ہو ضمیر محذوف ہے) یہاں (یعنی وہ لوگ آپ ﷺ کو جھٹلانے میں) تو وہیں بھگا دیا جائے گا ("مہزوم" جند کی صفت ہے) گروہوں سے (من الاحزاب یہ بھی جند کی صفت ہے، آپ ﷺ سے پہلے والے انبیاء کرام کو جھٹلانے والے تمام مجتمع گروہوں پر قہر الہی نازل ہوا، وہ سب ہلاک ہو گئے پس اس طرح انہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا) ان سے پہلے جھٹلا چکے ہیں نوح کی قوم (قوم باعتبار معنی مونث ہے) اور عاد اور حوٹیم کا کرنے والا فرعون (فرعون جس پر غضبناک ہوتا اس کے دونوں ہاتھوں اور پیروں میں چار کیل ٹھوک دیتا اور پھر اس کو عذاب دیا کرتا تھا.....) اور ثمود اور لوط کی قوم اور گھنے متعدد درختوں والے (مراد اس سے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے، الایکۃ کے معنی گھنے درختوں کا جھنڈ ہے.....) یہ وہ گروہ نہیں ہے (ان بمعنی مسانفہ ہے) کوئی بھی (ان گروہوں میں سے) مگر انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا (کیونکہ ایک رسول کو جھٹلانا بمنزلہ تمام رسولوں کو جھٹلانے کے ہے کیونکہ ان سب کی دعوت ایک ہی تھی یعنی دعوت توحید) تو میرا عذاب لازم ہوا (حق بمعنی وجب ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ص والقران ذی الذکر﴾

ص: "ہذہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکہ جملہ اسمیہ، و قسیمیہ جار، القران موصوف، ذی الذکر: صفت، ملکہ مجرور، ملکہ ظرف مستقر "نقسم" فعل محذوف کیلئے، ملکہ جملہ قسیمیہ، جواب قسم محذوف "انہ لمعجز" ملکہ جملہ قسیمیہ۔

﴿ہل الذین کفروا فی عزة و شقاق﴾ کم اهلکنا من قبلہم من قرن﴾

ہل: حرف عطف واضراب، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکہ مبتدا، فی: جار، عزة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، شقاق: معطوف، ملکہ مجرور، ملکہ ظرف مستقر خبر، ملکہ جملہ اسمیہ، کم: ضمیر، من قرن: ظرف مستقر تمیز، ملکہ مفعول مقدم، اهلکنا: فعل با قاعل، من قبلہم: ظرف لغو، ملکہ جملہ فعلیہ۔

﴿فنادوا ولات حین مناص﴾

ف: عاطفہ، نادوا: فعل باواؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لات: حرف مشبہ مشابہہ بلیس و"ت" زائد، حین: مناص: ظرف متعلق بحذف خبر
اسم "الحین" محذوف، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ووعجبوا ان جاءهم مندر منهم وقال الكفرون هذا سحر كذاب﴾

و: عاطفہ، عجبوا: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، جاءهم: فعل ومفعول، مندر: موصوف، منهم: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ
بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قال الكفرون قول، هذا: مبتدا، سحر كذاب: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اجعل الالهة الها واحدا ان هذا لشيء عجاب﴾

همزه: حرف استفہام، جعل: فعل بافاعل، الالهة: مفعول اول، الها واحدا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ان هذا: حرف مشبہ
واسم، لام: تاکیدیہ، شيء عجاب: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانطلق الملا منهم ان امشوا واصبروا على الهتك﴾

و: مستاقفہ، انطلق: فعل، الملا: موصوف، منهم: صفت، ملکر ذوالحال، ان: مصدریہ، امشوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصبروا: فعل
الہتکم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر قول محذوف "قاتلین" کیلئے مقولہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان هذا لشيء يراد ما سمعنا بهذا في الملة الاخيرة ان هذا الا اختلاق﴾

ان هذا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، شيء: موصوف، يراد: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ما سمعنا: فعل نفی
بافاعل، ب: جار، هذا: ذوالحال، فی الملة الاخيرة: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ
فعلیہ، ان: تانیہ، هذا: مبتدا، الا: اداة حصر، اختلاق: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انزل عليه الذكر من بيننا بل هم في شك من ذكرى بل لما يدوقوا عذاب﴾

همزه: حرف استفہام، انزل: فعل مجہول وظرف لغو، الذكر: ذوالحال، من بيننا: ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ
فعلیہ، بل: حرف اضراب، هم: مبتدا، فی: جار، شك: موصوف، من ذكرى: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر
جملہ اسمیہ، بل: حرف اضراب، لما: حرف جازمہ ولفی، يدوقوا عذاب: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وام عندهم خزائن رحمة ربك العزيز الوهاب﴾

ام: بمعنی بل عاطفہ منقطع، عندهم: ظرف متعلق بحذف خبر مقدم، خزائن: مضاف، رحمة: مضاف، ربك: موصوف، العزيز
الوهاب: صفتان، ملکر مضاف الیہ، ملکر پھر، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وام لهم ملك السموت والارض وما بينهما فليرثقوا في الاسباب﴾

ام: عاطفہ منقطع، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، ملك السموت والارض وما بينهما: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، ليرثقوا فی
الاسباب: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان زعموا ذلك" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿جنند ما هنالك مهزوم من الاحزاب﴾

جنند: موصوف، ما: بکرة تامہ صفت اول، هنالك: ظرف متعلق بحذف صفت ثانی، مهزوم: من الاحزاب: شبہ جملہ صفت
ثالث، ملکر "هم" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿كذبت قبلهم قوم نوح وعاد وفرعون ذوالاوتاد وثلمود وقوم لوط واصحاب ليكة﴾

کذبت قبلہم: فعل و ظرف، قوم نوح: معطوف علیہ، و عادی معطوف اول، و: عاطفہ، لم یعون بموصوف، ذوالاوتاد: مرکب اضافی صفت، بلکہ معطوف ثانی، و ثمود: معطوف ثالث، و قوم لوط: معطوف رابع، و اصحاب لسیکة: معطوف خامس، بلکہ قائل، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿اولئک الاحزاب﴾ ان کل الا کذب الرسل فحق عقاب ﴿﴾

اولئک: مبتداء، الاحزاب: خبر، بلکہ جملہ اسمیہ مستأنفہ، ان: نافیہ، کل: مبتداء، الا: اداة حصر، کذب الرسل: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، حق عقاب: فعل و قائل، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... اجعل الالهة الها واحدا..... ☆ جب حضرت عمر اسلام لائے تو مسلمانوں کی خوشی ہوئی اور کافروں کو نہایت رنج ہوا، ولید بن مغیرہ نے قریش کے عمائد اور سربراہ آوردہ بچیس آدمیوں کو جمع کیا اور انہیں ابوطالب کے پاس لایا اور ان سے کہا کہ تم ہمارے سردار ہو اور بزرگ ہو ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تم ہمارے اور اپنے پیچھے کے درمیان فیصلہ کرو ان کی جماعت کے چھوٹے درجے کے لوگوں نے جو شورش برپا کر رکھی ہے وہ تم جانتے ہو، ابوطالب نے سید عالم ﷺ کو بلا کر عرض کیا کہ یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں اور آپ سے صلح چاہتے ہیں آپ ان کی طرف سے یک لخت انحراف نہ کیجئے، سید عالم ﷺ نے فرمایا یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم اتنا چاہتے ہیں کہ آپ ہمارا اور ہمارے معبودوں کا ذکر چھوڑ دیجئے، ہم آپ کے اور آپ کے معبودوں کی بدگوئی کے درپے نہ ہونگے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم ایک کلمہ قبول کر سکتے ہو جس سے عرب و عجم کے مالک و فرمانبردار ہو جاؤ“، ابو جہل نے کہا کہ ایک کیا ہم دس کلمے قبول کر سکتے ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”کہو لا الہ الا اللہ“ اس پر وہ لوگ اٹھے اور کہنے لگے کہ کیا انہوں نے بہت سے خداؤں کا ایک خدا کر دیا، اتنی بہت سی مخلوق کے لئے ایک خدا کیسے کافی ہو سکتا ہے۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

صاد کی تحقیق میں اقوال مفسرین:

۱..... ابتداء میں مقطعات لانے کی درج ذیل وجوہ ہو سکتی ہیں: (۱)..... اللہ کے اسماء کے چابیاں ہیں اور سب سے پہلی چابی ”صاد“ ہے، جیسا کہ ہمارے قول: صادق الوعد، صانع المصوعات، اور صمد ہے۔ (۲)..... صدق سے مراد ہر وہ خبر ہے جو محمد ﷺ اللہ کی بارگاہ سے تشریف لائے۔ (۳)..... صاد سے کافروں کا دین الہی سے روکنا مراد ہے، جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا﴾ (سج: ۸۸) ﴿۔ (۴)..... صاد کا معنی یہ ہے کہ قرآن تمام حروف کا مجموعہ ہے اور تم اس پر قادر ہو لیکن قرآن کے ساتھ معارضہ کرنے پر قادر نہیں ہو اور اس میں دلیل ہے کہ قرآن معجزہ ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۶۵)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

(۱)..... حسن کا قول ہے کہ ﴿صاد﴾ کے معنی حادث القرآن ہے۔ (۲)..... حسن ہی کا ایک قول یہ ہے کہ ﴿صاد﴾ سے مراد اپنے عمل کے ذریعے قرآن کے مقابل معارضہ پیش کرنا۔ (۳)..... عبدالوہاب کہتے ہیں کہ اپنے عمل کی نظیر قرآن میں تلاش کرو کہ تمہارا عمل قرآن میں کہاں مذکور ہے۔ (۴)..... بعض کے نزدیک ﴿صاد﴾ سے مراد قسم ہے، کہ اللہ ﷻ نے اس کے ذریعے قسم یاد دلائی ہے۔ (۵)..... متاخرین کا قول یہ ہے کہ ﴿صاد﴾ اسماء قرآن میں سے ایک اسم ہے جس کے ذریعے اللہ نے قسم یاد دلائی ہے۔

(الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۱۳۸ وغیرہ)

کفار مکہ کو تبلیغ رسالت مآب پر تعجب:

۲..... کفار کو یہ تعجب تھا کہ انہی کی جنس سے یعنی بشر، انہی کی نوع سے یعنی انہی (کیونکہ کفار انہی مشہور تھے) پس یہی معنی رسول کے انہی ہونے کا ہے، مراد یہ ہے کہ انہیں بہت زیادہ تعجب ہوا اور وہ دشمن ہو گئے اور ان کا انکار شدید درجے کا تھا۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۳، ص ۲۲۰)

امام رازی کہتے ہیں:

اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿منہم﴾ میں دو صورتیں ہیں: (۱)..... محمد ﷺ ہمارے سامنے خلقی اعتبار سے، شکل و صورت اور نسب کے اعتبار سے ہمارے سامنے دیکھے جاتے ہیں، پھر انہیں یہ منصب عالی اور درجات رفیعہ کیسے مل گئے؟ (۲)..... اللہ ﷻ کے فرمان میں ان کے لئے تنبیہ ہے کہ ایک شخص انہی میں سے انہیں توحید کی دعوت دیتا ہے، فرشتوں کی تعظیم اور آخرت کی ترغیب دلاتا ہے، دنیا سے نفرت دلاتا ہے، پھر یہ کہ یہی شخص ان کے اقارب میں سے ہے جو کہ جھوٹ اور تہمت کی گندگی سے کوسوں دور ہے، اور ان میں موجود تمام خصائص کا یہ بخود اعتراف کر چکے ہیں، اور یہ کہ تمام اقوام عالم ان کی حماقتوں پر تعجب میں ہیں جس کی نظیر اس فرمان: ﴿وام لم یعرفوا رسولہم فہم لہ منکرون یا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا تو وہ اسے بیگانہ سمجھ رہے ہیں (النور: ۶۹)﴾ میں ملتی ہے، پس اللہ نے فرمایا: ﴿وعجبوا ان جاءہم منذر منہم اور انہیں اس کا اہمبناگا کہ ان کے پاس انہی میں کا ایک ڈرسانے والا آیا (ص: ۴)﴾ کا معنی یہ ہے کہ محمد ﷺ ان کے قبیلے اور رشتے دار میں سے ہیں اور ان کے ساتھ اسباب دنیا سے مستفیض ہونے میں برابری کے حقدار ہیں۔ پس ان کا سید عالم ﷺ کی طاعت سے باز رہنا اور کلفت کی وجہ سے سر جھکانے سے باز ہو جانا اور تعجب کرنا کہ ان میں اللہ کا رسول خاص ہو چکا ہے اور اپنی خاص شرافت عالی کے ساتھ ان میں رسول ممتاز ہو چکا ہے، اور یہ سارا کا سارا تعجب حسد کی وجہ سے تھا۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۶۷)

کفار کا پہلا شبہ:

۳..... متذکرہ مقام پر کافروں کو تین شبہات ہوئے جو کہ یہ ہیں: (۱)..... ایک ہی معبود ہونے کے بارے میں شبہ (۲)..... سید عالم ﷺ کی نبوت کے بارے میں شبہ، (۳)..... دوبارہ جی اٹھنے کے بارے میں شبہ یا جلد موت طلب کرنے کے بارے میں شبہ۔ پس پہلے شبہ کا ذکر یوں فرمایا: ﴿اجعل الالہة الہا واحدا ان هذا لشیء عجاب کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا بیشک یہ عجیب بات ہے (ص: ۵)﴾۔ روایت کی جاتی ہے کہ جب حضرت عمرؓ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو مسلمانوں میں ایک فرحت کا سماں دکھائی دیا، اور کفار قریش میں ناگواری دیکھنے میں آئی اور پندرہ افراد کی ایک جماعت اکٹھی ہو کر ابوطالب کے پاس آئی اور بولے کہ آپ ہمارے بڑے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ان یہودوں نے کیا کیا ہے، مراد مسلمان ہیں۔ ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ آپ ہم میں اور اپنے بھتیجے میں فیصلہ فرمادیں۔ پس ابوطالب سید عالم ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے میرے بھتیجے! تیری قوم کے افراد میرے پاس آئے اور تجھ سے سوال کرتے ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”مجھ سے کیا سوال کرتے ہیں؟“ ابوطالب نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اور ہمارے معبودوں کے ذکر کو چھوڑ دے، سید عالم ﷺ نے کافروں سے جواباً ارشاد فرمایا: ”میں نے تمہارے سوال کے مطابق تمہیں دیا، کیا تم مجھے ایک کلمہ کی ضمانت دو گے جو عرب و عجم میں کفایت کرے؟“ بولے: جی ہاں، ارشاد فرمایا: ”کہو: لا الہ الا اللہ“، پس کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ﴿اجعل الالہة الہا واحدا ان هذا لشیء عجاب کیا اس نے

بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا بیشک یہ عجیب بات ہے (ص: ۵۰)۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۶۷ وغیرہ)

کفار کا دوسرا شبہ:

۴..... امام رازی فرماتے ہیں کہ دوسرا شبہ یہ تھا کہ نبوت تو عظیم مرتبہ ہے، لہذا یہ کسی ایسی بندے کو ملنی چاہیے جو لوگوں میں معزز ترین ہو اور محمد ﷺ میں یہ بات نہیں پائی جاتی (معاذ اللہ)، پس ان کے لئے نبوت نہ مانی جائے گی۔ کفار نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ ان کے گمان کے مطابق عزت فقط مال ہی سے حاصل ہوتی ہے لیکن شریعت کی رو سے یہ باطل ہے۔ پس جان لینا چاہیے کہ مراحب سعادت تین ہیں جس میں سب سے بڑی سعادت مندی نفسانی سعادت ہے، درمیانے درجے کی سعادت بدنی سعادت ہے اور ادنیٰ درجے کی سعادت خارجی سعادت ہے جو کہ مال و دولت سے متعلق ہوتی ہے۔ پس قوم کی پست ذہنی دیکھیں کہ انہوں نے ادنیٰ درجے کی سعادت یعنی مال و دولت کو اعلیٰ درجے کی سعادت گمان کر لیا اور اسی گمان کو صحیح جانتے ہوئے شرافت کا معیار بھی قائم کر لیا، پس یہی ان کی فاسد افکار کا شاخسانہ ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۶۹)

رحمت کے خزانچی ہونے سے کیا مراد ہے؟

۵..... کفار مکہ کیا سمجھتے ہیں کیا یہ اللہ کی رحمت کے خزانچی ہیں؟ اور اس میں حسب حیثیت تصرف کے اختیار رکھتے ہیں، حتیٰ کہ اپنے حسب منشاء تصرف کا اختیار رکھتے ہیں اور جس سے چاہیں روک لیتے ہیں اور اپنی ذاتی رائے سے فیصلہ کرتے ہیں اور اپنے سرداروں میں سے جس کے لئے چاہیں نبوت کا اختیار مان لیں۔ اور متذکرہ آیت ﴿رحمۃ ربک﴾ میں رب کی اضافت ضمیر خطاب برائے رسالت مآب ﷺ کی طرف ان کی شان و شوکت و عظمت کی وجہ سے کی گئی ہے۔ اور اللہ اپنی مخلوق پر غالب حکمت رکھنے والا ہے اور حسب منشاء عطا فرمانے والا ہے، اور عزت و قہر کا قول نبوت کی شان و رفعت کے بیان کرنے کی غرض کے لئے ہے، اور ﴿الوہاب﴾ کا قول کیت کے طریق کو بیان کرنے کے لئے ہے اس لئے کہ حقیقی بنیاد پر دیکھا جائے تو نبوت فقط ایک عطاء واحد کا نام نہیں بلکہ جملہ صفات کے مجموعے کا نام ہے جس میں طریق کیفیت کے تقاضوں کو بھی دخل ہے جس کی جانب اللہ کے فرمان میں ﴿الوہاب﴾ سے اشارہ ملتا ہے اور اس میں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ نبوت وہی انعام ہے کسی نہیں۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۳، ۲۲۴)

فرعون کے سزا دینے کا انداز:

۱..... اس بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ ﴿ذو اوتاد﴾ سے کیا مراد ہے؟ ابن عباس کہتے ہیں کہ ذواوتاد بمعنی ذوالبناء المحکم ہے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے فرعون بہت زیادہ عمارتیں بنانے والا تھا اور اس کی عمارت کو "اوتاد" کہا گیا۔ اسی طرح ابن عباس، قتادہ اور عطاء کا یہ بھی قول ہے کہ فرعون کے پاس اوتاد (بڑے بڑے آدمی، چوہینیں)، ارسان (جانور کے گلے میں ڈلنے والی رسی)، ملاعب (کارندے) جو کہ فرعون کے حکم کے پابند تھے۔ ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔ ایک قول طاقتور اور پڑنے والا مراد ہے۔ کلیبی اور مقاتل کہتے ہیں لوگ چوہینوں کی مدد سے سزا دیئے جاتے تھے، پس فرعون جب کسی پر غضبناک ہوتا تو چاروں ہاتھ پاؤں پر چوہینیں گاڑ کر زمین دوز کر دیتا اور اس پر پتھر اور سانپ چھوڑے جاتے یہاں تک کہ وہ مر جاتا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اسے چار سوار کھینچتے، اور ہر ایک اپنی جانب زور دیتا اور اس کے ہاتھ میں لوہے کے گرز ہوتے جس سے مارتا یہاں تک کہ مر جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ فرعون کے کثرت جنود (کثیر لشکر) کو ذوالاوتاد کہا گیا ہے کیونکہ یہ بھی اسی طرح طاقتور ہوتے تھے جیسا کہ وہ گھر جس کی بنیادیں مینوں سے گڑی ہوئی ہوں۔

(القرطبی، الجزء: ۲۳، ص ۱۳۶ وغیرہ)

اصحاب ایکہ :

یے..... ایکہ کا معنی ہے گھنا جنگل، درختوں کا ٹھنڈا، جو کہ یادین کے قریب ایک بستی ہے، اس کو بھی ایکہ کہتے ہیں، اصحاب الایکہ سے حضرت شعیب رضی اللہ عنہ کی قوم مراد ہیں، اس قوم کا نام، بنو مدیان تھا، مدین کے مرکزی شہر کو بھی کہتے ہیں اور ان کے پورے علاقے کو بھی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایکہ جو کہ کا قدیم نام تھا، اس کا لغوی معنی گھنا جنگل ہے۔ آج کل ایک پہاڑی کا نام ہے جو جبل اللوز سے وادی اقل میں آکر گرتا ہے اور یہ علاقہ حجاز سے فلسطین و شام جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے۔ (تبیان القرآن، ج ۶، ص ۳۰۷ وغیرہ)

اغراض:

ای البیان: یعنی دینی معاملے کو قرآن کی احتیاج ہوتی ہے۔

او الشرف: یعنی جو قرآن پر ایمان لے آئے، اس کے لئے دنیا میں شرف ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کا فرمان ہے: ﴿لقد انزلنا الیکم کتابا فیہ ذکرکم﴾ یہاں ذکر کم بمعنی شرف کم ہے، اور ذاتی حیثیت سے دیکھا جائے تو بھی قرآن نصیحتوں اور احکام وغیرہ کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، پس اپنی ذات میں شریف اور قاری کو شرف کرنے والا ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ﴿ذکر﴾ سے مراد اللہ کے اسماء اور اس کی بزرگی بیان کرنا ہے، اور ایک قول کے مطابق نصیحت کرنا ہے جب کہ اور بھی اقوال ہیں۔

وجواب هذا القسم محذوف: یہ اقوال ہیں جو زیادہ بہتر ہو، تقدیر کلام یوں ہے ﴿انک لمن المرسلین﴾ جیسا کہ سورۃ لیس میں گزر چکا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ﴿کم اهلکن﴾ میں بھی ”لام“ حذف ہے اصل عبارت یوں ہے: ”لکم اهلکن“ ہے لام کو طوالت کی وجہ سے حذف کیا گیا جس کی مثال اللہ کے اس فرمان: ﴿و الشمس﴾ کے بعد ﴿قد افلح من زکاه﴾ میں ملتی ہے۔ من اهل مکة: اہل مکہ کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہی نزول کا سبب تھے جب کہ مراد تمام کافر ہی ہیں۔

ای کثیرا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام باری میں ﴿کم﴾ خبریہ بمعنی کثیرا ہے۔

ای لیس الحین: اس جملے میں ﴿لات﴾ کے بارے میں سیبویہ اور خلیل کے مذہب کا بیان کرنا مقصود ہے، ﴿لات﴾ لیس میں عمل کر رہا ہے اور لیس کا اسم محذوف ہے جب کہ خبر ”الحین“ ہے۔

فیہ وضع الظاهر: یعنی کافروں پر زیادہ زجر کرنے کی غرض سے ظاہری ضمیر لائی گئی، کیونکہ وہ اپنے کفر میں دلیر تھے۔

عند ابی طالب: روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو قریش کو بڑا دکھ ہوا، پس پندرہ لوگوں کا ایک دستہ تیار کیا گیا اور ابو طالب کے پاس آیا اور کہنے لگے: آپ ہمارے بڑے ہیں، آپ جانتے ہیں جو یہ بیوقوف کر رہے ہیں، آپ ہم میں اور اپنے پیچھے میں فیصلہ کر دیں، پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا تو وہ حاضر ہوئے اور ابو طالب نے ان سے کہا: یہ تیری قوم تجھ سے برابری و انصاف کا تقاضا کرتی ہے، پس تو اپنی قوم کی جانب مائل ہو جا، پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم مجھ سے کیا سوال کرنا چاہتے ہو؟“۔ بولے: ہمارے اور ہمارے معبودوں کا ذکر چھوڑ دیں، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم ایک کلمے کی گواہی دے دو تو عرب و عجم تمہارے پیرو ہو جائیں گے، پس تم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہہ لو، پس وہ کھڑے ہو گئے اور کہتے گئے: ”چلو چلو اور اپنے معبودوں ہی کی عبادت کرتے رہو۔“ ای لم یمنزل علیہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے۔

الغالب: یعنی کوئی چیز اس پر غالب نہیں آسکتی بلکہ ہر چیز پر وہی غالب ہے۔

ان زعموا ذلك: عند یہ وہ ملک کے نزدیک، معنی یہ ہے کہ اگر آسمان کی جانب سیڑھی پر چڑھ کر بھی عرش پر جا پہنچیں اور عالم کے امر میں تدبیر کریں تو بھی وہی اسی پر نازل ہوگی جو اللہ کے مختار ہیں۔

و بعدہ یعنی اسے موت کے وقت تک چھوڑ دیتا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یعنی زندگی میں بھی اس پر سزا کرتا رہتا ہے، ایک قول کے مطابق ﴿اور تاد﴾ سے مراد دفرشتے ہیں جو ہر انسان پر متعین ہیں یا کثیر فرشتے ہیں جس کے بارے میں متعدد اقوال بیان کئے جاتے ہیں۔
(الصاوی، ج ۵، ص ۱۳۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿وَمَا يَنْظُرُ﴾ ﴿يَنْتَظِرُ﴾ ﴿هَوْلَاءَ﴾ ﴿أَي كُفَارًا مَكَّةَ﴾ ﴿الاصِيحَّةَ وَاحِدَةً﴾ ﴿هِيَ نَفْخَةُ الْقِيَامَةِ تَحُلُّ بِهِمُ الْعَذَابَ﴾ ﴿مَالَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ ﴿۱۵﴾ ﴿بِفَتْحِ الْفَاءِ وَضَمِّهَا رُجُوعٌ﴾ ﴿وَقَالُوا﴾ ﴿لَمَّا نَزَلَ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ﴾ ﴿الْخ﴾ ﴿رَبَّنَا عَجَلْ لَنَا قَطَنًا﴾ ﴿أَي كِتَابَ أَعْمَالِنَا﴾ ﴿قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ﴿۱۶﴾ ﴿قَالُوا ذَاكَ اسْتِهْزَاءٌ قَالَ تَعَالَى﴾ ﴿صَبِرْ عَلَيَّ مَا يَقُولُونَ وَادْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ﴾ ﴿۱۷﴾ ﴿أَي الْقُوَّةَ فِي الْعِبَادَةِ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَيَقُومُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَنَامُ ثَلَاثَةَ وَيَقُومُ سُدُسَهُ﴾ ﴿إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ ﴿۱۸﴾ ﴿رَجَاعٌ إِلَى مَرْضَاتِ اللَّهِ﴾ ﴿إِنَّا سَخَرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يَسْبَحُنَّ بِتَسْبِيحِهِ﴾ ﴿بِالْعَشِيِّ﴾ ﴿وَقَتَّ صَلَاةَ الْعِشَاءِ﴾ ﴿وَالْأَشْرَاقِ﴾ ﴿۱۸﴾ ﴿وَقَتَّ صَلَاةَ الضُّحَى وَهُوَ أَنْ تَشْرِقَ الشَّمْسُ وَيَتَنَاهَى ضَوْءُهَا وَسَخَرْنَا﴾ ﴿وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً﴾ ﴿مَجْمُوعَةً إِلَيْهِ تُسَبِّحُ مَعَهُ﴾ ﴿كُلٌّ مِنَ الْجِبَالِ وَالطَّيْرِ﴾ ﴿لَهُ أَوَّابٌ﴾ ﴿۱۹﴾ ﴿رَجَاعٌ إِلَى طَاعَتِهِ بِالتَّسْبِيحِ﴾ ﴿وَشَدَدْنَا مَلَكَهُ﴾ ﴿قُوْنَانَهُ بِالْحَرَسِ وَالْجُنُودِ كَانَ يَحْرُسُ مِحْرَابَهُ كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلَاثُونَ أَلْفَ رَجُلٍ﴾ ﴿وَأَتَيْنَهُ الْحِكْمَةَ﴾ ﴿النَّبُوَّةَ وَالْإِصَابَةَ فِي الْأُمُورِ﴾ ﴿وَفَصَّلَ الْخَطَابَ﴾ ﴿۲۰﴾ ﴿الْبَيَانَ الشَّافِي فِي كُلِّ قَضْدٍ﴾ ﴿وَهَلْ﴾ ﴿مَعْنَى الْإِسْتِفْهَامِ هُنَا التَّعْجِيبُ وَالتَّشْوِيقُ إِلَى اسْتِمَاعِ مَا بَعْدَهُ﴾ ﴿اتَّكَ﴾ ﴿يَا مُحَمَّدُ﴾ ﴿نَبِيُّ الْخَصْمِ﴾ ﴿وَقَدْ لَدَّ﴾ ﴿إِذْ تَسُورُوا الْمِحْرَابَ﴾ ﴿۲۱﴾ ﴿مِحْرَابَ دَاوُدَ أَي مَسْجِدَهُ حَيْثُ مَنَعُوا الدُّخُولَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ لِشَغْلِهِ بِالْعِبَادَةِ أَي خَبَرَهُمْ وَقَصَّتْهُمْ﴾ ﴿إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ﴾ ﴿نَحْنُ﴾ ﴿خَصْمُكَ﴾ ﴿قِيلَ فَرِيقَانِ لِيُطَاقَ مَا قَبْلَهُ مِنْ ضَمِيرِ الْجَمْعِ وَقِيلَ ائْتَانُ وَالضَّمِيرُ بِمَعْنَاهُمَا وَالْخَصْمُ يُطْلَقُ عَلَى الرَّاحِدِ أَكْثَرَ وَهُمَا مَلَكَانِ جَاءَ فِي صُورَةِ خَصْمَيْنِ وَقَعَ لَهُمَا مَا ذُكِرَ عَلَى سَبِيلِ الْفَرَضِ لِتَسْبِيهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى مَا وَقَعَ مِنْهُ وَكَانَ لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ امْرَأَةً وَطَلَبَ امْرَأَةً شَخِصَ لَيْسَ لَهُ غَيْرَهَا وَتَزَوَّجَهَا وَدَخَلَ بِهَا﴾ ﴿بَغْيٌ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تَشْطَطْ﴾ ﴿تَجَرَّ﴾ ﴿وَاهْدِنَا﴾ ﴿أَرْشِدْنَا﴾ ﴿إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ﴾ ﴿۲۲﴾ ﴿وَسَطِ الطَّرِيقِ الصَّوَابِ﴾ ﴿إِنَّ هَذَا أَخِي﴾ ﴿لَقَدْ﴾ ﴿أَي عَلَى دِينِي﴾ ﴿لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعِجَةً﴾ ﴿يُعَبِّرُ بِهَا عَنِ الْمَرَاةِ﴾ ﴿وَلِي نَعِجَةٌ وَاحِدَةٌ﴾ ﴿لَقَدْ﴾ ﴿قَالَ أَكْفَلْنِيهَا﴾ ﴿اجْعَلْنِي كَأَقْلَامِهَا﴾ ﴿وَعَزَّنِي﴾ ﴿غَلْبَنِي﴾ ﴿فِي الْخَطَابِ﴾ ﴿۲۳﴾ ﴿أَي الْجِدَالِ وَأَقْرَبُ الْأَخْرُ عَلَى ذَلِكَ﴾ ﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعِجَتِكَ﴾ ﴿لِيَضْمُهَا﴾ ﴿إِلَى نَعِجَتِهِ﴾ ﴿وَأَنْ كَثِيرًا مِنَ الْخَلَاطِ﴾ ﴿الشُّرَكَاءِ﴾ ﴿لِيَبْنِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ﴾ ﴿مَا لِيَاكِيدُ الْقِيلَةَ فَقَالَ الْمَلَكَانِ صَاعِدَيْنِ فِي صُورَتَيْهِمَا إِلَى السَّمَاءِ قَضَى الرَّجُلُ عَلَى نَفْسِهِ فَنَتَبَّهَ دَاوُدَ فَقَالَ

تعالیٰ ﴿ووطن﴾ ای اَیْقَن ﴿داود انما لعداۃ﴾ اَوْ لَعْنَاهُ فِی لَعْنَةِ اٰی بَلِیَّةٍ بِمُحَبَّةٍ لِّلْکِ التَّمْرِ اَللّٰهُمَّ اسْتَغْفِرْ رِبِّہٖ
 وَحَصْرًا کَمَا ﴿اٰی سَاجِدًا﴾ وَاٰنَاب السَّجْدَ (۲۴) لَفَفَرْنَا لَہٗ ذٰلِکَ ط وَاٰن لَہٗ عِنْدَنَا لَزْلَفٰی ﴿اٰی زِیَادَةُ خَیْرٍ فِی
 الدُّنْیَا﴾ وَحَسَن مَّاب (۲۵) ﴿مَرَجِعِ فِی الْاٰخِرَةِ﴾ بِدَاوِد اَنَا جَعَلْتُکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ﴿تَدْبِرُ اَمْرَ النَّاسِ﴾
 ﴿فَاَحْکُم بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی﴾ اٰی هُوٰی النَّفْسِ ﴿فَلِیَضْلُکَ عَنِ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ اٰی عَنِ
 الدَّلٰیْلِ الدَّلٰلَةِ عَلٰی تَوْحِیْدِہٖ ﴿اِنَّ الدِّیْنَ یَضِلُّونَ عَنِ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ اٰی عَنِ الْاِیْمَانِ بِاللّٰهِ ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ﴾
 بِمَا نَسُوا ﴿یَنْسِیَانِهِمْ﴾ یَوْمَ الْحِسَابِ (۲۶) ﴿الْمُتَرَتَّبِ عَلَیْہِ تَرٰکِبُهُمُ الْاِیْمَانَ وَلَوْ اٰیْقَنُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ
 لَاْمِنُوْا فِی الدُّنْیَا﴾

﴿ترجمہ﴾

یہ راہ نہیں دیکھتے (یعنی کفار کہہ، بنظر بمعنی منتظر ہے) مگر ایک چیخ کی (مرا داس سے نفعی قیامت ہے جس میں ان پر عذاب نازل
 ہوگا) جسے کوئی پھیر نہیں سکتا (فواق..... ا..... فاء مفتوحہ و مضمومہ دونوں کے ساتھ ہے، جس کے معنی رجوع ہے) اور بولے (جب
 ”فاما من اوتی کتابہ بیمنہ“ نازل ہوئی) اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہمیں جلد دے دے (یعنی ہمیں ہمارا نامہ اعمال جلدی
 دیدے..... ۲.....) حساب کے دن سے پہلے (یہ بات ان لوگوں نے بطور استہزاء کہی تھی، اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا) تم ان کی باتوں پر صبر
 کرو اور ہمارے بندے داؤد قوت والے کو یاد کرو (وہ عبادت کی قوت رکھتے تھے، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے، نصف
 رات قیام کرتے اور تہائی رات آرام کرتے اور پھر رات کے چھٹے حصہ میں عبادت کرتے..... ۳.....) بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے
 (رضائے الہی کی طرف، او اب کے معنی رجوع کرنے والا ہے) اور بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر کر دیئے کہ تسبیح کرتے (اس کی
 تسبیح کے ساتھ) شام کو (عشاء کی نماز کے وقت) اور سورج چمکتے (یعنی چاشت کی نماز کا وقت سورج نکلنے سے خوب چمکنے تک ہے
 ۴.....) اور (ہم نے مسخر کر دیئے) پرندے جمع کئے ہوئے (اس کے حضور کہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے..... ۵.....، محشورہ بمعنی
 مجموعہ ہے) سب (یعنی پہاڑ اور پرندے) اس کے فرمانبردار تھے (تسبیح کرنے میں اس کی اطاعت کی طرف رجوع کرنے والے
 تھے) اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا (حفاظت کے ذریعے ہر شب تیس ہزار مردوں کا لشکر آپ ﷺ کے محراب کی حفاظت کیا کرتا
 تھا..... ۶.....، شددنا بمعنی قوی بنا ہے) اور اسے حکمت (یعنی نبوت اور کاموں میں درستی..... ۷.....) اور قول فیصل دیا (یعنی ہر مقصد
 میں کام آنے والا بیان ثانی دیا..... ۸.....) اور کیا (یہاں استفہام سے مقصود ما بعد کلام کو بغور سننے کا شوق دلانے اور اس معاملے کے
 تعجب خیز ہونے کو بیان کرنا ہے) تمہیں (اے محبوب ﷺ) اس دعویٰ والوں کی بھی خبر آئی جب وہ دیوار کو دکھراہ محراب میں آئے (داؤد
 ﷺ کی محراب یعنی ان کی مسجد میں چونکہ آپ ﷺ عبادت میں مشغول تھے اس لیے ان کے حضور ان افراد کو داخل ہونے سے روک دیا
 گیا..... ۹.....، نبا بمعنی خبر ہے) جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو ان سے گھرا گیا انہوں نے عرض کیا ڈریئے نہیں (ہم کو وہ خصم
 ہیں) کہا گیا ہے کہ خصمان بمعنی فریقان ہے، تاکہ یہ قابل مذکور ضمیر جمع کے مطابق ہو جائے اور کہا گیا ہے خصمان ثننیہ ہے اور ضمیر
 جمع بمعنی ثننیہ ہے، الخصم اس کا اطلاق واحد اور اکثر پر ہوتا ہے، یہ دونوں آنے والے حضرات فرشتے تھے جو دو فریقوں کی صورت میں
 آئے تھے اور انہوں نے یہ معاملہ فرضی طور پر اس لیے بیان کیا تھا تاکہ جس عمل کا وقوع آپ ﷺ سے ہوا تھا اس پر آپ ﷺ کو متنبیہ ہو
 جائے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت داؤد ﷺ کی ننانوے بی بیوں اور ایک شخص کی فقط ایک بیوی تھی، آپ ﷺ نے اس سے اس کی

بیوی کو طلب کیا اور بعد از طلاق و عدت آپ ﷺ نے اس سے نکاح فرمایا اور اس سے محبت کر لی (تو ہم میں سچا فیصلہ فرمادیجئے اور خلاف حق نہ کیجئے) (تشطط بمعنی تجسر ہے) اور ہمیں سیدھی راہ بتائیے (مسواء الصراط کا معنی درست درمیانی رستہ ہے، معنی ارشادنا ہے) بیشک یہ میرا (دینی) بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنیاویاں ہیں (دنیوی کہہ کر مراد بیوی لی گئی ہے.....) اور میرے پاس ایک دنیوی اب یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے حوالے کر دے (مجھے اس کا کلیل بنا دے) اور بات میں (یعنی اس جھگڑے میں) مجھ پر زور ڈالتا ہے (مجھ پر غالب آنا چاہتا ہے دوسرے نے اس کا اقرار کر لیا) فرمایا بے شک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے تیری دنیوی کا سوال کر کے (کہ اس کو ملا کے) اپنی دنیویوں کے ساتھ اور بیشک اکثر شرکاء (الخلطاء بمعنی الشرکاء ہے) ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور وہ بہت تھوڑے ہیں (قلیل ما میں تاکید قلت کے لیے ہے، دونوں فرشتے آسمان کی طرف اپنی صورتوں میں یہ کہتے بلند ہو گئے کہ اس بندے نے خود اپنے ہی خلاف فیصلہ سنایا یہ معاملہ دیکھ کر حضرت داؤد علیہ السلام تھمیر ہو گئے، اللہ ﷻ فرماتا ہے) اب داؤد سمجھا (انہیں یقین ہو گیا) ہم نے اس کی جانچ کی تھی (یعنی اس عورت کی محبت کے ذریعے ہم نے انہیں آزمائش میں مبتلا فرمایا تھا) تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا..... (راکعاً بمعنی مساجدا ہے) اور جوع لایا تو ہم نے اسے معاف فرمایا..... بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرورت قرب ہے (یعنی دنیا میں مزید بھلائیاں ہیں) اور اچھا ٹھکانہ ہے (آخرت میں معاف بمعنی مرجع ہے) اے داؤد بیشک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا (تو لوگوں کے امور کی تدبیر کرتا ہے) تو لوگوں میں سچا حکم کرا اور خواہش (یعنی خواہش نفسانی) کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی (یعنی ان دلائل سے بہکا دے گی جو وحدانیت باری ﷻ پر دلالت کرتے ہیں) بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بھگتتے ہیں (یعنی اللہ ﷻ پر ایمان لانے سے) ان کے لیے سخت عذاب ہے ان کے بھول جانے کے سبب (بمانسوا بمعنی بنسیا نھم ہے) حساب کے دن کو (ان کو ایمان نہ لانا اس دن کو بھول جانے پر مرتب ہوا ہے) اگر وہ حساب کے دن پر یقین رکھتے تو ضرور دنیا میں ایمان لے آتے۔

﴿قر گیب﴾

﴿وما ينظر هولاء الا صبيحة واحدة مالها من فواق﴾

و: متانفہ، ما ينظر: فعل نفی، هولاء: فاعل، الا: اداة حصر، صبيحة: موصوف، واحدة: صفت اول، ما: مشابہ بلیس، لها: بظرف مستقر خبر مقدم، من: جار زائد، فواق: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿وقالوا ربنا عجل لنا قطننا قبل يوم الحساب﴾

و: متانفہ، قالوا: قول، ربنا: نداء، عجل: فعل امر بافعل، لنا: بظرف لغو، قطننا: مفعول، قبل يوم الحساب: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بانتهاء، ملکر مقول، ملکر جملہ قولیہ متانفہ۔

﴿اصبر على ما يقولون واذكر عبدنا داود ذا الاید انه اواب﴾

اصبر: فعل امر بافعل، على: جار، ما يقولون: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اذکر: فعل امر بافعل، عبدنا: مبدل منہ، داود: موصوف، ذا الاید: صفت، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انه: حرف مشبہ و اسم، اواب: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انا مسخرنا الجبال معه يسبحن بالعشى والاشراق﴾

انا: حرف مشبہ و اسم، مسخرنا: فعل بافعل، الجبال: ذو الحال، معه: ظرف متعلق بمخروف حال اول، يسبحن: بالاعشى

والاشراق: جملہ فعلیہ حال ثانی، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الطیر: ذوالحال، محشورۃ: حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، کل مبتدأ، له او اب: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿و شد دنا ملکہ و اتینہ الحکمۃ و فصل الخطاب﴾

و: عاطفہ، شد دنا ملکہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اتینتہ: فعل بافاعل ومفعول اول، الحکمۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، فصل الخطاب: معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و وهل اتک نبوا الخصم اذ تسوروا المحراب﴾ اذ دخلوا داود ففزع منهم﴾

و: متانفہ، هل جرف استفہام، اتک: فعل ومفعول، نبوا: مضاف، الخصم: مضاف الیہ مفعول، مضاف محذوف "تحاکم" کیلئے "ای نبأ تحاکم الخصم، "تحاکم": مصدر مضاف بافاعل، اذ: مضاف، تسوروا المحراب: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مبدل منہ، اذ: مضاف، دخولوا داود: جملہ اسمیہ، "تحاکم": مصدر مضاف بافاعل، اذ: مضاف، تسوروا المحراب: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مبدل منہ، اذ: مضاف، دخولوا داود: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، فزع منهم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر ظرف، تحاکم الخصم: مصدر مضاف اپنے متعلقات سے، ملکر شبہ جملہ ہو کر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿قالوا لا تخف خصمن بغی بعضنا علی بعض﴾

قالوا: قول، لا تخف: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ متانفہ، خصمن: موصوف، بغی بعضنا: فعل بافاعل، علی بعض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدأ محذوف "نحن" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاحکم بیننا بالحق ولا تشطط واهدنا الی سواء الصراط﴾

ف: نصیجیہ، احکم بیننا بالحق: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تشطط: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اهدنا: فعل امر بافاعل ومفعول، الی سواء الصراط: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان هذا اخی له تسع وتسعون نعجة ولی نعجة واحده﴾

ان: حرف شبہ، هذا: مبدل منہ، اخی: بدل، ملکر اسم، له: ظرف مستقر خبر مقدم، تسع: و معطوف علیہ، و: عاطفہ، تسعون: معطوف، ملکر تمیز، نعجة: تمیز، ملکر مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لی نعجة واحده: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فقال اکفلینیہا وعزنی فی الخطاب﴾

ف: عاطفہ، قال قول، اکفلینیہا: فعل ماضی بافاعل ومفعول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، عزنی: فعل بافاعل ومفعول، فی الخطاب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال لقد ظلمک بسؤال نعجتک الی نعاجہ﴾

قال: قول، لام: تاکید، قد: تحقیق، ظلمک: فعل بافاعل ومفعول، بسؤال نعجتک: ظرف لغو اول، الی نعاجہ: ظرف مستقر، فعل محذوف "لیضمہا" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے جواب قسم ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وان كثيرا من المخلطاء لیبغی بعضهم علی بعض الا الذین امنوا و عملوا الصلحت و قليل ما هم﴾
 و: عاطفہ، ان حرف مشبہ، كثيرا موصوف، من المخلطاء: ظرف مستقر صفت، مکر اسم، لام: تاکیدیہ، یعنی فعل، بعضهم: مستثنیٰ
 منہ، الا باداة استثناء، الذین امنوا و عملوا الصلحت: موصول صلہ، مکر مستثنیٰ، مکر ذوالحال، و: حالیہ، قليل خبر مقدم
 بما: زائدہ، ہم: مبتدأ مؤخر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر حال، مکر فاعل، علی بعض: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔
 ﴿وظن داود انما فتنه فاستغفر ربه و خروا کما و اناب﴾ ففقرنا له ذلك۔

و: عاطفہ معطوف علی محذوف "قال الملكان قضی الرجل علی نفسه فتنیه" ظن داود: فعل و فاعل، انما حرف مشبہ
 و ما کافہ، فتنه: جملہ فعلیہ مفعول، مکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، استند فـ ر: فعل با فاعل و مفعول، مکر جملہ
 فعلیہ، و: عاطفہ، خسر فعل "هو" ضمیر ذوالحال، را کما: حال، مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اناب: فعل با فاعل، مکر جملہ
 فعلیہ، ف: عاطفہ، غفرنا له ذلك: فعل با فاعل و ظرف لغو مفعول، مکر جملہ فعلیہ۔
 ﴿وان له عندنا لزلقی و حسن ماب﴾

و: عاطفہ، ان حرف مشبہ، له: ظرف مستقر خبر مقدم، عندنا: ظرف متعلق حال مقدم، لام: تاکیدیہ، زلفی: معطوف
 علیہ، و: عاطفہ، حسن ماب: معطوف، مکر ذوالحال، مکر اسم مؤخر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿ید اود انا جعلنک خلیفة فی الارض﴾
 ید اود: نداء، انا: حرف مشبہ و اسم، جعلنک: فعل با فاعل و مفعول، خلیفة: موصوف، فی الارض: ظرف مستقر صفت، مکر مفعول،
 ثانی، مکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر مقصود بالنداء، مکر جملہ ندائیہ متانفہ۔

﴿فاحکم بین الناس بالحق و لا تتبع الهوی فیضلک عن سبیل اللہ﴾
 ف: فصیحیہ، احکم: فعل امر "انت" ضمیر مستتر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، مکر فاعل، بین الناس: ظرف، مکر جملہ
 فعلیہ، و: عاطفہ، لا تتبع الهوی: فعل نہی با فاعل و مفعول، مکر جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، یضلک: فعل با فاعل و مفعول، عن سبیل
 اللہ: ظرف، مکر جملہ فعلیہ جواب نہی واقع ہے۔

﴿ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لهم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب﴾
 ان: حرف مشبہ، الذین یضلون عن سبیل اللہ: موصول صلہ، مکر اسم، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب شدید: مرکب توصیفی
 ذوالحال، بما نسوا یوم الحساب: ظرف مستقر حال، مکر مبتدأ مؤخر، مکر جملہ اسمیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

فواق کے معنی و مطالب کی تحقیق:

۱..... اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿مالها من فواق﴾ جسے کوئی پھیرنے والا نہیں (س: ۱۰)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ جسے کوئی دنیا
 کی طرف رجوع کرنے والا نہیں۔ اوٹنی کے دو مرتبہ دودھ دینے کے درمیانی وقت کو فواق کہتے ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اوٹنی کو
 دو اوقات دودھ دینے کے درمیانی وقت میں چھوڑ دینا۔
 (المفردات، ص ۳۸۹)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص پہاڑوں کی گھاٹیوں میں سے گزرا جس
 میں بیٹھے پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا، اس پانی کی لذت کی وجہ سے اس کو وہ چشمہ اچھا لگا، اس نے دل میں کہا: کاش! میں لوگوں کے

درمیان سے نکل جاؤں اور اسی گھائی میں رہوں اور میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت لئے بغیر ہرگز ایسا نہیں کروں گا، پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم ایسا نہ کرو، کیونکہ تم میں سے کسی ایک کا اللہ کی راہ میں ٹھہرنا، اپنے گھر میں ستر سال نماز پڑھنے سے افضل ہے، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے اور تم کو جنت میں داخل کر دے، اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جس شخص نے اونٹنی کے فواق (دودھ دوہنے کے وقت) کے برابر بھی اللہ کی راہ میں قتال کیا اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔“

(سنن الترمذی، فضائل جہاد، باب: ما جاء فی فضل الغدو والروح فی سبیل اللہ، رقم: ۱۶۵۶، ص ۵۰۵)

☆..... سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے فواق ناقہ کی مقدار کے مطابق اعتکاف کیا وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے ایک گردن آزاد کروائی۔“

(روح البیان، ج ۸، ص ۱۶، بحوالہ تلخیص الحبین)

موت کی تمنا کرنے کے تحت کفار کے تیسرا شعبے کا بیان:

۲..... ماقبل رکوع میں کفار کے دو شعبہات بیان کیے ہیں، یہ تیسرا شعبہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے امر میں جلدی چاہی۔ عام طور سے مصائب و آلام سے بچ کر بعض لوگ موت کی تمنا کرتے ہیں، یونہی بعض دنیاوی ناکامیوں کی وجہ سے بھی موت کی آرزو کرتے ہیں جس کی ممانعت احادیث طیبہ میں موجود ہے۔

☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہو تو وہ یوں کرے: اے اللہ! جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لئے موت بہتر ہو تو موت عطا کر۔“ (صحیح البخاری، کتاب المرض، باب: تمنی المریض الموت، رقم: ۵۶۷۱، ص ۱۰۰۴)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے، اگر وہ نیک شخص ہے تو ہو سکتا ہے کہ نیکیاں زیادہ کر لے اور بدکار ہے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ کر لے۔“

(صحیح البخاری، کتاب التمنی، باب: ما یکرہ من التمنی، رقم: ۷۲۳۵، ص ۱۲۴۶)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے، جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور زندگی مومن کی صرف نیکیوں کو زندہ کرتی ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب: کراہة تمنی الموت، رقم: (۶۷۱۴)/۲۶۸۲، ص ۱۳۲۰)

بعض مواقع ایسے بھی ہیں کہ جہاں موت کی تمنا کرنا مستحسن ہوتا ہے، مثلاً جب کوئی اللہ جل جلالہ کی ملاقات کے شوق میں موت کی تمنا کرے یا حصول شہادت کے لئے موت کی آرزو کرے، چنانچہ اس خواہش کے پیش نظر موت کی تمنا کرنا نہ صرف جائز بلکہ باعث ثواب و اجر و انعام کا پیش خیمہ ہے۔ ذیل میں اسی موضوع کی مناسبت سے احادیث طیبہ ذکر کی جاتی ہیں:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا گیا: ”اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ مومنوں کو یہ پسند نہیں ہے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں اور یہ بات نہ ہوتی کہ میں ان کے لئے سواریاں مہیا نہیں کر سکتا تو میں کسی ایسے لشکر کے پیچھے بیٹھتا نہ رہتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے جاتا اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے یہ محبوب ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں۔“ (صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب: تمنی الشهادة، رقم: ۲۷۹۷، ص ۴۶۳)

☆..... حضرت زید بن اسلم نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی: ”اے اللہ! مجھے

اپنے راستے میں موت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول کے شہر میں موت عطا کروئے۔“

(صحیح البخاری، کتاب فضائل مدینة، باب: کراهیة النبی ﷺ، رقم: ۱۸۹۰، ص: ۳۰۴)

☆..... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جو اللہ سے ملاقات کرنے کو محبوب رکھتا ہے، اللہ بھی اس سے ملاقات کرنے کو پسند فرماتا ہے اور جو اللہ ﷻ سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ ﷻ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔“ حضرت عائشہ یا آپ ﷺ کی کسی زوجہ نے کہا: بیشک ہم موت کو ناپسند کرتے ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”یہ بات نہیں ہے، لیکن جب مومن کے پاس موت آتی ہے تو اس کو اللہ ﷻ کی رضا اور اس کی کرامت کی بشارت دی جاتی ہے پھر مومن کو موت کے بعد ملنے والے انعامات سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی، سو وہ اللہ ﷻ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے تو اللہ ﷻ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے اور کافر کے پاس جب موت آتی ہے تو اس کو اللہ ﷻ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے اور اس کو موت کے بعد عیش آنے والے امور سے زیادہ کوئی چیز ناپسند اور ناگوار نہیں ہوتی، وہ اللہ ﷻ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ ﷻ اس سے ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: من احب لقاء اللہ، رقم: ۶۵۰۷، ص: ۱۱۲۸)

حضرت داؤد ﷺ کی دس وجوہ سے فضیلت کا بیان:

۳..... تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے بندے داؤد قوت والے کو یاد کرو بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے اور بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ سخر کر دیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے اور پرندے جمع کئے ہوئے سب اس کے فرمانبردار تھے اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل دیا۔

وہ دس صفات جو اللہ ﷻ نے اپنے بندے داؤد ﷺ کو عطا فرمائیں، وہ کمال سعادت و کامیابی پر منحصر ہیں: (۱)..... اللہ نے سید عالم ﷺ سے فرمایا: ﴿اصبر علی ما یقولون واذکر عبدنا داؤد (ص: ۱۷۷)﴾ یعنی اللہ نے سید عالم ﷺ کو (کافروں کی) اذیتوں پر اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے صبر کی تلقین فرمائی جیسا کہ داؤد ﷺ نے کیا، اور اس میں سیدنا داؤد ﷺ کے کمال درجے کی تعظیم و شرف کا بیان ہے اور اپنے افضل ترین بندہ خاص کو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے سیدنا داؤد ﷺ کی اقتداء کرنا لازم ہوگی۔

(۲)..... سیدنا داؤد ﷺ کے لئے اللہ ﷻ نے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا: ﴿عبدنا داؤد﴾ اور یہ سیدنا داؤد ﷺ کی انتہائی تعظیم کی وجہ سے ہوا، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ معراج کی رات سیدنا محمد ﷺ کی تعظیم کی مثال پائی جاتی ہے جس کے بارے میں قرآن شاہد ہے چنانچہ فرمایا: ﴿سبحن الذی اسرى بعدہ پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندہ خاص کو (الاسراء: ۱)﴾۔ (۳)..... اللہ کا فرمان: ﴿ذا

الابد﴾ یعنی قوت والے ہیں، بندگی کے معاملے میں قوت رکھتے ہیں اور معصیت سے بچتے ہیں، جب اللہ ﷻ نے حضرت داؤد ﷺ کی مدح فرمائی تو ان کی قوت کا ذکر کرنا بھی لازم قرار پایا اور یہ قوت اسی صورت میں عظیم مدح بنے گی جب کہ حضرت داؤد ﷺ وہ اعمال بجالائیں جس کا اللہ ﷻ نے انہیں حکم ارشاد فرمایا اور اس سے باز رہیں جو اللہ نے منع فرمائے اور نبی سے ایسا ہی متصور ہے۔

(۴)..... اللہ کا فرمان: ﴿انہ او اب﴾ یعنی حضرت داؤد ﷺ اپنے تمام ہی امور اللہ ﷻ کی جانب سونپ دیتے تھے۔ (۵)..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعمشی والاشراق (ص: ۱۸)﴾ اس فرمان کی دلیل اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿یا جبال اوبی معہ والطیر اے پہاڑ اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو (سب: ۱۰)﴾ میں ملتی ہے۔ اور

پہاڑ و پرندے ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے۔ (۶)..... اللہ کا فرمان: ﴿والطیر محشورة کل لہ او اب (ص: ۱۹)﴾ صبح کو پرندے حضرت داؤد ﷺ کے گرد جمع ہو جاتے اور ان کے ساتھ تسبیح فرماتے، یہ ابن عباس کا قول ہے۔ (۷)..... اللہ نے فرمایا: ﴿کل

۱۔ او اب کے معنی یہ ہے کہ ہر ایک پہاڑ ہو یا پرند اللہ ﷻ کے حضور حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ مل کر رجوع لانے والے ہوئے۔
 (۸)..... اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ﴾ (ص: ۲۰۰) کے معنی قوی بنا ہے، دینی و دنیاوی اسباب کو کثرت کے ساتھ حاصل کرنے کے لئے مبالغہ کے طور پر "شددنا" کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ (۹)..... اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وَإِنسَاءَ الْحِكْمَةِ﴾ اللہ ﷻ نے انہیں حکمت (نبوت) عطا فرمائی۔ (۱۰)..... اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وَفَصَّلَ الْخُطَابَ﴾ ایسی صفت عطا فرمائی کہ دو فریقین میں خاصیت ان کے فیصلے سے دور ہو جائے اور اپنا مافی الضمیر واضح طور پر بیان کر سکیں۔ (الرازی، ج ۹، ص ۳۷۳ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)
 ☆..... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے تھے، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز تھی، وہ نصف شب تک سوتے، پھر تہائی شب قیام کرتے، پھر رات کے بقیہ چھٹے حصے میں سو جاتے۔"

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: احب الصلوة الی اللہ، رقم: ۳۴۲۰، ص ۵۷۵)

نماز چاشت و اشراق کے فضائل و برکات کا بیان:

۲..... حضرت داؤد علیہ السلام جس طرح رات میں قیام و سبجات کا اہتمام فرماتے بالکل اسی طرح سورج چمکتے وقت بھی اہتمام فرماتے، احناف کے نزدیک نماز چاشت کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال تک یعنی نصف نہار شرعی تک ہے، اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔ نماز اشراق کے فوراً بعد بھی اگر چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ چہارم، باب: سنن و نوافل کا بیان، ج ۱، ص ۶۷۶)
 ☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، پھر وہ طلوع آفتاب تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اس کو حج و عمرہ کا پورا پورا ثواب ملے گا۔"

(سنن الترمذی، کتاب الصلوة، باب: لا صلوة بعد طلوع الفجر الا رکعتین، رقم: ۴۱۹، ص ۱۴۵)

☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے چاشت کی نماز کی بارہ رکعات پڑھیں، اللہ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنا دے گا۔" (سنن الترمذی، کتاب الوتر، باب: ما جاء فی صلوة الضحیٰ، رقم: ۴۷۲، ص ۱۶۰)
 ☆..... حضرت ام ہانی بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر تشریف لے گئیں، اس وقت آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ نے آپ کو پردے سے چھپایا ہوا تھا، حضرت ام ہانی نے کہا: میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ام ہانی بن ابی طالب، آپ ﷺ نے فرمایا: "ام ہانی کو خوش آمدید ہو، فارغ ہو کر آپ نے آٹھ رکعات ادا فرمائیں، امام مسلم کہتے ہیں کہ یہ چاشت کی نماز تھی۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلوة، باب: الصلوة فی الثوب الواحد، رقم: ۳۵۷، ص ۶۳)
 ☆..... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا: "اے ابن آدم! میرے لئے دن کے شروع میں چار رکعات نماز پڑھو، میں دن کے آخر میں تمہارے لئے کافی ہوں گا۔"

(سنن الترمذی، کتاب الصلوة، باب: الصلوة فی الثوب الواحد، رقم: ۴۷۴، ص ۱۶۰)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے چاشت کی دو رکعت کی حفاظت کی اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔" (سنن الترمذی، کتاب الصلوة، باب: ما جاء فی صلوة الضحیٰ، رقم: ۴۷۵، ص ۱۶۰)
 ☆..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے چاشت کی نماز ادا فرماتے تھے حتیٰ کہ ہم کہتے تھے کہ آپ ﷺ اس نماز کو (کبھی) ترک نہ کریں گے اور آپ اس نماز کو ترک کر دیتے تھے حتیٰ کہ ہم کہتے تھے کہ آپ ﷺ (کبھی) اس نماز کو نہیں پڑھیں گے

یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب: الصلوٰۃ فی الثوب الواحد، رقم: ۴۷۷، ص ۱۶۱)

پھاڑوں اور پرندوں کا تسبیحات پڑھنا:

۵..... امام قرطبی فرماتے ہیں: متذکرہ مقام پر اللہ ﷻ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات کا بیان فرمایا کہ ان کے ساتھ پہاڑ تسبیح کرتے، مقال کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کثرت سے ذکر کرنے والے بندے تھے اور ان کے ساتھ پہاڑ بھی ذکر کرنے میں شامل ہو جاتے تھے، اور یہ پہاڑوں کے ذکر کو سمجھتے بھی تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ متذکرہ مقام پر ”بسمٰحٰن بصلیٰن“ ہے۔ یہ معجزہ لوگوں کو دکھاتے اور انہیں (اپنی) پہچان کراتے، محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اجماعی آواز عطا کی گئی تھی سبھی وجہ ہے کہ پہاڑ آپ ﷻ کی آواز سن کر شامل ذکر ہو جاتے اور پرندے بھی آپ ﷻ کے ساتھ ذکر کرتے۔ اللہ نے ان کی تسبیحات کو کائنات میں مسخر فرمادیا اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ مخلوق کے شہادت سے پاک ہے۔ (القرطبی، الجزء: ۲۳، ص ۱۴۰)

سیدنا داؤد علیہ السلام کی ہیبت و حفاظت کا بیان:

۶..... حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام یعنی بادشاہوں میں سب سے زیادہ اقتدار والے تھے۔ آپ کی عبادت گاہ کے ہر رات چھتیس ہزار افراد نگہبان اور محافظ ہوتے تھے۔

☆..... حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے آپ ﷻ کے ایک بڑے آدمی پر کوئی زیادتی کی، پھر وہ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے، جس نے زیادتی کی تھی اس نے اپنے فریق مخالف کے متعلق کہا: اس شخص نے میری ایک گائے غصب کر لی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے پوچھا تو اس نے اس بات کا انکار کیا، پھر آپ ﷻ نے مدعی سے کہا: ”تم گواہ لاؤ“، اس کے پاس کوئی گواہ نہیں تھا، پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے ان دونوں سے کہا: ”ابھی تم چلے جاؤ میں تمہارے معاملے میں غور کروں گا“، وہ دونوں چلے گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے خواب میں یہ وحی فرمائی کہ جس شخص کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے، آپ اس کو قتل کر دیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے سوچا یہ خواب ہے، میں اس معاملے میں جلدی نہیں کروں گا۔ اللہ ﷻ نے دوبارہ ان کو خواب میں وحی فرمائی کہ اس شخص کو قتل کر دیں، پھر تیسری بار بھی یہی حکم ہوا اور نہ اللہ کی طرف سے ان پر عتاب ہوگا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے انہیں بلوا کر فرمایا کہ اللہ نے مجھ پر یہ وحی کی ہے کہ میں تجھ کو قتل کر دوں۔ اس شخص نے کہا: آپ مجھے بغیر گواہ اور بغیر کسی ثبوت کے قتل کر دیں گے؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! میں اللہ کے حکم پر عمل کروں گا، جب اس شخص کو یقین ہو گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے قتل کر دیں گے، جب اس نے کہا: آپ عجلت نہ کریں یہاں تک کہ میں آپ کو اصل واقعہ کی خبر دوں، بیشک اللہ کی قسم! میں نے اس معاملہ میں کوئی جرم نہیں کیا اور نہ اس وجہ سے میں گرفت میں آیا ہوں، بلکہ میں نے اس شخص کے والد کو دھوکے سے قتل کیا تھا، اس وجہ سے مجھے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا۔ (الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۱۶۳، المظہری، ج ۶، ص ۱۲۷)

حکمت کے معانی و مطالب:

۷..... حکمت کی کئی تعریفیں کی جاتی ہیں، ہم ذیل میں کچھ تعریفات ذکر کرتے ہیں:

(۱)..... وہ علم جس میں اشیاء کی حقیقتوں پر بشری طاقت کے اعتبار سے بحث کی جائے، حکمت کہلاتا ہے۔ یہ علم نظری ہوتا ہے اور یہ کسی دوسرے علم کا آلہ نہیں ہوتا۔

(۲)..... حکمت کی تعریف میں یہ قول بھی کیا جاتا ہے کہ مراد وہ قوتِ علیہ عملیہ ہے جو جزیرہ اور بلاد کے درمیان ہوا کرتی ہے، اسی قوت کے افراط کو جزیرہ اور تفریط کو بلادہ کہتے ہیں۔

(۳)..... ابن عباس کے قول کے مطابق قرآن کی حکمت یہ ہے کہ حلال و حرام کی پہچان ہو۔

(۴)..... لغوی اعتبار سے حکمت کے معنی علم و عمل ہے۔

(۵)..... انسان کا اپنی طاقت کے اعتبار سے نفس الامر میں واقع کے مطابق کسی چیز کا حاصل کرنا حکمت کہلاتا ہے۔

(۶)..... ہر وہ کلام جو حکمت کے موافق ہو وہ حکمت ہے۔

(۷)..... ہر وہ کلام جو فضولیات سے مبرا ہو وہ حکمت ہے۔

(۸)..... وہ علم جس میں موجودات خارجیہ کے حوالے سے بحث کی جاتی ہے، جو مادہ سے مجرد ہوں اور ہماری قدرت و اختیار میں نہ ہوں، حکمت الہیہ کہلاتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اشیاء کی حقیقت کے مطابق علم اور پھر عمل ہونا حکمت ہے۔ (التعریفات، ص ۶۱)

☆..... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیدی باندیوں کے پاس گئے تو ایک قیدی عورت اپنا پستان نچوڑ کر ایک بچے کو دودھ پلا رہی تھی، پھر اس نے اپنے بچے کو قیدیوں میں دیکھا تو اس کو اٹھالیا اور اپنے پیٹ کے ساتھ چٹھالیا اور اس کو دودھ پلایا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا: ”تمہارا کیا خیال ہے، کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟“ ہم نے کہا: نہیں، بشرط یہ کہ اس کو آگ میں نہ ڈالنے پر قدرت ہو، آپ نے فرمایا: ”اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے جتنا یہ اپنے بچوں پر رحم کرنے والی ہے۔“ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب: رحمة الولد و تقبیلہ، رقم: ۵۹۹۹، ص ۱۰۵۰)

خطاب فصل کی تفسیر میں مفسرین کرام کے اقوال:

۱..... اللہ جل جلالہ کا فرمان: ﴿و فصل الخطاب﴾ جاننا چاہیے کہ اس عالم میں اجسام کی تین اقسام ہیں۔ (۱)..... وہ اجسام

جو ادراک و شعور سے خالی ہوتے ہیں مثلاً جنادات و نباتات۔ (۲)..... وہ اجسام جو ادراک و شعور رکھتے ہیں لیکن انہیں دوسروں کے

احوال کو پہچاننے کا شعور نہیں ہوا کرتا اور اس میں حیوانات شمار کئے جاتے ہیں، سوائے انسان کے۔ (۳)..... وہ اجسام جو ادراک و شعور

بھی رکھتے ہیں اور دوسروں کے احوال و کردار کو جاننے پہچاننے کا ادراک بھی انہیں ہوتا ہے، مراد اس قسم سے انسان ہیں جو کہ بولنے اور

خطاب کرنے کی قدرت کے پیش نظر دوسروں کے احوال کا پتہ چلا لیتے ہیں، پھر لوگوں میں بھی کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں تاہم بعض تو

ایسے ہوتے ہیں کہ اپنا مافی الضمیر بیان نہیں کر پاتے بلکہ پریشان حال رہتے ہیں، بعض وہ ہوتے ہیں جو اپنا مافی الضمیر کچھ نہ کچھ بیان

کر سکتے ہیں، اور بعض وہ ہوتے ہیں جو غایت درجے کے کمال کے حامل ہوتے ہیں۔ پس ﴿و فصل الخطاب﴾ کا قول اس لئے کیا

کہ دو چیزوں کا آپس میں اختلاط کرنا مقصود نہیں بلکہ ہر ایک خطاب دوسرے سے ممتاز ہے اور یہی وہ آخری کلام ہے جو حضرت

داؤد علیہ السلام کی صفات کے حوالے سے بیان ہوا ہے۔ (الرازی، ج ۹، ص ۳۷۶ وغیرہ)

حجرۃ داؤد علیہ السلام کو پہچاننے والے انسان یا فرشتے:

۱..... مفسرین کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ میں دیوار پھاند کر آنے والے انسان تھے یا

فرشتے؟۔ بعض نے کہا کہ انسان تھے اور کسی معاملے میں ایک دوسرے کے مخالف بھی تھے جب کہ بعض نے کہا کہ انسان نہیں تھے بلکہ

دو فرشتے تھے جو حضرت داؤد علیہ السلام کی نانوائے بیویوں کے باوجود مزید ایک نکاح کرنے کی ضرورت پر متنبہ کرنے آئے تھے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں دو اقوال ہیں: (۱)..... وہ دو فرشتے تھے جو آسمان سے نازل ہوئے تھے اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ

حضرت داؤد علیہ السلام کو اس پر تنبیہ کریں کہ جب ان کے عقد میں پہلے ہی نانوائے بیویاں موجود ہیں تو پھر ان کا کسی سے یہ کہنا نامناسب

ہے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تا کہ میں اس سے نکاح کر لوں۔ (۲)..... وہ دونوں انسان تھے اور دونوں بُری نیت سے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ان کی محراب میں چلے گئے، اور ان کا ارادہ حضرت داؤد علیہ السلام کو قتل کرنے کا تھا، ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام ہونگے تو قتل کرنے میں آسانی ہو جائے گی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لوگوں کی جماعت بیٹھی ہوئی ہے تو انہوں نے جان لیا کہ اب وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے، پس انہوں نے جان چھڑانے کے لئے فی الفور یہ بات گھڑ لی کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے فریق مخالف ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے آئے ہیں اور یہ کہا کہ ان میں سے ایک کے پاس ننانوے دنیاویں ہیں اور دوسرے کے پاس صرف ایک دینی ہے، اس کے باوجود ننانوے دنیاویں والا شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ تمہارے پاس جو ایک دینی ہے وہ بھی مجھے دے دو۔ جو مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ آنے والے فرشتے نہیں بلکہ انسان تھے ان کی طرف سے دلیل یہ ہے کہ اگر وہ فرشتے ہوتے تو ان کا یہ قول جھوٹ ہوتا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے خصم ہیں کیونکہ فرشتوں کی آپس میں خصامت نہیں ہوا کرتی، اسی طرح ان دونوں نے کہا کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، اگر وہ فرشتے تھے تو ان کا یہ قول بھی جھوٹا تھا کیونکہ فرشتے کسی پر زیادتی نہیں کرتے نہ کسی کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، اسی طرح انہوں نے یہ کہا: ”بیشک یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنیاویں اور میرے پاس ایک دینی ہے، اور اب یہ کہتا کہ ایک دینی بھی مجھے دے دے اور مجھ پر باؤ ڈال رہا ہے۔“ اگر فرشتے تھے تو فرشتوں کے پاس دنیاویں نہیں تھیں، نہ ننانوے دنیاویں والا کسی سے ایک دینی مانگ رہا تھا، لہذا اگر دیوار پھاندنے والے فرشتے تسلیم کر لئے جائیں تو فرشتوں کے لئے جھوٹ بولنا لازم آئے گا اور ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ فرشتے محصیت نہیں کرتے۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿عَلَيْهَا مَلَايِكَةٌ غُلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ اس پر طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں (النحر: ۶) ﴿يَسْخَفُونَ بِيَهُمْ مِنْ لَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ اپنے اور اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو (النحل: ۵۰) ﴿لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ﴾ بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کار بند رہتے ہیں (الانبیاء: ۲۷)۔

(الرازی، ج ۹، ص ۲۸۲ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

نسبت مجازی کا استعمال کیوں؟

۱..... قرآن مجید میں ان آیات کو اس معنی پر محمول کرنا کہ فرشتوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے ایک فرضی صورت پیش کر کے صورت مسئلہ کا جواب جاننا چاہا تھا، یہ ان آیات کو مجاز پر محمول کرنا ہے اور جب ان آیات کو حقیقت پر محمول کر کے ان کا صحیح معنی ہو سکتا ہے تو پھر مجاز پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

(المرجع السابق)

مقام مذکورہ میں سجدے کے حکم کا بیان:

۱..... احناف کے نزدیک سورۃ ص کے تحت آیت سجدہ تلاوت کرنے پر سجدہ کیا جائے گا جب کہ امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے یہ سجدہ شکر ہے۔ ہمارے پاس اس موضوع کے متعلق کئی دلائل ہیں جو ہم درج ذیل ذکر کرتے ہیں:

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے سورۃ ص کا سجدہ کیا تھا۔

(دار الفطنی، کتاب الصلوۃ، باب: سجود القرآن، رقم: ۱۴۹۸، ج ۱، ص ۵۳۸)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سید عالم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا، آپ نے سورۃ ص کی تلاوت کی، جب آپ آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ ﷺ نے منبر سے نیچے تشریف لے جا کر سجدہ کیا، اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا، پھر آپ نے

ایک مرتبہ اور اسی آیت کی تلاوت فرمائی، جب آپ اس مقام پر پہنچے تو ہم سب سجدے کے لئے تیار ہوئے، جب آپ نے ہمیں دیکھا تو فرمایا: ”یہ ایک نبی کی توبہ ہے، لیکن میں نے دیکھا کہ تم سجدہ کے لئے تیار ہوئے“، پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور سجدہ کیا اور ہم نے بھی سجدہ کیا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب: السجود فی صلا، رقم: ۱۴۱۰، ص ۲۶۶)

☆..... حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر سورہ ص کی تلاوت کی اور پھر منبر سے نیچے اتر کر سجدہ تلاوت کیا اور پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ (سنن دارالقطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب: سجود القرآن، رقم: ۱۰۵۰۲، ج ۱، ص ۵۳۹)

☆..... سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منبر پر سورہ ص کی تلاوت فرمائی اور نیچے اتر کر سجدہ تلاوت کیا۔ (المرجع السابق)

☆..... ایک صحابی نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب میں دیکھا کہ سورہ ص لکھ رہا ہوں، جب میں سجدہ کے مقام پر پہنچا تو قلم و دوات نے سجدہ کیا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہم قلم و دوات کی بہ نسبت زیادہ سجدہ کرنے کے حقدار ہیں“، پھر آپ نے اسے مسجد میں سورہ ص پڑھنے کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آیت سجدہ کی تلاوت پر سجدہ کیا، اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس حدیث میں دوات و قلم کی جگہ درخت کا ذکر ہے اور اس میں درخت کی اس دعا کا ذکر ہے: ”اے اللہ! مجھ سے اس سجدہ کو اس طرح قبول فرما جس طرح تو نے اس سجدہ کو اپنے بندہ داؤد سے قبول کیا۔“

(سنن الترمذی، کتاب السفر، باب: فی سجود القرآن، رقم: ۵۷۹۰، ص ۱۹۲، بتغییر قلیل)

سیدنا داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات:

۱۲..... حضرت داؤد علیہ السلام کی استغفار کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں:

(۱)..... دو انسان دیوار پھاند کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت گاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی غرض سے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قوی بادشاہ تھے اور ان دونوں کو سزا دینے پر ہر طریقے سے قدرت رکھتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درگزر فرمایا، ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اپنی اس نیکی پر عجب و فخر پیدا ہوا ہو اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استغفار فرمایا اور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رجوع لائے اور اعتراف کیا کہ انہیں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے نیکی کی توفیق ہوئی ہے، پس اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف فرمایا اور ان کے ساتھ درگزر والا معاملہ فرمایا۔

(۲)..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آنے والوں کو سخت سزا دیں، پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کے سامنے کوئی ایسی دلیل قطعی قائم نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے یا کسی اور شرارت کے ارادے سے آئے تھے لہذا ان کو معاف کر دیا اور بلا دلیل سزا دینے کے خیال آنے پر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استغفار فرمایا۔

(۳)..... دو انسانوں نے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور توبہ کی ہو اور حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا ہو کہ وہ بھی ان کے لئے مغفرت و شفاعت کے سوالی ہوں، پس حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے لئے استغفار کیا اور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف فرما دیا۔ امام رازی کہتے ہیں کہ متذکرہ تینوں وجوہ ہو سکتی ہیں اور قرآن میں بہت سی مثالیں ایسی ہیں جب ان آیات کو صحیح معانی پر محمول کیا جاسکتا ہے اور ان اسرائیلی روایات کے حق میں کوئی دلیل قائم نہیں ہے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یا ان کو قتل کرانے، اور اس کی بیوی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زنا کی نسبت کی گئی ہے تو بلا دلیل ایسی فحش اور منکر روایات کی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ نبی کی طرف نسبت کرنا اور یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فحش کاموں کی وجہ سے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغفار فرمایا یقیناً ناجائز اور نادرست ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۸۵)

اغراض:

ہی نفعۃ القیامۃ: سے مراد فتح ثانیہ ہے۔ لہذا نزل: کا بیان شان نزول میں دیکھ لیں۔

ای کتاب اعمالنا: مراد اعمال نامے کا وہ ورق ہے جو غیر کے اعمال درج ہونے سے پاک ہو۔

کان یصوم یوما ویفطر یوما: مراد نفل کے خلاف جہاد کرنا ہے، اس جملے حضرت داؤد علیہ السلام کی قوت و طاقت پر دلیل ہے، کیونکہ نفل بچے کی مانند ہوا کرتا ہے پس اُسے ایک دن روزے و ایک دن افطار کرنے سے زیر کرنا یقیناً عظیم جہاد ہے۔

ویقوم نصف اللیل: یہ بعض نسخوں مثلاً قرطبی، بیضاوی اور ابو مسعود کی روایات کے موافق ہے، اور بعض نسخوں میں یوں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پہلے نصف رات آرام کرتے اور پھر باقی نصف میں تہائی رات قیام اور سوس رات آرام کرتے، اور یہی روایت صحیحین کے موافق ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے نزدیک پسندیدہ روزوں میں سے صوم داؤدی ہے اور پسندیدہ نمازوں میں سے صلوٰۃ داؤدی ہے کیونکہ وہ ایک دن افطار کرتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور اسی طرح نصف رات آرام کرتے اور بقیہ نصف میں سے ایک تہائی قیام اور باقی سوس آرام کرتے ہیں“۔ الی مرضاة اللہ: مرضاة بمعنی الرضا۔

وقت صلاة العشاء: مراد عشاء کا وقت ہے کیونکہ جہاں تک مغرب کی بات ہے تو حضرت داؤد علیہ السلام طلوع شمس وغروب میں نمازوں سے متصل اوقات میں اللہ ﷻ کی یاد فرماتے تھے۔

ثلاثون الف رجل: ابن عباس کے قول کے مطابق تین ہزار سے چھ اوپر مردوں کا لشکر حضرت داؤد علیہ السلام کے محراب کی حفاظت کرتا تھا۔ التعجیب: مخاطب کو تعجب میں مبتلا کرنا مقصود ہے۔

النبوة والاصابة فی الامور: یہ حکمت کی تفسیر میں سے ایک قول ہے، مراد کتاب اللہ کا علم ہے، ایک قول کے مطابق علم فقہ ہے اور ایک قول کے مطابق علم سنت ہے۔

الی استماع ما بعده: کیونکہ سید عالم ﷺ کے لئے مابعد کلام عجیب و غریب ہوگا، اُس دن کیا ہوا آپ جانتے ہیں؟ پھر ہونے والا واقعہ ذکر فرمایا۔ اسی مسجدہ: مراد وہ جگہ ہے جہاں حضرت داؤد علیہ السلام اللہ ﷻ کی عبادت و طاعت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

حيث منعوا الدخول عليه من الباب: مراد وہ دن ہیں جس میں حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی عبادت کرتے تھے اور حارسین کو دروازے میں داخل ہونا منع تھا۔

قبیل فریقان: اس جملے کا بانی اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ داخل ہونے والے دو سے زیادہ تھے، پس اس میں جھگڑنے والے، گواہ اور تعفیہ و تزکیہ کی صورت بیان کرنے والے شامل تھے۔

وقیل النان: اس جملے کا بانی یہ ہے کہ فقط دو مدعی داخل ہوئے تھے۔ وہما ملکین: مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام ہیں۔ علی سبیل العرض: بمعنی تعریض ہے، اس اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے کہ حضرات انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں پھر ان سے سرکشی و جھوٹ کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مقصود یہاں مخاطب پر تعریض کرنا ہے جس میں نہ تو بغاوت کا شائبہ ہے اور نہ ہی جھوٹ کا۔ لتنبیہ داؤد: یعنی حضرت داؤد علیہ السلام سے (نکاح) کے حوالے سے جو معاملہ رونما ہوا۔

وطلب امرأة شخص: مراد حضرت داؤد علیہ السلام کا وزیر اور اربابین حان تھا، پس اور یا کی زوجہ کی طلاق کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اس خاتون سے نکاح کیا جو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ماں تھیں۔

وتزوجها ودخل بها: حضرت داؤد علیہ السلام نے اور یا کے طلاق دینے کے بعد اس کی زوجہ سے نکاح کیا، دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اور یا کو جہاد پر بھیجا اور ان کی شہادت کے بعد ان کی بیوہ سے نکاح کیا، تیسرا قول یہ ہے کہ اور یا نے اس عورت سے

کاح ہی نہیں کیا تھا فقط پیغام بھیجا تھا اور اسی قدر حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی اسی عورت کو پیغام بھیجا اور اس عورت نے حضرت داؤد علیہ السلام سے نکاح کیا۔ ای سا جدا: یعنی رکوع بھی کیا کیونکہ رکوع و سجدہ دونوں ہی تہیت کے لئے (سابقہ ادار) میں شروع تھے۔ ای علی دینی: مراد سنی رشتہ نہیں ہے، کیونکہ حضرات ملائکہ میں تو لیدی معاملہ نہیں پایا جاتا اور نہ ہی ان میں مذکر و مؤنث ہوتا ہے۔

يعبر بها عن المرأة: فرشتوں کو "المرأة" ان کے سکون و معجز کی وجہ سے کہا ہے، جیسا کہ بقرہ و نازقہ کہا جاتا ہے۔
الشرکاء: مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مال خلط کر دیئے، اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ داؤد علیہ السلام ان کے ظاہری دعویٰ کے مطابق ساتھ چلے۔ فضیبہ داؤد: میں اس جانب اشارہ ہے کہ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام پر اس معاملے میں اعتراض کرنا چاہتے تھے۔ تدبر امر الناس: حضرت داؤد علیہ السلام کی ذات میں بیک وقت بادشاہی اور نبوت کے جمع ہونے کا بیان مقصود ہے، پس وہ بادشاہ ہونے کی حیثیت سے اسی طرح فیصلہ کرتے تھے جس طرح ایک نبی فیصلہ کرتا ہے۔
(الصاوی، ج ۵، ص ۱۳۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَابَيْنَهُمَا بَاطِلًا ط﴾ ﴿أَيَّ عَبَثًا﴾ ﴿ذَلِكَ﴾ ﴿أَيَّ خَلْقٍ مَا ذَكَرَ لَا لِشَيْءٍ﴾ ﴿ظَنُّ
الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ﴿مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ﴾ ﴿فَوَيْلٌ﴾ ﴿لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ﴾ ﴿مَنْ نَجَعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ﴾ ﴿مَنْ نَجَعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ﴾ ﴿نَزَلَ﴾ ﴿لَمَّا قَالَ كُفَّارُ مَكَّةَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾
﴿إِنَّا نُعْطِي فِي الْآخِرَةِ مِثْلَ مَا تُعْطُونَ﴾ ﴿وَأَمْ بِمَعْنَى هَمْزَةِ الْإِنكَارِ﴾ ﴿كُتِبَ﴾ ﴿خَبْرٌ مُبْتَدَأٌ مَحذُوفٌ أَيَّ
هَذَا﴾ ﴿انزله اليك مبرك ليدبروا﴾ ﴿وَأَضْلَهُ يَتَدَبَّرُوا أَدْعَمَتِ النَّاءُ فِي الدَّالِ﴾ ﴿أَيْتَهُ﴾ ﴿يَنْظُرُوا فِي مَعَانِيهَا
فَيَوْمِنُوا﴾ ﴿وَلِيَتَذَكَّرَ﴾ ﴿أُولُو الْأَبَابِ﴾ ﴿أَصْحَابُ الْعُقُولِ﴾ ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ﴾ ﴿أَيْتَهُ﴾ ﴿نَعَمْ
الْعَبْدُ﴾ ﴿أَيَّ سُلَيْمَانَ﴾ ﴿أَنَّهُ أَوَّابٌ﴾ ﴿رَجَاعٌ فِي التَّسْبِيحِ وَالذِّكْرِ فِي جَمِيعِ الْأَوَاقَاتِ﴾ ﴿إِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ
بِالْعَشِيِّ﴾ ﴿هُوَ مَا بَعْدَ الزُّوَالِ﴾ ﴿الْصَفْنَتِ﴾ ﴿الْخَيْلُ جَمْعٌ صَافِنَةٌ وَهِيَ الْقَائِمَةُ عَلَى ثَلَاثٍ وَإِقَامَةُ الْآخِرَى
عَلَى طَرَفِ الْحَافِرِ وَهِيَ مِنْ صَفْنٍ يَصْفِنُ صَفْنًا﴾ ﴿الْجِيَادُ﴾ ﴿جَمْعٌ جَوَادٍ وَهُوَ السَّابِقُ الْمَعْنَى أَنَّهُ إِنْ
اسْتَوْقِفَتْ سَكَنَتْ وَإِنْ رُكِبَتْ سَبَقَتْ وَكَانَتْ أَلْفُ فَرَسٍ عُرِضَتْ عَلَيْهِ بَعْدَ أَنْ صَلَّى الظُّهْرَ لِأَرَادَتْهُ
الْجِهَادَ عَلَيْهَا لِعَدْوٍ فَعِنْدَ بُلُوغِ الْعَرَضِ تِسْعَ مِائَةٍ مِنْهَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الْعَصْرَ
فَاعْتَمَّ﴾ ﴿فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ﴾ ﴿أَيَّ أَرَدْتُ﴾ ﴿حُبُّ الْخَيْرِ﴾ ﴿أَيَّ الْخَيْلِ﴾ ﴿عَنْ ذَكَرَ رَبِّي﴾ ﴿أَيَّ صَلَوةِ
الْعَصْرِ﴾ ﴿حَتَّى تَوَارَتْ﴾ ﴿أَيَّ الشَّمْسِ﴾ ﴿بِالْحِجَابِ﴾ ﴿أَيَّ اسْتَتَرَتْ بِهَا يَحْجِبُهَا عَنِ الْأَبْصَارِ﴾ ﴿رَدَّوْهَا
عَلَى﴾ ﴿أَيَّ الْخَيْلِ الْمَعْرُوضَةِ فَرَدَّوْهَا﴾ ﴿فَطَفِقَ مَسْحًا﴾ ﴿بِالسَّيْفِ﴾ ﴿بِالسُّوقِ﴾ ﴿جَمْعُ
سَاقٍ﴾ ﴿وَالْأَعْنَاقِ﴾ ﴿أَيَّ ذَبَحَهَا وَقَطَعَ أَرْجُلَهَا تَقَرُّبًا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى حَيْثُ اسْتَفْتَلُ بِهَا عَنِ الصَّلَوةِ
وَتَصَدَّقَ بِلَحْمِهَا فَعَرُوضَةُ اللَّحْمِ خَيْرٌ مِنْهَا وَأَسْرَعُ وَهِيَ الرِّيحُ تَجْرِي بِأَمْرِهِ كَيْفَ شَاءَ﴾ ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا
سُلَيْمَانَ﴾ ﴿إِبْتَلَيْنَاهُ بِسَلْبٍ مُلْكِهِ وَذَلِكَ لِتَزْوِجِهِ بِأَمْرَأَةٍ هَوِيَهَا وَكَانَتْ تَعْبُدُ الصَّنَمَ فِي دَارِهِ مِنْ غَيْرِ عَلَيْهِ
رَحْمَانٌ مُلْكُهُ فِي خَاتَمِهِ فَنَزَعَهُ مَرَّةً عِنْدَ إِرَادَةِ الْخَلَاءِ وَوَضَعَهُ عِنْدَ إِمْرَأَةِ الْمُسَمَّاةِ بِالْأَمِينَةِ عَلَى عَادَتِهِ

فَجَاءَهَا جِنِّي فِي ضُورَةٍ سُلَيْمَانَ فَآخَذَهُ مِنْهَا ﴿۳۱﴾ وَالْقِيَامَةَ عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ﴿۳۲﴾ هُوَ ذَاكَ الْجِنِّي وَهُوَ صَخْرٌ
 أَوْ غَيْرُهُ جَلَسَ عَلَى كُرْسِيِّ سُلَيْمَانَ وَعَكَفَتْ عَلَيْهِ الطَّيْرُ وَغَيْرَهَا فَخَرَجَ سُلَيْمَانُ فِي غَيْرِ هَيْئَتِهِ فَرَأَاهُ عَلَى
 كُرْسِيِّهِ وَقَالَ لِلنَّاسِ أَنَا سُلَيْمَانُ فَأَنْكُرُوهُ ﴿۳۳﴾ ثُمَّ انَابَ ﴿۳۴﴾ رَجَعَ سُلَيْمَانُ إِلَى مُلْكِهِ بَعْدَ أَيَّامٍ بَانَ وَصَلَ إِلَى
 النِّخَامِ فَلَبَسَهُ وَجَلَسَ عَلَى كُرْسِيِّهِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَبْغِي ﴿۳۶﴾ لَا يَكُونُ ﴿۳۷﴾ لِأَحَدٍ مِنْ
 بَعْدِي ﴿۳۸﴾ أَيُّ سِوَايَ نَحْوَقَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَيُّ سِوَايَ اللَّهُ ﴿۳۹﴾ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۴۰﴾ فَسَخَرْنَا لَهُ الرِّيحَ
 تَجْرِي بِأَمْرِهِ رِجَاءً ﴿۴۱﴾ لَيْسَنَّهُ ﴿۴۲﴾ حَيْثُ أَصَابَ ﴿۴۳﴾ أَرَادَهُ ﴿۴۴﴾ وَالشَّيْطَانِ كُلِّ بِنَاءٍ ﴿۴۵﴾ يَبْنِي الْأَنْبِيَاءَ الْعَجِيبَةَ
 ﴿۴۶﴾ وَغَوَاصٍ ﴿۴۷﴾ فِي الْبَحْرِ لِيَسْتَخْرِجَ الْوَلُؤُوءَ ﴿۴۸﴾ وَآخِرِينَ ﴿۴۹﴾ مِنْهُمْ ﴿۵۰﴾ مَقْرِنِينَ ﴿۵۱﴾ مَشْدُودِينَ ﴿۵۲﴾ فِي
 الْأَصْفَادِ ﴿۵۳﴾ الْقَيْوُودُ بِجَمْعِ أَيْدِيهِمْ إِلَى أَعْنَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُ ﴿۵۴﴾ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ ﴿۵۵﴾ أَعْطِ مِنْهُ مَنْ شِئْتَ ﴿۵۶﴾ أَوْ
 امْسِكْ ﴿۵۷﴾ عَنِ الْأَعْطَاءِ ﴿۵۸﴾ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۵۹﴾ أَيُّ لَا حِسَابَ عَلَيْكَ فِي ذَاكَ ﴿۶۰﴾ وَإِنْ لَهْ عِنْدَنَا لَنْزَلْفَى وَ
 حَسَنَ مَا بَ ﴿۶۱﴾ تَقَدَّمَ مِثْلَهُ ﴿۶۲﴾

﴿ترجمہ﴾

اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار نہ بنائے (باطلا بمعنی عشا ہے) یہ (یعنی مذکورہ اشیاء کو بنانا کچھ نہیں،
 یہ) کافروں (یعنی اہل مکہ) کا گمان ہے تو ویل ہے (ویل ایک وادی کا نام ہے) کافروں کے لیے جہنم کی کہا ہم انہیں جو ایمان لائے
 اور اچھے کام کئے ان جیسا کر دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے یا ہم پر بیزار گاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں (یہ آیت اس وقت
 نازل ہوئی جب کفار مکہ نے مومنین سے کہا ہمیں بھی تمہاری مثل آخرت میں نعمتیں دی جائیں گی، آیت مبارکہ میں ام ہمزہ انکاری کے معنی
 میں ہے، یہ) ایک کتاب ہے (کتاب سے پہلے مبتدا محذوف ہذا موجود ہے) کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ وہ سو
 چیں..... (لیدبروا کی اصل یسدبروا ہے، تاء کا وال میں ادغام کر دیا گیا ہے) اس کی آیتوں کو (کہ وہ اس کے معانی میں غورو
 خوض کریں اور نتیجے کے طور پر ایمان لے آئیں) اور عظیم نصیحت مانیں (یصد کسر بمعنی یسعظ اور اولو الالباب بمعنی اصحاب
 العقول ہے) اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا (جو آپ ﷺ کے بیٹے ہیں) کیا اچھا بندہ (سلیمان علیہ السلام) بیشک وہ بہت رجوع
 لانے والا (تمام ہی اوقات تسبیح اور ذکر اللہ ﷻ کرنے والا تھا) جبکہ اس پر پیش کئے گئے تیسرے پہر کو (یعنی بعد زوال) تین پاؤں پر
 کھڑے چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے (گھوڑے.....) ”صافنات“ صافنہ کی جمع ہے، صافنہ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو
 تین پاؤں پر کھڑا ہو کر چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگاتا ہے، یہ صفت بصفن صفونا سے مشتق ہے) سبک رفتار (”جیاد“ جواد کی
 جمع ہے بمعنی سبک رفتار، معنی آیت یہ ہے کہ وہ گھوڑے ایسے تھے کہ جب انہیں روکا جائے تو ساکن ہو جائیں اور اگر بھگا یا جائے تو انتہائی
 سبک رفتاری کا مظاہرہ کریں، نیز ہزار گھوڑے تھے جو آپ ﷺ کے نماز ظہر پڑھ لینے کے بعد آپ ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے
 ، آپ ان پر سوار ہو کر دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کا ارادہ کتے تھے ابھی ان میں سے نو سو گھوڑے آپ ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے
 سورج عزوب ہو گیا آپ ﷺ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی یہ معاملہ دیکھ کر آپ ﷺ سخت غمگین ہو گئے) تو فرمایا میں نے ارادہ
 کیا (احبت بمعنی اردت ہے) خیر (یعنی گھوڑوں) کی محبت کا اپنے رب کے ذکر (یعنی نماز عصر سے) حتیٰ کہ وہ (یعنی سورج) چھپ
 گیا پردے میں (جس شے کے سبب وہ آگھ سے اوچھل ہوتا ہے اس میں چھپ گیا) انہیں مجھ پر پیش کرو (یعنی جو گھوڑے مجھے پیش کئے

گئے تھے دوبارہ میرے سامنے پیش کرو) تو وہ مسح کرنے لگا (تکوار کے ذریعے) ان کی گد یوں اور گردنوں پر (یعنی قرب الہی حاصل کرنے کے لیے جس چیز نے آپ ﷺ کو نماز سے مشغول کیا تھا آپ ﷺ نے اسے ذبح کر دیا اور ان کے پاؤں کاٹ دیئے اور ان کا گوشت صدقہ کر دیا، اللہ ﷻ نے ان کے عوض آپ ﷺ کو ان گھوڑوں سے زیادہ اچھے اور زیادہ تیز چیز یعنی ہوا عطا فرمادی کہ وہ آپ ﷺ کے حکم کے مطابق جہاں آپ ﷺ چاہتے وہاں چلتی) اور بیشک ہم نے سلیمان کو جانچا (اس کی بادشاہت اس سے لے کر انہیں آزمائش میں مبتلا فرمایا..... ۳..... اور معاملہ اس لیے پیش آیا کہ آپ ﷺ نے ”ہواھا“ نامی ایک عورت سے شادی کر لی، وہ آپ ﷺ کے گھر میں بت کی پوجا کیا کرتی تھی، آپ ﷺ کو اس کا علم نہیں تھا آپ ﷺ کی بادشاہت انگوشی پہننے پر مرتب تھی، ایک مرتبہ رفع حاجت کے لیے جاتے وقت آپ ﷺ نے وہ انگوشی اتاری اور اسے اپنی بیوی امینہ کے پاس رکھوادی پھر ایک جن حضرت سلیمان ﷺ کی صورت میں اس کے پاس آیا اور وہ انگوشی اس سے حاصل کر لی) اور اس کے تخت پر ایک بدن ڈال دیا (یہ وہی جن تھا اس کا نام سحر یا کچھ اور تھا، حضرت سلیمان ﷺ کی کرسی پر بیٹھا، پرندے وغیرہ اس کے گرد جمع ہو گئے حضرت سلیمان ﷺ اپنی معروف بنیت کے برخلاف حالت پر وہاں سے نکلے تو آپ ﷺ نے اس جن کو اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: میں سلیمان ﷺ ہوں تو لوگوں نے نہ مانا) پھر رجوع لایا..... ۴..... (پھر کچھ دنوں کے بعد سلیمان ﷺ نے اپنے ملک کی طرف رجوع کیا یوں کہ آپ ﷺ اپنی انگوشی تک پہنچ گئے اور اسے پہن کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے) عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے اپنی سلطنت عطا کر کہ وہ نہ ہو (لا ینبغی بمعنی لا یکون ہے) میرے بعد کسی کے لیے (یعنی میرے سوا کسی اور کے لیے ایسی سلطنت نہ ہو بعدی بمعنی مساوی جسے کہ ﴿فمن ینہدہ من بعد اللہ﴾ میں بعد بمعنی مساوی ہے) بیشک تو بڑی دین والا ہے تو ہم نے ہو اس کے بس میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی (دحاء بمعنی لین ہے) جہاں وہ چاہتا..... ۵..... (اصاب کے معنی ارادہ کے ہیں) اور دیونس میں کر دیئے ہر معمار (جو بڑی بڑی عمارتیں بناتے) اور غوطہ لگانے والے (سمندر میں سمندر سے موتی نکالنے کے لیے اور ان میں سے) دوسرے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے (یوں کہ ان کے ہاتھ گردنوں کے ساتھ بندھے ہوتے..... ۶..... مفسرین بمعنی مشدود دین ہے اور الاصفاد کے معنی بیڑیاں ہیں اور ہم نے ان سے فرمایا) یہ ہماری عطا ہے تو احسان کرو (اس میں سے جس پر چاہو عطا کرو) یا روک رکھ (عطا کرنے سے) بے حساب کے (یعنی تجھ پر اس بارے میں کچھ حساب نہیں ہے) اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے (اس کی مثل آیت مبارکہ مائل گزر چکی ہے)۔

﴿قر گیب﴾

﴿وما خلقنا السماء والارض وما بینہما باطلا ذلک ظن الذین کفروا﴾

و: متاثرہ، ما خلقنا: فعل نفی و ”نا“ ضمیر ذوالحال، باطلا: حال، ملکر فاعل، السماء: معطوف علیہ، والارض: معطوف اول، وما بینہما: معطوف ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ متاثرہ، ذلک مبتدأ، ظن: مضاف، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فویل للذین کفروا من النار﴾ ام نجعل الذین امنوا و عملوا الصلحت کالمفسدین فی الارض ﴿ف: عاطفہ، ویل: موصوف، من النار: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدأ، للذین کفروا: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ، منقطعہ، نجعل: فعل بافاعل، الذین امنوا و عملوا الصلحت: مفعول اول، کالمفسدین فی الارض: ظرف مستقر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام نجعل المتقين كالفجار﴾ كتب النزلنه اليك مبرك ليدهروا اتيه وليعد كراولوا الالباب﴾.

ام: عاطفہ، نجعل المتقين: فعل بافاعل ومفعول، كالفجار: ظرف مستقر مفعول ثانی، ملكر جملہ فعلیہ، كتب بوصوف، انزلنه: فعل بافاعل ومفعول، اليك: ظرف لغاويل، لام: جار، يدهروا: روايتہ: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرد، ملكر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام: جار، يعد كراولوا الالباب: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرد، ملكر معطوف علیہ، ملكر خبر اول مبتدا محذوف "هذا" کیلئے، مبارک: خبر ثانی، ملكر جملہ اسمیہ۔

﴿ووهبنا لداود سليمان نعم العبد انه اواب﴾.

و: متانفہ، ووهبنا لداود: فعل بافاعل وظرف لغو، سليمان: مفعول، ملكر جملہ فعلیہ متانفہ، نعم: فعل مدح، العبد: فاعل، ملكر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوكر مبتدا محذوف "هو" کیلئے خبر، ملكر جملہ اسمیہ، انه: حرف مشبہ واسم، اواب: خبر، ملكر جملہ اسمیہ۔

﴿اذ عرض عليه بالعشي الصفت الجياد﴾.

اذ: مضاف، عرض عليه: فعل مجہول وظرف لغو، بالعشي: ظرف مستقر حال مقدم، الصفت الجياد: ذوالحال، ملكر نائب الفاعل، ملكر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملكر "اذ كر" فعل محذوف کیلئے ظرف، ملكر جملہ فعلیہ۔

﴿فقال انى احببت حب الخير عن ذكروى حتى توارت بالحجاب﴾.

ف: عاطفہ، قال قول، انى: حرف مشبہ واسم، احببت حب الخير: فعل بافاعل ومفعول، عن ذكروى: ظرف لغو، حتى: جار، توارت بالحجاب: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرد، ملكر ظرف لغو ثانی، ملكر جملہ فعلیہ خبر، ملكر جملہ اسمیہ مقولہ، ملكر جملہ قولیہ۔

﴿وردوها على فطرق مسحا بالسوق والاعناق﴾.

ردوها: فعل امر بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملكر جملہ فعلیہ ہوكر قول محذوف "قال" کیلئے مقولہ، ملكر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، طفق: فعل بافاعل، ملكر جملہ فعلیہ فعل محذوف، "ردوها" پر معطوف ہے، مسحا: مصدر بافاعل، بالسوق والاعناق: ظرف لغو، ملكر مشبہ جملہ ہوكر فعل محذوف "يمسح" کیلئے مفعول مطلق، ملكر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد فتنا سليمان والقينا على كرسية جسدا ثم انا﴾.

و: متانفہ، لام: تسمیہ، قد: تخبیثیہ، فتنا سليمان: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، القينا على كرسية جسدا: جملہ فعلیہ معطوف اول، ثم: عاطفہ، انا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملكر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملكر جملہ تسمیہ متانفہ۔

﴿قال رب اغفرلى وهب لى ملكا لا ينفى لاحد من بعدى﴾.

قال: قول، رب: نداء، اغفرلى: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملكر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، هب لى: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملكا بوصوف، لا ينفى: فعل نفي بافاعل، لام: جار، احد بوصوف، من بعدى: ظرف مستقر صفت، ملكر مجرد، ملكر ظرف لغو، ملكر جملہ فعلیہ صفت، ملكر مفعول، ملكر جملہ فعلیہ معطوف، ملكر مقصود بالنداء، ملكر مقول، ملكر جملہ قولیہ۔

﴿انك انت الوهاب﴾.

انك: حرف مشبہ واسم، انت الوهاب: جملہ اسمیہ خبر، ملكر جملہ اسمیہ۔

﴿فسخرنا له الريح تجري بامرہ رخاء حيث اصاب﴾ والشيطين كل بناء وغواص﴾ واخرين مقرنين فى الاصفاد﴾.

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فماستجبنا له دعاء" مسخر نالہ: فعل بافاعل و ظرف لغو، الريح ذو الحال، تجوی: فعل "ہی" ضمیر
ذو الحال، رخاء: حال، ملکر فاعل، حیث اصاب: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الشیطنین: مبدل منہ، کل
بناء و غواص: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اخرین: موصوف، مقولین فی الاصفاد: شبہ جملہ صفت، ملکر معطوف، ملکر صفت، ملکر
بدل، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ہذا عطاونا فامنن او امسک بغیر حساب﴾

ہذا: مبتدا، عطاونا: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر قول محذوف "قلنا له" کیلئے حوالہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: فصیحیہ، امنن: فعل امر بافاعل، ملکر
جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، امسک: فعل امر انت ضمیر ذو الحال، بغیر حساب: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ
معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر كذلك" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وان له عندنا لزلزلی وحسن ماب﴾۔ وان له..... الخ: اسکی ترکیب ما قبل آیت، نمبر، ۲۵، میں گزری۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

قرآن میں غور و فکر کرنے کے محامل:

۱..... نزول قرآن کا مقصد انسان کی فلاح و بہبود ہے، اور فلاح و بہبود اسی کو حاصل ہوگی جو اس پاک کلام میں غور و فکر کرے
گا۔ سید عالم علیہ السلام نے اپنی ظاہری حیات میں قرآن کا پیغام پہنچایا، سید عالم علیہ السلام کی وفات ظاہری کے بعد صحابہ کرام نے قرآن میں غور
و فکر کر کے جاذبیت پیدا کی، ان کے بعد امت کے علماء مشائخ، مفسرین کرام نے اس پاک کلام میں جاذبیت پیدا کرنے کی غرض سے
اس کے دقیق مقامات کو حل کیا، نسخ و منسوخ کو پہچانا، مسائل کا استنباط کیا، الغرض یہ سب کچھ اور مزید بہت کچھ بغیر تدبر کے یقیناً نہیں
ہوا، آج بھی انسان اپنی فلاح و کامرانی کا خواہاں ہے تو اسے قرآن میں تدبر سے کام لیتا ہوگا، اپنی ہمت، کوشش، جہد مسلسل کے ذریعے
اس پاک کلام کے پیغام کو دیگر مسلمانوں میں عام کرنے کے لئے اپنی ہمت کو مزید بیدار کرنا ہوگا۔

☆..... حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "اے حاملین قرآن! قرآن پر عمل کرو، کیونکہ عالم وہ ہے جو علم کے تقاضوں پر عمل کرے اور اس کا عمل ان
کے علم کے موافق ہو اور عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو علم حاصل کریں گے لیکن علم ان کے گلوں کے نیچے سے نہیں اترے گا، ان کی خلوت ان
کی جلوت کے خلاف ہوگی، ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا، وہ مختلف حلقوں میں بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے، حتیٰ کہ ان
میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی پر اس لئے غضبناک ہوگا کہ وہ دوسرے کے پاس کیوں بیٹھا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے اعمال ان کی مجالس
سے اللہ کی پاک بارگاہ تک نہیں پہنچیں گے۔" (کنز العمال، کتاب العلم، باب: التحذیر من علماء السوء، رقم: ۲۹۴۰۵، ج ۵، ص ۱۲۰)

☆..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اس بات پر خوف ہے کہ وہ قرآن
کے صحیح معنی کے خلاف تاویل کریں گے۔" (کنز العمال، کتاب العلم، باب: التحذیر من علماء السوء، رقم: ۲۹۳۹۹، ج ۵، ص ۱۱۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کی تعداد وغیرہ کا بیان:

۲..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بیس گھوڑے ہڈوں والے تھے۔

(الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۱۸۱)

☆..... مقال کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد گرامی کی جانب سے ایک ہزار گھوڑوں کے وارث ہوئے تھے، کسی کے ذہن

میں یہ سوال آسکتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام کسی کو مالی وارث نہیں بناتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان ایک ہزار گھوڑوں کے انتظامی متولی تھے۔ ایک قول کے مطابق آپ کے پاس سوہرے والے گھوڑے تھے۔

(القرطبی، الجزء: ۲۳، ص ۱۷۲)

☆۔ کبھی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل دمشق اور نصیبین سے جنگ کی تھی اور وہاں سے انہیں ہزار گھوڑے ملے تھے۔ متاخر کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے والد گرامی کی میراث سے ایک ہزار گھوڑے ملے تھے، لیکن اس قول کو سید عالم علیہ السلام کی حدیث: "تسحن معشر الانبیاء لا نورث ما تر کنا صدقۃ یعنی ہم حضرات انبیائے کرام کا گروہ کوئی میراث نہیں چھوڑتا، ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے"، رد کرتی ہے۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابراہیم تمیمی سے روایت کیا ہے کہ بیس ہزار پروں والے گھوڑے تھے جن کی حضرت سلیمان علیہ السلام نے کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ عبد بن حمید اور ابن المنذر نے عوف عن الحسن کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ جن گھوڑوں کی حضرت سلیمان علیہ السلام نے کونچیں کاٹیں تھیں وہ پروں والے تھے اور آپ علیہ السلام کے لئے وہ سمندر سے نکالے گئے تھے۔ آپ علیہ السلام سے پہلے اور آپ علیہ السلام کے بعد کسی کے پاس ایسے گھوڑے نہ تھے۔ علامہ بغوی نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بیس ہزار پروں والے گھوڑے تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے نماز ظہر پڑھائی اور پھر اپنی کرسی پر تشریف فرما ہو گئے اور وہ گھوڑے آپ علیہ السلام پر پیش کئے جانے لگے۔ آپ علیہ السلام پر نو سو گھوڑے پیش کئے گئے تو آپ علیہ السلام کو نماز عصر یاد آئی لیکن اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اور نماز کا وقت گزر چکا تھا لیکن آپ علیہ السلام کے رعب دہیت کے سبب کسی نے آپ علیہ السلام کو نماز کے بارے میں آگاہ نہ کیا، آپ کو نماز کا وقت فوت ہو جانے کا بہت صدمہ ہوا۔

(المظہری، ج ۶، ص ۱۳۸)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک گول میدان تھا جس میں وہ گھوڑوں کا مقابلہ کرایا کرتے تھے، حتیٰ کہ جب وہ گھوڑے دوڑ نکلیں ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور اس کا معنی یہ نہیں کہ سورج عائب ہو گیا اور ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا، کیونکہ اس آیت پاک میں پہلے سورج کا ذکر نہیں ہے کہ اس کی طرف ضمیر لوٹائی جائے البتہ گھوڑوں کا ذکر ہے، اس لئے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ گھوڑے ان کی نظر سے عائب و اوجھل ہو گئے اور نحاس کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نماز ادا کر رہے تھے تو ان کے پاس مال غنیمت سے حاصل شدہ گھوڑے لائے گئے تاکہ وہ ان کا معائنہ کریں، حضرت سلیمان علیہ السلام اس وقت نماز میں مشغول تھے، انہوں نے اشارہ کیا کہ ان گھوڑوں کو ان کے اصطلیل میں پہنچا دیا جائے، حتیٰ کہ وہ گھوڑے ان کی نظر سے اوجھل ہو گئے اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ان گھوڑوں کو دوبارہ لاؤ" پھر آپ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور آپ علیہ السلام کا ان کی گردنوں پر ہاتھ پھیرنا ان کے اکرام کے لئے تھا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر کوئی بڑا اور باوقار شخص گھوڑے کی گردن اور پنڈلی پر ہاتھ پھیرے تو یہ اس کے مقام و وقار کے خلاف بات نہیں ہوتی۔

امام قشیری کہتے ہیں جس وقت میں حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں میں مشغول ہوئے تھے وہ وقت نہ تو نماز ظہر کا تھا اور نہ ہی نماز عصر کا تھا بلکہ وہ گھوڑوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے نقلی نماز ادا کرنے سے رہ گئے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام معزز شخص تھے، اور انہوں نے فرض یا نقل کے بھول جانے کا ذکر کسی سے نہیں کیا بلکہ تاخیر نماز کو مباح خیال فرمایا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس فوت شدہ نماز کو یاد کر کے آنسو فرمایا اور یوں بارگاہ اقدس میں عرض گزار ہوئے: "انسی احببت حب الخیر عن ذکر ربی"۔ (سید عالم علیہ السلام کی حدیث میں بھی گھوڑے کو خیر فرمایا گیا ہے، درج ذیل روایت نقل کی جاتی ہے)۔

(القرطبی، الجزء: ۲۳، ص ۱۷۳)

☆۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: "گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: ۲۸، رقم: ۲۶۴۴، ص ۶۱۱)

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش ہونا:

سج..... قرآن مجید میں کہیں نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ جل جلالہ نے کس آزمائش میں مبتلا کیا، وہ آزمائش کیا تھی؟ اور آپ علیہ السلام کس طرح آزمائش سے باہر ہوئے؟ ہاں اتنا ضرور ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام اللہ جل جلالہ کی جانب رجوع لائے، اس بارے میں کئی اسرائیلی روایات ہیں جس کے بارے میں تفاسیر بھری پڑی ہیں، کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دن کہا کہ آج رات میں اپنی تمام ازواج (ستر، نوے، نانوںے یا سو) کے پاس جاؤں گا اور ان کے محل سے جہاد میں لڑنے والا مجاہد پیدا ہوگا، اور آپ علیہ السلام نے اپنے کلام کے ساتھ ان شاء اللہ نہ فرمایا، کہا جاتا ہے کہ فقط ایک نامکمل بچہ پیدا ہوا جس کی ایک آنکھ، ایک ہاتھ، ایک پاؤں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا راز ان کی مبارک انگوٹھی میں تھا، ایک مرتبہ آصف بن برخیا نامی جن سے مذاکرہ ہوا وہ کس طرح لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں؟ جن نے کہا کہ حضرت (علیہ السلام) اُسے اپنی انگوٹھی دیں تو بتائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُسے اپنی انگوٹھی عطا فرمادی اور جن نے انگوٹھی سمندر میں پھینک دی جس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت جاتی رہی۔

قرآنہ نے ایک واقعہ یوں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ بیت المقدس کی تعمیر کرائیں اور اس طرح کہ لوہے کی آواز تک نہ سنائی دے، آپ علیہ السلام نے اس طرح بنانے کی کئی تدابیر کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی، پھر آپ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ سمندر میں صحرائی ایک شیطان ہے وہ کسی ترکیب سے بیت المقدس کی اس طرح تعمیر کرا سکتا ہے، اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی دی گئی یا اس کے کندھوں کے درمیان اس انگوٹھی کی مہر لگا دی گئی جس سے وہ بے بس ہو گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت بھی اسی انگوٹھی کی وجہ سے تھی، آپ علیہ السلام نے صحرا کو اس طرح بیت المقدس کی تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس نے اس کی تعمیر شروع کر دی، حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت الخلاء یا حمام میں جاتے تو انگوٹھی اتار کر جاتے تھے، ایک دن آپ علیہ السلام حمام میں جا رہے تھے کہ صحرائی جن آپ علیہ السلام کے ساتھ تھا، اس وقت آپ علیہ السلام غرض غسل کرنے جا رہے تھے، آپ علیہ السلام نے وہ انگوٹھی اتار کر اسے دی اور خود غسل کرنے چلے گئے، اس نے وہ انگوٹھی سمندر میں پھینک دی اور اس شیطان پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل و صورت ڈال دی گئی اور آپ علیہ السلام سے سخت و تاج چھین لیا گیا اور ماسوائے آپ علیہ السلام کی ازواج کے ان سب چیزوں پر شیطان پلید نے قبضہ کر لیا۔ ادھر اس شیطان سے بہت سی ایسی باتیں ظاہر ہونے لگیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے معمولات کے خلاف تھیں، اس زمانے میں بھی ایک صاحب فرست اور صاحب الہام شخص تھے جیسے ہماری امت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں، انہوں نے سوچا کہ یہ شخص حضرت سلیمان علیہ السلام معلوم نہیں ہوتا، انہوں نے اس سے سوالات کئے: "اگر کوئی شخص رات کو جنبی ہو جائے اور سردی کی وجہ سے طلوع آفتاب تک غسل نہ کر سکے تو کوئی حرج تو نہیں؟" اس نے کہا: "کوئی حرج نہیں"۔ صبح چالیس دن تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بیٹھا حکومت کرتا رہا، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے وہ انگوٹھی مل گئی، اس انگوٹھی کو پہنتے ہی آپ علیہ السلام پھر تمام چیزوں پر قابض اور متصرف ہو گئے۔

(روح البیان، ج ۸، ص ۴۵)

اسرائیلی روایات کا رد علامہ زحشری، علامہ رازی، ابوالیمان اندلی، اسماعیل حقی، اور علامہ آلوسی نے کیا ہے جو کہ ہماری نظر سے گزرا۔ ہم علامہ آلوسی اور امام رازی کی تفسیر سے چند نکات درج ذیل ذکر کرتے ہیں:

علامہ ابوالیمان کہتے ہیں کہ اس قسم کے مقالے کو بعض بے دین و گمراہ یہود نے اپنی من مانی گھڑ لیا ہے اور کسی صاحب عقل کے لئے اس کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھنا جائز نہیں ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان نبی کی صورت میں آجائے حتیٰ کہ لوگ اس کو دیکھ کر

یہ سمجھیں کہ یہ نبی ہے اور اگر ایسا ہونا ممکن ہوتا تو کسی نبی پر اعتماد نہ ہوتا اور سب سے فصیح بات یہ ہے کہ ان میں سے بعض روایات میں یہاں تک مذکور ہے کہ شیطان نے نبی کی ازواج سے حالت حیض مباشرت کی باللہ اکبر! یہ بہتان عظیم ہے اور اس حدیث کی حضرت ابن عباس کی جانب نسبت کرنا درست نہیں ہے، اور خواص و عوام میں یہ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت اس انگوٹھی کی وجہ سے تھی اور یہ بات بہت بعید ہے کہ اللہ ﷻ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو ملک عطا کیا تھا اس کی عطا ایک انگوٹھی کے ساتھ مربوط تھی اور اگر اللہ کی یہ عطا اس انگوٹھی کے ساتھ مربوط ہوتی تو اللہ ﷻ اس کا ذکر قرآن میں ضرور فرماتا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سخت بیمار ہو گئے اور وہ جس حال میں اس تخت پر پڑے ہوئے تھے اس سے سنبھلا ہوا ہے کہ ایک بے روح جسم تخت پر پڑا ہوا ہے اور اللہ ﷻ نے انہیں دوبارہ صحت و توانائی عطا فرمائی۔

(روح المعانی، الجزء ۲۳، ص ۲۶۶)

امام رازی کہتے ہیں: درج ذیل نکات سے اسرائیلی روایات کا رد کیا جاتا ہے:

(۱)۔۔۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ شیطان کسی نبی کی صورت میں متشکل ہو سکتا ہے تو پھر شریعت پر کوئی اعتماد ہی نہیں رہتا، کیونکہ لوگوں نے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ، حضرت عیسیٰ روح اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو دیکھا، ہو سکتا ہے کہ وہ حضرات انبیائے کرام نہ ہوں بلکہ شیطان ہی ہوں کہ شیطان نے ان کی صورت بنالی ہو، اور ایسا ماننے کی صورت میں دین کا نقشہ بالکل بگڑ کر رہ جائے گا۔

(۲)۔۔۔۔۔ اگر شیطان حضرت انبیائے کرام کی شکل میں متشکل ہو کر ایسے کام کر سکتا ہے تو پھر عام عابدوں اور زاہدوں کا کیا حال ہوگا، اب شیطان کو اتنی طاقت مل گئی ہے تو پھر اسے چاہیے کہ علماء کو قتل کر دے، ان کی کتب کو دریا برد کر دے یا جلادے، ان کے گھروں کو منہدم کر دے، لیکن جب عام علماء کے ساتھ یہ کاروائی باطل ہے تو پھر دیگر لوگوں کے ساتھ بدرجہ اولیٰ باطل ہونی چاہیے۔

(۳)۔۔۔۔۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ شیطان نبی کی ازواج کے ساتھ بے فعل اختیار کر لے۔

(۴)۔۔۔۔۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیوی جرادہ نے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی اجازت سے بت کی پوجا کی تھی تو یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا کفر ہوگا اور اگر بغیر اجازت سے ایسا ہوا تو یہ گناہ ہے اور اس کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس فتنہ میں مبتلا کیا گیا۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۹۳ وغیرہ)

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی توبہ کا بیان:

۴۔۔۔۔۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کوئی خطا ضرور ہوئی ہے اسی لئے آپ ﷺ نے استغفار کیا، امام رازی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مانا کہ انسان کا ظاہری حال اس بات سے خالی نہیں کہ اس سے کوئی خلاف اولیٰ یا افضل کام رہ جائے اور اس کی وجہ سے وہ اللہ سے مغفرت طلب کرے کیونکہ ابراہیم کی نیکیاں بھی مقررین کے نزدیک برائیوں کے درجے میں ہوا کرتی ہیں۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۹۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہواؤں کو مسخر کر دینا:

۵۔۔۔۔۔ اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر ہونے والے متعدد انعامات کا ذکر کیا گیا ہے، ہوا سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کر دی گئی ہے، سخت تیز ہوا میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سرزمین شام کی جانب چلتی ہیں۔ وہب کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام کی مجلسوں میں پرندے، جنات، انسان سب ہی حاضر خدمت ہوتے تھے جنات و انسان تخت پر تشریف فرما ہوتے جب کہ پرندے اردگرد منڈلاتے، مزید اگلی آیت میں شیاطین کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کا پابند ہونا بھی بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض جنات سمندروں میں غوطہ زن ہوتے اور ہیرے جواہرات نکال نکال کر لاتے اور اس کے علاوہ بھی اعمال شاقہ بجالاتے، شہر

ومحلات بناتے، پانی کی تہہ میں جا کر موتی نکال لاتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے اعمال کی حفاظت کرتے یعنی مملکت سلیمانہ کے امور بجالانے میں معاون و مددگار ہوتے۔

(القرطبی، الجزء: ۱۷، ص ۲۸۱)

حضرت سلیمان علیہ السلام وسید عالم علیہ السلام کی جنات پر حکومت:

۱.....حضرات انبیائے کرام میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خاص طور پر جنات پر حکومت عطا فرمائی گئی، جب کہ سید عالم علیہ السلام بھی جنات پر تصرف کا اختیار رکھتے تھے، بیت المقدس کی تعمیر انہی جنات نے کی ہے اگر ایسا ممکن نہ مانا جائے تو پھر قرآنی آیات کا خلاف لازم آئے گا۔ اللہ نے فرمایا: ﴿یعملون لہ ما یشاء من محاریب و تمائیل و جفان کالجواب و قدور رسیت اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور ننگر دار دیکھیں (سبا: ۱۳)﴾، ﴿ومن الشیطنین من یغوصون لہ و یعملون عملا دون ذلک و کنا لہ حفظین اور شیطانوں میں سے وہ جو اس کے لئے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے (الانبیاء: ۸۲)﴾۔ اسی طرح سید عالم علیہ السلام کو بھی جنات پر تصرف کا اختیار تھا چنانچہ وارد ہوتا ہے:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: ”گزشتہ رات ایک بہت بڑا جن مجھ پر حملہ آور ہوا، تاکہ وہ میری نماز کو فاسد کر دے، پس اللہ نے مجھے اس پر قادر کیا، پس میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں، حتیٰ کہ تم صبح کو اٹھو تو تم سب اس کی طرف دیکھ رہے ہو، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعایا آئی: ”اے میرے رب! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو“، پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: الاسیر او الغریم یربط، رقم: ۴۶۱، ص ۸۰)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے رات شیطان کو دیکھا اور چونکہ شیطان ایک جسم ہے، اس لئے آپ ﷺ کو اس پر قدرت دی گئی، کیونکہ تمام جسموں پر قدرت ممکن ہے، لیکن آپ ﷺ کے دل مبارک میں یہ بات ڈال دی گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو چیز دی گئی ہے اس کو ان کے ساتھ مخصوص کیا جائے، اس لئے ہر چند کہ آپ ﷺ اس کو گرفتار کرنے پر قادر تھے لیکن آپ ﷺ نے اسے نہیں پکڑا، کیونکہ آپ ﷺ کی خواہش تھی یہ خاصیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہی خاص رہے اور اس بات پر بھی حریص تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا قبول ہونا بھی برقرار رہے۔ (عمدۃ القاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: الاسیر او الغریم یربط، رقم: ۴۶۱، ج ۳، ص ۵۱۲)

نوٹ: ہم نے (سورۃ سبا: ۳۹) کے تحت اسی موضوع پر کچھ کلام کیا ہے، ماقبل ملاحظہ فرمائیں۔

اغراض:

ینظروا فی معالیہا: یعنی قرآن کی آیات میں تأمل کریں، جس سے معرفت و نور میں حسب منصب اضافہ ہوگا، اور قرآن کی تلاوت بھی حسب مراتب ہونی چاہیے، پس عام لوگ اس کی قرائت حسب مقدور اس کے معانی میں غور و فکر کرنے کے ذریعے کریں، خاص لوگ اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ اللہ کے حضور پیش ہیں اور کلام پاک پڑھ رہے ہیں، اور خاص الخاص لوگ اپنی ذات کو فنا کر کے فقط اللہ کے فرامین کو اپنی زبان پر ادا کرتے ہوئے پڑھیں کہ اللہ جن سے راضی ہے ہم بھی انہی میں ہو جائیں۔

وہو من صفن: الصفنت ماخوذ ہے صفن سے، مراد دو آدمی ہیں جن کے پاؤں باہم بندھے ہوئے ہوں، اور اس کی جمع صفون ہے۔ وہی القاۃ: مراد تین پاؤں پر کھڑا ہونے والا گھوڑا ہے۔

جمع جواد: ایک قول کے مطابق جمع جمید ہے جو کہ مذکورہ نمونٹ ہر ایک پر بولی جاتی ہے، جو کہ الجودۃ یا الجید سے ماخوذ ہے، مراد العنق (گردن) ہے، یعنی لمبی گردن والا ماہر زریک شخص۔ صغیر: مراد ابن عمیر المارد ہے۔

وكانت الف فوس: روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل دمشق و نصیبین میں جہاد کیا اور انہیں ایک ہزار گھوڑے پیش کئے گئے، جب کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عمالقمہ میں جہاد کیا اور انہیں بیت المال سے (مال پیش کیا گیا)، ایک قول کے مطابق ان کے لئے سمندری راستے بھی کھول دیئے گئے۔

ای الخیل: اسے خیسر بھی کہتے ہیں کیونکہ حدیث میں گھوڑے کو خیر کہا گیا ہے: ”قیامت تک کے لئے گھوڑے کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے“۔ لتزوجہ بامراة: حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجہ کا نام جرادة ہے۔

ای ذبحها و قطع ارجلها: یعنی ان کے لئے گھوڑے مباح تھے، اسی وجہ سے اللہ نے گھوڑوں میں مشغول ہونے کے معاملے میں مواخذہ نہیں فرمایا، اور یہی قول ابن عباس اور اکثر مفسرین کا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ضمیر ﴿وہا﴾ کی الشمس کی جانب لڑتی ہے اور اس خطاب سے مقصود موکل فرشتے ہیں، پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے وقت کے اندر ہی نماز عصر ادا فرمائی۔

وكانت تعبد الصنم: حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجہ اپنے والد کی صورت میں متشکل بت کی چالیس دن تک عبادت کرتی رہیں۔ وکان ملکہ فی خاتمہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی انگٹھی پہننے پر منحصر تھی، پس جب انگٹھی پہننے سے تھک جاتا تو ان کیلئے ہوائیں مسخر ہو جاتیں، جنات اور شیاطین تابع ہوتے، اور جب انگٹھی اتارتے جو سارا معاملہ ختم ہو جاتا، اور یہ وہی انگٹھی تھی جو سیدنا آدم جنت سے لائے تھے۔ ووضعه عند امراته: مراد آپ کی زوجہ ارمینہ ہیں۔

هو ذلک الجنی: مراد جسد ہے، جس میں سلیمان علیہ السلام کی روح نہ تھی، اور اگر اس جسد میں روح ہوتی تو مراد جسد نہیں بلکہ جسم ہوتا۔ فی غیر ہیئتہ: یعنی اپنے سابقہ طور طریقوں سے ہٹ کر نکلے جس سے لوگوں نے انہیں نہ پہچانا کیونکہ جن آپ کی شکل میں آپ کے تحت پر بیٹھ چکا تھا۔

بعد ایام: یعنی چالیس دن بعد، حاشیہ نمبر ”۳“ میں ہم نے اس موضوع سے متعلق تفصیلی کلام کیا ہے کہ آیا جنات کا حضرات انبیائے کرام کی شکل میں متشکل ہونا ممکن ہے یا نہیں، وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

لینة: بمعنی غیر عاصفة ہے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۴۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۳

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ﴾ ولف لازم اذ نادى ربہ انى ﴿أَيُّ بَانِي﴾ مسنى الشيطان
بنصب ﴿بِضْرٍ﴾ وعباد ﴿۳۱﴾ ﴿أَلَمْ وَنَسَبْ ذَلِكَ إِلَى الشَّيْطَانِ وَإِنْ كَانَتْ الْأَشْيَاءُ كُلُّهَا مِنَ اللَّهِ تَأْدِبًا
مَعَهُ تَعَالَى وَقِيلَ لَهُ ﴿ارْكُضْ﴾ اضرِب ﴿بِرَجْلِكَ﴾ الْأَرْضَ فَضْرِبْ فَنَبَعَتْ عَيْنُ مَاءٍ فَقِيلَ ﴿هَذَا
مَغْتَسِلٌ﴾ أَيُّ مَا يُغْتَسَلُ بِهِ ﴿بَارِدٌ وَشَرَابٌ﴾ ﴿۳۲﴾ ﴿تَشْرَبُ مِنْهُ فَاغْتَسَلْ وَشَرِبَ فَذَهَبَ عَنْهُ كُلُّ دَاءٍ كَانِ
بِظَاهِرِهِ وَبَاطِنِهِ﴾ ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ﴾ أَيُّ أَحَبِّي اللَّهُ لَهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أَوْلَادِهِ وَرَزَقَهُ
مِثْلَهُمْ ﴿رَحْمَةً﴾ نِعْمَةً ﴿مَنَا وَذَكَرَى﴾ عِظَةً ﴿لَا وَلِيَّ إِلَّا الْبَابُ﴾ ﴿۳۳﴾ ﴿لَا ضَحَابَ الْعُقُولِ﴾ ﴿وَخَذَ بِيَدِكَ
ضَغْثًا﴾ ﴿هُوَ حَزْمَةٌ مِنْ حَشِيشٍ أَوْ قُضْبَانٍ﴾ ﴿فَاضْرِبْ بِهِ﴾ ﴿زَوْجَتَكَ وَقَدْ كَانَ حَلْفٌ لِيَضْرِبَنَّهَا مِائَةَ ضَرْبَةٍ﴾

لَا يُظْلَمُونَ عَلَيْهِ يَوْمًا ﴿٢٠٠﴾ وَلَا تَحْنُطُ ﴿٢٠١﴾ بِتَرْكِ ضَرْبِهَا فَأَخَذَ مِائَةَ غُودٍ مِنَ الْأَذْخِرِ أَوْ غَيْرِهِ فَضْرَبَهَا بِهِ ضَرْبَةً
وَاحِدَةً ﴿٢٠٢﴾ وَأَنَا وَجَدْنَهُ صَابِرًا ﴿٢٠٣﴾ نَعَمَ الْعَبْدُ ﴿٢٠٤﴾ أَيُّوبُ ﴿٢٠٥﴾ أَنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٢٠٦﴾ رَجَّاعٌ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى ﴿٢٠٧﴾ وَاذْكَرْ عَبْدَنَا
إِبْرَاهِيمَ وَاسْحَقَ وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي ﴿٢٠٨﴾ أَصْحَابَ الْقُوَى فِي الْعِبَادَةِ ﴿٢٠٩﴾ وَالْأَبْصَارَ ﴿٢١٠﴾ الْبَصَائِرِ فِي الدِّينِ
وَفِي قِرَائَةِ عَبْدَنَا وَإِبْرَاهِيمَ بَيَانٌ لَهُ وَمَا بَعْدَهُ عَطْفٌ عَلَيَّ عَبْدَنَا ﴿٢١١﴾ أَنَا أَخْلَصْنَهُمْ بِخَالِصَةٍ هِيَ ﴿٢١٢﴾ ذَكَرَى
الِدَارَ ﴿٢١٣﴾ الْأَخْرَجَ أَيْ ذَكَرَهَا وَالْعَمَلُ لَهَا وَفِي قِرَائَةِ بِالْإِضَافَةِ وَهِيَ لِلْبَيَانِ ﴿٢١٤﴾ وَأَنَّهُمْ عِنْدَنَا لِمَنْ
الْمُصْطَفِينَ ﴿٢١٥﴾ الْمُخْتَارِينَ ﴿٢١٦﴾ الْأَخْيَارَ ﴿٢١٧﴾ جَمْعُ خَيْرٍ بِالتَّشْدِيدِ ﴿٢١٨﴾ وَاذْكَرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ هُوَ نَبِيُّ وَاللَّامُ
زَائِدَةٌ ﴿٢١٩﴾ وَذَلِكَ الْكُفْلُ ﴿٢٢٠﴾ اُخْتَلَفَ فِي نُبُوَّتِهِ قِيلَ كَفَّلَ مِائَةَ نَبِيِّ فَرُؤِ إِلَيْهِ مِنَ الْقَتْلِ ﴿٢٢١﴾ وَكُلُّ أَيْ كُلَّهُمْ ﴿٢٢٢﴾ مِنْ
الْأَخْيَارِ ﴿٢٢٣﴾ جَمْعُ خَيْرٍ بِالتَّثْقِيلِ ﴿٢٢٤﴾ هَذَا ذَكَرَ ﴿٢٢٥﴾ لَهُمْ بِالتَّنَائِ الْجَمِيلِ هُنَا ﴿٢٢٦﴾ وَأَنَّ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٢٢٧﴾ الشَّامِلِينَ
لَهُمْ ﴿٢٢٨﴾ لِحَسَنٍ مَابِ ﴿٢٢٩﴾ مَرَجَعَ فِي الْأَخْرَجَةِ ﴿٢٣٠﴾ جَنَّتْ عَدْنٌ ﴿٢٣١﴾ بَدَلٌ أَوْ عَطْفٌ بَيَانٌ لِحَسَنٍ مَابِ ﴿٢٣٢﴾ مَفْتَحَةٌ لَهُمْ
الْأَبْوَابَ ﴿٢٣٣﴾ مِنْهَا ﴿٢٣٤﴾ مُتَكِنِينَ فِيهَا ﴿٢٣٥﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ ﴿٢٣٦﴾ يُدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهِةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابِ ﴿٢٣٧﴾ وَعِنْدَهُمْ
قَصْرَتِ الطَّرْفِ ﴿٢٣٨﴾ حَابِسَاتِ الْعَيْنِ عَلَى أَرْوَاجِهِنَّ ﴿٢٣٩﴾ أَتْرَابِ ﴿٢٤٠﴾ أَسْنَانُهُنَّ وَاحِدَةٌ وَهِنَّ بَنَاتٌ ثَلَاثٌ
وَتَلَاثِينَ سِنَةً جَمْعُ تَرْبٍ ﴿٢٤١﴾ هَذَا ﴿٢٤٢﴾ الْمَذْكُورُ ﴿٢٤٣﴾ مَا تَوَعَّدُونَ ﴿٢٤٤﴾ بِالْعَبِيَّةِ وَبِالْخِطَابِ الْيَقَاتِ ﴿٢٤٥﴾ لِيَوْمِ
الْحِسَابِ التَّلْتِ ﴿٢٤٦﴾ أَيْ لَا جَلِيلَهُ ﴿٢٤٧﴾ أَنَّ هَذَا لِرِزْقِنَا مَا لَهُ مِنْ نَفَادِ ﴿٢٤٨﴾ أَيْ انْقِطَاعِ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ مِنْ رِزْقِنَا أَوْ
خَيْرُنَا لِأَنَّ أَيْ دَائِمًا أَوْ دَائِمٌ ﴿٢٤٩﴾ هَذَا ﴿٢٥٠﴾ الْمَذْكُورُ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٥١﴾ وَأَنَّ لِلطَّغْيِينِ ﴿٢٥٢﴾ مُسْتَأْنَفٌ ﴿٢٥٣﴾ لَشَرِّ
مَابِ ﴿٢٥٤﴾ جَهَنَّمَ يَصِلُونَهَا ﴿٢٥٥﴾ يَدْخُلُونَهَا ﴿٢٥٦﴾ فَبَيْسَ الْمَهَادِ ﴿٢٥٧﴾ الْفِرَاشِ ﴿٢٥٨﴾ هَذَا ﴿٢٥٩﴾ أَيْ الْعَذَابِ الْمَفْهُومُ مِمَّا
بَعْدَهُ ﴿٢٦٠﴾ فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ ﴿٢٦١﴾ أَيْ مَاءٌ حَارٌّ مُحْرَقٌ ﴿٢٦٢﴾ وَغَسَاقٌ ﴿٢٦٣﴾ بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ مَا سِيلٌ مِنْ صَدِيدِ أَهْلِ
النَّارِ ﴿٢٦٤﴾ وَآخِرٌ ﴿٢٦٥﴾ بِالْجَمْعِ وَالْأَفْرَادِ ﴿٢٦٦﴾ مِنْ شَكْلِهِ ﴿٢٦٧﴾ أَيْ مِثْلُ الْمَذْكُورِ مِنَ الْحَمِيمِ الْغَسَاقِ
﴿٢٦٨﴾ وَازْوَاجِ ﴿٢٦٩﴾ أَصْنَافِ أَيْ عَذَابِهِمْ مِنْ أَنْوَاعٍ مُخْتَلِفَةٍ وَيُقَالُ لَهُمْ عِنْدَ دُخُولِهِمُ النَّارَ بِاتِّبَاعِهِمْ ﴿٢٧٠﴾ هَذَا
فَوْجٌ ﴿٢٧١﴾ جَمْعٌ ﴿٢٧٢﴾ مَقْتَحَمٌ ﴿٢٧٣﴾ دَاخِلٌ ﴿٢٧٤﴾ مَعَكُمْ ﴿٢٧٥﴾ النَّارَ بِشِدَّةٍ فَيَقُولُ الْمَتَّبِعُونَ ﴿٢٧٦﴾ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ﴿٢٧٧﴾ أَيْ لَا سَعَةَ
عَلَيْهِمْ ﴿٢٧٨﴾ أَنَّهُمْ صَالُوا النَّارَ ﴿٢٧٩﴾ قَالُوا ﴿٢٨٠﴾ أَيْ الْإِتْبَاعُ ﴿٢٨١﴾ هَلْ أَنْتُمْ قُلُوبًا مَرْحَبًا بِكُمْ أَنْتُمْ قَدِمْتُمْوهُ ﴿٢٨٢﴾ أَيْ
الْكُفْرَ ﴿٢٨٣﴾ لَنَا فَبَيْسَ الْقَرَارِ ﴿٢٨٤﴾ لَنَا وَلَكُمْ النَّارُ ﴿٢٨٥﴾ قَالُوا ﴿٢٨٦﴾ أَيْضًا ﴿٢٨٧﴾ رَبَّنَا مَنْ قَدِمَ لَنَا هَذَا فَرَدَّهُ عَذَابًا ضَعْفًا ﴿٢٨٨﴾ أَيْ
مِثْلَ عَذَابِهِ عَلَى كُفْرِهِ ﴿٢٨٩﴾ فِي النَّارِ ﴿٢٩٠﴾ وَقَالُوا ﴿٢٩١﴾ أَيْ كُفْرًا مَكَّةَ وَهُمْ فِي النَّارِ ﴿٢٩٢﴾ مَا لَنَا لَا نَرَى رِجَالًا كُنَّا
نَعُدُّهُمْ ﴿٢٩٣﴾ فِي الدُّنْيَا ﴿٢٩٤﴾ مِنَ الْأَشْرَارِ ﴿٢٩٥﴾ اتَّخَذْنَهُمْ سَخْرِيًا ﴿٢٩٦﴾ بِضَمِّ السِّينِ وَكَسْرِهَا أَيْ كُنَّا نَسْخَرُهُمْ فِي
الدُّنْيَا وَالنِّبَاءُ لِلنِّسْبَةِ أَيْ أَمَقُّوْدُونَ هُمْ ﴿٢٩٧﴾ مَامُ زَاغَتْ ﴿٢٩٨﴾ مَالَتْ ﴿٢٩٩﴾ عَنْهُمْ الْإِبْصَارُ ﴿٣٠٠﴾ فَلَمَّ نَرَاهُمْ وَهُمْ فُقَرَاءُ
الْمُسْلِمِينَ كَعَمَارٍ وَبِلَالٍ وَصُهَيْبٍ وَسَلْمَانَ ﴿٣٠١﴾ أَنَّ ذَلِكَ لِحَقِّ وَوَجِبِ وَفَوْعُهُ وَهُوَ تَخَاصُمُ أَهْلِ

النار (۲۳) ﴿کَمَا تَقْدَمُ﴾

﴿ترجمہ﴾

اور یاد کرو میرے بندے ایوب.....!..... کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے (اسی اصل میں ہسانی ہے) شیطان نے تکلیف (نصب کے معنی تکلیف ہے) اور ایذاء (عذاب بمعنی الم ہے) لگا دی (اگرچہ تمام ہی اشیاء اللہ ﷻ کی طرف سے ہوتی ہیں لیکن بارگاہ الہی کا ادب بجالاتے ہوئے آپ ﷺ نے اسے شیطان کی طرف منسوب کر دیا، ان سے کہا گیا زمین پر اپنا پاؤں مارو) حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا، پھر آپ ﷺ سے فرمایا گیا) یہ ہے چشمہ نہانے کو (یہ پانی ہے تم اس سے غسل کرو) اور پینے کو (تم اس میں سے پو حکم الہی کے مطابق، آپ ﷺ نے اس سے غسل کیا اور پانی پیا تو اس سے آپ ﷺ کی ظاہری اور باطنی بیماریاں دور ہو گئیں..... ۲.....) اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور عطا فرمادیئے (یعنی ان کی جو اولاد انتقال کر چکی تھی انہیں اللہ ﷻ نے زندہ فرما دیا اور ان کی مثل اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو مزید عطا فرمائے..... ۳.....) اپنی رحمت کرنے (یعنی اپنی نعمت فرمانے) اور عقلمندوں کی نصیحت کو (ذکری کے معنی نصیحت ہے اولوا الالباب بمعنی اصحاب العقول ہے) اور اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے (تکوں یا شاخوں سے بنی ہوئی) اس سے مار دے (اپنی بیوی کو، ایک روز دیر سے حاضر ہونے کے باعث آپ ﷺ نے سوز زمین مارنے کی قسم کھائی تھی) اور قسم نہ توڑ (ضر میں نہ مار کر، آپ ﷺ نے اذخر وغیرہ کے سونچنے لے کر ان سے اپنی زوجہ محترمہ کو ایک ضرب لگا دی..... ۴.....) بیشک ہم نے اسے صابر پایا..... ۵..... کیا اچھا بندہ (ایوب ﷺ) بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے (اللہ کے حضور رجوع لانے والا ہے بمعنی بہت رجوع کرنے والا ہے..... ۶.....) اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب قوت والوں (یہ تمام ہی حضرات عبادت کے معاملے میں قوت رکھنے والے تھے) اور علم والوں کو (یعنی دینی بصیرت رکھنے والوں کو، ایک قرأت میں عبدنا مفرد آیا ہے اس صورت میں "ابراہیم" ما قبل کا بیان ہوگا اور اس کے بعد آنے والے اسماء کا عطف "عبدنا" پر ہوگا) بیشک ہم نے انہیں ایک کھڑی بات سے امتیاز بخشا (وہ کھڑی بات آخرت کے) گھر کی یاد ہے (یعنی وہ اسے یاد رکھتے تھے اور اس کے لیے عمل کرتے تھے اور ایک قرأت میں "ذکری" کو اضافت کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس صورت میں یہ اضافت بیانہ ہوگی) اور بیشک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے (المصطفین بمعنی المختارین ہے) پسندیدہ ہیں (الاخیار "خیر" مشدد کی جمع ہے) اور یاد کرو اسماعیل اور یسع (یسع ﷺ بھی ایک نبی ہیں، الیسع میں لام زائدہ ہے) اور ذوالکفل کو (حضرت ذوالکفل کی نبوت کے بارے میں اختلاف ہے کہتے ہیں آپ ﷺ کو ذوالکفل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سوانیاء کرام قتل سے بچنے کے لیے آپ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے ان کی کفایت کی..... ۷.....) اور سب (یعنی وہ سب کے سب) اچھے ہیں (اخیار "خیر" مشدد کی جمع ہے) یہ ذکر ہے (شاء جمیل کے ذریعے ان لوگوں کا یہاں ذکر کیا) اور بیشک پرہیزگاروں (لفظ المتقین انبیاء کرام کو بھی شامل ہے) کا ٹھکانہ (آخرت میں) بھلا (ماب بمعنی مرجع ہے) بسنے کے باغ (جنت عدن..... ۸.....) یہ حسن ماب کے لیے بدل یا عطف بیان ہے) ان کے لیے (اس کے) سب دروازے کھلے ہوئے ہیں ان میں ٹیک لگائے (تکیوں پر) ان میں بہت سے میوے اور شراب مانگتے ہیں اور ان کے پاس وہ بیویاں ہیں جن کی آنکھیں شوہر پر لگی رہتی ہیں (فصرت الطرف کا معنی یہ ہے کہ ان بیویوں کی آنکھیں اپنے شوہروں پر ہی لگی رہتی ہیں) ایک عمر کی (یعنی ان سب کی عمریں یکساں ہیں سب کی سب تینتیس سال کی ہیں) وہ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے (یسو عدون کو صیفہ غائبہ و مخاطب دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور دونوں قرأت کے مطابق اس طرز کلام میں التفات ہے) بیشک یہ ہمارا رزق ہے کہ کبھی ختم نہ

ہوگا (یعنی کسی منقطع نہ ہوگا، یہ جملہ رزق سے حال ہے یا پھر ان کی خبر ثانی ہے اس صورت میں دائم مرفوع یعنی دائم ہے) یہ (جو مذکور ہوا مومنین کے لیے ہے) اور بیشک سرکشوں کا بڑا ٹھکانہ (وہ) جہنم ہے کہ اس میں داخل ہونگے (یصلونہا بمعنی پسند خلو نہا ہے) تو کیا ہی برا بچھونا (المہاد بمعنی الفرض ہے) یہ (عذاب جو باحد کلام سے مفہوم ہو رہا ہے) تو اسے چکھیں کھولتا پانی (حمیمک کھولتے جلا دینے والے پانی کو کہتے ہیں) اور پیپ.....۹..... (غساق کو سین، مشددہ اور مخففہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ وہ پانی ہوگا جو دوزخیوں کے زخموں سے بہتا ہوگا) اور دیگر (اخسر کو صیغہ مفرد اور جمع دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اسی شکل (یعنی مذکورہ حمیم اور غساق کی مثل) کے جوڑے (یعنی کئی قسمیں.....۱۰.....، ان کا عذاب مختلف قسموں کا ہوگا، ان سے اپنے سرداروں کے ساتھ جہنم میں داخل کئے جانے کے وقت کہا جائیگا) یہ ایک فوج (یعنی مجمع) ہے جو داخل (مقتحم بمعنی داخل ہے) تمہارے ساتھ (آگ میں تکلیف و آلم کے ساتھ ان کے مقرر سرداروں مقرر کہیں گے.....۱۱.....) بلکہ تمہیں کھلی جگہ نہ ہو (یعنی تم پر کچھ کشادگی نہ ہو) آگ میں تو ان کو جانا ہی ہے (تابع) بولے تمہیں کھلی جگہ نہ ملے یہ (کفر) تم ہمارے آگے لائے تو کیا بڑا ٹھکانہ (ہمارا تمہارا دوزخ میں) وہ (بھی) بولے اے ہمارے رب یہ جو مصیبت ہمارے آگے لایا اسے آگ میں دونا عذاب بڑھا (اس کے کفر پر جو عذاب اسے دیا جا رہا ہے اس عذاب کی مثل اور عذاب دے) اور بولے (کفار کہ اس حال میں کہ وہ دوزخ میں ہیں) ہمیں کیا ہوا ہم ان مردوں کو نہیں دیکھتے جنہیں (دنیا میں) برا سمجھتے تھے کیا ہم نے انہیں نہیں بنا لیا (سخو یا سن مضمومہ اور کسورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یعنی ہم دنیا میں ان لوگوں کے ساتھ تمسخر کیا کرتے تھے، سخو یا سن میں یاء مستحی ہے معنی کلام یہ ہے کیا وہ مفقود ہو گئے) یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئیں (کہ ہم نے نہیں دیکھا، زاعت بمعنی مالت ہے اور مراد اس سے فقراء مسلمین ہیں جیسے حضرت عمار، بلال، صہیب، سلیمان) بیشک یہ ضرور حق ہے (اس کا وقوع پزیر ہونا لازم ہے اور وہ امر) دوزخیوں کا باہم جھگڑا (ہے جیسا کہ پہلے بھی اس کا بیان گزر چکا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذکر عبدنا ایوب اذ نادى ربه انى مسنى الشيطان بنصب وعذاب﴾

و: عاطفہ، اذکر: فعل امر بافاعل، عبدنا: مبین، ایوب: مبدل منہ، اذ: مضاف، نادى: ربه: فعل بافاعل ومفعول، انى: حرف مشبہ و اسم، مسنى الشيطان: فعل ومفعول و فاعل، بنصب وعذاب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر تقدیر "ب" جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر عطف بیان، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ارکض برجلک هذا مفتسل بارد و شراب﴾

ارکض: فعل امر بافاعل، برجلک: ظرف لغو "الارض" مفعول محذوف، ملکر جملہ فعلیہ، هذا مبتداء، مفتسل: موصوف، بارد: صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، شراب: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ووهبنا له اهله و مثلهم معهم رحمة منا و ذکرى لا ولى الالباب﴾

و: عاطفہ، ووهبنا: فعل بافاعل، له: ظرف لغو، اهله: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مثلهم: بذوالحال، معهم: ظرف متعلق محذوف حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، رحمة: موصوف، منا: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذکرى: موصوف، لا ولى الالباب: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وخذ بيدک ضغثا فاضرب به ولا تحنث﴾

و: عاطفہ، خذ: فعل امر بافاعل، بیدک: ظرف لغو، ضغنا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اضرب: بہ: فعل امر بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تحت: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿انا وجدته صابرا نعم العبد انه اواب﴾

ان: حرف مشبہ و اسم، وجدته صابرا: فعل بافاعل و مفعول اول و ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، نعم: فعل مدح، العبد: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ خبر، ”هو“ مبتدا محذوف کیلئے، ملکر جملہ اسمیہ، انه: حرف مشبہ و اسم، اواب: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿و اذ کر عبدنا ابرہیم واسحق و یعقوب اولی الایدی و الابصار﴾

و: عاطفہ، اذ کر: فعل امر بافاعل، عبدنا: مبدل منہ، ابرہیم: معطوف علیہ، واسحق و یعقوب: معطوفان، ملکر موصوف، اولی: مضاف، الایدی و الابصار: مضاف الیہ، ملکر ”اصحاب“ مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا اخلصنہم بخالصۃ ذکری الدار﴾

ان: حرف مشبہ و اسم، اخلصنہم: فعل بافاعل و مفعول، ب: جار، خالصۃ: مبدل منہ، ذکری الدار: بدل، ملکر ”خصلۃ“ مصدر محذوف کی صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانہم عندنا لمن المصطفین الاخیار﴾ و اذ کر اسمعیل و الیسع و ذاک کفل و کل من الاخیار﴾

و: عاطفہ، انہم: حرف مشبہ و اسم ”ہم“ ضمیر ذوالحال، عندنا: ظرف متعلق محذوف حال، ملکر اسم، لام: تاکید، من المصطفین الاخیار: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اذ کر: فعل امر بافاعل، اسمعیل: معطوف علیہ، و الیسع و ذاک کفل: معطوفان، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کل مبتدا، من الاخیار: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هذا ذکر وان للمتقین لحسن ماب﴾ و جنت عدن مفتحة لهم الابواب﴾ متکین فیہا﴾

هذا: مبتدا، ذکر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ متانفہ، و: متانفہ، ان: حرف مشبہ، للمتقین: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکید، حسن ماب: مبدل منہ، جنت عدن: ذوالحال، مفتحة: اسم مفعول، لام: جار، ہم: ضمیر ذوالحال، متکین فیہا: شبہ جملہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، الابواب: نائب الفاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر حال، ملکر بدل، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یدعون فیہا بفاکھۃ کثیرۃ و شراب﴾ و عندهم قصرت الطرف اتراب﴾

یدعون: فعل و اذ ضمیر ذوالحال، فیہا: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ب: جار، فاکھۃ کثیرۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، شراب: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، عندهم: ظرف متعلق خبر مقدم، قصرت الطرف: موصوف، اتراب: صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هذا ما توعدون لیوم الحساب﴾

هذا: مبتدا، ما: موصول، توعدون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان هذا لوزننا ما له من نفاذ﴾

ان هذا: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکید، وزننا: موصوف، ما: مشابہ بلیس، له: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، نفاذ: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هذا وان للظلمين لشر ماب﴾ جہنم یصلونہا﴾۔

ہذا: خبر محذوف ”ذکر“ کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان حرف مشبہ، لاسلط من ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکید، شر ماب: مبدل منہ، جہنم: بزوالحال، یصلونہا: جملہ فعلیہ حال، ملکر بدل، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فبئس المهاد﴾ هذا فليدوقوه حميم وغساق﴾۔

ف: فصیحیہ، بئس: فعل زم، المهاد: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر، ”جہنم“ مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط محذوف ”ان اردت ان تعلم حقیقۃ جہنم“ کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، هذا مبتدا، حمیم وغساق: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: مقررہ، لیدوقوه: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقررہ۔

﴿وآخر من شكله ازواج﴾ هذا فوج مقتحم معكم لامرحبا بهم﴾۔

و: عاطفہ، آخر: موصوف، من: شکلہ: ظرف مستقر صفت، ملکر ماقبل ”حمیم“ پر معطوف ہے، ازواج: ”هذا“ مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، هذا مبتدا، فوج: موصوف، مقتحم: صفت اول، معکم: ظرف متعلق بمحذوف صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لا: نافیہ، مرحبا بهم: شبہ جملہ منصوب علی مصدر مفعول، فعل محذوف ”یروبح“ کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انهم صالوا النار﴾ قالوا بل انتم لامرحبا بكم﴾۔

انہم: حرف مشبہ واسم، صالوا النار: خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ، قالوا قول، بل: حرف اضراب، انتم: مبتدا، لا: نافیہ، مرحبا بکم: شبہ جملہ قول محذوف ”یقال لکم“ کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہے۔

﴿انتم قدمتموه لنا فبئس لقرار﴾۔

انتم: مبتدا، قدمتموه لنا: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، بئس: فعل زم، القرار: فاعل، ملکر جملہ انشائیہ ہو کر ”النار“ مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا ربنا من قدم لنا هذا فزده عذابا ضعفا في النار﴾۔

قالوا: قول، ربنا: نداء، من: موصولہ، قدم لنا هذا: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، زده: فعل امر بافاعل ومفعول، عذابا ضعفا: مفعول ثانی، فی النار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وقالوا ما لنا لا نرى رجالا كنا نعدهم من الاشرار﴾۔

و: عاطفہ، قالوا قول، ما: اسم استفہام مبتدا، لام: جار، نا: ضمیر ذوالحال، لا نرى: فعل نفی بافاعل، رجالا: موصوف، كنا: فعل ناقص بااسم، نعدهم من الاشرار: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اتخذنهم سخريا ام زاغت عنهم الابصار﴾ ان ذلك لحق تخاصم اهل النار﴾۔

همزہ: حرف استفہام، اتخذنهم: فعل بافاعل ومفعول، سخريا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ام: عاطفہ، زاغت عنهم: فعل وظرف لغو، الابصار: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ان ذلك: حرف مشبہ واسم، لام: تاکید، حق: مبدل منہ، تخاصم اهل النار: بدل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اعراض﴾

حضرت ایوب علیہ السلام کا نسب:

۱۔ شہر روم کے رہنے والے ایوب بن موسیٰ بن زراح بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام، بعض مورخین نے یوں بیان کیا: ایوب بن موسیٰ بن رعیل بن العیص بن اسحاق بن یعقوب۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بہن تھیں، ایک قول یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے والد اس دن ایمان سے شرف ہوئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور آگ نے انہیں نقصان نہ پہنچایا۔ اور مشہور یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے ہوئے جس کی جانب کلام پاک کی آیت ﴿وَمَنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ﴾ اور ان کی ذریت میں داؤد، سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون ہوئے (النساء: ۱۷۱) کے دلائل کرتی ہے۔ ابن عساکر سے منقول ہے کہ سب سے پہلے حضرت اور لیس علیہ السلام، پھر نوح علیہ السلام، پھر ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، لوط علیہ السلام، حمود علیہ السلام، صالح علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، یسع علیہ السلام، عرنی بن سوخ علیہ السلام، یحییٰ بن یوسف بن یعقوب علیہ السلام، پھر یونس بن متی علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، اور بعض روایات کے مطابق حضرت حمود علیہ السلام کی تشریف آوری حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہوئی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی ظاہری بیماری و علاج:

۲۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بہت مال والے تھے، مال و مویشی، زمینیں، لونڈی غلام، وغیرہ بہت کچھ تھا۔ ان کی اولاد اور اہل خانہ بھی بہت تھے، ان کے جسم میں بیماری پھوٹ پڑی، سوائے دل اور زبان کے جسم کا کوئی حصہ درست نہ رہا۔ زبان و دل سے اللہ جل جلالہ کا ذکر کرتے، رات دن صبح شام اللہ جل جلالہ کی یاد کرتے رہتے، جب مرض بڑھ گیا تو لوگوں نے ان کے ساتھ بیٹھنا چھوڑ دیا، مویشی و غم خوار کم ہوتے گئے، انہیں شہر سے باہر کر دیا گیا، لوگوں نے کلام کرنا بند کر دیا، سوائے زوجہ محترمہ کے کوئی بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ نہ رہا۔ مال بھی ختم ہونے لگا تو لوگوں کے ہاں بطور اجرت کام کرتے اور آپ کی خدمت کرتے۔ سید عالم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”سب سے زیادہ حضرات انبیائے کرام آزمائے گئے، پھر نیک صالحین، پھر اسی طرح اور بھی، پس دینی حیثیت کے اعتبار سے لوگ آزمائے جاتے ہیں، پس جس کے دین میں قدم مضبوط ہوتے ہیں وہ زیادہ آزمایا جاتا ہے۔“ اور حضرت ایوب علیہ السلام صبر و شکر، احتساب و حمد بجالاتے رہے، وہب کے قول کے مطابق تین سال، انس کے قول کے مطابق سات سال تک جسم میں زخم کی بیماری میں مبتلا رہے۔ وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ اللہ جل جلالہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو الہام کیا کہ اللہ آپ کو مال، اولاد اور صحیح سلامت جسم لوٹا دیگا، (اپنا پاؤں زمین پر ماریں اور جاری ہونے والے) پانی سے غسل کریں، کہ اس میں شفا ہوگی، اور ایسا ہی ہوا۔ ابن جریر کے قول کے مطابق وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ۷۳ سال تھی۔

(البدایة والنہایة، قصة ایوب، ج ۱، الجزء الاول، ص ۲۴۴ وغیرہ ملتقطاً و ملخصاً)

☆۔ قنادہ کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا جس سے دو چشمے بہنے لگے، پس ایک سے پانی نوش فرمایا اور دوسرے سے غسل فرمایا۔

☆۔ ابن اسحاق اور بعض اہل علم کہتے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم خداوندی ہوا: ﴿ار كض برجلک هذا مغتسل باردا وشراب (ص: ۱۷۱)﴾ پس انہوں نے اپنے پاؤں کو زمین پر مارا جس سے ایک چشمہ بہنے لگا، آپ علیہ السلام اس میں داخل ہوئے اور غسل فرمایا، پس اللہ جل جلالہ نے آپ علیہ السلام کی تمام بیماری دور فرمادی۔

☆۔ حسن سے مروی ایک قول یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کا فرمان ﴿ار كض برجلک﴾ کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنا پاؤں

زمین پر مارا جس سے ایک چشمہ جاری ہوا اور آپ ﷺ نے اس سے غسل فرمایا، پھر چالیس ہاتھ چلنے کے بعد دوبارہ زمین پر پاؤں مارا جس سے ایک چشمہ نمودار ہوا، پس اس کا پانی نوش فرمایا۔

(الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۱۹۵ وغیرہ)

☆..... کہا جاتا ہے کہ پاؤں مارنے کی برکت سے دو چشمے بہنے لگے، گرم سے غسل فرمایا اور ٹھنڈے سے نوش فرمایا۔

(حاشیۃ الشہاب، ج ۸، ص ۱۵۶)

علامہ اسماعیل حتی کہتے ہیں:

حضرت ایوب ﷺ نے اس پانی سے غسل بھی فرمایا اور نوش جاں بھی فرمایا جس کی برکت سے ان کی تمام ظاہری و باطنی بیماریاں دور ہو گئیں، بیشک جب اللہ ﷻ اپنے بندے پر نظر رحمت فرماتا ہے تو اس کا مرض شفاء میں، سختی نرمی میں، جفا و قاف میں بدل جاتی ہے اور بندہ صحیح سالم تندرست ہو جاتا ہے اور اس کی جسمانی تازگی و حسن لوٹ آتا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت ایوب ﷺ بیماری کی حالت میں سات سال، سات ماہ، سات دن، سات گھنٹیاں رہے لیکن کبھی بھی ایک پہلو سے دوسرے پہلو نہ ہو سکے اور تکلیف مسلسل برداشت کرتے رہے۔

(روح البیان، ج ۸، ص ۵۸)

حضرت ایوب ﷺ پر مزید انعام ہونے کے معانی:

۳..... اللہ ﷻ نے ان پر مزید کیا انعامات کئے، اگرچہ ان کی ظاہری بیماری دور فرمادی، جمہور کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے حضرت ایوب ﷺ کے لئے ان کے قرابت داروں میں سے فوت شدگان کو دوبارہ زندہ فرمایا اور مریضوں کو شفا عطا فرمادی اور جدا ہو جانے والوں کو پھر سے ملا دیا۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ان کے میلان قلب کو دیکھتے ہوئے بیماروں کو ٹھیک کر دیا اور انہیں آسودہ حال فرمایا یہاں تک کہ ان کی اولاد پہلے کے مقابلے میں زیادہ ہوئی۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۳، ص ۲۷۴)

اللہ نے انہیں صحت، مال، اور قوت عطا فرمائی یہاں تک کہ ان کی نسل بڑھی، حسن کہتے ہیں کہ ان کے اہل میں سے جو وفات پا چکے تھے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا گیا۔

(الرازی، ج ۹، ص ۳۹۹)

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اللہ ﷻ نے حضرت ایوب ﷺ کو تندرست کر کے انکا حسن و شباب واپس لوٹا دیا اور ان کے ہاں چھبیس بیٹے پیدا ہوئے، حضرت ایوب ﷺ اس کے بعد ستر سال مزید زندہ رہے، تاہم اس کے خلاف مؤرخین کا یہ قول ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کی عمر پاک ۹۳ سال تھی۔ (البدایۃ والنہایۃ، قصر ایوب، ج ۱، الجزء الاول، ص ۲۴۴، مخلصاً، ملقطاً)۔

حضرت ایوب ﷺ کی قسم پوری کرنے کا حیلہ:

۴..... حضرت ایوب ﷺ نے قسم کھائی کہ اپنی زوجہ کو سو کوڑے ماریں گے، پس اللہ ﷻ نے ان کے لئے اس امر کو آسان کیا اور حیلہ تعلیم فرمایا کہ سو تنکوں کی ایک جھاڑو لو اور اس سے بیک وقت ایک ہی مرتبہ ضرب لگاؤ جس سے تمہاری قسم پوری ہو جائے گی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ حکم خاص حضرت ایوب ﷺ کو تھا یا عام حکم تھا؟ اس بارے میں مفسرین کے دو اقوال ہیں ایک قول کے مطابق یہ حکم عام تھا جب کہ دوسرے کے مطابق خاص۔ مجاہد کہتے ہیں کہ فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا ایک ہی ضرب میں سو تنکوں والی مار مارنے سے قسم پوری ہو جائے گی یا نہیں۔ امام مالک، لیث بن سعد اور امام احمد کہتے ہیں کہ قسم ادا نہیں ہوگی۔ جب کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ یہاں عموم ہے۔

(الحازن، ج ۴، ص ۴۴)

☆..... حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں ایک شخص رہتا تھا، جس کی خلقت ناقص تھی، وہ اپنے گھر کی ایک ہانڈی سے زنا کرتا تھا، یہ قصہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو سو کوڑے

مارو، مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایہ تو اس کے مقابلے میں بہت کمزور ہے، اگر ہم نے اس کو سو کوڑے مارے تو یہ مرجائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر اس کے لئے سو تنکوں کی، ایک جھاڑو لو اور وہ جھاڑو اس کو ایک مرتبہ مار دو۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب: الکبیر والمریض یحب، رقم: ۲۵۷۴، ص ۴۳۸)

حضرات انبیائے کرام کا صابر و شاکر ہونا:

۵..... حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب میں حضرات انبیائے کرام ہوتے ہیں، پھر صالحین، پھر جو ان کے بعد قریب ترین ہوں اور جو ان کے قریب ہوں، انسان اپنی دیداری کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں سخت ہو تو اس پر مصائب بھی سخت آتے ہیں۔“

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب: ما جاء فی الصبر علی البلاء، رقم: ۲۴۰۶، ص ۶۹۴)

حضرت ایوب علیہ السلام کا سات سال سے زائد کا عرصہ جسمانی بیماری میں مبتلا رہنا اور اللہ ﷻ کی رضا پر راضی رہنا اعلیٰ درجے کی صبر کی مثال قائم کی ہے، کسی کے ذہن میں وسوسہ آسکتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا فرمائی: ﴿إِذ نَادَى رَبَّهُ انى مسنى الشیطن بنصب و عذاب جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی (ص: ۴۱)﴾ لہذا یہ صبر کے منافی ہے۔ ہم یہ کہیں گے کہ دعا کرنا صبر کرنے کے منافی نہیں کیونکہ اللہ کی جانب سے مصائب کا لوگوں سے شکایت کرنا صبر کے منافی ہوا کرتا ہے۔

مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ کا گناہ ہونا یا.....:

۶..... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہے، وہ صرف خلاف اولیٰ ہے، سید عالم علیہ السلام نے بیان جواز کے لئے قصداً ایسا کیا اور بڑا قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے۔ (الفتاویٰ الرضویہ معرجه، ج ۹، ص ۵۴۹)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

نیکیوں کے نیک کام مقربوں کے حق میں گناہ ہیں، وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

پھر کراہت تنزیہی کا حاصل صرف اس قدر کہ ترک اولیٰ ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت جامع جواز و اباحت ہے، جانب ترک میں اس کا وہ رتبہ ہے جو جہت فعل میں مستحب کا، کہ مستحب کیجئے تو بہتر اور نہ کیجئے تو گناہ نہیں۔ مکروہ تنزیہی نہ کیجئے تو بہتر، کیجئے تو گناہ نہیں، پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرہ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا جیسا کہ فاضل لکھنوی سے صادر ہوا، پھر سید مشہدی، پھر کردی اس کے تابع ہوئے، سخت لغزش و خطائے فاسدہ ہے، یارب! مکروہ گناہ ہے کون سا جو شرعاً مباح ہو اور وہ مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔ فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے اس خطائے شدید کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھی ہے: ”جمل مجیلة ان المکروه تنزیہا لیس بمعصیة“ تحریر کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

جس چیز پر ہمیں کامل یقین اور اعتماد ہو وہ یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی بالکل گناہ نہیں ہے، نہ کبیرہ نہ صغیرہ اور اس کے ارتکاب سے بندہ کسی قسم کی سزا کا مستحق نہیں ہوتا، نہ ہلکی نہ بھاری اور یہی خالص حق ہے، جس سے انحراف کی کوئی صورت نہیں، بہ کثرت علماء نے اس کی تصریح کی ہے، رد المحتار کے حظرو اباحت کی بحث میں علامہ شامی نے تلویح کے حوالے سے لکھا ہے: ”رہا مکروہ تنزیہی تو وہ اتفاقاً

جواز کے زیادہ قریب ہے، اس معنی میں کہ مکروہ تزیینی کے مرتکب کو اصلاً سزا نہیں دی جائے گی۔ البتہ اس کے ترک کرنے والے کو کچھ ثواب ملے گا اور علامہ ابوسعود کے حوالے سے لکھا ہے کہ مکروہ تزیینی اہانت کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔

(انظر رسالة حمل محيلة ان المكروه نزهة ليس بمعصية)

ذوالکفل کی نبوت میں اختلاف کا بیان:

جے..... ذوالکفل کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں، بعض نے ان کی نبوت کے بارے میں بھی تردید کیا ہے کہ یہ نبی نہیں بلکہ نیک و پارسا عادل شخص تھے۔ حضرات انبیائے کرام کی قوم کی کفالت کرتے تھے، ان کے معاملات میں فیصلہ کیا کرتے تھے اس لئے انہیں ذوالکفل کہا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ نبی نہیں تھے، روزانہ سورکعت نماز (نفل) ادا کرتے تھے اور ان سورکعت کی حفاظت کرتے تھے اسی لئے انہیں ذوالکفل کہا گیا۔ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا، ایک عورت نے ساٹھ دینار دے کر ان سے بُرائی کا قصد کیا، جب دونوں قریب ہوئے تو عورت رونے لگی اور آپ نے اسے اس کے دینار واپس کر دیئے اور خود پر ملامت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ ذوالکفل کو کبھی نہیں بخشے گا، رات کو ان کا انتقال ہوا اور صبح کو دروازے پر ایک خط ملا جس پر یہ تحریر کندہ تھی کہ اللہ ﷻ نے ذوالکفل کو بخش دیا۔

(البدایة والنهاية، قصة ذوالکفل، ج ۱، الجزء الاول، ص ۲۴۹ وغیرہ ملقطا و ملخصا)

جنت عدن کے بارے میں احادیث:

۸..... اصل میں عدن کا لغوی معنی اقامت ہے، پھر غلبے کی وجہ سے اس کا معنی علم ہو گیا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ ﷻ نے جنت عدن کو اپنے بے مثل ہاتھوں سے بنایا اور اس کی ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی، اس کی لپائی کا گارامشک کا ہے اور اس کی مٹی زعفران کی ہے اور اس کی بجزری یا قوت کی ہے۔“

(روح البیان، ج ۸، ص ۶۷، سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب: ما جاء فی صفة الجنة، رقم: ۲۵۳۴، ص ۷۲۷، بتغیر قلیل)

☆..... قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے پوچھا کہ عدن کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین وہ جنت میں سونے کے محل ہیں، جن میں انبیائے کرام، صدیقین، شہداء اور ائمہ عدل رہیں گے۔

(الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۲۰۳)

☆..... ابوموسیٰ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”لوگ جنت عدن میں اپنے رب کو دیکھیں گے یوں کہ روائے کبریائی اللہ کے بے مثل و بے مثال چہرے پر ہوگی۔“

(البدور السافرة فی احوال الآخرة، باب: عدد الجنان و اسمائها، رقم: ۱۶۹۹، ص ۴۹۴)

غساق (پیپ) کے بارے میں تفسیری نکات:

۱..... غساق کے بارے میں درج ذیل اقوال منقول ہیں:

(۱)..... قتادہ کا قول ہے کہ جنہیوں کی کھال اور ان کے گوشت کے مابین بننے والا پانی غساق ہے۔

(۲)..... سُدی کہتے ہیں کہ جنہیوں کی آنکھوں سے جو آنسو بہتے ہیں وہ غساق ہے۔

(۳)..... ابن زید نے کہا کہ جنہیوں کی پیپ کو گرم کر کے ایک حوض میں جمع کر دیا جائے تو اس کو غساق کہتے ہیں۔

(۴)..... حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا وہ بہت گاڑھی پیپ ہے، اگر اس کا ایک قطرہ مغرب میں ڈال دیا جائے تو اس سے پورا مشرق

بد بودار ہو جائے گا اور اس کا ایک قطرہ مشرق میں ڈال دیا جائے تو پورا مغرب بد بودار ہو جائے گا۔

(۵)..... مجاہد کہتے ہیں کہ وہ اتنا زیادہ ٹھنڈا پانی ہے کہ وہ ٹھنڈک کی وجہ سے پیانہیں جاسکتا۔

(۶)..... عبداللہ بن بریرہ کہتے ہیں کہ وہ سخت بد بودار پانی ہے۔

(۷)..... کعب نے کہا کہ وہ ہرزہ ہریلے جالور مثلاً سانپ، بچھو کا پسینہ ہے، یہ زہریلا پسینہ ایک چشمہ میں بہتا ہوا آئے گا۔

(الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۲۰۶ وغیرہ)

”من شکله ازواج“ سے کیا مراد ہے؟

..... من شکله ازواج سے مراد زہریلے یعنی سخت ٹھنڈک والا طبقہ ہے۔ ابن زید کہتے ہیں کہ شکل کے معنی شبیہ ہے، یعنی اس کے مشابہ عذاب، جس کا نام اللہ ﷻ نے ازواج رکھا ہے اور اس کا الگ نام نہیں رکھا۔ حسن بصری کہتے ہیں ”من شکله ازواج کا معنی ہے رنگارنگ کے عذاب“۔ مختلف اقسام کے عذاب، قنادہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ عذاب کے جوڑے، ابن زید کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ دوزخ کے عذاب کے جوڑے۔

(المرجع السابق، ص ۲۰۹)

دوزخ میں پیروکار و سردار کا حال:

..... قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس قسم کے خطاب ہیں جہاں پیروکار اپنے سرداروں کو تلاش کریں گے، ان کے لئے دو گئے عذاب کے دعویدار ہونگے اور انہیں مزید ذلیل و رسوا کئے جانے کے خواہاں ہونگے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿قال ادخلوا فی امم قد خلعت من قبلکم من الجن والانس فی النار کلما دخلت امه لعنت اختها حتی اذا ادارکوا فیہا جمیعاً قالت اخرهم لا ولهم ربنا ہؤلاء اضلونا فاتھم عذاباً ضعفاً من النار قال لکل ضعف ولكن لا تعلمون اللہ ان سے فرماتا ہے کہ تم سے پہلے جو اور جماعتیں جن اور آدمیوں کی آگ میں گئیں انہیں میں جاؤ جب ایک گروہ داخل ہوتا ہے دوسرے پر لعنت کرتا ہے یہاں تک کہ جب سب اس میں جا پڑے تو پچھلے پہلوں کو کہیں گے اے ہمارے رب! انہوں نے ہم کو بہکایا تھا تو انہیں آگ کا دونا عذاب دے فرمائے گا سب کو دونا ہے مگر تمہیں خبر نہیں (الاعراف: ۳۸)۔

☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اسلام میں کسی نئے نیک طریقے کو ایجاد کیا اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو اس نیک طریقے پر عمل کرے گا اس کی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور ان کی نیکیوں میں سے کوئی کمی نہ کی جائیگی اور جس نے اسلام میں کسی بُرے طریقے کو ایجاد کیا خود اس کو بھی اس بُرے طریقے کا گناہ ہوگا اور جو بعد میں اس بُرے طریقے پر عمل کریں گے ان کی بُرائی کا بھی اس کو گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں سے کوئی کمی نہ کی جائے گی“۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اتباع السنۃ، باب: من سن سنة حسنة، رقم: ۲۰۳، ص ۵۳)

اہل جہنم میں باہم مناظرہ ہوگا کافروں کے سرداروں اور ان کے پیروکاروں میں مناظرہ ہوگا، سرداروں نے پیروکاروں کے متعلق کہا: ان کو خوش آمدید نہ ہو اور پیروکاروں نے سرداروں کے متعلق کہا: بلکہ تمہیں خوش آمدید نہ ہو۔ لہذا دین میں اچھے کام کی بنیاد ڈالنا فائدہ مند ہے۔

اغراض:

تادبا معہ تعالیٰ: کیونکہ شیطان اس بیماری کا سبب تھا، کیونکہ شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام کی ناک میں پھونکا تھا، پس حضرت ایوب علیہ السلام ظاہری و باطنی مرض میں مبتلا ہو گئے، جب کہ قلب و زبان سلامت رہی۔

وقیل لہ: یعنی جس وقت انہیں شفاء نصیب ہوئی رجوع فرمایا۔

لسبعۃ عین ماء: ظاہری قول کے مطابق ظاہری و باطنی مرض سے شفاء کے حصول کے لئے ایک ہی چشمہ میں غوطہ زن ہونے، دوسرے قول کے مطابق ایک چشمہ سرزمین شام کی جاببیہ نامی مقام پر ہے جہاں غسل فرمانے سے ظاہری بیماری اور دوسرے کسی مقام

پر تشریف لے جا کر پانی نوش فرمانے سے باطنی بیماری دور ہوئی، ایک قول کے مطابق ایک چشمہ گرم اور دوسرا ٹھنڈا تھا، پس گرم چشمے سے غسل فرمایا اور ٹھنڈے سے پانی نوش فرمایا۔

من مات من اولادہ: حضرت ایوب علیہ السلام کی مرنے والی اولاد میں تین مرد اور تین عورتیں ہیں، ایک قول کے مطابق سات اصناف ہیں۔ ای مثل المذکور: یعنی ایسا گرم پانی جو آنتیں جلادے۔

ورزقہ مثلہم: یعنی ان کی زوجہ مراد ہیں، اور ان کی جوانی میں اضافہ بھی فرمایا، ایک قول کے مطابق ان کا نام رحمۃ بنت المرثم بن یوسف، یا لیا بنت یعقوب تھا۔

لابطالہا علیہ یوما: کس وجہ سے حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی زوجہ کو مارنے کی قسم کھائی اس بارے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ایک دن شیطان کسی حکیم کی صورت میں حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ کے سامنے یوں ہوا کہ جب زوجہ محترمہ اس راستے سے گزریں تو دیکھا کہ لوگ کسی جانب جھکے ہوئے ہیں، بولیں میرے پاس ایک مریض ہے: شیطان بولا: مجھے اور کچھ نہیں چاہیے بس مجھے وہ شفا دینے والا کہہ دے، زوجہ بولیں: ٹھیک ہے، اور حضرت ایوب علیہ السلام کو اس کا ذکر کیا تو انہوں نے سوز میں مارنے کی قسم کھائی۔ (عربی جملے: فقال: اداویہ علی اندا ابریء قال انت شفیتی، لا ارید جزاء سواہ، قالت: نعم، فاشارت علی ایوب بذک فحلف لیضربھا) اختلاف فی نبوتہ: روایت میں ہے کہ اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے بعد ان کے صاحبزادے ذوالکفل کو بھیجا، جن کے نبی ہونے میں اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ نبی تھے، اور ان کا نام ذوالکفل تھا جیسا کہ بشر بن ایوب بھی بیان کیا جاتا ہے، یہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے اسی وجہ سے انہیں ذوالکفل کہا گیا، اور لوگوں کے مابین فیصلہ کرتے ان پر غصہ نہ کرتے۔

ای کلہم: مراد متقدمین ہیں، یعنی حضرت داؤد علیہ السلام سے لے کر ذوالکفل تک کے تمام مراد ہیں۔

حابسات الاعین: یعنی نظروں کی حفاظت کرنا کہ غیر کی شہوت اور مائل ہونے والی نظر نہ پڑے۔

لاجلہ: یعنی جس دن حساب قائم ہوگا، یعنی حساب کا دن قائم ہونا اور جزا یا جانا دنیا میں تکمیل وعدہ کی علت کے لئے ہے۔

المذکور: خاص متقیین و مجرمین کے مقام کو بیان کیا اور یہاں ﴿ہذا﴾ بمعنی اہا بعد کے ہے۔

محرق: یعنی آنتوں کا جل جانا مراد ہے، جس کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی ملتا ہے: ﴿وَسَقُوا مَاءَ حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَ﴾

ہم (محمد: ۱۰) ﴿- الفرائض: بمعنی الغطاء والوطاء ہے۔ الشاملین لہم: مراد متقی ہیں۔

من انواع مختلفة: جیسا کہ زندگی، سزا، مار، زہریر (سردی کا عذاب)، یعنی مختلف قسم کے عذاب، اللہ ہمیں ان سے بچائے آمین۔

فیقول المتبعون: داروزہ جہنم سے کہیں گے: کیا ہم کثرت اتباع پر حسد کرتے تھے؟ جب کہ ہم بھی اور ہمارے پیروکار بھی جہنمی ہی

ہیں۔ ای کفار مکہ: مراد ابو جہل، ابی بن خلف وغیرہ ہیں۔

وسلمان: بہتر یہ ہے کہ اس مقام پر ان کا ذکر نہ ہو کیونکہ یہاں اہل مکہ کے بارے میں کلام کیا جا رہا ہے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے

مدینے میں ایمان لائے ہیں۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۴۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

﴿قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِكُفَّارِ مَكَّةَ﴾ انما انما منذر صلے ﴿مُخَوِّقٍ بِالنَّارِ﴾ ﴿وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ﴾

القهار ﴿٦٥﴾ ﴿لَخَلْقِهِ﴾ ﴿رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ﴾ ﴿الْغَالِبُ عَلَى﴾

أَمْرِهِ﴾ ﴿الْغَفَّارُ﴾ ﴿٦٦﴾ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ ﴿قُلْ﴾ ﴿لَهُمْ﴾ ﴿هُوَ نَبُؤًا عَظِيمٌ﴾ ﴿٦٧﴾ ﴿أَنْتُمْ عَنْهُ مَعْرُضُونَ﴾ ﴿٦٨﴾ ﴿أَيُّ الْقُرْآنِ الَّذِي﴾

اَبْنَاتُكُمْ بِهِ جِئْتُمْكُمْ فِيهِ بِمَا لَا يَعْلَمُ اِلَّا يَوْحٰى وَهُوَ قَوْلُهُ ﴿مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِئِطِ اِلَّا اِيَّى الْمَلٰٓئِكَةِ﴾ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (۷۱) ﴿فِي شَاٰنِ اٰدَمَ جِئْنَا قَالِ اللّٰهُ اِنِّىْ جَاعِلٌ لِّى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ اِنْ ﴿مَا يَوْحٰى اِلَى الْاِنْمَانَا﴾ اِى اِنِّى ﴿نَذِيْرٌ مَّبِيْنٌ﴾ (۷۰) ﴿بَيْنَ الْاِنْدَارِ اُذْ كُرَّ﴾ اِذْ قَالَ رَبِّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ (۷۱) ﴿هُوَ اٰدَمُ﴾ ﴿فَاِذَا سُوِيْتَهُ﴾ اَتَمَمْتَهُ ﴿وَوَفَّخْت﴾ اَجْرَيْتُ ﴿فِيهِ مِنْ رُّوْحِى﴾ لَقْصَارَ حَيًّا وَاِضَافَةٌ الرَّوْحِ اِلَيْهِ تَشْرِيفٌ لِاَدَمَ وَالرُّوْحُ جِسْمٌ لَطِيْفٌ يُحْيِىْ بِهِ الْاِنْسَانَ بِنَفْسِهِ فِيهِ ﴿فَقَعُوا لَهٗ سٰجِدِيْنَ﴾ (۷۲) ﴿سُجُوْدٌ تَحِيَّةٌ بِالْاِنْحِنَاءِ﴾ ﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اِجْمَعُوْنَ﴾ (۷۳) ﴿فِيهِ تَاكِيْدٌ اِنْسٍ﴾ اِلَّا اِبْلِيسَ ﴿هُوَ اَبُو الْجِنِّ﴾ كَانَ بَيْنَ الْمَلٰٓئِكَةِ ﴿اِسْتِكْبَارٌ﴾ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (۷۴) ﴿فِي عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى﴾ ﴿قَالَ يَا اِبْلِيسَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيْدىْ﴾ اَيَّ اَيَّ تَوَلَّيْتُ خَلْقَهُ وَهٰذَا تَشْرِيفٌ لِاَدَمَ لِاَنَّ كُلَّ مَخْلُوْقٍ تَوَلَّى اللّٰهُ خَلْقَهُ ﴿اِسْتَكْبَرْتَ﴾ اَلَا اَنْ عَنِ السُّجُوْدِ اِسْتِفْهَامٌ تَوْبِيْحٌ ﴿اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِيْنَ﴾ (۷۵) ﴿الْمُتَكَبِّرِيْنَ فَتَكَبَّرْتَ عَنِ السُّجُوْدِ لِكُوْنِكَ مِنْهُمْ﴾ ﴿قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ طَخَلَقْتَنِىْ مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ﴾ (۷۶) ﴿قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا﴾ اَيَّ مِنْ الْجَنَّةِ وَقِيْلَ مِنَ السَّمٰوٰتِ ﴿فَاَنْكَرَ رَجِيْمٌ﴾ (۷۷) ﴿مَطْرُوْدٌ﴾ وَاِنْ عَلِيْكَ لَعْنَتِىْ اِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ (۷۸) ﴿الْحِزْبِ﴾ ﴿قَالَ رَبِّ فَاَنْظُرْنِىْ اِلَى يَوْمِ يَبْعَثُوْنَ﴾ (۷۹) ﴿اَيَّ النَّاسِ﴾ ﴿قَالَ فَاَنْكَرَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾ (۸۰) اِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (۸۱) ﴿وَقَتَّ النَّفْخَةِ الْاُوْلٰى﴾ ﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غُوِيْنَهُمْ اِجْمَعِيْنَ﴾ (۸۲) اِلْعِبَادِكَ مِنْهُمْ الْمَخْلَصِيْنَ (۸۳) ﴿اَيَّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ﴿قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ اِقْوَلُ﴾ (۸۴) ﴿بِنَصْبِهِمَا وَرَفَعَ الْاَوَّلِ وَنَصَبَ الثَّانِيَّ فَنَصَبَهُ بِالْفِعْلِ بَعْدِهِ وَنَصَبُ الْاَوَّلِ قِيْلَ بِالْفِعْلِ الْمَذْكُوْرِ وَقِيْلَ عَلٰى الْمَصْدَرِ اَيَّ اِحْقَ الْحَقُّ وَقِيْلَ عَلٰى نَزْعِ حَرْفِ الْقَسْمِ وَرَفَعَهُ عَلٰى اَنَّهُ مُبْتَدَاٌ مَحْذُوْفٌ الْخَبْرُ اَيَّ فَالْحَقُّ مَنِى وَقِيْلَ فَالْحَقُّ قَسْمِى وَجَوَابُ الْقَسْمِ ﴿لَا مَلْئِنْ جَهَنَّمَ مِنْكَ﴾ بِذَرِّيَّتِكَ ﴿وَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ﴾ مِنَ النَّاسِ ﴿اِجْمَعِيْنَ﴾ (۸۵) قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ ﴿عَلٰى تَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ﴾ ﴿مَنْ اَجْرٌ﴾ جُعِلَ ﴿وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ (۸۶) ﴿الْمَقْتُوْلِيْنَ الْقُرْآنَ مِنْ تَلْقَايْ نَفْسِي﴾ ﴿اِنْ هُوَ﴾ اَيَّ مَا الْقُرْآنُ ﴿اِلَّا ذَكَرَ﴾ عِظَةً ﴿لِلْعٰلَمِيْنَ﴾ (۸۷) ﴿لِلْاِنْسِ وَالْجِنِّ الْعُقَلَاءِ ذُوْنَ الْمَلٰٓئِكَةِ﴾ ﴿وَلِتَعْلَمَنَّ﴾ يَا كُفٰرًا مَكَّةَ ﴿نَبَاَهُ﴾ خَبْرٌ صٰدِقٌ ﴿بَعْدَ حِيْنٍ﴾ (۸۸) ﴿اَيَّ يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَعِلْمٌ بِمَعْنٰى عَرَفَ وَاللَّامُ قَبْلَهَا لَا مَقْسِمٌ مُّقَدَّرٌ اِى وَاللّٰهُ

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ (اے حبیب کفار مکہ سے) میں (آگ کا) ڈر سنانے والا ہی ہوں (منذر بمعنی مخوف ہے) اور مجھ کو کوئی نہیں مگر ایک اللہ غالب رکھنے والا (اپنی مخلوق پر) مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے غلبہ رکھنے والا (اپنے امر پر) بڑا بخشنے والا..... (اپنے اولیاء کو) تم (ان لوگوں سے) فرماؤ بڑی خبر ہے تم اس سے غفلت میں ہو (یعنی قرآن پاک سے جس کی خبر میں نے تمہیں دی اور میں اسے تمہارے پاس لے کر آیا ہوں اس میں وہ باتیں ہیں جو بغیر وحی کے جانی نہیں جاسکتیں اور وہ فرمان ہے) مجھے ملے اعلیٰ (یعنی فرشتوں) کی کیا خبر تھی وہ جھگڑتے تھے (حضرت آدم علیہ السلام کے معاملے میں..... جب اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرماتا تھا) اِنِّى

جاعل فی الارض خلیفۃ (القدرہ: ۳۰) ﴿﴾ مجھے وحی نہیں ہوتی (ان بمعنی مانا فیہ ہے) مگر یہی میں تو روشن ڈر سنانے والا ہوں (انما میں انا بمعنی انسی ہے، اور مبین بمعنی ہون ہے، یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان (یعنی آدم علیہ السلام) کو بناؤں گا پھر جب میں اسے ٹھیک بنا لوں (اس کو مکمل کر دوں) اور پھونکو (یعنی جاری کر دوں) اس میں اپنی طرف کی روح (اور وہ زندہ ہو جائے اللہ نے اپنی ذات کی طرف روح کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی عزت افزائی کے لیے فرمائی ہے..... ۳.....) روح یہ ایک جسم لطیف ہے جس کے جسم انسانی میں نفوذ کرنے سے انسان زندہ ہوتا ہے) تو تم اس کے لیے سجدے میں گرنا (جھک کر اس کے لیے سجدہ تعظیمی بجالاتا) تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا ایک ایک نے کوئی باقی نہ رہا..... ۴..... (اس کلام میں دو تاکیدیں ہیں) مگر ابلیس نے (یہ ابوالجہن تھا، فرشتوں کے درمیان رہا کرتا تھا..... ۵.....) اس نے غرور کیا اور وہ (علم الہی علیہ السلام میں) تھا ہی کافروں میں فرمایا ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے..... ۶..... (یعنی جسے بن ماں باپ کے میں نے خود پیدا فرمایا، یہ بات حضرت آدم علیہ السلام کی عزت افزائی کے لیے فرمائی ورنہ ہر مخلوق کو بنانے والا اللہ علیہ السلام ہی ہے) تجھے غرور آ گیا (ابھی اس کو سجدہ کرنے سے، یہ استفہام تو بخ ہے) کیا تو تھا ہی مغروروں میں (اور مغروروں میں سے ہونے کی وجہ سے تو نے تکبر کیا، عالیین بمعنی متکبرین ہے) بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا فرمایا تو اس سے (یعنی جنت سے) نکل جا کہ (ایک قول کے مطابق اسے آسمانوں سے نکل جانے کا حکم دیا گیا تھا) تو لعنت کیا گیا ہے (دھتکارا ہوا ہے) اور بیشک تجھ پر میری لعنت ہے یوم الدین (یعنی یوم جزاء) تک بولا اے میرے رب ایسا ہے تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ وہ (یعنی لوگ) اٹھائیں جائیں فرمایا تو مہلت والوں میں ہے اس جانے ہوئے وقت کے دن تک (یعنی تیرے اولیٰ کے وقت تک) بولا تیری عزت کی قسم! ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا مگر ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں (یعنی مومنین ہیں) فرمایا تو یہ سچ ہے اور میں سچ ہی فرماتا ہوں..... (مذکورہ دونوں "الحق" کو منصوب نیز پہلے کو مرفوع اور دوسرے کو منصوب پڑھا گیا ہے، دوسرے والے "الحق" کا منصوب ہونا بالبعد فعل کے سبب ہے اور پہلے والے "الحق" کا منصوب ہونا کہا گیا، یہ فعل مذکور کے سبب ہے اور ایک قول کے مطابق یہ مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی اصل میں "احق الحق" ہے نیز ایک قول مطابق یہ حرف قسم کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا مرفوع ہونا مبتدا ہونے کی وجہ سے ہے اس مبتدا کی خبر محذوف ہے یعنی اصل کلام یوں ہے "فالحق منی" اور کہا گیا ہے اصل میں کلام یوں ہے "فالحق قسمی" اور اس کا جواب قسم ﴿لا ملین جہنم..... الخ ہے﴾ بیشک میں ضرور جہنم بھر دوں گا تجھ سے (تیری ذریت کے ساتھ) اور (لوگوں میں سے) جتنے تیری پیروی کریں گے سب سے تم فرماؤ میں اس پر (یعنی تبلیغ رسالت پر) تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا (اجر کے معنی اجرت ہے) اور میں بناوٹ والوں سے نہیں (یعنی اپنی طرف سے قرآن بنانے والوں میں سے نہیں) وہ تو نہیں (یعنی قرآن پاک تو نہیں) مگر ذکر (یعنی نصیحت) سارے جہان کے لیے (انسانوں اور جنوں کے لیے نہ کہ فرشتوں کے لیے..... ۷.....) اور ضرور تم جانو گے (اے کفار مکہ) اس کی خبر (اس کے سچ ہونے کی خبر) ایک وقت کے بعد (یعنی بروز قیامت، یہاں علم بمعنی عرف ہے اور اس کے ما قبل لام قسمیہ ہے ہو اللہ اس سے پہلے مقدر ہے)۔

﴿قر گیب﴾

﴿قل انما انا منذر وما من الہ الا اللہ الواحد القہار﴾ رب السموت والارض وما بینہما العزیز الغفار ﴿﴾

قل: قول، انا: میں، حرف مشبہ وما کافہ، انا: مبتدا، منذر: خبر، لکن جملہ اسمیہ مقولہ، لکن جملہ

قولیہ، و: عاطفہ، ما: تانیہ، من: بزانہ، الہ: مبتدا، الا: اداۃ حصر، اللہ: موصوف، الواحد القہار: صفتان، رب السموت والارض

وما بینہما: صفت ثالث، العزیز الغفار، صفت رابع وخامس، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل هو نبوا عظیم﴾ انتم عنہ معروضون ﴿﴾

قل: قول، ہو: مبتداء، نبوا عظیم: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انتم: مبتداء، عنہ معروضون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ متانفہ۔ ﴿ما کان لی من علم بالملا الاعلیٰ اذ یختصمون﴾ ﴿﴾

ما: تانیہ، کان: فعل ناقص، لی: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، علم: مصدر بافاعل، ب: جار، الملا الاعلیٰ: مرکب توصیفی "انباء" مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، اذ: مضاف، یختصمون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر شبہ جملہ ہو کر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿ان یوحی الی الانامانا نذیر مبین﴾ اذ قال ربک للملئکة انی خالق بشرنا من طین ﴿﴾

ان: تانیہ، یوحی: فعل مجہول، الی: ظرف لغو، الا: اداة حضر، انما: حرف مشبہ وما کافہ، انا: مبتداء، نذیر مبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، اذ: مضاف، قال ربک للملئکة: قول، انی: حرف مشبہ واسم، خالق: اسم فاعل بافاعل، بشرنا: موصوف، من طین: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا سویته ونفخت فیہ من روحی فقووا له سجدین﴾ ﴿﴾

ف: عاطفہ، اذ: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، سویته: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نفخت فیہ: فعل بافاعل وظرف لغو، من روحی: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، قووا: فعل واو ضمیر زوالحال، سجدین: حال، ملکر فاعل، له: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فسجد الملئکة کلہم اجمعون﴾ الا ابلیس استکبر وکان من الکفرین ﴿﴾

ف: عاطفہ، سجد: فعل، الملئکة: مؤکد، کلہم: تاکید اول، اجمعون: تاکید ثانی، ملکر مستثنیٰ منہ، الا: اداة استثناء، ابلیس: مستثنیٰ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، استکبر: فعل بافاعل، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، کان من الکفرین: فعل ناقص بااسم وظرف مستقر خبر، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی﴾ ﴿﴾

قال: قول، یا ابلیس: نداء، ما: استفہامیہ مبتداء، منعک: فعل بافاعل ومفعول اول، ان: مصدریہ، تسجد: فعل بافاعل، لما خلقت بیدی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿استکبرت ام کنت من العالین﴾ قال انا خیر منہ ﴿﴾

همزہ: حرف استفہام، استکبرت: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ام: عاطفہ متصلہ، کنت: فعل ناقص بااسم، من العالین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، انا: مبتداء، خیر منہ: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿خلقتنی من نار وحقنتہ من طین قال فاخرج منها فانک رجیم﴾ ﴿﴾

خلقتنی من نار: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، خلقنتہ: فعل بافاعل ومفعول، من طین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، ف: فصیحیہ، اخرج منها: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ

تعلیلیہ، انک حرف مشبہ واسم، ورجیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان علیک لعنتی الی یوم الدین﴾

و: عاطفہ، ان حرف مشبہ، علیک: ظرف مستقر خبر مقدم، لعنتی: ذوالحال، الی یوم الدین: ظرف مستقر حال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون﴾ قال فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم﴾

قال: قول، رب: نداء، ف: فصیحیہ، انظرنی: فعل امر بافاعل ومفعول، الی یوم یبعثون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا

جعلتسی رجیما" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ تولیہ، قال: قول، ف: فصیحیہ، انک: حرف مشبہ

واسم، من: جار، المنظرین الی یوم الوقت المعلوم: شبہ جملہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ تولیہ۔

﴿قال فبعزتک لاغوینہم اجمعین﴾ الا عبادک منہم المخلصین﴾

قال: قول، ف: عاطفہ، بعزتک: ظرف مستقر "اقسم" فعل محذوف کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ قسم، لام: تاکیدیہ، اغویس: فعل

بافاعل، ہم: مؤکد، اجمعین: تاکیدیہ، ملکر مستثنیٰ منہ، الا: اداة استثناء، عبادک: ذوالحال، منہم: ظرف مستقر حال، ملکر

موصوف، المخلصین: صفت، ملکر مستثنیٰ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، ملکر مقولہ، ملکر جملہ تولیہ۔

﴿قال فالحق والحق اقول﴾

قال: قول، ف: مستأنف، الحق: "قسمی" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الحق: مفعول

مقدم، اقول: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ تولیہ۔

﴿لا ملئن جہنم منک و ممن تبعک منہم اجمعین﴾

لام: تاکیدیہ، املئن: فعل بافاعل، جہنم: مفعول، منک: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، من: جار، من تبعک: موصول صلہ

ذوالحال، من: جار، ہم: مؤکد، اجمعین: تاکیدیہ، ملکر مجرور، ملکر حال، ملکر مجرور، ملکر معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم

محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿قل ما اسئلكم علیہ من اجر و ما انا من المتکلفین﴾

قل: قول، ما اسئلكم: فعل نفی بافاعل ومفعول، علیہ: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، اجر: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ

معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما مشابہ بلیس، انا: اسم، من المتکلفین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ تولیہ۔

﴿ان هو الا ذکر للعلمین﴾ ولتعلمن نباہ بعد حین﴾

ان: نافیہ، هو: مبتدا، الا: اداة حصر، ذکر للعلمین: موصوف و ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ

یہ، تعلمن: فعل بافاعل، نباہ: مفعول، بعد حین: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

بار بار گناہ کے باوجود بخشش کی امید ہونا:

اے..... حال عاصی کا بے حد برا ہے

تیری رحمت کا بس آسرا ہے

غفور مجرم و قصور و خطا کی

میرے مولا تو خیرات دے دے

امید ہے کہ لاکھ گناہ کے باوجود بندگی ہوئی ہے، بار بار توبہ کرنے کے باوجود نہ تو گناہ سے رک پاتے ہیں اور نہ ہی اُس کریم

امید ہے کہ لاکھ گناہ کے باوجود بندگی ہوئی ہے، بار بار توبہ کرنے کے باوجود نہ تو گناہ سے رک پاتے ہیں اور نہ ہی اُس کریم

کی رحمت سے نظر اٹھتی ہے۔ ہر آن، ہر لمحہ، ہر پل، ہر گھڑی، ہر دن بلکہ کوئی دن ایسا نہیں کہ جرم نہ ہوتا ہو، انسان جرائم کی دنیا میں درندوں سے بھی زیادہ درندہ ہونے لگا ہے۔ دیگر مخلوق تو کیا امن پائی گی اپنی ذات بھی محفوظ نہیں، خود کو نقصان پہنچانے کے درپے ہونے والے جگہ جگہ منشیات کی لت میں پڑ کر اپنی زندگی اجیرن بنائے جا رہے ہیں، موت کے مونہ میں ہاتھ ڈالنے والے گلیوں، بازاروں، تفریح گاہوں، مختلف عوامی جگہوں پر غیر اخلاقی کارستانیوں میں مصروف آئے دن لوگوں سے پٹتے ہیں اور اگر اپنے مضموم عزائم میں کامیاب بھی ہو جائیں تو سکون کہاں ملے گا؟ رب کی یاد سے کوسوں دور مسلمان اکثریت کہاں نجات کے راستے پر گامزن ہوگی؟ کونسا ایسا کرشمہ ہوگا کہ انسان جہالت کی پستی سے نکل کر علم کے نور سے منور ہوگی۔ ساری گفتگو کا ایک ہی مقصد، ایک ہی فلسفہ، ایک ہی سوچ ہے کہ ہم بنی نوانسان اگرچہ گناہ سے پاک نہیں ہیں لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہیں۔ مغفرت پانے کے لیے فقط دل سے دعا کرنا درکار ہے، شرمندگی اور ندامت کا ہونا ضروری ہے اور جہاں ایسا ہے وہاں انعام و اکرام کتنے اس کا اندازہ ذیل میں موجود احادیث و شروح احادیث سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ وسوسہ آئے کہ بار بار ایسا ہوا کہ ایک ہی گناہ سے کئی بار توبہ کی لیکن پھر گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ جس طرح بار بار گناہ ہو جانے سے بیزاری نہیں ہوتی اسی طرح بار بار توبہ کرنے سے بھی دلبرداشتہ نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ کوئی وقت ایسا ہو کہ اللہ ہمارے دل پھیر دے۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بیشک ایک بندہ گناہ کر لیتا ہے، پھر دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! مجھ سے گناہ ہو گیا تو میرا گناہ معاف فرما، (اللہ ارشاد فرماتا ہے) کیا میرے بندے کو علم ہے کہ اس کا رب ہے جو اس کی مغفرت بھی کرتا ہے اور اس کے گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے اور پھر دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا تو مجھ کو معاف فرما، اللہ فرماتا ہے کہ کیا میرے بندے کو علم ہے کہ اس کا رب ہے جو اس کے گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور اس کے مواخذہ بھی فرماتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، پھر جتنا وقت اللہ چاہتا ہے وہ بندہ گزارتا ہے، پھر گناہ کر لیتا ہے، پھر دعا کرتا ہے کہ مجھ سے گناہ ہو گیا تو میرے گناہ کو بخش دے۔ پھر اللہ فرماتا ہے: کیا میرے بندے کو علم ہے کہ اس کا رب ہے جو اس کے گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور اس کے مواخذہ بھی فرماتا ہے، میں نے اپنے بندے کو تین مرتبہ معاف کر دیا، وہ جو چاہے عمل کرے۔“ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب: قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یریدوا، رقم: ۷۵۰۷، ص ۱۲۹۲)

اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن بطال مالکی نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص گناہوں پر اصرار کرتا ہے یعنی بغیر توبہ کے بار بار گناہ کرتا ہے اس کی مغفرت اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، اگر چاہے تو اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو اس کو بخش دے، اس کی نیکی کو غلبہ دیتے ہوئے اور اس بندہ کا یہ اعتقاد ہے کہ اس کا رب ہے جو خالق ہے، وہ عذاب بھی دیتا ہے اور بخشا بھی ہے اور اس کا اللہ سے استغفار کرنا اس کے اس عقیدہ پر دلالت کرتا ہے، اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جس گناہ کی وہ مغفرت طلب کر رہا ہے اس کی توبہ کر چکا ہے، کیونکہ توبہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ گناہ سے رجوع کرے اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے اور اس گناہ کا تدارک اور تلافی بھی کرے اور فقط گناہ پر استغفار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے اس معنی میں توبہ بھی کی ہے اور بعض علماء نے توبہ کی تعریف میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اس کو اپنے فعل پر ندامت ہو اور بعض نے یہ کہا ہے کہ توبہ کے لئے صرف ندامت کافی ہے کیونکہ گناہ کا تدارک اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم ندامت سے ہی پیدا ہوتا ہے اور حدیث میں ہے کہ ”ندامت توبہ ہے“۔ (فتح الباری، کتاب التوحید، باب: قول اللہ تعالیٰ یریدون ان

یریدوا، رقم: ۷۵۰۷، ج ۱۳، ص ۵۷۰) (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب: ذکر التوبہ، رقم: ۴۲۵۲، ص ۷۰۴)

علامہ ابوالعباس قرطبی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اللہ کے عظیم فضل اور اس کی وسیع رحمت پر دلالت کرتی ہے لیکن اس حدیث میں جس استغفار کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دل سے استغفار کرے، حتیٰ کہ اس سے اصرار کی گہرہ کھل جائے اور اس کو ندامت ہو اور ایسا استغفار اس کی توبہ کا ترجمان ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی: حضرت نعمان بن سعد بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو فتنہ میں پڑنے کے بعد توبہ کریں۔“ (شعب الایمان، باب: فی معالجتہ کل ذنب بالتوبۃ، رقم: ۷۱۲۰، ج ۵، ص ۲۴۲۰) اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو بار بار گناہ کرے اور بار بار توبہ کرے، پس جب اس سے گناہ سرزد ہو گیا تو وہ توبہ کرے گا اور اس سے مراد ایسا شخص نہیں ہے جو زبان سے تو استغفار کر رہا ہو اور اس کا دل گناہ پر مصر ہو اور یہ ایسا استغفار ہے کہ اس استغفار سے بھی استغفار کی ضرورت ہے۔ حضرت ابن عباس نے مرفوعاً روایت کی ہے: ”گناہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو اور جو شخص اس حال میں استغفار کرے کہ وہ گناہ پر قائم ہو، وہ اس شخص کی مثل ہے جو اپنے رب سے مذاق کر رہا ہو۔“

(شعب الایمان، باب: فی معالجتہ کل ذنب بالتوبۃ، رقم: ۷۱۷۸، ج ۵، ص ۲۴۲۸)

میں نے جو پہلے ذکر کیا کہ استغفار توبہ کا غیر ہوتی ہے اور مغفرت طلب کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بندہ اس گناہ سے توبہ کر رہا ہو، یہ محض لفظی اعتبار سے ہے لیکن اکثر لوگوں کی استغفار اللہ سے مراد توبہ کرنا ہوتی ہے، پس جو شخص کسی گناہ پر استغفار کرتا ہے وہ اس گناہ سے لازماً توبہ بھی کرتا ہے۔

(المفہم، ج ۷، ص ۸۴ وغیرہ)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگر تم خطا کرتے رہو، حتیٰ کہ تمہاری خطائیں آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تم توبہ کرو تو اللہ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔“ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب: ذکر التوبۃ، رقم: ۴۲۴۸، ص ۷۰۴)

☆..... حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”بیشک اللہ رات کو اپنا (بے مثل) ہاتھ پھیلاتا ہے کہ دن میں گناہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمائے اور دن میں اپنا (بے مثل) ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات میں گناہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمائے، حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے“ (صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب: قبول التوبۃ من الذنوب، رقم: ۶۸۸۳/۲۷۵۹، ص ۱۳۵۲)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”جب تک بندہ کی روح نکلتے وقت اس کے حلقوم تک نہ پہنچ چکی ہو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا رہتا ہے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ۹۸/۱۰۴، رقم: ۳۵۲۸، ص ۱۰۱۵)

☆..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے استغفار کو لازم کر لیا، اللہ اس کی ہر مشکل کا ایک حل اور ہر مصیبت سے ایک نجات کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔“

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب: فی الاستغفار، رقم: ۱۵۱۸، ص ۲۸۳)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جب مومن بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اور اگر وہ توبہ کر لے اور اس گناہ کو اتار دے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ زیادہ گناہ کرے تو وہ نکتے زیادہ ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پورے دل کو ڈھانپ لیتے ہیں اور یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا: ﴿كَلَّا

بَل رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا گیا ہے ان کی کمائیوں

نے (المطففين: ۱۴)۔

☆..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کئے، پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑا راہب (عیسائیوں کا تارک دنیا) کا پتہ بتایا گیا، وہ

مخض اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا کہ اس نے نانوے قتل کیسے کیے ہیں، کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے سو کی گنتی پوری کر لی، پھر اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس کو ایک عالم کا پتہ دیا گیا، اس شخص نے کہا کہ اس نے سو قتل کئے ہیں کیا اس کی توبہ کی صورت ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا: ہاں! توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے، جاؤ فلاں، فلاں جگہ کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں، تم بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بُری جگہ ہے، وہ شخص روانہ ہوا، جب وہ آدھے راستے پر پہنچا تو اس کو موت نے آیا اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہوا، رحمت کے فرشتوں نے کہا: ”یہ شخص توبہ کرتا ہوا دل میں اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا“۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا: ”اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا“، پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا، انہوں نے اس کو اپنے درمیان حُکم بنایا، اس نے کہا: ”دونوں زمینوں کی پیمائش کرو، جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا“، جب انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا، پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا، حسن نے بیان کیا ہے: ”جب اس پر موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دور کر لیا تھا“۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ۵۴، رقم: ۴۷۰، ص ۵۸۵)

ملاء اعلیٰ سے مراد کون ہیں؟

۲..... ملاء اعلیٰ سے مراد فرشتے ہیں، بعض مفسرین نے کہا کہ فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کی شان کے متعلق جھگڑ رہے تھے، جب اللہ نے فرمایا: ﴿وانی جماعل فی الارض خلیفة قالوا اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء فی زمین میں نانب بنانے والا ہوں بولے ایسے کون نانب بنائے گا جو فساد پھیلائے اور خونریزی کرے﴾ (البقرہ: ۳۰)۔ انہیں ملاء اعلیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فرشتے اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے متعلق کلام کیا جا رہا تھا، گفت و شنید میں آسمان پر موجود تھے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اللہ کے ساتھ محاصمہ (جھگڑنا) تو کفر ہے اور فرشتے معصوم ہوتے ہیں لہذا ایسا کیوں ہوا اور ان کے ایمان پر کیا دلیل باقی رہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مقام پر محاصمہ بمعنی مناظرہ و مقاولہ ہے۔ (المظہری، ج ۶، ص ۱۵۰، روح البیان، ج ۸، ص ۷۸)

☆..... سید عالم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”میں نے اپنے رب کو انتہائی حسین صورت میں دیکھا، اللہ نے پوچھا اے محمد! یہ فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کی اے میرے رب تو بہتر جانتا ہے، سید عالم نے فرمایا کہ اللہ نے اپنی بے مثل ہتھیلی میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی جس کی ٹھنڈک کو میں نے اپنے سینے میں پایا، پس میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ جان گیا، پھر سید عالم علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿و کذلک نری ابراہیم ملکوت السموت و الارض ولیکون من الموقنین اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو بادشاہی سارے آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے﴾ (الانعام: ۷۵) پھر اللہ نے استفسار فرمایا: ”اے محمد! آسمان کے فرشتے کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے تھے؟“ میں نے کہا: ”کفارات کی بحث کر رہے تھے“، پوچھا گیا: ”کفارات کیا ہیں؟“ میں نے جواب پیش کیا: ”جماعت کی طرف پیدل چل کر جانا، نمازوں کے بعد مساجد میں دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھنا، تکلیف کی جگہوں میں مکمل وضو کرنا، فرمایا جو ایسا کرے گا خیر کے ساتھ زندہ رہے گا اور خیر کے ساتھ مرے گا اور اس کے گناہ اس طرح ختم ہونگے جیسے اس دن میں کہ ماں نے اُسے جنا تھا“، اور اللہ نے فرمایا: ”اے محمد! جب تم نماز ادا کرو تو یہ پڑھو: اے اللہ میں تجھ سے نیکیوں کے کرنے اور بُرائیوں کے ترک کرنے اور مساکین سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور جب تو اپنے بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو میری روح کو اپنی طرف اس حال میں قبض کرنا کہ وہ

فتنہ میں مبتلا نہ ہو“ اور فرمایا: بلند درجات ان کاموں سے حاصل ہوتے ہیں: ”سلام کو پھیلانا، کھانا کھلانا، رات کو اٹھ کر اس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوں“۔ (سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ ص، رقم: ۳۲۴۴، ص ۹۲۸)

حضرت آدمؑ کی تخلیق میں اللہ کی روح پھوکنا:

۳..... ہم نے عطائین، ج ۳، ص ۳۸۱ پر آیت ﴿یسئلونک عن الروح اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں﴾ کی اسر اوسل: ۸۵) کے تحت کچھ کلام کیا ہے، یہاں مزید ”روح“ سے متعلق شانی کافی بیان کرنا چاہتے ہیں اور عنوانات بھی قائم کریں گے اور تقریباً تمام بیان فتاویٰ رضویہ سے ہوگا، آخر میں یہ بھی بیان ہوگا کہ روح کی نسبت اللہ ﷻ کی جانب کیوں کی گئی ہے۔

(۱)..... روحیں کب پیدا ہوئیں: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ روحیں ازل میں پیدا نہ ہوئیں، ہاں جسم سے دو ہزار سال پہلے بنیں، (ولد الحرام کا اپنا تصور نہیں مگر جب کہ وہ حرام سے پیدا ہوا، ولد الحرام ہونے میں کیا شک ہے)، نہ اس سے اس کی روح کی ناپاکی لازم، روح کفر و ضلالت سے پاک ہوتی ہے۔ بددین کی روح ناپاک ہے اگرچہ ولد الحلال ہو۔ اور دیندار کی روح پاک ہے اگرچہ اس کی ولادت حرام سے ہو، روح کے پاک ہونے سے جسم کا نطفہ حرام سے بنتا کیونکر مٹ گیا، بے علم کو ایسی جہالتوں اور ایسی باتوں میں خوض سے فائدہ نہیں ہوتا سو اس کے کہ شیطان کسی گھائی میں راہ مار کر ہلاک کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲)..... روح اصل میں پاک ہے: خلقی اعتبار سے روح پاک ہے، پھر اگر بد اعتقاد بد اعمال اختیار کرے تو ان سے ناپاک ہو جاتی ہے جس کے سبب مستحق عذاب ہوتی ہے۔

(۳)..... روح انسانی متجزی نہیں: آدمی روح انسانی سے آدمی ہے اور اسی کے مرکب کا نام قلب ہے اور روح انسانی متجزی نہیں کہ آدمی ایک دل میں رہے اور آدمی دوسرے دل میں، تو جس سے وہ اصلۃً متعلق ہوگی تو وہی قلب ہے اور دوسرا سلب ہے، اور آیت پاک ﴿هو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء وہی ہے کہ تمہاری تصویریں بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے﴾ (عمران: ۶) کو فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمہاری تصویر بناتا ہے جیسی وہ چاہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ کیف تشاؤن وبتخیلا حکم تسخرون جیسی تم چاہو اور اپنے خیالات میں گھڑو ویسی ہی تصویر بنادے، یہ محض باطل ہے، اور اس نے اپنی شہیت بتادی کہ کسی کے جوف میں میں نے دو دل نہ رکھے تو اس کے خلاف تصویر نہ ہوگی۔

(۴)..... روح نہیں مرتی: انسان کے مرنے کے بعد سوال روح سے ہوتا ہے، اور روح کبھی نہیں مرتی، رہا یہ کہ روح بدن میں اعادہ کرتی ہے یا نصف بدن میں آتی ہے یا بدن و کفن کے درمیان رکھی جاتی ہے، اس کی تفصیل قطعیات سے نہیں نہ تفتیش کی حاجت۔

(الفتاویٰ الرضویہ مخرجہ، ج ۲۹، ص ۲۸۵، ۲۲۷، ۲۷۷، ۲۷۲)

(۵)..... مومنین کی روحیں گھر آتی ہیں: غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی روحیں ہر شب جمعہ، روز عید، روز عاشوراء، شب برائمت کو اپنے گھر آ کر باہر گھڑی رہتی ہیں اور ہر روح غمناک بلند آواز سے ندا کرتی ہے کہ اے میرے گھر والو! اے میری اولاد! اے میرے قربت داروں! صدقہ کر کے ہم پر مہربانی کرو۔

(۶)..... روحیں کہاں ہوتی ہیں؟: بیشک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں، اور کافر کی روحیں جہنم میں مقید ہیں۔

☆..... اولیائے کرام کی روحیں زمین، آسمان، بہشت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

☆..... ارواحِ مومنین برزخ میں اجسامِ مثالی ہیں، جیسے شہداء کے لئے حواصلِ طیورِ خضر فرمایا سبز پرندوں کے بھیس میں، اور ان کے مقامِ حسبِ مراتب مختلف ہیں، قبور پر یا چاہِ زمزم میں یا فضا کے آسمان میں یا کسی آسمان پر یا عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں لکھا۔

(۷)..... روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے: موت فنائے روح نہیں، بلکہ وہ جسم سے روح کا جدا ہونا ہے، روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے، حدیثِ پاک میں ہے: ”انما خلقتم للابد ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے بنائے گئے ہیں“۔ تو جیسے تعلقاتِ حیاتِ دنیوی میں تھاب بھی رہتے ہیں، حدیثِ پاک میں ہے: ”ہر جمعہ کو ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں، بُرائیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں، تو اپنے گزرے ہوؤں کو رنجیدہ نہ کرو، اے اللہ کے بندو!“۔

(۸)..... کیا روح و جسم دونوں خاک ہو جاتے ہیں؟ انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بدنِ خاک ہو جاتا ہے، اور وہ بھی گل نہیں، کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عجب الذنب کہتے ہیں وہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ باقی رہتے ہیں، انہیں پر روزِ قیامت ترکیبِ جسم ہوگی، عذاب و ثواب روح و جسم دونوں کے لئے ہے، جو فقط روح کے لئے مانتے ہیں گمراہ ہیں، روح بھی باقی اور جسم کے اجزائے اصلیہ بھی باقی، اور جو خاک ہو گئے وہ بھی فنائے مطلق نہ ہوئے، بلکہ تفرقِ اتصال ہو اور تغیرِ ہیئت، پھر استحالہ کیا ہے، حدیث میں روح و جسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے اس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے، ایک لٹھا ہے کہ پاؤں نہیں رکھتا اور آنکھیں ہیں، وہ اس باغ کے باہر پڑا ہوا ہے، پھلوں کو دیکھتا ہے مگر ان تک جا نہیں سکتا۔ اتنے میں ایک اندھا آیا اس لٹھے نے اس سے کہا: تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لے چل، میں تجھے سیدھا راستہ بتاؤں گا، اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے، یوں وہ اندھا اس لٹھے کو لے گیا اور میوے کھائے اور دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے؟ دونوں ہی مستحق ہیں، اندھا اُسے نہ لے جاتا تو وہ نہ جاسکتا، اور لٹھا اُسے نہ بتاتا تو وہ نہ دیکھ سکتا، وہ لٹھا روح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعال جو اس میں نہیں کر سکتی، اور وہ یوں اندھا بدن ہے کہ افعال کر سکتا ہے ادراک نہیں رکھتا، دونوں کے اجتماع سے معصیت ہوئی دونوں ہی مستحق سزا ہیں۔

(۹)..... روح کیا ہے؟: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے، اور تمہیں علم نہ دیا گیا مگر تھوڑا، مرنے کے بعد روح کے ادراکات علم و بصیر باقی رہتے، بلکہ پہلے سے بھی زائد ہو جاتے ہیں۔

☆..... روح ایک جوہر لطیف نورانی ہے کہ علم، سمع و بصر وغیرہ تمام ادراکات رکھتی ہے، کھانے پینے سے بے نیاز، گھلنے بڑھنے سے بری ہے، اسی لئے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اُسے بدن کی طرف اصلاً احتیاج نہیں، ایسا جوہر عالمِ آب و گل سے نہیں ہوتا بلکہ عالمِ ملکوت سے، تو اس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اُسے کچھ نقصان نہ پہنچائے، جو بات موافق ہو اُس سے لذت پائے، جو مخالف ہو اس سے دور پہنچے، اور اس پر دلیل ارشادِ رب ہے: ﴿وَلَا تَقْوِلُوا لِلْمَنِّ بِالْمَنِّ يَقْتُلُ... الخ اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو (البقرہ: ۱۰۴)﴾ اور نبی کریم ﷺ کا فرمان: ”جب مُردہ نفس پر رکھا جاتا ہے اس کی روح بالائے نفس پراشفاں رہتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میرے بچہ“۔

(۱۰)..... انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہے: آدمی دو چیزوں سے مرکب ہے، جان اور بدن۔ جزءِ اعظم جان ہے جس میں تبدیل و تغیر کو راہ نہیں۔ اور بدن بمنزلہ لباس ہے کہ اس میں بہت تبدیلی ہوا کرتی ہے۔ پھر روح کا بدن سے چار قسم کا تعلق ہے۔ ایک تعلق دنیوی بحالِ بیداری، دوسرا بحالِ خواب کہ من وجہ متعلق من وجہ مفارقت، تیسرا برزخی، اور چوتھا اخروی۔ شرح الصدور میں ”ابن

قیم کے حوالے سے پانچ قسم قرار دی ہیں۔ عبارت یہ ہے: ”اول شکم مادر، دوسرا ولادت، تیسرا حالت خواب میں کہ ایک طرح سے روح بدن سے متعلق ہے اور دوسری طرح سے جدا، چوتھا برزخ میں کہ روح موت کے باعث اگرچہ بدن سے جدا ہو چکی ہے مگر بالکل جدا نہیں ہوئی کہ بدن کی طرف اُسے کوئی التفات نہ رہ گیا ہو، پانچواں روز بعثت کا تعلق، وہ سب سے زیادہ کامل تعلق ہے جس سے ماقبل کے تعلقات کو کوئی نسبت نہیں، اس لئے کہ اس تعلق کے ساتھ بدن، موت، خواب، اور فساد و تغیر قبول نہیں کرتا۔

(الفتاویٰ الرضویہ مخرجه برسالہ: اتیان الارواح لمدبارہم بعد الارواح، ج ۹، ص ۶۵۰، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۸۸۹)

(۱۱)..... اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿وَنفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوْحِي﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جس روح کا میں (اللہ ﷻ) مالک ہوں اور میرے سوا کوئی مالک نہیں۔ اور یہ اضافت حضرت آدم کی شان و تعظیم و مرتبہ کے لئے ہے۔ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ انسان دو امر کا مرکب ہے ایک امر اخصویہ یعنی ٹھیک بتا لینا، دوسرا نخبہ روح جس کی جانب نخت سے اشارہ ملتا ہے، پس انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ جانتا چاہیے کہ جوہر نفس تین چیزوں کا مرکب ہے، (۱)..... شفاف نورانیہ، (۲)..... علو عنصریہ، (۳)..... قدسیہ جوہر، اور یہ بدن میں ایسے تیرتی ہے جیسے روشنی ہوا میں، آگ کے تلے میں، اور حقیقی معنوں میں اس کی کیفیت اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ (الرازی، ج ۹، ص ۴۱۰)

حضرت آدم ﷺ کو سجدہ کرنے میں فرشتوں کی ترتیب:

۲..... بعض محققین نے ذکر کیا ہے کہ فرشتوں کو ہم نے آدم ﷺ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ اس حکم سے عدول نہ کریں اور یہ حکم سجدہ آدم ﷺ کی تخلیق سے قبل کیا گیا تھا اور اس بات پر اللہ ﷻ کا حکم شاہد ہے ﴿فَاِذَا مَسَّوْهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِي﴾ لفقوالہ ساجدین (ص ۱۰۰) اور اس کا وقوع بعد میں ہوا ﴿اسجدوا لادم﴾ اور یہ فرمان اس بات پر بین دلیل ہے کہ فرشتوں کو اس بات کا حکم پہلے ہی دے دیا گیا تھا۔ حاصل کام یہ کہ فرشتوں کو پہلے ہی سجدے کا حکم دے دیا گیا تھا لیکن یہ حکم معلق تھا پھر دوبارہ سابق حکم کی مطابقت کے لئے فرشتوں کو ﴿اسجدوا لادم﴾ کے خطاب سے نوازا گیا۔ (روح المعانی، الجزء الثامن، ص ۴۵۶)

فرشتوں کا آدم ﷺ کو سجدہ کرنا آدم ﷺ کے دخول جنت سے پہلے تھا اور سب سے پہلے حضرت جبرائیل ﷺ پھر میکائیل ﷺ پھر اسرافیل ﷺ اور آخر میں عزرائیل ﷺ نے سجدہ کیا اسکے بعد دیگر مقرب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور فرشتوں کی مدت سجدہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ کتنی دیر تک سجدے میں رہے اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ سو سال تک سجدہ میں رہے اور دوسرا قول پانچ سو سال کا ہے اور اسکے علاوہ اور بھی اقوال پائے جاتے ہیں اور یہ سجدہ تعظیمی تھا۔ (الصاوی، ج ۲، ص ۲۴۵)

حسن کا قول ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے نہ تھا کیونکہ وہ آگ سے پیدا ہوا اور فرشتے نور سے اور اس کا استثناء فرشتوں سے اس لئے کر دیا گیا کہ وہ بھی آدم ﷺ کو سجدہ کرنے میں فرشتوں کے ساتھ شامل تھا، پھر جب اس نے سجدہ نہ کیا تو اللہ ﷻ نے فرمایا کہ ﴿لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِيْنَ﴾ (۱۲: ۱۷) ﴿یٰٰسٰی وَجِبْرِیْلُ اسجدوا لادم﴾ سے مستثنیٰ کرنے کی تھی۔ (الحازن، ج ۲، ص ۱۸۴)

ابو نعیم نے حلیہ میں اور دیلمی نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”دین کے بارے میں سب سے پہلے اپنی رائے سے قیاس کرنے والا ابلیس تھا اللہ ﷻ نے حکم فرمایا کہ آدم ﷺ کو سجدہ کر دو اس نے جناب میں کہا ﴿اِنَّا خِیْرٌ مِنْ خَلْقِکَ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ﴾ (ص ۳۶) ﴿ابو جعفر فرماتے ہیں کہ جس نے دین کے معاملے میں اپنی رائے سے قیاس کیا اللہ ﷻ قیامت کے دن اسے ابلیس کے ساتھ کر دے گا کیونکہ اس نے ابلیس کی پیروی کی۔ (الدر المنثور، ج ۳، ص ۱۳۴)

جب اللہ ﷻ نے حضرت آدم ﷺ میں روح پھونک دی اور فرشتوں کو سجدے کا حکم فرمایا تو ابلیس میں حسد نے جوش مارا اور سجدے کا انکاری ہوا کہ مجھے آگ سے بنایا اور یہ مٹی کی پیداوار ہے، پس اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اپنے رب پر اعتراض

کیا اور اپنے رب کے فرمان سے روگردانی کی اور اپنے رب کی رحمت سے دور ہوا، اور عبادت کرنے کے باوجود اپنے مرتبے سے نیچے اتر گیا، ابلیس فرشتوں کی جنس سے نہیں بلکہ فرشتے نوری ہیں اور یہ تباری یعنی آگ سے پیدا ہوا ہے۔

(البدایة والنہایة، باب: خلق العنق و قصة ابلیس، ج ۱، ص ۶۲)

ابلیس کے جن ہونے کی تحقیق!

۵..... لوگوں کے لیے اس بارے میں کہ ابلیس جنوں میں سے تھا، تین اقوال ہیں: (۱)..... ابلیس فرشتوں میں سے تھا اور فرشتوں میں سے ہونا اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ جن نہ ہو اس کی کئی دلیلیں ہیں جیسا کہ فرشتوں کے قبیلوں کے بارے میں بھی یوں ہی فرمایا ﴿و جعلوا بینہ و بین الجنة نسبا اور اس میں اور جنوں میں رشتہ ٹھہرایا﴾ (الصفت: ۱۵۸) ﴿و جعلوا لہ شرکاء الجن اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو﴾ (الانعام: ۱۰۰) ﴿دوسری دلیل یہ ہے کہ جن کو جن اسلئے کہتے ہیں کہ چھپا ہوا ہوتا ہے اگر دیکھا جائے تو فرشتے کے اوصاف بھی یہی ہیں یعنی فرشتے بھی چھپے ہوئے ہوتے ہیں تیسری دلیل یہ ہے کہ ابلیس جنت کا خازن تھا۔ (۲)..... ابلیس جن تھا، اور جنات آگ سے بنائے گئے ہیں اور ابلیس ابوالجن کو کہتے ہیں۔ (۳)..... ابلیس کو فرشتہ کہنے کا قول صحیح نہیں ہے، فرشتوں کی ذریت اور نسل نہیں ہوتی جب کہ جن کے لیے ذریت متذکرہ آیت میں بیان کی گئی ہے۔ اور یہ بھی کہ جب اللہ نے فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا تو ابلیس نے کیوں انکار کیا، اگر فرشتہ تھا تو انکار کرنے کی جرات کیوں کی؟

(الرازی، ج ۷، ص ۴۷۲ ملخصاً)

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے اپنے بے مثل ہاتھ سے بنایا:

۶..... اللہ نے ﴿لما خلقت بیدی﴾ میں سیدنا آدم علیہ السلام کی تکوین کے لئے ”بیدی“ کا جملہ ارشاد فرمایا، جب کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ نے روح کی نسبت اپنی جانب کر کے فرمایا: ﴿و نفخت فیہ من روحی﴾، یا کعبہ مشرق کو بیت اللہ فرمایا، یا مساجد کو اپنا گھر فرمایا۔ پس مخاطب ان معاملات کو سمجھ لے، پس اللہ کا یہ کلام سیدنا آدم علیہ السلام کی نہایت تکوین و تعظیم کی وجہ سے ہے، اور یہاں ”الید“ بمعنی ”ہذا“ ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: ”الید“ کے معنی تاکید و صلہ کے لئے ہیں، جیسا کہ مجازی معنی ﴿و یقی وجہ ربک﴾ میں لئے جاتے ہیں کہ (اللہ ظاہری اعضاء جسمانی سے پاک ہے)، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ کی تخلیق میں ”الید“ کا ذکر کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ یہاں نسبت نعمت، قدرت اور قوت کی طرف نہیں بلکہ یہ دونوں (وجہ، الید) اللہ کی ذاتی صفات ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ الید سے مراد قدرت ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ کام میرے ہاتھ کا نہیں یا یہ میرے ہاتھوں کے بس کی بات نہیں، اجماع امت اس پر ہے کہ تخلیق آدم اللہ کی قدرت کا شاخصانہ ہے۔

(القرطبی، الجزء: ۲۳، ص ۲۰۰)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اللہ جل جلالہ کے فرمان: ﴿خلقت بیدی﴾ میں تاکید ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام اللہ کی (معزز) مخلوق ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں، اور ابلیس نے سجدہ نہ کیا اس لئے کہ اُسے یہ شبہ تھا کہ وہ مخلوق کو کیوں سجدہ کرے؟ اور ابلیس کو یہ بھی شبہ تھا کہ وہ مٹی سے بنائی جانے والی مخلوق کو کیوں سجدہ کرے؟ جب کہ وہ خود تباری مخلوق ہے اور اللہ نے اسے (اس کے اس خیال و تفکرات کے باعث) ذلیل کیا، کیونکہ اللہ نے ابلیس کو اُس پاک ذات کو سجدے کا حکم دیا جو اس سے مقرب و معزز تھی اور اس حکم میں فرشتے بھی ابلیس کے ساتھ شامل تھے جنہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی اور اس حکم کی تعمیل میں خالق کے حکم کی بجا آوری اور مخلوق (سیدنا آدم علیہ السلام) کی تکوین تھی۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۳، ص ۲۹۸)

کیا دنیا میں سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہو رہا ہے؟

یے..... یہ وہ دقیق مقام ہے کہ جس کی تفصیلی تفسیر مجھے نہ خازن میں ملی اور نہ ہی جامع البیان، روح المعانی، روح البیان، تفسیر اندلسی، الغرض زیر مطالعہ تفاسیر میں سے کسی تفسیر میں اس پیرائے کے متعلق کوئی خاص کلام نہ ملا جو مجھے ذکر کرنا ہے۔ اللہ کڑوڑوں رحمتیں نازل فرمائے امام رازی پر کہ انہوں نے اس مقام پر کچھ نکات بیان فرمائے تاہم ان سے کچھ تسامح ہوا ہے۔ سب سے پہلے امام رازی کے نکات درج ذیل ہیں:

(۱)..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَانَكَ رَجِيمٌ وَإِنِ عَلَيْكَ لَعْنَتِي الٰی یَوْمِ الدِّیْنِ فَرَمٰی اَتُوْجَنّتْ سے نکل جا کہ تو رابندھا گیا اور بیشک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک (ص: ۷۷، ۷۸)﴾۔ متذکرہ آیت میں اللہ نے ابلیس کے ایمان نہ لانے کی خبر دی ہے، اور اگر ابلیس ایمان لے آئے تو اللہ کی خیر صادق خیر کاذب بن جائے گی اور اللہ کے کلام میں کذب محال ہے، پس ابلیس کا ایمان لانا محال ہے، حالانکہ اللہ نے اس کو ایمان لانے کا حکم دیا ہے (معلوم ہوا کہ ابلیس کا ایمان نہ لانا اللہ کی قضاء و حکم سے ہے)۔

(۲)..... ابلیس نے کہا: ﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غَیْبِنَهُمْ اِجْمَعِیْنَ بُولٰتِیْرِ عِزَّتِیْ كِیْ قَسَمْتُ ضُرُوْرٍ مِّیْنَ اِن سَبُّوْا كُغْمَرٰہِ كِرْدُوْں گاہ (ص: ۸۲)﴾ یہ ابلیس کا دعویٰ تھا اور اللہ کو اس کا علم تھا کہ ابلیس اس کے بندوں کو گمراہ کرے گا لیکن پھر بھی اللہ نے اسے منع نہیں کیا، پس ثابت ہوا کہ اللہ اس کے کام سے راضی ہے۔ (مطلب یہ کہ اللہ ابلیس کے لوگوں کو گمراہ کرنے سے راضی ہے)۔

(۳)..... اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿لَا مَلٰئِیْنَ جَهَنَّمَ مَنكُ وَّمِن تَبَعِكَ مِنْهُمْ اِجْمَعِیْنَ بِیْشِكِ مِیْنَ ضُرُوْرٍ جَهَنَّمَ بھرووں گاتجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں (ص: ۸۰)﴾۔ اگر لوگ کفر نہ کریں تو اللہ ﷻ کے کلام کا صدق کذب میں بدل جائے گا اور اللہ ﷻ کا علم جہل سے بدل جائے گا اور یہ محال ہے (پس لوگوں کا کفر کرنا اللہ کے حکم اور اس کی رضا سے ہے)۔

(۴)..... اگر اللہ ﷻ کا ارادہ یہ ہوتا کہ لوگ کفر نہ کریں تو ایسی صورت میں واجب تھا کہ دنیا میں انبیاء و صالحین ہی رہتے اور ابلیس و شیطان سارے مر جاتے لیکن ایسا تو نہیں ہوا لہذا ثابت ہوا کہ اللہ ﷻ کا ارادہ یہی ہے کہ لوگ کفر کریں۔

(۵)..... اگر کافر مکلف مانے جائیں تو لازم آئے گا کہ وہ آیات بھی مانیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ نہ ایمان لائیں، پس اس صورت میں یہ ایمان لانے اور نہ لانے دونوں کا مکلف ہونا لازم آئے گا اور یہ تکلیف مالا یطاق ہے یعنی انسان کو اسی چیز کا مکلف کرنا ہے جس کی اس میں طاقت ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۴۱۶)

یہ وہ نکات تھے جو امام رازی نے ان آیات کے تحت بیان کئے، ہم نے عطائین کے کام کا آغاز کیا اور علماء و مشائخ کی کتابوں کو کھنگالنا شروع کیا تو تفسیر رازی کا ایک نمایاں مقام ملاحظہ کیا، چنانچہ عطائین کی تیاری میں تفسیر "رازی" کو نمایاں جگہ دی۔ انسان بہت جلد مانوس ہو جاتا ہے تاہم عرصہ چھ سال سے عطائین کی تیاری میں مسلسل کوششیں جاری ہیں اور آج (۲۰۱۳-۲-۱۱، بروز پیر بمطابق ۲۹ ربیع النور ۱۴۳۴ھ) کو اس آیت کی تفسیر میں یہ نکات لکھے جنہیں پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ امام رازی سے کوئی ذہنی تسامح ہوا، ہو سکتا ہے کہ انکی افکار کہیں اور مصروف ہوں اور حضرت نے قلم سے ان آیات کے تحت نکات لکھ دیئے ہوں یعنی حضرت کی توجہ خاص نہ رہی ہو۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کسی ذہنی کشمکش میں ہوتا ہے اور اسے صحیح سمت نظر نہیں آ رہی ہوتی اور اسی اثناء میں روزمرہ کے امور میں کمی ہوتی رہتی ہے کیونکہ اس قسم کے نظریات دھریہ و زندیق لوگوں کے ہوتے ہیں۔ تاہم دین کے ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے کچھ کوشش کر رہا ہوں تاکہ اہل سنت کا مذہب واضح ہو جائے۔

(۱)..... جان لیں کہ فی نفسہ ہر ایک کا ایمان لانا ممکن ہے لہذا ابلیس کا بھی ایمان لانا ممکن ہے، اب اللہ ﷻ کے علم ازلی میں یہ بات ہے کہ مخلوق میں سے کون ایمان لائے گا اور کون ایمان نہیں لائے گا، مثلاً ابو جہل کا ایمان نہ لانا اللہ ﷻ کے علم میں تھا، اب اگر وہ ایمان

لے آتا تو اللہ ﷻ کا علم جہل میں بدل جاتا اور اللہ ﷻ کا جہل محال ہے، بالکل اسی طرح ابلیس کا ایمان نہ لانا اللہ ﷻ کے علم ازلی میں تھا، پس اگر وہ ایمان لے آتا تو اللہ ﷻ کا علم جہل سے بدل جاتا، پس ابلیس یا کوئی اور، ہر ایک کا ایمان لانا فی نفسہ ممکن ہے اور اس سے قطع نظر کہ اللہ نے اس کے ایمان لانے کی خبر دی ہے یا ایمان نہ لانے کی۔

(۲)..... امام رازی نے ابلیس کے قول کو ذکر کیا: ﴿قال فبعزتك لا غويهم اجمعين يولا تيري عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا﴾ (ص: ۸۲) کہ تو اللہ ﷻ نے جو ابائرشاد فرمایا: ﴿لا ملسن جہنم منک و ممن تبعک منهم اجمعين بیشک میں ضرور جہنم بھروں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں﴾ (ص: ۸۰) کہ، یعنی ابلیس کو اس کے مرنے ارادے سے منع نہ کیا، پس ثابت ہوا کہ اللہ ﷻ ابلیس کے ارادے سے راضی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کی حکمت یہ ہے کہ جس طرح اس کے انبیاء لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہیں بالکل اسی طرح ابلیس کو بھی سہلت دی گئی ہے اور وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اب ہر ایک شخص جانتا ہے کہ اُسے نیکی کر کے اللہ ﷻ کی جنت کا حقدار بننا چاہیے یا بُرائی کر کے جہنم کا، کیا ما قبل آیت سے روکنا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ انسان خوف کی وجہ سے بھی گناہ اور نافرمانی سے رکتا ہے، پس اس نظریے میں کوئی اشکال نہیں۔

(۳)..... اللہ نے فرمایا: ﴿لا ملسن جہنم منک و ممن تبعک منهم اجمعين بیشک میں ضرور جہنم بھروں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں﴾ (ص: ۸۰) کہ، پس لوگوں کا کفر کرنا ضروری امر ٹھہرا کیونکہ اگر لوگ کفر نہ کرتے تو اللہ ﷻ کا صدق کذب میں اور علم جہل میں بدل جاتا اور یہ محال ہے۔ ہم اس کا جواب یہ دیں گے لوگوں کو اللہ ﷻ نے ایمان لانے کا مکلف ٹھہرایا ہے، اب اس ایمان لانے کے متعلق اللہ ﷻ کا علم کیا ہے، یہ یکسر دوسری بحث ہے۔

(۴)..... امام رازی کا چوتھا نکتہ یہ ہے کہ اگر کوئی کفر نہ کرے تو پھر اس دنیا میں فقط انبیاء اور صلحاء ہی ہونے چاہیے، ابلیس و شیطان کی ضرورت نہیں، اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر لوگوں کے کفر پر اللہ ﷻ کا ارادہ ماننا پڑے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کا مقصود کسی کو جبراً مومن یا کافر بنانا نہیں بلکہ دونوں راستے واضح ہیں جس نے جو کرنا ہے اللہ ﷻ کے علم ازلی میں وہ تمام باتیں ہیں لہذا اس صورت میں بھی اشکال کی گنجائش نہیں۔

(۵)..... اگر یہ کہا جائے کہ کافر ایمان لانے کے مکلف ہیں تو لازم آئے گا کہ ان آیات پر بھی ایمان لائیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں، پس اس وقت یہ لازم آئے گا کہ وہ ایمان لانے اور نہ لانے دونوں کے مکلف ہوں اور یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے بارے میں اللہ کا علم کیا ہے؟ نہ ہی ہم یہ جانتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے ہمارے ایمان لانے کے بارے میں کسی کو کوئی خبر دی ہے یا نہیں؟ اسی طرح کفار کو بھی ایمان لانے کا مکلف کیا ہے لیکن ان کے بارے میں بھی کوئی نہیں جانتا کہ اللہ کا علم کیا ہے؟ تاہم یہ الگ بحث ہے کہ کس کے بارے میں اللہ ﷻ کا علم ازلی کیا ہے؟ پس یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ اگر کفار ایمان لانے کے مکلف ہوں تو ضروری ہوگا کہ وہ ایمان لانے یا نہ لانے دونوں کے مکلف ہوں اور یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

بھرا اللہ تعالیٰ، علماء مجربین کی کتب سے خوشہ چینی کرتے ہوئے ہم نے مسئلہ واضح کر دیا، اللہ ﷻ اپنے فضل سے امام رازی پر رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔

قرآن کن کے لئے نصیحت ہے؟

۵..... امام جریر طبری کہتے ہیں کہ اس آیت میں ﴿العالمین﴾ سے مراد جن اور انس ہیں، یعنی قرآن مکلفین کے لئے نصیحت ہے، پس جو شخص عذاب سے نجات چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ قرآن کی نصیحت پر عمل کرے اور اے گروہ قریش! عنقریب تم یہ

حقیقت جان لو گے کہ قرآن کریم نے نیک کام پر بشارت اور بُرے کاموں پر وعید سنائی ہے، اور آخرت میں تم مومنین کو ثواب اور مکرمین کو عذاب ہوتا دیکھو گے۔

☆..... اس بارے میں بہتر قول یہ ہے کہ مشرکین و مکذبین کو اس قرآن کے ذریعے خریدی جارہی ہے کہ عنقریب ان پر قرآن مجید کی وعدہ و وعید کا صدق ظاہر ہو جائے گا، کب ہوگا اس کا تعین نہیں ہے، پس بعض مشرکین معرکہ بدر میں مارے گئے اور بعض کو جب ان کی موت کا وقت ہوگا اور حالت نزع طاری ہوگی اس وقت علم ہوگا، بعض کو اس کا علم آخرت میں ہوگا۔ (الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۲۲۰ وغیرہ)

اغراض:

بما يعلم: مراد واقعات و خبریں وغیرہ ہیں۔ و هو: وہ امر جو بغیر وحی کے نہ جانا جائے۔

ای الملائکة: مراد ابلیس ہے جس کے بارے ملاء اعلیٰ کے بارے میں علم ہونے کی بات کی جارہی ہے۔

والروح جسم لطیف: یہ جمہور کا ایک قول ہے کہ روح جسم لطیف ہوتی ہے اور یہی صحیح ہے، ایک قول روح کے عرض ہونے کا بھی ہے یعنی مراد وہ حیات ہے جو جسم میں پائی جائے تو جسم حس و حرکت میں ہوتا ہے ورنہ نہیں، ایک قول کے مطابق نہ تو جسم لطیف ہے اور نہ ہی عرض بلکہ ایک جوہر ہے جو کہ کسی نفس کے ساتھ قائم و دائم ہے جس کا تعلق بدن کے حس و حرکت کرنے کے ساتھ ہوتا ہے، نہ تو یہ جوہر جسم میں داخل ہوتا ہے اور نہ ہی خارج ہوتا ہے اور یہ بعض فلاسفہ کا قول ہے۔

مسجود تحية بالانحناء: اللہ ﷻ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ ہم نے اس کا ما قبل جواب دے دیا ہے کہ مراد حقیقی پیشانی رکھنے والا سجدہ ہے اور اگر کسی قسم کے سجدے کا حکم اللہ ﷻ کی جانب سے ہو تو گویا اللہ ﷻ کے حکم پر عمل کرنا ہوا اور ایسا کرنا یقیناً قابل گرفت نہیں ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ درحقیقت سجدہ اللہ ہی کو تھا بس آدم ﷺ قبلے کی مثل تھے۔

کان بین الملائکة: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الا ابلیس﴾ میں استثناء منقطع ہے۔

فی علم اللہ: یعنی اللہ ﷻ کے علم میں ازلی میں یہ بات موجود تھی کہ ابلیس سجدہ نہ کرے گا۔

ای تولیت خلقه: یعنی حضرت آدم ﷺ کو بغیر ماں باپ کے وسیلے کے ذاتی قدرت سے پیدا فرمایا، اور الید کا قول اپنے کمال کے اظہار کے لئے فرمایا ہے۔

ای من الجنة: اس بارے میں بیان کرنا مقصود ہے کہ فرشتوں کو آدم ﷺ کو سجدہ کرنے کا حکم جنت میں رہتے ہوئے دیا تھا یا جنت سے نکالے جانے پر دیا تھا۔

او من السماوات: یعنی میری عظیم تخلیق آسمان سے نکل جا جہاں تو ابتداء تھا، روایت میں ہے جب ابلیس نے اپنی تخلیق پر تکبر کیا تو اللہ ﷻ نے اسے سیاہ فام کر دیا جب کہ ابتداء وہ سفید فام تھا، اسے بدنما کر دیا جب کہ پہلے وہ خوش شکل تھا، سیاہ کر دیا جب کہ پہلے وہ اجالا تھا۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ ابلیس بارہ ہزار فرشتوں میں معلم تھا، اس کے دودھ تھے جو کہ ہرز مرد کے تھے، پھر جب اس نے تکبر کیا تو اللہ نے اس کی شکل و صورت کو بدل دیا اور اسے خنزیر جیسا کر دیا، اس کا چہرہ بدنرما، جیسا کہ سخت بوڑھا بندر، اس کی داڑھی میں فقط سال بال، جیسا کہ گھوڑے کے چند بال ہوتے ہیں اور اس کی آنکھیں بھیانک، دانت خنزیر کی طرح باہر نکلے ہوئے، اونٹ کی طرح سر، بڑے اونٹ کی طرح سینہ، تیل کی طرح کے ہونٹ، نتھنے بڑے بڑے کھلے ہوئے جیسا کہ حجام کا اوزار۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۵۲ وغیرہ)

سورة الزمر مکیة الاقل یا عبادى الذین اسرفوا علی

انفسهم، الاية فمکنية، وهى خمس و سبعون آية

سورة الزمر کی ہے سوائے ﴿قل یا عبادى الذین اسرفوا علی انفسهم﴾ جو کہ مدنی ہے، اس میں ۷۵ آیات ہیں

تعارف سورة الزمر

اس سورت میں ۸ رکوع، ۷۲ کلمات اور ۳۹۰۸ حروف ہیں۔ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ظلم و ستم کی انتہاء ہو گئی اور مکہ مکرمہ کی نضاء میں اطمینان کی سانس لینا بھی دشوار ہو گیا۔ اور اللہ ﷻ نے ہجرت کے بارے میں حکم ارشاد فرمایا کہ اللہ ﷻ کی زمین وسیع ہے چنانچہ ارشاد باری ﷻ ہوا: ﴿وارض اللہ واسعة﴾، چنانچہ حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حبشہ تشریف لے گئے۔ کفار اپنے دل میں سوچا کرتے تھے کہ ہم سید عالم ﷺ اور ان کے ماننے والوں کو اپنے جیسا بنالیں گے لہذا اللہ ﷻ نے ان کی خام خیالی کو دور کرنے کے لئے اپنے حبیب ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب ﷺ آپ فرمادیں: ﴿قل افغیر اللہ تاملو فی اعبدا ایہا الجاہلون یعنی اے جاہلوں! کیا تم مجھے علم کرتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں﴾ (الزمر: ۶۴)۔ یہ وہ دور تھا جہاں کوئی گل بھی سیدھے نہ تھی بلکہ ہر طرف بگاڑ ہی بگاڑ تھا، ایک طرف غیر مسلم طاقتیں اور دوسری جانب اسلام کا آغاز اور مسلمانوں کی پستہ حالی لیکن دینی غیرت ایسی کہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر محض اپنا دین محفوظ کرنے کو اپنا آبائی وطن چھوڑ دیا آج بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہر طرف بگاڑ ہے لیکن اگر کامیابی کی آرزو ہے تو فقط اسلام کے دائرے میں سامنا ہوگا۔ مزید یہ بھی فرمادیا کہ: ﴿لا تقنطوا من رحمة اللہ یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو﴾ (الزمر: ۵۳) تاکہ پُر امید ہو کر دین اسلام کے کاروان کو آگے بڑھایا جائے۔

رکوع نمبر: ۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿تنزیل الکتب﴾ القرآن مُبتداءً ﴿من اللہ﴾ خیرہ ﴿العزیز﴾ فی ملکہ ﴿الحکیم﴾ (۱) ﴿فی صنعه﴾ انا انزلنا الیک ﴿یامحمد﴾ الکتب بالحق ﴿متعلق﴾ بانزلنا ﴿فاعبد اللہ مخلصاً له الدین﴾ (۲) ﴿من الشریک اى مَوْجِدًا لَهُ﴾ الا للہ الدین الخالص ﴿لا یستحقُّه غیرہ﴾ والذین اتخذوا من دونہ ﴿الأصنام﴾ اولیاء وقد لا ﴿وہم کفار﴾ مکة قالوا ﴿ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی﴾ ﴿قربى مَصْدَرٌ بِمَعْنَى قَرِيبًا﴾ ان اللہ یحکم بینہم ﴿وبین المسلمین﴾ فی ماہم فیہ یختلفون ﴿من أمر الذین فیدخل المؤمنین الجنة والکافرین النار﴾ ان اللہ لا یہدی من ہو کذب ﴿فی نسیۃ الولد الیہ﴾ کفار ﴿بعبادۃ غیر اللہ﴾ لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا ﴿کما قالوا اتخذ الرحمن ولدا﴾ لا صطفى مما یخلق ما یشاء ﴿واتخذہ ولدا غیر من قالوا من الملائکۃ بنات اللہ وعزیر بن اللہ والمسیح بن اللہ﴾ مسجنہ ﴿تنزیہا له عن اتخاذ الولد﴾ هو اللہ الواحد القہار ﴿لخلقہ﴾ خلق السموت والارض بالحق ﴿متعلق﴾ بخلق ﴿یکور﴾ یدخل ﴿الیل

على النهار ﴿فَيَزِيدُ﴾ وَيُكْوِرُ النَّهَارَ ﴿يُدْخِلُهُ﴾ عَلَى اللَّيْلِ ﴿فَيُزِيدُ﴾ وَسُخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ كُلٌّ يَجْرِي فِي سَبِيلِهِ ﴿لَا جَلَّ مِثْلَهُ﴾ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ﴿الْأَهْوَى الْعَزِيزِ﴾ الْغَالِبِ عَلَى أَمْرِهِ الْمُنْتَقِمِ مِنْ أَغْلَابِهِ ﴿الْفَارِغِ﴾ ﴿لَا وَلِيَّائِهِ﴾ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ﴿أَيَّ آدَمَ﴾ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴿حَوَاءَ﴾ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ﴿الْأَبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْفِئَمَ الضَّانَ وَالْمَعْزَ﴾ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْكُمْ مِنْ كُلِّ زَوْجَانِ ذَكَرٍ وَأُنْثَى كَمَا نَبَّأَ فِي سُورَةِ الْأَنْعَامِ ﴿يَخْلُقْكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلَقًا مِنْ ۲ بَعْدَى﴾ أَيُّ نُطْفَاتِكُمْ خَلَقْنَاكُمْ مُضْغًا ﴿فِي ظِلْمٍ ثَلَاثٍ﴾ هِيَ ظُلْمَةُ الْبَطْنِ وَظُلْمَةُ الرَّحِمِ وَظُلْمَةُ الْمَشِيمَةِ ﴿ذَلِكَ لَكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاِنِّي تَصْرَفُونَ﴾ ﴿عَنْ عِبَادَتِهِ إِلَى عِبَادَةِ غَيْرِهِ﴾ إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ فَلا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ﴿وَإِنْ أَرَادَهُ مِنْ بَعْضِهِمْ﴾ وَإِنْ تَشْكُرُوا ﴿اللَّهُ فَيُؤْتِيكُمْ مِنْهُ﴾ بِشُكْرِكُمْ الْهَاءُ وَضَمُّهَا مَعَ أَشْبَاحِ ذُوْنِهِ أَيُّ الشُّكْرِ ﴿لَكُمْ﴾ وَلَا تَزِرُكُمْ نَفْسٌ ﴿وَأَزْرَةَ وَزَرَ﴾ نَفْسٌ ﴿آخَرَى﴾ أَيُّ لَا تَحْمِلُهُ ﴿ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ أَنَّهُ عَلِيمٌ ﴿بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ ﴿بِمَا فِي الْقُلُوبِ﴾ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ﴿أَيُّ الْكَافِرِ﴾ ضُرُّ دَعَارِهِ ﴿يَتَضَرَّعُ﴾ مَنِيبًا ﴿رَاجِعًا﴾ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً ﴿أَعْطَاهُ﴾ أَنْعَامًا ﴿مِنْهُ﴾ نَسِيَ ﴿تَرَكَ﴾ مَا كَانَ يَدْعُوهُ ﴿يَتَضَرَّعُ﴾ إِلَيْهِ مِنْ قَبْلِ ﴿هُوَ اللَّهُ﴾ فَمَا فِي مَوْضِعٍ مِنْ ﴿هُوَ جَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا﴾ شُرَكَاءَ ﴿لِيُضِلَّ﴾ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّهَا ﴿عَنْ سَبِيلِهِ﴾ دِينَ الْإِسْلَامِ ﴿قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا﴾ بِقِيَّةِ أَجْلِكَ ﴿إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ﴾ ﴿مَنْ يَتَخَفِيْفِ الْمِمْسِ﴾ ﴿هُوَ قَانِتٌ﴾ قَائِمٌ بِوُضَائِفِ الطَّاعَاتِ ﴿إِنَاءَ اللَّيْلِ﴾ سَاعَاتِهِ ﴿سَاجِدًا وَقَائِمًا﴾ فِي الصَّلَاةِ ﴿يَحْذَرُ الْآخِرَةَ﴾ أَيُّ يَخَافُ عَذَابَهَا ﴿وَيُرْجُوا رَحْمَةَ جَنَّةِ رَبِّهِ﴾ ﴿كَمَنْ هُوَ عَاصٍ بِالْكَفْرِ أَوْ غَيْرِهِ﴾ وَفِي قِرَائَةِ آمٍ مِنْ قَامٍ بِمَعْنَى بَلٍ وَالْهَمْزَةُ ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ أَيُّ لَا يَسْتَوِيَانِ كَمَا لَا يَسْتَوِي الْعَالِمُ وَالْجَاهِلُ ﴿إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ﴾ يَتَعَطَّ ﴿أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ ﴿أَصْحَابُ الْعُقُولِ﴾

﴿ترجمہ﴾

کتاب (یعنی قرآن پاک) اتارنا ہے (اپنے ملک میں) غلبہ رکھنے والے (اپنی صنعت میں) حکمت والے اللہ کی طرف سے (تنزیل) الکتب مبتدأ ہے، من اللہ..... الخ خبر ہے، اے حبیب اللہ ﷺ، بیشک ہم نے تمہاری طرف سے یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری (”بالحق“ النزل کے متعلق ہے) تو اللہ کو پوجو اس کے لیے دین کو (شرک سے) خالص کرتے..... یعنی (شرک سے بچتے ہوئے، یعنی اس کو ایک مانتے ہوئے) ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے (اس کا غیر بندگی کا مستحق نہیں ہے) اور وہ جنہوں نے اس کے سوا (بتوں کو) والی بنا لیا (مرا) اس سے کفار مکہ ہیں، وہ کہتے تھے، ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں (ذلفی مصدر بمعنی تقریباً ہے) اللہ ان کے (اور مسلمانوں کے) درمیان فیصلہ کر دے گا اس کا جس میں (یعنی دین کے معاملہ میں) وہ

اختلاف کر رہے ہیں (پس وہ مسلمانوں کو جنت اور کافروں کو دوزخ میں داخل فرمایا) بیشک اللہ راہ نہیں دیتا (اسے) جو جھوٹا ہے (اللہ کی طرف اولاد منصوب کرنے کے دعویٰ میں) بڑا کافر ہے (غیر اللہ کی بندگی کرنے کے سبب) اللہ نے اپنے لئے بچہ بنایا (جیسا کہ کفار کہتے ہیں) ﴿اتخذ الرحمن ولدا﴾ (مریم: ۸۸) تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا جن لیتا (اور اسے اپنا بچہ بنا لیتا، ان مخلوقات کے علاوہ جنہیں کفار بطور اولاد اللہ ﷻ کی طرف منصوب کرتے ہیں کفار بولے: فرشتے اللہ ﷻ کی بیٹیاں ہیں: عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور مسیح اللہ کا بیٹا ہے) پاکی ہے اسے (اللہ اپنے لیے اولاد بنانے سے منزہ ہے) وہی ہے ایک اللہ (اپنی مخلوق پر) غالب اس نے آسمان اور زمین جن بنائے (بالحق یہ خلق کے متعلق ہے) رات کو داخل کرتا ہے (یکور بمعنی ید دخل ہے) دن میں (تو دن بڑھ جاتا ہے) اور دن کو داخل کرتا ہے (یکور بمعنی ید دخل ہے) رات میں (تورات طویل ہو جاتی ہے..... ۲.....) اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہر ایک ایک ٹھہرائی مدت تک (یعنی روز قیامت تک) چلتا ہے (اپنے مدار میں) سنتا ہے وہی عزیز ہے (اپنے امر میں غالب ہے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے) بخشنے والا ہے (اپنے اولیاء کو) اس نے تمہیں ایک جان (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) سے بنایا پھر اسی سے اس کا جوڑا (یعنی حضرت حوا کو) بنایا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے (اونٹ، گائے، بکریوں، اور بھیڑ سے) آٹھ جوڑے اتارے (اور جوڑوں سے مراد نر اور مادہ ہے، جیسا کہ سورۃ الانعام میں اس کا بیان ہے) تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد دوسری طرح (یعنی نطفہ پھر جم خون پھر پارہ گوشت) تین اندھیروں میں (اس سے مراد پیٹ کی اندھیری، رحم کی اندھیری اور بچہ دانی کی اندھیری ہے) یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں پھر اس (کی عبادت سے غیر کی عبادت کی طرف) کہاں پھیرے جاتے ہو اگر تم ناشکری کرو تو بیشک اللہ بے نیاز ہے..... ۳..... تم سے اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں (اگرچہ بعض بندوں سے وہ اس کا ارادہ فرماتا ہے..... ۴.....) اور اگر شکر ادا کرو (اللہ ﷻ کا اور نتیجے کے طور پر ایمان لے آؤ) تو اسے (یعنی شکر کو) تمہارے لیے پسند فرماتا ہے (سرضہ کو ہاء ساکنہ مضمومہ اشباع اور بغیر اشباع کے پڑھا گیا ہے، بمعنی شکر) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھائیگی (لا تنزر بمعنی لاتحمل ہے) پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے (یعنی تمہارے دلوں کی بات جانتا ہے) اور جب آدمی کو (یعنی کافر کو) کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو پکارتا ہے (آہ وزاری کرتے ہوئے) اسی طرف رجوع لاتا (منیبا بمعنی راجعا ہے) پھر جب اللہ نے اسے اپنے پاس سے انعام دیا..... ۵..... (خولہ بمعنی اعطیناہ، اور نعمۃ کے معنی انعاما ہے) تو بھول جاتا ہے (یعنی چھوڑ دیتا ہے) اسے جسے پہلے پکارا تھا (جس کے حضور پہلے گڑ گڑایا تھا یعنی اللہ ﷻ کو، یہاں ”ما“ موصولہ بمعنی من ہے) اور اللہ کے لیے برابر والے نظر انے لگتا ہے (اندادا بمعنی اشرکاء ہے) تاکہ بہکادے (لیصل کو یاء مفتوحہ و مضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اس کی راہ (یعنی دین اسلام) سے تم فرماؤ تھوڑے دن (اپنی باقی ماندہ زندگی) اپنے کفر کی ساتھ برت لو بیشک تو دو زخیوں میں ہے کیا وہ جو (امن مہم مخففہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) فرمانبردار ہے (وظیفہ طاعت، بحالانے والا ہے) رات کی گھڑیوں میں (اس کی ساعتوں میں..... ۶.....) سکود میں اور قیام (بحالت نماز) آخرت سے ڈرتا (یعنی اس کے عذاب سے، بحسب بمعنی بخساف ہے) اور اپنے رب کی رحمت (یعنی جنت) کی آس لگائے (کیا وہ ارتکاب کفر وغیرہ کرنے والے نافرمانوں جیسا ہو جائیگا، ایک قرأت میں ام من ہو قائم آیا ہے ام بمعنی بل اور ہمزہ استفہامیہ کے لئے ہے) تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان (یعنی دونوں برابر نہیں جیسا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں) نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں (یتذکر بمعنی یتعظ اور اولوا الالباب بمعنی اصحاب العقول ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم﴾

تنزیل الکتب: مبتداء، من: جار، اللہ موصوف، العزیز الحکیم: صفتان، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انا انزلنا الیک الکتب بالحق فاعبد اللہ مخلصا له الدین﴾

انا: حرف مشبہ واسم، انزلنا: فعل "نا، ضمیر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، الیک: ظرف لغو، الکتب: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، اعبد: فعل امر انت ضمیر مستقر ذوالحال، مخلصا له الدین: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، اللہ: اسم جلالہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الا لله الدین الخالص والذین اتخذوا من دون اولیاء ما عبدہم الا ليقربونا الی اللہ زلفی﴾

الا: حرف تمثیہ، لہ: لہ ظرف مستقر خبر مقدم، الذین الخالص: السیدین الخالص: مرکب توصیفی مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: متانفہ، اللذین موصول، اتخذوا: فعل بافاعل، من دون: ظرف مستقر حال مقدم، اولیاء: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتداء، ما عبدہم: فعل ثقی بافاعل ومفعول، الا: اداۃ حصر، لام: جار، یقربوننا: فعل واو ضمیر ذوالحال، زلفی: حال، ملکر فاعل "نا، ضمیر مفعول، الی اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف "یقولون" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ متانفہ۔

﴿ان اللہ یحکم بینہم فی ماہم فیہ یختلفون﴾

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، یحکم بینہم: فعل بافاعل وظرف، فی: جار، ما موصولہ، ہم: فیہ یختلفون: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ ﴿ان اللہ لا یہدی من ہو کذب کفار﴾

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لا یہدی: فعل بافاعل، من موصولہ، ہو مبتداء، کاذب کفار: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لاصطفیٰ مما یخلق ما یشاء﴾

لو: شرطیہ، اراد اللہ: فعل وفاعل، ان: مصدریہ، یتخذ ولدا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لام: تاکید یہ، اصطفیٰ: فعل بافاعل، مما یخلق: ظرف لغو، ما یشاء: موصولہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿سبحنہ هو اللہ الوحده القہار﴾ خلق السموت والارض بالحق﴾

سبحنہ: مصدر فعل محذوف "سبح" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، ہو مبتداء، اللہ: موصوف، الوحده القہار: صفتان، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، خلق: فعل "هو، ضمیر مستقر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، السموت والارض: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یکور الیل علی النہار ویکور النہار علی الیل وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمى الا هو العزیز الغفار﴾

یکور الیل: فعل بافاعل ومفعول، علی النہار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ، و: عاطفہ، یکور النہار علی الیل: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، سخر: فعل بافاعل، الشمس: معطوف علیہ، والقمر: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، کل مبتداء، یجری: فعل بافاعل، لاجل مسمى: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، الا حرف

تسمیہ، هو العزیز الغفار خیران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿خلقکم من نفس واحدة ثم جعل منها زوجها وانزل لکم من الانعام ثمنیة ازواج﴾

خلقکم: فعل بافاعل ومفعول، من نفس واحدة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، جعل منها: فعل بافاعل وظرف لغو، زوجها: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، هو: عاطفہ، انزل لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، من الانعام: ظرف مستقر حال مقدم، ثمنیہ ازواج: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یخلقکم فی بطون امہتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمت ثلاث﴾

یخلقکم: فعل بافاعل ومفعول، فی بطون امہتکم: ظرف لغو، خلقا بموصوف، من: جار، بعد مضاف، خلق: مصدر بافاعل، فی ظلمت ثلاث: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ متاثرہ۔

﴿ذلکم اللہ ربکم لہ الملک لا الہ الا هو فانی تصرفون﴾

ذلکم: مبتدأ، اللہ: خبر اول، ربکم: خبر ثانی، لہ الملک: جملہ اسمیہ خبر ثالث، لا: نفی جنس، الہ: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، ہو: مضاف الیہ صفت، ملکر اسم "موجود" خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ خبر رابع، ملکر جملہ اسمیہ، ف: متاثرہ، انی: اسم استفہام متعلق بمحذوف حال مقدم، تصرفون: فعل واو ضمیر ذوالحال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ متاثرہ۔

﴿ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم ولا یرضی لعبادہ الکفر﴾

ان: شرطیہ، تکفروا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، غنی عنکم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یرضی لعبادہ: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، الکفر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وان تشکروا یرضہ لکم ولا تزر وازرة وزر اخری﴾

و: عاطفہ، ان بشرطیہ، تشکروا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، یرضہ لکم: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، لا تزر: فعل نفی، وازرة: فعل، وزر اخری: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم الی ربکم مرجعکم فینبئکم بما کنتم تعملون انه علیم بذات الصدور﴾

ثم: عاطفہ، الی ربکم: ظرف مستقر خبر مقدم، مرجعکم: مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، ینبئکم: فعل بافاعل ومفعول، بما کنتم تعملون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، انه حرف مشبہ و اسم، علیم بذات الصدور: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا مس الانسان ضر دعاه منیباً الیہ﴾

و: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فی مقدم، مس الانسان: فعل ومفعول، ضر: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، دعا: فعل "هو" ضمیر مستتر ذوالحال، منیباً الیہ: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ربه: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ثم اذا خوله نعمة منه نسی ما کان یدعو الیہ من قبل وجعل للہ اندادا لیضل عن سبیلہ﴾

ثم: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فی مقدم، خوله: فعل بافاعل ومفعول، نعمة: موصوف، منه: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، نسی: فعل بافاعل، ما: موصولہ، کان: فعل ناقص با اسم، یدعو الیہ من قبل: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل: فعل بافاعل، لہ: ظرف مستقر مفعول اول، اندادا: مفعول ثانی، لیضل عن سبیلہ: عن سبیلہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قل تمتع بكفرک قليلا انك من اصحاب النار﴾.

قل: قول، تمتع بكفر: فعل امر بافعل و ظرف لغو، قليلا: ظرف زمان، بلكر جملہ فعلیہ مقولہ، بلكر جملہ تولى، انك: حرف مشبہ
واسم، من اصحاب النار: ظرف مستقر خبر، بلكر جملہ اسمیہ۔

﴿امن هو قانت اناء الليل ساجدا قائما يحذر الاخرة ويرجو رحمة ربه﴾.

ام: معطوفہ بمعنی بل، من: موصول، هو: مبتدأ، قانت: اسم فاعل با"هو" ضمير ذوالحال، ساجدا: معطوف
عليه، و: عاطفہ، قائما: معطوف، بلكر حال اول، يحذر الاخرة: جملہ فعلیہ معطوف عليه، ويرجو رحمة ربه: جملہ فعلیہ معطوف، بلكر
حال، بلكر فاعل، اناء الليل: ظرف، بلكر مشبہ جملہ ہو کر خبر، بلكر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ، بلكر "خير" خبر محذوف کیلئے مبتدأ، بلكر جملہ اسمیہ۔

﴿قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما يتذكروا لولا الاباب﴾.

قل: قول، هل: حرف استفهام للتمی، يستوى: فعل، الذين يعلمون: موصول صلہ، بلكر معطوف عليه، و: عاطفہ، الذين لا
يعلمون: موصول صلہ، بلكر معطوف، بلكر فاعل، بلكر جملہ فعلیہ تولى، بلكر جملہ تولى، انما: حرف مشبہ وما كافہ، يتذكروا: فعل، اولوا
الاباب: فاعل، بلكر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆ امن هو قانت اناء الليل ساجدا ☆ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ
عنہما کی شان میں نازل ہوئی اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے
کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت عمار اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

اخلاص کا بیان:

۱..... الاخلاص بمعنی الصافی ہے، مطلب یہ ہے کہ کسی چیز سے ملاوٹ کو دور کرنا اس چیز کے خالص ہونے کی دلیل ہے،
اور صافی یہ ہے کہ اس میں کوئی ملاوٹ والی چیز ہی نہ ہو، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میں نے اسے خالص کیا تو وہ خالص ہوگئی۔ اور اسی سے
اللہ کے فرمان: ﴿وَنَحْنُ لَهُ مَخْلُصُونَ﴾ (البقرة: ۱۲۹) ﴿انہ من عبادنا المخلصین﴾ (یوسف: ۲۴) ہے کیونکہ اخلاص کی
حقیقت یہ ہے کہ اللہ ﷻ کے ماسوا سے برائت حاصل ہو جائے۔
(المفردات، ص ۱۶۱)

☆ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے تو جس کی
ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہی ہے اور جس کی ہجرت دنیا پانے یا کسی
عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔"

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: ما جاء انما الاعمال رقم: ۵۴، ص ۱۲)

☆ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں کا ایک گروہ جہاد کرتے ہوئے جب ایک بیاناں علاقے میں پہنچے گا تو اس گروہ کے اگلے
پچھلے لوگ زمین میں دھنس جائیں گے۔" میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ان کے اگلوں اور ان پچھلوں کو زمین میں کیسے دھنسیا
جائے گا حالانکہ ان کے ساتھ ان کے مویشی اور ایسے لوگ بھی ہونگے جو ان میں سے نہیں ہونگے؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "ان کے
اولین و آخرین کو زمین میں دھنسیا جائے گا پھر انہیں ان کی نیتوں پر اٹھایا جائے گا۔"

(صحیح البعاری، کتاب البیوع، باب: ما ذکر فی الاسواق، رقم: ۲۱۱۸، ص ۳۴۰)

☆..... رسول مقبول نبی بی آمنہ کے گلشن کے مہکتے پھول ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ایسے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا گیا جو بہادری جتلاتے، حمیت اور ریا کاری کے لئے جہاد کرتے ہیں کہ ان میں سے کون راہ خدا کا مجاہد ہے؟ سید عالم ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: ”جو اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے لڑے وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے“، ایک نسخہ میں ہے: ”وہی راہ خدا کا مجاہد ہے“۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب: من قاتل لکنون کلمۃ اللہ، رقم: (۴۸۱۵)/۱۹۰۴، ص ۲۳۲)

☆..... سید البیہقین رحمۃ اللعالمین ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: ”اللہ آخرت کی نیت پر دنیا عطا فرمادیتا ہے لیکن دنیا کی نیت پر آخرت عطا فرمانے سے انکار فرمادیتا ہے“۔ (کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاول، حرف الزای، باب الزہد، رقم: ۶۰۵۳، ج ۲، ص ۷۵)

☆..... دو جہاں کے تاجور سلطان بحر و بر ﷺ کا فرمان منفرد نشان ہے: ”اللہ کی رضا کے لئے اعمال میں اخلاص پیدا کرو کیونکہ اللہ وہی عمل قبول کرتا ہے جو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ کیا جائے“ (سنن دار الفطنی، کتاب الطہارات، باب النیۃ، رقم: ۱۲۰، ج ۱، ص ۷۳)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اے لوگوں! اللہ کے لئے اخلاص کے ساتھ عمل کرو کیونکہ اللہ وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ کئے جاتے ہیں اور یہ مت کہا کرو کہ میں نے یہ کام اللہ اور رشتے داری کی وجہ سے کیا ہے“۔ (المرجع السابق)

☆..... سید عالم نور مجسم ﷺ کا فرمان ہے: ”اعمال ایک برتن کی مانند ہوتے ہیں یعنی جب برتن کا پیندہ اچھا ہوگا تو اس کا بالائی حصہ بھی اچھا ہوگا“۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب التوفی علی العمل، رقم: ۴۱۹۹، ص ۶۹۷)

☆..... شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال ﷺ کا فرمان مبارک نشان ہے: ”اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال پر نظر نہیں فرماتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال پر نظر رکھتا ہے“۔

(صحیح مسلم، کتاب الادب، باب: تحريم ظلم المسلم، رقم: (۶۴۳۷)/۲۵۶۴، ص ۱۲۷۰)

☆..... اللہ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ فرماتے ہیں: ”اللہ وہی عمل پسند فرماتا ہے جو اخلاص کے ساتھ اس کی رضا جوئی کے لئے کیا جائے“۔ (سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب: من غزا یلتمس، رقم: ۲۱۳۹، ص ۷۴۷)

☆..... داغ رنج و بلا ﷺ کا فرمان ہے: ”بندہ جب اعلانیہ طور پر نماز پڑھے جو اچھی طرح سے ادا کرے اور جب پوشیدہ طور پر پڑھے تو بھی اچھی طرح سے پڑھے تو اللہ فرماتا ہے: ”یہی میرا بندہ ہے“۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب التوفی علی العمل، رقم: ۴۲۰۰، ص ۶۹۷)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جب الحزن سے پناہ مانگو، مسلمانوں نے پوچھا: جب الحزن کیا ہے؟ فرمایا: ”وہ جہنم کی ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی ہر روز سومرتبہ پناہ طلب کرتا ہے؟“ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟ فرمایا: ”وہ قاری جو دکھانے کے لئے عمل کرتا ہے“۔ (سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب: ماجاء فی الریاء والسمعة، رقم: ۲۳۹۰، ص ۶۹۰)

آسمان، زمین، دن اور رات کا ستر کرنا:

۲..... اللہ ﷻ نے بنی نوع انسان پر کئی احسانات کئے ہیں جس میں سے ایک احسان یہ ہے کہ اس نے سر چھپانے کو آسمان دیا کہ یہی آسمان ہم پر ستر کا کام دیتا ہے، رہنے کے لئے زمین دی کہ یہی زمین ہمیں ستر کا کام دیتی ہے، رات کی نعمت عطا کی جس میں بعض وہ معاملات بھی ہوتے ہیں جو عموماً دن کے اجالے میں نہیں ہوتے گویا رات ستر کا کام دے رہی ہے، دن کی نعمت عطا فرمائی جو رات کی سیاہی کو چھپا لیتا ہے۔ ہم ستر کے معنی کو اس لئے بیان کر رہے ہیں کہ الغفار کا ایک معنی ستر بھی ہوتا ہے، ہم نے اسی عنوان کے

تحت کلام کرنا ہے، الغرض کئی اعتبار سے ستر کے معاملات ہوتے ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱)..... ایک ستر ظاہری ہے اور ایک ستر باطنی، انسان کا ستر ظاہری کپڑوں سے ڈھانپنا جاتا ہے جس کا حکم بھی ہے، باطنی ستر یہ کہ انسان کے وجود میں خون کی شریانیں، پھیپھڑے، دل، گردے، مثانے، آنتیں، معدہ سب کو اللہ نے باطنی ستر کر دیا، انسان اپنے پیٹ میں غلاظت لئے پھرتا ہے لیکن جب شرعی اصولوں کے مطابق طہارت کا اہتمام کر لے تو اللہ ﷻ کے گھر میں داخل ہو سکتا ہے۔

(۲)..... کہا جاتا ہے کہ خالی ذہن شیطان کی آماجگاہ ہوا کرتا ہے، کتنے دسواں آتے ہیں، بُرے بُرے خیالات و تفکرات جنم لیتے ہیں اور بسا اوقات یہی خیالات و تفکرات انسانی ذہن کی تباہی کا سبب بھی بنتے ہیں، کسی کے ذہن میں چوری کرنے کا خیال آتا ہے تو کوئی زنا کا ذہن بناتا ہے، کسی کے ذہن میں بھوکے کا پروگرام بن رہا ہے تو کسی کے ذہن میں اغواء برائے تاوان کی خیال بندی ہو رہی ہے، لیکن قدرت کتنی مہربان ہے کہ ان تمام تفکرات کی موجودگی میں بھی ستر کر دیا ہے کہ جب تک انسان اپنی حرکات سکنت یا قیل و قال سے دوسرے انسان کو آگاہ نہ کرے، ستر قائم رہتا ہے۔

(۳)..... ماقبل ذہن کے گناہ کی ایک صورت بیان ہوئی اب جوارح کے گناہ کو بھی دیکھ لیں کسی نے کسی انسان کو نقصان پہنچایا جب تک شرعی تقاضے پورے نہ ہو لیں اس وقت تک نہ چور کو سزا ہوتی ہے نہ ہی جرمانہ قائم کیا جاتا ہے۔ الغرض یہاں بھی ستر کی صورت پائی جا رہی ہے کہ ہو سکتا ہے جس کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے وہ معاف ہی کر دے، گویا اللہ نے اُسے معاف کرنے کی توفیق دے کر دیگر لوگوں کے سامنے گناہ کھلنے سے ستر کا اہتمام فرمایا۔

(۴)..... دن میں کھلے آسمان کے تلے کی جانے والی غیبتیں، عیب دریاں، چغلیاں، بہتان بازیاں ایسے گناہ ہیں کہ جب تک جس کے بارے میں کئی ہیں انہیں پتہ نہ چل جائے معافی مانگنا واجب نہیں کرتیں، ورنہ جس کی غیبت یا چغلی کی ہے اس سے معافی بھی مانگنی پڑے گی اور توبہ بھی کرنا ہوگی، گویا ایک حد تک اس میں بھی ستر کرنے کا سامان ہے لہذا انسان کو بچنا چاہیے۔

☆..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہ کرے اور نہ اس کو بے عزت کرے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت دور کرتا ہے اللہ اس سے قیامت کے دن کی مصیبت دور کرے گا، اور جو کسی مسلمان کا ستر رکھتا ہے قیامت کے دن اللہ اس کا ستر رکھے گا۔“ (صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب: لا یظلم المسلم المسلم، رقم: ۲۴۴۲، ص ۲۹۴)

☆..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن مومن اپنے رب کے نزدیک ہوگا حتیٰ کہ اللہ اس کے اوپر اپنی حفاظت کا بازو رکھ دیگا، پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور اس سے پوچھے گا: تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں پہچانتا ہوں، اللہ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تجھ پر ستر کیا اور آج میں تجھے بخش دیتا ہوں، پھر اس کی نیکیوں کا صحیفہ لپیٹ دیا جائے گا اور رہے کفار تو تمام لوگوں کے سامنے ان کو ندا کی جائے گی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کو جھٹلایا۔“ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: قوله تعالیٰ والیٰ مدین انھام شعیا، رقم: ۴۶۸۵، ص ۸۰۶)

اللہ ﷻ کا بے نیاز ہونا:

۳..... اللہ ﷻ کسی مکلف کو اپنی ذات کے لئے حاصل ہونے والے نفع کی طرف اور نہ ہی نقصان کی جانب مجبور نہیں کرتا، کیونکہ اللہ علی الاطلاق غنی ہے، اور اس کے غنی ہونے کی درج ذیل وجوہ ہو سکتی ہیں:

(۱)..... اللہ ﷻ اپنی ذات و صفات میں واجب الوجود ہے، اور جو ایسا ہو وہ سب سے علی الاطلاق بے نیاز ہوتا ہے۔

(۲)..... اگر اللہ ﷻ محتاج ہو تو یہ احتیاج یا تو قدیم ہوگی یا حادث، اول صورت تو باطل ہے اس لئے کہ ازل میں جو تخلیق ہوئی اس کی طرف اللہ کا محتاج ہونا محال ہے، اس لئے بھی کہ الخلق اور الازل میں باہم تقاض (تضاد) ہے، اور ثانی اس لئے محال ہے کہ حاجت نقصان ہے اور حکیم (دانا) اپنی ذات کے نقصان والے پہلو کی جانب کسی کو نہیں بلاتا۔

(۳)..... بدیہی طور پر ہم جانتے ہیں کہ اللہ ﷻ زمین و آسمان کے پیدا کرنے پر قادر ہے، اسی طرح سورج، چاند، ستارے، عرش، کرسی، عناصر اربعہ، موالیذ ثلاثہ کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، اور جو ایسا ہوا سے اسی کے بندوں کی نماز، روزہ سے قاندہ یا نہ پڑھنے کی صورت میں نقصان پہنچتا ہو، پس ثابت ہوا کہ تمام عالمین کی نفع و نقصان والی ہر چیز سے اللہ بے نیاز ہے۔ (الرازی، ج ۹، ص ۴۲۰)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے: ”تم لوگوں پر خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا اور آپ نے فرمایا: اللہ ﷻ کا (بے مثل) ہاتھ بھرا ہوا ہے خرچ کرنے سے اس میں کوئی کمی نہیں آتی، رات اور دن کا مسلسل خرچ اس میں کمی نہیں کر سکتا، یہ بتاؤ کہ جب سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے وہ جب سے خرچ کر رہا ہے اور اس کے (بے مثل) ہاتھ میں کوئی کمی نہیں آتی، اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں ترازو ہے، جس (کے پلڑوں) کو وہ پست کرتا اور بلند کرتا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: وکان عرشہ علی الماء، رقم: ۴۶۸۴، ص ۸۰۶)

رضا بالقدر کا بیان اور معتزلہ کا رد:

۲..... اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں (الزمر: ۷)۔ اس آیت کے تحت معتزلہ کے اعتراض ہیں جن کے جوابات امام رازی نے دیئے ہیں، ہم معتزلہ کے اعتراض و امام رازی کے جوابات لکھتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ کفر اور ناشکری کو اللہ ﷻ نے پیدا نہیں کیا، بلکہ ان افعال کو بندے خود پیدا کرتے ہیں، کیونکہ اگر کفر اور ناشکری کو اللہ ﷻ نے پیدا کیا ہوتا تو یہ اللہ ﷻ کی قضاء و قدر سے ہوتے اور اللہ ﷻ کی قضاء و قدر سے راضی ہونا واجب ہے، تو پھر کفر سے بھی راضی ہونا واجب ہوتا، حالانکہ کفر سے راضی ہونا خود کفر ہی ہے۔

(۱)..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں (الزمر: ۷)۔ یہاں بندوں سے مراد مومنین ہیں، اور قرآن مجید کا یہ اسلوب ہے کہ وہ عباد سے مومنین مراد لیتا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿عِبَادَ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾ اور رحمن کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں (الفرقان: ۶۳)۔ ﴿ان عبادى ليس لك عليهم سلطان﴾ بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں (الحجر: ۴۲)۔

(۲)..... ہم کہتے ہیں امام رازی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، اللہ ﷻ مومنوں کے کفر اور ان کی ناشکری سے راضی نہیں ہوتا اور کافروں کے کفر اور ان کی ناشکری سے راضی ہوتا ہے، حالانکہ اللہ ﷻ کفر اور ناشکری سے مطلق ناراض ہوتا ہے چہ جائے کہ اس کا صدور مومن سے ہو یا کافر سے۔

(۳)..... ہمارا کہنا یہ ہے کہ کفر اللہ ﷻ کے ارادہ سے ہے، اس کی رضا سے نہیں، رضا کا معنی ہے کسی کام کی مدح کرنا اور اس کی تعریف و تحسین کرنا، جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿لَقَدْ رَضَى اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے (الفتح: ۱۸)۔ ﴿اللہ کفر و ناشکری کی داد و تحسین نہیں فرماتا کیونکہ وہ ان سے راضی نہیں ہے۔

(۴)..... امام رازی کا قول ہے کہ ان کے استاد اور والد ضیاء الدین عمر اس اعتراض کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کسی فعل پر ملامت نہ کرنا اور

اعتراض نہ کرنا اور رضا کا معنی ارادہ کرنا نہیں ہے، اللہ نے کافروں میں کفر و ناشکری پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، وہ ان افعال سے راضی نہیں ہے کیونکہ اس نے کفر و ناشکری کی مذمت کی ہے۔

(۵)..... رضا و ارادہ ایک ہی ہو تو آیت کا معنی یہ بنے گا کہ اللہ اپنے تمام بندوں کے لئے کفر کا ارادہ نہیں کرتا، لیکن اس عموم سے کفار کو خاص کر لیا گیا ہے اور اللہ کافروں کے کفر کا ارادہ کرتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَمَا تَشَاؤُنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ أُو۟لُوا۟ الْأَلْبَابِ﴾ (الرّازی، ج ۹، ص ۴۲۵ وغیرہ) کہ اللہ چاہے (الدّم: ۲۰)۔

شرعی نقطہ نگاہ سے جزا و سزا کا اعتبار:

۵..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَسْرَوْنَ آذَانَ رِبِّيِّمْ وَلَا يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ﴾ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: فی انتظار الفرج، رقم: ۲۵۸۲، ص ۱۰۲۴) عظیم ہدایت الصدور و اذا مس الانسان ضر دعا ربه منيبا اليه ثم اذا خوله نعمة منه نسي ما كان يدعوا اليه اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکی پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنے سے تو وہ تمہیں بتا دے گا جو تم کرتے تھے بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے اور جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو پکارتا ہے اسی طرف جھکا ہوا پھر جب اللہ نے اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دی تو بھول جاتا ہے جس لئے پہلے پکارا تھا (الزمر: ۸۷)۔

☆..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کے فضل کا سوال کرو کیونکہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور افضل عبادت مصیبت پر صبر کرنا ہے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: فی انتظار الفرج، رقم: ۲۵۸۲، ص ۱۰۲۴)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ شہنشاہ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ سے عافیت کا سوال کرو۔“

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: فی العفو والعافیۃ، رقم: ۳۶۰۵، ص ۱۰۲۹)

☆..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص بھی قتل کیا جائے گا اس کے گناہوں میں سے ایک حصہ پہلے ابن آدم پر ہوگا۔“

(صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب: من احياءها، رقم: ۶۸۶۷، ص ۱۱۸۲)

☆..... حضرت جریر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو شروع کیا اس کو اپنے فعل کا بھی اجر ملے گا اور اس کے بعد جو لوگ اس طریقے پر عمل کریں گے ان کا بھی اجر ملے گا اور بعد والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس نے اسلام میں کسی بُرے طریقے کو شروع کیا اُسے اپنے فعل کا بھی گناہ ملے گا اور اس کے بعد جو لوگ بھی اس طریقے پر عمل کریں گے ان کے عمل کا بھی اس کو گناہ ہوگا اور بعد والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب اتباع السنۃ، باب: من سن سنة، رقم: ۲۰۳، ص ۵۲)

جہاں تک متذکرہ بالا آیت کے مضمون کا تعلق ہے کہ کوئی جان کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ کل قیامت میں انسان اپنے گناہوں کے بوجھ میں دبا ہوا ہوگا، ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ انسان گناہ کرنے سے پہلے اس کی شامت خیزی پر غور و فکر کر لے۔ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَحْمِلُوۡنَ اَوْۤاۡرَہِمۡ عَلٰی ظُہُوۡرِہِمۡ﴾ یعنی اپنی پیٹھوں پر گناہوں کا بوجھ اٹھاتے ہوئے (الانعام: ۲۳۱)۔ پیش نظر آیت میں ”وزر“ کو ”وازد“ پر محمول کیا گیا ہے، اس سے مراد وہ عالم وقت ہے جو اپنی رعایا (پر ہونے والے مظالم کا) بوجھ اٹھائے گا۔ قیامت کے دن بیٹا اپنی ماں سے ملاقات کرے گا، ماں کہے گی اے میرے لخت جگر! کیا میری گود تیرے لئے آرام گاہ نہیں تھی، میرا دودھ تیرے لئے خوراک نہیں تھا، میرا پیٹ تیرے لئے جائے مسکن نہیں تھا، بیٹا کہے گا کیوں نہیں والدہ محترمہ، ایسا

ہی تھا۔ ماں کہے گی میرے گناہوں کا بوجھ بڑا بھاری ہے تو اس میں سے ایک گناہ کا بوجھ اٹھالے، بیٹا کہے گا: ”ماں آج کے دن میں اپنے بوجھ اٹھانے میں مشغول ہوں۔“ اس آیت اور ذیل میں دی گئی احادیث سے بی بی عائشہ نے استدلال کیا ہے کہ زندہ لوگوں کے میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب نہیں ہوتا۔

(الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۵، ص ۲۰۲)

احادیث طیبہ سے نماز تہجد کے فضائل و برکات:

۱۔..... سید عالم ﷺ تہجد کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، اور اس کی ترغیب احادیث طیبہ میں بھی ملتی ہے درج ذیل ہم اسی موضوع پر احادیث ذکر کرتے ہیں:

☆..... اسود بیان کرتے ہیں کہ بی بی عائشہ سے سوال کیا گیا کہ سید عالم ﷺ رات میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ بی بی عائشہ نے جواب دیا: سید عالم ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ ﷺ چار رکعات پڑھتے، تم اس کے حسن و طول کو نہ پوچھو، پھر چار پڑھتے، تم ان کے حسن و طول کو نہ پوچھو، پھر تین رکعات (وتر) ادا فرماتے، بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ وتر پڑھنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ فرمایا: ”اے عائشہ! میری آنکھ سوتی دل نہیں سوتا۔“

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب: قیام النبی ﷺ باللیل، رقم: ۱۱۴۷، ص ۱۸۳)

☆..... حضرت بی بی عائشہ بیان کرتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ رات کو نماز میں اتنا قیام کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پاؤں مبارک متورم ہو جاتے، بی بی عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ نے آپ کے صدقے آپ کے اگلے پچھلوں کے گناہ بخش دیئے، آپ نے فرمایا: ”کیا میں اس کو پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ ہو جاؤں، پھر جب آپ ﷺ کا جسم بھاری ہو گیا تو آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے کھڑے ہو جاتے، پھر رکوع کرتے۔“

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: قوله لیغفر لك الله ما تقدم، رقم: ۴۸۳۷، ص ۸۵۶)

☆..... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت داؤد کی نماز ہے، اور سب سے پسندیدہ روزے بھی حضرت داؤد کے ہیں، وہ نصف رات سوتے اور تہائی رات نماز میں قیام کرتے، پھر رات کے چھٹے حصے میں سوتے تھے (یعنی اگر چھ گھنٹے ہیں تو تین گھنٹے سوتے، پھر دو گھنٹے نماز ادا فرماتے اور ایک گھنٹہ سوتے تھے، علی ہذا القیاس) اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔“

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب: من نام عند السحر، رقم: ۱۱۳۱، ص ۱۸۱)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص جب سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر یہ پڑھ کر تین گرہیں لگا دیتا ہے: تمہاری رات بہت لمبی ہے سو جاؤ، جب وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جو وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے، پھر صبح کو وہ تروتازہ اور خوشگوار حال میں اٹھتا ہے ورنہ سستی کا مارا ہوا نحوست کے ساتھ اٹھتا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب: عقد الشیطان علی، رقم: ۱۱۴۲، ص ۱۸۳)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلطان باقریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہمارا رب ہر رات کو جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے کہ کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کر لوں، کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کر دوں، کوئی ہے جو مجھ سے بخشش مانگے تو میں اس کو بخش دوں۔“

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب: الدعاء والصلوة من آخر اللیل، رقم: ۱۱۴۵، ص ۱۸۳)

☆..... حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا، وہ پہلے رات کو نماز میں قیام کرتا تھا پھر اس نے رات کو قیام کرنا چھوڑ دیا۔“

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب: ما یکرہ من ترک قیام، رقم: ۱۱۴۵، ص ۱۸۳)

رقم: ۱۱۵۲، ص ۱۸۴)

☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ شہنشاہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رات میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ جس میں اللہ بندے سے قریب ہوتا ہے پس اگر تجھے استطاعت ہو تو اس گھڑی میں اللہ کی یاد بجالاتا کہ اس کا فضل تجھے مل جائے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ۱۱۸/۱۲۷، رقم: ۳۵۹۰، ص ۱۰۲۶)

☆..... حضرت بلال رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم رات کی نماز کے قیام کو لازم پکڑ لو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کے قیام سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور رات کا قیام گناہوں کو روکتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور جسمانی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ۱۱۳/۱۰۱، رقم: ۳۵۶۰، ص ۱۰۱۸)

☆..... حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے: ”ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة اے اللہ! تو ہمیں دنیا میں اور آخرت میں بھلائی عطا فرما۔“

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ۷۲/۷۲، رقم: ۳۴۹۹، ص ۱۰۰۳)

اغراض:

الاقل یا عبادى: سورة الزمر کی ہے سوائے متذکرہ آیت ﴿قل یا عبادى﴾ کے، جو کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ قائل امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی، کیونکہ یہ مدینہ منورہ میں اسلام لائے تھے اور ظاہر یہی ہے کہ فقط یہی ایک آیت مدنی ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ کل سات آیات مدنی ہیں اور یہ آیت چھ کے بعد والی ہے، ایک قول کے مطابق دو آیات مدنی ہیں اور یہ دوسری آیت ﴿اللہ نزل احسن الحدیث﴾ ہے، پس اس صورت میں تین اقوال ہوئے چنانچہ ایک قول ایک آیت کے مدنی ہونے کا، دوسرا دو آیات کے مدنی ہونے کا اور تیسرا سات آیات کے مدنی ہونے کا ہے۔

متعلق بانزل: بآسیبہ ہے، معنی یہ ہے کہ وہ حق جس کے ثابت کرنے اور اظہار کرنے کے لئے آپ تشریف لائے ہیں۔

ای موحدا له: بمعنی مفردا له ہے، عبادت و اخلاص اختیار کرنے کے اعتبار سے، کیونکہ نہ تو عمل اور نہ ہی نیت غیر خدا کے لئے ہونی چاہیے۔ و بین المسلمین: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مقابل محذوف ہے۔

فیدخل المومنین الجنة: حکم کے ذریعے فریق آخر سے مومنین کو ممتاز کر دیا گیا۔

غیر من قالوا: یعنی فرشتوں کو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں کہنے کے سوا دوسری بات یہود نے کی اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا۔

تنزیہا له عن اتخاذ الولد: یہ بات عقلی و نقلی دونوں طرح سے ناممکن ہے، عقلی اعتبار سے اس لئے کہ اولاد والدین کی جنس سے ہوا کرتی ہے اور ایسا ہونا باطل ہے، نقلی اس طور پر کہ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور کتب سماویہ اس بات پر دلیل ہیں کہ اللہ اولاد سے پاک ہے۔ فیزید: اس پر کلام ہو چکا کہ زیادتی کی انتہاء چودہ گھنٹے اور کمی کی انتہاء دس گھنٹے ہیں، پس زیادتی چار گھنٹے کی ہے جو کہ کبھی دن میں ہو جاتی ہے اور کبھی رات میں ہو جاتی ہے۔

لیوم القيامة: پس سورج و چاند کا نظام دنیا کے اختتام پر ختم ہو جائے گا، کیونکہ یہ دنیا کی مصلحتوں کی وجہ سے کام کر رہے ہیں، پس جب عالم ختم ہو جائے گا تو ان کا نظام بھی ختم ہو جائے گا۔

ای نطفًا: اس میں کچھ ترتیب ہے، پہلے نطفہ، پھر علقہ اور بعد میں مضغ، پس مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے: یعنی ہم نے حیوان کو ٹھیک بنایا کہ ہڈیوں پر گوشت پہنایا، اور یہ ہڈیاں مضغ بننے پر ہوئیں اس سے پہلے حیوان علقہ کی صورت میں تھا اور ابتدائی مراحل میں یہ نطفہ کی صورت میں ماں کے رحم میں تھا۔

المشیمۃ: بروزن کسریمہ ہے، اس کی اصل مشیمۃ شین کے سکون اور یاء کے کسرہ کے ساتھ ہے، پھر یاء کی کسرہ کو ما قبل کے اعتبار سے ساکن کر دیا، خلاف اور کینس (جیب) کے معنی میں آتا ہے اور یہ بھی مراد ہے کہ بغیر اولاد کے انسان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ وان ارادہ من بعضہم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ رضا اور ارادہ دو علیحدہ چیزیں ہیں، کیونکہ کبھی رضا ہوتی ہے لیکن ارادہ نہیں پایا جاتا اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوا کرتا ہے اور امر و رضا کے مابین تلازم لازم ہوتا ہے اور معتزلہ کا مسلک جدا ہے ان کے نزدیک رضا اور ارادہ میں تلازم ضروری ہے اور انہوں نے اس پر امور قاسدہ کی بنیاد رکھی ہے، علماء کہتے ہیں کہ یہاں چار امور پائے جاتے ہیں: کبھی حکم و ارادہ پایا جاتا ہے مراد مومنین کا ایمان ہے، اور کبھی نہ تو حکم ہوتا ہے اور نہ ہی ارادہ پایا جاتا ہے جیسا کہ کفر، کبھی حکم ہوتا ہے لیکن ارادہ نہیں پایا جاتا جیسا کہ کافروں میں سے کسی کا ایمان لانا، اور کبھی ارادہ پایا جاتا ہے لیکن حکم نہیں ہوتا جیسا کہ کافروں میں سے کسی کا کفر۔ ای الکافر: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الانسان﴾ میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔

اعطاه انعاما: یعنی انعام و احسان کے طور پر عطا فرمانا، پس ”انعاما“ مفعول ہے ”لاجلہ“ کا، کیونکہ بغیر کسی تقاضے کے کسی چیز کا مالک بنانا فضل و احسان کی بنا پر ہوا کرتا ہے۔

ساعاتہ: یعنی اول، اوسط اور آخر گھڑیاں مراد ہیں، اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ قیام لیل باعث فضیلت ہے، حدیث میں ہے: ”ہمیشہ جبرائیل مجھے رات کے قیام کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے لگا کہ میری امت کو اختیار ہے کہ وہ نہ سوتے۔“

هو الله: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ما کان یدعوا﴾ میں ”ما“ موصولہ ہے، اور اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے ”الضر“ مراد لیا جائے یعنی اس تکلیف کو بھلا دینا جس کے دور کرنے کے لئے دعا کی جائے اور یہ بھی صحیح ہے کہ ”ما“ مصدر یہ ہوتی ہے کہ نعمتوں کا مالک بنائے جانے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں تضرع کرنے کو بھول جائے لیکن ظاہر قول یہی ہے جو فسر نے کیا ہے۔

رکوع نمبر: ۱۶

﴿قل یعباد الذین امنوا اتقوا ربکم﴾ ای عذابہ بآن تطیعوہ ﴿للذین احسنوا فی ہذہ الدنیا﴾ بالطاعة ﴿حسنة﴾ ہی الجنة ﴿وارض اللہ واسعة﴾ فہا جروا الیہا من بین الکفار و مشاہدۃ المنکرات ﴿انما یوفی الصبرون﴾ علی الطاعات و ما یتلون بہ ﴿اجرہم بغير حساب﴾ ﴿بغير مکیال ولا میزان﴾ ﴿قل انی انذرت ان اعبد اللہ مخلصا لہ الدین﴾ ﴿من الشریک﴾ ﴿وامرت لان﴾ ای بآن ﴿اکون اول المسلمین﴾ ﴿من ہذہ الامۃ﴾ ﴿قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم﴾ ﴿۱۲﴾ ﴿قل اللہ اعبد مخلصا لہ دینی﴾ ﴿من الشریک﴾ ﴿فاعبدوا ما شئتم من دونہ﴾ ﴿غیرہ فیہ تہدید لہم وایذان بانہم لا یعبدون اللہ تعالیٰ﴾ ﴿قل ان الخسرین الذین خسرو انفسہم و اہلبہم یوم القیمۃ﴾ ﴿بتخلید الانفس فی النار و بعدم و ضولہم الی الخور المعذۃ لہم فی الجنة لو آمنوا﴾ ﴿الا ذلک هو الخسران المبین﴾ ﴿۱۵﴾ ﴿البین﴾ ﴿لہم من فوقہم ظلل﴾ ﴿من النار و من تحتہم ظلل﴾ ﴿من النار﴾ ﴿ذلک یعوف اللہ بہ عبادہ﴾ ﴿ای المؤمنین لیتقوہ یدل علیہ﴾ ﴿یعباد فاتقون﴾ ﴿۱۶﴾ و الذین اجتنبوا

الطاعوت ﴿الْأَوْثَانُ﴾ ان یعبدوها والابوا ﴿أَقْبَلُوا﴾ اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبَشْرَى ﴿بِالْجَنَّةِ﴾ ﴿لِبَشَرِ عِبَادِ﴾ (۱۷) الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه ﴿وَهُوَ مَا فِیْهِ فَلَاحُهُمْ﴾ ﴿اُولٰٓئِكَ الذّٰلِیْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ اُولُو الْاِلْبَابِ﴾ (۱۸) ﴿اَصْحَابُ الْعُقُولِ﴾ ﴿اَمِنْ حَقِّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ﴾ ﴿اٰی لَا مَلٰٓئِكُۢمۡ جَهَنَّمَ الْاٰیةُ﴾ ﴿اَلَا تَأْتِیْكَ تَنْقِذٌ تَخْرُجُ﴾ ﴿مِنْ فِی النَّارِ﴾ (۱۹) ﴿جَوَابُ الشَّرْطِ وَاَقِیْمِ فِیْهِ الظَّاهِرُ مَقَامَ الْمُضْمَرِ وَالْهَمْزَةُ لِاِلْتِقَائِهِ وَ الْمَعْنٰی لَا تَقْدِرُ عَلٰی هِدَايَتِهِ فَتَنْقِذُهُ مِنَ النَّارِ﴾ ﴿لٰكِنَ الذّٰلِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ﴾ ﴿بَانَ اَطَاعُوهُ﴾ ﴿لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَةٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ﴾ ﴿اٰی مِنْ تَحْتِ الْغُرْفِ الْفَوْقَانِیَّةِ وَالتَّحْتَانِیَّةِ﴾ ﴿وَعَدَ اللّٰهُ﴾ ﴿مَنْصُوبٌ بِفَعْلِهِ الْمُقَدَّرِ﴾ ﴿لَا یَخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ﴾ (۲۰) ﴿وَعَدَهُ﴾ ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ﴿تَعَلَّمْ﴾ ﴿اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ یَنْبَاعٍ﴾ ﴿اَدْخَلَهُ اَمْكِنَةً تَبَعُ﴾ ﴿فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یَخْرُجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلَفًا الْوَالِهَ ثُمَّ یَهْبِجُ﴾ ﴿یَبْسُ﴾ ﴿فَتَرَهُ﴾ ﴿بَعْدَ الْخَضْرَآءِ مَثَلًا﴾ ﴿مَصْفَرًا ثُمَّ یَجْعَلُهُ حُطَامًا﴾ ﴿فَتَاتَا﴾ ﴿اَنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِکْرًا﴾ ﴿تَذٰکِرًا﴾ ﴿لِاُولٰٓئِی الْاِلْبَابِ﴾ (۲۱) ﴿یَتَذَكَّرُوْنَ بِهٖ لِدَلٰلِیْهِ عَلٰی وَحَدٰیْبِیَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَفَقْدَرِیْهِ﴾.

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ اے میرے بندوں جو ایمان لائے اپنے رب (یعنی اس کے عذاب) سے ڈرو (اس کی فرمانبرداری کر کے) جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں (فرمانبرداری کر کے) ان کے لیے حسنة (یعنی جنت.....) ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے (تو کفار کے درمیان سے اور برائیوں کے ہوتے دیکھ کر وہاں سے کسی اور جگہ ہجرت کر لو.....) صابروں ہی کو نھر پور دیا جائیگا (جو طاعت پر اور آ زمانشوں پر صبر کرنے والے ہیں) ان کا ثواب بے گنتی (بغیر کسی پیمانے اور بغیر میزان کے.....) تم فرماؤ مجھے حکم ہے کہ اللہ کو پوجوں اپنی عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے گردن رکھوں (اس امت میں سے.....) تم فرماؤ بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے بھی اپنے رب سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے تم فرماؤ میں اللہ ہی کو پوجتا ہوں اس کے لیے عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے تو تم اس کے سوا جسے چاہو پوجو (دونہ بمعنی غیرہ ہے، اس امر میں حمد پیدا اور ان کے لیے تنبیہ ہے کہ وہ اللہ کے سوا کوئی نہیں پوج رہے) تم فرماؤ پوری ہارا نہیں جو اپنی جان اور اپنے گھر والے قیامت کے دن ہار بیٹھے (بیٹھنے کے لیے اپنی جانوں کو جہنم میں ڈال کر جنت میں ایمان لانے کی صورت میں جو حوریں ان کے لیے تیار تھیں ان تک رسائی نہ پاسکے) ہاں ہاں یہی کھلی ہار ہے (المبین بمعنی البین ہے) ان کے اوپر بڑے بڑے کٹڑے ہیں (ظلل بمعنی طباق ہے) آگ کے اور ان کے نیچے (آگ کے) بڑے بڑے کٹڑے اس سے اللہ ڈراتا ہے اپنے (مومن) بندوں کو (تاکہ وہ اس سے ڈریں.....) اس تعبیر پر اگلی آیت مبارکہ دلالت کر رہی ہے (اے میرے بندوں! تم مجھ سے ڈرو اور وہ جو بتوں کی پوجا سے بچے (الطاعوت کے معنی بت ہیں) اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے (اس کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوئے) انہی کے لیے (جنت کی) خوشخبری ہے تو خوشی سناؤ.....) میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں (اس بات پر جس میں ان کی فلاح ہو) یہ ہیں وہ جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جو عقل والے ہیں..... (اولو الالباب بمعنی اصحاب العقول ہے) تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی (یعنی یہ بات) ﴿لَا مَلٰٓئِكُۢمۡ جَهَنَّمَ.....﴾ (یعنی) تو کیا تم کمال لوگ کے (تسقل بمعنی

تخرج ہے) اسے جو آگ میں ہے (یہ جواب شرط ہے یہاں اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھا گیا ہے اور یہاں ہمزہ انکار کے لیے ہے معنی آیت یہ ہے تم از خود ان کو ہدایت دینے کی قدرت نہیں رکھتے کہ ان کو آگ سے بچالو) لیکن جو اپنے رب سے ڈرے (یوں کہ اس کی فرمائنداری کرے) ان کے لیے بالا خانے ہیں ان پر بالا خانہ بنے ان کے نیچے (یعنی ان کے اوپر اور نیچے والے بالا خانوں کے نیچے) نہیں ہیں..... اللہ کا وعدہ (وعد اللہ فعل مقدر کی وجہ منسوب ہے) اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا (المیعاد کے معنی وعدہ ہے) کیا تو نے نہ جانا (الم تر بمعنی التلم تعلم ہے) کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اسے زمین میں چشموں کی جگہوں میں داخل فرمادیا (یعنی اس پانی کا چشموں میں داخل ہونا ممکن فرمادیتا ہے) پھر اس سے کھیتی نکالتا ہے کئی رنگت پھر سوکھ جاتی ہے (یہ بیج بمعنی بیس ہے) تو تو دیکھے کہ وہ (سر سبز ہونے کے بعد) پہلی پڑ گئی پھر اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے (حطما کے معنی ریزہ ریزہ ہونا) بیشک اس میں نصیحت دلانا ہے (ذکری بمعنی تذکیرا ہے) عقل مندوں کو (جو اس سے نصیحت لیتے ہیں، اس میں اللہ ﷻ کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر دلالت کرنے کی وجہ سے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل یعباد الذین امنوا اتقوا ربکم﴾

قل: قول، یا: حرف نداء قائم مقام ادعوا فعل انا ضمیر فاعل، عبادی: موصوف، الذین امنوا: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر متادای مفعول، ملکر جملہ فعلیہ نداء، اتقوا: فعل امر بافاعل، ربکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿للذین احسنوا فی هذه الدنيا حسنة وارض الله واسعة﴾

لام: جار، الذین: موصول، احسنوا فی هذه الدنيا: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، حسنة: مبتدأ، مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ارض الله: مبتدأ، واسعة: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انما یوفی الصبرون اجرهم بغير حساب﴾
اول المسلمین﴾

انما: حرف مشبہ وما کافہ، یوفی الصبرون: فعل مجہول و نائب الفاعل، اجرهم: ذوالحال، بغير حساب: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، قل: قول، انی: حرف مشبہ واسم، امرت: فعل بانائب الفاعل، ان: مصدر، اعبد: فعل "انا" ضمیر ذوالحال، مخلصا له الذین: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، اللہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، امرت: فعل بانائب الفاعل، لام: جار، ان اکون اول المسلمین: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم﴾

قل: قول، انی: حرف مشبہ واسم، اخاف: فعل بافاعل، ان: شرطیہ، عصیت ربی: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فانی اخاف" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ معترضہ، عذاب یوم عظیم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل اللہ اعبد مخلصا له دینی﴾
ف اعبدوا ما شئتم من دونہ﴾

قل: قول، اللہ: مفعول مقدم، اعبد: فعل "انا" ضمیر ذوالحال، مخلصا له دینی: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: فصیحیہ، اعبدوا: فعل امر بافاعل، ما شئتم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من دونہ: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل ان الخسرين الذين خسروا انفسهم واهليهم يوم القيمة الا ذلك هو الخسران المبين﴾

قل: قول، ان الخسرين: حرف مشبہ واسم، الذين: موصول، خسروا: فعل بافاعل، انفسهم: معطوف عليه، واهليهم: معطوف، ملكر مفعول، يوم القيمة: ظرف، ملكر جملة فعلية صل، ملكر خبر، ملكر خبر، ملكر جملة اسمية، ملكر مقول، ملكر جملة قولية، الا حرف تنبيه، ذلك: مبتدا، هو الخسران المبين: جملة اسمية خبر، ملكر جملة اسمية۔

﴿لهم من فوقهم ظلل من النار ومن تحتهم ظلل﴾

لهم: ظرف: ظرف مستقر خبر مقدم، من فوقهم: ظرف مستقر حال مقدم، ظلل: موصوف، من النار: ظرف مستقر صفت، ملكر ذوالحال، ملكر معطوف عليه، و: عاطف، من تحتهم: ظرف مستقر حال مقدم، ظلل: ذوالحال ملكر معطوف، ملكر مبتدا مؤخر، ملكر جملة اسمية۔

﴿ذلك يخوف الله به عباده يعباد فاتقون﴾

ذلك: مبتدا، يخوف الله: فعل بافاعل، به: ظرف لغو، عباده: مفعول، ملكر جملة فعلية خبر، ملكر جملة اسمية، يعباد: نداء، ف: فصيحة، اتقون: فعل امر بافاعل ومفعول، ملكر جملة فعلية هو كر شرط محذوف "اذا كان الامر كذلك" كي جزاء، ملكر جملة شرطية هو كر مقصود بالنداء، ملكر جملة نداءية۔

﴿والذين اجتنبوا الطاغوت ان يعبدوها وانا ابو الى الله لهم البشرى﴾

و: عاطف، الذين: موصول، اجتنبوا: فعل بافاعل، الطاغوت: مبدل منه، ان يعبدوها: جملة فعلية يتاويل مصدر بدل، ملكر مفعول، ملكر جملة فعلية معطوف عليه، و: عاطف، انا ابو الى الله: جملة فعلية معطوف، ملكر صل، ملكر مبتدا، لهم البشرى: جملة اسمية خبر، ملكر جملة اسمية۔

﴿فبشر عباد﴾ الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه ﴿

ف: فصيحة، بشر: فعل امر بافاعل، عباد: موصوف، الذين: موصول، يستمعون القول: جملة فعلية معطوف عليه، ف: عاطف، يتبعون احسنه: جملة فعلية معطوف، ملكر صل، ملكر صفت، ملكر مفعول، ملكر جملة فعلية شرط محذوف "اذا كان الامر كذلك" كي جزاء، ملكر جملة شرطية۔

﴿اولئك الذين هداهم الله واولئك هم اولوا الالباب﴾

اولئك: مبتدا، الذين: موصول، هداهم الله: جملة فعلية صل، ملكر خبر، ملكر جملة اسمية، و: عاطف، اولئك: مبتدا، هم: ضمير فصل، اولوا الالباب: خبر، ملكر جملة اسمية۔

﴿المن حق عليه كلمة العذاب افانت تنقذ من في النار﴾

همزة: حرف استفهام، ف: عاطف معطوف على محذوف "انت مالك امرهم" من: شرطية مبتدا، حق عليه كلمة العذاب: جملة فعلية هو كر شرط، همزة: حرف استفهام، ف: جزائية، انت: مبتدا، تنقذ: فعل بافاعل، من في النار: موصول صل، ملكر مفعول، ملكر جملة فعلية خبر، ملكر جملة اسمية جزاء، ملكر جملة شرطية هو كر خبر، ملكر جملة اسمية۔

﴿لكن الذين اتقوا ربهم لهم غرف من فوقها غرف مبنية تجري من تحتها الانهر﴾

لكن: حرف استدراك، الذين اتقوا ربهم: موصول صل، ملكر مبتدا، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، غرف: موصوف، من فوقها: ظرف مستقر خبر مقدم، غرف: موصوف، مبنية: صفت اول، تجري من تحتها الانهر: جملة فعلية صفت ثانی، ملكر مبتدا مؤخر، ملكر جملة اسمية هو كر صفت، ملكر مبتدا مؤخر، ملكر جملة اسمية هو كر خبر، ملكر جملة اسمية۔

﴿وعد الله لا يخلف الله الميعاد﴾

وعد اللہ: مصدر فعل محذوف "وعدہم اللہ ذلك" کا مفعول مطلق، مکر جملہ فعلیہ، لا ینخلف اللہ: فعل نفی و قائل، المیعاد: مفعول، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿الم تر ان الله انزل من السماء ماء فسلكه ينابيع في الارض﴾

ہمزہ: حرف استفہام، لم تر: فعل نفی بافاعل، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، انزل من السماء ماء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، سلك: فعل بافاعل، م: مہمیز، ینابيع: موصوف، فی الارض: ظرف مستقر صفت، مکر تہمیز، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ معطوف، مکر خبر، مکر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم يخرج به زرعاً مختلفا الوانہ ثم يهبج فتورہ مصفرا ثم يجعله حطاماً﴾

ثم: عاطفہ، ینخرج بہ: فعل بافاعل و ظرف لغو، زرعاً: موصوف، مختلفاً: اسم فاعل، الوانہ: فاعل، مکر شبہ جملہ صفت، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، ینهبج: فعل بافاعل، مکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، تری: فعل بافاعل، م: ضمیر ذوالحال، مصفراً: حال، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، ینجعلہ: فعل بافاعل و مفعول، حطاماً: مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان في ذلك لذكرى لاولى الاباب﴾

ان: حرف مشبہ، فی ذلك: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ذکرى: موصوف، لاولى الاباب: ظرف مستقر، مکر اسم مؤخر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... وارض الله وامعة.....☆ یہ آیت مہاجرین حبشہ کے حق میں نازل ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مسیحیوں اور بلاؤں پر صبر کیا اور ہجرت کی اور اپنے دین پر قائم رہے، اس کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

☆..... قل الله اعبد مخلصا له ديني.....☆ کفار قریش نے نبی کریم ﷺ سے کہا تھا کہ آپ اپنی قوم کے سرداروں اور اپنے رشتہ داروں کو نہیں دیکھتے جو لات و عزی کی پرستش کرتے ہیں، ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

☆..... الذين يستمعون القول فيبعون احسنه.....☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت ابو بکر صدیق ایمان لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف اور طلحہ و زبیر و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید آئے اور ان سے حال دریافت کیا، انہوں نے اپنے ایمان کی خبر دی، یہ حضرات بھی بن کر ایمان لے آئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی "فبشرا عبادی"۔

﴿تشریح توضیح و اعتراض﴾

اعمال صالحہ پر ملنے والی جزا کا تعلق فقط دنیا سے ہے یا:

۱..... دنیا میں بھلائی و فرمانبرداری پر ملنے والا نیکی کا تعلق دنیا ہی سے ہے یا آخرت میں بھی کچھ ملے گا؟ ہم میں سے ہر ایک شخص جانتا ہے کہ قرآن میں جگہ جگہ جنت کے انعام و اکرام کا ذکر ہے، جس کا مفصل بیان ہم نے اس رکوع کے حاشیہ نمبر ۸ میں بھی کرنا ہے، کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سارا بیان فرضی ہے؟ یقیناً نہیں، بلکہ یہ انعام و اکرام اسی وقت ہو گا جب اس دنیا میں بھلائی و فرمانبرداری

کرین گے اور اس کا صلہ آخرت میں جنت کی ابدی نعمتوں وغیرہ کی صورت میں ملے گا۔ اگر یوں کہا جائے کہ ٹھیک ہے دنیا میں بھلائی و فرمانبرداری کرو اور اجر آخرت میں جنت وغیرہ انعام کی صورت میں پاؤ۔ ہم کہتے ہیں ایسا نہیں بلکہ دنیا میں بھلائی و فرمانبرداری کرو اور اس کا اجر دنیا و آخرت دونوں میں پاؤ۔ اور ہمارا یہ کہنا خود ساختہ اور اپنی ذاتی اختراع نہیں بلکہ مفسرین کے اقوال درج ذیل ذکر کرتے ہیں:

(۱)..... علامہ آلوسی کہتے ہیں: علامہ زحشری نے کا قول ہے کہ دنیا میں بھلائی و فرمانبرداری کرنے پر صحت و عافیت دنیاوی اور اخروی عافیت ملتی ہے۔ سدی کا قول ہے دنیا میں بھلائی ملتی ہے، اس کی اچھی یاد کی جاتی ہے، اُسے لوگ اچھے کام سے یاد کرتے ہیں، اُسے صحت و سلامتی دی جاتی ہے، دشمنوں سے امن و راحت ملتی ہے۔ ابو مسلم کہتے ہیں: اللہ ﷻ نے مومنین کو تقویٰ کا حکم دیا اور متقیوں کے لئے جنت کی بیشکی کا مشورہ سنایا۔
(روح المعانی، الجزء: ۲۳، ص ۳۲۸ ملخصاً وملتقطاً)

(۲)..... امام جریر طبری اقوال نقل کرتے ہیں: اہل تاویل کا اس میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے لئے جو دنیا میں اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں ان کے لئے بھلائی ہے اور یہ بھلائی دنیا میں صحت اور عافیت کی صورت میں ملتی ہے۔ (الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۲۳۷)
(۳)..... علامہ خازن نے بھی یہی قول ذکر کیا جو امام جریر طبری نے ذکر کیا ہے۔

ہجرت کے تناظر میں زمین کی وسعت کا بیان :

۲..... حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر لیشی کے ساتھ حضرت عائشہ کی زیارت کی اور آپ سے ہجرت کے حکم سے متعلق سوال کیا، حضرت عائشہ نے فرمایا: اب ہجرت (فرض) نہیں ہے، مسلمان اپنے دین کو بچانے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ کی طرف اس خطرہ سے بھاگتے تھے کہ وہ کسی قتلہ میں مبتلا نہ ہو جائیں، اب اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمادیا ہے اور مسلمان جہاں چاہیں اللہ کی عبادت کر سکتے ہیں، لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب: ہجرت النبی ﷺ واصحابہ الی المدینة، رقم: ۳۹۰۰، ص ۶۵۵)

☆..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات طاہری کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے۔

(سنن النسائی، کتاب البيعة، باب: ذکر الاختلاف فی انقطاع الهجرة، رقم: ۴۱۷۷، ص ۹۹۳)

☆..... حضرت صفوان بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ کہتے ہیں کہ جنت میں مہاجر کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہوگا، آپ نے فرمایا: ”فتح مکہ کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے، جب تم کو جہاد کے لئے بلایا جائے تو چلے آؤ۔“
(سنن النسائی، کتاب البيعة، باب: ذکر الاختلاف فی انقطاع، رقم: ۴۱۷۵، ص ۹۹۳)

☆..... حضرت عبد اللہ بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یا رسول اللہ! کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم ان کاموں سے ہجرت کرو (یعنی ان کاموں کو چھوڑ دو) جو تمہارے رب کو ناپسند ہیں۔“

(سنن النسائی، کتاب البيعة، باب: باب الهجرة البادی، رقم: ۴۱۷۱، ص ۹۹۲)

ابتدائی اسلام میں چونکہ مسلمانوں کو عبادت کے معاملات میں دشواری ہو کرتی تھی اور مسلمان مکمل کر بندگی نہیں کر سکتے تھے لہذا اسی مقصد کے لئے ہجرت کی جاتی تھی اور ایک وقت وہ بھی تھا کہ ہجرت کرنا فرض قرار پائی لیکن بعد میں جب اسلام کو فروغ حاصل ہوا تو فرضیت منسوخ ہو گئی، ہاں یہ ضرور ہے کہ ہجرت کرنے والا روئے زمین پر جہاں اپنے مذہب کے مطابق آسانی سے عمل صحرا ہو سکتا ہو وہاں جائے کہ اللہ کی زمین وسیع ہے۔ آج بھی اگر کوئی ایسا ہو کہ دنیا کے کسی خطے میں مذہبی آزادی نہیں مثلاً یورپ، امریکہ اور

اسی طرح کے دیگر غیر اسلامی ممالک اگرچہ وہاں مسلمانوں کی اکثریت آباد ہے، ہو سکتا ہے کہ مساجد بھی ہوں لیکن پھر بھی اگر کوئی پاکستان فقط اس لئے ہجرت کرے کہ یہاں مذہبی آزادی ہے، جگہ جگہ مساجد ہیں اور کھل کر عبادت انجام دی جاسکتی ہے تو اس کے لئے بہتر ہے۔ لیکن یہ باتیں فقط سننے سنانے اور لکھنے لکھانے کی حد تک ہیں، آج کا مسلمان ایسا کہاں۔۔۔؟

صابرین کو بے گنتی ثواب دینے سے کیا مراد ہے؟

۳..... وہ لوگ جو اپنے دین پر صبر کرتے ہیں اور ازیت و دشواری کے باعث دین کو چھوڑنے نہیں اور اللہ کی حدود کا پاس رکھتے ہیں، اور مصائب و آلام میں اللہ کے حقوق کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کرتے یہاں تک کہ ضرورت ہونے پر ہجرت بھی کر جاتے ہیں اور اپنے وطن کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ بے حساب اجر عطا فرماتا ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ قیامت کے دن نمازیوں، صدقات دینے والوں، حج ادا کرنے والوں کے لئے میزان قائم کرے گا اور انہیں ان کے اعمال کا اجر دیا جائے گا، اور مصیبت پر صبر کرنے والوں کے لئے میزان نہیں قائم ہوگا بلکہ اللہ انہیں بے حساب اجر دے گا یہاں تک کہ دنیا میں معاف کر دیئے جانے والے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہمارے جسم فیچھیوں سے کاٹے جاتے لیکن ہمیں مصائب سے عافیت نہ ملتی۔“ حضرت سفیان کہتے ہیں جب ﴿من جاء بالحسنة فله عشر امثالها﴾ جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں (الانعام: ۱۶۰) ﴿نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے اللہ مزید اضافہ فرما“، پس یہ آیت ﴿مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبثت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة ان﴾ کی کہادت جو وہ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے (البقرة: ۲۶۱) ﴿نازل ہوئی تو سرکار تو عالم ﷺ نے فرمایا: ”رب زد لامتی اے میرے رب میری امت کے لئے اضافہ فرما“، پس یہ آیت نازل ہوئی: ﴿انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب صابرون﴾ ہی کو ان کا اجر پھر پور دیا جائے گا بے گنتی (الزمر: ۱۰) ﴿پس سید عالم ﷺ نے مزید اضافہ کا سوال نہ فرمایا۔ سید عالم ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ مصیبت والا کون ہے؟ فرمایا: ”حضرات انبیائے کرام، پھر جو ان کے قریب ہو، پھر جو ان کے قریب ہوا اپنے دینی مراتب کے اعتبار سے۔“ (روح البیان، ج ۸، ص ۱۱۶ وغیرہ)

☆..... حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب میں کون مبتلا ہوتا ہے؟ فرمایا: ”انبیائے کرام، پھر جو ان کے قریب ہو، پھر جو ان کے قریب ہو، ہر شخص اپنے دین کی مقدار کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے، اگر وہ اپنے دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی مصیبت سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی اس کے اعتبار سے ہوتی ہے، بندے پر اسی طرح مصائب آتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس حال میں زمین پر چلتا ہے کہ اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔“ (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب: الصبر علی البلاء، رقم: ۴۰۲۳، ص ۶۶۵)

☆..... ابراہیم بن مہدی اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جب اللہ کے نزدیک کسی بندہ کا مرتبہ اس قدر بلند ہوتا ہے کہ وہ اپنے عمل سے اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا تو اللہ اس کو اس کے جسم میں یا اس کے مال میں یا اس کی اولاد کے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔“ (سنن ابوداؤد، کتاب الحنازل، باب: الامراض المكفرة للذنوب، رقم: ۳۰۹۰، ص ۵۹۲)

☆..... حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جس مسلمان پر بھی کوئی مصیبت آئے اور وہ کہے: ﴿انا لله وانا اليه راجعون﴾ ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا (البقرة: ۱۵۶) ﴿اللهم اجرني في مصيبتی واخلف لي خيرا منها﴾ اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما“ اللہ اس کو اس فوت شدہ چیز سے

بہتر عطا فرمائے گا، سو جب (میرے شوہر) ابوسلمہ فوت ہو گئے تو میں نے سوچا کہ مسلمانوں میں ابوسلمہ سے بہتر کون ہوگا؟ انہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی تھی، پھر اللہ نے ان کے بدلے میں سید عالم ﷺ سے میرا نکاح کر دیا اور سید عالم ﷺ نے حضرت حاتم بن ابی ہلتعہ کے ذریعے سے نکاح کا پیغام بھیجا، میں نے عرض کی: میری ایک بیٹی بھی ہے اور میں بہت غیرت مند ہوں، آپ نے فرمایا: رہی تمہاری بیٹی تو ہم اللہ سے دعا کریں گے کہ وہ اس سے مستغنی کر دے اور رہی تمہاری غیرت تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ تمہاری غیرت کو دور کر دے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحناظر، باب: ما یقال عند المصیبة، رقم: ۲۰۱۲/۹۱۸، ص ۴۱۸)

☆..... حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ کو کعبہ مشرفہ کے سائے میں چادر سے تکیہ لگائے ہوئے دیکھا، ہم نے آپ ﷺ سے شکایت کرتے ہوئے کہا: کیا آپ ﷺ ہمارے لئے مدد طلب نہیں کریں گے؟ کیا آپ ہمارے لئے دعا نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ”تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص پکڑ لیا جاتا تھا، پھر اس کے لئے زمین کھودی جاتی تھی اور اس کو اس میں گاڑ دیا جاتا تھا، پھر اس کے سر پر آری رکھ کر اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے اور لوہے کی کنگھی سے اس کے بدن کو چھیل کر اس کے گوشت اور خون سے کاٹ کر گزارا جاتا تھا اور یہ ظلم بھی ان کو ان کے دین سے برگشتہ نہیں کرتا تھا اور اللہ کی قسم! اللہ ضرور اپنے اس دین کو مکمل فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک کا سفر کرنے کا اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا اور بھیڑیا بکریوں کی حفاظت کرے گا لیکن تم لوگ عجلت کرتے ہو۔“ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: علامات النبوة فی الاسلام، رقم: ۳۶۱۲، ص ۶۰۶)

☆..... صحیحی بن وثاب سید عالم ﷺ کے ایک معمر صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان لوگوں سے مل جل کر رہتا ہو اور ان کی پہچانی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتا ہو وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر نہیں کرتا۔“ (سنن الترمذی، کتاب صفة القيامة، باب: ۱۲۵/۵۵، رقم: ۲۵۱۵، ص ۷۲۲)

سید عالم ﷺ کا سب سے پہلے ایمان لانا :

۳..... مجھے اخلاص کا حکم دیا گیا ہے تاکہ میں دنیا میں اور آخرت میں تمام سے آگے بڑھ جاؤں کیونکہ سبقت کا انحصار اخلاص پر ہی ہوتا ہے یا پھر اس لئے اخلاص کا حکم دیا گیا تاکہ میں قریش اور ان جیسا دین رکھنے والوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہو جاؤں۔ ماثل آیت ﴿قل انی امرت..... الخ﴾ اور متذکرہ آیت: ﴿وامرت لان اکون﴾ کے مابین حرف عطف مغائرت کے لئے ہے چونکہ دوسرا ”امرت“، علت کے ساتھ مقید ہے اس لئے وہ پہلے کا مغائر ہے کیونکہ پہلا امر تو اس عبادت کا ہے جو اخلاص کے ساتھ مقترن ہو (یعنی پہلی آیت میں اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم ہے) چونکہ عبادت کا حکم دیا گیا ہے اس لئے وہ ذاتی طور پر اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس میں اخلاص پایا جائے اور عبادت اس لئے بھی اخلاص کا تقاضا کرتی ہے تاکہ سبقت دینی حاصل ہو جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ لان اکون میں لام زائد ہو جیسا کہ اردت لان الفعل (میں نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا) میں ہے، تو اس صورت میں امر سب سے اول خود اسلام قبول کرنے کے لئے ہوگا تاکہ اسلام کی دعوت دینے کے بعد اس دعوت کا آغاز اپنی ذات سے ہو کیونکہ آپ ﷺ کو لوگوں کو دعوت اسلام دینے کے لئے بھیجا گیا ہے اس لئے یہ تقاضا کرتا ہے کہ آپ ﷺ سب سے پہلے مسلمان ہوں کیونکہ کسی غیر کو دعوت دینا اپنی ذات کو اس دعوت کے ساتھ متصف کرنے کی فرع ہے، اس اسلوب بیان میں دوسروں کو اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہے، یعنی میں تمہیں ایسی چیز کی طرف ہی دعوت دے رہا ہوں جو تمہارے لئے انتہائی نفع بخش اور بہتر ہے کیونکہ اگر وہ مفید اور بہتر نہ ہوتی تو میں ذاتی طور پر اسے کبھی اختیار نہ کرتا حالانکہ سب سے پہلے میں نے اسے اختیار کیا ہے۔ (المظہری، ج ۱، ص ۱۶۰)

عذاب نار سے مومنین کو خوف دلانا:

..... ایک نیک بزرگ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا، ہوا یوں کہ کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے قریب ہی ایک چراغ جل رہا تھا، اچانک ان کے دل میں گناہ کا خیال آیا تو اپنے نفس سے کہنے لگے: ”میں اپنی انگلی اس چراغ کی بتی پر رکھتا ہوں اگر اے نفس! تو نے صبر کر لیا تو میں اس گناہ کو کرنے میں تیری بات مان لوں گا“، پھر جب انہوں نے اس بتی پر اپنی انگلی رکھی تو بے قرار ہو کر چیختے ہوئے کہنے لگے: ”اے دشمن خدا! جب تو دنیا کی اس آگ پر صبر نہیں کر سکتا جسے سز مرتبہ بجھایا گیا ہے تو جہنم کی آگ پر کیسے صبر کر سکتے گا“۔

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا کعب الاحبار سے ارشاد فرمایا: ”اے کعب! ہمیں ڈروا لی کچھ باتیں سنائیں“۔ تو حضرت کعب نے عرض کی: ”اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! اگر آپ قیامت کے دن ستر حضرات انبیائے کرام کے اعمال لے کر آئیں تو بھی قیامت کے احوال دیکھ کر انہیں حقیر جانے لگیں گے“۔ اس پر امیر المومنین نے کچھ دیر سر جھکایا اور پھر جب افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا: ”اے کعب مزید سنائیں“۔ انہوں نے عرض کی: ”اے امیر المومنین! اگر جہنم میں سے تل کے ناک جتنا حصہ مشرق میں کھول دیا جائے تو مغرب میں موجود شخص کا دماغ اس کی گرمی کی وجہ سے اُبل کر بہ جائے“۔ اس پر امیر المومنین نے کچھ دیر سر جھکایا پھر جب افاقہ ہوا تو فرمایا: ”اے کعب مزید سنائیں“، انہوں نے کہا: ”اے امیر المومنین! قیامت کے دن جہنم اس طرح بھڑکے گا کہ کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل ایسا نہ ہوگا جو گھٹنوں کے بل کر کرینہ کہے۔ رب نفسی نفسی“۔

☆..... سید عالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ایک شخص اپنی جان پر گناہوں کے ذریعے ظلم کیا کرتا تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلادینا، پھر میری راکھ میں کرہا میں اڑا دینا، اللہ ﷻ کی قسم! اگر اللہ ﷻ نے مجھے عذاب دینا چاہا تو ایسا عذاب دے گا کہ جو اس نے کسی کو نہ دیا ہوگا، پس جب اس کا انتقال ہوا تو وصیت کے مطابق عمل کیا گیا، پھر اللہ نے زمین کو حکم دیا: ”اس کے جو اجزاء تجھ پر ہیں ان کو جمع کر دے“، زمین نے حکم کی تعمیل کی اور وہ بندہ کھڑا ہو گیا، اللہ نے اس سے پوچھا: ”تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے ابھارا تھا؟ اس نے عرض کی: ”یارب! تیرے خوف نے“، اس کو بخش دیا گیا“۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ۵۴، رقم: ۳۴۸۱، ص ۵۸۷)

رجوع الی اللہ والوں کو خوشخبری کب سنائی جائیگی؟

۱..... اللہ ﷻ کی جانب رجوع کرنے والوں کو بشارت دی جائے گی، لیکن کب؟ اور یہ بشارت دینے والا کون ہوگا؟ کس کو دی جائے گی؟ یہ سارے سوالات یقیناً ہمارے ذہن میں آتے ہیں بلکہ ہر قرآن پڑھنے والے کے ذہن میں بھی آتے ہیں۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ یہ بشارت دنیا ہی میں ابدی جنت کی صورت میں ملے گی۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر ”المظہری“ میں فرماتے ہیں: جو لوگ اللہ ﷻ کے سوا ہر چیز کو چھوڑ کر اللہ ﷻ کی جانب جھکتے ہیں ان کے لئے اجر و ثواب کی بشارت ہے۔ دنیا میں حضرات انبیائے کرام کی بزبان، اور موت کے وقت آنے والے فرشتوں کی زبان سے ان کے لئے خوشخبری ہے۔ یعنی وہ اس کے مستحق ہیں کہ انہیں بشارت دی جائے، انہیں مژدہ سنایا جائے، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿فبشر عباد﴾ اے محمد! میرے بندوں کو خوشخبری سنا دو۔ ایک مقام پر اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ان الدین قالوا رب اللہ ثم استقاموا اتنزل علیہم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالرحمة اللہی کنتم توعدون نحن اولیالکم فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة و لکم فیہا ما تشہی انفسکم و لکم فیہا ما تدعون نزلنا من غفور رحیم بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے ہے اس میں

جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو مہمانی بخشے والے مہربان کی طرف سے (حم: سجدہ: ۲۲ تا ۳۰)۔

اعمال وافعال میں حسن یا احسن پر چلنا:

یے..... شرعی احکام میں بعض اعمال وافعال حسن ہوتے ہیں اور بعض احسن، اور حسن کے مقابلے میں احسن کی اتباع کرنا زیادہ بہتر ہوتی ہے، مثلاً کسی نے ظہار کا کفارہ دینا ہو تو ساٹھ روزے پے درپے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو صبح شام کھانا کھلائے یا ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا جو دے دے۔ اب احسن یہ ہے کہ پے درپے ساٹھ روزے رکھے اور حسن یہ ہے مسکین کو کھانا کھلا دے یا تذکرہ بیان کردہ مال کی قیمت ہر مسکین کو دے۔ اللہ کا فرمان: ﴿فَمَنْ لَمْ يَجِدْ لِفَصِيَامٍ شَهْرِينَ مَتَابِعِينَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَّاسًا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامَ سِتِينَ مَسْكِينًا..... الخ پھر جسے بُردہ نہ ملے لگا تا دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا (المجادلة: ۴)۔ انسان اپنے مد مقابل سے ہونے والے ظلم کو اسی قدر بدلہ لے سکتا ہے لیکن معاف کرنا زیادہ محبوب ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿وَجَزْءًا سِئِئَةً سِئِئَةً مِثْلَهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ اور بُرائی کا بدلہ اسی کی برابر بُرائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے بیشک وہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو (شوری: ۴۰)۔

☆..... سید عالم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ”سنو! جو شخص بھی زیادتی کرتا ہے وہ اپنے ہی نفس پر زیادتی کرتا ہے، کوئی شخص اپنی اولاد پر زیادتی نہ کرے اور نہ کوئی اپنے والد پر زیادتی کرے، سنو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں ہے، سو اس چیز کے جس کو اس نے خود ضلال کر دیا ہو، سنو! زمانہ جاہلیت کا ہر سود ساقط کر دیا گیا ہے، تمہیں اپنے اصل زر کو لینے کا حق ہے، نہ تم ظلم کرنا اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا، ما سوا عباس بن عبدالمطلب کے سود کے، وہ سارے کا سارا ساقط کر دیا گیا ہے اور سنو! زمانہ جاہلیت کے ہر خون کو ساقط کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں جس خون کو معاف کرتا ہوں وہ حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے، وہ بنو لیت میں دودھ پیتے تھے، ان کو ہذیل نے قتل کیا تھا“۔ (سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: من سورة التوبة، رقم: ۳۰۹۸، ص ۸۷۹)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو ایک معین عمر کا اونٹ قرض دیا تھا، وہ آپ کے پاس اپنے اونٹ کا تقاضا کرنے آیا، آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ”اس کو اونٹ دے دو“، صحابہ نے اس اونٹ کی عمر کا اونٹ تلاش کیا تو نہیں ملا، البتہ اس سے افضل اونٹ تھا جو دے دیا گیا، اس قرض خواہ نے کہا: آپ نے مجھے پورا پورا قرض دیا ہے، اللہ آپ کو پورا پورا اجر دے گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اچھی طرح قرض ادا کریں“۔

(صحیح البخاری، کتاب الاستقراض، باب: حسن القضاء، رقم: ۲۳۹۳، ص ۲۸۴)

☆..... ہجرت کی رات سراقہ نامی شخص نے سوا اونٹوں کے انعام کی لالچ میں آپ ﷺ کا تعاقب کیا، اس کی گھوڑی کے دونوں اگلے پیر زمین میں دھنس گئے، نبی کریم ﷺ کی دعا سے اس کو نجات ملی، اس نے معافی چاہی تو آپ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا اور ایک چمڑے کے کپڑے پر اس کا امان لکھ دی۔ (صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب: ہجرت النبی ﷺ واصحابہ، رقم: ۳۹۰۵، ص ۶۵۶)

جنتی نعمتوں کا احادیث کے تناظر میں بیان:

☆..... ابن عباس سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ نے جنت کو جہنم سے پہلے اور اپنی رحمت کو غضب سے پہلے

پیدا کیا“۔

☆..... ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ نے جنت عدن اپنے بے مثل ہاتھوں سے تخلیق فرمائی اور اس میں

پہل پیدا کئے اور نہریں جاری فرمائیں، پھر فرمایا: "قد املح المؤمنون یعنی مومن ملاح پائیں گے، اور میرے رب کی عزت و جلال کی قسم! اس میں کوئی تخیل نہیں جائے گا۔"

☆..... ابن عمر کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "چار چیزیں اللہ نے اپنے دست بے مثال سے تخلیق فرمائیں: عرش، جنت عدن، قلم اور تخلیق آدم ﷺ، پھر فرمایا ہو جا تو وہ ہو گئیں۔"

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ نے جنت تخلیق فرمائی تو جنت نے عرض کی اے اللہ! تو نے مجھے کس کے لئے پیدا کیا؟ اللہ نے فرمایا: اس کے لئے جو میرے خوف سے دنیا سے رخصت ہوا۔"

(البلدور السافرة فی احوال الآخرة، باب: صفة اهل الجنة نسال الله اياها من فضله، رقم: ۱۶۷۰، ۱۶۷۵، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ص ۴۸۸ وغیرہ)

☆..... ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "دو جنتوں کے مابین چالیس سال کا فاصلہ ہے۔"

☆..... ابن مبارک حسن سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور دو دروازوں کے مابین چالیس سال کا فاصلہ ہے۔"

☆..... حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔"

(البلدور السافرة، باب: سعة ابواب الجنة، رقم: ۱۷۷۰، ۱۷۷۵، ۱۷۷۸، ص ۵۰۸ وغیرہ)

اغراض:

بان تطيعوه: اور امر بجالاتے اور نواہی سے بچتے ہوئے، اور یہ ﴿اتقوا﴾ کی تفسیر ہے جو کہ بندے اور عذاب کے مابین ایک آڑ بن جاتی ہے۔ ہی الجنة: مراد تمام قائم و دائم رہنے والی نعمتیں ہیں، اور یہی اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿للذين احسنوا الحسنی و زیادة﴾ کے معنی یہی معنی ہیں۔

فیہا جروا الیہا: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الارض﴾ سے مراد دنیاوی زمین ہے، معنی یہ ہے کہ جس کسی کے لئے بندگی کے حوالے سے زمین تنگ ہو جائے تو اُسے اجازت ہے کہ کہیں اور مقام پر اپنا ٹھکانہ بنا لے، فتح مکہ سے قبل ہجرت شرط تھی پھر جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو یہ شرط منسوخ کر دی گئی، اور احکام میں تبدیلی آئی اور کبھی ہجرت کرنا واجب بھی ہوئی جب کہ کسی کو اپنے دین کو باقی رکھنے میں ہجرت کرنا آسان ہو تو اُسے ہجرت کرنا واجب ہے تا کہ وہ دین سیکھ سکے اور شعائر اسلام پر قائم رہ سکے، اور کبھی ہجرت کرنا مستحب بھی ہوتا ہے جیسا کہ ایسی جگہ رہتا ہے جہاں کوئی خیر ہی نہیں اور مد مقابل ایسی جگہ ہے جہاں خیر ہی خیر ہے تو ہجرت کرنا مستحب ہے اور کبھی ہجرت کرنا مکروہ بھی ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جہاں اہل علم، نیک صالح لوگ ہوں تو ایسی زمین سے ہجرت کر کے دوسری جگہ جانا کہ جہاں علم و عمل کا کوئی خیال نہ رہتا ہو تو ایسی زمین سے ہجرت کرنا مکروہ ہے اور کبھی ہجرت کرنا حرام بھی ہوتا ہے جیسا کہ ایسی زمین میں ہجرت کرنا جس میں دین کے اعتبار سے اس کا معاملہ ہو تو اس کے مد مقابل ایسی زمین میں ہجرت کرنا جہاں ایسا امن نہیں ہے وہاں ہجرت کرنا جائز نہیں ہے۔ بتخلید الانفس: کا مرجع اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿انفسہم﴾ ہے۔

ومسا یبتلون: اس جملے میں مسافرت لفظ الوطن کے مامور بہا ہونے کا بیان ہے جس کی جانب اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وارض اللہ واسعة﴾ (الزمر: ۱۰) بھی اشارہ کرتا ہے۔

من هذه الامة: ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے جو یہ ہے کہ سید عالم ﷺ مطلقاً اول مسلمان نہیں ہیں، میں (علامہ صاوی) اس کا

جواب یہ دوں گا کہ یہاں اُکڑیت کا تعلق دعوت دینے کے اعتبار سے ہے۔ بدل علیہ: وصف مقدر "المومنین" مراد ہے۔
الاولان: یہ مفسر کی تفسیر میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد شیطان ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد ہر وہ شخص ہے جو اللہ کے سوا بندگی کرتا ہے، اور اس کے علاوہ بھی اقوال مراد ہیں۔

والمعنى لا تقدر على هدايته: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿الْفَأْنِتْ تَنْقُذْ مِنْ فِي النَّارِ﴾ (سورہ: ۱۹) میں مجاز مرسل کا استعمال کیا گیا ہے، یعنی سبب کا ارادہ کر کے مسبب مراد لیا گیا ہے، کیونکہ آگ میں داخل کئے جانے کا سبب ہدایت کو ترک کرنا اور گمراہی میں جا پڑنا ہے، جیسا کہ کسی نے کہا: تو ہدایت پر ان لوگوں سے جنہیں اللہ ﷻ نے گمراہ کیا، اور آگ میں ڈالا جانا گمراہی کے سبب سے ہے، اسی کو امام سمرقندی نے اپنے رسالے کے حاشیے پر بطور کنایہ تحریر فرمایا ہے کیونکہ ان کے عذاب نار کے حقدار ہونے کا سبب یہی گمراہی ہے۔ بفعله المقدر: تقدیر کلام "وعدهم الله وعدا" ہے۔

ادخله امكنة نبع: یعنی اللہ آسمان سے نازل ہونے والے پانی کو لوگوں کے منافع کے لئے کر دیتا ہے، اس طرح کہ وہ پانی زمین میں لوگوں کے لئے قریب بہ استعمال ہوتا ہے، اور یہ بھی کہ ﴿بِنَسَابِيعٍ﴾ کا استعمال زمین میں موجود جاری پانی پر ہوتا ہے، اور یہ سارے اقوال اس فرمان کے تحت درست ہیں۔ فتاویٰ: معنی مفتتا و متمزقا ہے۔ (الصاری، ج ۵، ص ۶۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۷۱

﴿افمن شرح الله صدره للاسلام﴾ فتهتدى ﴿فهو على نور من ربه ط﴾ كَمَنْ طَبَعَ عَلَى قَلْبِهِ ذَلَّ عَلَى هَذَا ﴿فويل﴾ كَلِمَةٌ عَذَابٍ ﴿لِلْقَسِيَةِ قُلُوبِهِمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ ط﴾ أَي عَنْ قُبُولِ الْقُرْآنِ ﴿اولئك في ضلال مبين﴾ ﴿٢٢﴾ ﴿اللَّهُ نَزَلَ أَحْسَنَ الْكِتَابِ﴾ بَدَلٌ مِنْ أَحْسَنَ أَي قُرْآنًا ﴿متشابهًا﴾ أَي يَشْبَهُ بَعْضَهُ بَعْضًا فِي النَّظْمِ وَغَيْرِهِ ﴿مثنى صله ق﴾ ثَنَى فِيهِ الْوَعْدَ وَالْوَعِيدَ وَغَيْرَهُمَا ﴿تقشع منه﴾ تَرْتَعِدُ عِنْدَ ذِكْرِ وَعِيدِهِ ﴿جلود الذين يخشون﴾ يَخَافُونَ ﴿ربهم﴾ ثم تليين ﴿تظمن﴾ جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله ﴿أى عند ذكر وعده﴾ ذلك ﴿الكتاب﴾ الهدى الله يهدى به من يشاء ط ومن يضل الله فما له من هاد ﴿٢٣﴾ افمن يتقى بوجهه سوء العذاب يوم القيمة ﴿أى أشدُّه بآن يلقى في النار مغلولة يدها الى عنقه﴾ كَمَنْ آمَنَ مِنْهُ بِدُخُولِ الْجَنَّةِ ﴿وقيل للظلمين﴾ أَي كَفَّارِ مَكَّةَ ﴿ذوقوا ما كنتم تكسبون﴾ ﴿٢٤﴾ أَي جَزَائِهِ ﴿كذب الذين من قبلهم﴾ رُسُلِهِمْ فِي آيَاتِنَا الْعَذَابِ ﴿فاتهم العذاب من حيث لا يشعرون﴾ ﴿٢٥﴾ مِنْ جِهَةٍ لَا يَخْطُرُ بِأَلْبَاهِمِ ﴿فاذا قامهم الله الخزي﴾ الذَّلُّ وَالْهَوَانُ مِنَ الْمَسْخِ وَالْقَتْلِ وَغَيْرِهِمَا ﴿في الحياة الدنيا﴾ وَالْعَذَابِ الْآخِرَةِ اكْبَرُ وَقَدْ لَزِمَ لَوْ كَانُوا ﴿أى الْمُكذِّبُونَ﴾ يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ عَذَابُهَا مَا كَذَّبُوا ﴿ولقد ضربنا﴾ جَعَلْنَا ﴿للناس في هذا القرآن من كل مثل لعلمهم يتذكرون﴾ ﴿٢٧﴾ يَتَعَطَّوْنَ ﴿قرآنا عربيا﴾ حَالٌ مُؤَكَّدَةٌ ﴿غير ذى عوج﴾ أَي لَيْسَ وَاحْتِلَافٌ ﴿لعلمهم يتقون﴾ ﴿٢٨﴾ الْكُفْرُ ﴿ضرب الله﴾ لِلْمُشْرِكِ وَالْمُؤَخِّدِ ﴿مثلا رجلا﴾ بَدَلٌ مِنْ مَثَلًا ﴿فيه شركاء﴾

مُعْشَاكُسُونَ ﴿مُتَنَازِعُونَ سَيِّئَةَ أَخْلَاقِهِمْ﴾ ﴿وَرَجُلَا سَلَمًا﴾ ﴿لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِينَ مِثْلًا﴾ تَمِيِزُ آي
 لَا يَسْتَوِي الْعَبْدُ لِحِمَاةٍ وَالْعَبْدُ لِرَجُلٍ فَإِنَّ الْأَوَّلَ إِذَا طَلَبَ مِنْهُ كُلٌّ مِنْ مَالِكِيهِ خِدْمَتَهُ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ
 تَحْيِرٌ مَنْ يُخْدِمُهُ مِنْهُمْ وَهَذَا مِثْلٌ لِلْمُشْرِكِ وَالثَّانِي لِلْمُؤَخِّدِ ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ وَخَذَهُ ﴿هَلْ أَكْثَرُهُمْ﴾ أَهْلُ
 مَكَّةَ ﴿لَا يَعْلَمُونَ﴾ ﴿مَا يَصِيرُونَ إِلَيْهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيُشْرِكُونَ﴾ ﴿انك﴾ ﴿خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ﴾ ﴿مِيتٍ وَانِهِمْ
 مِيتُونَ﴾ ﴿سَمُوتٌ وَيَمُوتُونَ فَلَا شِمَاتَةَ بِالْمَوْتِ نَزَلَتْ لَمَّا اسْتَبَاطُوا مَوْتَهُ ﷺ﴾ ﴿ثُمَّ انكُمْ﴾ ﴿أَيْهَا
 النَّاسُ فِيمَا بَيْنَكُمْ مِنَ الْمَظَالِمِ﴾ ﴿يَوْمَ الْقِيَمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾ ﴿۳۱﴾

﴿ترجمہ﴾

تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا (تو وہ ہدایت یافتہ ہو گیا) تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے.....!..... (اس
 جیسا ہو جائیگا جس کے دل پر مہر کر دی گئی ہے، اس تعبیر پر اگلا کلام دلالت کر رہا ہے) تو خرابی ہے (ویسل کلمہ عذاب ہے) ان کی جن
 کے دل یا ذکی طرف سے (یعنی قبول قرآن سے) سخت ہو گئے وہ کھلی گمراہی میں ہیں (مبین بمعنی بین ہے) اللہ نے اتاری سب سے
 اچھی کتاب (کتابا کے معنی قرآن ہے، یہ احسن سے بدل بن رہا ہے) متشابہ ہے (یعنی نظم وغیرہ میں یہ کلام ایک دوسرے کے مشابہ
 ہے) دو ہرے بیان والی (اس میں وعدہ وعید وغیرہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں) اس سے (یعنی اس کے وعدے کے ذکر کے وقت) بال
 کھڑے ہوتے ہیں (کا پنے لگتے ہیں) ان کے بدن جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں (بخشون بمعنی بخالون ہے) پھر نرم ہو جاتی
 ہیں (مطمئن ہو جاتی ہیں) ان کی کھالیں اور ذل یاد خدا کی طرف (یعنی اس کے وعدے کے ذکر کے
 وقت.....!.....) یہ (کتاب) اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اس سے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں
 تو کیا وہ جسے ڈال دیا جائے گا (یتقی بمعنی یلقی ہے) قیامت کے دن مونہ کے بل برے عذاب میں (یعنی سخت ترین عذاب میں
 یوں کہ اسے جہنم میں اس حالت میں ڈالا جائیگا کہ اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوں گے ایسا شخص اس کی طرح ہو جائے گا جو
 ان سے امان پا کر جنت میں داخل ہوگا) اور ظالموں (یعنی کفار مکہ) سے کہا جائے گا اپنے کمائے گئے کو چکھو (یعنی اس کا بدلہ چکھو) ان
 سے اگلوں نے (عذاب آنے کے قول کے بارے میں رسولوں کو) جھٹلایا تو انہیں جہاں انہیں خبر نہ تھی (یعنی اسی جگہ سے جہاں سے
 عذاب آنے کا خیال ان کے دلوں میں نہ آیا تھا) اور اللہ نے انہیں رسوائی کا مزہ چکھایا (ذلت رسوائی جیسے مسخ و قتل وغیرہ کا) دنیا کی زندگی
 میں اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے بڑا اگر وہ (یعنی جھٹلانے والے) جانتے (اس عذاب کو تو اس کی تکذیب نہ کرتے) اور بیشک
 ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی کہادت بیان فرمائی کہ کسی طرح وہ نصیحت حاصل کریں (ضرر بنا بمعنی جعلنا ہے، یتذ
 کروں بمعنی یتعظون ہے) عربی زبان کا قرآن (عربیہ حال موکدہ ہے) جس میں اصلاحی نہیں.....!..... (یعنی التباس و اختلاف
 نہیں) کہ کہیں وہ بچیں (کفر سے) اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے (مشرک اور موحد کی) ایک غلام (”رجلا“ مثلاً سے بدل ہے
) میں کئی بدخو آقا شریک (بداخلاق ہیں، اس کے معاملے میں باہم جھگڑتے ہیں) اور ایک فقط ایک مولیٰ کا (مسلم بمعنی خالص
 ہے) کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے (مثلاً تمہیز ہے یعنی ایک جماعت اور فقط ایک شخص کا غلام برابر نہیں ہے کیونکہ پہلے غلام سے
 ایک ہی وقت میں جب تمام ہی آقا اپنی خدمت کا اس سے مطالبہ کریں گے تو وہ تمہیر ہو جائیگا کہ ان میں سے کس کی خدمت بجالائے، یہ
 مشرک کی مثال ہے اور دوسری موحد کی مثال ہے) سب خوبیاں (ایک) اللہ ﷻ کو بلکہ ان کے (یعنی اہل مکہ کے) اکثر نہیں جانتے

(جس عذاب کی طرف وہ جار ہے ہیں پس اسی سبب سے وہ شرک کر رہے ہیں) بیشک تمہیں (یہ خطاب نبی ﷺ سے ہے) انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے..... یعنی مقرب آپ ﷺ کا وصال ہو جائیگا اور وہ لوگ بھی مرجائیں گے تو موت پر خوشی نہیں کرنی چاہئے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار حضور ﷺ کے وصال کا انتظار کرنے لگے تھے) پھر بیشک تم (اے لوگوں! اپنے آپس کے مظالم کے سبب) اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

﴿ترکیب﴾

﴿افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فهو علی نور من رہ فویل للقسیة قلوبہم من ذکر اللہ﴾

همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدأ، شرح اللہ صدرہ للاسلام: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ہو: مبتدأ، علی: جار، نور: موصوف، من رہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، ویل: مبتدأ، لام: جار، قسیة: اسم فاعل مضاف، قلوبہم: فاعل مضاف الیہ، من ذکر اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واولئك فی ضلل مبین﴾ اللہ نزل احسن الحدیث کتباً متشابها مثنائی تقشع منہ جلود الذین یخشون ربہم ﴿﴾
اولئك: مبتدأ، فی ضلل مبین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، اللہ: مبتدأ، نزل: فعل بافاعل، احسن الحدیث: مبدل منہ، کتباً موصوف، متشابها: صفت اول، مثنائی: صفت ثانی، تقشع: فعل، منہ: ظرف لغو، جلود الذین یخشون ربہم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثالث، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم تلین جلودہم وقلوبہم الی ذکر اللہ ذلک ہدی اللہ یدی بہ من یشاء﴾
ثم: عاطفہ، تلین: تلمین، جلودہم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قلوبہم: معطوف، ملکر فاعل، الی ذکر اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ذلک: مبتدأ، ہدی اللہ: ذوالحال، یدی بہ: فعل بافاعل و ظرف لغو، من یشاء: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن یضلل اللہ فما لہ من ہاد﴾
و: مستأنفہ، من: شرطیہ مفعول بہ مقدم، یضلل اللہ: فعل و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، ما: تانیہ، لہ: ظرف لغو، ملکر خبر مقدم، من: زائدہ، ہاد: مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿افمن یتقی بوجہ سوء العذاب یوم القیمة وقیل للظلمین ذوقوا ما کنتم تکسبون﴾
همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی مقدر "اکل الناس سواء" من: موصول یتقی: فعل "ہو" بضمیر ذوالحال، و: حالیہ، قیل للظلمین: قول، ذوقوا: فعل امر بافاعل، ما کنتم تکسبون: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ حال، ملکر فاعل، بوجہ: ظرف لغو، سوء العذاب: مفعول، یوم القیمة: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر محذوف "کمن امن من العذاب" کیلئے مبتدأ، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذب الذین من قبلہم فاتہم العذاب من حیث لا یشعرون﴾
کذب: فعل، الذین من قبلہم: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستأنفہ، ف: عاطفہ، اتہم: فعل مفعول، العذاب: فاعل، من: جار، حیث: مضاف، لا یشعرون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فَاذْقَهُمْ اللّٰهَ الْحَزِيۡى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلِعَذَابِ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوۡا يَعْلَمُوۡنَ﴾

ف: عاطفہ، اذقہم اللہ: فعل ومفعول وقائل، الحزى: مفعول ثانى، فى الحیوة الدنیا: ظرف لغو، لکر جملہ فعلیہ، یو: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، عذاب الاخرة مبتدا، اکبر: خبر، لکر جملہ اسمیہ، لو: شرطیہ، کانوا یعلمون: جملہ فعلیہ جزا محذوف، فالعذاب الاخرة اکبر: کیلئے شرط، لکر جملہ شرطیہ۔

﴿وَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِى هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوۡنَ﴾ قرانا عربیا غیر ذی عوج لعلہم یقنون ﴿و: عاطفہ، لام: تسمیہ، قد: تحقیقیہ، ضربنا: فعل بافاعل، لام: جار، للناس: ذوالحال، لعلہم: حرف مشبہ واسم، یبتذکرون: فعل واڈ ضمیر ذوالحال، لعلہم یقنون: جملہ اسمیہ حال، لکر فاعل، قرانا: موصوف، عربیا: صفت اول، غیر ذی عوج: صفت ثانى، لکر مفعول، لکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، لکر جملہ اسمیہ ہو کر حال، لکر مجزور، لکر ظرف لغو اول، فى هذا القرآن: ظرف لغو ثانى، من کل مصل: ظرف مستقر، مثلا: مصدر محذوف کی صفت، لکر مفعول، یہ سب، لکر جملہ فعلیہ ہو کر قسم محذوف، "نفسم" کیلئے جواب قسم، لکر جملہ تسمیہ۔ ﴿مضرب اللہ مثلا رجلا فیہ شرکاء متشکسون ورجلا سلما لرجل﴾

ضرب اللہ: فعل وقائل، مثل: مبدل منه، ورجلا موصوف، فیہ: ظرف مستقر خبر مقدم، شرکاء: موصوف، متشکسون: صفت، لکر مبتدا مؤخر، لکر جملہ اسمیہ ہو کر صفت، لکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، رجلا موصوف، سلما: مصدر بافاعل، لرجل: ظرف لغو، لکر مشبہ جملہ ہو کر صفت، لکر معطوف، لکر بدل، لکر مفعول، لکر جملہ فعلیہ مستاقم۔

﴿هَلْ يَسْتَوِیۡنَ مَثَلًا الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوۡنَ﴾

هل: حرف استفہام التثنی، یستویین: فعل والفاء تسمیہ ضمیر ممتز، مثلا: تمييز، لکر فاعل، لکر جملہ فعلیہ، الحمد مبتدا، للہ: ظرف مستقر خبر، لکر جملہ اسمیہ مقررہ، بل: حرف اضراب وعطف، اکثرہم: مبتدا، لا یعلمون: جملہ فعلیہ خبر، لکر جملہ اسمیہ۔

﴿اِنَّکَ مِیۡتٌ وَّ اِنَّہُمۡ مِّیۡتُوۡنَ﴾

انک: حرف مشبہ واسم، میت: خبر، لکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انہم: حرف مشبہ واسم، میتون: خبر، لکر جملہ اسمیہ۔

﴿اِنَّہُمْ اِنۡکُمۡ یَوْمَ الْقِیۡمَةِ عِنۡدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوۡنَ﴾

ثم: عاطفہ، انکم: حرف مشبہ وکم ضمیر ذوالحال، یوم القیمة: ظرف متعلق بمحذوف حال، لکر اسم، عند ربکم: ظرف مقدم، تختصمون: فعل بافاعل، لکر جملہ فعلیہ خبر، لکر جملہ اسمیہ۔

﴿تَشْرِیۡحُ تَوْضِیۡحٍ وَّاَعْرَاضٍ﴾

انسانی قلب نور الہی سے کیسے منور ہوتا ہے؟

۱..... اس بارے میں ہم نے جن نکات کا مطالعہ کیا ہے، انہیں درج ذیل نمبر وار ذکر کرتے ہیں جس سے ان شاء اللہ قارئین کو اس موضوع پر شافی کافی بیان حاصل ہو جائے گا۔

(۱)..... قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: شرح صدر سے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ اپنے بندے کے دل میں ایک نور ڈال دیتا ہے جس کی روشنی اور چمک دمک سے وہ حق کو حق اور باطل کو باطل پہچان لیتا ہے، اور جو دین سید عالم ﷺ لے کر آئے بلا شک و شبہ کامل طور پر اسے اس کے بارے میں یقین آجاتا ہے کیونکہ سید دل و روح کا عمل ہے اور دل ہی اسلام کو قبول کرتا ہے تو جب اس کا دل احکام اسلام کو قبول

کر لیتا ہے تو وہ اس طرف کی طرح ہو گیا جو مظروف کے لئے کھل جائے اور وسیع ہو جائے حتیٰ کہ مظروف مکمل طور پر اس میں سما جائے۔ پس جس بھی شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کشادہ فرمادیا تو وہ شخص اپنے رب کی طرف سے دیئے ہوئے نور پر ہے، نور سے مراد بصیرت اور دل کی بیضاکی ہے۔

(المظہری، ج ۶، ص ۱۶۳)

(۲)..... قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی فرماتے ہیں: اللہ ﷻ کی جانب سے بندہ عدل پر ہوتا ہے، یا اس کے لئے نور ظاہری ہوتا ہے جس کے باعث وہ (حق و سچ) پر قائم و دائم ہوتا ہے، اور نور ہدایت و معرفت کے بیان کے لئے بطور استعارہ مراد لیا گیا جس کی ضد ظلمت ہوتی ہے اور نور سے مراد ہدایت، یقین، اور اس سے رجوع (الی اللہ ﷻ) کے میلان کی طرف مجازی طور پر ارادہ کیا گیا ہے تاکہ تبعاد (دوری) کا ثبوت ہو جائے۔

(حاشیہ الشہاب، المعروف عنایۃ القاضی، ج ۸، ص ۱۹۴)

(۳)..... علامہ آلوسی کہتے ہیں: انشراح صدر انسان کے حسب فطرت وخلق ہوتا ہے اور اس حیثیت سے بھی ہوتا ہے کہ انشراح صدر کے باعث جو طاقت اللہ ﷻ کے خصوصی فیض و لطف و کرم کی وجہ سے ہوئی ہے اس میں کسی قسم کی (دل میں موجود کسی کشافت کے باعث) خلل نہ ہو جائے۔ ابن مسعود ؓ نے پوچھا یا رسول اللہ بندہ کا شرح صدر کس طرح ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ”جب بندے کے دل میں اللہ ﷻ کا نور داخل ہوتا ہے تو اس کا شرح صدر ہو جاتا ہے، ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس کی علامت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ دارالخلد یعنی آخرت کی جانب رجوع کرنے والا، دارالغرور یعنی دنیا سے بھاگنے والا اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنے والا ہوتا ہے۔“

(روح المعانی، الجزء: ۲۲، ص ۳۳۸)

☆..... حضرت جابر ؓ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”سب سے زیادہ خطرناک چیز وہ ہے جس کا مجھے اپنی امت پر خطرہ ہے: (۱)..... پیٹ کا بڑھنا، (۲)..... ہمیشہ سوتے رہنا، (۳)..... سستی، (۴)..... یقین کا کمزور ہونا۔“

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، الحرف الباء، رقم: ۷۳۲۸، ج ۲، ص ۱۷۶، بتصریح قلیل)

یہ وہ چار اسباب ہیں جو انسان کے دل کو سخت کر دیتے ہیں، زیادہ کھانا پیٹ بڑھاتا ہے اور جب پیٹ بڑھتا ہے تو سستی پیدا ہوتی ہے اور سستی انسان کو راہ سلوک سے دور کرتی ہے۔ ہمارے اسلاف اسی لئے کم کھاتے بلکہ کئی کئی دن بغیر کچھ کھائے عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔

تلاوت قرآن سے خوف طاری ہو جانا:

۲..... سعید بن عبد الرحمن الحنفی نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس اہل قرآن میں سے ایک شخص گزرا اور گر گیا، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: اس کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: جب اس کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اور یہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو گر جاتا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم بھی اللہ ﷻ سے ڈرتے ہیں لیکن ہم تو نہیں گرتے، پھر آپ نے فرمایا: ان میں سے کسی ایک کے پیٹ میں شیطان داخل ہو جاتا ہے، سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب کا یہ طریقہ نہیں تھا۔

عمر بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد بن سیرین کے نزدیک ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جن کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو وہ بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں، انہوں نے کہا: وہ ہمارے سامنے چھت کے اوپر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھیں، پھر ان کے سامنے اول سے لے کر آخر تک قرآن پڑھا جائے، پھر اگر انہوں نے اپنے آپ کو چھت سے گرا دیا تو ہم مان لیں گے۔

ابو عمران الجونی نے بتایا کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وعظ کیا تو ایک آدمی نے اپنی قمیص پھاڑ لی، اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اس قمیص والے سے کہئے کہ میں ان ڈرنے والوں کو پسند نہیں کرتا جو مجھے اپنا دل کھول

کردکھاتے ہیں۔

☆..... جب مومن بندے کے روٹکنے اللہ ﷻ کے خوف سے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کی خطائیں ایسی گرتی ہیں جیسا کہ درختوں کے پتے گرتے ہیں، ابن عباس کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ ﷻ کے خوف سے جب بندہ مومن کے روٹکنے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اللہ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے۔“

(القرطبی، الجزء: ۲۳، ص ۲۱۹)

☆..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ زور سے ہوا چلی تو اس درخت کے بوسیدہ پتے گر گئے اور سرسبز پتے قائم رہے، تب سید عالم ﷺ نے استفسار فرمایا: ”اس درخت کی کیا مثال ہے؟“ صحابہ نے کہا: ”اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم ہے، آپ نے فرمایا: ”یہ درخت مومن کی مثال ہے، جب خوف خدا سے اس کے جسم کے روٹکنے کھڑے ہوتے ہیں تو اس کے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں اور نیکیاں باقی رہتی ہیں۔“ (المرجع السابق بتغیر قلیل)

قرآن کی تین صفات کا بیان:

اللہ ﷻ نے متذکرہ مقام پر قرآن کی تین صفات بیان فرمائی ہیں:

(۱)..... اس پاک کلام کی سب سے زیادہ قرأت کی جاتی ہے۔

(۲)..... یہ عربی زبان میں ہے اور اس کی عربی کے آگے بڑے بڑے فصحاء عرب بھی حیران و ششدر ہیں، اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿وَأَنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ أَنْ تَكُونَ مِنْكُمْ شُرَكَاءَ فَمَا يُؤْمِنُ بِهِمْ نَبِيٍّ مِمَّنْ كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾ (البقرة: ۲۳)۔

(۳)..... اس پاک کلام میں کوئی کجی نہیں ہے، انسان جب طویل کلام کرے تو اس کے منہ سے کوئی نہ کوئی کمزور یا ناپسندیدہ بات ضرور نکل جاتی ہے لیکن اللہ کا کلام فصیح و بلیغ ہے اس میں ایسی کوئی بات نہیں چنانچہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے (النساء: ۸۲)۔

سید عالم ﷺ کی موت اور کفار کی موت ایک جیسی نہیں!

۴..... متذکرہ آیت پاک میں دو مرتبہ موت کا ذکر ہے، سید عالم ﷺ کی وفات کے حوالے سے فرمایا: ﴿إِنَّكَ

میتٌ ﴿میت نگرہ ہے، اور کفار کی موت کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنَّهُمْ مِتُّونَ﴾ یہاں بھی میت نگرہ ہے۔ فقہ کا اصول ہے: ”وَإِذَا أَعِيدَتْ نَكَرَةٌ كَانَتْ الثَّانِيَةَ غَيْرِ الْأُولَىٰ“ یعنی جب نگرہ کا دوبارہ ذکر کیا جائے تو دوسرا نگرہ پہلے کا غیر ہوتا ہے“ (نور الانوار، مبحث العام، ص ۸۱)۔ لہذا کفار کی موت اور سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری ایک جیسی نہیں ہیں۔

☆..... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کا فراق قریب آیا تو ہم سب حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ کے حجرہ میں جمع ہوئے، آپ ﷺ نے ہماری طرف دیکھا، پھر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم کو خوش آمدید ہو، اللہ ﷻ تم کو زندہ رکھے اور تم پر رحم فرمائے، میں تم کو اللہ ﷻ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اب فراق قریب آ گیا ہے اور یہ وقت اللہ ﷻ کی طرف لوٹنے اور سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الماویٰ کی طرف جانے کا وقت ہے۔ میرے گھر کے لوگ مجھے غسل دیں گے اور مجھے کفن ان کپڑوں میں پہنائیں گے اگر وہ چاہیں یا خلعہ یمانیہ میں، پس جب تم مجھے غسل دے چکو اور کفن پہنا چکو تو مجھے میرے اس تخت پر میرے حجرے میں رکھ دینا، میری لحد کے کنارے پر، پھر کچھ دیر کے لئے میرے اس حجرے سے نکل

جانا، سب سے پہلے میرے حبیب جبرائیل علیہ السلام میری نماز پڑھیں گے، پھر حضرت میکائیل علیہ السلام، پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام اور پھر ملک الموت علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ میری نماز پڑھیں گے۔ پھر تم گروہ گروہ آ کر میری نماز پڑھنا۔ مسلمانوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کا سنا تو وہ رونے لگے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رب صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہیں اور ہماری جماعت کی شمع ہیں اور ہمارے معاملات کی برہان ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے جائیں گے تو ہم اپنے معاملات میں کس کی جانب رجوع کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے تم کو صاف و شفاف راستے میں چھوڑا ہے، جس کی رات بھی اپنے ظہور میں دن کی طرح ہے اور اس رہنمائی کے بعد وہی شخص گمراہ ہوگا جو ہلاک ہونے والا ہے اور میں نے تمہارے لئے دو نصیحت کرنے والے چھوڑ دیئے ہیں، ایک ناطق ہے اور دوسرا ساکت ہے، رہا ناطق تو وہ قرآن مجید ہے اور ساکت تو وہ موت ہے۔ پس جب تم کو کوئی مشکل پیش آئے تو تم قرآن مجید اور سنت رسول کی طرف رجوع کرنا اور جب تمہارے دل سخت ہو جائیں تو تم مردوں کے احوال پر غور کرنا۔“ پھر اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرا عارضہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ روز تک بیمار رہے اور مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کرتے رہے، پھر پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی، پھر حضرت علی اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دیا اور بدھ کی شب نصف گزر چکی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بی بی عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ کے حجرے میں دفن کر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ منگل کی شب آپ کو دفن کیا گیا۔

(روح البیان، ج ۸، ص ۱۴۲ وغیرہ)

مولانا قاسم نانوتوی لکھتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی موت میں بھی مثل حیات فرق ہے، ہاں فرق ذاتیت اور عرضیت متصور نہیں، وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے، یعنی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مومنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے، اس لئے بوقت موت حیات نبوی زائل نہ ہوگی، ہاں مستور ہو جائے گی اور حیات مومنین ساری یا آدھی زائل ہو جائے گی۔ سو در صورت تقابل عدم و ملکہ اس استتار حیات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے، زائل نہیں ہوتا، یا مثل شمع چراغ خیال فرمائیے کہ جب اس کو کسی ہنڈیا یا منگے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھئے تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے، زائل نہیں ہو جاتا اور دوبارہ زوال حیات مومنین کو مثل قمر خیال فرمائیے کہ وقت خسوف کا نور زائل ہو جاتا ہے یا مثل چراغ سمجھئے کہ گل ہو جانے کے بعد اس میں نور بالکل نہیں رہتا۔

(آب حباب، ص ۱۸۴ وغیرہ)

☆..... ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے کہ ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا: ”کیا تمہیں یہ علم ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے سوا بھی کوئی اپنی قبروں میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔“ (حلیۃ الاولیاء، ثابت بنانی، رقم: ۲۵۶۷، ج ۲، ص ۳۶۲)

☆..... حضرت اوس بن اوس ثقفی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، تم اس دن میں مجھ پر کثرت سے صلوٰۃ پڑھو، کیونکہ تمہاری صلوٰۃ مجھ پر پیش کی جاتی ہے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ پر ہماری صلوٰۃ کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔“

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب: تفریع ابواب الجمعة، رقم: ۱۰۴۷، ص ۲۰۰)

اغراض:

کمن طبع: یہ آیت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ﴿انما یتذکر اولو الالباب﴾ (الرعد: ۱۹) پر مرتب ہوتی ہے۔
کلمۃ العذاب: یعنی مخاطب کو اس کلمے کے ذریعے عذاب میں مقید کرنا مقصود ہے۔

ای عن قبول القرآن: اس جملے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ﴿من﴾ بمعنی عن ہے، کلام میں مضاف محذوف ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ﴿من﴾ کو اپنے معنی پر ہی رکھا جائے تاکہ تعلیل کی صورت برقرار رہے یعنی ان کے دل کے ذکر (نہ کرنے کی وجہ سے) سخت ہو گئے اور فساد و نقصان کا شکار ہوئے، اور معلوم و مشاہدہ یہ ہے اللہ ﷻ کے پاک کلام سے دل تازگی پاتے ہیں اور بعض بیماریاں بھی دور ہو جاتی ہیں اور یہاں بعض عارفین کا یہ بھی کہنا ہے: اللہ ﷻ کی یاد سے گناہوں میں اضافہ نہیں ہوتا اور بصارت و بصیرت جلا پاتی ہیں۔ وغیرہما: جیسا کہ قصص و احکام۔ تطمئن: بمعنی تسکین و تسکون ہے۔

فی النظم و غیرہ: میں نظم سے مراد لفظ ہے، اور غیرہ سے مراد بلاغت اور منافع پر دلالت کرنا ہے۔ اس آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ قرآن تشابہ و محکم پر محیط ہے یعنی بعض محکم اور بعض تشابہ ہیں اور تشابہ کا معنی یہ ہے کہ آیت مقدسہ میں بعض اختصار ہو۔ ای عند ذکر وعدہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الی﴾ بمعنی عند ہے، پس حرف کو دوسرے معنی کے لئے مضمین کرنے یہ ایک وجہ ہے اور دوسری وجہ ﴿تسلین﴾ بمعنی تسکین ہے، پس مفسر نے دونوں صورتوں کو جمع کیا اور حاصل یہ ہوا کہ اللہ سماع قرآن کے وقت میں مومن کے حال کو بیان کرتا ہے اور جب وعید کو سنتا ہے تو مومن خوف کھا جاتا ہے اور جب وعدہ کا ذکر سماعت کرتا ہے تو اس پر امید کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور اس کا نفس مطمئن ہو جاتا ہے کیونکہ خوف و امید بندے کے لئے ایسے ہیں جیسے پرندے کے لئے پر ہوتے ہیں کہ جب ان میں سے کوئی پر کٹ جائے تو پرندہ زمین پر آ جاتا ہے۔

ای الكتاب: جو کہ متذکرہ صفات پر متصف ہوگی۔ ای کفار مکہ: واضح قول یہ ہے کہ مراد اس امت کے کفار ہیں۔ ای جزائہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہاں مضاف حذف ہے۔

لا تخطر ببالہم: مراد سبب جہت بیان کرنا ہے، یعنی انہیں جس جگہ سے عذاب آئے گا انہیں اس جہت کا شعور بھی نہ ہوگا، جیسا کہ قوم لوط پر عذاب آیا اور انہیں اس کا شعور ہی نہ تھا۔

حال مؤکدة: یعنی لفظ قرآن حال مؤکدہ ہے۔ ای لبس و اختلاف: بمعنی لا لبس ولا تناقض ہے۔

ای لا یسوی العبد لجماعة: یہ مثال ان کی جو اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور مفسر کا قول ”لجماعة“ میں مشرکین کے بُرے اخلاق کی جانب اشارہ ہے، اور مفسر کے قول ”والعبد لو احد“ میں اس بندہ مومن کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے جو فقط ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ فلا شماتة بالموت: میں دشمن کے خوش ہونے کی جانب اشارہ ہے۔

نزلت لما استبطوا موتہ: کا بیان شان نزول میں دیکھ لیں۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۱۶۲ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

رکوع نمبر: ۱

﴿فَمَنْ﴾ ﴿أَي﴾ لَا أَحَدٌ ﴿اٰظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلٰی اللّٰهِ﴾ ﴿بِنِسْبَةِ الشِّرْكِ وَالْوَلَدِ اِلَيْهِ﴾ ﴿وَكَذَبَ﴾
 بِالصِّدْقِ ﴿بِالْقُرْآنِ﴾ ﴿اِذْ جَاءَهُ﴾ ﴿الْبَيِّنَاتُ﴾ ﴿فِي جَهَنَّمَ مَشْوٰی﴾ ﴿مَآوٰی﴾ ﴿لِلْكَافِرِيْنَ﴾ ﴿۳۲﴾ ﴿بَلٰی﴾ ﴿وَالَّذِي جَاءَ﴾
 بِالصِّدْقِ ﴿هُوَ النَّبِيُّ ﷺ﴾ ﴿وَصَدَقَ بِهِ﴾ ﴿هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ﴿فَالَّذِي بِمَعْنٰی الدِّیْنِ﴾ ﴿اَوَّلٰتِكَ﴾ ﴿هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾
 ﴿۳۳﴾ ﴿الشِّرْكَ﴾ ﴿لَهُمْ مَا يَشَآءُوْنَ﴾ ﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ﴿۳۴﴾ ﴿لَا نَفْسِهِمْ بِاِيْمَانِهِمْ﴾
 ﴿لِيَكْفُرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾ ﴿اَسْوَ الَّذِي عَمَلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ﴾ ﴿بِاِحْسَنِ الَّذِي كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ﴿۳۵﴾ ﴿اَسْوَءٌ وَّ اَحْسَنٌ﴾
 بِمَعْنٰی الشَّرِّیِّ وَاَلْحَسَنِ ﴿الْبَيِّنَاتُ﴾ ﴿بَلٰی﴾ ﴿وَيَخُوْفُوْنَكَ﴾ ﴿الْخِطَابَ﴾ ﴿لَهُ﴾
 ﴿بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِ﴾ ﴿اَيُّ الْاَصْنَامِ اِنْ تَقْتُلُوْهُ اَوْ تَخَبَلُوْهُ﴾ ﴿وَمَنْ يُّضِلّ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾ ﴿۳۶﴾ ﴿وَمَنْ يُّهْدِ اللّٰهُ فَمَا﴾
 ﴿لَهُ مِنْ مُضِلٍّ﴾ ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ﴾ ﴿غَالِبٍ عَلٰی اَمْرِهٖ﴾ ﴿ذٰلِكَ اَنْتَقَامُ﴾ ﴿۳۷﴾ ﴿مِنْ اَعْدَائِهِ﴾ ﴿بَلٰی﴾ ﴿وَلٰئِنْ﴾ ﴿لَا مَقْسَمٌ﴾
 ﴿بِاَللّٰهِ﴾ ﴿مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لِيَقُوْلَنَّ﴾ ﴿اللّٰهُ﴾ ﴿قُلْ اَلْفِرْعٰوْنُ﴾ ﴿يَتَمَّ مَا تَدْعُوْنَ﴾ ﴿تَعْبُدُوْنَ﴾ ﴿مَنْ دُوْنَ﴾
 ﴿اللّٰهِ﴾ ﴿اَيُّ الْاَصْنَامِ﴾ ﴿اِنْ اَرَادَنِيَّ اللّٰهُ بِضُرٍّ﴾ ﴿هَلْ مِنْ كَاشِفٍ﴾ ﴿ضُرِّهٖ﴾ ﴿لَا﴾ ﴿اَوْ اَرَادَنِيَّ بِرَحْمَةٍ﴾ ﴿هَلْ مِنْ مُمْسِكٍ﴾
 ﴿رَحْمَتِهٖ﴾ ﴿لَا وَفِيْ قِرْآءَةِ﴾ ﴿بِالْاِضَافَةِ﴾ ﴿فِيْهِمَا﴾ ﴿قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ﴾ ﴿عَلَيْهِ﴾ ﴿يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ ﴿۳۸﴾ ﴿يَتَّقُ﴾
 ﴿الْوٰثِقُوْنَ﴾ ﴿قُلْ يَقُوْمُ اَعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ﴾ ﴿حٰلَتِكُمْ﴾ ﴿اِنِّيْ عَامِلٌ﴾ ﴿عَلٰی﴾ ﴿حٰلَتِيْ﴾ ﴿فَسَوْفَ﴾
 ﴿تَعْلَمُوْنَ﴾ ﴿۳۹﴾ ﴿مَنْ مَّوْضُوْعَةٌ مَّفْعُوْلٌ﴾ ﴿الْعِلْمِ﴾ ﴿يَاْتِيْهِ عَذَابٌ﴾ ﴿يَخْزِيْهِ﴾ ﴿وَيَحِلُّ﴾ ﴿يَنْزِلُ﴾ ﴿عَلَيْهِ عَذَابٌ﴾
 ﴿مَقِيْمٌ﴾ ﴿۴۰﴾ ﴿دٰلِمٌ﴾ ﴿هُوَ عَذَابُ النَّارِ﴾ ﴿وَقَدْ اَخْرَجْنٰهُمُ﴾ ﴿اللّٰهُ﴾ ﴿بِنَدْرِ﴾ ﴿اِنَّا اَنْزَلْنٰ عَلَيْكَ﴾ ﴿الْكِتٰبَ﴾ ﴿لِلنَّاسِ﴾ ﴿بِالْحَقِّ﴾ ﴿مُتَعَلِّقٌ﴾
 ﴿بِاَنْزَلٍ﴾ ﴿فَمَنْ اِهْتَدٰی﴾ ﴿فَلِنَفْسِهٖ﴾ ﴿اِهْتَدٰوْهُ﴾ ﴿وَمَنْ ضَلَّ﴾ ﴿فَانْمَا يُّضِلُّ عَلَيْهَا﴾ ﴿وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ﴾
 ﴿بِوَكِيْلٍ﴾ ﴿۴۱﴾ ﴿فَتَجْبِرْهُمْ عَلٰی الْهُدٰى﴾.

﴿تَرْجُمَةٌ﴾

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون (یعنی کوئی بھی نہیں) جو اللہ پر جھوٹ باندھے (اس کی طرف شریک اور اولاد کی نسبت کر کے) اور حق (یعنی قرآن پاک) کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں (کیوں نہیں ضرور ہے، مشوئی بمعنی ماوی ہے اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے (یعنی نبی پاک ﷺ) اور وہ جنہوں نے اس کی تصدیق کی (یعنی مسلمان)..... یہاں اللہ (یعنی اللہ) کے لیے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس یہ ایمان لا کر اپنی جانوں پر احسان کرنے والوں کا صلہ ہے تاکہ اللہ ان سے اتار دے برا کام جو انہوں نے کیا اور انہیں ان کے ثواب کا صلہ دے اچھے کام پر..... یہاں اللہ (یعنی اللہ) کے لیے ہے تاکہ اللہ ان سے اتار دے برا کام جو انہوں نے کیا اور انہیں ان کے ثواب کا صلہ دے (کیوں نہیں ضرور ہے) اور تمہیں ڈراتے ہیں (یہاں خطاب حضور ﷺ سے ہے) اس کے سوا اوروں سے (یعنی بتوں سے کہ یہ

بت آپ ﷺ کو مار ڈالیں گے اور آپ ﷺ کی عقل زائل کریں گے) اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی بہکانے والا نہیں کیا اللہ (اپنے امر پر) غالب (اپنے دشمنوں سے) انتقام لینے والا نہیں (کیوں نہیں ضرور ہے) اور اگر (لسن میں لام قسمیہ ہے) تم ان سے پوچھو آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے اللہ نے تم فرماؤ: بھلا بتاؤ جنہیں (یعنی جن بتوں کو) تم اللہ کے سوا پوجتے ہو (تدعون بمعنی تعبدون ہے) اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی بھیجی ہوئی تکلیف ٹال دیں گے (نہیں ایسا نہیں کر سکتے) یا وہ مجھ پر رحم فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک رکھیں گے (نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتے، ایک قراءت میں دونوں جانب اضافت ہے) تم فرماؤ: اللہ مجھے بس ہے بھروسے والے اس پر بھروسہ کریں.....

(یتوکل المتوکلون بمعنی یثق الواقفون ہے) تم فرماؤ: اے میری قوم! اپنی جگہ (اپنی اسی حالت پر) کام کئے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں..... ۵..... تو آگے جان جاؤ گے کس پر (من موصولہ تعلمون کا مفعول بن رہا ہے) آتا ہے وہ عذاب کہ اسے رسوا کرے گا اور کس پر اترتا ہے عذاب بیگنی کا (مراد اس سے عذاب جہنم ہے اور بیشک اللہ ﷻ نے انہیں بدر میں رسوا کر دیا، یحجل بمعنی یسنزل اور مقیم بمعنی دائم ہے) بیشک ہم نے تم پر یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کو حق کے ساتھ اتاری ("بالحق" انزل کے متعلق ہے) تو جس نے راہ پائی (تو اس کا راہ پانا) اس کے اپنے بھلے کو اور جو بہکا اپنے ہی برے کو بہکا اور تم کچھ ان کے ذمہ دار نہیں (کہ تم انہیں ہدایت پر آنے پر مجبور کرو)۔

﴿ترکیب﴾

﴿فمن اظلم ممن كذب على الله وكذب بالصدق اذ جاءه﴾

ف: عاطفہ، من: استفہامیہ، اظلم: اسم تفضیل بافاعل، من: جار، من: موصولہ، کذب علی اللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کذب بالصدق: فعل بافاعل و ظرف لغو، اذ جاءه: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الیس فی جہنم مثوی للكفرین ۰ والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک ہم المتقون ۰﴾

همزہ: حرف استفہام، یس: فعل ناقص، فی جہنم: ظرف مستقر خبر مقدم، مشوی للكفرین: شبہ جملہ اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ، و: متانفہ، الذی: موصول، جاء بالصدق: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، صدق به: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، اولئک: مبتدا، ہم المتقون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لہم ما یشاءون عند ربہم ذلک جزوا المحسنین ۰﴾

لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، ما یشاءون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، عند ربہم: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر ماقبل "الذی جاء بالصدق" کی خبر ثانی ہے، ذلک: مبتدا، جزوا المحسنین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ متانفہ۔

﴿لیکفر اللہ عنہم اسوا الذی عملوا ویجزیہم اجرہم باحسن الذی کانوا یعملون ۰﴾

لام: جار، یکفر اللہ عنہم: فعل و فاعل و ظرف لغو، اسوا: مضاف، الذی عملوا: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یجزیہم اجرہم: فعل بافاعل و مفعول و ثانی، باحسن الذی کانوا یعملون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر تقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر فعل محذوف "یسر لہم ذلک" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الیس اللہ بکاف عبده ویخوفونک بالذین من دونہ﴾

همزه: حرف استفہام، یس اللہ: ناقص واسم، ب: جازا زائد، کاف: اسم فاعل بافاعل، عبده: مفعول، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: متانفہ، یخولونک: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، الذین من دونه: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔ ﴿وَمَنْ يَضِللِ اللّٰهَ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾

و: عاطفہ، من: موصولہ، یضلل اللہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، ما: مشابہہ بلیس، لہ: بظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، ہاد: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَمَنْ يَهْدِ اللّٰهَ فَمَا لَهُ مِنْ مّضِلِّ اللّٰهِ بَعْزِيزِ ذِي انتِقَامٍ﴾

و: عاطفہ، من: یهد اللہ: موصول صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، ما: مشابہہ بلیس، لہ: بظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، مضل: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، همزه: استفہامیہ، یس اللہ: فعل ناقص واسم، ب: زائد، عزیز: موصوف، ذی انتقام: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَلَنْ سآلتهم من خلق السموت والارض ليقولن اللّٰه﴾

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، سآلتهم: فعل بافاعل ومفعول، من: استفہامیہ مبتدا، خلق السموت والارض: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لام: تاکیدیہ، یقولن قول، اللہ: "ہو" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جواب قسم، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿قل الفرء یتم ما تدعون من دون اللّٰه ان ارادنی اللّٰه بضر هل هن کشفتم ضرہ﴾ قل: قول، همزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ، رایتم: فعل بافاعل، ما تدعون: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من دون اللہ: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول اول، هل: حرف استفہام، هن: مبتدا، کشفتم ضرہ: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ان: شرطیہ، ارادنی اللہ بضر: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فعل هن کشفتم ضرہ" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ معترضہ۔ ﴿او ارادنی برحمة هل من ممسکت رحمة﴾

او: عاطفہ، ارادنی برحمة: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ما قبل "ارادنی اللہ" پر، هل: حرف استفہام، هن: مبتدا، ممسکت رحمة: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل حسبی اللّٰه علیہ یتوکل المتوکلون﴾

قل: قول، حسبی: مبتدا، اللہ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، علیہ: بظرف لغو مقدم، یتوکل المتوکلون: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل یقوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون﴾

قل: قول، یقوم: نداء، اعملوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، علی مکانتکم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انی: حرف مشبہہ واسم، عامل: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، سوف: حرف استقبال، تعلمون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿من یاتہ عذاب یخزیہ ویحل علیہ عذاب مقیم﴾

من: موصولہ، یاتہ: فعل ومفعول، عذاب: موصوف، یخزیہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یحل علیہ عذاب مقیم: جملہ

فعلیہ معطوف، ملکر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ماقبل "تعلمون" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔
 ﴿انا انزلنا علیک الکتب للناس بالحق فمن اھتدی فلنفسہ﴾

انسا: حرف مشبہ واسم، انزلنا علیک: فعل بافاعل وظرف لغو، الکتب: ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، للناس: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، من: بشرطیہ مبتدأ، اھتدی: جملہ فعلیہ شرطیہ، ف: جزائیہ، لنفسہ: ظرف مستقر مبتدأ محذوف "ھدایتہ" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
 ﴿ومن ضل فانما یضل علیہا وما انت علیہم ہو کیل ۵﴾

و: عاطفہ، من: بشرطیہ مبتدأ، ضل: فعل بافاعل، ملکر شرطیہ، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ واسم وما کافہ، یضل علیہا: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، انت: اسم، علیہم: ظرف لغو مقدم، ب: زائد، و: کیل بصفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

سید عالم علیہ وسلم کیا سچ لائے؟

۱۔..... سید عالم جس سچ کو لائے اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱)..... مراد اس سے قرآن مجید ہے جو سید عالم ﷺ پر نازل ہوا، (۲)..... اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا جس کی لوگوں نے مخالفت کی، (۳)..... ایک قول یہ ہے کہ لوگوں نے نکرہ طیبہ "لا الہ الا اللہ" کا انکار کیا۔
 علامہ آلوسی کہتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے معجزات کو جھٹلایا گیا جب کہ جھٹلانے والے جانتے تھے کہ یہ اللہ ﷻ کی پاک بارگاہ سے ایسے معجزات لائے ہیں، پس ان کا سید عالم ﷺ کے معجزات کو جھٹلانا مطلق تکذیب کے زمرے میں نہیں آتا (یعنی انہوں اللہ اور اس کے رسول دونوں کو جھٹلایا)۔
 (روح المعانی، الجزء: ۲۴، ص ۳۵۲)

کس سچے نے سچ کی تصدیق کی؟

۲..... ابن عساکر نے اُسید بن صفوان کے طرق سے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ ﴿و الذی جاء بالحق﴾ سے مراد سید عالم ﷺ کی ذات بالا صفات ہے اور ﴿و صدق بہ﴾ سے ابو بکرؓ کی ذات مبارکہ ہے اور یہ قول حضرت علیؓ کا ہے۔
 ☆..... ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ﴿و الذی جاء بالصدق﴾ سے مراد سید عالم ﷺ کی ذات ہے اور ﴿و صدق بہ﴾ سے حضرت علی بن ابی طالبؓ مراد ہیں۔

☆..... ابن جریر اور ابی بن حاتم نے سُدی سے روایت کی ہے کہ ﴿و الذی جاء بالصدق﴾ سے مراد حضرت جبرائیلؑ ہیں اور ﴿و صدق بہ﴾ سے سید عالم ﷺ مراد ہیں۔

☆..... ابن منذر نے مختلف طرق سے مجاہد سے روایت کی ہے کہ وہ متذکرہ آیت پڑھ رہے تھے اور فرمایا ﴿و الذی جاء بالصدق و صدق بہ﴾ سے مراد اہل قرآن ہیں جن کا حشر کل بروز قیامت قرآن کے ساتھ ہوگا اور وہ کہیں گے: "یہ وہ پاک کلام ہے جس کی ہم نے پیروی کی اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوئے"۔
 (الدر المنثور، ج ۵، ص ۶۱۵)

امام رازی لکھتے ہیں: اس بارے میں کچھ مسائل ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلا مسئلہ: اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصَّدَقِ وَصَدَقَ بِهِ﴾ کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱)..... سچ لانے والی ذات سید عالم ﷺ کی ہے اور جس سچ نے اس کی تصدیق کی وہ ذات سیدنا ابو بکر صدیق ﷺ کی ہے، اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کئی مفسرین کا قول ہے۔ (۲)..... ہر نئی سچ بھی لایا اور تصدیق کرنے والے ان کے پیروکار تھے۔

دوسرا مسئلہ: رسالت کا تعلق چار ارکان کے ساتھ ہوتا ہے: المرسل، المرسل، الرسالة اور المرسل الیہ، اور رسول کا بھیجنا اس لئے ہے کہ قبول تصدیق کے معاملے میں جس کی جانب بھیجا گیا ہے وہ اس کی پیروی کریں، پس پہلا شخص جس نے آنے والی دعوت کی تصدیق کی وہ بھیجے جانے والے کے منصب رسالت کو مکمل کر گیا اور باقی لوگوں نے انہیں دیکھ کر مان لیا، جیسا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”ابوبکر کی ذات ہے جو پیغام نبوت کی تکمیل میں سہارا بنی“۔

(الرازی، ج ۹، ص ۴۵۲)

متصدقین کی جزاء کا بیان:

۳..... متصدقین کے بارے میں اللہ ﷻ کا وعدہ ہے، فرمایا: ﴿لَهُمْ مَا يَشَاؤُنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ جِزَاءَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (۱) یہ وعدہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو دین اسلام کا مکلف ہے، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمام کمال اللہ ﷻ کی ذات کے ساتھ محبوب و مرغوب ہے، اور جنتی عقلاء کے درجے میں داخل ہیں، پس جب وہ حضرات انبیائے کرام، اکابرین عظام اور اولیائے کرام کے بلند درجات کو دیکھیں گے تو جان لیں گے کہ یہی وہ خیرات عالیہ، درجات کاملہ ہیں، اور کسی چیز کا کمال کی حیثیت سے علم ہونا، اور خیر میں جس کی طرف رغبت کی جائے، وہ ایسی ہی ہوتی ہیں کہ لوگ اس کی چاہت کرتے ہیں اور یہی اس آیت کا ماخذ ہے، اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ معاملہ برعکس ہو کہ نیک لوگ بجائے انعام و اکرام کے غم و غصہ اور وحشت قلبی کا شکار ہوں تو پھر میں یہ کہوں کہ اللہ ﷻ کی شان یہ ہے کہ وہ آخرت میں کینہ و حسد کو لوگوں کے دلوں سے دور فرما دیتا ہے، پس ثابت ہوتا ہے کہ دنیاوی امور کے معاملے میں اخروی امور مختلف ہوتے ہیں۔

(الرازی، ج ۹، ص ۴۵۳)

کیا اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی ہے؟

۴..... امور دنیا اور آخرت کے حوالے سے مصائب کے دور ہونے اور خواہشوں کے پورے ہونے میں دل کا اللہ کے حضور مکمل طور پر جم جانا توکل کہلاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم اس طرح اللہ پر بھروسہ کرو جیسا کہ اُس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تمہیں بھی ایسے ہی رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح اپنے گھونسلے سے بھوکے نکلنے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں“۔ (الترمذی، کتاب الزهد، باب فی التوکل علی اللہ، رقم: ۲۳۵۱، ص ۶۸۰)۔ تحقیق یہ ہے کہ توکل اسباب اختیار کرنے کے منافی نہیں ہے، حضرت سہل فرماتے ہیں کہ جس نے کوشش اور کسب کرنے پر لعن طعن کیا اس نے سنت پر لعن طعن کیا اور جس نے توکل کرنے پر لعن طعن کیا اس نے ایمان پر لعن طعن کیا، پس توکل نبی پاک ﷺ کا حال ہے اور کسب سید عالم ﷺ کی سنت ہے، پس جو سید عالم ﷺ کے حال پر عمل کرے تو وہ سنت کو کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ (تزکیۃ النفوس، ص ۹۱ وغیرہ)

سید عالم ﷺ نے کامل طور پر پیغام تبلیغ فرمایا:

۵..... رسالت کا منصب ایک عظیم منصب ہے، اور اس عظیم منصب پر فائز ہونے والے رسل بھی عظیم ہی ہیں، اور انہوں نے اس منصب کی بجا آوری بھی عظیم ہی طریقے سے کی ہے، جس پر قرآن بھی شاہد ہے۔ چنانچہ فرامین رب العباد ہیں: ﴿لَا تَلْعَلُكَ﴾ باضع نفسک علی الارہم ان لم یؤمنوا بہذا الحدیث اسفا تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس

بات پر ایمان نہ لائیں غم سے ﴿الکھف: ۶۰﴾ ﴿لعلک باخع نفسک الایکولوا مؤمنین کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہ لائیں گے﴾ ﴿الشعراء: ۲﴾ ﴿فلاتذهب نفسک علیہم حسرات تو تمہاری جان ان پر حسرتوں میں نہ جائے﴾ ﴿غلط: ۸﴾۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی، پھر حشرات الارض اور پروانے اس آگ میں گرنے لگے، سو میں تم کو کمر سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں اور لوگ اس آگ میں دھڑا دھڑا گر رہے ہیں“۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: الانتہاء عن المعاصی، رقم: ۶۶۸۳، ص: ۱۱۲۴)

☆..... حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ ﷻ نے جس علم و ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث کیا ہے، اس کی مثال اس بادل کی طرح ہے جو زمین پر برسائے، زمین کا کچھ حصہ اچھا تھا جس نے اس پانی کو جذب کر لیا اور اس نے چارا اور بہت سبزہ اگیایا اور زمین کا بعض حصہ سخت تھا، اس نے پانی کو روک لیا، جسے اللہ نے لوگوں کو نفع پہنچایا، لوگوں نے وہ پانی خود پیا اور جانوروں کو پلایا اور ان کو (سبزے سے) چرایا اور زمین کا بعض حصہ چھیل میدان تھا، جس پر جب بارش ہوئی تو زمین کے اس حصہ نے پانی روکا اور جمع کیا اور نہ اس میں سبزہ اور گھاس اگائی، یہ مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اللہ کے دین کو سمجھا اور اس کا فیض پہنچایا اور اللہ نے جس ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث کیا ہے اس کا علم حاصل کیا اور وہ علم آگے پہنچایا اور یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے اس علم کی طرف سرٹھا کر نہیں دیکھا اور نہ اس ہدایت کی طرف دیکھا جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے اور اس کو قبول نہیں کیا“۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: فضل من علّم، رقم: ۷۹، ص: ۱۹)

اغراض:

بلی: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد استفہام تقریری ہے، معنی یہ ہے کہ ﴿فسی جہنم مثوی للکافرین﴾ ﴿النکبوت: ۶۸﴾ ہے، یعنی ”بلی“ کے ذریعے اللہ کا شریک بنانے والوں کے عذاب کو ثابت کرنا مقصود ہے۔

لانفسہم: کا متعلق ﴿المحسنین﴾ ہے، اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ انسان کے پرہیزگاری کرنے میں اپنی ذات پر احسان ہے، اور اس کے ثمرات اسی کو ملنے ہیں اور کسی نیک بندے کے نفع و نقصان کا محتاج نہیں اللہ مخلوق کی جانب سے کسی نفع و نقصان سے بلند و بالا ہے، اور نفس کا اپنی ذات پر احسان کرنا اللہ کی بندگی کرنے اور اس کی بارگاہ میں امید کرنا ہے اور خالق کی محبت میں مخلوق کی محبت سے کنارہ کرنا ہے اور اسی لئے جو اپنے نفس کو (تقویٰ سے) معزز کرتا ہے اللہ اسے معزز کرتا ہے اور اس کا برعکس بھی ہوتا ہے۔

بمعنی السیء والحسن: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ فعل تفضیل اس باب سے نہیں آتا، پس الاسما بمعنی السیء اور الاحسن بمعنی الحسن ہے، یعنی اللہ ہر اچھے عمل اور برے عمل پر (چاہے تو) جزا دیتا ہے۔

متعلق بانزل: یہ بھی درست ہے محذوف حال کی جانب متعلق ہو، چہ جائے کہ وہ انزل کا فاعل ہو یا مفعول ہو۔

ینق والقون: مراد اعتماد کرنے والوں کا اعتماد کرنا ہے۔ حالتکم: مراد کفر و عناد ہے، اور یہ حال کی مکان کے ذریعے تشبیہ بیان کرنا ہے یعنی حالت کفر و عناد کے ثابت و مستقیم ہونے کا بیان مقصود ہے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۱۶۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿اللہ یتوفی الانفس حین موتہا﴾ ویتوفی ﴿والتی لم تمت فی منامہا﴾ ای یتوفیہا وقت النوم ﴿فیمسک الیٰ اجل مسمیٰ﴾ ای وقت موتہا والمرسلۃ نفس

التَّمييزُ تَبْقَى بِذَوْلِهَا نَفْسُ الْحَيَوَةِ بِعِلَاقِ الْعَكْسِ ﴿۳۱﴾ ان فی ذلک ﴿المدکور﴾ لایت ﴿دلالات﴾ لقوم
 یفکرون ﴿۳۲﴾ ﴿فیعلمون﴾ ان القادر علی ذلک قادر علی البعث وقریش لم یتفکروا فی ذالک ﴿ام﴾ بل
 اتخذوا من دون اللہ ﴿ای﴾ الأصنام آلهة ﴿شفعاء﴾ عند اللہ بزعمهم ﴿قل﴾ لهم ﴿ال﴾ یشفعون ﴿ولو﴾
 كانوا لا یملکون شیئا ﴿من﴾ الشفاعة و غیرها ﴿ولا یعقلون﴾ ﴿۳۳﴾ انکم تعبدونہم ولا غیر ذلک ﴿قل﴾ للہ
 الشفاعة جمیعا ﴿ای﴾ هو مختص بها فلا یشفع أحد الا بإذنه ﴿لہ﴾ ملک السموت والارض ﴿ثم﴾ الیہ
 ترجعون ﴿۳۴﴾ واذا ذکر اللہ وحده ﴿ای﴾ دون آلهتہم ﴿اشمازت﴾ نفرت و انقبضت ﴿قلوب﴾ الذین لا
 یؤمنون بالآخرۃ ﴿واذا﴾ ذکر الذین من دونه ﴿ای﴾ الأصنام ﴿اذا﴾ ہم یتبشرون ﴿۳۵﴾ قل اللهم بمعنی
 یا اللہ ﴿فاطر﴾ السموت والارض ﴿مبدعہما﴾ علم الغیب والشہادة ﴿ما غاب﴾ وما شوہد ﴿انت﴾ تحکم
 بین عبادک فی ما كانوا فیہ یختلفون ﴿۳۶﴾ من أمر الذین اہدنی لہما اختلفوا فیہ من الحق ﴿ولو﴾ ان
 للذین ظلموا ما فی الارض جمیعا ومثلہ معہ لا فتدوا بہ من سوء العذاب یوم القیمة ﴿وبدا﴾ ﴿ظہر﴾ لهم
 من اللہ ما لکم یکنونوا یحتسبون ﴿۳۷﴾ یظنون ﴿وبدا﴾ لهم سیات ما کسبوا وحق ﴿نزل﴾ بہم ما كانوا بہ
 یتستہزون ﴿۳۸﴾ ای العذاب ﴿فاذا﴾ مس الانسان الجنس ﴿ضر﴾ دعائنا ثم اذا حولنہ
 اعطیناہ ﴿نعمة﴾ انعاما ﴿منا﴾ قال انما اوتیتہ علی علم ﴿من﴾ اللہ بآئی لہ اهل ﴿بل﴾ ہی ﴿ای﴾
 القولہ ﴿فتس﴾ بلیة یتلى بها العبد ﴿ولکن﴾ اکثرہم لا یعلمون ﴿۳۹﴾ ان التحویل استذراج و امتحان ﴿قد﴾
 قالہا الذین من قبلہم ﴿من﴾ الأمم کفارون وقومہ الراضین بہا ﴿فما﴾ اغنی عنهم ما كانوا یکسبون ﴿۵۰﴾
 فاصابہم سیات ما کسبوا والذین ظلموا من هؤلاء سیصیبہم سیات ما کسبوا وما ہم
 بمعجزین ﴿۵۱﴾ بفائتین عذابنا فخطوا سبع سنین ثم وبتع علیہم ﴿اولم﴾ یعلموا ان اللہ یسط
 الرزق ﴿یوسعہ﴾ لمن یشاء ﴿امتحانا﴾ و یقدر ﴿یضیقہ﴾ لمن یشاء ابتلاء ﴿ان﴾ فی ذلک لایت لقوم
 یؤمنون ﴿۵۲﴾

﴿ترجمہ﴾

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور (وفات دیتا ہے) انہیں جو نہ مرے انہیں ان کے سوتے میں (یعنی انہیں ان کے
 سوتے وقت وفات دیتا ہے.....) پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسرے ایک میعاد مقرر (اس کی موت
 آنے کے وقت) تک چھوڑ دیتا ہے (نفس.....) جسے چھوڑا جاتا ہے یہ نفس تمیز ہوتا ہے جس کے بغیر حیات بھی باقی رہتی ہے لیکن
 اس کے برخلاف نہیں ہوتا) بیشک اس میں (جو مذکور ہوا) ضرور نشانیاں ہیں (رہنمائی کرنے والی اشیاء ہیں) سوچنے والوں کے
 لیے (وہ سوچ کر یہ بات جان لیں گے جو ذات ان امور پر قادر ہے وہ مرنے کے بعد اٹھانے پر بھی قادر ہے کفار قریش نے اس میں
 غور و فکر نہیں کیا) بلکہ (یہاں ام بمعنی ہل ہے) انہوں نے اللہ کے مقابل ہنار کھے ہیں (بتوں کو بطور خدا) سفارشی (کہ وہ ان کے گمان
 کے مطابق اللہ کے حضور ان کی شفاعت کریں گے) تم (ان لوگوں سے) فرماؤ کیا (وہ شفاعت کریں گے) اگر چہ وہ کسی چیز کے مالک

نہ ہوں (شفاعت وغیرہ کسی چیز کے) اور نہ عقل رکھیں (اس کی کہ تم انہیں پوجتے ہو اور نہ کسی اور بات کی، نہیں یہ ایسا نہیں کر سکتے) فرماؤ کیا شفاعت تو سب اللہ کے ہاتھ میں ہے (وہی اس کے ساتھ مختص ہے بے اس کے اذن کے کوئی شفاعت نہیں کر سکتا) اسی کے لیے ہے آسمان اور زمین کی بادشاہی پھر تمہیں اسی کی طرف پلٹنا ہے اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (کفار کے خداؤں کا ذکر نہیں کیا جاتا تو) دل سمٹ جاتے ہیں (اشمازت کے معنی دل کا بیزار ہونا سمٹ جانا ہے) ان کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اس کے سوا اوروں کا (یعنی بتوں کا) ذکر ہوتا ہے جیسی وہ خوشیاں مناتے ہیں تم عرض کرو: اے اللہ (اللہم بحسبنا یا اللہ ہے) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے (فاطر بحسبنا مبدع ہے) نہاں اور عیاں کے جاننے والے (جو غائب ہے لوگوں سے اور جو لوگوں پر ظاہر ہے سب کے جاننے والے) کو اپنے فیصلہ فرمائے گا جس میں (جس دینی امر میں) وہ اختلاف کرتے ہیں (جب لوگ حق کے بارے میں اختلاف کریں تو مجھے بدستور ہدایت پر قائم رکھنا) اور اگر ظالموں کے لیے ہوتا جو کچھ زمین میں ہے سب اور اس کے ساتھ جیسا تو یہ سب چھڑانے میں دیتے روز قیامت کے بڑے عذاب سے اور انہیں ظاہر ہوئی (بہدا بحسبنا ظہور ہے) اللہ کی طرف سے وہ بات جو ان کے خیال میں نہ تھی (باحتسبون بحسبنا یظنون ہے) اور ان پر اپنی کمائی ہوئی برائیاں کھل گئیں اور ان پر آپڑا (حاق بحسبنا نزل ہے) وہ (عذاب) جس کی ہنسی بناتے تھے..... ۳..... پھر جب انسان (یعنی جنس انسان) کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں بلاتا ہے پھر جب ہمیں اسے اپنے پاس سے انعام عطا فرمائیں (خولند بحسبنا اعطینا اور نعمہ بحسبنا انعمنا ہے) کہتا ہے یہ تو مجھے ایک علم کی بدولت ملی ہے (یعنی مجھے اللہ جل جلالہ کی طرف سے، اس کا علم ہے کہ میں اس نعمت کا اہل ہوں..... ۴.....) بلکہ وہ (یعنی یہ بات) تو آزمائش ہے (جس میں بندے کو جلا کیا گیا ہے) مگر ان میں بہتوں کو علم نہیں (کہ عطائے نعمت استدرج اور آزمائش ہوتی ہے) ان سے اگلے (یعنی پچھلی امتیں جیسے قارون اور اس کے اعمال سے راضی افراد) بھی ایسے ہی کہہ چکے تو ان کا کمایا ان کے کچھ کام نہ آیا تو ان پر اتر گئیں ان کی کمائیوں کی برائیاں (یعنی ان برائیوں کا بدلہ) اور وہ جو ان میں ظالم ہیں (یعنی کفار قریش) عنقریب ان پر پڑیں گی ان کی کمائیوں کی برائیاں اور وہ قابو سے نہیں نکل سکتے (ہمارے عذاب سے بچ نہیں سکتے چنانچہ یہ لوگ سات سال قحط سالی کا شکار رہے پھر ان پر کشادگی کی گئی، معجزین بحسبنا فانتین ہے) کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے (یسط بحسبنا یوسع ہے) جس کے لیے چاہے (بطور امتحان) اور تنگ فرماتا ہے (جس کے لیے چاہے بطور آزمائش، یقدر بحسبنا یضیق ہے) اور بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (اس پر) ایمان رکھتے ہیں۔

﴿ترکیب﴾

﴿اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا﴾.

اللہ: مبتدا، یتوفی: فعل بافاعل، الانفس: معطوف علیہ، و: عاطفہ، والتی لم تمت: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، حین موتھا: ظرف، فی منامھا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی﴾.

ف: عاطفہ، یمسک: فعل بافاعل، التی: موصول، قضی علیھا الموت: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یرسل: فعل بافاعل، الاخری: مفعول، الی اجل مسمی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لآیت لقوم یفکرون﴾ ام اتخذوا من دون اللہ شفعاء﴾.

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، آیت: موصول، لقوم یفکرون: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم

مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ منقطعہ بمعنی بل، السعدوا: فعل بافاعل، من دون اللہ: ظرف مستقر مفعول ثانی، شفعا: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل اولو كانوا لا يملكون شيئا ولا يعقلون﴾

قل: قول، همزہ: استفہام، و: حالیہ، لو: شرطیہ، كانوا: فعل ناقص بااسم، لا یملکون شیئا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یعقلون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف "تتخذونہم" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر فعل محذوف "یشفعون" کیلئے فاعل سے حال ہے، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، "ای ایشفعون ولو كانوا..... الخ"۔

﴿قل لله الشفاعة جميعا له ملك السموت والارض ثم اليه ترجعون﴾

قل: قول، لله: ظرف مستقر خبر مقدم، الشفاعة: ذو الحال، جمعہا: حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، له: ظرف مستقر خبر مقدم، ملك السموت والارض: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ثم: عاطفہ، اليه: ظرف مستقر: جملہ فعلیہ۔

﴿واذا ذكر الله وحده اشمازت قلوب الذين لا يؤمنون بالآخرة﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ذکر: فعل مجہول، اللہ: ذو الحال، وحده: حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، اشمازت: فعل، قلوب: مضاف، الذين لا يؤمنون بالآخرة: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واذا ذكر الذين من دونه اذا هم يستبشرون﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ذکر: فعل مجہول، الذين من دونه: موصول صلہ، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، اذا: فانیہ، هم: مبتدا، يستبشرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قل اللهم فاطر السموت والارض علم الغيب والشهادة انت تحکم بين عبادک فی ما كانوا فیہ یختلفون﴾

قل: قول، اللهم: موصوف، فاطر السموت والارض: صفت اول، علم الغیب والشهادة: صفت ثانی، ملکر منادی، تم: میم مشدودہ قائم مقام حرف نداء "یا" ملکر جملہ ندائیہ، انت مبتدا، تحکم: فعل بافاعل، بین عبادک: ظرف، فی ما كانوا فیہ یختلفون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصور بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولوان للذين ظلموا ما فی الارض جیمعا ومثله معه لافتدوا به من سوء العذاب یوم القیمة﴾

و: متانفہ، لو: شرطیہ، ان: حرف مشبہ، للذین ظلموا: ظرف مستقر خبر مقدم، ما فی الارض: موصول صلہ، ملکر ذو الحال، جیمعا: حال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، مثله: ذو الحال، معه: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر معطوف، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر "نبت الفعل محذوف" کا فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لام: تاکیدیہ، افتدوا به: فعل بافاعل و ظرف لغو، من سوء العذاب: ظرف لغو ثانی، یوم القیمة: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ویدالهم من اللہ ما لم یکنوا یحتسبون﴾

و: عاطفہ، یدالهم: ظرف لغو، من اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، ما: موصولہ، لم یکنوا: فعل ناقص نفی بااسم، یحتسبون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر ذو الحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وبدالہم سیات ما کسبوا وحقا بہم ما کالوا بہ يستهزءون﴾

و: عاطفہ، بدالہم: فعل و ظرف لغو، سیات ما کسبوا: فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، حاق: فعل، بہم: ظرف لغو، ما کالوا بہ يستهزءون: موصول صلہ، بلکہ فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا مس الانسان ضر دعانا ثم اذا حوّلنہ نعمۃ منا قال انما او تینہ علی علم﴾

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، مس الانسان ضر: جملہ فعلیہ شرط، دعانا: جملہ فعلیہ جزا، بلکہ جملہ شرطیہ، ثم: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، حوّلنہ: فعل بافاعل ومفعول، نعمۃ: موصوف، منا: ظرف مستقر صفت، بلکہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قال: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، او تینہ: فعل مجہول و"ت" ضمیر زوالحال، علی علم: ظرف مستقر حال، بلکہ نائب الفاعل، ہ: ضمیر مفعول ثانی، بلکہ جملہ فعلیہ مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ جواب شرط، بلکہ جملہ شرطیہ۔

﴿بل ہی لفتۃ و لکن اکثرہم لایعلمون﴾

بل: عاطفہ، ہی: مبتداء، فتۃ: ذوالحال، و: حالیہ، لکن اکثرہم لایعلمون: جملہ اسمیہ حال، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿قد قالہا الذین من قبلہم فما اغنی عنہم ما کانوا یکسبون﴾

قد: تحقیقیہ، قالہا: فعل ومفعول، الذین من قبلہم: موصول صلہ، بلکہ فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ما اغنی: فعل نفی، عنہم: ظرف لغو، ما کانوا یکسبون: موصول صلہ، بلکہ فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اصابہم: فعل ومفعول، سیات ما کسبوا: فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿والذین ظلموا من ہولاء سیصیبہم سیات ما کسبوا وما ہم بمعجزین﴾

و: عاطفہ، الذین ظلموا: موصول صلہ، بلکہ ذوالحال، من ہولاء: ظرف مستقر حال، بلکہ مبتداء، سیصیبہم: فعل ومفعول، سیات ما کسبوا: فاعل، بلکہ جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما جشایہ یلیس، ہم: اسم، ب: زائد، معجزین: خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿اولم یعلموا ان اللہ یسط الرزق لمن یشاء ویقدر﴾

ہمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "اقا لوہا ولم یعلموا" لم یعلموا: فعل نفی بافاعل، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، یسط الرزق: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، من: موصولہ، یشاء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یقدر: جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ صلہ، بلکہ مجرور، بلکہ ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر، بلکہ جملہ اسمیہ مفعول، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿وان فی ذلک لایت لقوم یؤمنون﴾

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایت: موصوف، لقوم یؤمنون: ظرف مستقر صفت، بلکہ اسم مؤخر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

نیند موت کی بہن ہے!

۱..... فرماتا ہے وہی ہے جو تمہیں وفات دیتا ہے نیند کو وفات (موت) کہا کیونکہ نیند موت کی ایک قسم ہے اور توفی کی اصل

کسی چیز کو پورا اٹھالینے کے ہے اور یہاں نیند کے لیے لفظ توفی بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ (المظہری، ج ۲، ص ۴۵۹)

☆..... حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ہر انسان کے ساتھ فرشتہ ہے جب انسان

سوتا ہے تو فرشتہ اس کی روح کو پکڑ لیتا ہے پھر جب اللہ ﷻ سے حکم دیتا ہے تو وہ اس کی روح قبض کر لیتا ہے ورنہ اسے اس کی طرف پھیر

دیتا ہے۔ اللہ ﷻ کے فرمان ﴿یتوفاکم باللیل﴾ کا یہی معنی ہے۔

(الدر المنثور، ج ۲، ص ۲۹)

☆..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ کون و مکان ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا اہل جنت کو نیند آئے گی؟ آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ نیند موت کا بھائی ہے اور اہل جنت کو نیند نہیں آئے گی۔ (المعجم الاوسط، من اسمہ احمد، ج ۱، رقم ۹۱۹، ص ۲۶۶)

☆..... سید عالم ﷺ نے ابو ہریرہ سے فرمایا: ”ہم کو صبح کی نماز کے وقت جگا دینا“، حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر نیند غالب آئی، سورج نکلنے کے بعد سب ہی اٹھ گئے، آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا تو انہوں نے کہا: میرے نفس کو اسی چیز نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کے نفس کو پکڑ لیا تھا۔“

☆..... دوسری حدیث میں اس موقع پر آپ ﷺ فرمایا: اے لوگوں اللہ ہماری روحوں کو قبض کر لیتا ہے، اگر وہ چاہتا تو وہ اس وقت کے

سوا ہماری روحوں کو لوٹا دیتا۔“ (موطا امام مالک، کتاب وقت الصلوٰۃ، باب النوم عن الصلوٰۃ، رقم: ۲۶، ص ۱۷)

نفس وروح ایک ہی ہیں یا جدا:

۲..... علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نفس وروح ایک ہی چیز ہیں یا جدا جدا، علماء کی ایک جماعت نفس وروح کو ایک ہی مانتی ہے چنانچہ پہلے انہی دلائل کو پیش خدمت کرتے ہیں جنہوں نے نفس وروح کو ایک ہی مانا ہے، ان علماء کی ایک دلیل تو یہی آیت پاک ہے۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کی نظر

اور پراگھی ہوئی ہوتی ہے“، صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب اس کی نظر اس کے نفس کو دیکھ رہی ہوتی ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب: فی شخص صبر المیت، رقم: (۲۰۱۶)/۹۲۱۹، ص ۴۱۹)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا: میت کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں جب مرنے والا شخص نیک ہو

تو اس سے کہتے ہیں: اے پاکیزہ نفس! باہر نکلو، جو پاک جسم میں تھی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب: ذکر الموت، رقم: ۴۲۶۲، ص ۷۰۶)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب مومن کی روح نکلتی ہے تو اس سے دو فرشتے ملاقات کرتے ہیں جو اس کو لے کر اوپر

چڑھتے ہیں۔“ (صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ، باب: عرض مقعد المیت، رقم: (۷۱۱۵)/۲۸۷۲، ص ۱۴۰۶)

☆..... حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ حضرت ابوسلمہ کے پاس گئے، ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، آپ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں، پھر فرمایا: ”جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو آنکھیں اُسے دیکھتی ہیں۔“

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب: فی اغماض المیت والدعاء، رقم: (۲۰۱۴)/۹۲۰، ص ۴۱۹)

اب ان علماء کے دلائل جو نفس کو روح کا غیر مانتے ہیں: ان علماء کی قرآنی دلیل تو یہی آیت پاک ﴿بایتها النفس المطمئنۃ ارجمی الی ربک راضیۃ مرضیۃ... الخ اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ (الفجر: ۲۸، ۲۷)﴾ ہے۔

متذکرہ بالا خطاب میں روح کو نہ خطاب کیا گیا اور نہ اس کو قرآن مجید میں کسی چیز سے منع کیا گیا اور نہ کسی کام پر اس کی مذمت کی گئی ہے، آدمیوں کا نفس جو پایوں کے نفس کی طرح ہے، وہ جنسی عمل کی خواہش کرتا ہے اور بُرے کام کی تحریک کرتا ہے اور نفس کا مسکن پیٹ ہے، مگر انسان کو روح کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے اور اس کا مسکن دماغ ہے، اسی کی وجہ سے انسان بُرے کاموں سے حیا کرتا ہے اور روح اس کو نیک کاموں کی دعوت دیتی ہے۔

عبدالرحمن بن قاسم نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا کہ نفس ایک مجسم چیز ہے اور روح اس بانی کی طرح ہے جو جاری ہو، جب انسان سو جاتا ہے تو اللہ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے اور اس کی روح اوپر اور نیچے جاری ہوتی ہے اور نفس ہر وادی میں چڑھ رہا ہوتا ہے اور ان چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو انسان خواب میں دیکھتا ہے، پھر جب اللہ ﷻ اس کو جسم میں لوٹنے کی اجازت دیتا ہے تو وہ جسم میں لوٹ جاتا ہے اور اس کے لوٹنے سے جسم کے تمام اعضاء بیدار ہو جاتے ہیں اور وہ سننے اور دیکھنے لگتا ہے۔

حافظ ابو عمر عبدالبر لکھتے ہیں کہ علماء کے اس مسئلے میں متعدد اقوال ہیں اور اللہ ہی کو علم ہے کہ ان میں صحیح کیا چیز ہے؟ اور قوم نے جو لکھا ہے وہ واضح نہیں ہے اور نہ ان دلائل کی صحت یقینی ہے اور نہ کوئی ایسی صحیح حدیث ہے جس سے عذر اٹھ جائیں اور حجت واجب ہو جائے اور نہ قیاس سے اس کو مستنبط کیا جاسکتا ہے، بلکہ عقول اس مسئلے میں سوچ و پچار کر کے تھک جاتی ہیں اور اس کے علم سے عاجز ہیں۔

(التمہید، ج ۲، ص ۸۷ وغیرہ) (تبیان القرآن، ج ۱۰، ص ۲۷۲)

کفار کے لئے اخروی عذاب کا بیان :

۳..... قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ ﷻ نے جگہ جگہ کافروں کے عذاب کی مذمت بیان کی ہے، اسی طرح سید عالم ﷺ نے بھی احادیث طیبہ میں اس بابت بے شمار روایات بیان کیں ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

☆..... حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ سے پوچھا: نبی کریم ﷺ نماز کے شروع میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: جب آپ ﷺ رات میں دعا کے لئے ہاتھ بلند فرماتے تو نماز کے شروع میں یہ دعا کرتے: ”اے اللہ ﷻ! جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام کے رب! آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے! غیب اور شہادت کے جاننے والے! تیرے بندے جس چیز میں اختلاف کرتے ہیں تو ان میں فیصلہ فرمائے گا، اے اللہ ﷻ! جس چیز میں حق بات سے اختلاف کیا گیا ہے تو اس میں مجھ کو ہدایت دے، بیشک تو جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ما جاء فی الدعاء عند افتتاح، رقم: ۳۴۳۱، ص ۹۸۵)

☆..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اگر غساق (دوڑھیوں کی پیپ) کا ایک ڈول دنیا میں الٹ دیا جائے تو تمام دنیا بد بودار ہو جائے۔“

(سنن الترمذی، کتاب صفة جہنم، باب: ما جاء فی صفة شراب، رقم: ۷۴۳، ۲۵۹۳)

مصیبت و راحت میں اللہ ﷻ کی یاد کرنا:

۴..... انسان ہر وقت چاہے خوشی کا موقع ہو یا غمی کا، تکلیف ہو یا سکتھ، بیماری ہو یا صحت، ہر حال میں اللہ ﷻ کی یاد کو اپنے سینے سے لگائے رکھے، دل کا سکون بھی اللہ کی یاد ہی میں ہوتا ہے لہذا قلبی اطمینان کے ساتھ ساتھ روحانی سکون و آرام بھی پائے گا۔ اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جہاں تکلیف یا مصیبت یا بیماری کا معاملہ ہو، اللہ ﷻ کی یاد میں منہمک، نماز تو کیا قضاء ہوگی ہر وقت و وظائف سے زبان تر ہوتی ہے، یقیناً اچھی بات ہے کہ مسلمان زبان سے خیر ہی تلفظ کرے لیکن جیسے ہی تکلیف یا بیماری یا مصیبت ٹپکتی ہے، وہی گھاٹ کے تین پاٹ کی طرح زبان سے بکواسات و لغویات اور نماز کا ٹھکانہ ہی نہیں، الامان والحفیظ۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کو یہ پسند ہو کہ مصائب اور شدائد میں اللہ ﷻ اس کی دعا قبول کرے اس کو چاہیے کہ وہ راحت کے ایام میں اللہ سے بہ کثرت دعا کرے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ما جاء ان دعوة المسلم، رقم: ۳۳۹۳، ص ۹۷۶)

اغراض:

نفس تمیز: یعنی احسان مراد ہے۔ المذکور: یعنی موت دینا، روکنا اور بھیجنا مراد ہے۔

بمخلاف العکس: جب کسی نفس سے حیات ختم ہو جاتی ہے تو تمیز اور احساس بھی باقی نہیں رہتا، اور جان لینا چاہیے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ انسان میں مختلف اوصاف کے پیش نظر ایک ہی روح ہوتی ہے یا متعدد روح ہوتی ہیں، یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے، یا دو رو میں ہوتی ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ ایک روح جاگنے کی حالت میں ہوتی ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کی عادت کریمہ ہے کہ یہ روح انسان کے جاگنے کی حالت میں اس کے جسم میں رہتی ہے، اور جب یہ روح انسان کے جسم سے نکل جائے تو جان لو کہ انسان سو گیا ہے اور اب یہ روح خوابوں میں نظر آتی ہے، اور دوسری قسم یہ ہے کہ جب روح انسان کے جسم میں ہوتی ہے انسان زندہ کہلاتا ہے اور جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو انسان مردہ کہلاتا ہے اور پھر جب (قبر میں) اسی کی روح دوبارہ لوٹائی جاتی ہے تو (باعتبار برزخ) زندہ کہلاتا ہے، اور مفسر کا کلام دونوں احتمال کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

وقریش لم یضکروا: کو مقدر مانتا کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿إِنَّمَا اتَّخَذُوا﴾ سے (کافروں کا) اعراض کرنا ثابت ہو جائے۔

یشفعون: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿إِنَّ﴾ محذوف پر داخل ہے، اور اس پر واو عاطفہ ہے۔

ای هو مختص بہا: اس آیت کا تقاضا تو یہی ہے کہ اللہ ﷻ کے سوا کسی کی شفاعت قابل قبول نہ ہو، مگر اس کے برعکس احادیث میں یوں ہے: ”حضرات انبیائے کرام، علمائے کرام اور شہدائے کرام کے لئے شفاعت کا اختیار رکھا گیا ہے“، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ ﷻ کے سوا کسی کی شفاعت کا مالک نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ تمام شفاعتیں اللہ ﷻ کے اذن و رضا پر منحصر ہیں، جس پر اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وَلَا یُشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَى﴾ (النبا: ۲۸) دلالت کر رہا ہے۔

ای یا اللہ: یہاں ﴿اللہم﴾ میں یا حرف ندا حذف کر دیا گیا ہے، اور اس کی جگہ میم مشد دلوائے ہیں، تاکہ دونوں حروف کا مجموعہ بن جائے۔ ای الاصل: مفعول اول کا بیان ہے۔ انعاما: یعنی فضل و احسان مراد ہے۔

اهدنی: کو دعا کی غرض سے لائے، اور سید عالم ﷺ کی تمام دعوت اسی مقصد کے لئے تھی جیسا کہ وارد ہوا: ”تو مجھے اپنی پاک بارگاہ سے ہدایت کی رہنمائی فرما جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں، بیشک تو جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت فرماتا ہے۔

الجنس: سے مراد انسان ہے اور اس میں وہی باتیں داخل ہیں جو انسان کی غالب اکثریت میں پائی جاتی ہیں۔

القولہ: معنی یہ ہے کہ نعمت فتنہ ہوتی ہے یعنی امتحان ہوتی ہے کہ انسان اس پر شکر ادا کرتا ہے یا اس کی ناشکری کرتا ہے۔

ان التعویل: یعنی فضل و احسان برتے ہوئے نعمت عطا کرنا مراد ہے۔

الراضین بہا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی قوم نے بالفعل ایسا نہیں کہا تھا، ان کی جانب اس جملے ﴿قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (النح: الزمر: ۵۰) کی نسبت ان کے رضامندی کے طرز عمل کی وجہ سے ہے۔

لقد عبطوا سبع سنین: یعنی ہجرت کے ابتدائی سال مراد ہیں، جس میں انہوں نے (تخلک کی وجہ سے) مُردار اور جلی ہوتی ہڈیاں کھائیں۔ ثم وسع علیہم: ان کے لئے ڈھیل دینا مراد ہے، یعنی وہ راضی نہ ہو گئے۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۱۶۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿قُلْ یَعْبَادِی الذِّینَ اسْرَفُوا عَلٰی انْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ حَمْرِ الْوَنِّ وَفَتَحِهَا وَفُورِی بِضَمِّهَا تَبَاسُؤًا﴾

رحمة اللہ طان اللہ یغفر الذلوب جمیعاً ﴿لِمَنْ تَابَ مِنَ الشِّرْکِ اٰی﴾ ﴿اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ (۵۳)

وَالیٰوِاۗءِ اِرْجِعُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلَمُوْا ﴿اَخْلِصُوْا الْعَمَلَ﴾ ﴿لَهُ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا

تصرون ﴿۵۳﴾ بِمَنْعِهِ إِنْ لَمْ تُتُوبُوا ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ ﴿۵۵﴾ هُوَ الْقُرْآنُ ﴿۵۶﴾ مَنْ قَبْلَ إِنْ يَأْتِيَكُمْ الْعَذَابُ بِفِتْنَةٍ وَانْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۵۷﴾ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَنَّهُ بِوَعْدِهِ لِجَدِّهِمْ أَلَيْسَ لِقَوْلِ نَفْسٍ إِحْسَرْتَنِي أَوْ لِقَوْلِ الْكَافِرِ ﴿۵۸﴾ أَصْلُهُ يَا حَسْرَتِي أَي نَدَامَتِي ﴿۵۹﴾ عَلَى مَا فَرَطْتَ فِي جَنْبِ اللَّهِ ﴿۶۰﴾ أَي طَاعَتِهِ ﴿۶۱﴾ وَأَنْ مَخْفَقَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ أَي وَإِنِّي ﴿۶۲﴾ كُنْتُ لَمِنَ السَّاحِرِينَ ﴿۶۳﴾ بِدِينِهِ وَكِتَابِهِ ﴿۶۴﴾ أَوْ تَقُولُ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي بِطَاعَةٍ أَيْ فَأَهْتَدَيْتُ ﴿۶۵﴾ لَكُنْتُ مِنَ الْمَتَّقِينَ ﴿۶۶﴾ عَذَابُهُ ﴿۶۷﴾ أَوْ تَقُولُ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً يَرْجَعُهُ إِلَى الدُّنْيَا لَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۶۸﴾ الْمُؤْمِنِينَ لِيُقَالُ لَهُ مِنْ قَبْلِ اللَّهِ ﴿۶۹﴾ بَلَى قَدْ جَاءَ تَكَ أَيْتِي الْقُرْآنُ وَهُوَ سَبُّ الْهَدْيَةِ ﴿۷۰﴾ فَكَذَّبَتْ بِهَا وَاسْتَكْبَرَتْ ﴿۷۱﴾ تَكَبَّرَتْ عَنِ الْإِيمَانِ بِهَا ﴿۷۲﴾ وَكُنْتُ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ ﴿۷۴﴾ بِنِسْبَةِ الشَّرِيكِ وَالْوَالِدِ إِلَيْهِ ﴿۷۵﴾ وَجُوهَهُمْ مَسْوَدَةٌ أَلْيَسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِمَثْوًى ﴿۷۶﴾ لِلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۷﴾ عَنِ الْإِيمَانِ بَلَى ﴿۷۸﴾ وَيُنَجِي اللَّهُ ﴿۷۹﴾ مَنْ جَهَنَّمَ ﴿۸۰﴾ الَّذِينَ اتَّقَوْا الشِّرْكَ ﴿۸۱﴾ بِمَفَازَتِهِمْ ﴿۸۲﴾ أَي بِمَكَانٍ فُوزِهِمْ مِنَ الْجَنَّةِ بَانَ يُجْعَلُوا فِيهِ ﴿۸۳﴾ لَا يَمْسُهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۸۴﴾ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿۸۵﴾ مُتَّصِرٌ فِيهِ كَيْفَ يَشَاءُ لَهُ ﴿۸۶﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴿۸۷﴾ أَي مَفَاتِيحُ خَزَائِنِهِمَا مِنَ الْمَطَرِ وَالنَّبَاتِ وَغَيْرِهِمَا ﴿۸۸﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَايَتِ اللَّهُ الْقُرْآنَ ﴿۸۹﴾ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۹۰﴾ مُتَّصِلٌ بِقَوْلِهِ ﴿۹۱﴾ وَيُنَجِي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَا بَيْنَهُمَا إِعْرَاضٌ.

ترجمہ

تم فرماؤ: اے میرے وہ بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو.....!..... (لا تقنطوا كونون مسوورہ، مفتوح اور مضمومہ تینوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ معنی لا تیا سوا ہے) بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے (اس کے جو شرک سے تائب ہو جائے.....!) بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے اور رجوع لاؤ (انبیوا یعنی ارجعوا ہے) اپنے رب کی طرف اور اس کے حضور گردن رکھو (اپنے عمل کو اس کے لیے خالص کر لو) قیل اس کے کہ تم پر عذاب آئے پھر (عذاب کو روک کر) تمہاری مدد نہ ہو (اگر تم نے تو بہ نہ کی تو) اور اس کی پیروی کرو جو اچھی سے اچھی تمہارے رب سے تمہاری طرف اتاری گئی (یعنی قرآن مجید کی) قیل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آئے اور تمہیں (اس کے آنے سے قیل اس کے وقت کی) خبر نہ ہو (پس تم جلدی کرو قیل اس کے کہ) کوئی جان یہ کہے ہائے افسوس! (حسرتی کی اصل یا حسرتی ہے یہ یعنی ندامتی ہے) ان تقصیروں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں (یعنی اس کی فرمانبرداری کے بارے میں کیں) اور بیشک میں (ان مخففہ من الثقیلہ ہے، اصل میں وانی ہے، اس کے دین اور اس کی کتاب کی) ہنسی بنایا کرتا تھا یا کہے اگر اللہ مجھے راہ دکھاتا (فرمانبرداری کی تو میں راہ یاب ہو جاتا) تو میں (اس کے عذاب سے) ڈرنے والوں میں ہوتا یا کہے جب عذاب دیکھے کسی طرح مجھے واپسی ملے (دنیا کی طرف، کمرہ کے معنی لوٹنا ہے) کہ میں نیکیوں (یعنی مومنوں) میں سے ہو جاؤں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا) ہاں کیوں نہیں بیشک تیرے پاس میری آیتیں آئیں (یعنی قرآن پاک آیا جو سب ہدایت ہے) تو تو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا (اس پر ایمان لانے سے) اور تو کافر تھا اور قیامت کے دن تم دیکھو گے انہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا (اس کے ساتھ شریک اور اولاد کی نسبت کر کے) کہ ان کے منہ کالے ہیں کیا (ایمان لانے سے) تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں (کیوں نہیں! ضرور ہے، مثنوی یعنی ماوی ہے) اور اللہ بچائے گا (جہنم سے شرک سے) بچنے والوں کو ان کی

بہادت کی جگہ (یعنی ان کی کامیابی کی جگہ جنت سے یوں کہ وہ انہیں جنت میں داخل فرما دے گا) نہ انہیں عذاب چھوئے اور نہ انہیں تم جو اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے..... سچ..... اور وہ ہر چیز کا مختار ہے (وہ ان اشیاء میں جس طرح چاہے تصرف فرماتا ہے) اور اسی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی کھیاں..... سچ..... (یعنی آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کھیاں جیسے بارش نباتات وغیرہ کی) اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں (یعنی قرآن پاک) کا انکار کیا وہی نقصان میں ہیں (یہ اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿وَدُونَ يَسْجُدُ لِلَّهِ الَّذِينَ اتَّقَوْا﴾ سے متصل ہے ان دونوں کے درمیان آنے والا جملہ محترضہ ہے۔)

﴿تَرْكِيْبٌ﴾

﴿لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾

قل: قول، یا: حرف نداء قائم مقام "ادعوا" فعل اسمیہ تانیہ ضمیر قائل، عبادی: موصوف، الذین اٰمروا علی انفسہم: جملہ فعلیہ صلہ، مکر صفت، مکر متاوی مفعول، مکر جملہ فعلیہ نداء، لا تقنطوا: فعل نہی باقائل، من رحمۃ اللہ: ظرف تقو، مکر جملہ فعلیہ تصدیق بالنداء، مکر مقول، مکر جملہ قولیہ۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذَّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لا یغفر: فعل نفی باقائل، الذنوب: ذوالحال، جمیعاً: حال، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، هو الغفور الرحیم: جملہ اسمیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِلٰی رَبِّكُمْ وَاٰسَلَمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَكُمْ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُوْنَ﴾

و: عاطفہ، الی: حرف نداء، الی ربکم: ظرف تقو، مکر جملہ فعلیہ، عاطفہ، اسلموا: فعل امر واو ضمیر ذوالحال، من: جار، قبل: مضاف، ان یاتیکم العذاب: مصدر مؤول مضاف الیہ، مکر مجرور، مکر ظرف مستقر حال، مکر قائل، ملہ: ظرف تقو، مکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، لا تنصرون: فعل نفی بانائب الفاعل، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَاتَّبَعُوا اِحْسَنَ مَا اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَكُمْ الْعَذَابُ بِغَتَّةٍ﴾

و: عاطفہ، اتبعوا: فعل امر باو ضمیر ذوالحال، من قبل ان یاتیکم العذاب بغتۃ: ظرف مستقر حال، مکر قائل، احسن: مضاف، ما: موصولہ، انزل الیکم من ربکم: جملہ فعلیہ صلہ، مکر مضاف الیہ، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ، عاطفہ، انتم: مبتداء، لا تشعرون: فعل نفی باقائل، مکر جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿اِنَّ تَقْوٰی نَفْسٍ یَّحْسُرُ عَلٰی مَا فَرَطَتْ فِیْ جَنْبِ اللّٰهِ﴾

ان: مصدریہ، تقول نفس: فعل و قائل، یا: حرف نداء، حسرتی: مصدر مضاف، ی: ضمیر مضاف الیہ قائل، علی: جار، ما: مصدر یہ، فرطت فی جنب اللہ: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، مکر ظرف تقو، مکر شبہ جملہ متاوی، مکر نداء ہو کر مفعول، مکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر "کراهۃ" مصدر محذوف کا مضاف الیہ، مکر فعل محذوف "انذروناکم" کیلئے مفعول لہ، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وَاَنْ كُنْتَ لِمَنْ السَّخُوْرِيْنَ﴾

و: حالیہ، ان یخلف من الثقلیہ "ی" ضمیر محذوف اسم، کنت: فعل ناقص با اسم، لام: تاکیدیہ، من السخوین: ظرف مستقر خبر، مکر جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ فعلیہ حال ہے، لیل "فرطت" کی "ت" ضمیر قائل سے۔

﴿وَاَوْ تَقُوْلُ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰى لِنٰی لَکُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾

او: عاطفہ، تقول، قول، لو: شرطیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، ہدی: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ”ثبت نھل محذوف کیلئے فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لام: تاکید، کننت: فعل ناقص با اسم، من المتعین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ جزاء، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر ماقبل ”ان تقول نفس“ پر معطوف ہے۔

﴿او تقول حين ترى العذاب لو ان لي كرة فاكون من المحسنين﴾

او: عاطفہ، تقول: فعل ”ہی“ تہمیر فاعل، حين ترى العذاب: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، لو: شرطیہ، ان لي جرف مشبہ وظرف مستقر خبر مقدم، كسوة: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر ”ثبت نھل محذوف کیلئے فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزاء محذوف ”لكنت من المحسنين“ کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ”ان تقول نفس“ پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، اكون: فعل ناقص با اسم من المحسنين: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بلى قد جاءك ايتى فكذبت بها واستكبرت و كنت من الكافرين﴾

بلى: حرف جواب، قد: تحقیق، جاء تک ایتى: فعل ومفعول و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کذبت بها: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، عو: عاطفہ، استكبرت: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، عو: عاطفہ، كنت: فعل ناقص با اسم، من الكافرين: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ويوم القيمة ترى الذين كذبوا على الله وجوههم مسودة﴾

و: متاقفہ، يوم القيمة: ظرف مقدم، ترى: فعل با فاعل، الذين كذبوا على الله: موصول صلہ، ملکر مفعول اول، وجوههم: مبتدأ، مسودة: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ متاقفہ۔

﴿اليس في جهنم مشوى للمتكبرين﴾ وينجى الله الذين اتقوا بمفازتهم﴾

همزه: حرف استفهام، اليس: فعل ناقص، في جهنم: ظرف مستقر خبر مقدم، مشوى للمتكبرين: شبہ جملہ اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ، عو: عاطفہ، ينجى الله: فعل و فاعل، الذين اتقوا: موصول صلہ، ملکر مفعول، بمفازتهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لا يمسهم السوء ولا هم يحزنون﴾ الله خالق كل شيء وهو على كل شيء وكيل﴾

لا يمسهم السوء: فعل نفي ومفعول و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، عو: عاطفہ، لا تافيه هم: مبتدأ، يحزنون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، الله: مبتدأ، خالق كل شيء: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، عو: عاطفہ، هو: مبتدأ، على كل شيء و وكيل: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿له مقاليد السموت والارض والذين كفروا بايت الله اولئك هم الخسرون﴾ له: ظرف مستقر خبر مقدم، مقاليد: مضاف، السموت والارض: مضاف الیه، ملکر مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، عو: عاطفہ، الذين كفروا بايت الله: موصول صلہ، ملکر مبتدأ، اولئك: مبتدأ، هم الخسرون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اعتراض﴾

اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوسی نہ ہونا چاہیے:

۱..... القنوط کے معنی خیر سے مایوس ہونے کے ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے: قَنَطَ يَقْنُطُ قَنُوطًا وَقِنُطًا يَقْنُطُ، اللہ ﷻ کا

فرمان ہے: ﴿فلا تكن من القنطين﴾ آپنا امید نہ ہوں (الحجر: ۵۰)﴾، ﴿ومن يقنط من رحمة ربه الا الضالون﴾ اپنے رب کی رحمت سے کون نہ امید ہو وہی جو گمراہ ہوئے (الحجر: ۵۰)﴾، ﴿قل يعبادي الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من

رحمة الله تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو (الزمر: ۵۳) ﴿وان مسد الشو فلو من قنوط اور کوئی نہ ائی پہنچے تو ناامید آس تو نا احم سعدہ: ۱۹﴾ - (المفردات، ص ۴۱۴)

☆..... حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! جب کوئی مغفرت طلب کرے تو سب کی مغفرت کر دینا، تیرا وہ کون ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو“۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی فرماتے ہیں:

(۱)..... سید عالم ﷺ کا یہ فرمان ہر چند کہ موزوں ہے شعر نہیں ہے۔

(۲)..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: وہ تیرا کون سا بندہ ہے جس نے کوئی چھوٹا گناہ نہ کیا ہو، اس کی شرح میں ابو ہریرہ نے فرمایا: سید عالم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ نے ابن آدم کا زنا سے حصہ لکھ دیا ہے، جس کو وہ لامحالہ پائے گا، پس آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا محرم کو دیکھنا ہے، زنا کرتی ہے اور اس کا زنا قحش کلامی ہے، نفس بُری خواہش کی تمنا کرتا ہے، شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب القدر، باب: وجرم علی قریہ، رقم: ۶۶۱۲، ص ۱۱۴۳)

(۳)..... اللہ نے ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے، اس سے حضرات انبیائے کرام مستثنیٰ ہیں، ان کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ وہ معصوم ہیں۔

(۴)..... شرم گاہ کے علاوہ جو زنا ہے وہ عبادت سے معاف ہو جائے گا اور شرم گاہ کا زنا توبہ سے یا زیادہ عبادت سے یا محض اللہ کے فضل سے یا کچھ عرصہ کے بعد دوزخ سے نکال کر معاف کر دیا جائے گا، یا محض اللہ کے فضل سے معاف کر دیا جائے گا اور انسان کا چھوٹے

چھوٹے گناہوں میں مبتلا ہونے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ یہ عادت بشری اور خلقت جبلی ہے۔ (عارضۃ الاحوذی، ج ۱۲، ص ۱۲۵)

اللہ ﷻ کی رحمت بڑی وسیع ہے، مومن کو رحمت الہی سے بچانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس آیت میں اللہ ﷻ نے اپنے بندوں کو اپنی رحمت کا آسرا لینے کا سبق دیا ہے کہ انسان لاکھ گناہگار کو تباہی کرنے والا ہو، رحمت الہی سے مایوس نہ ہو اور توبہ و استغفار کا واسن پکڑے رہے، درج ذیل میں اسی مناسبت سے حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں:

☆..... حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے قتل کر کے ایک راہب سے

توبہ کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا کہ نہیں، اس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی، اس سائل نے راہب کو بھی قتل کر دیا، پھر کسی نے اُسے ایسی

بستی کا نام بتایا جہاں اللہ کے نیک بندے عبادت میں مصروف تھے، پس راستے ہی میں اس کا انتقال ہو گیا اور رحمت و عذاب کے فرشتے باہم

مکالمہ کرتے رہے اور وحی الہی نے فیصلہ فرمایا کہ جس جگہ کے قریب ہو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے چنانچہ وہ شخص اللہ کے نیک بندوں

کے قریب ہونے کی وجہ سے بخش دیا گیا“۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ۵۴، رقم: ۳۴۷۰، ص ۵۸۵ ملخصاً)

☆..... حرب بن شریح روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو جعفر محمد بن علی بن حسین سے کہا: میں آپ پر فدا کیا جاؤں، یہ بتائیے کہ یہ

شفاعت جس کا اہل عراق ذکر کرتے ہیں آیا یہ حق ہے یا نہیں؟ امام نے پوچھا: کس کی شفاعت؟ میں نے کہا: سیدنا محمد ﷺ کی، امام نے

کہا: ہاں اللہ کی قسم! مجھے میرے چچا محمد بن حنفیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”میں اپنی امت کے

لئے شفاعت کروں گا، حتیٰ کہ میرا رب فرمائے گا: اے محمد! کیا آپ راضی ہو گئے، میں کہوں گا: ہاں! اے میرے رب! میں راضی ہو گیا،

پھر امام نے مجھ سے کہا: اے اہل عراق کی جماعت! تم یہ کہتے ہو کہ قرآن مجید میں سب سے امید افزاء آیت یہ ہے ﴿یعبادی الذین

اسرفوا علی الفسہم لا تقنطوا من رحمة اللہ ان اللہ یغفر الذلوب جمیعاً تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی

جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیٹک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے (الزمر: ۵۳) اور میں کہتا ہوں یہ آیت بھی ہے لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ امید افزا یہ آیت ہے: ﴿وَلَسَوْفَ يَعْطَبِكُمْ رَبُّكُمْ لَمَّا تَرَوْهُم مُّسْتَضِئِينَ مِنْ رُؤْسِهِمْ يَوْمَئِذٍ﴾ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راہنی ہو جاؤ گے (الحج: ۱۰) اور یہ شفاعت کی آیت ہے۔

(کثر العمال، کتاب القیامۃ باب الشفاعۃ، رقم: ۳۹۷۵۱، ج ۷، ص ۲۶۹)

☆..... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمائے گا: ”اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے مخلوق راہنی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: دعا النبی ﷺ لامتہ، رقم: (۳۸۷)/۲۰۲، ص ۱۲۶)

بغیر توبہ گناہ معاف ہونے کے متعلق امام رازی کا نظریہ:

۲..... امام رازی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک توبہ کرنا واجب ہے اور توبہ کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ ﷻ نے مغفرت فرمانے کا جو وعدہ فرمایا ہے اس پر طعن کیا جائے اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ ﷻ نے مغفرت فرمادی تو پھر توبہ کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہر چند کہ گناہوں کو معاف فرماتا اور مغفرت کرنا قطعی ہے مگر یہ خود مغفرت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک یہ کہ کچھ عرصہ دوزخ میں رکھنے کے بعد اللہ ﷻ ان کو معاف کر کے دوزخ سے نکال لے، دوسرا یہ کہ اللہ ﷻ ابتداً معاف فرمادے اور بالکل مراندے اور توبہ کا تہ یہ ہے کہ اللہ ﷻ بالکل عذاب بند کرے۔ (الرازی، ج ۹، ص ۴۶۵ وغیرہ)

ناپسندیدہ چیزوں کی تخلیق کی نسبت اللہ کی جانب کرنا:

۳..... علامہ تھمازانی ”شرح المقاصد“ فرماتے ہیں: ہر چیز کا خالق اللہ ﷻ ہے، کیا یہی چیزیں بھی اللہ نے تخلیق کی ہیں؟ کیا یہی ان کی نسبت اللہ کی جانب ہو سکتی ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو عموماً لوگوں کے اذہان میں پیدا ہوتے ہیں۔ علامہ تھمازانی فرماتے ہیں: ”یقال انه خالق الكل ولا يقال خالق القافورات والقرود والخنازیر یہ کہا جائے کہ اللہ ﷻ ہر چیز کا خالق ہے اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ گندگیوں، بندروں اور خزیروں کا خالق ہے۔“

شرح عقائد میں ہے: ”مانستقبحه من الافعال ای ما نسجه من الافعال قبیحاً، فی خلقه مصالح وفوائد، فالخلق حسن وکسبه قبیح یعنی اللہ ﷻ نے قبیح اعمال کا قصد نہیں فرمایا، اس کی تخلیق میں مصالح وفوائد جانتے ہوئے پس حسن کی تخلیق فرمائی اور قبیح کا کسب فرمایا۔“ (شرح عقائد، الافعال البصا کلها بارادته تعالیٰ، یشاہون بہا ویعاقبون علیہا، ص ۲۱۳)

امام رازی کہتے ہیں:

اللہ خالق الاجسام ہے لیکن اس کو کبڑے، کوزوں اور بندروں کا خالق کہنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس قسم کے الفاظ سے اس کی

(الرازی، ج ۵، ص ۴۱۷)

تزییہ واجب ہے۔

”مقالید“ کے بارے میں اقوال مفسرین:

۴..... اللہ ﷻ زمین و آسمان کے خزانوں کی چابیوں کا مالک ہے اور بطور کتابیہ حافظہ بمعنی خازن لیا گیا ہے اور اللہ ﷻ اپنے امر میں تدبیر فرماتا ہے اور اللہ ﷻ ان مقالید (چابیوں) کا بھی مالک ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ مقالید السموات سے مراد رحمت و رزق، بارش اور زمینی نباتات کے خزانے ہیں۔

(المعازن، ج ۴، ص ۶۳)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

مقالید بمعنی مغانیح ہے جیسا کہ ابن عباس، حسن، ثناء وغیرہ کا قول ہے، ایک قول یہ ہے کہ مقالید کی جمع ہے اور اس لفظ کی واحد نہیں آتی، ایک قول یہ ہے کہ اس کی جمع "مقلید" ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس کی جمع "مقلاد" ہے جو کہ تھلید سے ہے جس کے معنی لازم کرنا ہے، اسی سے تقلید القضاء یعنی اللہ ﷻ کا اپنے امور میں نظر فرماتا ہے، اسی سے گردن میں پہننے والا ہار مراد لیا گیا ہے جو گردن میں پڑا رہتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اسم آلہ "الزام" بمعنی الحفظ ہے۔ اس کے علاوہ بھی صرئی و فحوی اعتبار سے اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ ﷻ اپنے امور کا مالک و مختار و متصرف بالذات ہے، اور بطور کنایہ قدرت و حفاظت کا معنی بھی استعمال کیا گیا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ کے امور میں کوئی (اپنی ذاتی مرضی) سے تصرف نہیں کر سکتا اور نہ ہی زمین و آسمان میں کسی چیز کا مالک ہے۔ امام بیضاوی کہتے ہیں کہ مقالید کا لفظ بطور کنایہ اللہ کی قدرت، حفاظت، استقلال (اکیلا ہونا، کسی کو شریک نہ کرنا) و استبداد (اپنی ذات میں ترجیحی بنیاد پر ہونا) سے ماخوذ ہے۔ امام راغب کہتے ہیں کہ مقالید السموات والارض کے معنی آسمان و زمین میں موجود خزانے اور اس کی چابیاں ہیں۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۴، ص ۳۷۷)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ سے "مقالید السموات والارض" کے متعلق استفسار فرمایا تو آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا: "اے علیؓ! تو مجھ سے عظیم "مقالید" کے بارے میں سوال کرتا ہے تو میں تجھے صبح و شام کے دس ایسے عظیم مقالید بیان کرتا ہوں جو تجھے کام آئیں گے جو کہ یہ ہیں: (۱)..... لا الہ الا اللہ، (۲)..... واللہ اکبر، (۳)..... سبحن اللہ، (۴)..... والحمد للہ، (۵)..... استغفر اللہ، (۶)..... لا قوۃ الا باللہ الاول، (۷)..... الآخر، (۸)..... الظاهر، (۹)..... الباطن له الملك وله الحمد بیده الخیر (۱۰)..... وهو علی کل شیء قدیر صبح و شام دس دس بار پڑھ لے تو اللہ سے چھ خصلتیں عطا فرمائے گا جو کہ یہ ہیں: (۱)..... اللہ اس کی شیطان اور اس کے لشکر سے حفاظت فرما دے گا اور شیطان و اس کے لشکر کو اس بندے پر کوئی قابو نہ رہے گا، (۲)..... اسے جنت میں ڈھیروں (انعام و اکرام بطور اجر) دیا جائے گا جو کہ وزن میں اُحد پھاڑ سے بھی بھاری ہوگا، (۳)..... اسے وہ درجہ ملے گا جو صرف برابر (نیکیوں) کو ملتا ہے، (۴)..... اللہ اس شخص کا نکاح حورالعین (بڑی آنکھوں والی حور) سے کر دے گا، (۵)..... بروز قیامت بارہ ہزار فرشتے اس کے (اعمال صالحہ) پر گواہی دیں گے، (۶)..... اس کے لئے ایسا اجر ہوگا جیسا کہ توریت، انجیل، زبور اور قرآن مجید پڑھنے والوں کو ہوتا ہے اور جیسا کہ مقبول حج و عمرہ کرنے والوں کو ہوتا ہے، اور جس دن یارات یا مینے میں مرے گا شہیدوں میں لکھا جائے گا۔"

(القرطبی، الجزء: ۲۴، ص ۲۴۱)

لیکن اللہ ﷻ نے اپنی خاص عطا سے اپنے پیارے حبیب نبی کریم ﷺ کو بھی جہانوں کے خزانے کی چابیاں عطا فرمائی ہیں ☆..... حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سید عالم ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ نے شہداء اُحد پر وہ نماز پڑھی جو میت پر پڑھی جاتی ہے، پھر آپ ﷺ منبر پر واپس آئے اور فرمایا: "میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور بیشک میں اللہ کی قسم! ضرور اپنے حوض کوثر کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں" یا فرمایا: "مجھے روئے زمین کی چابیاں دی گئی ہیں اور بیشک مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے بلکہ اس بات کا خوف ہے کہ تم دنیا کے مال میں رغبت کرو گے۔"

(صحیح البخاری، کتاب الحنائن، باب: الصلوۃ علی الشہید، رقم: ۱۳۴۴، ص ۲۱۴)

اغراض:

لمن تاب من الشرك: خاص طور پر شرک کا ذکر کیا اس لئے کہ شرک کی توبہ یقینی قطعاً قطعاً ہے، دلیل اللہ ﷻ کا

فرمان: ﴿قُلْ لِلذِّينِ كَفَرُوا ان يَنْتَهُوا يَغْفِرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ﴾ تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انہیں معاف فرما دیا جائے گا (الانسفال: ۲۸) ﴿﴾، جب کہ دیگر افعال کی توبہ کے قبول ہونے میں دو اقوال ہیں: ایک قول قبولیت غلطی کا ہے اور دوسرا قول قبولیت غلطی کا ہے، فرق یہ ہے کہ مسلمان نافرمان کو عذاب دینے میں اس کی تطہیر ہے جب کہ کافر کو عذاب دینے میں اس پر غضب فرمانا ہے، مسلمان نافرمان عذاب کے بعد جنت میں جائے گا اگرچہ مدت دراز تک آگ میں رہا ہو کیونکہ مسلمان نافرمان کا معاملہ اللہ کے فضل و احسان پر مرتب ہوتا ہے جب کہ کافر کا یہ معاملہ نہیں ہے، کافر کے ساتھ عدل کا معاملہ ہوا کرتا ہے۔

القرآن: احسن کی تفسیر ہے، مراد یہ ہے کہ ہم پر جو بھی کتب کثیرہ نازل ہوئیں ان میں قرآن مجید احسن ہے، اور یہی مفسر کے فہم کا شاخسانہ ہے، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ ﴿احسن ما انزل الیکم..... الخ (الزمر: ۵۰)﴾ سے مراد قرآن مجید کے اوامر و نواہی ہیں اور قرآن مجید کی عزیمت و رخصت، ناخ و منسوخ، عموم و خصوص کے اعتبار سے خطاب ہیں۔

اصلہ یا حسرتی: یعنی یاء کوالف سے بدل دیا، یہ جملہ کل جرم میں ہے اور نفس کو ندامت کا نسبت مجازی ہے۔

ای طاعتہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ بالجنب الطاعة (طاعت میں کوتاہی) مجاز کے طور پر ذکر کیا کیونکہ "الجنب" اپنی اصل کے اعتبار سے جہت محسوسہ کو کہتے ہیں اور اس سے مراد جانب (سمت) لیا جاتا ہے اور طاعت کو جہت کے ساتھ ملانا تشبیہ دینے کے لئے مجازی طور پر ہی ہو سکتا ہے کیونکہ نفس کے لئے طاعت کا تعلق اللہ ﷻ کے ساتھ اور جہت کا تعلق اس کے صاحب کے ساتھ ہوتا ہے۔

بالطاعة: اور ایک نسخے میں "بالطافہ" بمعنی باسعافہ (حاجت روائی کرنے کے معنی مستعمل ہے)، اور اگر یہ کہا جائے کہ اللہ ﷻ کی آیات سے ہدایت ملی تو یہ زیادہ ظاہر ہے۔

بنسبۃ الشریک: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جھوٹ کفر کی طرف لے جاتا ہے، اور آیت کا ظاہر اللہ ﷻ کی بارگاہ میں ہر قسم کے جھوٹ بولنے کا عام ہے، اور اس جملے میں ان لوگوں کے لئے تشبیہ اور خوف دلانا ہے جو اللہ ﷻ کی ذات پر جھوٹ کا اطلاق کرتے ہیں جیسا کہ بغیر کسی شرعی رہنمائی کے افتاء، اور جھوٹی حدیث روایت کرنا۔

ای بمکان فوز ہم: ان کے مقصود کے مطابق نجات کی جگہ، اللہ ﷻ پر بیہیز گاروں کو جنت میں داخلے کے ذریعے نجات دے گا جو کہ ان کے لئے مقصود کے مطابق کامیابی کی جگہ ہے۔

متصل بقولہ وینجی: واو حرف عطف کے ذریعے دونوں اقوال ﴿والذین کفروا..... الخ﴾، ﴿وینجی اللہ..... الخ﴾ کو متصل بیان کر دیا گیا، اس میں یہ بھی بیان کرنا مقصود ہے کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہو جانے میں کوئی قباحت نہیں۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۶۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

﴿قُلْ اَغْفِرِ اللّٰهُ تَاْمُرُوْنِیْ اَعْبُدِ اِیْہَا الْجَہْلُوْنَ﴾ (۶۳) ﴿غَیْرِ مَنْصُوْبٍ بِاَعْبُدِ الْمَعْمُوْلِ لِتَاْمُرُوْنِیْ بِتَقْدِیْرِ اَنْ یُّنُوْنَ وَاَحْسَیْہٖ وَبِیْنُوْنِیْنَ وَاِذْغَامٍ وَّفَکِّیْ﴾ ﴿وَلَقَدْ اَوْحٰی اِلَیْکَ وَالِی الدِّیْنِ مِنْ قَبْلِکَ﴾ ﴿وَاللّٰہِ﴾ ﴿لَنْ

اَشْرَکْتَ﴾ ﴿یَا مُحَمَّدُ فَرَضًا﴾ ﴿لِیَحِطَّنَ عَمَلُکَ وَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ (۶۵) ﴿ہَلِ اللّٰہُ﴾ ﴿وَوَحْدَہٗ﴾ ﴿فَاعْبُدْ وَکُنْ مِنَ الشُّکْرِیْنَ﴾ (۶۶) ﴿اِنْعَامَہٗ عَلَیْکَ﴾ ﴿وَمَا قَدَرُوْا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ﴾ ﴿لَمَّا عَرَفُوْہٗ حَقَّ مَعْرِفَتِہٖ اَوْ مَا عَظُمُوْہٗ﴾

حَقَّ عَظَمَتِهِ حِينَ أَسْرَكُوا بِهِ غَيْرَهُ ﴿۱۶۷﴾ وَالْأَرْضَ جَمِيعًا خَالَ أَي السَّبْعِ ﴿۱۶۸﴾ أَي مَقْبُوضَةً لَهُ فِي مَلِكِهِ
وَتَصَرَّفَهُ ﴿۱۶۹﴾ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتِ مَطْوِيَّاتٍ ﴿۱۷۰﴾ مَجْمُوعَاتٍ ﴿۱۷۱﴾ بِيَمِينِهِ ﴿۱۷۲﴾ بِقُدْرَتِهِ ﴿۱۷۳﴾ وَسَبَّحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا
يَشْرَكُونَ ﴿۱۷۴﴾ مَعَهُ ﴿۱۷۵﴾ وَنَفَخَ فِي الصُّورِ ﴿۱۷۶﴾ النَّفْخَةَ الْأُولَى ﴿۱۷۷﴾ لَفْصَقٍ ﴿۱۷۸﴾ مَاتَ ﴿۱۷۹﴾ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي
الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ﴿۱۸۰﴾ مِنَ الْحُورِ وَالْوِلْدَانِ وَغَيْرِهِمَا ﴿۱۸۱﴾ ثُمَّ نَفَخَ فِيهِ أُخْرَى لَأَذَاهُمْ ﴿۱۸۲﴾ أَي جَمِيعِ
الْخَلَائِقِ الْمَوْتِيِّ ﴿۱۸۳﴾ قِيَامَ يَنْظُرُونَ مَا يُفْعَلُ بِهِمْ ﴿۱۸۴﴾ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ ﴿۱۸۵﴾ أَضَاءَتْ ﴿۱۸۶﴾ بِنُورِ
رَبِّهَا ﴿۱۸۷﴾ حِينَ يَتَجَلَّى لِفَصْلِ الْقَضَاءِ ﴿۱۸۸﴾ وَوَضَعَ الْكُتُبَ ﴿۱۸۹﴾ كِتَابَ الْأَعْمَالِ لِلْحِسَابِ ﴿۱۹۰﴾ وَجَاءَ بِالنَّبِيِّينَ
وَالشَّهَدَاءِ ﴿۱۹۱﴾ أَي بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَأُمَّتِهِ يَشْهَدُونَ الْمُرْسَلِ بِالْبَلَاغِ ﴿۱۹۲﴾ وَقَضَى بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ ﴿۱۹۳﴾ أَي الْعَدْلِ ﴿۱۹۴﴾ وَهُمْ
لَا يَظْلَمُونَ ﴿۱۹۵﴾ شَيْئًا ﴿۱۹۶﴾ وَوَفِيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ ﴿۱۹۷﴾ أَي جَزَاءَهُ ﴿۱۹۸﴾ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۱۹۹﴾ فَلَا يَحْتَاجُ
إِلَى شَاهِدٍ .

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ: تو کیا اللہ کے سوا دوسرے کے پوجنے کو مجھ سے کہتے ہو اے جاہلوں! ("غیرہ" اعبد کی وجہ سے منسوب ہے خود "اعبد" نامرونی کا معمول ہے، نامرونی کو ایک نون اور دونوں کے ساتھ بطور ادغام اور ان مقدرہ کے سبب بشیر ادغام بھی پڑھا گیا ہے) اور بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے انگوں کی طرف (واللہ، بالفرض اے محبوب ﷺ!) تم نے اللہ کا شریک کیا.....! تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائیگا اور ضرور تو ہار میں رہے گا بلکہ اللہ (وعدہ) ہی کی بندگی کر اور (اس کے جو تجھ پر انعامات ہیں ان پر) شکر کرنے والوں سے ہو انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا (یعنی انہوں نے اللہ ﷻ کی معرفت حاصل نہ کی جیسا کہ اس کی معرفت کا حق تھا یا یہ معنی ہے کہ انہوں نے اللہ ﷻ کی عظمت کو نہ جانا جیسا کہ اس کی عظمت کا حق تھا کہ غیر اللہ کو اس کا شریک کر بیٹھے) اور سب زمینوں کو (یعنی ساتوں زمینیں، جمیعہ حال بن رہا ہے) سمیٹ دے گا..... ۲..... (یعنی سب اس کے قبضہ ہی میں ہو گئی یعنی اسی کی ملک و اختیار میں ہو گئیں) قیامت کے دن اور اس کی قدرت سے (بیمینہ بمعنی بقدرتہ ہے) سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے (سب کو جمع کر لیا جائے گا) پاکی ہے اسے وہ برتر ہے اس سے جسے وہ (اس کے ساتھ) شریک ٹھہراتے ہیں اور صور پھونکا جائے گا (تختہ اولی کے لیے) تو مر جائیں گے (صعق بمعنی مات ہے) جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے (وہ زندہ رہیں گے جیسے حور ولدان وغیرہ) پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جسے وہ (یعنی فوت شدہ تمام ہی مخلوق) دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے..... ۳..... (وہ دیکھتے ہوئے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائیگا) اور زمین جگمگا اٹھے گی (اشراق بمعنی اضات ہے) اپنے رب کے نور..... ۴..... سے (جب اللہ ﷻ مخلوقوں کے درمیان فیصلہ فرمانے کے لیے تجلی فرمائے گا) اور رکھی جائے گی کتاب (یعنی حساب کتاب کے لیے نامہ اعمال) اور لائے جائیں گے انبیاء اور گواہ (یعنی امت محمدی جو رسول ﷺ کے حق میں تلخ احکام الہیہ پہنچا دینے کی گواہی دیگی) اور لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمایا جائے گا (بالحق بمعنی بالعدل ہے) اور ان پر (کچھ) ظلم نہ ہوگا اور ہر جان کو اس کا کیا (یعنی اس کے کئے کا بدلہ) بھر پور دیا جائے گا اور وہ جانتا ہے جو کرتے ہیں (اسے گواہوں کی احتیاج نہیں ہے، اعلم بمعنی عالم ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿لعل الفعیر اللہ تامرونی اعبد ایہا الجهلون﴾

قل: قول، ہمزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ، غیر اللہ بمفعول مقدم، اعبد: فعل بافاعل، بلکہ جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ایہا الجهلون: نداء، بلکہ مقولہ، بلکہ جملہ تولیہ، تامرونی: فعل بافاعل ومفعول، بلکہ جملہ فعلیہ مقررہ۔

﴿ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلك لئن اشرکت لیحبطن عملک وتكونن من الخسرین﴾

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، قد: جتقیہ، اوحی: فعل مجہول، الیک: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، الی الذین من قبلك: جار مجرور معطوف، بلکہ ظرف لغو قائم مقام نائب الفاعل، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، اشرکت: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، یحبطن عملک: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لتكونن من الخسرین: جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط، بلکہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، بلکہ مفعول ثانی، بلکہ جملہ فعلیہ ہو کر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، بلکہ جملہ قسمیہ۔

﴿بل اللہ فاعبد وکن من الشکرین﴾

بل: عاطفہ، اللہ: منصوب مفعول فعل محذوف "اعبد" کیلئے، بلکہ جملہ فعلیہ "ای اعبد اللہ"، ف: فصیحیہ، اعبد: فعل امر بافاعل، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کن: فعل ناقص بااسم، من الشکرین: ظرف مستقر خبر، بلکہ جملہ فعلیہ معطوف، بلکہ شرط محذوف "ان کنت عاقلاً" کیلئے جزا، بلکہ جملہ شرطیہ۔

﴿وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیمۃ والسموت مطویت بیمیئہ﴾

و: متاتفہ، ما قدروا: فعل ناقص بافاعل، اللہ: ذوالحال، و: حالیہ، الارض: ذوالحال، جمیعاً: حال، بلکہ مبتداء، قبضتہ: ذوالحال، یوم القیمۃ: ظرف متعلق محذوف حال، بلکہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، السموت: مبتداء، مطویت بیمیئہ: شبہ جملہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ معطوف، بلکہ حال، بلکہ مفعول، حق قدرہ: مفعول مطلق، بلکہ جملہ فعلیہ متاتفہ۔

﴿سبحنہ وتعلی عما یشرکون﴾ ونفخ فی الصور فصعق من فی السموت ومن فی الارض الا من شاء اللہ﴾

سبحنہ: فعل محذوف "سبح" کیلئے مفعول مطلق، بلکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تعلی: فعل بافاعل، عما یشرکون: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نفخ الصور: فعل مجہول بانائب الفاعل و ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، صعق: فعل، من فی السموت: معطوف علیہ، و من فی الارض: معطوف، بلکہ مستثنیٰ منہ، الا: اداة استثناء، من شاء اللہ: موصول صلہ مستثنیٰ، بلکہ فاعل، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿ثم نفخ فیہ اخرى فاذا هم قیام ینظرون﴾

ثم: عاطفہ، نفخ: فعل مجہول، فیہ: اخرى: نائب الفاعل، بلکہ جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، هم: مبتداء، قیام: خبر اول، ینظرون: جملہ فعلیہ خبر ثانی، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿واشرقت الارض بنور ربہا ووضع الکتب وجایء بالنبین والشهداء﴾

و: عاطفہ، اشرقت الارض: فعل و فاعل، بنور ربہا: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، وضع الکتب: فعل نائب الفاعل، بلکہ جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جایء: فعل مجہول بانائب الفاعل، بالنبین والشهداء: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿وقضى بينهم بالحق وهم لا یظلمون﴾

و: عاطفہ، قضی: فعل مجہول نائب الفاعل محذوف "القضاء" بین: مضاف، هم: ذوالحال، و: حالیہ، هم لا یظلمون: جملہ اسمیہ حال، بلکہ مضاف الیہ، بلکہ ظرف، بالحق: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ۔

﴿ووفیت کل نفس ما عملت وهو اعلم بما یفعلون﴾۔

و: عاطفہ، ووفیت کل نفس: فعل مجہول بانائب الفاعل، ما عملت: مفعول ثانی، بلکہ جملہ فعلیہ ہو: عاطفہ، ہو: مبتدأ، اعلم بما یفعلون: شبہ جملہ خبر، بلکہ جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اعراض﴾

سید عالم ﷺ کی جانب شرک کی نسبت اور اعمال کا مردود ہونا:

۱..... یہ خطاب خاص سید عالم ﷺ سے ہے، ایک قول یہ ہے کہ خطاب آقائے دو جہاں ﷺ سے ہے اور مراد امت محمدیہ ہے کیونکہ اللہ کے علم ازلی میں ہے کہ سید عالم ﷺ نہ تو شرک کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی ذات سے اس قسم کا کوئی فعل صادر ہو سکتا ہے، اور ایسا ہونا ان سے جہل، باطل و فاسد ہے۔

(القرطبی، الحزب: ۲۴، ص ۲۴۲)

احناف کے نزدیک ارتداد سے مطلقاً سابقہ اعمال برباد ہو جاتے ہیں، اور اسلام کی طرف دوبارہ لوٹنے کی صورت میں فقط حج ہی کا اعادہ کرنا ہوتا ہے باقی اعمال کی گنتی نئے سرے سے ہوگی۔ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ارتداد کے بعد سابقہ اعمال مردود نہیں ہوتے جب تک کہ مرتد شخص اسی ارتداد کی حالت میں موت کا شکار نہ ہو جائے، اور اس قید کو امام شافعی نے قرآن کی اس آیت سے دلیل بنایا ہے: ﴿ومن یرتد منکم عن دینہ فلیمت وهو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرة واولئک اصحاب النار ہم فیہا یرتدون اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں رہنا (بقرہ: ۲۱۷)﴾۔ بعض احناف اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ تذکرہ آیت پاک زجر و توبیح پر مبنی ہے کہ جو اسلام چھوڑ کر کفر کی طرف جائے اور اسی حالت میں اسے موت آجائے تو اس کے اعمال اکارت کر دیئے جائیں گے اور اس آیت کو زجر و توبیح پر محمول کرنے کی دلیل ﴿واولئک اصحاب النار﴾ ہے، اور اس صورت میں عقیدہ کو مطلق پر محمول کرنا بھی نہ پایا جائے گا۔

(روح المعانی، الحزب: ۲۴، ص ۲۸۱)

اللہ ﷻ کے جسمانی اعضاء نہ ہونے پر دلائل:

۲..... امام فخر الدین رازی کہتے ہیں: قرآن مجید میں جو شئی اور دائیں ہاتھ اور حدیث میں انگلی کا ذکر ہے اس سے ہماری طرح کے ظاہری اعضاء مراد نہیں ہیں، ہمیں فقط ان الفاظ پر ایمان رکھنا چاہیے اور حقیقتاً اس سے جو مراد ہو اسے اللہ ﷻ کی ذات کے سپرد کر دینا چاہیے کہ حقیقی معنی اللہ ﷻ ہی جانے اور تاویلات نہیں کرنی چاہیے، یہی سلف کا مسلک ہے جو تاویلات سے اعراض کرتے تھے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۴۷۲ وغیرہ)

علامہ قرطبی کہتے ہیں:

اللہ ہر قسم کے اعضاء سے منزہ ہے کہ وہ ان چیزوں سے پاک ہے اور برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں اور شئی سے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے اپنی تمام مخلوقات کا احاطہ کیا ہوا ہے اور سب چیزیں اس کی قدرت میں ہیں کیونکہ جب لوگ کسی چیز پر اپنی ملکیت اور قدرت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں: فلاں چیز میری شئی میں ہے اور میرے دائیں ہاتھ میں ہے۔ (القرطبی، الحزب: ۲۴، ص ۲۴۴)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی سید عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں آیا اور کہنے لگا: "اے محمد! اللہ اپنی (بے مثل) انگلی پر آسمانوں اور مخلوق کو روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں بادشاہ (حقیقی) ہوں، سید عالم ﷺ مسکرائے یہاں تک کہ دندان مبارک سے نور پھوٹنے لگا پھر فرمایا: ﴿وما قدروا اللہ حق قدرہ﴾ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب: قول اللہ

☆..... حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”بندے سے سب سے پہلے اس کی نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، اس سے کہا جائے گا کیا ہم نے تیرے جسم کو صحت مند نہیں بنایا تھا اور تجھے پانی نہیں پلایا تھا؟“

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الہکم التکاثیر، رقم: ۳۳۶۹، ص ۹۶۹)

☆..... حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”سب سے پہلے زمین مجھ پر شق ہوگی اور مجھے اس پر فخر نہیں۔“

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: من سورۃ بنی اسرائیل، رقم: ۳۱۵۹، ص ۸۹۸)

رب ﷻ کے نور کے متعلق مفسرین کے اقوال:

یعنی..... نور سے مراد وہ روشنی ہے جس کا آنکھیں معائنہ کرتی ہیں اس کی دو قسمیں ہیں ایک دنیوی اور دوسری اخروی۔ پس دنیوی کی بھی دو اقسام ہیں ایک نور عقلی اور دوسری نور حسی۔ نور عقلی وہ ہوتی ہے جس کا بصیرت و عقل سے ادراک کیا جاسکتا ہے جیسے نور عقل اور نور قرآن۔ جیسے فرمایا: ﴿وقد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین یشکک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب﴾ (المائدہ: ۱۰۰) ﴿ووجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس کم من مثلہ فی الظلمت لیس بخارج منها اور اس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو اندھیروں میں ہے اُن سے نکلنے والا نہیں﴾ (البقرہ: ۱۳۲) ﴿ما کنت تدری مال الکتب ولا الایمان ولكن جعلنہ نوراً ینہدی بہ من نشاء من عبادنا اس سے پہلے تم نہ کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل ہاں ہم نے اسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس سے چاہتے ہیں﴾ (الشوری: ۵۲) ﴿المن شرح اللہ صدرہ لہ لاسلام فہو علی نور من ربہ تو کیا وہ جس کا سید اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے﴾ (الزمر: ۲۲) ﴿نور علی نور ینہدی اللہ لنورہ من یشاء نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے﴾ (النور: ۳۵) ﴿اور نور حسی وہ ہوتا ہے جو روشن اجسام مثلاً سورج، چاند، ستارے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً ﴿ہو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وہی ہے جس نے سورج کو چمکا تاکہ تابناک اور چاند چمکا﴾ (بنس: ۵۰) ﴿وقمرا منیراً اور چمکتا چاند﴾ (الفرقان: ۶۱) ﴿دوسری قسم نوراً اخروی کی ہے جیسے اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿یوم یقول المنافقون والمنفقت للذین امنوا انظرونا نقتبس من نور کم فالتمسوا نوراً جس دن منافق مرد اور عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو ہم تمہارے نور سے حصہ لیں﴾ (الحید: ۱۳) ﴿اللہ نور السموت والارض اللہ آسمان وزمین کا نور ہے﴾ (النور: ۳۵) ﴿کفار کے لئے اخروی عذاب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الورثیتم النار التی نورون تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو﴾ (الواقفہ: ۷۱) ﴿منظلم کمثل الذی استوقد ناراً ان کی کہاوٹ ان کی طرح جس نے آگ روشن کی﴾ (البقرہ: ۱۷) ﴿فالتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارة تؤذروا اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں﴾ (البقرہ: ۲۴) ﴿کلما اوقدوا ناراً للحرب جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں﴾ (المائدہ: ۶۴) ﴿- (المفردات، ص ۵۱۰) علامہ آلوسی کہتے ہیں:

حسن، سدی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ رب کے نور سے مراد عدل ہے، اور اسے بطور استعارہ نور کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن میں موجود دلائل کہ زمین اللہ ﷻ کے عدل سے جگمگاٹھے گی، اور اس میں حق، عدل، حساب کتاب کے اعتبار سے عدل کیا جائے گا۔ اسی قول کو علامہ زحہری نے بھی اختیار فرمایا ہے اور اس استعارہ کو قرآن کریم کی تعظیم میں صحیح قرآن کریم کی تعظیم میں صحیح قرار دیا ہے۔ اور چنانچہ اس کی اضافت اسم باری کی جانب کرنے سے مزید تحقیق ہو چکی ہے کہ اللہ ﷻ ہی کی ذات

عدل فرمانے والی ہے غالباً یہ رب کی جانب نسبت میں یہ بھی شان چھلکتی ہے کہ رب کی ذات ہی زمین میں عدل و انصاف کرے گی اور زمین عدل و انصاف سے مزین ہوگی، رابعاً یہ کہ اشراقی ارض کو وضع الکتب پر معطوف کر دیا گیا ہے اور حضرات انبیائے کرام و شہدائے عظام اور قضاہ بالحق سب کی عدالت کو شامل ہو جائے۔ خامساً یہ کہ عام لوگوں کے اذہان کے اعتبار سے بھی فرمادیا جیسا کہ لوگ کہتے ہیں: ”ظلم کے عدل و انصاف سے زمین منور ہوگئی“، سادساً: سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا“۔ (صحیح البعاری، کتاب المظالم، باب: الظلم ظلمات یوم، رقم: ۲۴۴۷، ص ۲۹۰)، کیونکہ سید عالم رحمۃ اللہ علیہ کا حق فیصلہ صادر فرمانا ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے نور سے ممکن تھا، سابعاً یہ کہ آیت کا ابتداء رب کے نور کو عدل کہہ کر اور اختتام ظلم و ستم کی نفی کے ذریعے فرمادی۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۸۸ وغیرہ)

اغراض:

المعمول لتأمرونی: اصل میں ”اتأمرونی“ ہے، یعنی میں غیر اللہ کی عبادت کروں۔

فروضاً: یہاں ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے، سوال یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام سے معصوم ہونے کے باوجود شرک کیسے تصور ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مقصود ان کی امت کو عصمت انبیاء کی خبر دینا تھی، اگر کوئی یہ کہے کہ امت ہی مراد ہوتی تو جمع کا صیغہ استعمال فرماتے یعنی یوں کہتے: ”لئن اشرکتکم“ مفرد صیغے سے کیوں خطاب کیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا: معنی یہ ہے کہ ”اوحی الی“ میں ہر وہ شخص شامل ہے جو میرے ساتھ (تبلیغ میں) شریک ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے امیر نے خلع پہنا، یعنی ہم میں سے ہر ایک نے خلع پہنا۔ او ما عظموه حق عظمتہ: یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حق ادا نہ کیا، جب کہ یہ اس بات کے معترف ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہے اور ہر چیز کا خالق ہے۔

ای فی ملکہ وتصرفہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور بآداب شاہت ہے، ظاہری و باطنی اعتبار سے، بخلاف امور دنیا کے کیونکہ مخلوق کے لئے اس دنیاوی معاملات میں ظاہری تصرفات ہوا کرتے ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ امور دنیا کے ظاہری اعتبار سے نیست ہونے کے لئے بطور کننا یہ استعمال کیا گیا ہے۔

النفخۃ الاولیٰ: ظاہر یہ ہے کہ نفحات دومرتبہ ہونگے، نفخۃ الصعق اور نفخۃ البعث، اور یہ آیت کا ظاہر ہے، جب کہ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ تین مرتبہ صور پھونکے جائیں گے، (۱)..... زلزلہ، پہاڑوں کا چلنا، سورج کی روشنی کا ختم ہو جانا، ستاروں کا ٹکڑا جانا، دریاؤں کا مسخر کرنا، زندہ لوگ اس کی جانب دیکھ کر خوف زدہ ہونگے، اور حاملہ عورتیں اپنا حمل گرا دیں گی، دودھ پلانے والی کا دودھ خشک ہو جائے گا، لوگ نشے کی حالت میں معلوم ہونگے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہونگے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ان زلزالۃ الساعة شیء عظیم﴾ (الحج: ۱) بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے بلکہ میں لیتی ہے۔ (۲)..... دوسری ٹخہ کو صعق کہتے ہیں، اس وقت زمین پر جتنے جاندار ہونگے سب ہلاک ہو جائیں گے اور جو برزخی حیات میں ہونگے ان پر پردہ ہی رہے گا، (۳)..... مراد نفخۃ القیام ہے، دونوں میں چالیس سال کا فرق ہوگا۔ مات: جو دنیا میں زندہ تھا سب مرجائیں گے، اور جو پہلے ہی مر چکے ہونگے ان پر پردہ رہے گا لیکن وہ اپنی قبروں میں زندہ ہونگے جیسا کہ حضرات انبیائے کرام اور شہدائے عظام۔ من السحود: حوریں مستثیات میں سے ہیں، یہ موت سے محفوظ رہیں گی، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی خوف و وحشت سے محفوظ رہیں گے کیونکہ پہاڑ والے قصبے میں انہیں یہوشی ہو چکی ہے لہذا اب انہیں یہ معاملہ نہ ہوگا۔

وغیرہما: یعنی حضرت جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت، یہ پہلے ٹخہ پر موت کا شکار نہ ہونگے یہ دو نفحات کے مابین موت کا

شکار ہو گئے۔ ما يفعل بهم: حساب، صراط پر سے گزرنا، جنت یا دوزخ میں داخل ہونا مراد ہے۔

حسین بیجلی: اللہ ﷻ مخلوق سے پروئے کو دور فرمادے گا پس لوگ اپنے رب کو دیکھیں گے، حدیث میں ہے: ”عقرب تم اپنے رب کو دیکھو گے اور یہ دیکھنا تم میں کوئی فساد نہ لائے گا جس طرح بغیر بادل کے دن میں سورج کا چمکنا نقصان نہیں دیتا۔“ پس سورج کو اللہ ﷻ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے جو کہ زمین کو روشن کرتا ہے اور خاص مومنین اللہ ﷻ کے نور سے قیامت میں فیضیاب ہو گئے جس کی مثال سورج اور چاند میں نہیں ملتی۔ ای العدل: یعنی عدل کا معاملہ کافروں کے ساتھ اور فضل کا معاملہ مومنین کے ساتھ ہوگا۔ فلا يحتاج الی شاهد: اللہ ﷻ لوگوں کے افعال و کیفیات و تقادیر کو جانتا ہے، شہادت دینا اور اعمال کمنا اس کی عظمت کے لئے ہیں، اسی میں یہ بھی ہے کہ حجت قائم ہو جائے، اسی کی جانب صاحب الجبرہ العیروہ لکھتے ہیں:

والعرش والكرسى ثم القلم..... والکاتبون اللوح کل حکم

لا لاحتیاج وبها الايمان..... یجب علیک ایہا الانسان

(الصاوی، ج ۵، ص ۱۷۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۵

﴿وسیق الذین کفروا﴾ بعنق ﴿الی جہنم زمرا﴾ ﴿جماعات متفرقة﴾ حتی اذا جاء وها فتحت

ابوابها ﴿جواب﴾ اذا ﴿وقال لهم خزنتها الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم ایت ربکم﴾ ﴿القران

وغیرہ﴾ وینذرونکم لقاء یومکم هذا ﴿قالوا بلی ولكن حقت کلمة العذاب﴾ ای لا ملئن جہنم

الایة ﴿علی الکفرین﴾ (۷۱) قبل ادخلوا ابواب جہنم خلدین ﴿مقتدرین الخلود﴾ ﴿فیہا﴾ فبئس

مثنوی ﴿ماوی﴾ ﴿المتکبرین﴾ (۷۲) ﴿جہنم﴾ ﴿وسیق الذین اتقوا ربهم﴾ ﴿بلطف﴾ ﴿الی الجنة زمرا﴾ حتی اذا جاء

وها وفتحت ابوابها ﴿الواو فیہ للخال بتقدیر قذ﴾ ﴿وقال لهم خزنتها سلم علیکم

طبتم﴾ ﴿حالا﴾ ﴿فادخلوها خلدین﴾ (۷۳) ﴿مقتدرین الخلود فیہا﴾ ﴿جواب﴾ اذا مقتدر ای دخلوها وسوقهم وفتح

الابواب قبل مجيئهم تکرمة لهم وسوق الکفار وفتح ابواب جہنم عند مجيئهم لیبقی حرها الیہم

امانة لهم ﴿وقالوا﴾ عطف علی دخلوها المقتدر ﴿الحمد لله الذی صدقنا وعده﴾ ﴿بالجنة﴾ ﴿واورثنا

الارض﴾ ای أرض الجنة ﴿نتبوا﴾ ﴿نزل﴾ ﴿من الجنة حيث نشاء﴾ ﴿لانها کلها لا یختار فیہا مکان علی

مکان﴾ ﴿لنعم اجر العملین﴾ (۷۴) ﴿الجنة﴾ ﴿وتری الملكة خافین﴾ ﴿حال﴾ ﴿من حول العرش﴾ ﴿من کل جانب

منة﴾ ﴿یسبحون﴾ ﴿حال﴾ ﴿من ضمیر خافین﴾ ﴿بحمد ربهم﴾ ﴿ملا یسین﴾ ﴿للحمد ای یقولون سبحان الله

وبحمدہ﴾ ﴿وقضى بينهم﴾ ﴿بین جمیع الخلاق﴾ ﴿بالحق﴾ ﴿ای العدل﴾ ﴿فیدخل المؤمنون الجنة والکافرون

النار﴾ ﴿وقیل الحمد لله رب العلمین﴾ (۷۵) ﴿حتم استقرار القرینین بالحمد من الملائكة﴾

﴿ترجمہ﴾

اور کافر (مخفی کے ساتھ) جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ در گروہ..... (مترق جماعتوں کی صورت میں) یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے (اگلا جملہ اذاحرف شرط کا جواب بن رہا ہے) اور اس کے داروفا ان سے کہیں

کے کیا تمہارے پاس میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں (یعنی قرآن پاک وغیرہ) پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کے ملنے سے ڈراتے کہیں گے: کیوں نہیں! مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اترا (اس قول سے مراد یہ فرمان ہے: ﴿لا ملئسن جہنم..... الخ﴾) فرمایا جائیگا جاؤ جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنے کو (تمہارے لیے بیٹھنے کی کو مقدر کر دیا گیا ہے) تو کیا ہی برا ٹھکانہ تکبروں کا (جہنم، مشوی، معنی مساوی ہے) اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کی سواریاں (عزت و کرامت کے ساتھ) گروہ درگروہ جنت کی طرف چلائے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے (و فتح میں واؤ حالیہ ہے، یہاں قد مقدر ہے) اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے سلام تم پر خوب رہے (طبعم یہ جملہ بھی حال بن رہا ہے) تو جنت میں جاؤ ہمیشہ رہنے (یعنی جنت میں تمہارے لیے بیٹھنے کی کو مقدر کر دیا گیا ہے، اذاکا جواب شرط دخلوھا محذوف ہے، جنتیوں کے آنے سے قبل جنت کے دروازوں کو کھول دیا جانا ان کی عزت افزائی کے لیے ہوگا اور کفار کو ہانکتا اور ان کے آنے سے قبل ہی جہنم کے دروازوں کو کھولنا اس لیے ہوگا تاکہ اس کی گرمی انہیں پہنچے اور یہ ان کی اہانت کے لئے ہوگا) اور وہ کہیں گے (قالوا کا عطف دخلوھا مقدر پر ہے) سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ (جنت عطا فرمانے کا) ہم سے سچا کیا اور ہمیں اس زمین (یعنی سر زمین جنت) کا وارث کیا کہ ہم جنت میں رہیں (تنبوا یعنی تنزل ہے) جہاں چاہیں (کیونکہ جنتی جنت میں یکے بعد دیگرے مکانات اختیار کرتے رہیں گے) تو کیا اچھا ثواب کام کر نیوالوں کا (بصورت جنت) اور تم فرشتوں کو دیکھو گے حلقہ کئے (حالی بن رہا ہے) عرش کے گرد (عرش کی ہر جانب سے اسے گھیرے ہوں گے) پاکی بولتے ہیں (”یسبحون“ حالفین کی ضمیر سے حال بن رہا ہے) اپنے رب کی تعریف کے ساتھ (تسبح حمد کے ساتھ ملاتے ہوئے یوں کہتے ہوئے: سبحان اللہ وبحمدہ یعنی پاکی ہے اللہ کو حمد کے ساتھ) اور ان میں (یعنی مخلوق کے درمیان) عدل کے ساتھ فیصلہ فرما دیا جائے گا (موتین جنت میں داخل ہوں گے اور کافر جہنم میں، بالحق یعنی بالعدل ہے) اور کہا جائے گا سب خوبیاں اللہ کو سارے جہاں کا رب (دونوں فریقین کے اپنے مقام میں مستقر ہو جانے کا اختتام فرشتوں کی حمد پر کیا گیا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وسبق الذین کفروا الی جہنم زمرا حتی اذا جاء وھا فتحت ابوابھا﴾
و: عاطفہ، سبق: فعل مجہول، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، زمرا: حال، ملکر نائب الفاعل، الی جہنم: ظرف لغو، حتی: جار، اذا بحر فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء وھا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، فتحت ابوابھا: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ فعلیہ شرطیہ ہو کر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال لہم خزنتھا الہم یا تکم رسل منکم یتلون علیکم ایت ربکم ویسلونکم لقاء یومکم ہذا﴾
و: عاطفہ، قال لہم خزنتھا: جملہ فعلیہ قول، ہمزہ: حرف استفہام، لم یا تکم: فعل نفی ومفعول، رسل: موصوف، منکم: ظرف مستقر صفت اول، یتلون علیکم ایت ربکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یسلونکم: فعل بافاعل ومفعول، لقاء: مضاف، یومکم: مبدل منہ، ہذا: بدل، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا بلی ولكن حقت کلمة العذاب علی الکفرین﴾

قالوا: قول، علی حرف ایجاب، و: عاطفہ، لكن حرف استدراک، حقت کلمة العذاب: فعل وقائل، علی الکفرین: ظرف

لفو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قیل ادخلوا ابواب جہنم خلدین فیہا لہنس مشوی المتکبرین﴾

قیل: قول، ادخلوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، خلدین فیہا: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ابواب جہنم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ متانفہ، ف: متانفہ، ہنس: فعل ذم، مشوی المتکبرین: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مبتدا محذوف "ہی" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وسیق الذین اتقوا ربہم الی الجنۃ زمرا حتی اذا جاءہا وفتحت ابوابہا﴾

و: عاطفہ، سیق: فعل مجہول، الذین اتقوا ربہم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، زمرا: حال، ملکر نائب الفاعل، الی الجنۃ: ظرف لفو، حتی: جار، اذا بظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء: فعل بافاعل مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، فتحت ابوابہا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا محذوف "سعدوا" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مجرور، ملکر ظرف لفتحت، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال لہم خزنتہا سلم علیکم طبتم فادخلوا خلدین﴾

و: عاطفہ، قال لہم خزنتہا قول، سلم: مبتدا، علیکم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، طبتم: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ، ف: تعلیلیہ، ادخلوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، خلدین: حال، ملکر فاعل، ہا: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقالوا الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوا من الجنۃ حیث نشاء﴾

و: عاطفہ، قالوا قول، الحمد: مبتدا، لام: جار، اللہ: موصوف، الذی: موصول، صدقنا وعدہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اورثنا: فعل بافاعل، الارض: ذوالحال، نتبوا من الجنۃ: فعل بافاعل و ظرف لفو، حیث نشاء: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فنعیم اجر العلمین وترى الملئکۃ حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربہم﴾

ف: متانفہ، نعیم: فعل مدح، اجر العلمین: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مبتدا محذوف "الاجر" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: متانفہ، ترى: فعل بافاعل، الملئکۃ: ذوالحال، حافین من حول العرش: شبہ جملہ حال اول، یسبحون بحمد ربہم: جملہ فعلیہ حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿وقضیٰ بینہم بالحق وقیل الحمد للہ رب العلمین﴾

و: فیضی، بینہم: بالحق، وقیل الحمد للہ رب العلمین: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح تو ضیح واغراض﴾

﴿زمر﴾ کے بارے میں تحقیق:

۱..... اللہ کا فرمان: ﴿وسیق الذین کفروا الی جہنم زمرا اور کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ (الزمر: ۷۱)﴾ جمع زمرہ ہے، مراد چھوٹی جماعت ہے، اسی سے "شاة زمرہ یعنی وہ بکری جو کم بالوں والی ہو" یا "رجل زمر یا وہ مرد جو کم بالوں والا ہو"، اور الزمارہ بطور کنایہ فاجرہ عورت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ (المفردات، ص ۲۲۰)

سورة غافر (مومن) مکية الا (الذین یجادلون)

الايتين، خمس وثمانون آية

سورة غافر (مومن) مکيه ہے سوائے ان الذین یجادلون ﴿ ۵۶، ۵۷ کے جو کہ مدنیہ ہیں، اس میں ۸۵ آیات ہیں

تعارف سورة غافر (مومن)

اس سورت میں ۹ رکوع، ۱۱۹۹ کلمات اور ۳۹۶۰ حرف ہیں، اس سورت میں بڑا باریع طریقہ اختیار کیا گیا تاکہ قاری متاثر ہو جائے، اور قرآن کی محبت اپنے دل میں بسا کر اس کے مطابق زندگی گزارنے کی سعی کرے۔ اس سورت میں دو امور کی جانب خاص توجہ دلائی گئی ہے: (۱)..... کفار مکہ سید عالم ﷺ سے ہر بات میں جھگڑتے اور ٹکرار کرتے تھے، جس سے خاطر اقدس میں گرانی آتی تھی، اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کو تسلیم ارشاد فرمائی اور گزشتہ اقوام کے کفار کا رویہ بھی اپنے رسولوں کے ساتھ اسی نوعیت کا تھا۔ وہ بات بات پر جھگڑا کرتے تھے لیکن انجام یہ ہوا کہ اللہ ﷻ کی جانب سے عذاب نے انہیں برباد کر دیا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ اگر یہ کافر نہیں مانتے تو اپنے لئے بُرا کرتے ہیں جب کہ تیرے رب ﷻ کی شان یہ ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے پر اس کی حکمرانی ہے، آسمانوں میں موجود فرشتے اس کی بارگاہ میں تسبیح، تہلیل و تہلیل میں مصروف ہیں۔ (۲)..... اس سورت میں خاص طور پر حضرت موسیٰ ﷺ اور فرعون کے درمقابل جو معاملات تھے اور بظاہر فرعون کے بڑے بڑے ماننے والے جن میں ہامان اور دیگر بھی شامل تھے اور لاکھ کوششوں کے باوجود حضرت موسیٰ ﷺ کو نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور حضرت موسیٰ ﷺ کا دفاع ایک معمولی قبلی نے کیا اور فرعون کے منصوبوں سے حضرت موسیٰ ﷺ کو آگاہ کرتا رہا، سمجھنا یہ ہے کہ ایک طرف بڑی بڑی طاقتیں ہوں اور دوسری جانب معمولی لوگ لیکن دین پر قائم ہوں اور اللہ ﷻ کی مدد ان کے شامل حال ہو جائے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔

رکوع نمبر: ۶

بسم الله الرحمن الرحيم الله کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿حَم﴾ (۱) ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ﴾ ﴿تَنْزِيلِ الْكِتَابِ﴾ ﴿الْقُرْآنِ مُتَّبِعًا﴾ ﴿مَنْ اللَّهُ الْعَزِيزُ﴾ ﴿فِي مَلِكِهِ﴾ ﴿الْعَلِيمُ﴾ (۲) ﴿بَخَلِقِهِ﴾ ﴿غَافِرِ الذَّنْبِ﴾ ﴿لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿وَقَابِلِ التَّوْبِ﴾ ﴿لَهُمْ مَصْدَرٌ﴾ ﴿شَدِيدِ الْعِقَابِ﴾ ﴿لِلْكَافِرِينَ أَيْ مُشَدِّدَةً﴾ ﴿ذِي الطُّولِ﴾ ﴿أَيِ الْإِنْعَامِ وَالْوَاسِعِ وَهُوَ مَوْصُوفٌ عَلَى الدَّوَامِ بِكُلِّ مِّنْ هَذِهِ الصِّفَاتِ لِإِضَافَةِ الْمُشْتَقِّ مِنْهَا لِلتَّعْرِيفِ كَأَنَّ خَيْرَةَ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ (۳) ﴿الْمَرْجِعُ﴾ ﴿مَا

يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ﴾ ﴿الْقُرْآنِ﴾ ﴿إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ﴿مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ﴾ ﴿فَلَا يَفْرُوكَ تَقْلِبُهُمْ فِي الْبِلَادِ﴾ (۴) ﴿لِلْمَعَاشِ سَالِمِينَ فَإِنَّ عَذَابَهُمُ النَّارُ﴾ ﴿كَذَبَتْ لِقَلْبِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَالْأَحْزَابِ﴾ ﴿كِعَادٍ وَقَمُودَ وَغَيْرِهِمَا﴾ ﴿مَنْ؟ بَعْدَهُمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذَهُ﴾ ﴿يَقْتُلُوهُ﴾ ﴿وَجَدَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا﴾ ﴿يُزِيلُوا﴾ ﴿بِهِ الْحَقَّ لِأَخْلَتَهُمْ﴾ ﴿بِالْعِقَابِ﴾ ﴿فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ (۵) ﴿لَهُمْ أَيْ هُوَ وَالْقَعُ مَوْقَعَةٌ

﴿و كذلك حقت كلمت ربك﴾ أي لا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ الآية ﴿على الذين كفروا انهم اصحاب النار وقد
لاذم﴾ ﴿بَدَلٌ مِنْ كَلِمَةٍ﴾ الذين يحملون العرش ﴿مُبْتَدَاءً﴾ ﴿ومن حوله﴾ ﴿عَطْفٌ
عليه﴾ ﴿يسبحون﴾ ﴿خَبْرُهُ﴾ ﴿بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ ﴿مَلَابِسِينَ لِلْحَمْدِ﴾ أي يَقُولُونَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَيُحَمِّدُهُ ﴿وَيُؤْمِنُونَ
به﴾ ﴿تَعَالَى بِبَصَائِرِهِمْ﴾ أي يُصَدِّقُونَ بِوَحْدَانِيَّتِهِ تَعَالَى ﴿وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ ﴿يَقُولُونَ﴾ ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ
كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا﴾ أي وَسِعَ رَحْمَتَكَ كُلَّ شَيْءٍ وَعِلْمَكَ كُلَّ شَيْءٍ ﴿فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا﴾ ﴿مِنَ
الشِّرْكِ﴾ ﴿وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ﴾ ﴿دِينِ الْإِسْلَامِ﴾ ﴿وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾ ﴿النَّارِ﴾ ﴿رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ
عَدْنٍ﴾ ﴿الَّتِي أُقَامَتُ فِيهَا عُرْسُهُمْ﴾ ﴿وَمِنْ صَلَاحٍ﴾ ﴿عَطْفٌ عَلَىٰ هُمْ﴾ ﴿فِي أَدْخِلْهُمْ أَوْ فِي وَعَدْتَهُمْ﴾ ﴿مَنْ آبَاءُ هُمْ
وَأَزْوَاجُهُمْ وَذُرِّيَتُهُمْ﴾ ﴿أَنْتَ الْغَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ﴿فِي صُنْعِهِ﴾ ﴿وَقِهِم السَّيِّئَاتِ﴾ ﴿أَيَّ عَذَابِنَا﴾ ﴿وَمَنْ تَقِ
السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ﴾ ﴿يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ﴿فَقَدْ رَحِمْتَهُ﴾ ﴿وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ﴿﴾.

﴿ترجمہ﴾

حم (اس کی جو مراد ہے اللہ ﷻ باخوبی جانتا ہے..... ا.....) کتاب (یعنی قرآن پاک) اتارنا ہے (نخزیل کتاب مبتدائین رہا ہے) اللہ کی طرف سے (من اللہ..... الخ مبتدا کی خبر ہے) جو غلبہ رکھنے والا ہے (اپنے ملک میں) علم رکھنے والا (اپنی مخلوق کا) گناہ بخشنے والا ہے (مسلمانوں کے) اور توبہ قبول کرنے والا ہے (مسلمانوں کی، "التوبة" مصدر ہے) سخت عذاب کرنے والا ہے (کا) فروں کو، شدید بمعنی مشدد ہے) بڑے انعام والا (یعنی وسیع انعام والا، اللہ ﷻ ان تمام صفات سے علی الدوام موصوف ہے) ان صفات مشقہ کی اضافت معرفہ بنانے کے لیے ہے جیسا کہ آخری صفت ہے) اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے (المصیر بمعنی المرجع ہے) اللہ کی آیتوں (یعنی قرآن پاک) میں جھگڑا نہیں کرتے..... سچ..... بگمراہ (اہل مکہ میں سے) کافر تو اے سننے والے تجھے دعو کا ندے انکا شہروں میں ابلے کھلے پھرنا (سچ سلامت حصول معاش کے لیے کیونکہ ان کا انجام کار آگ ہے) ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد کے گروہ (جیسا کہ عاد و ثمود وغیرہ) نے جھٹلایا اور ہر امت نے یہ قصد کیا کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں (یعنی اس کو شہید کر دیں) اور باطل کے ساتھ جھگڑے کہ زائل کر دیں (بد حضور بمعنی یزہلوا ہے) اس سے حق کو تو میں نے انہیں (عذاب کے ساتھ) پکڑا پھر کیسا ہوا میرے عذاب (ان پر یعنی میرا عذاب بر محل واقع ہوا) اور یونہی تمہارے رب کی بات (یہ فرمان: ﴿لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ﴾ الخ) ﴿﴾ کافروں پر ثابت ہو چکی ہے کہ وہ دوزخی ہیں (انہم اصحاب النار یہ کلمہ سے بدل ہے) وہ جو عرش اٹھاتے ہیں..... سچ..... (الذین یحملون العرش مبتدائین رہا ہے) اور جو اس کے گرد ہیں (من حولہم معطوف علیہ ہے) اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں (یسبحون مبتدا کی خبر بن رہا ہے یعنی اللہ ﷻ کی پاکی حمد کے ساتھ ملاتے یعنی یوں کہتے ہیں: سبحان اللہ وبحمده) اور اس پر (یعنی اللہ ﷻ پر) ایمان لاتے ہیں (اپنے دلوں سے یعنی اس کی وحدانیت کی تصدیق کرتے ہیں) اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں (بارگاہ الہی میں عرض کرتے ہیں) اے رب ہمارے! تیرے رحمت و علم میں ہر چیز کی سمائی ہے (یعنی تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے) تو انہیں بخش جنہوں نے (شُرک سے) توبہ کی اور تیری راہ (یعنی دین اسلام) پر چلے اور انہیں جحیم (یعنی آگ) کے عذاب سے بچالے اے ہمارے رب اور انہیں بسنے کے باغوں میں

داخل کر (عدن بمعنی القامۃ ہے) جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کو جو نیک ہوں (و من صلح کا عطف ادخلہم کی ہم ضمیر پر یا پھر وعدتہم کی ہم ضمیر پر ہے) ان کے باپ دادا اور بی بیوں اور اولاد میں بیشک تو ہی عزت والا ہے حکمت والا ہے (اپنی صنعت میں) اور انہیں گناہوں (یعنی گناہوں کے عذاب) سے بچالے اور جسے تو اس دن (یعنی بروز قیامت) گناہوں کی شامت سے بچائے تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿قر کیب﴾

﴿رحمۃ تنزیل الکتب من اللہ العزیز العلیم﴾ غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول ﴿﴾

حم: ”ہذہ“ مبتدا محذوف کیلئے خبر، مگر جملہ اسمیہ، تنزیل الکتب مبتدا، من: جار، اللہ: موصوف، العزیز العلیم: صفتان، غافر الذنب: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قابل التوب: معطوف، مگر صفت ثالث، شدید العقاب: صفت رابع، ذی الطول: صفت خامس، مگر مجرور، مگر ظرف مستقر خبر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿لا الہ الاہو الیہ المصیر﴾

لا: نفی جنس، الہ: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، ہو: مضاف الیہ، مگر صفت، مگر اسم، ”موجود“ محذوف خبر، مگر جملہ اسمیہ، الیہ ظرف مستقر خبر مقدم، المصیر: مبتدا مؤخر، مگر جملہ اسمیہ۔

﴿وما یجدل فی ایت اللہ الا الذین کفروا فلا یفرک تقلبہم فی البلاد﴾

ما یجدل: فعل نفی، فی ایت اللہ: ظرف لغو، الا: اداۃ حصر، الذین کفروا: فاعل، مگر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، لا یفرک: فعل نفی ومفعول، تقلب: مصدر مضاف، ہم: ضمیر مضاف الیہ فاعل، فی البلاد: ظرف لغو، مگر شبہ جملہ ہو کر فاعل، مگر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف ”اذا ثبت عندک ان المجادلین فی ایت اللہ کفار“ کی جزا، مگر جملہ شرطیہ۔

﴿کذبت قبلہم قوم نوح والاحزاب من بعدہم وھمت کل امۃ برسولہم لیاخذوہ﴾

کذبت: فعل، قبلہم: ظرف متعلق محذوف حال مقدم، قوم نوح: معطوف، و: عاطفہ، الاحزاب: بزوال حال، من بعدہم: ظرف مستقر حال، مگر معطوف، مگر ذوالحال، مگر فاعل، مگر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ھمت کل امۃ: فعل وفاعل، برسولہم: ظرف لغو، لیاخذوہ: ظرف لغو ثانی، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿وجادلوا بالباطل لیدحضوا بہ الحق فاخذتہم﴾

و: عاطفہ، جادلوا: فعل واو ضمیر ذوالحال، بالباطل: ظرف مستقر حال، مگر فاعل، لام: جار، ید: حضوا بہ الحق: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، مگر ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ ماقبل ”ھمت“ پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، اخذتہم: فعل بافاعل ومفعول، مگر جملہ فعلیہ ماقبل ”جدلوا“ پر معطوف ہے۔

﴿فکیف کان عقاب ۝ وکذلک حق کلمت ربک علی الذین کفروا انہم اصحاب النار ۝﴾

ف: عاطفہ، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عقاب: بتقدیر ”کی“ ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی اسم، مگر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کذلک: ظرف مستقر ”حقاً“ مصدر محذوف کی صفت، مگر مفعول مطلق مقدم، حق: فعل، کلمت ربک: مبدل منہ، انہم اصحاب النار: جملہ اسمیہ بدل، مگر فاعل، علی الذین کفروا: ظرف لغو، مگر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین یحملون العرش ومن حوہ یسبحون بحمد ربہم ویؤمنون بہ یتستفرون للذین امنوا﴾

الذین: موصول بہ حملون العرش: جملہ فعلیہ صلہ، مکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من حولہ موصول صلہ، مکر معطوف، مکر مبتدأ، یسبحون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، بہ حمد ربہم: ظرف مستقر حال، مکر فاعل، مکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یومنون بہ: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، یتستغفرون للذین امنوا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، مکر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿ربنا وسعت کل شیء ورحمة وعلما﴾
ربنا: نداء، وسعت: فعل "ت" ضمیر یتیز ہو رحمة: معطوف علیہ ہو، عاطفہ، علما: معطوف، مکر تمیز، مکر فاعل، کل شیء: مفعول، مکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، مکر جملہ ندائیہ ہو کر قول محذوف "قالین" کیلئے مقولہ، مکر شبہ جملہ ہو کر ماقبل "یتستغفرون" کے فاعل سے حال ہے۔

﴿فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقہم عذاب الجحیم﴾
ف: فصیح، اغفر: فعل امر بافاعل، لام: جار، الذین: موصول، تابوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتبعوا سبیلک: جملہ فعلیہ معطوف، مکر صلہ، مکر مجرور، مکر ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ق: فعل امر بافاعل، ہم: ضمیر مفعول، عذاب الجحیم: مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿ربنا وادخلہم جنت عدن التي وعدتہم ومن صلح من ابائہم وازواجہم وذریعتہم﴾
ربنا: نداء، و: عاطفہ، ادخل: فعل امر بافاعل، ہم: معطوف علیہ ہو، عاطفہ، من صلح موصول صلہ، مکر ذوالحال، من: جار، ابائہم وازواجہم وذریعتہم: مجرور، مکر ظرف مستقر حال، مکر معطوف، مکر مفعول، جنت عدن: موصوف، التي وعدتہم: موصول صلہ، مکر صفت، مکر مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿انک انت العزيز الحکیم﴾
انک: حرف مشبہ واسم، انت العزيز الحکیم: جملہ اسمیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، قہم السیات: فعل امر بافاعل ومفعول اول ثانی، مکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، من شرطیہ مبتدأ، تنق السیات: فعل امر بافاعل ومفعول، یومئذ: ظرف، مکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قدر حمة: جملہ فعلیہ جزا، مکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿وذلك هو الفوز العظيم﴾
و: عاطفہ، ذلك: مبتدأ، هو الفوز العظيم: جملہ اسمیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اعتراض﴾

"حم" کے بارے میں مفسرین کے اقوال:

۱۔ علماء مفسرین کے آیت کے تحت معنی و مطالب میں اختلاف ہے، مگر یہ کہتے ہیں کہ سید عالم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "حم" اللہ کے نام میں سے ایک نام ہے اور اس سے مراد محبوب دو عالم علیہ السلام کے رب کے خزانے کی چابیاں ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ "حم" سے مراد اسم اعظم ہے۔ اور اسم اعظم میں دیگر مقطعات مثلاً "الرحمن" بھی داخل ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ "حم" سے اللہ نے قسم ارشاد فرمانے کا اہتمام کیا ہے۔ قنادہ کہتے ہیں کہ "حم" قرآن کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ "حم" سے سورت کا آغاز کرنا مراد ہے۔ علامہ عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ "حم" میں حاء سے مراد حمید، حنان، علیم اور حکیم ہے اور میم سے مراد ملک، مجید، منان، منکبر، مصور ہے، اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ملتی ہے کہ ایک دیہاتی نے سید عالم علیہ السلام سے سوال کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! حم کے کیا معانی ہیں، ہم اسے اپنی زبان میں نہیں پہچانتے؟ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: "اس سے مراد سورتوں کو آغاز کرنا

ہے۔ نماک اور کسائی کہتے ہیں کہ حسم کے معنی یہ ہے کہ اس میں موجود معنی کا فیصلہ کیا جائے (یعنی اس میں موجود معنی کے ذریعے فیصلہ کیا جائے)۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ”حسم“ کے معنی اللہ کا امر ہے۔

☆..... مہلب بن ابی صفرہ ایسے شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اگر دشمن تم پر شب خون مارے تو تم یہ کہو: ”حسم لا ینصرون یعنی تم اللہ کے دشمن مدد نہ کئے جائے“۔

(سنن الترمذی، کتاب الجہاد، باب: ما جاء فی الشعار برفقہ: ۱۶۸۲، ص ۵۱۲)

اللہ ﷻ کی چار صفات کا بیان:

۲..... اللہ ﷻ کی صفات بہت ہیں لیکن اس مقام پر اللہ ﷻ کی چار صفات کا بیان موجود ہے، چنانچہ فرمایا: ”گناہ بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت عذاب کرنے والا ہے، بڑے انعام والا“۔

امام رازی فرماتے ہیں:

﴿غافر الذنب﴾ کے بارے میں امام جبائی نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ گناہ کو بخشنے والا ہے اور یہ بخشش کسی توبہ کے ذریعے تو کبھی بڑی عظیم طاعت کے ذریعے ہوتی ہے، یہ آیت درج ذیل وجوہات کی بناء پر بیان کی محتاج ہے:

(۱)..... کبیرہ کی بخشش توبہ کے بعد اور صغیرہ کی بخشش بندوں پر واجب ہونے والے امور کی ادائیگی سے ہوتی ہے اور تمام حضرات انبیائے کرام، اولیائے کرام و صالحین اور عام لوگ واجبات کی ادائیگی میں مشترک ہوتے ہیں، اور اگر ہم ﴿غافر الذنب﴾ کے معنی کو اسی طرح محمول کر لیں تو اللہ اور عام اطاعت گزار بندوں کے مابین ایک فرق پیدا ہو جائے گا اور یہ باطل ہے لہذا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کبیرہ گناہوں کو توبہ سے پہلے بھی (اپنی رحمت سے) معاف کر دیتا ہے اور یہاں بھی مطلوب ہے۔

(۲)..... غفران بمعنی ستر ہے، اور یہ کسی چیز کو چھپانے کا نام ہے کہ چیز کی حقیقت موجود ہونے کے باوجود وہ نظروں سے اوجھل ہو، اور صغیرہ گناہ نیکیوں کے کثیر ہونے کی وجہ سے جھپ کر دیئے جاتے ہیں، اور اس صورت میں ”الغفر“ کو غیر محمول مانتے ہوئے ﴿غافر الذنب﴾ کو توبہ کے بعد کبیرہ کے معاف ہونے پر محمول نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اللہ ﷻ توبہ قبول کرنے ہے لیکن اس قسم کا معاملہ نہیں فرماتا، اور اگر ایسے ہی مان لیا جائے تو ٹکرار لازم آئے گی اور ٹکرار باطل ہے، پس ثابت ہوا کہ اللہ ﷻ گناہ معاف فرمانے والا ہے اور (یہاں) کبیرہ گناہ توبہ سے پہلے معاف ہونا مراد ہیں۔

(۳)..... اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿قابل التوب﴾ میں دو ابحاث ہیں: ابو عبیدہ کے قول کے مطابق التوب مصدر ہے، اور انفس کے قول کے مطابق ”جماعة التوبة“ مراد ہے، مبرد کہتے ہیں: التوب کو مصدر کہنا درست ہے یعنی قاب يتوب توباً و توبة جس طرح قال يقول قولاً وقولاً، ہمارے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ جس بندے کی اللہ ﷻ توبہ قبول فرماتا ہے یہ اس کے فضل سے ہوا کرتا ہے، اور ایسا کرنا اللہ ﷻ پر واجب نہیں ہوتا، اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ پر توبہ قبول کرنا واجب ہے، اور ہمارے اصحاب کے مطابق توبہ قبول کرنا مدح و ثناء کے لئے ہے اور اگر اسے اللہ ﷻ پر واجب مان لیا جائے تو مدح کا عنصر انتہائی کم رہ جاتا ہے، اور مراد صالحین واجبات کی ادائیگی اور منظورات سے بچنے میں حد درجے کوششیں کرنے کی طرح ہو جائے گی۔

(۴)..... اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿شديد العقاب﴾، اس بارے میں کوئی جھگڑا نہیں ہے کہ ﴿غافر الذنب﴾ و قابل التوب ﴿دونوں حسین صفات ہیں اور ان دونوں صفات میں دوام و استمرار (پہیلی ہونے) کا معنی پایا جاتا ہے، بالکل اسی طرح ﴿شديد العقاب﴾ کے معنی میں بھی دوام و استمرار پایا جاتا ہے، کیونکہ اللہ ﷻ کی صفات میں حدوث و تجدد نہیں ہوتا، پس ﴿شديد العقاب﴾ کا معنی یہ

ہوگا کہ اللہ ﷻ سخت حساب لینے والا ہے، اور (اسی حیثیت سے) یہ معنی ہمیشہ رہے گا۔

(۵)..... جب اللہ ﷻ گناہ بخشے، تو بہ قول فرمانے والا ہے تو یہ صفات عظیم نعمت کے حصول کا منبع ہوتی ہیں، اسی لئے فرمایا: ﴿وادی السطول﴾ یعنی جہاں سخت حساب لینے والا ہے وہیں رحم و کرم فرمانے میں بھی عظیم حیثیت کا مالک ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ﴿وادی السطول﴾ کا معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے ہم پر بڑا عظیم فضل و کرم فرمایا، اور اسی کے پاک کلام میں یہ بھی ہے: ﴿اولوا السطول منہم﴾ (نور: ۸۶) اور یہ بھی ﴿ومن لم يستطع منکم طولا﴾ (النساء: ۲۵)۔
(الرازی، ج ۹، ص ۸۳ وغیرہ)

جدال کے معنی و مطالب کی تحقیق:

۳..... حجت، شبہ اور درستی کلام کے ذریعے خود سے فساد کو دور کرنا، جدال کہلاتا ہے اور یہی حقیقی خصومت کہلاتی ہے۔

(التعريفات، ص ۷۹)

جب مذاکرہ و مباحثہ سنجیدگی اور دلائل سے باہر نکل کر جھگڑے کی صورت اختیار کر جائے اسے جدال کہتے ہیں، اللہ ﷻ کی ذات و صفات اور آیات قرآن میں جدال کرنا کفر ہے۔ قرآن کے مطالعے سے ہم جانتے ہیں کہ کفار کبھی سید عالم ﷺ کے نکاح کرنے، کبھی کھانے پینے اور زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق، کبھی اللہ ﷻ کے مثالیں قائم کرنے مثلاً کبھی، محمد اور کبھی کا ذکر ہے اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ ان مثالوں سے کیا بیان کرنا چاہتا ہے؟۔ جنت، دوزخ، اور قرآن کو کبھی مذاق بنایا اور اس پر حد درجہ جھگڑے کئے۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جدال فی القرآن کفر یعنی قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔"
(مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ہریرہ، رقم: ۵۸۹۰، ج ۴، ص ۴۰۱)

☆..... حضرت عمر بن العاص نے سید عالم ﷺ سے روایت بیان کی فرمایا: "لا تماروا فی القرآن فان مرء فیہ کفر یعنی قرآن مجید میں بحث نہ کرو کیونکہ قرآن مجید میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔" (کنز العمال، کتاب الاذکار، باب: فرع فی محظورات، رقم: ۲۸۶۰، ج ۱، ص ۳۰۸)
بعض قسم کے جدال جائز ہوتے ہیں اور بعض اوقات واجب بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وجادلہم بالنی حسن اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو﴾ (النحل: ۱۲۵)۔ یعنی جس طرح سید عالم ﷺ لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے اللہ ﷻ کی جانب بلانے کا حکم دیا ساتھ ہی نہ ماننے والوں سے اچھے طریقے سے جدال کا حکم بھی دیا تاکہ نہ ماننے والے یہ نہ سمجھیں کہ وہ جو چاہیے کریں انہیں کوئی روک ٹوک نہیں سکتا۔

حاملین عرش کی کیفیات و صفات کا بیان:

۳..... روایت کی جاتی ہے کہ حاملین عرش کے پیر (جو ان کی شان کے لائق ہیں) زمین کی سب سے چلی تہہ میں اور سر (جو ان کی شان کے لائق ہیں) عرش سے اوپر ہیں اور ان کے خشوع کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہیں اٹھانے سے باز رہتے، اور یہ فرشتوں میں معزز ترین اور افضل ترین مخلوق ہیں، چنانچہ حدیث میں ہے:
☆..... "اللہ ﷻ نے تمام فرشتوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ صبح و شام حاملین فرشتوں عرش پر سلام پیش کریں اور اس سلام پیش کئے جانے میں ان فرشتوں کا تمام دیگر فرشتوں پر فضیلت بیان کرنا ہے۔"

اور کہا جاتا ہے کہ اللہ ﷻ نے عرش کو سبز قسم کے مادہ سے مخلیق فرمایا، اور اس کے پائے کے مابین پرندہ ایک پائے سے دوسرے پائے تک پہنچنے میں آٹھ ہزار سال میں پہنچے۔ ایک قول یہ ہے عرش کے گرد ستر ہزار فرشتوں کی صفیں ہیں اور یہ قیام کی حالت

میں ہیں، اور ان کی مبارک آوازیں جلیل و بکبیر میں بلند ہوتی ہیں، اور ان کے پیچھے ایک لاکھ فرشتوں کی جماعت ہے، اور ان میں سے ہر ایک کی تسبیح دوسرے کی تسبیح سے مختلف ہے، اور اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَيَسْتغفرون للذین امنوا﴾ یعنی یہ مقرب فرشتے اللہ ﷻ کی پاک بارگاہ سے ایمان والوں کے لئے بخشش کا سوال کرتے ہیں۔ اہل تفسیر کہتے ہیں کہ عرش ایک تخت کا نام ہے اور ایک مجسم جسم ہے جسے اللہ ﷻ نے تخلیق کیا ہے، اور فرشتوں کو اس کے اٹھانے کا حکم دیا ہے، اور فرشتے اللہ ﷻ کے حکم سے اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور اس کے ارد گرد طواف بھی کرتے ہیں جیسا کہ اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین میں ایک کعبہ بنانے کا حکم دیا کہ جس کے ارد گرد لوگ طواف کا فریضہ انجام دیں اور اسے نماز کا قبلہ بھی بتائیں۔

(القرطبی، الجزء: ۲۴، ص ۲۵۸)

☆..... حضرت عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں کہ میں وادی بطحاء میں تھا، اور وہاں ایک جماعت میں رسول اللہ ﷺ موجود تھے، ناگاہ ایک بادل گزرا، سید عالم ﷺ نے اسے دیکھ کر پوچھا: تم اس کو کیا کہتے ہو؟ مسلمانوں نے کہا: صحاب، آپ نے فرمایا: اور مزین بھی کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، مزین بھی کہتے ہیں، آپ نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ آسمان و زمین میں کتنا فاصلہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہم نہیں جانتے، آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے درمیان اکہتر، بہتر یا تہتر سال کا فاصلہ ہے، پھر اس آسمان کے اوپر دوسرا آسمان ہے، ان کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے سات آسمان گنوائے، پھر ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے، اس کی اوپری سطح اور اس کی گہرائی کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے، پھر اس کے اوپر آٹھ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت میں ہیں (حالیین عرش) کے کھروں سے ان کے گھنٹوں تک کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے اور انکی پٹھنوں کے اوپر عرش ہے، اس کی اوپری سطح اور چلی سطح کے درمیان بھی اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ ہے، پھر عرش کے اوپر اللہ ﷻ (اپنی شان کے لائق) موجود ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ الحاقۃ، رقم: ۳۳۳۱، ص ۹۵۷)

اغراض:

فمدنیان: پس سوائے دو آیات ﴿الا الذین یجادلون..... الخ﴾، ﴿لخلق السموت والارض﴾ مدنی ہیں باقی مکمل سورت کی ہے۔ للکافرین: اور نافرمان کہ جب انہیں سزا دی جائے تو اللہ ﷻ ان کا معاملہ سختی کے ساتھ نہیں فرماتا۔ ای الانعام الواسع: ایک قول ﴿الطول﴾ بمعنی المن ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے مراد غنا اور وسعت ہے۔ ہو موصوف علی الدوام: یہ عبارت ایک قول کے جواب میں ہے، کہا جاتا ہے کہ تینوں صفات ”غافر، قابل اور شدید“ مشتقات میں سے ہیں اور مشتقات کی اضافت تعریف کا فائدہ نہیں دیتی، پھر لفظ جلالہ میں معرفہ کی صفات کیسے واقع ہوگی؟ میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ اس مقام پر مشتق دوام کا قصد نہیں کیا گیا مگر یہ کہ قرآن میں اس قسم کی اور بھی مثال ہے: ﴿مالک یوم الدین﴾، ایک جواب اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمام مذکورہ صفات ابدال کے زمرے میں ہیں جس کا مقصد تعریف کا شرط کرنا نہیں ہوتا۔

ای ہو واقع موقعہ: یہ عذاب کا ان پر مسلط کرنا اللہ ﷻ کا ان کے ساتھ عدل کرنا ہوگا۔

ای یقولون سبحان اللہ وبحمدہ: حالیین عرش آٹھ ہیں، ان میں سے چار کا قول: ”سبحان اللہ وبحمدک لک الحمد علی علمک وحلمک“ ہوگا اور باقی چار کا قول: ”سبحانک اللهم وبحمدک لک الحمد علی عفوک بعد قدرتک“ ہوگا۔

ببصائرہم: تسبیح والے وصف کا ذکر کرنا ایمان والے وصف سے مستغنی کرتا ہے، اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ تسبیح کرنا زبان سے کئے جانے والے وظائف میں سے ہے اور ایمان لا نادل سے کئے جانے والے وظائف میں

سے ہیں، پس اس صورت میں مذکورہ اعتراض کا سدباب ہو گیا، پس اللہ ﷻ نے اپنی شان کے لائق کلام کا اہتمام فرمایا۔
ویقولون: موئین کے لئے استغفار کی کیفیت بیان کرنا مقصود ہے، اور یہ جملہ مقدر ہے جو کہ ترکیب کلام میں (مستغفرون) کی ضمیر سے حال بن رہا ہے۔ من الشوک: جب کہ ان پر کسی گناہ کا بوجھ ہو۔

فی وادخلہم: اولی صورت یہی ہے کہ (وومن صلح) کا عطف "و ادخلہم" کی ضمیر پر ہے، کیونکہ دعا کی قبولیت کے معاملے میں (و ادخلہم) صریح دلیل بنتی ہے اور اس کے مقابلے میں (و عدتہم) ضمنی دلیل بنتی ہے۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۱۷۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۷

﴿ان الذین کفروا ینادون﴾ من قبل الملائکہ ﴿وہم یمقتون انفسہم عند ذؤلہم النار﴾ لمقت اللہ ﴿ایاکم﴾ اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون ﴿فی الدنیا﴾ الی الایمان لکفرون ﴿۱۰﴾ قالوا ربنا امتنا الثنین ﴿اماتین﴾ و احيیتنا الثنین ﴿احیائین﴾ لانہم كانوا نطفاً أمواتاً فأحیوا ثم أمیتوا ثم أحیوا للبعث ﴿فاعترفنا بذنوبنا﴾ بکفرنا بالبعث ﴿فهل الی خروج﴾ من النار والرؤوع الی الدنیا لیتطیع ربنا ﴿من سبیل﴾ (۱۱) ﴿طریق وجوابہم لا﴾ ﴿ذلکم﴾ ای العذاب الذی انتم فیہ ﴿بالہ﴾ ای بسبب انہ فی الدنیا ﴿اذا دعی اللہ وحده کفرتہم﴾ بتوجیہہ ﴿وان یشرک بہ﴾ یجعل لہ شریک ﴿تؤمنوا﴾ تصدقوا

بالاشراک ﴿فالحکم﴾ فی تعذیبکم ﴿للہ العلی﴾ علی خلقہ ﴿الکبیر﴾ (۱۲) ﴿العظیم﴾ هو الذی یریکم ایہہ ﴿ذلائل توجیہہ﴾ وینزل لکم من السماء رزقاً ﴿بالمطر﴾ وما یتذکر ﴿یتعظ﴾ الا من

یتوب ﴿۱۳﴾ یرجع عن الشریک ﴿فادعوا اللہ﴾ أعبدوہ ﴿مخلصین لہ الدین﴾ من الشریک ﴿ولو کرہ﴾ الکفرون ﴿۱۴﴾ إخلاصکم منہ ﴿رفیع الدرجات﴾ ای اللہ عظیم الصفات او رافع درجات المؤمنین فی الجنۃ ﴿ذوالعرش﴾ خالقہ ﴿یلقی الروح﴾ الوحی ﴿من امرہ﴾ ای قولہ ﴿علی من یشاء من عبادہ﴾ لیسئلہم ینحوف الملقى علیہ الناس ﴿یوم التلاق﴾ (۱۵) ﴿یحذف الباء وائبہا یوم القيمة لتلاقی اهل السماء والارض والعاہد والمعبود والظالم والمظلوم فیہ یوم ہم بارزون﴾ خارجون من قبورہم ﴿لا یتخفی علی اللہ منہم شیء﴾ لمن الملک الیوم ﴿یتقوله تعالیٰ ویتجیب نفسه﴾ للہ الواحد

القہار ﴿۱۶﴾ ﴿ای لخلقہ﴾ الیوم تجزی کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم ﴿ان اللہ سریع الحساب﴾ (۱۷) ﴿یتحاسب﴾ جمیع الخلق فی نصف نهار من ایام الدنیا لحدیث بذالک ﴿وانلہم یوم الازلۃ﴾ یوم القيمة من آف الریحیل قُرب ﴿اذ القلوب﴾ تترقیع خوفاً ﴿لذی﴾ عندہ ﴿الحناجر کظمین﴾ ممتلین غماً حال من القلوب عوملت بالجمع بالباء والثون معاملة اصحابہا ﴿وما للظلمین من حمیم﴾ محبب ﴿ولا شفیع بطاع﴾ (۱۸) ﴿لا مفہوم للوصف اذ لا شفیع لہم اصلاً فما لنا من شافیین اولۃ مفہوم بناء علی زعمہم ان لہم شفعاء ای لو شفّعوا فرضا لم یقبلوا﴾ (بعلم) ﴿ای اللہ﴾ خانۃ

الاعین ﴿بِمَسَارِقِهَا النَّظَرَ إِلَىٰ مُحْرَمٍ﴾ ﴿وَمَا تَخْفَى الصُّدُورُ﴾ ﴿وَالْقُلُوبُ﴾ ﴿وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ط وَالذِّينَ
يَدْعُونَ﴾ ﴿يَعْبُدُونَ أَى كُفَّارُ مَكَّةَ بِالْبِائِءِ وَالنَّأْيِ﴾ ﴿مَنْ دُونَهُ﴾ ﴿وَهُمْ الْأَضْمَامُ﴾ ﴿لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ط﴾ ﴿فَكَيْفَ
يَكُونُونَ شُرَكَاءَ لِلَّهِ﴾ ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ﴾ ﴿لَا قَوْلَ لَهُمْ﴾ ﴿الْبَصِيرُ﴾ ﴿بِأَفْعَالِهِمْ﴾.

﴿ترجمہ﴾

پیشک جنہوں نے کفر کیا انہیں ندا کی جائے گی (فرشتوں کی طرف سے وہ جہنم میں داخلے کے وقت خود اپنی جانوں سے بیزار ہوں گے) کہ ضرور (تم سے) اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جیسے تم اپنی جان سے بیزار ہو.....!..... جب (دنیا میں) ایمان کی طرف بلائے جاتے تو تم کفر کرتے کہیں گے: اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو موتیں دیں (انستین کا موصوف اہانتین محذوف ہے) اور دوبار زندہ کیا (انستین کا موصوف احياء تین محذوف ہے، پہلے یہ لوگ نطفوں کی صورت میں مردہ تھے تو انہیں زندہ کیا گیا پھر انہیں موت دی گی پھر دوبارہ حساب کتاب کے لیے انہیں زندہ کیا گیا..... ۱.....) اب ہم اپنے سے گناہوں (یعنی حشر و نشر کا انکار کرنے) پر مقرر ہوئے تو (آگ سے) نکلنے کی (دوبارہ دنیا کی طرف لوٹنے کی) بھی کوئی راہ ہے (اور ان کے لیے جواب یہ ہوگا نہیں، ۲.....) سبیل بمعنی طریق ہے) یہ (یعنی یہ عذاب جس میں تم مبتلا ہو) اس سبب ہوا (بسانہ بمعنی بسبب انہ ہے) کہ جب (دنیا میں) ایک اللہ کو پکارا جاتا تو تم (اس کی توحید کے ساتھ) کفر کرتے اور اس کا شریک ٹھہرایا جاتا (یعنی اس کے لیے شریک بنایا جاتا) تو تم مان لیتے (اس شرک کی تم تصدیق کر لیتے) تو حکم (تمہیں عذاب دینے کے بارے میں) اللہ کا ہے..... ۳..... جو غلبہ رکھنے والا ہے (اپنی مخلوق پر) اور عظمت والا ہے (الکبیر بمعنی العظیم ہے) وہی ہے کہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے (اپنی توحید کے دلائل دکھاتا ہے) اور تمہارے لیے (بارش کے ذریعے) آسمان سے روزی اتارتا ہے اور نصیحت نہیں مانتا (یعنی یعصی ہے) مگر جو (شرک سے) رجوع کر لے (نیب بمعنی یوجع ہے) تو اللہ کی بندگی کرو (ادعوا بمعنی اعبدا ہے) اپنی عبادت کو (شرک سے) خالص کرتے پڑے برامیں کافر (تمہاری عبادت کے اخلاص سے) رفیع الدرجات (اس کا معنی یا تو یہ ہے کہ اللہ عظیم صفات والا ہے یا پھر یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ جنت میں مسلمانوں کے درجات کو بلند فرمانے والا ہے..... ۴.....) عرش کا خالق (ذو العرش بمعنی خالق العرش ہے) روح ڈالتا ہے اپنے امر سے (یعنی اپنے فرمان سے، الروح بمعنی الوحی ہے..... ۵.....) اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے کہ وہ (جس پر وحی ڈالی گئی ہے) ڈارے (لوگوں کو، وہ جس پر وحی ڈالی گئی، بندہ بمعنی یخوف ہے) ملنے کے دن سے (یوم التلاق حذف یا اور اثبات یا التلاقی پڑھا گیا ہے، یوم التلاق سے مراد روز قیامت ہے، قیامت کے دن کو یوم التلاق اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن زمین اور آسمان والے غابد اور معبود ظالم و مظلوم مل جائیں گے) جس دن وہ بالکل ظاہر ہو جائیں گے (اپنی قبروں سے نکل آئیں گے) اللہ پر ان کا کچھ حال چھپانہ ہوگا..... ۶..... آج کس کی بادشاہی ہے؟ (یہ بات اللہ جل جلالہ فرمایا پھر خود ہی جواب دینا) ایک اللہ کی جو (اپنی مخلوق پر) غلبہ رکھنے والا ہے آج ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے گی آج کسی پر زیادتی نہیں پیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے (وہ تمام ہی مخلوق کا حساب دنیاوی دنوں کے اعتبار سے نصف النہار کی مقدار میں لے گا اس بارے میں حدیث پاک وارد ہے) انہیں ڈراؤ اس نزدیک آنے والے دن سے (یعنی بروز قیامت سے، "ازفة" ازف الـرحول سے ہے بمعنی قرب ہے..... ۷.....) جب دل (خوف کے سبب سے بلند ہو جائیں گے) گلوں کے پاس غم میں بھرے (کاظمین کے معنی غم میں بھرے..... ۸.....) لدی بمعنی عند ہے، "کاظمین" "قلوب" سے حال ہے، اصحاب قلوب کے قلوب کے لیے بھی یہاں

جمع ذکر سالم ذکر کیا گیا ہے) اور عالموں کا نہ کوئی دوست (حمیم بمعنی محب ہے) نہ کوئی سفارشی جس کا کہلا تا جائے (جس کی شفاعت قبول کی جائے، یہاں بطاع جو کہ صفت بن رہا ہے اس کا کچھ مفہوم نہیں کیونکہ کفار کا اصلاً کوئی سفارشی نہ ہوگا اس پر دلیل یہ قول ہے: ﴿فما لنا من شافعين﴾ یا اس صفت کا مفہوم اس طور پر ہے کہ خود کفار کے گمان کے مطابق ان کے لیے سفارشی ہوں گے تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا: اگر بالفرض کفار کے سفارشی ان کے حق میں سفارش کر بھی دیں تب بھی ان کی سفارش قبول نہ کی جائے گی (یہ معنی اللہ ﷻ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ (محارم کی طرف چوری چھپے نگاہ ڈالنے کو) اور جو کچھ سینوں (یعنی دلوں) میں چھپا ہے اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے اور جو چوتے ہیں (یعنی کفار کہ، بیدعون علامت مضارع تاء اور باء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ بمعنی بعدون ہے) اس کے ماسوا کو (یعنی بتوں کو) وہ کچھ فیصلہ نہیں کرتے (پھر وہ اللہ ﷻ کے شریک کیسے ہو سکتے ہیں؟) بیشک اللہ وہی سننے والا ہے (ان کی باتوں کو) اور دیکھنے والا ہے (ان کے افعال)۔

﴿تَرْكِيْب﴾

﴿ان الذين كفروا ينادون لمقت الله اكبر من مقتكم اذ تدعون الى الايمان﴾

ان: حرف مشبہ، الذين كفروا: موصول صلہ، لمقت اسم، ينادون: فعل باقاعل، لام: تاکیدیہ بمعنی مصدر مضاف، الله: اسم، جلال مضاف الیہ، اذ مضاف، تدعون الى الايمان: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، لمقت ظرف، لمقت جملہ مبتدأ، اكبر من مقتكم: شبہ جملہ خبر، لمقت اسمیہ مفعول، لمقت جملہ فعلیہ خبر، لمقت جملہ اسمیہ۔

﴿فتكفرون﴾ قالوا ربنا ائمتنا ائمتين واحييتنا ائمتين فاعترفنا بذنوبنا فهل الى خروج من سبيل ﴿
ف: عاطفہ، تكفرون: فعل باقاعل، لمقت جملہ فعلیہ، قالوا قول بربنا: نداء، ائمتنا: فعل باقاعل ومفعول، ائمتين: مفعول مطلق، لمقت جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ائمتين: فعل باقاعل ومفعول، ائمتين: مفعول مطلق، لمقت جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، اعترفنا بذنوبنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ثانی، ف: عاطفہ، هل جوف استفهام، الى خروج: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، سبيل: مبتدأ مؤخر، لمقت جملہ اسمیہ معطوف ثالث، لمقت جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، لمقت جملہ قولیہ۔

﴿ذلكم بانہ اذا دعى الله وحده كفرت﴾

ذلكم: مبتدأ، ب: جار، انه: حرف مشبہ واسم، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فی مقدم، دعى: فعل مجہول، الله: ذوالحال، و: وحده: حال، لمقت نائب الفاعل، لمقت جملہ فعلیہ شرط، كفرت: جملہ فعلیہ جزا، لمقت جملہ شرطیہ خبر، لمقت جملہ اسمیہ ہو کر مجرور، لمقت ظرف مستقر خبر، لمقت جملہ اسمیہ۔

﴿وان يشرك به تو منوا فالحكم لله العلى الكبير﴾

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، يشرك به: جملہ فعلیہ شرط، تو منوا: جملہ فعلیہ جزا، لمقت جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، الحكم: مبتدأ، لام: جار، الله: موصوف، العلى الكبير: صفتان، لمقت مجرور، لمقت ظرف مستقر خبر، لمقت جملہ اسمیہ۔

﴿هو الذى يريكم ايته وينزل لكم من السماء رزقا وما يتذكروا من ينسب﴾

هو: مبتدأ، الذى: موصول، يريكم ايته: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ينزل لكم: فعل باقاعل وظرف نفو، من السماء: ظرف نفو ثانی، رزقا: مفعول، لمقت جملہ فعلیہ معطوف، لمقت صلہ، لمقت خبر، لمقت جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما يتذكروا: فعل نفی، الا: اداة حصر، من ينسب: موصول صلہ، لمقت فاعل، لمقت جملہ فعلیہ۔

﴿فادعوا الله مخلصين له الدين ولو كره الكفرون﴾

ف: نصیحة، ادعوا بفعل امر واو ضمیر ذوالحال، مخلصین: اسم فاعل بافاعل، له: ظرف لغو، الدین: ذوالحال، و: حالیه، لو: وصلیہ، کرہ الکفرون: جملہ فعلیہ حال، بلکر مفعول، بلکر شبہ جملہ ہو کر حال، بلکر فاعل، اللہ: مفعول، بلکر جملہ فعلیہ شرطیہ محذوف "اذا کان الامر کما ذکر" کی جزاء، بلکر جملہ شرطیہ۔

﴿رفیع الدرجت ذوالعرش یلقى الروح من امره علی من یشاء من عباده لینذر یوم التلاق﴾ یوم ہم ہارزون لا یخفی علی اللہ منهم شیء﴾۔

رفیع الدرجت: مبتدا محذوف "اللہ" کیلئے خبر اول، ذوالعرش: خبر ثانی، یلقى الروح: فعل بافاعل ومفعول، من امره: ظرف لغو، علی: جار، من یشاء: موصول صلہ، بلکر ذوالحال، من عباده: ظرف مستقر حال، بلکر مجرور، بلکر ظرف لغو ثانی، لام: جار، ینذر: فعل بافاعل، یوم التلاق: مبدل منہ، یوم: مضاف، ہم: مبتدا، ہارزون: خبر اول، لا یخفی علی اللہ: فعل وظرف لغو، منهم: ظرف مستقر حال مقدم، شیء: ذوالحال، بلکر فاعل، بلکر جملہ فعلیہ خبر ثانی، بلکر جملہ اسمیہ مضاف الیہ، بلکر بدل، بلکر مفعول، بلکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، بلکر ظرف لغو، بلکر جملہ فعلیہ خبر ثالث، بلکر جملہ اسمیہ۔

﴿لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار﴾۔

لمن: ظرف مستقر خبر مقدم، الملک الیوم: شبہ جملہ مبتدا، بلکر جملہ اسمیہ ہو کر قول محذوف "یقول تعالیٰ" کیلئے مقولہ، بلکر جملہ قولیہ متانفہ، لام: جار، اللہ: موصوف، الواحد القہار: صفتان، بلکر مجرور، بلکر ظرف مستقر مبتدا محذوف "الملک" کیلئے خبر، بلکر جملہ اسمیہ۔

﴿الیوم تجزی کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم ان اللہ سریع الحساب﴾۔

الیوم: ظرف مقدم، تجزی کل نفس: فعل مجہول بانائب الفاعل، بما کسبت: ظرف لغو، بلکر جملہ فعلیہ، لا نفی، ظلم: اسم، الیوم: ظرف متعلق محذوف خبر، بلکر جملہ اسمیہ، ان اللہ حرف مشبہ واسم، سریع الحساب: خبر، بلکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانذرہم یوم الازفة اذ القلوب لیدی الحناجر کظمین ما للظلمین من حمیم ولا شفیع یطاع﴾۔

و: عاطفہ، انذرہم: فعل بافاعل ومفعول، یوم الازفة: مبدل منہ، اذ: مضاف، القلوب: ذوالحال، کاظمین: حال اول، ما: تانیہ، للظلمین: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، حمیم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، شفیع: موصوف، یطاع: جملہ فعلیہ صفت، بلکر معطوف، بلکر مبتدا مؤخر، بلکر جملہ اسمیہ حال ثانی، بلکر مبتدا، لیدی الحناجر: ظرف خبر، بلکر جملہ اسمیہ مضاف الیہ، بلکر بدل، بلکر مفعول ثانی، بلکر جملہ فعلیہ۔

﴿یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور﴾ واللہ یقضى بالحق والذین یدعون من دونہ لا یقضون بشیء﴾۔

یعلم: فعل بافاعل، خائنة الاعین: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما تخفی الصدور: موصول صلہ، بلکر معطوف، بلکر مفعول، بلکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، یقضى بالحق: جملہ فعلیہ خبر، بلکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الذین: موصول، یدعون من دونہ: جملہ فعلیہ صلہ، بلکر مبتدا، لا یقضون بشیء: جملہ فعلیہ خبر، بلکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان اللہ هو السميع البصیر﴾۔

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، ہو: مبتدا، السميع البصیر: خبر ان، بلکر جملہ اسمیہ خبر، بلکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح واغراض﴾

کافرون کا اپنی جان سے بیزار ہونا:

۱..... پیٹک کفر والوں کو قیامت کے دن جہنم کے پہرے دارعدا میں گے اس حال میں کہ وہ کفار جہنم میں پڑیں ہو گئے اور اپنے نفوس کے گناہوں کے سبب وہ اپنے آپ سے بیزار ہو گئے کیونکہ اس وقت ان کے گناہ پر پیش کئے جائینگے اور وہ ان کا بدلہ اور سزا کا معاوضہ کر چکے ہو گئے تو اس وقت انہیں کہا جائے گا کہ اللہ کی تم سے بیزاری بہت زیادہ ہے جو تمہیں اپنے آپ سے ہے۔ تمہیں یاد ہے جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے۔ اِذْ تَدْعُوْنَ يٰۤاَسْفٰلَ السَّمٰوٰتِ سٰمِعٰتِ اللّٰهِ ۗ وَاَلَّا تَكُنَّ مِنَ السَّمٰوٰتِ اللّٰهِ ۗ کی طرف نہیں کیونکہ مقت مصدر ہے جو کہ مبتداء میں رہا ہے۔ کیونکہ جب مصدر کی خبر ذکر کر دی گئی تو پھر اس سے کسی ایسی چیز کا تعلق جائز نہیں جو صلہ میں واقع ہو کیونکہ خبر کا مذکور ہونا جملہ کے تام ہونے پر دلالت کرتا ہے اور صلہ میں کسی چیز کا مصدر کے متعلق ہونا جملہ کے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ”اِذْ تَدْعُوْنَ“ اور ”مقتکم“ کی طرف بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ انہیں تو اپنے نفسوں سے بیزاری عذاب میں واقع ہونے کے بعد ہوگی۔ یا پھر اذیرائے طرف نہیں بلکہ حکم کی علت بیان کرنے کے لئے ہے (اذ تعلیبہ ہے) البتہ دونوں بیزاریوں یعنی ”مقت اللہ“ اور ”مقتکم انفسکم“ کا وقت ایک ہی ہے۔ (المطہری، ج ۶، ص ۱۶۶)

دو اموات اور دو حیات کے بارے میں مفسرین کی آراء:

۲..... ہم درج ذیل میں مفسرین کے اقوال ذکر کرتے ہیں:

(۱)..... قمارہ کہتے ہیں: ﴿اٰمَنَّا اٰتِنٰتِنِ وَاٰحِيٰتِنَا اٰتِنٰتِنِ﴾ سے مراد یہ ہے کہ لوگ اپنے باپوں کی پشت میں مُردہ تھے انہیں دنیا میں اللہ نے زندہ کر کے بھیجا، پھر دنیا میں روح کے جسم خاکی سے جدا کرنے پر مُردہ کر دیا اور انہیں دوبارہ قیامت کے دن اٹھائے گا پس یہی دو اموات اور دو حیات کا نظریہ ہے۔ (المطہری، الجزء ۲۴، ص ۵۶)

(۲)..... پہلی حیات جو مُردہ نطقہ کی تشکیل سے انسان کی صورت میں روح کے ساتھ دنیا میں آنے کے بعد موت آنے کے بعد ختم ہوئی جو موت کی صورت میں معروف ہے اور دوسری مرتبہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کی صورت میں ہوگی۔ (حاشیۃ الشہاب، ج ۸، ص ۲۴۵)

(۳)..... حضرت ابن عباس کہتے ہیں: لوگ اپنے باپ کی صلب میں تھے تو اللہ نے انہیں زندہ کر کے دنیا میں بھیجا پھر انہیں موت دی اور پھر انہیں قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھائے گا پس یہی دو حیات اور دو اموات کا نظریہ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ انہیں دنیا میں مُردہ کیا اور قبر میں زندہ کیا تا کہ سوال جواب ہو سکیں، پھر انہیں قبر ہی میں مُردہ کر دے گا اور پھر آخرت میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔ (المخازن، ج ۴، ص ۷۰)

”حکم اللہ ﷻ کا ہے“ کے مصادیق خوارج ہیں:

۳..... اہل خوارج اس آیت ”حکم اللہ کا ہے“ کے تحت کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کے علاوہ کوئی فیصلہ یا حکم کرے تو وہ کافر ہے۔ خارجی گروہ کوفہ کے زاہدوں کا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے اس وقت باہر ہو گئے جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عباس رضی اللہ عنہ نے) فیصلہ کیا، اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ و امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین مجاہدہ ہو تو دونوں فریقین اس پر متفق ہو گئے کہ خلافت کس کا حق ہے؟ اور دونوں فریق ان کے فیصلے پر راضی ہو گئے، خارجی گروہ نے اس موقع پر یہی آیت: ﴿فَاَلْحٰكِمَ لِلّٰهِ﴾ کہا، جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے ارشاد فرمایا: کہ بات صحیح ہے لیکن اس کا معنی جو یہ لوگ کر رہے ہیں باطل ہے، یہ گروہ بارہ ہزار کی تعداد میں تھا جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کیا اور مخالفت پر ڈٹ گئے اور لوگوں کا خون بہانا اور لوٹ مار کرنا شروع کر دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے فیصلے سے رجوع کرنے کا حکم ارشاد فرمایا لیکن یہ لوگ سوائے جنگ کے کسی فیصلے پر آمادہ نہ ہوئے۔ پس ان سے بغداد کے قریب نہروان نامی علاقے میں قتال ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں سے اکثر کو

قتل کر دیا اور آخر میں بہت تھوڑے لوگ بچے۔

(روح البیان، ج ۸، ص ۲۲۱)

☆..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”آخری وقت میں میری امت سے ایک ایسا گروہ نکلے گا کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو، ان کے روزے کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے لیکن ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔“

(صحیح البعاری، کتاب المناقب، باب: علامة النبوة فی الاسلام رقم: ۳۶۱۰، ص ۶۰۵ بتغیر قلیل)

☆..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے سید عالم ﷺ سے یہ حدیث پاک سنی تھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان (خوارج) سے جنگ کی تھی، اس وقت میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو تلاش کرنے کا حکم دیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے اس گروہ کی علامت کے طور پر بیان فرمایا تھا، اس کو تلاش کیا گیا، پھر وہ لایا گیا، میں نے اس کو دیکھا تو اس کا پورا اعلیٰ سید عالم ﷺ کے بیان کردہ اوصاف کے مطابق تھا۔“ (المرجع السابق)

☆..... حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خوارج کا ذکر کر کے فرمایا: ”ان میں ایک ایسا شخص ہے جس کا ہاتھ ناقص ہے یا کٹا ہوا ہے اور اگر تم اس خوشی میں نیک اعمال کو ترک نہ کرو تو میں تمہیں وہ حدیث بیان کروں جس میں اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کی زبان سے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے، جو خوارج سے قتال کریں گے، میں نے پوچھا: کیا آپ نے خود سید عالم ﷺ کی زبان سے اس حدیث کو سنا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ فرمایا: ہاں، رب کعبہ کی قسم۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب اتباع السنة، باب: فی ذکر الخوارج، رقم: ۱۶۷، ص ۴۵)

☆..... حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”خوارج جہنم کے گتے ہیں۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب اتباع السنة، باب: فی ذکر الخوارج، رقم: ۱۷۳، ص ۴۶)

☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”آخر زمانہ میں یا اس امت میں سے ایک قوم نکلے گی، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کی علامت سر (یا مونچھیں) منڈانا ہے، جب تم ان کو دیکھو تو تم ان کو قتل کرو۔“ (سنن ابن ماجہ، کتاب اتباع السنة، باب: فی ذکر الخوارج، رقم: ۱۷۵، ص ۴۷)

”رفیع الدرجات“ کے متعلق قرآن وحدیث کی نشاندہی:

۴..... اللہ ﷻ کن کے درجات بلند فرماتا ہے، ہم درج ذیل میں آیات قرآنی واحادیث طیبہ ذکر کرتے ہیں:

(۱)..... حضرات انبیائے کرام کے درجات کس طرح بلند ہوتے ہیں؟

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَلِكِ الرِّسْلَ فُضْلُنَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْ كَلِمِ اللّٰهِ وَرَفَعُ بَعْضُهُمْ دَرَجَتٍ يَّه رَسُوْلٍ هِیْنَ كِهْ هَمْ نِهْ اِنْ مِیْلَ اَیْكٍ كُو دُو سِرِّیْ پَر اَفْضَلُ كِیَا اِنْ مِیْلَ كِسِیْ سِهْ اللّٰهِ نِهْ كَلَامِ كِیَا اُو رُو كُوْنِیْ وَهْ هِیْ جِسِّیْ سَبِّیْ پَر دُرُجُوْلَیْ بَلَنْدُ كِیَا (البقرة: ۲۵۳)﴾

(۲)..... سید عالم ﷺ کے درجات کس طرح بلند ہوئے؟

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اُو رِهْمَ نِهْ تِهْمَارِیْ لِنِهْ تِهْمَارِ اذْ كِر بَلَنْدُ كِر دِیَا (الم نشرح: ۲)﴾

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّكَ مِنْ الْاُولٰی اُو رِیْشِكُ كِچھلی تِهْمَارِیْ لِنِهْ تِهْمَارِیْ سِهْ بِهْتَرِیْ (الضحیٰ: ۴)﴾

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَرَفَعُ بَعْضُهُمْ دَرَجَتٍ اُو رُو كُوْنِیْ وَهْ هِیْ جِسِّیْ سَبِّیْ پَر دُرُجُوْلَیْ بَلَنْدُ كِیَا (البقرة: ۲۵۳)﴾

(۳)..... علماء کے درجات کس طرح بلند ہوتے ہیں؟

رب کریم ﷻ نے فرمایا: ﴿يَرْفَعُ اللّٰهُ الدِّیْنِ اَمْنُوَا مِنْكُمْ وَالدِّیْنِ اُو تُو الْعِلْمِ دَرَجَتٍ اللّٰهُ تِهْمَارِیْ اَیْمَانِ الْوَالُوْلِیْ كِهْ اُو رِیْ كِهْ جِنِّیْ

کو ظلم دیا گیا اور ہے بلند فرمائے گا (المجادلہ: ۱۱) ﴿

(۳)..... اولیائے کرام و صالحین مقربین کے درجات کس طرح بلند فرمائے؟

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وہو الہدیٰ جمعکم خلف الارض ودرج بعضکم فوق بعض درجات لیلوکم فی ما انکم اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی (الاسم: ۱۶۵) ﴿

☆..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے: ”جو لوگ میرے جلال ذات سے محبت کرتے ہیں ان کے لئے نور کے ایسے منبر ہونگے جن پر انبیاء و کھبذاء رشک کریں گے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب: ما جاء فی الحب فی اللہ، رقم: ۲۳۹۷، ص ۶۹۲)

روح بمعنی وحی :

۵..... اور جان لو کہ عالم ظہور میں ظاہری حالت کے اعتبار سے کسی کو روحانیت سے مشرف کیا جاتا ہے تو وہ سلسلہ وحی ہے، اور وحی کا پایا جانا پانچ ارکان کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ (۱)..... رسول بنا کر بھیجنے والی ذات اللہ ﷻ کی ہے، پس اسی بناء پر وحی بھیجنے کی نسبت اللہ ﷻ کی طرف کی جاتی ہے، پس اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿یسلقی الروح﴾ (۲)..... الارصال (بھیجتا) اور الوحی (وحی) سے اللہ ﷻ نے روح مراد لی ہے۔ (۳)..... اللہ ﷻ کی جانب سے حضرات انبیائے کرام تک وحی کا بھیجا جانا فرشتوں کے ذریعے ممکن ہو سکتا تھا، اور آیت مقدسہ ﴿من امرہ﴾ میں اسی جانب اشارہ ہے، اور روحانی رکن کا نام ”امر“ رکھا جیسا کہ فرمایا: ﴿واوحی فی کل سماء امرہا﴾ (نملک: ۱۲) ﴿اور فرمایا: ﴿الا لہ الخلق والامر سنوا﴾ کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا (الاعراف: ۵۴) ﴿۔ (۴)..... حضرات انبیائے کی جانب اللہ وحی بھیجتا ہے، جس کی جانب ﴿علی من یشاء من عبادہ البقرة: ۹۰﴾ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (۵)..... غرض متعین کرنے اور مقصود اصلی یعنی وحی کو حضرات انبیائے کرام کی جناب میں پہنچانے کے لئے، اور یہ اس بناء پر کہ حضرات انبیائے کرام عالم دنیا سے عالم خلق کی جانب مخلوق (خدا) میں تصرف کرتے ہیں، اور جسمانی و روحانی اعتبار سے ان پر بوجھ ڈالتے ہیں اور اسی کی جانب ﴿لینذر یوم التلاق یوم ہم بارزون﴾ (سورن: ۱۰۵) ﴿ میں اشارہ ہے اور یہ عجیب و غریب ترتیب ہے جو کہ مکاشفات الہیہ کے (ظاہر ہونے) پر دلالت کرتی ہے۔ (الرازی، ج ۹، ص ۴۹۹)

بروز قیامت مستور چیزوں کے منکشف ہونے کی وجوہ:

۱..... اس بارے میں علامہ آلوسی نے چند اقوال ذکر کئے گئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)..... مقاتل کہتے ہیں کہ خالق و مخلوق کے ملنے کی وجہ سے تمام چیزیں منکشف ہو جائیں گی۔

(۲)..... قیامت میں تمام مخلوق اللہ کے حضور پیش ہونے کی وجہ سے کچھ مخفی نہ رہے گا۔

(۳)..... سندی کہتے ہیں کہ آسمانی وزینی مخلوق کے انقاء کی وجہ سے سب کچھ منکشف ہو جائے گا۔

(۴)..... میمون بن مہران کہتے ہیں کہ ظالم و مظلوم کے مل جانے کی وجہ سے کچھ ظاہر ہو جائے گا۔

(۵)..... شعبی کا قول ہے کہ ہر شخص کا عمل اس دن واضح ہو جائے گا۔

(روح المعانی، الجزء ۲۴، ص ۴۲۳)

☆..... قتادہ کہتے ہیں: ﴿یوم ہم بارزون لا ینحی علی اللہ منہم شیء﴾ (سورن: ۱۶) ﴿ یعنی اللہ پر ان کا سب کچھ ظاہر ہو جائے گا، اس دن وہ کسی پہاڑ یا عمارت میں بھی نہ چھپ سکیں گے۔

(الطبری، الجزء ۲۴، ص ۶۱)

آزفہ کی لغوی تحقیق :

بے..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ازفست الازفہ﴾ یعنی قیامت کا نزدیک ہونا، اور ازف والحد دونوں قریب متضاد معنی میں مستعمل ہیں، لیکن ”ازف“ کو وقت کی تنگی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، اور وقت کی تنگی کو بھی کہا جاتا ہے کسی چیز کے قریب ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور آتی بناء پر قیامت کے قریب ہونے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿اسی امر اللہ﴾ یہاں بھی ماضی کے ساتھ تعبیر کرنے کی وجہ یہی ہے کہ وقت کم ہے اور اللہ کا فیصلہ آنے والا ہے، اور اسی طرح فرمایا: ﴿وانذرہم یوم الازفہ﴾۔

(المفردات، ص ۲۶)

کاظمین کی لغوی تحقیق:

۸..... کظم کے معنی روح کا نکالنا، اسی سے کظوم ہے جس کا معنی سانس روکنا، یا خاموشی اختیار کرنا بھی ہے۔ کظیم فلان یعنی فلان نے سانس روک لی اور غصہ روک لینا جیسا کہ فرمایا ﴿والکظیمین الغیظ﴾ اسی سے کظم الرجل یعنی آدمی خاموش ہو گیا، اور کظم النہر یعنی پانی کا مونہ بند ہو گیا۔

(المفردات، ص ۴۳)

اغراض:

وہم یمقتون انفسہم: اپنی جانوں پر غضبناک ہو گئے، گویا کہ اپنی جانوں پر گواہی کا اظہار یوں کریں گے: ”اے میرے نفس تجھ سے بیزاری ہے“، جب کافر آگ میں ہو گئے فرشتے کہیں گے: اللہ تمہیں بیزار کرے، تم دنیا میں تھے اور اللہ ﷻ نے تم پر رسول بھیجے لیکن تم ایمان نہ لائے، تمہاری اپنی بیزاری آج کے دن سخت ترین ہے۔“

لانہم نطفًا اموات: جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے کہ ”نطفًا“ بر بنائے حال منصوب ہے، مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے: ”لانہم کانوا او خلقوا نطفًا“، کیونکہ موت حیات کو ختم کر دیتی ہے چہ جائے کہ یہ حیاتی پیدا ہوتے ہی ختم ہو جائے یا کچھ عرصے بعد ختم ہو۔ بالمطر: بمعنی بسببہ ہے، اس لئے کہ پانی تمام ارزاق (رزق کی جمع ارزاق ہے، بارش کو بھی کہتے ہیں) کا سبب حیات ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ من الشریک: چہ جائے کہ مراد شریک اصغر ہو یا اکبر، شریک اکبر سے مراد کفر اور اصغر سے مراد ربیاء ہے۔

ای اللہ عظیم الصفات: اس جملے میں اس کلمہ کا اشارہ ہے کہ ﴿رفیع﴾ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کی خبر محذوف ہے، مراد یہ ہے کہ اللہ کی ذات پاک ہر قسم کے نقص سے پاک ہے۔

اور رافع: میں اس جانب اشارہ ہے کہ فعلی اسم مبالغہ کا صیغہ ہے جو کہ اسم فاعل سے محول ہے۔

الملقی علیہ: مراد الانذار کا فاعل ہے، جو کہ موصول ﴿علی مہم بشاء﴾ سے کنایہ ہے، اور مفعول اول محذوف ہے جس کی جانب مفسر نے ”الناس“ سے اشارہ کیا ہے، اور مفعول ثانی اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿یوم التلاق﴾ ہے۔

خارجون من قبورہم: یعنی ظاہر ہیں کسی چیز سے چھپے ہوئے نہیں، تاکہ زمین ہموار ہو جائے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں، برہنہ اور غیر محتون شدہ اٹھیں گے۔“

یقول اللہ تعالیٰ: کہا جاتا ہے کہ حدیث میں ہے: ”قیامت کے دن لوگ چاندی کی مثل سفید زمین پر اکٹھے کئے جائیں گے، اس زمین پر اللہ کی کوئی نافرمانی نہ کرے گا، منادی کو ندا کا حکم کیا جائے گا ﴿لمن الملک الیوم﴾ پس مومن و کافر سب کہیں گے: ﴿اللہ الملک الیوم﴾ پس اللہ ﷻ اپنے مومن و کافر بندے کو فرمائے گا: ﴿اللہ الواحد القہار﴾ پس یہ جواب مومن کے لئے باعث سرور و لذت ہوگا اور کافر کے لئے غم اور دہشت کا باعث ہوگا، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ دونوں نجات کے مابین جب کہ تمام مخلوق

نہا ہو جائے گی اور فقط اللہ ﷻ کی ذات باقی ہوگی اور اس کے سوا کوئی شے نہ دیکھی جائے گی: ﴿لَمَّا نَسُوا مَا آلَهُمُ الْيَوْمَ﴾ تو اللہ اپنی ذات بالا صفات کو چالیس سال بعد جواب دے گا: ﴿لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ کیونکہ اللہ کی ذات قہر و غضب لہرائے کر باقی ہے۔ فی قدر نصف النہار: یعنی کوئی کسی کے حساب میں مشغول نہ ہوگا بلکہ ہر انسان اللہ ﷻ کو محاسب دیکھے گا۔
بمسار قنہما النظر الی محرم: یعنی جب کوئی کسی عورت پر نظر کرتا ہے، پس پھر جب اس عورت کے گھر والوں میں سے کوئی اسے دیکھ لے تو وہ اپنی نظر پھیر لیتا ہے اور پھر گھر والوں کی نظر سے بچ کر دوبارہ اس کی جانب دیکھتا ہے۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۱۸۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۸

﴿اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین کانوا من قبلہم﴾ کالوا ہم اشد منہم
قوة ﴿وفی قرآنة منکم﴾ واثارا فی الارض ﴿من مصابیح و قُصُورٍ﴾ فاخذہم اللہ ﴿اهلکہم﴾ ہلکونہم ط
وما کان لہم من اللہ من واق ﴿۲۱﴾ عذابہ ﴿ذلک بانہم کانوا تاتہم رسلہم بالبینات﴾ بالمعجزات
الظاہرات ﴿فکفروا فاخذہم اللہ طانہ قوی شدید العقاب ﴿۲۲﴾ ولقد ارسلنا موسیٰ بایتنا وسلطن
مبین ﴿۲۳﴾ بُرہان بَیِّن ظاہر ﴿الی فرعون و ہامان و قارون فقالوا سحر کذاب ﴿۲۴﴾ فلما جاء ہم
بالحق ﴿بالصدق﴾ من عندنا قالوا اقتلوا ابناء الذین امنوا معہ واستحیوا ﴿استبقوا﴾ نساء ہم ط وما
کید الکفرین الا فی ضلل ﴿۲۵﴾ هلاک ﴿وقال فرعون ذرونی اقتل موسیٰ﴾ لانہم کانوا یگفونہ عن
قتلہ ﴿ولیدع ربہ﴾ لیسمنعہ منی ﴿انی اخاف ان یدل دینکم﴾ من عبادتکم ایای فتبعونہ ﴿وان یر
فی الارض الفساد ﴿۲۶﴾ من قتل و غیرہ و فی قرآنة بالسوا و فی اخری بفتح الیاء و الهاء و ضم
الذال ﴿وقال موسیٰ﴾ لِقَوْمِهِ وَقَدْ سَمِعَ ذلک ﴿انی عدت بربی و ربکم من کل متکبر لا یومن ہیوم
الحساب ﴿۲۷﴾

﴿ترجمہ﴾

کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا ان سے اگلوں کا ان کی قوت اور زمین میں (ایک قرأت میں منہم کی جگہ منکم ہے) جو نشانیاں چھوڑ گئے ان سے زائد (جیسے مختلف بناؤں اور محلات) تو اللہ نے انہیں پکڑ لیا (یعنی انہیں ہلاک فرما دیا) ان کے گناہوں کے سبب اور اللہ سے ان کو کوئی (اس کے عذاب سے) بچانے والا نہ ہوا یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں (یعنی ظاہر معجزات) لے کر آئے پھر وہ کفر کرتے تو اللہ نے انہیں پکڑا پیشک اللہ زبردست عذاب والا ہے اور پیشک ہم نے موسیٰ کو نشانوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا (واضح اور ظاہر برحمان کے ساتھ بھیجا.....) فرعون اور حامان اور قارون کی طرف تو وہ بولے (یہ) جادوگر ہے بڑا جھوٹا پھر جب وہ ان کے پاس حق (یعنی سچ) لایا ہمارے پاس سے بولے جو اس پر ایمان لائے ان کے بیٹے کو قتل کرو اور عورتیں زندہ رکھو (استحیوا بمعنی استبقوا ہے) اور کافروں کا داؤ نہیں مگر ہلاکت میں (ضلل بمعنی ہلاک ہے) اور فرعون بولا مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کروں (یہ اس نے اس لیے کہا تھا کہ یہ لوگ اسے حضرت موسیٰ ﷺ کو قتل کرنے سے روکتے تھے.....) اور وہ اپنے رب کو پکارے (کہ اس کا رب اسے مجھ سے بچالے) میں ڈرتا ہوں کہیں وہ تمہارا دین بدل دے

(تمہیں میری عبادت کرنے سے پھیر دے پھر تم اس کی پیروی کرنے لگو) یا زمین میں فساد چکائے (قتل و غارتگری کر کے، ایک قرائت میں وان یظہر میں واؤ کی جگہ او ہے اور ایک میں یظہر یاہ اور ہاء کے فتح اور الفساد کی دال مضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور موسیٰ نے (اپنی قوم سے) کہا (آپ ﷺ نے فرعون کی یہ بات سن لی تھی) میں تمہارے اور اپنے رب کو پناہ لیتا ہوں ہر سنگیر سے کہ حساب کے دن یقین نہیں لاتا۔

﴿ترکیب﴾

﴿اولم یسیروا فی الارض فی نظر و کیف کان عاقبة الذین کانوا من قبہلم﴾
 همزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "اغفلوا" لم یسیروا: فعل نفی بافاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، یسیروا: فعل بافاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبة الذین کانوا من قبہلم: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کانوا ہم اشد منهم قوۃ و اثارا فی الارض فاخذہم اللہ بذنوبہم و ما کان لہم من اللہ من واق﴾
 کانوا: فعل ناقص با اسم، ہم: ضمیر فصل، اشد: اسم تفضیل "ہو" ہمیر تیز، قوۃ: بمعطوف علیہ، و: عاطفہ، اثارا: اثارا بموصوف، فی الارض: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر تیز، ملکر فاعل، منهم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اخذہم اللہ: فعل ومفعول و فاعل، بذنوبہم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما کان: فعل ناقص، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، من اللہ: ظرف لغو مقدم، من: زائد، واق: اسم فاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلک بانہم کانت تاتیہم رسلہم بالبینت فکفروا فاخذہم اللہ﴾
 ذلک: مبتدأ، ب: جار، انہم: حرف مشبہ و اسم، کانت: فعل ناقص با اسم، تاتیہم رسلہم بالبینت: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، کفروا: جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، اخذہم اللہ: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانہ قوی شدید العقاب﴾ و لقد ارسلنا موسیٰ بایتنا وسطن مبین ﴿الی فرعون و ہامن و قارون﴾
 انہ: حرف مشبہ و اسم، قوی: خبر اول، شدید العقاب: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، و: متعلقہ، لام: قسمیہ، ارسلنا موسیٰ: فعل ومفعول، ب: جار، ایتنا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، وسطن مبین: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو اول، الی: جار، فرعون و ہامن و قارون: مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ متعلقہ۔

﴿فلقالوا سحر کذاب﴾ فلما جاء ہم بالحق من عندنا قالوا اقتلوا ابناء الذین امنوا معہ واستحیوا نساء ہم﴾
 ف: عاطفہ، قالوا قول، سحر کذاب: خبر ان، مبتدأ محذوف "ہو" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: متعلقہ، لما شرطیہ ظرفیہ، جاء: فعل "ہو" ہمیر مشترک و الحال، من عندنا: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ہم: مفعول، بالحق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قالوا قول، اقتلوا: فعل امر بافاعل، ابناء: مضاف، الذین: موصول، امنوا معہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، استحیوا نساء ہم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما کید الکفرین الا فی ضلل﴾ و قال فرعون ذرونی اقتل موسیٰ و لیدع ربہ﴾
 و: متعلقہ، ما: نافیہ، کید الکفرین: مبتدأ، الا: اداة حصر، فی ضلل: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ متعلقہ، و: عاطفہ، قال

فسعون: قول، ذروسی: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، الفصل موسسی: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لمیدع: فعل امر بافاعل، و: بہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔
﴿انی اعصاف ان یبدل دینکم او ان یظہر فی الارض الفساد﴾۔

انی: حرف مشبہ واسم، اعصاف: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یبدل دینکم: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف علیہ، او: عاطفہ، ان: مصدر یہ، یظہر فی الارض الفساد: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿وقال موسیٰ انی عدت برہی و ربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب﴾۔

و: عاطفہ، قال موسیٰ: قول، انسی: حرف مشبہ واسم، عدت: فعل بافاعل، برہی و ربکم: ظرف لغو، من: جار، کل: جہضاف، متکبر: موصوف، لا یومن بیوم الحساب: جملہ فعلیہ مفت، ملکر معضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نشانیاں :

۱..... اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات عطا فرمائے چنانچہ وہ نو معجزات یہ ہیں عصاء، ید بیضاء، قحط سالی، طوقان، بٹری، جوں، مینڈک، خون، مال کی بربادی۔ یہ تمام معجزات کا ذکر اسی سورۃ مبارکہ میں ہے سوائے ایک معجزہ کے اور وہ فرعونوں کے مال کی بربادی ہے کہ اللہ ﷻ نے اس کا ذکر سورۃ یونس کی آیت نمبر ۸۸ میں فرمایا۔
(الصاوی، ج ۲، ص ۲۷۷)

☆..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء مبارک بادام کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ عبد بن حمید اور ابو یوسف نے قتادہ سے روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصاء مبارک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت دیا گیا جب وہ بدین کی جانب تشریف لے جانے لگے، وہ عصاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے رات کے وقت میں روشن ہو جاتا تھا اور دن کے وقت میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے زمین پر مارتے تو زمین سے رزق نمودار ہوتا، اور اس عصاء کی مدد سے آپ علیہ السلام جانوروں کے لئے پتے جھاڑنے کا کام بھی کرتے۔ اس بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ یہ جنتی عصاء تھا جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تھا پھر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ اس عصاء کا نام ماشا تھا۔

☆..... روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاشی پیچنگی تو وہ زرد رنگ کا ایک بال والا اثر دھا بن گیا اس کے دونوں جڑوں کے مابین اتنی ذراع (یعنی ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا اور وہ اپنی دم پر کھڑا ہو کر زمین سے ایک میل بلند تھا اثر دھا اتنا بڑا تھا کہ اس کا ایک جڑ زمین پر تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا وہ فرعون کے پکڑنے کیلئے دوڑا فرعون اپنی جان بچانے کو تخت چھوڑ کر بھاگا اس حالت میں اس کے دست لگ گئے، ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ اس ایک دن میں اس کے چار سو دست جاری ہوئے، اور بعض روایتوں میں یہاں تک ہے کہ اس کے پیٹ میں ایک ایسی بیماری جاری ہو گئی جو تادم مرگ دور نہ ہو سکی، ایک روایت کے مطابق اژدھے نے فرعون کا جب اپنی داڑھ میں پکڑ لیا اور لوگوں پر حملہ کیا جس سے بھگدڑ مچی اور اس بھگدڑ میں پچیس ہزار کی تعداد ماری گئی، بالآخر فرعون نے حج کر کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں تمہیں اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہیں بھیجا ہے تم اس اژدھے کو پکڑ لو میں تم پر ایمان لے آؤں گا اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دوں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اژدھے کو پکڑا تو مثل سابق لاشی بن گیا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاشی کو پکڑ لیا فرعون نے پھر سے نافرمانی کی اور پرانی روش پر ہی قائم رہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بد بیضاء کا معجزہ بھی دیا گیا تھا ایسا سفید نورانی ہاتھ جو کہ خرق عادت فعل تھا جیسے دیکھنے والوں کا مجمع جمع ہو جاتا، ایک روایت یہ ہے اس نور کی روشنی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے زمین و آسمان کو روشن کر دیا۔

(روح المعانی، الجزء التاسع، ص ۳۰ وغیرہ)، (عطائین، ج ۲، ص ۳۱۹ وغیرہ)

فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے روکنے والے کون تھے؟

۲..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذُرِّيَّتِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ (مومن: ۲۶)﴾ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو اسے اس کے چیلوں نے یہ کہہ کر روک دیا: ”(تمہیں) اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ تم سے کمزور ہے، مگر وہ جادوگر ہے کہیں وہ جادو کے معاملے میں تیرے برابر کھڑا ہو جائے گا اور اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو لوگوں کو شہید ہو جائے گا کہ تو اس کے ظاہری معجزات سے مرعوب ہو گیا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ فرعون پر اللہ ﷻ کی لعنت ہو، اس کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ ﷻ کے نبی ہیں لیکن اس پر خبط سوار تھا اور وہ جہالت سے خون بہانے کو آسان جانتا تھا کہ کہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کا تخت نہ الٹ دیں اور اس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنیں لیکن اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کر کے انہیں ہلاک کرنے کے معاملے میں جلدی کرنا چاہی۔ مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ ﴿ذُرِّيَّتِي﴾ یعنی فرعون نے اپنی قوم کو، ہم دینا چاہتا تھا کہ قوم اُسے اس سے منع کرے جب کہ حقیقت میں فرعون کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوف تھا۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۴، ص ۴۳۱ وغیرہ)

اغراض:

من مصانع: یعنی زمین میں عمدہ ٹھکانے، جیسا کہ بڑے بڑے پانی کے حوض۔ عذابہ: اور اللہ کا عذاب مستقل ہوتا رہے گا، یعنی ان کے لئے اُس عذاب سے جائے پناہ نہیں ہے۔ استبقوا: بمعنی استحيوا ہے، یعنی اپنی بیٹیوں کو خدمت کے لئے زندہ رکھیں۔ ہلاک: یعنی ضائع کرنا اور انہیں سوائے حلاکت کے کچھ بھی نہ ملے۔

لأنهم كانوا يكفونہ عن قتلہ: یعنی انہیں لڑکوں کو قتل کرنے سے منع کرنے کی حکمت بیان کی گئی: (۱)..... آنے والے مومن آدمی نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو قتل کرنے سے منع کیا جیسا کہ فرعون کا رازدار جس نے اُسے باز رہنے کا مشورہ دیا، (۲)..... حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حقیر جانتے ہوئے ان کے قتل کرنے سے منع کیا، فرعونی کہتے: ”یہ کمزور جادوگر ہے، اگر تم اُسے قتل کرو گے تو لوگ یہ کہیں گے کہ فرعونی گروہ نے عاجز ہو کر اُسے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو قتل کر دیا اور انہیں معارضہ کی تاب نہ دے سکی، (۳)..... لوگوں کو فرعون پر خوف تھا کہ اگر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوئی بُرائی کی تو انہیں (بڑی) کمائی کرنا پڑے گی، (۴)..... فرعونی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جھگڑنے لگے، کیونکہ یہی بادشاہوں کا حال ہوتا ہے کہ جب ان سے کچھ نہیں بنتا تو رعایا پر برس پڑتے ہیں۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۱۸۴ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ﴾ قِيلَ هُوَ ابْنُ عِمَّةٍ ﴿يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ بِالْمُعْجَزَاتِ الظَّاهِرَاتِ ﴿مِنْ رَبِّكُمْ وَان يَكْ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ﴾ أَي ضَرَّرَ كَذِبُهُ ﴿وَإِنْ يَكْ صَادِقًا يَصْبِحُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ﴾ بِهِ مِنَ الْعَذَابِ عَاجِلًا ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّشْرِكٌ﴾ كَذَابٍ ﴿(۲۸)﴾ مُفْتِرٌ ﴿يَقُومُ لَكُمْ الْمَلِكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ﴾ غَالِبِينَ حَالٌ ﴿لِي﴾

الارض ﴿أَرْض مِصْر﴾ لمن ينصرونا من ۴ باس اللہ ﴿عَذَابِهِ﴾ ان قتلتم أوليائه ﴿ان جاءنا﴾ أي لا ناصر لنا ﴿قال فرعون ما اريكم الا ما اري﴾ أي ما أشير عليكم الا بما أشير به على نفسي وهو قتل موسى ﴿وما اهديكم الا سبيل الرشاد﴾ (۲۹) ﴿طريق الصواب﴾ وقال الذي امن يقوم اني اخاف عليكم مثل يوم الاحزاب (۳۰) ﴿أي يوم حذب بعد حذب﴾ مثل ذاب قوم نوح وعاد وثمود والذين من بعدهم ﴿مثل قبله﴾ أي مثل جزاء عاقبة من كفر قبلكم من تعذيبهم في الدنيا ﴿وما الله يريد ظلما للعباد﴾ (۳۱) ويقوم اني اخاف عليكم يوم التناد (۳۲) ﴿بحدف الياء واثباتها﴾ أي يوم القيمة يكثر فيه نداء أصحاب الجنة أصحاب النار وبالعكس والنداء بالسعادة لأهلها والشقاوة لأهلها وغير ذلك ﴿يوم تولون مدبرين﴾ عن موقف الحساب إلى النار ﴿مالكم من الله﴾ من عذابه ﴿من عاصم﴾ مانع ﴿ومن يضل الله فما له من هاد﴾ (۳۳) ولقد جاءكم يوسف من قبل ﴿أي قبل موسى وهو يوسف بن يعقوب﴾ في قول غمر إلى زمان موسى او يوسف بن ابراهيم بن يوسف بن يعقوب في قول ﴿بالبينت﴾ بالمعجزات الظاهرات ﴿فما زلتم في شك مما جاءكم به حتى اذا هلك قلتم﴾ من غير برهان ﴿لن يبعث الله من بعده رسولا﴾ أي فلن تزالوا كافرين بيوسف وغيره ﴿كذلك﴾ أي مثل اضلالكم ﴿يضل الله من هو مسرف﴾ مشرك ﴿مرتاب﴾ (۳۴) ﴿شاك﴾ فيما شهدت به البينت ﴿الذين يجادلون في ايت الله﴾ معجزاته مبتداء ﴿بغير سلطان﴾ برهان ﴿اتهم كبر﴾ جدالهم خبر المبتداء ﴿مقتا عند الله وعند الذين امنوا﴾ كذلك ﴿أي مثل اضلالهم﴾ يطع ﴿ينخيم﴾ الله ﴿بالضلال﴾ على كل قلب متكبر جبار ﴿بتنوين قلب وذورنه ومتى تكبر القلب تكبر صاحبه وبالعكس وكل على القرائتين لعموم الضلال جميع القلب لا لعموم القلوب﴾ وقال فرعون يها من ابن لي صرحا ﴿بناء عاليا﴾ لعلني ابلغ الاسباب (۳۶) اسباب السموت ﴿طرقها الموصلة اليها﴾ فاطلع ﴿بالرفع عطفًا على ابلغ﴾ وبالنصب جوابًا لابن ﴿إلى اله موسى وانى لاظنه﴾ أي موسى ﴿كاذبا﴾ في أن له الها غيري وقال فرعون ذلك تمويهًا ﴿وكذلك زين لفرعون سوء عمله وصد عن السبيل﴾ طريق الهدى بفتح الصاد وضمها ﴿وما كيد فرعون الا في تباب﴾ (۳۷) خسار.

﴿ترجمہ﴾

اور بولا فرعون والوں میں سے ایک مرد مسلمان (کہا گیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کا پھوپھی زاد بھائی تھا.....!) کہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کیا ایک مرد کو اس پر مارے ڈالتے ہو کہ (ان اصل میں لان ہے) وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں (یعنی ظاہر معجزات) تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے..... اور اگر بالفرض وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط گوئی (یعنی ان کی غلط

کوئی کا وہاں) ان پر اور اگر وہ سچے ہیں تو تمہیں پتہ چلے گا کچھ وہ (یعنی عذاب) جس کا تمہیں وعدہ دیتے ہیں..... ج..... (جلدی، بہ خیر عابد السی المومول محذوف ہے) بیشک اللہ راہ نہیں دیتا اسے جو حد سے بڑھنے والا (یعنی مشرک) بڑا جھوٹا ہو (بات گھڑنے والا ہو) اے میری قوم! آج ہاوشاہی تمہاری ہے اس زمین (یعنی سرزمین مصر) میں غلبہ رکھتے ہو (ظہرین بمعنی غلبین حال میں رہا ہے) تو اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچالے گا (اگر تم نے اس کے اولیاء کو شہید کر دیا، ہاس بمعنی عذاب ہے) اگر ہم پر آئے (یعنی اس صورت میں ہمارا کوئی مددگار نہ ہوگا) فرعون بولا میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں سمجھتا ہوں (یعنی میں تمہیں اس کا مشورہ دے رہا ہوں جس کا مشورہ میں نے خود اپنے نفس کو دیا ہے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شہید کر دینا ہے) اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی (یعنی درستی) کی راہ ہے..... ج..... اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم! مجھے تم پر اگلے گروہوں کے دن کا سا خوف ہے..... ۵..... (یکے بعد دیگرے گروہوں پر آنے والے دن کا خوف ہے) جیسا دستور گزار نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد اوروں کا (تم سے پہلے کے کافروں کے لئے کئے گئے بدلے کی مثل کا کہ تمہیں بھی ان کی طرح دنیا میں جتلا کر دیا جائیگا، یہ مثل مذکور ما قبل مثل سے بدل ہے) اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا اور اے میری قوم! میں تم پر یوم التناد (یعنی روز قیامت) کا خوف کرتا ہوں (التناد یاء کے حذف اور اثبات دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے قیامت کے دن کو یوم التناد اس لیے کہا گیا ہے کہ اس دن طرح طرح کی پکاریں مچی ہوگی جنتی دوزخیوں کو اور دوزخی جنتیوں کو پکاریں گے سعادت مندوں کے لیے سعادت کی اور سختی لوگوں کے لیے شقاوت کی ندا میں کی جائیگی وغیرہ) جس دن پیٹھ دے کر بھاگو گے (میدان حساب سے آگ کی طرف) تمہیں اللہ سے (یعنی اس کے عذاب سے) کوئی بچانے والا نہیں (عاصم بمعنی ممانع ہے) اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور بیشک اس سے پہلے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے) تمہارے پاس یوسف آیا (ایک قول کے مطابق اس سے مراد حضرت یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک عمر مبارک پائی، اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد حضرت یوسف بن ابراہیم بن یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں) روشن نشانیاں لے کر (یعنی ظاہر معجزات لے کر) تو تم ان کے لئے ہوئے سے شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا..... ۶..... تم بولے (بے کسی دلیل کے) ہرگز اب اللہ کوئی رسول نہ بھیجے گا (یعنی حضرت یوسف علیہ السلام وغیرہ انبیاء کرام کا انکار ہی کرتے رہے) اسی طرح (تمہیں گمراہ کرنے کی مثل) اللہ گمراہ کرتا ہے اسے جو حد سے بڑھنے والا ہو (یعنی مشرک ہو) شک لانے والا ہو (یعنی جس امر پر دلائل شاہد ہیں اس میں شک کرنے والا ہو) وہ جو اللہ کی آیتوں (یعنی اس کے معجزات) میں جھگڑتے ہیں (الذین یجادلون فی ایت اللہ مبتدأ ہے) بے کسی دلیل کے (سپطان بمعنی برہان ہے) کہ انہیں ملی ہو (ان کا یہ جھگڑنا) کس قدر سخت بیزاری کی بات ہے اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک اسی طرح (انہیں گمراہ کرنے کی مثل) اللہ مہر کر دیتا ہے (گمراہی کی، بطبع بمعنی یختم ہے) متکبر سرکش کے سارے دل پر (قلب کو منون اور بغیر تنوین دونوں طرح پڑھا گیا ہے جب دل تکبر کرتا ہے تو صاحب دل متکبر ہو جاتا ہے اور یونہی بالعکس میں ہوتا ہے اور دونوں قرأتوں کے مطابق لفظ کل یہ عموماً ضلال کے لیے آیا ہے کہ گمراہی کی مہر سارے دل پر ہوتی ہے یہ عموم قلب کے لیے نہیں آیا) اور فرعون بولا اے ہامان! میرے لیے اونچا محل بنا (صحر حاکہ معنی بلند عمارت ہے) شاید میں پہنچ جاؤں راستوں تک آسمانوں کے راستے تک (یعنی آسمان تک پہنچنے والے دروازوں تک) تو جھانک کر دیکھوں ("اطلع" ابلغ پر معطوف ہونے کی صورت میں مرفوع اور ابن کا جواب ہونے کی صورت میں منصوب ہے) موسیٰ کے خدا کو..... ۷..... اور بیشک میرے گمان میں تو وہ (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) جھوٹا ہے (اس بات میں کہ میرے سوا اس کا کوئی خدا ہے، فرعون نے یہ بات اپنی قوم کو گمراہ کرنے کے لیے کہی تھی) اور یونہی فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام بھلا کر

دکھایا گیا اور وہ راستے سے (یعنی راہ ہدایت سے) روکا گیا (صد کو صاد مفتوحہ و مضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور فرعون کا دادِ ہلاک ہونے ہی کو تھا (قیاب بمعنی محسار ہے)۔

﴿تو گیب﴾

﴿وقال رجل مؤمن من آل فرعون يكتم ايمانه اتقتلون رجلا ان يقول ربى الله وقد جاءكم بالبينات من ربكم﴾
و: عاطفہ، قال: فعل، رجل: موصوف، مؤمن: صفت اول، من آل فرعون: ظرف مستقر صفت ثانی، يكتم ايمانه: جملہ فعلیہ صفت ثالث، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ قول، همزہ: حرف استفہام، تقتلون: فعل واو ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، قد: تحقیقیہ، جاءكم بالبينات من ربكم: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، رجلا: مفعول، ان: مصدریہ، يقول ربى الله: جملہ قولیہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وان يك كاذبا فعليه كذبه وان يك صادقا يصبكم بعض الذي يعدكم﴾
و: عاطفہ، ان: شرطیہ، يك كاذبا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، عليه ظرف مستقر خبر مقدم، كذبه: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، يك صادقا: جملہ فعلیہ شرط، يصبكم: فعل ومفعول، بعض الذي يعدكم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان الله لا يهدي من هو مسرف كذاب﴾
ان الله: حرف مشبہ واسم، لا يهدى: فعل نفي بافاعل، من: موصولہ، هو مسرف كذاب: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، يقوم: نداء، لام: جار، كم: ضمیر ذوالحال، ظہرين فى الارض: شبہ جملہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر، ثابت: اسم فاعل کیلئے، اليوم: ظرف، ثابت: اسم فاعل بافاعل وظرف مستقر وظرف سے ملکر شبہ جملہ خبر مقدم، الملك: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالتداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿فمن ينصرونا من باس الله ان جاءنا﴾
ف: فصیحیہ، من: استفہامیہ مبتدا، ينصرونا من باس الله: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: شرط، جاءنا: جملہ فعلیہ جزا، مخدوف، فمن ينصرونا من باس الله، کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال فرعون ما اريكم الا ما اري وما اهدىكم الا سبيل الرشاد﴾
قال فرعون: قول، ما اريكم: فعل نفي بافاعل ومفعول، الا: اداة حصر، ما اري: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف عليه، و: عاطفہ، ما اهدىكم: فعل نفي بافاعل ومفعول، الا: اداة حصر، سبيل الرشاد: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وقال الذى امن يقوم انى اخاف عليكم مثل يوم الاحزاب﴾
و: عاطفہ، قال الذى امن يقوم انى اخاف عليكم: مثل داب قوم نوح وعاد وثمود والذين من بعدهم، و: عاطفہ، قال الذى امن يقوم: نداء، انى: حرف مشبہ واسم، اخاف عليكم: فعل بافاعل وظرف لغو، مثل يوم الاحزاب: مبدل منه، مثل: مضاف، داب: مضاف، قوم: مضاف، نوح: معطوف عليه، وعاد وثمود: الخ: معطوفات، ملکر مضاف الیہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالتداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وما الله يزيد ظلما للعباد﴾
و: عاطفہ، ما: ما بشبہ بلیس، الله: اسم، يزيد: فعل بافاعل، ظلما: موصوف، للعباد: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر

جملہ اسمیہ و: عاطفہ، يقوم، نداء، الی: حرف مشبہ واسم، اخصاف علیکم: فعل بافاعل و ظرف لغو، یوم التتاد: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ
خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ نداءئیہ۔

﴿یوم تولون مدبرین مالکم من اللہ من عاصم﴾۔

یوم: مضاف، تولون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، مدبرین: حال اول، ما: مشابہ بلیس، لکم: ظرف لغو مقدم، من اللہ: ظرف لغو
مقدم، من: زائد، عاصم: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف
الیہ، ملکر ما قبل ”یوم“ سے بدل ہے۔

﴿و من یضلل اللہ فما له ہاد﴾۔

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدأ، یضلل اللہ: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ما: تانیہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، ہاد: مبتدأ
مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبینت فمازلتم فی شک مما جاءکم بہ﴾۔

و: عاطفہ، لام قسمیہ، قد: تحقیقیہ، جاءکم: فعل ومفعول، یوسف: ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، بالبینت: ظرف
لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف ”نقسم“ کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف: عاطفہ، ما: زلتیم: فعل ناقص و ”تم“ ضمیر
اسم، فی: جار، شک: موصوف، مما جاءکم بہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہو کر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿حتی اذا ہلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً﴾۔

حتی: للظاہیہ لقولہ ”مازلتم“ اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ہلک: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قلتم: قول، لن یبعث
اللہ من بعدہ رسولاً: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کذلک یضل اللہ من ہو مسرف مرتاب﴾۔

کذلک: ظرف مستقر ”تفصیلاً“ مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، یضل اللہ: فعل و فاعل، من: موصولہ، ہو
مسرف مرتاب: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین یجادلون فی ایت اللہ بغير سلطان کبر مقتا عند اللہ وعند الذین امنوا﴾۔

الذین: موصول، یجادلون فی ایت اللہ: فعل بافاعل و ظرف لغو، ب: جار، غیر: مضاف، سلطان: موصوف، اتہم: جملہ فعلیہ
صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدأ، کبر: فعل ”هو“ ضمیر متمیز، مقتا: ملکر
فاعل، عند اللہ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عند الذین امنوا: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذلک یطیع اللہ علی کل قلب متکبر جبار﴾۔

کذلک: ظرف مستقر ”طیعاً“ مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، یطیع اللہ: فعل
و فاعل، علی: جار، کل: مضاف، قلب: مضاف، متکبر: موصوف، جبار: صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر مضاف الیہ، ملکر
مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال فرعون یہامن ابن لی صر حا لعلی ابلغ الاسباب﴾۔

و: عاطفہ، قال فرعون: قول، یہامن: نداء، ابن: فعل امر بافاعل، لام: جار، ی: ضمیر ذوالحال، لعلی: حرف مشبہ واسم، ابلغ: فعل

بافاعل، الاسباب: مبدل منہ، اسباب السموت: بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر محروں ملکر ظرف لئی ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاطلع الی الہ موسیٰ وانی لاظنہ کاذا﴾

ف: سیبہ، اطلع: فعل بافاعل، الی الہ موسیٰ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے، و: عاطفہ، الی جرف شبہ و اسم، لام: تاکید، اظنہ: فعل بافاعل و مفعول، کاذا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ

﴿و کذلک زین لفرعون سوء عملہ و صد عن السبیل﴾

و: عاطفہ، کذلک ظرف مستقر "تزیین" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، زین لفرعون: فعل مجہول و ظرف لغو، سوء عملہ: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، صد: فعل مجہول بانائب الفاعل، عن السبیل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما کید فرعون الا فی تباب﴾

و: عاطفہ، ما: تانیہ، کید فرعون: اسم، الا: اداۃ حصر، فی تباب: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اعراض﴾

قوم فرعون کا مسلمان مرد کون تھا؟

۱..... جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ جل جلالہ سے پناہ چاہی اور اس کے فضل و رحمت پر اعتماد فرمایا، تاریخ طبری میں ہے کہ اس شخص کا نام "جر" یا "حبیب نجار" تھا، یہی وہ شخص ہے جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے بچپن میں تابوت بنایا تھا جس میں انہیں رکھ کر دریا میں ڈالا جانا تھا، ایک قول کے مطابق حبیب نجار کے علاوہ کوئی شخص تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ "خرمیل بن نو حائل" یا "خرمیل" تھا اور اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان دلیل بنتا ہے: "تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے کبھی کفر نہیں کیا، جز قبل نامی شخص آل فرعون میں سے، حبیب نجار نامی شخص آل یس میں سے اور علی کرم اللہ وجہہ"۔ ابن شیخ نے اپنے حواشی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے: "تین سچے لوگوں میں ایک حبیب نجار ہوا جو کہ آل یس سے مومن تھا، اور ایک آل فرعون میں سے جس پر دلیل ﴿واقتلون رجلا ان یقول: ربی اللہ﴾ کیا ایک مرد کو اس پر مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے (سورن: ۲۸)﴾ ہے، اور تیسرے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔"

میں (اسماعیل حقی) کہتا ہوں کہ ما قبل مذکورہ روایات میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صفت صدیق کی فضیلت کا بیان ہے، اور یہ کہ جن سے اپنی سابق زندگی میں کبھی ایک لمحہ کو بھی کفر سرزد نہ ہوا، اور ان دونوں کی فضیلت دوسری جہت سے ہے، اور ان دونوں روایتوں میں دلیل ہے کہ متذکرہ مومن شخص قطعی تھا اور فرعون اس مومن شخص کے کلام سنتا تھا اور اس کی جانب متوجہ ہوتا تھا اور اگر وہ شخص اسرائیلی ہوتا تو فرعون اس کا دشمن ہوتا اور نہ ہی اسکے کلام کی جانب کان لگاتا۔

ایک قول یہ ہے کہ اگر کسی کے ذہن میں یہ اشکال آئے کہ "آل" کا لفظ غیر قرابت کے لئے ہوتا ہے جس کی دلیل ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو (سورن: ۴۶)﴾ میں ہے۔ اور جو فرعون کے دین و قرابت میں سے ہوا سے نہیں پھیرا گیا۔ میں (اسماعیل حقی) یہ جواب دوں گا کہ متذکرہ شخص فرعون کے دین میں سے نہ تھا اور مومن تھا، اور جب وہ اس کے دین میں سے نہ تھا تو پھر اس وصف پر بھی باقی نہ رہا کہ اُسے اس کا آل تصور کیا جائے مگر یہ کہ وہ اس کے رشتے داروں میں سے تھا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ متذکرہ بالا شخص اسرائیلی تھا، قارون کا چچا زاد بھائی تھا، یا مذکورہ شخص کا باپ فرعون کی گروہ سے اور ماں بنی اسرائیل کے گروہ سے تھی اور وہ اپنا ایمان فرعونوں سے چھپاتا تھا اور اس لئے نہیں چھپاتا تھا کہ اُسے فرعون سے کوئی خوف تھا بلکہ اس لئے چھپاتا تھا تا کہ مناسب وقت پر ظاہر کرے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور سو سال تک چھپائے رہا لیکن جب اُسے فرعون کے ناپاک عزائم کا علم ہوا تو اس نے کہا: ﴿اتقتلون رجلاً..... الخ (مومن: ۲۸)﴾۔ (روح البیان، ج ۸، ص ۲۳۹ وغیرہ)

دعویٰ نبوت والے کو قتل کرنے یا نہ کرنے کا بیان:

۲..... یہاں ایک اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے اس مرد مومن کا کلام نقل نہیں فرمایا کہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال صرف اُسی پر ہوگا یعنی اس کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس آیت کے مطابق اگر کوئی جھوٹا نبی اپنے باطل دین کی تبلیغ کر رہا ہو تو اس کو چھوڑ دیا جائے حالانکہ جھوٹے نبی اور زندیق کو قتل کرنا واجب ہے جیسا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانہ کذاب کے ساتھ کیا۔

امام فخر الدین رازی کہتے ہیں:

اس بارے میں تین اشکالات ہیں جن کے جوابات بھی درج ذیل پیش خدمت کئے جاتے ہیں:

- (۱)..... ہم یہ نہیں مانتے کہ اس کے جھوٹ کا ضرر فقط اُسی کی حد تک محدود رہے گا اور وہ لوگوں کو باطل دین کی دعوت دے رہا ہے اور لوگ اس کے باطل دین کو مان لیں گے اور محض بیکار فاسد خیالات کو اپنائیں گے اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ فتنہ و فساد پیدا ہوگا، اس لئے اس فتنہ کا سدباب کرنے کے لئے علماء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ جو زندیق لوگوں کو اپنے باطل دین کی دعوت دے اس کو قتل کرنا واجب ہے،
- (۲)..... اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہر زندیق اور باطل کو اپنے نئے دین کی تبلیغ کی کھلی اجازت مل جائے گی، (۳)..... اور اس طرح کفار سے قتال بھی ضروری نہیں رہے گا کیونکہ اگر اس کا کفر جھوٹ پر مبنی ہے تو اس کا وبال فقط اُسی پر ہے۔ امام رازی نے جوابات دیتے ہوئے لکھا
- (۱)..... مومن مرد نے کہا کہ اگر تمہارے گمان کے مطابق موسیٰ علیہ السلام جھوٹے ہیں تو تمہیں انہیں قتل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ تم انہیں تبلیغ کرنے سے روک دو۔ (۲)..... اگر یہ جھوٹے ہیں تو اس جھوٹ کا ضرر انہی پر ہے اور سچے ہیں تو تم ان کے سچ سے نفع اٹھاؤ۔ (۳)..... خلاصہ یہ ہے کہ تمہیں انہیں قتل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے جھوٹے ہونے کی صورت میں ان کو تبلیغ سے روک دینا ہی کافی ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۵۰۹ وغیرہ)

بعض عذاب ہونے کا کیا معنی ہے؟

۳..... بعض بمعنی سُخْلِ ہے، کیونکہ جب کسی کو عذاب پہنچے تو گویا سُخْلِ عذاب پہنچاتا کہ وہ شخص وعید کے زمرے میں داخل ہو جائے، اور یہ کلام وعظ کے زمرے میں ہے۔ ماوردی کہتے ہیں کہ کبھی خطاب کی جانب تعلق کرنے یا کلام میں وسعت پیدا کرنے کے لئے ”البعض بمعنی الكل“ مستعمل ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ”البعض“ کا جملہ اس لئے استعمال ہوا کہ عذاب کی کوئی بھی قسم ہو وہ ہلاک کرنے والی ہی ہے، کیونکہ کفار و ناہنجار کو جو کچھ بھی ملے گا انہیں ہلاک ہی کرے گا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے دنیا و آخرت میں کفر پر ہونے کی صورت میں عذاب کا وعدہ دیا، پس معنی یہ ہوا کہ تمہیں دونوں میں سے کسی بھی قسم کا عذاب ہوگا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ تمہیں دنیا میں کچھ عذاب پہنچے گا اور باقی حصہ آخرت میں پہنچے گا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ تمہیں کفر کی وجہ سے عذاب اور ایمان کی وجہ سے ثواب ملے گا، پس جب کفر کیا تو جو کچھ وعدہ ہوا ہے اس میں سے کچھ پہنچے گا۔

(القرطبی، الجزء: ۲۴، ص ۲۶۹)

مرد مومن کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچانے کی سعی کرنا:

۵..... مومن مرد نے بار بار ایسا معاملہ کیا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچالیا جائے، سچ ہے اللہ جل جلالہ جس سے چاہے اپنے نبی کی عصمت کا تحفظ کرالیا کرتا ہے۔ جو اللہ جل جلالہ کو اپنا رب بنائے وہ قتل نہیں کیا جاتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ظاہری معجزات بھی دکھائے ہیں، ان کی اپنی تربیت فرعون کے گھر میں ہوئی ہے۔ مزید یہ کہ نبی کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کی تعظیم و توقیر کی جائے نہ کہ اُسے رسوا قتل کیا جائے۔ اور جو نبی کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے تو اُسے خود اپنی ذات پر بُرائی پہنچنے سے ڈرنا چاہیے اور جسے اللہ جل جلالہ ہدایت دینا چاہے اُسے نصیحت گارگر ہو جاتی ہے۔ اور اگر تم ایسا کرو تو تم اپنے لئے عذاب الہی کو دعوت دو گے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ تم ایسا کام نہ کرو جس سے زمین میں فساد پھیلے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے انجام الہی سے اعراض نہ کرو کیونکہ اگر وہ آجائے تو کوئی اُسے روک نہیں سکتا۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۴، ص ۴۳۴ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

مرد مومن کا فرعونوں کو بار بار نصیحت کرنا:

۵..... مرد مومن نے ہر ہر زاویے سے سمجھانے کا اہتمام کیا اور قیامت تک کے لئے ہمارے لئے دلیل بنا دی کہ کسی کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر لینی چاہیے کیونکہ کبھی کوئی جملہ ایسا نکلتا ہے جو مد مقابل کے دل میں جگہ کر جاتا ہے، گویا کہ تاثیر کا ایسا تیر بن کر نکلتا ہے جو مد مقابل کے دل میں پوست ہو جاتا ہے۔ مومن مرد نے فرعون اور آل فرعون کو کہا: اے قوم! میں تم پر خوفزدہ ہوں کہ اگر تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا تو کہیں تمہیں عذاب نہ آجائے جس طرح قوم نوح علیہم السلام، قوم عاد علیہم السلام، قوم ثمود علیہم السلام کو ہلاک ہونا پڑا۔ اسی طرح مومن شخص نے ﴿و یقوم انی اخاف علیکم یوم التناد اور اے میری قوم میں تم پر اس دن سے ڈرتا ہوں جس دن پکارے گی (سوسن: ۳۲)﴾ کے ذریعے مزید تمام حجت قائم کر دی اور اپنی نصیحت میں مزید چنگی پیدا کر دی، مزید خوف دلانے میں اضافہ کر دیا، اور اپنے ایمان کو مزید فصیح الفاظ میں بیان کر دیا، ہو سکے تو فرمانبردار ہوتے ہوئے خود کو قتل ہونے پر میدان جنگ میں پیش نہ کرے، یا اس مقصد سے کہا کہ فرعون اس بات پر عہد کر لے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کسی قسم کی بُرائی کا ارادہ نہ کرے گا اور اللہ جل جلالہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے رفقاء کے شر سے ﴿فوقہ اللہ سینات مامکروا تو اللہ نے اسے بچالیا اس کے مکر کی برائیوں سے (سوسن: ۴۰)﴾ کے قول کے ذریعے بچالیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا بیان:

۶..... سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو بلا کر کہا، اے میرے بھائیوں! میں نے دنیا میں کسی سے بھی اپنے اوپر کئے جانے والے ظلم کا بدلہ نہیں لیا اور مجھے ناپسند تھا کہ میں لوگوں کی نیکیاں ظاہر کروں اور گناہ چھپاؤں اور دنیا سے میرا یہی زادراہ ہے، اے میرے بھائیوں! میں نے اپنے باپ دادا جیسے عمل کئے ہیں تو تم مجھے ان کی قبروں کے ساتھ ملا دینا اور ان سے اس بات کا پکا وعدہ لیا۔ لیکن انہوں نے اپنے وعدے کو پورا نہیں کیا، حتیٰ کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق معلومات کیں کہ ان کا صندوق کہاں دفن ہے؟، صرف ایک عورت کو اس کا معلوم تھا جس کا نام شارح بنت شیرین یعقوب تھا، اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں ایک شرط پر تم کو اس کا پتہ دوں گی، اس نے کہا کہ شرط یہ ہے کہ میں بوڑھی ہوں جو ان ہو جاؤں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے منظور ہے، اس نے کہا کہ دوسری شرط یہ ہے کہ میں جنت میں آپ کے درجے میں آپ کے ساتھ رہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے گریز کر رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی اور کہا گیا کہ اس شرط کو بھی مان لیجئے، آپ نے مان لیا پھر جب بُدھیا کی رہنمائی سے صندوق کو نکالا۔ جب بوڑھی عورت کی عمر ۵۶ سال کو پہنچی تو ۳۲ سال کی

ہو گئی، اس نے ۱۶۰۰ یا ۱۴۰۰ سال عمر پائی اور حضرت سلیمان بن داؤد نے اُن سے نکاح کیا۔ (الدر المنثور، ج ۴، ص ۷۴)

☆ حسن بھری نے لکھا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا تو ان کی عمر ۱۷ سال تھی اور وہ ۸۰ سال اپنے باپ سے عاقب رہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے ملاقات کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے اور ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پائی، ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ (معالم التنزیل، ج ۲، ص ۳۷۹)

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہود کو وصیت کی اور فوت ہو گئے، ان کی تدفین میں لوگوں کا نزاع ہوا، برکت کے حصول کے لئے ہر ایک چاہتا تھا کہ اس کے محلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کیا جائے، پھر انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریائے نیل میں دفن کر دیا جائے تاکہ ان پر سے پانی گزر کر سب تک پہنچ جائے، پھر انہوں نے لکڑی کا ایک صندوق بنا کر اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کر دیا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس صندوق کو مصر سے کنعان لے گئے اور وہیں دفن کر دیا۔ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوا حسن بھری کے قول کے مطابق عمر مبارک ۱۲۰ سال تھی۔ (زاد المسیر، ج ۴، ص ۲۹۲)

فرعون کے بلند عمارت بنانے کی توجیہ:

ع۔ فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا میرے لئے اونچا اور بلند محل بنا دے جو کسی دور سے دیکھنے والے پر بھی مخفی نہ ہو، اسی اعتبار سے تصریح بمعنی اظہار ہے (اس پر چڑھ کر) میں آسمانوں کی راہوں تک پہنچ جاؤں۔ ”اسباب السموت“ سے مراد وہ راہیں اور دروازے ہیں جو ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو کسی دوسری چیز تک پہنچانے کا ذریعہ ہو وہ سب کہلاتی ہے مثلاً سی اور ڈول پانی تک پہنچنے کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے پانی کا سبب کہلاتے ہیں۔ دوسرے اسباب پہلے کے لئے بیان ہے، پہلے اسباب کو مبہم ذکر کیا، پھر اس کی وضاحت فرمائی تاکہ اس کی نیم شان کا بیان ہو سکے اور اس لئے بھی کہ سامع کو اس کی معرفت اور پہچان کا شوق دلایا جائے۔ ”فما طلع“ کو حفص نے ”لعل“ کا جواب ہونے کی وجہ سے ”فاء“ کے ساتھ منصوب پڑھا ہے اور باقیوں نے ”ببلغ“ پر عطف کرتے ہوئے اسے مرفوع پڑھا ہے، معنی یہ ہے کہ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو جھانک کر دیکھوں، اس میں ظاہر یہی ہے کہ فرعون نے بھی غرور کرتے ہوئے محل بنانے کا حکم دیا۔ علامہ بیضاوی نے کہتے ہیں:

شاید اس نے کسی بلند مقام پر ایک رصد گاہ تعمیر کرنے کا حکم دیا ہو جس سے وہ ان ستاروں کے احوال کا مشاہدہ کر سکے جو کہ اسباب سماویہ ہیں اور زمینی حوادث پر دلالت کرتے ہیں اور وہ یہ دیکھنا چاہتا ہو کہ یہ اسباب سماویہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی طرف بھیجا، یا پھر اس سے وہ لوگوں کو یہ دکھانا چاہتا ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کا قول غلط ہے کیونکہ آسمان کے اہل ہونے کی جانب خبر دینا اس پر اطلاع پانے اور اس تک پہنچنے پر موقوف ہے۔ اور اس تک پہنچنا آسمان پر چڑھ بے بغیر ممکن نہیں اور انسان آسمان کی بلندیوں میں چڑھنے کی قوت و قدرت نہیں رکھتا۔ لیکن فرعون کی یہ ساری گفتگو اور مکر جہالت پر مبنی تھی کیونکہ نہ تو وہ اللہ کی عظمت و شان سے واقف تھا اور نہ اسے یہ علم تھا کہ اللہ کسی کو نبی کیسے بناتا ہے۔ (المظہری، ج ۶، ص ۲۰۵، البیضاوی، ج ۳، ص ۲۰۹)

اغراض:

قیل ہو ابن عمہ: اور ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ مراد وہ شخص ہے جو فرعون کی قوم میں سے مومن تھا اور اپنا ایمان چھپاتا تھا۔ اسی ما اشیر علیکم بما اشیر بہ علی نفسی: یعنی تم پر میرے حکم قتل کے سوا کچھ ظاہر نہیں ہے۔ اسی یوم حزب بعد حزب: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کے فرمان ﴿یوم الاحزاب﴾ مفرد بمعنی جمع ہے، یعنی غزوہ

اجزاب کے دن مراد ہیں۔ عاۃ: ﴿ذاب﴾ کی تفسیر ہے، معنی یہ ہے کہ وہ جزا ہے جو انکے لئے تیار کی گئی ہے اور وہ انہیں ہمیشہ ملے گی، مراد ان (قوم فرعون کا) کفر ہے۔

وغیرہ ذالک: مراد وہ جملہ ہے جس کے ذریعے منادی ندا کرتا ہے: ”خبردار! فلاں کے لئے سعادت مندی ہے، اب کبھی اس کے بعد شقاوت نہ ہوگی، اور فلاں کے لئے بدبختی ہے، اب کبھی اس کے بعد سعادت مندی نہ ہوگی“، اور یہ کہ جب موت کو ذبح کر دیا جائے گا منادی ندا کرے گا: ”اے جنتی جنت میں داخل ہو جاؤ بغیر موت کے، اور اے جہنمی جہنم میں داخل ہو جاؤ بغیر موت کے“، اور مومن کو ندا کی جائے گی: ”اے وہ لوگوں جو کتاب پڑھتے تھے“، اور کافر کو ندا ہوگی: ”اے کاش! مجھے کتاب دی جاتی“، اور بعض اپنے بعض ظالمین کو ندا کریں گے ہلاکت ہے، اور یہ سارے ہی معاملات قیامت تک واقع ہوتے رہیں گے۔

عمر الی زمن موسیٰ: یہ وہ قول ہے جس میں مفسر کے موافق کوئی اور نہیں، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کے مابین ایک سو چالیس سال کا فاصلہ ہے، بہتر قول یہ ہے کہ یوں کہا جائے: ”حضرت موسیٰ کو فرعون کے زمانے تک عمر دی گئی اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کو پالیا، اور عمر بروزن فرح، باب نصر، ضرب ہے جو کہ لازم کا صیغہ ہے، اسے متعدی ماننے میں ضعیف قول ہے۔ او یوسف بن ابراہیم: مراد یوسف بن یعقوب کی ذریت ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے قوم قبط میں بھیجا اور وہ ان میں بیس سال نبی بن کر رہے۔

فلن تزالوا کافرین بیوسف وغیرہ: یعنی یوسف علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی جدائی پر نادم ہونے، (پھر) ان کا انکار بھی کر دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حملہ آور ہونے کا خوف تھا اور دنیاوی مقاصد بھی تھے۔

مثل اضلالہم: مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے: کہ یہ انہوں نے اپنی طبیعت کی وجہ سے کیا تھا۔

ومتی تکبر القلب: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ قلب (دل) کو تکبر کے ساتھ متصف کرنا پونہی ہے کہ کسی شخص کو تکبر کے ساتھ متصف کیا جائے کیونکہ قلب تمام اعضاء کا سردار ہے اور جب یہ فساد کرتا ہے تو تمام جسم فساد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

لعموم الضلال جمیع القلب: یعنی دل کے تمام اجزاء، پس اس میں ہدایت قبول کرنے کے نام کی کوئی چیز نہ رہے گی، اور یہ بات ”کسل“ کے قاعدہ کلیہ کے خلاف ہے کیونکہ جب ”کسل“ کسی نکرہ مفردہ یا مجموعہ یا معرفہ مجموعہ پر داخل ہوتا ہے تو تمام افراد مراد ہوتے ہیں اور جب معرفہ مفردہ پر داخل ہو تو بھی تمام اجزا مراد ہوتے ہیں، اور یہاں نکرہ مفردہ پر داخل ہوا ہے تو قاعدہ کی رو سے حق تو

یہی تھا کہ عموم افراد پر دلالت کرے اور صرف یہی (ایک) معنی مراد لینا قاعدہ کے مخالف ہے اور دلوں کے گمراہی میں پڑنے اور اسی پر

تمکن رہنے پر مبالغہ ہے۔ بناء عالیا: یعنی طویل عمارت بنانا مراد ہے جس کا بیان سورۃ القصص میں ہو چکا ہے۔

طرقھا: یعنی آسمان تک پہنچنے کیلئے دروازے، اور تکرار کی حکمت یہ ہے کہ اسباب (طرق) کی تحمیل و تعظیم ہے کیونکہ جب کوئی چیز بہم ہو اور پھر اس کی وضاحت کر دی جائے تو اس کی شان میں اضافہ ہونا مقصود ہوتا ہے۔

تمویھا: فرعون نے یہ بات ﴿لاظنہ کذبا﴾ اس لئے کہی تھی کہ لوگوں کو شبہ میں ڈالنا چاہتا تھا، جب کہ درحقیقت یہ جانتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے ہر قول میں سچے ہیں۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۸۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿وقال الذی امن یقوم اتبعون﴾ بالآیات الیاء ﴿وحدفہا﴾ اھدکم سبیل الرشاد ﴿۳۸﴾ ﴿تقدّم﴾ یقوم انما ہذہ

الحیوۃ الدنیا متاع ﴿تَمَتَّعَ یَزُولُ﴾ وان الاخرۃ ہی دار القرار ﴿۳۹﴾ من عمل سیئۃ فلا یجزی الا مثلھا ۷
 ومن عمل صالحا من ذکر او انشی وهو مؤمن فاولئک یدخلون الجنة ﴿بِضَمِّ الْبَاءِ﴾ وَفَتِحَ الْخَاءِ
 وبالعکس ﴿یُرِزُّونَ﴾ فیہا بغير حساب ﴿۴۰﴾ رِزْقًا وَاِسْعًا بِلا تَبِعَةٍ ﴿وِیَقُومُ مَا لِی اَدْعُوکُمْ اِلَى النَّجْوَةِ
 وَتَدْعُوْنِی اِلَى النَّارِ﴾ تدعوننی لا کفر باللہ واشرک بہ ما لیس لی بہ علم وانا ادعوکم الی
 العزیز ﴿الْقَالِبِ عَلٰی اَمْرِہٖ﴾ الغفار ﴿۴۱﴾ لِمَنْ تَابَ ﴿لَا جُرْمَ﴾ حَقًّا ﴿اِنَّمَا تَدْعُوْنِی اِلَیْہِ﴾ لَا عَبَدَہُ ﴿لِیْسَ لَہٗ
 دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا﴾ اٰی اِسْتِجَابَةٌ دَعْوَةٌ ﴿وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ﴾ وان مردنا ﴿مَرَجِعُنَا﴾ اِلَى اللّٰہِ وَان
 الْمَسْرِفِیْنَ ﴿الْکَافِرِیْنَ﴾ ہم اصحاب النار ﴿۴۲﴾ فستذکرون ﴿اِذَا غَايْتُمْ الْعَذَابَ﴾ ما اقول لکم وافوض
 امری الی اللہ ط ان اللہ بصیر ﴿بِالْعِبَادِ﴾ ﴿۴۳﴾ قال ذلک لِمَا تُرْعِدُوْہُ بِمُخَالَفَتِہٖ دِیْنِہُمْ ﴿فَوْقَہُ اللّٰہُ سِیَاتِ
 مَا مَكْرُوۡا بِہٖ مِنْ الْقَتْلِ﴾ وحق ﴿نَزَلَ﴾ ﴿بِالْ فِرْعَوْنَ﴾ قَوْمَہٗ مَعہُ ﴿سُوءِ الْعَذَابِ﴾ ﴿۴۵﴾ الْغَرَقُ ثُمَّ النَّارُ
 یعرضون علیہا ﴿یُحْرِقُوْنَ بِہَا﴾ غَدُوا وَعَشِیًا ﴿صَبَاحًا وَمَسَاءً﴾ وِیَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ
 ﴿قَالَ﴾ یُقَالُ ﴿اَدْخِلُوۡا﴾ یَا ﴿اِلَیَّ﴾ فِرْعَوْنَ ﴿وَفِی قِرَآئَةِ الْقُرْآنِ﴾ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الْخَاءِ اَمْرٌ لِلْمَلَائِكَةِ ﴿اَشَدُّ
 الْعَذَابِ﴾ ﴿۴۶﴾ عَذَابِ جَهَنَّمَ ﴿و﴾ اذکر ﴿اِذْ یَتَحَاوِنُ﴾ یَتَخَاصَمُ الْکُفَّارُ ﴿فِی النَّارِ﴾ فِیَقُولُ الضَّعِیْفُ لِلَّذِیْنَ
 اسْتَكْبَرُوا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا ﴿جَمْعُ تَابِعٍ﴾ ﴿فَہَلْ اَنْتُمْ مَغْنُوۡنٌ﴾ دَافِعُوۡنٌ ﴿عَنَّا نَصِیۡبًا﴾ جُزْءٌ ﴿مِنَ النَّارِ﴾ ﴿۴۷﴾ قال
 الذین استکبروا انا کل فیہا ان اللہ قد حکم بین العباد ﴿۴۸﴾ ﴿فَادْخَلَ الْمُؤْمِنِیْنَ الْجَنَّةَ وَالْکَافِرِیْنَ
 النَّارَ﴾ وقال الذین فی النار لخنزۃ جہنم ادعوا ربکم ینخف عننا یوما ﴿اٰی قَدَرِیَّوۡمٌ﴾ ﴿مِنَ الْعَذَابِ﴾ ﴿۴۹﴾
 قالوا ﴿اٰی الْخَزَنَةِ تَهْکُمَا﴾ اولم تک تاتیکم رسلکم بالبینت ط ﴿الْمُعْجِزَاتِ الظَّاهِرَاتِ﴾ ﴿قَالُوا﴾ بلی ﴿اٰی
 فَکَفَرْنَا بِہُمْ﴾ ﴿قَالُوا﴾ فادعوا ﴿اِنَّکُمْ فَاِنَّا لَا نَشْفَعُ لَکَافِرٍ﴾ قال تعالی ﴿وَمَا دَعُوا الْکَافِرِیْنَ اِلَا فِی
 ضَلٰلٍ﴾ ﴿۵۰﴾ انعدام.

﴿ترجمہ﴾

اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم! میرے پیچھے چلو (اتبعون یاہ کے اثبات و حذف کے ساتھ ہے) میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں
 (سبیل الرشاد کی وضاحت گزر چکی) اے میری قوم! یہ دنیا کا جینا تو کچھ برتنا ہی ہے (پھر یہ زائل ہو جائیگا، متاع بمعنی تمتع
 ہے) اور بیشک وہ پچھلا ہمیشہ رہنے کا گھر ہے جو برا کام کرے اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی اور جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو
 مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے (بے دخلوں کو یاہ مضمومہ و خاء مفتوحہ کے ساتھ اور اس کے برعکس بھی پڑھا
 گیا ہے) وہاں بے گنتی رزق پائیں گے (یعنی بے مشقت و وسیع رزق انہیں ملے گا) اے میری قوم! مجھے کیا ہوا میں تمہیں بلاتا ہوں
 نجات کی طرف اور تم مجھے بلاتے ہو دو ذبح کی طرف مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ اللہ کا انکار کروں اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو

میرے علم میں نہیں اور میں تمہیں (اپنے امر پر) غلبہ رکھنے والے (توبہ کرنے والوں کو) بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں حق ہے (لاجرم بمعنی حقا ہے) کہ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہوں (جس کی عبادت کی طرف تم مجھے بلاتے ہو) اسے بلانا کہیں کام کا نہیں نہ دنیا میں (یعنی یہ دنیا میں ان کا بدلہ کچھ مفید) اور نہ آخرت میں اور یہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے (مردنا بمعنی سر جھکنا ہے) اور یہ کہ حد سے گزرنے والے (یعنی کفر کرنے والے) ہی دوزخی ہیں تو عنقریب تم یاد کرو گے (جب تم عذاب دیکھو گے) جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں.....!..... بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے (آپ ﷺ کی ان کے دین کی مخالفت کرنے کے سبب جب انہوں نے آپ ﷺ کو دھمکی دی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت یہ) تو اللہ نے اسے بچالیا ان کے مکر کی برائیوں (یعنی قتل کئے جانے) سے اور نازل ہوا (حساق بمعنی نزل ہے) فرعون والوں پر (فرعون کے ساتھ اس کی قوم پر) برا عذاب (یعنی غرق ہونے کا عذاب) آگ جس پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں (یعنی انہیں آگ میں جلایا جاتا ہے).....!..... غسوا و عسبا کے معنی صبح و شام ہے) اور جس دن قیامت قائم ہوگی (ان سے کہا جائیگا) داخل ہو جاؤ (اے) فرعون والوں! (ایک قرأت میں ادخلوا ہمزہ مفتوحہ اور خاء مکسورہ کے ساتھ ہے، یہ حکم فرشتوں کے لیے ہوگا) سخت تر عذاب میں (یعنی عذاب جہنم میں.....!.....) اور (یاد کرو) جب وہ (یعنی کفار) باہم جھگڑیں گے (یعنی جو نیت خاصہ ہے) آگ میں تو کمزوران سے کہیں گے جو بڑے بنتے تھے ہم تمہارے تابع تھے ("تبعنا" تابع کی جمع ہے) تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ گھٹا لو گے (مغنون بمعنی دافعون اور نصیباً بمعنی جزاء ہے) وہ تکبر والے بولے: ہم سب آگ میں ہیں بیشک اللہ بندوں میں فیصلہ فرما چکا (پس اس نے مسلمانوں کو جنت میں اور کافروں کو جہنم میں داخل فرما دیا) اور جو آگ میں ہیں اس کے داروغوں سے بولے اپنے رب سے دعا کرو ہم پر عذاب کا ایک دن (یعنی ایک دن کی مقدار) ہلکا کر دے انہوں نے (جہنم کے داروغوں نے بطور تہکم ان سے) کہا کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں (یعنی ظاہر معجزات) نہ لاتے تھے؟ بولے کیوں نہیں (پس انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا) بولے تو تمہیں دعا کرو (ہم کافروں کی شفاعت نہیں کرتے، انتم ضمیر محذوف ہے، اللہ فرماتا ہے) اور کافروں کی دعا نہیں مگر معدوم (ضلل بمعنی انعدام ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الذی امن یقوم اتبعون اهدکم سبیل الرشاد﴾

و: عاطفہ، قال الذی امن، قول، یقوم: نداء، اتبعون: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، اهدکم: فعل بافاعل ومفعول، سبیل الرشاد: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر، ملکر مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿یقوم انما هذه الحیوة الدنیا متاع وان الاخرة هی دار القرار﴾

یقوم: نداء، انما: حرف مشبہ وما کافہ، هذه: مبدل منہ، الحیوة الدنیا: بدل، ملکر مبتداء، متاع: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، دار القرار: ان الاخرة حرف مشبہ واسم، ہی دار القرار: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ نداء۔

﴿من عمل سیئۃ فلا یجزی الا مثلها﴾

من: شرطیہ مبتداء، عمل سیئۃ: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا یجزی: فعل نفی مجهول نائب الفاعل، الا: اداة حصر، مثلها: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن عمل صالحا من ذکر او انسی وهو مو من فاو لثک یدخلون الجنة یرزقون فیہا بغير حساب﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتداء، عمل: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، من: جار، ذکر: مفعول، او: عاطفہ، انسی: مفعول، ملکر مجرور، ملکر

ظرف مستقر حال اول، و: حال، ہو: مبتداء، مومن: خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل، صلحا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، اولئک: مبتداء، یدخلون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، یسرقون فیہا: فعل مجہول و نائب الفاعل و ظرف لغو، بغیر حساب: ظرف مستقر "رزقا" محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، الجنة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿و یقوم ما لی ادعوکم الی النجوة و تدعوننی الی النار﴾

و: عاطفہ، یقوم: بقاء، ما: استفہامیہ مبتداء، لام: جار، ی: ضمیر ذوالحال، ادعوکم الی النجوة: جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالبقاء، ملکر جملہ ندائیہ، و: عاطفہ، تدعوننی: فعل بافاعل و مفعول، الی النار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ادعوکم" پر معطوف ہے۔

﴿تدعوننی لا کفر باللہ و اشرك بہ ما لیس لی بہ علم﴾

تدعوننی: فعل بافاعل و مفعول، لام: جار، اکفرباللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اشرك بہ: فعل بافاعل و ظرف لغو، ما: موصولہ، لیس: فعل ناقص، بہ: ظرف مستقر خبر مقدم، علم: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و انا ادعوکم الی العزیز الغفار﴾

و: عاطفہ، انا: مبتداء، ادعوکم: فعل بافاعل و مفعول، الی العزیز الغفار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا جرم انما تدعوننی الیہ لیس لہ دعوة فی الدنیا و لالی الاخرة﴾

لا: تانیہ، جرم: فعل، ان: حرف مشبہ، ما: موصولہ، تدعوننی الیہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر اسم، لیس: فعل ناقص، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، دعوة: موصوف، فی الدنیا: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: تانیہ، فی الاخرة: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان مردنا الی اللہ و ان المسرفین اصحب النار﴾ و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، مردنا: اسم، الی اللہ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان: المسرفین: حرف مشبہ و اسم، هم: اصحب النار: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر ماقبل "انما تدعوننی" پر معطوف ہے۔

﴿فستذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد﴾

ف: فصیحیہ، ستذکرون: فعل بافاعل، ما: موصولہ، اقول لکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، افوض امری الی اللہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان: اللہ: حرف مشبہ و اسم، بصیر بالعباد: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لوقہ اللہ سیات ما مکروا و حاق بال فرعون سوء العذاب﴾

ف: عاطفہ، وقہ اللہ: فعل و مفعول و فاعل، سیات ما مکروا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، حاق: فعل، بال فرعون: ظرف لغو، سوء العذاب: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿النار یرضون علیہا غدوا و عشیا﴾

النار: مبتداء، یرضون علیہا: فعل مجہول با نائب الفاعل و ظرف لغو، غدوا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عشیا: معطوف، ملکر ظرف، ملکر

جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و یوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب﴾

و: عاطفہ، یوم: مضاف، تقوم الساعة: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف مقدم، ادخلوا: فعل امر بافاعل، ال فرعون: مفعول اول، اشد العذاب: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و اذ يتحاجون في النار فيقول الضعفوا للذين استكبروا انا كنا لكم تبعا﴾

و: متعلقہ، اذ: مضاف، يتحاجون في النار: فعل بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ متعلقہ، ف: عاطفہ تفسیریہ، یقول الضعفوا: فعل و فاعل، للذين استكبروا: متعلق، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، انا: حرف مشبہ و اسم، كنا: فعل ناقص با اسم، لكم: ظرف مستقر حال مقدم، تبعا: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فهل انتم مغنون عنا نصيبا من النار﴾

ف: عاطفہ، هل: حرف استفہام، انتم: مبتدا، مغنون: اسم فاعل بافاعل، عنا: ظرف لغو، نصيبا: موصوف، من النار: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر شبہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال الذين استكبروا انا كل فيها ان الله قد حكم بين العباد﴾

قال الذين استكبروا: قول، انا: حرف مشبہ و اسم، كل فيها: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، ان الله: حرف مشبہ و اسم، قد حكم بين العباد: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وقال الذين في النار لخزنة جهنم ادعوا ربكم يخفف عنا يوما من العذاب﴾

و: عاطفہ، قال: فعل، الذين في النار: موصول صلہ، ملکر فاعل، لخزنة جهنم: متعلق، ملکر جملہ فعلیہ قول، ادعوا ربكم: فعل امر بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، يخفف عنا يوما: فعل بافاعل و ظرف لغو و ظرف، من العذاب: ظرف مستقر "شيئا" موصوف محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا اولم تك اتيناكم رسلكم بالبينت﴾

قالوا: قول، همزه: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "الم لتتسموا عن هذا" لم تک: فعل ناقص لئی با اسم، اتيناكم: فعل و مفعول، رسلكم: فاعل، بالبينت: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا بلي قالوا فادعوا وادعوا الكافرين الا في ضلل﴾

قالوا: فعل بافاعل، بلي: حرف جواب مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قالوا: قول، ف: نصیجہ، ادعوا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، ما: تانیہ، ادعوا الكافرين: مبتدا، الا: اداة حصر، في ضلل: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اعراض﴾

تفویض الی اللہ جل جلالہ کے معنی و مشمولات :

..... امام راغب اصفہانی کہتے ہیں "موضوع کے معنی ہیں: "جس کی جانب ارادہ کیا جائے یا جس کی جانب کام کو پھیرا جائے"۔ اسی سے شرکت مفادضہ ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخص باہم یہ کہیں کہ ہم نے شرکت مفادضہ کی اور ہم کو اختیار ہے کہ

یکجائی خرید و فروخت کریں، یا علیحدہ علیحدہ، نقد بچھیں یا ادھار، اور ہر ایک اپنی رائے سے عمل کرے گا اور جو کچھ نفع نقصان ہوگا اُس میں دونوں برابر شریک ہونگے۔ (بہار شریعت معرکہ، شرکت کا باب، حصہ: دہم، ج ۲، ص ۴۹۱ وغیرہ) (المفردات، ص ۳۸۹) علامہ قرطبی کہتے ہیں:

یعنی میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور اپنے کام اسی کی جانب سپرد کر دیتا ہوں، ایک قول یہ کیا گیا کہ اس قول میں دلیل ہے کہ قوم فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ مقاتل کہتے ہیں: مومن شخص قوم فرعون سے بچ کر پہاڑ کی جانب بھاگا اور ان کے قابو میں نہ آیا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس قول کے قائل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ظاہر قول یہ ہے کہ اس قول کا قائل آل فرعون میں سے مومن شخص ہے اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔

☆.....ضمضم بن جوس الیمانی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے یمانی! کسی شخص سے یہ ہرگز نہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! تجھے اللہ نہیں بخشے گا اور نہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ تجھے کبھی جنت میں داخل نہیں کرے گا، میں نے کہا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! ہمارا ایک ساتھی جب اپنے بھائی پر غضب ناک ہوتا ہے تو اس سے یہ کہتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نہ کہنا، کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو شخص تھے، ان میں سے ایک عبادت میں بہت کوشش کرتا تھا اور دوسرا اپنے نفس پر بہت زیادتی کرتا تھا، عبادت میں کوشش کرنے والا اپنے بھائی کو ہمیشہ گناہوں پر ملامت کرتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ تم گناہ کم کیا کرو اور وہ کہتا تھا کہ تم مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو، کیا تم میرے نگہبان مقرر کئے گئے ہو؟ ایک دن اس عبادت گزار نے اپنے بھائی کو ایک گناہ کرتے ہوئے دیکھا جو اس کے نزدیک بہت بڑا گناہ تھا، اس نے اپنے بھائی سے کہا: تم پر افسوس ہے، گناہ کم کرو، اس کے بھائی نے کہا: مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو، کیا تم میرے ذمہ دار ہو؟ اس عبادت گزار نے کہا: اللہ کی قسم! تجھے اللہ نہیں بخشے گا، یا کہا: اللہ تجھے کبھی جنت میں داخل نہیں کرے گا، پھر اللہ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا جس نے دونوں کی روحوں کو قبض کر لیا، وہ دونوں رب العالمین کے سامنے حاضر ہوئے، اللہ نے اس عابد سے فرمایا: کیا تجھ کو میرے فیصلے کا علم تھا یا میرے قبضہ اور تصرف میں جو کچھ ہے تو اس پر قادر تھا اور اس گناہگار سے فرمایا: جا میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا اور اس دوسرے شخص کے متعلق فرمایا: اس کو دوزخ میں لے جاؤ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس عابد نے ایسی بات کہی تھی جس سے اس نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں برباد کر لی۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب: ففی النہی عن البغی، رقم: ۴۹۰۱، ص ۹۱۷)

فرعونیوں کے لئے عذاب قبر کا بیان :

۲.....حدیث بن شریحیل نے کہا: آل فرعون کی روحوں کا لے پرندے کے پوٹوں میں صبح و شام دوزخ میں پیش کی جاتی ہیں، اسی طرح شہداء کی روحوں میں سبز پرندوں کے پوٹوں میں سیر کرتی ہیں اور مسلمانوں کے بچوں کی روحوں جو بالغ نہ ہوئے ہوں چڑیوں کے پوٹوں میں جنت میں سیر کرتے اور چارچوگتے ہیں۔

☆.....حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دن و رات میں دو مرتبہ فریادی فریاد کرتے ہیں، اور آل فرعون کو آگ پر پیش کیا جاتا جس میں نہ تو کوئی ان کی آوازیں سن سکتا ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

☆.....ابن ابی دنیا نے اپنی کتاب "من عاش بعد الموت" میں اپنے اور ابن جریر نے اوزاعی سے روایت کی ہے، ان سے ایک شخص نے سوال کیا: اے ابو عمرو میں سیاہ پرندے کو دیکھتا ہوں جو کہ سمندر سے فوج در فوج نکلتے ہیں جس کی کنتی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جب رات ہوتی ہے تو اسی کی مثل سفید پرندے نکلتے ہیں؟ ابو عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم اس کا ادراک رکھتے ہو؟ اُس نے کہا: ہاں! ابو

عمرو نے کہا: ان پر بندوں میں آل فرعون کی روحیں بند ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا (سورہ: ۷۶)﴾ پس وہ پرندے اپنے گھونسلے میں لوٹ جاتے ہیں اور ان کے پر جل کر سیاہ ہو جاتے ہیں اور پھر ان پر نئے سفید پر آگ جاتے ہیں اور پھر اسی طرح سیاہ ہو جاتے ہیں، پھر یہ پرندے آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور پھر اپنے گھونسلوں میں لوٹتے ہیں، پس جب قیامت کا دن ہوگا تو ان سے کہا جائے گا: ﴿ادخلوا آل فرعون اشداً العذاب﴾۔
(الدر المنثور، ج ۵، ص ۶۵۹ وغیرہ)

عذاب قبر کے برحق ہونے پر قرآن و حدیث واقوال علماء علم کلام:

۱۔.....متذکرہ آیت پاک سے ہمارے علماء و مشائخ نے عذاب قبر برحق ہونے پر استدلال کیا ہے، کیونکہ آیت متذکرہ میں صبح و شام کی صراحت ہے جو کہ دن کے دو اطراف ہیں، پس ثابت ہوا کہ عذاب قبر دائمی ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَمَّا عَطِيتَهُمْ أُغْرِقُوا فَاذْخُلُوا نَارَ الِابْنِيِّ كَيْسِيِّ خَطَاؤُنْ پُرْذُبُوْنَ كُنَّ مِمَّا أُغْرِقُوا﴾۔ مفسرین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ جو عذاب قوم نوح کو غرق ہونے کے بعد ہوگا وہی عذاب قبر ہے اور قبر کے معاملے کو عالم برزخ کہتے ہیں لہذا یہاں مراد ہے کیونکہ قیامت کے عذاب کا معاملہ تو بہت بعد کا ہے جو کہ یہاں مراد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَسْتَبِثُ اللّٰهُ اللّٰدِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اللّٰهُ ثَابِتٌ رَّكْبَتًا فِي الْاِيْمَانِ وَالْوَالُوْنَ كَوْنِ بَاتٍ پُرْذِيَا كِي زَنْدِكِي فِي (ابراہیم: ۲۷)﴾۔ سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کو بھی عذاب قبر سے متعلق بیان کیا ہے۔

۲۔..... سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ یہودی بوڑھی عورتوں میں سے دو عورتیں میرے پاس آئیں، وہ کہنے لگیں کہ قبر والوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے، میں نے ان کی تکذیب کی اور ان کی تصدیق کرنے کو اچھا نہیں جانا، وہ چلی گئیں اور سید عالم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، میں نے آپ سے آنے والی بوڑھی عورتوں کے بارے میں عرض کیا، سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”ان دونوں نے سچ کہا، قبر والوں کو اتنا عذاب دیا جائے گا کہ اس کو تمام جانور سٹیں گے“، پھر میں نے دیکھا کہ آپ جب بھی نماز پڑھتے تو عذاب قبر سے پناہ مانگتے۔
(صحیح البخاری، کتاب الکسوف، باب: التعموذ من عذاب القبر، رقم: ۱۰۴۹، ۶۳۶۶، ص ۱۶۹)

امام ابن حجر عسقلانی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے پہلے سید عالم رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم نہیں تھا کہ مومنین کو بھی عذاب قبر ہوگا، صرف یہود کے لئے عذاب قبر کی وحی آئی تھی۔ بعد میں سید عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مزید بذریعہ وحی اطلاع دی گئی، پس آپ نے عذاب قبر سے پناہ مانگی۔

(فتح الباری، کتاب الکسوف، باب: التعموذ من عذاب القبر، رقم: ۱۰۴۹، ج ۲، ص ۶۸۳)

۳۔..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں سید عالم رحمۃ اللہ علیہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ”اے اللہ! میں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے، بڑھاپے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور زندگی و موت کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں“۔
(صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسير، باب: ما يتعموذ من الجن، رقم: ۶۳۶۷، ۲۸۲۳، ص ۴۶۸)

۴۔..... حضرت ام خالد بنت خالد بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنانی کریم رحمۃ اللہ علیہ عذاب قبر سے پناہ طلب کر رہے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب: التعموذ من عذاب القبر، رقم: ۶۳۶۴، ص ۱۱۰۶)

۵۔..... حضرت سعد پانچ کلمات پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ان پانچ کلمات کو سید عالم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے تھے جو کہ یہ ہیں: (۱)..... اے اللہ! میں اززل عمر (ڈھیٹ پڑھاپے) سے تیری پناہ مانگتا ہوں، (۲)..... اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، (۳)..... اے اللہ! میں ارزل عمر (ڈھیٹ پڑھاپے) سے تیری پناہ مانگتا ہوں، (۴)..... اے اللہ! میں فتنہ و جال سے تیری پناہ مانگتا ہوں، (۵)..... اے اللہ!

میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب: ما يتعوذ من الجبن، رقم: ۲۸۲۲، ص ۴۶۷)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھادیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص (سید عالم ﷺ) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر اس سے کہا جاتا ہے: دیکھو اپنے دوزخ کے ٹھکانے کو، اللہ نے اس کو تمہارے لئے جنت کے ٹھکانے سے تبدیل کر دیا ہے،“ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اس سے کہا جائے گا: تم نے نہ کچھ جانتا نہ کہا، پھر اس کو دوکانوں کے درمیان، تھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے جس سے وہ چیخ مارتا ہے اور جن وانس کے علاوہ سب اس کی چیخ سنتے ہیں۔“ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: الميت يسمع خفق النعال، رقم: ۱۳۳۸، ص ۲۱۲)

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”يُيَسَّبُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا اللَّهُ تَابَتْ رُكُوتًا هِيَ إِيْمَانُ وَالْوَلْوَلُ كَوَاقِحُ بَاتٍ بِرَدْنِيَا كِي زَنْدِغِي مِي (ابراہیم: ۲۷) عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی، اس سے پوچھا جائے گا: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ﷻ ہے اور میرے نبی سید عالم ﷺ ہیں۔“

(صحیح مسلم، کتاب الحنة و صفة نعيمها، رقم: (۷۱۱۳)/۲۸۷۱، ص ۱۴۰۶)

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے، ہم قبر تک پہنچے، جب لحد بنائی گئی تو سید عالم ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں، آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ ﷺ زمین گریڈ رہے تھے، آپ نے اپنا سر اقدس اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا: ”عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو“ اور فرمایا: ”جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا، جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ہناد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھادیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے، پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے، پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ ﷺ ہیں، پھر وہ کہیں گے: تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب پر مبنی، میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی اور یہ اللہ ﷻ کے اس ارشاد کے مطابق ہے: ﴿يُسَبِّحُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا اللَّهُ تَابَتْ رُكُوتًا هِيَ إِيْمَانُ وَالْوَلْوَلُ كَوَاقِحُ بَاتٍ بِرَدْنِيَا كِي زَنْدِغِي مِي (ابراہیم: ۲۷)۔ پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا، اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی، پھر آپ ﷺ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس میں نہیں جانتا، پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس میں نہیں جانتا، پھر یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: افسوس میں نہیں جانتا، پھر آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا: اس نے جھوٹ بولا، اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کی گرام ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی، حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر دوسری جانب مل جائیں گی، پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کر دیا جائے گا جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے، پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ

کافر جی مارے گا جس کو جن دہاں کے سوا سب شیخ کے اور وہ کافر ملی ہو جائے گا اور اس میں دوبارہ موت ڈال دی جائے گی۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الاستغاب: فی المسألة فی القبر و عذاب القبر، رقم: ۴۷۵۳، ص ۸۹۰)

☆..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب میت دفن کر کے کفار ہوئے تو آپ ﷺ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الحائز، باب: الاستغفار عند القبر للمیت، رقم: ۲۲۲۱، ص ۶۱۴)

☆..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آزاد کردہ غلام ہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیک جاتی، آپ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ جنت ابودوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کو یاد کر کے روتے ہیں، آپ سے کہا: میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”قبر آخرت کی منازل میں سے سب سے پہلی منزل ہے، اگر انسان کو اس منزل سے نجات مل جائے تو اس کے بعد کی منازل آسان ہوتی ہیں اور اگر اس منزل میں نجات نہ ہو تو بعد کی منازل دشوار ہوتی ہیں۔“ اور میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”میں نے قبر سے زیادہ ڈراؤنا اور وحشت ناک منظر اور کوئی نہیں دیکھا“، یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب: ما جاء ذکر الموت، رقم: ۲۳۱۵، ص ۲۷۲)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رونیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، وہ کہیں گے کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس وہ شخص کہے گا: جو وہ زندگی میں کہتا تھا، وہ اللہ ﷻ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، وہ فرشتے کہیں گے کہ ہم کو معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے، پھر اس کی قبر میں شتر ہاتھ در شتر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی، پھر اس کی قبر منور کر دی جائے گی، پھر اس سے کہا جائے گا: سو جاؤ، وہ کہے گا: میں اپنے گھر جا کر گھر والوں کو اس کی خبر دوں، فرشتے کہیں گے: تم اس دہن کی طرح سو جاؤ جس کو وہی شخص بیدار کرتا ہے جو اس کو گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ ﷻ اُسے اُس کی قبر سے اٹھائے گا اور اگر وہ منافق ہو تو وہ کہے گا: میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا، مجھے کچھ علم نہیں، فرشتے کہیں گے: ہم کو معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے، پھر زمین سے کہا جائے گا: اس کو دباؤ، زمین اس کو دبائے گی تو اس کی پسلیاں ایک دوسرے کی طرف نکل جائیں گی، پھر اس کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ ﷻ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا۔“

(سنن الترمذی، کتاب الحائز، باب: ما جاء فی عذاب القبر، رقم: ۱۰۷۲، ص ۲۲۵)

النبر اس میں ہے:

(وعذاب القبر) سے مراد وہ عذاب ہے جو مرنے بعد دوبارہ اٹھائے جانے سے پہلے ہوگا، چہ جائے کہ میت قبر میں مدفون ہو یا نہیں، عذاب کی اضافت قبر کی طرف غلبہ کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ (للسکافرین) صحیح یہ ہے کہ کافروں کا عذاب قیامت تک منقطع نہیں ہوگا جیسا کہ احادیث اس پر شاہد ہیں اور امام نسفی نے ”بحر الکلام“ میں لکھا ہے کہ شب جمعہ روز جمعہ اور ماہ رمضان میں کافروں سے عذاب کو اٹھایا جائے گا، (ولبعض عصاة المومنین) امام نسفی نے ”بحر الکلام“ میں لکھا ہے کہ گناہگار مومن کو اس کی قبر میں عذاب دیا جائے گا لیکن روز جمعہ و شب جمعہ اُسے عذاب نہ دیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے حضرت جبرائیل رضی اللہ عنہ سے خواب میں دکھائے جانے والے اس شخص کے بارے میں سوال کیا ”جس کا سر پتھر سے زخمی کیا جا رہا تھا“، ان دونوں مبارک فرشتوں نے جواب دیا کہ ”یہ وہ شخص تھا جو قرآن تو پڑھتا تھا لیکن نماز فرض میں سویا رہتا تھا“ پس اس کے ساتھ قیامت تک

یہی ہوتا ہے گا، اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (مخص البعض منهم من لا یورد اللہ تعذیبہ فلا یعذب) ان میں سے کچھ نخصتیں ہیں، اس کی معفرت خون بہتے ہی کر دی جائے گی، وہ اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لے گا، اُسے عذابِ قبر سے نجات دی جائے گی.....“ اس حدیث کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے۔ خالد بن عرفطہ سے مرفوع روایت ہے کہ جو شخص پیٹ کے مرض کی وجہ سے مر جائے اُسے عذابِ قبر نہ دیا جائے گا، اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”جو شخص جمعہ کے دن مر جائے وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا“ اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”جس نے روزانہ رات سورہ ملک کی تلاوت کی اس سے عذابِ قبر روک دیا جائے گا“ اسے امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

(النبراس، میحت: عذاب القبر، ص ۲۰۵)

اغراض:

تمتع یزول: یعنی دنیا کا نفع تھوڑی دیر کا ہے جس میں بقائیں۔ بلا تبعہ: یعنی جنتیوں کو بغیر مال لئے رزق بے بہا دیا جائے گا، اور وہ بغیر کسی سگی کے نعمتوں سے مستفیض ہوتے رہیں گے، وہ نعمتیں کدورتوں سے پاک ہوگی جسے اللہ نے جنتیوں کے لئے اپنے خاص احسان و کرامت کی وجہ سے بنایا ہے۔

ای استجابة دعوة: یعنی دنیا و آخرت میں کوئی سفارشی نہ ہو، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مجھے میرے رب نے بتوں کی عبادت کی دعوت نہیں دی اس لئے کہ بت نہ تو اپنے رب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ ہی اس بات کا کہ انکو پوجا جائے اور آخرت میں اپنی عبادت کرنے والوں سے پیرا بھی ہونگے۔ تو عدوہ: پس حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کی جانب بھاگے، فرعون بھی ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ قتل کرنے کے ارادے سے پیچھے ہوا، پس اُس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز کی حالت میں دیکھ لیا اور وحشی (درندے) ان کے گرد صفِ صف کھڑے تھے، بعض درندوں نے فرعونی لشکر کو کھالیا اور بعض فرعونی بھاگ نکلے، پس فرعون نے انہیں قتل کر دیا۔

ای قدر یوم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ کافر کے لئے جہنم میں دن و رات کچھ نہ ہوگی۔
فانا لا نشفع لکافر: یعنی ان کا جہنم میں ہمیشہ رہنا، کیونکہ ان کے حق میں کوئی سفارش قابل قبول نہیں۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۱۸۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿اَنَا لِنَنْصُرَ رَسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ (۵۱) ﴿جَمَعَ شَاهِدٍ وَهُمْ الْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ لِلرَّسُولِ بِالْبَلَاغِ وَعَلَى الْكُفَّارِ بِالتَّكْذِيبِ﴾ ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الْبِئْسَاءِ وَالْبِئْسَاءِ الظَّالِمِينَ مَعذِرَتِهِمْ﴾ ﴿عَذْرُهُمْ لَوْ اعْتَدَرُوا﴾ ﴿وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ﴾ ﴿أَيُّ الْبُعْدِ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ ﴿وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾ (۵۲) ﴿الْآخِرَةُ أَىٰ سِئْلَةُ عَذَابِهَا﴾ ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى﴾ ﴿التَّوْرَةَ وَالْمُعْجِزَاتِ﴾ ﴿وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ ﴿مِن بَعْدِ مُوسَى﴾ ﴿الْكِتَابَ﴾ (۵۳) ﴿التَّوْرَةَ﴾ ﴿هُدًى﴾ ﴿هَادِيَا﴾ ﴿وَذَكَرَى لَوْلَى الْآلِيبَابِ﴾ (۵۴) ﴿تَذَكُّرًا لِّاصْحَابِ الْعُقُولِ﴾ ﴿فَاصْبِرْ﴾ ﴿يَا مُحَمَّدُ﴾ ﴿إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ﴾ ﴿بِئْتَابِ﴾ ﴿وَأَنْتَ وَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ﴾ ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ﴾ ﴿لِيَسْتَعْنَّ بِكَ﴾ ﴿وَسَبِّحْ﴾ ﴿صَلِّ مُتَلَبِّسًا﴾ ﴿بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ﴾ ﴿هُوَ مِنْ بَعْدِ الزُّوَالِ﴾ ﴿وَالْأَبْكَارِ﴾ (۵۵) ﴿الضَّلَوَاتِ الْخَمِيسِ﴾ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ﴾ ﴿الْقُرْآنِ﴾ ﴿بِغَيْرِ

سلطنۃ بڑھان ﴿انہم ان﴾ ما ﴿فی صدورہم الا کبر﴾ تکبر و طمع ان یعلموا علیک ﴿ما ہم ببالغیدۃ﴾
 فاستعذ باللہ ﴿من شرہم﴾ انہ ہو السميع ﴿لا قوا لہم﴾ البصیر ﴿۵۶﴾ ﴿باخو الہم﴾ و نزل فی منکبری
 البعث ﴿لخلق السموت والارض﴾ ابتداء ﴿اکبر من خلق الناس﴾ مرۃ ثانیۃ وہی الإعادة ﴿ولکن اکثر
 الناس﴾ ای الکفار ﴿لا یعلمون﴾ ﴿۵۷﴾ ﴿ذالک فہم﴾ کالاعنی و من یعلمہ کالبصیر ﴿وما یتوی الاعمی
 والبصیر﴾ لا ﴿والذین امنوا و عملوا الصلحت﴾ ہو المحسن ﴿ولا المسیء﴾ فیہ زیادۃ لا ﴿قلیلا ما
 تذکرون﴾ ﴿۵۸﴾ ﴿یتعظون﴾ بالیاء و التاء ای تذکرہم قلیل جدا ﴿ان الساعۃ لاتیۃ لاریب﴾ شک ﴿فیہا
 ولکن اکثر الناس لا یؤمنون﴾ ﴿۵۹﴾ ﴿بہا﴾ و قال ربکم ادعونی استجب لکم ﴿ای اعبدونی ائیکم﴾ بقرینۃ
 ما بعدہ ﴿ان الذین یتکبرون عن عبادتی سیدخلون﴾ بفتح الیاء و ضم الخاء و بالعکس ﴿جہنم
 داخوین﴾ ﴿۶۰﴾ صاغرین۔

﴿ترجمہ﴾

بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں
 گے.....!..... ("اشہاد" شہاد کی جمع ہے یہاں مراد اس سے فرشتے ہیں جو رسولوں کے حق میں احکام الہیہ پہنچا دینے اور کفار کے
 خلاف تکذیب انبیاء کی گواہی دیں گے) جس دن کچھ کام نہ دیں گے (منفع علامت مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا
 ہے) کافروں کو ان کے بہانے (اگر وہ عذر کریں تب بھی، معذرتہم بمعنی عذرہم ہے) اور ان کے لیے لعنت ہے.....!.....
 (یعنی رحمت خداوندی سے دوری ہے) اور ان کے لیے (آخرت کا) برا گھر (یعنی آخرت کا شدید عذاب ہے) اور بیشک ہم نے موسیٰ کو
 رہنمائی عطا فرمائی (یعنی تورات اور معجزات) اور (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) نبی اسرائیل کو کتاب کا وارث کیا (یعنی توریت کا) ہدایت
 دینے والی (ہدی بمعنی ہادیا ہے) اور نصیحت نظر مندوں کے لیے (ذکری بمعنی تذکیر اور اولو الالباب بمعنی اصحاب
 العقول ہے، اے حبیب ﷺ) تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ (اپنے اولیاء کی مدد فرمانے کا) سچا ہے (اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے
 متبعین بھی اللہ کے دوستوں میں سے ہیں.....!.....) اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو (تا کہ اس امر میں تمہاری اقتداء کی جا
 سکے.....!.....) اور پاکی بولو (یعنی نماز پڑھو، سبوح بمعنی صلی ہے) اپنے رب کی حمد کے ساتھ صبح (یعنی زوال کے بعد معنی یہ ہے کہ
 نماز پڑھو اپنے رب ﷻ کی حمد کی ساتھ) اور شام، وہ جو اللہ کی آیتوں (یعنی قرآن پاک) میں جھگڑا کرتے ہیں بے کسی سند کے جو انہیں
 ملی ہو (سلطان بمعنی دلیل ہے) نہیں (ان بمعنی مانا فیہ ہے) ان کے دلوں میں مگر ایک بڑائی (یعنی تکبر اور طمع کہ کسی طرح وہ تم پر فو
 قیت حاصل کر لیں) جسے نہ پہنچیں گے تو تم پناہ مانگو (ان کے شر سے.....!.....) اللہ کی بیشک وہی سننے والا ہے (ان کے اقوال کو) اور
 دیکھنے والا ہے (ان کے اقوال کو، اگلی آیت منکرین حشر و نشر کے بارے میں نازل ہوئی ہے) بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش (یعنی
 انہیں ابتداء بنانا) آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے (یعنی آدمیوں کو دوسری بار بنانا یعنی انہیں دوبارہ زندہ کرنے سے بڑا معاملہ
 ہے تمہارے گمان کے مطابق) لیکن بہت لوگ (یعنی کفار مکہ) نہیں جانتے (اس بات کو تو یہ لوگ اندھوں کی طرح ہیں اور جو اس بات کو
 جانتے ہیں گویا کہ وہ انگیارے ہیں) اور اندھا اور انگیارہ برابر نہیں اور (نہ) وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بدکار (ولا المسیء
 میں لازماً ہے) کتنا کم دھیان کرتے ہو (یعنی تمہارا دھیان کرنا کتنا کم ہے، بتذکرون بمعنی تیعظون ہے، یہ علامت مضارع یاء

اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں (رب کے معنی شک ہے) لیکن بہت لوگ (اس پر) ایمان نہیں لاتے اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا (یعنی میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب دوں گا اس کے معنی پر ما بعد قرینہ دلالت کر رہا ہے) بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جائیں گے (بد خصلوں کو یاہ مفتوحہ اور خاء مضمومہ کے ساتھ اور بالعکس بھی پڑھا گیا ہے) جہنم میں ذلیل ہو کر (داخرین بمعنی صاغرین ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوة الدنیا ویوم یقوم الاشہاد﴾ ۵ یوم لا ینفع الظلمین معذرتہم ﴿۔
 انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، ننصر: فعل بافاعل، رسلنا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذین امنوا: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، فی الحیوة الدنیا: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، یوم یقوم الاشہاد: مرکب اضافی مبدل منہ، یوم: مضاف، لا ینفع الظلمین معذرتہم: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
 ﴿ولہم اللعنة ولہم سوء الدار﴾ ۵ ولقد اتینا موسی الہدی واورثنا بنی اسرائیل الکتب ۵ ہدی و ذکر ی لا ولی الالباب ۵۔

و: عاطفہ، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، اللعنة: مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، سوء الدار: مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستقفہ، لام: تسمیہ، قد تحقیقہ، اتینا: فعل بافاعل، موسی: مفعول اول، الہدی: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، واورثنا: فعل بافاعل، بنی اسرائیل: مفعول اول، الکتب: مفعول ثانی، ہدی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذکر ی لا ولی الالباب: شبہ جملہ معطوف، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم مجزوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔
 ﴿فاصبر ان وعد اللہ حق واستغفر لذنبک﴾

ف: فصیحیہ، اصبر: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، استغفر لذنبک: فعل امر بافاعل، ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط مجزوف "ان عرفت ہذہ الحقیقۃ الثابتہ" کی جزاء، ملکر جملہ شرطیہ، ان وعد اللہ: حرف مشبہ واسم، حق خبر، ملکر جملہ اسمیہ متعرضہ۔

﴿وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار﴾ ۵۔

و: عاطفہ، سبح: فعل امرات ضمیر مستتر ذوالحال، بحمد ربک: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، بالعشی والابکار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اصبر" پر معطوف ہے۔

﴿ان الذین یجادلون فی ایت اللہ بغير سلطن اتہم ان فی صدورہم الا کبر ما ہم بالغیہ﴾

ان: حرف مشبہ، الذین: موصول موصول، یجادلون: فعل بافاعل، فی: جار، ایت اللہ: ذوالحال، ب: جار، غیر: مضاف، سلطن: موصوف، اتہم: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر اسم، ان: نافیہ، فی: صددوزہم: ظرف مستقر خبر مقدم، الا: اداة حصر، کبر: موصوف، ما: مشابہہ بلیس، ہم: اسم، ب: زائد، بالغیہ: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صفت، ملکر مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاستعد باللہ انہ هو السميع البصیر﴾ ۵۔

ف: لصیبر، استعذبہ اللہ: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، اللہ حرف مشبہ واسم، ہو السميع البصیر: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿لخلق السموت والارض اکبر من خلق الناس ولكن اکثر الناس لا یعلمون﴾
لام: تاکید، مخلق السموت والارض: مبتدأ، اکبر من خلق الناس: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لكن حرف مشبہ، اکثر الناس: اسم، لا یعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما یتسوی الاعمی والبصیر والذین امنوا وعملوا الصلحت ولا المسیء قليلا ما تعد کرون﴾
و: عاطفہ، ما یتسوی: فعل نفی، الاعمی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، البصیر: معطوف اول، و: عاطفہ، الذین امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ، ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، لا تافیء: المسیء: معطوف ثالث، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، قليلا: مطلق مقدم، ما: زائدہ، تعد کرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الساعة لاتیة لاریب فیہا ولكن اکثر الناس لا یؤمنون﴾
ان الساعة: حرف مشبہ واسم، لام: تاکید، اتیة خبر اول، لا: نفی جنس، ریب: اسم، فیہا: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لكن اکثر الناس: حرف مشبہ واسم، لا یؤمنون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یتسکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین﴾
و: مستانفہ، قال ربکم: قول، ادعونی: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، استجب لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ان حرف مشبہ، الذین یتسکبرون عن عبادتی: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر اسم، سیدخلون: فعل واو ضمیر ذوالحال، داخرین: حال، ملکر فاعل، جہنم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اعراض﴾

رسولوں اور مسلمانوں کی دنیا و آخرت میں مدد ہونا:

۱..... ہم جانتے ہیں کہ جنہوں نے بھی رسولوں کو اور ان کے پیروکاروں کو تکلیف دی اللہ ﷻ ان سے انتقام لیتا ہے، جیسا کہ حضرت شعباہ رضی اللہ عنہ، عیسیٰ بن زکریا رضی اللہ عنہ وغیرہ کے دشمنوں کو برباد کیا، اور جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برائی کا سلوک کیا ان کو بھی برباد کیا، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے شام کی جانب اپنی قوم کی بد اعمالیوں سے تنگ آ کر ہجرت کی، حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ کو جب ان کی قوم نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ ﷻ نے آسمان کی طرف اٹھالیا، پس ایسی کوئی مدد ہے جو نبی اور اس کے پیروکاروں کے ساتھ اللہ ﷻ نے نہیں فرمائی؟ پس اس صورت میں حضرات انبیائے کرام اور ان کے پیروکاروں کی مدد کی دو اقسام مفسرین کرام نے ذکر کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)..... ہم حضرات رسل و مومنین کی مدد کرتے ہیں انہیں بلند درجات، کامیابی، غلبہ دیتے ہوئے اور دشمنوں کو ذلیل و برباد کرتے ہوئے، جیسا کہ حضرت داؤد رضی اللہ عنہ و سلیمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بادشاہت کی نعمت عطا فرماتے ہوئے اور مخالفین کو برباد کرتے ہوئے کیا اور جیسا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو ہلاک و برباد کر کے ان کی مدد و نصرت فرمائی اسی طرح حضرت نوح رضی اللہ عنہ کی قوم کو غرق کر کے ان کی مدد فرمائی، حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کی مدد فرمائی، جس طرح حضرت شعباہ رضی اللہ عنہ و عیسیٰ رضی اللہ عنہ کے مخالفین کو برباد کیا۔ سدی کہتے ہیں کہ اگرچہ حضرات انبیائے کرام و مومنین دنیا میں قتل ہی کر دیئے جائیں لیکن وہ مدد کئے جانے والے ہی کہلائیں گے کیونکہ قوم حضرات انبیائے کرام اور مومنین کے ساتھ کوئی بھی معاملہ کر لے اللہ دوسری قوم (یا امت) کے ذریعے ان کی مدد کرے گا جو حضرات انبیائے

کرام و مومنین کی مدد فرمائیں گے اور معاندین کو قتل کریں گے۔ (۲)۔۔۔۔۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ متذکرہ بالا کلام بر بنائے خبر ہوا اور رسول و مومنین سے مراد ایک ہی ہو، اس صورت میں کلام مذکورہ کی تاویل یہ ہوگی کہ ہم ہمارے رسول محمد ﷺ اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں مدد کریں گے اور اس دن بھی جب کہ گواہی کا دن ہوگا، کیونکہ اہل عرب میں جمیع کلام کو خبر کے معنی میں لیا جاتا ہے اور مراد اس سے ایک ہی ہوتی ہے۔

(الطبری، الجزء: ۲۴، ص ۸۶ وغیرہ، مملخصا و ملتقطا)

رسول و مومنین کے دشمنوں کے احوال کی تین صورتیں:

۱۔۔۔۔۔ رسول و مومنین کے احوال کی تین صورتیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔۔۔ انہیں عذر پیش کرنا کچھ کام نہ آئے گا۔ (۲)۔۔۔۔۔ ان کے لئے لعنت ہے یعنی یہ ذلیل و رسوا ہونگے۔ (۳)۔۔۔۔۔ انہیں سخت عذاب دیا جائے گا، پس یہ دن دشمنان اسلام پر تین اقسام کی وحشت و بلا کا باعث بنے گا، اور حضرات انبیائے و اولیائے عظام کو قسم قسم کی عفتیں و شرافتیں ملیں گی۔ مومن کا سرور دیکھنے کے لائق ہوگا جب کہ کافروں کا غم پریشان کن ہوگا۔ انہیں ان کا کوئی عذر نفع نہ دے گا۔

(الرازی، ج ۹، ص ۵۲۴)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وراثت:

۳۔۔۔۔۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ﴾ اور شاہی اسرائیل الکتب (مومن: ۵۳) ﴿یہاں کتاب سے تورات مراد ہے، حقیقی میراث سے مال مراد ہوتا ہے اور مجازاً تمکک کے طور پر حضرات انبیائے کرام کی ذات کے لئے میراث کا لفظ استعمال ہوتا ہے علم دین اور کتاب مراد ہوتی ہے۔ معنی یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی کتاب ان میں چھوڑی جو کہ سب ہی کو دین کے معاملے میں ہدایت دینے والی تھی اور لوگ قرنا بعد قرن اس کے وارث ہوتے گئے جیسے فرزند ان یعقوب علیہ السلام۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَذَكَرَى لَأُولَى الْآلِیَابِ﴾ (مومن: ۵۱) ﴿حدایت اور ذکر میں فرق ہے، حدایت شیء آخر پر دلیل ہوتی ہے اور اس حدایت کے معنی میں یہ شرط نہیں ہوتی کہ شیء آخر کا ذکر کیا جائے یا بھلا دیا جائے، جب کہ "الذکر" میں یہ صورت نہیں پائی جاتی۔ اور حضرات انبیائے کرام پر نازل ہونے والی کتب میں دلوں ہی قسمیں پائی جاتی ہیں، پس بعض دلائل حدایت دینے کا ذریعہ ہوتے ہیں اور بعض نصاب البیہ پر مشتمل ہوا کرتے ہیں۔

(روح البیان، ج ۸، ص ۲۶۳)

واستغفر لذنبک میں دیگر مفسرین اور اعلیٰ حضرت کا موقف:

۴۔۔۔۔۔ ہم اس موضوع پر مفسرین کرام کے نکات ترتیب وار ذکر کر کے آخر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا موقف بیان کریں گے کیونکہ ہم نے ترجمہ کرنے میں کنز الایمان کو مقدم رکھا ہے اور جہاں تک ہو سکا کنز الایمان ہی کو ذکر کیا تاہم کئی مقامات ایسے بھی ہیں جہاں لفظی ترجمہ کی حاجت پیش آئی اور چاروں چار کنز الایمان کا ترجمہ ممکن نہ رہا۔ متذکرہ آیت کے تحت بھی ہم نے کنز الایمان ہی کا ترجمہ کیا ہے اور ہمارا بھی اس حوالے سے یہی نظر یہ ہے جو فاضل بریلوی نے کنز الایمان اور فتاویٰ رضویہ میں ذکر کیا ہے، تاہم دینی شغف رکھنے والوں اور اہل علم تک مختلف تفاسیری نکات پہنچانے کی غرض سے درج ذیل اہتمام کر رہا ہوں۔

علامہ بیضاوی کہتے ہیں:

اے محبوب اپنی عبادت اور احکام کی اطاعت کی طرف متوجہ رہیں اور اپنی تقصیرات (ترک اولیٰ) کا تدارک کیجئے اور اس مقصد کے لئے استغفار کا اہتمام کیجئے کہ یہی آپ کی مدد اور اعتراف کے لئے آپ کو کافی ہوگا۔ (البیضاوی، ج ۳، ص ۲۱۳)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

اس آیت کے درج ذیل نکات ہیں: (۱)..... بعض مواقع پر ہونے والے ترکِ اولیٰ کا بذریعہ استغفار تدارک کیجئے، اللہ ﷻ آپ ﷺ کی مدد اور اظہارِ دین کے معاملے میں کافی ہے۔ (۲)..... اگر بالفرض آپ ﷺ سے گناہ صادر ہوا ہو تو اس سے توبہ کیجئے۔ (۳)..... متذکرہ حکمِ تعبدی ہے، تاکہ آپ ﷺ کے درجات میں اضافہ ہو اور بعد والوں کے لئے آپ ﷺ کی سنت بن جائے۔ (۴)..... اپنی امت کے گناہوں کی مغفرت کے لئے استغفار کیجئے۔ (۵)..... نبی کا مرتبہ ولی کے مرتبے سے بلند ہوا کرتا ہے، اور امت میں سے کوئی بھی نبی کے مرتبے کو کا حقہ نہیں جان سکتا لہذا امتی کی مجال نہیں ہونی چاہیے کہ نبی کی جانب گناہ کی نسبت کرے۔

(روح البیان، الجزء: ۲۴، ص ۲۶۴)

علامہ سید محمود آلوسی کا نظریہ:

اس بارے میں علامہ آلوسی کے دو اقوال ہیں: (۱)..... دینی حکم کو قبول کیجئے، اور آپ ﷺ کی جانب جو گناہ کی نسبت ہوئی ہے اگرچہ آپ ﷺ نے وہ گناہ نہ کیا ہوتا، ہم حکم کی بجا آوری کی غرض سے استغفار کیجئے، پس اللہ ﷻ کی مدد و اظہارِ دین کے لئے کافی ہے۔ (۲)..... اپنی امت کے گناہ کی معافی مانگیں۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۴، ص ۴۵۳)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

سید عالم ﷺ کو یہ حکمِ تعبدی ہے، اور مقصود آپ ﷺ کے درجات و مراتب میں بلندی چاہنا ہے، ساتھ ہی امت کے لئے استغفار کرنے کی سنت بھی قائم ہو جائے گی۔

(المظہری، ج ۶، ص ۲۱۰)

امام فخر الدین رازی نے اس حوالے سے درج ذیل نکات بیان کئے ہیں:

(۱)..... ہم اس حکم کو ترکِ اولیٰ اور ترکِ افضل پر محمول کرتے ہیں۔ (۲)..... نبوت سے پہلے جو آپ ﷺ سے گناہ صادر ہو چکے تھے ان سے توبہ کیجئے۔ (۳)..... امرِ تعبدی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ربنا آتسنا ما وعدتنا علیٰ رسلک اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا اپنے رسول کی معرفت﴾ (ال عمران: ۱۹۴) ﴿..... مصدر کی اضافت مفعول کی جانب کر دی یعنی اپنی امت کے گناہوں کی معافی کے لئے استغفار کیجئے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۵۲۵)

علامہ قرطبی اس بارے چند نکات ذکر کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱)..... مضاف کو حذف کر کے اس کی جگہ مضاف الیہ رکھ دیا گیا، مراد امت کے گناہ ہیں۔ (۲)..... جو نبی کے لئے صفاتِ کا صدور ہونا جائز مانتے ہیں انہوں نے اس مقام پر یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ اے محبوب! اپنے صغیرہ گناہوں سے معافی چاہیں کیونکہ نبی سے صفاتِ کا صدور ہو سکتا ہے۔ (۳)..... یہ حکمِ تعبدی ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ربنا آتسنا ما وعدتنا علیٰ رسلک اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا اپنے رسول کی معرفت﴾ (ال عمران: ۱۹۴) ﴿ اور اس سے مقصود آپ ﷺ کے درجات کی بلندی اور امت کو استغفار کی ترغیب دلانا ہے۔ (۴)..... نبوت سے پہلے ہونے والے گناہوں سے توبہ کیجئے۔ (القرطبی، الجزء: ۲۴، ص ۲۸۳)

(الحازن، ج ۳، ص ۷۶)

علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی نے بھی اسی قسم کے اقوال بیان کئے ہیں۔

اسی استغفارِ ذنب کے معاملے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی جناب میں آریہ قوم کا ایک استغناء پیش خدمت ہوا، جس میں سید عالم ﷺ کی جناب میں ”ذنب“ کی نسبت کی گئی اور ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ سید عالم ﷺ سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے اور اپنے موقف پر دلائل بھی قائم کئے گئے۔ ہم ذیل میں آریوں کی جانب سے پیش ہونے والا استغناء مختصر اور فاضل بریلوی کا جواب من و عن لکھنے کی سعی کر رہے ہیں:

آریہ قوم کے اعتراض کا خلاصہ بصورت استثناء

مسلمانوں کے پیغمبر گناہوں سے معصوم نہیں؟ اور یہ کہ ابن عباس بڑے بھاری مفسرین میں سے ہیں اور اپنی تفسیر میں اس طرح لکھتے ہیں: "واستغفر للذنبک لتقصیر والشکر علی ما انعم اللہ علیک وعلی اصحابک اس کے معنی یہ ہیں کہ تو معافی مانگ اور اپنے گناہوں کی وہ یہ کہ تو نے خدا کی اس مہربانی کے شکر گزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے تیرے پیروؤں پر کی۔ زحتری ایک بڑے بھاری مفسر اپنی تفسیر "الکشاف" میں لکھتے ہیں: لکن یغفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک قبل الوحی وما تاخرو وما یکون بعد الوحی الی الموت اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تیرے گناہ کو جو کہ وحی آنے کے قبل ہوئے ہیں اور اس کے بعد میں یعنی مرتے وقت تک معاف کر دے۔

الجواب

اس سوال میں آریہ نے افتراء و جہالت و ناہنجی و بے ایمانی سے کام لیا۔ ہم اس کے پندرہ جوابات درج ذیل میں بالترتیب بیان کرتے ہیں:

(۱)..... عبارت کہ "الکشاف" کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے، "الکشاف" میں اس کا پتہ نہیں۔

(۲)..... بالفرض اگر "الکشاف" میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بد مذہب بے ادب کی تصنیف ہے، اس کا کیا اعتبار۔

(۳)..... یہ تفسیر منسوب "بمسیدنا ابن عباس" ہے نہ ان کی کتاب ہے، نہ ان سے ثابت، یہ بسند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح سے مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے۔ "الاتقان" میں ہے: و اوہی طرفہ طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذلک روایة محمد بن مروان اسدی الصغیر فہی سلسلۃ الکذب اس کے طرق میں سے کمزور ترین طریق کلبی کا ابوصالح سے اور اس کا ابن عباس سے روایت کرنا اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ ہے۔

(۴)..... اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے: لتقصیر الشکر علی ما انعم اللہ علیک وعلی اصحابک یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے لئے استغفار فرمائیں۔

کہاں کی اور کہاں غفلت، نعمائے الہیہ پر ہر فرد بے شمار ہفتہ غیر متناہی بالفعل ہیں: کما حققہ المفتی ابو السعود فی ارشاد العقل السلیم (جیسا کہ مفتی عبدالسعود نے ارشاد العقل السلیم میں اس کی تحقیق کی ہے)۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوها اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو گن نہ سکو گے﴾ (النحل: ۱۸)۔ جب اس کی نعمت کو کوئی گن ہی نہیں سکتا تو ہر نعمت پر پورا شکر کون کر سکتا ہے؟

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے، نعمائے الہیہ ہر وقت ہر لمحہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصاً خاصوں پر، خصوصاً ان پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں، اس کی کمی کو تفسیر اور اس تفسیر کو ذنب (گناہ) سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵)..... بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے گناہ فرمایا گیا ہرگز ہفتہ گناہ نہیں، ﴿ما تقدم﴾ سے کیا مراد لیا، وحی اترنے سے پیشتر

کے، اور گناہ کسے کہتے ہیں؟ مخالفیت فرمان کو۔ اور فرمان کا ہے سے معلوم ہوگا؟ وحی سے، تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا، جب فرمان نہ تھا مخالفیت فرمان کے کیا معنی؟ جب مخالفیت فرمان نہیں تو گناہ کیسا؟۔

(۶)..... جس طرح ﴿ما تقدم﴾ میں ثابت ہو گیا کہ حقیقتہً ذنب نہیں، یونہی ﴿ما تاخرو﴾ میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائزہ ہوئے کہ بعد کو فرمان اُن کے منع پر اُتر اور انہیں یونہی تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقتہً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا، یونہی بعد نزول وحی و ظہور رسالت بھی جو افعال جائزہ فرمائے اور بعد کو اُن کی ممانعت اُتری اسی طریقے سے ان کو ﴿ما تاخرو﴾ فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعتاً۔

(۷)..... نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب، مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نام معتبر تفسیرات کا، ایسا ہی ہے تو وہ لغویات و ہزلیات و حشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انہیں، سکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے ”ویدوں“ میں اہلی گہلی پھر رہی ہیں اور خود بندگان ”وید“ نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھناؤنے فحش لکھے اُن سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹے گی مثلاً: ”بجروید“ میں ”ایشور“ کی بیماری کا حال لکھا کہ بستر پر پڑے پکار رہے ہیں کہ ”اوسیکروں کی طرح عقل و علم رکھنے والو! تمہاری سیکڑوں ہزاروں طرح بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شر پر کون روگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر“۔ نیز یہ بھی فرما رہے ہیں کہ ”اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا! میں فرزند جھکو بہت نصیحت کرتا ہوں“۔ ماتا جی کہتی ہیں: ”اے لائق بیٹے! میں والدہ تیرے گھوڑے، گائیں، زمین، کپڑے، جان کی حفاظت و پرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کر“۔ اسی ”بجروید“ کے ادھیائے ۳۱ ستر اول میں ”ایشور“ کے متعلق ہے: ”اس کے ہزار سر ہیں، ہزار آنکھیں ہیں، ہزار پاؤں ہیں، زمین پر وہ سب جگہ ہے التاسید حاتب بھی دس انگلی کے قاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے“۔ نیز ”ویدوں“ میں اس کا نام ”سروییا پک“ ہے یعنی وہ ہر جگہ سایا ہوا، ہر چیز میں رہا ہوا، ہر خلا میں گھسا ہوا ہے، ہر جانور کی مقعد، ہر مادہ کی فرج، ہر پانخانہ کی ڈھیری میں، ”ایشور“ ہی ”ایشور“ ہے۔ ”دیانتد“ نے محض زبردستی اُن کی کاپی پلٹ کی اور انہیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا، مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے، ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے اور اگر سنسکرت ایسی ہی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کر دخواہ حکمت سے وہ کلام کیا ہوا بھاون متی کا گور کھ دھندا ہوا اور اس کے کسی حرف پر اعتماد ہو سکتا ہے، نہیں معلوم کہ مالاچی ہے یا گالی بکی ہے۔

(۸)..... استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے، آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ براہ ہو سکتا ہے۔ علم کا قاعدہ مسلمہ ہے: ”اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے“۔ سورہ مومن و سورہ محمد کی آیات کریمہ میں کوئی دلیل قطعی ہے کہ خطاب سید عالم ﷺ سے ہے۔ سورہ مومن میں تو اتنا ہے: ﴿واستغفر للذنب﴾ اے دشمن خدا اپنی معافی چاہ، کسی کا خاص نام نہیں، کوئی دلیل تخصیص نہیں، قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لئے اترانہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے: ﴿القيموا الصلوة نماز برپا رکھو﴾ (سورہ: ۲۳) ﴿، یہ خطاب جیسا کہ صحابہ کرام کو تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیامت قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی ہوگا، اسی طرح فرمایا: ﴿لا تذرکم بہ ومن بلغ تاکہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے﴾ (الانعام: ۱۹) ﴿۔ کتب فقہ کا قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے ہذاں اسعدک اللہ ﷻ (تو جان لے اللہ ﷻ تجھے سعادت مند بنائے)۔ میں کوئی خاص شخص مراد نہیں، خود قرآن میں ہے: ﴿وارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی ارایت ان کان علی الہدی او امر بالتقوی کیا تو نے نہ

دیکھا اُسے جو روکنا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھ تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے (السنن: ۱۱۷۹) ﴿۔
ابو جہل نے سید عالم ﷺ کو نماز سے روکنا چاہا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

یہاں بندے سے مراد سید عالم ﷺ ہیں اور غائب کی ضمیر سید عالم ﷺ طرف ہے اور مخاطب کی ہر سماع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے: ﴿فَمَا يَكْذِبُكَ بَعْدَ بِاللَّيْنِ﴾ کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے (النہی: ۷) ﴿۔ یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین، آریہ و ہنود سے، یونہی دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سماع کے لئے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

(۹)..... بلکہ آیت محمد میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب سید عالم ﷺ سے نہیں، اس کی ابتداء یوں ہوئی: ﴿فَاَعْلَمِ اِنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاصْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لِلْمُؤْمِنَاتِ جَانِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَبِيْ سَؤَادِ كُؤْمِيْنَ مَعْبُوْدِيْنَ اُوْرَا پِنِيْ اُوْر مُسْلِمَانِ مَرْدُوْنَ اُوْر عُوْرَتُوْنَ كِي مَعَانِي چاہے (محمد: ۱۹) ﴿۔ تو یہ خطاب اُس سے ہے جو ابھی لا الہ الا اللہ نہیں جانتا اور نہ جاننے والے کو جاننے کو حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور مسلمان بھائی کے گناہ کی معافی مانگ، جتنی آیت کریمہ میں اس عموم کو واضح فرما دیا: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَقَلْبِكُمْ وَ مَثُوْكُمْ اُوْر اللّٰهُ جَانِتَا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو اور جہاں تم سب کا ٹھکانہ ہے (محمد: ۱۹) ﴿۔ اگر ﴿فَاَعْلَمِ﴾ میں تاویل کی تو ﴿ذُنْبِكُمْ﴾ میں تاویل سے کون مانع ہے؟ اور اگر ﴿ذُنْبِكُمْ﴾ میں تاویل نہیں کرتا تو ﴿فَاَعْلَمِ﴾ میں تاویل کیسے کرتا ہے؟ دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

(۱۰)..... دونوں آیت کریمہ میں صیغہ امر اور امر انشاء ہے اور انشاء وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بقرض وقوع استغفار واجب، نہ کہ محاذ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا: ”اكرم ضيفك“ یعنی اپنے مہمان کی عزت کر“ اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی خواہی کوئی مہمان آئیگا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔

(۱۱)..... ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن کریم کے عرف میں اطلاق معصیت عمدہ ہی سے خاص نہیں، قال ﷺ: ﴿وَعَصَى آدَمَ رَبَّهُ اُوْر اُوْر اُوْر اُوْر﴾۔ لیکن سہونہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ، خود اللہ نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی: ﴿وَرَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا وَاَوْ اٰخِطَاْنَا اُوْر اُوْر﴾۔ ہمیں نہ پکڑا کر ہم بھولیں یا پھوکیں (البقرہ: ۲۸۶) ﴿۔

(۱۲)..... جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ ہوتی ہے، بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا، ہرگز شہریوں سے پسند نہ کریگا شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء، ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے، اس لئے وارد ہوا: ”حسنات الاہوار سینات المقومین نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربین کے حق میں گناہ ہیں“۔ وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں ہے۔

(۱۳)..... آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا، اگر نہ جانے تو ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لئے ادنیٰ ملاہست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے، مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف، یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے، اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کے بڑیب ہوا، یہاں نہ ملک، نہ اجارہ، نہ عاریت، اور

اضافت موجود ہے، یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ﴿ذنبک﴾ سے مراد اہلیت کی لغزشیں ہیں، اور اس کے بعد ﴿للمومنین وللمومنات﴾ تعظیم بعد تخصیص ہے، یعنی شفاعت فرمائے اپنے اہل بیت کرام اور سب مردوں و عورتوں کے لئے۔ اب آریہ کے اُس جنون کا بھی علاج ہو گیا کہ پیرؤوں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعظیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن میں موجود ہے: ﴿وہرب اغفر لى ولو الدى ولمن دخل بیتى مومنا وللمومنین والمومنات اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کو﴾ (نوح: ۲۸)۔

(۱۴)..... اسی وجہ پر آیت کریمہ سورہ فتح میں لام ﴿لک﴾ تعلیل کا ہے اور ﴿ما تقدم من ذنبک﴾ تمہارے انگوں کے گناہ، یعنی سیدنا عبداللہ اور سیدہ بی بی آمنہ سے منہائے نسب کریم تک تمام آباؤ اجداد و امہات طہیات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم علیہ السلام و شیث علیہ السلام و نوح علیہ السلام و خلیل علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام، اور ﴿ما تاخر﴾ تمہارے پچھلے اہلیت و امت مرحومہ، تو حاصل آیت کریمہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح بین فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے بخش دے، تمہارے علاقہ کے سب انگوں و پچھلوں کے گناہ، والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۵)..... ﴿ما تقدم من ذنبک وما تاخر﴾ (الفتح: ۲) سے نقل و بعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارت تفسیر میں مصرح تھا، آیت میں قطعاً محتمل، اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقت ذنب خود مندرج، ولله الحمد و صلی اللہ تعالیٰ علی شفیع المذنبین و بارک وسلم الی یوم الدین و علی آلہ و صحبہ اجمعین، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(الفتاویٰ الرضویہ مخرجه، رسالہ: اعتقاد الاحباب فی الحمیل والمصطفیٰ والال والاصحاب، عقیدہ عاشر، ج ۲۹، ص ۳۹۴ وغیرہ)

فتنہ پروروں سے پناہ مانگنے کا بیان:

۵..... ہر دور میں ضدی، مدھرم، فتنہ پرور اور جھگڑاؤں کے لوگ ہوتے رہے ہیں، جو دین کے معاملے میں اپنی من مانی بات داخل کرتے ہیں، ایک مسئلہ قرآن میں دیکھ لیا تو اس موضوع پر تمام مسائل کو اسی پر قیاس کرتے ہیں، ماضی میں کفار مکہ نے انہی صفات کے باعث حسد کرتے ہوئے اپنے ہی ہاتھوں ہلاکت مول لی۔ کسی انسان کو قتل کر دیا جائے تو اسلامی قوانین میں قصاص دیت اور معاف کر دینے کا حکم ہے اور اگر ہمارے ملک پاکستان کا معاملہ ہو تو آئے دن کتنے قتل ہو جاتے ہیں کوئی کسی کو پوچھنے والا نہیں، ایک طرف اتنے قتل کہ روزانہ بے گناہ شہریوں کی لاشیں ہماری نگاہوں کے سامنے دکھائی دیتی ہیں لیکن یہ قتل اُس فتنہ سے کم ہیں جس سے بچنے کا ہمیں حکم ہے، کسی کا ناحق قتل کرنا یقیناً جرم ہی ہے لیکن فتنہ کرنا اس سے بڑا جرم ہے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا: ﴿القتل بقرۃ: ۱۱۹﴾۔

☆..... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بنو نجار کے ایک باغ میں فجر پر سوار ہو کر جا رہے تھے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے، اچانک وہ فجر مبارک لڑکھڑایا، پس قریب تھا کہ وہ آپ ﷺ کو گرا دیتا، وہاں پر چھ یا چار یا پانچ قبریں تھیں، آپ ﷺ نے پوچھا: ”ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟“ ایک شخص نے کہا: میں پہچانتا ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا: ”یہ کب مرے تھے؟“ اس نے کہا: یہ زمانہ مشرک میں مرے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان کی قبروں میں آزمائش ہوتی ہے، پس اگر تم دہشت کی وجہ سے مردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑتے تو میں تم کو بھی عذاب قبر کی وہ آوازیں سنوا دیتا جو میں سن رہا ہوں۔“ پھر آپ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا: ”ظاہری و باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرو، مسلمانوں نے کہا: ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ طلب کرو، مسلمانوں نے کہا: ہم دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ

طلب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الحنۃ و صفة، باب: عرض مقعد المیت، رقم: (۷۱۰۷)/۲۸۶۷، ص ۱۴۰۴)

اغراض:

جمع شاہد: اور یہ بھی درست ہے کہ جمع شہید ہو، بطور دلیل اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿فکیف اذ جئنا من کل امۃ بشہید (النساء: ۴۱)﴾۔ وہم الملائکۃ: یعنی حضرات انبیائے کرام و مومنین، ملائکہ سے مراد کرنا کا تین ہیں، یہ وہی گواہی دینگے جو انہوں نے مشاہدہ کیا ہے اور حضرات انبیائے کرام قیامت کے دن اپنی امت کے اعمال و احوال کی گواہی دیں گے، اور مومنین امت محمدیہ کی گواہی دیں گے اور باقی امتوں کی بھی گواہی دیں گے۔

لواعتذروا: آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ظالمین معذرت پیش کریں گے لیکن انہیں ان کی معذرت کام نہ دے گی، پس اس آیت اور دوسری آیت: ﴿ولا یؤذن لهم فیعتذرون (الرسول: ۲۶)﴾ میں کچھ کھراؤ پایا جا رہا ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ فرض کر لیا جائے کہ ظالمین کو ان کی معذرت کام نہ دے گی کا معنی یہ ہے کہ آیت کا حکم فرض اور تقدیر کے اعتبار سے ہے۔ من بعد موسیٰ: یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک، پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے انجیل مقدسہ عطا فرمائی، جس میں تورات کے بعض احکام کی منسوخت کا بیان ہے۔

ہا دیا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ہدی﴾ حال ہے ﴿الکتاب﴾ سے اور اسی طرح اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿و ذکری﴾۔ وهو من بعد الزوال: چار نمازیں مراد ہیں، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿والابکار﴾ مراد نماز فجر ہے اور یہ صبح کے وقت میں ایک ہی نماز ہے، اسی لئے مفسر نے ”الصلوات الخمس“ فرمایا۔ فہم کالاعمی: یعنی کافر اندھے ہیں، اور اس جملے کا عطف اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿وما یستوی الاعمی..... الخ﴾ پر ہے۔ ای تذکرہم قلیلاً: اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿قلیلاً﴾ بر بنائے حال کے منصوب ہے، اور خبر محذوف ہے، تقدیر کلام یوں ہے: ”یحصل حال کونہ قلیلاً“۔

بھا: یعنی لوگ، مدھری اور عناد کی وجہ سے قیامت پر ایمان نہیں لاتے، جب کہ قیامت کے قائم ہونے پر دلیل عقلی و شرعی موجود ہے، اور اللہ ﷻ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی دلیل سنت میں بھی موجود ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے ہم سے قیامت کا وعدہ فرمایا ہے، اور اگر اس کے خلاف کو مانا جائے تو اللہ ﷻ اور اس کے رسول کی خبروں کو جھوٹ ماننا پڑے گا اور یہ محال ہے۔

صاعورین: یعنی ذلیل ہونگے، پس جو دنیا میں تکبر کرے گا بروز قیامت ذلت کا لباس پہنایا جائے گا اور جو دنیا میں عاجزی اختیار کرے گا اُسے قیامت میں عزت کا لباس پہنایا جائے گا، پس ذلت و انکساری کے باب اللہ ﷻ تک پہنچانے کے لئے عظیم ترین ابواب ہیں، جیسا کہ سیدنا کبیر احمد رفاعی سے حکایت منقول ہے، کہتے ہیں: میں نے اللہ ﷻ کی بارگاہ تک پہنچنے والے ابواب میں باہمی تنگی کا معاملہ پایا ہے، مگر ذلت و انکساری کے باب میں یہ بات نہیں ملتی، وارد ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا: ”اے ہمارے رب! تجھ تک کیسے پہنچا جائے؟ جواب دیا اپنے نفس کو محتاج کر لے یا بڑا کر لے“۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۱۹۰ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

رکوع نمبر: ۱۲

﴿اللہ الذی جعل لکم الیل لتسکنوا فیہ والنہار مبصرا﴾ اسنادُ الابصارِ الیہ مجازی لَانَّہُ یُبْصِرُ فیہ ان اللہ لذو فضل علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ﴿۲۱﴾ ﴿اللہ فلا یؤمنون﴾ ذلکم اللہ ربکم خالق کل شیء وقف لایہ لا الہ الا هو ؎ فانی توفکون ﴿۲۲﴾ ﴿فکیف تُصرِفونَ عَنِ الْإِیمَانِ مَعَ قِیَامِ الْیُرْهَانِ﴾ کذلک یؤفک ﴿ای مثل افک ہولاء افک﴾ الذین کانوا بایت اللہ ﴿مُعْجِزَاتِہُ﴾ یجحدون ﴿۲۳﴾ اللہ الذی جعل لکم الارض قرار والسماء بناء ﴿سَقْفًا﴾ وصورکم فاحسن صورکم ورزقکم من الطیب ط ذلکم اللہ ربکم صلے ؎ فتبرک اللہ رب العلمین ﴿۲۴﴾ ہو الحی لا الہ الا هو فادعوہ ﴿اعْبُدُوہُ﴾ مخلصین لہ الدین ط ﴿مِنَ الشِّرْکِ﴾ الحمد لله رب العلمین ﴿۲۵﴾ قل انی نہیت ان اعبد الذین تدعون ﴿تَعْبُدُونَ﴾ من دون اللہ لما جاء نى البینت ﴿دَلَائِلُ التَّوْحِیدِ﴾ من ربی وامرت ان اسلم لرب العلمین ﴿۲۶﴾ ہو الذی خلقکم من تراب ﴿بِخَلْقِ اَبِیْکُمْ اَدَمَ مِنْہُ﴾ ثم من نطفة ﴿مِنْہِ﴾ ثم من علقہ ﴿ذم غَلِیظٍ﴾ ثم ینخرجکم طفلا ﴿بِمَعْنٰی اَطْفَالًا﴾ ثم یتقیکم ﴿ولتبلغوا اشدکم﴾ تکامل قوتکم من ثلاثین سَنَۃً اِلٰی الْاَرْبَعِیْنَ ﴿ثم لتکونوا شیوخا﴾ بِضَمِّ الشِّیْنِ وَکَسْرِهَا ﴿وَمَنْکُمْ مَن یَتَوَلٰی مِنْ قَبْلِ اٰی قَبْلِ الْاَشْیِءِ وَالشَّیْخُوخَۃِ فَعَلَّ ذَلِکَ بِکُمْ لِتَعِیْشُوْا﴾ ولتبلغوا اجلا مسمى ﴿وَقَدْ مَخَدُوْا﴾ ولعلکم تعقلون ﴿۲۷﴾ ﴿دَلَائِلُ التَّوْحِیدِ﴾ فَمِنْ تَوْحِیدِہٖ فَاِذَا قَضٰی اَمْرًا اَرَادَ اِیْجَادَ شَیْءًا ﴿فَانَّمَا یَقُولُ لَہٗ کُنْ فِیْکُونُ﴾ ﴿۲۸﴾ ﴿بِضَمِّ التَّوْنِ وَفَتْحِہَا بِتَقْدِیْرِ اَنْ اٰی یُوْجَدُ عَقَبُ الْاِرَادَۃِ الَّتِیْ هِیَ مَعْنٰی الْقَوْلِ الْمَذْکُوْرِ﴾

﴿ترجمہ﴾

اللہ ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام پاؤ..... اور دن بنایا آکھیں کوئی (نہار کی طرف ابصار کی نسبت مجازی ہے کیونکہ دن میں اشیاء دیکھی جاتی ہیں) بیشک اللہ لوگوں پر فضل والا ہے لیکن بہت آدمی (اللہ ﷻ کا) شکر نہیں کرتے (کہ نتیجے کے طور پر ایمان لے آئیں) وہ ہے اللہ تمہارا رب ہر چیز کا بنانے والا اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو کہاں اوندھے جاتے ہو (یعنی دلیل و حجت قائم ہو جانے کے باوجود ایمان سے کیسے اوندھا گئے ہو؟) انی بمعنی کیف ہے (اسی طرح اوندھے جاتے ہیں) جس طرح یہ لوگ اوندھائے گئے اسی طرح اوندھائے جاتے ہیں (وہ جو اللہ کی آیتوں (یعنی اس کے معجزات) کا انکار کرتے ہیں اللہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین ٹھہراؤ بنائی اور آسمان چھت (بناء بمعنی سقف ہے) اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمہیں ستھری چیزیں روزی دیں..... یہ ہے اللہ تمہارا رب تو بڑی برکت والا اللہ رب سارے جہاں کا وہی زندہ ہے اس کے سوا کسی بندگی نہیں تو اسے پوجو (ادعوہ بمعنی اعبد وہ ہے) اپنی عبادت کو (شُرک سے) خالص کر کے..... سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہاں کا رب تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انہیں پوجوں جنہیں تم پوجتے ہو (تدعون بمعنی تعبدون ہے) اللہ کے سوا جب کہ میرے

پاس روشن ویلیں (یعنی دلائل توحید) میرے رب کی طرف سے آئیں اور مجھے حکم ہوا کہ رب العالمین کے حضور گردن رکھوں وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا (یعنی تمہارے جدا جدا سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا) پھر نطفہ (یعنی مٹی) سے پھر خون کی پٹک سے (علقہ کے معنی جما ہوا خون ہے) پھر تمہیں نکالتا ہے بچہ (طفلاً بمعنی اطفالاً ہے) پھر (تمہیں باقی رکھتا ہے) کہ اپنی قوت کو پہنچو (تمیں تا چالیس سال کے درمیان تمہاری قوت و طاقت کامل ہو جائے) پھر اس لیے کہ بوڑھے ہو..... ہج..... (شیسو خا شین مضمومہ و مسورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور تم میں کوئی اٹھالیا جاتا ہے پہلے ہی (بھری جوانی اور بڑھاپے آنے سے پہلے ہی، یہ تمہارے ساتھ کیا جاتا ہے) اور اس لیے کہ تم ایک مقررہ وقت پہنچو (یعنی وقت محدود تک، مسمی بمعنی محدود ہے) اور اس لیے کہ (دلائل توحید کو) سمجھو (اور سمجھ کر ایمان لے آؤ) وہی ہے کہ جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب کوئی حکم فرماتا ہے (یعنی کسی چیز کی ایجاد کا ارادہ فرماتا ہے) تو اس سے یہی کہتا ہے ہو جائی وہ ہوتا ہے (لیکن یہ نون مضمومہ کے ساتھ نیز ان مقدرہ کی وجہ نون مفتوحہ کے ساتھ ہے یعنی ارادہ الہیہ جو بمعنی قول مذکور ہے اس کے بعد وہ شے وجود میں آجاتی ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اللہ الذی جعل لکم الیل لتسکنوا فیہ والنہار مبصراً﴾

اللہ: مبتدا، الذی: موصول، جعل لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، الیل: ذوالحال، لام: جار، تسکنوا فیہ: جملہ فعلیہ مجرور، مکرظ لظرف مستقر حال، مکر معطوف علیہ، ہو: عاطفہ، النہار: ذوالحال، مبصراً: حال، مکر معطوف، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، مکر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان اللہ للذو فضل علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون﴾

ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، لام: تاکیدیہ، ذو: مضاف، فضل علی الناس: شبہ جملہ مضاف الیہ، مکر خبر، مکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لکن اکثر الناس: حرف مشبہ و اسم، لا یشکرون: فعل نفی بافاعل، مکر جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلکم اللہ ربکم خالق کل شیء لا الہ الا هو فانی تو فکون﴾

ذلکم: مبتدا، اللہ: خبر اول، ربکم: خبر ثانی، خالق کل شیء: خبر ثالث، لا: نفی جنس، الہ: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، ہو: مضاف الیہ، مکر صفت، مکر اسم، "موجود" خبر محذوف، مکر جملہ اسمیہ خبر رابع، مکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، انسی: بمعنی کیف حال مقدم، تو فکون: فعل واو ضمیر ذوالحال، مکر نائب الفاعل، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿کذلک یوفک الذین کانوا ہایت اللہ یجحدون﴾

کذلک: ظرف مستقر "الکا" مصدر محذوف کی صفت، مکر مفعول مطلق، یوفک: فعل مجہول، الذین: موصول، کانوا: فعل ناقص ہا اسم، ہایت اللہ یجحدون: جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ فعلیہ صلہ، مکر نائب الفاعل، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿اللہ الذی جعل لکم الارض قراراً والسماء بناءً وصورکم فاحسن صورکم ووزقکم من الطیبیت﴾

اللہ: مبتدا، الذی: موصول، جعل لکم الارض قراراً والسماء بناءً: فعل بافاعل وظرف لغو، الارض قراراً: مفعول، مکر مفعول اول و ثانی، مکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ہو: عاطفہ، صورکم: جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، احسن صورکم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، وزقکم من الطیبیت: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، مکر صلہ، مکر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلکم اللہ ربکم ف تبرک اللہ رب العلمین﴾

ذلکم: مبتدا، اللہ: خبر اول، ربکم: خبر ثانی، مکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، تبرک اللہ رب العلمین: فعل ناقص، اللہ: موصوف، رب العلمین: صفت، مکر

فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿هو الحی لا الہ الا هو فادعوه مخلصین لہ الدین الحمد للہ رب العلمین﴾
 ہو: مبتداء، الحی: خبر اول، لا الہ الا هو: جملہ اسمیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصيحة، ادعوه: فعل امر واو ضمیر ذو الحال، مخلصین
 لہ الدین: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ہ: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، الحمد: مبتداء، لام: جار، اللہ: موصوف، رب العلمین: صفت، ملکر
 مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل انی نہیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ لما جاء نى البیت من ربی وامرت ان اسلم لرب العلمین﴾
 قل: قول، انی: حرف مشبہ واسم، نہیت: فعل مجہول بانائب الفاعل، ان: مصدریہ، اعبد: فعل بافاعل، الذین تدعون: موصول
 صلہ، ملکر ذو الحال، من دون اللہ: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی، لما: بمعنی حین مضاف، جاء
 نى البیت من ربی: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، امرت ان اسلم لرب
 العلمین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿هو الذى خلقکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقه ثم ینخرجکم طفلاً﴾
 ہو: مبتداء، الذى: موصول، خلقکم: فعل بافاعل ومفعول، من تراب: جار مجرور معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، من نطفة: جار مجرور
 معطوف اول، ثم: عاطفہ، من علقه: جار مجرور معطوف ثانی، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، ینخرج: فعل
 بافاعل، کم: ضمیر ذو الحال، طفلاً: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم لتبلغوا اشدکم ثم لتکونوا شیوخاً﴾
 ثم: عاطفہ، لام: جار، تبلغوا اشدکم: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، لام: جار، تکونوا شیوخاً: جملہ فعلیہ
 بتقدیر ان مجرور، ملکر معطوف، ملکر ظرف مستقر "یقینکم" فعل محذوف کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ ما قبل "خلقکم" پر معطوف ہے۔

﴿و منکم من یتوفى من قبل ولتبلغوا اجلا مسمى ولعلکم تعقلون﴾
 و: متعلقہ، منکم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، یتوفى: فعل مجہول بانائب الفاعل، من قبل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر
 مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام: جار، تبلغوا اجلا مسمى: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر فعل
 محذوف "فعل" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لعلکم: حرف مشبہ واسم، تعقلون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هو الذى یحی ویمیت فاذا قضی امرا فانما یقول له کن فیکون﴾
 ہو: مبتداء، الذى یحی ویمیت: موصول صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قضی امرا: فعل
 بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف شبہ و ما کافہ، یقول له: قول، کن: فعل امر تام بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر
 جملہ قولیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، فیکون: فعل مضاف تام بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مبتداء محذوف "هو" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆ قل انی نہیت ان اعبد الذین کفار نابکار نے براہ جہالت و گمراہی اپنے دین باطل کی طرف حضور پر نور ﷺ کو
 دعوت دی تھی اور آپ سے بت پرستی کی درخواست کی تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح و اعتراض﴾

رات میں عبادت اور معصیت والے:

۱..... بعض لوگ رات کو آرام کر کے بھی عبادت میں گزارتے ہیں، مثلاً رات کو سونے سے پہلے یہ نیت کرتے ہیں کہ مجھے صبح فجر میں الصنا ہے اور اس مقصد کے پانے کے لئے، عبادت پر قوت حاصل کرنے کی نیت سے آرام کرتا ہے، ساتھ ہی قرآن پر عمل کرنے کی نیت بھی ہو تو سونے پر سہا کہ ہو جائے۔ اسلاف میں سے اکثر کا یہی عمل تھا کہ وہ رات کو اٹھ کر اللہ ﷻ کی عبادت کیا کرتے تھے، روزانہ آٹھ رکعت نماز تہجد سید عالم ﷺ سے ثابت ہے، صحابہ کرام میں سے بھی اکثر رات میں عبادت کرتے تھے چنانچہ منقول ہے:

☆..... حضرت سیدنا ابوقرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ ﷻ کے محبوب، دانائے غیوب رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا: ”متی توتوب یعنی کس وقت وتراد کرتے ہو؟“ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”أول اللیل یا رسول اللہ یعنی میں رات کے اول حصے میں پڑھ لیتا ہوں۔“ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہی استفسار فرمایا تو انہوں نے جواب دیا: ”أبعو اللیل یا رسول اللہ یعنی رات کے آخر وقت میں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔“ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر کے لئے ارشاد فرمایا: ”أخذ هذا بالقوة یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ قوت کی بناء پر اختیار کیا ہے۔“

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر قبل النوم، رقم: ۱۴۳۴، ص ۱۷۰، بتخیر قلیل)

بزرگان دین میں سے بھی کئی ہستیاں ایسی گزری ہیں جنہوں نے عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا فرمائی، خود سیدی غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا راتوں کو جاگ کر یاد الہی کرنا ثابت، امام اعظم ابوحنیفہ نے بھی راتیں عبادت میں گزاریں۔ لیکن جوں جوں دنیاوی اعتبار سے زمانہ ترقی کرتا گیا توں آخروی لحاظ سے تنزی کا سلسلہ بڑھتا گیا تاہم اب موجودہ دور میں اگرچہ اکابرین راتوں کو عبادت میں گزارتے ہیں اور ان کے خاص مریدین بھی اپنی راتوں کو نیکیوں میں بسر کرتے ہیں لیکن ان کی تعداد کم اور انتہائی کم ہے۔ اکثریت کا حال یہ ہے کہ دن میں یاد الہی نہیں کرتے، رات میں کیسے کریں گے؟ فرائض کا خیال نہیں کرتے تو مستحبات کا اہتمام کیسے ہو سکے گا؟ رات کا طویل حصہ نافرمانی میں گزار دیا جاتا ہے جب کہ اللہ ﷻ کی رحمت کی برسات ہوتی ہے بندہ گناہ میں مصروف ہوتا ہے اور جب رزق کے تقسیم کا وقت ہوتا ہے تو نماز فجر قضاء کر کے خواب خرگوش کے مزے لے رہا ہوتا ہے۔ ایسوں کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین سے ڈرنا چاہیے:

☆..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب میری امت پندرہ قسم کے کام کرے گی تو اس پر بلائیں اور مصائب نازل ہوں گے“، صحابہ نے پوچھا وہ پندرہ کام کون سے ہیں؟ فرمایا: ”جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنایا جائے گا، جب امانت کے مال کو غنیمت سمجھ لیا جائے گا، زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے گا، مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا، اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا، اپنے دوست کے ساتھ نیکی کرے گا، اپنے باپ کے ساتھ بدی کرے گا، مساجد میں شور کیا جائے گا، رذیل (گھٹیا) آدمی کو قوم کا سردار بنایا جائے گا، کسی شخص کے شر سے بچنے کے لئے اس کی عزت کی جائے گی، انگور کی شراب پی جائے گی، ریشم پہنا جائے گا، اور اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو برا کہیں گے تو ان کاموں کے وقت سرخ آمدھیوں اور زمین میں دھنسائے جانے اور سرخ کئے جانے کا انتظار کرو۔“

(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی علامة حلول المسخ والعسف، رقم: ۲۷۱۷، ص ۶۴۵)

☆..... ابوماک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت ضرور خمر (انگور کی شراب) کا نام بدل کر پیتی رہے گی اور اس کے سروں پر آلات موسیقی بجاتے رہیں گے اور گانے والیاں گاتی رہیں گی حتیٰ کہ اللہ ﷻ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور انہیں بندر و خنزیر بنا دے گا۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب: العقوبات، رقم: ۴۰۲۰، ص ۶۶۴)

چار قسم کی نعمتوں کا ذکر:

۲.....مذکورہ آیت میں اللہ ﷻ نے چار نعمتوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا: ﴿اللہ الذی جعل لکم الارض قرارا والسماء بناء وصورکم فاحسن صورکم ووزقکم من الطیبت الخ (سورن: ۶۴)﴾۔
قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: جس اللہ ﷻ نے تمہارے لئے زمین کو جائے قرار بنایا اور آسمان کو بطور چھت تم پر سائبان کیا، اور تمہیں حسین صورت سے مزین کیا یعنی اس نے تمہاری تخلیق ایسی فرمائی کہ تمہارے قدم سیدھے بنائے، جلد صاف اور رنگت سہری رکھی، ابن آدم کو سیدھا اور معتدل بنایا اور اپنے ہاتھ سے کھانا لیتا اور پیتا ہے اور دوسرے اپنے منہ سے کھانا پکارتے ہیں۔ اور اس نے تمہیں کھانے کے لئے پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں، یعنی طرح طرح کے لذیذ کھانے عطا کئے۔ (المظہری، ج ۶، ص ۲۱۸)

مشغولیت قرآن و ذکر الہی افضل ہے یا دعا کرنا؟

۳..... ہم اس موضوع پر احادیث پیش کرتے ہیں، اہل علم اپنی علمی استطاعت کے مطابق رائے قائم کریں:
☆..... حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کو قرآن اور میری یاد نے مجھ سے سوال کرنے سے باز رکھا اس کو میں سوال کرنے سے افضل عطا فرماؤں گا اور اللہ ﷻ کے کلام کی باقی کلاموں پر فضیلت ایسی ہے جیسے اللہ ﷻ کی تمام مخلوق پر فضیلت ہے۔“ (سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب: ما جاء کیف كانت قراۃ النبی ﷺ، رقم: ۲۹۲۶، ص ۸۲۹)
☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ ”سبحان اللہ وبحمدہ“ پڑھا اس کے تمام گناہ مٹا دیئے جائیں گے، خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں۔“ (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب: فضل التسیب، رقم: ۶۴۰۵، ص ۱۱۱۲)

سید عالم ﷺ پر بڑھاپے کے آثار کے معانی و مطالب:

۴..... جان لو کہ اللہ ﷻ نے انسانی عمر کو تین مراتب میں تقسیم کیا: (۱)..... اس کا بچپن، (۲)..... اس کی جوانی، (۳)..... اس کا بڑھاپا، اور یہ ترتیب عقلی لحاظ سے بھی صحیح ترین ہے، اور اس لئے کہ انسان اپنی ابتدائی عمر میں نوپید، کسن، شیر خوار ہوتا ہے اسی لئے اسے ”طفل“ کہتے ہیں، اور جب یہی کسن نوپیدا اپنی جوانی کو پہنچتا ہے اور ایسی عمر کو پہنچتا ہے جس میں اسے کسی قسم کی کمزوری نہیں ہوا کرتی، پس اسے ”جوان“ کہتے ہیں: ﴿لتبلفوا اشدکم (الحج: ۵۰)﴾ میں اسی جانب اشارہ ہے، پھر جب جسم میں کمزوری وضعف آنے لگے اور ظاہری اعضاء میں نقص پیدا ہونے لگے تو اسے بڑھاپا کہتے ہیں: ﴿ثم لتکونوا شیوخا (سورن: ۶۷)﴾ سے اسی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اب یہ حالات تو عام انسانوں کے ہیں، کیا سید عالم ﷺ کی ذات میں بھی یہی عام عوارض بشریہ پائے جاتے ہیں؟ کیا کائنات میں تخلیق کے اعتبار سے سب سے عمدہ تخلیق یعنی سید عالم ﷺ کی ذات مبارک نشان میں بھی یہی عوارض پائے گئے؟ کیا انہیں بھی عام لوگوں کی طرح ضعف و نقص نے مجبور و بے بس کر دیا؟

ہم کہتے ہیں کہ جہاں تک طاقت و قوت کی بات ہے تو سید عالم ﷺ میں قوت عام لوگوں کے اعتبار سے کئی گناہ زیادہ تھی، رخصتی کے وقت نبی بی جانہ طیبہ طاہرہ کی عمر مبارک فقط نو سال اور دنیاوی گنتی کے اعتبار سے ہجرت کا پہلا سال رخصتی کا سال بنا، اس وقت سید عالم ﷺ کی ظاہری عمر مبارک تقریباً ۵۳ سال کے آس پاس تھی کیونکہ آپ ﷺ کا انتقال بڑھاپا ہجرت کے گیارہویں سال میں ہوا ہے۔ خیر یہ سب سے آخری زوجہ تھیں جنہیں سید عالم ﷺ نے اپنی زوجیت سے مشرف فرمایا۔ طاقت و قوت کتنی تھی، اس کا اندازہ درج ذیل حدیث و اقوال شارحین سے لگائیں:

☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دن و رات کی ایک ساعت میں تمام ازواج کو شرف فرماتے تھے اور وہ گیارہ تھیں، بتاوا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ اس کی طاقت رکھتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔ (صحیح البعاری کتاب الغسل، باب اذا جامع ثم عاد، رقم: ۲۶۸، ص ۴۸)

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ایک روایت کے مطابق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گل چند رہ نکاح ہوئے اور گیارہ عورتوں سے رخصتی ہوئی جن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت نوازواج حیات تھیں، اسما علی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس عورتوں کی طاقت رکھتے تھے۔ حلیہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت تھی، اور امام احمد، نسائی اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ایک جنتی مرد کھانے پینے، جماع کرنے اور شہوت میں ایک سو دنیاوی مردوں کی طاقت رکھتا ہے۔ اس حساب سے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے۔

(فتح الباری، کتاب الغسل، باب اذا جامع ثم عاد، رقم: ۲۶۸، ج ۱، ص ۴۹۷)

جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے کہ جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ مجھے فلاں سورۃ نے بوڑھا کر دیا تو اس سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف خدا کا حال معلوم ہوتا ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف خدا کے باعث اور امت کی تعلیم کی خاطر اس طرح کے کلمات بیان فرمائے ہیں، درج ذیل میں دو احادیث بیان کرتے ہیں جن سے خوف خدا کا حال بھی معلوم ہوگا اور ظاہری بڑھاپے کے احوال کا بھی تذکرہ ہو جائے گا کہ بظاہر ۶۳ سال کی عمر پاک ہے لیکن قوت و طاقت اور سفیدی وہ نہیں جو اس عمر میں عام لوگوں کی ہوا کرتی ہے:

☆..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بوڑھے ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے سورۃ صود، الواقعة، المرسلات، عم یساکلون، اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا“۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ الواقعة، رقم: ۳۳۰۸، ص ۹۴۶)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی اور سر کے بالوں میں بیس بال سے بھی کم سفید تھے۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ما جاء فی مبعث، رقم: ۳۶۴۳، ص ۱۰۳۸)

اغراض:

مجازی: اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿مبصر﴾ کی نسبت ﴿النہار﴾ کی جانب فرمائی، یہ نسبت مجازی اور عقلی ہے جس طرح سایہ کی نسبت دن کی جانب کی جاتی ہے۔ اعبدوا: اس بارے میں دو تفسیر ہیں، جس میں سے ایک قول گزر چکا ہے، اور دوسری تفسیر کا ارادہ کرنا درست ہے اور مراد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال و گریہ و زاری کرنا ہے، معنی یہ ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک الملک ہے اور کائنات میں تصرف کا اختیار اس کے سوا کسی کو (ذاتی) طور پر نہیں، تو اسی کی بارگاہ میں محتاجی کی صورت میں دست سوال دراز کرو، کیونکہ دنیا و آخرت کی خیر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔

دلائل التوحید: یعنی نقلی و عقلی دلائل مراد ہیں۔ وقتنا محدودا: یعنی موت کا وقت مراد ہے۔

بخلق ایہکم آدم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے اور یہ بھی درست ہے کہ کلام کو ظاہر پر باقی رکھا جائے کیونکہ لفظہ کی اصل بنیاد غذا پر منحصر ہوتی ہے جو کہ مٹی سے وجود میں آتی ہے۔

بمعنی اطفالا: اولیٰ یہ ہے کہ ﴿طفالا﴾ بمعنی ”اطفالاً“ لیا جائے، تاکہ حال و ذوالحال میں مطابقت ہو جائے، کیونکہ ﴿طفالا﴾ حال ہے ﴿بمصر حکم﴾ کی کاف ضمیر سے، اور حال مفردہ لفظوں میں اور معنی میں جمع ہے، کیونکہ لفظ ”الطفل“ مذکر مونث دونوں میں

مستعمل ہے اور مفروضہ میں بھی، جیسا کہ ایک مقام پر فرمایا: ﴿أَوِ الطُّغْلَانِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا﴾ (سورہ ۲۱)۔
 عقب الارادة التي هي معنى القول المدكور: مذکورہ قول کسی قسم کی بھی نئی تخلیق کے معاملے میں ہلدی برتنے پہلی ہے، معنی یہ ہے
 کہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ بغیر کسی توقف کے ہلدی ہو جاتی ہے، اور کلام مفسر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آیت مقدمہ کا معنی یہ ہے
 کہ: اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے ارادہ فرمانے سے ہی وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔ (الصاوی، ج ۱۰، ص ۱۹۳ اور صفحہ ۱۳۰)

رکوع نمبر: ۱۳

﴿الْم تَرَالِي الَّذِينَ يَجَادِلُونَ فِي آيَةِ اللَّهِ﴾ الْقُرْآنِ ﴿الْي﴾ كَيْفَ ﴿يَصْرَفُونَ﴾ (۶۹) ﴿عَنِ الْإِيمَانِ﴾ الَّذِينَ
 كَذَبُوا بِالْكِتَابِ ﴿الْقُرْآنِ﴾ ﴿وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا﴾ ﴿مِّنَ التَّوْحِيدِ وَالْبَعِثِ وَهُمْ كُفَّارٌ مَّكَهَ﴾ ﴿فَسَوْفَ
 يَعْلَمُونَ﴾ (۷۰) ﴿عُقُوبَةً تَكْذِيبِهِمْ﴾ ﴿إِذَا الْأَغْلَلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ﴾ ﴿إِذَا بَعْنَى إِذَا﴾ ﴿وَالسَّلْسَلُ﴾ ﴿عَطْفٌ عَلَى الْأَغْلَالِ
 فَتَكُونُ فِي الْأَعْنَاقِ أَوْ مُبْتَدَاءٌ خَبْرَةٌ مَّحْذُوقٌ أَيْ فِي أَرْجُلِهِمْ أَوْ خَبْرَةٌ﴾ ﴿يَسْحِرُونَ﴾ (۷۱) ﴿أَيُّ يُجْرُونَ
 بِهَا﴾ ﴿فِي الْحَمِيمِ﴾ ﴿أَيُّ جَهَنَّمَ﴾ ﴿ثُمَّ فِي النَّارِ يَسْجُرُونَ﴾ (۷۲) ﴿يُوقَدُونَ﴾ ﴿ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ﴾ ﴿تَبْكِيْتًا﴾ ﴿أَيْنَ مَا كُنْتُمْ
 تَشْرِكُونَ﴾ (۷۳) ﴿مَنْ دُونَ اللَّهِ﴾ ﴿مَعَهُ وَهِيَ الْأَصْنَامُ﴾ ﴿قَالُوا ضَلُّوا﴾ ﴿غَابُوا﴾ ﴿عَنَّا﴾ ﴿فَلَا تَرَاهُمْ﴾ ﴿بَلْ لَمْ نَكُنْ
 نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا﴾ ﴿أَنْكُرُوا عِبَادَتَهُمْ﴾ ﴿إِيهَا تُمْ أَحْضَرْتُمْ قَالِ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصْبُ
 جَهَنَّمَ أَيْ وَقُودُهَا﴾ ﴿كَذَلِكَ﴾ ﴿أَيُّ مِثْلَ أَضْلَالٍ هُوَ لِأَنَّ الْمُكْذِبِينَ﴾ ﴿يُضِلُّ اللَّهُ الْكُفْرِينَ﴾ (۷۴) ﴿وَيَقَالُ لَهُمْ
 أَيْضًا﴾ ﴿ذَلِكَ﴾ ﴿الْعَذَابُ﴾ ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ﴿مِنَ الْإِشْرَاقِ﴾ ﴿وَأَنْكَارِ الْبَعِثِ﴾ ﴿وَبِمَا
 كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ﴾ (۷۵) ﴿تَتَوَسَّعُونَ فِي الْفَرَحِ﴾ ﴿أَدْخَلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ﴿لَيْسَ
 مَشْوَى﴾ ﴿مَاوَى﴾ ﴿الْمُتَكَبِّرِينَ﴾ (۷۶) ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ﴾ ﴿بِعَذَابِهِمْ﴾ ﴿حَقٌّ﴾ ﴿فَمَا نَرِيكَ﴾ ﴿فِيهِ إِنَّ الشَّرْطِيَّةَ
 مُدْغَمَةٌ وَمَا زَائِلَةٌ تُرْكَدُ مَعْنَى الشَّرْطِ أَوَّلُ الْفِعْلِ وَالنُّونُ تُرْكَدُ آخِرَةً﴾ ﴿بَعْضُ الَّذِي نَعُدُّهُمْ﴾ ﴿بِهِ مِنْ
 الْعَذَابِ فِي حَيَاتِكَ وَجَوَابُ الشَّرْطِ مَحْذُوقٌ أَيْ فَذَاكَ﴾ ﴿أَوْ تَتَوَلَّى﴾ ﴿قَبْلَ تَعْدِيهِمْ﴾ ﴿فَالِنَا
 يَرْجِعُونَ﴾ (۷۷) ﴿فَتَعَذَّبْتَهُمْ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ ﴿فَالْجَوَابُ الْمَذْكَورُ لِلْمَعْطُوفِ فَقَطُّ﴾ ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ
 قَبْلِكَ مِنْهُمْ مِنْ قِصَصِنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصِصْ عَلَيْكَ﴾ ﴿رَوَى أَنَّهُ تَعَالَى بَعَثَ ثَمَانِيَةَ آلَافِ نَبِيِّ
 أَرْبَعَةَ آلَافِ نَبِيِّ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْبَعَةَ آلَافِ نَبِيِّ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ﴾ ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ﴾ ﴿مِنْهُمْ﴾ ﴿أَنْ يَأْتِيَ
 بَابَةَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ ﴿لَأَنَّهُمْ عِيبٌ مَّرْبُوبُونَ﴾ ﴿فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ﴾ ﴿بَنْزُولِ الْعَذَابِ عَلَى الْكُفَّارِ﴾ ﴿قَضَى﴾ ﴿بَيْنَ
 الرُّسُلِ﴾ ﴿وَمُكْذِبِيهَا﴾ ﴿بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ﴾ (۷۸) ﴿أَيُّ ظَهَرَ الْقَضَاءُ وَالْخُسْرَانُ لِلنَّاسِ وَهُمْ
 خَاسِرُونَ فِي كُلِّ وَقْتٍ قَبْلَ ذَلِكَ﴾

﴿ترجمہ﴾

کیا تم نے نہ دیکھا جو اللہ کی آیتوں (یعنی قرآن پاک) میں جھگڑتے ہیں..... کیسے (اسی بمعنی کیف) پھیرے جاتے ہیں
 (ایمان لانے سے) وہ جنہوں نے جھٹلائی کتاب (یعنی قرآن پاک) اور جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا (عقیدہ توحید و حشر نشر

جھٹلانے والے کفار مکہ تھے) وہ معترب جان جائیں گے (اپنے جھٹلانے کا انجام) جب ان کی گردنوں میں طوق ہوگا (اذلا غلال میں اذ یعنی اڈا ہے) اور زنجیریں (السلسل کا عطف الا غلال پر ہو تو معنی ہوگا کہ زنجیریں بھی ان کی گردنوں میں ہوں گی یا پھر السلسل مبتدأ میں رہا ہے اس کی خبر فی اور جملہم محذوف ہے اس صورت میں معنی ہوگا ان کے پیروں میں زنجیریں پڑی ہوگی یا پھر السلسل مبتدأ ہے اور یسحبون خبر ہے بمعنی انہیں زنجیروں کے ساتھ گھسیٹا جائے گا) گھسیٹے جائیں گے کھولتے پانی میں (یعنی جہنم میں) پھر آگ میں دہکائے جائیں گے (یسحبون بمعنی یسوقلون ہے) پھر ان سے (بطور جزر) کہا جائے گا کہاں گئے وہ جو تم شریک بناتے تھے اللہ کے مقابل (اس کے ساتھ یعنی بت جنہیں تم اللہ کا شریک کرتے تھے؟) کہیں گے وہ تو ہم سے عاقب ہو گئے (ہم انہیں نہیں دیکھ رہے، ضلوا بمعنی غابوا ہے) بلکہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے (وہ اپنے آپ سے بتوں کی پوجا کرنے کا انکار کریں گے، پھر بت حاضر کئے جائیں گے اللہ فرمائے گا ﴿انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم﴾ (۱۸:۱۸۷) اسی طرح (یعنی ان جھٹلانے والوں کو گمراہ کرنے کی طرح) اللہ گمراہ کرتا ہے کافروں کو (اور ان لوگوں سے یہ بھی فرمایا جائے گا) یہ (یعنی یہ عذاب) اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں باطل پر خوش ہوتے تھے (یعنی شرک کرنے اور حشر و نشر و جھٹلانے پر) اور اس کا بدلہ ہے جو تم اتراتے تھے (یعنی جو تم گناہوں پر اتراتے تھے) جاؤ جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنا تو کیا ہی برا ٹھکانا مغروروں کا تو تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ (کفار پر عذاب آنے کا) سچا ہے تو اگر ہم تمہیں دکھادیں (فاما میں ان شرطیہ ہے جس کا عا زاد میں اوعام کیا گیا ہے، یہ مسازاندہ اول فضل میں معنی شرط کو موکد کر رہا ہے اور نون تا کید آخر فضل میں تا کید پیدا کر رہا ہے) کچھ وہ چیز جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی عذاب آپ کی حیات مبارکہ میں، اس کا جواب شرط فذاک محذوف ہے، بہ ضمیر عائد الی الموصول محذوف ہے) یا تمہیں (ان کو عذاب دینے سے پہلے ہی) اوقات دیں بہر حال ہماری ہی طرف پھرنا (پھر ہم انہیں سخت ترین عذاب دیں گے جو اب مذکور فقط معطوف کے لیے ہے) اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے کہ جس میں سے کسی کا حال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا (مروی ہے اللہ ﷻ نے آٹھ ہزار انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا جن میں سے چار ہزار نبی اسرائیل اور بقیہ چار ہزار انبیاء کرام دیگر لوگوں میں ہوئے.....) اور (ان میں سے) کسی رسول کو نہیں پہنچتا کہ کوئی نشانی آئے بے حکم خدا کے (کیونکہ وہ اللہ کے بندے اور مملوک ہیں) پھر جب اللہ ﷻ کا حکم (کفار پر عذاب نازل ہونے کا) آئے گا فیصلہ دیا جائے گا (رسل عظام اور جھٹلانے والوں کے درمیان) حق کے ساتھ اور باطل والوں کا وہاں خسارہ (اللہ کا یہ فیصلہ اور کافر لوگوں کا خسارہ پانے والوں میں ہونا ظاہر ہوگا لیکن اس سے بھی ہر وقت ہر لحظہ خسارہ پانے والے ہی ہیں)۔

﴿قر کیب﴾

﴿الذین یجادلون فی ایت اللہ انی یصرفون﴾

ہمزہ: حرف استفہام، لم تر: فعل نئی بافاعل، الی: جار، الذین یجادلون فی ایت اللہ: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، الی: اسم استفہام حال مقدم، یصرفون: فعل مجہول واؤ ضمیر ذوالحال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین کذبوا بالکتب وبما ارسلنا بہ رسلنا﴾

الذین: موصول، کذبوا: فعل بافاعل، بالکتب: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، بما ارسلنا بہ رسلنا: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر ما قبل "الذین یجادلون" سے بدل ہے۔

﴿فسوف یعلمون ۝ اذ الاغلل فی اعناقہم والسلسل یسحبون ۝ فی الحموم﴾

ف: عاطفہ، سوف جرف استقبال، یعلمون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، یسحبون فی الحمیم: جملہ فعلیہ حال، ملکر
فاعل، اؤ: مضاف، الاغلیل: معطوف ہو، عاطفہ، السلسل: معطوف، ملکر مبتدا، فی اعناقہم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مضاف
الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم فی النار یسجرون﴾ ثم قیل لهم این ما کنتم تشرکون ۵ من دون اللہ ﴿﴾

ثم: عاطفہ، فی النار: ظرف لغو مقدم، یسجرون: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، قیل لهم: قول، این: اسم استفہام خبر
مقدم، ما: موصول، کنتم تشرکون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من دون اللہ: ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ
مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا ضلوا عنا بل لم نکن ندعوا من قبل شیئا﴾

قالوا: قول، ضلوا عنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، بل: بضراب، لم نکن: فعل ناقص با اسم، ندعوا: فعل بافاعل، من قبل: ظرف مستقر
حال مقدم، شیئا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿کذلک یضل اللہ الکفرین﴾

کذلک: ظرف مستقر "اضلالاً" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، یضل اللہ الکفرین: فعل و فاعل و مفعول، ملکر
جملہ فعلیہ۔

﴿ذلکم بما کنتم تفرحون فی الارض بغير الحق وبما کنتم تمرحون﴾

ذلکم: مبتدا، ب: جار، ما: موصول، کنتم: فعل ناقص با اسم، تفرحون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، بغير الحق: ظرف مستقر حال، ملکر
فاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر مجرور، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، بما کنتم تمرحون: جار مجرور
معطوف، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ادخلوا ابواب جہنم خلدین فیہا فینس مثنوی المتکبرین﴾

ادخلوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، خلدین فیہا: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ابواب جہنم: مفعول، ملکر جملہ
فعلیہ، ف: عاطفہ، فینس: فعل ذم، مثنوی المتکبرین: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مبتدا محذوف "ہی" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاصبر ان وعد اللہ حق﴾

ف: فصیحیہ، اصبر: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف "اذا بدا لک منهم ما بدا من صد واعرض" کی جزا، ملکر
جملہ شرطیہ، ان وعد اللہ جرف مشبہ واسم، حق: خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فاما نرینک بعض الذی نعدہم اونوفینک فالینا یرجعون﴾

ف: عاطفہ، ان بشرطیہ، ما بزائدہ، نرینک: فعل بافاعل و مفعول، بعض: مضاف، الذی نعدہم: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر
مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا محذوف "فنتقم منهم اشد الاتقام" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ معطوف
علیہ، او: عاطفہ، نوفینک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، الینا یرجعون: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ معطوف، ملکر جملہ معطوف۔

﴿ولقد ارسلنا رسلا من قبلك ومنہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک﴾

و: عاطفہ، لام: تسمیہ، قد: تہنئقیہ، ارسلنا: فعل بافاعل، موصول، من قبلك: ظرف مستقر صفت اول، منہم: ظرف مستقر

خبر مقدم، من قصصنا علیک: موصول صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، منہم: ظرف مستقر خبر مقدم، من
لم نقص علیک: موصول صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر صفت ثانی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم
محذوف "نقصم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ۔

﴿وما كان لرسول ان ياتي باية الا باذن الله﴾

و: عاطفہ، ما: تانیہ، كان: فعل ناقص، لرسول: ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدریہ، یاتی: فعل مؤنسر ذوالحال، الا: اداة حصر، باذن
الله: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، باية: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا جاء امر الله قضی بالحق وخسر هنالك المبطلون﴾: ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء
امر الله: فعل و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قضی: فعل مجهول "هو" ضمیر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ
فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، خسر: فعل، هنالك: ظرف، المبطلون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اعراض﴾

جھگڑنے والے کون تھے؟

۱..... ابن سیرین کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کی آیات میں جھگڑا کرنے والے تقدیر کا انکار کرنے والے (فرقہ قدریہ) ہیں۔

☆..... عقبہ بن عامر چینی کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "عنقریب میری امت میں سے اہل کتاب اور اہل الیسین ہلاک کئے
جائیں گے" صحابہ نے پوچھا اہل کتاب سے مراد کون ہیں؟ فرمایا: "وہ لوگ جو کتاب اللہ ﷻ کا علم ہونے کے باوجود اس میں جھگڑتے
ہیں" پھر پوچھا کہ اہل الیسین کون ہیں؟ فرمایا: "جو خواہشات کی پیروی کرتے اور نمازیں ضائع کرتے ہیں"۔ ابو قیل کہتے ہیں: میرا
گمان ہے کہ تقدیر کا انکار کرنے والے وہی لوگ ہیں جو اللہ ﷻ کی آیتوں میں بحث کرتے ہیں اور اہل الیسین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا
کوئی امام جماعت نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ رمضان کے مہینے کو پہچانتے ہیں۔

(الطبری، الجزء: ۲۴، ص ۹۶)

تقدیر کا انکار کرنے والوں سے کس قسم کا تعلق رکھا جائے؟

☆..... حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "قدریہ (منکرین تقدیر) اس امت کے مجوس ہیں، اگر وہ بیمار ہوں

تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے میں نہ جاؤ"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب: نفی القدر، رقم: ۴۶۹۱، ص ۸۷۸)

☆..... ابو نعیم "حلیۃ الاولیاء" میں بطریق امام شافعی صحیح بن سلیم نے امام جعفر سے، وہ امام باقر سے، وہ عبداللہ بن جعفر طیار سے،

وہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، ایک شخص نے کہ واقعہ رحل میں

امیر المومنین کے ساتھ کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے، فرمایا: گہر اور یا ہے اس میں قدم نہ رکھ، عرض

کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجئے، فرمایا: اللہ ﷻ کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا، عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجئے، فرمایا:

اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو آدمیوں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے نہ اختیار اُسے سپرد ہے، عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص کہتا

ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے اور وہ حضور میں حاضر ہے۔ مولیٰ علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ، لوگوں نے اُسے سامنے

لاکڑا کیا، جب امیر المومنین نے اُسے دیکھا تیغ مبارک چار انگلی کے قدر نیام سے نکال لی اور فرمایا: کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ

مالک ہے یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے، خبردار! ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائے گا اور میں تیری گردن

اڑا دوں گا، اس نے کہا: یا امیر المومنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یوں کہہ کہ اس خدا کے دیئے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے

اختیار دے، بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

(الفناوی الرضویۃ معرجه، رسالہ: تلج الصدر لایمان القدر، ج ۲۹، ص ۲۹۸ وغیرہ)

حضرات انبیاء، رسل، صحف اور کتب کی تعداد:

۲..... سید عالم ﷺ سے بعض روایات مروی ہیں کہ ان سے حضرات انبیاء کرام کی تعداد کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔“

(شرح عقائد نسفیہ، مبحث: النبوات، ص ۱۳۹)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی کہتے ہیں: ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سید عالم ﷺ سے حضرات انبیاء کرام کی تعداد کے بارے میں استفسار کیا تو فرمایا: ”ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں سے تین سو پندرہ رسل ہیں“، اور اس پر بہت سے اہل علم کا اتفاق ہے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ابو ذر کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! رسل کتنے ہیں؟ فرمایا: ”تین سو دس اور کچھ زائد ہیں“۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس پر علماء کا جم غفیر اتفاق کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”دو لاکھ چوبیس ہزار حضرات انبیاء کرام ہوئے“۔ اور راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حافظ جلال الدین اس روایت سے واقف نہیں ہوئے اور حافظ جلال الدین محلی کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے آٹھ ہزار نبی بھیجے جس میں سے چار ہزار نبی اسرائیل میں سے، چار ہزار دیگر لوگوں میں سے، اور بعض کتب میں ایک ایک ہزار دونوں (نبی اسرائیل اور دیگر لوگوں میں سے) ہوتا مراد ہے۔ اور امام احمد کی ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مذکور روایت قابل اعتماد ہے۔

(النبراس، مبحث: النبوات، ص ۲۸۱)

ابو یحییٰ نسفی نے اپنی عقائد میں لکھا: اللہ ﷻ نے شیث بن آدم رضی اللہ عنہ پر پچاس صحیفے نازل فرمائے، حضرت اوریس رضی اللہ عنہ پر تیس، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر دس، اور حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ پر فرعون کے غرق ہونے سے پہلے دس صحیفے نازل فرمائے پھر اللہ ﷻ نے فرعون کے غرق ہونے کے بعد حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کو توریت عطا فرمائی، اور حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ پر انجیل مقدس نازل فرمائی، حضرت داؤد رضی اللہ عنہ پر زبور مقدس کا نزول ہوا اور ہمارے نبی پاک صاحب لولاک ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت آدم رضی اللہ عنہ پر دس صحائف کے نزول کے بارے میں لکھا اور حضرت وہب بن منہب کہتے ہیں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر تیس صحیفے نازل ہوئے اور انہوں نے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کے دس صحائف کا ذکر نہیں کیا اور روایات کے مطابق کتابوں کی کل تعداد ایک سو چار بتائی جاتی ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ کتب کے نازل ہونے کی تعداد کے بارے میں موصول ہونے والی روایت صحیح نہیں ہے اور اس کی سند بھی قوی نہیں ہے۔

(النبراس، مبحث: الکتاب المنزلة، ص ۲۹۰)

اغراض:

اذ بمعنی اذا: اس اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے کہ اگر ”سوف“ مستقبل اور ”اذ“ ماضی کے لئے ہے تو پھر یہاں ماضی کا مستقبل کے ساتھ تعلق صحیح نہیں ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ ”سوف“ کا مستقبل میں مستعمل ہونا مجازی نسبت کے اعتبار سے ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کسی کام کے متحقق اور واقع ہونے کو شامل ہوتا ہے۔

بہا: معنی یہ ہے کہ جنہمیوں کے گلوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، اور انہیں جہنم میں زنجیروں سمیت مونہوں کے بل گھسیٹا جائے گا اور یہ ابتدائی دو اقوال ہیں جب کہ تیسرا قول یہ ہے کہ طوق ان کی گردنوں میں، زنجیریں ان کے پاؤں میں، جنہمیں گھسیٹتے ہوئے وہ جہنم میں جائیں گے، اور سارے ہی اقوال درست ہیں۔

ثم احضرت: اس صورت میں آیت مذکورہ من دون اللہ قالوا اضلوا عنا بل لم نكن ندعوا من قبل شيئا انكم وما

تعبدون..... الخ (سومن: ۷۴) ﴿اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم انتم لها واردون﴾ (الانبیاء: ۹۸) کی مخالفت کرتا ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ پہلے تو معبودوں نے انہیں گمراہ کیا اور بیزاری ظاہر کر دی، پھر حاضر ہو گئے اور قریب ہو جائیں گے۔

تسوسعون فی المعاصی: یعنی دنیا میں خوشی کا اظہار کرتے تھے، معصیت، کثرت مال، پاکیزہ چیزوں کو ضائع کرنا، پس ”المرح بمعنی الفرح“ ہے، اگرچہ یہ آیت کافروں کی مذمت میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کا اطلاق ہر نافرمانی کرنے والے پر ہوتا ہے اور وہ نافرمان اُس سے حصہ پائے گا۔

بعذابہم: وعدہ نبی پاک ﷺ کی مدد کرنے کا، عذاب کی وعید کو وعدے کا نام دیا اس لئے کہ دونوں حقیقت میں ایک ہی ہیں۔
روی: یعنی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ سے استفسار کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ سے پہلے کتنے حضرات انبیائے کرام دنیا میں تشریف لائے؟ جواب ارشاد فرمایا: ”ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم و بیش)، جس میں سے رسل تین سو پندرہ تھے۔“

مروہون: بمعنی مملوکون ہے، غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کچھ استطاعت نہیں رکھتا، اور اس جملے میں قریش کا رد ہے جو وہ سید عالم ﷺ کے بارے میں کہا کرتے تھے: ”ہمارے لئے پہاڑ کو سونا بنا دیجئے“ اور اس کے علاوہ بھی کئی امور جس کا بیان سورۃ الاسراء میں ہو چکا ہے۔

ای ظہر القضاء: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ نافرمانوں کو قیامت سے پہلے ہی خسار اٹھانا پڑے گا؟ میں (علامہ صاوی) اس اعتراض کا جواب یہ دوں گا اس سے مراد وہ امر ظاہر کرنا ہے جو مخفی تھا۔
(الصاوی، ج ۵، ص ۱۹۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

﴿اللہ الذی جعل لکم الانعام﴾ قیل الابل هنا خاصۃ والظاہر والبقر والغنم ﴿لترکبوا منها ومنها تأکلون﴾ (۷۹)، ولکم فیہا منافع ﴿من الذیر والنسل والوتر والصوف﴾ ولتبلغوا علیہا حاجۃ فی صدورکم ﴿ہی حمل الأثقال الی البلاد﴾ وعلیہا ﴿فی البر﴾ وعلی الفلک ﴿السفن فی البحر﴾ وتحملون (۸۰)، ویریکم ایہ فای ایت اللہ ﴿الدالۃ علی وحدانیۃ﴾ تنکرون (۸۱) ﴿استفہام توبیح وتذکیر ائی أشهر من تانیثہ﴾ افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم ۷ کانوا

اکثر منہم واشد قوۃ واثارا فی الارض ﴿من مصانع وقصور﴾ ﴿فما اغنی عنہم ما کانوا یکسبون﴾ (۸۲) فلما جاء تہم رسلہم بالبینت ﴿المعجزات الظاہرات﴾ ﴿فرحوا﴾ ﴿ای الکفار﴾ ﴿بما عندهم﴾ ﴿ای الرسل﴾ ﴿من العلم﴾ فرح استہزاء وضحک منکرین لہ ﴿وحاق﴾ ﴿نزل﴾ ﴿بہم ما کانوا بہ یتستہزءون﴾ (۸۳) ﴿ای العذاب﴾ ﴿فلما راوا بأسنا﴾ ای شدۃ عذابنا ﴿قالوا امنا باللہ وحده وکفرنا بما کنا بہ مشرکین﴾ (۸۴) فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا بأسنا ۷ سنت اللہ ﴿نصبہ علی المصدر بفعلی مقدر من لفظہ﴾ ﴿التي قد خلعت فی عبادہ﴾ ﴿فی الأمم﴾ ان لا ینفعہم الايمان وقت نزول العذاب ﴿وخسر هنالك الکفرون﴾ (۸۵) ﴿تبیین خسرتہم لکل احد وھم خاسرون فی کل وقت قبل ذالک﴾

﴿ترجمہ﴾

اللہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے (ایک قول کے مطابق بالخصوص یہاں انعام سے مراد اونٹ ہے لیکن ظاہر یہ ہے گائے بکری کو بھی شامل ہے) کہ کسی پر سوار ہو اور کسی کا گوشت کھاؤ اور تمہارے لیے ان میں کتنے ہی فائدے ہیں (جیسے ان کا دودھ، اولاد، کھال اور اون.....) اور یہ کہ تم ان کی پیٹھ پر اپنے دل کی مرادوں کو پہنچو (جیسے بھاری سامان ان پر لاد کر دوسرے شہروں کی طرف لے جانا) اور (خشکی میں) ان پر اور (سمندر میں) کشتیوں پر سوار ہوتے ہو (الفلک بمعنی السفن ہے) اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو اللہ کی کوئی نشانی کا (جو اللہ جل جلالہ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہے) انکار کرو گے (استفہام تو بیخ ہے، ای کا ذکر ہوتا اس کے مونٹ ہونے سے زیادہ مشہور ہے) کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیا انجام ہوا وہ ان سے بہت تھے اور ان کی قوت اور زمین میں نشانیاں (جیسے کنویں اور محلات وغیرہ.....) ان سے زیادہ تو ان کے کیا کام آیا جو انہوں نے کیا یا تو جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے (یعنی ظاہر معجزات لے کر آئے) تو وہ (یعنی کفار) اسی پر خوش رہے جو ان کے (یعنی رسل کرام کے) پاس تھا یعنی علم (یعنی کفار بطور استہزاء اس پر خوش ہوتے اور اس کا انکار کرتے ہوئے ہنسی کرتے) اور ان پر نازل ہو گیا ہے وہ (یعنی عذاب) جس کی ہنسی بناتے تھے پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کی شدت کو دیکھا (بنا سنا بمعنی شدۃ عذاب بنا ہے) بولے ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جو اس کے شریک کرتے تھے ان سے منکر ہوئے تو ان کے ایمان نے ان کو کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا..... اللہ کا دستور (سنۃ اللہ فعل مقدر من اللہ کا مفعول مطلق بن رہا ہے) جو اس کے بندوں میں گزر چکا (یعنی پچھلی امتوں میں کہ نزول عذاب کے وقت انہیں بھی ان کے ایمان نے کچھ فائدہ نہیں دیا تھا) اور وہاں کافر گھائے میں رہے (یعنی ان کا گھائے میں ہونا ہر ایک پر ظاہر ہو گیا اور اس سے پہلے بھی وہ ہمہ وقت گھائے ہی میں تھے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اللہ الذی جعل لکم الانعام لترکبوا منها ومنها تاکلون﴾

اللہ: مبتدأ، الذی: موصول، جعل لکم الانعام: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، لام: جار، ترکبوا منها: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، منها تاکلون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ (”تاکلون“ میں نون ضرورۃ رعایت صحیح کے تحت حذف نہ ہوا)۔

﴿ولکم فیہا منافع وتبلغوا علیہا حاجۃ فی صدورکم وعلیہا وعلی الفلک تحملون﴾

و: عاطفہ، لکم ظرف مستقر خبر مقدم، فیہا: ظرف مستقر حال مقدم، منافع: ذوالحال، ملکر مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام: جار، تبلغوا علیہا: فعل بافاعل وظرف لغو، حاجۃ: مفعول، فی صدورکم: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، علیہا: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، علی الفلک: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو مقدم، تحملون: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر ان مجرور، ملکر ماقبل ”لترکبوا منها“ پر معطوف ہے۔

﴿ویریکم ایۃ فای ایۃ اللہ تنکرون﴾

و: عاطفہ، یریکم: فعل بافاعل ومفعول، ایۃ: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ”جعل لکم“ پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، ای ایۃ اللہ: مفعول مقدم، تنکرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واللم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم﴾

همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف ”اعجزوا“ لم یسیروا فی الارض: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ

معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ینظر و ا: فعل با فاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبة الدین من قبلہم: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ متانفہ۔

﴿کانوا اکثر منهم واشد قوة واثارا فی الارض﴾

کانوا: فعل ناقص با اسم، اکثر منهم: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اشد: اسم تفضیل با "هو" ضمیر میتریز، قسوة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اثارا: موصوف، فی الارض: ظرف مشتق صفت، ملکر معطوف، ملکر تمیز، ملکر فاعل، منهم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿فما اغنی عنهم ما كانوا یکسبون﴾ فلما جاء تهم رسلهم بالبینة فرحوا بما عندهم من العلم ﴿

ف: عاطفہ، ما اغنی: فعل نئی، عنهم: ظرف لغو، ما: کانوا یکسبون: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، جاء تهم رسلهم: جملہ فعلیہ شرط، فرحوا: فعل با فاعل، ب: جار، ما عندهم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من العلم: ظرف مشتق حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وحاق بهم ما كانوا به یتستہزءون﴾ فلما راوا باسنا قالوا امنا باللہ وحده و کفرنا بما کنا به مشرکین ﴿

و: عاطفہ، حاق بهم: فعل وظرف لغو، ما: موصولہ، كانوا یتستہزءون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، راوا باسنا: جملہ فعلیہ شرط، قالوا: قول، امنا: فعل با فاعل، ب: جار، اللہ: ذوالحال، وحده: حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کفرنا: فعل با فاعل، بما کنا به مشرکین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلم یک ینفعهم ایمانہم لما راوا باسنا سنت اللہ التي قد خلعت فی عبادہ﴾

ف: عاطفہ، لم یک: فعل ناقص با اسم، ینفعهم ایمانہم: فعل ومفعول و فاعل، لما: ظرفیہ بمعنی حین مضاف، راوا باسنا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ، سنت اللہ: موصوف، التي: موصول، قد خلعت فی عبادہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر فعل محذوف "احذروا" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و خسر هنالک الکفرون﴾

و: عاطفہ، خسر: فعل، هنالک: ظرف، الکفرون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

چوپایوں سے حاصل ہونے والے فوائد:

۱..... جانوروں سے حاصل ہونے والے منافع میں اہم ترین منافع کا ذکر ہم درج ذیل کرتے ہیں:

بکر اور بکری کا گوشت: خون لطیف پیدا کرتا گرم مزاجوں کے موافق غذا ہے، تپ دق اور کمزوری میں اس کی بخنی مفید ہوتی ہے۔ فاضل اطباء کا قول ہے کہ بکری یا بکرے کے جس عضو کو کھایا جائے انسان کے اس عضو کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ بکرے کے گوشت کی رنگت گہری سرخ ہوتی ہے، پہاڑی بکرے کا گوشت دیر سے ہضم ہوتا ہے۔ بکرے کی گردن اور کندھے کا گوشت بہت طاقتور ہوتا ہے، بکری کا جگر مرگی کے مریضوں کے لئے مفید ہے۔

بھیڑ کا گوشت: گرم تر اور گاڑھا خون پیدا کرتا ہے، اعضاء کو قوت دیتا اور بدن کو فرہہ کرتا ہے، چمکتا اور چمکتا ہونے کی وجہ سے دیر سے ہضم ہوتا ہے۔

گائے کا گوشت: موادی امراض پیدا کرتا ہے، گنٹھیا اور دیگر دردوں میں نقصان پہنچاتا ہے، اس کا زیادہ استعمال ہونٹوں اور سوزھوں کو متورم کر دیتا ہے، یونانی اطباء کے نقطہ نظر سے دیر ہضم، غلیظ اور خراب خون پیدا کرتا ہے، سو داوی امراض کا باعث ہے۔ لیکن حضرات انبیائے کرام میں سے خاص طور پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسے پسند کیا ہے لہذا سنت ابراہیمی کی نیت سے استعمال کرنے سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

کیا نجات کا تعلق مال و اسباب سے ہے؟

۲..... لاکھوں لاکھ روپے خرچ کرنے کے بعد بھی بسا اوقات نجات نہیں ملتی، مہلک امراض رگ و پے میں ایسی جگہ کر لیتے ہیں کہ بجائے شفاء کے مرض بڑھتا چلا جاتا ہے اور مریض اپنے مرض سمیت قبر میں جا پہنچتا ہے۔ اور یہ عام مشاہدے کی بات ہے شاید ہی کوئی اس کا انکار کر سکے۔ حسرت بالائے حسرت، جس مال کو کمانے کے لئے حلال و حرام کی پرواہ نہیں کی جاتی، جائز ناجائز طریقے سب ہی اختیار کر لئے جاتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کسی غلام کو کام پر رکھا اور سوچا کہ چھوٹا سا کام کر لے گا تو اسے دو دینار/درہم دوں گا۔ لیکن اس نے حضرت علیؑ کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گھوڑے کی زین پجرائی اور بازار میں بیچ ڈالی، بعد میں جب حضرت علیؑ کو معلوم ہوا کہ بازار میں دو درہم/دینار کے بدلے زین بیچی گئی ہے تو انہیں افسوس ہوا کہ میں اُسے اتنی ہی رقم حلال طریقے سے دینے والا تھا لیکن اس نے یہی رقم حرام ذریعے سے کمائی ہے۔ خیر یہی مال حرام بیماریوں اور پریشانیوں کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ سمجھنا یہ ہے کہ مال و اسباب سے محبت کر کے وقت ضائع نہ کیا جائے، آخرت کے دیر پا آرام کو پیش نظر رکھ کر دنیا کے مال و اسباب کی طرف نظر کچھ کم کر دی جائے.....

ایمان کس وقت کا قابل قبول ہے؟

۳..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ اس وقت تک بندہ کی توبہ قبول نہیں کرتا جب تک غرغره موت نہ ہو۔
(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: فضل التوبۃ والاستغفار، رقم: ۳۵۴۸، ص ۱۰۱۵)

غرغره موت اس وقت کو کہتے ہیں کہ جب آدمی کی روح نکل کر حلق تک پہنچ جائے اور اس کو موت کا یقین ہو جائے، یا اسے عذاب نظر آنے لگے، اس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

اغراض:

وتذکیرہ اشہر من تائیبہ: یعنی ”ای“ مذکر و مونث دونوں میں مستعمل ہے لیکن مونث کے مقابلے میں مذکر میں زیادہ مشہور ہے، پس ”ایۃ آیات اللہ“ نہ کہا جائے، کیونکہ اس صورت میں اسمائے جامدات کا مذکر و مونث کے مابین تفرقہ لازم آئے گا جو کہ غریب قول ہے، یعنی دونوں میں سے کونسا زیادہ غریب ہے؟۔ من مصانع: مراد ”اماکن“ ہیں، یعنی وہ جگہیں جہاں پانی جمع کیا جاتا ہو۔ والقصور: سے مراد بلند عمارتیں ہیں۔ ای العذاب: پس اگر ایمان نہ لائے تو انہیں جس عذاب کا وعدہ دیا گیا تھا وہ آئے گا، جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے، اللہ ﷻ نے اہل مکہ کی حکایت بیان فرمائی: ﴿وَإِذ قَالُوا لَسَوْا السُّعُودِ الْهَامِ ان كَانِ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ﴾ (الانفال: ۳۲)۔ بفعل مقدر من لفظہ: یعنی اللہ ﷻ نے ان سے پہلے لوگوں کا طریقہ بیان فرمایا۔ تبین خسیر انہم: جس چیز کا خوف کرتے تھے وہ ظاہر ہو گئی، مراد سوال مقدر ”کالذی قبلہ“ کا جواب دینا ہے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۱۹۷ وغیرہ)

سورۃ فصلت مکیہ ثلاث و خمسون آیۃ

سورۃ فصلت مکی ہے اس میں ۵۳ آیات ہیں

تعارف سورۃ فصلت

اس سورت کا دوسرا نام حم مجید ہے، اس میں ۶ رکوع، ۹۶ کلمات اور ۳۳۵ حرف ہیں۔ اس سورت میں کفار مکہ کے دو اعتراضات جو کہ سابقہ سورتوں میں بھی مذکور ہوئے ان کا خاص طور پر بیان کیا گیا: (۱)..... قرآن کلام الہی ہے، یہ بات ان کے ذہن میں آتی ہی نہ تھی، کبھی کہتے کہ یہ خود گھڑ لیا گیا ہے اور کبھی کہتے کہ کسی سے سیکھ لیا ہے اور ہمیں سناتے ہیں، اگرچہ یہ شبہ لغو تھا تاہم ان کے ذہنوں میں راسخ ہو چکا تھا اور انہی شکوک و شبہات نے انہیں ایمان لانے سے روک رکھا۔ (۲)..... توحید باری کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے، کیونکہ انہوں نے خدا کی خدائی کو کئی مجبودان باطل میں تقسیم کر دیا تھا اور اس کی قدرت کے کرشمے ہر سو بکھرے ہیں لیکن انہیں ایمان نہ ملا اور وہ نہ سمجھے۔ اس سورت میں بتایا گیا کہ میرے محبوب ﷺ کے خلاف جو روش تم نے اختیار کی ہے اس کا نتیجہ بہت بھیا تک ہوگا، اور تم نشان عبرت بنا دیے جاؤ گے۔ قیامت کا ذکر کرتے ہوئے انہیں بتایا گیا کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو تمہارے اعضاء اس پر گواہ ہیں اور یہی اعضاء کل قیامت میں تمہارے جرائم کی گواہی دیں گے۔ اس سورت میں اہل حق کی شان بھی بیان ہوئی اور ان کی استقامت کو قیامت قیامت کے لئے دلیل بنا دیا گیا اور فرمایا گیا: ﴿ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا اتنزل علیہم الملائکۃ الاتخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنة الی کنتم توعدون (۳۰) نحن اولیائکم فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة و لکم فیہا ما تشہی انفسکم و لکم فیہا ما تدعون (۳۱) نزل من غفور الرحیم (۳۲)﴾۔

رکوع نمبر: ۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿حم (۱)﴾ اللہ اعلم بمرادہ بذالک ﴿تنزیل من الرحمن الرحیم (۲)﴾ مبتداء ﴿کتب﴾ خبرہ ﴿فصلت ایتہ﴾ بینت بالاحکام والقصاص والمواعظ ﴿قرانا عربیا﴾ حال من کتاب بصفیہ ﴿لقوم﴾ متعلق بفصلت ﴿یعلمون﴾ یفہمون ذلك وهم العرب ﴿بشیرا﴾ صفة قران ﴿ونذیرا﴾ فاعرض اکثرهم فہم لا یسمعون ﴿یسماغ قبول﴾ وقالوا ﴿لننسی﴾ قلوبنا فی اکتہ ﴿اغطیہ﴾ مما تدعوننا الیہ و فی اذانتنا وقر ﴿ثقل﴾ ومن بیننا و بینک حجاب ﴿خلاق فی الدین﴾ فاعمل ﴿علی دینک﴾ اننا عملون اللہ ﴿علی دیننا﴾ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الہکم الہ واحد فاستقیموا الیہ ﴿بالایمان والطاعة﴾ واستغفروہ ط وویل ﴿کلیمة عذاب﴾ للمشرکین ﴿الذین لا یؤتون الزکاة و ہم بالآخرة ہم﴾ تاکیذ ﴿کفرون﴾ ان الذین امنوا و عملوا الصلحت لهم اجر غیر ممنون ﴿مقطوع﴾

﴿ترجمہ﴾

حم (اس کی جو مراد ہے اللہ باخوبی جانتا ہے.....) یہ اتارنا ہے بڑے رحم والے مہربان کا (تنزیل من الرحمن الرحیم مبتدا بن رہا ہے) کتاب (کتاب..... الخ خبر بن رہی ہے) جس کی آیتیں مفصل فرمائی گئیں (یعنی جس کی آیتوں میں احکام، قصص اور موا

عظا کو بیان کیا گیا ہے) عربی قرآن ("قرانا عربیا" حال ہے، کتب کی صفت سے) اس قول کے لیے ("لقوم" فصلت سے متعلق ہے) جو جانتے ہیں (جو اسے سمجھتے ہیں مراد اس سے قوم عرب ہے) خوش خبری دیتا ("بشیر" قرانا کی صفت بن رہا ہے) اور ڈر سنا تا..... ۲..... تو ان میں اکثر نے مونہ پھیرا تو وہ سنتے ہی نہیں (قبول کا سننا) اور بولے (نبی کریم ﷺ سے) ہمارے دل غلاف میں ہیں (اکنہ بمعنی اغطیہ ہے) اس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں روئی ہے (یعنی نقل ہے) اور ہمارے اور تمہارے درمیان روک ہے (یعنی ہمارے مابین دینی اختلاف ہے..... ۳.....) تو تم اپنا کام کرو (یعنی تم اپنے دین پر رہو) ہم اپنا کام کرتے ہیں (ہم اپنے دین پر رہیں گے) تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہی جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے..... ۴..... کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اسی کے حضور سیدھے رہو..... ۵..... (ایمان لا کر اور اس کی طاعت بجالا کر) اور اس سے معافی مانگوں اور خرابی ہے ("ویل" یہ لکھ غذاب ہے) شریک والوں کو وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں (ہم کافروں میں ہم ضمیر تاکید کے لیے ہے) بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے غیر منقطع ثواب ہے (ممنون بمعنی مقطوع ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿حم ۵۰﴾ تنزیل من الرحمن الرحیم ۵۰ کتب فصلت ایہ قرانا عربیا لقوم یعلمون ۵۰﴾

حم: "ہذہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تنزیل من الرحمن الرحیم: شبہ جملہ مبدل منہ، کتب موصوف، فصلت: فعل مجہول، ایہ: ذوالحال، قرانا عربیا: مرکب توصیفی حال، ملکر نائب الفاعل، لقوم یعلمون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر بدل، ملکر "ہو" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿بشیرا ونذیرا فاعرض اکثرہم فہم لا یسمعون ۵۰﴾

بشیرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نذیرا: نذیرا، معطوف، ملکر ماقبل "ایہ" سے حال ہے، ف: عاطفہ، اعرض: فعل، اکثرہم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "فصلت" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، ہم: مبتدا، لا یسمعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقالوا قلبونا فی اکنہ مما تدعونا الیہ﴾

و: متانفہ، قالوا: قول، قلبونا: مبتدا، فی اکنہ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، من: جار، ماتدعونا الیہ: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "تمنعا" فعل محذوف کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ متانفہ۔

﴿وفی اذاننا وقرومن بیننا وبینک حجاب فاعمل اننا عملون ۵۰﴾

و: عاطفہ، فی اذاننا: ظرف مستقر خبر مقدم، وقر: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، من: جار، بیننا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بینک: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، حجاب: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، اععمل: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان عرفت ما قلناہ لک" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ، اننا: حرف مشبہ واسم، عملون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الہکم الہ واحد﴾

قل: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، انا: مبتدا، بشر: موصوف، مثلکم: صفت اول، یوحی الی: فعل مجہول و ظرف لغو، انما: حرف مشبہ وما کافہ، الہکم: مبتدا، الہ واحد: خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاستقیموا الیہ واستغفروہ وویل للمشرکین ۵۰ الذین لا یوتون الزکوٰۃ وہم بالآخرۃ ہم کفرون ۵۰﴾

ف: فصیحہ، استقیمو الیہ: فعل امر بافاعل و ظرف لغو، ملکہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، استغفروہ: فعل امر بافاعل و مفعول، ملکہ جملہ فعلیہ معطوف، ملکہ شرط محذوف "اذا ک" ان الامر کذلک کی جزا، ملکہ جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، ویل: مبتدا، لام: جار، المششرکین: موصوف، الذین: موصول، لا یوتون الزکوٰۃ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ہم بالاخرۃ ہم کفرون: جملہ اسمیہ معطوف، ملکہ صلہ، ملکہ صفت، ملکہ ظرف مستقر، ملکہ جملہ اسمیہ۔
﴿ان الذین امنوا و عملوا الصلحت لهم اجر غیر ممنون﴾

ان: حرف مشبہ، الذین امنوا و عملوا الصلحت: موصول صلہ، ملکہ اسم، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، اجر: موصوف، غیر ممنون: صفت، ملکہ مبتدا مؤخر، ملکہ جملہ اسمیہ خبر، ملکہ جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

حم کے معانی و مطالب میں مفسرین کی آراء:

۱..... یہ خطاب ہے جو کہ حبیب اعظم کی طرف سے محبوب معظم کی جانب نازل کیا گیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ "حم" کے ذریعے اللہ ﷻ نے قسم کھانے کا اہتمام فرمایا ہے، یعنی میری (بے مثال) حیات کی قسم، یا جس کی جانب یہ پاک کلام نازل کیا گیا اسکی حیات کی قسم، یعنی اے محبوب تیری حیات، مشاہدات کی قسم، یا حجر اسود و مقام محمود کی قسم مراد ہے، کیونکہ یہ دونوں جنت کے یا قوت ہیں اور اللہ ﷻ کے رازوں میں سے دو عظیم راز ہیں تاہم مناسب خیال ہوتا ہے کہ انہی دونوں (حجر اسود و مقام محمود) کی قسم مانی جائے، یا ان حروف کی قسم مراد لی جائے جو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی پاک بارگاہ سے لے کر نازل ہوئے ہیں۔ (روح البیان، ج ۸، ص ۳۰۲)

قرآن مجید کی صفات:

۲..... امام رازی نے اس مقام پر قرآن مجید کی دس صفات بیان کی ہیں جنہیں ہم درج ذیل ترتیب وار ذکر کرتے ہیں:

- (۱)..... قرآن کریم منزل من اللہ ہے، یعنی تھوڑا تھوڑا تمام تر حکمتوں کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے لوح محفوظ سے جبرائیل امین علیہ السلام لے کر نازل ہوئے۔ (۲)..... اللہ کی دو صفاتیں "الرحمن والرحیم" ہیں، (یہ وہ دو صفات ہیں جو اللہ ﷻ کی محبوب ہیں کیونکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں اور پھر سورۃ الفاتحہ کے آغاز میں بھی یہی صفات ذکر ہوئی، جو چیز محبوب ہوتی ہے اس کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا جاتا ہے) الحدیث (جو خالق کائنات مریموں کو صحت محتاجوں کی حاجت روائی، بھوکوں کو غذا کی نعمت سے نوازتا ہے وہی اس عظیم نعمت کو اپنے عام بندوں میں بھیجے گا اہتمام فرماتا ہے۔ (۳)..... یہ وہ کتاب ہے جس میں اولین و آخرین کے علوم کو یکجا کر دیا گیا ہے اسی لئے اسے کتاب کہا گیا ہے۔ (۴)..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فصلت ایاتہ﴾ یعنی یہ کتاب آیات کا باہمی فرق واضح کرتی ہے اور مختلف معانی کی تفصیل کرتی ہیں کیونکہ بعض آیات اللہ ﷻ کی صفات، اس کی تنزیہ، تقدیس، اس کے علم و قدرت، رحمت، حکمت زمین و آسمان کے عجائب و غرائب، دن رات، وعدہ، وعید، سورج، چاند ستارے، ثواب، عذاب، جنت و دوزخ کے درجات، نصیحت، اخلاق، ریاضت، نفس، سابقہ اقوام کے واقعات، ماضی کی تاریخ، وغیرہ کا بیان اسی پاک کلام میں موجود ہے۔ (۵)..... اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ "قرآن" ہے یعنی یہ جو قرآن ہے اس کی فلاں فلاں خوبیاں ہیں۔ (۶)..... یہ پاک کلام عربی میں نازل ہوا، چنانچہ فرمایا: ﴿وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ﴾ (ابراہیم: ۴) ﴿..... اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿لقوم یعلمون﴾ یعنی ہم نے اسے عربی میں نازل کیا یعنی اہل عرب میں تاکہ وہ اسے سمجھیں، ایک قول یہ کیا جاتا ہے: ﴿لقوم یعلمون﴾ کا متعلق کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ متعلق یا تو ﴿تنزیل﴾ ہے یا ﴿فصلت﴾ ہے۔ (۹، ۸)..... اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿بشیرا و

سلسلہ ایک یعنی فرمانبرداروں کے لئے نصیحت اور نافرمانوں کے لئے مذاب ہے۔ (۱۰)..... کافروں نے قرآن کو نہ تو سنا اور نہ ہی کان دہرا۔
(الرازی، ج ۹، ص ۵۲۷ وغیرہ)

کفار کا کہنا کہ ہمارے تمہارے درمیان روک ہے:

۳..... جانتا چاہئے کہ جب اللہ ﷻ نے کافروں کے اوصاف کو بیان کرنا شروع فرمایا تو ان کے اعراض کرنے کے حوالے سے تین اوصاف کا ذکر فرمایا جو کہ یہ ہیں: ﴿قلوبنا فی اکنۃ مما تدعوننا الیہ﴾، ﴿وفی آذاننا وقر﴾، ﴿ومن بیننا وبینک حجاب﴾۔ یہ بھی جانتا چاہیے کہ کافروں کے رُک جانے کو تین اوصاف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو کہ بائبل آیات میں بیان ہوئے ہیں۔ جب کہ ”قلب“ حصول معرفت کا مَحل ہے اور بدن انسانی کا سردار ہے، اور ”سمع و بصر“ یہ دونوں تحصیل معارف کے ذرائع ہیں، پس واضح ہو گیا کہ کافروں کے تین ذرائع جو کہ حصول معرفت میں کام آتے ہیں پر دے میں ہیں۔ یہ بھی جانتا ضروری ہے کہ جب کسی چیز کی نفرت میں تاکید پیدا ہو جائے تو نفرت تو دل میں پیدا ہوتی ہے لیکن کان بھی اس کے معنی کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، آنکھ دیکھ کر بھی نہیں دیکھ سکتی، پس جب کسی چیز کی نفرت دل میں شدت اختیار کر لیتی ہے تو تدبیر و توقف کی گنجائش نہیں رہتی، پس یہی وجہ ہے کہ کافروں نے کہا: ﴿قلوبنا فی اکنۃ مما تدعوننا الیہ وفی آذاننا وقر ومن بیننا وبینک حجاب﴾۔ (سجۃ: ۵۰) کہ کامل استعارہ کی افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کلام کیا گیا ہے۔
(الرازی، ج ۹، ص ۳۴۰ وغیرہ)

بشر ہونے کے ساتھ وحی کا امتزاج:

۴..... صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: میں دیکھا بھی جاتا ہوں اور میری بات سنی بھی جاتی ہے اور میرے تمہارے درمیان بہ ظاہر کوئی جنسی مغائرت بھی نہیں ہے، تو تمہارا یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچے نہ تمہارے سننے میں آئے اور میرے اور تمہارے درمیان کوئی روک ہو، بجائے میرے کوئی غیر جنس جن یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آئیں نہ ان کی بات سننے میں آئے، نہ ہم ان کے کلام کو سمجھ سکیں، ہمارے اور ان کے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑی روک ہے، لیکن یہاں تو ایسا نہیں کیونکہ میں بشری صورت میں جلوہ نما ہوا، تو تمہیں مجھ سے مانوس ہونا چاہیے اور میرے کلام کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بہت کوشش کرنی چاہیے کیونکہ میرا مرتبہ بہت بلند ہے اور میرا کلام بہت عالی ہے، اس لئے کہ میں وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے۔

فائدہ: سید عالم ﷺ کا یہ لحاظ ظاہر ”اننا بشر مثلکم“ فرمانا حکمت ہدایت ارشاد کے لئے بہ طریق تواضع ہے اور جو کلمات تواضع کے لئے کہے جائیں وہ تواضع کرنے والے کے علو منصب کی دلیل ہوتے ہیں، چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھولنا، ترک ادب اور گستاخی ہوتا ہے تو کسی امتی کو روانہ نہیں کہ وہ سید عالم ﷺ سے مماثل ہونے کا دعویٰ کرے، یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ آپ ﷺ کی بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے، ہماری بشریت کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ (عزائم العرفان، حاشیہ نمبر ۱۲)

استقامت کے معنی کی تحقیق:

۵..... استقامت کے معنی ٹھیک ہونا، کہا جاتا ہے: ”استقام له الامر یعنی معاملہ اس کے لئے ٹھیک و درست ہو گیا“۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فماستقیموا الیہ﴾ (سجۃ: ۶) کہ ای العالمکم یعنی اخلاص کے ساتھ توحید پر قائم رہتے ہوئے، دین کے معاملات میں مسرور رہو کسی قسم کی کج روی نہ کرو۔

☆..... حضرت سلمہ بن اکوع بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "استقامت پر رہو اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے اور یاد رکھو تمہارا سب سے اچھا عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب: المحافظ علی الرضوء، رقم: ۲۷۷، ص ۶۶)

افراض:

مبتداء: کلام کا آغاز مبتداء سے کیا۔ بینت بالا حکام: یعنی آیات قرآنیہ لفظوں اور معنوں میں وضاحت سے بیان کی گئیں، پس قرآن کے الفاظ بلاغت کا عظیم معجزہ ہیں جو کہ مخلوق کے کلام میں کہیں نہیں ملتی، اور معنی کے اعتبار سے اس میں وعدہ، وعید، قصے اور احکام ہیں، اور بھی مختلف قسم کے معنی ہیں، جب کوئی قرآن میں تامل کرتا ہے تو مزید اللہ ﷻ کی ذات و اوصاف، مخلوق کے عجائبات، آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں موجود ہے، مزید نصیحتیں اور مواظبہ وغیرہ سے اس کے قلب و دماغ میں ترقی ہوتی ہے۔

بصفتہ: کتاب کی صفت سے ﴿قرآنا عربیاً﴾ حال ہے، مزید کلام ترکیب میں دیکھ لیں۔

یفہمون ذلک: یعنی آیات کی تفصیل مراد ہے۔ وہم العرب: خاص طور پر اہل عرب کا ذکر کیا، کیونکہ یہی بلا واسطہ کلام کو سمجھنے پر قادر ہیں کیونکہ قرآن انہی کی لغت پر نازل ہوا ہے اور ان کے علاوہ دیگر لوگ واسطے کے بغیر نہیں سمجھ سکتے۔ خلاف: دینی مخالفت مراد ہے۔

صفۃ قرآنا: اور صحیح یہ ہے کہ دونوں ﴿بشیرا و نذیرا﴾ کو کتاب سے حال بنایا جائے، اور یہ جمہور کے نزدیک ہے۔

علیٰ دینک: یعنی دین پر مستمر ہے، اور اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿اننا عاملون﴾ یعنی ہمارے دین پر استمرار کرنا مراد ہے۔

مقطوع: اللہ ﷻ کی قدرت سے نیکیوں کا اجر قائم و دائم رہے گا، اور یہ اس آیت ﴿ان الذین امنوا و عملوا الصلحت.....

البح (البقرۃ: ۲۷۷)﴾ کی ایک تفسیر ہے، ایک قول کے مطابق ممنون بمعنی غیر منقوص ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ اللہ ﷻ کی

جناب سے ان پر اجر میں کمی نہ کی جائے گی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ اور فرشتے جنت میں ان کی نعمتوں کو شمار نہ کریں گے اور

جنتی ان بیشمار نعمتوں پر اللہ ﷻ کا شکر ادا کریں گے، کیونکہ ان سے موت کی تکلیف بھی منقطع ہوگی، اور جنتی پاک ذات ہونگے اور ہر

وقت اللہ ﷻ کا شکر کریں گے اور انہیں بغیر کسی طلب کے لذت و فرحت ملے گی کیونکہ جنت اللہ ﷻ کی جانب سے دار الضیافہ یعنی

مومنین کا مہمان خانہ ہے، اور کریم ذات اپنے مہمانوں پر ہونے والی نعمت کو شمار نہیں کرتی۔ (الصاری، ج ۵، ص ۹۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿قل ء انکم﴾ بتحقیق الہمزۃ الثانیۃ و تسہیلہا و ادخال الیف بینہا بوجہیہا و بین الاولی ﴿لکفرون

بالذی خلق الارض فی یومین﴾ الآحد و الاثنین ﴿و تجعلون لہ اندادا﴾ شرکاء ﴿ذلک

رب﴾ مالک ﴿العالمین﴾ ﴿جمع عالم و هو ما سوا اللہ و جمع لا اختلاف انواعہ بالیاء والنون تغلیباً

للعقلاء﴾ ﴿وجعل﴾ مستانف و لا یجوز عطفہ علی صلیۃ الذی للفاصل الاجنبی ﴿فیہا رواسی﴾ ﴿جبالا

نوابت﴾ ﴿من فوقہا وبرک فیہا﴾ بکثرۃ المیاء والزرورع والضروع ﴿وقدر﴾ ﴿قسم﴾ ﴿فیہا الواتہا﴾ للناس

والبہائم ﴿فی﴾ تمام ﴿اربعۃ ایام﴾ ﴿ای الجعل﴾ وما ذکر معہ فی یوم الثلثاء و الاربعاء ﴿سواء﴾ ﴿منصوب

علی المصدر ای استوت الاربعۃ استواء لا تزیڈ ولا تنقص﴾ للساثلین ﴿۱۰﴾ ﴿عن خلق الارض بما

فیہا﴾ ﴿ثم استوی﴾ ﴿فصد﴾ ﴿الی السماء وھی دخان﴾ ﴿بخار﴾ ﴿ترفع﴾ ﴿فقال لہا وللارض انتیا﴾ ﴿الی مرادی

مِنْكُمْ ﴿طَوْعًا أَوْ كَرْهًا﴾ فِي مَوْضِعِ الْحَالِ أَي طَائِعَتَيْنِ أَوْ مَكْرُوهَتَيْنِ ﴿قَالَتَا إِنَّا بِيَمْنٍ
 لِّنَا﴾ طَائِعَتَيْنِ (۱۱) ﴿فِيهِ تَغْلِيْبُ الْمَذْكُورِ الْعَاقِلِ أَوْ نَزَلْنَا لِيُحَاطَ بِهِمَا مَنْرِلَتَهُ﴾ لِقَضَائِهِنَّ ﴿الضَّمِيرُ يَرْجِعُ إِلَى
 السَّمَاءِ لِأَنَّهَا فِي مَعْنَى الْجَمْعِ الْأَيْلَةَ إِلَيْهِ أَي صَيَّرَهَا﴾ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ ﴿الْخَمِيسِ وَالْجُمُعَةِ﴾ فَرَعَ
 مِنْهَا فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِنْهُ وَفِيهَا خَلَقَ آدَمَ وَلِذَلِكَ لَمْ يَقُلْ هُنَا سَوَاءٌ وَوَأَقْبَقَ مَا هُنَا آيَاتُ خَلْقِ السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضِ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ﴿وَوَاحِي فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرًا ط﴾ الَّذِي أَمَرَ بِهِ مَنْ فِيهَا مِنَ الطَّاعَةِ وَالْعِبَادَةِ ﴿وَرَبَّنَا
 السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ﴾ بِنُجُومٍ ﴿وَحِفْظًا ط﴾ مَنصُوبٌ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ أَي حَفِظْنَاهَا عَنْ اسْتِزْوَاقِ
 الشَّيَاطِينِ السَّمْعَ بِالشُّهْبِ ﴿ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ﴾ فِي مَلِكِهِ ﴿الْعَلِيمِ﴾ (۱۲) ﴿بِخَلْقِهِ﴾ فَإِنْ أَعْرَضُوا ﴿أَي
 كَفَرُوا مَكَّةَ عَنِ الْإِيمَانِ بَعْدَ هَذَا الْبَيَانِ﴾ فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ ﴿خَوْفُكُمْ﴾ صَعْقَةً مِثْلَ صَعْقَةِ عَادَ
 وَثَمُودَ (۱۳) ﴿أَي عَذَابًا يُهْلِكُكُمْ مِثْلَ الَّذِي أَهْلَكَكُمْ﴾ إِذْ جَاءَ تَهُمَ الرِّسْلِ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمَنْ
 خَلَفَهُمْ ﴿أَي مُقْبِلِينَ عَلَيْهِمْ وَمُدْبِرِينَ عَنْهُمْ فَكَفَرُوا كَمَا سَيَاتِي وَالْإِهْلَاكُ فِي زَمَنِهِ فَقَطُّ﴾ إِلَّا تَعْبُدُوا
 إِلَّا اللَّهَ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَا نَزَلَ مَلَائِكَةً فَمَا نَا أَرْسَلْتُمْ بِهِ ﴿عَلَى رُءُوسِكُمْ﴾ كَفَرُونَ (۱۴) فَمَا عَادَ فَاسْتَكْبَرُوا
 فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا ﴿لَمَّا خَوَّفُوا بِالْعَذَابِ﴾ مِنْ أَسْهَدَ مَنَا قُوَّةَ ط ﴿أَي لَا أَحَدٌ كَانَ وَاحِدَهُمْ يَقْلَعُ
 الصَّخْرَةَ الْعَظِيمَةَ مِنَ الْجَبَلِ يَجْعَلُهَا حَيْثُ يَشَاءُ﴾ أَوْلَمَ يَرَوْنَ ﴿يَعْلَمُوا﴾ أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ
 قُوَّةً وَكَانُوا بِآيَاتِنَا ﴿الْمُعْجَزَاتِ﴾ يَجْحَدُونَ (۱۵) فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا ﴿بَارَادَةً شَدِيدَةً الصُّورِ
 بِلَا مَطَرٍ﴾ فِي أَيَّامِ نَحْسَاتٍ ﴿بِكُسْرِ الْحَاءِ وَسُكُونِهَا مَشْتَوَاتٍ عَلَيْهِمْ﴾ لِنَذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ ﴿الذَّلِّ
 فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَعَذَابَ الْآخِرَةِ الْخِزْيِ﴾ أَشَدُّ ﴿وَهُمْ لَا يَنْصُرُونَ﴾ (۱۶) ﴿بِمَنْعِهِ عَنْهُمْ﴾ وَوَأَمَّا ثَمُودُ
 فَهَدَيْنَهُمْ ﴿بَيْنَ الْهَيْمِ طَرِيقَ الْهُدَى﴾ فَاسْتَحْبُوا الْعَمَى ﴿أَخْتَارُوا الْكُفْرَ﴾ عَلَى الْهُدَى فَآخَذْتَهُمْ صَعْقَةً
 الْعَذَابِ الْهَوْنِ ﴿الْمُهِينِ﴾ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (۱۷) وَنَجَّيْنَا ﴿مِنْهَا﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (۱۸) ﴿اللَّهُ

ترجمہ

تم فرماؤ کیا تم (اے نیکم دوہمزوں کی تحقیق اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور دونوں کے درمیان الف کے ساتھ دونوں صورتوں میں یا پہلی صورت میں ہے) اس کا انکار رکھتے ہو جس نے دودن (یعنی روز اتوار اور پیر) میں زمین بنائی..... اور اس کے لیے شریک ٹھہراتے ہو (اندادا بمعنی شرکاء ہے) وہ ہے سارے جہاں کا ملک (رب کے معنی مالک ہے، "العلمین" عالم کی جمع ہے، عالم کا عام اطلاق ماہو و نملہ پر ہوتا ہے، العالمین کو بصیغہ جمع لانا اس کے مختلف انواع کی وجہ سے ہے اور جمع یاء اور نون لانا عقلاء کو طلبہ دینے کی وجہ سے ہے) اور اس نے بنائے (یہ جملہ مستانفہ ہے اس کا ما قبل الذی کے صلہ پر عطف جائز نہیں، درمیان میں اجنبی فاصل آنے کی وجہ سے) زمین میں اس کے اوپر لنگر (رواسی سے مراد جسے ہوئے پہاڑ ہیں) اور اس میں برکت رکھی (کثرت پانی، کھیتی اور مقرر کیس (یعنی تقسیم کیس) اہل میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں (یعنی انسانوں اور چوپایوں سب کی ملا کر) چاردن میں برابر (یعنی یہ زمین وغیرہ مذکورہ اشیاء بنانا منگل اور بدھ کے دن میں ہوا، مسواہ مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے، اصل میں

استوت الاربعۃ استواء ہے یعنی یہ سب چیزیں چار دونوں میں پیدا کی گئیں نہ اس سے زائد عرصہ میں نہ اس سے کم..... (پوچھنے والوں کو) زمین اور اس میں موجود اشیاء کی پیدائش کے متعلق) پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا (استوی بمعنی قصد ہے) اور وہ دھواں تھا (اڑنے والے بخارات کی صورت میں تھا) تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو (میری اس مراد کی طرف جو تم سے ہے) خوشی سے چاہے ناخوشی سے (طوعاً و کرہاً بمعنی طالعین اور مکرہین ہے اور مقام حال میں واقع ہوئے ہیں) دونوں نے عرض کی ہم حاضر ہیں (اپنے اندر موجود اشیاء کے ساتھ) رغبت کے ساتھ (طالعین کو جمع مذکر سالم کی صورت میں ذکر کرنا مذکر عاقل کو غلبہ دینے کے اعتبار سے یا یہ دونوں خطاب میں بمنزلہ عاقل مذکر کے ہیں) تو انہیں کر دیا (قضین بمعنی صبر ہا ہے) ہن ضمیر کا مرجع السماء ہے، کیونکہ یہ جمع کے معنی میں ہے) سات آسمان دونوں میں (جمہرات اور جمعہ میں آسمانوں کی خلقت جمعہ کی آخری ساعت میں مکمل ہوئی اور اسی آخری ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا گیا اور چونکہ مکمل دونوں میں آسمانوں کی پیدائش مکمل نہیں ہوئی اسی لئے یہاں ”سواء“ ارشاد نہیں فرمایا یہاں مذکور آیات زمین و آسمان کے چھ دن میں بنائے جانے والی آیات کے موافق ہیں) اور ہر آسمان میں اسی کے کام کے احکام بھیجے (وہی احکام یعنی عبادت اور طاعت کرنے کے جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے) اور ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں (یعنی ستاروں.....) سے آراستہ کیا اور نگہبانی کے لیے ”حفظاً“ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا معنی یہ ہے کہ ہم نے صحاب ثاقب کے ذریعے آسمانوں کو شیطانوں کے کچھ سن کر چرائینے سے محفوظ کر دیا ہے) یہ (اپنے ملک میں) غلبہ رکھنے والے (اپنی مخلوق کا) علم رکھنے والے کا ٹھہرایا ہوا ہے پھر اگر وہ (یعنی کفار مکہ) موندھ پھیریں (ایمان لانے سے بعد اس بیان کے) تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں (اندر تکم بمعنی خوف تکم ہے) ایک کڑک سے جیسی کڑک عاواور شمود پر آئی تھی (یعنی ایک عذاب سے جو تمہیں ہلاک کر دیا اس کی مثل عذاب جس نے ان لوگوں کو ہلاک کیا.....) جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے (من بین ایدیہم وما خلفہم بمعنی مقبلین علیہم ومدبرین عنہم ہے، پھر بھی انہوں نے کفر کیا جیسا کہ عنقریب آئے گا اور یہ ہلاک کیا جانا فقط نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارکہ تک تھا) کہ (ان اصل میں ہان ہے) اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو بولے اگر ہمارا رب چاہتا تو (ہم پر) فرشتے اتارتا تو جو کچھ تم لے کر بھیجے گئے (اپنے گمان کے مطابق) ہم اسے نہیں مانتے تو وہ جو عبادت تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے (جب کہ ان لوگوں کو عذاب سے ڈرایا گیا) ہم سے زیادہ کس کا زور (یعنی ہم سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں ہے ان میں کا ایک فرد پر سے عظیم الشان چٹان کو علیحدہ کر کے اٹھا لیتا پھر جہاں چاہتا اس چٹان کو رکھ دیا کرتا تھا) اور کیا انہوں نے نہ جانا (لم یروا بمعنی لم یعلموا ہے) کہ اللہ نے انہیں بنایا ان سے زیادہ قوی ہے اور وہ ہماری آیتوں کا (یعنی معجزات کا) انکار کرتے تھے تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی سخت گرج کی (صرصوا کہتے ہیں بغیر بارش کے آنے والی سخت آندھی) منحوس دونوں میں (جو کہ منحوس تھے.....) نحسات تاء مکسورہ اور ساکنہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کہ ہم انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں (السخزی کے معنی رسوائی ہے) دنیا کی زندگی میں اور پیشک آخرت کے عذاب سب سے بڑھ کر سخت ہے (اسخزی بمعنی اشد ہے) اور ان کی مدد نہ ہوگی (یوں کہ اللہ ﷻ ان سے عذاب کو روک دے) اور رہے شمود تو انہیں ہم نے راہ دکھائی (یعنی ہدایت کا رستہ ہم نے ان لوگوں کے لیے ظاہر فرما دیا) تو انہیں اندھے ہونے کو پسند کیا (یعنی انہوں نے کفر کو اختیار کیا) ہدایت پر تو انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا (الہون بمعنی المہین ہے) سزا ان کے کئے کی اور ہم نے انہیں (اس ذلت کے عذاب کی کڑک سے) بچالیا جو ایمان لائے اور (اللہ سے) ڈرتے تھے۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل ائتکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون له اندادا﴾.

قل: قول، ہمزه: حرف استفہام، انکم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، تکفرون: فعل بافاعل، ب: جار، الذی: موصول، خلق الارض فی یومین: جملہ فعلیہ صمد، ملکر مجرور، ملکر ظرف نفو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تجعلون: فعل بافاعل، له: ظرف نفو، اندادا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانہ۔

﴿ذلک رب العلمین﴾ و جعل فیہا رواسی من فوقہا وبرک فیہا ﴿﴾.

ذلک: مبتدأ، رب العلمین: ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، جعل: فعل بافاعل، فیہا: ظرف نفو، و اسی: موصوف، من فوقہا: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، برک فیہا: فعل بافاعل و ظرف نفو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ووقدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام سواء للسانین﴾ ۵ ﴿﴾.

و: عاطفہ، وقدر فیہا: فعل بافاعل و ظرف نفو، اقوات: مضاف، ہا: ضمیر ذوالحال، سواء: مصدر بافاعل، للسانین: ظرف نفو، ملکر شبہ جملہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، فی اربعۃ ایام: ظرف نفو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم استوی الی السماء وہی دخان فقال لها وللارض ائتیا طوعا و کرہا﴾ ۶ ﴿﴾.

ثم: عاطفہ، استوی: فعل بافاعل، الی السماء: ظرف نفو، حالیہ، ہی: ضمیر ذوالحال، ہا: ضمیر محذوف کیلئے حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قال لها وللارض: جملہ فعلیہ قول، ائتیا: فعل امر الف ضمیر ذوالحال، طوعا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، کرہا: معطوف، ملکر حال، ملکر قائل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالنا اتینا طائعتین﴾ ۷ ﴿ففضھن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرہا﴾ ۸ ﴿﴾.

قالنا: قول، اتینا: فعل با"ن" ضمیر ذوالحال، طائعتین: حال، ملکر قائل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، قضی: فعل بافاعل، من: مفعول، سبع سموات: مفعول ثانی، فی یومین: ظرف نفو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اوحی فی کل سماء: فعل بافاعل و ظرف نفو، امرہا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ووزینا السماء الدنیا بمصابیح و حفظا ذلک تقدیر العزیز العلیم﴾ ۹ ﴿﴾.

و: عاطفہ، وزینا: فعل بافاعل، السماء الدنیا: مفعول، بمصابیح: ظرف نفو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، حفظا: "حفظنہا" فعل محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ذلک: مبتدأ، تقدیر العزیز العلیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فان اعرضوا فقل انذرتکم صعقۃ مثل صعقۃ عاد وثمود﴾ ۱۰ ﴿﴾.

ف: مستانہ، ان: شرطیہ، اعرضوا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قل: قول، انذرتکم: فعل بافاعل و مفعول، صعقۃ: موصوف، مثل صعقۃ عاد و ثمود: صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اذ جاء تہم الرسل من بین ایدیہم ومن خلفہم الا تعبدوا الا اللہ﴾ ۱۱ ﴿﴾.

اذ: مضاف، جاء تہم: فعل و مفعول، الرسل: ذوالحال، ان: خلفہ من الثقلید، باضمیر شان "ہو" محذوف اسم، لا تعبدوا: فعل نہی بافاعل، الا: اداة حصر، اللہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ب: جار، مجرور، ملکر ظرف مستقر "قائلین" اسم قائل محذوف کے لیے، ملکر شبہ جملہ حال، ملکر قائل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مائل "صاعقۃ" کے متعلق ہے۔

﴿قالوا الوشاء ربنا لا تنزل ملکنا فانا لارسلتم بہ کفرون﴾ ۱۲ ﴿﴾.

قالوا: قول، لو: شرطیہ، شاء ربنا: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، انزل مسلکاً: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: نصیجیہ، انا: حرف مشبہ واسم، بما ارسلتم به: ظرف لغو مقدم، کفرون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔ ﴿فاما عاد فاستكبروا في الارض بغير الحق﴾

ف: متناقضہ، اما حرف شرط، عاد: مبتداء، ف: جزائیہ، استكبروا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، بغير الحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف ”مهما یکن من شیئی“ کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔ ﴿و قالوا من اشد منا قوة اولم یروا ان الله الذي خلقهم هو اشد منهم قوة﴾

و: عاطفہ، قالوا قول، من: استفہامیہ مبتداء، اشد: اسم تفضیل با ”هو“ ضمیر ممیز، قوة: تیز، ملکر فاعل، منا: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، همزه: حرف استفہام، و: عاطفہ، معطوف علی محذوف ”اغفلوا“ لم یروا: فعل نفی بافاعل، ان: حرف مشبہ، الله بموصوف، الذي خلقهم: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر اسم، هو اشد منهم قوة: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و كانوا بايتنا يجحدون﴾

و: عاطفہ، كانوا فعل ناقص با اسم، بايتنا يجحدون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فارسلنا عليهم ريحا صرصرا في ايام نحسات لنذيقهم عذاب الخزي في الحياة الدنيا﴾

ف: عاطفہ، ارسلنا عليهم: فعل بافاعل و ظرف لغو، ريحا بموصوف، صرصر: صفت اول، فی: جار، ايام بموصوف، نحسات: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت ثانی، ملکر مفعول، لام: جار، نذيقهم: فعل بافاعل و مفعول، عذاب الخزي: مفعول ثانی، فی الحياة الدنيا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔ ﴿وللعذاب الاخرة اخزي وهم لا ينصرون﴾

و: متناقضہ، لام: تاکیدیہ، عذاب الاخرة: مبتداء، اخزي: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ہم: مبتداء، لا ينصرون: فعل نفی با ناقص الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واما ثمود فهديهم فاستحبوا العمى على الهدى﴾

و: عاطفہ، اما شرطیہ، ثمود: مبتداء، ف: جزائیہ، هديهم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف ”مهما یکن من شیء فی الدنيا“ کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، استحبوا العمى: فعل بافاعل و مفعول، علی الهدی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ”هدیهم“ پر معطوف ہے۔

﴿فاخذتهم صعقة العذاب الهون بما كانوا يكسبون ونجين الذين امنوا و كانوا يتقون﴾

ف: عاطفہ، اخذتهم: فعل و مفعول، صعقة العذاب الهون: فاعل، بما كانوا يكسبون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نجینا: فعل بافاعل، الذين امنوا: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، كانوا يتقون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اعراض﴾

زمین کا وزن اور آیت مذکورہ میں یومین سے مراد:

۱..... یسومین سے مراد آخرت کے ایام کی مقدار ہے، یا دنیا کے دنوں کی مقدار مراد ہے، جیسا کہ تفسیر ابی الیث میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یوم سے مراد مطلق وقت ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حقیقی معنوں میں یوم کا اطلاق تو زمین و آسمان کی تخلیق کے بعد ہوا لیکن مذکورہ مقام پر زمین و آسمان کے وجود سے پہلے یوم کا لفظ اس لئے استعمال ہوا کہ تا کہ وقت کا تعین ہو جائے ورنہ زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے یہ سب ہی زمانے کی نشاندہی کا سبب بنتے ہیں اور ان کے وجود کے بغیر ایسا تصور کرنا بعید ہے۔

(روح البیان، ج ۸، ص ۳۱۲)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

زمین کا وزن ۱۶۹۹۳۲ یعنی سولہ ہزار نو سو ترانوے مہاسکھ من اور بیس سکھ من ہے، وہ قمر سے انچاس حصے بڑی ہے بلکہ اس کا جرم جرم قمر کا وزن میں ۸۱ء ۵۷ مثل ہے۔ (الفتاویٰ الرضویہ معرجمہ، رسالہ: فوز مبین در ردّ حرکت زمین، فصل دوم، ج ۲۷، ص ۳۱۱)

زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے کب تخلیق ہوئے؟

۲..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اللہ ﷻ نے ایک دن بنایا جس کا نام احد رکھا، پھر دوسرا دن تخلیق کیا جس کا نام اثنین رکھا، پھر تیسرا دن بنایا اور نام ثلثا رکھا، پھر چوتھا بنایا اور نام اربعاء رکھا، پھر پانچواں بنایا اور نام خمیس رکھا، پھر زمین دو دن میں بنائی یعنی اتوار اور پیر کے دن، پھر پہاڑ منگل کو بنائے، اسی لئے لوگوں کا کہنا ہے کہ منگل کا دن دشواری والا ہوتا ہے، اسی طرح نہریں اور درخت بدھ کو بنائے، پرندے اور وحشی جانور، درندے وغیرہ جمعرات کو بنائے، انسان کی تخلیق جمعہ کے دن ہوئی، پس جمعہ کے دن اللہ (اپنی شان کے لائق) ہر چیز کی تخلیق مکمل فرما چکا۔

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ تھام کر فرمایا: ”اللہ نے ہفتہ کے دن مٹی پیدا کی، اور اتوار کے دن پہاڑ بنائے، درخت کی پیدائش پیر کو ہوئی، ناپسندیدہ چیزیں منگل کو بنیں، بدھ کے دن نور تخلیق ہوا، زمین پر چوپائے جمعرات کو پیدا ہوئے، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد رات سے کچھ پہلے وقت میں ہوئی“۔ (الطبری، الجزء: ۲۴، ص ۱۰۹)

ستارے کی تخلیق کا بیان سائنس کے مطابق:

۳..... ایک روایت کے مطابق سورج، چاند، ستارے، جمعہ کے دن پیدا کئے گئے۔ (الطبری، الجزء: ۲۴، ص ۱۰۹)۔ ایک قسم کا جسم اور چمکیلا گیند ہے، زمین کا قریب ترین ستارہ سورج ہے، جو کہ زمین پر زیادہ تر توانائی کا منبع ہے۔ دوسرے ستارے رات کو نظر آتے ہیں جب سورج کی روشنی اس کی روشنی کو ماند نہیں کرتی۔ جو ستارے رات کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں وہ (Milky way) کہکشاں سے تعلق رکھتے ہیں۔ تقریباً ۵۰۰۰ ستارے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارا نظام شمسی بھی اسی کہکشاں میں شامل ہے۔ ستارہ اپنی زندگی کے زیادہ تر حصے میں اس لئے چمکتا ہے کہ اس کے گودے میں ہیزمرکزی اختلاف ہوتا ہے جس کی وجہ سے توانائی خارج ہوتی ہے۔ یہ توانائی ستارے کے اندرونی حصے میں چلتی ہے۔ اور پھر باہر خلاء میں منتشر ہو جاتی ہے۔ ہائیڈروجن اور ہیلیم تقریباً تمام عناصر ستاروں میں ایٹمی عملیات سے تخلیق پائے۔ تمام ستارے گرم دھکتے ہوئے گیس سے بنتے ہیں۔ کچھ ستاروں کی بیرونی تہیں اتنی خالی ہیں کہ انہیں سرخ گرم خلا کہنا بے جا نہ ہوگا۔ دوسرے ستارے بہت کثیف ہیں کہ بیرونی تہوں کے مادہ سے بھرا ایک چھپکٹی ٹن وزنی ہوتا ہے۔ ستارے زیادہ تر ہائیڈروجن اور تھوڑے سے ہیلیم گیس سے بنتے ہیں۔ دوسرے عناصر بہت تھوڑی مقدار میں ہوتے ہیں مثلاً آکسیجن، کاربن، نیاں اور نائٹروجن۔

اور ان پر بغیر بارش کے ہوائیں چلتی رہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ سوال کے آخر میں ایک بدھ سے لیکر دوسرے بدھ تک کے ایام تھے اور ہر قوم کو عذاب بدھ ہی کے دن دیا گیا، عذاب الخیزی سے مراد رسوا کن اور ذلت آمیز عذاب ہے۔ ”عذاب“ کی ”خیزی“ کی طرف اضافت موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے جیسا کہ رجل الحرب اور حاتم الجور میں ہے اور اس کی دلیل ”ولعذاب الاخرة اخزی“ ہے۔ اصل میں اسی طرح ہے، ترکیب کلام میں ”وللعذاب الاخرة اخزی“ کا عطف ”ارسلنا“ پر ہے دراصل ”اخزی“ ”معذب“ (جسے عذاب دیا گیا) کی صفت ہے، لیکن مبالغہ کے لئے مجازاً ”عذاب“ کی صفت ”اخزی“ بیان کی گئی ہے، معنی یہ ہے کہ آخرت کا عذاب تو بہت رسوا کن ہوگا اور ان سے عذاب دور کر کے ان کی ہرگز مدد نہیں کی جائے گی۔

(المظہری، ج ۶، ص ۲۳۰ وغیرہ)

اغراض:

وجمع: کہا جاتا ہے کہ ﴿العلمین﴾ میں الف لام اسم جنس کا ہے جو ماسوی اللہ کی تصدیق کرتا ہے، اور جمع ہونے کے لئے تین افراد یا زائد کا ہونا ضروری ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں جمع باعتبار نوع مراد ہے۔
للفاصل: مراد اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ووجعلون..... الخ﴾ ہے، اور یہ ﴿تکفرون﴾ پر معطوف ہے، جو کہ صلہ کے اجزاء میں سے نہیں ہے۔

تمام: ﴿اربعة ایام﴾ میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے، اس وہم کو دور کرنا مقصود ہے کہ کل آٹھ دن ہوتے ہیں، دو دن میں زمین کی تخلیق ہوئی، چار دن میں اقوات (کھانے پینے کی اشیاء) کو اور دو دن میں آسمان کی تخلیق ہوئی، تاکہ اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿ولقد خلقنا السماوات والارض وما بینہما فی ستة ایام﴾ (۲۸:۵) کے منافی ہو جائے، اس مدت کے پوشیدہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ ﷻ چاہے تو ہر چیز کو لمحہ پھر میں وجود میں لے آئے لیکن اس نے بندوں کی تعلیم کے لئے اس طرح کے اہتمام فرمائے کیونکہ بندوں کی فطرت میں عجلت رکھی گئی ہے، جس کی دلیل اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿خلق الانسان من عجل﴾ (الانبیاء: ۳۷) میں ہے۔

وفیہا خلق آدم: آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اس دن ہوئی جس دن آسمان معرض وجود میں آئے اور یہ قول مشہور قول کے خلاف ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام و آسمانوں کی تخلیق میں دو ہزار سال کا فرق ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی اسی دن میں ہوئی جس طرح کہا جاتا ہے کہ سید عالم ﷺ پیر کے دن دنیا میں تشریف لائے اور پیر ہی کے دن اس جہاں فانی سے تشریف لے گئے۔

ووافق ما هنا: مشہور یہ ہے کہ دن چھ ہیں، اور ہر دن دنیاوی کثرتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے، اس طرح کل چھ ہزار سال ہوئے، اگر کسی کے ذہن میں یہ اشکال رونما ہو کہ دن کو لیل و نہار سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور لیل و نہار طلوع و غروب شمس پر منحصر ہے، اور آسمان کی تخلیق سے پہلے دن کا حصول کیونکر ممکن ہوگا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ ﷻ نے زمین کو پیدا کیا اور اس کا نام اتوار و پیر رکھ دیا، اور کھانے پینے کی چیزوں کو پیدا کیا اور ان کا نام منگل و بدھ رکھ دیا، اور اسی پر قیاس کر لیں، اب ایک اعتراض باقی رہ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ زمین پہلے بنی اور آسمان بعد میں معرض وجود میں آیا، اور یہ مان لیا جائے تو دیگر آیات کی مخالفت لازم آتی ہے، چنانچہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الانتم اشد خلقا ام السماء بناھا﴾ (الناسعات: ۲۷) ﴿والارض بعد ذلک دحاھا﴾ (الناسعات: ۳۰) میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ ﷻ نے پہلے دو دن میں زمین کو پیدا کیا، پھر اس کے بعد

آسمان کو پیدا کیا، پھر آسمان کو زمین پر پھیلا دیا، (یعنی اوپر آسمان اور نیچے زمین) پھر تمام دیگر اشیاء کو چھ دنوں میں پیدا کیا، اور انہیں بھی روئے زمین پر پھیلا دیا، پس اس صورت میں کوئی بھی تناقض نہیں رہتا۔

الذی امر بہ من فیہا: ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ نے آسمان میں سورج، چاند، ستارے اور بادل بنائے، اور ہر آسمان میں فرشتے بسائے، اور اسی طرح آسمان میں سمندر، پہاڑ سردی اور برف کے بنائے۔

ای مقبلین علیہم: مراد وہ دو صالح ہیں اور مفسر کا قول: ”و مدبرین عنہم“ مراد وہ رسل ہیں جو سیدنا ہود اور صالح سے پہلے تشریف لائے۔ علی زعمکم: مراد یہ ہے کہ لوگ ان دونوں حضرات انبیائے کرام کی رسالت کا انکار کرتے تھے۔

یجعلہا: یعنی یضعہا ہے، جہاں چاہے۔

مشعو مات: سے مراد غیر مبارک چیزیں ہیں، جس سے انسان بچنا چاہتا ہے، جس طرح بعض شوال المکرم کی آخری بدھ کو منحوس جانتے ہیں، ابن عباس کہتے ہیں: ”بعض لوگ بدھ کو منحوس کہنے کی وجہ سے عذاب دیئے جائیں گے۔“

الذلل: یعنی عذاب میں مبالغہ بیان کرنے کی غرض سے ”الذلل“ کی جانب اشارہ کیا، مراد وہ لوگ ہیں جو اس ذلت آمیز عذاب کا شکار ہو گئے۔ المہین: سے مراد وہ عذاب ہے جو ذلت و اہانت پر مشتمل ہو۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۲۰۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۷۱

﴿وَأَذْکُرُ یَوْمَ یَحْشُرُکُمْ بِالْبِیَاضِ وَالنُّونِ الْمَفْتُوحَةِ وَضَمَّ الثَّیْنِ وَفَتَحَ الْهَمْزَةَ﴾ اعداء اللہ الی النار فہم یوزعون ﴿۱۹﴾ ﴿یُسَاقُونَ﴾ حتی اذاما ﴿زَائِدَةٌ﴾ جاء وھا شہد علیہم سمعہم و ابصارہم و جلودہم بما کانوا یعملون ﴿۲۰﴾ و قالوا لجلودہم لم شہدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء ﴿آی﴾ اَرَادَ نَطْقَهُ ﴿وہو خلقکم اول مرة و الیہ ترجعون ﴿۲۱﴾﴾ قِیلَ هُوَ مِنْ کَلَامِ الْجُلُودِ وَقِیلَ هُوَ مِنْ کَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی کَالذِّی بَعْدَهُ وَ مَوْقِعُهُ تَقْرِیبُ مَا قَبْلَهُ بِأَنَّ الْقَادِرَ عَلٰی اِنْشَائِکُمْ اِبْتِدَاءً و اِعَادَتِکُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ اِحْیَاءً قَادِرٌ عَلٰی اِنطَاقِ جُلُودِکُمْ و اَعْضَائِکُمْ ﴿و ما کنتم تسترون﴾ عند اِرتِکَابِکُمُ الْفَوَاحِشِ مِنْ ﴿ان یشہد علیکم سمعکم و لا ابصارکم و لا جلودکم﴾ لَآ نَکُمُ لَم تُوْقِنُوا بِالْبَعْثِ ﴿ولکن ظننتم﴾ عند اِسْتِئْزَارِکُمْ ﴿ان اللہ لا یعلم کثیرا مما تعملون ﴿۲۲﴾ و ذلکم﴾ مُبْتَدَاً ﴿ظَنَکُمْ﴾ بَدَلٌ مِنْهُ ﴿الذی ظننتم بریکم﴾ نَعْتُ الْبَدَلِ و الْخَبَرُ ﴿اَرَدَکُمْ﴾ آی اَهْلَکُمْ ﴿فاصبحتم من الخسرین ﴿۲۳﴾﴾ فان یصبروا ﴿علی الْعَذَابِ﴾ فالنار مشوی ﴿مَنْزِلٌ﴾ لَہم و ان یستعبوا ﴿یَطْلُبُوا الْعُتْبٰی اٰی الرِّضٰی﴾ فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِیْنَ ﴿۲۴﴾ الْمَرْضِیْنَ ﴿و قِیضنا﴾ سَبَبًا ﴿لَہم﴾ قِرَاءٌ ﴿مِنَ الشَّیْطٰنِ﴾ ﴿فزینوا لَہم ما بَیْنَ اَیْدِیہم﴾ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا و اِتِّبَاعِ الشَّهْوَاتِ ﴿و ما خلفہم﴾ مِنْ اَمْرِ الْاٰخِرَةِ بِقَوْلِہُمْ لَا بَعْثَ و لَا حِسَابَ ﴿و حق علیہم القول﴾ بِالْعَذَابِ و هُوَ لَا مَلْئَنُ جَهَنَّمَ الْاٰیةُ ﴿فی﴾ جُمْلَةٍ ﴿امم﴾ قَدْ خَلَتْ ﴿هَلْکَتْ﴾ مِنْ قَبْلِہُمْ مِنَ الْجِنِّ و الْاِنْسِ اَنَّهُمْ کَانُوا خَسِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ ﴿

﴿ترجمہ﴾

اور (یاد کرو) جس دن تم کئے جائیں گے (محشر کو علامت مضارع یاء کے ساتھ بیضہ مجہول اور علامت مضارع نون کے ساتھ بیضہ معروف نون مفتوحہ اور شین مضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے، اس صورت میں اعداء اللہ مفعول بہ ہونے کے منصوب ہوگا عبارت تفسیر میں "وفتح الهمزہ" سے یہی مراد ہے) اللہ کے دشمن آگ کی طرف پس انہیں ہانکا جائے گا (یوزعون بمعنی سیا قون ہے) یہاں تک کہ جب (اذا ما میں مازاندہ ہے) وہاں پہنچے گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چہرے سب ان پر ان کے کئے کی گواہی دیں گے اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر گواہی کیوں دی وہ کہیں گے ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی (یعنی ان کی گویائی کا ارادہ فرمایا) اور اس نے تمہیں پہلی بار بتایا اور اسی کی طرف تمہیں پھرتا ہے (ایک قول یہ ہے کہ یہ بھی من جملہ کھالوں کا کلام ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ کا فرمان ہے جس طرح کہ مابعد کلام بھی اسی کا ہے اور یہ مابعد کلام مائل سے مناسبت بھی رکھتا ہے یوں کہ جو ذات تمہیں ابتدا سے پیدا فرمانے پر اور مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے وہ تمہاری کھالوں اور اعضاء کو قوت گویائی عطا فرمانے پر بھی قادر ہے.....) اور تم اس سے کہاں چھپ کر جاتے ہو (گناہوں کا ارتکاب کر کے، ان بیشہد سے قبل من محذوف ہے) کہ تم پر گواہی دیں تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں..... (کیونکہ تم حشر و نشر پر یقین نہیں رکھتے تھے) لیکن تم تو (چھپ کر گناہ کرتے وقت) یہ گمان کر بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا اور یہ ہے (ذلکم مبتدأ بن زہا ہے) تمہارا وہ گمان ("ظنکم" مبدل منہ ہے) اور تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا..... (الذی ظننتم بہ ربکم "بدل کی صفت ہے یا پھر خبر ہے) اور اس نے تمہیں ہلاک کر دیا (اردنکم بمعنی اہلککم ہے) تو اب رہ گئے ہارے ہوؤں میں پھرا گروہ صبر کریں (عذاب پر) تو آگ ٹھکانہ ہے (مشوی بمعنی منزل ہے) ان کے لیے اور اگر وہ ممانا چاہیں (مسیبتم عتوا بمعنی یطلبوا اور العتبی بمعنی الرضی ہے) تو کوئی ان کا ممانا نہ مانے (المعتین بمعنی المرصین ہے) اور ہم نے تعینات کئے (قیضنا بمعنی سبنا ہے.....) ان پر کچھ ساتھی (شیاطین میں سے) انہوں نے مزین کر دیا جو ان کے آگے ہے (یعنی امر دنیا اور شہوات کی پیروی) اور جو ان کے پیچھے (یعنی امر آخرت ان کے اس قول کے ذریعے کہ کوئی حشر و نشر حساب کتاب نہیں ہوتا) اور ان پر بات پوری ہوئی (عذاب کی اور وہ بات یہ ہے ﴿لا ملئ جہنم..... الخ﴾ ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گزر چکے (یعنی ہلاک ہو چکے، اہم سے قبل جملہ محذوف ہے) جن اور آدمیوں کے پیشک وہ زیاں کا رتھے۔

﴿ترکیب﴾

﴿یوم یحشر اعداء اللہ الی النار﴾

و: متاقفہ، یوم، مضاف، یحشر: فعل مجہول، اعداء اللہ: نائب الفاعل، الی النار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ متاقفہ۔ ﴿لہم یوزعون﴾ حتی اذا ما جاء وھا شہد علیہم سمعہم و ابصارہم و جلو دہم بما کانوا یعملون﴾

ف: عاطفہ، ہم، مبتدأ، یوزعون: فعل مجہول بانائب الفاعل، حتی: جار، اذا بطرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ما: زائدہ، جاء وھا: فعل بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، شہد علیہم: فعل و ظرف لغو، سمعہم: معطوف علیہ، بو: عاطفہ، ابصارہم: معطوف اول، و: عاطفہ، جلو دہم: معطوف ثانی، ملکر فاعل، بما کانوا یعملون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقالوا جلو دہم لم شہدتم علینا﴾

و: عاطفہ، قالوا الجلود ہم، قول، لام: جار، م: استنہامیہ مجرور، مکر طرف الموقدم، شہدتم علیہا: فعل بافاعل وظرف لغو مکر جملہ فعلیہ مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا انطلقنا اللہ الذی اطلق کل شیء وهو خالقکم اول مرۃ والیہ ترجعون﴾

قالوا: قول، انطلقنا: فعل ومفعول، اللہ: موصوف، الذی: موصول، اطلق کل شیء: جملہ فعلیہ صلہ، مکر صفت، مکر فاعل، مکر جملہ فعلیہ مقولہ، مکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، هو مبتدأ، خالقکم: فعل بافاعل ومفعول، اول مرۃ: ظرف، مکر جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الیہ طرف الموقدم، ترجعون: فعل مجہول بانائب الفاعل، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿و ما کنتم تستعرون ان یشہد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم﴾

و: عاطفہ، ما: تانیہ، کنتم: فعل ناقص باسم، تستعرون: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یشہد: فعل، علیکم: ظرف لغو، سمعکم: معطوف علیہ، ولا ابصارکم ولا جلودکم: معطوفان، مکر فاعل، مکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول لہ، مکر جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولکن ظننتم ان اللہ لا یعلم کثیرا مما تعملون﴾

و: عاطفہ، لکن: حرف استدراک، ظننتم: فعل بافاعل، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لا یعلم: فعل نفی بافاعل، کثیرا: موصوف، مما تعملون: ظرف مستقر صفت، مکر جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ مفعول، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿و ذلکم ظنکم الذی ظننتم بریکم اردکم فاصبحتم من الخسرین﴾

و: عاطفہ، ذلکم: مبتدأ، ظنکم: موصوف، الذی ظننتم بریکم: موصول صلہ، مکر صفت، مکر خبر اول، اردکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اصبحتم من الخسرین: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، مکر خبر ثانی، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿فان یصبروا فالنار مشوی لہم وان یتستعبوا فما ہم من المعتبین﴾

ف: مستانفہ، ان بشرطیہ، یصبروا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، النار: مبتدأ، مشوی لہم: شبہ جملہ خبر، مکر جملہ اسمیہ جزا، مکر جملہ شرطیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ان بشرطیہ، یتستعبوا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ما مشابہ یلیس، ہم: اسم، من المعتبین: ظرف مستقر خبر، مکر جملہ اسمیہ جزا، مکر جملہ شرطیہ۔

﴿و لیضنا لہم قرناء فزینوا لہم ما بین ایدیہم وما خلفہم﴾

و: عاطفہ، لیضنا لہم قرناء: فعل بافاعل وظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، زینوا لہم: فعل بافاعل وظرف لغو، ما بین ایدیہم: موصول صلہ، مکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما خلفہم: موصول صلہ، مکر معطوف، مکر مفعول، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وحق علیہم القول فی امم قد خلعت من قبلہم من الجن والانس﴾

و: عاطفہ، حق: فعل، علی: جار، ہم: ضمیر ذوالحال، فی: جار، امم: موصوف، قد خلعت من قبلہم: جملہ فعلیہ صفت اول، من الجن والانس: ظرف مستقر صفت ثانی، مکر مجرور، مکر ظرف مستقر حال، مکر مجرور، مکر ظرف مستقر حال، مکر مجرور، مکر ظرف لغو، القول: فاعل، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿الہم کانوا خسرین﴾

الہم: حرف مشبہ واسم، کانوا خسرین: جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح و توضیح و اغراض﴾

اعضائے جسمانی کے کلام سے متعلق اقوال مفسرین:

۱..... مفسرین نے اس موضوع پر کئی نکات لکھے ہیں جنہیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

(۱)..... جلود سے مراد ظاہری اعضاء ہیں اور جوارح سے مراد فرج (شرمگاہیں) ہے، اور ﴿وقالوا الجلود ہم لم شهدتم علينا﴾ (سنتہ: ۲۱) میں خاص طور پر سمع و بصر کے مقابلے میں جلود کا ذکر ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ جلود کا کلام کرنا سمع و بصر کے مقابلے میں زیادہ عجیب بات ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ جلود کو خاص طور پر قوت مدركہ و لامسہ کی وجہ سے ذکر کیا گیا جو کہ سمع و بصر کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

(حاشیۃ الشہاب، ج ۸، ص ۳۰۷ ملخصاً و ملقطاً)

(۲)..... پس کان گواہی دیں گے کہ وہ اللہ ﷻ کی نافرمانی والے کلام سنا کرتے تھے، اور آنکھیں حرام دیکھا کرتی تھیں، اور کھالیں گواہی دیں گی، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ جلود سے مراد جوارح و دیگر اعضاء ہیں۔ ایک قول یہ کیا جاتا ہے کہ ہر عضو گواہی دے گا جو فعل اس سے صادر ہوا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ہر عضو اپنے اُس گناہ کا بیان دے گا جو اُس سے صادر ہوا ہے، پس اس طرح ہر قسم کی بُرائیوں کا پول کھل جائے گا اور کفر و معصیت آشکار ہو جائے گی، جس طرح اللہ نے انسان کو زبان کے ذریعے بولنے کی طاقت عطا فرمائی بالکل اسی طرح دیگر اعضاء بھی کلام کریں گے، اور اسی طرح درخت اور بکریاں بھی کلام کریں گی اور یہ نظریہ اہلسنت کا ہے۔

(روح البیان، ج ۸، ص ۳۳۳)

(۳)..... ظاہر یہ ہے کہ جلود سے جوارح و فروج بطور کنایہ مراد لئے گئے ہیں، یہی اکثر مفسرین اور ابن عباس کا قول ہے۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۴، ص ۵۰۲)

(۴)..... اس میں شک نہیں کہ حواس خمسہ سمع، بصر، شم، ذوق اور لمس ہیں، اور اس میں بھی شک نہیں کہ لمس سے مراد جلد ہے، پس اس مناسبت سے اللہ ﷻ نے اس مقام پر سمع، بصر اور لمس کا ذکر فرمایا، اور دو حواس شم و ذوق کو ذکر نہ کیا، کیونکہ ذوق بعض وجوہ کی بناء پر لمس میں داخل ہے کیونکہ ذوق (چکھنے) کا ادراک انسانی زبان کی کھال ہی کرتی ہے اور یہی زبان کھانے پیمانے کا کام دیتی ہے، پس اس صورت میں لمس میں ذوق داخل ہوتا ہے اور جہاں تک شم (سوگھنے کی طاقت) کا تعلق ہے یہ جسم انسانی کی کمزور حس ہے، اور یہ امر و نہی کے حوالے سے مکلف نہیں ہے، پس جب تم نے یہ جان لیا تو ابن عباس کا یہ قول بھی جان لو گے کہ متذکرہ مقام پر جلود بمعنی فروج بطور کنایہ استعمال ہوا ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۵۵۶)

خاص اعضاء کے کلام سے متعلق احادیث:

۱..... درج ذیل میں ان احادیث کا بیان ہے جس سے یہ ثابت ہوگا کہ بروز قیامت اعضاء انسانی کلام کریں گے:

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو سورج کو دیکھنے میں کوئی تنگی محسوس کرتے ہو؟“ صحابہ نے کہا: نہیں، فرمایا: ”جب چودھویں رات کو بادل نہ ہوں تو چاند کو دیکھنے میں کوئی تنگی محسوس کرتے ہو؟“ صحابہ نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم اپنے رب کو دیکھنے میں صرف اتنے تنگ ہو گے جتنے سورج و چاند کو دیکھنے میں تنگ ہوتے ہو، پھر اللہ ﷻ اپنے بندوں سے ملاقات کرے گا اور ان سے فرمائے گا: اے فلاں شخص! کیا میں نے تجھ کو عزت نہیں دی تھی؟، کیا میں نے تجھ کو سرداری نہیں دی تھی؟، کیا میں نے تجھ کو بیوی نہیں دی تھی؟، کیا میں نے گھوڑے اور اونٹ تیرے

تالیح نہیں کئے تھے؟، تجھ کو ریسا نہ شان و شوکت نہیں دی تھی؟، وہ شخص کہے گا: کیوں نہیں!، اللہ ﷻ فرمائے گا: کیا تجھ کو مجھ سے ملاقات کی توقع تھی؟ وہ بندہ کہے گا: نہیں، اللہ ﷻ فرمائے گا: میں بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دوں گا جس طرح آج تو نے مجھے بھلا دیا ہے، پھر اللہ ﷻ دوسرے شخص سے ملاقات کریگا اور اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی؟، اور کیا میں نے تجھے سرداری نہیں دی تھی؟، کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟، کیا میں نے تیرے بس میں گھوڑے اور اونٹ نہیں کئے تھے؟، اور کیا میں نے تجھے سردار نہ شان و شوکت نہیں دی تھی؟، وہ کہے گا: کیوں نہیں!، بیشک میں تجھے بھلا دیتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا، پھر اللہ ﷻ تیسرے بندے سے ملاقات کرے گا اور اس سے بھی اسی طرح کلام فرمائے گا، وہ کہے گا: میں تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب پر ایمان لایا اور تیرے رسول پر ایمان لایا اور میں نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا اور صدقہ کیا اور جتنی اس کی طاقت ہوگی وہ حمد و ثناء کرے گا، پھر اس بندے سے کہا جائے گا: ہم ابھی تیرے خلاف گواہ بھیجتے ہیں، وہ اپنے دل میں غور و فکر کرے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا، پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران سے، اس کے گوشت سے اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا: اب تم کلام کرو، پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور ہڈیاں کلام کریں گی کہ اس نے کیا کام کئے تھے اور یہ اس لئے کہ وہ خود اپنا عذر بیان کرے اور یہ شخص منافق ہوگا اور اس سے اللہ ﷻ ناراض ہوگا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب: فی الرویۃ، رقم: ۴۷۳۰، ص ۸۸۶ بتغییر)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سید عالم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ ہنسنے لگے اور آپ ﷺ کی داڑھی میں نمایاں ہونے لگیں اور پوچھا: ”تم جانتے ہو کہ میں کیوں نہیں رہا ہوں؟“ ہم نے کہا: اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ ہی خوب جاننے والے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں بندے کی اس کے رب ﷻ کے ساتھ ہونے والی گفتگو پر نہیں رہا تھا، بندہ کہے گا: اے میرے رب ﷻ! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی، اللہ ﷻ فرمائے گا: کیوں نہیں، بندہ کہے گا: آج میں اپنے خلاف صرف اپنے ہی نفس کی شہادت کی اجازت دیتا ہوں، اللہ ﷻ فرمائے گا: آج صرف تیری ہی تیرے خلاف شہادت ہوگی اور کرنا کاتبین گواہ ہونگے،“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ اب تم کلام کرو، پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کو بیان کریں گے، پھر وہ بندہ اپنے اعضاء سے کہے گا تم دور رہو، میں تمہارے لئے توجھل رہا ہوں۔“

(سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب: فی الرویۃ، رقم: ۴۷۳۰، ۸۸۶، جامع البیان، رقم: الجزء: ۲۴، ص ۱۲۳)

☆..... حضرت حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ سید عالم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے شام کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”یہاں سے یہاں تک قیامت کے دن لوگ اپنے گھٹنوں اور چہروں کے بل چلتے ہوئے آئیں گے، سترائیں ہونے کا وعدہ پورا ہوگا اور تم آخری امت ہو گے اور آخری امت کا اکرام ہوگا، اور سب سے پہلے تمہارے جسم کا عضو ”ران“ گواہی دے گا۔“

☆..... عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جس دن انسان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اس دن سب سے پہلے جو عضو جسم کلام کرے گا وہ اس کی بائیں جانب کی ”ران“ کلام کرے گی۔“ (الطبری، الجزء: ۲۴، ص ۱۲۴، الدر المنثور، ج ۵، ص ۶۸۰)

اللہ ﷻ کے ساتھ گمان کیسا ہونا چاہیے؟

۳..... اہل علم کہتے ہیں کہ گمان دو طرح کے ہو سکتے ہیں: حسن ظن، سوء ظن، پس حسن ظن یہ ہے کہ بندہ اچھا گمان کرے اور سوء ظن یہ کہ بُرا گمان رکھے۔ حسن بھری کہتے ہیں کہ قومیں بڑی امیدیں رکھتی ہیں اور اسی حال میں دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں اور ان کے لئے (ان کے گمان کے مطابق) بھلائی ہے، اور کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ زبان سے یہ کہتا ہے کہ میں اپنے رب سے اچھا گمان کرتا

وَصِيحُوا فِي زَمَنٍ قَرِيبٍ ﴿لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۲۶) ﴿فَسَيَكُفُّ عَنْ قِرَائَةِ الْقُرْآنِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِمْ﴾ ﴿فَلَنَلِدَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَشْرَٰءَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۲۷) ﴿أَيُّ أَقْبَحِ جَزَاءٍ عَمَلِهِمْ﴾ ﴿ذَلِكَ﴾ ﴿أَيُّ الْعَذَابِ الشَّدِيدِ وَأَسْوَأِ الْجَزَاءِ﴾ ﴿جَزَاءِ أَعْدَاءِ اللَّهِ﴾ ﴿بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَةِ الثَّالِيَةِ وَإِبْدَالِهَا وَآوُ﴾ ﴿النَّارِ﴾ ﴿عَطْفُ بَيَانِ الْجَزَاءِ الْمُخْبِرِ بِهِ عَنْ ذَلِكَ﴾ ﴿لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ﴾ ﴿أَيُّ أَقَامَةٍ لَا إِنتِقَالَ مِنْهَا﴾ ﴿جَزَاءٍ﴾ ﴿مَنْصُوبٍ عَلَى الْمَصْدَرِ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ﴾ ﴿بِمَا كَانُوا يَأْتُونَ﴾ ﴿الْقُرْآنَ﴾ ﴿يُجْحَدُونَ﴾ (۲۸) ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ﴿فِي النَّارِ﴾ ﴿رَبَّنَا ارْنَا الَّذِينَ اضْلَمْنَا مِنَ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ﴾ ﴿أَيُّ إِبْلِيسَ وَقَابِيلَ سَنَّا الْكُفْرَ وَالْقَتْلَ﴾ ﴿نَجْعَلُهُمَا تَحْتَ أقدامنا﴾ ﴿فِي النَّارِ﴾ ﴿لِيَكُونَا مِنَ الْإِسْفَلِينَ﴾ (۲۹) ﴿أَيُّ أَشَدِّ عَذَابًا مِنَّا﴾ ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ ﴿عَلَى التَّوْحِيدِ وَغَيْرِهِ﴾ ﴿مِمَّا وَجِبَ عَلَيْهِمْ﴾ ﴿تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ﴾ ﴿عِنْدَ الْمَوْتِ﴾ ﴿أَنْ﴾ ﴿بَانَ﴾ ﴿لَا تَخَافُوا﴾ ﴿مِنَ الْمَوْتِ وَمَا بَعْدَهُ﴾ ﴿وَلَا تَحْزَنُوا﴾ ﴿عَلَى مَا خَلَقْتُمْ مِنْ أَهْلِ وَوَلَدٍ فَنَحْنُ نَخْلُقُكُمْ فِيهِ﴾ ﴿وَابْشَرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾ (۳۰) ﴿نَحْنُ أَوْلَىٰ بِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ ﴿أَيُّ حَفِظْنَاكُمْ فِيهَا﴾ ﴿وَفِي الْآخِرَةِ﴾ ﴿أَيُّ نَكُونُ مَعَكُمْ فِيهَا حَتَّىٰ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ ﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُىٰ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ﴾ (۳۱) ﴿تَطْلُبُونَ﴾ ﴿نَزْلًا﴾ ﴿رِزْقًا مِّمَّهَا مَنْصُوبٍ بِجَعْلِ مُقَدَّرٍ﴾ ﴿مِنْ غُفُورٍ رَحِيمٍ﴾ (۳۲) ﴿أَيُّ اللَّهُ﴾

﴿ترجمہ﴾

اور کافر بولے (نبی پاک ﷺ کی تلاوت قرآن کے وقت) یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بیہودہ غل کرو (یعنی قرائت کے وقت شور مچاؤ اور اٹی سیدی باتیں کرتے رہو.....) شاید یونہی تم غالب آؤ (اور وہ قرائت کرنے سے رک جائیں) تو ضرور ہم ان لوگوں کو سخت عذاب چکھائیں گے اور بیشک ہم ان کے بدترین کام کا انہیں بدلہ دیں گے (اسوا الذی کانوا یعملون یہ بمعنی اقیح جزاء عملہم ہے) یہ (یعنی یہ عذاب شدید یا بدترین جزا ہے) اللہ کے دشمنوں کا بدلہ آگ ہے (اعداء اللہ دوسرے ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ نیز اس کو واؤ کے ساتھ تبدیل کر کے بھی پڑھا گیا ہے، النار یہ اس جزا کا عطف بیان ہے جس کی ذلک کے ذریعے خبر دی جا رہی ہے) اس میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے (یعنی مقیم رہنا ہے اس سے کہیں اور منتقل نہیں ہوتا) سزا (جزا یہ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے) اس کی کہ ہماری آیتوں (یعنی قرآن پاک) کا انکار کرتے تھے اور کافر بولے (آگ میں) اے ہمارے رب! ہمیں دکھا جن اور آدمی جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا (یعنی ابلیس اور قاتیل جنہوں نے کفر اور قتل کو ایجاد کیا ہے.....) کہ ہم انہیں اپنے پاؤں تلے ڈالیں (آگ میں) کہ وہ ہر شے سے نیچے رہیں (یعنی وہ ہم سے زیادہ سخت عذاب میں رہیں) بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر قائم رہے..... (توحید وغیرہ امور پر لازم کئے گئے تھے) ان پر (ان کی موت کے وقت) فرشتے اترتے ہیں..... کہ (ان اصل میں سان تھا) نہ ڈرو (موت اور اس کے مابعد پیش آنے والے امور سے) اور نہ غم کرو (اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے اہل و عیال پر کہ ہم تمہارے پیچھے ان کے نگران ہیں) اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں (دنیا میں ہم تمہاری حفاظت کرتے رہیں گے) اور آخرت میں (یعنی آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ) اور تمہارے لیے اس میں جو تمہارا راجی چاہے اور تمہارے لیے اس میں جو مانگو مہمانی (تیار کردہ روزی.....) یہ فعل محذوف جعل کی وجہ سے منصوب ہے (معانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے (یعنی اللہ ﷻ کی طرف سے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الذين كفروا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون﴾
 و: متانفہ، قال الٰذین کفروا: قول، لا تسمعوا: فعل نہی بافاعل، لهذا القرآن: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ معطوف
 علیہ، و: عاطفہ، الغوا: فعل امر واو ضمیر ذوالحال، لعلکم تغلبون: جملہ اسمیہ حال، مکر فاعل، فیہ: ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ معطوف، مکر
 مقولہ، مکر جملہ قولیہ۔

﴿فلنذيقن الذين كفروا عذابا شديدا ولنجزينهم اسوا الذي كانوا يعملون﴾
 ف: فصیحیہ، لام تسمیہ، نذیقن: فعل بافاعل، الٰذین کفروا: موصول صلہ، مکر مفعول، عذابا شديدا: مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ
 معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام تسمیہ، نجزینہم: فعل بافاعل و مفعول اول، اسوا الٰذی کانوا یعملون: مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ قسم
 محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، مکر جملہ تسمیہ معطوف، مکر شرط محذوف "ان استمروا ذلك" کی جزا، مکر جملہ شرطیہ۔

﴿ذلك جزاء اعداء الله النار لهم فيها دار الخلد جزاء بما كانوا ياتينا بجحدون﴾
 ذلك: مبتدا، جزاء اعداء الله: مبدل منہ، النار: بدل، مکر خبر، مکر جملہ اسمیہ، لہم: ظرف مستقر خبر مقدم، فیہا: ظرف مستقر حال
 مقدم، دار الخلد و: ذوالحال، مکر مبتدا مؤخر، مکر جملہ اسمیہ متانفہ، جزاء مصدر بافاعل، بما کانوا یاتینا بجحدون: ظرف لغو، مکر
 شبہ جملہ ہو کر فعل محذوف "یجزون" کیلئے مفعول مطلق، مکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال الذين كفروا ربنا ارننا الذين اضلنا من الجن والانس﴾
 و: متانفہ، قال الٰذین کفروا: قول، ربنا: نداء، ارننا: فعل امر بافاعل و مفعول، الٰذین اضلنا: موصول صلہ، مکر ذوالحال، من الجن
 والانس: ظرف مستقر حال، مکر مفعول ثانی، مکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، مکر مقولہ، مکر جملہ قولیہ متانفہ۔

﴿نجعلهما تحت اقدامنا ليكونا من الاسفلين﴾
 نجعلہما: فعل بافاعل و مفعول، تحت اقدامنا: ظرف، لام جار، یكونا من الاسفلین: جملہ فعلیہ مجرور، مکر ظرف لغو، مکر جملہ
 فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا وبشروا بالجنة التي كنتم
 توعدون﴾
 ان: حرف شبہ، الٰذین بموصول، قالوا: قول، ربنا الله: نداء، استقاموا: جملہ فعلیہ معطوف، مکر صلہ، مکر
 اسم، تتنزل علیہم: فعل و ظرف لغو، الملائکۃ: ذوالحال، ان: مصدریہ، لا تخافوا: فعل نہی بافاعل، مکر جملہ فعلیہ معطوف
 علیہ، و: عاطفہ، لا تخافوا: فعل نہی بافاعل، مکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، بشروا: فعل امر
 بافاعل، ب: جار، الجنة بموصوف، التي کنتم توعدون: موصول صلہ، مکر مجرور، مکر ظرف لغو، مکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، مکر بتقدیر
 ب "جار مجرور، مکر ظرف مستقر" قائلین، محذوف کیلئے، مکر شبہ جملہ حال، مکر فاعل، مکر جملہ فعلیہ خبر، مکر جملہ اسمیہ متانفہ۔

﴿نحن اولیوكم فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة﴾
 نحن: مبتدا، اولیوكم: ذوالحال، فی الحیوة الدنیا: ظرف، و: عاطفہ، فی الآخرة: جار مجرور معطوف، مکر ظرف
 مستقر حال، مکر خبر، مکر جملہ اسمیہ۔

﴿لو لکم فیہا ما تشہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون﴾ نزل من غفور رحیم ﴿۵﴾
 و: عاطفہ، لکم، ظرف مستقر خبر مقدم، فیہا: ظرف مستقر حال مقدم، ما تشہی انفسکم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، ملکر مبتدا
 مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لکم، ظرف مستقر خبر مقدم، فیہا: ظرف مستقر حال مقدم، ما تدعون: موصول صلہ، ملکر
 ذوالحال، نزل من غفور رحیم: شبہ جملہ حال ثانی، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

قرآن کی بے ادبی:

۱..... جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سنا فرض ہے، جب کہ وہ مجمع بغرض سننے کے حاضر ہو رہے۔
 ایک کاسٹنا کافی ہے، اگرچہ اور اپنے کام میں ہوں۔
 (الفتاویٰ الرضویہ منجرجہ، ج ۲۳، ص ۳۵۲)
 بتذکرہ آیت میں اللہ ﷻ نے کافروں کی اس بُری خصلت کا ذکر کیا جو وہ قرآن کی تلاوت کے وقت میں بے ہودہ گوئی کی
 صورت میں کرتے تھے۔ دور حاضر میں یہ نقشہ نہیں کہ کفار کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہو اور وہ بے ہودگی کی حرکتیں کریں تاہم یہ ضرور
 ہے کہ اس دور میں کفار قرآن کی بے ادبی دیگر طریقوں سے ضرور کرتے ہیں۔ ناقبل شرعی مسئلہ کافروں کے لئے نہ سبھی مسلمانوں کے
 لئے ضرور ہے، لیکن آج اس مسئلے پر توجہ کم دی جاتی ہے۔ جو صاحب قرآن پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں یا دن کا مخصوص حصہ تلاوت میں
 گزارتے ہیں یقیناً وہ تعریف کے لائق ہیں لیکن یہ کہاں کا اصول ہے کہ بلند آواز میں تلاوت کر کے دوسروں کو سننے پر مجبور کیا جائے۔
 بازاروں میں اور جہاں لوگ کام میں مشغول ہوں بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے لوگ اگر نہ سنیں گے تو گناہ پڑھنے والے پر ہے اگر کام
 میں مشغول ہونے سے پہلے اس نے پڑھنا شروع کر دیا ہو اور اگر وہ جگہ کام کرنے کے لئے مقرر نہ ہو تو اگر پہلے پڑھنا اس نے شروع کیا
 اور لوگ نہیں سنتے تو لوگوں پر گناہ اور اگر کام شروع کرنے کے بعد اس نے پڑھنا شروع کیا، تو اس پر گناہ۔

(بہار شریعت منجرجہ، قرآن مجید پڑھنے کا بیان، حصہ ۳، ج ۱، ص ۵۵۲)

پہلے قاتل کا گناہ:

۲..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس
 کے گناہ میں سے ایک حصہ قاتل کو بھی ملے گا کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کو ایجاد کیا۔“

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: خلق آدم و ذریعہ، رقم: ۷۳۲۱، ۶۸۶۷، ۳۳۳۵، ص ۵۵۴)

گویا قاتل نے اپنے لئے گناہ جاریہ کیا لیا، کائنات میں جب بھی ظلماً قتل ہوتے رہیں گے قاتلین ہر قتل کا عوض بطور گناہ پاتا
 رہے گا۔ اسی طرح دیگر گناہوں کو بھی مد نظر رکھ لیں، جو لوگ گناہ پھیلنے کا ذریعہ بنتے ہیں انہیں غور و فکر کرنا چاہیے، معلوم نہیں کہ تو بہ کا موصوع
 ملے گا کہ نہیں، معلوم نہیں بڑھا یا آئے اور تو بہ کرنے کا ذہن بنے یا یونہی کسی ہم دھما کے یا دہشت گردی کی نظر ہو جائیں، نامعلوم کون سی
 آفت آئے اور زیر زمین ہو جائیں، مجھے اُن فنکاروں، اداکاروں، گلوکاروں کے بارے میں دکھ و افسوس ہوتا ہے جو گناہ پھیلنے کا ذریعہ
 بن رہے ہیں اور آج کا معاشرہ گویا انہی لوگوں کا معاشرہ ہے کہ انہی کی دیکھا دیکھی کی جاتی ہے۔ بسا اوقات ان کی اموات بھی بُری
 ہوتی ہیں اور ایسا بھی سنا جاتا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد بھی ان کے لئے تعزیتی پروگرام میں ان کے گناہ دکھائے اور بیان کئے جاتے
 ہیں اللہ سبحانہ دے گویا ہم ایسے معاشرے میں زندگی گزار رہے ہیں جو مرنے کے بعد بھی اپنے مسلمان بھائیوں، بہنوں کو نفع پہنچانے کے
 لئے تیار نہیں۔

استقامت کے معنی، احادیث، اقوال صحابہ و تابعین:

سچ..... شیخ جرجانی "الاستقامة" کی کئی تعریفات ذکر کرتے ہیں: کسی چیز کے اجزائے مفروضہ کے یکجا ہونے کو "استقامت" کہتے ہیں۔ اہل حقیقت کے نزدیک اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ تمام عہد و پیمان کو پورا کرنے کا نام استقامت ہے، کھانا پینا پہننا ہر کام میں متوسط حد تک صراط مستقیم کی رعایت کا نام ہے چہ جائے کہ دینی معاملہ ہو یا دنیوی، پس یہی آخرت کے حوالے سے صراط مستقیم ہے اور اسی وجہ سے سید عالم نور محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے سورۃ ہود کی آیت ﴿فاستقم كما امرت﴾ (مرد: ۱۱۷) نے بوڑھا کر دیا۔ ایک قول "استقامت" کی تعریف میں یہ کیا گیا ہے کہ اطاعت کو بجالانا اور معصیت سے اجتناب کرنا استقامت کہلاتا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ استقامت ضد ہے ٹیڑھا پن کی، مطلب یہ کہ استقامت کا معنی یہ ہے کہ بندہ شریعت اور عقل کے ذریعے سے بندگی کے راستے پر گامزن رہے، استقامت کے معنی مداومت بھی ہے اور یہ بھی کہ بندہ خیال کرے کہ اے بندے! تجھے اللہ ﷻ کی بارگاہِ صمدیت میں (مزاحمت وغیرہ) کا کچھ اختیار نہیں، ابوظی دقاق نے کہا کہ استقامت کے تین درجے ہیں: اول کا نام تقویم ہے یعنی نفس کو ادب سکھانا، دوم کا نام اقامت ہے یعنی دلوں کو شاکتہ و شستہ بنانے، سوم استقامت ہے یعنی (شریعت کے) عہدوں کا قرب پانا۔

(التعریفات، ص ۲۳)

☆..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے یہ آیت ﴿ان الذین قالوا..... الخ﴾ پڑھی اور فرمایا: لوگوں نے کہا یعنی ہمارا رب اللہ ہے، پھر ان میں سے اکثر کافر ہو گئے، پس جو شخص اسی قول پر ڈنار ہا حتی کہ مر گیا، وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اس قول پر مستقیم رہے۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: حم سجدہ، رقم: ۳۲۶۱، ص ۹۳۴)

☆..... حضرت سفیان بن عبد اللہ الثعلبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بتائیے کہ میں آپ ﷺ کے بعد کسی اور سے سوال نہ کروں، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم کہو! میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر مستقیم رہو۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الروایا، باب: کف اللسان فی الفتنة، رقم: ۳۹۷۲، ص ۶۵۶)

☆..... حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم مستقیم رہو اور تم مکمل استقامت ہرگز حاصل نہ کر سکو گے اور یاد رکھو تمہارے اعمال میں سب سے افضل عمل نماز ہے اور صرف مومن ہی داعما با وضوہ رکھ سکتا ہے۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب: المحافظۃ علی الوضوء، رقم: ۲۷۸، ۲۷۷، ص ۶۶)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے استقامت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: "ان لا تشرك بالله شينا یعنی اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "الاستقامة ان تستقیم علی الامر والنہی ولا تروغ روغان الشعالب یعنی استقامت سے مراد امر و نہی پر مضبوطی سے عمل کرنا اور لومڑی کی طرح ادھر ادھر مڑنے کی حیلہ سازی نہ کرنا ہے۔" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اخلصوا العمل لله یعنی اعمال خاص اللہ کے لئے کرو۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استقامت کے بارے میں فرمایا: "ادو الفرائض یعنی فرائض کو ادا کرو یہی استقامت ہے۔" یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ استقامت یہ ہے کہ اللہ کی جانب سے متعین کردہ ادا امر پر جمے رہو اور نواہی سے بچتے رہو، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے: "لا اله الا الله" کہو یہاں تک کہ اللہ سے جا ملو اور حسن کا قول ہے کہ جب یہ آیت پڑھے تو کہے: "اللهم انت ربنا فارزقنا الاستقامة اے اللہ تو ہمارا رب ہے تو ہمیں استقامت سے نواز دے۔"

(العازن، ج ۴، ص ۸۷)

فرشتے بوقت موت مومنین کے معین و مددگار ہیں:

۴..... وکج بن جراح کہتے ہیں کہ خوشخبری اور بشارت تین مقامات پر ملے گی، موت کے وقت، قبر میں اور قبر سے اٹھانے جانے کے وقت۔ ﴿الآن تعالوا﴾ کہنے والے فرشتے ہونگے کہ تم خوف نہ کرو۔ اس میں ”آن“ مفسرہ ہے کیونکہ ﴿تسنزل علیہم﴾ اس وحی کے معنی کو متضمن ہے جو قول کے معنی میں ہے۔ ”یا یہ“ ”آن“ مخففہ من المنقلہ ”ہے اور اس کا اسم ضمیر شان ہے یا پھر ”آن“ مصدر یہ ہے، یعنی امر آخرت میں سے جس پر تم آگے پیش ہو رہے ہو اس سے خوفزدہ نہ ہو۔ مجاہد نے بھی یہی کہا ہے اور جو اہل وعیال اور اولاد میں سے تم پیچھے چھوڑ آئے ہو ان کے بارے میں غمزدہ نہ ہو کیونکہ ان کی جگہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ خوف سے مراد ایسا غم ہے جو مستقبل میں آنے والی متوقع مصیبت اور تکلیف پر ہوتا ہے اور حزن سے مراد ایسا غم ہے جو کسی نفع بخش چیز کے ضائع ہونے یا نقصان وہ چیز کے لاحق ہونے کے سبب ہونے والی تکلیف اور دکھ کے سبب ہوتا ہے۔ عطاء بن ابی رباح نے کہا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے گناہوں کی بنا پر نہ خوفزدہ ہو اور نہ ہی کوئی حزن و ملال کرو، یعنی سزا کا خوف نہ رکھو اور گناہوں کے صادر ہونے پر غمزدہ نہ ہو کیونکہ اللہ تمہارے تمام گناہ کو معاف فرمادے گا۔ تمہیں بشارت ہو اس جنت کی جس کا دنیا میں رسولوں کی زبانی تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ البوصیم نے ثابت بنانی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے جب سورہ فصلت پڑھی اور ﴿تسنزل علیہم الملائکۃ﴾ پر پہنچے تو فرمایا کہ ہم تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب بندہ مومن کو اس کی قبر سے اٹھایا جائے گا تو اس سے وہی دو فرشتے آکر ملیں گے جو دنیا میں اس کے ساتھ رہا کرتے تھے اور اسے یہ کہیں گے تو نہ خوف کرو اور نہ غمزدہ ہو تجھے اس جنت کی بشارت ہو جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا، پس اللہ اسے خوف سے محفوظ فرمادے گا اور اس کی آنکھوں کو شہدائے کر دے گا۔

(المظہری، ج ۶، ص ۲۳۴)

مومنین کے حق میں اجسام نوری کی بشارتوں کی تحقیق:

۵..... فرشتے مومنین کو بشارتیں دیں گے، چنانچہ فرمائیں گے: ﴿نحسن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرة﴾ (حم سجدہ: ۲۱) ﴿یہ فرمان کافروں کی وعید ﴿و قیضنا لہم قرناء﴾ (حم سجدہ: ۲۰) کے مقابلے میں مومنین کے لئے نازل ہوا۔ ثابت ہوا کہ فرشتے مومنین کے مددگار ہیں، یہ بھی ثابت ہوا کہ فرشتوں میں الہامات، مکاشفات، یقینیہ اور مقامات حقیقیہ کے ذریعے اجسام بشریہ میں تاثیر پیدا کرنے کی قدرت پائی جاتی ہے، جیسا کہ شیاطین میں القاء و سوس اور باطل تخیلات کے ذریعے تاثیر کی قدرت پائی جاتی ہے، اور فرشتوں میں پاکیزہ طیب ارواح کی مکاشفات و مشاہدات وغیرہ جہات کی مدد سے مدد کی قدرت پائی جاتی ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ یہ ولایت دنیا و آخرت میں باقی رہتی ہے اور یہ مدد و نصرت بندے کی موت کے بعد زائل نہیں ہوتی بلکہ مزید طاقتور و باقی رہنے والی ہوجاتی ہے۔ اور جو ہر نفس اور ملائکہ کا ان معنوں میں امتزاج اس لئے ہوتا ہے کہ جو ہر نفس جنس ملائکہ کی مثل ہے، جیسا کہ شعلہ کو شمس کی جانب، قطرہ کو دریا کی جانب نسبت ہوا کرتی ہے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۵۶۱)

اغراض:

ای البیح جزاء عملہم: اس جملے میں حذف مضاف کی جانب اشارہ ہے، یعنی وہ لوگ اپنے دنیاوی اعمال مثلاً کفر کی وجہ سے عذاب دیئے جائیں گے اور سید عالم ﷺ کی بارگاہ کا مذاق اڑانا اس کی جزاء زیادہ سخت ہوگی اور اس آیت میں اس جانب دلیل ہے کہ قرأت قرآن کے اوقات میں ہر قسم کی غلطی پر شدید وعید سنائی گئی ہے، بے ترتیب اور اختلاط سے بحر پور تلاوت کرنا بالاجماع حرام ہے، اگر قرآن سے ملنے والے نفع کو باطل کرنا نہ چاہتا ہو تو کراہت ہے اور اگر قرآن سے ملنے والے نفع کو باطل کرنا چاہتا ہے تو کفر ہے۔

منصوب علی المصدر بفعلہ المقدر: تقدیر جملہ یہ ہے: ”یحزون جزاء“۔

سنا الکفر والقتل: جیسا کہ قاتیل نے اپنے بھائی ہاتیل کو قتل کر دیا، یہ سب سے پہلا قتل ہوا اور ابلیس نے سب سے پہلے اللہ کے

رب ہونے کا انکار کیا۔ قال تعالیٰ لہم: بمعنی فی شانہم ہے۔

عند الموت: یا مراد قبر سے نکلنے کا وقت ہے، اور جمع کا میخلائے میں بھی کوئی مانع نہیں ہے، کیونکہ رحمت کے فرشتے ان پر نازل ہوئے اور ان کے سینوں کو کھول دینے اور خوف و غم ان سے دور کر دیا جائے گا۔ (الصابی، ج ۵، ص ۲۰۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۹

﴿وَمِنْ أَحْسَنِ﴾ آی لا أَحَدًا أَحْسَنُ ﴿قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ﴾ بِالتَّوْحِيدِ ﴿وَعَمَلٍ صَالِحًا وَقَالَ أَنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (۳۳) وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ﴿فِي جُزْئِيَّاتِهَا لِأَنَّ بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ (ادفع) آی السَّيِّئَةُ ﴿بِالتِّي﴾ آی بِالْخِصْلَةِ الَّتِي ﴿هِيَ أَحْسَنُ﴾ كَالْفَضْبِ بِالصَّبْرِ وَالْجَهْلِ بِالْحِلْمِ وَالْإِسَاءَةِ بِالْقَوْرِ ﴿فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَانَهُ وَلِيًّا حَمِيمٍ﴾ (۳۴) آی فَيَصِيرُ عَدُوَّكَ كَالصَّدِيقِ الْقَرِيبِ فِي مَحَبَّتِهِ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ فَالَّذِي مُبْتَدَأٌ وَكَانَهُ الْخَيْرُ وَإِذَا ظُرِفَ لِمَعْنَى التَّشْبِيهِ ﴿وَمَا يَلْقَاهَا﴾ آی يُؤْتِي الْخِصْلَةَ الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ﴿إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا﴾ وَمَا يَلْقَاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ ﴿ثَوَابٍ عَظِيمٍ﴾ (۳۵) وَامَّا ﴿فِيهِ إِدْغَامٌ نُونٌ إِنْ الشَّرْطِيَّةُ فِي مَا الزَّائِدَةُ﴾ بَيْنَ غَنَكِ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزَغٌ ﴿آيَ أَنْ يُصْرِفَكَ عَنِ الْخِصْلَةِ وَغَيْرِهَا مِنْ الْخَيْرِ صَارِقٌ﴾ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ﴿جَوَابُ الشَّرْطِ وَجَوَابُ الْأَمْرِ مَحْذُوقٌ آيَ يَدْفَعُهُ عَنْكَ﴾ (انہ ہو السميع) ﴿لِلْقَوْلِ﴾ (العليم) ﴿بِالْفِعْلِ﴾ (وَمِنْ آيَةِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ) آيِ الْآيَاتِ الْآرِبِعِ ﴿إِنْ كُنْتُمْ آيَاهُ تَعْبُدُونَ السَّجْدَةَ﴾ (۳۷) فَانْصَرِحُوا ﴿عَنِ السُّجُودِ لِلَّهِ وَخَدُّهُ﴾ (فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ) آيِ الْمَلَائِكَةِ ﴿يَسْبُحُونَ﴾ يُصَلُّونَ ﴿لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْتَمُونَ﴾ (۳۸) ﴿لَا يَمْلُؤُونَ﴾ (وَمِنْ آيَةِ أَنْكَ تَرَى الْآرِضَ خَاشِعَةً) ﴿يَابِسَةً لَا نَبَاتَ فِيهَا﴾ (فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ) ﴿تَحَرَّكَتْ﴾ (وَرَبِّتْ) ﴿انْتَفَخَتْ وَعَلَتْ﴾ (إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتَى إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) (۳۹) إِنْ الَّذِينَ يَلْحَدُونَ ﴿مِنْ الْحَدِّ وَلِحَدِّ﴾ (فِي آيَاتِ الْقُرْآنِ) بِالتَّكْذِيبِ ﴿لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا﴾ فَتَنَجَّازِيهِمْ ﴿فَمَنْ يَلْقَى فِي النَّارِ خَيْرًا مِمَّنْ يَأْتِي آيَاتِ الْقِيَمَةِ أَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ بِمَا تَعْمَلُونَ بِصَبْرٍ﴾ (۴۰) تَهْدِيدٌ لَهُمْ ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ الْقُرْآنِ﴾ (لَمَّا جَاءَهُمْ) فَتَنَجَّازِيهِمْ ﴿وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ﴾ (۴۱) ﴿مَنْ يَبْغِ﴾ (لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ) آيِ لَيْسَ قَبْلَهُ كِتَابٌ يُكْذِبُهِ وَلَا بَعْدَهُ ﴿تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ (۴۲) آيِ اللَّهُ الْمَحْمُودُ فِي أَمْرِهِ ﴿مَا يَقَالُ لَكَ﴾ (مِنَ التَّكْذِيبِ) ﴿إِلَّا﴾ (مِثْلُ) ﴿مَا قَدْ قِيلَ لِلرَّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ﴾ (إِنْ رَبُّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ) ﴿لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (وَذُو عِقَابٍ الِيمِ) ﴿لِلْكَافِرِينَ﴾ (وَلَوْ جَعَلْنَاهُ) آيِ الذِّكْرَ ﴿قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا هَذَا﴾ (فَصَلَّتْ) ﴿بَيْنَتْ﴾ (آيَةُ) ﴿

حَتَّىٰ لَفَّحْتُمَهَا ﴿۱۷﴾ قُرْآنٌ ﴿۱۸﴾ اَعْجَمِيٌّ وَكُنُسٌ ﴿۱۹﴾ عَرَبِيٌّ ﴿۲۰﴾ اِسْتِفْهَامٌ اِنْكَارٌ مِنْهُمْ بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَةِ الْفَائِيَةِ وَقَلْبَتِهَا اِلْفَا يَاشْبَاعٌ وَذُوْنَهُ ﴿۲۱﴾ قُلٌ هُوَ لِلدِّينِ اِمْنًا وَاِهْدَىٰ ﴿۲۲﴾ مِنَ الضَّلَالَةِ ﴿۲۳﴾ وَشَفَاءٌ ط ﴿۲۴﴾ مِنَ الْجَهْلِ ﴿۲۵﴾ وَاللِّدِينِ لَا يُؤْمِنُونَ فِى اِذَانِهِمْ وَقُرٌ ﴿۲۶﴾ ثِقَلٌ فَلَا يَسْمَعُوْنَهُ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمِي ط ﴿۲۸﴾ فَلَا يَفْهَمُوْنَهُ ﴿۲۹﴾ اَوَلَيْسَ لَكَ بِمَكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۳۰﴾ اَيُّ هُمْ كَالْمُنَادِيِّ مِنْ مَكَانٍ بَعِيْدٍ لَا يَسْمَعُ وَلَا يَفْهَمُ مَا يُنَادِيْ بِهِ.

ترجمہ

اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی (یعنی اس سے زیادہ کسی کی بات اچھی نہیں) جو اللہ (یعنی اللہ ﷻ کی وحدانیت) کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں..... اور نیکی اور بدی برابر نہ جائیگی (بدلے کے اعتبار سے کہ دونوں کے بعض افراد دیگر افراد ہے بڑھ جائیں) اے سننے والے! ٹال (برائی کو) اس کے ساتھ جو (یعنی اس خصلت کے ساتھ جو) سب سے اچھی ہے (غصہ کو صبر سے، جہل کو حلم سے، اور برائی کو معافی سے ٹال دے) جیسی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمن تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست (یعنی تمہارا دشمن جن سے تم یہ کام انجام دے لو گے تو تمہارا قریبی دوست کی طرح تم سے محبت کرنے لگے گا..... السدی مبتدیان رہا ہے کا نہ..... الخ اس کی خبر ہے، اذا ظرفیہ معنی تشبیہ کے لیے ہے) اور یہ (یعنی یہ خصلت) نہیں دی جاتی (جو سب سے اچھی ہے، بیلقنی بمعنی یوقی ہے) مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے ثواب والا (حظ بمعنی ثواب ہے) اور اگر ("اما" اصل میں "ان" سے پھیرنے کے.....) تو اللہ ﷻ کی پناہ مانگ (فاسد عذاب اللہ یہ جواب شرط ہے اور امر کا جواب امر محذوف ہے، یدفعہ عنک یعنی اللہ اس کو تجھ سے دور کر دیا) بیشک وہی سننے والا ہے (اقوال کا) اور علم رکھنے والا ہے (افعال کا) اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن اور سورج اور چاند سجدہ نہ کر دے اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کر دے جس نے انہیں پیدا کیا (یہاں چار نشانیوں کا بیان کیا گیا ہے) اگر تم اس کے بندے ہو تو اگر یہ تکبر کریں (اللہ وحدہ کے حضور جھکنے سے) تو وہ جو تمہارے رب کے پاس ہیں (یعنی فرشتے) پاکی بولتے ہیں (یعنی نماز پڑھتے ہیں، یسبحون بمعنی یصلون ہے) اس کے لیے رات دن اور اکتائے نہیں (لا یسثمون بمعنی لا یصلون ہے) اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تو زمین کو دیکھے بے قدر پڑی (یعنی خشک کہ اس میں کچھ آگاہا ہوا نہیں تھا) پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا تو تروتازہ ہوئی (یعنی متحرک ہو گئی) اور بڑھ چلی (پھول گئی اور بلند و بالا ہو گئی) بیشک جس نے اسے جلایا ضرور مردے جلانے کا بیشک وہ سب کچھ کر سکتا ہے بیشک وہ جو ٹیڑھے چلتے ہیں (بلحدون یا تو یہ لحد سے ہے یا پھر الحد سے ہے.....) ہماری آیتوں (یعنی قرآن) میں (اسے جھٹلا کر) ہم سے چھپے نہیں (ہم ہی انہیں اس کا بدلہ دیں گے) تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلایا جو قیامت میں امان سے آئے گا جو جی میں آئے کر بیشک وہ تمہارا کام دیکھ رہا ہے (اس میں ان لوگوں کے لیے حمد ید ہے) بیشک جو ذکر (یعنی قرآن پاک) سے منکر ہوئے جب کہ وہ ان کے پاس آچکا (ہم انہیں اس کا بدلہ دیں گے) اور بیشک وہ عزیز کتاب ہے (یعنی معارض کو بطور معارضہ غور و خوض سے عاجز کرنے والی کتاب ہے) باطل کو اس کی طرف راہ نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے (یعنی نہ تو اس کے قبل کوئی کتاب ہوئی اور نہ بعد ہوگی جو اسے جھٹلاتی ہو) اتارا ہوا ہے حکمت والے صمد (یعنی اللہ ﷻ) کا جو اپنے ہر امر میں تمام خوبیاں سراہا ہوا ہے) تم سے نہ فرمایا جائے گا (تکذیب کے بارے میں صبر کرنے پر) مگر (اسی کی مثل) جو تم سے اگلے رسولوں کو فرمایا گیا کہ بیشک تمہارا رب بخشش فرمانے والا ہے (مسلمانوں کو) اور دردناک عذاب دینے والا ہے

(کافروں کو) اور اگر ہم اسے (یعنی ذکر کو) عجمی زبان کا قرآن کرتے تو ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں کیوں نہ کھولی گئیں (ان کا بیان کیوں نہیں کیا گیا کہ ہم انہیں سمجھ سکتے، لولا بمعنی ہلا اور فصلت بمعنی بہت ہے) کیا (قرآن) عجمی اور (نبی) عربی (یہ ان کی طرف سے استفہام الٹا رکھی ہے، و اعجمی دوسرے ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور اس کا الف کے ساتھ مقلب کرنے کے ساتھ ہالا شباع اور بغیر الا شباع پڑھا گیا ہے) تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت ہے (گراہی و ضلالت سے) اور شفاء ہے (جہل سے) اور وہ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں روئی ہے (یعنی نقل ہے لیکن اس کے نتیجے میں وہ سن نہیں سکتے) اور ان پر اندھا پن ہے (جس کی وجہ سے وہ اس کو سمجھ نہیں پاتے) گویا وہ دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں (یعنی وہ گویا کہ ان افراد کی طرح ہیں جنہیں کسی دور جگہ سے پکارا جا رہا ہو اور دوری کے سبب وہ اس پکار کو نہ سن پارہے ہوں اور نہ سمجھ پارہے ہوں)۔

﴿قر کیب﴾

﴿و من احسن قولا ممن دعا الى الله وعمل صالحا وقال اننى من المسلمين﴾
 و: عاطفہ، من: استفہامیہ مبتدأ، احسن: اسم تفصیل با "هو"، ضمیر مبرز، قولا: تمييز، ملکر فاعل، من: جار، من: موصولہ، دعا: دعا: الى الله: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عمل صالحا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، قال اننى من المسلمين: جملہ فعلیہ قولیہ معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تستوی الحسنة ولا السيئة ادفع بالتي هي احسن﴾
 و: مستانفہ، لا تستوی: فعل نفی، الحسنة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تافیه، السيئة: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ادفع: فعل امر با قائل، ب: جار، التي: موصول، هي احسن: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا الذي بينك وبينه عداوة كانه ولي حميم﴾
 ف: فصیحہ، اذا: فجائیہ، الذي: موصول، بينك: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بينه: معطوف، ملکر ظرف متعلق بحذف خبر مقدم، عداوة: مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ، ملکر مبتدأ، كانه: حرف مشبہ واسم، ولى حميم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "اذا دفعت بالتي هي احسن" کی جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما يلقها الا الذين صبروا وما يلقها الا ذو حظ عظيم﴾
 و: عاطفہ، ما يلقها: فعل نفی مجہول ومفعول ثانی، الا: اداة حصر، الذين صبروا: موصول صلہ، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما يلقها: فعل نفی مجہول ومفعول، الا: اداة حصر، ذو حظ عظيم: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و اما ينزغك من الشيطان نزع فاستعد بالله انه هو السميع العليم﴾
 و: عاطفہ، ان بشرطیہ، ما بزائده، ينزغك: فعل ومفعول، من الشيطان: ظرف مستقر حال مقدم، نزع: ذو الحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، استعد بالله: جملہ فعلیہ جزاء، ملکر جملہ شرطیہ، انه جزف مشبہ واسم، هو السميع العليم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و من ابته اليل والنهار والشمس والقمر لا تسجدوا للشمس ولا للقمر﴾
 و: مستانفہ، من ابته: ظرف مستقر خبر مقدم، اليل: معطوف علیہ، والنهار والشمس والقمر: معطوفات، ملکر مبتدأ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، لا تسجدوا: فعل نفی با قائل، للشمس: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تافیه، للقمر: معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وأسجدوا لله الذي خلقهن ان كنتم اياه تعبدون﴾

و: عاطفہ، اسجدوا: فعل امر بافاعل، لام: جار، اللہ: موصوف، الذي خلقهن: موصول صلہ، مكر صفت، مكر مجرور، مكر ظرف لغو، مكر
جمله فعلية، ان: شرطية، كنتم: فعل ناقص بااسم، اياه: مفعول مقدم، تعبدون: فعل بافاعل، مكر جمله فعلية خبر، مكر جزا
مخزوف "فاسجدوا له" کی شرط، مكر جمله شرطية۔

﴿فان استكبروا فالذين عند ربك يسبحون له بالليل والنهار وهم لا يسمنون﴾

ف: عاطفہ، ان: شرطية، استكبروا: فعل امر بافاعل، جمله فعلية جزا مخزوف "فدعهم وشانهم" کیلئے شرط، مكر جمله شرطية، ف: عاطفہ تعليلية، الذين
عند ربك: موصول صلہ، مكر مبتدا، يسبحون: فعل واو ضمير ذوالحال، و: حالية، هم: مبتدا، لا يسمنون: جمله فعلية خبر، مكر جمله اسمية
حال، مكر فاعل، له: ظرف لغو، بالليل والنهار: ظرف لغو، مكر جمله فعلية خبر، مكر جمله اسمية۔

﴿ومن اياته انك ترى الارض خاشعة فاذا انزلنا عليها الماء اهتزت وربت﴾

و: عاطفہ، من اياته: ظرف متفق خبر مقدم، انك: حرف مشبه واسم، ترى: فعل بافاعل، الارض: ذوالحال، خاشعة: حال، مكر
مفعول، مكر جمله فعلية خبر، مكر جمله اسمية مبتدا مؤخر، مكر جمله اسمية، ف: عاطفہ، اذا: ظرف في شرطية مفعول فيه مقدم، انزلنا عليها الماء: فعل
بافاعل وظرف لغو مفعول، مكر جمله فعلية ہو کر شرط، اهتزت: جمله فعلية معطوف عليه، و: عاطفہ، ربت: جمله فعلية معطوف، مكر جزا، مكر
جمله شرطية۔

﴿ان الذي احيها لمحي الموتى انه على كل شيء قدير﴾

ان: حرف مشبه، الذي احيها: موصول صلہ، مكر اسم، لام: تأكيدية، محي الموتى: شبه جمله خبر، مكر جمله اسمية، انه: حرف مشبه
واسم، على كل شيء: شبه جمله خبر، مكر جمله اسمية۔

﴿ان الذين يلحدون في ايتنا لا يخفون علينا﴾

ان: حرف مشبه، الذين يلحدون في ايتنا: موصول صلہ، مكر اسم، لا يخفون علينا: جمله فعلية خبر، مكر جمله اسمية متانفہ۔

﴿المن يلقى في النار خيرا من ياتي انا يوم القيمة﴾

همزة: حرف استفهام، ف: عاطفہ، من: موصول، يلقى في النار: جمله فعلية صلہ، مكر معطوف عليه، انا: عاطفہ، من: موصول، ياتي انا
يوم القيمة: جمله فعلية صلہ، مكر معطوف، مكر مبتدا، خيرا: خبر، مكر جمله اسمية۔

﴿اعملوا ما شئتم انه بما تعملون بصير﴾

اعملوا: فعل امر بافاعل، ما شئتم: موصول صلہ، مكر مفعول، مكر جمله فعلية، انه: حرف مشبه واسم، بما تعملون بصير: شبه جمله خبر، مكر
جمله اسمية۔

﴿ان الذين كفروا بالذکر لما جاءهم وانه لكتب عزيز﴾

ان: حرف مشبه، الذين كفروا بالذکر: موصول، كفروا بالذکر: فعل بافاعل وظرف لغو، لما: بمعنى حين مضاف، جاء: فعل "هو" ضمير
ذوالحال، و: حالية، انه لكتب عزيز: جمله اسمية حال، مكر فاعل، هم: مفعول، مكر جمله فعلية مضاف اليه، مكر ظرف، مكر جمله فعلية
صلہ، مكر اسم "لا يخفون علينا" جمله فعلية مخزوف خبر، مكر جمله اسمية۔

﴿لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد﴾

لا یاتیہ الباطل: فعل نفی ومفعول وفاعل، من بین یدیه: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، من خلفہ: جار مجرور معطوف، ملکر طرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ”کتب“ ما قبل کی صفت ثانی، تنزیل من حکیم حمید: شبہ جملہ ما قبل ”لکتب“ کی صفت رابع واقع ہے۔ ﴿ما یقال لک الا ما قد قیل للرسول من قبلک ان ربک لدو مغفرۃ وذو عقاب الیم﴾
 ما یقال: فعل نفی مجہول، لک: ظرف لغو، الا: اداۃ حصر، ما قد قیل للرسول: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من قبلک: ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ان ربک جرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، ذو مغفرۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذو عقاب الیم: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو جعلنہ قرانا اعجمیا لقالوا لولا فصلت آیتہ اعجمی و عربی﴾

و: متعلقہ، لو شرطیہ، جعلنہ: فعل بافاعل ومفعول، قرانا عریبا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لام: تاکیدیہ، قالوا قول، لولا: حرف تخیض، فصلت آیتہ: جملہ فعلیہ مقولہ اول، ہمزہ: حرف استفہام، اعجمی: معطوف علیہ، و عربی: معطوف، ملکر ”ہو“ مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ متعلقہ۔ ﴿قل هو للذین امنوا ہدی و شفاء﴾

قل: قول، ہو: مبتدا، للذین امنوا: جار مجرور، ظرف مستقر حال مقدم، ہدی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، شفاء: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿والذین لا یؤمنون فی اذانہم وقر وہو علیہم عمی﴾

و: عاطفہ، الذین لا یؤمنون: موصول صلہ، ملکر مبتدا، فی اذانہم: ظرف مستقر خبر مقدم، وقر: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ہو: مبتدا، علیہم: ظرف مستقر حال مقدم، عمی: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔ ﴿اولئک ینادون من مکان بعید﴾

اولئک: مبتدا، ینادون من مکان بعید: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆..... ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ..... ☆ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ آیت موزنون کے حق میں نازل ہوئی، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو کوئی کسی طریقہ پر بھی اللہ کی طرف دعوت دے وہ اس میں داخل ہے، دعوت الی اللہ کے کئی مرتبے ہیں، اول دعوت انبیاء، معجزات، اور حج و براہین و سیف کے ساتھ یہ مرتبہ انبیاء ہی کے ساتھ خاص ہے، دوم دعوت علماء فقط حج و براہین کے ساتھ اور علماء کئی طرح کے ہیں، ایک عالم باللہ دوسرے عالم باصفات اللہ، تیسرے عالم باحکام اللہ، مرتبہ سوم دعوت مجاہدین ہے یہ کفار کو سیف کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ دین میں داخل ہوں اور طاعت قبول کر لیں، مرتبہ چہارم موزنون کی دعوت نماز کے لئے عمل صالح کی دو قسم ہے ایک وہ جو قلب سے ہو وہ معرفت الہی ہے دوسرے وہ جو اعضاء سے ہو تو وہ تمام طاعات ہیں۔

☆..... ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع بالئیی..... ☆ یہ آیت ابوسفیان کے حق میں نازل ہوئی کہ باوجود ان کی شدت عداوت کے نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ سلوک نیک کیا، ان کی صاحبزادی کو اپنی زوجیت کا شرف عطا فرمایا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صادق الحبث جان نثار ہو گئے۔

﴿تشریح تو ضیح واغراض﴾

نیکی کی دعوت دینے والی عظیم ہستیاں:

۱.....حاکم کا عمل رعایا کے لئے مثالی ہوا کرتا ہے، کوئی کام بڑا ہو یا چھوٹا، سادہ ہو یا مشکل ترین اگر حاکم خود سے اپنی ذات پر طاری کر لے تو پھر باقی لوگ بھی اسے کر لیا کرتے ہیں چنانچہ نیکی کی دعوت عام کرنا، بھی ایسا عظیم ہے کہ واحد حقیقی پروردگار نے بھی اس پر عمل کر کے سکھایا، پھر یہی قرآن جس نبی پر نازل ہوا اس نے بھی اپنے عمل سے نمونہ پیش کر دیا، بلکہ سارے ہی انبیائے کرام نے اس طریقے پر عمل کیا، اور آخر میں تاجدار کائنات کی ساری امت پر تاقیام قیامت اس حکم کی تکمیل کا سہرا سجا دیا گیا ہے کہ روئے زمین پر جب تک انسان نام کی مخلوق ہے وہ ایک دوسرے کو نیکی کا حکم کریں اور بُرائی سے منع کریں۔ ذیل میں ہم حسب ترتیب قرآن و حدیث واقوال کے اشارات ذکر کرتے ہیں اور زیر مطالعہ پیرائے کو ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں:

متذکرہ رکوع میں اللہ کا نیکی کی دعوت دینا:

اگرچہ مکمل قرآن مجید نیکی کی دعوت ہی ہے تاہم موضوع کو مکمل کرنے کی نیت سے چند آیات اسی رکوع سے نیکی کی دعوت کے تناظر میں ابتداء پیش خدمت ہیں:

(۱).....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَأَرَادَ أَنَّ يَكْفُرَ﴾ اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرنے (حم سجدہ: ۳۳)۔

(۲).....﴿وَلَا تَسْأَلِ الْحَسَنَةَ وَلَا السُّئِيَّةَ أَوْ يَكْفُرَ﴾ اور نیکی اور بُدی برابر نہ ہو جائیں گی (حم سجدہ: ۳۴)۔

(۳).....﴿وَمَا يَنْزَعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ﴾ اور اگر تجھے شیطان کا کوئی کونچا پتھو تو اللہ کی پناہ مانگ (حم سجدہ: ۳۶)۔

سید عالم ﷺ کو نیکی کی دعوت دینے کا حکم:

(۱).....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا﴾ اے نبی کی خبریں دینے والے بیشک، ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چکا دینے والا آفتاب (الاحزاب: ۴۵)۔

(۲).....﴿ادْعَ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہے (النحل: ۱۲۵)۔

☆.....حضرت ابو موسیٰ ؓ نے بیان کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”میری مثال اور اللہ نے جس دین کو دے کر مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص کسی قوم کے پاس گیا اور اس سے جا کر کہا: میں نے تمہارے خلاف ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں تمہیں کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں، سو نجات حاصل کرو، نجات حاصل کرو، پس ایک جماعت نے اس کی بات مان لی اور وہ اپنی سہولت سے

کسی طرف نکل گئے اور انہوں نے نجات پائی“۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: الانتهاء عن المعاصی، رقم: ۶۴۸۲، ص ۱۱۲۴)

☆.....حضرت ابو ہریرہ ؓ نے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری مثال اور لوگوں کی مثال اس طرح ہے کہ ایک شخص نے آگ جلائی اور جب اس آگ سے اس کے ارد گرد روشن ہو گئی تو اس پر پروانے اور حشرات الارض ٹوٹ کر گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں گرنے سے روکنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے ہی رہے، اسی طرح میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ کر تمہیں آگ سے نکالتا ہوں اور تم اس آگ میں گر رہے ہو“۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: الانتهاء عن المعاصی، رقم: ۶۴۸۳، ص ۱۱۲۴)

امت کے علماء کو نیکی کی دعوت دینے کا حکم:

(۱)..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولى الامر منكم اے ایمان والوں حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں﴾ (النساء: ۵۹) ﴿

(۲)..... ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ اتُوا الْكُتُبَ لَتُبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبُخْسَ مَا يَشْتَرُونَ اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ ضرورتاً تم اُسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے اُسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کئے تو کتنی بُری خریداری ہے﴾ (ال عمران: ۷۵) ﴿

☆..... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”صرف دو شخصوں پر رشک کرنا مستحسن ہے، ایک شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور اسے اس مال کو حق کے راستے میں خرچ کرنے پر مسلط کیا ہو اور ایک شخص کو اللہ ﷻ نے حکمت عطا کی ہو اور وہ اس حکم سے لوگوں میں فیصلے کرے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے“۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: الاغتباط فی العلم، رقم: ۷۳، ص ۱۷)

☆..... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”اللہ ﷻ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو ہم سے کسی حدیث کو سنے، پھر اس کو یاد رکھے حتیٰ کہ اس حدیث کی تبلیغ کرے، پس بعض حامل فقہ اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچادیں گے اور بعض حامل فقہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔“ (سنن الترمذی، کتاب العلم، باب: ما جاء فی الحث علی، رقم: ۲۶۶۵، ص ۷۶۳)

امراء و حکام بالا کو نیکی کی دعوت دینے کا حکم:

(۱)..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز پر پارہیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کے کام کا حکم دیں اور بُرائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لئے سب کاموں کا انجام﴾ (الحج: ۴۱) ﴿

(۲)..... ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا اللَّهُ نَعِدُهُمْ وَإِنَّا لَكَاثِبُونَ اے ایمان والے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے جمادے گا ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔﴾ (النور: ۵۵) ﴿

☆..... حضرت زہیر بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”عدل و انصاف کرنے والے قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہونگے، اللہ کی دائیں جانب ہونگے اور اس کی دونوں جانب دائیں ہیں، جو لوگ اپنی رعیت میں عدل کرتے ہیں۔“

(صحیح مسلم، کتاب الاماء، باب: فضیلة امام العادل، رقم: (۴۶۱۴)/۱۸۲۷، ص ۹۲۹)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”بنی اسرائیل کے انبیائے کرام ان کا نظام حکومت چلاتے تھے، جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا اس کا خلیفہ ہو جاتا اور پیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، عنقریب میرے بعد خلفاء ہونگے اور بہت ہونگے، پس تم اول کی بیعت پوری کرو پھر اول کی بیعت پوری کرو اور ان کے حقوق ادا کرو، وہ اپنے عوام کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اس کا اللہ ان سے سوال کرے گا۔“ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم: ۳۴۵۵، ص ۵۸۱)

عام مومنین کو نیکی کی دعوت دینے کا حکم:

(۱)..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَمَرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو (عمران: ۱۱۰) ﴿

(۲)..... ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أَلَا تَرَىٰ أَنَّهَا تُؤْتَىٰ أَهْلَ بَيْتِكَ مِنَ الْبَيْتِ﴾ گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں (التحریم: ۶) ﴿۔

☆..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا، سربراہ مملکت اپنی عوام کا نگہبان ہے اس سے عوام کے متعلق سوال ہوگا، اور گھر کا سربراہ اپنے گھر کا نگہبان ہے اور اس سے اپنے گھر والوں کے بارے میں سوال ہوگا، بیوی اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے لہذا اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال ہوگا، نوکر اپنے مالک کا نگہبان ہے اور اس سے مالک کے مال کے متعلق سوال ہوگا اور بیٹا اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کے باپ کے متعلق سوال ہوگا، اور تم میں سے ہر ایک شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب: الجمعة في القرى، رقم: ۸۹۳، ص ۱۴۴)

☆..... طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے سب سے پہلے عید سے پہلے خطبہ پڑھا وہ مروان تھا، اس کی طرف ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: نماز خطبہ پر مقدم ہے، مروان نے کہا: وہ طریقہ ترک کر دیا گیا ہے، حضرت ابوسعید خدری ؓ نے کہا: اس شخص نے اپنا فرض ادا کر دیا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”تم میں سے جس شخص نے کسی بُرائی کو دیکھا وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر وہ ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کو بُرا کہے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے اس کو بُرا جائے۔“

(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء في تغيير المنكر، رقم: ۲۱۷۲، ص ۶۳۴)

ادفع بالتي هي احسن کے اسرار و رموز:

۲..... یعنی شر کو خیر سے، بُرائی کو احسان سے ٹالتے ہیں، ابن جریر نے ابن زید، انہوں نے ابن جبیر سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب انہیں بُرائی پہنچتی تھی تو ان کا عمل فرمان مقدس نشان ﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام (الفترقان: ۶۳) ﴿ہوتا تھا، حسن کہتے ہیں کہ جب تمہیں محروم کیا جائے تو عطا کی بارش فرما، جب ظلم کیا جائے تو معاف فرما دے، جب تعلق توڑا جائے تو جوڑنے کے سامان کر۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جو لوگ بُرائی کو نیکی سے ٹالتے ہیں تو بُرائی مٹا دی جاتی ہے (اور نیکی باقی رہتی ہے)، حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ ؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ (آپ نے ارشاد فرمایا): ”بندہ جب بُرائی کرے تو ساتھ ہی نیکی بھی کر لے تاکہ نیکی بُرائی کو مٹا دے، پوشیدہ گناہ کا ازالہ پوشیدہ ہے اور اعلانیہ کا ازالہ اعلانیہ ہے۔“ ابن کبیر سے روایت ہے کہ وہ لوگ گناہ ہو جانے کے فوراً بعد توبہ کرتے تھے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے صدقہ دے کر بُرائی (عذاب) کو دور کرے، ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ جب کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو اُسے دور کرنے کی سعی کرے۔

(روح المعانی، الجزء الثالث عشر، ص ۱۷۷)

☆..... حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تم سچائی کو لازم پکڑ لو، اس لئے کہ سچائی بھلائی کی رہنمائی کرتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بندہ سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ

سے بچو کیونکہ جھوٹ بُرائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور بُرائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے، بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں بھی جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔“ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب: ما جاء فی الصدق، رقم: ۱۹۷۸، ص ۵۸۲)

کیا حضرات انبیائے کرام پر شیطان کا زور چلتا ہے؟

س..... اے محمد ﷺ! اگر شیطان بُری بات کے ذریعے تیرے دل میں وسوسہ ڈالے یا تجھے بُرائی کی دعوت دے تو اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ، بے شک اللہ اُس کی پکار سننے والا ہے جو اُسے پکارے اور شیطان کے فساد سے بچنے کی پناہ مانگے، اور اللہ یہ بھی جانتا ہے کہ شیطان کیا بات ڈال رہا ہے؟ اور تیرے جی میں کیا بات پیدا کر رہا ہے اور اللہ اس بُری بات کو تیرے دل سے لے جائے گا۔

(الطبری، الجزء: ۲۴، ص ۱۳۹)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: اگر شیطان وسوسہ کے ذریعہ ”ضع ضرر کو بھلائی سے ٹالنے والی صفت“ سے روکے تو اللہ کی پناہ مانگیں، اس آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ نبی یا ولی کے لئے شیطان کے کمر سے امن میں آنا ضروری نہیں ہے، اور شیطان دھوکا دینے کے لئے ہر وقت چوکنار ہوتا ہے، پس (اے محبوب ﷺ) اپنے ہمزات سے پناہ مانگیں، پس ابتدائی صورت میں شیطان دل میں بات ڈالتا ہے جو کہ خطرہ کی صورت میں دل میں رہتی ہے، پھر یہی خطرہ فکر بن جاتا ہے، پھر فکر ترقی پا کر عزم میں منتقل ہو جاتی ہے، اور عزم کا تدارک نہ کیا جائے تو گمراہی بن کر سامنے آ جاتی ہے، اگر اب بھی توجہ نہ دی جائے تو دل سخت ہو جاتا ہے اور بندہ اللہ کی مدد کے بغیر اس سے چھٹکارا نہیں پاسکتا۔

امام ہنلی کہتے ہیں: ﴿فاستعذ بالله﴾ (الاعراف: ۲۰۰) کا خطاب تعلیم امت کے لئے ہے، کیونکہ شیطان نے سید عالم ﷺ کے ہاتھ مبارک پر اسلام قبول کر لیا تھا، ”حیاء الحیوان“ میں ہے کہ امت کا اجماع اس پر ہے کہ حضرات انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں اور انہیں شیطان کی جانب سے فتنہ اور وسوسہ دھوکا نہیں ہوا کرتا۔ (روح البیان، ج ۸، ص ۳۵۳ وغیرہ)

☆..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن ساتھی مسلط کر دیا جاتا ہے، صحابہ نے پوچھا: آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: ”میرے ساتھ بھی، مگر یہ کہ اللہ نے اس کے خلاف میری مدد کی، وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے نیکی کے سوا کسی اور جانب مشورہ ہی نہیں دیتا۔“

(صحیح مسلم، کتاب صفة القيامة، باب: تحريش الشيطان وبعثه، رقم: (۷۰۰۲)/۲۸۱۴، ص ۱۳۸۵)

☆..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مجھے حضرت آدم علیہ السلام کے اوپر دو خصمتوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے، (۱)..... میرا شیطان کا فر تھا، اللہ ﷻ نے اس کے خلاف میری مدد کی اور وہ مسلمان ہو گیا اور میری ازواج میری نیکیوں میں مددگار ہیں، (۲)..... حضرت آدم علیہ السلام کا شیطان کا فر تھا اور ان کی بیوی ان کی (ظاہری) معصیت پر ان کی مددگار تھیں۔“ (کنز العمال، کتاب الفضائل، باب: فضائل نبينا ﷺ، رقم: ۳۱۹۳۳، ج ۶، ص ۱۸۶)

دین میں الحاد کے معنی، اقوال مفسرین واحادیث:

۱..... حق سے روگردانی کرنا الحاد کہلاتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: (۱)..... اللہ کی ذات کے ساتھ الحاد یعنی شرک کرنا، یہ ایمان کے منافی ہے، (۲)..... شرک فی الاسباب، یہ قسم ایمان کو کمزور کرتی ہے لیکن ایمان کو باطل نہیں کرتی۔ (المفردات، ص ۴۵۲)

امام قرطبی نے اس بارے میں مفسرین کے اقوال جمع کئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)..... مجاہد کہتے ہیں کہ وہ دین کے معاملے میں حق سے تجاوز کرتے تھے اور تلاوت قرآن کے وقت میں سیٹی بجاتے، تالیماں پیٹتے،

لغویات کہتے اور گانے گاتے تھے۔ (۲)..... ابن عباس کہتے ہیں وہ کلام کو مقصود سے پھیر دیتے تھے۔ (۳)..... قتادہ کہتے ہیں: یعنی وہ آیات کو جھٹلاتے تھے۔ (۴)..... سدی کہتے ہیں کہ وہ آیات قرآنیہ سے حسد و شقاوت پسندی کا سامنا کرتے۔ (۵)..... ابن زید کہتے ہیں کہ وہ شرک کرتے اور آیات کو جھٹلاتے تھے۔ (۶)..... مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی۔

(القرطبی، الجزء: ۲۴، ص ۳۱۹)

☆..... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ ﷻ کو اپنے بندوں کے سینے سے نہیں نکالے گا لیکن اللہ ﷻ کو اٹھا کر علم اٹھالے گا، حتیٰ کہ جب کوئی عالم دین نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیر اور پیشوا بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، پس وہ خود بھی گمراہ ہو گئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: کیف یقبض العلم، رقم: ۱۰۰، ص ۲۳)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آخر زمانے میں ایسے لوگ نکلیں گے جو دین کے بدلے میں دنیا طلب کریں گے، وہ لوگوں کے سامنے درویشی ظاہر کرنے کے لئے بھیڑ کی نرم کھال کا لباس پہنیں گے، ان کی زبانیں چینی سے زیادہ میٹھی ہوگی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں کی طرح ہونگے، کیا وہ (میری مہلت دینے سے) دھوکا کھا رہے ہیں یا وہ (میری مخالفت) پر جرأت کر رہے ہیں۔“

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب: ما جاء فی ذهاب البصر، رقم: ۲۴۱۲، ص ۶۹۶)

☆..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”بیشک اللہ ﷻ نے ایک ایسی مخلوق کو پیدا کیا ہے جن کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوگی اور ان کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہونگے، پس میں اپنی ذات اور صفات کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے ان کے لئے ایسا فتنہ مقرر کر دیا ہے جس میں جتلا ہو کر برباد آدمی بھی حیران ہوگا، کیا یہ لوگ مجھ پر دھوکا کھا رہے ہیں یا مجھ پر جرأت کر رہے ہیں۔“

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب: ما جاء فی ذهاب البصر، رقم: ۲۴۱۳، ص ۶۹۶)

اغراض:

کالغضب بالصبر: انسان کے اعلیٰ مراتب میں سے یہ ہے کہ جو تجھے محروم کرے اُسے عطا کر، جو تجھ سے ناطہ توڑے اُس سے جوڑ پیدا کرے اور جو ظلم کرے اُسے معاف کر دے، اور یہ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے۔

فیصیر عدوک کالصدیق القریب: یہ ﴿وَلِیُّ الْحَمِیمِ﴾ کی تفسیر ہے، پس الولی القریب بمعنی الحمیم القریب الصدیق یعنی دوستوں میں سب سے خاص۔

اذا فعلت ذلک: یعنی دشمن پر احسان کرنا مراد ہے۔

ثواب: یعنی صبر کر نیوالے کو خلق حسن اور کمال نفس کے اعلیٰ درجات و ثمرات ملیں گے۔

ای الآیات الادبع: یہاں رات، دن، سورج اور چاند کے لئے مونث کی ضمیر لائی گئی یعنی ﴿مخلقہن﴾ کہا گیا جب کہ ان میں اکثر مذکر ہیں، اور عادتاً بھی غلبہ مذکر کو ہوا کرتا ہے نہ کہ مونث کو؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ﴿الآیات﴾ کی طرف نظر کرتے ہوئے مونث لائے ہیں کیونکہ آیت کا مفرد بھی مونث صیغے پر بولا جاتا ہے۔

یابسة: یعنی زمین کا خشوع کرنا جس سے مراد اس کا بے نبات بن جانا ہے، اور زمین کا خشوع ہونا ذلت و تقصیر کی بنا پر ہے۔

تہدید لهم: یعنی کفار کے لئے زجر ہے، اور مومنین کے لئے مسرت میں زیادتی کا بیان مقصود ہے۔

منیع: فعلیل بمعنی فاعل ہے، یعنی یہ کتاب معارضہ میں پڑنے سے روکتی ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ ”العزیز“ کی تفسیر عدیم المثال

سے کی جائے۔

ای ایس قبلہ کتاب یکذہبہ: یعنی باطل جہات میں سے کوئی جہت اس پاک کلام کی جانب راستہ نہیں لے سکتی، بلکہ اس میں جو کچھ ہے سب ہی صدق و حقیقت پر مبنی ہے اور اس کے بعد کوئی کتاب نہیں ہے اور اس سے پہلے بھی کوئی کتاب نہیں جس میں اس پاک کلام کی جانب عیب کی نسبت ہو۔

باشباع ودونہ: یعنی دونوں محققہ و مسہلہ کے مابین الف کے داخل کرنے کو اشباع کہتے ہیں اور اس کے صدم کو غیر اشباع کہا جاتا ہے۔ فلا یسمعونہ: یعنی ان کے دلوں پر پردے پڑے ہیں کہ وہ سنتے نہیں، یعنی ایمان نہیں لاتے۔

ای ہم کالمنادی: کلام میں استعارہ تمثیلیہ ہے، یعنی ان کے قبول نہ کرنے کی حالت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ قرآن سے اعراض کرنا اور جو اس میں ہے ان سب کو نہ سمجھنا گویا کہ اعراض کرنا ہے۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۲۱۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۰

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ ﴿۱﴾ التَّوْرَةَ ﴿۲﴾ فَاخْتَلَفَ فِيهِ ﴿۳﴾ بِالتَّصْدِيقِ وَالتَّكْذِيبِ ﴿۴﴾ كَالْقُرْآنِ ﴿۵﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ ﴿۶﴾ بِتَأْخِيرِ الْحِسَابِ ﴿۷﴾ وَالْجَزَاءِ لِلْخَلْقِ إِلَى يَوْمِ الْيَقِينَةِ ﴿۸﴾ لَفَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ ﴿۹﴾ فِي الدُّنْيَا فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ﴿۱۰﴾ وَانَّهُمْ ﴿۱۱﴾ أَى الْمُكْذِبِينَ ﴿۱۲﴾ بِهِ ﴿۱۳﴾ لَفَى شَكٌّ مِنْهُ مَرِيبٌ ﴿۱۴﴾ مَوْجَعُ الرِّيبَةِ ﴿۱۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ﴿۱۶﴾ عَمِلَ ﴿۱۷﴾ وَمِنْ أَسَاءَ فَعَلِيَهَا ﴿۱۸﴾ أَى فَضَرَزُ إِسَائِهِ عَلَىٰ نَفْسِهِ ﴿۱۹﴾ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿۲۰﴾ أَى بِيَدِي ظَلِمَ لِقَوْلِهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ﴿۲۱﴾﴾

﴿ترجمہ﴾

اور پیٹک ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت شریف) عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا (تصدیق و تکذیب کی صورت میں جیسا کہ قرآن پاک کے ساتھ کیا گیا) اور اگر ایک بات تمہارے رب کی طرف سے گزر نہ چکی ہوتی (روز قیامت تک مخلوق کی جزا اور ان کے حساب کو موخر مانے کی) تو جہی (دنیا میں) ان کا فیصلہ کر دیا جاتا (اس معاملے میں جس میں ان کا اختلاف تھا) اور پیٹک وہ (یعنی اس کو جھٹلانے والے) ضرور اس کی طرف سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں (ماریب کا معنی ہے دھوکے میں ڈالنے والا شک) جو نیکی کرے وہ اپنے بھلے (کو عمل کر رہا ہے) اور جو برائی کرے تو اسی پر ہے (یعنی اس کی برائی کا ضرر اسی کے ذمہ پر ہے) اور تمہارا رب بندوں پر ظلم.....!..... نہیں کرتا (ظلام بمعنی ذو ظلم ہے کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے ﴿ان اللہ لا یظلم مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ﴾
و: متانفہ، لام تسمیہ، قد جمعیہ، اتینا موسیٰ الکتب: فعل بافاعل و مفعول اول و ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے
جواب قسم، ملکر جملہ تسمیہ متانفہ، ف: عاطفہ، اختلف فیہ: فعل مجہول با نائب الفاعل، وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَفَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ﴾

و: عاطفہ، لولا جرف شرط، کلمہ: موصوف، سبقت من ربک: جملہ فعلیہ مفت، ملکر "موجود" محذوف خبر کیلئے مبتدأ، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط، لام: تاکیدیہ، قضیٰ بینہم: جملہ فعلیہ جواب لولا۔

﴿وانہم لفی شک منہ مریب﴾۔

و: عاطفہ، الہم حرف مشبہ واسم، لام: تاکید یہ، فی: جار، شک: موصوف، منہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہو کر خبر اول، مریب: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليها﴾۔

من: شرطیہ مبتداء، عمل صالحا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لنفسه: ظرف مستقر محذوف فعل "عمل" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتداء، اساء: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، علیہا: ظرف مستقر مبتداء محذوف "السواء" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما ربک بظلام للعبید﴾۔

و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، ربک: اسم، ب: زائد، ظلام: لعید، شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح تو ضیح و اغراض﴾

ظلم کی مذمت میں دو احادیث:

۱..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟" صحابہ نے جواب دیا: وہ شخص جس کے پاس کوئی درہم یا سامان نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے اور اس نے اس شخص کو گالی دی ہو اور اس شخص پر تہمت لگائی ہو اور اس شخص کا مال کھایا ہو اور اس شخص کا خون بہایا ہو اور اس شخص کو مارا ہو، پھر وہ اس کو اپنی نیکیاں دے، پھر جو اس پر حقوق ہیں ان کے ختم ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اس کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔"

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب: تحریم الظلم، رقم: (۶۴۷۴)/۲۵۸۱، ص ۱۲۷۶)

☆..... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے: "اے میرے بندو! بیشک میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی آپس میں ظلم کو حرام کر دیا، سو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔"

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب: تحریم الظلم، رقم: (۶۴۵۰)/۲۵۷۷، ص ۱۲۷۵)

اغراض:

ای ہدی ظلم: ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، اعتراض یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کے لئے ظلم کرنا حلال (نہیں) ہے، کیونکہ کوئی اللہ کی ملک میں تصرف نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی اللہ کے ساتھ ملک میں شامل ہو سکتا ہے، پھر اس پاک بارگاہ کی جانب ظلم کی نسبت کرنا کیسے ثابت ہو سکتا ہے جب کہ یہاں نفی کی حاجت ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں ظلم سے مراد نافرمانوں کو عذاب دینا ہے، حقیقی معنوں میں ظلم کرنا مراد نہیں ہے، اور یہاں فضل و احسان کی بنا پر ظلم کرنا مراد لیا گیا ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے کہ میں کسی کو بغیر گناہ کے داخل جہنم نہ کروں گا اور اگر میں ایسا کروں تو یہ ظلم ہو گا اور وہ (میرے لئے) حلال نہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے:

(الصاوی، ج ۵، ص ۲۱۳)

﴿کتب علی نفسه الرحمة (الانعام: ۱۲)﴾، پس غور و فکر کرو۔

کتاب تفسیر:

- (۱) الخازن (علاء الدین علی بن محمد بن ابراهیم البغدادی علیہ الرحمۃ) متوفی ۷۲۵ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔
- (۲) المظہری (قاسم ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۲۲۵ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔
- (۳) ابن کثیر (عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر) متوفی ۷۷۳ھ، مطبوعہ: دارالحدیث القاہرہ۔
- (۴) الدر المنثور (علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی علیہ الرحمۃ) متوفی ۹۱۱ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔
- (۵) جلالین کلاس (علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی، امام جلال الدین محلی)، متوفی ۹۱۱ھ، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ
- (۶) المتذکر (علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النفشانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۷۱۰ھ، دارالابن دمشق۔
- (۷) روح المعانی (علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۲۷۰ھ، مکتبہ رشیدیہ سڑکی روڈ کوئٹہ۔
- (۸) البیضاوی (قاسم ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر محمد الشیرازی علیہ الرحمۃ) متوفی ۷۹۱ھ، مطبوعہ: دارالرشید دمشق بیروت۔
- (۹) البیضاوی حاشیہ شیخ زادہ (قاسم ناصر الدین.....) ایضاً مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ۔
- (۱۰) تہذیب المقباس من تفسیر ابن عباس، متوفی ۶۸ھ، قدیمی کتب خانہ۔
- (۱۱) حاشیہ الجمل علی الجلالین (علامہ شیخ سلیمان الجمل علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۲۰۳ھ، قدیمی کتب خانہ۔
- (۱۲) الصاوی علی الجلالین (علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۲۲۳ھ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی۔
- (۱۳) الرازی (امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین الرازی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۰۶ھ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت
- (۱۴) خزائن العرفان (سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۳۶۷ھ، پاک کمپنی۔
- (۱۵) کنز الایمان (امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ، پاک کمپنی۔
- (۱۶) تبیان القرآن (علامہ غلام رسول سعیدی زید مجرہ) مطبوعہ: فرید بک اشال۔
- (۱۷) ضیاء القرآن (پیر کرم شاہ صاحب الاظہری)، مکتبہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔
- (۱۸) اعراب القرآن و بیانہ (محمی الدین الدرویش) متوفی ۱۹۸۲ھ، مطبوعہ: نیکال الملک۔
- (۱۹) جامع البیان (امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری) متوفی ۳۱۱ھ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی۔
- (۲۰) الجامع الاحکام القرآن معروف تفسیر قرطبی (ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی) متوفی ۶۷۱ھ، دارالکتب العربی۔
- (۲۱) روح البیان (امام اسماعیل حقی یروسوی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۱۳ھ، داراحیاء التراث العربی۔
- (۲۲) تفسیر نعیمی (مفتی احمد یار خان نعیمی)، متوفی ۱۳۹۱ھ، مکتبہ اسلامیہ لاہور۔
- (۲۳) الکشاف (محمود بن عمر زحشری)، متوفی ۵۳۸ھ، داراحیاء التراث العربی۔
- (۲۴) حاشیہ الشحاب عنایہ القاضی (علامہ احمد شہاب الدین خواجه مصری حنفی) متوفی ۱۰۶۹ھ، دارالکتب العلمیہ۔
- (۲۵) تفسیر ابی بن حاتم، مکتبہ نزار المصطفی الباز۔

- (۲۶) التفسیر المنیر، (ڈاکٹر وھبہ زحیلی)، ۱۳۱۲ھ، دارالفکر بیروت۔
- (۲۷) معارف القرآن (مفتی محمد شفیع دیوبندی) متوفی ۱۳۹۶ھ، ادارہ معارف القرآن۔
- (۲۸) الملک والعیون، (علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی)، متوفی ۳۵۰ھ، دارالکتب العلمیہ۔
- کتاب حدیث و شروح :**
- (۱) صحیح البخاری (امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۵۶ھ، دارالسلام للنشر والتوزیع ریاض۔
- (۲) الادب المفرد (امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری) مطبوعہ: دار ابن کثیر دمشق بیروت۔
- (۳) صحیح مسلم (امام حافظ ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۶۱ھ، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع۔
- (۴) سنن ابی داؤد (حافظ ابوداؤد سلیمان بن الشعث البجستانی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۷۵ھ، مطبوعہ: دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع۔
- (۵) سنن نسائی (امام ابو عبد اللہ احمد بن شعیب نسائی علیہ الرحمۃ) متوفی ۳۰۳ھ، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع۔
- (۶) سنن ابن ماجہ (ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۷۳ھ، مطبوعہ: معرف للنشر والتوزیع ریاض۔
- (۷) جامع الترمذی (ابویحییٰ محمد بن عیسیٰ سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمیٰ ترمذی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۷۹ھ، مطبوعہ: دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع۔
- (۸) مسند امام احمد بن حنبل (امام احمد ابو عبد اللہ شیبانی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۴۱ھ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت۔
- (۹) مشکوٰۃ المصابیح (امام محی السنہ علیہ الرحمۃ) متوفی ۵۱۶ھ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔
- (۱۰) مستدرک للحاکم (امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حکم علیہ الرحمۃ)، متوفی ۴۰۵ھ، مطبوعہ: مکتبہ زرارہ لمصطفیٰ الباز۔
- (۱۱) شعب الایمان (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی علیہ الرحمۃ) متوفی ۳۵۸ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ۔
- (۱۲) الترغیب والترہیب (امام عبد العظیم بن عبد القوی علیہ الرحمۃ) متوفی ۶۵۶ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ۔
- (۱۳) فتح الباری (امام احمد بن علی بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ) متوفی ۸۵۲ھ، قدیمی کتب خانہ۔
- (۱۴) عمدۃ القاری (علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ) متوفی ۸۵۵ھ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت۔
- (۱۵) شرح صحیح مسلم (علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ) فرید بک اسٹال۔
- (۱۶) ریاض الصالحین (ابی زکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمۃ) متوفی ۶۷۶ھ، مطبوعہ: دارالارقم۔
- (۱۷) الموطا امام مالک (امام مالک بن انس علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۷۹ھ، مطبوعہ: دارالعصریہ بیروت۔
- (۱۸) انجم الاوسط (امام سلیمان بن احمد طبرانی)، متوفی ۳۲۰ھ، دارالکتب العلمیہ۔
- (۱۹) فیض القدر (عبد الرؤف المناوی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۰۲۱ھ، دارالکتب العلمیہ۔
- (۲۰) کنز العمال (علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری)، متوفی ۹۷۵ھ، دارالکتب العلمیہ۔
- (۲۱) المسند الفردوس (امام ابوشجاع شیردہ بن شہر دار دہلی)، متوفی ۵۰۹ھ، دارالکتب العلمیہ۔
- (۲۲) مجمع الزوائد (حافظ نور الدین علی بن ابی بکر اثمی)، متوفی ۸۰۰ھ، دارالکتب العلمیہ۔

- (۲۳) تحفة الطالب به معرفة احاديث مختصر ابن المطالب، دار ابن حزم بيروت ۱۴۱۶ھ۔
 (۲۴) البه در السافرة في احوال الآخرة، (امام جلال الدين سيوطي شافعي عليه الرحمة)، متوفى ۹۱۱ھ، دار الكتب العلمية۔
 (۲۵) نووي على مسلم (علامة يحيى بن شرف نووي)، متوفى ۶۶۶ھ، دار احياء التراث العربي۔
 (۲۶) سنن داري (امام حافظ عبد الله بن عبد الرحمن داري) متوفى ۲۵۵ھ، قديمي كتب خانہ۔
 (۲۷) مصنف ابن ابی شيبه (امام ابو بكر عبد الله بن محمد بن ابی شيبه)، متوفى ۲۴۵ھ، ادارة القرآن كراچي۔
 (۲۸) المجم الكبير، (امام ابو القاسم سليمان بن احمد الطبراني)، متوفى ۳۲۰ھ، دار احياء التراث العربي۔
 (۲۹) مصنف عبد الرزاق، (امام عبد الرزاق بن همام صنعاني)، متوفى ۲۱۱ھ، توزيع المكتب الاسلامي۔
 (۳۰) حلية الاولياء، (امام ابو نعيم احمد بن عبد الله اصمبھاني)، متوفى ۴۳۰ھ، اداره تاليفاتى اشرفيه چوك فواره ملتان۔
 (۳۱) مستدبى يعلى، (امام احمد بن علي الحنفي الشيبلي)، متوفى ۳۲۰ھ، دار الفكر بيروت۔
 (۳۲) صحیح ابن حبان، (امام ابو حاتم محمد بن حبان البستي)، متوفى ۳۵۴ھ، موسسة الرسالة۔
 (۳۳) كشف الاستار عن زوائد المزاري، (حافظ نور الدين علي بن ابی بكر الشيبلي)، متوفى ۸۰ھ، موسسة الرسالة بيروت۔
 (۳۴) المنہم شرح مسلم، (حافظ علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہيم القرطبي)، متوفى ۶۵۶ھ، دار ابن كثير بيروت۔
 (۳۵) عارضة الاحوذى (علامة ابو بكر محمد بن عبد الله ابن العربي مالكي)، متوفى ۵۴۳ھ، دار الكتب العلمية۔

كتب لغت:

- (۱) المفردات (علامة راجب اصمبھاني عليه الرحمة)، متوفى ۵۰۲ھ، مطبوعہ: قديمي كتب خانہ۔
 (۲) التعريفات (علامة علي بن محمد بن علي جرجاني عليه الرحمة)، متوفى ۵۱۶ھ، مطبوعہ: دار الكتب العلمية۔
 (۳) تاج العروس (علامة سيد محمد تقى حسيني زبيدي)، متوفى ۱۲۰۵ھ، مکتبه مصر، دار الفكر بيروت۔
 (۴) لسان العرب (علامة جمال الدين محمد بن مكرم ابن منظور افريقي)، متوفى ۱۱۶۵ھ، دار احياء التراث العربي۔
 (۵) التهذيب، (علامة محمد بن اشير الجزيري)، متوفى ۶۰۶ھ، دار الكتب العلمية۔

كتب فقه واصول فقه وفتاوات:

- (۱) الهداية مع بداية المبتدى (امام برهان الدين ابوالحسن ابوالحسن علي بن ابی بكر الرغيباني عليه الرحمة)، متوفى ۵۹۳ھ، مکتبه البشري۔
 (۲) القدروري مع توضیح الضروري (ابوالحسن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادي عليه الرحمة)، متوفى ۵ رجب المرجب ۱۲۲۸ھ، مير محمد كتب خانہ آرام باغ كراچي۔
 (۳) نور الايضاح مع بذريعة النجاح (حسن بن عمار بن علي بن يوسف عليه الرحمة)، متوفى ۱۱ رمضان ۱۰۲۹ھ، مکتبه ضيائية راولپنڈي۔
 (۴) كنز الدقائق مع كشف الحقائق (ابو البركات حافظ الدين عبد الله بن احمد عليه الرحمة) متوفى ۱۰۷۰ھ، مطبوعہ: مکتبه ضيائية راولپنڈي۔
 (۵) فتح القدير شرح حدييه مع كفايه (شيخ امام كمال الدين محمد بن عبد الواحد عليه الرحمة)، متوفى ۶۸۱ھ، مطبوعہ: دار الكتب العلمية۔
 (۶) نور الانوار مع قمر الاقمار (حافظ شيخ احمد بن ابوسعيد المعروف به ملاحيون عليه الرحمة)، متوفى ۱۱۳۰ھ، مکتبه العمانيه كاني روڈ كوئٹہ۔
 (۷) الفتاوى الرضوية (امام احمد رضا خان فاضل بريلوي عليه الرحمة)، متوفى ۱۳۳۰ھ، رضاء فاؤنڈيشن لاہور۔

- (۸) الصمدیہ (ملائم الدین علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۱۶۱ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔
 (۹) رد المحتار علی در مختار (علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۲۵۲ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔
 (۱۰) السراجیۃ (شیخ سراج الدین محمد بن عبدالرشید السجاوندی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۰۰ھ، ضیاء القرآن
 (۱۱) الجوهرة النيرة (علامہ ابوبکر علی بن حداد علیہ الرحمۃ)، متوفی ۸۰۰ھ، مکتبہ حقانیہ ملتان۔
 (۱۲) البدائع الصناعی (ابوبکر بن مسعود کاسانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۸۷ھ، مرکز احمل سنت برکات رضا۔
 (۱۳) بحر الرائق شرح کنز الدقائق (علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ) متوفی ۷۷۰ھ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی۔
 (۱۴) غنیۃ المستملی (علامہ امیر ایچیم بن محمد طبری)، متوفی ۹۵۶ھ، سہیل اکیڈمی لاہور۔
 (۱۵) المنار (علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی)، متوفی ۷۱۰ھ، دار المعرفۃ بیروت۔
 (۱۶) الحاوی للفتاویٰ، (الامام جلال الدین سیوطی)، متوفی ۹۱۱ھ، مطبوعہ لائل پور پاکستان۔
 (۱۷) الرسائل القصبیہ لمولف الاشباہ مع الاشباہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔
 (۱۸) فقہ الاسلامی والادلۃ، (ڈاکٹر وہبہ زحیلی)، دار الفکر بیروت۔
 (۱۹) بہار شریعت، (مولانا امجد علی اعظمی) متوفی ۱۳۷۶ھ، مکتبۃ المدینہ۔

کتاب متفرقہ:

- (۱) احیاء علوم الدین (ابو حامد محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۰۵ھ، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔
 (۲) شرح العقائد مع میزان العقائد (علامہ سعد الدین قفازانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۷۹۱ھ، قدیمی کتب خانہ
 (۳) الاصابۃ فی تمییز الصحابہ (الامام الحافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی)، متوفی ۸۵۲ھ، دارالکتب العلمیۃ
 (۴) سبل الہدی والرشاد (الامام محمد بن یوسف الصالحی الشامی)، متوفی ۹۳۳ھ، دارالکتب العلمیۃ۔
 (۵) تاریخ الخلفاء مترجم (علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی علیہ الرحمۃ) متوفی ۹۱۱ھ، قدیمی کتب خانہ، دارالارقم۔
 (۶) حجة الله البالغة (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)، قدیمی کتب خانہ۔
 (۷) فضیلة الشکر (ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد خراطی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۳۲۷ھ، دار الفکر دمشق۔
 (۸) تاریخ دمشق لابن عساکر (امام ابن عساکر علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۷۵ھ، دار احیاء التراث / دار الفکر بیروت۔
 (۹) حیات اعلیٰ حضرت (مولانا ظفر الدین قادری علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۳۸۲ھ، مکتبہ رضویہ کراچی۔
 (۱۰) منہاج العابدین (امام محمد بن احمد غزالی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۰۵ھ، دارالکتب العلمیۃ۔
 (۱۱) کتاب الاسماء والصفات (امام ابو حسن محمد بن احمد بیہقی علیہ الرحمۃ) متوفی ۴۵۸ھ، دار احیاء التراث العربی۔
 (۱۲) کتاب العظمت (امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف ابی الشیخ)، متوفی ۳۹۶ھ، دارالکتب العلمیۃ۔
 (۱۳) الیواقیت الجواہر (علامہ عبدالوہاب شعرانی)، متوفی ۹۷۳ھ، دار احیاء التراث العربی۔
 (۱۴) ذم الہودی (امام ابوالفرج عبدالرحمن بن الجوزی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۹۷ھ، دارالکتب العلمیۃ۔

- (۱۵) لفظ القرید (ابو عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ الاعدلیسی)، متوفی ۳۷۷ھ، دار احیاء التراث العربی۔
 (۱۶) لہر الحیظ (متوفی، دار الفکر بیروت۔
 (۱۷) دروس الریاضین (علامہ عبداللہ بن اسد یاضی)، متوفی ۶۸ھ، دار الکتب العلمیہ۔
 (۱۸) الکبائر (الشیخ محمد بن صالح العثیمین علیہ الرحمۃ)، متوفی ۴۸ھ، دار الکتب العلمیہ۔
 (۱۹) البدایہ والنہایہ (حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ)، متوفی ۷۴ھ، دار المعرفۃ بیروت۔ (۲۰) قصص الانبیاء، ایضاً، دار الکتب العلمیہ۔
 (۲۱) شرح فتوح النیب (العارف الربانی شیخ عبدالقادر جیلانی، تقی الدین احمد بن تیمیہ) موسسۃ الاشراف لاہور۔
 (۲۲) صحیحہ الثقلین (الامام الشیخ نصر بن محمد بن ابراہیم اثثر قدی)، متوفی ۳۷۳ھ، مرکز اہل سنت برکات رضا۔
 (۲۳) الرسائل القشیریہ (الامام ابی القاسم عبدالکریم ہوازن القشیری النیسابوری)، متوفی ۳۶۵ھ، المکتبۃ التوفیقیہ۔
 (۲۴) اللغۃ الاکبر (امام ابی حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۵۰ھ، دار الکتب العلمیہ۔
 (۲۵) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ (عزالدین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۳۰ھ، دار القلم حلب سوریا۔
 (۲۶) نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض (شحاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۰۶۹ھ، دار الکتب العلمیہ۔
 (۲۷) الخیالی علی شرح القواعد المنفیہ (علامہ شمس الدین احمد بن موسی خیالی)، متوفی ۸۷۰ھ، مکتبہ رشیدیہ۔
 (۲۸) المعتمد والمستعد (امام احمد رضا خان قاضل بریلوی)، متوفی ۱۳۳۰ھ،
 (۲۹) تہذیب التجذیب (ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۸۵۲ھ، دار الفکر بیروت۔
 (۳۰) مقالات کاظمی (علامہ سعید احمد کاظمی علیہ الرحمۃ)، برکاتی پبلی کیشنز۔
 (۳۱) سیرت رسول عربی (نور محمد توکل علیہ الرحمۃ) فرید بک اسٹال۔
 (۳۲) حفظ الایمان (مولانا اشرف علی تھانوی)، مکتبہ تھانوی دفتر البقاء، مسافر خانہ نبدردوڑ۔
 (۳۳) تقویۃ الایمان (شاد اسماعیل دہلوی)، مکتبہ علمی لاہور۔
 (۳۴) جامع الخ (مفتی احمد یار خان نعیمی) متوفی ۱۳۹۱ھ، ضیاء القرآن لاہور۔
 (۳۵) التہذیب تاریخ ابن عساکر (ابوقاسم علی بن حسین المعروف بابن عساکر)، متوفی ۵۷۵ھ، دار احیاء التراث العربی۔
 (۳۶) القردوس بماثور الخطاب، (دار الکتب العلمیہ۔
 (۳۷) نخ الروض الازھر، (باب المدینہ کراچی۔
 (۳۸) موسوعۃ الامام ابن ابی دنیا (امام اسماعیل بن محمد بن حادی)، متوفی ۳۳۱ھ، دار الکتب العلمیہ۔
 (۳۹) دلائل النبوة (حافظ احمد بن الحسین النعمانی، متوفی ۴۵۸ھ)، دار الفنائس / دار الکتب العلمیہ۔
 (۴۰) سنن الکبری، (امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی) متوفی ۳۰۳ھ، دار الکتب العلمیہ۔
 (۴۱) الزهد لابن المبارک، (امام عبداللہ بن مبارک مروزی) متوفی ۱۸۱ھ، دار الکتب العلمیہ۔

- (۴۲) الزهد للامام احمد، (امام احمد بن حنبل) متوفى ۲۴۱ھ، دارالغد جدید۔
- (۴۳) صفة الصفوة، (امام ابو الفرج ابن جوزی، متوفى ۵۹۷ھ) دارالکتب العلمیة۔
- (۴۴) الکفاية علم الرواية، (دارالکتب العلمیة)۔
- (۴۵) لسان الولد (امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی) متوفى ۵۰۵ھ، مکتبة المدینة۔
- (۴۶) الطبقات الکبری لابن سعد، (محمد بن سعد بن منیع ہاشمی، متوفى ۲۳۰ھ)، دارالکتب العلمیة بیروت۔
- (۴۷) سیرة النبویة، (حافظ ابو بغداد اسماعیل بن کثیر) متوفى ۷۷۳ھ، دارالقلم العربی حرب سوریا۔
- (۴۸) وقاء الوفاء، (علامہ نور الدین علی بن احمد سمودی) متوفى ۹۱۱ھ، دارالفنائن ریاض۔
- (۴۹) جذب القلوب، (شیخ عبدالحق محدث دہلوی)، نوری بک ڈبولاہور۔
- (۵۰) کتاب التواہین، (دارالکتب العلمیة)۔
- (۵۱) شفاء القمام، (نوریدہ رضویہ فیصل آباد)۔
- (۵۲) التیسیر شرح جامع صغیر بحوالہ تورپشتی، (مکتبة الامام الشافعی الرياض السعودیة)۔
- (۵۳) شرح الصدور، (حافظ جلال الدین سیوطی شافعی) متوفى ۹۱۱ھ، مرکز اہل سنت برکات رضا۔
- (۵۴) آب حیات، (ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، ۱۳۱۳ھ)۔
- (۵۵) التہجد، (امام یوسف بن عبداللہ محمد بن عبدالبر) متوفى ۳۶۳ھ، دارالکتب العلمیة۔
- (۵۶) المدخل، (محمد بن محمد المشہور ابن الحاج) متوفى ۷۳۷ھ، دارالفکر بیروت۔
- (۵۷) حجة اللہ علی العالمین، (علامہ یوسف بن اسماعیل نیمانی)، متوفى ۱۳۵۰ھ، مرکز اہل سنت برکات رضا ہند۔